فہرست

مضامین

عرض ناشر

پہلا عنوان مسلمانی کا خود کو پہچاننا

خود کو پہچاننا' اللہ کو پہچاننا ہے'

فصل: انسان کی تخلیق دو چیزوں سے ہے

فصل: قلب انسانی کی حقیقت

فصل: جسم قلب کی مملکت ہے

فصل: قلب کے لشکروں کی تفصیل

فصل: خواہش اور غصہ کو جسم کی حفاظت کے لئے پیدا کیا ہے

فصل: دل کے ہر لشکر کے سبب انسان میں ایک صفت پیدا ہے

فصل: ہر انسانی حرکت سے ایک صفت پیدا ہوتی ہے

فصل: انسان کی اصل صفت فرشتہ پن ہے

قلب کے عالموں کے عجائبات

فصل: قلب کا دروازہ عالم روحانی کی طرف

فصل: قلب کی بزرگی فرشتوں کی خاصیت ہے

فصل: نبوت وولایت دل کے مدارج میں سے ایک درجہ ہے

فصل: آدمی کی بندگی اور صوفیوں کی راہ

فصل: اس بات کی دلیل کہ خود کو پہچاننا ہی خدا کو پہچاننا ہے

فصل: اپنے نفس کی پہچان

فصل: گوہر دل سے غفلت کے نقصانات

نقل: ایک حکایت

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved

بہشت روحانی اور آتش روحانی

انسان کی دو روحیں، یعنی حیوانی و انسانی

روح حیوانی زائل ہونے سے روح انسانی باطل نہیں ہوتی

روح حیوانی کا تعلق عالم سفلی سے ہے

روح انسانی کا تعلق عالم علوی سے ہے

انسان کی جان کی حقیقت

انسان کے مرنے کے بعد اس کی روح برقرار رہتی ہے

جو کچھ اس عالم میں ہوتا ہے مردے اس سے آگاہ ہیں

عذاب قبر روحانی بھی ہے اور جسمانی بھی

پرہیز گاروں پر عذاب قبر نہیں ہے

عذاب قبر کا سبب محبت دنیا ہے

اژدہوں کے ذریعہ عذاب قبر جس کو اہل دل جانتے ہیں

عشق دولت اژدہا، عشق مال سانپ ہے

دنیا کی کون سی محبت عذاب کا سبب ہے؟

خدا کی محبت زیادہ ہونے کا امتحان

جس طرح تعلق دنیا میں تفاوت ہے اس طرح عذاب قبر میں ہے

دوزخ روحانی کے معنی

ایک عبرت انگیز حکایت

روحانی آگ جسمانی آگ سے بہت تیز ہے

روح کی معرفت، اور انسانی جسم سے علیحدگی کے بعد کے منازل

ایک عجیب مثال

انسان کی ملا اعلیٰ تک ترقی اور مرتبہ بہائم تک تنزل ممکن ہے

زکوٰۃ لینے والے کے آداب

صدقہ اور خیرات کی فضیلت

اصل نمبر ۶ : روزہ کا بیان

روزے کے فرائض

روزہ کی سنتیں

روزہ کی حقیقت

روزہ کی قضاء، کفارہ اور فدیہ

سال کے متبرک ایام میں روزہ رکھنا سنت ہے

اصل نمبر ۷ : حج کا بیان

حج کے شرائط

حج کے ارکان

حج کی کیفیت

سامان سفر اور راستہ کے آداب

احرام باندھنے اور مکہ مکرمہ میں داخلہ کے آداب

طواف کے آداب

سعی کے آداب

وقوف عرفات کے آداب

باقی اعمال حج کے آداب

عمرہ ادا کرنے کی کیفیت

طواف وداع

مدینہ منورہ کی زیارت

حج کے اسرار

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved
©2002-2006

حج کی عبرتیں

اصل نمبر ۸ :تلاوت قرآن

تلاوت قرآن کی حقیقت

غافلوں کی تلاوت

تلاوت قرآن کے آداب

تلاوت کے آداب باطن چھ ہیں

اصل نمبر ۹ :حق تعالیٰ کا ذکر

خدا تعالیٰ کی یاد سب عبادتوں کی جان ہے

جو خدا کا ذکر کرے خدا اس کا ذکر کرتا ہے

ذکر کی حقیقت اور اس کے چار درجے

غیر حق کو بھول جانا تصوف کا پہلا قدم ہے

کشف، ملائیکہ اور ارواح وغیرہ

تسبیح، تہلیل، تحمید، صلوٰۃ، استغفار کے فضائل

درود شریف کے فضائل

دعاء کے آداب

نہایت ضروری اور اہم مسنون دعائیں

اصل نمبر ۱۰: اوراد کی ترتیب

دائمی ذکر و فکر تخم سعادت ہے

جس کام میں خلوص نہ ہو تو وہ بے فائدہ ہے

دن کے اوراد و وظائف

مسبعات عشرہ تعلیم کردہ حضرت خضر علیہ السلام

رات کے لئے تین اوراد

دوسرا رکن: معاملات

اصل نمبر ۱ : کھانے پینے کے آداب

کھانا کھانے اور اس وقت کے آداب

پانی پینے کے آداب

کھانے کے بعد کے آداب

کسی کے ساتھ کھانے کے آداب

دینی بھائیوں کے ساتھ کھانے کی فضیلت

دوست ایک دوسرے کی ملاقات کو جائیں، ان کے آداب

میزبانی کی فضیلت

دعوت اور دعوت قبول کرنے کے آداب

ضیافت خانہ سے باہر آنے کے آداب

ضیافت سے متعلق ایک حکایت

اصل نمبر ۲ : آداب نکاح

نکاح کے فوائد اور اس کا ثواب

نکاح کی تین آفتیں

زنا کا خوف ہو تو نکاح افضل ہے ورنہ نہیں

نکاح کی پانچ شرائط اور عورت کی صفات

خوبصورت عورت اگر پارسا نہیں تو بد بلا ہے

نکاح سے قبل عورت کو دیکھ لینا امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک سنت ہے

بہت زیادہ مہر باندھنا مکروہ ہے

نکاح کے وقت سے آخر تک عورت کے ساتھ گذران کرنے کے آداب،

دعوت ولیمہ سنت موکدہ ہے

دف بجا کر نکاح کا اعلان اور خوشی کرنا سنت ہے

مرد کو عورتوں پر ہمیشہ غالب رہنا چاہئے

تمام آفتیں آنکھ سے پیدا ہوتی ہیں

نامحرم مرد و عورت ایک دوسرے کو نہ دیکھیں

صحابہؓ نے اپنے زمانہ میں عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع کیا ہے

اندھے مرد سے بھی عورت کو پردہ چاہئے

اپنی عورت کو نفقہ دینے کا ثواب صدقہ سے زیادہ ہے

عورت کے ساتھ صحبت و جماع کے آداب

اولاد کا عقیقہ سنت موکدہ

جس مسلمان کی تین لڑکیاں ہوں مسلمانوں کو اس کی مدد کرنا چاہئے

طلاق اگرچہ مباح ہے لیکن اپنی بیوی کو طلاق نہ دے

اصل نمبر ۳ : کسب و تجارت

کسب کی فضیلت اور ثواب

پیشہ اور تجارت کے فضائل

کسب و تجارت شرائط شرعیہ کے ساتھ ضروری ہے

لین دین کے چند شرائط و مسائل

یہود و نصاریٰ کو قرآن شریف ہدیہ نہ کرے

جو رضامندی دل سے نہ ہو وہ اس جہان میں بیکار ہے

عقد سلم کی دس شرطیں

منافع حاصل کرنے کی پانچ شرطیں

شراکت میں منافع کی تقسیم

مسلمانی کے چار عنوان ہیں

پہلا عنوان: اپنے آپ کو پہچاننے کا بیان

اے عزیز یہ جان اور یقین مان کہ اپنے آپ کو پہچاننا حق تعالیٰ کی معرفت کی کنجی ہے اس واسطے کہا ہے (۱) ﴿مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ﴾ اور اس واسطے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے (۲) ﴿سَنُرِيهِمْ اٰيَاتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ﴾ یعنی اپنی نشانیاں جہان میں اور ان کی ذاتوں میں ہم ان کو دکھاتے ہیں تا کہ حق کی حقیقت انہیں ظاہر ہو۔ اے عزیز کل کائنات میں کوئی چیز تجھ سے زیادہ تیرے قریب نہیں جو تو خود کو نہ پہچانے گا تو اور کو کیا جانے گا۔ غالباً تو کہے گا کہ ہم خود کو پہچانتے ہیں تو یہ خطا کرے گا کہ ایسی پہچان خدا کی معرفت کی کنجی نہیں ہو سکتی کیونکہ یوں تو خود کو جانور بھی پہچانتے ہیں جیسا تو اپنے ظاہر کا سر منہ ہاتھ پاؤں گوشت پہچانتا ہے اور اپنے باطن کا اتنا حال جانتا ہے کہ جب بھوکا ہوتا ہے روٹی کھاتا ہے جب غصہ میں ہوتا ہے کسی سے بھڑتا ہے جب تجھ پر شہوت ہوتی ہے نکاح کا ارادہ کرتا ہے اس بات میں سب جانور تیرے برابر ہیں تجھے اپنی حقیقت ڈھونڈھنا چاہئے کہ تو کون ہے کہاں سے آیا ہے کدھر جائے گا یہاں کیوں آیا ہے اور خدا نے تجھے کس کام کے لئے پیدا کیا ہے تیری نیک بختی کس میں ہے اور تیری بدبختی کس امر میں ہے اور یہ صفتیں جو تجھ میں ہیں ان میں سے بعض چرند درند بعض شیاطین بعض فرشتوں کی ہیں ان میں سے تو کون ہے اور تیری اصل حقیقت کیا ہے اور کون سی صفت تجھ میں عاریت ہے جب تک تو یہ نہ جانے گا اپنی سعادت نہ ڈھونڈ سکے گا اور ان میں سے ہر ایک کی غذا الگ الگ ہے اور سعادت جدا جدا کھانا پینا سونا موٹا اور قوی ہونا چار پایوں کی غذا اور سعادت ہے اگر تو چار پایہ ہے دن

رات یہی کوشش کر کہ تیرے پیٹ اور فرج کا کام بنے اور مارنا اور مار ڈالنا خونخیانا درندوں کی غذا اور سعادت ہے اور شر نکالنا حیلہ اور مکر کرنا شیطان کی غذا ہے اگر تو بھی انہی میں سے ہے تو ان کے کام میں مشغول رہ کر تو آرام پائے اور اپنی نیک بختی تجھے ہاتھ آئے اور خدا کا جمال دیکھنا فرشتوں کی غذا اور سعادت ہے غصہ کو اور چار پایوں اور درندوں کی صفتوں کو اس میں داخل نہیں اگر تو فرشتوں کی اصل رکھتا ہے تو اپنی اصل میں کوشش کر کہ تو جناب الٰہی کو پہچانے اور اس جمال کے مشاہدے میں راہ پائے اور خود کو شہوت اور غصہ کے ہاتھ سے بچائے اور اس بات کی یہاں تک تلاش کرے کہ تجھ کو یہ معلوم ہو جائے کہ خدا نے چرند درند کی صفتیں تجھ میں کیوں پیدا کی ہیں آیا اس لئے پیدا کی ہیں کہ وہ تجھے اپنا قیدی بنائیں اور تجھے اپنی خدمت میں لائیں اور دن رات بیگار پکڑے رہیں یا اس واسطے کہ تو ان کو اپنا قیدی کرے اور جو سفر کہ تجھ کو پیش ہے اس میں اپنا تابع بنائے ایک کو سواری میں لائے دوسرے کو اپنا ہتھیار بنائے اور چند دن جو تو اس منزل میں ہے ان کو اپنے کام میں رکھے کہ ان کی مدد سے سعادت کا بیج تیرے ہاتھ لگے تب تو انہیں اپنی رانوں میں دبائے اور اپنی سعادت کے مقام کی طرف متوجہ ہو جائے خاص لوگ اس مقام کو جناب الٰہیت کہتے ہیں اور عوام جنت کہتے ہیں اور یہ سب باتیں تجھے جاننا ہیں کہ کچھ اپنی معرفت تجھے حاصل ہو اور جس نے یہی نہ جانا دین سے خجالت اس کا حصہ رہا اور دین کی حقیقت سے اسے پردہ رہا۔

فصل

انسان کی تخلیق دو چیزوں پر ہے

اے عزیز! اگر تجھے خود کو جاننا منظور ہے تو یہ بات جاننا ضروری ہے کہ خدا نے تجھ کو دو چیزوں سے پیدا کیا ہے ایک ظاہری ڈھانچا جسے بدن کہتے ہیں اور جس کو

ظاہر آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں دوسرے باطنی معنی ہیں کہ اس کو نفس اور دل اور جان کہتے ہیں اور اسے فقط باطن کی آنکھ سے پہچان سکتے ہیں ظاہر کی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے اور یہی باطن معنی تیری حقیقت ہے اور اس معنی کے سوا جو چیزیں ہیں وہ اس کی تابع اور لشکر اور خدمت گار ہیں اور ہم اس حقیقت کو دل کہتے ہیں ہم جب دل کی بات کہیں گے تو اے عزیز جان تو کہ دل سے یہی حقیقت انسان مراد لیں گے اور اس حقیقت کو کبھی روحی کہتے ہیں کبھی نفس اور دل سے وہ گوشت کا لوتھڑا مقصود نہیں ہے جو سینہ میں بائیں طرف موجود ہے اس کی حقیقت کیا ہے کہ جانوروں اور مردوں کو بھی وہ ہوتا ہے اور اس دل کو جو حقیقت انسان ہے ظاہری آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے جو چیز ظاہری آنکھ سے دکھائی دے وہ اس عالم سے ہے جسے عالم شہادت کہتے ہیں اور اس دل کی حقیقت اس عالم سے نہیں ہے ہاں اس عالم میں مسافرانہ آیا ہے وہ ظاہری گوشت کا لوتھڑا اس دل کی سواری اور ہتھیار اور بدن کے سب عضو اس کا لشکر ہے وہ تمام بدن کا پادشاہ اور افسر ہے خدا کی معرفت اور اس کے جمال بیمثال کا مشاہدہ اسی دل کی صفت ہے اور اس پر تکلیف عبادت ہے اسی سے خطاب ہے اسی پر ثواب و عذاب ہے اصلی سعادت اور شقاوت اسی کے لئے ہے ان سب باتوں میں بدن اس کا تابع ہے اس کی حقیقت اور صفتوں کا پہچاننا خدا تعالیٰ کی معرفت کی کنجی ہے اے عزیز ایسی کوشش کر کہ تو اس کو پہچانے کہ وہ ایک عمدہ گوہر ہے اور گوہر ملائکہ کی جنس سے ہے درگاہ الوہیت اس کا اصلی معدن ہے وہیں سے وہ آیا ہے وہیں پھر جائے گا یہاں مسافرانہ آیا ہے تجارت اور زراعت کے لئے تشریف لایا ہے تجارت اور زراعت کے معنی آگے بیان ہوں گے وہاں (۳) انشاء اللہ تعالیٰ بخوبی عیاں ہوں گے۔

فصل

قلب انسانی کی حقیقت

اے عزیز یہ سمجھ لے کہ جب تک تو دل کی ہستی کو نہ جانے گا اس کی حقیقت کو کیا پہچانے گا پہلے ہستی پہچان پھر حقیقت جان بعدہ دل کا لشکر معلوم کر کہ کیا ہے پھر یہ سمجھ کر دل کو اس لشکر سے کیا علاقہ ہے پھر اس کی صفت پہچان کہ حق تعالیٰ کی معرفت اسے کیونکر حاصل ہوتی ہے اور معرفت سے اپنی سعادت کو کس طرح پہنچتا ہے ان میں سے ہر ایک کا بیان آئے گا لیکن دل کی ہستی تو ظاہر ہے کہ اپنی ہستی میں آدمی کو کچھ شک نہیں اور اس کی ہستی اس کے ظاہری ڈھانچے سے نہیں اس واسطے کہ یہ بدن مردہ کے مانند ہے اور جان نہیں اور دل سے ہمارا مقصود روح کی حقیقت ہے روح جب نہ رہے بدن مردار ہے اگر کوئی اپنی آنکھ بند کرے اور اپنے خاکے اور دنیا و مافیہا کو جسے آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں بھلائے تو اپنی ہستی کو ضرور پہچان لے اور گو کہ اپنے کالبد اور دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو لیکن خود کو جان لے اور اگر کوئی اس امر میں خوب غور کرے تو کچھ آخرت کی بھی حقیقت پہچان لے اور یہ جان لے کہ جب اس کا کالبد چھین لیں گے تو اس کا قائم رہنا اور فنا نہ ہونا روا ہے۔

فصل

دل کیا ہے اور کیا خاص صفت دل کی ہے اس کے بیان کرنے کی شریعت نے اجازت نہیں دی ہے اس واسطے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرح نہیں فرمائی اور حق تعالیٰ کی جناب سے یہ آیت آئی (۴) ﴿ وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ ﴾ روح اللہ کے کاموں اور عام امر سے ہے اس سے زیادہ کہنے کی اجازت نہ ہوئی (۵) ﴿ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ﴾ عالم خلق جدا ہے اور عالم امر جدا جس چیز میں ناپ اور مقدار اور کمیت راہ پائے اسے عالم خلق کہتے ہیں اس واسطے کہ لغت میں خلق کے معنی اندازہ کرنے کے ہیں اور آدمی کے

دل کے لئے اندازہ نہیں اس واسطے تقسیم نہیں قبول کرتا ہے اگر تقسیم کے قابل ہوتا تو اس میں ایک طرف کسی چیز کا جہل اور دوسری طرف اس چیز کا علم ہونا درست ہوتا اور ایک ہی وقت وہ اس کا عالم بھی ہوتا اور جاہل بھی اور یہ باتیں محال ہیں اور روح باوجودیکہ قابل قسمت نہیں اور مقدار کو اس میں مداخلت نہیں مگر مخلوق ہے اور پیدا کی گئی ہے اور جیسا کہ خلق اندازہ کرنے کو کہتے ہیں ویسا ہی پیدا کرنے کو بھی کہتے ہیں تو اس معنی پر روح عام خلق سے ہے اور دوسرے معنی کے لحاظ سے عالم امر سے ہے عالم خلق سے نہیں اس واسطے کہ عالم امر ان چیزوں سے عبارت ہے جن میں ناپ اور اندازہ کو دخل نہ ہو جو لوگ روح کو قدیم سمجھے غلط سمجھے اور جنہوں نے روح کو عرض کہا غلط کہا کیونکہ عرض خود قائم نہیں دوسرے کا تابع ہوتا ہے اور جان آدمی کی اصل ہے اور بدن اس کا تابع ہے تو روح عرض کیونکر ہوئی اور جنہوں نے روح کو جسم کہا ہے ان کو بھی دھوکا ہوا ہے کیونکہ جسم ٹکڑے ہوسکتا ہے اور روح ٹکڑے نہیں ہوسکتی ایک چیز اور ہے اس کو بھی روح کہتے ہیں وہ ٹکڑے بھی ہوسکتی ہے اور جانوروں کے بھی ہوتی ہے لیکن جس روح کو ہم دل کہتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کی معرفت کا محل ہے جانوروں کے واسطے وہ روح نہیں ہوتی وہ نہ جسم ہے نہ عرض بلکہ فرشتوں کے گوہر کی جنس سے ایک جوہر ہے اس کی حقیقت کا جاننا دشوار ہے اور اس کی تفصیل کرنے کی اجازت نہیں اور دین کی راہ چلنے میں پہلے اس کے پہچاننے کی ضرورت نہیں اس واسطے کہ پہلے دین کی راہ میں محنت اور ریاضت چاہئے جب کوئی شخص کما حقہ ریاضت کرے گا یہ پہچان اسے خود بخود حاصل ہو جائے گی اور یہ معرفت منجملہ اس ہدایت کے ہے جو اس آیت میں حق تعالیٰ نے فرمائی ہے (٦) ﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ اور جس نے پوری ریاضت نہیں کی اس سے روح کی حقیقت کہنا درست نہیں لیکن مجاہدہ اور ریاضت سے پہلے دل کے لشکر کو جاننا چاہئے جو لشکر نہ جانے گا جہاد کیا کرے گا۔

فصل

جسم قلب کی مملکت ہے

اے عزیز اس بات کو جان کہ بدن دل کی مملکت ہے اور اس مملکت میں دل کے مختلف لشکر ہیں (۷) ﴿وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّاھُوَ﴾ اسی سے عبارت ہے اور آخرت کے لئے دل کو پیدا کیا ہے اور سعادت ڈھونڈھنا اس کا کام ہے اور اس کی سعادت خدا تعالیٰ کی معرفت پر موقوف ہے اور صانع کی معرفت مصنوعات سے اس کو حاصل ہوتی ہے اور یہ عالم حس سے ہے اور عجائبات عالم کی معرفت ظاہر و باطن کے حواس سے اسے حاصل ہوتی ہے اور حواس کو بدن کے ساتھ ثبات ہے معرفت دل کا شکار ہے اور حواس پھندا بدن سواری اور پھندے کا اٹھانے والا اس واسطے دل کو کالبد درکار ہوا اور کالبد پانی مٹی گرمی تری سے مل کر بنا اس وجہ سے کم طاقت ہے اور باطن میں بھوک ظاہر میں بھوک ظاہر میں آگ پانی دشمن درندوں کے سبب سے اس کے لئے خطرۂ ہلاکت ہے اس وجہ سے کھانے پینے کی اس کی حاجت ہوئی اور دو لشکروں کی اسے ضرورت ہوئی ایک ظاہری لشکر ہے جیسے ہاتھ پاؤں منہ دانت معدہ دوسرا باطنی لشکر ہے جیسے بھوک پیاس اور ظاہری دشمن سے بچنے میں بھی اس کو دو لشکر کی حاجت ہوئی ہاتھ پاؤں ہتھیار تو ظاہری ایک لشکر ہے اور غصہ خواہش باطنی لشکر ہے اور بے دیکھے چیز مانگنا بے دیکھا دشمن ہانکنا ممکن نہ تھا تو حواس ظاہری اور باطنی کی ضرورت ہوئی دیکھنے سننے سونگھنے چکھنے چھونے کی قوتیں ظاہری پانچ حواس ہیں اور خیال تفکر حفظ توہم تذکر کی قوتیں دماغ میں باطنی پانچ حواس ہیں ہر ایک قوت کے واسطے کام خاص ہیں ایک قوت میں خلل پڑنے سے آدمی کے دین دنیا کے کام میں خلل آتا ہے یہ سب ظاہری باطنی لشکر دل کے اختیار میں ہیں اور دل سب کا بادشاہ ہے زبان ہاتھ پاؤں آنکھ قوت تفکر سب دل کے حکم سے کام کرتے

ہیں اور سب کو خدا نے خوشی سے دل کا تابع بنایا ہے تا کہ بدن کی حفاظت کریں کہ دل اپنا توشہ لے لے اور اپنا شکار پکڑ لے اور آخرت کی سوداگری پوری کرے اور اپنی سعادت کا بیج بھرائے اور یہ لشکر دل کی ایسی اطاعت کرتے ہیں جیسے فرشتے خدا تعالیٰ کی اطاعت خوشی سے کرتے ہیں اور حکم الٰہی کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے۔

فصل

قلب کے لشکروں کی تفصیل

دل کے لشکر کی تفصیل طویل ہے اے عزیز تجھے اصل مطلب ایک مثال میں معلوم ہو جائے گا یہ تمثیل ہے کہ بدن گویا ایک شہر ہے اور ہاتھ پاؤں پیشہ ور خواہش اس شہر کی عامل غصہ کوتوال دل پادشاہ عقل وزیر ہے بادشاہ کو مملکت کے انتظامات کے واسطے ان سب کی احتیاج ہے لیکن خواہش جو گویا عامل ہے جھوٹی اور زیادتی کرنے والی ہے جو وزیر عقل کہتا ہے اس کے خلاف ہی کہتی ہے اور ہمیشہ یہی چاہتی ہے کہ سلطنت میں جتنا مال ہے سب خراج کے بہانے لے لے اور غصہ جو گویا کوتوال ہے سخت شریر تند خو اور تیز ہے مار ڈالنا زخمی کرنا اسے اچھا معلوم ہوتا ہے جس طرح شہر کا بادشاہ سب باتوں میں اپنے وزیر سے مشورہ کرتا ہے اور جھوٹے طمع دار عامل کا کان مروڑے رکھتا ہے وزیر کے برخلاف اس کا کہا نہیں مانتا ہے۔ کوتوال کو اس پر متعین کرتا ہے کہ اس کو زیادتی سے باز رکھے اور کوتوال کو بھی دباؤ میں رکھتا ہے کہ قدم حد سے نہ بڑھائے اور ان باتوں سے اس بادشاہ کی سلطنت میں انتظام رہتا ہے اس طرح پادشاہ دل بھی اگر وزیر عقل کے مشورے سے کام کرے خواہش اور غصہ کو رام کر کے عقل کو محکوم کر دے اور عقل کو ان کا محکوم نہ بنائے تو بدن کی سلطنت کا انتظام درست رہے اور سعادت کی راہ چل کر حضرت آلہیت میں بے روک ٹوک پہنچ جائے اور اگر عقل کو غصہ اور خواہش نے قید کیا ملک تن خاک سیاہ ہوا پادشاہ دل

بد بخت ہلاک تباہ ہوا۔

فصل

خواہش اور غصہ کو جسم کی حفاظت کے لئے پیدا کیا ہے

اے عزیز یہ سب جو بیان ہوا اس سے تو نے یہ جان لیا ہے کہ خواہش اور غصہ کو کھانے پینے اور بدن کی حفاظت کرنے کے واسطے خدا نے پیدا کیا ہے تو یہ دونوں بدن کے خدمتگار ہیں اور کھانا پانی بدن کا چارہ ہے اور بدن کو حواس کا بوجھ اٹھانے کے واسطے پیدا کیا ہے تو بدن حواس کا خادم ہے اور حواس کو عقل کی جاسوسی کے واسطے پیدا کیا ہے کہ ان کی بدولت خدا کی عجیب عجیب صنعتیں پہچانے تو حواس عقل کے خادم ہیں اور عقل کو دل کے واسطے پیدا کیا ہے کہ دل کی شمع و چراغ بنے اور اس کی روشنی میں درگاہ الٰہی دل کو نظر آئے کہ یہی دید دل کی بہشت ہے تو عقل دل کی خادمہ ہے اور دل کو جمال الٰہی کے نظارے کے واسطے پیدا کیا ہے جب دل اس نظارہ میں مشغول ہوا بندہ خدا کی درگاہ کا خادم بنا اور حق تعالیٰ نے جو فرمایا ہے (۸) ﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ﴾ اس کے یہی معنی ہیں اور دل کو پیدا کر کے اسے ملک اور لشکر اور سواری بدن اس واسطے دی ہے کہ عالم خاک سے اعلیٰ علیین کی سیر کرے اگر کوئی اس نعمت کا حق ادا کرنا اور بندگی کی شرط بجا لانا چاہے تو چاہیے کہ پادشاہ کی طرح سلطنت کی مسند پر بیٹھے اور خدا کی درگاہ کو اپنا مقصود اور قبلہ بنائے اور آخرت کو اپنا وطن اور ٹھہرنے کی جگہ ٹھہرائے اور دنیا کو منزل بدن کو سواری ہاتھ پاؤں کو خدمت گار عقل کو وزیر خواہش کو مال کا نگہبان غصہ کو کوتوال حواس کو جاسوس بنا کر ہر ایک کو ایک ایک کام پر مقرر کرے کہ دہان کی خبر لائیں اور قوت خیال جو دماغ میں اگلی طرف ہے اسے اخبار کے ہرکارون کا افسر بنائے تا کہ جاسوس سب پرچہ اخبار اس کے پاس لائیں اور قوت حافظہ جو دماغ میں پچھلی طرف ہے اس کو

اخبار کا محافظ دفتر کرے کہ اخبار کے پرچے اس افسر سے لے کر حفاظت سے رکھے اور وقت پر وزیر عقل سے عرض کرے اور وزیر ان سب چیزوں کے موافق جو ملک سے اسے پہونچتی ہیں ملک کا انتظام اور پادشاہ کے سفر کی تدبیر کرتا رہے وزیر عقل بھی اگر دیکھے کہ لشکر میں سے کوئی مثلاً خواہش غصہ وغیرہ پادشاہ سے پھر گیا اور اطاعت سے باہر ہو گیا اور راہزنی کیا چاہتا ہے تو اس کی تدبیر کرے اور جہاد کی طرف متوجہ ہو کر وہ پھر راہ پر آ جائے اور اس کے مار ڈالنے کا ارادہ نہ کرے کیونکہ سلطان بغیر ان کے درست نہ رہے گی بلکہ ایسی تدبیر کرے کہ ان کو اپنا قابو میں لائے کہ جو سفر آنے والا ہے اس میں وہ یار اور مددگار رہیں دشمن نہ ہو جائیں رفاقت کریں چوری ڈکیتی عمل میں نہ لائیں جب ایسا کیا تو سعید ہوا اور نعمت کا حق ادا کیا اور اس خدمت کے عوض میں سرفرازی کا خلعت وقت پر پائے گا اور اگر اس کے خلاف عمل میں لایا تو اور باغی ڈکیتوں' دشمنوں سے مل گیا تو نمک حرام اور شقی ہو گیا اور اس بداعمالی کی سخت سزا پائے گا۔

فصل

دل کے ہر لشکر کے سبب انسان میں ایک صفت پیدا ہے

اے عزیز تو جان کہ آدمی کو ہر ایک لشکر کے ساتھ جو اس کے باطن میں ہیں ایک علاقہ ہے اور ہر لشکر کے سبب سے آدمی میں ایک صفت اور خلق پیدا ہے ان میں سے بعض اخلاق برے ہیں کہ آدمی کو تباہ اور غارت کرتے ہیں اور بعض اچھے ہیں کہ آدمی کو درجہ سعادت پر پہنچا کر عالی مرتبت کرتے ہیں وہ اخلاق سب تو اگرچہ بہت ہیں لیکن چار قسم کے ہیں چارپایوں کے اخلاق' درندوں کے اخلاق' شیطانوں کے

اخلاق' ملائیکہ کے اخلاق چونکہ آدمی میں لالچ اور خواہش ہے اس وجہ سے چارپایوں کے کام کرتا ہے مثلاً کھانے اور جماع کرنے پر مرتا ہے اور چونکہ آدمی میں غصہ ہے اس سبب سے کتے شیر بھیڑیے کا کام کرتا ہے مثلاً مارنے' مار ڈالنے' لوگوں سے گالی گلوچ' ہاتھا پائی کرنے پر شیر ہوتا ہے اور حیلہ' مکر کرنا لوگوں میں فساد ڈالنا چونکہ آدمی میں موجود ہے اس وجہ سے شیاطین کے کام کرتا ہے اور چونکہ آدمی میں عقل ہے اسی باعث فرشتوں کے کام کرتا ہے۔ مثلاً علم کو دوست رکھنا' برے کاموں سے پرہیز کرنا لوگوں کی اچھائی چاہنا' ذلیل کاموں سے بچ کر عزت دار رہنا ہر کام میں حق پہچان کر خوش ہونا جہل اور نادانی کو عیب جاننا اور فی الحقیقت آدمی کی سرشت میں چار چیزیں ہیں۔ کتا پن' سور پن' شیطان پن' فرشتہ پن کیونکہ کتا اپنی صورت ہاتھ پاؤں کھال کی وجہ سے کچھ برا نہیں بلکہ اپنی عادات کے سبب سے برا ہے کہ آدمیوں سے بھڑ جاتا ہے اور سور بھی اپنی صورت کے سبب سے کچھ برا نہیں بلکہ اس وجہ سے برا ہے کہ ناپاک اور بری چیزوں کی طمع رکھتا ہے اور کتے اور سور کی روح کی یہی حقیقت ہے اور آدمی میں بھی یہ باتیں موجود ہیں اس طرح شیطان پن اور فرشتہ پن کے یہی معنی ہیں اور آدمی سے فرمایا ہے کہ عقل کا نور جو فرشتوں کے انوار اور آثار سے ہے اور اس کی بدولت شیطان کے مکر اور حیلے معلوم کرے تاکہ رسوا نہ ہو اور شیطان اس سے مکر نہ کر سکے جیسا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر آدمی کے واسطے ایک شیطان ہے اور میرے واسطے بھی ہے لیکن خدا نے مجھ کو اس پر فتح دی اور وہ میرا مغلوب ہو گیا اور مجھے برائی کا حکم نہیں دے سکتا اور آدمی کو یہ بھی حکم ہے کہ لالچ اور خواہش کے سور اور غصہ کے کتے کو ادب میں رکھے اور عقل کو زبردست کر کے اس کے حکم سے اٹھے بیٹھے۔ جو آدمی ایسا کرے گا اس کو اچھے اخلاق جو اس کی سعادت کے تخم ہوں حاصل ہوں گے اور اگر اس کے خلاف کرے گا اور خود ان کا خدمت گار ہو جائے گا تو برے اخلاق جو اس کی بدبختی کے بیج ہوں اس سے ظاہر

ہوں گے اور اگر خواب یا بیداری میں اس کے حال کی تمثیل اس کو دکھائیں تو خود کو دیکھے گا کہ ایک سور یا کتے یا شیطان کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا ہے اگر کوئی کسی مسلمان کو کسی کافر کے قبضۂ قدرت میں دے دے تو کافر اس مسلمان کا جو حال کرے گا وہ ظاہر ہے اور اگر فرشتے کو کتے اور سور اور شیطان کے قبضہ میں دے دے تو اس فرشتے کا حال اس مسلمان سے بھی بدتر ہوگا اگر لوگ انصاف کریں اور سوچیں تو دن رات اپنے نفس کی خواہش کے تابع ہیں اور حقیقت میں ان کا حال یہ ہے کہ ظاہر میں گو کہ آدمی کے مشابہ ہیں لیکن قیامت کو یہ بھید کھلے گا اور ان کا ظاہر بھی باطن کی صورت پر ہوگا جن پر خواہش اور لالچ غالب ہے لوگ ان کی سور کی ایسی صورت دیکھیں گے اور جن پر غصہ غالب ہے ان کی بھیڑیے یا کتے کی ایسی صورت ہو جائے گی اس واسطے ہے کہ اگر کسی نے بھیڑیے کو خواب میں دیکھا تو مرد ظالم اس کی تعبیر ہے اور اگر کسی نے سور کو خواب میں دیکھا تو نجس آدمی اس کی تعبیر ہے کیونکہ نیند موت کا نمونہ ہے نیند کے سبب اس عالم سے جو اتنا دور ہوا صورت سیرت کے تابع ہوئی ہر شخص کو ویسا ہی دیکھا جیسا اس کا باطن ہے یہ بڑے بھید کی بات ہے یہ کتاب اس کی تفصیل کی متحمل نہیں۔

فصل

ہر انسانی حرکت سے ایک حقیقت پیدا ہوتی ہے

اے عزیز جب معلوم ہوا کہ باطن میں یہ حکم دینے والے ہیں تو اپنی حرکات و سکنات کو دیکھ کہ چاروں میں سے تو کس کی اطاعت میں ہے اور یقین جان کہ تو جو حرکت کرے گا اس سے دل میں ایک صفت پیدا ہو کر رہے گی اور اس جہان میں تیری مصاحب ہوگی ان صفات کو اخلاق کہتے ہیں اور سب اخلاق ان چاروں حکم کرنے والوں سے پیدا ہوتے ہیں یعنی اگر خواہش کے سور کا تو مطیع ہے تو پلیدی بے

حیائی' لالچ خوشامد خست دوسرے کی برائی پر خوش ہونا یہ صفتیں پیدا ہوتی ہیں اگر اس سور کو تو دبائے رکھے گا تو قناعت حیا' شرم' دانائی' پارسائی' مطمئنی' غریبی کی صفت ظاہر ہو گی اگر غضب کے کتے کی تو اطاعت کرے گا نڈر رہونا' ناپاکی' بڑا بول بولنا' غرور' تکبر' اپنی بڑائی چاہنا' افسوس کرنا' دوسرے کو کم جاننا اور ذلیل سمجھنا لوگوں سے بھڑنا یہ باتیں پیدا ہوں گی اگر اس کتے کو ادب میں رکھے گا تو صبر بردباری' درگذر' استقلال' بہادری' سکوت' عزت' بزرگی یہ اوصاف پیدا ہوں گے اور اگر اس شیطان کی تو اطاعت کرے گا جس کا کام اس سور اور کتے کو ورغلاء کر دلیر کرنا اور مکر سکھانا ہے تو دھوکا دینا' خیانت کرنا' جعلسازی' مکر یہ امر پیدا ہوں گے اگر تو اس کو زیر کر کے اس کے فریب میں نہ آئے گا اور عقل کے لشکر کی مدد کرے گا تو دانائی' معرفت علم حکومت' صلاحیت' حسن خلق' بزرگی' ریاست کی صفتیں پیدا ہوں گی اور یہ اوصاف جو تیرے ساتھ رہیں گے تیری نیک یادگار ہوں گے اور تیری سعادت کا تخم ہو جائیں گے اور جن کاموں سے برے اخلاق پیدا ہوتے ہیں انہیں گناہ کہتے ہیں اور جن کاموں سے اچھے اخلاق پیدا ہوتے ہیں انہیں عبادت کہتے ہیں آدمی کے حرکات و سکنات ان دو حال سے جن کا ذکر ہوا خالی نہیں دل گویا روشن آئینہ ہے اور برے اخلاق دھواں اور ظلمات ہیں جب دل تک پہنچتے ہیں اسے اندھا کر دیتے ہیں کہ قیامت کے دن جناب الٰہی کی دید سے محروم رہے اور نیک اخلاق گویا نور ہیں کہ دل میں پہنچ کر اسے سیاہی اور گناہوں سے صاف کر دیتے ہیں اس واسطے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ﴿اَتْبِعِ السَّیِّئَۃَ الْحَسَنَۃَ تَمْحُھَا﴾ یعنی ہر برائی کے بعد بھلائی کر کہ بھلائی برائی کو مٹا دیتی ہے اور قیامت میں آدمی کا دل جو آئے گا یا روشن ہو گا یا تاریک (۹) ﴿فَلَا یَنْجُوْا اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ﴾ اور آدمی کا دل ابتدا سے خلقت میں لوہے کا سا ہے جس سے روشن آئینہ بنتا ہے کہ تمام عالم اس میں دکھائی دیتا ہے بشرطیکہ اسے خوب حفاظت سے رکھیں نہیں تو ایسا

زنگ لگ جاتا ہے کہ اس سے آئینہ نہ بن سکے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے (۱۰) ﴿كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾

فصل

انسان کی اصل صفت فرشتہ پن ہے

اے عزیز شاید تو یہ کہے کہ آدمی میں چونکہ درندوں، چوپایوں، شیطانوں کی صفتیں ہیں تو ہم کیونکر جانیں کہ فرشتہ پن اس کی اصل ہے اور یہ صفتیں عارضی اور عاریت ہیں اور کس طرح معلوم ہو کہ آدمی فرشتوں کے اخلاق حاصل کرنے کو پیدا ہوا ہے اور صفتوں کے واسطے نہیں پیدا ہوا تو سن تا کہ تجھ کو معلوم ہو جائے کہ آدمی چار پایوں اور درندوں سے اشرف اور کامل تر ہے اور خدا نے ہر چیز کو کمال دیا ہے وہی اس کا نہایت درجہ ہے اور اس واسطے اسے پیدا کیا ہے اس کی مثل یہ ہے کہ گھوڑا گدھے سے عزت دار ہے کیونکہ اسے بوجھ اٹھانے کے واسطے پیدا کیا اور اسے لڑائی اور جہاد میں دوڑانے کے واسطے تا کہ سوار کی ران کے نیچے جیسا چاہے دوڑے حالانکہ اس کو گدھے کی طرح بوجھ اٹھانے کی قوت بھی ہے اور کمال گدھے سے زیادہ ملا ہے اگر وہ اپنے کمال سے عاجز ہو تو اسے لدو بنائیں گے اور اس کو گدھے کا مرتبہ ملے گا اس میں اسی کی خرابی اور نقصان ہے اس طرح بعض لوگ یہ سمجھ کر آدمی کو کھانے پینے سونے، جماع کرنے کے لئے پیدا کیا ہے اپنی تمام عمر اسی میں گنواتے ہیں اور بعض سمجھتے ہیں کہ آدمی کو اور چیزوں کے زیر کرنے کے واسطے پیدا کیا ہے۔ جیسے عرب، ترک، کرد یہ دونوں خیال غلط ہیں اس واسطے کہ کھانا پینا جماع کرنا خواہش سے ہوتا ہے اور خواہش جانوروں کو بھی ہوتی ہے بلکہ اونٹ کا کھانا اور گرگرگیا کا جماع آدمی کے کھانے اور جماع سے زیادہ ہے تو آدمی ان سے کیوں بزرگ ہے اور دوسرے کو مغلوب کرنا غصے کے سبب سے ہوتا ہے اور غصہ درندوں کو بھی ہے جو کچھ چرند، درند

وغیرہ کو ملا وہ آدمی کو بھی ملا ہے بلکہ اس کے سوا آدمی کو کمال بھی عنایت ہوا ہے وہ کمال عقل ہے کہ اس کے سبب سے آدمی کو پہچانتا اور اس کی عجیب عجیب صنعتیں جانتا ہے اور اسی عقل کی وجہ سے آدمی خود کو خواہش اور غصہ کے ہاتھ سے بچاتا ہے اور یہی فرشتوں کی صفت ہے اور اسی کے سبب سے آدمی درند، چرند، سب پر غالب ہے اور بلکہ وہ سب کچھ جو زمین پر ہیں آدمی کے مطیع ہیں جیسا حق تعالیٰ نے فرمایا ہے (۱۱) ﴿وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّافِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا﴾ آدمی کی حقیقت وہی ہے جس سے اس کا کمال ہے اور صفتیں عارضی اور عاریت ہیں اور آدمی کے کمال کے واسطے پیدا ہوئی ہیں اسی سے جب آدمی مر جاتا ہے نہ خواہش رہتی ہے نہ غصہ یا ایک جوہر رہتا ہے جو فرشتوں کی طرح خدا کی معرفت سے آراستہ ہے اور خواہ مخواہ وہی آدمی کا رفیق ہوتا ہے اور یہی جوہر فرشتوں کا بھی رفیق ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ خدا کی درگاہ میں رہتے ہیں (۱۲) ﴿فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ﴾ یا آدمی کے ساتھ ایک چیز اوندھی تاریک رہتی ہے تاریک اس سبب سے ہوتی ہے کہ گناہ کی وجہ سے اس میں زنگ لگا ہے اور اوندھی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ غصہ غضب کے سبب سے اسے آرام ملتا تھا غصہ غضب تو یہاں چھوٹا تو اس کے دل کا منہ اسی طرف رہے گا اس واسطے کہ اس کی خواہش اور مقصد تو یہاں ہے اور یہ جہاں اس جہاں کے نیچے ہے اب وہ جہاں ہے تو اس کا سر نیچے ہوگا (۱۳) ﴿وَلَوْ تَرٰى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُؤُسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ کے یہی معنی ہیں اور جو ایسا ہوگا شیطان کے ساتھ سجین میں ہو جائے گا اور سجین کے معنی ہر ایک کو نہیں معلوم اس واسطے حق تعالیٰ نے فرمایا (۱۴) ﴿وَمَا اَدْرٰكَ مَا سِجِّيْنٌ﴾۔

فصل

قلب کے عالموں کے عجائبات

دل کے عالموں کے عجائبات کی انتہا نہیں اور دل کی بزرگی اسی سے ہے کہ سب سے نرالا ہے بہت لوگ اس سے غافل ہیں دل کی بزرگی دو وجہ سے ہے ایک تو علم کی وجہ سے دوسرے قدرت کے سبب سے علم کی وجہ سے بزرگی کی دو قسمیں ہیں ایک کو تمام خلق جان سکتے ہیں دوسری نہایت پوشیدہ اور عمدہ ہے اسے کوئی نہیں پہچان سکتا وہ بزرگی جو ظاہر ہے تمام علموں اور صنعتوں کی معرفت کی قوت ہے اور اسی قوت کی وجہ سے دل تمام صنعتیں پہچانتا ہے اور جو کچھ کتابوں میں ہے اسے پڑھتا اور جانتا ہے جیسے ہندسہ حساب طب نجوم علم شریعت اور باوصف اس کے کہ دل ایک ایسی چیز ہے کہ ٹکڑے نہیں ہو سکتا مگر سب علم اس میں سما جاتے ہیں بلکہ اس میں تمام عالم ایسا ہے کہ گویا صحرا میں ذرہ ہے اور لحظہ بھر میں زمین سے آسمان تک مشرق سے مغرب تک دل اپنی فکر اور حرکت سے جاتا ہے باوجودیکہ زمین پر ہے تمام آسمان ناپتا ہے اور سب ستاروں کو ناپ کر جانتا ہے کہ اتنے اتنے فاصلے پر ہیں۔ اور مچھلی کو دریا کی تہ سے حیلہ سے باہر نکالتا ہے اور پرندوں کو ہوا سے زمین پر ڈالتا ہے اور زور آور جانور جیسے اونٹ ہاتھی گھوڑا ان کو اپنا تابع کر لیتا ہے اور عالم میں جو عجیب عجیب علم ہیں وہ اس کا پیشہ ہیں اور یہ سب اسی پانچ حواس سے حاصل ہوتے ہیں اور اسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ سب حواس کو دل کی طرف راہ ہے اور بڑے تعجب کی بات یہ ہے کہ جیسے عالم محسوسات یعنی عالم جسمانی کی طرف پانچوں حواس دل کے پانچ دروازے ہیں اسی طرح عالم ملکوت یعنی عالم روحانی کی طرف بھی دل میں ایک کھڑکی کھلی ہے اور بہت لوگ عالم جسمانی ہی کو محسوس کرتے ہیں اور حواس ظاہری کو علم کا راستہ سمجھتے ہیں حالانکہ دونوں ذرا ذرا سے ہیں ان کی حقیقت کیا ہے اور دل کی بہتیری کھڑکیاں جو علموں کی طرف کھلی ہوتی ہیں اس پر دو دلیلیں ہیں ایک خواب کہ سونے میں حواس ظاہری بند ہو جاتے ہیں اور دل کی کھڑکی کھل جاتی ہے اور عالم ارواح اور لوح محفوظ میں غیب کی چیزیں نظر آتی ہیں جو کچھ آئندہ ہونے والا ہے دکھائی دیتا ہے یا صاف

معلوم ہوتا ہے یا مثال میں نظر آتا ہے جو مثال میں نظر آتا ہے اسے تعبیر کی حاجت پڑتی ہے اور ظاہر ہے کہ جو کوئی جاگتا رہتا ہے لوگ اس کو معرفت کا زیادہ مستحق جانتے ہیں حالانکہ دیکھتے ہیں کہ جاگنے میں حواس سے غیب کی چیزیں نظر نہیں آتی ہیں اور خواب کی حقیقت کی تفصیل اس کتاب میں بیان کرنا ممکن نہیں لیکن مجمل اس قدر جان لینا چاہیے کہ دل آئینہ کے مانند ہے اور لوح محفوظ اس آئینہ کی مانند ہے جس میں سب موجودات کی تصویریں موجود ہوں اور صاف آئینہ کو جب تصویر والے آئینہ کے سامنے کرتے ہیں تو اس میں بھی سب تصویریں دکھائی دیتی ہیں اس طرح دل جب آئینہ کی طرح صاف ہو اور محسوسات سے قطع تعلق کرے تو لوح محفوظ سے مناسبت اور مقابلہ پیدا کرتا ہے تو لوح محفوظ میں سب موجودات کی جو تصویریں موجود ہیں وہ دل میں صاف نظر آتی ہیں اور دل جب تک محسوسات سے مشغول رہتا ہے عالم روحانی کے ساتھ مناسب نہیں ہوتا اور چونکہ خواب میں محسوسات سے بالکل فارغ ہوتا ہے تو خواہ مخواہ عالم روحانی کو دیکھتا ہے لیکن خواب میں حواس تو علیحدہ ہو جاتے ہیں مگر خیال باقی رہتا ہے اس وجہ سے مثال میں خیال نظر آتا ہے اور صاف حال نہیں کھلتا اور جب آدمی مر جاتا ہے تو نہ خیال باقی رہتا ہے نہ حواس اس وقت کچھ آڑ نہیں ہوتی کام صاف ہوتا ہے اس وقت اس سے کہتے ہیں (۱۵) ﴿فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ﴾ اور وہ جواب دیتا ہے (۱۶) ﴿رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ﴾ اور عالم ملکوت کی طرف دل کی طرف کھڑکی ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ کوئی شخص ایسا نہیں جس کے دل میں فراسیں اور نیک خطرے الہام کے طور سے نہ آتے ہوں اور وہ حواس کی راہ سے نہیں آتے بلکہ دل ہی میں پیدا ہوتے ہیں اور وہ یہ نہیں جانتا ہے کہ یہ خطرے کہاں سے آئے اتنی بات سے یہ معلوم ہوا کہ سب علم محسوسات کے سبب سے نہیں اور دل اس عالم سے نہیں بلکہ عالم روحانی سے

ہے اور حواس جن کو اس عالم کے واسطے پیدا کیا ہے خواہ مخواہ اس عالم کو دیکھنے میں آڑ ہوں گے اور جب تک اس سے فارغ نہ ہوگا اس عالم کی طرف سے راہ نہ پائے گا۔

فصل

قلب کا دروازہ عالم روحانی کی طرف

اے عزیز یہ گمان نہ کرنا کہ عالم روحانی کی طرف دل کی کھڑکی بے سوئے اور بے مرے نہیں کھلتی ایسا نہیں ہے بلکہ اگر کوئی شخص جاگتے میں ریاضت اور محبت کرے اور دل کو خواہش اور غصہ کے ہاتھ سے بچائے اور برے اخلاق سے پاک کرے اور خالی جگہ میں بیٹھے اور آنکھ بند اور حواس کو بیکار کرے اور دل کو عالم روحانی سے یہاں تک مناسبت دے کہ ہمیشہ اللہ اللہ دل سے کہے زبان سے نہیں حتیٰ کہ خود سے اور تمام عالم سے بے خبر ہو جائے اور خدا کے سوا کسی کی خبر نہ رکھے جب ایسا ہو جائے تو اگرچہ جاگتا ہو تو بھی دل کی کھڑکی کھلی رہے گی اور لوگ جو کچھ خواب میں دیکھیں گے وہ جاگتے میں دیکھے گا فرشتوں کی ارواح اچھی صورتوں میں اس پر ظاہر ہوں گی پیغمبروں کو دیکھنے لگے گا اور ان سے بہت فائدہ اور مدد پائے گا زمین و آسمان کے ملکوت اسے نظر آئیں گے اور جس کسی پر یہ راہ کھلی وہ عجیب عجیب تماشے اور بڑے بڑے کام جن کی تعریف امکان سے باہر ہے دیکھے گا وہ جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے (۱۷) ﴿زُوِیَتْ لِیَ الْاَرْضُ فَاُرِیْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا﴾ اور حق تعالیٰ نے جو ارشاد فرمایا ہے (۱۸) ﴿وَکَذٰلِکَ نُرِیْ اِبْرَاهِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ سب اسی حال میں ہے بلکہ انبیاء علیہ السلام کے علم سب اسی طرح سے تھے حواس اور سیکھنے سے نہ تھے اور سب کا آغاز ریاضت اور مجاہدہ تھا جیسا حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا﴾ یعنی سب سے رشتہ تعلق توڑ اور خود کو بالکل خدا کے قبضہ اختیار میں چھوڑ دینا کی تدبیر

میں مشغول نہ ہو کہ خدا سب کام خود درست کرتا ہے (۱۹) ﴿رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰـهَ اِلَّاهُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا﴾ جب تو نے اپنا وکیل خدا کو بنایا تو بے پرواہ رہ اور خلائق سے جدا رہ (۲۰) ﴿وَاصْبِرْعَلٰى مَايَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا﴾ یہ سب ریاضت اور مشقت کی تعلیم ہے کہ خلق کی دشمنی اور دنیا کی خواہش اور محسوسات کے ساتھ شغل سے دل صاف ہو اور پڑھ کر یہ امر حاصل کرنا عالموں کا طریقہ ہے یہ بھی بڑا کام ہے لیکن نبوت کی راہ اور انبیاء اور اولیاء کے علم کی نسبت جو آدمیوں کے بے سکھائے رب العزت کی درگاہ سے حاصل ہوتا ہے چھوٹا ہے بہت لوگوں کو اس راہ کا راست اور درست ہونا تجربہ اور عقلی دلیل سے معلوم ہوا ہے اے عزیز اگرچہ تجھ کو ذوق سے یہ حال حاصل نہ ہو اور سیکھنے سے بھی نہ معلوم ہو اور عقلی دلیل سے بھی نہ حاصل ہو لیکن اتنا تو ہو کہ اس کا ایمان لانا اور تصدیق کرنا کہ تینوں درجوں سے محروم نہ رہ اور کافر نہ ہو جا اور یہ امور دل کے عالموں کے عجائبات سے ہیں اور اسی سے آدمی کے دل کی بزرگی معلوم ہوتی ہے۔

فصل

اے عزیز یہ گمان نہ کرنا کہ یہ امور پیغمبروں کے واسطے خاص ہیں اس واسطے کہ سب آدمیوں کی ذات اصل خلقت میں اس کے لائق ہے جیسے کوئی لوہا ایسا نہیں کہ اصل خلقت میں اس کی لیاقت نہ رکھتا ہو کہ اس سے آئینہ نہ بن سکے کہ اس آئینہ میں عالم کی صورت نظر آئے مگر یہ کہ اس میں زنگ لگے اور اس کی اصل میں پیوست ہو جائے اور اسے خراب کر دے یہی حال دل کا بھی ہے کہ اگر دنیا کی حرص اور خواہش اور گناہ اس پر چھا جائیں اور اس میں جگہ کر لیں تو دل زنگ آلود اور میلا ہو جاتا ہے اور یہ لیاقت اس میں نہیں رہتی جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے (۲۱) ﴿وَكُلُّ مَوْلُوْدٍ يُّوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ وَيُنَصِّرَانِهٖ وَيُمَجِّسَانِهٖ﴾ اور سب میں یہ لیاقت موجود ہونے کی خبر خدا نے بھی دی ہے (۲۲) ﴿اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ

قَالُوْا بَلٰی﴾ جیسا کہ کوئی کہے کہ جس کسی عقلمند سے اگر پوچھیں کہ کیا دو ایک سے زیادہ نہیں ہیں جواب دے گا ہاں زیادہ ہیں اگرچہ سب عقلمندوں نے نہ کان سے سنا ہو نہ زبان سے کہا ہو لیکن اس جواب کا سچ ہونا سب ہی کے دل میں گڑا ہوگا جیسا کہ سب آدمیوں کی یہ خلقت ہے خدا کی معرفت بھی سب آدمیوں کی فطرت ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے (۲۳) ﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ﴾ اور فرمایا ہے (۲۴) ﴿فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا﴾ اور عقلی دلیل اور تجربہ سے بھی معلوم ہوا کہ یہ امور پیغمبروں کے ساتھ خاص نہیں اس واسطے کہ پیغمبر بھی آدمی ہیں (۲۵) ﴿قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ جس شخص پر یہ راہ کھلی ہے اگر تمام خلق کی صلاح خدا اسے بتائے اور وہ سب کو بلائے اور ہدایت کرے تو جو کچھ خدا نے اس شخص کو بتایا ہے اسے شریعت کہتے ہیں اور خود اس شخص کو پیغمبر کہتے ہیں اور اس کے حالات کو معجزات کہتے ہیں اور اگر وہ شخص خلق کو بلا کر ہدایت کرنے میں مشغول نہ ہو تو اسے ولی کہتے ہیں اور اس کے حالات کو کرامات کہتے ہیں اور یہ ضروری نہیں ہے کہ جس شخص کو یہ حال پیدا ہو خواہ مخواہ خلق کو بلا کر وہ ہدایت کرنے میں بھی مشغول ہو بلکہ خدا کی قدرت میں ہے کہ اسے ہدایت کرنے میں اس وجہ سے مشغول نہ کرے کہ اس وقت شریعت تازہ ہو اور خلق کو ہدایت کرنے کی ضرورت نہ ہو یا ہدایت کرنے کی اور شرطیں ہوں کہ اس ولی میں وہ نہ پائی جاتی ہوں اے عزیز تجھ کو چاہیے کہ اولیا کی ولایت اور کرامت پر ایمان درست رکھ اور یہ معلوم رہے کہ پہلے تو یہ امر محنت سے علاقہ رکھتا ہے اور اس میں محنت کرنے کو دخل ہے لیکن یہ نہیں ہے کہ جو کھیتی کرے وہ غلہ بھی کاٹے اور جو چلے وہ منزل کو بھی پہنچے اور جو ڈھونڈھے وہ پائے جو کام عزت دار ہوتا ہے اس کی شرطیں بھی بہت زیادہ ہوتی ہیں اور اس کا حصول بھی مشکل ہوتا ہے اور مقام معرفت میں آدمی کے جو درجے ہیں اس کام کو اس میں سے بہت بڑا درجہ ہے اور بے کوشش اور مرشد کامل کے اس کام کو ڈھونڈھنا بھی نہیں آتا

اور اگر یہ دونوں بھی ہوں تو جب تک خدا کی مدد نہ ہو اور ازل میں اس شخص کے واسطے اس سعادت کا حکم نہ ہو چکا ہو اس مراد کو نہ پہنچے گا اور علم ظاہری میں امامت کا درجہ پانا اور سب کام ایسے ہی ہیں۔

فصل

قلب کی بزرگی فرشتوں کی خاصیت ہے

اے عزیز اصل آدمی جسے دل کہتے ہیں معرفت کی راہ سے اس کی جو بزرگی ہے اس بیان سے وہ بزرگی کچھ پر چھائیں سی تجھ کو معلوم ہوئی اب جان کہ قادر ہونے کی وجہ سے بھی اس کو عظمت ہے وہ فرشتوں کی خاصیت ہے حیوانوں کو وہ بزرگی حاصل نہیں ہے اور دل کی قدرت یہ ہے کہ جیسے عالم اجسام فرشتوں کو مسخر ہے جب وہ مناسب دیکھتے اور خلق کو محتاج پاتے ہیں خدا کے حکم سے پانی برساتے ہیں موسم بہار میں ہوا چلاتے ہیں بچہ دان میں حیوان کی صورت زمین میں روئیدگی کی شکل بناتے سنوارتے ہیں ہر ہر کام پر فرشتوں کا ایک ایک گروہ مقرر ہے اسی طرح آدمی کا دل بھی فرشتوں کی جنس سے ہے اور اس کو بھی خدا نے قدرت دی ہے کہ بعض اجسام اس کے بھی مسخر ہیں اور بدن ہر ایک کا خاص عالم ہے اور دل کا مسخر ہے۔ اس واسطے کہ یہ معلوم ہے کہ دل انگلی میں نہیں اور علم و ارادہ بھی انگلی میں نہیں مگر جب دل حکم دیتا ہے تو انگلی ہلتی ہے اور جب دل میں غصہ ہوتا ہے تمام بدن سے پسینا جاری ہو جاتا ہے یہ منہ ہے اور جب دل میں شہوت پیدا ہوتی ہے تو ہوا چلتی ہے اور وہ شہوت آلت کی طرف چلی جاتی ہے اور جب دل میں کھانے کا خیال آتا ہے تو زبان کے نیچے جو قوت ہے وہ خدمت کے لئے اٹھ کھڑی ہوتی ہے اور پانی نکلتا ہے کہ کھانے کو ایسا تر کرے کہ کھا لیا جائے اور یہ ظاہر ہے کہ دل کا تصرف بدن میں جاری ہے اور بدن دل کا مسخر ہے لیکن یہ جاننا چاہئے کہ یہ امر ممکن ہے کہ بعض دل جو زیادہ بزرگ

اور قوی ہیں اور فرشتوں کی اصل سے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں بدن کے علاوہ اور اجسام بھی ان کے مطیع ہوں مثلاً اس دل کی ہیبت اگر شیر پر پڑے تو عاجز اور مطیع ہو جائے اگر کسی بیمار کی طرف وہ دل ہمت باندھے وہ اچھا ہو جائے اگر تندرست کی طرف ہمت کرے بیمار پڑ جائے اگر کسی شخص کو چاہے کہ ہمارے پاس آئے اس شخص کا دل بھی اس کے پاس جانے کو چاہے اگر ہمت باندھے کہ مینہ برسے تو برسنے لگے یہ سب عقلی دلیل سے ممکن ہے اور تجربہ سے معلوم ہے اور نظر لگنا اور جادو جس کو کہتے ہیں وہ اسی قسم سے ہے سب چیزوں میں آدمی کے نفس کو دخل ہے مثلاً جو نفس حسد کرتا ہے اگر کسی چارپایہ کو دیکھ کر اپنے حسد کی وجہ سے اس کے ہلاک ہونے کا خیال کرے تو وہ چارپایہ فوراً ہلا ہو جائے جیسا حدیث شریف میں آیا ہے (۲۶) ﴿اَلْعَیْنُ تَدْخُلُ الرَّجُلَ الْقَبْرَوَالْجَمَلَ الْقِدْرَ﴾ دل میں جو قدرتیں ہیں ان میں سے یہ ایک عجیب قدرت ہے ایسی خاصیت اگر پیغمبروں سے ظاہر ہو تو معجزہ ہے اگر ولی سے ظاہر ہو کرامت ہے اگر اس خاصیت والا نیک کاموں میں رہتا ہے تو اسے بھی ولی کہتے ہیں اور اگر برے کاموں میں رہتا ہے تو جادوگر ہے اور سحر کرامات معجزات سب آدمی کے دل کی قدرت کی خاصیت ہے اور ان میں بڑا فرق ہے اس کتاب میں اس فرق کے بیان کی گنجائش نہیں۔

فصل

نبوت و ولائت دل کے مدراج میں سے ایک درجہ ہے

یہ سب جو بیان ہوا جو کوئی نہ جانے گا نبوت کی حقیقت خوب نہ پہچانے گا مگر گفت وشنید سے کچھ جانے گا اس واسطے کہ نبوت اور ولایت آدمی کے دل کے

بڑے درجوں میں سے ایک درجہ ہے اور اس درجہ سے تین خاصیتیں حاصل ہوتی ہیں ایک یہ کہ عوام پر جو حال خواب میں کھلتا ہے اس درجہ والے پر جاگتے میں کھل جاتا ہے۔ دوسری یہ کہ عوام کے نفس فقط ان کے بدن ہی میں اثر کرتے ہیں اور اس درجہ والے کا نفس ان چیزوں میں جو اس کے بدن کے باہر ہیں اس طرح اثر کرتا ہے کہ اس میں خلق کا بناؤ ہو بگاڑ نہ ہو تیسری یہ کہ عوام کو جو علم سیکھنے سے آتے ہیں اس درجہ والے کو بے سیکھے اپنے دل سے آجاتے ہیں اور چونکہ یہ بات ممکن ہے کہ جو شخص کچھ تیز عقل اور صاف دل ہوتا ہے بے سیکھے بعض علم اس کے دل میں آجاتے ہیں تو یہ بھی جائز ہے کہ جو شخص بہت تیز عقل اور بہت صاف دل ہے وہ بہت یا سب علم خود بخود جان جائے اور ایسے علم کو علم لدنی کہتے ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے (۲۷) ﴿وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا﴾ جس شخص کو یہ تینوں خاصیتیں حاصل ہوں وہ پیغمبران بزرگ یا اولیائے کبار سے ہے اور جس میں انمیں سے ایک خاصیت ہے اس کو بھی یہ درجہ حاصل ہے اور ہر ایک میں بھی بڑا فرق ہے اس واسطے کہ کسی کو ہر ایک میں سے تھوڑا تھوڑا حاصل ہوتا ہے اور کسی کو بہت بہت اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سبب سے کمال تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تینوں خاصیتیں تمام و کمال حاصل تھیں۔ جب حق تعالیٰ نے چاہا کہ خلق کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا حال بتائے تا کہ سب آنحضرت کی پیروی کریں اور اپنی سعادت کی راہ سیکھیں تو ان تینوں خاصیتوں میں سے ہر ایک کا شائبہ سا ان کو عنایت کیا ایک سے جواب دکھایا۔ دوسری سے خلق کی سمجھ سیدھی کر دی ہے۔ تیسری سے علموں میں ان کے دلوں کو درست کر دیا اور یہ ممکن نہیں کہ آدمی ایسی چیز کا ایمان لائے جس کی جنس اس کے دل میں موجود نہ ہو اس واسطے کہ جس چیز کا شائبہ آدمی میں نہ ہوگا اس چیز کی صورت اس کی سمجھ ہی میں نہ آئے گی اس واسطے حقیقت الٰہیہ کما حقہ کوئی نہیں پہچانتا ہے مگر خدا ہی جانتا ہے اور اس تحقیق کی تفصیل دراز ہے

(۲۸) معانی اسماء اللہ کی کتاب میں کھلی ہوئی دلیل کے ساتھ ہم نے بیان کی ہی غرض یہ ہے کہ ہم اس امر کو روا رکھتے ہیں کہ اولیا انبیاء کے واسطے ان تینوں خاصیتوں کے سوا اور خاصیتیں بھی ہوں کہ ہم میں ان کا شائبہ نہیں اس وجہ سے ہم انہیں نہ جانتے ہوں اور جیسا ہم یہ کہتے ہیں کہ خدا کو سوا خدا کے کوئی خوب نہیں پہچانتا اسی طرح ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ رسول کو بھی کوئی خوب نہیں پہچانتا مگر وہی رسول یا جو اس سے مرتبہ میں زیادہ (۲۹) ہو تو آدمیوں میں پیغمبر کی قدر پیغمبر ہی جانتا ہے اور ہمیں اس سے زیادہ نہیں معلوم اس واسطے کہ لوگ اگر ہم سے ذکر کرتے کہ کوئی شخص گر پڑتا ہے اور بیحس و حرکت پڑا رہتا ہے نہ دیکھتا ہے نہ سنتا ہے نہ یہ جانتا ہے کہ کل کیا ہوگا اور جب دیکھنے سننے والا ہوتا ہے تو اپنا یہ حال بھی نہیں جان سکتا اگر ہمیں نیند نہ ہوتی تو ہم لوگوں کا یہ کہنا کبھی باور نہ کرتے اس واسطے کہ آدمی نے جو نہ دیکھا ہو اس کو نہیں باور کر سکتا اور اس واسطے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے (۳۰) ﴿بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ﴾ اور فرمایا ہے (۳۱) ﴿وَإِذْ لَمْ يَهْتَدُوا بِهِ فَسَيَقُولُونَ هَٰذَا إِفْكٌ قَدِيمٌ﴾ اے عزیز اس بات کا تعجب نہ کر کہ اولیا انبیاء میں ایسی کوئی صفت ہو کہ اور کسی کو اس کی کچھ خبر نہ ہو اور انہیں اس صفت کے سبب سے عمدہ لذتیں اور حالتیں حاصل ہوں اس واسطے کہ تو دیکھتا ہے کہ جس کو شعر کا ذوق نہیں راگ سے بھی اس کو لطف نہیں آتا اگر کوئی چاہے کہ اس بے ذوق کو شعر کے معنی سمجھا دے تو نہیں سمجھا سکتا کہ اسے شعر کی کچھ خبر ہی نہیں اس طرح نابینا رنگت اور دیدار کی لذت کے معنے نہیں سمجھ سکتا خدا کی قدرت سے تو کچھ تعجب نہ کر کہ درجہ نبوت کے بعد بعض ادراک پیدا کرے اور اس سے پہلے کسی کو اس کی خبر نہ ہو۔

فصل

آدمی کی بندگی اور صوفیوں کی راہ

اے عزیز یہ سب جو بیان ہوا اس سے اصل آدمی کی بندگی تجھے معلوم ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صوفیوں کی کیا راہ ہے۔ تو نے سنا ہوگا کہ صوفی کہتے ہیں کہ علم اس راہ میں آڑ ہے اور تو نے اس سے انکار کیا ہوگا تو انکار نہ کر صوفیوں کا یہ کہنا حق ہے اس واسطے کہ محسوسات اور محسوسات کے علم کے ساتھ اگر تو مشغول رہے گا تو یہ شغل اس حال سے پردہ اور حجاب ہوگا اور دل حوض کے مثل ہے اور حواس گویا پانچ نہریں ہیں کہ ان کی راہ سے حوض میں پانی جاتا ہے اگر تجھ کو منظور ہو کہ حوض کی تہ سے صاف پانی نکلے تو اس کی یہ تدبیر ہے کہ باہر سے آیا ہوا پانی جو حوض میں ہے اور اس پانی کے سبب سے جو کیچڑ ہوگئی ہے اسے بالکل حوض سے نکال اور سب نہروں کا راستہ بند کر کہ حوض میں باہر کا پانی نہ آنے پائے اور حوض کی تہ کو کھود کر صاف پانی اس کے اندر سے نکلے اور حوض جب تک باہر کے پانی سے بھرا رہے گا ممکن نہیں کہ اس کی تہ سے پانی نکل سکے اسی طرح باہر والے علم سے جب تک دل خالی نہ ہو لے تب تک وہ علم جو دل کے اندر سے پیدا ہوتا ہے نہ پیدا ہوگا ہاں عالم خود کو اگر سیکھے ہوئے علم سے خالی کر ڈالے اور اس کے ساتھ مشغول نہ رہے تو وہ علم جس سے خود کو خالی کیا ہے حجاب نہ ہوگا اور ممکن ہے کہ اس عالم کو کشف حاصل ہو اسی طرح اگر کوئی شخص محسوسات کے خیال سے اپنا دل خالی کرے تو وہ خیالات جن سے دل خالی کیا ہے اسے حجاب نہ ہوں گے اور حجاب کا سبب یہ ہے کہ مثلاً جب کسی شخص نے اہل سنت کے اعتقاد سیکھے اور گفتگو اور مباحثہ کے لئے جیسا چاہئے اس کی دلیلیں بھی سیکھیں اور خود کو بالکل اسی کا کر دیا اور یہ اعتقاد کر لیا کہ اس علم کے سوا اور کوئی علم ہی نہیں تو جب اس کے دل میں کچھ آئے گا یہی کہے گا کہ جو میں نے سیکھا ہے یہ اس کے خلاف ہے اور جو اس کے خلاف ہے وہ باطل ہے ایسے آدمی کو کاموں کی حقیقت معلوم ہونا ممکن نہیں اس واسطے کہ جو اعتقاد عوام لوگوں کو سکھاتے ہیں وہ حقیقت کا ڈھانچہ ہے اصل حقیقت اور پوری معرفت وہ ہے کہ حقیقتیں ڈھانچے سے ایسی کھل جائیں جیسے ہڈی

سے گو دا اے عزیز تو جان کہ جو عالم اعتقاد کی تائید کے واسطے جھگڑنے کا طریقہ سیکھتا ہے اس سے کچھ حقیقت نہیں کھلتی جب وہ یہ سمجھا کہ سب علم میں ہی جانتا ہوں تو یہ سمجھ اس کا حجاب ہوتی ہے اور چونکہ یہ سمجھ اس پر غالب ہوتی ہے جس نے کچھ تھوڑا سا علم سیکھا ہے تو غالبًا ایسے لوگ اس درجہ سے محروم اور محجوب رہیں گے اور جو عالم اس سمجھ کو دور کرے اس کا علم آڑ نہ ہوگا بلکہ یہ کشف اسے حاصل ہوگا تو اس کا درجہ کامل ہوگا اور اس کی راہ اس شخص کی راہ سے بہت بے خوف اور سیدھی ہوگی جس کا قدم علم میں پہلے سے مضبوط نہ ہوا ہو اور شاید مدت تک خیال باطل میں پھنسا رہا ہو اور تھوڑا شبہ بھی اس کے لئے آڑ ہو جائے اور عالم ایسے خطرہ سے بہ دہشت ہوتا ہے اے عزیز اگر کسی صاحب کشف سے تو سنے کہ علم آڑ ہے تو چاہیے کہ تو اس بات کے معنی سمجھے اور انکار نہ کرے لیکن غیر مباح کو مباح ٹھہرانے والے نفس پرور بے بہرہ لوگ جو اس زمانے میں نکلے ہیں ہرگز خود ان کو یہ حال ہی نہیں ہے صوفیوں کی بنی ہوئی واہیات باتیں کچھ سیکھی ہیں اور ان لوگوں کا یہ شغل ہے کہ تمام دن خود کو دھوتے ہیں لنگ گدڑی جانماز سے خود کو آراستہ کر کے علم اور علما کی مذمت کرتے ہیں یہ لوگ (۳۲) مار ڈالنے کے قابل ہیں اس واسطے کہ آدمیوں کے شیطان اور خدا رسول کے دشمن ہیں کیونکہ خدا رسول نے علم اور عالموں کی تعریف کی ہے اور تمام عالم کو علم کی طرف بلایا ہے یہ بد بخت جب صاحب حالت نہ ہوں اور علم بھی حاصل نہ کیا ہو تو ایسی بات یعنی علم اور علما کو برا کہنا اس کو کب درست ہے اور اس بد بخت کی مثل اس شخص کی ایسی ہے جس نے سنا ہو کہ کیمیا سونے سے بہتر ہے اس لئے کہ اس سے بے انتہا سونا ہاتھ آتا ہے اور جب سونے کا خزانہ اسکے سامنے رکھیں تو اس پر ہاتھ نہ ڈالے اور کہے کہ سونا کس کام آتا ہے اور کیا حقیقت رکھتا ہے کیمیا چاہیے جو سونے کی اصل ہے اور سونا نہ لے اور کیمیا نہ اس نے دیکھا ہو نہ وہ کیمیا کو جانتا ہو ایسا شخص بد بخت اور مفلس اور بھوکا رہتا ہے اور اتنی بات کی خوشی میں کہ میں نے آپ یہ کہا کہ

کیمیا سونے سے بہتر ہے خوش ہوتا ہے اور بڑھ بڑھ کے باتیں بناتا ہے تو انبیاء اولیا کا کشف تو کیمیا کے مانند ہے اور (۳۳) عالموں کا علم سونے کے مثل ہے اور کیمیا کے مالک کو سونے کے مالک پر سب طرح سے فوقیت ہے لیکن یہاں پر ایک اور نکتہ ہے کہ اگر کسی کے پاس اتنی ہی کیمیا ہو کہ اس سے سونے کے سو دینار سے زیادہ نہیں حاصل ہو سکتے تو ایسے شخص کو اس شخص پر کچھ فضیلت نہیں ہے جس کے پاس سونے کے ہزار دینار موجود ہوں اور جیسا کہ کیمیا کی کتابوں اور باتوں کے متلاشی بہت ہیں اور اس زمانے میں اس کی حقیقت کمیاب ہے اور بہت ڈھونڈھنے والے دغا کھاتے ہیں صوفیوں کا کام بھی ایسا ہی ہے اصل صوفی پن ان لوگوں میں نہیں۔ جو ہے تو تھوڑا اور یہ بات نادر ہے کہ کمال کو پہنچے تو جاننا چاہیے کہ جس کسی کو صوفیوں کا تھوڑا سا حال نمودار ہوا سے ہر عالم پر فضیلت نہیں ہے کیونکہ ان میں سے بہتوں کو ایسا ہوتا ہے کہ اس کام کے شروع میں کچھ خلل ان پر ظاہر ہوتا ہے اس وقت اس درجہ سے گر پڑتے ہیں اور کامل نہیں ہوتے اور بعض ہوتے ہیں کہ سودا اور خیال خام ان پر غالب ہوتا ہے اور اس کی کچھ اصل نہیں ہوتی اور وہ اس حق اور مستحکم کام سمجھتے ہیں اور وہ ایسا نہیں ہوتا اور جیسا خواب میں اصل اور خیالات واہیات دونوں ہوتے ہیں اسی طرح اس حال میں بھی ہوتے ہیں بلکہ (۳۴) عالموں پر اس صوفی کو فضیلت ہے جو اس حال میں ایسا کامل ہوا ہو کہ جو علم دین سے علاقہ رکھتا ہے اور اوروں کو سیکھنے سے حاصل ہوتا ہے وہ صوفی بے سیکھے آپ سے اس علم کو جان لے اور یہ امر نہایت نادر ہے تو چاہیے کہ اے عزیز تصوف کی اصل راہ اور صوفیوں کی بزرگی پر تو ایمان لا اور اس زمانہ کے صوفیوں کے سبب سے ان اصلی صوفیوں سے بداعتقاد نہ ہو اور ان میں سے جو علم اور عالموں پر طعن کرتا ہے اسے تو سمجھ کہ نادانی سے کرتا ہے۔

فصل

خود کو پہچاننا ہی خدا کو پہچاننا ہے (دلیل)

اے عزیز شاید تو یہ کہے کہ کیسے معلوم ہو کہ آدمی کی سعادت خدا کی معرفت ہی میں ہے تو اس کا جواب تو جان لے کہ خدا کی معرفت میں آدمی کی سعادت ہونا اس امر سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز کی سعادت اسی کام میں ہوتی ہے جس میں اسے مزہ اور چین ہو اور ہر چیز کو مزہ اسی کام میں ہوتا ہے جس کو اس کا جی چاہے اور جی اسی کام کو چاہتا ہے جس کے واسطے وہ چیز پیدا ہوتی رہے جیسا کہ شہوت کا مزہ اسی میں ہے کہ آدمی کی آرزو بر آئے اور غصہ کا مزہ اسی میں ہے کہ دشمن سے بدلہ لے۔ آنکھ کا مزہ اچھی صورتیں دیکھنے میں۔ کان کا مزہ اچھی آوازیں سننے میں ہے اور دل کا مزہ اس امر میں ہے جو دل کی خاصیت ہے اور جس کے واسطے خدا نے دل کو پیدا کیا ہے وہ امر کاموں کی حقیقت کا پہچاننا ہے کہ یہی دل کا خاصہ ہے لیکن خواہش اور غصہ اور پانچوں حواس سے محسوسات کی پہچان چارپایوں کو بھی حاصل ہے اور چونکہ کاموں کی اصل حقیقت کی معرفت دل کی خاصیت ہے اس واسطے آدمی جو چیزیں نہیں جانتا اسے دریافت کرنے کو جی چاہتا ہے اور جو شئے جانتا ہے اس پر خوش ہو کر فخر کرتا ہے اگر وہ بری چیز مثلاً شطرنج سیکھنے کی فکر میں ہے اور جو اسے جانتا ہے اس سے اگر کہیں کہ تم نہ سکھانا تو اسے صبر کرنا دشوار ہوتا ہے اور اس خوشی سے کہ عجیب کھیل جانتا ہے یہ چاہتا ہے کہ اپنا فخر ظاہر کرے اے عزیز تجھ کو جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ دل کی لذت کاموں کی معرفت میں ہے تو یہ بھی جان لے کہ جتنی اچھی اور عمدہ چیز کی معرفت ہو گی اس سے دل کو اتنی ہی زیادہ لذت ہو گی اس واسطے کہ جو شخص وزیر کے بھیدوں سے خبردار ہوتا ہے وہ خوش ہوتا ہے اگر پادشاہ کا محرم راز ہو جائے اور اس کے امور مملکت پر واقفیت پائے تو بہت ہی خوش ہو گا اور جو شخص کہ علم ہندسہ کے ذریعہ سے آسمانوں کی شکل اور مقدار جانتا ہے وہ اس شخص کی بہ نسبت بہت خوش رہتا ہے جو شطرنج کھیلنا جانتا ہے اور شطرنج بچھانا جاننے سے شطرنج کھیلنا جاننے میں آدمی

کو زیادہ خوشی ہوتی ہے اس طرح معلوم یعنی جانی ہوئی چیز جتنی زیادہ اچھی ہوگی اس کا علم یعنی جاننا بھی اتنا ہی عمدہ ہوگا اور اس میں اسی قدر زیادہ مزہ ہوگا اور حق تعالیٰ سب چیزوں سے اشرف ہے اس واسطے کہ سب چیزوں کو اسی کے سبب سے شرف ہے وہی تمام عالم کا بادشاہ ہے تمام عالم کے عجائبات اسی کی صفت کی نشانیاں ہیں تو کوئی معرفت بھی اس کی (۳۵) معرفت سے زیادہ شریف اور مزہ دار نہیں اور حضرت ربوبیت کے دیدار سے بہتر کوئی دیدار نہیں اور دل کی طبیعت اس کے دیدار کو چاہتی ہے اس واسطے کہ ہر چیز کی طبیعت اسی خاصیت کو چاہتی ہے جس کے واسطے اسے خدا نے پیدا کیا ہے اگر کوئی دل ایسا ہو جس سے اس معرفت کی خواہش زائل ہو گئی ہو وہ دل اس بیمار کی مانند ہے جسے کھانے کی خواہش نہ رہی ہو اور روٹی کی بہ نسبت مٹی اسے بہت اچھی معلوم ہوتی ہو اگر اس بیمار کا علاج نہ کریں اور کھانے کی خواہش اسے پھر نہ پیدا ہو جائے اور مٹی کا شوق نہ جاتا رہے تو وہ بیمار دنیا میں بڑا کم نصیب ہے اور ہلاک ہو جائے گا اور وہ شخص جس کے دل میں خدا کی معرفت سے زیادہ اور چیزوں کا شوق ہے وہ بھی بیمار ہے وہ اس جہان میں بد بخت اور تباہ ہوگا اور سب خواہشیں اور محسوسات کی لذتیں آدمی کے بدن سے علاقہ رکھتی ہیں خواہ مخواہ مر جانے سے وہ زائل ہو جائیں گی اور ان خواہشوں کے سبب سے جو محنت اس نے اٹھائی ہے وہ بھی جاتی رہیں گی اور خدا کی معرفت کی لذت جو دل سے علاقہ رکھتی ہے مرنے سے دوگنی ہو جائے گی اس واسطے کہ دل نہ مرے گا اور معرفت برقرار رہے گی بلکہ دل زیادہ روشن ہو جائے گا اور چیزوں کی خواہش سے جتنی تکلیف ہوتی ہے اس میں اس سے دونی لذت اٹھائے گا اور اس کی تفصیل اصل محبت میں جو آخر کتاب میں ہے بیان کی جائے گی۔

فصل

اپنے نفس کی پہچان

گوہر آدمی کا جو حال کہا گیا اتنا ہی اس کتاب میں کفایت کرتا ہے جو کوئی زیادہ تفصیل چاہے تو کتاب (۳۶) عجائب القلوب میں ہم نے لکھی ہے دیکھ لے اور ان دونوں کتابوں سے بھی آدمی کو پوری خود شناسی یعنی اپنے نفس کی پہچان حاصل نہیں ہو سکتی ہے اس واسطے کہ دل آدمی کا ایک رکن ہے اور دلکی سب صفتوں میں سے بعض صفتوں کا یہ بیان ہے اور آدمی کا دوسرا رکن بدن ہے اور اس کے پیدا کرنے میں بھی بہت عجائبات ہیں آدمی کے ہر (۳۷) ظاہری اور ہر باطنی عضو میں عجیب باتیں اور عمدہ حکمتیں ہیں اور آدمی کے بدن میں کئی ہزار رگیں اور ریشے اور ہڈیاں ہیں ہر ایک کی صورت اور صفت علیحدہ ہے اور ہر ایک سے غرض جدا ہے اے عزیز تو ان سب سے بے خبر ہے فقط اس قدر جانتا ہے کہ ہاتھ پکڑنے کے واسطے پاؤں چلنے کے واسطے زبان کہنے کے واسطے ہے لیکن یہ بات تو جان کہ خدا نے دس پردوں سے آنکھ کو بنایا ہے اور وہ دس پردے باہم مختلف ہیں ان میں سے اگر کوئی بھی کم ہو تو آدمی کے دیکھنے میں خلل پڑ جائے اور تجھ کو یہ بھی نہیں معلوم کہ ہر پردہ کس واسطے ہے اور دیکھنے میں آدمی ان کا کیوں محتاج ہے اور آنکھ کی مقدار جتنی ہے اتنی ظاہر ہے اور اس کی تفصیل بہت کتابوں میں لوگوں نے لکھی ہے اگر تجھ کو آنکھ کے پردوں کی کیفیت نہیں معلوم تو کیا تعجب اس واسطے کہ تو یہ بھی تو نہیں جانتا کہ اندرونی اعضاء مثلاً جگر' تلی' پتا' گردہ وغیرہ کیوں بنے ہیں۔ جگر تو اس واسطے بنا ہے کہ معدے سے طرح طرح کی غذائیں جو اس میں پہنچیں ان سب کو ایک انداز پر خون کے رنگ کا کر دے کہ وہ ہفت اندام کی غذا ہونے کے قابل ہو جائے جب خون جگر میں پک جاتا ہے تو اس کے نیچے تلچھٹ رہ جاتا ہے اور وہ تلچھٹ سودا ہو جاتا ہے تلی اس واسطے ہے کہ اس کو جگر سے لے لے اور اس کے اوپر کچھ زرد زرد پھین ہوتا ہے وہ صفرا ہے پتا اس واسطے ہے کہ اس کو خون پر سے کھینچ لے اور خون جب جگر کے باہر نکلتا ہے پتا اور

بے قوام ہوتا ہے گر وہ اس واسطے ہے کہ پانی کو لہو سے کھینچ لے تا کہ بغیر سودا اور صفرا کے قوام ہو کر خون رگوں میں جائے اگر پتے میں کچھ آفت پہنچے گی تو صفرا خون میں رہ جائے گا اس سبب سے کانور اور صفراوی بیماریاں پیدا ہوں گی اگر تلی کو کوئی صدمہ پہنچ جائے گا تو سودا خون میں ملا رہ جائے گا سوداوی بیماریاں پیدا ہوں گی اگر گردے کو کچھ آفت پہنچے گی تو خون میں پانی رہ جائے گا استسقا کی بیماری پیدا ہو گی اسی طرح آدمی کے ظاہری اور باطنی اعضاء میں سے ہر عضو کو ایک کام کے واسطے خدا نے پیدا کیا ہے کہ اس کے بغیر بدن میں خلل پڑتا ہے بلکہ آدمی کا بدن گو کہ چھوٹا ہے مگر تمام عالم کے مثال ہے اس واسطے کہ جو کچھ تمام عالم میں خدا نے پیدا کیا ہے آدمی کا بدن بھی اس کا نمونہ ہے ہڈی پہاڑ' پسینا مینہ' بال درخت' دماغ آسمان' حواس گویا تارے ہیں اس کی تفصیل دراز ہے بلکہ جہاں میں جس جس قسم کی مخلوق ہے مثلاً سور' کتا' بھیڑیا' چوپایہ' دیو پری' فرشتہ ان سب کی مثال آدمی کے بدن میں موجود ہے چنانچہ یہ پہلے مذکور ہو چکا ہے بلکہ جو جو پیشہ ور جہاں میں ہیں ان سب کے نمونے (۳۸) جسم انسان میں ہیں جو قوت کہ معدہ میں کھانا ہضم کرتی ہے گویا باورچی ہے اور جو قوت کہ خالص کھانے کو جگر اور پھوک کو آنتوں میں پہنچاتی ہے گویا گندھی ہے اور جو قوت کہ کھانے کو جگر میں خون کے رنگ پر کر دیتی ہے گویا رنگریز ہے اور جو قوت کہ خون کو عورت کی چھاتیوں میں پہنچ کر دودھ اور مرد کے خصیوں میں سپید منی کر دیتی ہے گویا دھوبی ہے اور جو قوت کو غذا کو ہر ہر عضو میں کھینچ کر پہنچاتی ہے گویا بندھانی ہے اور جو قوت کہ پانی کو جگر سے کھینچ کر گردے میں مثانہ میں بہا دیتی ہے گویا ساقا ہے اور جو قوت پھوک کو پیٹ سے باہر گرا دیتی ہے گو حلال خور ہے اور جو قوت سودا اور صفرا کو اندر اس واسطے پیدا کرتی ہے کہ بدن تباہ اور خراب ہو وہ گویا مفسد جعل ساز ہے اور جو قوت صفرا وغیرہ بیماریوں کو دور کرتی ہے وہ گویا منصف رئیس ہے اور اس کی تفصیل بھی طویل ہے اے عزیز اصل مطلب یہ ہے کہ تجھ کو یہ بات

معلوم ہو جائے کہ تیرے اندر کئی طرح کی قوتیں تیرے کام میں مشغول ہیں اور تو خواب خرگوش میں ہے یعنی غافل پڑا ہے اور ان قوتوں میں سے کوئی تیرے کام سے غافل اور فارغ نہیں ہوتی تو نہ ان کو جانتا ہے اور جس نے انہیں تیرے کام کو پیدا کیا ہے نہ اس کا احسان مانتا ہے اگر کوئی شخص اپنے غلام کو ایک دن کے واسطے تیری خدمت کے لئے بھیجے تو تمام عمر تو اس کا شکریہ ادا کیا کرتا ہے اور جس نے تیرے اندر کئی ہزار پیشہ ور تیری خدمت کو مقرر کئے ہیں کہ عمر بھر تیری خدمت سے ایک دم بھی فارغ نہیں ہوتے تو اسے یاد بھی نہیں کرتا اور بدن کی ترکیب اور اعضاء کی منفعت جاننے کو علم تشریح کہتے ہیں اور وہ بڑا علم ہے اور خلق اس سے غافل ہے اسے نہیں پڑھتی جس نے پڑھا تو اس واسطے پڑھا کہ علم طب میں استاد ہو جائے اور علم طب خود مختصر اور بے حقیقت ہے گو اس کی طرف حاجت ہے مگر دین کی راہ سے علاقہ نہیں رکھتا لیکن اگر کوئی شخص خدا کی عجیب صنعتیں دیکھنے کی نیت سے اس علم کا مطالعہ کرے تو اسے خدا کی صفتوں میں سے تین صفتیں خواہ مخواہ معلوم ہو جائیں ایک یہ کہ اس قالب کا بنانے والا اور اس جسم کا پیدا کرنے والا اتنا بڑا قادر ہے کہ اس کی قدرت کاملہ میں نسیان اور عاجزی کو ہرگز دخل نہیں جو چاہے کر سکتا ہے کہ دنیا میں کوئی کام اس سے زیادہ عجوبہ نہیں کہ ایک قطرہ پانی سے ایسا جسم پیدا کر سکتا ہے اور جو یہ عجوبہ امر کر سکتا ہے اس واسطے کہ یہ عجائبات ان عمدہ عمدہ حکمتوں کے ساتھ بغیر کمال علم کے غیر ممکن ہیں۔ تیسری یہ صفت کہ خالق کی عنایت اور لطف و رحمت بندوں پر بے نہایت ہے کہ بندہ کو جو کچھ چاہیے تھا پیدا کیا بلکہ جس چیز کی ضرورت تھی مثلاً جگر، دل، دماغ کہ حیوان کی اصل ہے وہ بھی اسے دی اور جس چیز کی ضرورت نہ تھی فقط حاجت تھی مثلاً ہاتھ پاؤں زبان کی آنکھ وغیرہ بھی عنایت کی اور جن چیزوں کی نہ حاجت نہ ضرورت تھی مگر ان سے مزید زینت تھی مثلاً بالوں کی سیاہی لبوں کی سرخی بھوؤں کا خم آنکھوں اور پلکوں کی ہمواری وہ بھی مرحمت فرمائیں تا کہ بندہ بہت اچھا

معلوم ہو اس واسطے یہ چیزیں بنائیں اور یہ لطف و مہربانی فقط آدمی ہی کے ساتھ نہیں بلکہ سب مخلوقات کے ساتھ ہی یہاں تک کہ بھنکا اور مماکھی اور مکھی کو بھی جو چیز چاہیے تھی دی اور بالجملہ ان کی ظاہری صورت بھی اچھے اچھے نقشوں سے آراستہ اور عمدہ عمدہ رنگوں سے پیراستہ کی تو آدمی کی خلقت کو مفصل غور سے دیکھنا خدا کی صفات پہچاننے کی کنجی ہے او وجہ سے اس علم یعنی علم تشریح کی بزرگی ہی نہ اس سبب سے عظمت ہے کہ طبیب کو اس کی حاجت ہے اور جیسا کہ شعر اور تصنیف اور صنعت کے عجائبات تو جتنے زیادہ جانتا ہے شاعر اور مصنف اور صانع کی عظمت بھی اتنی زیادہ تیرے دل میں آتی ہے اس طرح خدا کی عجیب عجیب صنعتیں اس صانع باکمال کی عظمت دریافت کرنے کی کنجی ہے اور یہ علم بھی معرفت نفس کا راستہ ہے لیکن علم دل کی بہ نسبت تنگ اور چھوٹا ہے اس واسطے کہ یہ بدن کا علم ہے اور بدن مثل سواری اور دل مانند سوار ہے اور پیدا کرنے سے سواری مقصود نہیں سوار مقصود سوار کے واسطے مرکب ہوتا ہے مرکب کے لئے سوار نہیں ہوتا لیکن اتنا بھی جو بیان کیا تو اس واسطے کہ تو یہ جان لے کہ باوجود یکہ کوئی چیز تیری ذات سے زیادہ تجھ سے نزدیک نہیں مگر ساتھ اس کے بھی تو خود کو خوب نہیں پہچان سکتا اور جو خود کو تو نہ پہچانے اور اوروں کے پہچاننے کا دعویٰ کرے وہ اس مفلس کے مانند ہے جو خود کو تو کھانا نہیں دے سکتا اور دعویٰ کرتا ہے کہ تمام شہر کے محتاج اس کی روٹی کھاتے ہیں اس کا یہ کہنا اور دعویٰ کرنا محض واہیات ہے اور تعجب کی بات ہے۔

فصل

گوہر دل سے غفلت کے نقصانات

اے عزیز یہ سب جو بیان ہوا اس سے آدمی کے گوہر دل کی بزرگی تجھے معلوم ہوئی اب یہ جان لے کہ خدا نے یہ گوہر بہت عمدہ تجھے دیا ہے اور تجھ سے پوشیدہ کیا

ہے اگر تو اسے نہ ڈھونڈھے گا اور اس کو ضائع کرے گا اور اس سے غافل رہے گا تو بڑا نقصان اور خسارہ ہوگا۔ کوشش کر کے دل کو ڈھونڈ اور دنیا کے مشغلہ سے نکال کر کمال بزرگی کے درجہ پر پہنچا کہ اس جہان میں بزرگی اور عزت ظاہر ہو یعنی خوشی بے ملال اور بقائے بے زوال اور قدرت بے عجز اور معرفت بہ شبہہ اور جمال بے کدورت دیکھے۔ لیکن اس جہاں میں دل کی بزرگی اس بات سے ہے کہ اس جہاں میں عزت اور شرف حقیقی پانے کی لیاقت رکھتا ہے نہیں تو آج اس سے زیادہ عاجز اور ناقص کوئی نہیں کہ گرمی سردی بھوک پیاس بیماری دکھ درد غم میں پھنسا ہے اور جس چیز میں اسے لذت اور راحت ہے وہی اس کے لئے موجب نقصان و مضرت ہے اور جو چیز اس کو نفع پہنچانے والی ہے وہ رنج اور تلخی سے خالی نہیں ہے اور جو شخص بزرگ اور عزت دار ہوتا ہے وہ علم یا قدرت و قوت یا ارادہ و ہمت یا اچھی صورت کی بدولت صاحب وقار ہوتا ہے آدمی کے علم کی طرف اگر دیکھا جائے تو اس سے زیادہ کوئی جاہل نہیں کہ اگر ایک رگ بھی اس کے دماغ میں ٹیڑھی ہو جائے تو ہلاکت اور جنون کا اندیشہ ہوتا ہے اور وہ یہ نہیں جانتا کہ اس کا سبب اور علاج کیا ہے اور ایسا ہوتا ہے کہ اس کی دوا اس کے سامنے ہوتی ہے وہ دیکھتا ہے اور نہیں پہچانتا کہ یہ میری دوا ہے اگر آدمی کی قوت اور قدرت کا خیال کیا جائے تو اس سے زیادہ کوئی عاجز نہیں کہ ایک مکھی سے نہیں جیت سکتا کہ اگر ایک بھنگے کو خدا اس پر مسلط کر دے تو اس سے ہلاک ہو جاتا ہے اگر ایک مچھر ڈنگ مارے تو بیخواب اور بیقرار ہو جاتا ہے اگر آدمی کی ہمت کی طرف دیکھا جائے تو ایک دانگ (۳۹) چاندی کا اگر اس سے نقصان ہوتا ہے تو اداس اور ملول اور پریشان ہوتا ہے اگر بھوک کے وقت ایک نوالہ اسے نہ ملے تو بدحواس ہو جاتا ہے اس سے زیادہ کنجوس اور کون ہوگا اگر آدمی کے جمال اور صورت کا خیال کیجئے تو نجاست کے ڈھیر پر ایک چمڑا تان دیا ہے آدمی اگر دو دن اپنا بدن نہ دھوئے تو ایسی خرابیاں ظاہر ہوں کہ آپ سے آپ اکتا جائے بدن سے بدبو آنے لگے نہایت رسوا

ہو آدمی سے زیادہ کوئی چیز گندی نہیں اس واسطے کہ اس کے اندر ہمیشہ نجاست رہتی ہے اور وہ نجاست بردار ہے اور ہر روز دوبار نجاست خود دھوتا ہے یعنی آبدست لیتا ہے۔

حکائت نقل ہے:

کہ ایک دن شیخ ابوسعید قدس سرہ صوفیوں کے ساتھ کہیں تشریف لے جاتے تھے ایک مقام پر پہنچے وہاں لوگ سنڈاس صاف کرتے تھے راستہ پر نجاست پڑی تھی سب ساتھی وہاں ٹھٹھک کر ناک بند کر کے ایک طرف بھاگے شیخ ممدوح وہیں پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا اے لوگو سمجھو تو یہ نجاست مجھ سے کیا کہتی ہے لوگوں نے کہا یا شیخ کیا کہتی ہے فرمایا کہ یہ کہتی ہے کہ کل مین بازار میں تھی یعنی میوہ مٹھائی جنس وغیرہ تھی سب لوگ مجھے مول لینے کو روپیہ کی تھیلیاں مجھ پر لٹاتے تھے ایک شب میں تمہارے پیٹ میں رہی متعفن اور نجس ہوگئی اب مجھ کو تم سے بھاگنا چاہئے یا تم کو مجھ سے حقیقت میں یہی بات ہے کہ آدمی اس عالم میں نہایت ناقص اور عاجز اور بیکس ہے قیامت کو اس کی گرم بازاری ہوگی اگر کیمیائے سعادت کو گوہر دل پر ڈالے گا چار پایوں کے مرتبے سے نکل کر فرشتوں کے درجے پر پہنچے گا دنیا اور خواہش دنیا کی طرف اگر متوجہ ہوگا فردائے قیامت کو کتے اور سور اس سے بہتر ہوں گے کہ خاک ہو جائیں گے اور رنج سے نجات پائیں گے اور آدمی عذاب میں رہے گا تو آدمی نے جہاں اپنی بزرگی جانی ہے چاہئے کہ اپنا نقصان اور بیچارگی اور بیکسی بھی پہچان رکھے اس واسطے کہ اپنے نفس کو اس طرح پہچاننا بھی معرفت الٰہی کی کنجیوں میں سے ایک کنجی ہے اس قدر بیان خود کو پہچاننے کو کفایت کرتا ہے اس واسطے کہ اس کتاب میں اس سے زیادہ بیان کرنا ممکن نہیں۔

☆☆.....☆☆☆ حاشیہ

۱ ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں اس سے۔

۲ جس نے پہچانا اپنے نفس کو اس نے بیشک پہچانا اپنے رب کو۔

۳ اگر چاہا خدائے برتر نے۔

۴ تجھ سے پوچھتے ہیں روح کے متعلق کہہ تو کہ روح میرے پروردگار کے حکم سے ہے۔

۵ آگاہ ہو اسی کا کام ہے بنانا اور حکم فرمانا۔

۶ اور جنہوں نے محنت کی ہمارے واسطے تو ہم سمجھائیں گے ان کو اپنی راہیں۔

۷ اور کوئی نہیں جانتا تیرے پروردگار کے لشکروں کو مگر وہی۔

۸ اور یہ میں نے جو بنائے جن اور آدمی سوا اپنی بندگی کو۔

۹ کوئی نجات نہ پائے گا مگر وہ شخص جو خدا کے سامنے ایسا دل لایا ہو گناہوں سے سلامت ہے۔

۱۰ کوئی نہیں پر زنگ پکڑ گیا ان کے دلوں میں وہ جو کچھ کماتے تھے۔ افسوس بمعنی طنز' بازی' ط تمسخر' ظلم کرنا۔

۱۱ اور مطیع کئے تمہارے لئے جو کچھ کہ زمین میں ہے سب۔

۱۲ بیٹھے ہیں بیٹھک میں نزدیک بادشاہ کے جس کا سب پر قبضہ ہے۔

۱۳ اگر کبھی تو دیکھے جس وقت منکر سر ڈالے ہوں گے اپنے رب کے پاس۔

۱۴ اور تجھے کیا خبر کہ کیا بندی خانہ ہے۔

۱۵ اب کھول دی ہم نے تجھ پر سے تیری اندھیری اب نگاہ تیری آج تیز ہے۔

۱۶ اے رب ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا اب ہم کو پھر بھیج ہم کریں بھلائی ہم کو یقین آیا۔

۱۷ دکھائی گئی مجھ کو زمین پھر دیکھا میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو۔

۱۸ اسی طرح دکھانے لگے ہم ابراہیم علیہ السلام کو سلطنت آسمان اور زمین کی۔

۱۹ مالک مشرق اور مغرب کا اس بن کسی کی بندگی نہیں سو پکڑ اس کو کام سونپنا۔

۲۰ اور سہتا رہ جو کہتے ہیں اور مجورا ان کو بھلی طرح چھوڑنا۔

۲۱ اور ہر بچہ پیدا ہوتا ہے اوپر فطرت کے پھر ماں باپ اس کے یہودی بناتے ہیں اسے اور نصرانی بناتے ہیں اسے اور مجوسی کر دیتے ہیں اس کو۔

۲۲ کیا نہیں ہوں ہوں میں رب تمہارا کیا انہوں نے البتہ ہے۔

۲۳ اور اگر تو ان سے پوچھے کہ کس نے انہیں پیدا کیا تو بیشک کہیں گے کہ اللہ نے۔

۲۴ وہی تراش اللہ کی جس پر تراشا لوگوں کو۔

۲۵ کہہ دے اے محمد سوائے اس کے کوئی بات نہیں ہے کہ میں تمہاری طرح کا ایک آدمی ہوں۔

۲۶ نظر بد ڈالتی ہے آدمی کو قبر میں اور اونٹ کو دیگ میں۔

۲۷ اور سکھایا تھا ہم نے اسے اپنے پاس سے ایک علم۔

۲۸ امام والا مقام نے اسماء حسنٰی کی شرح لکھی ہے اس کتاب کا نام معانی اسماء اللہ ہے۔

۲۹ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرتبہ آنحضرت اور جناب احدیت کے سوا کوئی رسول بھی کما حقہ نہیں جانتا اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی رسول مرتبہ میں زیادہ نہیں۔

۳۰ بلکہ جھوٹ بولنے لگے ہیں جس کے سمجھنے پر قابو نہ پایا اور ابھی پائی نہیں اس کی حقیقت۔

۳۱ اور جب راہ پر نہیں آئے اس کے بتانے سے اب کہیں گے یہ جھوٹ ہے مدت کا۔

۳۲ جھوٹے صوفی جو علم اور علماء کی مذمت کرتے ہیں وہ قابل قتل ہیں۔

۳۳ انبیاء اولیاء کا کشف کیمیا ہے اور عالموں کا علم سونا ہے۔

۳۴ ہر صوفی کو ہر عالم پر فضیلت نہیں ہاں صوفی کامل کو عالم ظاہر پر فضیلت ہے۔

۳۵ خدا کو پہچاننے سے زیادہ کوئی چیز مزہ دار نہیں اور اس کے دیدار سے بڑھ کر کوئی دیدار نہیں۔

۳۶ یہ کتاب امام والا مقام کی صنیف ہے۔

۳۷ سر سینہ پیٹھ دونوں ہاتھ دونوں پاؤں یہ نت اندام ظاہری میں اور یہاں پر ظاہری مراد ہیں۔

۳۸ سب پیشہ وروں کے نمونے جسم انسان میں ہیں۔

۳۹ دانگ کے وزن میں بہت اختلاف ہے مگر اکثر ثقات کے نزدیک چھ رتی ہے۔

حاشیہ

☆☆☆ ختم ☆☆☆

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

خدا کی معرفت کا بیان

اے عزیز از جان یہ بات جان کہ اگلے پیغمبروں کی کتابوں میں مذکور ہے کہ ان سے یوں ارشاد خدائے غفور ہے کہ (۱) ﴿ اعرف نفسک تعرف ربک ﴾ اور (۲) آثار و (۳) اخبار میں مشہور ہے کہ (۴) ﴿ من عرف نفسه فقد عرف ربه ﴾ اور ان باتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کا دل مثل آئینہ ہے جو کوئی اس میں غور کرے گا خدا کو دیکھے گا اور بہت آدمی اپنے میں غور کرتے ہیں اور خدا کو نہیں پہچانتے تو جس لحاظ سے کہ دل خدا کی معرفت کا آئینہ ہے اس لحاظ سے دل کو جاننا ضرور ہوا اور اس جاننے کی دو صورتیں ہیں ایک نہایت مشکل ہے کہ اکثر عوام اسے نہیں جان سکتے اور ان کی سمجھ میں وہ صورت نہیں آ سکتی اور جسے عوام نہ سمجھ سکیں اس کا بیان مناسب نہیں لیکن وہ صورت بیان کرنا چاہئے جسے سب سمجھ سکیں وہ صورت یہ ہے کہ آدمی اپنی ہستی سے خدا کی ذات کی ہستی کو پہچانے اور اپنے صفات سے خدا کی صفات کو جانے اور اپنی سلطنت یعنی اپنے بدن اور اعضا میں جو آدمی کا تصرف اور اختیار ہے اس سے خدا کا تصرف جو تمام عالم میں ہے پہچانے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ آدمی نے جب پہلے اپنے تئیں ہست جانا اور یہ جانتا ہے کہ کئی برس پہلے نیست تھا اور اس کا نام و نشان کچھ نہ تھا جیسا حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے (۵) ﴿ هل اتى على الانسان حين من الدهر لم يكن شيئا مذكورا انا خلقنا الانسان من نطفته امشاج نبتليه فجعلنا سميعا بصيرا ﴾ اور جس چیز سے آدمی اپنی اصل خلقت پہچانے کہ اپنی ہستی سے پہلے میں کیا تھا وہ چیز نطفہ ہے جو ناپاک پانی کا ایک قطرہ ہے جس میں عقل سماعت بصارت سر ہاتھ پاؤں زبان آنکھ رگ پٹھا ہڈی گوشت چمڑا کچھ نہ تھا بلکہ ایک ہی طرح کا سفید پانی تھا پھر

اس میں یہ سب عجائبات یعنی عقل سر ہاتھ پاؤں وغیرہ ظاہر ہوئے اس نے خود کو آپ نہیں پیدا کیا بلکہ اور کسی نے اسے پیدا کیا ہے اس واسطے کہ آپ باوجودیکہ درجہ کمال کو پہنچا ہے اور یقینی جانتا ہے کہ ایک بال پیدا کرنے سے عاجز ہے تو یہ بھی جانے گا کہ جب پانی کا ایک قطرہ تھا تو اور بھی زیادہ عاجز اور ناقص تھا خود کو آپ کیا پیدا کرتا پس خواہ مخواہ آدمی کو اپنے پیدا ہونے سے خالق کی ذات کی ہستی معلوم ہوگی اور جب اپنے بدن کے عجائبات جو ظاہر اور باطن میں ہیں دیکھے گا (اور بعض عجائبات بدن کی تفصیل بیان ہو چکی ہے) تو اپنے خالق کی قدرت عیاں دیکھے گا اور جانے گا کہ میرا خالق بڑا قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جیسا چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور سمجھے گا کہ اس سے بڑی قدرت اور کیا ہوگی کہ ایسے ذلیل ناچیز پانی کے قطرے سے کمال اور جمال کے ساتھ کیا صورت بناتا ہے اور اس صورت میں کیا کیا عجائب غرائب دکھاتا ہے اور آدمی جب اپنی عجیب عجیب صفتوں اور اپنے اعضا کی منفعتوں کو دیکھتا ہے کہ ہر عضو ظاہری مثلاً ہاتھ پاؤں آنکھ زبان دانت اور اعضائے باطنی مثلاً جگر تلی پتا وغیرہ کو خدا نے کس حکمت کے واسطے پیدا کیا ہے تو اپنے خالق کے علم کو پہچانتا ہے کہ کیا علم اتم ہے اور کیسا محیط اشیائے عالم ہے اور آدمی یہ بھی جان جائے گا کہ ایسے عالم سے کوئی چیز غائب نہیں ہو سکتی اگر سب عقل مندوں کی عقل کو کام میں لائیں اور ان کو عمر دراز دیں اور وہ فکر کریں کہ ان اعضا میں سے ایک عضو کی بھی کوئی ایسی صورت نکالیں جو اس صورت موجودہ سے بہتر ہو تو نہیں نکال سکتے مثلاً دانتوں کی صورت جو بالفعل موجود ہے یعنی کھانے کی چیز کاٹنے کے واسطے سامنے کے دانت تیز ہیں اور کھانے کی چیز کو مہین کرنے کے واسطے اور دانت چوڑے ہیں دانتوں کے قریب زبان پنہاری کے آبخورے کے مثل ہے کہ اناج چکی میں ڈالتی ہے اور قوت جو زبان کے نیچے ہے خمیر بنانے والے اور پانی چھڑکنے والے کے مانند ہے کہ جس وقت جتنا چاہئے اتنا پانی بہاتی ہے کہ کھانا تر ہو اور حلق سے اتر

جائے اور گلے میں نہ پھنسے اس صورت کے خلاف اور کوئی شکل جو اس سے بہتر ہو تمام عالم کے عقلمند مل کر نہیں نکال سکتے اسی طرح ہاتھ میں پانچ انگلیاں ہیں چار انگلیاں ایک طرح کی اور ایک انگوٹھا ان انگلیوں کی نسبت بہت دور اور بنائی میں چھوٹا اور ہر انگلی کے ساتھ کام کرتا ہے اور سب انگلیوں پر پھرتا ہے اور سب انگلیوں میں تین تین گرہیں ہیں اور انگوٹھے میں دو گرہیں ایسی بنائی ہیں کہ آدمی اگر چاہے آبخورا بنالے چاہے چلو چاہے مٹھی بند کر کے گھونسا بنالے اور گھونسے کو اپنا ہتھیار کرے یعنی دشمن کو مارے خواہ مٹھی کھول کر پنجہ کو طباق بنائے اور اکثر طرح سے کام میں لائے اگر تمام جہاں کے عقلمند انگلیوں کی اور کوئی واضح تجویز کریں مثلاً یہ کہ سب انگلیاں ایک ہی انداز کی ہوں یا تین ایک طرف اور دو ایک طرف اور دو ایک جانب ہوں یا پانچ کی چھ یا چار ہوں یا تین گرہوں کے بدلے دو یا چار گرہیں ہوں ان میں سے جو جو باتیں سوچیں اور کہیں سب ناقص ہیں اور جس انداز پر خداوند کریم نے پیدا کیا وہی انداز بہت اچھا ہے اس بیان سے معلوم ہوگا کہ خالق کا علم اس شخص کو محیط ہے اور سب چیزوں سے خالق مطلع ہے اور آدمی کے ہر ہر عضو میں ایسی حکمتیں ہیں جو شخص ان حکمتوں کو جتنا زیادہ جانے گا اتنا ہی علم خدا کی عظمت اور وسعت سے اسے تعجب بھی زیادہ ہوگا اور آدمی جب اپنی حاجتوں کو دیکھنے لگے تو پہلے دیکھے گا کہ اسے اعرا کی احتیاج ہے پھر جانے گا کہ کھانے کپڑے گھر کا بھی وہ محتاج ہے اور اس کے کھانے کی چیزوں کو بھی مینہ ہوا گرمی سردی کی حاجت ہے اور جو ان کھانے کی چیزوں کو کھانے کے قابل کریں ان صنعتوں کی بھی ضرورت ہے اور ان صنعتوں کو بھی اوزار مثلاً لوہے تانبے پیتل سیسے کی احتیاج ہے اور اس بات کے بتانے اور معلوم ہونے کا اوزار کیونکر بنتے ہیں اوزار بھی محتاج ہیں آدمی ان ان چیزوں کی طرف اپنی حاجتیں دیکھ کر جانے گا کہ سب مخلوقات بہت خوب انداز پر ایجاد ہوئی ہے اور سب مصنوعات کی بہت اچھی وضع پر بنیاد ہوئی ہے اور ہر ہر چیز جس جس

قسمکی خدا نے بنائی ہے اگر نہ بناتا تو بنا سکنا کیسا اس کا انداز بھی کسی کے خیال میں نہ آتا اور سمجھے گا کہ سب مخلوق اور مصنوع بے مانگی مراد ہے اور فقط خدا کی مہربانی اور عنایت سے ان سب کی بنیاد ہے اور اس سمجھ کی بدولت آدمی کو یہ صفت معلوم ہوگی کہ تمام عالم پر خدا کی عنایت اور مہربانی ہے اور اسی صفت کے باعث اولیا کی زندگانی ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی حق تعالیٰ نے فرمایا ہے(٦) ﴿ سبقت رحمتی علی غضبی ﴾ اور جیسا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد کیا ہے کہ دودھ پیتے بچوں پر مادر مشفقہ کی جتنی شفقت ہے اس سے زیادہ بندوں پر ارحم الراحمین کی رحمت ہے غرضکہ جب آدمی نے اپنے پیدا ہونے سے خدا کی ہستی کو جانا اور اپنے اعضا کی کثرت سے حق تعالیٰ کے کمال قدرت کو پہچانا اور عجائب حکمتوں اور اپنے اعضا کی منفعتوں سے خدا کے کمال کو دیکھا اور جن چیزوں کی حاجت یا ضرورت ہے یا جن سے فقط زیب و زینت ہے انہیں اپنے ساتھ مجتمع اور موجود دیکھنے سے لطف اور رحمت ذوالجلال کو دیکھا تو نفس کی پہچان جو ایسی ہے وہ معرفت حق کی کنجی ہے۔

فصل: حق تعالیٰ کی تنزیہ وتقدیس

آدمی نے جس طرح حق تعالیٰ کی صفات کو اپنی صفات سے پہچانا اور حق تعالیٰ کی ذات کو اپنی ذات سے جانا اسی طرح حق تعالیٰ کی تنزیہ اور تقدیس بھی اپنی تنزیہ اور تقدیس سے جانتا ہے اور حق تعالیٰ کی تنزیہ اور تقدیس کے یہ معنی ہیں کہ جو کچھ وہم و خیال میں آئے وہ اس سے پاک اور مقدس ہے اور اگرچہ کوئی جگہ حق تعالیٰ کے تصرف سے خالی نہیں مگر کسی جگہ کے ساتھ منسوب ہو سکنے سے وہ بری اور منزہ ہے اور آدمی اس تنزیہ اور تقدیس کا نمونہ اپنے میں دیکھتا ہے اس واسطے کہ جان کی حقیقت جسے ہم دل کہتے ہیں وہ بھی ان چیزوں سے منزہ اور پاک ہے جو وہم وخیال میں آئیں اس واسطے کہ اس کے لئے نہ مقدار و کمیت ہے اور نہ وہ قابل قسمت ہے اور

جب کمیت کیفیت قسمت دل سے دور ہے تو دل کا بے رنگ ہونا بھی ضرور ہے اور جس چیز کا نہ کچھ رنگ ہوگا نہ مقدار وہ کبھی خیال میں نہ آئے گی اس واسطے کہ خیال میں وہی چیز آتی ہے جسے یا جس کی جنس کو آنکھ دیکھ پاتی ہے اور رنگ اور شکلوں کے سوا خیال اور نظر میں کچھ نہیں آتا اور طبیعت جو یہ چاہتی ہے کہ معلوم ہو فلانی چیز کیسی ہے اس کے یہی معنی ہیں کہ اس چیز کی کیسی شکل ہے چھوٹی ہے یا بڑی اور جو چیز ان صفتوں یعنی صورت رنگت چھوٹائی بڑائی سے مبرا ہے اسے پوچھنا کہ کیسی چیز ہے بجا ہے اے عزیز جس چیز میں چگوں گی کو دخل نہیں اگر تو اسے دریافت کیا چاہے تو اپنی حقیقت میں غور کر دیکھ تو تیری حقیقت جو خدا کی معرفت کی جگہ ہے وہ نہ قابل قسمت ہے، اور اس کی نہ کچھ مقدار نہ کمیت و کیفیت ہے، اگر کوئی پوچھے کہ روح کیا چیز ہے اس کا جواب یہی ہوگا کہ (چگونگی) کو اس میں کچھ دخل نہیں جب تو نے خود کو جانا کہ چگونگی سے پاک اور مبرا ہے تو یہ بھی جان کہ حق تعالیٰ چگونگی سے منزہ اور مقدس اور پاک ہونے میں بہت اولیٰ ہے لوگ تعجب کرتے ہیں کہ بے چوں اور بے چگوں کوئی چیز کیونکر موجود ہوگی اور اپنی حقیقت کو نہیں پہچانتے کہ خود بے چوں اور بے چگوں موجود ہیں۔ بلکہ آدمی اگر اپنے میں ڈھونڈھے تو ہزار چیزیں بے چوں اور بے چگوں دیکھے یعنی اپنے میں درد دیکھے غصہ دیکھے عشق دیکھے مزہ دیکھے اور اگر چاہے کہ ان چیزوں کی چونی اور چگونگی دریافت کرے تو نہیں دریافت کر سکتا اس واسطے کہ ان چیزوں کی نہ رنگت ہے نہ صورت ہے تو اس سوال کو کہ کیونکر ہے اور کیسا ہے غصہ درد وغیرہ میں کچھ دخل نہیں تو معلوم ہوا کہ چیزیں بیچوں اور بے چگوں موجود ہیں بلکہ اگر کوئی آواز یا مزہ یا بو کی حقیقت دریافت کیا چاہے کہ یہ چیزیں کیسی ہیں تو نہیں ہو سکتا آدمی ان کے دریافت کرنے میں عاجز ہے اور عاجزی کا سبب یہ ہے کہ چوں اور چگو نہ مقتضائے خیال ہے کہ حس بصر سے حاصل ہوتا ہے تو خیال ہر چیز میں آنکھ کا حصہ ڈھونڈھتا ہے اور جو چیز کان کی مملکت ہے جیسے آواز اس میں آنکھ کا کچھ حصہ نہیں

بلکہ آواز کی چونی اور چگونگی دریافت کرنا محال ہے اس واسطے کہ جس طرح رنگت اور صورت حس سمع سے بے تعلق اور مبرا ہے اسی طرح آواز حس بصر سے پاک اور منزہ ہے اسی طرح جو چیز حاسہ دل میں آتی ہے اور عقل سے پہچانی جاتی ہے وہ اور سب حواس سے پاک ہے اس میں کسی حواس کا حصہ نہیں اور چونی اور چگونگی محسوسات میں ہوتی ہے یہ تحقیق اور غور کرنے کی بات ہے اس کی تفصیل کتب معقولات میں بیان ہے اس کتاب میں جس قدر بیان ہوا یہی بہت ہے اور اس بیان سے غرض یہ ہے کہ اپنی بیچونی بیچگونگی سے حق تعالیٰ کی بیچونی اور بے چگونگی آدمی پہچان سکتا ہے اے عزیز اس بات کو تو جان لے کہ جان موجود ہے اور بدن کی بادشاہی اور بدن میں جن چیزوں کے واسطے چونی اور چگونگی حاصل ہے وہ اس پادشاہ یعنی جان کی مملکت ہے اور جان خود بیچوں و بے چگوں ہے اسی طرح بادشاہ عالم یعنی حق تعالیٰ بیچوں اور بیچگوں ہے محسوسات جو چونی اور چگونگی رکھتے ہیں حق تعالیٰ کی مملکت ہے حق تعالیٰ کی تنزیہ کا دوسرے طور پر یہ بیان ہے کہ حق تعالیٰ کو کسی جگہ کے ساتھ منسوب نہیں کر سکتے کہ خدا اس جگہ ہے اور جان کو کسی عضو کے ساتھ منسوب نہیں کر سکتے کہ جان ہاتھ میں ہے یا پاؤں میں ہے سر میں ہے یا اور کسی عضو میں ہے بلکہ بدن کے سب اعضا قسمت پذیر ہیں یعنی ٹکڑے ہو سکتے ہیں اور جان قسمت پذیر نہیں ہے یعنی ٹکڑے نہیں ہو سکتی اور جو چیز قسمت پذیر نہ ہو قسمت پذیر چیز میں اس کا سما جانا محال ہے اس واسطے کہ اگر وہ اس میں سما جائے تو قسمت پذیر ہو جائے گی اور باوصف اس کے کہ جان کسی عضو کے ساتھ منسوب نہیں ہو سکتی مگر کوئی عضو جان کے تصرف سے خالی نہیں ہے بلکہ سب اعضا جان کے تصرف اور حکم میں ہیں اور جان سب اعضا کی پادشاہ ہے اس طرح تمام عالم پادشاہ عالم یعنی حق تعالیٰ کے تصرف میں ہے اور حق تعالیٰ اس امر سے منزہ اور پاک ہے کہ کسی خاص جگہ کے ساتھ اسے منسوب کریں تقدس اور تنزیہ کا تمام حال جب عیاں ہو کہ روح کی خاصیت اور بھید صاف صاف بیان ہو

اورا سے بیان کرنے کی اجازت نہیں اور (۷) ﴿ ان اللہ خلق ادم علی صورتہ﴾ کا سب حال اسی سے ظاہر ہوگا (۸) واللہ اعلم۔

فصل: دوسرے طور پر حق تعالیٰ کی تنزیہ

اے عزیز تو نے حق تعالیٰ کی ذات کو تو جان لیا اور ہم نے اس کی صفات کو اور چونی اور چگونگی سے اس کے پاک ہونے کو پہچان لیا اور کسی جگہ کے ساتھ منسوب ہونے سے حق تعالیٰ پاک ہے یہ بھی تجھ کو معلوم اور باور ہو چکا اور آدمی کا نفس تمام معرفت کی کنجی ہے یہ امر بھی مقرر ہو چکا اب ابواب معرفت میں سے ایک یہ بات باقی ہے کہ اپنی مملکت میں حق تعالیٰ کا پادشاہی کرنا کیونکر ہے اور حکمرانی فرمانا کس طرح پر ہے اور فرشتوں کا حکم فرمانا اور فرشتوں کا حکم بجالانا اور ملائکہ کے ہاتھ سے کام لینا اور آسمان سے زمین پر حکم بھیج دینا اور آسمان اور تاروں کو جنبش میں لانا زمین کے باشندوں کے کام کو وابستہ آسمان بنانا رزق کی کنجی آسمان کو حوالہ کرنا یہ سب امور کیونکر ہیں حق تعالیٰ کی معرفت میں یہ بڑا باب ہے جس طرح پہلی معرفتوں کو معرفت ذات وصفات کہتے ہیں اس معرفت کو معرفت افعال کہتے ہیں نفس کی معرفت اس معرفت کی بھی کنجی ہے اور جو تو یہ نہ جانے گا کہ اپنی مملکت بدن میں تو کیونکر پادشاہی کرتا ہے اور کس طرح احکام جاری کرتا ہے تو یہ بھی نہ جانے گا کہ بادشاہ عالم کس طور سے حکمرانی فرماتا ہے تو چاہئے کہ پہلے تو خود کو پہچان اور اپنے ایک ایک کام کو جان مثلاً جب کاغذ پر تو بسم اللہ لکھنا چاہتا ہے تو پہلے لکھنے کی خواہش وارادہ تجھ میں پیدا ہوتا ہے پھر دل میں حرکت اور جنبش پیدا ہوتی ہے یہ ظاہر ہے کہ وہ دل جو گوشت ہے اور بائیں طرف لٹکتا ہے اس میں حرکت نہیں پیدا ہوتی بلکہ دل سے ایک جسم لطیف جنبش کر کے دماغ میں جاتا ہے اور اس جسم لطیف کو طبیب لوگ روح کہتے ہیں جو حس وحرکت کی قوتوں کو اٹھائے ہوئے ہے اور یہ روح یہ ہے کہ چارپایوں کے بھی ہوتی ہے اور موت کو اس میں دخل ہے اور وہ روح اور ہے جسے ہم دل کہتے ہیں وہ

چارپایوں کے نہیں ہوتی اور وہ روح ہرگز نہیں مرتی اس واسطے کہ حق تعالیٰ کی معرفت کی جگہ ہے یہی روح جنبش کرتی ہے اور جب دماغ میں پہنچتی ہے تو دماغ کے پہلے خزانہ میں جو قوت خیال کی جگہ ہے بسم اللہ کی صورت پیدا ہوتی ہے اور دماغ سے پٹھوں میں کچھ اثر پہنچتا ہے پٹھے دماغ سے نکل کر بدن میں سب طرف پہنچتے ہیں اور انگلیوں میں دھاگے کی طرح بندھے ہیں جو شخص دبلا ہو اس کے بازو میں ان پٹھوں کو لوگ دیکھ سکتے ہیں غرض کہ اس اثر سے یہ پٹھے جنبش کرتے ہیں اور سر انگشت کو جنبش دیتے ہیں اور سر انگشت قلم کو جنبش دیتا ہے تو بسم اللہ کی صورت اس صورت کے موافق جو خیال کے خزانہ میں ہے جو اس کی معاونت خصوصاً آنکھ کی اعانت سے پیدا ہوتی ہے اس واسطے کہ آنکھ سے زیادہ احتیاج پڑتی ہے تو جس طرح اس کام یعنی لکھنے کی ابتدا رغبت ہے جو پہلے تجھ میں ظاہر ہوتی ہے اس طرح حق تعالیٰ کے سب کاموں کا آغاز اس کی صفات میں سے ایک صفت ہے اور ارادہ اسی صفت سے عبارت ہے اور جس طرح لکھنے کے ارادہ کا اثر پہلے تیرے دل میں پیدا ہوتا ہے پھر دل کے واسطہ سے اور اور جگہ میں پہنچتا ہے اسی طرح حق تعالیٰ کے ارادہ کا اثر پہلے عرش پر پیدا ہوتا ہے پھر اوروں کو پہنچتا ہے اور جیسے بخارات کی طرح جسم لطیف دل کی رگوں کی راہ اس اثر کو تیرے دماغ میں پہنچاتا ہے اور اس جسم لطیف کو روح کہتے ہیں ویسی ہی حق تعالیٰ کے واسطے بھی ایک جوہر ہے کہ اس کے ارادہ کو عرش سے کرسی پر پہنچاتا ہے اور اس جوہر کو فرشتہ اور روح القدس کہتے ہیں اور جس طرح دل سے دماغ کو اثر پہنچتا ہے اور دماغ دل کی حکومت اور تصرف میں دل کے نیچے ہے اسی طرح حق تعالیٰ کے ارادہ کا اثر عرش سے کرسی کو پہلے پہنچتا ہے اور کرسی عرش کے نیچے ہے اور جس طرح بسم اللہ جو تیری مقصود ہے اور تیرا فعل ہوگا اس کی صورت دماغ کے خزانہ اول میں ظاہر ہوتی ہے اور اس کے موافق فعل ظاہر ہوتا ہے اسی طرح جس چیز کی صورت عالم میں ظاہر ہوگی اس کا نقش پہلے لوح محفوظ میں ظاہر ہوتا ہے اور

تیرے دماغ میں جس طرح قوت لطیف ہے کہ پٹھوں کو جنبش دیتی ہے تا کہ پٹھے ہاتھ اور انگلی کو جنبش دیں اور انگلی قلم کو حرکت دے اسی طرح جواہر لطیف یعنی فرشتہ جو کہ عرش اور کرسی پر مقرر ہیں آسمانوں اور تاروں کو جنبش دیتے ہیں اور جس طرح دماغ کی قوت رگوں اور پٹھوں کی اعانت سے انگلیوں کو جنبش دیتی ہے اسی طرح وہ جواہر لطیف جن کو ملائیکہ کہتے ہیں تاروں اور تاروں کے تار شعاعی کے واسطہ سے عالم (۹) سفلی میں (۱۰) امہات عالم سفلی کی طبیعتوں کو جنبش دیتے ہیں ان کو چار طبع یعنی گرمی سردی تری خشکی بھی کہتے ہیں اور جس طرح قلم سیاہی کو جنبش دیتی ہیں اور جس طرح کاغذ پر سیاہی کو قلم جب پراگندہ اور جمع کرتا ہے تو کاغذ اسے قبول کر لیتا ہے اسی طرح تری ان (۱۱) مرکبات کو شکل کے قابل کرتی ہے اور خشکی انہیں شکل کا نگہبان کر دیتی ہے تا کہ مرکبات اس شکل کی حفاظت کریں اور اس شکل کو چھوڑ نہ دیں اس واسطے کہ اگر تری نہ ہو تو مرکبات خود شکل قبول نہ کریں اور اگر خشکی نہ ہو تو شکل کی حفاظت نہ کر سکیں اور جس طرح قلم جب اپنا کام تمام کرتا ہے اور اپنی حرکت کو اختتام کرتا ہے تو بسم اللہ کی صورت آنکھ کی مدد سے اس نقش کے موافق جو خزانہ خیال میں تھا پیدا ہوتی ہے اسی طرح جب سردی گرمی ان مرکبات کی اصلوں کو حرکت دیتی ہے تو فرشتوں کی مدد سے حیوان اور نبات کی صورت اس عالم میں اس صورت کے موافق جو لوح محفوظ میں تھی پیدا ہوتی ہے اور جس طرح تیرے سب کاموں کا اثر تیرے دل سے پیدا ہو کر سب اعضا میں پراگندہ ہوتا ہے اسی طرح عالم اجسام کا آغاز کار عرش میں ہوتا ہے اور جس طرح اس خاصیت کو پہلے دل قبول کرتا ہے اور اعضاء اس کے بعد اور لوگ دل کو تیرے ساتھ نسبت دیتے ہیں اور جانتے ہیں کہ تو دل میں رہنے والا ہے اس طرح جب سب چیزوں پر تصرف عرش کے واسطے سے ہے لوگ جانتے ہیں کہ حق تعالیٰ ساکن عرش اعلیٰ ہے اور جس طرح جب دل پر تو غالب ہوا اور دل کا کام درست ہو گیا تو مملکت بدن کی تدبیر تو کر سکتا

ہے اسی طرح جب حق سبحانہ تعالیٰ عرش پیدا کرنے سے عرش پر غالب ہوا اور عرش سیدھا کھڑا ہوا اور مغلوب ہو گیا تو تمام مملکت عالم کی تدبیر بن گئی (۱۲) ﴿ثم استوی علی العرش یدبر الامر﴾ اسی سے عبارت ہے اے عزیز جان تو کہ یہ سب حق ہے اور جو لوگ صاحب بصیرت ہیں ان کو مکاشفہ سے صاف یہ معلوم ہوا ہے اور فی الحقیقت وہ جانتے ہیں کہ (۱۳) ﴿ان اللہ خلق ادم علی صورتہ﴾ اور اس بات کو حق جان کہ پادشاہ کو پادشاہوں کے سوا کوئی نہیں جانتا اگر تجھے تیری مملکت پر پادشاہ نہ کیا ہوتا اور خداوند تعالیٰ نے اپنی مملکت کا مختصر سا نسخہ تجھے خود نہ دیا ہوتا تو خداوند عالم کو تو ہرگز نہ پہچان سکتا تو اس پادشاہ کا شکر کر جس نے تجھ کو پیدا کیا اور رتبہ بادشاہی دیا اور اپنی مملکت کا نمونہ تجھے مملکت دی دل سے تیرا عرش روح حیوانی جس کا منبع دل ہے اس سے تیرا اسرافیل بنایا اور دماغ سے تیری کرسی خزانہ خیال سے تیری لوح محفوظ بنائی آنکھ کان اور سب حواسوں سے تیرے فرشتے دماغ کا گنبد جو پٹھوں کا منبع ہے اس سے تیرا آسمان اور تارے بنائے اور انگلی قلم سیاہی سے طبائع تیرے مسخر فرمائے تیرے دل کو بیچوں اور بیچگوں پیدا کر کے سب اعضاء پر پادشاہ کر دیا تب تجھ سے کہا کہ اپنی اور اپنی پادشاہی سے زینہار غافل نہ رہنا ورنہ اپنے خالق سے غافل رہے گا (۱۴) ﴿فان اللہ خلق ادم علی صورتہ فاعرف نفسک یا انسان تعرف ربک.﴾

فصل: انسان کی بادشاہی حق تعالیٰ کی سلطنت کا نمونہ ہے

یہ سب جو بیان ہوا کہ آدمی کی پادشاہی حضرت مالک الملک کی سلطنت کا نمونہ ہے اس سے بڑے بڑے دو علموں کی طرف اشارہ ہے ایک آدمی کے نفس کا علم اور قوتوں اور صفتوں کے ساتھ اس کے اعضا کا تعلق اور دل کے ساتھ صفتوں اور قوتوں

کے تعلق کا حال معلوم ہوا یہ ایسا طولانی علم ہے کہ ایسی کتاب میں اس کی تحقیق بیان نہیں ہوسکتی اور دوسری یہ تفصیل معلوم ہوئی کہ پادشاہ عالم کی مملکت کو فرشتوں سے اور فرشتوں کو آپس میں اور آسمان عرش کرسی کو ملائیکہ سے علاقہ اور ربط ہے یہ بھی بڑا علم ہے اور اس اشارہ سے یہ مطلب ہے کہ جو شخص زیرک اور ہوشیار ہوگا ان سب باتوں کا اعتقاد کرے گا اور حق سبحانہ تعالیٰ کی عظمت ان سب باتوں سے جانے گا اور جو سفیہ اور احمق ہوگا وہ یہ بھی نہ جانے گا کہ خود کیونکر غافل اور نادان رہا اور کیوں مبتلائے نقصان رہا کہ ایسے پادشاہ ذوالجلال صاحب حسن و جمال کے دیدار سے محروم اور محجوب ہے اور خلائق کو حضرت آلہیت کے جمال سے تو کیا خبر ہوگی مگر اس قدر جو بیان کیا گیا فقط اس واسطے ہے کہ خلق کچھ پہچان سکے کہ خود کیا ہے۔

فصل: علم طبعی و علم نجوم کے علماء کی مثال

جو لوگ عالم علم طبیعی اور واقف علم نجوم ہیں وہ بیچارے محروم ہیں کہ کاموں کو عناصر اور ستاروں پر حوالہ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی چیونٹی کاغذ پر چلے اور کاغذ کو دیکھے کہ سیاہ ہوا جاتا ہے اور اس پر نقش بنتا ہے پھر غور کر کے قلم کی نوک کو دیکھے اور خوش ہو کہ میں نے اس کام کی حقیقت پہچان لی اور چھٹی پائی کاغذ پر یہ نقش قلم ہی بناتا ہے بس یہی حال عالم علم طبیعی کا ہے کہ اخیر درجہ کے محرک کے سوا کچھ نہیں جانتا بعد اس کے اس چیونٹی کے پاس دوسری چیونٹی جس کی آنکھ بڑی اور نگاہ تیز ہو آئے اور پہلی چیونٹی سے کہے تو نے غلطی کی میں اس قلم کو تابع دیکھتی ہوں اور قلم کے علاوہ ایک چیز اور دیکھتی ہوں وہ نقاشی کرتی ہے اور اپنی اس سمجھ پر خوش ہو کر کہے کہ جو میں نے جانا یہی حق ہے کہ انگلیاں نقاشی کرتی ہیں قلم نقاشی نہیں کرتا قلم انگلیوں کا تابع ہے۔ یہی نجومی کی مثال ہے کہ عالم طبیعی سے اس کی نگاہ دور پہنچی اس نے دیکھا کہ طبائع ستاروں کے مسخر اور مطیع ہیں لیکن یہ نہ سمجھا کہ ستارے فرشتوں کے اختیار میں ہیں اور ان درجوں پر جو کہ اس کی سمجھ اور علم سے اعلیٰ تھے پہنچ نہ سکا اور

جس طرح منجم اور طبیعی کے درمیان عالم اجسام میں یہ تفاوت ہوا اور اسی کی وجہ سے اختلاف پڑا اسی طرح ان لوگوں کے درمیان جو عالم ارواح میں ترقی کرتے ہیں اختلاف پڑا کہ اکثروں نے عالم اجسام سے ترقی نہ کی اور عالم اجسام سے باہر انہوں نے کوئی چیز نہ پائی وہ لوگ پہلے ہی درجہ پر رہ گئے اور عالم ارواح کی طرف معراج کی جو راہ ہے وہ ان پر بند ہوگئی اور عالم ارواح یعنی عالم انوار میں بھی اسی طرح دشوار گذار راہیں اور آڑیں بہت ہیں ان میں سے بعضوں کے ستاروں اور بعضوں کے ماہتاب اور بعضوں کے آفتاب کے مانند درجے ہیں اور یہ لوگ ان کی معراج کے مراتب ہیں جنہیں حق تعالیٰ ملکوت آسمان دکھائے جیسا حق تعالیٰ نے فرمایا ہے(۱۵)﴿ وکذلک نری ابراھیم ملکوت السموات والارض ﴾ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا(۱۶)﴿ انی وجھت وجھی للذ فطر السموات والارض ﴾ اور اسی واسطے رسول مقبول صلعم نے فرمایا ہے (۱۷)﴿ ان للہ سبعین الف حجاب من نور لو کشفھا لاحرقت سبحات وجھہ کل من ادرک بشرہ ﴾ کتاب مشکلات الانوار اور مصباح الاسرار میں اس مطلب کی تفصیل اور شرح لکھی ہے وہاں دیکھنا چاہئے اے عزیز مقصود یہ ہے تو اس بات کو جان لے کہ علم طبیعی کے عالم بیچارہ نے کسی چیز کو سردی گرمی پر جو حوالہ کیا ہے درست کہا ہے اگر گرمی سردی اسباب الٰہی کے درمیان میں نہ ہوتی تو علم طب باطل ہو جاتا لیکن اس وجہ سے خطا کی کہ اس کی نگاہ کم اور کوتاہ تھی یاری نہ کر سکی پہلی منزل میں رہ گیا اور گرمی سردی کو اصل ٹھہرایا مسخر نہ سمجھا اور ان ہی کو مالک جانا چاکر نہ سمجھا حالانکہ گرمی سردی ان بے قدر نوکروں میں سے ہے جو جوتوں کو پاس والی صف میں کھڑے رہتے ہیں اور منجم نے جو ستاروں کو اسباب الٰہی میں داخل کیا تو سچ کہا اس واسطے کہ اگر اسباب الٰہی میں نہ ہوتے تو دن رات برابر ہو جاتا کیونکہ آفتاب ستارہ ہے روشنی اور گرمی اس جہاں میں اسی کے سبب سے ہے اور

جاڑا گرمی بھی برابر ہو جاتا اس واسطے کہ گرمی میں گرمی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ آفتاب وسط آسمان کے نزدیک ہوتا ہے اور جاڑے میں دور ہوتا ہے اور جس خدا کی قدرت میں یہ ہے کہ آفتاب کو گرم اور روشن بنایا کیا تعجب کہ زحل کو سرد خشک اور زہرہ کو گرم تر پیدا کیا یہ سمجھ ایمان میں کچھ خلل نہیں کرتی لیکن منجم نے یہ غلطی کی کہ ستاروں کو اصل سمجھا اور کاموں کو ان ہی پر محول جانا اور ستاروں کا مسخر ہونا نہ دیکھا (۱۸) ﴿والشمس والقمر بحسبان والقمرو النجوم مسخرات بامرہ﴾ نہ سمجھا مسخر وہ ہے جسے کام میں لائیں تو ستارے کارگزار ہیں اپنی طرف سے کام نہیں کرتے بلکہ جس طرح پٹھے اعضاء کو حرکت دینے میں اس قوت کی جہت سے کام میں آتے ہیں جو دماغ میں ہے اسی طرح ستارے بھی ان فرشتوں کے واسطے سے جو کام میں رہتے ہیں عمال ہیں اور ستارے بھی اگرچہ نقیبوں کے درجہ پر کم رتبہ نوکر ہیں لیکن چار طبائع جو کاتب کے قلم کی طرح سب سے اخیر درجہ کے فرمانبردار ہیں ان کی طرح ستارہ اخیر درجہ کے ان نوکروں میں نہیں جو جوتوں والی صف میں رہتے ہیں۔

فصل:

خلق میں ایسے بہت اختلافات ہیں کہ ایک ایک وجہ سے ہر ایک کی باتیں سچ اور راست ہیں لیکن لوگ ایک چیز کو کچھ دیکھتے ہیں کچھ نہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے اس کو پورا دیکھ لیا ان لوگوں کی یہ مثال ہے جیسے اندھوں کا حال ہے اندھے جب سنتے ہیں کہ ان کے شہر میں ہاتھی آیا ہے تو اس کو پہچاننے جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اسے ہاتھ سے پہچان سکیں گے اور ہاتھ سے ٹٹولتے ہیں کسی کا ہاتھ ہاتھی کے کان پر پڑتا ہے کسی کا پاؤں پر پڑا تھا وہ کہتا ہے کہ ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسے ستون اور جس کا ہاتھ دانت پر پڑا تھا وہ کہتا ہے کہ ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسے عمود اور جس کا ہاتھ کان پر پڑا تھا وہ کہتا ہے کہ ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسے کمل تو سب ایک ایک وجہ سے سچ بھی کہتے ہیں

اور اس وجہ سے دھوکا بھی کھاتے ہیں کہ سمجھتے تھے کہ ہم نے تمام ہاتھی کو پہچان لیا اور حقیقت میں تمام ہاتھی کو نہیں پہچانا تھا اسی طرح نجومی اور طبیعی کی آنکھ حق تعالیٰ کے ایک نوکر اور فرمانبردار پر پڑی اس کی سلطنت قاہرہ اور قدرت کاملہ سے دنگ ہو کر نوکر کو کہا کہ یہی پادشاہ ہے اور (۱۹) ﴿ ھذا ربی ﴾ جب کسی کو خدا نے راہ راست بتائی اور جن کو اپنا رب سمجھا تھا ان سب کا نقصان اس نے دیکھا اور ان کے علاوہ دوسرے کو دیکھا تو کہا کہ جسے میں رب اور خدا سمجھا تھا وہ تو اور کے حکم کے تابع ہے اور جو دوسرے کے حکم کا تابع ہو وہ خدائی کے لائق نہیں (۲۰) ﴿ لا احب الافلین. ﴾

فصل: آسمان، کواکب، بروج، عرش عظیم وغیرہ کی مثال

کواکب اور طبائع اور بروج اور فلک الکواکب جو بارہ برجوں پر تقسیم ہے اور ان کے علاوہ جو عرش عظیم ہے ایک وجہ سے ان سب کی مثال اس پادشاہ کی ایسی ہے جس کا ایک خاص حجرہ ہو اور اس کا وزیر اس حجرہ میں بیٹھا ہو اور اس حجرہ کے گرد اگرد بارہ دروازوں کا رواق ہو اور ہر ہر دروازہ میں اس وزیر کا ایک پیش دست بیٹھا ہو اور سات نقیب سوار باہر سے ان دروازوں کے گرد پھرتے ہوں اور پیش دستوں کو وزیر کے جو احکام آتے ہیں انہیں سنتے ہوں اور چار پیادے ان سات سواروں سے دور کھے ہوں اور ان سواروں کو دیکھ رہے ہوں کہ در دولت سے ان کو کیا حکم آتا ہے اور ان چاروں پیادوں کے ہاتھ میں چار کمندیں ہوں کہ ان میں ڈال کر کسی گروہ کو حکم کے موافق حاضر حضور کریں اور کسی کو دور کریں کسی گروہ کو خلعت دیں کسی کو سزا اور اذیت دیں عرش حجرۂ خاص کے مانند ہے اور وزیر مملکت کے جلوس فرمانے کی جگہ ہے اور وہ ایک بڑا مقرب فرشتہ ہے اور تاروں والا آسمان رواق ہے اور بارہ برج

بارہ دروازہ ہیں اور اس وزیر کے نائب اور فرشتے ہیں ان فرشتوں کا درجہ اس مقرب فرشتے کے درجے سے کم ہے اور ان فرشتوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک کام سپرد ہے اور سات ستارے سات سوار ہیں کہ نقیبوں کی طرح ان دروازوں کے گرد ہمیشہ پھرا کرتے ہیں اور ہر ہر دروازے سے ایک ایک قسم کا حکم انہیں پہنچتا رہتا ہے اور جن کو چار عنصر کہتے ہیں یعنی آگ پانی خاک ہوا چار پیادوں کے مانند ہیں کہ اپنے وطن سے باہر نہیں جاتے اور چار طبیعتیں یعنی گرمی سردی تری خشکی چار کمندیں ان چار پیادوں کے ہاتھ میں ہیں مثلاً جب کسی کا حال بدل جائے یعنی دنیا سے اپنا منہ پھیر لے اور رنج اور درد اس پر غالب ہو جائے اور دنیا کی نعمتیں اسے دل سے بری معلوم ہونے لگیں اور انجام کار کار رنج و فکر اسے گھیرے تو طبیب کہے گا کہ یہ بیمار ہے اور اس بیماری کو مالی خولیا کہتے ہیں حکیموں کا جو شاندہ اس کا علاج ہے طبیعی کہے گا کہ خشکی جب دماغ میں غالب ہو جاتی ہے تب یہ بیماری پیدا ہوتی ہے اور جاڑوں کی ہوا اس کی خشکی کا سبب ہے جب تک فصل بہار نہ آئے گی اور رطوبت ہوا میں نہ آ جائے گی یہ بیمار اچھا نہ ہوگا اور نجومی کہے گا کہ اس شخص کو سودا ہے عطارد کو مریخ سے جب منحوس مشاکلت ہوتی ہے تو سودا پیدا ہوتا ہے جب تک عطارد سعدین کے مقابلہ یا تثلیث پر نہ آئے گا اس شخص کا حال اصلاح نہ پائے گا طبیب اور طبیعی اور نجومی سب سچ کہتے ہیں (۲۱) ﴿ ذالک مبلغھم من العلم ﴾ لیکن یہ بات کہ حضرت ربوبیت سے اس شخص کی سعادت کا حکم ہوا اور دو نقیب تیز آزمودہ کار یعنی عطارد اور مریخ کو اس واسطے بھیجا کہ درگاہ الٰہی کے پیادوں میں سے ایک پیادہ یعنی ہوا خشکی کی کمند مارے اور اس شخص کے دماغ میں خشکی ڈال دے اور دنیا کی لذتوں کی طرف سے اس شخص کا منہ پھیر دے ڈر اور رنج کے کوڑے مار کے قصد اور طلب کی مہار پھیر کر اسے درگاہ الٰہی میں بلائے یہ علم طب میں ہے نہ علم طبیعت و نجوم میں بلکہ یہ گوہر آبدار علم نبوت کے بحر ناپیدا کنار سے نکلتا ہے یعنی یہ بات عالم علوم نبوت

سے معلوم ہوتی ہے جو مملکت کے سب کناروں اور جناب احدیث کے سب عالموں اور نقیبوں اور نوکروں کو محیط ہے اور پہچانتا ہے کہ ہر ایک عامل وغیرہ کسی شغل کے واسطے میں اور کسی کے حکم سے حرکت کرتے ہیں اور خلق کو کہاں بلاتے ہیں اور کہاں سے باز رکھتے ہیں تو ہر ایک نے جو کچھ کہا سچ کہا لیکن پادشاہ مملکت اور تمام سپہ سالاروں کے بھید سے اس نے خبر نہ رکھی حق تعالیٰ اسی طرح بلا بیماری سودا محنت سے خلق کو اپنے حضور بلاتا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ بیماری نہیں ہماری مہربانی کی کمند ہے کہ اپنے دوستوں کو اس کمند کے ذریعے سے اپنے حضور میں ہم بلاتے ہیں (۲۲) ﴿ ان البلاء موکل بالا بناء ثم الا ولیاء ثم الا مثل فا لامثل ﴾ بیمار جان کر ان کو نہ دیکھو کہ یہ میرے خاص بندے ہیں (۲۳) ﴿ مرضت فلم تعدنی ﴾ انہیں کی شان میں آیا ہے آدمی کی پادشاہی جو اس کے بدن کے اندر ہے پہلی مثال سے اس کا حال معلوم ہوا اور آدمی کی پادشاہی جو اس کے بدن کے باہر ہے دوسری مثال سے اس کا حال کھلا اور اس وجہ سے بدن کے باہر کی پہچان بھی خود سے حاصل ہوتی ہے اسی سبب سے معرفت نفس کو ہم نے پہلا عنوان کیا یعنے اسے اول ہی میں بیان کیا۔

فصل:

اے عزیز اب (۲۴) ﴿ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ و اللہ اکبر ﴾ کے معنی تجھ کو پہچاننا چاہیے کہ یہ چھوٹے سے چار کلمے جامع معرفت الٰہی ہیں جب اپنی پاکی اور تنزیہ سے حق تعالیٰ کی پاکی اور تنزیہ تو نے پہچان لی تو سبحان اللہ کے معنی پہچان لیے اور جب اپنی بادشاہی سے خدا تعالیٰ کی بادشاہی مفصل تو نے جان لی کہ سب اسباب اور درمیانی اسی کے تابع ہیں جیسے قلم کاتب کے ہاتھ میں تو الحمدللہ کے معنے جان لیے کہ جب اس کے سوا کوئی نعمت دینے والا نہیں ہے تو حمد اور

شکر اس کے سوا اور کسی کے واسطے نہیں ہوسکتا اور جب تو نے یہ امر معلوم کرلیا کہ احکم الحاکمین کے سوا کوئی خود سر حاکم نہیں ہے تو ﴿ لا الہ الا اللہ ﴾ کے معنی تجھ کو معلوم ہو گئے اب وہ وقت ہے کہ اللہ اکبر کے معنی تو پہچانے اور یہ بات جانے کہ یہ سب جو تو نے پہچانا ہے حق تعالی کی کنہ حقیقت کو نہیں جانا ہے اس واسطے کہ حق تعالی بہت بزرگ اور بڑا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اسباب سے بزرگ تر اور بڑا ہے کہ خلق اسے قیاس سے پہچان سکے یہ معنی نہیں کہ وہ اور دن سے بڑا اور بزرگ ہے کیونکہ اس کے ساتھ اور کوئی چیز خود موجود ہی نہیں کہ وہ اس چیز سے بزرگ اور بڑا ہو اس واسطے کہ سب موجود ذات اسی کے وجود کا نور ہے اور آفتاب کا نور آفتاب سے علاوہ اور کوئی چیز نہیں کہ یہ بات کہہ سکیں کہ آفتاب اپنے نور سے بڑا اور بزرگ ہے بلکہ اللہ اکبر کے معنی یہ ہیں کہ وہ اس امر سے بزرگ ہے کہ عقل کے قیاس سے آدمی اسے پہچان سکے معاذ اللہ حق تعالی کی پادشاہی ہی کیا آدمی کی پادشاہی کے مثل ہوئی جو کہ اسے اپنے بدن پر ہے اور نعوذ باللہ علم و قدرت وغیرہ حق تعالی کے صفات کیا آدمی کی صفتوں کے مانند ہوئے بلکہ یہ تو ایک شائبہ سا ہے کہ تجھے عجز بشریت کی قدر حضرت الٰہیت کا جمال کچھ حاصل ہو جائے اور اس شائبہ کی مثل ایسی ہے جیسے کوئی لڑکا ہم سے پوچھے کہ ریاست اور سلطنت اور پادشاہی کرنے میں کیا مزہ ہوتا ہے اس سے ہم یہی کہیں گے جیسے گیند ڈنڈا کھیلنے میں مزہ ہوتا ہے اس واسطے کہ وہ تو اس مزہ کے سوا اور کوئی مزہ جانتا ہی نہیں اور جو مزہ اسے حاصل ہی نہ ہوگا اس مزہ کو وہ قیاس سے پہچان بھی نہ سکے گا ان اس مزہ کو البتہ پہچانے گا جس کا شائبہ اسے حاصل ہو اور یہ سب کو معلوم ہے کہ سلطنت کی لذت کو گیند ڈنڈا کھیلنے کی لذت سے کچھ نسبت ہی نہیں لیکن بہر حال لذت اور خوشی کا نام دونوں پر صادق آتا ہے تو نام میں ایک مجہ سے کچھ برابر ہیں اسی سبب سے یہ معرفت کا شائبہ لڑکوں کو چاہیے اے عزیز معرفت الٰہی کا جو شائبہ مذکور ہوا اور مثالیں بیان ہوئی ہیں ایسا ہی انہیں بھی جان لے پس حق

تعالیٰ کے سوا حق تعالیٰ کی حقیقت کو تمام و کمال کوئی نہیں جانتا۔

فصل: بندگی اور عبادت انسان کے لئے موجب سعادت ہے

حق سبحانہ تعالیٰ کی معرفت کی تفصیل دراز ہے ایسی کتاب میں ٹھیک بیان نہیں ہوسکتی جس قدر بیان ہو۔ اس قدر اسبات کے واسطے کافی ہے کہ لوگ آ گاہ ہو جائیں اور آدمی کو اپنے مقدور بھر تمام معرفت ڈھونڈ ھنے کا شوق پیدا ہو جائے اس واسطے کہ آدمی کا کمال سعادت اس کی بدولت ہے' بلکہ آدمی کی سعادت کا ذریعہ خدا کی معرفت اور عبادت ہے اور یہ بات کہ آدمی کی سعادت خدا کی معرفت میں ہے اس کی وجہ پہلے ہی بیان ہو چکی ہے۔ لیکن بندگی اور عبادت آدمی کے واسطے موجب سعادت ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آدمی جب مرے گا تو خدا ہی اسے سروکار ہو گا (۲۵) ﴿ الیه المرجع و المصیر ﴾ اور جو شخص کو کسی کے پاس رہنا ہو اس شخص کا موجب سعادت یہی ہے کہ جس پاس رہتا ہے اسے دوست رکھے اور جتنا زیادہ اسے دوست رکھے اتنی ہی اس کی سعادت بڑھے گی اس واسطے کہ محبوب کے دیدار میں بہت لذت اور راحت ہوتی ہے اور حق تعالیٰ کی دوستی آدمی کے دل پر معرفت اور ذکر کی کثرت ہی سے زیادہ ہوتی ہے اس واسطے کہ جو شخص کسی کو دوست رکھتا ہے تو اس کا ذکر زیادہ کرتا ہے اور جب اس کا ذکر زیادہ کرتا ہے تو اس کے دوستوں میں ہو جاتا ہے اس واسطے حق سبحانہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی اور فرمایا ﴿ انا بدل اللازم فالزم بدک ﴾ یعنی میں تیرا سہارا ہوں اور تیرا سروکار مجھی سے ہے ایک دم میرے ذکر سے غافل نہ رہ اور دل پر ذکر جب ہی غالب ہوتا ہے کہ آدمی ہمیشہ عبادتوں میں مشغول رہے اور فراغت سے عبادت اس وقت ہوتی ہے کہ آدمی سے خواہشوں کا رشتہ تعلق ٹوٹ جائے اور خواہشوں کا تعلق جب ہی ٹوٹتا

ہے کہ آدمی گناہوں سے ہاتھ اٹھاوے تو گناہوں سے ہاتھ اٹھانا فراغت دل کا سبب ہے اور عبادت کرنا غلبہ ذکر کا سبب ہے اور یہ دونوں سبب محبت ہیں اور محبت تخم سعادت ہے اور سعادت نجات اور فلاح سے عبارت ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ قد افلح المومنون ﴾ اور فرمایا ہے (۲۶) ﴿ قد افلح من ترکی و ذکر اسم ربہ فصلے ﴾ اور چونکہ سب کام عبادت نہیں ہو سکتے بعض ہو سکتے ہیں بعض نہیں اور سب خواہشوں سے دستبردار ہونا نہ ممکن ہے نہ درست ہے اس واسطے کہ اگر آدمی کھانا نہ کھائے گا تو ہلاک ہو جائے گا اگر جورو سے جماع نہ کرے گا نسل منقطع ہو جائے گی بعض خواہشیں لائق ترک ہیں بعض قابل عمل ہیں تو ایک انداز اور حد چاہے کہ قابل ترک کو لائق عمل سے جدا کر دے اور یہ دو حال سے خالی نہیں یا آدمی اپنی عقل اور خواہش اور تجویز اور اختیار پر چھوڑ دیں اس واسطے کہ خواہش خود اس پر غالب ہوتی ہے راہ حق ہمیشہ اس پر پوشیدہ رکھتی ہے اور جس چیز سے آدمی کی مراد بر آتی ہے وہ چیز خواہش کے سبب اسے اچھی نظر آتی ہے تو چاہئے کہ خود مختار نہ کیا جائے بلکہ دوسرے کافر مانبردار کیا جائے اور ہر ایک اس قابل نہیں کہ اس کی فرمانبرداری کی جائے بلکہ اس واسطے بڑا درویش چاہیے وہ انبیا علیہ السلام ہیں تو خواہ مخواہ شریعت کی اتباع اور اس کی حدوں اور حکموں کو لازم پکڑنا ضرور سعادت کی راہ ہوگا اور بندگی کے یہی معنی ہیں اور جو کوئی شریعت کی حدوں سے گذر جائے گا اپنے ہاتھوں ہلاکت کے خوف میں پڑے گا اسی سبب سے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے (۲۷) ﴿ ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ. ﴾

فصل: حق تعالیٰ کے حدود و احکام سے نافرمانی کی وجوہات

غیر مباح کو مباح جاننے والے جو حق تعالیٰ کی حدوں اور حکموں سے دست

بردار ہو گئے ان کی غلطی اور نادانی سات وجہ سے ہوتی ہے پہلی وجہ اس فرقہ کی نادانی کی ہے جو خدا تعالیٰ کا ایمان ہی نہیں رکھتا کہ اس بیچوں کو وہم وخیال کے خزانہ میں چگونگی کے ساتھ ڈھونڈھا جب نہ پایا تو اس کی خدائی سے انکار کیا اور کاموں کو طبیعت اور تاروں پر حوالہ کیا اور سمجھے کہ آدمی اور حیوانات اور یہ عالم عجیب اس حکمت اور ترتیب کے ساتھ خود بخود پیدا ہوئے ہیں یا آپ سے آپ ہمیشہ سے ہیں یا یہ سب طبیعت کا کام ہے جب علم طبیعی کا عالم آپ سے خود بیخبر ہے تو اور چیز کو کیا پہچانے گا اور ان کی مثل ایسی ہے جیسے کوئی شخص اچھا سا خط دیکھے اور سمجھے کہ یہ آپ سے آپ پیدا ہوا ہے کاتب کے علم اور قدرت اور ارادہ کو اس میں کچھ دخل نہیں ہے یا یہ خط ہمیشہ یوں ہی لکھا ہوا تھا اور جس کا اندھا پن اس قدر ہو وہ بدبختی اور گمراہی کی راہ سے کبھی نہ پھرے گا اور نجومی اور طبیعی کی غلطی پہلے ہی بیان ہو چکی ہے دوسری وجہ اس گروہ کے جہل اور نادانی کی ہے جو آخرت کا معتقد نہ ہوا کیونکہ وہ لوگ یہ سمجھے کہ آدمی گھاس پات کے مثل یا اور حیوانوں کے مانند ہے جب مر جائے گا نیست ہو جائے گا اس پر نہ عتاب ہے نہ اس کا حساب اس پر نہ عذاب ہے نہ اس کو ثواب اور اپنے نفس کو نہ جاننا اس جہل کا سبب ہے کہ خود کو آپ جانتا ہے کہ گدھا بیل یا گھاس ہے اور وہ روح جو آدمی کی حقیقت ہے اسے نہیں پہچانتا ہے کہ وہ ہمیشہ رہے گی ہرگز کبھی نہ مرے گی لیکن اس کا ڈھانچا اس سے پھیر لیں گے اور اسی کو موت کہتے ہیں موت کی حقیقت چوتھے عنوان میں کہی جائے گی تیسری وجہ ان لڑکوں کے جہل اور نادانی کی ہے جو جناب احدیت اور قیامت کا ایمان تو رکھتے ہیں مگر ضعیف اور شریعت کے معنی نہیں پہچانتے اور کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کو ہماری عبادت کی کیا حاجت ہے اور ہمارے گناہ سے کیا رنج اور اذیت ہے کہ وہ بادشاہ ہے اور ہماری عبادت سے بے پروا ہے اس کے نزدیک عبادت اور گناہ سب برابر ہے یہ جاہل قرآن شریف میں نہیں دیکھتے کہ حق تعالیٰ ایک بار ارشاد فرماتا ہے (۲۸) ﴿ ومن تزکی

فانما یترکی لنفسه﴾ اور(۲۹)﴿ من جاهد فانما یجاهد لنفسه﴾ اور (۳۰)﴿ من عمل صالحا فلنفسه﴾ یہ بد بخت شریعت سے جاہل ہے یہ جانتا ہے کہ شریعت یہ ہے کہ خدا کے واسطے کام کرنا چاہئے اپنے واسطے نہیں اور یہ ایسا امر ہے کہ کوئی بیمار پرہیز نہ کرے اور کہے کہ طبیب کو اس سے کیا کہ میں اس کا حکم مانوں یا نہ مانوں اس کا یہ کہنا تو سچ ہے لیکن وہ ہلاک ہو جائے گا طبیب کی حاجت کی وجہ سے نہ ہلاک ہوگا لیکن اس باعث سے ہلاک ہو جائے گا کہ پرہیز نہ کرنے میں اس کی ہلاکت ہے طبیب نے تو اسے صحت کی راہ بتائی کہ پرہیز کرے اس نے نہ کیا تو راہ بتانے والے کا کیا نقصان لیکن وہ خود ہلاک ہو جائے گا جیسے بدن کی بیماری اس جہاں میں ہلاکت کا باعث ہے دل کی بیماری اس جہاں میں شقاوت کا سبب ہے اور جیسا دوا اور پرہیز بدن کی صحت اور سلامتی کا سبب ہے عبادت اور معرفت اور گناہوں سے پرہیز دل کی سلامتی کا باعث ہے(۳۱)﴿ ولاینجو الامن اتی الله بقلب سلیم ﴾ چوتھی وجہ ان لوگوں کے جہل اور نادانی کی ہے جو اور وجہ سے شریعت سے بے خبر ہو کر کہتے ہیں کہ شرع حکم فرماتی ہے کہ خواہش غصہ ریا سے دل کو پاک کرو اور یہ امر ممکن نہیں اس واسطے کہ خدا تعالی نے آدمی کو ان ہی چیزوں سے پیدا کیا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص چاہے کہ سیاہ کو سفید کرے تو اس حکم کی تعمیل کرنا محال ہے اور یہ احمق یہ نہیں سمجھتے کہ شرع نے یہ حکم نہیں فرمایا ہے کہ غصہ وغیرہ کو دور کرو بلکہ یہ حکم کیا ہے کہ انہیں ادب سکھاؤ اور اس طرح دبائے رکھو کہ شرع اور عقل پر غالب نہ ہو جائیں اور سرکشی نہ کرنے پائیں اور شرع کی حدیں نگاہ رکھیں اور گناہ کبیرہ سے دور رہیں تا کہ غفور رحیم ان کے گناہ صغیرہ بخش دے اور یہ بات ممکن ہے بہت لوگ اس درجہ پر پہنچے ہیں اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا نہیں فرمایا ہے کہ غصہ نہ چاہئے اور طیش نہ چاہئے حالانکہ آپ کے نوکل تھے اور فرمایا میں تمہاری طرح کا آدمی ہوں ﴿ اغضب کما یغضب البشر﴾ یعنی

آدمی کی طرح مجھے غصہ آتا ہے اور حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ والکاظمین الغیظ ﴾ یعنی اس شخص کی تعریف کی ہے جو غصہ کو ہضم کر جائے اس کی تعریف نہیں کی جس کو غصہ ہووے ہی نہ پانچویں وجہ ان لوگوں کے جہل اور نادانی کی ہے جو حق تعالیٰ کی صفتوں سے بے خبر ہو کر کہتے ہیں کہ خدا کریم اور رحیم ہے جس حال پر ہوں گے ہم پر رحم ہی فرمائے گا اور یہ نہیں جانتے کہ جس طرح وہ کریم ہے شدید العقاب بھی ہے اور یہ نہیں کہتے کہ باوصفیکہ رحیم و کریم ہے مگر اس جہاں میں اکثر خلق کو بلا بیماری بھوک میں رکھتا ہے اور یہ نہیں دیکھتے کہ جب تک لوگ کھیتی اور سوداگری نہیں کرتے مال ہاتھ نہیں آتا اور جب تک محنت نہیں کرتے علم نہیں سیکھتے اور دنیا کی تلاش میں وہ لوگ ہرگز کچھ قصور نہیں کرتے اور یہ نہیں کہتے کہ خدا کریم و رحیم ہے بے کھیتی اور سوداگری کئے آپ روزی دیتا ہے باوصفیکہ حق تعالیٰ رزق کا ضامن ہے اور اس نے فرمایا ہے (۳۲) ﴿ وما من دآبتہ فی الارض الا علی اللہ رزقھا ﴾ اور آخرت کا کام حق تعالیٰ نے عمل پر حوالہ کیا ہے اور فرمایا ہے (۳۳) ﴿ وان لیس للانسان الاما سعی ﴾ چونکہ لوگ اس کے کرم کا ایمان نہیں رکھتے اور رزق ڈھونڈھنے سے ہاتھ نہیں اٹھاتے لہٰذا آخرت کے بارے میں جو کچھ کہتے ہیں فقط زبانی ہے اور نصیحت شیطانی ہے۔ کچھ اصل نہیں رکھتا چھٹی وجہ ان لوگوں کی جہالت اور نادانی کی ہے جو اپنے اوپر غرور کر کے کہتے ہیں کہ ہم ایسے درجے پر پہنچے ہیں کہ گناہ ہمارا کچھ نقصان نہیں کر سکتا اور کہتے ہیں کہ ہمارا دین قلتیں ہے کہ نجاست گناہ سے ناپاک ہی نہیں ہوتا اور اکثر یہ احمق ایسے کم ظرف ہوتے ہیں کہ اگر کوئی شخص بے ادبی کی ایک بات ان سے کرے اور ان کا غرور اور ریا توڑے تو تمام عمر یہ اس کی دشمنی میں رہتے ہیں اور ایک نوالہ جس کا لالچ کرتے ہوں اگر ان کو نہ ملے تو تمام جہاں ان کی آنکھوں میں تنگ و تاریک ہو جاتا ہے یہ احمق ہنوز مروی اور انسانیت میں قلتیں یعنی عالی ظرف نہیں ہوئے ہیں کہ ایسی چیزوں سے باک نہ

رکھیں یہ دعویٰ باطل کہ ہم عالی درجہ ہیں گناہ ہمیں کچھ مضر نہیں ان احمقوں کو کب سزا وار ہے اگر مثلاً کوئی شخص ایسا بھی ہو کہ دشمنی غصہ خواہش ریا اس کے پاس بھی نہ آئے تو اس کا بھی یہ دعویٰ کرنا محض تکبر ہے اس واسطے کہ اس کا درجہ انبیاء علیہم السلام کے درجہ سے نہ بڑھ جائے گا انبیاء تو اپنی چوک اور لغزش سے روتے اور توبہ کرتے تھے بڑے بڑے صحابہ چھوٹے چھوٹے گناہوں سے پرہیز کرتے تھے بلکہ شبہہ کے خوف سے حلال چیزوں سے بھی بھاگتے تھے اس احمق نے کاہے سے جانا کہ شیطان کے مکر میں یہ نہیں پھنسا ہے اور کیونکر پہچانا کہ اس کا درجہ انبیاء اور صحابہ کے مرتبے سے بڑھا ہے اگر یہ احمق کہے کہ پیغمبر بھی ایسے ہی تھے کہ گناہ ان کو کچھ ضرر نہ کرتا تھا لیکن نالہ وزاری اور توبہ فقط خلق کی تعلیم اور فائدے کے واسطے کرتے تھے تو یہ بھی خلق کے واسطے کیوں نہیں کر دیکھتا ہے کہ جو کوئی اس کا قول و فعل دیکھتا ہے وہ بھی تباہ اور خراب ہوتا ہے اور اگر کہے کہ خلق کے تباہ ہونے سے میرا کیا نقصان ہے تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی کیا نقصان تھا اگر نقصان نہ تھا تو آنحضرت خود کو تقوی اور پرہیز گاری کی محنت میں کیوں رکھتے تھے آنحضرت نے ایک صدقہ کا خرما منہ سے نکال کر پھینک دیا اگر کھا لیتے تو اس سے خلق کا کیا نقصان ہوتا اس کا کھانا سب کو درست ہو جاتا اور اگر اس خرمے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کچھ نقصان تھا تو ان احمقوں کو شراب کے قدحوں سے کیوں نقصان نہیں آخر اس احمق کا درجہ رسول مقبول صلعم کے درجے سے زیادہ اور بڑھ کر نہیں ہے اور شراب کے سو قدحوں کا درجہ ایک خرمے سے زیادہ ہے تو یہ احمق خود کو گویا دریا جانتا ہے کہ شراب کے سو قدحے اس کو نہ بگاڑیں گے۔ اور معاذ اللہ رسول اعظم صلعم کو گویا پانی کا چھوٹا سا برتن سمجھتا ہے کہ ایک خرما اس کو بگاڑ دیتا ایسا وقت ہے کہ شیطان اس احمق کی مونچھیں مروڑے اور جہاں کے بیوقوف اس احمق کو مسخرا بنائیں اس واسطے کہ عقلمندوں کو اس کی بات کرنے میں دریغ و انکار ہے اور اس کی ہنسی کرنے میں ننگ و عار ہے

بزرگان دین وہ لوگ ہیں جو یہ بات جانتے ہیں کہ جس نے خواہش کو اپنا اسیر اور زیر دست نہ کیا وہ کچھ آدمی نہیں ہے بلکہ جانور ہے تو جاننا چاہئے کہ آدمی کا نفس مکار اور دغاباز ہے اور سب دعوے جھوٹے کرتا ہے اور ڈینگ ہانکتا ہے کہ میں زبردست ہوں پس چاہئے کہ آدمی نفس سے اس کے دعوے پر دلیل طلب کرے اور اس کے سچے ہونے پر سوا اس کے کہ اپنے حکم میں نہ ہو بلکہ شرع کے حکم میں ہو اور کوئی دلیل نہیں ہے اگر شرع کی اطاعت میں ہمیشہ خوشی سے مستعد رہے تو سچا ہے اور اگر حکم شرع میں رخصت تاویل حیلہ ڈھونڈھے تو وہ شیطان کا بندہ ہے اور ولایت کا دعویٰ کرتا ہے اور آخر دم تک اس سے اس دلیل کا خواستگار رہنا چاہئے ورنہ مغرور اور دنیا پر فریفتہ ہو کر ہلاک ہو جائے گا اور آدمی یہ نہیں جانتا کہ متابعت شرع میں نفس کا ہمہ تن مصروف ہونا مسلمانی ہونا مسلمانی کا پہلا درجہ ہے' ساتویں وجہ غفلت اور خواہش کی بدولت پیدا ہوتی ہے۔ جہالت اور نادانی سے نہیں پیدا ہوتی اور یہ غیر مباح کو مباح ٹھہرانے والا وہ فرقہ ہے جس نے ان سب وجہوں میں سے جن کا ذکر ابھی اوپر گذرا ہے کچھ نہ سنا ہو لیکن کسی گروہ کو دیکھا کہ اباحت کی راہ چلتے ہیں اور فساد ڈالتے ہیں چکنی چکنی باتیں بناتے ہیں اور صوفیوں کا لباس پہن کر تصوف اور ولایت کا دعویٰ کرتے ہیں اس فرقہ کو بھی یہ طریقہ خوش آتا ہے اس واسطے کہ اس کی طبیعت میں لغویت اور خواہش غالب ہوتی ہے وہ فساد کرنے کی اس کو اجازت دیتی ہے اور وہ یہ نہیں جانتا کہ اس فساد کے سبب سے مجھ پر عذاب ہوگا تاکہ فساد اس پر تلخ اور شاق ہو جائے بلکہ کہتا ہے کہ یہ امر فساد نہیں اس کو فساد کہنا تہمت اور حدیث ہی یعنی نئی بات ہے اور وہ تہمت اور حدیث کے معنی تک نہیں جانتا ایسا آدمی غافل اور شہوت پرست ہوتا ہے اور شیطان اس پر مسلط ہوتا ہے ایسا آدمی سمجھانے سے درست نہیں ہوتا کہ اس کو بات سے شبہہ نہیں پڑا ہے اور یہ گروہ اکثر ان لوگوں میں سے ہے جن کی شان میں حق تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا ہے (۳۴) ﴿ انا جعلنا

علی قلوبھم اکنتہ ان یفقھوہ و فی اذانھم و قرا ﴾ اور (۳۵) ﴿وان تدعھم الی الھدی فلن یھتد وا اذا ابدا﴾ ان لوگوں کے ساتھ زبان شمشیر سے بات کرنا چاہئے نہ حجت اور تقریر سے اور اس عنوان میں نصیحت کی تفصیل اور ہر چیز کے مباح ٹھہرانے والوں کی غلطی کے بیان میں اسی قدر کفایت کرتا ہے جو بیان کیا گیا کہ اس غلطی اور گمراہی کا سبب یا یہ ہے کہ اس نے اپنے نفس کو نہیں پہچانا یا یہ ہے کہ خدا کو نہیں پہچانا یا یہ ہے کہ شریعت کو نہیں دریافت کیا اور جب آدمی کی نادانی ایسے کام میں ہو جو اس کی طبیعت کے موافق ہے تو اس گمراہی کا زائل ہونا دشوار ہوتا ہے اسی سبب سے لوگ کچھ شک وشبہہ نہیں کرتے ہیں اور بے تکلف راہ اباحت میں قدم دھرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم متحیر ہیں اگر ان سے پوچھئے کہ تم کس چیز میں متحیر ہو تو جواب نہیں دے سکتے اس واسطے کہ ان کو مطلب ہے نہ شبہہ ان لوگوں کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص طبیب سے کہے کہ مجھ کو بیماری کا خلل ہے اور بیماری نہ بتائے تو جب تک اس کی بیماری نہ جانے گا طبیب اس کا علاج نہ کر سکے گا ایسے آدمی کا یہی جواب ہے کہ جس چیز میں تیرا جی چاہے متحیر رہ لیکن اس بات میں شک نہ کر کہ تو بندہ ہے اور تیرا خالق قادر اور عالم ہے جو چاہتا ہے کر سکتا ہے اور یہ بات اس کو دلیل سے سمجھنا چاہئے جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے۔

حاشیہ ☆☆☆.....☆☆☆

۱ تو پہچان اپنے نفس کو تو پہچانے گا تو اپنے رب کو۔

۲ آثار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال

۳ اخبار احادیث نبوی

۴ جس نے اپنے نفس کو پہچانا بیشک اس نے اپنے رب کو پہچانا۔

۵ کبھی ہوا ہے آدمی پر ایک وقت زمانہ میں جو نہ تھا وہ کوئی چیز جو تکرار میں آتی ہم نے بنایا آدمی کو ایک بوند پانی کے لچھے سے پلٹتے رہے اس کو پھر کر دیا اس کو دیکھتا سنتا۔

۶ سبقت لے گئی ہے میری رحمت میرے غضب پر

۷ بیشک اللہ نے پیدا کیا ہے آدم کو اپنی صورت پر

۸ اور اللہ بڑا جاننے والا ہے۔

۹ یعنی یہ عالم جو آسمان کے نیچے ہے۔

۱۰ اس عالم کی اصلیں

۱۱ چار عناصر سے بنی ہوئی چیزیں۔

۱۲ پھر حق تعالیٰ سیدھا ہوا عرش پر تدبیر کرتا ہے کاموں کی۔

۱۳ البتہ اللہ نے پیدا کیا آدم کو اپنی صورت پر

۱۴ پس بیشک اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا آدم کو اپنی صورت پر پس اگر پہچان لے تو اپنے نفس کو اے انسان پہچان لے گا تو اپنے رب کو۔

۱۵ اور اسی طرح ہم نے دکھائی ابراہیم علیہ السلام کو پادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔

۱۶ تحقیق کہ میں نے متوجہ کیا اپنے منہ کو ایسے کی طرف جس نے بنایا آسمانوں اور زمین کو

۱۷ بیشک اللہ کے واسطے ستر ہزار پردے ہیں نور کے اگر اٹھائے ان پردوں کو ہر آئینہ جلاویں تجلیاں اس کے رخ کی ان سب کو جن کی نظر ان پر پڑے۔

۱۸ اور سورج اور چاند اندازہ ہیں اور چاند اور تارے اس کے حکم کے مطیع ہیں۔

۱۹ پروردگار ہے میرا۔

۲۰ میں نہیں دوست رکھتا ہوں نیچے جھکنے والوں کو

۲۱ یہ ان کی نہایت کا مرتبہ ہے علم کی رو سے۔

۲۲ بیشک بلا مقرر کی گئی ہے انبیاء پر پھر اولیاء پر پھر بزرگ تر پھر بزرگ تر پھر بزرگ تر پر

۲۳ میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہ کی۔

۲۴ پاک ہے اللہ اور سب تعریف اللہ کے واسطے ہے اور کوئی معبود نہیں مگر اللہ اور اللہ بہت بڑا ہے۔

۲۵ اسی کی طرف رجوع اور بازگشت ہے۔

۲۶ بیشک اسے نجات پائی جس نے خود کو پاک کیا اور یاد کیا اپنے پروردگار کا

نام پھر نماز پڑھی۔

۲۷ جو اللہ کی حدوں سے بڑھ گیا اس نے اپنے اوپر ظلم کیا۔

۲۸ اور جس نے خود کو پاک کیا اس نے خود کو پاک نہیں کیا مگر اپنی ذات کے واسطے۔

۲۹ جس نے کوشش کی اس نے کوشش نہیں کی مگر اپنی ذات کے واسطے

۳۰ اور جس نے نیک کام کئے تو اپنی ذات کے واسطے۔

۳۱ اور کوئی نجات نہ پائے گا مگر وہ شخص جو خدا کے پاس گناہوں سے دل سلامت لائے گا۔

۳۲ اور نہیں ہے کوئی چلنے والا زمین پر مگر خدا ہی کے ذمہ اس کا رزق ہے۔

۳۳ اور نہیں ہے آدمی کے لئے مگر جو اس نے محنت کی۔

۳۴ بیشک ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں کہ وہ اس کو نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ ہے۔

۳۵ اور اگر اے محمد تو انہیں ہدایت کی طرف بلائے تو وہ اس وقت ہدایت نہ پائیں کبھی۔

تیسرا عنوان

معرفت دنیا کا بیان

اے عزیز از جان اس بات کو جان کہ دنیا راہ دین کی منزلوں میں سے ایک منزل اور اللہ کی درگاہ کے مسافروں کا راستہ ہے اور مسافروں کے زاد راہ لینے کے واسطے صحرائے معرفت کے کنارے ایک بازار آراستہ ہے دنیا اور آخرت دو حالتوں سے عبارت ہے جو حالت موت سے پہلے اور آدمی سے بہت نزدیک ہے اسے دنیا کہتے ہیں اور جو حالت موت کے بعد ہے اس کو آخرت کہتے ہیں اور دنیا سے زاد آخرت مقصود ہے اس واسطے کہ خالق نے آدمی کو ابتدائے خلقت میں سادہ اور ناقص پیدا کیا ہے لیکن اس قابل ہے کہ ایسا کمال حاصل کرے اور ملکوت کی صورت کو اپنا نقش

دل ایسا بنائے کہ درگاہ الٰہی کے قابل ہو جائے یعنی وہاں باریاب ہو اور مشغول نظارۂ حضرت رب الارباب ہو اور یہی امر اس کی بہشت اور اس کی سعادت کا منہا ہے اور خالق نے اسے اس واسطے پیدا کیا ہے اور جب تک اس کی آنکھ نہ کھلے گی اور اس جمال لازوال کو نہ پہچان لے گا نظارہ کیا کر سکے گا اور پہچان معرفت سے حاصل ہوتی ہے اور خدا کی عجیب عجیب صنعتوں کی پہچان جمال حضرت الٰہی کی معرفت کی کنجی ہے اور آدمی کے حواس ان صنعتوں کی معرفت کی کنجی ہیں اور بغیر اس ڈھانچے کے جو پانی مٹی سے بنا ہے حواس ممکن نہ تھے اس وجہ سے آدمی اس خاک پانی کے عالم میں آ پڑا کہ اس سے توشہ لے لے اور اپنے نفس کی معرفت اور تمام جہاں حواس سے معلوم ہوتا ہے اس کی معرفت کی کنجی سے حق تعالیٰ کی معرفت حاصل کر لے جب تک یہ حواس آدمی کے ساتھ رہتے ہیں اور مخبری کرتے ہیں تو لوگ کہتے ہیں کہ آدمی دنیا میں ہے اور جب یہ حواس رخصت ہوتے ہیں اور وہ آپ اور اس کی ذاتی صفتیں فقط رہ جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ آخرت کو روانہ ہوا تو دنیا میں آدمی کے رہنے کا سبب یہی ہے جو بیان ہوا۔

فصل: دنیا میں انسان کو دو چیزوں کی حاجت ہے

آدمی کو دنیا میں دو چیزوں کی حاجت ہے ایک یہ دل کو ہلاکت کے سببوں سے بچائے اور دل کی غذا حاصل کرے دوسرے یہ کہ بدن کو ہلاک کرنے والی چیزوں سے محفوظ رکھے اور اس کی غذا حاصل کرے اور دل کی غذا تو خدا کی معرفت اور محبت ہے اس واسطے کہ ہر چیز کی غذا وہی ہے جو اس کی طبیعت کی خواہش کے موافق اور اس کی خاصیت ہے اور آدمی کی خاصیت کا بیان پہلے ہو چکا ہے اور حق تعالیٰ کے سوا اور کسی چیز کی محبت میں ڈوبا رہنا آدمی کے دل کی ہلاکت کا سبب ہے اور بدن کی کمالت اور خبر گیری دل ہی کے واسطے چاہئے کہ بدن فنا ہو جائے گا اور دل باقی رہے گا اور دل کے واسطے بدن اس طرح ہے جیسے کعبہ کی راہ میں حاجی کے واسطے

اونٹ ہوتا ہے حاجی اونٹ کے واسطے نہیں ہوتا جب تک کعبہ میں نہ پہنچے اور اونٹ سے بیفکر اور بے پروا نہ ہو جائے تب تک حاجی کو چارے اور پوشش سے اونٹ کی کفالت اور خبر گیری ضروری ہے لیکن کفالت بقدر ضرورت چاہئے اگر حاجی دن رات اونٹ کو چارہ دینے اور آراستہ کرنے کو ٹھہرا رہے گا اور اس کی خبر گیری کیا کرے گا تو قافلے سے پیچھے رہ جائے گا اور ہلاک ہوگا اس طرح آدمی اگر دن رات بدن کی خبر لیا کرے گا یعنی اس کی غذا مہیا کرے گا اور اسے ہلاکت کے سببوں سے بچایا کرے گا تو اپنی سعادت سے محروم رہے گا اور بدن کو دنیا میں فقط ان تین چیزوں کی احتیاج ہی کھانے کی پینے کی گھر کی کھانا غذا ہے پہننا لباس ہے گھر وہ ہے کہ گرمی سردی اور ہلاکت کے اسباب سے اس کو محفوظ رکھے تو آدمی کو دنیا میں بدن کے واسطے ان کے سوا اور کچھ ضرورت نہیں بلکہ یہی تین چیزیں خود دنیا کی اصل ہیں دل کی غذا معرفت ہے جتنی زیادہ ہو بہتر ہے اور بدن کی غذا کھانا ہے اگر حد سے زیادہ ہو تو ہلاکت کا باعث ہوتا ہے لیکن حق تعالی نے خواہش کو آدمی پر متعین کر دیا ہے کہ کھانے کپڑے گھر کا تقاضا کرے تا کہ بدن جو اس کی سواری ہے وہ ہلاک نہ ہو جائے اور اس خواہش کی ایسی خلقت ہے کہ ایک حد پر نہیں ٹھہرتی اور زیادہ طلبی کرتی ہے خدا نے عقل کو اس واسطے پیدا کیا ہے کہ خواہش کو اپنی حد پر رکھے اور پیغمبروں کی زبانی شریعت اس لئے مقرر فرمائی ہے کہ خواہش کی حد ظاہر کر دیں لیکن چونکہ خواہش کی حاجت تھی تو خدا نے اس کو لڑکپن ہی میں پیدا کیا اس کے بعد عقل کو پیدا کیا تو خواہش نے پہلے ہی سے جگہ پکڑ لی اور غالب ہو گئی اور عقل و شرع جو بعد میں پیدا ہوئی ہیں ان سے سرکشی کرتی ہے کہ آدمی کو ہمہ تن خورد و پوش اور مسکن کی تلاش میں مشغول کرے اس سبب سے آدمی خود کو بھول جاتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ یہ خورد و پوش اور مسکن کس واسطے چاہئے اور خود دنیا میں کیوں آیا ہے اور دل کی غذا جو زاد آخرت ہے اسے بھول جاتا ہے اے عزیز ان سب باتوں سے دنیا کی حقیقت اور آفت اور

حاجت تو نے جانی ہے اب چاہئے کہ دنیا کی شاخوں کو پہچان اور دنیا میں جو شغل چاہئے اسے جان۔

فصل: دنیا تین چیزوں سے عبارت ہے

اے عزیز اس بات کو جان کہ اگر دنیا کی تفصیل میں تو غور کرے گا تو تجھ کو معلوم ہوگا کہ دنیا تین چیزوں سے عبارت ہے ایک ان چیزوں کی ذاتیں جو زمین پر پیدا ہوئی ہیں یعنی نباتات، معدنیات، حیوانات کیونکہ اصل زمین مسکن اور منفعت اور زراعت کے واسطے چاہئے اور معدنیات مثلاً تانبا پیتل، لوہا اوزار کے واسطے ہے اور حیوانات سواری اور کھانے کے واسطے آدمی اپنے دل اور بدن کو ان چیزوں سے مشغول رکھتا ہے دل کو تو ان چیزوں کی خواہش اور محبت میں اور ہاتھ پاؤں کو ان کی درستی اور کارسازی میں لگائے رکھتا ہے اور دل کو ان چیزوں کے ساتھ اٹکانے سے دل میں ایسی صفتیں ظاہر ہوتی ہیں جو ہلاکت کی باعث ہوں جیسے حرص بخل عداوت وغیرہ اور ہاتھ پاؤں کو ان چیزوں میں لگانے سے دل بھی ان چیزوں سے اٹک جاتا ہے اور خود کو بھول کر دنیا کے کاموں میں ہمت باندھتا ہے اور جس طرح اصل دنیا میں تین چیزیں ہیں خورد پوش اور مسکن اسی طرح جن صنعتوں اور شغلوں کی آدمی کو ضرورت ہے وہ بھی تین ہی ہیں سنار کی صنعت جولاہے کی صنعت، تھوئی کی صنعت لیکن ان میں سے ہر ایک کی شاخیں ہیں کوئی تو اسباب مہیا کرتا ہے۔ جیسے دھنیا اور سوت کاتنے والا جولاہے کا اسباب مہیا کرتا ہے اور کوئی ان کے کام کو تمام کرتا ہے جیسے درزی کہ جولاہے کے کام کو تمام کرتا ہے اور ان سب کو لکڑی لوہے چمڑے وغیرہ کے اوزاروں کی احتیاج پڑی تو لوہار بڑھئی چکوا پیدا ہوا اور ہر ایک کو دوسرے سے مدد لینے کی احتیاج پڑی اس واسطے کہ ہر ایک اپنا تمام کام آپ نہیں کرسکتا تو سب دنیا میں جمع ہو گئے کہ درزی جولاہے اور لوہار کا کام کرتا ہے اور لوہار دونوں کا کام انجام کرتا ہے اسی طرح ہر ایک دوسرے کا کام کرتا ہے تو ان سب میں معاملہ ہوا اس کے

سبب سے عداوتیں پیدا ہوئیں اور ہر ایک اپنا حق دوسرے کو دینے پر نہ راضی ہوا اور دوسرے کے درپے ہوا تو اور تین چیزوں کی حاجت ہوئی ایک سیاست اور سلطنت' دوسرے قضا اور حکومت' تیسرے علم فقہ کہ اس کے سبب سے خلق میں سلطنت اور سیاست کرنے کے قواعد لوگ جانیں اور یہ ہر ایک اگرچہ پیشہ وروں کی طرح ہاتھ سے علاقہ نہیں رکھتا لیکن پیشہ ہے اس وجہ سے دنیا کے شغل بہت ہو گئے اور آپس میں الجھ گئے اور خلق نے خود کو ان میں گم کر دیا اور یہ نہ سمجھے کہ ان سب کی اصل فقط تین ہی چیزیں یعنی خورد و پوش اور مسکن ہیں یہ تمام دنیا کے شغل ان ہی تینوں چیزوں کے واسطے ہیں اور یہ تینوں چیزیں بدن کے واسطے ہیں اور بدن دل کے واسطے تا کہ دل کی سواری ہو اور دل حق تعالیٰ کے واسطے ہے پس خود کو اور خدا کو لوگ بھول گئے جیسے حاجی کہ خود کو اور کعبہ کو اور سفر کو بھول جائے اور اونٹ کی خبر گیری میں اپنی تمام اوقات ضائع کرے۔

اے عزیز دنیا اور دنیا کی حقیقت یہی ہے جو بیان ہوئی جو کوئی دنیا میں سر پر پاؤں رکھ کر آمادۂ سفر نہ رہے اور آخرت پر جس شخص کی ہمہ تن نظر نہ رہے اور جو کوئی احتیاج سے زیادہ دنیا کے شغل اختیار کرے اس نے دنیا کو نہیں پہچانا اور اس جہل اور نادانی کا سبب یہ ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دنیا ہاروت ماروت سے زیادہ جادوگر ہے اس سے حذر کرو جب دنیا کا اتنا بڑا جادو ہے تو اس کے مکر و فریب جاننا اور مثال دینے سے اس کا کام خلق پر ظاہر کرنا واجب ہوا اب اس کی مثال سننے کا وقت ہے۔

فصل: دنیا بڑی جادوگر ہے

پہلی مثال اے عزیز اس بات کو جان اور اس نکتہ کو پہچان کہ دنیا کا پہلا جادو یہ ہے کہ وہ خود کو اور تجھ کو ایسا دکھاتی ہے کہ تو سمجھے کہ وہ تیرے ساتھ ٹھہری ہوئی ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے وہ تو ہمیشہ تجھ سے گریزاں ہے لیکن آہستہ آہستہ اور ذرا ذرا ہٹتی

ہے اس کی یہ مثال ہے کہ اس کا سایہ کا سا حال ہے سایہ کو جب دیکھئے تو ٹھہرا نظر آتا ہے لیکن ہمیشہ کھسکتا جاتا ہے اور تجھ کو معلوم ہے کہ تیری عمر ہمیشہ رواں ہے آہستہ آہستہ ہر دم کم ہوتی جاتی ہے وہی دنیا ہے کہ تجھ سے گذرتی ہے اور تجھے رخصت کرتی ہے اور تجھ کو کچھ خبر نہیں دوسری مثال دنیا کا دوسرا جادو یہ ہے کہ خود کو یہاں تک تجھے تیرا دوست دکھاتی ہے کہ تجھ کو اپنا عاشق بناتی ہے اور تجھ سے ظاہر کرتی ہے کہ تیرے ساتھ وفا کرے گی اور کسی کے پاس نہ جائے گی اور دفعتہً تجھے چھوڑ کر تیرے دشمن پاس چلی جاتی ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ وہ گویا آوارہ اور مفسد رنڈی ہے مردوں کو لبھاتی ہے کہ اپنا عاشق بناتی ہے تب اپنے گھر لے جاتی ہے اور موت کا مزہ چکھاتی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مکاشفہ میں دنیا کو بڑھیا عورت کی صورت پر دیکھا پوچھا کہ تو نے کتنے خاوند کئے کہا کہ اس کثرت سے کہ گنتی میں نہیں آسکتے پوچھا مر گئے یا طلاق دی کہا نہیں میں نے سبھوں کو مار ڈالا حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ ان احمقوں سے تعجب ہے کہ دیکھتے ہیں کہ اوروں کے ساتھ تو نے کیا کیا اور پھر تیری رغبت کرتے ہیں عبرت نہیں کرتے (۱) ﴿اللھم اعصمنا من سحرھا﴾ تیسری مثال دنیا کے سحر کی یہ ہے کہ اپنی ظاہری صورت آراستہ رکھتی ہے اور اس میں جو بلا اور محنت ہے اس کو پوشیدہ رکھتی ہے کہ نادان اس کا ظاہر دیکھ کر فریفتہ ہو جائے اس بڑھیا عورت کی سی اس کی مثال ہے جو کہ اپنا منہ تو چھپائے اور لباس فاخرہ سے آراستہ ہو جائے زیور بیش بہا سے پیراستہ ہو جائے کہ جو کوئی دور سے اسے دیکھتا ہے عاشق زار ہو جاتا ہے اور جب اس کے منہ سے نقاب ہٹاتا ہے ذلیل ہو کر اس کی صورت سے بیزار ہو جاتا ہے حدیث شریف میں آیا ہے یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن دنیا کو زشت رو بڑھیا کی صورت پر فرشتے لائیں گے اس کی آنکھیں سبز ہوں گی بڑے بڑے دانت منہ کے باہر نظر آئیں گے خلق جب اسے دیکھے گی کہے گی نعوذ باللہ یہ زشت و زبوں رسوا کون ہے فرشتے کہیں

گے یہ وہی دنیا ہے جس کے واسطے تم آپس میں حسد دشمنی کر کے ایک دوسرے سے لڑ مرے قرابتیں چھوڑ دیں اس پر فریفتہ ہو گئے پھر دنیا کو دوزخ میں ڈال دیں گے وہ کہے گی بار خدایا جو میرے دوست تھے وہ کہاں ہیں حق تعالیٰ فرمائے گا کہ ان لوگوں کو بھی اس کے ساتھ دوزخ میں پہنچا دو نعوذ باللہ چوتھی مثال اگر کوئی حساب کرے کہ ازل سے کس قدر زمانہ گذرا جس میں دنیا نہ تھی اور ابد تک کتنا زمانہ ہے جس میں نہ ہو گی تو معلوم ہو جائے کہ دنیا کی مثل ایسی ہے جیسے مسافر کی راہ کہ اس کی ابتدا گہوارہ ہے اور انتہا قبر اور درمیاں میں گنتی کی چند منزلیں ہیں ہر برس گویا منزل ہے ہر مہینا فرسنگ ہر دن میل ہے ہر دم قدم اور وہ ہمیشہ رواں ہے کسی کو ایک فرسنگ راہ ہے کسی کو زیادہ کسی کو کم اور وہ ایسا ساکن بیٹھا ہے کہ گویا ہمیشہ وہیں رہے گا دنیا کے کاموں کی ایسی تدبیر کرتا ہے کہ دس برس تک پھر ان کاموں کا محتاج نہ ہو اور دس دن میں زیر خاک ہو جائے گا پانچویں مثال اے عزیز اس بات کو جان اور یقین مان کہ دنیا کے لوگ جو حظ دنیا اٹھاتے ہیں اور اس کی عوض میں ذلت اور مصیبت جو قیامت کو اٹھائیں گے اس لذت اور اس مصیبت کو اٹھانے میں ان لوگوں کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی عمدہ کھانا خوب چکنا اور میٹھا یہاں تک کھا لے کہ اس کا معدہ خراب ہو جائے تو اس وقت قے کرتا ہے اور دستوں کے ہاتھوں رسوا ہوتا ہے اور شرم کھاتا ہے اور پشیماں ہو جاتا ہے کہ لذت گئی اور ذلت رہی اور جیسے کھانا جتنا بھاری اور عمدہ ہوتا ہے اتنا ہی اس کا ثقل بدبودار غلیظ گندہ ہوتا ہے اسی طرح جتنی زیادہ دنیا کی لذت ہوتی ہے عاقبت میں اتنی ہی اس کی رسوائی اور ذلت ہوتی ہے اور یہ امر جانکنی کے وقت خود ظاہر ہو جاتا ہے کہ جس کی نعمت اور دولت یعنی باغات لونڈیاں غلام سونا' چاندی جس قدر زیادہ ہوتا ہے جانکنی کے وقت اس کی جدائی کا رنج بھی مفلس کی نسبت اسے اتنا ہی زیادہ ہوتا ہے اور وہ رنج و عذاب موت سے زائل نہیں ہوتا ہے بلکہ زیادہ ہو جاتا ہے اس واسطے کہ دوستی دنیا دل کی صفت ہے اور دل موت کے بعد

برقرار رہتا ہے۔ چھٹی مثال دنیا کا کام جو پیش آتا ہے تھوڑا دکھائی دیتا ہے لوگ جانتے ہیں کہ اس کام کا شغل بہت نہ ہوگا اور ایسا ہوتا ہے کہ اس کام سے سو کام پیدا ہو جاتے ہیں اور اس کی تمام عمر اسی میں گذر جاتی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ طالب دنیا ایسا ہے جیسے سمندر کا پانی پینے والا جتنا زیادہ پیدا ہے اتنا ہی زیادہ پیاسا ہوتا ہے اور یہاں تک پیتا ہے کہ ہلاک ہو جاتا ہے اور اس کی پیاس ہرگز نہیں بجھتی رسول کریم علیہ السلوۃ والتسلیم نے فرمایا ہے کہ ممکن نہیں کہ کوئی شخص پانی میں جائے اور تر نہ ہو اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ کوئی شخص دنیا کے کام میں لگے اور آلودہ نہ ہو ساتویں مثال جو شخص دنیا میں آئے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی میزبان کے پاس کوئی مہمان ہو اور اس میزبان کی یہ عادت ہو کہ ہمیشہ مہمانوں کے واسطے مکان آراستہ رکھتا ہو اور مہمان کو گروہ گروہ بلا کر سونے کے طباق اور عود اور خوشبو سلگتی ہوئی چاندی کی انگیٹھی اس کے سامنے رکھے کہ معطر ہو جائیں اور خوشبو میں بس جائیں اور طباق اور انگیٹھی چھوڑ جائیں کہ اور لوگ آئیں گے تو جو مہمان اس میزبان کی رسم سے آگاہ ہوتا ہے اور عقلمند ہوتا ہے انگیٹھی میں خوشبو ڈال کر معطر ہو جاتا ہے اور طباق انگیٹھی خوشی سے چھوڑ آتا ہے اور شکر بجالاتا ہے اور چلا جاتا ہے اور جو مہمان احمق ہوتا ہے جانتا ہے کہ یہ طباق اور انگیٹھی اور عود اور خوشبو میزبان سب مجھ کو دے دے گا کہ میں لے جاؤں جب چلتے وقت لوگ اس سے لے لیتے ہیں تو رنجیدہ اور ملول ہوتا ہے اور چلاتا ہے دنیا بھی گویا مہمان سرا مسافروں پر وقف ہے کہ اپنا توشہ لے لیں اور جو کچھ سرا میں ہے اس کا لالچ نہ کریں آٹھویں مثال دنیا کے کاموں میں اہل دنیا کا مشغول ہونا اور آخرت کو بھول جانا اس کی مثال ایسی ہے جیسے آدمیوں کی ایک جماعت کشتی میں ہو اور کشتی کسی جزیرہ میں پہنچے وہ جماعت حاجت انسانی اور طہارت جسمانی کے واسطے کشتی سے باہر آئے اور کشتی بان نے منادی کر دی ہو کہ کوئی بہت دیر نہ لگائے طہارت کے سوا اور کسی کام میں مشغول نہ ہو

جائے کہ کشتی جلد روانہ ہو جائے گی اور یہ لوگ اس جزیرہ میں جا کر پراگندہ ہو گئے ایک گروہ جو بہت عقلمند تھا اس نے پھرتی سے طہارت کر لی اور پھر آیا کشتی خالی پائی جو جگہ اپنے موافق نظر آئی لے لی اور ایک گروہ اس جزیرہ کے عجائبات دیکھنے کو ٹھہر گیا وہاں خوش رنگ پھول اور خوش آواز جانور اور سنگریزے منقش اور رنگا رنگ دیکھنے لگا جب پھر آیا تو کشتی میں کشادہ جگہ نہ پائی تنگ و تاریک جگہ میں بیٹھا اور تکلیف اٹھائی اور ایک گروہ نے عجائبات دیکھنے پر بھی کفایت نہ کی وہاں سے عمدہ عمدہ سنگریزے چن لایا اور کشتی میں ان کے رکھنے کی جگہ نہ پائی تنگ جگہ میں آپ تو بیٹھا اور سنگریزوں کو اپنی گردن پر رکھ لیا جب دو دن گذرے اور سنگریزوں کا عمدہ رنگ بدل کر سیاہ ہو گیا اور بدبو آنے لگی تو ان بدرنگ اور بدبودار سنگریزوں کے پھینکنے کی جگہ بھی نہ ملی وہ گروہ پشیمان ہوا اور اس بوجھ اور تکلیف کو اپنی گردن پر لادنا پڑا اور ایک گروہ اس جزیرے کے عجائبات دیکھ کر ایسا متحیر ہوا کہ انہیں دیکھتا ہی رہا اور کشتی چل نکلی وہ دور پڑا رہا کشتی بان کا پہلا کہا نہ سنا اسی جزیرہ میں پڑا رہا یہاں تک کہ اس گروہ کے بعض آدمی بھوک کے مارے مر گئے بعضوں کو درندوں نے ہلاک کر ڈالا پہلا عقلمند گروہ پرہیزگار مسلمانوں کے مثل ہے اور پچھلا گروہ جو ہلاک ہوا کافروں کے مانند ہے کہ خود کو اور خدا اور آخرت کو بھول کر خود کو بالکل دنیا کے حوالہ کر دیا (۲) ﴿استحبوا الحیوۃ الدنیا علی الاخرۃ﴾ اور بیچ والے دونوں گروہ گنہگاروں کے مانند ہیں کہ اصل ایمان محفوظ رکھا لیکن دنیا سے ہاتھ نہ کھینچا ایک گروہ نے مفلسی کے ساتھ سیر کی خط اٹھایا ایک نے سیہ کاری کی اور سنگریزے لا کر خود کو گراں بھی بنایا۔

فصل: دنیا کی ہر چیز بری نہیں

اے عزیز دنیا کی برائی جو کہی گئی اس سے یہ گمان نہ کرنا کہ جو کچھ دنیا میں ہے سب برا ہے بلکہ دنیا میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ وہ دنیا میں سے نہیں ہیں اس

واسطے کہ علم وعمل دنیا میں ہے اور دنیا میں سے نہیں ہے اس لئے کہ آخرت میں آدمی کے ساتھ جائے گا علم تو بعینہ آدمی کے ساتھ رہتا ہے اور عمل اگرچہ بعینہ نہیں رہتا لیکن اس کا اثر رہتا ہے اور اس کے اثر کی دو قسمیں ہیں ایک گوہر دل کی پاکی اور صفائی جو گناہ ترک کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور ایک حق تعالیٰ کے ذکر کی محبت جو ہمیشہ عبادت کرنے سے حاصل ہوتی ہے تو یہ سب باقیات الصالحات ہیں جیسا حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ والباقیات الصالحات خیر عند ربک ﴾ علم اور مناجات کی لذت اور حق تعالیٰ کے ذکر کی الفت سب لذتوں سے بڑھ کر ہے اور دنیا میں ہے لیکن دنیا میں سے نہیں ہے تو دنیا کی سب لذتیں بری نہیں ہیں بلکہ جو لذتیں فنا ہو جاتی ہیں باقی نہیں رہتیں وہ بھی سب بری نہیں ہیں بلکہ اس کی بھی دو قسمیں ہیں ایک وہ لذت جو دنیا میں سے ہے اور مرنے کے بعد بھی فنا ہو جاتی ہے لیکن آخرت کے کاموں اور علم وعمل اور مسلمانوں کی بڑھتی میں مددگار ہے جیسے وہ نکاح اور خورد پوش اور مسکن جو ضرورت کے قدر ہو اور راہ آخرت کے واسطے ضرور ہو جو شخص دنیا میں اس قدر پر قناعت کرے اور فراغت سے دین کا کام کرنے کی نیت کرے وہ شخص دنیا دار نہیں مذموم اور بری وہ دنیا ہے جس سے دین کا کام نہ مقصود ہو بلکہ وہ اس عالم میں غفلت اور ترانے اور دل لگنے کا باعث ہو اور اس عالم سے نفرت پیدا ہونے کا موجب ہو اس واسطے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے (۳) ﴿ الدنیا ملعونہ وملعون مافیھا الاذکر اللہ وماوالا ﴾ یعنی یوں حدیث شریف میں آیا ہے کہ دنیا خود ملعون ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے وہ سب ملعون ہے مگر اللہ کا ذکر اور جو اس میں مدد کرے حقیقت دنیا کی تفصیل اور دنیا سے جو مقصود ہے اس کا بیان اسی قدر یہاں کافی ہے باقی ارکان معاملہ کے تیسری قسم میں جس کو راہ دین میں کھٹکے کی جگہ کہتے ہیں بیان ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ وہاں پر بخوبی عیاں ہوگا۔

۱ اے اللہ بچا ہم کو مکر سے دنیا کے۔

۲ انہوں نے دوست رکھا دنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلہ میں۔

۳ اور نیک کمائی جو باقی ہے وہ نیک ہے تیرے پروردگار کے نزدیک۔

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

چوتھا عنوان

آخرت کی پہچان

اے برادر اس بات کو باور کر کہ کوئی شخص حقیقت آخرت نہ پہچانے گا جب تک حقیقت موت نہ جانے گا اور حقیقت موت نہ معلوم کرے گا تاوقیکہ حقیقت زندگی نہ جان لے گا اور حقیقت زندگی نہ سمجھ میں آئے گی جب تک حقیقت روح نہ جان لی جائے گی اور حقیقت روح جاننا یہی اپنے نفس کی حقیقت کا پہچاننا ہے جس کا تھوڑا سا بیان اوپر گذرا ہے۔

اے عزیز از جان اس بات کو جان کر ہم نے پہلے کہا ہے کہ آدمی دو چیز سے بنا ہے ایک روح دوسرے ڈھانچہ روح سوار ہے اور ڈھانچا گویا سواری ہے اور اس روح کو کالبد کی وجہ سے آخرت میں ایک حالت ہوگی اور دوزخ یا جنت ہوگی اور بے شرکت اور بے مداخلت قالب فقط اپنی ذات سے بھی روح کو ایک حالت ہوگی اور دوزخ اور جنت اور سعادت اور شقاوت ہوگی اور دل کی ان لذتوں اور نعمتوں کو جو قالب کے واسطے اور ذریعے سے نہ ہوں ہم بہشت روحانی کہتے ہیں اور دل کے ان رنج والم کو جو بے واسطہ قالب ہوں آتش روحانی کہتے ہیں لیکن وہ بہشت اور دوزخ جس میں قالب واسطہ ہے خود ظاہر ہے باغ، نہریں، حوریں، بڑے بڑے محل، کھانا پینا وغیرہ جنت سے حاصل ہے اور آگ، سانپ، بچھو، خاردار درخت وغیرہ دوزخ سے حاصل ہے اور اس دوزخ اور جنت کا ذکر قرآن اور حدیث میں مشہور ہے اور سبھوں کی سمجھ میں آ سکتا ہے اور اس کی تفصیل کتاب احیاء العلوم کی کتاب ذکر الموت میں لکھی ہے اور یہاں اسی پر اقتصار کرتے ہیں کہ بہشت اور دوزخ روحانی کا ذکر اشارۃً اور حقیقت موت کا بیان تفصیل وار کرتے ہیں کیونکہ اس کو ہر ایک نہیں جانتا ہے ہر کس و ناکس نہیں پہچانتا ہے اور یہ جو حدیث قدسی میں آیا ہے یعنی حق

تو یہ امر جان اور یہ بات مان کہ ایک آدمی کی دو روحیں ہیں ایک روح حیوانات کی جنس سے ہے اس کا نام روح حیوانی ہے اور ایک روح ارواح ملائیکہ کی جنس سے ہے اس کا نام روح انسانی ہے اور اس روح حیوانی کا سرچشمہ دل ہے یعنی وہ گوشت کا لوتھڑا جو سینہ میں بائیں طرف لٹکتا ہے اور یہ روح حیوان کے اخلاط باطن کا بخار لطیف ہے اس کا مزاج معتدل ہے دل سے دھمکتی رگوں کے ذریعہ سے نکل کر دماغ اور سب اعضا میں جاتی ہے اور یہ روح حس وحرکت کی قوت کو اٹھائے ہوئے ہے جب دماغ میں پہنچتی ہے تو اس کی گرمی کم ہو جاتی ہے اور وہ نہایت اعتدال پاتی ہے آنکھ کو اس سے دیکھنے کی قوت ہوتی ہے۔ کان کو اس سے سننے کی قدرتی ہوتی ہے۔ اسی طرح سب حواس حاصل ہو جاتے ہیں اس روح کی مثال چراغ کی ایسی ہے کہ جب گھر میں آتا ہے جہاں پہنچتا ہے وہاں گھر کی دیواریں روشن ہو جاتی ہیں جس طرح چراغ سے دیواروں پر روشنی پیدا ہوتی ہے اسی طرح خدا کی قدرت سے روح کی بدولت آنکھوں میں نور کانوں میں سننے کا مقدور اور سب حواس پیدا ہوتے ہیں اگر کسی رگ میں سدہ اور گرہ پڑ جاتی ہے تو جو عضو اس گرہ کے بعد ہی بیکار اور فالج کا مارا ہو جاتا ہے اس میں کچھ حس وحرکت اور قوت نہیں رہتی طبیب یہ کوشش کرتا ہے کہ وہ سدہ اور گرہ کھل جائے روح گویا چراغ کی لو ہے اور دل بتی اور غذا تیل اگر تیل نہ ڈالا جائے تو چراغ ٹھنڈا ہو جاتا ہے اسی طرح اگر غذا نہ دی جائے تو روح کا معتدل مزاج جاتا رہتا ہے اور حیوان مر جاتا ہے اگر تیل ہو اور بتی زیادہ تیل کھینچے تو چکٹ جاتی ہے اور پھر تیل نہیں پیتی اسی طرح بہت زمانہ کے بعد دل بھی ایسا ہو جاتا ہے کہ غذا نہیں قبول کرتا اور جس طرح چراغ پر جب کوئی چیز ماری جائے تو تیل بتی برقرار ہونے پر بھی چراغ بجھ جاتا ہے اسی طرح جب کسی حیوان پر زخم شدید پہنچے تو مر جاتا ہے اور اس روح کا مزاج جیسا چاہئے ویسا معتدل جب تک رہتا ہے تو خدا کے حکم سے ملائیکہ آسمان کے انوار سے معانی لطیف مثلاً حس وحرکت کی قوت کو قبول کرتی

ہے جب وہ مزاج حرارت برودت کے غلبہ سے یا اور کسی سبب سے جاتا رہتا ہے تو روح ان اثروں کو قبول کرنے کے لائق نہیں رہتی جس طرح آئینہ کہ جب تک اس کا ظاہر صاف اور درست رہتا ہے صورت والی چیزوں کی شکلیں قبول کرتا ہے یعنی صورتیں اس میں نظر آتی ہیں اور جب خراب اور زنگ آلود ہو جاتا ہے تو صورت نہیں قبول کرتا یعنی اس میں عکس نہیں نظر آتا ہے یہ امر اس سبب سے نہیں ہوتا کہ صورتیں ہلاک یا غائب ہو گئیں بلکہ اس سبب سے ہوتا ہے کہ آئینہ صورتیں قبول کرنے کے لائق نہ رہا اسی طرح اس بخار لطیف معتدل یعنی روح حیوانی میں حس و حرکت وغیرہ قبول کرنے کی قابلیت اس کے اعتدال مزاج کے ساتھ وابستہ ہے جب اعتدال زائل ہو جاتا ہے تو یہ بھی حس وحرکت وغیرہ کی قوتوں کو قبول نہیں کرتی جب قبول نہ کیا تو اعضا اس کے انوار سے محروم اور بے حس وحرکت رہتے ہیں اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ حیوان مر گیا اور مرگ حیوانی کے یہی معنی ہیں اور جو شخص روح حیوانی کا اعتدال دور کرنے کے اسباب جمع کرنے والا ہے وہ بندگان خدا میں سے ایک بندہ ہے اسے ملک الموت کہتے ہیں خلق اسکا نام جانتی ہے اس کی حقیقت نہیں پہچانتی ہے کہ اس کا پہچاننا دشوار ہے مرگ حیوانات کے یہی معنی ہیں لیکن آدمی کی موت اور طرح پر ہے کیونکہ اس میں روح حیوانی جو حیوانات میں ہوتی ہے وہ ہے اور اس کے علاوہ اور روح بھی ہے اس کا نام روح انسانی اور دل ہے اوپر بعض فصلوں میں اس کا ذکر ہو چکا ہے وہ روح اس روح حیوانی کی جنس سے نہیں ہے جو ہوائے لطیف اور بخار پختہ اور صاف کے مانند ایک جسم ہے یہ روح انسانی جسم نہیں ہے اس واسطے کہ قسمت پذیر نہیں ہے اور حق تعالی کی معرفت اس میں سماتی ہے اور جس طرح حق تعالی ایک ہے اور قسمت پذیر نہیں ہے اسی طرح اس کی معرفت بھی ایک ہے اور قسمت پذیر نہیں ہے تو معرفت کسی قسمت پذیر جسم میں نہیں سماتی بلکہ اس چیز میں سماتی ہے جو یگانہ ہے اور قسمت پذیر نہیں ہے اے عزیز انسان میں بھی بتی تو

روشنی تینوں چیزیں فرض کرلے بتی گویا قالب ہے اور چراغ کی ٹیم روح حیوانی اور روشنی روح انسانی اور جس طرح چراغ کی روشنی چراغ سے بہت لطیف ہوتی ہے اور روشنی کی طرف گویا اشارہ نہیں ہوسکتا اسی طرح روح انسانی بھی روح حیوانی کی نسبت گویا لطیف ہے اور اس کی طرف بھی اشارہ نہیں ہوسکتا اگر لطافت کی نظر سے خیال کیا جائے تو یہ مثال ٹھیک ہے لیکن اور وجہ سے ٹھیک نہیں ہے کہ چراغ کی روشنی جو چراغ کی تیغ اور فرع ہے جب چراغ گل ہوتو زائل بالکل ہے اور روح انسانی روح حیوانی کے تابع نہیں ہے بلکہ روح انسانی اصل ہے اور روح حیوانی کے زائل ہونے سے یہ باطل نہیں ہوتی اگر اس کی مثال چاہے تو ایک نور فرض کر کہ چراغ سے بہت لطیف ہے اور چراغ کا قیام اس کے سبب سے ہے اس کا قیام چراغ کے سبب سے نہیں کہ یہ مثال ٹھیک ہو جائے اور روح حیوانی ایک وجہ سے روح انسانی کی گویا سواری ہے اور ایک وجہ سے اس کا ہتھیار ہے جب روح حیوانی کا مزاج زائل ہو جاتا ہے قالب مردہ ہو جاتا ہے اور روح انسانی برقرار رہتی ہے لیکن بے سواری اور بے ہتھیار ہو جاتی ہے سواری تباہ ہونے سے سوار نیست و نابود نہیں ہو جاتا بے ہتھیار یعنی نہتا ہو جاتا ہے اور یہ ہتھیار اس سوار کو اس واسطے مرحمت ہوا ہے کہ ہماری محبت اور عنقائے معرفت الٰہی کو شکار کرے اگر شکار کر چکا ہے تو ہتھیار کا ضائع ہو جانا اس کے حق میں بہتر ہے کہ بوجھ سے سبکدوش ہوا اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا ہے کہ موت مومن کا تحفہ اور ہدیہ ہے وہ یہی بات ہے جو کوئی شکار کھیلنے کو دام لئے ہے اور بوجھ اپنے اوپر گوارا کئے ہے جب شکار اس کے ہاتھ آئے تو دام کا ضائع ہو جانا اس کو غنیمت ہوتا ہے اور معاذ اللہ اگر شکار ہاتھ آنے کے پہلے ہی دام ضائع ہو جاتا ہے تو شکاری حسرت غایت کرتا ہے اور مصیبت بے نہایت اٹھاتا ہے اور یہی حسرت و الم پہلے عذاب قبر ہوتا ہے۔

فصل: روح حیوانی ضائع ہونے سے روح انسانی باطل

نہیں ہوتی

پس جاننا چاہئے کہ اگر کسی کے ہاتھ پاؤں شل ہو جائیں تو وہ خود سلامت رہتا ہے کیونکہ نہ تو ہاتھ ہے نہ وہ پاؤں بلکہ ہاتھ پاؤں اس کے آلات ہیں اور وہ ان کو اپنے کام میں استعمال کرتا ہے اے عزیز جس طرح ہاتھ پاؤں تیری اصل حقیقت نہیں ہیں اسی طرح پیٹھ پیٹ سر بلکہ تمام قالب بھی تیری اصل ماہیت نہیں ہیں اگر یہ سب شل ہو جائیں تب بھی تیرا برقرار رہنا ممکن ہے اور موت کے یہی معنی ہیں کہ تمام بدن شل ہو جاتا ہے اس واسطے کہ ہاتھ شل ہو جانا اسی کا نام ہے کہ ہاتھ تیرا فرمانبردار نہ رہے یعنی تجھ کو اس پر اختیار نہ رہے اور ہاتھ میں ایک صفت تھی جسے قدرت کہتے ہیں اس کی وجہ سے ہاتھ خدمت کرتا تھا وہ صفت روح حیوانی کے چراغ کی روشنی تھی کہ ہاتھ کو پہنچتی تھی جن رگوں کی راہ سے وہ روح ہاتھ میں جاتی تھی جب ان میں گرہ پڑی قدرت جاتی رہی ہاتھ خدمت سے معذور ہوا اسی طرح تمام بدن جو تیری خدمت اور اطاعت کرتا ہے روح حیوانی کے باعث سے کرتا ہے جب روح حیوانی کا مزاج زائل ہوتا ہے بدن اطاعت نہیں کر سکتا ہے اسی کو موت کہتے ہیں اگرچہ فرمانبردار یعنی بدن اپنی جگہ پر برقرار نہیں ہے مگر تو اپنی جگہ پر برقرار رہتا ہے اور تیرے وجود کی حقیقت یہ قالب کیونکر ہو گا اگر تو سوچے گا تو یہ بات جان جائے گا کہ تیرے یہ اعضاء وہ نہیں ہیں جو کہ لڑکپن میں تھے اس واسطے کہ وہ سب بخار سے تحلیل ہو گئے اور غذا سے ان کے بدلے اور اعضاء پیدا ہوئے تو قالب وہ نہیں ہے اور تو وہی ہے پس تیری ہستی اس قالب سے نہیں ہے اگر قالب تباہ ہو جائے تو اپنی ذات سے اسی طرح زندہ رہے گا لیکن تیرے اوصاف کی دو قسمیں ہیں ایک میں قالب کی شرکت ہے جیسے بھوک پیاس نیند یہ اوصاف بے مادہ اور بے جسم کے ظاہر نہیں ہوتے اور موت سے زائل ہو جاتے ہیں اور دوسری میں قالب کی شرکت نہیں جیسے خدا کی معرفت اور اس کے جمال لازوال کی زیارت اور ان باتوں سے مسرت

اور فرحت یہ تیری ذاتی صفت ہے اور تیرے ساتھ رہے گی اور باقیات صالحات کے یہی معنی ہیں اور اگر معرفت کی عوض جہل ہے یعنی حق تعالیٰ کی پہچان نہیں ہے تو یہ بھی تیری ذاتی صفت ہے اور تیرے ساتھ رہے گی اور باقیات صالحات کے یہی معنی ہیں اور اگر معرفت کی عوض جہل ہے یعنی حق تعالیٰ کی پہچان نہیں ہے تو یہ بھی تیری ذاتی صفت ہے اور تیرے ساتھ رہے گی اور یہ جہل ہی تیری روح کا اندھاپن اور تیری شقاوت کا تخم ہوگا (۲) ﴿من کان فی ھذہ اعمی فھو فی الاخرۃ اعمی و اصل سبیلا﴾ اور جب تک تو ان دونوں روحوں کی حقیقت اور ان دونوں کا فرق اور باہم ان کا علاقہ نہ پہچانے گا موت کی حقیقت بھی نہ جانے گا۔

فصل: روح حیوانی کا تعلق عالم سفلی سے ہے

اے عزیز اب اس بات کو جان کہ روح حیوانی اس عالم سفلی سے ہے اس واسطے کہ وہ خلطوں کے بخارات کی لطافت سے مرکب ہے اور خلط چار ہیں خون، بلغم، صفرا، سودا اور ان چاروں کی چار اصلیں ہیں۔ آگ، پانی، خاک، ہوا اور ان کے مزاج کا اختلاف اور اعتدال گرمی، سردی، تری، خشکی کی کمی زیادتی سے ہوتا ہے اور علم طب سے یہی غرض ہے کہ ان چاروں طبعوں کے اعتدال کا روح میں یہاں تک لحاظ رکھے کہ یہ روح حیوانی اس روح کی سواری کے لائق ہو جائے جس کو ہم روح انسانی کہتے ہیں اور وہ اس عالم سفلی سے نہیں ہے بلکہ عالم علوی اور فرشتوں کی اصل سے ہے اور اس کا اس عالم میں آنا مسافرانہ ہے اس کی ذات کی خواہش سے نہیں اس کا یہ سفر اس واسطے ہے کہ ہدایت سے اپنا توشہ لے لے جیسا حق تعالیٰ نے فرمایا ہے (۳) ﴿قلنا اھبطوا منھا جمیعا فاما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم و لاھم یحزنون﴾ اور یہ جو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

ہے(۴)﴿ انی خالق بشرا من طین فاذسویتہ و نفخت فیہ من روحی﴾ ان دو روحوں کے اختلاف کی طرف اشارہ ہے ایک کو مٹی کے ساتھ حوالہ فرمایا اور اس کے اعتدال مزاج کو اس عبارت سے تعبیر کیا کہ ﴿سویتہ﴾ یعنی اسے میں نے تیار اور مہیا کیا اور یہی اعتدال ہے پھر اس وقت ارشاد کیا ﴿ونفخت فیہ من روحی﴾ اس کو اپنے ساتھ منسوب فرمایا اس کی یہ مثال ہے جیسے کوئی پارچہ کتاں کی مشعل بنائے کہ وہ جلنے کے لائق ہو جائے پھر اس کو آگ کے پاس لے جا کر پھونکے کہ اس میں آگ لگ جائے اور جس طرح روح حیوانی سفلی کو اعتدال ہے اور علم طب اس اعتدال کے اسباب کو شامل ہے کہ روح حیوانی سے بیماری دفع کر کے اسے اسباب ہلاکت سے بچائے اسی طرح روح انسانی علوی جو حقیقت دل ہے اس کے واسطے بھی اعتدال ہے کہ علم اخلاق و ریاضت جو شریعت سے ہے اس کے اعتدال کو دیکھے رہتا ہے اور یہی امر روح انسانی کی صحت کا سبب ہوتا ہے چنانچہ ارکان مسلمانی میں اس کا بیان آئے گا تو یہ معلوم ہوا کہ جو کوئی آدمی کی روح کی حقیقت کو نہ پہچانے گا ممکن نہیں کہ وہ آخرت کو خوب پہچانے جیسے یہ ناممکن ہے کہ جو کوئی خود کو نہ پہچانے وہ حق تعالیٰ کو پہچان لے تو اپنی معرفت کلید معرفت جناب احدیت ہے اور حقیقت ارواح کی معرفت کلید معرفت آخرت ہے اللہ تعالیٰ کا اور روز قیامت کا ایمان لانا دین کی اصل ہے ہم نے اسی سبب سے اس معرفت کو مقدم کیا لیکن ایک بھید اس کے اوصاف کے بھیدوں میں سے کہ وہی اصل ہے ہم نے نہیں بیان کیا کہ اس کے بیان کرنے کی اجازت نہیں اور ہر ایک کو اس کے سمجھنے کی طاقت نہیں اور تمام معرفت حق اور معرفت آخرت اسی پر موقوف ہے اے عزیز ایسی محنت کر کہ اپنی کوشش اور طلب سے تو خود اس کو پہچان لے اس واسطے کہ اگر کسی سے تو وہ بھید سنے گا تو اس کے سننے کی تاب نہ لائے گا بہتوں نے وہ صفت خدا کی شان میں سنی اور باور نہ کی اور اس کے سننے کی تاب نہ لا سکے انکار کر گئے کہا کہ خود ممکن ہی

نہیں اور یہ تنزیہ اور پاکی نہیں بلکہ تعطیل اور بیکاری ہے جب یہ حال ہے تو آدمی کے حق میں اس صفت کے سننے کی تو کیونکر تاب نہ لائے گا بلکہ وہ صفت خدائے تعالیٰ کی شان میں نہ حدیث میں صاف صاف ہے نہ قرآن میں اسی سبب سے جو لوگ اسے سنتے ہیں انکار کرتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام نے فرمایا ہے ﴿تکلموا الناس علی قدر عقولھم﴾ یعنی لوگوں سے ایسی بات کہو جس کے سمجھنے کی انہیں طاقت ہو اور بعض انبیاء پر وحی آئی ہے کہ ہماری صفتوں میں جس صفت کو لوگ نہ سمجھ سکیں وہ ان سے نہ کہو جانتے ہو کہ اگر وہ نہ سمجھ سکیں گے تو انکار کریں گے اور انکار ان کے حق میں مضر ہے۔

فصل: انسان کی جان کی حقیقت

اے عزیز یہ سب جو بیان ہوا اس سے تو نے یہ پہچانا کہ آدمی کی جان کی حقیقت اپنی ذات سے قائم ہے اور اپنی ذات اور خاص صفات کے قیام میں قالب سے آدمی مستغنی اور بے پرواہی اور اس کی نیستی موت کے معنی یہ نہیں ہیں بلکہ قالب سے اس کے تصرف کا منقطع ہو جانا موت کے معنی ہیں اور حشر اور بعث اور اعادت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ نیستی کے بعد پھر اسے وجود میں لائیں گے بلکہ یہ معنی ہیں کہ اسے کوئی قالب دیں گے یعنی جیسے پہلے کیا تھا پھر ایک بار قالب کو اس کے تصرفات قبول کرنے پر مہیا کریں گے اور یہ بہت ہی آسان ہوگا اس واسطے کہ پہلی بار پیدا کرنا بھی چاہئے تھا اور روح بھی اور اس بار روح برقرار ہے اور قالب کے اجزا بھی اپنے اپنے مقام پر موجود ہیں ان کا جمع کرنا ایجاد کرنے سے بہت ہی آسان ہوگا یہ آسانی بھی نہیں اور دوبارہ زندہ کرنے میں پہلے ہی والے قالب کا دینا کچھ ضرور نہیں اس واسطے کہ قالب مرکب ہے اگر گھوڑا بدل جائے سوار تو وہی رہے گا اور لڑکپن سے بڑھاپے تک قالب کے اجزا دوسری غذا کے اجزا سے خود بدلتے رہے ہیں اور روح انسانی وہی رہی جو ابتدائے خلقت میں تھی جن لوگوں نے یہ شرط لگائی ہے کہ دوبارہ

زندہ کر کے پہلا ہی قالب ملے گا ان پر اعتراضات ہوئے اور انہوں نے ان اعتراضوں کے ضعیف جواب دیے حالانکہ اس تکلف سے وہ مستغنی تھے ان سے لوگوں نے اعتراضات کئے اور کہا کہ اگر ایک آدمی دوسرے آدمی کو کھا جائے اور یہ دونوں کے اجزا ایک ہو جائیں تو وہ اجزا حشر میں کسے دیے جائیں گے اور اگر کسی کے بدن سے ایک عضو کاٹ ڈالیں اور کاٹ ڈالنے کے بعد وہ شخص عبادت کرے جب اس کو عبادت کا ثواب ملے گا تو وہ کٹا ہوا عضو بھی اس کے بدن میں ہو گا یا نہیں اگر نہ ہو گا تو بے ہاتھ پاؤں آنکھ وغیرہ کے وہ شخص بہشت میں ہو گا اور اگر وہ عضو جو زندگی میں کٹ گیا تھا اس کے بدن میں ہو گا تو ثواب میں اور اعضا کا کیونکر شریک ہو گا نیک کام کرنے میں تو شریک تھا ہی نہیں لوگ ایسے اعتراضات واہیات بہت کرتے ہیں اور طرف ثانی تکلف کے جوابات دیتے ہیں اے عزیز جب تو نے دوبارہ زندہ ہونے کی حقیقت جان لی کہ پہلے قالب کی کچھ حاجت نہیں تو ایسے سوال و جواب کی بھی کچھ ضرورت نہیں اور یہ اعتراض اسی سے پیدا ہوئے تھے کہ وہ لوگ یہ سمجھے تھے کہ تیری ہستی اور حقیقت تیرا یہی قالب ہے جو وہ قالب بعینہ نہ ہو گا تو جو پہلے تھا وہ بھی نہ ہو گا اس سبب سے لوگ اشکال میں پڑ گئے اور ان کی اس بات کی اصل مضبوط نہیں ہے۔

فصل: انسان کے مرنے کے بعد اس کی روح برقرار رہتی ہے

اے عزیز شاید تو یہ کہے کہ فقہا اور متکلمین کا یہ مذہب مشہور ہے کہ آدمی کی جان موت سے معدوم ہو جاتی ہے پھر اس کو پیدا کرتے ہیں اور یہ جو اوپر بیان ہوا اس مذہب کے خلاف ہے تو اس کا جواب جان لے کہ جو کوئی اوروں کی بات پر چلے وہ اندھا ہے اور جو کوئی جان انسانی کی فنا کا قائل ہے وہ نہ مقلد ہی نہ مبصر اگر اہل

بصیرت ہوتا تو جانتا کہ مرگ قالب آدمی کی حقیقت کو نابود نہیں کرتی اور اگر اہل تقلید ہوتا تو قرآن اور حدیث سے جانتا کہ آدمی کی روح مرنے کے بعد اپنے مقام پر برقرار رہتی ہے مرنے کے بعد ارواح کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک شقیوں کی روح ایک سعیدوں کی روح شہیدوں کی روح کے بیان میں قرآن شریف یوں ناطق ہے ﴿ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتابل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین بما اتاھم اللہ من فضلہ﴾ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ تم یہ نہ سمجھو کہ جو لوگ میری راہ میں مارے گئے وہ مردہ ہیں بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں اور سرکار پروردگار سے ان کو سرفرازی کے خلعت جو ملے ہیں اس کے سبب سے خوش رہتے ہیں اور ہمیشہ اس سرکار ابد قرار سے روزی حاصل کرتے ہیں اور بدر کے کفار اشقیا کو جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتل کیا اور مارا تو انہیں نام لے کر پکارا اور فرمایا کہ اے فلاں فلاں اپنے دشمنوں کے عذاب کے بارہ میں جو خدا نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا میں نے تو وہ سچ پایا اور وہ عذاب کے وعدے جو تم سے خدا نے کئے تھے بھلا مرنے کے بعد وہ تم نے بھی سچ پائے آنحضرت سے لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کافر تو مردہ ہیں آپ ان سے کیوں کلام فرماتے ہیں۔ آپ نے ارشاد کیا کہ اسی خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے کہ یہ لوگ میری اس بات کو تم سے زیادہ سنتے ہیں مگر جواب سے عاجز ہیں اور جو کوئی قرآن میں اور ان حدیثوں میں غور کرے گا جو مردوں کے حق میں وارد ہیں اور جن میں یہ مضمون ہے کہ مردے اہل ماتم اور اہل زیارت سے بلکہ جو کچھ اس عالم میں ہوتا ہے سب سے آگاہ ہیں تو خواہ مخواہ جانے گا اور یقین مانے گا کہ مردوں کا بالکل نیست ہو جانا شرع میں کہیں نہیں آیا ہے بلکہ یہ آیا ہے کہ صفت بدل جاتی ہے گھر بدل جاتا ہے اور قبر دوزخ کے غاروں میں سے ایک غار ہے یا جنت کے باغوں میں سے ایک گلزار ہے پس یقین جان کہ مرنے سے تیری ذات اور خاص صفات کچھ

زائل نہ ہوں گی لیکن تیرے حواس اور حرکات اور خیالات جو دماغ اور اعضاء کے واسطے سے ہیں زائل ہو جائیں گے اور تو جیسا یہاں سے گیا ہے وہاں مجرد اور تنہا رہے گا اے عزیز اس بات کو جان لے کہ گھوڑا اگر مر جائے تو سوار اگر جاہل ہے تو عالم نہ ہو جائے گا اور اگر اندھا ہے تو بینا نہ ہو جائے گا لیکن پیادہ البتہ ہو جائے گا تو قالب مرکب ہے جیسے گھوڑا اور تو سوار ہے اسی سبب سے یہ ہوتا ہے کہ جو لوگ آپ سے اور محسوسات سے خود غائب ہو جاتے اور اپنے میں اترتے ہیں اور خدا کی یاد میں ڈوبتے ہیں یعنی مراقبہ کرتے ہیں جیسا راہ تصوف کا آغاز ہے تو قیامت کا حال ان کو نظر آتا ہے اس واسطے کہ ان کی روح حیوانی اگرچہ اعتدال سے پھر نہیں جاتی لیکن سست ہو جاتی ہے اس سبب سے خوف خدا اور اندیشہ عقبیٰ جب اس میں پیدا ہو جاتا ہے تو روح حیوانی ان کی ذات کو اپنی طرف کچھ بھی مشغول نہیں رکھتی تو ان لوگوں کا حال مردے کے حال سے قریب ہو جاتا ہے اور لوگوں کو مرنے کے بعد جو کچھ معلوم ہوتا ہے ان کو یہیں کھل جاتا ہے اور جب پھر آپ میں آتے ہیں اور عالم محسوسات میں پڑ جاتے ہیں تو بہتوں کو اس میں سے کچھ بھی نہیں یاد رہتا لیکن اس کا کچھ اثر باقی رہ جاتا ہے اگر بہشت کی حقیقت اسے دکھائی ہے تو اس کی خوشی اور راحت اس کے ساتھ باقی رہتی ہے اور اگر دوزخ کی حقیقت اس کے سامنے پیش کی ہے تو اس کی اداسی اور خستگی اس کے ساتھ باقی رہتی ہے اور اگر اس میں سے کچھ اسے یاد رہا ہو تو اس کی خبر دیتا ہے اور اگر خزانہ خیال نے اسے کسی مثال کے ساتھ تعبیر کر لیا ہے تو ہو سکتا ہے کہ وہ مثال اسے خوب یاد رہے اور وہ اس کی خبر دے جیسا رسول مقبول ﷺ نے نماز میں ہاتھ پھیلایا اور فرمایا کہ جنت کا خوشہ انگور مجھے دکھایا گیا میں نے چاہا تھا کہ اسے اس جہاں میں لاؤں۔

اے عزیز یہ گمان نہ کرنا کہ خوشہ انگور جس حقیقت کی مثال تھا اسے اس جہاں میں لا سکتے بلکہ یہ محال تھا اس واسطے کہ اگر ممکن ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم اسے اس جہاں میں لے آتے اور اس امر کے محال ہونے کا سمجھنا مشکل ہے اور اس اشکال کے تلاش کرنے کی تجھے کچھ حاجت نہیں ہے اور علماء کے معارج کا فرق ایسا ہے کہ کسی کو بالکل یہی سوچ ہوتا ہے کہ بہشت کا خوشہ انگور کیا ہے اور کیسا تھا کہ آنحضرت نے دیکھا اوروں نے نہ دیکھا اور کسی کو اس امر سے یہی کہنا نصیب ہوتا ہے کہ آنحضرت نے ہاتھ ہلایا تو ﴿ الفعل القليل لايبطل الصلوٰة ﴾ یعنی تھوڑا کام نماز کو فاسد نہیں کرتا اس امر کی تفصیل میں وہ خوب غور کرتا ہے جو سمجھتا ہے کہ پہلوں اور پچھلوں کا علم یہی علم ظاہری ہے اور جس نے یہ جانا اور اسی علم پر قناعت کی اور اس دوسرے علم کے ساتھ یعنی علم تصوف کے ساتھ نہ مشغول ہوا وہ خود بیکار ہے اور اسے علم شرع سے انکار ہے اور اس بیان سے یہ مقصود ہے کہ تو یہ گمان نہ کر کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہشت کا حال حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اس طرح سن کر تقلیداً خبر دیتے تھے جس طرح حضرت جبرئیل علیہ السلام سے سننے کے معنے تو جانتا ہے کہ اس کام کو بھی اور کاموں کے مانند سمجھا ہے لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کو ملاحظہ فرمایا اور جنت کی حقیقت اس جہاں میں کوئی نہیں دیکھ سکتا بلکہ آنحضرت اس عالم کو تشریف لے گئے اور اس جہاں سے غائب ہو گئے یہ غائب ہونا بھی آپ کے معراج کی ایک قسم تھی غائب ہو جانا دو طرح سے ہوتا ہے ایک روح حیوانی کے مرنے سے دوسرے اس کے بے طاقت ہو جانے سے اور اس جہاں میں کوئی شخص جنت کو نہیں دیکھ سکتا جس طرح ساتوں آسمان اور ساتوں زمین پستے کے چھلکے میں نہیں سما سکتے اسی طرح جنت کا ایک ذرہ اس جہاں میں نہیں سما سکتا بلکہ قوت سامعہ جس طرح اس امر سے معزول ہے کہ آنکھ میں آسمان اور زمین کی صورت جیسی پیدا ہوتی ہے ویسی ہی اس میں بھی پیدا ہو اسی طرح اس جہاں کے تمام حواس بہشت کے تمام ذروں سے معزول ہیں اور اس جہاں کے حواس خود اور ہیں۔

فصل: عذاب قبر روحانی بھی ہے اور جسمانی بھی

اب عذاب قبر پہچاننے کا وقت ہے اے عزیز جان تو کہ عذاب قبر کی بھی دو قسمیں ہیں ایک روحانی ایک جسمانی' جسمانی سب لوگ خود جانتے ہیں لیکن روحانی کوئی نہیں جانتا مگر وہ شخص جس نے خود کو پہچانا ہو اور اپنی روح کی حقیقت کو جانا ہو کہ وہ اپنی ذات سے قائم ہے اور اپنے قائم ہونے میں قالب سے بے پروا ہے تو موت سے وہ روح باقی رہے گی موت اس کو نیست و نابود نہ کرے گی لیکن ہاتھ ہاؤں آنکھ کان اور سب حواس اس سے پھیر لیں گے اور جب حواس اس سے لے لئے جورو' لڑکے' مال' کھیتی' لونڈی' غلام' گائے' بیل گھر بار' عزیز قریب بلکہ زمین آسمان اور جو چیزیں ان حواس سے دریافت ہو سکتی ہیں وہ سب اس سے پھیر لیں گے اگر یہ چیزیں اس کی محبوب اور معشوق تھیں اور اس نے خود کو بالکل ان چیزوں کے حوالہ کر دیا تھا تو بعد موت خواہ مخواہ ان چیزوں کی جدائی کے رنج میں رہے گا اور اگر سب سے فارغ البال تھا اور یہاں کسی کو معشوق اور محبوب نہیں رکھتا تھا بلکہ موت کا آرزومند رہتا تھا تو راحت اور آرام میں رہے گا اور اگر خدا کی دوستی اسنے حاصل کی تھی اور اللہ کی یاد کے ساتھ محبت اور انس کا درجہ پایا تھا اور خود کو یہ جانے کہ بعد موت میں باقی رہوں گا اور میری مرغوب اور محبوب چیزیں دنیا میں رہیں گی تو خواہ مخواہ اس کو یہ یقین آجائے گا کہ جب میں دنیا سے جاؤں گا تو اپنی محبوب و مرغوب اشیاء کی جدائی سے رنج و عذاب اٹھاؤں گا جیسا جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ نے فرمایا ہے کہ (۵) ﴿احبب ما احببت فانک مفارقه﴾ جب کوئی یہ جان لے کہ میرا محبوب حق تعالیٰ ہے اور اپنے توشہ کی قدر لے کر باقی دنیا و مافیہا سے دشمنی رکھے تو ضرور بالضرور اسے یہ وثوق ہو جائے گا کہ میں جب دنیا سے جاؤں گا تو رنج سے نجات پاؤں گا راحت اٹھاؤں گا جو کوئی اس بات کو سمجھ لے گا اسے عذاب قبر میں ہرگز کچھ شک و شبہہ نہ رہے گا وہ یقین کر لے گا کہ عذاب قبر حق ہے اور پرہیزگاروں کے

واسطے نہیں دنیا داروں کے لئے ہے اور ان لوگوں کے واسطے ہے جنہوں نے خود کو بالکل دنیا کے حوالے کر دیا ہے اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ یہ حدیث ان ہی معنوں میں ہے(۶)﴿ الدنیا سجن المومن و جنتہ الکافر .﴾

فصل: پرہیز گاروں پر عذاب قبر نہیں ہے

اے عزیز عذاب قبر کی اصل کو تو نے پہچانا کہ دنیا کی دوستی اس کا سبب ہے اب یہ جان کہ اس عذاب میں فرق ہے کسی پر بہت ہوتا ہے کسی پر کم جسے جس قدر دنیا کی محبت ہے اسی قدر اس پر عذاب و مصیبت ہے تو جو شخص دنیا میں کل کائنات ایک ہی چیز رکھتا ہے اور اس کو دل سے عزیز رکھتا ہے تو اس پر اس شخص کے برابر عذاب نہ ہوگا جو زمین اسباب لونڈی غلام ہاتھی گھوڑے جاہ و حشمت اور سب طرح کی نعمت رکھتا ہے اور سبھوں کے ساتھ دل سے محبت رکھتا ہے بلکہ اگر اس جہاں میں لوگ کسی سے کہیں کہ تیرا ایک گھوڑا چور لے گئے تو اسے رنج و الم ہوگا اور اگر کہیں کہ تیرے دس گھوڑے لے گئے تو پہلے کی نسبت اس کو زیادہ غم ہوگا اگر اس کا نصف مال لوگ چھین لیں تو اسے ملال ہوگا اگر سب مال لے لیں تو رنج بدرجہ کمال ہوگا اور ان باتوں کا رنج و الم اس مصیبت کے غم سے بہت کم ہے کہ مال کے ساتھ جو رو لڑکوں کو بھی لوگ لوٹ لے جائیں اور سلطنت سے بھی معزول کر دیں اور مال اور اہل و عیال اور جو کچھ دنیا میں ہے وہ سب غارت کر ڈالیں اور اس شخص کو بے یار و مددگار تنہا ناچار چھوڑ دیں اور یہی زندگی کا انجام ہے موت اس کا نام ہے تو ہر شخص کو اتنی ہی راحت یا اذیت ہو گی جتنی اسے دنیا کے ساتھ عداوت یا محبت ہوگی اور جس کے ساتھ اسباب دنیا نے بہمہ وجوہ موافقت کی اور اس نے بالکل خود کو دنیا کے نذر کر دیا اس قدر اس کے ساتھ محبت کی جیسا حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے قرآن شریف میں آیا ہے (۷)﴿ذلک بانھم استحبو الحیوۃ الدنیا علی الاخرۃ﴾ اس پر بڑا عذاب ہوگا اور اس عذاب کو یوں تعبیر کیا ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے صحابہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے استفسار فرمایا کہ تم جانتے ہو یہ آیت کن معنوں میں نازل ہوئی ہے (۸)﴿ من اعرض عن ذکری فان له معیشته ضنکا﴾ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ اس کا مطلب خدا اور خدا کا رسول خوب جانتا ہے آپ نے فرمایا کہ قبر میں کافر پر عذاب یوں ہی ہوتا ہے کہ ننانوے اژدھے اس پر مسلط اور مقرر ہوتے ہیں یعنی ننانوے سانپ کہ ہر ہر سانپ کے نو نو سر ہوتے ہیں وہ اس کافر کو قیامت تک کاٹتے چاٹتے ہیں اور اس پر پھنکاریں مارتے ہیں جو لوگ کہ اہل نظر ہیں انہوں نے ان سانپوں کو دل کی آنکھ سے دیکھا ہے اور احمق لوگ جو بے نگاہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم کافروں کو قبروں میں نگاہ کرتے ہیں کچھ بھی نہیں دیکھتے اگر سانپ ہوتے تو ہماری آنکھ بھلی چنگی ہے ہم بھی دیکھتے ان احمقوں کو چاہئے کہ اس بات کو جان لیں کہ یہ اژدھے مردوں کی روح میں ہیں اس کے باہر نہیں ہیں کہ اور کوئی دیکھے بلکہ یہ اژدھے اس کی موت کے پہلے سے اس کے اندر تھے اور وہ بے خبر تھا ان احمقوں کو جاننا چاہئے کہ یہ اژدھے اس کافر کی صفات سے بنے ہیں اور ان کے سروں کی تعداد اس کے بد اخلاق کی شاخوں کی تعداد کے برابر ہے دنیا کی دوستی اس اژدھے کا اصل خمیر ہے اس اژدھے کے سر اتنے ہی پیدا ہوتے ہیں جتنے اخلاق بد دنیا کی دوستی سے اس کافر میں پیدا ہوئے مثلاً حسد کینہ ریا تکبر حرص مکر فریب دنیا جاہ وحشمت کے ساتھ محبت رکھنا ان اژدھوں کی اصل اور ان کے سروں کی کثرت نور بصیرت سے آدمی پہچان سکتا ہے اور ان کی تعداد نور نبوت سے جان سکتا ہے کہ جتنے بد اخلاق ہیں اتنے ہی اژدھے ہیں اور ہم کو نہیں معلوم کہ اخلاق بد کتنے ہیں تو یہ اژدھے کافر کی جان میں پوشیدہ رہتے ہیں اس کا سبب یہ نہیں ہے کہ وہ کافر خدا اور رسول سے ناواقف ہے بلکہ یہ باعث ہے کہ اس کافر نے خود کو بالکل دنیا کے حوالے کر دیا جیسا حق سبحانہٗ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے (۹)﴿ذالک بانهم استحبوا الحیوة الدنیا علی الا خرة﴾ اور فرمایا ہے ﴿ اذهبتم طیبا تکم فی حیو

تکم الدنیا و استمتعتم بھا ﴾ اگر ایسا ہوتا کہ یہ اژدھے کافر کی جان کے باہر ہوتے جیسا لوگ سمجھتے ہیں تو کافر پر بہت ہی آسانی ہو جاتی کیونکہ آخر کبھی تو یہ اژدھے دم بھر اس سے باز رہتے جبکہ اس کی جان کے اندر رہتے ہیں تو اس کے عین صفات ہیں تو کافر ان سے کیونکر بھلا بھاگ بچے جیسے کسی نے لونڈی بیچی پھر اس پر عاشق ہوا تو یہ اژدھا جو اسے کاٹتا ہے اسی کا عشق ہے جو لونڈی کے ساتھ تھا اور اس کے دل میں پوشیدہ تھا جس وقت تک وہ اژدہا اسے کاٹنے پر آمادہ نہیں ہوا اس وقت تک اس عاشق کو اس کی کچھ خبر بھی نہ تھی اسی طرح یہ ننانوے اژدھے اس کافر کی جان میں موت کے پہلے سے پوشیدہ تھے اور اس کافر کو اس کی کچھ خبر بھی نہ تھی یہاں تک کہ اس نے اب اس کافر کو کاٹنا شروع کیا وہ جب تک اپنی معشوقہ کے ساتھ تھا تب تک یہ عشق جس طرح اس کی راحت کا سبب تھا اسی طرح فراق میں رنج و مصیبت کا باعث ہوا اگر عشق نہ ہوتا اور محبت نہ ہوتی تو فراق میں عذاب نہ ہوتا اور مصیبت نہ ہوتی اسی طرح دنیا کی الفت اور کمال محبت جو زندگی میں موجب راحت ہے وہی بعد موت باعث عذاب و مصیبت ہے عشق دولت اژدھے کے مانند ہے اور عشق مال سانپ کے مثال گھر بار کا عشق گویا بچھو ہے اور علیٰ ہذا القیاس وہ لونڈی کا عاشق جس طرح فراق معشوقہ میں چاہتا ہے کہ خود کو دریا میں ڈبو دے یا آگ میں جلا دے یا یہ چاہتا ہے کہ مجھے بچھو ڈنگ مارے کہ میں مر جاؤں اور درد فراق سے نجات پاؤں اسی طرح جس کسی پر عذاب قبر ہوتا ہے وہ یہی چاہتا ہے کہ کاش اندرونی اژدھوں کے عوض وہ سانپ بچھو ہوتے جنہیں دنیا میں لوگ جانتے ہیں کہ وہ باہر سے بدن میں زخم کرتے ہیں اور یہ اژدھے اندر سے جان میں زخم ڈالتے ہیں اور ان اژدھوں کو ظاہری آنکھ سے کوئی نہیں دیکھ سکتا تو حقیقت میں ہر شخص اپنے عذاب کا سبب یہاں سے اپنے ساتھ ہی لے جاتا ہے اور وہ سبب عذاب اس کے درون میں ہے اس واسطے جناب رسالت پناہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے ﴿

انما ھی اعمالکم ترد الیکم﴾ یعنی وہ عذاب تمہارے دروں میں ہے کہ تمہارے ملک تمہارے سامنے رکھیں گے اور اس واسطے حق سبحانہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے(۱۱)﴿ کلالو تعلمون علم الیقین لترون الجحیم ثم لترونھا عین الیقین﴾ یعنی اگر تمہیں علم الیقین ہوتا تو تم دوزخ کو دیکھ لیتے اور اس واسطے فرمایا ہے۔﴿ ان جھنم لمحیطتہ بالکافرین﴾ یعنی دوزخ کافروں کو محیط ہے اور ان کے ساتھ ہی یوں نہ ارشاد ہوا کہ دوزخ کافروں کو محیط ہوگی۔

فصل: دنیا کی کوئی سی محبت عذاب کا سبب ہے

اے عزیز شاید تو یہ کہے کہ ظاہر شرع سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اژدھوں کو ظاہری آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور جو اژدھے کہ جان میں ہوتے ہیں وہ دکھائی نہیں دیتے ہیں اس کا جواب جان لے کہ ان اژدھوں کا دیکھنا ممکن ہے لیکن مردہ ہی دیکھتا ہے جو لوگ اس عالم میں ہیں وہ نہیں دیکھ سکتے اس واسطے کہ اس عالم کی چیز کو اس عالم کی آنکھ سے کوئی نہیں دیکھ سکتا اور یہ اژدھا مردہ کو ایسا متشکل دکھائی دیتا ہے کہ گویا اس نے اس عالم میں دیکھا تھا لیکن تو نہیں دیکھ سکتا جس طرح سوتا آدمی اکثر دیکھتا ہے کہ مجھے سانپ کاٹتا ہے اور جو شخص اس کے پاس بیٹھا ہے وہ نہیں دیکھتا اور وہ سانپ اس شخص کے پاس موجود ہے جو سوتا ہے اور اس سانپ کے سبب سے اس شخص کو رنج و عذاب ہوتا ہے اور بیدار کے واسطے وہ سانپ معدوم ہے اور بیدار کے نہ دیکھنے سے اس کے رنج و عذاب میں کچھ کمی نہیں ہو جاتی جو کوئی خواب دیکھے کہ مجھے سانپ کاٹتا ہے تو یہ دشمن کا زخم ہے کہ اس خواب دیکھنے والے پر فتحیاب ہوگا اور خواب میں سانپ کے کاٹنے کا رنج روحانی ہوتا ہے کہ دل ہی پر گذرتا ہے اس کی مثال اس عالم میں اگر چاہیں تو ایک سانپ ہے ایسا ہوتا ہے کہ جب دشمن اس خواب دیکھنے والے پر فتح پائے تو وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے خواب کی تعبیر پائی کاش مجھے سانپ کاٹتا اور یہ دشمن مجھ پر فتح یاب نہ ہوتا اس واسطے کہ یہ رنج جو دل میں ہے اس رنج سے بہت

بڑا ہے جو سانپ کے کاٹنے سے اس کے بدن پر ہوتا ہے۔

اے عزیز اگر تو یہ کہے کہ وہ سانپ تو معدوم ہے خواب دیکھنے والے پر جو یہ حال گذرتا ہے فقط خیال ہے تو جان لے کہ یہ تیرا کہنا بڑی غلطی ہے بلکہ وہ سانپ موجود ہے کہ موجود چیز پائی جاتی ہے اور معدوم نہیں پائی جاتی جسے تو نے خواب میں پایا اور دیکھا وہ تیرے حق میں موجود ہے اگرچہ اور خلق اسے نہ دیکھ سکے اور جسے تو نہ دیکھے وہ تیرے حق میں نایاب اور معدوم ہے گو تمام خلق اسے دیکھا کرے اور جبکہ عذاب اور سبب عذاب دونوں مردے اور سوتے کے پاس ہوتے ہیں تو اوروں کے نہ دیکھ سکنے سے ان میں کیا نقصان ہوتا ہے لیکن یہ ہوتا ہے کہ سوتا جلدی جاگ پڑتا ہے اور رنج و عذاب سے چھوٹ جاتا ہے لوگ کہتے ہیں کہ اسے خیال تھا اور مردہ رنج و عذاب میں مبتلا رہتا ہے اس واسطے کہ موت کی کچھ انتہا نہیں تو رنج مردہ کے ساتھ ہے اور اس عالم کے محسوسات کی طرح اسے ثبات ہے اور شریعت میں یہ نہیں ہے کہ جو سانپ بچھو اژدھے قبر میں ہوتے ہیں عوام الناس اسے ظاہری آنکھ سے دنیا میں دیکھ سکتے ہیں لیکن اگر کوئی اس عالم سے دور ہو جائے یعنی سو جائے اور اس مردہ کا حال اس پر ظاہر کریں تو مردہ کو سانپ بچھو میں دیکھے گا اور انبیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اولیا رحمتہ اللہ علیہ جاگتے میں بھی دیکھتے ہیں اس واسطے کہ اوروں کو جو کچھ خواب میں معلوم ہوتا ہے انہیں بیداری میں نظر آتا ہے اس واسطے کہ عالم محسوسات یعنی دنیا اس جہان کے معاملات دیکھنے میں ان لوگوں کے واسطے آڑ نہیں ہے تو یہ طول کلام اس سبب سے ہوتا ہے کہ کچھ احمق قبروں میں دیکھتے ہیں اور انہیں ظاہری آنکھ سے کچھ نظر نہیں آتا تو عذاب قبر سے انکار کرتے ہیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ انہیں اس عالم کے معاملات کی راہ نہیں معلوم۔

فصل:

اے عزیز شاید تو یہ کہے کہ اگر عذاب قبر اس جہت سے ہوتا ہے کہ دل کو اس عالم

سے تعلق رہتا ہے تو اس سے کوئی خالی نہیں ہے کہ جاہ و مال اور اہل و عیال کو دوست نہ رکھتا ہو تو سبھوں پر عذاب قبر ہوگا اور کوئی اس سے نہ چھوٹے گا اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا نہیں ہے اس واسطے کہ لوگ بہت ایسے ہیں کہ دنیا سے آسودہ ہو گئے ہیں اور انہیں دنیا میں خوشی اور آسائش کا کوئی محل نہیں باقی رہا وہ موت کے آرزومند رہتے ہیں اور بہت مسلمان جو فقیر ہوتے ہیں وہ ایسے ہوتے ہیں لیکن وہ لوگ جو مالدار ہوتے ہیں ان کی بھی دو قسمیں ہیں ایک وہ لوگ ہیں جو اسباب دنیا کو دوست رکھتے ہیں مگر ساتھ اس کے خدا کو بھی دوست رکھتے ہیں تو اگر ایسا ہوا کہ خدا کو دنیا سے زیادہ دوست رکھتے ہیں تو ان لوگوں پر بھی عذاب قبر نہ ہوگا اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کا کسی شہر میں ایک مکان ہو اور وہ اس مکان کو بہت دوست رکھتا ہو لیکن ریاست اور سلطنت اور محل اور باغ کو اس مکان سے زیادہ دوست رکھتا ہو تو جب اور شہر کی ریاست کا اسے حکم سلطانی پہنچے تو وطن سے نکلنے میں اسے کچھ رنج نہ ہوگا اس واسطے کہ محبت ریاست جو بہت غالب ہے اس کے سامنے گھر اور شہر کی محبت ناچیز اور ناپائیدار ہو جاتی ہے اور اس کا کچھ اثر باقی نہیں رہتا تو انبیاء علیہ السلام اور اولیا رحمتہ اللہ علیہ اور متقی مسلمانوں کے دل کو اگرچہ فرزند و زن شہر و وطن کی طرف کچھ التفات ہو جب خدا کی محبت اور اس کی انس کی لذت پیدا ہوتی ہے تو اور سب محبتیں اس کے سامنے ناچیز ہو جاتی ہیں اور یہ لذت موت سے پیدا ہوتی ہے تو یہ لوگ عذاب قبر سے بے خوف ہیں لیکن جو لوگ دنیا کی خواہشوں کو بہت دوست رکھتے ہیں وہ اس عذاب سے نہ چھوٹیں گے اور یہ لوگ بہت ہیں اور اسی واسطے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے (۱۲) ﴿ وان منکم الا واردها کان علی ربک حتما مقضیا ثم ننجی الذین اتوا ﴾ یہ لوگ مدت تک عذاب میں رہیں گے پھر جب انہیں دنیا سے گئے ہوئے زمانہ دراز گذر جائے گا اور دنیا کی لذت بھول جائیں گے تو خدا کی اصل دوستی جو ان کے دل میں پوشیدہ تھی پھر ظاہر ہو جائے گی ان لوگوں کی مثل اس شخص کی ایسی

ہے جو ایک گھر کو دوسرے گھر کی نسبت یا ایک شہر کو دوسرے شہر کی نسبت یا ایک عورت کو دوسری عورت کی نسبت بہت دوست رکھتا ہو لیکن دوسرے گھر یا شہر یا عورت کو بھی کچھ دوست رکھتا ہو جب اسے اس گھر یا شہر یا عورت سے جسے وہ بہت دوست رکھتا ہے جدا کریں اور اس دوسرے کے پاس جسے کچھ دوست رکھتا ہے پہنچا دیں تو وہ اس کے فراق میں مدت تک رنجیدہ رہتا ہے جسے بہت دوست رکھتا تھا جب اسے بھولتا ہے اور دوسرے محبوب کے ساتھ خوگر ہو جاتا ہے تو اصل دوستی جو اس دوسرے محبوب کے ساتھ اس کے دل میں تھی پھر ظاہر اور غالب ہو جاتی ہے لیکن جو لوگ حق تعالیٰ کو اصلاً دوست ہی نہیں رکھتے وہ اس عذاب میں رہیں گے اس واسطے کہ انہیں اس چیز کے ساتھ دوستی ہے جو ان سے پھیر لی گئی یعنی دنیا پھر اب کیونکر اس عذاب سے نجات پائیں کافر جو ہمیشہ عذاب میں رہیں گے اس کا سبب ایک یہ بھی ہے جو ابھی بیان ہوا اے عزیز اس بات کو جان کہ جو کوئی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں خدا ہی کو دوست رکھتا ہوں یا خدا کو دنیا سے زیادہ دوست رکھتا ہوں اور تمام جہان کا یہی مذہب زبانی ہے تو ایک امر اس بات کی آزمائش کے واسطے کسوٹی ہے وہ امر یہ ہے کہ جب کسی کا نفس اور خواہش کوئی حکم کرے اور حکم خدا اس کے خلاف ہو اگر وہ اپنے دل کو حکم خدا کی طرف زیادہ مائل دیکھے تو حق تعالیٰ کو زیادہ دوست رکھتا ہے جس طرح کوئی شخص دو آدمیوں کو دوست رکھتا ہو ایک کو بہت اور ایک کو کم جب ان دونوں میں نزاع واقع ہوتی ہے تو خود کو اس کی طرف جسے بہت پیار کرتا ہے مائل پاتا ہے اسی سے پہچانتا ہے کہ جس کی طرف مائل ہوا اسے بہت دوست رکھتا ہوں جب ایسا نہ ہو تو زبان سے یہ کہنا کہ میں اسے بہت دوست رکھتا ہوں کچھ فائدہ نہیں کرتا کہ یہ کہنا فی الحقیقت جھوٹ ہے اس واسطے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے لا الہ الا اللہ کہنے والے اگر دنیا کے معاملات کو دین کے معاملات پر اختیار نہ کریں تو خود کو عذاب خدا سے بچاتے ہیں اور اگر ایسا نہ کیا یعنی دنیا کے معاملات کو دین کے

معاملات پر اختیار کرلیا تو حق تعالیٰ ان سے ارشاد فرماتا ہے کہ تم جھوٹ کہتے ہو کہ لا الہ الا اللہ ایسے معاملہ کے ساتھ کہنا جھوٹ ہے تو اے عزیز ان سب باتوں سے جو تجھے معلوم ہوئیں تو نے پہچانا کہ صاحب نظر مشاہدۂ باطنی سے دیکھتے ہیں کہ کون شخص عذاب قبر سے چھوٹے گا اور جانتے ہیں کہ بہت خلقت نہ چھوٹے گی لیکن جس طرح تعلق دنیا میں بہت تفاوت ہے کسی کو کم ہوتا ہے کسی کو زیادہ اسی طرح عذاب کی مدت اور شدت میں بھی بہت تفاوت ہے۔

فصل:

اے عزیز شاید تو یہ کہے کہ بعض احمق کہتے ہیں کہ اگر یہی عذاب قبر ہے تو ہم اس سے بیخوف وخطر ہیں کہ ہمیں دنیا سے کچھ علاقہ نہیں دنیا کا ہونا نہ ہونا ہمارے نزدیک برابر ہے تو ان احمقوں کا یہ دعویٰ محال ہے جب تک خود کو نہیں آزماتے ہیں نادان ہیں اگر وہ شخص ایسا ہے کہ جو کچھ اس کے پاس ہے وہ سب چور لے جائے اور جو مقبولیت اور عزت اسے حاصل ہے وہ اس کے کسی ہمسر کو مل جائے اور اس کے جو مرید ہیں وہ پھر جائیں اور اس کی مذمت کرنے لگیں اور بایں ہمہ اس کے دل میں کچھ اثر اور رنج نہ ہو اور وہ شخص ایسا رہے کہ گویا اور کسی کا مال چوری گیا اور کسی دوسرے کی عزت اور مقبولیت زائل ہوگئی اس کا کچھ نقصان ہی نہیں ہوا تو اس کا یہ دعویٰ سچا ہے کہ میں اس صفت کا آدمی ہوں کہ دنیا کا ہونا نہ ہونا میرے نزدیک برابر ہے جب تک اس کا مال چور نہ چرائیں اور اس کے مرید پھر نہ جائیں تب تک وہ معذور اور نادان ہیں اسے چاہئے کہ اپنا مال جدا کرے اور اپنی مقبولیت اور عزت سے بھاگتا رہے اور اپنا امتحان کرے پھر اس صفت پر اعتماد کرے اس واسطے کہ بہت لوگ جانتے ہیں کہ ہمیں جورو اور لونڈی سے کچھ علاقہ نہیں ہے جب جورو کو طلاق دیتے ہیں یا لونڈی کو بیچ ڈالتے ہیں تو آتش عشق جوان کے دل میں دبی تھی بھڑک اٹھتی ہے اور وہ دیوانے ہو جاتے ہیں تو جو شخص چاہے کہ عذاب قبر سے آزاد رہے

اسے چاہئے کہ دنیا کی کسی چیز سے علاقہ نہ رکھے مگر بقدر ضرورت جس طرح پائخانہ کی حاجت ہوتی ہے اور آدمی کو وہاں بیٹھنا اچھا نہیں معلوم ہوتا چاہتا ہے وہاں سے جلدی نکلے تو چاہئے کہ جس طرح آدمی بلا رغبت فقط پیٹ خالی کرنے کی حاجت سے پائخانے جاتا ہے اسی طرح کھانے کا لالچ فقط پیٹ بھرنے کی نیت سے کیا کرے کہ یہ دونوں امر بضرورت ہیں علیٰ ہذا القیاس سب دینوی کام اور اگر اس تعلق دنیا سے آدمی اپنا دل نہ خالی کر سکے تو چاہئے کہ عبادت اور ذکر الٰہی کے ساتھ انس و محبت رکھے اور اس کی مواظبت اور مداومت کرے اور اپنے دل پر خدا کی یاد کو ایسا غالب کرے کہ اس کی دوستی محبت دنیا پر غالب ہو جائے اور اس امر پر اپنی ذات سے اس طرح دلیل طلب کیا کرے کہ ہر امر میں شرع کی متابعت کرے اور حکم نفس پر حکم حق کو مقدم رکھے اگر اس امر میں نفس اس کی اطاعت کرے تو البتہ بھروسا رکھے کہ میں عذاب قبر سے بچوں گا اور اگر نفس نافرمانی کرے تو اپنے بدن کو عذاب قبر کے سپرد کر دے مگر یہ کہ ارحم الراحمین کی رحمت اگر شامل ہو تو البتہ نجات حاصل ہو۔

فصل: دوزخ روحانی کے معنی

اب ہم دوزخ روحانی کے معنی بیان کرتے ہیں اور روحانی سے ہمارا یہ مقصود ہے کہ وہ دوزخ روح کے واسطے خاص ہے بدن کو اس سے کچھ واسطہ نہیں (۱۳) ﴿نار الله الموقدة التی تطلع علی الافئدة﴾ یہی دوزخ روحانی ہے کہ یہ آگ دل کو گھیرے ہوئے ہے اور جو آگ بدن میں لگتی ہے اسے دوزخ جسمانی کہتے ہیں اے عزیز جان تو کہ دوزخ روحانی میں تین قسم کی آگ ہوتی ہے ایک دنیا کی خواہشوں سے جدائی کی آگ دوسری رسوائیوں سے شرمندگی کی آگ تیسری حضرت ذوالجلال کے جمال لازوال سے محروم رہنے اور ناامید ہو جانے کی آگ ان تین آگوں کو جان و دل سے کام ہے بدن سے کچھ مطلب نہیں اور ان تینوں آگوں کے اسباب جو اس جہان سے آدمی اپنے ساتھ لے جاتے ہیں ان کا بیان

کرنا ضرور ہے اس جہان سے ایک مثال مانگے لے کر اس میں ان کے معنی ہم بیان کرتے ہیں تا کہ بخوبی معلوم ہو جائیں پہلی قسم دنیا کی خواہشوں سے جدائی کی آگ اس کا سبب عذاب قبر کے بیان میں کہا گیا ہے کہ جب تک آدمی اپنے معشوق کے ساتھ ہے تب تک عشق اور رغبت دل کی بہشت ہے اور جب اپنے معشوق سے جدا ہوا تو دوزخ ہے پس عاشق دنیا جب تک دنیا میں ہے بہشت میں ہے (۱۴) ﴿الدنیا جنته الکافر﴾ اور جب آخرت میں ہے دوزخ میں ہے اس واسطے کہ اس کے معشوق کو اس سے چھین لیا تو ایک ہی چیز مختلف دو حالتوں میں سبب لذت بھی ہے اور باعث مصیبت بھی ہے دنیا میں اس آگ کی مثال ایسی ہے کہ مثلاً ایک پادشاہ ہو کہ تمام دنیا اس کی اطاعت اور حکم میں ہو اور ہمیشہ خوبصورت لونڈی غلام اور عورتوں سے کامیاب رہتا ہو اور عمدہ باغ اور بوستان اور عمارات عالی شان کی سیر کیا کرتا ہو ناگاہ کوئی دشمن آ کر اسے پکڑ لے جائے اور غلام بنائے اس کی رعایا کے سامنے اسے کتوں کی خدمت کا حکم دے یعنی اس سے ڈوری والوں کا کام لے اور اس کے سامنے اس کی عورتوں اور لونڈیوں کو اپنے کام میں لائے اور غلاموں سے کہے کہ تم بھی اپنے تصرف میں لاؤ اور اس کے خزانہ میں جو چیزیں بیش قیمت ہوں وہ اس کے دشمنوں کو دے ڈالے تو اے عزیز دیکھ تو اس پادشاہ کو اس آفت ناگہانی اور مصیبت جانی سے کیا رنج ہوگا اور سلطنت زن و فرزند خزانہ لونڈی غلاموں اور تمام نعمتوں سے جدائی کی آگ اس کی جان میں لگی ہے اور اسے ایسا جلا رہی ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ کاش مجھے دفعتہً لوگ ہلاک کر ڈالتے یا میرے بدن پر ایسا عذاب سخت کرتے کہ میں اس رنج سے چھوٹ جاتا یہ ایک آگ کی مثال ہے اور جس قدر نعمت زیادہ ہوگی اور سلطنت پاکیزہ اور زرریز ہوگی یہ آتش فراق اس کی جان میں اسی قدر زیادہ مشتعل اور تیز ہوگی تو جس کسی کو دنیا میں تمتع اور کامیابی زیادہ ہوتی ہے اور دنیا اس کے ساتھ زیادہ موافقت کرتی ہے اسے دنیا کا عشق بھی اتنا ہی سخت تر ہوتا ہے اور

فرشتے نقل کر دیتے ہیں کہ تو بے عبادت رہ جائے اور آج لڑکوں کی آنکھیں جتنا تیرے کام آتی ہیں قیامت کے دن تیری عبادت اس سے زیادہ تیرے کام آئے گی اس واسطے کہ عبادت تیری سعادت کا سبب ہے اور فرزند تیری سعادت کے باعث نہیں ہیں تو فردائے قیامت کو صورتیں حقیقتوں اور روحوں کی تابع ہوں گی اور آدمی جو چیز دیکھے گا اس صورت پر دیکھے گا جس کے معنی اس میں ہوں گے فضیحت اور رسوائی وہاں ہوگی اور اس سبب سے کہ نیند اس عالم سے نزدیک ہے خواب میں کام اسی صورت پر دکھائی دیتے ہیں جو معنوں کے موافق ہوتی ہیں چنانچہ ایک شخص ابن (۱۵) سیرین کے پاس گیا اور کہا کہ خواب میں میں نے دیکھا ہے کہ ایک انگوٹھی میرے ہاتھ میں ہے مردوں کے منہ پر اور عورتوں کی فرج پر میں مہر کرتا ہوں فرمایا کہ تو موذن ہے رمضان کے مہینے میں صبح سے پہلے اذان کہہ دیا کرتا ہے اس نے عرض کی کہ واقعی ایسا ہی ہے اے عزیز اب دیکھ کہ خواب میں اس کے معاملہ کی حقیقت اس سے کس طرح بیان کی اس واسطے کہ اذان رمضان میں آواز اور ذکر کی صورت پر ہے کھانے اور جماع کو منع کرنا اس کی روح اور حقیقت ہے اور تعجب یہ ہے کہ قیامت کا یہ سب نمونہ خواب میں تجھے دکھائی دیتا ہے اور تجھے کسی چیز کی خبر نہیں اور یہی مضمون ہے جو حدیث میں آیا کہ قیامت کے دن دنیا کو ایسی بدشکل بڑھیا کی صورت پر لائیں گے کہ لوگ اسے دیکھ کر کہیں گے (۱۶) ﴿ نعوذ باللہ منک ﴾ فرشتے کہیں گے کہ یہ وہی دنیا ہے جس کے پیچھے تم جان دیتے تھے اس وقت لوگوں کو ایسی ندامت ہوگی کہ چاہیں گے کہ ہم کو آگ میں لے جائیں کہ اس شرم سے ہم نجات پائیں اور اس رسوائی کی مثال ایسی ہے جیسے یہ حکایت۔

ایک عبرت انگیز (۱۷) حکایت

ایک بادشاہ نے اپنے بیٹے کی شادی کی شہزادے نے جس رات کو اپنی دلہن پاس جانا چاہا بہت سی شراب پی لی جب مست ہوا دلہن کی تلاش میں نکلا خلوت خانہ میں

جانے کا قصد کیا راہ بھول گیا گھر سے باہر نکل آیا اور چلا یہاں تک کہ ایک مقام پر پہنچا ایک گھر دیکھا اور چراغ نظر آیا سمجھا کہ دلہن کا گھر میں نے پایا جب اندر گیا کچھ لوگوں کو سوتے دیکھا ہر چند پکارا کسی نے جواب نہ دیا سمجھا کہ سب سوتے ہیں ایک شخص کو دیکھا کہ نئی چادر منہ پر تانے ہے اپنے دل میں کہا یہی دلہن ہے اس کے پہلو میں لیٹا اور اس پر سے چادر اتاری تو دماغ میں خوشبو پہنچی کہا کہ بیشک یہی دلہن ہے کہ خوشبو ملے ہے اس کے ساتھ جماع کرنے لگا اور اپنی زبان اس کے منہ میں دے دی اس کی نمی اسے پہنچی سمجھا کہ میری مدارات کرتی ہے اور گلاب چھڑکتی ہے جب صبح ہوئی اور شہزادہ ہوش میں آیا دیکھا تو اس حجرے کو آتش پرستوں کا مقبرہ پایا جو لوگ اس کی دانست میں سوتے تھے وہ حقیقت میں مردے تھے جس کی نئی چادر تھی اور جسے اپنی دلہن سمجھا تھا وہ ایک ڈراؤنی صورت بڑھیا تھی اسی دو چار دن کے عرصہ میں مری تھی اور وہ خوشبو کافور وغیرہ کی تھی اور وہ رطوبت جو شہزادہ کو پہنچی تھی وہ اس بڑھیا کی نجاست اور ناپاکی تھی شہزادے نے خود کو دیکھا تو تمام بدن نجاست میں بھرا ہے اور اس کے لعاب دہن سے منہ کا مزہ کڑوا ہے چاہا کہ اس ندامت اور رسوائی اور آلودگی کے مارے مر جائے اور ڈرا کہ ایسا نہ ہو کہ میرا باپ یعنی پادشاہ اور اس کی فوج و سپاہ اس حالت سراپا نجاست میں مجھ دیکھ پائے وہ اسی سوچ میں تھا کہ پادشاہ یعنی اس کا پدر مع افسران لشکر اس کی تلاش میں آ پہنچا اسے ان خرابیوں میں دیکھا شہزادہ نہایت نادم ہوا اور اس امر کا عازم ہوا کہ اگر زمین پھٹ جاتی تو میں سما جاتا کہ اس ذلت اور رسوائی سے نجات پاتا۔

اے عزیز فردائے قیامت کو سب دنیا دار دنیا کی سب لذتوں اور خواہشوں کو بھی اسی صفت پر دیکھیں گے دنیوی خواہشوں کے ساتھ ملے رہنے سے ان کے دل میں جو اثر رہا ہو گا بھی اسی نجاست اور تلخی کا سا ہو گا جو اس شہزادہ کے بدن اور دہن میں رہی تھی دنیا دار اس سے بھی زیادہ رسوا ہوں گے اور عذاب سخت میں مبتلا ہوں گے۔

اس واسطے کہ اس جہاں کے کاموں کی تمام و کمال سختی کی مثال اس جہاں کی چیزوں کے ساتھ نہیں دی جا سکتی یہ قصہ تھا اس ایک آگ کی شرح کا نمونہ تھا جس کو کالبد سے کچھ علاقہ نہیں فقط دل و جاں سے لاگ ہے اس کا نام ذلت اور ندامت کی آگ ہے تیسری قسم جناب الٰہی کے جمال بے مثال سے محروم رہنے اور اس سعادت کے حصول سے مایوس ہونے کے افسوس کی آگ اس جہاں سے نابینائی اور نادانی جو ساتھ لے گیا ہو وہ اس آگ کا سبب ہوتی ہے یعنی اس جہاں میں اس نے جناب احدیت کی معرفت نہ حاصل کی ہو اور تعلیم اور کوشش سے بھی دل نہ صاف کیا ہو کہ بعد مرگ جناب الٰہی کا جمال اس میں اس طرح نظر آئے جیسے صاف آئینہ میں عکس نظر آتا ہے بلکہ گناہ اور دنیا کی خواہشوں کی زنگ نے اس کے دل کو تاریک اور اندھا کر دیا ہو کہ وہ اندھار ہے اس آگ کی مثال ایسی ہے جیسے تو فرض کرے کہ کسی گروہ کے ساتھ اندھیری رات میں تو کہیں پہنچے کہ وہاں بہت سے سنگریزے پڑے ہوں اور تو ان کا رنگ نہ دیکھ سکے تیرے ساتھی تجھ سے کہیں کہ جتنے اٹھ سکیں ان میں سے اٹھا لے ہم نے سنا ہے کہ ان سنگریزوں میں بڑا فائدہ ہوتا ہے اور جو جتنے اٹھا سکتا ہے ان میں سے اٹھا لے جاتا ہے اور تو ان میں سے نہ لیوے اور کہے کہ یہ پوری حماقت ہے کہ سر دست اپنے سر بوجھ لوں خدا جانے کہ کل کو یہ کام آئیں یا نہ آئیں پھر وہ سب ساتھی تو بوجھ باندھ لیں اور چل نکلیں اور تو خالی ہاتھ ان کے ساتھ رہے اور ان پر ہنسے اور انہیں احمق سمجھ کر ان پر افسوس کرے اور کہے کہ جس کسی کو عقل اور فہم ہوتی ہے وہ میری طرح آرام و اطمینان سے جاتا ہے اور جو احمق ہوتا ہے خود کو گدھا بناتا ہے طمع باطل سے بوجھ اٹھاتا ہے پھر جب وہ روشنی میں پہنچیں اور دیکھیں کہ وہ سب سنگریزے یاقوت سرخ اور گوہر آبدار ہیں اور لاکھ لاکھ اشرفی ہر دانہ کی قیمت ہے تو وہ لوگ تو افسوس کریں گے کہ اور زیادہ کیوں نہ اٹھا لائے اور تو اس دھوکے اور دغا سے ہلاک ہوگا اور تیری جان میں اس حسرت کی آگ لگے گی کہ میں نے بھی

کیوں نہ اٹھا لئے پھر وہ لوگ ان جواہرات کو بیچ کر تمام دنیا کی سلطنت لے لیں اور جیسی نعمتیں چاہیں کھائیں اور جہاں چاہیں رہیں اور تجھے ننگا بھوکا رکھیں اور اپنا غلام بنائیں اور اپنے کام کا تجھے حکم فرمائیں ہر چند تو کہے کہ ان نعمتوں میں سے کچھ تو مجھے بھی دیجئے قولہ تعالیٰ (۱۸) ﴿ افیضوا علینا من الماء او مما رزقکم اللہ قالوا ان اللہ حرمھما علی الکافرین﴾ وہ کہیں گے کہ کل تو ہمیں ہنستا تھا آج ہم تجھے ہنستے ہیں۔(۱۹)﴿ ان تسخروا منا فانا نسخر منکم کما تسخرون ﴾ تو جنت کی نعمت اور پروردگار کا دیدار فوت ہو جانے کی حسرت کی یہ مثل ہے اور جن لوگوں نے عبادت کے جواہرات دنیا سے نہ اٹھا لئے اور کہا کہ قرض کے واسطے سر دست رنج نقد ہم کیوں اٹھائیں فردائے قیامت کو چلائیں گے کہ ﴿ افیضو اعلینا من الماء ﴾ اور کیونکر انہیں حسرت نہ ہوگی اس واسطے کہ قیامت کو عارف اور عابدوں پر انواع انواع سعادتیں اس قدر نازل ہوں گی کہ دنیا کی تمام عمر کی نعمتیں اس کی ایک ساعت کے مقابلے میں کچھ بھی نہ ہوں گی بلکہ سب کے بعد جسے دوزخ سے نکالیں گے اس کو بھی دنیا کی دس گنا نعمتیں دیں گے ان نعمتوں کو دنیا کے ساتھ مشابہت ناپ اور انداز سے نہیں ہے بلکہ روح نعمت میں مشابہت ہے اور خوشی اور لذت روح نعمت ہے جس طرح کہتے ہیں کہ ایک موتی دس اشرفیوں کے مثل ہے تو وہ ناپ اور انداز میں دس اشرفیوں کے مثل نہیں ہوتا بلکہ قیمت میں اور روح مالیت میں دس اشرفیوں کے مثل ہوتا ہے۔

فصل: روحانی آگ جسمانی آگ سے بہت تیز ہے

اے عزیز جب روحانی آگ کی تینوں قسمیں تو پہچان چکا تو اب یہ جانکہ یہ آگ جسمانی آگ سے بہت تیز ہے اس واسطے کہ جب تک تکلیف اور درد کا اثر جان کو نہیں پہنچتا بدن کو اس سے کچھ آگاہی نہیں ہوتی تو بدن کی تکلیف جان میں پہنچ کر بڑھ جاتی ہے پس جو آگ اور درد کہ جان کے اندر سے باہر آتی ہے وہ خواہ مخواہ

جسمانی آگ سے تیز ہوگی اور جان کے اندر ہی سے یہ آگ لگتی ہے باہر سے اندر نہیں پہنچتی طبیعت کی خواہش کے خلاف اس پر کسی چیز کا غالب ہو جانا بھی تکلیفوں کا سبب ہوتا ہے اور بدن کا مقتضائے طبع یہ ہے کہ اس کی ترکیب اس کے ساتھ رہے اور اس کے اعضاء سب مجتمع رہیں جب زخم کے سبب سے ایک عضو دوسرے سے جدا ہوگا تو یہ امر بدن کے مقتضائے طبع کے خلاف رہے گا اور بدن میں درد ہوگا اور زخم ایک کو دوسرے عضو سے جدا کر دیتا ہے اسی طرح آگ بھی سب اعضاء میں در آتی ہے اور ایک کو دوسرے سے جدا کرتی ہے تو ہر ہر عضو میں ایک ایک درد ہوتا ہے اس سبب سے آگ کا درد بہت سخت ہے تو دل کا مقتضائے طبع جو چیز ہے جب اس کا خلاف جگہ کرے گا تو جان میں بڑا درد ہوگا خدا کا دیدار اور خدا کی معرفت دل کا مقتضائے طبع ہے نابینائی جو اس کے خلاف ہے جب طاری ہوگی تو بے نہایت درد و اضطراب ہوگا اگر لوگوں کے دل اس جہاں میں بیمار نہ ہوتے تو اس جہاں میں بھی نابینائی کی تکلیف اٹھاتے جب ہاتھ پاؤں بیکار اور سن ہو جاتے ہیں تو آگ لگانے سے آدمی کو کچھ خبر نہیں ہوتی جب سن جاتا رہتا ہے اور بدن میں آگ چھو جاتی ہے تو آدمی کو فوراً صدمہ عظیم ہوتا ہے اسی طرح دنیا میں دل بھی بیکار ہوتا ہے اور موت سے اس کا سن جاتا رہتا ہے تو دفعتہً یہ آگ جان سے نکل آتی ہے اور کہیں سے نہیں آتی اس واسطے کہ وہ خود اپنے ساتھ لے گیا اس کے دل ہی میں تھی اسے چونکہ علم الیقین نہ تھا اس سبب سے آگ کو نہ دیکھا اب جو علم الیقین حاصل ہوا اس آگ سے مطلع ہوگیا (۲۰) ﴿کلالو تعلمون علم الیقین لترون الجحیم﴾ کے یہی معنی ہیں اور شرع میں جسمانی دوزخ اور بہشت کا حال اکثر بیان ہے اس کا سبب یہ ہے کہ اسے تمام خلق جان سکتی ہے اور سمجھ جاتی ہے اور دوزخ روحانی کو تو جس کے سامنے بیان کرتا ہے وہ اسے ناچیز جانتا ہے اور اس کی صعوبت اور عظمت کو نہیں پہچانتا ہے جس طرح کسی لڑکے سے تو کہے کہ لکھنا پڑھنا سیکھ لے ورنہ تیری ریاست

اور تیرے باپ کی دولت تجھے نہ ملے گی اور تو اس سعادت سے محروم رہے گا تو وہ لڑکا تیرا یہ کہنا ہی نہ سمجھے گا اور اس کے دل میں اس بات کا کچھ خوب اثر نہ ہو گا لیکن اگر تو اس لڑکے سے کہے کہ اگر تو نہ پڑھے گا تو استاد تیرے کان کھینچے گا تو اس بات سے البتہ وہ لڑکا ڈرے گا اس واسطے کہ اسے سمجھتا ہے اور جس طرح استاد کی گوشمالی حق ہے جو لڑکا ادب نہ سیکھے اسے اپنے باپ کی ریاست سے محروم رہنا بھی حق ہے اسی طرح دوزخ جسمانی حق ہے اور خداوند کریم کی درگاہ سے محروم رہنے کی آگ بھی حق ہے اور جیسے گوشمالی ریاست اور دولت سے محروم رہنے کے سامنے کچھ بھی سزا نہیں ہے اسی طرح دوزخ جسمانی بھی دوزخ روحانی کے مقابلہ میں خفیف سی تکلیف ہے۔

فصل: روح کی معرفت اور انسانی جسم سے علیحدگی کے بعد کے منازل

اے عزیز شاید تو یہ کہے کہ جو عالموں نے کہا ہے اور اپنی کتابوں میں لکھا ہے یہ تفصیل وار بیان اس کے خلاف ہے اس واسطے کہ انہوں نے کہا ہے کہ فقط تقلید سے اور سننے سے آدمی یہ باتیں جان سکتا ہے عقل اور بصیرت کو اس میں کچھ دخل نہیں ہے اس کا جواب معلوم کر لے کہ عالموں کا عذر ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں اور یہ بات اس کے خلاف نہیں ہے اس واسطے کہ آخرت کے بیان میں ان عالموں نے جو کہا ہے درست ہے لیکن وہ محسوسات ہی میں رہے ہیں روحانیات کو انہوں نے نہیں پہچانا ہے یا پہچانا ہے مگر بیان نہیں کیا کہ اکثر لوگ اسے نہ سمجھیں گے اور جو جسمانی حالات ہیں وہ صاحب شرع کی تقلید اور ان سے بغیر سنے ہوئے معلوم نہیں ہوتے لیکن یہ دوسری قسم حقیقت روح کی معرفت کی شاخ ہے اس کا جاننا بھی طریق بصیرت اور مشاہدۂ باطن سے ہے اس مرتبہ کو وہی پہنچے جو اپنے وطن سے نکلے اور اپنے مولد میں نہ ٹھہرے اور راہ دین کا سفر اختیار کرے یہاں وطن اور مولد سے شہر

اور گھر نہیں مراد ہے کہ وہ قالب کا وطن ہے اور قالب کے سفر کی کچھ حقیقت نہیں لیکن جو روح کہ آدمی کی حقیقت ہے اس کی بھی ایک قیام گاہ ہے یعنی جہاں سے وہ ظاہر ہوئی وہ اس کا وطن ہے وہاں سے وہ سفر کر آئی ہے راہ میں اسے بہت منزلیں پڑتی ہیں ہر منزل اور ہی عالم ہے پہلی منزل عالم محسوسات ہے پھر عالم تخیلات پھر عالم موہومات پھر عالم معقولات، معقولات چوتھی منزل ہے اس چوتھے عالم میں اسے اپنی حقیقت کی خبر ہوتی ہے اس کے آگے پھر کچھ خبر نہیں ہوتی اور اس ایک مثال میں ان چاروں عالموں کو آدمی سمجھ سکتا ہے۔

فصل: ایک عجیب مثال

جب تک آدمی محسوسات میں ہے پتنگوں کے رتبہ پر ہے کہ خود کو چراغ پر گراتے ہیں اس واسطے کہ پتنگے کو بینائی ہے لیکن خیال اور یاد رکھنے کی قوت نہیں ہے کہ اندھیرے سے بھاگنے کو روزن ڈھونڈھتا ہے چراغ کو روزن سمجھ کر چراغ پر گرتا ہے اس میں آگ پاتا ہے یہ تکلیف اسے نہیں یاد رہتی اور اس کا کچھ خیال نہیں رہتا اس واسطے کہ اسے حفظ اور خیال کی قوت نہیں ہے اور اس رتبہ پر وہ پہنچا ہی نہیں اس سبب سے خود کو چراغ پر بار بار گراتا ہے یہاں تک کہ ہلاک ہو جاتا ہے اگر اسے خیال اور حفظ کی قوت ہوتی تو ایک بار دردناک ہو چکا تھا پھر چراغ کے پاس نہ آتا کیونکہ اور حیوانات جب ایک بار مار کھا چکتے ہیں تو وہ انہیں یاد رہتی ہے دوبارہ لکڑی دیکھ کر بھاگ جاتے ہیں۔ آدمی کی پہلی منزل عالم محسوسات ہے۔ دوسری منزل عالم تخیلات ہے۔ جب تک آدمی اس درجہ پر رہتا ہے بہائم کے برابر رہتا ہے جس چیز سے اسے صدمہ پہنچے پہلے تو نہیں جانتا کہ اس سے بھاگنا چاہئے لیکن جب ایک بار صدمہ اٹھا چکتا ہے دوسری مرتبہ اس سے بھاگتا ہے تیسری منزل عالم موہومات ہے جب اس درجہ پر آدمی آتا ہے تو بکری اور گھوڑے کے برابر ہو جاتا ہے دیکھے صدمہ سے بھاگتا ہے پہلے ہی سے اپنے دشمنوں کو پہچانتا ہے اس واسطے کہ جس بکری

نے بھیڑیے کو ہرگز نہ دیکھا ہو اور جس گھوڑے نے شیر کو ہرگز نہ دیکھا ہو وہ جب انہیں دیکھتے ہیں بھاگتے ہیں اور اپنا دشمن سمجھتے ہیں حالانکہ بیل اونٹ ہاتھی جو بھیڑیے اور شیر سے قد میں بہت بڑے ہیں ان سے نہیں بھاگتے یہ سوجھ سمجھ خدا نے ان کے باطن میں عنایت فرمائی ہے اور بایں ہمہ جو چیز کل ہونے والی ہے اس سے حذر نہیں کر سکتے اس واسطے کہ یہ رتبہ چوتھی منزل میں حاصل ہوتا ہے اور چوتھی منزل عالم معقولات ہے آدمی یہاں تک تو بہائم کے ساتھ رہتا ہے جب اس منزل پر آتا ہے تو بہائم کی حد سے گذر جاتا ہے اور فی الحقیقت یہاں عالم انسانیت کے اول میں آدمی پہنچتا ہے اور ایسی چیزیں دیکھتا ہے کہ تخیل اور وہم کو ان میں کچھ دخل نہیں اور جو چیز آیندہ ہونے والی ہے اس سے پرہیز کرتا ہے اور کاموں کی حقیقت کو ان کی صورت سے جدا کرتا ہے اور ہر چیز کی حقیقت کو جو اس کی سب صورتوں کو شامل ہوتی ہے پہنچتا ہے اور جو چیزیں اس عالم میں دکھائی دے سکتی ہیں بے نہایت نہیں ہیں اس واسطے کہ جو چیز محسوس ہے اجسام سے باہر نہیں ہے اور اجسام متناہی ہیں یعنی نہایت کو قبول کرتے ہیں اور عالم محسوسات میں آدمی کا تردد کرنا اور چلنا ایسا ہی ہے جیسے زمین پر چلنا پھرنا کہ ہر ایک چل پھر سکتا ہے اور چوتھے عالم یعنی عالم معقولات میں اس کا چلنا کاموں کی حقیقتوں اور روحوں کے تفحص کے واسطے ہوتا ہے اور وہ ایسا ہے جیسے پانی پر چلنا اور موہومات میں اس کا تردد کرنا ایسا ہے جیسے کشتی میں ہونا کہ پانی اور مٹی میں اس کا درجہ ہے اور درجہ معقولات کے اس طرف ایک مقام ہے وہ مقام انبیاء و اولیا و اہل تصوف علیہم السلام ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے ہوا میں سیر کرنا یہی مضمون تھا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لوگوں نے عرض کی کہ عیسیٰ علیہ السلام کیا پانی پر چلتے تھے آپ نے فرمایا ہاں ﴿ ولو ازداد یقینا لمشی فی الھواء ﴾ اگر ان کا یقین اور زیادہ ہوتا تو ہوا پر چلتے تو آدمی کے سفر کی منزلیں عالم ادراک میں ہیں اخیر منزل پر جب پہنچتا ہے کہ ملائیکہ کے مرتبہ پر پہنچ

جائے تو چارپایوں کا جو اخیر اور اسفل درجہ ہے وہاں سے فرشتوں کے درجہ اعلیٰ تک آدمی کی معراج کی منزلیں ہیں اور سب نیچ اونچ اسی کا کام ہے اور وہ اس خطرہ میں ہے کہ اسفل السافلین میں گرتا ہے یا اعلیٰ علیین پر چڑھتا ہے اور اس خطرہ کو قرآن شریف میں حق تعالیٰ نے یوں تعبیر فرمایا ہے کہ (۲۱) ﴿ انا عرضنا الامانته علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنها واشفقن منها وحملها الانسان انه کان ظلوما جهولا ﴾ اس واسطے کہ جو جمادات ہیں ان کا درجہ نہیں بدلتا کہ وہ بیخبر ہیں تو جمادات بے خطر ہیں اور ملائک اعلیٰ علیین میں ہیں انہیں اپنے درجہ سے اترنا ممکن نہیں بلکہ ہر ایک کا درجہ اسی پر وقف ہے جیسا قرآن شریف میں آیا ہے یعنی حق تعالیٰ نے فرشتوں کا کلام نقل فرمایا ہے (۲۲) ﴿ وما منا الا له مقام معلوم ﴾ اور چارپائے اسفل السافلین میں ہیں ان کو ترقی ممکن نہیں اور انسان دونوں کے درمیان میں ہے اور خطرہ کے مکان میں ہے اس واسطے کہ اسے درجہ ملائیکہ پر چڑھ جانا اور مرتبہ بہائم پر اتر آنا دونوں ممکن ہیں اور امانت اٹھا لینے کے معنی یہی ہیں کہ خطرناک کام کو اس نے اختیار کر لیا ہے تو ممکن نہیں کہ آدمی کے سوا اس امانت کے بوجھ کا اور کوئی متحمل ہو سکے۔

اے عزیز اس بیان سے مقصود یہ ہے کہ وہ جو تو نے کہا تھا کہ اکثر آدمی یہ بات نہیں کہتے ہیں اس کا حال تجھے معلوم ہو جائے کہ ان کا کہنا کچھ تعجب کی بات نہیں اس واسطے کہ مسافر ہمیشہ مقیم کے خلاف ہوتا ہے مقیم تو اکثر ہیں اور مسافر نادر ہیں محسوسات اور تخیلات جو پہلی منزل ہے جو شخص اس کو اپنا وطن بنائے گا اور وہیں ٹھہر جائے گا اسے کاموں کی حقیقتیں ہرگز نہ معلوم ہوں گی اور وہ شخص کبھی روحانی نہ ہوگا اور کاموں کی روحوں اور روحانیات کو کبھی نہ جانے گا اس سبب سے اس کا بیان کتابوں میں بہت کم ہے معرفت آخرت کے اتنے ہی بیان پر ہم بس کرتے ہیں اس سے زیادہ لوگوں کے فہم میں نہ آئے گا بلکہ بہت لوگ اس کو نہ سمجھیں گے۔

فصل:

بہت اہم جن کو نہ یہ قوت ہے کہ کاموں کو اپنی بصیرت سے پہچانیں نہ یہ توفیق ہے کہ شریعت سے مانیں آخرت کے امور میں دنگ ہیں اور ان پر شک غالب ہے اور ہوتا یہ ہے کہ جب خواہش ان پر غلبہ کرتی ہے اور آخرت سے انکار کرنا انہیں پسند آتا ہے تو ان کے دل میں وہ انکار پیدا ہو جاتا ہے اور شیطان اسے بڑھاتا ہے اور یہ سمجھتے ہیں کہ دوزخ کی صفت میں جو کچھ آیا ہے فقط ڈرانے کے واسطے آیا ہے اور جنت کے بارہ میں شارع نے جو فرمایا ہے فقط شعبدہ دکھایا ہے اسی سبب سے خواہشوں کی پیروی میں مشغول ہوتے ہیں اور شریعت سے انکار کرتے ہیں اور شرع والوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور یہ احمق سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ لوگ گدڑی میں مست ہیں ایسے احمق کو یہ قوت کہاں کہ ایسے بھید کی باتوں کو دلیل سے سمجھ سکے اسے ایک ظاہری بات میں تامل کرنے کے واسطے بلانا چاہئے اور کہنا چاہئے کہ اگرچہ تجھے ظن غالب یہی ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر اور سب حکما علما اولیاء غلطی پر تھے اور سبھوں نے دھوکا کھایا اور تو بہ وصف اس حماقت اور غرور کے اس حال کو سمجھا ممکن ہے کہ تجھی سے غلطی ہوئی ہو اور تو ہی دھوکے میں پڑا ہو کہ آخرت کی حقیقت کو تو نے نہ جانا اور عذاب روحانی کو نہ سمجھا اور عالم محسوسات سے روحانیات کی مثال کی وجہ کو تو نے نہ پہچانا اگر وہ ایسا احمق ہے کہ کسی طرح اپنی غلطی کو روا نہ رکھے اور کہے کہ جس طرح دو کو ایک سے زیادہ جانتا ہوں اسی طرح یہ بھی جانتا ہوں کہ روح کی کچھ حقیقت نہیں اور اسے بقا نہیں اور روحانی جسمانی رنج راحت کچھ ممکن نہیں ایسے شخص کا مزاج بگڑ گیا اس سے ناامید ہونا چاہئے وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کو حق تعالیٰ نے فرمایا ہے (۲۳) ﴿ وان تدعهم الى الهدى فلن يهتد و اذا ابدا ﴾ اور اگر وہ کہے کہ امور آخرت کا محال ہونا مجھے تحقیق نہیں ہے اگرچہ یہ امر ممکن ہے لیکن عقل سے بعید ہے اور جبکہ یہ بات مجھے نہ تحقیق معلوم ہے نہ اس کا ظن

غالب ہے تو خود کو تمام عمر پرہیز گاری کی کوٹھری میں کیوں بند کروں اور دنیا کی لذتوں سے کیوں باز رہوں تو اس کو ہم یہ جواب دیں گے کہ اب اس قدر تو نے اقرار کیا تو تجھ پر تیری عقل کی راہ سے واجب ہو گیا کہ شریعت کی راہ پکڑ کہ جب بہت بڑے خطرے کا گمان ضعیف بھی ہو تو اس سے لوگ بھاگتے ہیں اس واسطے کہ اگر تو کھانا کھانے کا قصد کرے اور اگر کوئی کہہ دے کہ اس میں سانپ نے منہ ڈالا ہے تو فوراً ہاتھ کھینچ لے گا اگرچہ یہ گمان ہو سکتا ہے کہ اس نے اس واسطے جھوٹ کہا ہو کہ اگر تو نہ کھائے تو وہ خود کھائے لیکن چونکہ یہ بات ممکن ہے کہ شاید اس نے سچ کہا ہو تو اپنے دل میں کہتا ہے کہ اسے نہ کھاؤں اس سے بھوکے رہنے کا رنج آسان ہے اور اگر کھا لوں تو ایسا نہ ہو اس نے سچ کہا ہو اور میں ہلاک ہو جاؤں اسی طرح اگر تو بیمار ہو اور ہلاک ہو جانے کا خطرہ ہو اور تعویذ لکھنے والا کہے کہ ایک روپیہ بھر چاندی دے کہ تیرے اچھے ہونے کے واسطے کاغذ پر تجھ کو ایک تعویذ لکھ دوں اور نقش کھینچ دوں اگرچہ تجھ کو یہ ظن غالب بھی ہو کہ اس نقش کو تندرستی کے ساتھ کچھ نسبت نہیں لیکن تو اپنے جی میں یہی کہے گا کہ شاید یہ سچ کہتا ہو ایک روپیہ دینا سہل ہے اگر نجومی کہے کہ جب فلانے مقام پر چاند پہنچے تو فلاں کڑوی دوا کھا تو اچھا ہو جائے گا اس کے کہنے سے اس دوا کا رنج تو کھینچے گا اور اپنے جی میں کہے گا کہ شاید سچ کہتا ہو اور اگر جھوٹ بھی کہتا ہو تو دوا کھانے کی تکلیف آسان ہے تو ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کا قول اور دنیا کے تمام بزرگوں یعنی حکماء اور اولیاء علماء کا اس قول پر متفق ہونا کسی عقلمند کے نزدیک ایک نجومی یا ایک تعویذ لکھنے والے یا ایک آتش پرست طبیب کے قول سے کم نہ ہو گا ان کے کہنے سے تو تھوڑا سا رنج اپنے اوپر گوارا کرتا ہے کہ وہ جو بڑا رنج ہے اس سے شاید نجات پا جائے اور تھوڑا رنج و نقصان بہت رنج و نقصان کی نسبت سے تھوڑا معلوم ہوتا ہے اگر کوئی حساب کرے کہ دنیا کی عمر کس قدر ہے اور ابد کی بہ نسبت جس کی انتہا ہی نہیں کتنی سی ہے تو جان جائے کہ دنیا میں اتباع شریعت کا یہ رنج

کھینچنا اس خطر عظیم سے بہت تھوڑا ہے جس کے خیال سے تو اپنے جی میں کہتا ہے کہ اگر انبیاء اور بزرگ لوگ سچ کہتے ہوں اور میں ویسے ہی عذاب سخت میں جیسا وہ کہتے ہیں ہمیشہ کے واسطے مبتلا ہو جاؤں تو کیا کروں گا اور دنیا کی اس چند روزہ راحت سے مجھے کیا فائدہ ہوگا اور ممکن ہے کہ بزرگ لوگ سچ کہتے ہوں ابد کے یہ معنی ہیں کہ اگر تمام عالم کو کاکن کے دانوں سے بھر دیں اور ایک چڑیا سے کہیں کہ ہزار ہزار برس میں ایک ایک دانہ اس میں سے چگے تو وہ دانے سب تمام ہو جائیں اور ابد میں سے کچھ بھی کم نہ ہو اگر اتنی مدت عذاب ہو روحانی خواہ جسمانی خواہ خیالی تو اے عزیز تو اسے کیونکر جھیل سکے گا اور ذرا غور تو کر کہ دنیا کی عمر اس مدت ابد کے مقابلے میں کس قدر ہے ایسا کوئی عقلمند نہ ہوگا کہ اس امر میں خوب غور کرے اور یہ نہ سمجھے کہ گویا امر وہمی ہے اور اس سے بچنے میں بالفعل رنج یقینی ہے مگر اتنے بڑے خطر عظیم سے احتیاط کرنا اور بچ کر چلنا واجب ہے اس واسطے کہ لوگ سوداگری کے واسطے کشتی میں جو بیٹھتے ہیں اور بڑے بڑے سفر کرتے ہیں اور بہت رنج اٹھاتے ہیں یہ مصیبت فقط گمان منفعت پر کھینچتے ہیں تو اگرچہ اس احمق کو عذاب آخرت کا یقین نہیں ہے لیکن گمان ضعیف تو ہے پس اگر ذرا اور مہربانی کرے گا تو پرہیز گاری کا بوجھ اٹھالے گا اسی واسطے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک دن ایک ملحد سے مناظرہ میں فرمایا کہ جیسا تو کہتا ہے اگر واقع میں بھی ایسا ہے تو تو بھی جھوٹا ہم بھی جھوٹے اور اگر حقیقت میں ایسا ہے جیسا ہم کہتے ہیں تو ہم ہی فقط جھوٹے اور تو عذاب ابد میں مبتلا رہا جناب امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کلام جو ارشاد فرمایا تو اس کے قصور فہم کے موافق فرمایا نہ یہ کہ معاذ اللہ آپ کو خود کچھ شک تھا آپ سمجھے کہ جو یقین کا راستہ ہے وہ اس ملحد کی سمجھ میں نہ آئے گا تو اس بیان سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص دنیا میں زاد آخرت کے سوا اور کسی چیز کے ساتھ مشغول ہے وہ بڑا احمق ہے غفلت کرنا اور امور آخرت میں نہ فکر کرنا اس حماقت کا سبب ہے کیونکہ دنیا کی خواہش اسے اس قدر

مہلت ہی نہیں دیتی کہ وہ امور آخرت میں فکر کرے ورنہ عذاب آخرت کا جس کو یقین ہے اور جس کو ظن غالب ہے اور جس کو ایمان ضعیف ہے سب پر عقل کی رو سے واجب ہے کہ اس خطر عظیم سے ڈریں اور احتیاط کی راہ پکڑیں (۲۱) ﴿ والسلام علی من اتبع الھدی ﴾ عنوان مسلمانی کا بیان تمام ہوا معرفت نفس معرفت حق معرفت دنیا معرفت آخرت کے ذکر کا انجام ہوا اب انشاء اللہ تعالیٰ ارکان معاملات مسلمانی شروع کروں گا۔

۱ مہیا کی گئی ہے میرے نیک بندوں کے لئے وہ چیز جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی دل پر خطرہ گذرا۔

۲ جو دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں اندھا ہے اور بڑا گمراہ ہے راہ چلنے میں۔

۳ ہم نے کہا کہ تم سب اتر جاؤ یہاں سے اگر تم کو مجھ سے کچھ ہدایت پہنچی تو جس نے میری ہدایت کی پیروی کی پھر ان پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

۴ بیشک میں پیدا کرنے والا ہوں بشر کو مٹی سے پھر جب تیار کیا میں نے اسے اور پھونکی اس میں روح اپنی روح سے۔

۵ دوست رکھ جسے تو دوست رکھتا ہے بیشک تو اسے چھوڑ جانے والا ہے۔

۶ دنیا قید خانہ ہے مسلمانوں کا اور جنت ہے کافروں کی۔

۷ یہ غصہ اس سبب سے ہے کہ انہوں نے دوست رکھا دنیا کی زندگی کو آخرت پر۔

۸ جس نے انکار کیا میری یاد سے بیشک اس کے واسطے گزران تنگ ہے۔

۹ یہ غصہ اس سبب سے ہے کہ ان لوگوں نے دوست رکھا تھا زندگی دنیا کو آخرت پر۔

۱۰ تم نے ضائع کئے اپنے مزے دنیا میں جینے کے اور برت چکے اس کو۔

۱۱ ہرگز نہیں اگر تم علم الیقین کے طریقے سے دیکھو تو جحیم کو ضرور دیکھو گے پھر اس کو ضرور دیکھو گے عین الیقین سے دیکھنا۔

۱۲ اور نہیں ہے تم میں سے کوئی مگر اس میں پہنچنے والا ہے یہ امر ہو چکا ہے تیرے رب پر ضرور مقرر پھر نجات دیں گے ہم ان کو جو ڈرتے رہے۔

۱۳ آگ ہے اللہ کی بھڑکائی ہوئی کہ ظاہر ہوگی دیوان پر۔

۱۴ دنیا جنت ہے کافر کی۔

۱۵ ان ایک بزرگ کا نام ہے جو خواب کی تعبیر کہنے میں بڑے کامل تھے۔

۱۶ پناہ مانگتے ہیں ہم ساتھ خدا کے تجھ سے۔

۱۷ حکایت یہ کیا خوب کہانی ہے دنیاداروں کی غفلت دنیا کی نجاست عذاب کی حقیقت کی تمثیل میں لاثانی ہے۔

۱۸ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے دوزخیوں کا حال بتاتا ہے کہ وہ جنتیوں کی خوشامد کریں گے اور یوں کہیں گے کہ بہاؤ ہم پر تھوڑا پانی یا جو کچھ خدا نے تمہیں روزی دی ہے وہ جواب دیں گے کہ تحقیق خدا نے دونوں چیزیں کافروں پر حرام فرمائی ہیں۔

۱۹ اگر مسخرا پن کرو گے تم ہم سے تو ہم بھی مسخرا پن کریں گے تم سے جس طرح مسخرا پن کرتے ہو۔

۲۰ معنی اس کے اس سے پہلے گزر چکے ہیں۔

۲۱ ہم نے دکھائی امانت آسمان اور زمین اور پہاڑوں کو تو سب نے انکار کیا اس کے اٹھانے سے اور ڈر گئے اس سے اور اٹھا لیا اسے آدمی نے بیشک تھا وہ ظالم نادان۔

۲۲ اور نہیں ہے ہم میں سے کوئی فرشتہ مگر اس کے واسطے مقام مقرر ہے۔

۲۳ اور اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر تو ان کو راہ راست کی طرف بلائے تو ہر گز راہ پر نہ آئیں گے اس وقت کبھی۔

۲۴ اور اسلام اوپر اس شخص کے جو پیروی کرے ہدایت کی۔

۔۔۔۔۔۔۔کتاب صفحہ نمبر ۷۷۔۔۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿ نحمده و نصلی علی رسوله الکریم [۱]﴾

شکر خدائے بے نیاز ہے کہ اب ارکان معاملات مسلمانی کا آغاز ہے

اے عزیز جب عنوان مسلمانی کو تو جان چکا خود کو اور حق تعالیٰ کو اور دنیا اور

آخرت کو پہچان چکا اب معاملہ مسلمانی کے ارکان کی طرف مشغول ہونا چاہئے اوپر کے سب بیان سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کی معرفت اور عبادت ہی میں آدمی کی سعادت ہے اور حق تعالیٰ کی اصل معرفت ان چار عنوانوں کے جاننے سے حاصل ہوئی اس کی عبادت اب ان چار ارکان سے حاصل ہوتی ہے ایک رکن یہ ہے کہ تو اپنے ظاہر کو عبادت سے آراستہ رکھے یہ رکن عبادات ہے دوسرا رکن یہ ہے کہ تو اپنی زندگی اور حرکات وسکنات کو ادب کے ساتھ رکھے یہ رکن معاملات ہے تیسرا رکن یہ ہے کہ تو اپنے دل کو برے خلقوں سے پاک رکھے یہ رکن مہلکات ہے چوتھا رکن یہ ہے کہ تو اپنے دل کو اچھے خلقوں سے آراستہ رکھے یہ رکن منجیات ہے۔

پہلا رکن

معاملہ مسلمانی کا یہ رکن اول ہے اس میں عبادت کا بیان مفصل ہے اس رکن میں دس اصلیں ہیں پہلی اصل اعتقاد اہل سنت کو درست کرنے کے بیان میں دوسری اصل تلاش علم میں مشغول ہونے کے بیان میں تیسری اصل طہارت کے بیان میں چوتھی اصل نماز کے بیان میں پانچویں اصل زکوٰۃ کے بیان میں چھٹی اصل روزہ کے بیان میں ساتویں اصل حج کے بیان میں آٹھویں اصل قرآن پڑھنے کے بیان میں نویں اصل ذکر اور تسبیح کے بیان میں دسویں اصل اوراد کے ترتیب دینے اور عبادت کے وقت نگاہ رکھنے کے بیان میں۔

ا ہم حمد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی اور درود بھیجتے ہیں اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔

پہلی اصل اہل سنت کے اعتقاد حاصل کرنے کے بیان میں

اے عزیز جان تو کہ جو کوئی مسلمان ہو اس پر پہلا فرض یہ ہے کہ ﴿ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﴾ جو اس نے زبان سے کہا ہے اس کے معنی دل سے جانے اور ایسا باور کرے کہ کسی شک اور شبہہ کو اس میں دخل نہ رہے اور جب اس نے باور کرلیا اور اس کا دل ان معنوں پر ایسا ٹھہر گیا کہ بال برابر بھی اس میں شبہہ نہ رہا تو بس اس قدر اصل مسلمانی کو کفایت کرتا ہے دلیل سے اس کے معنی جاننا ہر مسلمان پر فرض عین نہیں ہے اس واسطے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرب کو دلیل تلاش کرنے اور علم کلام پڑھنے اور شبہے ڈھونڈھنے کا حکم نہیں فرمایا ہے بلکہ ان معنوں کی تصدیق اور یقین پر آپنے اکتفا کی ہے اور عوام الناس کا درجہ اس سے زیادہ نہیں ہے لیکن ایسے کچھ لوگوں کا ہونا ضرور ہے جو گفتگو کا طریقہ جانتے ہوں اور اس اعتقاد کی دلیل بیان کرسکیں اس واسطے اگر کوئی شخص عوام الناس کے گمراہ کرنے کے واسطے ان کے اعتقاد میں شبہہ ڈالے تو وہ لوگ عوام کی گویا زبان بن جایا کریں اور ان شبہوں کو اٹھایا کریں اس صفت کو علم کلام کہتے ہیں اور یہ صفت فرض کفایہ ہے ہر بستی میں اس صفت کے دو ایک آدمیوں کا ہونا بس ہے عوام الناس صاحب اعتقاد ہوتے ہیں اور متکلم کو تو ال اور ان کے اعتقاد کا نگہبان ہوتا ہے لیکن حقیقت معرفت کی اور ہی راہ ہے وہ ان دونوں مقام یعنی فقط اہل اعتقاد اور متکلم ہونے کے علاوہ ہے ریاضت اور مشقت اس کا آغاز ہے جب تک مسلمان یہ راہ نہ چلے گا معرفت کے درجہ کو نہ پہنچے گا اور معرفت کا دعویٰ کرنا اسے زیبا نہ ہوگا کہ اس میں نفع سے زیادہ نقصان ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی پرہیز کرنے سے پہلے دوا پئے تو یہ خوف رہتا ہے کہ ہلاک ہو جائے گا اس واسطے کہ وہ دوا بھی ویسی ہی ہو جاتی ہے جیسے اور اخلاط فاسد اس کے معدہ میں ہیں اور اس دوا سے صحت حاصل نہیں ہوتی بیماری بڑھ جاتی ہے عنوان مسلمانی میں جو کچھ ہم نے بیان کیا وہ حقیقت معرفت کا ایک شائبہ اور نمونہ ہے کہ جو شخص حقیقت معرفت کے قابل ہے اسے تلاش کرے اور حقیقت معرفت

ذات جگہ لینے والی چیز ہی نہیں اور جو کچھ عالم میں ہے سب عرش کے نیچے اور عرش اس کی قدرت کے نیچے مسخر ہے اور وہ عرش پر ہے لیکن اس طرح عرش پر نہیں ہے جیسے کوئی جسم کسی جسم کے اوپر ہوتا ہے اس واسطے کہ وہ جسم نہیں ہے اور عرش اسے اٹھائے نہیں ہے بلکہ عرش اور حاملان عرش سب کو اس کی قدرت اور مہربانی اٹھائے ہوئے ہے آج بھی وہ اسی صفت پر ہے جس پر عرش پیدا کرنے کے قبل تھا اور ابد تک ایسا ہی رہے گا اس واسطے کہ اس کی ذات اور صفات میں تغیر اور گردش کو کچھ دخل نہیں اس لئے کہ معاذ اللہ اگر صفات نقصانی کے ساتھ تغیر ہو تو خدائی کے قابل نہ ہوگا اور اگر صفات کمالی کے ساتھ تغیر ہو تو نعوذ باللہ پہلے گویا وہ ناقص تھا اور اس کمال کا محتاج تھا اور محتاج مخلوق ہوتا ہے خدائی کے لائق نہیں ہوتا اور رباوصف اس کے کہ سب مخلوق کی صفتوں سے وہ پاک ہے مگر اس جہاں میں پہچاننے کے لائق اور اس جہاں میں دیکھنے کے قابل ہے اور اس جہاں میں بیچوں اور نیچگوں اس پہچانتے ہیں اسی طرح اس جہاں میں بیچوں اور نیچگوں اسے دیکھیں گے کیونکہ وہ دیدار اس جہاں کی دیدار کی قسم سے نہیں ہے۔

قدرت:

حق تعالیٰ کسی چیز کے مانند نہیں ہے ساتھ اس کے سب چیزوں پر قادر ہے اور اس کی قدرت کمال کے درجے پر ہے کہ کسی طرح کے عجز اور نقصان اور ضعف کا اس میں گذر نہیں بلکہ اس نے جو چاہا کیا جو چاہے گا کرے گا اور ساتوں آسمان ساتوں زمین اور عرش و کرسی اور جو کچھ ہے سب اس کے قبضہ قدرت میں مغلوب اور مسخر ہیں اس کے سوا کسی کا کسی چیز پر کچھ اختیار نہیں پیدا کرنے میں کوئی اس کا یا رومددگار نہیں۔

علم:

وہ دانا ہے ہر چیز کا جاننے والا ہے اس کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے عرش اعلیٰ سے تحت الثریٰ تک کوئی چیز بغیر اس کے جانے ہوئے نہیں ہوتی اس واسطے کہ سب چیزیں اسی کے حکم سے ظاہر ہوتی ہیں بلکہ میدانوں کی ریت اور درختوں کے پتوں اور دلوں کے خطروں اور ہوا کے ذروں کے عدد اس کے علم میں ایسے کھلے ہوئے ہیں جیسے آسمان کے عدد۔

ارادت:

جو کچھ عالم میں ہے اسی کے چاہنے اور ارادے سے ہے کوئی چیز تھوڑی ہو یا بہت چھوٹی ہو یا بڑی اچھی ہو یا بری گناہ ہو یا عبادت کفر ہو یا ایمان نفع ہو یا نقصان زیادتی ہو یا کمی رنج ہو یا راحت بیماری ہو یا صحت اسی کی تقدیر اور مشیت اور حکم سے ہوتی ہے اگر جن آدمی شیطان فرشتے عالم اکٹھا ہو کر عالم میں سے ایک ذرہ کو ہلانا یا کسی جگہ رکھنا یا اٹھانا یا گھٹانا یا بڑھانا چاہیں تو بے خدا کے چاہے سب عاجز رہیں اور ہرگز کچھ نہ کر سکیں بلکہ بے اس کے چاہے کوئی چیز نہیں پیدا ہوتی جس چیز کے ہونے پر اس کی مرضی ہو کوئی اسے دفع نہیں کر سکتا اور جو کچھ تھا اور ہو گا سب اسی کے تقدیر اور تدبیر سے ہے۔

سمع بصر:

جس طرح وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے اسی طرح ہر چیز کا دیکھنے سننے والا ہے دور و نزدیک اس کے شنوائی میں برابر ہے تاریکی روشنی اس کی بینائی میں یکساں ہے اندھیری رات میں چیونٹی کے پاؤں کی آواز سننا ہے تحت الثریٰ میں جو کیڑا ہو وہ اس کیڑے کی رنگت اور صورت دیکھتا ہے نہ آنکھ سے اس کی بینائی ہے نہ کان سے اس کی شنوائی ہے اور جس طرح اس کی سمجھ تدبیر اور سوچ سے نہیں اسی طرح اس کا پیدا کرنا بھی آلہ سے نہیں۔

کلام:

اس کا فرمان سب مخلوقات پر واجب التعمیل ہے جو خبر اس نے دی وہ سچ ہے اس کا وعدہ وعید سب حق ہے حکم خبر وعدہ وعید سب اسی کا کلام ہے جس طرح وہ زندہ بینا دانا شنوا توانا ہے اسی طرح گویا بھی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بلاواسطہ بات کی اس کی بات کام و زبان لب و دہان سے نہیں ہے جس طرح آدمی کے دل میں بے آواز اور بے حرف کے بات ہوتی ہے حق تعالیٰ کی بات بھی حرف اور بے آواز ہونے میں اس سے زیادہ پاک اور منزہ ہے۔ قرآن شریف، توریت، انجیل، زبور اور پیغمبروں پر جتنی کتابیں اتریں سب اسی کا کلام ہے اور اس کا کلام اس کی صفت ہے اور اس کی سب صفتیں قدیم ہیں اور ہمیشہ سے ہیں اور جس طرح اس کی ذات قدیم ہے اور ہمارے دل میں معلوم اور زبان پر مذکور ہے اور ہمارا علم اور ذکر مخلوق اور معلوم اور مذکور قدیم ہے اسی طرح اس کا کلام بھی قدیم ہے اور ہمارے دل میں محفوظ زبان سے پڑھا گیا مصحف میں لکھا ہوا ہے اور ہمارا محفوظ مخلوق نہیں حفظ مخلوق اور پڑھا گیا مخلوق نہیں پڑھنا مخلوق ہے اور مکتوب مخلوق نہیں کتاب مخلوق ہے۔

افعال:

عالم اور جو کچھ عالم میں ہے سب اس کی مخلوق ہیں اور جس چیز کو اس نے پیدا کیا ہے ایسا ہی پیدا کیا کہ اس سے بہتر نہیں ہو سکتی اگر تمام جہاں کے عقلمند اپنی اپنی عقلوں کو متفق کر کے سوچیں کہ اس جہاں کی اس سے اچھی صورت تجویز کیجئے یا اس تدبیر سے بہتر کوئی تدبیر نکالئے یا اس میں کچھ کمی زیادتی کیجئے تو نہیں کر سکتے اگر سوچیں کہ اس سے بہتر ہونا چاہئے تھا تو خطا کریں اور خدا کی حکمت اور مصلحت سے غافل رہیں ایسے لوگوں کی مثل اس اندھے کی ایسی ہے جو کسی گھر میں جائے وہاں ہر ہر چیز قرینہ کے ساتھ اپنی اپنی جگہ پر ہو وہ نہ دیکھے اور گر پڑے تو کہے یہ چیز راہ پر کیوں رکھی تھی حالانکہ راہ پر چلنا کیسا اسے راہ سوجھتی تک نہیں پس حق تعالیٰ نے ہر چیز کو عدل اور حکمت کے ساتھ پورا بنایا ہے اور جیسا چاہئے ویسا ہی مخلوق فرمایا ہے

اگر اس سے زیادہ کامل پیدا کرنا ممکن ہوتا اور وہ نہ پیدا کرتا تو یا عاجزی سے نہ پیدا کرتا یا بخل سے اور عاجزی اور بخل دونوں اس سے محال ہیں تو جو کچھ دکھ بیماری فقیری نادانی عاجزی اس نے پیدا کی ہے سب عدل ہے ظلم تو خود اس سے ممکن ہی نہیں اس واسطے کہ ظلم تو جب ہو کہ کسی غیر کی ملک میں تصرف کرے اور دوسرے کی ملک میں خدا کا تصرف کرنا ممکن نہیں کیونکہ اس کے ساتھ کسی دوسرے مالک کا ہونا خود محال ہے اس واسطے کہ جو کچھ تھا اور جو کچھ ہے اور جو کچھ ہو سکتا ہے وہ سب مملوک ہے اور خدا ہی سب کا مالک ہے اس کا کوئی ہمسر اور شریک نہیں۔

آخرت:

حق تعالیٰ نے دو قسم پر عالم کو پیدا کیا ایک عالم اجسام ایک عالم ارواح عالم اجسام کو آدمیوں کو روح کا مقام بنایا کہ اس عالم سے زاد آخرت لے لیں اور ہر شخص کے رہنے کی ایک مدت مقرر فرمائی ہے۔ اس مدت کی انتہا اجل بنائی ہے۔ بڑھنے گھٹنے کو اس میں کچھ دخل نہیں جب اجل آ جاتی ہے تو جان کو بدن سے جدا کر لیتے ہیں اور روز قیامت جو حساب اور مکافات کا دن ہے اس دن جان کو پھر قالب دیں گے اور سبھوں کو اٹھا کھڑا کریں گے اور ہر ایک اپنے اپنے کردار اعمال نامہ میں لکھے دیکھے گا اس نے جو کچھ دنیا میں کیا ہے سب اسے یاد دلائیں گے عبادت اور گناہ کی مقدار کو ایسی میزان یعنی ترازو میں جو اس کام کے لائق ہو گی تول کر بتائیں گے وہ ترازو اس جہاں کی ترازو کے مشابہ نہیں ہے۔

صراط:

پھر سبھوں کو پل صراط پر چلنے کا حکم ہو گا اور صراط بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے جو کوئی اس جہاں میں صراط مستقیم یعنی شرع پر جما رہا ہو گا اس صراط پر آسانی سے گذر جائے گا اور جس نے اس جہاں میں سیدھی راہ نہ اختیار کی ہو گی اس صراط پر نہ چل سکے گا دوزخ میں گر پڑے گا اور سبھوں کو صراط پر ٹھہرا کر پرسش

اعمال کریں گے سچے ایمانداروں سے ان کی سچائی کی حقیقت طلب کریں گے اور منافقوں اور ریاکاروں کو خجلت دیں گے اور فضیحتی میں ڈالیں گے کسی جماعت کو بے حساب بہشت میں لے جائیں گے کسی گروہ کا حساب آسانی سے کسی کا مشکل سے کریں گے آخر سب کافروں کو دوزخ میں بھیجیں گے کہ وہ کبھی نجات نہ پائیں فرمانبردار مسلمانوں کو جنت میں داخل کریں گے اور گناہ گار مسلمانوں کو بھی دوزخ میں روانہ کریں گے انبیاء اور بزرگ لوگ ان میں سے جس کی شفاعت کریں گے ارحم الراحمین اسے بخش دے گا اور جس کی شفاعت نہ کریں گے فرشتے اسے دوزخ میں لے جائیں گے اور اس کے گناہوں کے قدر اس پر عذاب کریں گے پھر جنت میں لے جائیں گے۔

پیغمبر:

چونکہ حق تعالیٰ نے یہ امر ٹھہرایا کہ بندوں کے بعض اعمال ان کے شقاوت کا سبب ہوں اور بعض سعادت کا موجب ہوں اور آدمی اسے نہیں پہچان سکتا کہ کون اعمال سبب شقاوت ہیں اور کون موجب سعادت ہیں تو خداوند کریم نے اپنے فضل و کرم عمیم سے پیغمبروں کو پیدا کیا اور حکم فرمایا کہ ازل میں جن لوگوں کی نسبت کمال سعادت کا حکم ہو چکا ہے انہیں اس بھید سے آگاہ کریں اور پیغمبروں کو پیغام دے کر خلائق کی طرف بھیجا کہ سعادت اور شقاوت کی راہ ان کو بتائیں تا کہ کسی بندہ کو خدا سے محل حجت نہ باقی رہے پھر سب پیغمبر کے بعد ہمارے رسول مقبول خاتم النبین سید الاولین والاخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خلق کی طرف بھیجا اور آپ کی نبوت کو ایسے کمال کے درجہ پر پہنچا دیا کہ پھر اس پر زیادتی محال ہے اس واسطے آپ کو خاتم الانبیاء کیا کہ آپ کے بعد پھر کوئی پیغمبر نہ ہو اور تمام جن وانس کو آپ کی اتباع اور اطاعت کا حکم فرمایا کہ کوئی اس سے باہر نہ ہو اور آپ کو سب انبیاء صلوۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا سردار اور رافسر کیا اور پیغمبروں کے یاروں اور دوست داروں سے آپ کے اصحاب

اور احباب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو افضل اور بہتر کیا۔

تنبیہ:

ناظرین کتاب پر واضح ہو کہ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک فرض اور واجب کا ایک ہی حکم ہے اور امام والا مقام مصنف کیمیائے سعادت شافعی المذہب تھے اس میں ایک ہی امر کو کہیں فرض لکھا ہے کہیں واجب ناظرین ماتمکین اس امر سے مطلع رہیں اور ایک ہی امر کو کہیں فرض کہیں واجب لکھا دیکھ کر خلجان میں نہ پڑیں اور تمام عبادات میں مسائل فقہیہ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ رحمہ اللہ علیہ کے مذہب کے موافق لکھے ہیں۔ برادران حنفی المذہب ان مسائل میں اپنے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کے مطابق عمل کریں۔

دوسری اصل طلب علم کے بیان میں

اے عزیز جان تو کہ جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا ہے ﴿ طلب العلم فریضته علی کل مسلم و مسلمته ﴾ یعنی علم ڈھونڈھنا ہر مسلمان پر فرض ہے مرد ہو خواہ عورت اور اس امر میں سب عالموں کا اختلاف ہے کہ وہ کون سا علم ہے جس کا ڈھونڈھنا سب پر فرض ہے متکلم کہتے ہیں وہ علم کلام ہے کہ خدا کی معرفت اس سے حاصل ہوتی ہے فقہا کہتے ہیں کہ وہ علم فقہ ہے کہ اس کی بدولت آدمی حلال اور حرام میں فرق کر سکتا ہے محدث کہتے ہیں کہ وہ علم تفسیر و حدیث ہے کہ علوم شرعیہ کی اصل یہی ہے صوفیہ فرماتے ہیں کہ وہ احوال دل کا علم ہے کہ دل خدا کی طرف بندہ کی راہ ہے غرض کہ ہر عالم اپنے علم کی عظمت بیان کرتا ہے اور ہمارے نزدیک یہ ہے کہ نہ کسی ایک علم کی خصوصیت ہے نہ سب علموں کی فرضیت ہے اس مقام میں تفصیل ہے کہ اس کے سبب سے یہ اشکال اٹھ جاتا ہے اے عزیز جان تو کہ جو کافر صبح کے وقت مسلمان ہو یا جو لڑکا بالغ ہو اس پر یہ سب علم سیکھنا فرض نہیں ہوتا

بلکہ اس وقت اس پر اتنا فرض ہو جاتا ہے کہ ﴿ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﴾ کے معنی جانے اور ان معنوں کا علم اس طرح حاصل ہوتا ہے کہ اہل سنت کے عقائد جو پہلی اصل میں ہم نے بیان کئے ہیں حاصل کرے اس طرح پر حاصل کرنا ضرور نہیں کہ ان عقائد کی دلیلیں بھی جان لے دلیلوں کا جاننا اس پر واجب نہیں ہے لیکن ان عقائد کو قبول کر لے اور باور کر لے اور وہ سب بہ تفصیل بھی جاننا واجب نہیں ہے مگر خدا، رسول، آخرت، بہشت، دوزخ، حشر، نشر کی سب صفتوں کا اعتقاد کر لے اور یہ جان لے کہ اس کا خدا ان ان صفات پر ہے اور اسی خدا کی طرف سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی پیغام اور احکام آئے ہیں جو اطاعت کرے گا مرنے کے بعد مرتبہ سعادت کو پہنچے گا جو معصیت کرے گا درجہ شقاوت کو پہنچے گا جب اس نے یہ جان لیا تو دو طرح کے علم اس پر واجب ہوتے ہیں ایک تو دل سے علاقہ رکھتا ہے ایک جوارح کے کاموں سے جو علم اعمال جوارح سے علاقہ رکھتا ہے اس کی بھی دو قسمیں ہیں ایک ان کاموں کا علم جو کرنے کے قابل ہیں ایک ان کاموں کا علم جو نہ کرنے کے لائق ہیں جو کام کرنے کے قابل ہیں انکا علم ایسا ہے جیسے جو کوئی صبح کو مسلمان ہوا جب ظہر کی نماز کا وقت آئے تو اس پر فرض کی قدر طہارت اور نماز سیکھنا فرض ہوتا ہے اور جو چیز سنت ہے اس کا سیکھنا بھی سنت ہے فرض نہیں جیسے مغرب کی نماز کا وقت آئے تو اس وقت اس پر اتنا فرض ہو جاتا ہے کہ اس نماز کو جان لے کہ تین رکعتیں ہیں اس سے زیادہ جاننا فرض نہیں ہے اور جب رمضان آئے تو روزہ کا جاننا اس پر اس قدر فرض ہو جاتا ہے کہ یہ جان لے کہ روزہ کی نیت واجب ہے اور صبح سے غروب آفتاب تک کھانا پینا جمع کرنا حرام ہے اگر سونے کے بیس دینار اس کے پاس ہوں تو زکوٰۃ کا جاننا اس وقت فرض نہیں ہاں جب سال بھر گذر جائے تو فرض ہوتا ہے کہ اس کی زکوٰۃ کی مقدار اور مصارف اور شرائط معلوم کرے اور جب تک حج نہ کرے تب تک حج کا علم اس پر فرض نہیں ہوتا اس واسطے کہ حج کا وقت عمر بھر ہے اسی

طرح جب کوئی کام پیش آتا ہے اس وقت اس کا علم بھی فرض ہو جاتا ہے مثلاً جس وقت نکاح کرے اس وقت اس کا علم بھی فرض ہو جاتا ہے مثلاً یہ جاننا کہ خاوند پر جورو کا کیا حق ہے اور حالت حیض میں جماع کرنا درست نہیں ہے اور حیض کے بعد غسل کرنے تک جماع کرنا نہ چاہئے اور اس کے سوا اور جو چیزیں نکاح سے علاقہ رکھتی ہیں ان سب کا علم فرض ہو جاتا ہے اگر آدمی کوئی پیشہ کرتا ہے اس پیشہ کا علم بھی اس پر فرض ہو جاتا ہے اگر سوداگر ہے تو سود کے مسائل اور بیع کی شرطیں معلوم کرنا فرض ہے تا کہ بیع باطل سے بچے اسی واسطے تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوکانداروں کو درے مار کر علم سیکھنے کے واسطے بھیجتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو کوئی بیع کے احکام نہ جانے اسے تجارت کرنا نہ چاہئے کہ لاعلمی میں سود کھائے گا اور خبر بھی نہ ہوگی اسی طرح ہر پیشہ کا ایک علم ہے حتیٰ کہ اگر حجام ہے تو اسے یہ جاننا چاہئے کہ آدمی کے بدن سے کیا چیز کاٹنے کے لائق ہے اور تکلیف کے وقت کون سا دانت اکھاڑنے کے قابل ہے اور کتنی دوا زخموں میں کام کرتی ہے اور علیٰ ہذا القیاس اور یہ علم ہر شخص کے حال کے موافق ہوتے ہیں بزاز پر پیشہ حجامت کا علم سیکھنا فرض نہیں ہے اور حجام پر بزاز کا علم سیکھنا فرض نہیں ہے جو کام کرنے کے لائق ہیں ان کے علم کی مثال یہ تھی اور جو کام نہ کرنے کے لائق ہیں ان کا علم بھی فرض ہے لیکن ہر شخص کے حال کے موافق مختلف ہے اگر کوئی شخص اطلس اور دیبا پہننے کی قدر رکھتا ہے یا شراب خوروں یا سور کا گوشت کھانے والوں کے پاس یا غصب کی جگہ میں رہتا ہے یا مال حرام اپنے قبضہ میں رکھتا ہے تو علماء پر واجب ہے کہ اسے ان باتوں کا علم سکھا دیں کہ یہ حرام ہے تا کہ وہ اس سے دست بردار ہو اور اگر کسی جگہ عورتوں سے ملا جلا رہتا ہے تو اس پر یہ جاننا فرض ہے کہ کون عورت محرم ہے اور کون نامحرم ہے اور کسے دیکھنا روا ہے اور کسے دیکھنا ناروا ہے اور یہ علم الٰہی ہر ایک کے حال کے موافق مختلف ہے اس واسطے کہ جو کوئی ایک کام میں ہو اس پر اوروں کے کام کا علم سیکھنا فرض نہیں ہے مثلاً

نہ سمجھیں کہ اس میں کچھ خطر ہے اور اسے بے خوف وخطر نادانی سے کر بیٹھیں اگر اس کام کی اکثر حاجت ہوتی ہے اور وہ کام نادر نہیں ہے تو اس کی نادانی کا عذر کچھ عذر نہیں مثلاً حالت حیض میں یا حیض کے بعد غسل کے پہلے کوئی شخص اپنی جورو کے ساتھ جماع کرے اور کہے کہ میں نہ جانتا تھا کہ یہ منع ہے تو اس کا یہ عذر کچھ عذر نہیں ہے یا کوئی عورت صبح کو پہلے پاک ہو اور مغرب عشا کی نماز قضا نہ کرے کہ یہ مسئلہ اسے نہیں معلوم یا کوئی مرد اپنی جورو کو حالت حیض میں طلاق دے اور اسے یہ مسئلہ نہ معلوم ہو کہ ایسی حالت میں طلاق دینا حرام ہے تو اس کی لاعلمی کا عذر مقبول نہ ہوگا قیامت کے دن اس سے کہا جائے گا کہ ہم نے تو تجھ سے کہہ دیا تھا کہ طلب علم فرض ہے تو اس سے کیوں باز رہا کہ بتلائے حرام ہوا ہاں جو کام نادر ہو اور اس کے کرنے کی توقع نہ ہو اور لاعلمی سے خلاف شرع ہو جائے تو آدمی معذور ہے۔

فصل:

جب یہ معلوم ہوا کہ عوام اس خطرہ سے کبھی خالی نہیں ہیں تو معلوم ہوا کہ آدمی کے واسطے علم سے بہتر اور بزرگ تر کوئی شغل نہیں آدمی جو پیشہ کرتا ہے تو دنیا کے واسطے کرتا ہے تو علم بھی بہت لوگوں کے واسطے اور پیشوں سے بہتر ہے اس واسطے کہ علم سیکھنے والا چار حالوں سے خالی نہیں ہے یا میراث پانے کے سبب سے خواہ اور کسی وجہ سے دنیا کیطرف سے مطمئن ہے اور مال کافی اس کے پاس ہے تو علم اس کے مال کی حفاظت کا سبب ہوگا اور دنیا میں اس کے لئے باعث عزت اور عقبیٰ میں اس کے واسطے موجب سعادت ہوگا یا اس کے پاس مال کافی اور وافی نہ ہو مگر اس میں قناعت کی صفت ہو کہ جو کچھ ہو اسی پر اکتفا کرتا ہے اور مسلمان ہونے میں درویشی کا مرتبہ جانتا ہے کہ درویش امیروں سے پانچ سو برس پہلے جنت میں جائیں گے ایسے شخص کے حق میں علم آسائش دنیا اور سعادت عقبیٰ کا سبب ہوتا ہے یا جانتا ہے کہ اگر میں علم سیکھوں گا تو بیت المال سے یا مسلمان بھائیوں کے ہاتھ سے حق حلال مجھے

اس قدر ملے گا کہ میرے واسطے کافی ہوگا اور مال حرام نہ ڈھونڈھنا پڑے گا اور بادشاہ ظالم سے کچھ نہ مانگنا ہوگا تو ان تینوں قسموں کے طالب علم کے واسطے علم طلب کرنا دین و دنیا میں سب کاموں سے بہتر ہے چوتھا وہ شخص ہے جو معاش نہ رکھتا ہو اور طلب علم سے دنیا حاصل کرنا اسے مقصود ہو اور زمانہ ایسا ہو کہ بادشاہی روزینہ کے سوا جو حرام اور ظلم سے ہو یا لوگوں سے لینے کے سوا جو ریا اور ذلت کے ساتھ ہو اور تلاش معاش کی صورت مفقود ہو تو ایسے شخص کو اور جس کسی کو طلب علم سے جاہ و مال مقصود ہو اور علم سے جاہ و مال پیدا کرے گا اسے اولیٰ یہ ہے کہ جو علم فرض نہیں ہیں ان سے جب فارغ ہو تو کسب و ہنر اور دستکاری وغیرہ سیکھے ورنہ ایسا آدمی اور آدمیوں کے واسطے شیطان ہو جائے گا اس کے سبب سے لوگ بہت تباہ ہوں گے سخت گمراہ ہوں گے جو جاہل اسے حرام کا مال لیتے اور حیلے اور تاویلیں کرتے دیکھے گا دنیا حاصل کرنے میں اس کی اقتدا کرے گا اور صلاحیت کی بہ نسبت ضلالت لوگوں میں بہت پھیل جائے گی ایسا عالم بننا کمتر ہے بہتر ہے (خس کم جہاں پاک) تو آدمی کو یہی اولیٰ و انسب ہے کہ دنیا کو دنیا کے کاموں سے طلب کرے اور خدا کا نام خدا ہی کے واسطے لے دین کے کاموں سے دنیا تلاش نہ کرے گوہر آبدار میں نجاست نہ بھرے اگر کوئی شخص کہے کہ دنیا کی طرف سے ہمیں علم آپ پھیر لے گا جیسا اگلے لوگوں نے کہا ہے کہ ﴿تعلمنا العلم الغیر اللہ فابی العلم ان یکون الا اللہ﴾ یعنی خدا کے واسطے ہم نے علم نہیں پڑھا مگر علم ہمیں خود خدا کی طرف لے گیا اس کا جواب یہ ہے کہ وہ کتاب اور سنت اور اسرار راہ آخرت اور حقائق شریعت کا علم تھا جو خود ان لوگوں کو خدا کی طرف لے گیا دیکھنا چاہئے کہ رجوع بخدا ان لوگوں کے دلوں میں تھی دنیا کے لالچ کو وہ لوگ مکروہ جانتے تھے بزرگوں کو دیکھتے تھے کہ دنیا سے دور بھاگتے ہیں ان لوگوں کو آرزو تھی کہ ایسے بزرگوں کی اطاعت اور اقتدا کریں جب علم وہ تھا اور زمانہ ویسا تھا تو لوگ اس بات کے امیدوار ہو سکتے تھے کہ خود علم کی صفت پر ہو

جائیں گے علم ان کا تابع نہ ہو جائے گا اور جو علم اس زمانے میں پڑھے جاتے ہیں مثلاً اپنے مذہب کے خلاف جو علم ہیں جیسے فلسفیات انگریزی ناگری وغیرہ اور علم کلام اور قصہ کہانی اور واہی تباہی باتیں اور جو معلم اس زمانے میں ہیں کہ اپنے تمام علم کو زاغ دنیا کا پھندا بنایا ہے یعنی علم سے حصول دنیا کے سوا کبھی دین کا خیال بھی ان کو نہیں آیا ہے ان کی صحبت اور ان سے علم سیکھنا آدمی کو دنیا کی طرف سے ہرگز نہیں پھیرتا ہے ﴿ولیس الخبر کالمعائنۃ﴾ اگلے لوگوں کا حال سنا ہوا ہے اور اس زمانہ کے علم اور عالموں کا حال دیکھا ہوا ہے۔

مصرع:

شنیدہ کے بود مانند دیدہ: اور یہ برابر نہیں ہو سکتا۔

مصرع:

یہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

اے عزیز دیکھ تو اس زمانہ کے علماء دنیا کے عالم ہیں یا دین کے اور لوگوں کو ان کا حال دیکھ کر فائدہ ہوتا ہے یا نقصان یعنی یہ لوگ ہرگز دین کے عالم نہیں ہیں اور ان کے حالات دیکھ کر دین کی رو سے خلق کا نقصان ہی ہوتا ہے ہاں اگر عام متقی اور پرہیز گار ہو اور علمائے سلف کا متبع اور فرمانبردار ہو اور ایسے علم پڑھاتا ہو جس میں دنیا کے غرور اور فریب سے ڈرنے کا بیان ہو تو ایسے عالم سے پڑھنا کیسا اس کی صحبت باعث منفعت ہے بلکہ اس کی زیارت موجب سعادت ہے آدمی اگر وہ علم سیکھے جو مفید ہوتا ہے تو سبحان اللہ یہ سب کاموں سے اولیٰ ہے اور مفید وہ علوم ہیں جن سے دنیا کی حقارت اور عقبیٰ کی عظمت کے حالات معلوم ہوتے ہیں اور جن سے آدمی آخرت کے منکروں اور دنیا داروں کی نادانی اور حماقت کو جانتا ہے اور کبر، ریا، حسد، عجب حرص حب دنیا کی آفت اور ان کا علاج پہچانتا ہے یہ علم دنیا کے لالچی کے حق میں بھی ایسا ہے جیسے پیاسے کے حق میں پانی اور بیمار کے حق میں دوا دنیا کا لالچی

جب فقہ اور خلاف مذہب جو علم ہے جیسے منطق حکمت وغیرہ اور علم کلام اور علم ادب یعنی جن علموں سے دنیا کی حقارت دل میں نہیں آتی ہے پڑھے گا اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بیمار ایسی دوا کھائے جس سے بیماری اور بڑھ جائے اس واسطے کہ یہ علوم اکثر حسد، ریا، فخر، عداوت، خود آرائی، مکر تلاش جاہ و دولت کا تخم دل میں بوتے ہیں اور جتنا زیادہ پڑھے اتنے ہی یہ اوصاف ناپسندیدہ دل میں زیادہ مضبوط ہوتے ہیں اگر آدمی ایسے لوگوں سے مصاحبت رکھے جو فقیہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور علوم خلاف مذہب میں مشغول رہتے ہیں تو ایسا ہو جاتا ہے کہ اگر کبھی اس امر سے توبہ کرنا چاہے بھی تو اس پر دشوار ہوتی ہے۔

ا امام والا مقام اپنے زمانے کے علماء کو دنیا دار عالم کہہ کر مذمت کرتے ہیں اور مسلمانوں کو ان کی صحبت سے ممانعت کرتے ہیں وائے بر حال ما اس زمانہ میں دیندار عالم ہم کہاں جائیں۔

تیسری اصل طہارت کے بیان میں

حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ﴿ ان اللہ یحب التوابین و یحب المتطھرین ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ پاکوں کو دوست رکھتا ہے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ﴿ الطھور شطر الایمان ﴾ یعنی پاکی نصف ایمان ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے ﴿ بنی الدین علی النا ظفتہ ﴾ یعنی مسلمانی کی بنا پاکی پر ہے تو اے عزیز یہ گمان نہ کرنا کہ بدن اور کپڑے کی نفاست اور پاکی کی یہ سب تعریف اور فضیلت ہے بلکہ پاکی کے چار درجے ہیں پہلا درجہ باطن دل کو ماسوی اللہ سے پاک کرنا جیسا حق تعالیٰ فرمایا ہے ﴿ قل اللہ ثم ذرھم ﴾ اور اس سے یہ مقصود ہے کہ ماسوی اللہ سے جب دل خالی ہوگا تو اللہ کے ساتھ مشغول اور مستغرق ہوگا اور یہی کلمہ طیبہ ﴿ لا الہ الا اللہ ﴾ کی تحقیق ہے اور صدیقوں کا کمال درجہ ایمان و تصدیق ہے ماسوی اللہ سے پاک ہونا نصف ایمان ہے یعنی ایمان

قالب ہے اور یہ جان ہے جب تک ماسوی اللہ سے دل پاک نہ ہوگا یا دحق سے آراستہ ہونے کے قابل نہ ہوگا دوسرا درجہ حسد تکبر ریا حرص عداوت رعونت وغیرہ اخلاق ناپسندیدہ سے ظاہر دل کو پاک کرنا تاکہ تواضع' قناعت' توبہ' صبر' خوف' رجا' محبت وغیرہ اخلاق پاک وپسندیدہ سے دل آراستہ ہو جائے یہ متقی لوگوں کے ایمان کا درجہ ہے اور اخلاق ناپسندیدہ سے دل کو پاک کرنا نصف ایمان ہے تیسرا درجہ غیبت' جھوٹ وحرام کھانا' خیانت کرنا' نامحرم عورت کو دیکھنا اور جو گناہ ہیں ان سے جوارح یعنی ہاتھ پاؤں وغیرہ ظاہری اعضا کو پاک رکھنا تاکہ اعضا سب کاموں میں ادب اور فرمانبرداری سے آراستہ ہو جائیں یہ زاہدوں کے ایمان کا درجہ ہے اور جوارح کو سب حرام چیزوں سے پاک رکھنا نصف ایمان ہے چوتھا درجہ کپڑے اور بدن کو نجاست سے پاک رکھنا تاکہ رکوع سجود وغیرہ ارکان نماز سے آراستہ ہوں یہ مسلمانوں کی پاکی کا درجہ ہے اس واسطے کہ مسلمان اور کافر میں معاملہ کے وقت نماز سے فرق ہوتا ہے اور یہ پاکی بھی نصف ایمان ہے تو معلوم ہوا کہ ایمان کے چاروں درجوں میں پاکی نصف ایمان ہے اور چونکہ پاکی نصف اول ہے اس وجہ سے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ ﴿ بنی الدین علی النظافته ﴾ یعنی دین کی بنا پاکی پر ہے تو بدن اور کپڑے کی طہارت اور پاکیزگی جس کی طرف متوجہ ہیں اور جس میں سب کوشش اور محنت کرتے ہیں اخیر درجہ کی پاکی ہے اس میں متوجہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اور سب پاکیوں سے یہ آسان ہے اور نفس بھی اس سے خوش ہوتا ہے اور آرام پاتا ہے اور لوگ بھی اس ظاہر کی پاکیزگی کو دیکھتے ہیں اور اسی سے آدمی کو زاہد جانتے ہیں اس وجہ سے لوگوں کو یہ آسان ہوگئی ہے لیکن حسد کبر ریا دوستی دنیا سے دل کی پاکی اور گناہوں سے بدن کی پاکی اس میں کچھ نفس کا حصہ نہیں ہے یعنی نفس کو کچھ مزہ نہیں ہے اور خلق کی آنکھ اس پر نہیں پڑتی اس لئے کہ یہ باتیں خدا کے دیکھنے کی ہیں خلق کے دیکھنے کی نہیں اس وجہ سے ان کی طرف کوئی راغب نہیں ہوتا۔

فصل:

طہارت ظاہری اگر چہ اخیر درجہ کی طہارت ہے مگر پھر بھی اس کی بڑی فضیلت ہے بشرطیکہ آداب طہارت بجالائے وسوسہ اور اسراف کو دخل نہ دے اگر دخل دیا تو وہ طہارت مکروہ ہو جائے گی بلکہ طہارت کرنے والا گنہگار ہو جائے گا اور یہ فرط احتیاط جو صوفیوں کی عادت ہے کہ پاتا بے چڑھانا چادر سر سے اوڑھنا اور جو پانی یقیناً پاک ہوا سے اور لوٹے کو دھیان رکھنا کہ کوئی اس میں ہاتھ نہ ڈالے یہ سب باتیں اچھی ہیں جو فقیہ لوگ ان باتوں کا لحاظ نہیں رکھتے انہیں صوفیوں پر اعتراض کرنا نہ چاہئے مگر کسی شرط سے اور صوفیہ کو بھی ہرگز نہ چاہئے کہ فقہا اور اور لوگوں پر جو اتنی احتیاط نہیں کرتے کچھ اعتراض کریں اس واسطے کہ یہ احتیاط بہتر ہے مگر چھ شرطوں کے ساتھ پہلی شرط یہ ہے کہ اس احتیاط میں اوقات بہتر کرنے کے سبب اور کسی بہتر کام سے محروم نہ رہے اس واسطے کہ اگر کسی کو طلب علم میں مشغول ہونے کی استطاعت ہے یا ایسے تفکر میں مصروف ہونے کی قدرت ہے جو کشف میں زیادتی کا باعث ہو یا ایسے کسب میں متوجہ ہونے کی طاقت ہے جو اپنی ذات یا اہل وعیال کی پرورش کو کفایت کرے جس کی بدولت خلق سے سوال کی نہ حاجت پڑے لوگوں کی دست نگری سے بچے اگر احتیاط طہارت میں اوقات بسر کرنا اسے ان باتوں سے محروم رکھتا ہو تو اسے ایسی احتیاط کرنا نہ چاہئے اس واسطے کہ یہ امور احتیاط طہارت سے زیادہ ضرور ہیں اس واسطہ سے صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ایسی احتیاطوں کی طرف مصروف نہیں ہوئے اس واسطے کہ وہ لوگ جہاد اور کسب معاش اور طلب علم اور ضروری کاموں میں مشغول تھے اس وجہ سے ننگے پاؤں چلتے تھے زمین پر نماز پڑھتے تھے خاک پر بیٹھتے تھے کھانا کھا کر تلوؤں میں ہاتھ ملتے تھے گھوڑے اونٹ وغیرہ کے پسینے سے پرہیز نہ کرتے تھے دل کی پاکی میں کوشش بہت کرتے تھے بدن کی صفائی نہ کرتے تھے اگر کوئی اس صفت کا آدمی ہو تو صوفیوں کو

اس پر اعتراض کرنا نہیں پہنچتا اور جو شخص سستی اور کاہلی سے یہ احتیاط نہ کرے اسے اہل احتیاط پر اعتراض کرنا نہیں پہنچتا کہ احتیاط نہ کرنے سے احتیاط کرنا بہتر ہے دوسری شرط یہ ہے کہ خود کو ریا اور رعونت سے بچائے رکھے اس واسطے کہ جو ایسی احتیاط کرتا ہے وہ ہمہ تن زبان ہو کر پکارتا پھرتا ہے کہ میں زاہد ہوں خود کو ایسا پاک رکھتا ہوں اور اسے اس بات میں عزت اور شرف حاصل ہوتا ہے اگر زمین پر پاؤں رکھتا ہے یا اور کسی کے لوٹے سے طہارت کرتا ہے تو ڈرتا ہے کہ میں لوگوں کی نگاہ سے گر جاؤں گا اسے چاہئے کہ خود کو آزمائے لوگوں کے سامنے زمین پر پاؤں رکھے مباح کی راہ اختیار کرے اپنے باطن میں احتیاط کا تدارک کرے اگر اس کا نفس اس بارہ میں کچھ نزاع کرے تو سمجھ جائے کہ ریا کی آفت نے اس میں دخل پایا ہے اس وقت اس پر واجب ہو جاتا ہے کہ ننگے پاؤں پھرے اور زمین پر نماز پڑھے اور احتیاط سے ہاتھ اٹھائے اس واسطے کہ ریا حرام ہے اور احتیاط سنت ہے جب ریا سے بے احتیاط چھوڑے بچ ہی نہیں سکتا اس پر احتیاط چھوڑ دینا واجب ہے تیسری شرط یہ ہے کہ احتیاط کو اپنے اوپر فرض نہ کر لے ترک احتیاط جو مباح ہے کبھی کبھی اس کی راہ بھی چلے چنانچہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مشرک کے برتن سے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ترسا عورت کے برتن سے طہارت کی ہے اور ان لوگوں نے اکثر اوقات خاک پر نماز پڑھی ہے اور جو کوئی سونے کے واسطے زمین پر کچھ نہ بچھاتا تھا اس کی بڑی تعظیم فرماتے تھے تو جو کوئی ان لوگوں کی خصلت سراسر سعادت کو چھوڑ دے گا اور ان کا نفس ان حضرات کی اطاعت کو قبول نہ کرے گا تو یہ امر اس بات پر دلیل ہے کہ اس کے نفس نے اس احتیاط میں عزت اور لذت پائی ہے اب اسے احتیاط سے ہاتھ کھینچنا مشکل ہوگا۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ جس احتیاط سے مسلمانوں کے دل کو رنج پہنچے اسے چھوڑ دے اس واسطے کہ مسلمانوں کے دل کو رنج دینا حرام ہے اور ترک احتیاط حرام نہیں ہے جیسے کوئی غلام راہ میں ہاتھ پکڑنے کا

قصد کرے یا معانقہ کرنا چاہے اور اس کے بدن میں پسینہ ہو اور دوسرا شخص اپنا بدن سمیٹے اور بچائے تو یہ حرام ہے بلکہ خلق کرنا اور مسلمانوں سے ملنا ہزار احتیاطوں سے بہتر اور مبارک اور افضل ہے اسی طرح اگر کوئی کسی کی جانماز پر پاؤں رکھنا چاہے یا کسی کے لوٹے سے طہارت کرنا چاہے یا برتن میں پانی پینا چاہے تو اسے منع کرنا اور اپنی کراہت ظاہر کرنا نہ چاہئے اس واسطے کہ ایک بار جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات نے آب زمزم طلب فرمایا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ اس میں بہت لوگوں نے ہاتھ ڈالے ہیں اور گھنگھولا ہے ٹھہریے میں خاص ڈول آپ کے واسطے منگا کر پانی کھینچے دیتا ہوں آپ نے فرمایا کہ نہیں میں مسلمانوں کے ہاتھ کی برکت کو دوست رکھتا ہوں اکثر پڑھے ہوئے جاہل ان باتوں کو نہیں پہچانتے اور جو شخص احتیاط نہ کرے اس سے خود کو بچاتے ہیں اور اسے رنجیدہ کرتے ہیں اور ایسا بھی ہوا کرتا ہے کہ ان کے ماں باپ اور رفیق جب ان کا لوٹا یا کپڑا لینے کو ہاتھ بڑھاتے ہیں تو وہ سخت کلام کہہ بیٹھتے ہیں اور یہ سب حرام ہے اور جو احتیاط کہ واجب نہیں ہے اس کے سبب سے یہ امور کیونکر درست ہو جائیں اور اکثر یہ ہوتا ہے کہ جو لوگ ایسی احتیاط کرتے ہیں ان کے دماغ میں تکبر پیدا ہو جاتا ہے لوگوں پر یہ احسان جتاتے ہیں کہ ہم ایسی احتیاط عمل میں لاتے ہیں اور خود کو لوگوں سے بچا کر انہیں رنج دینا غنیمت جانتے ہیں اور اپنی پاکیزگی کا حال لوگوں سے بیان کر کے اپنا فخر ظاہر کرتے ہیں اور ان کو بدنام کرتے ہیں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جس آسان طریقہ پر چلتے تھے اسے اختیار نہیں کرتے جو شخص فقط پتھر سے استنجا کرے تو اس فعل کو گناہ کبیرہ سمجھتے ہیں اور یہ سب برے اخلاق ہیں اور جس شخص سے وقوع میں آئیں اس کی نجاست باطنی پر دلیل ہیں دل کو ایسی خبیث عادتوں سے پاک رکھنا فرض ہے کہ یہ سب امور ہلاکت کے باعث ہیں اور ان باتوں سے باز رہنا ہلاکت کا موجب نہیں ہے۔ پانچویں شرط یہ ہے کہ کھانے پینے

کی چیز میں اور بات کرنے میں بھی اس احتیاط کو نگاہ رکھے کہ یہ بہت ہی ضرور ہے اور جب ضروری امر سے ہاتھ روکا یعنی اسے نہ کیا تو یہ اس بات پر دلیل ہے کہ اور باتوں میں یہ احتیاط فقط رعونت کے واسطے ہے یا محض عادت ہے جیسے کوئی شخص کھانا تو تھوڑی سی بھوک میں کھاتا ہے اس میں تو کچھ بھی احتیاط نہیں کرتا پھر احتیاط سوجھتی ہے کہ جب تک ہاتھ منہ نہیں دھوتا نماز نہیں پڑھتا اتنا نہیں جانتا کہ جو چیز نجس ہو اس کا کھانا حرام ہے اگر نجس ہے تو بلا ضرورت کیوں کھاتا ہے اگر پاک ہے تو ہاتھ کیوں دھوتا ہے پھر جب ہاتھ منہ دھویا تو جس کپڑے پر عوام الناس بیٹھتے ہیں اس پر نماز نہیں پڑھتا نہیں معلوم کہ عوام الناس کے گھر کا پکا کھانا کیوں چکھ جاتا ہے اس میں احتیاط کو کیوں نہیں کام فرماتا ہے حالانکہ لقمہ کی پاکی میں احتیاط بہت ہی ضرور ہے اور اکثر ایسے لوگ بازاریوں کے گھر میں انہیں کے گھر کا پکا کھانا تو نوش کر جاتے ہیں اور ان لوگوں کے کپڑے پر نماز نہیں پڑھتے یہ باتیں احتیاط میں سچے ہونے کی دلیل نہیں ہیں چھٹی شرط یہ ہے کہ اپنی احتیاط منہیات اور منکرات کے ساتھ ادا کرے مثلاً تین بار سے زیادہ طہارت کرے کہ چوتھی بار منع ہے یا طہارت میں دیر لگائے کہ کوئی مسلمان اس کا منتظر رہے یہ نہ چاہئے یا پانی بہت بہائے یا اول وقت سے تاخیر کر کے نماز پڑھے یا امام ہو کر جماعت کو انتظار میں رکھے یا کسی مسلمان سے کسی کام کا وعدہ کیا ہو اور اسے دیر ہوتی ہو یا اس سبب سے اس مسلمان کے کسب اور کمائی کا وقت ضائع ہوتا ہو یا اس کے عیال و اطفال تباہ ہوتے ہوں ایسے کام اس احتیاط کی وجہ سے جو فرض نہیں ہے درست نہیں ہو جاتے یا مسجد میں اپنا مصلیٰ اس واسطے بہت پھیلائے کہ اور کسی کا کپڑا اسے نہ چھو جائے اس میں تین چیزیں ممنوع ہیں ایک تو یہ کہ مسجد کا ایک ٹکڑا اور مسلمانوں سے غصب کیا اور چھین لیا حالانکہ اس کا حق سجدہ کرنے بھر کی جگہ سے زیادہ نہ تھا دوسرے یہ کہ ایسی صف جس میں بہت لمبا چوڑا مصلیٰ بچھا ہو ملی ہوئی نہیں ہو سکتی اور سنت یہ ہے کہ کاندھے سے کاندھا ملا رہے

تیسری یہ کہ مسلمان سے ایسا پرہیز کرتا ہے جیسا کتے اور ناپاکیوں سے یہ نہ چاہئے اور ایسے منکرات بہت ہیں کہ بڑے جاہل احتیاط کے سبب سے ان کے مرتکب ہوتے ہیں اور انہیں سنہیات اور منکرات نہیں جانتے۔

فصل:

اے عزیز جب تو نے یہ جان لیا کہ طہارت ظاہر طہارت باطن سے جدا ہے اور باطن کی طہارتیں تین ہیں۔ ایک گناہوں سے اعضائے ظاہری کی طہارت۔ دوسری اخلاق بد سے ظاہر دل کی طہارت۔ تیسری ماسوی اللہ سے باطن دل کی طہارت تو اب جان تو کہ طہارت ظاہری کی بھی تین قسمیں ہیں۔ ایک نجاست سے طہارت۔ دوسری حدث و جنابت سے طہارت۔ تیسری بدن میں فضول چیزیں جو بڑھتی ہیں ان سے طہارت مثلاً ناخن، بال، میل وغیرہ۔

پہلی قسم:

یعنی نجاست سے طہارت۔ اے عزیز جان تو کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے جمادات کی قسم سے جتنی چیزیں پیدا کی ہیں وہ سب پاک ہیں مگر شراب جو مستی لائے تھوڑی ہو یا بہت سب ناپاک ہے اور جتنے جانور ہیں سب پاک ہیں مگر کتا اور سور اور جو جانور مر جائے ناپاک ہے مگر آدمی اور مچھلی اور ٹڈی اور جن جانوروں کے بدن میں بہتا ہوا لہو نہ ہو جیسے مکھی، بچھو، مماکھی اور وہ کیڑے جو اناج میں پیدا ہوتے ہیں اور جو چیز جانوروں کے دروں میں مستحیل اور متغیر ہوگئی ہو سب نجس ہے مگر وہ چیز جو جانوروں کی اصل اور تخم ہے جیسے منی اور مرغ کا انڈا اور ریشم کا کیڑا اور جو چیز مستحیل اور متغیر نہ ہوئی ہو وہ پاک ہے جیسے پسینا اور آنسو اور جو چیز ناپاک ہے اس کے ساتھ نماز درست نہیں مگر پانچ قسم کی نجاست دشواری کے سبب سے معاف ہے ایک تین پتھر یا ڈھیلے لینے کے بعد براز کا جو اثر باقی رہ جائے بشرطیکہ اپنے مقام سے پھیلا ہوا نہ ہو دوسری شاہراہ کی کیچڑ گو اس میں یقینی نجاست دکھائی دے لیکن شاہراہ کی کیچڑ اسی قدر

معاف ہے جس سے آدمی خود کو بچا نہ سکے یہ نہیں کہ آدمی کیچڑ میں گر پڑے یا ہاتھ گھوڑا وغیرہ کیچڑ سے کپڑوں کو خراب کر دے کہ یہ امور نادر ہیں اور اتنی کیچڑ معاف نہیں ہے۔ تیسری وہ نجاست جو موزہ میں بھر جائے مگر اسی قدر جس سے بچنا ممکن نہ ہو اگر موزہ کو زمین پر رگڑ ڈالا اور اسے پہنے ہوئے نماز پڑھی تو معاف ہے۔ چوتھے پسو کا لہو جو کپڑے پر لگا ہو تھوڑا ہو یا بہت معاف ہے گو پسینا بھی آیا ہو پانچویں سرخی مائل پانی جو چھوٹے چھوٹے دانوں سے نکلے معاف ہے اس واسطے کہ آدمی کا بدن اس سے خالی نہیں ہوتا اسی طرح جو صاف رطوبت خارش کے دانوں سے نکلے وہ بھی معاف ہے لیکن جو بڑا دانہ ہو اور اس سے پیپ نکلے اس کا پھوڑے کا سا حال ہے اور وہ کم ہوتا ہے اس کا دھونا واجب ہے اگر دھونے کے بعد اس کا کچھ اثر باقی رہے تو امید ہے کہ معاف ہو اگر کسی نے فصد کھلوائی ہو یا کسی کے زخم لگا ہو تو اس کے خون کو دھونا چاہئے اگر کچھ رہ جائے اور دھونے میں خطرہ ہو تو وہ نماز قضا کرنا چاہئے کہ یہ عذر نادر اور کم ہوتا ہے۔

فصل:

جو جگہ نجس ہو اور ایک بار اس پر پانی بہ جائے تو پاک ہو جاتی ہے لیکن اگر عین نجاست ہو تو اس کو دھونا چاہئے تا کہ عین اور جرم نجاست زائل ہو جائے اور اگر دھویا اور ملا اور کئی بار اسے ناخن سے کھرچا اور بایں ہمہ اس کی رنگت اور بو باقی رہے تو پاک ہے اور جو پانی حق تعالیٰ نے پیدا کیا ہے خود پاک ہے اور دوسری چیز کا پاک کرنے والا ہے مگر چار طرح کا پانی ایک وہ پانی جس سے ایک بار حدث دور کیا ہو یہ خود پاک ہے اور کو نہیں پاک کرتا دوسرا وہ پانی جس سے نجاست دور کی ہو وہ نہ خود پاک ہے نہ اور کو پاک کرنے والا ہے لیکن اسکا رنگ اور مزہ اور بو اگر نجاست کی وجہ سے نہ بدلا ہو تو پاک ہے تیسرا وہ پانی جو اڑھائی سو من سے کم ہو اور اس میں نجاست پڑ جائے اگرچہ متغیر نہ ہوا ہو تو بھی نجس ہے اور اگر اڑھائی سو من ہے یا زیادہ ہے تو

الحمدللہ الذی اذھب عنی مایوذینی و ابقی فی جسدی ماینفعنی۔

فصل:

استنجا کرنے کے بیان میں چاہئے کہ پتھر کے تین ٹکڑے یا مٹی کے تین ڈھیلے پائخانہ پھر چکنے سے پہلے درست کر رکھے جب فارغ ہوتو بائیں ہاتھ میں لے کر پائخانہ کے مقام کے قریب پاک جگہ پر رکھ کر کھسکائے اور نجاست کے مقام پر لا کر اسے پھیرے اور نجاست پونچھے۔ دوسری جگہ نجاست نہ بھرنے پائے اسی طرح تین ڈھیلے کام میں لائے اگر پاک نہ ہوتو دو ڈھیلے اور لے تا کہ طاق رہیں پھر پتھر کا ایک بڑا ٹکڑا یا ایک بڑا ڈھیلا داہنے ہاتھ میں لے اور آلہ تناسل بائیں ہاتھ سے پکڑے اور اس پتھر یا ڈھیلے پر تین بار تین جگہ اس کا سرر کھے یا دیوار پر تین جگہ تین بار رکھے اور بائیں ہاتھ سے ہلائے داہنے ہاتھ سے نہیں اگر اتنے ہی پر قناعت کرے تو پاکی کے واسطے کفایت کرتا ہے لیکن اولی یہ ہے کہ ڈھیلے اور پانی دونوں سے استنجا کرے اگر پانی لینا منظور ہے تو اس جگہ سے اٹھ کر دوسری جگہ جائے تا کہ اس پر پانی نہ اڑے داہنے ہاتھ سے پانی ڈالے بائیں ہاتھ سے ہتھیلی تک اس قدر ملے کہ یہ معلوم ہو جائے کہ اب نجاست کا کچھ اثر نہیں باقی رہا جب یہ معلوم ہو جائے تو بہت پانی نہ بہائے اور ملنے میں بہت زور نہ کرے کہ پانی اندر پہنچ جائے لیکن آب دست کے وقت خود کو ڈھیلا رکھے اور اس طرح آب دست لینے میں جہاں پانی نہ پہنچے وہ باطن بدن ہے اس کو نجاست کا حکم نہیں ہے وسواس نہ کرنا چاہئے اسی طرح قطرہ جھاڑنے میں تین بار ذکر کے نیچے ہاتھ لے جائے اور تین بار جھٹکے اور تین قدم چلے اور تین مرتبہ کھنکھارے اس سے زیادہ خود کو تکلیف نہ دے کہ وسواس پیدا ہوگا اور اگر ایسا کر چکا اور ہر بار معلوم ہوتا ہے کہ استنجا کرنے کے بعد تری ظاہر ہوئی تو اپنی میانی پر پانی ڈال لے کہ وہ تری پانی کو معلوم ہو اس واسطے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے وسواس دور کرنے کو ایسا ہی فرمایا ہے۔ جب استنجا کر کے فارغ ہو تو دیوار یا زمین پر ہاتھ ملے پھر دھوئے تا کہ کچھ بو نہ باقی رہے اور استنجا کرنے کے بعد یہ کہے (۴) ﴿ اللھم طھر قلبی من النفاق و حصن فرجی من الفواحش. ﴾

فصل:

کیفیت وضو کے بیان میں۔ جب استنجا کر کے فارغ ہو تو مسواک کرے اور داہنی طرف سے شروع کرے پہلے اوپر کے دانتوں میں مسواک کرے پھر نیچے کے دانتوں میں بعدہٗ بائیں طرف اسی طرح مسواک کرے پھر دانتوں کے اندر کی جانب اسی ترتیب سے مسواک کرے پھر زبان اور تالو میں مسواک رگڑے اور مسواک کرنا بہت ضرور سمجھے اس واسطے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مسواک کر کے ایک نماز پڑھنا بے مسواک کئے ستر نماز پڑھنے سے افضل ہے اور مسواک کرنے کے وقت یہ نیت اور خیال کرے کہ خدائے تعالیٰ کے ذکر کا راستہ صاف کرتا ہوں اور جب وضو ٹوٹ جائے تو اسی وقت پھر وضو کر لے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے اور جب وضو کرے تو مسواک کرنے سے محروم نہ رہے اور اگر وضو نہ کرے اور اس وجہ سے کہ بے کلی کئے سو گیا تھا یا دیر تک منہ بند کئے چپکا بیٹھا رہا یا بو دار کوئی چیز کھائی اور ان وجہوں سے اس کے منہ کی کیفیت بدل گئی تو مسواک کرنا سنت ہے جب مسواک سے فارغ ہو تو بلندی پر قبلہ رو بیٹھے اور (۵) ﴿ بسم اللہ الرحمن الرحیم اعوذبک من ھمرات الشیاطین و اعوذبک رب ان یحضرون ﴾ کہے اور تین بار دونوں ہاتھ دھوئے اور کہے (۶) ﴿ اللھم انی اسئلک الیمن و البرکتہ و اعوذ من الشوم و الھلکتہ ﴾ اور نماز مباح ہونے اور حدث دور کرنے کی نیت کرے اور جب تک منہ نہ دھوئے نیت کا دھیان رکھے پھر تین بار کلی کر کے غرغرہ کرے اور اگر روزہ دار ہو تو غرغرہ نہ کرے اور کہے

(۷)﴿ اللھم اعنی علی ذکرک و شکرک وتلاوۃ کتابک ﴾ پھر تین بار ناک میں پانی ڈالے اور چھنکے اور کہے (۸)﴿ اللھم ارجنی رائحتہ الجنتہ وانت عنی راض ﴾ پھر تین بار منہ دھوئے اور کہ (۹)﴿ اللھم بیض وجھی بنورک یوم تبیض وجوہ اولیاء ک ﴾ اور جو بال چہرہ پر ہیں ان کی جڑوں کو پانی پہنچائے اگر ڈاڑھی میں بہت بال ہیں اور میلے ہیں تو داڑھی پر پانی بہائے اور بالوں میں انگلیوں سے خلال کرے اسی کا نام تخلیل ہے منہ کی طرف کانوں سے گوشہ پیشانی تک چہرہ کی حد ہے اور آنکھ کے کونے کو انگلی سے پاک کرے کہ جو کچھ سرمہ وغیرہ کا اثر ہو وہ نکل جائے پھر داہنا ہاتھ آدھے بازو تک تین دفعہ دھوئے اور جس قدر بازو کے نزدیک تک دھوئے گا بہتر ہوگا اور کہے (۱۰)﴿ اللھم اعطنی کتابی بیمینی و حاسبنی حسابا یسیرا ﴾ پھر اسی طرح بایاں ہاتھ دھوئے اگر ہاتھ میں انگوٹھی ہو تو اسے جنبش دے دے کہ اس کے نیچے پانی پہنچ جائے اور کہے (۱۱)﴿ اللھم اعوذبک ان تعطینی کتابی بشمالی او من وراء ظھری ﴾ پھر دونوں ہاتھ تر کرکے انگلیاں ملا کر سر پر اگلی طرف رکھے اور گدی تک لے جائے پھر وہاں سے اپنے مقام پر پھیرلائے تاکہ بالوں کے دونوں رخ تر ہو جائیں اور یہ ایک بار مسح ہوا اسی طرح تین بار کرے اس طور پر کہ ہر بار پورے سر کا مسح ہو جائے اور کہے (۱۲)﴿ اللھم غشنی برحمتک وانزل علی من برکاتک واظلمنی تحت عرشک یوم لاظل الاظلک ﴾ پھر دونوں کانوں کا مسح کرے اور تین بار کانوں کے گھونگھے میں انگلی ڈالے اور انگوٹھے کان کی پشت پر اتارے اور کہے (۱۳)﴿ اللھم اجعلنی من الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ ﴾ پھر گردن پر مسح کرے اور کہے (۱۴)﴿ اللھم فک رقبتی من النار واعوذبک من السلاسل والاغلال ﴾ پھر داہنا پاؤں آدھی پنڈلی تک تین بار دھوئے اور بائیں ہاتھ کی چھنگلیاں سے پاؤں کی انگلیوں میں تلوں کی

طرف سے خلال کرے اور داہنے پاؤں کی چھنگلیاں ایک طرف سے خلال شروع کرے اور بائیں پاؤں کی چھنگلیاں پر تمام کرے اور کہے (۱۵) ﴿ اللھم ثبت قدمی علی الصراط یوم تنزل الاقدام فی النار ﴾ پھر اسی طرح بایاں پاؤں دھوئے اور کہے (۱۶) ﴿ اللھم اعوذبک ان تزل قدمی علی الصراط یوم نزل اقدام المنا فقین ﴾ اور جب وضو سے فراغت پائے تو کہے (۱۷) ﴿ اشھدان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ و اشھد ان محمداعبدہ و رسولہ (۱۸) اللھم اجعلنی من التوابین و اجعلنی من المتطھرین و اجعلنی من عبادک الصالحین ﴾ اور جو شخص عربی نہ سمجھتا ہو اسے چاہئے کہ اب سب دعاؤں کے معنی دریافت کرے تا کہ یہ تو جانے کہ میں کیا کہتا ہوں اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص طہارت کرنے میں خدا کا ذکر کرتا ہے اس کے سب اعضا کے تمام گناہ دھل جاتے ہیں اور اگر طہارت میں خدا کا ذکر نہیں کرتا تو فقط اتنا ہی بدن پاک ہوتا ہے جہاں پانی پہنچتا ہے اور اگر چہ پہلا نہ وضو ٹوٹا ہو تو بھی چاہئے کہ ہر نماز کے واسطے تازہ وضو کرے اس واسطے کہ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص طہارت کو تازہ کرتا ہے حق تعالی اس کے ایمان کو تازہ کرتا ہے جب طہارت کو تمام کرے تو جانے کہ یہ ہاتھ منہ جو پاک کیا ہے یہ خلق کے دیکھنے کی چیزیں ہیں اور خدا کے نگاہ پڑنے کی خاص جگہ دل ہے اگر توبہ کر کے اخلاق ناپسندیدہ سے دل کو نہ پاک کیا تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص بادشاہ کو مہمان بلائے اور گھر کا دروازہ تو صاف کرے لیکن گھر کے صحن کو جو بادشاہ کے بیٹھنے کا مقام ہے ناپاک رکھے۔

فصل:

اے عزیز جان تو کہ وضو میں چھ چیزیں مکروہ ہیں ایک دنیا کی بات کرنا دوسرے منہ پر ہاتھ مارنا تیسرے ہاتھ جھٹکنا۔ چوتھے دھوپ کے جلے ہوئے پانی سے وضو کرنا

پانچویں بہت پانی بہانا۔ چھٹے تین تین مرتبہ سے زیادہ دھونا لیکن اس نیت سے منہ پونچھ ڈالنا کہ گردنہ جھے یا اس نیت سے منہ نہ پونچھنا کہ عبادت کا اثر دیر تک رہے یہ دونوں باتیں منقول ہیں اور دونوں کی اجازت ہے اور چونکہ یہ نیت ہی تو دونوں صورتوں میں فضیلت ہے مٹی کے برتن سے وضو کرنا آفتابہ کی نسبت بہت اولی ہے اور فروتنی اور خاکساری سے بہت ملا ہوا ہے۔

فصل:

غسل کے بیان میں اے عزیز جان تو کہ جو شخص جماع کرے یا جسے سوتے میں خواہ جاگتے میں بے جماع کئے انزال ہو تو اس پر غسل واجب ہے غسل میں فرض یہ ہے کہ تمام بدن دھوئے اور بدن پر جہاں نجاست لگی ہو دھو ڈالے جس طرح ہم نے بیان کیا ہے اسی طرح سب سنتوں کے ساتھ وضو کرے اور غسل سے فراغت کر کے پاؤں دھوئے غسل میں بدن پر تین بار داہنی طرف پانی بہائے تین بار بائیں طرف تین بار سر سے اور جہاں جہاں ہاتھ پہنچے بدن ملے اور جو جگہ بند یا چپکی ہوئی ہو وہاں پانی پہنچانے میں کوشش کرے کہ یہ فرض ہے اور شرمگاہ سے ہاتھ بچائے رکھے۔

فصل:

تیمم کے بیان میں جس شخص کو پانی بالکل نہ ملے یا اس قدر ملے کہ وہ اپنے رفیقوں کے ساتھ پی لے یا جہاں سے پانی لایا جاتا ہے اسے راہ میں درندہ ہے یا ایسا شخص ہے جس سے خوف ہے یا پانی غیر کی ملک ہے اور وہ نہیں بیچتا یا بہت قیمت پر بیچتا ہے یا ایسا زخم یا بیماری ہے کہ اگر پانی استعمال کرے تو وہ ہلاک ہو جائے گا یا بیماری بڑھ جانے کا خوف ہے تو ان سب صورتوں میں صبر کرے جب نماز کا وقت آئے تو پاک مٹی ڈھونڈھے اور دونوں ہاتھ اس پر اس طرح مارے کہ اس سے غبار اڑے اور انگلیاں نہ ملی رکھے اور نماز مباح ہونے کی نیت کرے اور تمام منہ پر دونوں ہاتھوں سے مسح کرے اور اتنا تکلف نہ کرے کہ خاک بالوں کے اندر پہنچے پھر اگر

انگوٹھی پہنے ہو تو اتار کر انگلیاں کھلی رکھ کر دونوں ہاتھ مٹی پر مارے اور داہنے ہاتھ کی انگلیوں کی پشت بائیں ہاتھ کی انگلیوں کے روبرو رکھ کر بائیں ہاتھ کی انگلیوں کو داہنے کی کلائی کی پشت پر کہنی تک پھیرے پھر بائیں ہاتھ کی ہتھیلی داہنی کلائی کے اوپر پھیرے پھر بائیں ہاتھ کا انگوٹھا داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کی پشت پر پھیرے اسی طرح داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر پھیرے پھر دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں باہم ملے پھر انگلیاں گھائیوں میں ڈال کر ملے اگر ایسا کیا تو ایک ہی ضربہ کفایت کرے گا اگر نہ ہو سکے تو ایک سے زیادہ ضربہ کرے کہ کہنیوں تک تمام ہاتھ میں مٹی لگے جب اس تیمم سے ایک فرض پڑھے گا تو سنتیں جتنی چاہے پڑھے لیکن اگر دوسرا فرض پڑھا چاہے تو ازسرنو تیمم کرے۔

تیسری قسم:

فضلات سے بدن کی طہارت اس کی دو قسمیں ہیں ایک اس قسم کے میل سے طہارت جو سر اور داڑھی کے بالوں میں ہوتا ہے کنگھی پانی مٹی گرم پانی سے یہ میل زائل ہو سکتا ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سفر حضر میں کبھی کنگھی جدا نہ ہوتی تھی اور خود کو میلوں سے پاک رکھنا سنت ہے، دوسرا وہ میل جو آنکھوں کے کوئے میں جمع ہو جاتا ہے اسے وضو میں انگلی سے پاک کرنا چاہئے اور کان میں جو میل ہوتا ہے حمام سے نکلنے کے بعد عادت کے موافق اسے نکال ڈالنا چاہئے اور ناک میں جو ہوتا ہے اسے پانی ڈال کر دور کرے اور دانتوں کی جڑوں میں جو زردی جمع ہو جاتی ہے اسے مسواک اور کلی کرنے سے زائل کرے اور جو میل انگلیوں کے جوڑوں پر اور پاؤں پر ایڑی میں اور ناخن میں اور تمام بدن میں ہوتا ہے ان سب کا دور کرنا سنت ہے اور جاننا چاہئے کہ جہاں کہیں میل ہو اور پانی کو کھال تک جانے میں نہ روکے تو طہارت نہیں باطل ہوتی لیکن جب ناخن میں خلاف عادت بہت میل جمع ہو جائے تو البتہ پانی کو روکے گا اور ایسے میلوں کو گرم پانی سے اور حمام میں پاک کرنا سنت ہے۔

فصل:

اور جو کوئی حمام میں جائے اس پر چار امر واجب ہوتے ہیں اور دس سنت دو واجب اس شخص کی شرم گاہ سے علاقہ رکھتے ہیں یعنی ناف سے زانو تک اور لوگوں کی نگاہ سے بچائے اور بدن ملنے والوں کو بھی وہاں ہاتھ نہ لگانے دے اس واسطے کہ ہاتھ لگانا دیکھنے سے زیادہ ہے اور خود بھی اور لوگوں کی شرم گاہ کو نہ دیکھے اگر کوئی اپنی شرم گاہ کھولے تو اگر کچھ خوف نہ ہو تو اسے منع کرے اگر منع نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا اور اگر کسی نے ان واجبات پر عمل نہ کیا تو حمام سے گنہگار نکلے گا روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حمام میں دیوار کیطرف منہ کئے آنکھوں پر کچھ باندھے بیٹھے تھے اور عورتوں پر بھی یہی واجب ہے اور بلا وجیہ وجیہ عورتوں کو حمام میں ہرگز نہ جانے دے کہ شرع میں منع ہے اور یہ باتیں سنت ہیں کہ پہلے نیت کرے کہ پاکی کی سنت ادا کرتا ہوں تا کہ نماز کے وقت آراستہ رہوں اور لوگوں کو دکھانا منظور نہ ہو اور حمامی کو اجرت پہلے دے دے تا کہ نہلانے میں اس کا دل خوش رہے اور جانے کہ یہ زر اجرت ہمیں ملا ہے پھر بایاں پاؤں پہلے رکھ کر اندر جائے اور کہے (۱۹) ﴿بسم اللہ الرحمن الرحیم (۲۰) اعوذ باللہ من الرجس النجس الخبیث المخبث الشیطان الرجیم﴾ اس واسطے کہ حمام شیطان کی جگہ ہے اور کوشش کرنا چاہئے کہ حمام خالی ہو جائے یا ایسے وقت جائے کہ حمام بالکل خالی ہو اور حمام میں جو مکان گرم ہے وہاں جلدی نہ جائے تا کہ پسینا بہت نکلے اور جب جائے اسی وقت طہارت کرے اور بدن دھونے میں عجلت کرے اور پانی بہت نہ بہائے اس قدر بہائے کہ اگر حمامی دیکھ لے تو اسے برا نہ معلوم ہو حمام کے اندر جا کر کسی کو سلام نہ کرے اگر مصافحہ کرے تو درست ہے اگر کوئی سلام کرے تو یہ جواب دے کہ عافک اللہ اور بہت باتیں نہ کرے اگر قرآن شریف پڑھے تو آہستہ پڑھے اگر ﴿اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم﴾ بلند آواز سے کہے گا تو درست ہے

اورغروب آفتاب کے وقت اور نماز مغرب اور عشاء کے درمیان میں حمام نہ جائے کہ شیطانوں کے منتشر ہونے کا وقت ہے اور جب گرم مکان میں جائے تو آتش دوزخ کو یاد کرے اور ایک ساعت سے زیادہ نہ بیٹھے تا کہ سمجھے کہ دوزخ کے قید خانہ میں کیونکر رہے گا بلکہ عقلمند وہ شخص ہے کہ جو کچھ دیکھے آخرت کا حال یاد کرے اگر اندھیرا دیکھے تو قبر کی سیاہی اور تاریکی یاد کرے اگر سانپ دیکھے تو دوزخ کے سانپ یاد کرے اگر بری صورت دیکھے تو منکر نکیر اور دوزخ کے فرشتوں کو یاد کرے اگر ڈاروغی آواز سنے تو نفخہ صور یاد کرے اگر ذلت وعزت دیکھے تو قیامت کے دن کا مردود ہونا اور مقبول ہونا یاد کرے یہ باتیں تو موافق شرع کے سنت ہیں اور طبیبوں نے کہا ہے کہ ہر مہینے میں ایک بار چونے کا استعمال مفید ہوتا ہے اور جب حمام سے باہر نکلنے لگے تو ٹھنڈا پانی پاؤں پر ڈالے تا کہ نقرس کی بیماری سے بیخوف رہے اور دردسر نہ اٹھے اور ٹھنڈا پانی سر پر نہ ڈالے اور گرمی کے دنوں میں حمام سے نکلے سو رہے تو یہ شربت اور دوا کا کام کرے گا۔

فصل:

فضلات بدن سے دوسری طرح کی بھی پاکی ہے اور فضلات سات چیزیں ہیں ایک سر کے بال ان کا منڈوانا اولی اور پاکی سے نزدیک تر ہے لیکن صاحبان شرف کو بال رکھنا درست ہے اور تھوڑے بال مونڈنا اور لشکریوں کی طرح بال پراگندہ چھوڑ دینا مکروہ ہے اور اس فعل کی ممانعت ہے دوسرے مونچھوں کے بال لب کے برابر کر دینا سنت ہے اور چھوڑ دینا منع ہے تیسرے بغل کے بال ہر چالیس دن میں اکھاڑنا سنت ہے نہیں تو مونڈنا بہتر ہے کہ اذیت نہ ہو چوتھے موئے نہانی ان کو استرے سے یا نورے سے دور کرنا سنت ہے اور چاہئے کہ چالیس دن سے زیادہ بڑھنے نہ دیں پانچویں ناخن کاٹنا تا کہ اسمیں میل نہ جمے اگر میل اکٹھا ہوگا تو طہارت نہ حاصل ہوگی اس واسطے کہ رسول مقبول ﷺ نے ایک گروہ کے ہاتھ میں میل جمع دیکھا فرمایا کہ

ناخن کاٹ ڈالو اور نماز قضا کرنے کا حکم نہ فرمایا اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب ناخن بڑھ جاتے ہیں تو شیطان کے بیٹھنے کی جگہ ہو جاتی ہے چاہئے کہ اس انگلی سے ناخن کاٹنا شروع کرے جو انگلی بزرگ اور بہتر ہو اور پاؤں سے ہاتھ افضل ہے اور بائیں سے داہنا اولیٰ ہے اور کلمہ کی انگلی اور انگلیوں سے متبرک اور افضل ہے تو چاہئے کہ اسی سے ناخن کاٹنا شروع کرے اور اس کے داہنی طرف کاٹتا چلے حتیٰ کہ پھر اسی انگلی تک پہنچے اور دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کے سرے ملا کر حلقے کے مانند فرض کرے تو داہنے ہاتھ کے کلمہ کی انگلی سے شروع کرے اور چھینگلیا تک کاٹتا چلا جائے پھر بائیں ہاتھ کی چھینگلیا سے شروع کرے اور پانچوں ناخن کاٹ کر داہنے ہاتھ کے انگوٹھے پر ختم کرے چھٹے ناف کاٹنا اور یہ پیدا ہونے کے وقت ہوتا ہے ساتویں عورتوں اور مردوں کا ختنہ کرنا۔

فصل:

داڑھی اگر لمبی ہو تو ایک مشت چھوڑ کر باقی کتر ڈالنا درست ہے تا کہ حد سے تجاوز نہ کرے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اور تابعین کے ایک گروہ نے ایسا ہی کیا ہے اور ایک گروہ نے کہا ہے کہ داڑھی کو چھوڑ دینا چاہئے۔

اے عزیز جان تو کہ داڑھی میں دس چیزیں مکروہ ہیں ایک تو سیاہ خضاب کرنا اس واسطے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ سیاہ خضاب دوزخیوں اور کافروں کا ہے اور سیاہ خضاب پہلے فرعون نے کیا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اخیر زمانہ میں لوگ ہوں گے کہ سیاہ خضاب کریں گے وہ جنت کی بو بھی نہ سونگھیں گے اور حدیث میں آیا ہے کہ وہ بوڑھا سب بوڑھوں سے بدتر ہے جو خود کو جوانوں کے مشابہ بنائے اور بہترین جوانوں کا وہ جوان ہے جو خود کو بڈھوں کے مانند بنائے اور اس ممانعت کا یہ سبب ہے کہ سیاہ خضاب بری غرض سے بناوٹ اور فریب ہے۔ دوسرے خضاب سرخ اور زرد اگر

۱ ایک درخت کی پتی ہے۔

۲ پناہ مانگتا ہوں میں ناپاکی نجاست خباثت شیطان مردود سے۔

۳ سب تعریف اس خدا کے واسطے ہے جو لے گیا مجھ سے اس چیز کو جو ایذا دیتی ہے اور باقی رکھا میرے بدن میں اس چیز کو جو نفع دے مجھے۔

۴ اے اللہ پاک کر میرے دل کو نفاق سے اور بچا میری فرج کو فواحش سے۔

۵ شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ مہربان رحم کرنے والے کے پناہ مانگتا ہوں میں شیطانوں کے وسوسوں سے اور پناہ مانگتا ہوں میں تجھ سے اے پروردگار اس سے کہ وہ آئیں میرے پاس۔

۶ اے اللہ مانگتا ہوں میں تجھ سے برکت اور پناہ مانگتا ہوں میں تجھ سے شومی اور ہلاکت سے۔

۷ اے اللہ مدد کر میری اپنے ذکر پر اور اپنے شکر پر اور اپنی کتاب کی تلاوت پر۔

۸ اے اللہ سنگھا تو مجھ کو خوشبو جنت کی درانحالیکہ تو مجھ سے راضی ہو۔

۹ اے اللہ سفید کر تو میرے منہ کو اپنے نور سے جس دن سپید کرے گا تو منہ اپنے دوستوں کے۔

۱۰ اے اللہ عطا کر تو مجھے کتاب میری میرے داہنے ہاتھ میں اور حساب کر تو میرا حساب آسان

۱۱ اے اللہ پناہ مانگتا ہوں میں تجھ سے اس امر سے کہ دے تو مجھے میری کتاب میرے بائیں ہاتھ میں یا پیچھے سے میری پیٹھ کے۔

۱۲ اللہ ڈھانپ لے تو مجھ کو اپنی رحمت سے اور اتار تو مجھ پر اپنی برکتیں اور سایہ دے مجھے اپنے عرش کے نیچے جس دن کوئی سایہ نہ ہوگا مگر سایہ تیرا۔

۱۳ اے اللہ کر تو مجھے ان لوگوں میں سے جو سنتے ہیں بات پھر پیروی کرتے ہیں نیک بات کی۔

۱۴ اے اللہ چھڑا تو میری گردن کو آگ سے اور پناہ مانگتا ہوں میں تجھ سے زنجیروں اور بیڑیوں سے۔

۱۵ اے اللہ جمائے رکھ تو میرے قدم کو پل صراط پر جس دن ڈگ جائیں گے قدم

دوزخ میں۔

۱۶ اے اللہ پناہ مانگتا ہوں میں تجھ سے ڈگنے سے اپنے قدم کے پل صراط پر جس دن ڈگ جائیں گے قدم منافقوں کے۔

۱۷ گواہی دیتا ہوں میں یہ کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ ایک ہے وہ نہیں ہے کوئی شریک واسطے اس کے اور گواہی دیتا ہوں میں تحقیق کہ محمد بندے اس کے ہیں اور رسول اس کے۔

۱۸ اے اللہ کرتو مجھ کو توبہ کرنے والوں میں سے اور کرتو مجھے پاکوں میں سے اور کرتو مجھ کو اپنے نیک بندوں میں سے۔

۱۹ شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ مہربان رحم کرنے والے کے۔

۲۰ پناہ مانگتا ہوں میں اللہ سے ناپاکی نجس خبیث خبث کرنے والے شیطان مردود سے۔

چوتھی اصل نماز کے بیان میں

اے برادر اس بات کو معلوم کر کہ نماز اسلام کا ستون اور دین کی بنیاد اور بنا ہے اور سب عبادتوں کی سردار اور پیشوا ہے جو شخص پانچوں فرض نمازیں مع شرائط وقت پر ادا کیا کرے اس کے واسطے عہد باندھا گیا ہے کہ وہ خدا کی حمایت اور امان میں رہے گا گناہ کبیرہ سے آدمی جب باز رہا تو جو اور گناہ صغیرہ اس سے سرزد ہوں گے یہ پانچوں نمازیں اس کا کفارہ ہوں گی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ان پانچوں نمازوں کی مثل ایسی ہے جیسے کسی کے دروازے پر شفاف پانی کی نہر بہتی ہو اور وہ پانچ بار روز اس میں نہاتا ہو یہ فرما کر آپ نے پوچھا کہ جو شخص پانچ بار روز نہاتا ہو اس کے بدن پر کچھ میل رہنا ممکن ہے لوگوں نے عرض کی کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ جس طرح پانی میل کو دور کرتا ہے اسی طرح یہ پانچ نمازیں گناہوں کو دور کرتی ہیں اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نماز دین کا ستون ہے جس نے اسے چھوڑا اس نے اپنے دین کو ویران کیا جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کون سا کام سب کاموں سے افضل ہے آپ نے فرمایا کہ وقت پر نماز پڑھنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نماز جنت کی کنجی ہے اور آپ نے فرمایا کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے توحید کے بعد اپنے بندوں پر نماز سے زیادہ محبوب کوئی چیز فرض نہیں کی ہے اگر کسی چیز کو نماز سے زیادہ دوست رکھتا تو فرشتوں کو اس چیز میں مشغول کرتا اور فرشتے ہمیشہ نماز ہی میں رہتے ہیں کچھ فرشتے رکوع میں رہتے ہیں کچھ سجود میں کچھ قیام میں کچھ قعود میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے ایک نماز بھی عمداً ترک کی وہ کافر ہو گیا یعنی اس بات کے قریب ہو گیا کہ اس کی اصل ایمان میں خلل آ جائے جیسے لوگ کہتے ہیں کہ جنگل میں جس کسی کا پانی ضائع ہوا وہ ہلاک ہوا یعنی خطرے میں پڑنے کے قریب ہو گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

ظاہر کی فرض نماز خدا کے واسطے میں ادا کرتا ہوں اور جب نیت کی لفظوں کے معنے دل میں آ جائیں تو کان کے برابر تک اس طرح ہاتھ اٹھائے کہ انگلیوں کے سرے کان کے برابر ہوں اور انگوٹھے کا سرا کان کی لو کے برابر اور ہتھیلی شانہ کے برابر ہو جب ہاتھ اس جگہ ٹھہرے تو اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ سینہ کے نیچے باندھے داہنا ہاتھ اوپر رکھے اور کلمہ کی انگلی اور بیچ کی انگلی بائیں ہاتھ کی کلائی کی پشت پر رکھے اور باقی انگلیوں کو بائیں کلائی کے گرد حلقہ کر لے اور ایسا نہ کرے کہ کانوں سے ہاتھ اتار کر سیدھے چھوڑ دے پھر سینہ کی طرف لے جائے بلکہ اتارتے ہی وقت ہاتھ سینہ کی طرف لے جائے یہی بہت صحیح ہے اس درمیان میں ہاتھ نہ جھٹکے اور نہ ادھر ادھر لے جائے اور تکبیر میں اتنا مبالغہ نہ کرے کہ اللہ اکبر کے بعد واؤ پیدا ہو جائے یا کہ اکبر کی بے کے بعد الف پیدا ہو اس طرح پر کہ اکبار نکلے وسوسہ والوں اور جاہلوں کے یہ سب کام ہیں بلکہ جس طرح نماز کے باہر بے تکلف اور بلا مبالغہ یہ کلمہ کہتا ہے نماز میں بھی اسی طرح کہے اور جب ہاتھ باندھ چکے تو کہے (۱) ﴿ اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا سبحان اللہ بکرۃ واصیلا ﴾ پھر ﴿ انی وجھت وجھی ﴾ پڑھے بعد اس کے (۲) ﴿ سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک ولا الہ غیرک (۳) اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم (۴) انہ ھو السمیع العلیم (۵) بسم اللہ الرحمن الرحیم ﴾ اور الحمد پڑھے اور تشدیدوں کو خوب ادا کرے اور حرف میں اتنا مبالغہ نہ کرے کہ پریشان ہو جائے اور ظا اور ضاد میں فرق کرے اگر فرق نہ ہو سکے تو بھی درست ہے اور جب الحمد تمام کرے تو ذرا ٹھہر کر آمین کہے بالکل ملی ہوئی نہ کہے پھر قرآن شریف کی اور جو سورت چاہے پڑھے اگر مقتدی نہ ہو تو فجر کی نماز میں اور مغرب عشا کی پہلی دو رکعتوں میں پکار کر پڑھے پھر رکوع کی تکبیر اس طرح کہے کہ سورت کے آخر سے بالکل ملی ہوئی نہ ہو اور اس تکبیر میں بھی اسی طرح ہاتھ اٹھائے

جیسے تکبیر تحریمہ میں اٹھائے تھے اور رکوع کرے اور دونوں ہتھیلیاں زانو پر رکھے اور انگلیاں کھلی ہوئی سیدھی قبلہ رو رکھے اور زانو کی طرف نہ جھکائے بلکہ سیدھا رکھے اور سر اور پیٹھ برابر رکھے کہ اس کی صورت لام ایسی ہو جائے اور دونوں بازو دونوں پہلو سے دور رکھے عورت اپنا بازو پہلو سے جدا نہ کرے جب اس طرح رکوع میں ٹھیک ہو جائے تو تین بار (۶) ﴿سبحان ربی العظیم وبحمدہ﴾ کہے اگر امام نہ ہو تو سات بار سے دس بار تک کہے تو بہتر ہے تو پھر رکوع سے اٹھے اور سیدھا کھڑا ہو جائے اور ہاتھ اٹھائے اور (۷) ﴿سمع اللہ لمن حمد﴾ کہے اور کھڑا رہ کر (۸) ﴿ربنا لک الحمد ملا السموات والارض وملاء ماشئت من شئی بعد﴾ کہے اور فجر کی دوسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھے اور تکبیر کہہ کر اس طرح سجدہ میں جائے کہ جو عضو زمین کے نزدیک ہے پہلے وہی زمین پر رکھے پہلے زانو پھر ہاتھ پھر ماتھا اور ناک زمین پر رکھے اور دونوں ہاتھ زمین پر کاندھے کے برابر رکھے اور انگلیاں کھلی رکھے اور کلائیاں زمین پر نہ رکھے بازو اور پہلو اور ران اور پیٹ کے بیچ میں کشادہ رکھے اور عورت سب اعضاء ملا لے پھر (۱) ﴿سبحان ربی الاعلی وبحمدہ﴾ تین بار کہے اگر امام نہ ہو تو زیادہ کہنا اولیٰ ہے پھر (۱۰) ﴿اللہ اکبر﴾ کہہ کر سجدہ سے اٹھے اور بائیں پاؤں پر بیٹھے اور دونوں ہاتھ دونوں زانوں پر رکھے اور کہے (۱۱) ﴿رب اغفرلی وارحمنی وارزقنی واھدنی واجرنی واعف عنی وعافنی﴾ پھر دوسرا سجدہ اس طرح کرے پھر یوں ہی سا بیٹھ کر تکبیر کہے اور اٹھ کھڑا ہو کر پہلی رکعت کی طرح دوسری رکعت پڑھے اور الحمد کے پہلے اعوذ باللہ کہہ لے جب دوسری رکعت کے دوسرے سجدہ سے فارغ ہو تو بائیں پاؤں پر تشہد کے واسطے بیٹھے جس طرح دونوں سجدوں کے بیچ والے جلسہ میں بیٹھا تھا اسی طرح دونوں ہاتھ زانوؤں پر رکھ لے لیکن داہنے ہاتھ کی انگلیوں کو بند کر لے مگر کلمہ کی انگلی کو سیدھا چھوڑے اور کلمہ شہادت جب پڑھے اور الا اللہ کہے

تو اس انگلی سے اشارہ کرے لا الہ کہتے وقت اشارہ نہ کرے اور انگوٹھے بھی اگر چھوڑے گا تو درست ہے اور دوسرے تشہد میں بھی ایسا ہی کرے لیکن دونوں پاؤں کو نیچے سے داہنی طرف نکال لے اور بایاں چوتڑ زمین پر رکھے پہلے تشہد میں (۱۲) ﴿اللھم صلی علی محمد وعلی ال محمد﴾ کہہ کر اٹھ کھڑا ہو پھر دوسرے تشہد میں تمام درود اور دعائے مشہورہ پڑھ کر (۱۳) ﴿السلام علیکم ورحمہ اللہ وبرکاتہ﴾ کہے اور داہنی طرف اس طرح منہ پھیرے کہ جو کوئی اس کے پیچھے داہنی طرف ہو وہ اس کا نصف چہرہ دیکھ سکے پھر اسی طرح بائیں طرف سلام پھیرے اور ان دونوں سلاموں میں نماز سے باہر آنے کی نیت کرے اور یہ نیت کرے کہ حاضرین اور ملائک پر میں سلام کرتا ہوں۔

فصل:

اتنے کام نماز میں مکروہ ہیں بھوک' پیاس' غصہ میں اور پائخانہ پیشاب کی حاجت کے وقت اور ہر ایک شغل کے وقت جو کہ نماز میں خشوع سے باز رکھے نماز پڑھنا اور دونوں پاؤں خوب ملا دینا اور ایک پاؤں کو اٹھا لینا اور سجدے میں پاؤں کے سرے پر بیٹھنا اور دونوں چوتڑوں پر بیٹھنا اور دونوں زانوؤں سینہ تک لانا اور ہاتھ کپڑے کے نیچے اور آستین کے اندر رکھنا اور سجدے کے وقت کپڑے کو آگے پیچھے سے سمیٹنا اور کپڑے کے نیچے کمر باندھنا اور ہاتھ چھوڑ دینا اور ہر طرف دیکھنا اور انگلیاں چٹخانا اور بدن کھجلانا اور جمائی لینا اور ڈاڑھی کے بالوں سے کھیلنا اور سجدے کے واسطے کنکریاں ہٹانا اور سجدے کی جگہ پھونکنا اور انگلیاں ملا لینا اور پیٹھ ٹیڑھی کرنا غرض کہ آنکھ ہاتھ اور سب اعضاء ادب کے ساتھ اور نماز کی صفت پر رہیں تا کہ نماز پوری ہو اور زاد آخرت ہونے کے لائق ہو نماز کے ارکان جو بیان کئے گئے اس میں سے چودہ فرض ہیں نیت' پہلی تکبیر' قیام الحمد پڑھنا' رکوع' رکوع میں آرام لینا' قومہ یعنی رکوع سے اٹھ کھڑا ہونا' قومہ میں آرام لینا' سجدہ سجدہ میں آرام لینا' جلسہ یعنی

دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا' آخر کا تشہد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنا سلام پھیرنا جب اتنی باتوں کا لحاظ رکھا تو نماز درست ہوگئی یعنی نماز پڑھنے والا شمشیر سیاست سے بچا لیکن رد ہونے میں خطرہ ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی پادشاہ کی نذر کے واسطے ایک لونڈی لے جائے وہ زندہ تو ہو لیکن ناک کان' ہاتھ پاؤں ندارد ہوں تو اس میں شک ہے کہ قبول ہو یا نہ ہو۔

نماز کی روح اور حقیقت کا بیان

اے عزیز جان تو کہ یہ جو بیان ہوا نماز کی صورت اور قالب کا بیان تھا اور اس صورت کی ایک حقیقت ہے وہ نماز کی روح ہے غرضکہ ہر نماز اور ہر ذکر کے لئے ایک روح خاص ہے اگر اصل روح نہ ہو تو نماز مردہ آدمی کے مانند کالبد بے جان ہے اور اگر اصل روح تو ہو لیکن اعمال اور آداب پورے نہ ہوں تو نماز اس آدمی کے مثل ہے جس کی آنکھیں نکل گئی ہوں اور ناک کان کٹے ہوں اور اگر نماز کے اعمال تو پورے ہوں لیکن روح اور حقیقت نہ ہو تو وہ نماز ایسی ہے جیسے کسی شخص کی آنکھ تو ہو لیکن بصارت نہ ہو کان تو ہوں پر سماعت نہ ہو نماز کی اصل روح یہ ہے کہ اول سے آخر تک خشوع اور حضور قلب رہے اس واسطے کہ دل کو حق تعالیٰ کے ساتھ راست اور درست رکھنا اور یاد الٰہی کو کمال تعظیم اور ہیبت کے ساتھ تازہ کرنا نماز سے مقصود ہے جیسا حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ اقم الصلوٰۃ لذکری ﴾ یعنی نماز پڑھا کر میرے یاد کرنے کو اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہت نمازی ایسے ہیں جن کو نماز سے رنج و ماندگی کے سوا اور کچھ نصیب نہیں ہوتا اور یہ امر اس سبب سے ہوتا ہے کہ فقط بدن سے نماز پڑھتے ہیں اور دل غافل رہتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہت نمازی ایسے ہیں جن کی نماز کا فقط ایک چھٹا حصہ یا ایک دسواں حصہ لکھا جاتا ہے یعنی اسی قدر نماز لکھی جاتی ہے جس میں حضور قلب ہو اور آپ نے فرمایا ہے کہ نماز اس طرح پڑھنا چاہئے جس طرح کوئی

کسی کو رخصت کرتا ہے یعنی نماز میں اپنی خودی اور خواہش بلکہ ماسوی اللہ کو دل سے رخصت کر دے اور خود کو بالکل نماز میں مصروف کر دے اور یہی باعث ہے کہ ام المومنین حضرت بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہم باتیں کرتے ہوتے تھے جب نماز کا وقت آ جاتا تھا تو آپ نہ مجھے پہچانتے تھے نہ میں آپ کو یعنی نماز کا وقت آتے ہی معبود برحق کی عظمت اور رہیبت ظاہر و باطن ہم پر بالکل طاری ہو جاتی تھی اور حضرت سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ نے فرمایا ہے کہ جس نماز میں دل نہ حاضر ہو حق تعالیٰ اس کی طرف دیکھتا بھی نہیں جناب خلیل اللہ یعنی حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب نماز پڑھتے تھے تو دو میل سے ان کے دل کا جوش سنائی دیتا تھا اور ہمارے حضرت یعنی سلطان الانبیاء علیہ افضل الصلوٰۃ والثنا جب نماز شروع کرتے تھے تو آپ کا دل حق منزل اس طرح جوش کھاتا تھا جس طرح پانی بھری ہوئی تانبے کی دیگ آگ پر جوش کھاتی اور آواز دیتی ہے اور شیر خدا حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ جب نماز کا قصد کرتے تھے تو آپ کے بدن میں لرزہ پڑ جاتا تھا اور رنگ متغیر ہو جاتا تھا اور فرماتے تھے کہ وہ امانت اٹھانے کا وقت آیا کہ ساتوں زمین و آسمان جس کے متحمل نہ ہو سکے حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ نماز میں جس کو خشوع نہ حاصل ہو اس کی نماز نہیں درست ہوتی اور حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ جو نماز حضور قلب کے ساتھ نہ ادا ہو وہ عذاب سے بہت نزدیک ہے اور حضرت ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص نماز میں قصداً دیکھے کہ اس کے داہنے بائیں کون کھڑا ہے اس کی نماز نہ ہوگی اور حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ ابو حنیفہ کوفی اور حضرت امام شافعی اور اکثر علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے اگرچہ کہا ہے کہ پہلی تکبیر کے وقت اگر دل حاضر اور فارغ ہو تو نماز درست ہوتی ہے لیکن بضرورت یہ فتویٰ دیا ہے اس واسطے کہ خلق پر غفلت غالب ہے اور یہ جو کہا کہ

اس حکم پر دوڑ جائے گا قیامت کو منادی سے بشارت پائے گا۔

اے عزیز اگر تو اپنے دل کو اس منادی سے خوش اور شاداں کرے گا تو منادی قیامت سے شاداں اور فرحاں رہے گا۔

طہارت:

طہارت کا بھید یہ ہے کہ تو کپڑے اور بدن کی طہارت کو گویا غلاف کی پاکی سمجھ اور توبہ پشیمانی حاصل کر لینے اور برے اخلاق چھوڑ دینے سے دل پاک کرنے کو اس طہارت ظاہری کی روح جان اس واسطے کہ خدا کی نظر گاہ دل ہے بدن صورت نماز کی جگہ ہے دل حقیقت نماز کی منزل ہے۔

ستر عورت:

اس کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ جو عضو تیرے ظاہر بدن میں زشت و زبوں ہے اسے خلق کی نگاہ سے چھپا اور اس کا بھید اور روح یہ ہے کہ جو امر تیرے باطن میں برا ہے اسے حق تعالیٰ سے پوشیدہ کر اور یہ جان لے کہ تو حق تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں کر سکتا مگر یہ کہ اپنے باطن کو اس سے پاک کر اور باطن پاک ہونے کی یہ صورت ہے کہ گذشتہ گناہوں پر نادم ہو اور یہ عزم بالجزم کر لے کہ آئندہ پھر گناہ نہ کروں گا (۱۴) ﴿التائب من الذنب کمن لاذنب له﴾ یعنی توبہ گناہوں کو ناچیز اور نابود کر دیتی ہے اگر ایسا نہیں کر سکتا تو ان گناہوں پر خوف اور ندامت کا پردہ ڈال کر اس طرح خستہ و شکستہ اور شرم سار اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہو جیسے کوئی غلام خطا کر کے بھاگ جاتا ہے اور پھر اپنے مالک کے سامنے ڈرتا ہوا آتا ہے اور رسوائی اور ذلت کے مارے سر نہیں اٹھاتا ہے۔

قبلہ رو ہونا:

اس کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ سب طرف سے اپنا منہ پھیر کر قبلہ رو ہو جائے اور بھید یہ ہے کہ دل کو دونوں عالم سے پھیر کر خدا کی طرف لائے کہ ظاہر و باطن یک سو

ہو جائے جس طرح ظاہری قبلہ ایک ہے۔قبلہ اول بھی ایک ہی ہے یعنی حق تعالیٰ دل کا اور خیالات میں مشغول ہونا ایسا ہے جیسا منہ کو ادھر ادھر پھیرنا جس طرح منہ پھیرنے سے نماز کی صورت نہیں رہتی اسی طرح دل بھٹکنے سے نماز کی روح اور حقیقت نہیں رہتی اسی واسطے جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص نماز کو کھڑا ہو اور اس کا منہ اور دل اور خواہش ہر ایک سوی خدا ہو تو وہ نماز سے یوں باہر آتا ہے کہ گویا اپنی ماں کے پیٹ سے آج ہی پیدا ہوا ہے یعنی سب گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور یقین جان کہ جس طرح قبلہ کی طرف سے منہ پھیر لینا نماز کی صورت کو باطل کر دیتا ہے دل کا منہ حق تعالیٰ کی جانب سے پھیر لینا اور خیالات دینوی کو دل میں دخل دینا نماز کی روح اور حقیقت کو زائل کر دیتا ہے بلکہ دل کو خدا کی طرف متوجہ رکھنا اولیٰ ہے اس واسطے کہ ظاہر باطن کا غلاف ہے اور غرض اس سے ہوتی ہے جو چیز غلاف کے اندر ہو اور غلاف کی فی نفسہ چنداں قدر نہیں ہوتی۔

قیام:

اس کا ظاہر یہ ہے کہ تو اپنے ڈیل سے خدا کے سامنے غلام کی طرح سر جھکائے کھڑا رہ اور باطن یہ ہے کہ دل سب حرکتوں سے ٹھہر جائے یعنی سب خیالات سے باز آئے حق تعالیٰ کی تعظیم اور اپنے انکسار کے ساتھ بندگی میں قائم رہے اور قیامت کے دن حق سبحانہ تعالیٰ کے سامنے قائم اور حاضر ہونا اور اپنی سب پوشیدہ باتوں کا ظاہر ہونا یاد کرے اور سمجھے کہ اس وقت بھی حق تعالیٰ پر وہ سب ظاہر ہے اور میرے دل میں جو کچھ تھا اور ہے خدا اس کا عالم اور ناظر ہے اور میرے ظاہر و باطن سے بالکل وہ آگاہ ہے اور بڑے تعجب کی بات یہ ہے کہ جب کوئی مرد صالح نمازی کو دیکھتا ہے کہ یہ کیونکر نماز پڑھتا ہے تو وہ اپنے تمام اعضاء کو مودب کر لیتا ہے ادھر ادھر نہیں دیکھتا نماز میں جلدی کرنے اور دوسری طرف التفات کرنے سے شرم آتی ہے

اور یہ جانتا ہے کہ حق تعالیٰ میری طرف ملاحظہ کرتا ہے اور اس سے نہ شرماتا ہے نہ ڈرتا ہے اس سے زیادہ اور کیا نادانی ہوگی کہ بندہ بے چارہ جسے کچھ اختیار نہیں اس سے تو شرم کرتا ہے اور اس کے دیکھنے سے تو مودب ہو جاتا ہے اور مالک الملوک سے کچھ باک نہیں کرتا اس کے دیکھنے کو آسان جانتا ہے اس واسطے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ تعالیٰ سے کیونکر شرم کرنا چاہئے آپ نے فرمایا کہ جس طرح اپنے گھر والوں میں جو صالح اور متقی ہوتا ہے اس سے تو شرماتا ہے اسی طرح حق تعالیٰ سے بھی شرما اور اسی تعظیم کے سبب سے اکثر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز میں اس طرح ساکن کھڑے ہوتے تھے کہ پرندان سے نہ بھاگتے اور سمجھتے کہ یہ پتھر ہیں جس کے دل میں خدا کی عظمت اور بزرگی ثابت ہوئی اور اسے اپنا ناظر سمجھا اس کا ہر ہر عضو خاشع اور مودب ہو جاتا ہے اسی سبب سے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کسی کو نماز میں ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرتے دیکھتے تھے تو فرماتے تھے کہ اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کا ہاتھ بھی دل کی صفت پر ہوتا۔

رکوع سجود:

بدن سے فروتنی کرنا اس کے ظاہری معنی ہیں اور دل کی فروتنی اس سے اصل مقصود ہے اور جو شخص یہ جانتا ہے کہ زمین پر منہ رکھنا بہترین اعضاء کو خاک پر رکھنا ہے اور کوئی چیز خاک سے زیادہ خوار اور ذلیل نہیں تو رکوع سجود اس واسطے مقرر ہیں تا کہ وہ جان لے کہ خاک میری اصل ہے اور خاک ہی کی طرف مجھے رجوع کرنا ہے اور اپنی اصل کے موافق تکبر کرے اور اپنی بیکسی اور عاجزی پہچان لے اسی طرح ہر ہر کام میں بھید اور حقیقت ہے کہ آدمی جب اس سے غافل ہوگا تو اسے صورت کے سوا نماز سے اور کچھ نہ حاصل ہوگا۔

حقیقت قرات واذکار نماز کا بیان

اے عزیز جان تو کہ جو کلمہ نماز میں کہنا چاہئے اس کی ایک حقیقت ہے اس سے آگاہ رہنا چاہئے اور لازم ہے کہ قائل کا دل بھی اسی صفت کے مطابق ہو جائے تا کہ وہ اپنے قول میں صادق ہو جائے مثلاً اللہ اکبر کے یہ معنی ہیں کہ خدا اس امر سے بزرگ تر ہے کہ اسے عقل اور معرفت سے پہچان سکیں اگر یہ معنی نہ جانے تو جاہل ہے اور اگر یہ تو جانے لیکن اس کے دل میں خدا سے بزرگ اور کوئی چیز ہو تو وہ اللہ اکبر کہنے میں جھوٹا ہے اس سے کہا جائے گا کہ فی الواقع تو یہ کلام سچ ہے لیکن تو جھوٹ کہتا ہے اور جبکہ آدمی خدا سے زیادہ اور کسی چیز کا مطیع ہو گا تو اس کے نزدیک وہ چیز خدا سے زیادہ بزرگ ہو گی اور اس کا معبود اور اللہ وہی ہے جس کا وہ مطیع ہے جیسا حق تعالیٰ نے فرمایا ہے (۱۵) ﴿افرایت من اتخذالھہ ھواہ﴾ اور جب ﴿انی وجھت وجھی﴾ کہا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ میں نے تمام عالم سے دل کو پھیر کر خدا کی طرف متوجہ کیا اگر اس کا دل اس وقت اور کسی طرف لگا ہو تو اس کا یہ کلام جھوٹ کہا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ میں نے تمام عالم سے دل کو پھیر کر خدا کی طرف متوجہ کیا اگر اس کا دل اس وقت اور کسی طرف لگا ہو تو اس کا یہ کلام جھوٹ ہے اور جب خدا سے مناجات کرنے میں پہلا ہی کلام جھوٹ ہو تو اس کا خطرہ ظاہر ہے اور جب ﴿حنیفاً مسلماً﴾ کہا تو اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ کیا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمان وہ شخص ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان لوگ سلامت رہیں تو چاہئے کہ وہ اس صفت سے موصوف ہو یا عزم بالجزم کر لے کہ اب میں ایسا ہی ہو جاؤں گا اور جب الحمد کہے تو چاہئے کہ خدا کی نعمتیں اپنے دل پر تازہ کر لے اور اپنے دل کو بالکل شکر گزار بنا لے کہ یہ شکر کا کلمہ ہے اور شکر دل سے ہوتا ہے جب ﴿ایاک نعبد﴾ کہے تو چاہئے کہ اخلاص کی حقیقت اس کے دل میں تازہ ہو اور جب اہدنا کہے تو چاہئے کہ اس کا دل تضرع اور زاری کرے

اس واسطے کہ وہ خدا سے ہدایت مانگتا ہے تسبیح اور تہلیل اور قرات وغیرہ ہر ہر کلمہ میں بھی چاہئے کہ جیسا وہ سمجھتا ہے ویسا ہی ہو جائے اور دل کو اس کلمہ کے معنی کی صفت سے موصوف بنا لے اور اس کی تفصیل دراز ہے نماز کی حقیقت سے آدمی اگر بہرہ مند ہوا چاہے تو ایسا ہی ہو جائے جیسا بیان ہوا ورنہ صورت بے معنی پر قناعت کرے۔

حضور قلب کی تدبیر کا بیان

اے عزیز جان تو کہ نماز میں دو سبب سے غفلت ہوتی ہے ایک ظاہری سبب ہے دوسرا باطنی سبب ہے سبب ظاہری یہ ہے کہ ایسی جگہ نماز پڑھتا ہو جہاں کچھ دکھائی سنائی دیتا ہے اور دل ادھر متوجہ ہو جاتا ہے کہ دل آنکھ کان کا تابع ہے اس کی تدبیر یہ ہے کہ خالی جگہ نماز پڑھے کہ وہاں کچھ آواز نہ سنائی دے گی اگر جگہ تاریک ہو یا آنکھ بند کر لے تو بہتر ہے اکثر عابدوں نے عبادت کے واسطے چھوٹا سا تاریک مکان بنایا ہے اس واسطے کہ کشادہ مکان میں دل پراگندہ ہوتا ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب نماز ادا کرتے تھے تو قرآن شریف اور تلوار اور ہر چیز کو جدا کرتے تھے کہ ان کی طرف نہ مشغول ہو جائیں دوسرا سبب باطنی یہ ہے کہ پریشان خیال اور پراگندہ خطرے دل میں آئیں اس کا علاج بہت دشوار اور نہایت سخت ہے اور اس کی بھی دو قسمیں ہیں ایک تو کسی کام کے سبب سے ہوتا ہے کہ اس کی طرف اس وقت دل مشغول ہے اس کی تدبیر تو یہ ہے کہ اس کام سے پہلے فراغت کر لے پھر نماز پڑھے اس واسطے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ﴿ اذا حضر العشاء و العشاء فابدا بالعشاء ﴾ یعنی جب نماز اور کھانے کا وقت ساتھ ہی آئے تو پہلے کھانا کھائے علیٰ ہذا القیاس اگر کوئی بات کہنا ہو تو کہہ لے پھر فراغت سے نماز پڑھے دوسری قسم ایسے کاموں کا خیال اور اندیشہ جو ایک ساعت میں نہ تمام ہوں یا خیالات و اہیات عادت کے موافق خود بخود دل پر غالب ہو گئے ہوں اس کی تدبیر یہ ہے کہ ذکر اور قرآن جو نماز میں پڑھتا ہے اس کے معنوں میں

دل لگائے اور اس کے معنی سوچے تا کہ اس سوچ سے وہ خیالات دور ہو جائیں اگر خیالات بہت غالب نہیں ہیں اور کسی کام کی خواہش بہت قوی نہیں ہے تو یہ سوچ اسے روک دے گا اور اگر خواہش قوی ہے تو اس سوچ سے اس کا خیال نہ دفع ہو گا اس کی تدبیر یہ ہے کہ مسہل پیئے تا کہ مادۂ مرض کو باطن سے قطع کر دے اور اس مسہل کا نسخہ یہ ہے کہ جس چیز کا خیال رہتا ہے اسے ترک کرے تا کہ اس کے خیال سے نجات پائے اگر ترک نہ کر سکے گا تو اس کے خیال سے ہرگز نہ چھوٹے گا اور اس کی نماز ہمیشہ دل کی باتوں میں لگی رہے گی اس نمازی کی مثل ایسی ہے جیسے کوئی شخص درخت کے نیچے بیٹھے اور چاہے کہ چڑیوں کا چہچہانا نہ سنے اور لکڑی اٹھا کر انہیں اڑا دے اور اسی وقت پھر وہ آ بیٹھیں، اگر ان سے نجات پانا چاہتا ہے تو یہ تدبیر ہے کہ اس درخت کو جڑ سے کاٹ ڈالے کہ جب تک درخت رہے گا چڑیوں کا نشیمن رہے گا اسی طرح جب کسی کام کی خواہش اس کے دل پر غالب رہے گی خیالات پریشان بھی ضرور آئیں گے اس واسطے تھا کہ جناب سلطان الانبیاء علیہ افضل الصلوٰۃ والثنا کے واسطے کوئی شخص عمدہ کپڑا ہدیہ اور تحفہ لایا اس میں ایک بڑا بوٹا بہت عمدہ بنا تھا نماز میں آپ کی نظر اس بوٹے پر پڑی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو اس کپڑے کو اتار کر اس کے مالک کو دے دیا اور پرانا کپڑا پہن لیا اسی طرح ایک بار نعلین شریفین میں نیا تسمہ لگا تھا نماز میں آپ کی نظر اس پر پڑی تو اچھا معلوم ہوا آپ نے فرمایا کہ اسے نکال ڈالو اور پرانا تسمہ ڈال دو اور ایک مرتبہ نعلین شریفین نئی بنی تھیں آپ کو اچھی معلوم ہوئیں آپ نے سجدہ کیا اور فرمایا کہ میں نے خدا کے سامنے فروتنی کی کہ اس نعلین کے دیکھنے سے وہ مجھے اپنا دشمن نہ ٹھہرائے پھر آپ باہر تشریف لائے پہلے جو سائل نظر آیا آپ نے وہ نعلین اسے عنایت فرمائیں حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باغ میں نماز پڑھتے تھے ایک عمدہ جانور دیکھا کہ درختوں میں اڑتا ہے اور راہ نہیں پاتا ہے آپ کا دل اس کے ساتھ مشغول ہوا یہ نہ یاد رہا کہ کتنی رکعتیں پڑھی

ہیں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے دل کا شکوہ کیا اور اس کے کنارہ میں اس باغ کو صدقہ دے دیا اگلے بزرگوں نے اکثر ایسے کام کئے ہیں اور ان کاموں کو حضور قلب کی تدبیر سمجھے ہیں غرضکہ جب نماز کے پہلے سے خدا کا ذکر دل پر نہ غالب ہوگا دل نماز میں نہ حاضر ہوگا اور جو خیال دل میں پہلے سے گڑا ہے نماز پڑھنے سے نہ دور ہوگا جو شخص حضور قلب کے ساتھ نماز پڑھنا چاہے تو چاہئے کہ نماز کے پہلے سے دل کا علاج کرے اور دل کو خالی کرے اور یہ امر اس طرح سے ہوتا ہے کہ دنیا کے شغل اپنے دل سے دور کرے اور بقدر ضرورت دنیا کی چیزوں پر قناعت کرے اور اس قدر سے بھی فراغت دل سے اسے مقصود ہو جب تک یہ امر نہ ہوگا تمام نماز میں حضور قلب بھی نہ ہوگا۔ مگر کچھ نماز میں ہوگا تو چاہئے کہ نفلیں بڑھائے اور دل حاضر کرے کہ مثلاً چار رکعتوں کے قدر دل حاضر ہو جائے کیونکہ نوافل فرائض کا تدارک کرتے ہیں۔

جماعت کے مسنون ہونے کا بیان

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک نماز جماعت کے ساتھ تنہا ستائیس نمازوں کے مثل ہے اور فرمایا ہے کہ جس نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی اس نے گویا آدھی رات شب بیداری کی اور جس نے فجر کی نماز جماعت سے پڑھی اس نے گویا تمام رات عبادت کی اور فرمایا کہ جس نے چالیس دن ہر وقت کی نماز جماعت سے پڑھی اور اس کی پہلی تکبیر فوت نہیں ہوئی تو اس کے واسطے دو نجات لکھتے ہیں ایک نفاق سے دوسری دوزخ سے اس واسطے تھا کہ اگلے بزرگوں میں جس کی تکبیر اول فوت ہو جاتی تھی تین دن اپنی آپ تعزیت کرتا تھا اور اگر جماعت فوت ہو جاتی تھی تو سات روز تعزیت کرتا تھا حضرت سعید ابن مسیّب کہتے ہیں کہ بیس برس تک اذان سے پہلے میں مسجد میں آیا۔ کیا اکثر علماء نے فرمایا ہے کہ جو کوئی بے عذر تنہا نماز پڑھے اس کی نماز درست نہیں تو جماعت کو ضروری امر

جاننا چاہئے اور امامت اور اقتدار کے آداب یاد رکھنا چاہئے پہلے یہ کہ لوگوں کی دلی رضامندی سے امامت کرے اگر اس سے لوگ کراہت کریں تو امام سے پرہیز کرنا چاہئے اور جب اسے امام بنایا چاہیں تو بے عذر پہلوتہی نہ کرے کہ امامت کی بزرگی موذنی سے بہت بڑی ہے اور چاہئے کہ کپڑے پاک رکھنے میں احتیاط کرے اور نماز کے وقت کا دھیان رکھے اور اول وقت نماز پڑھے جماعت کے انتظار میں تاخیر نہ کرے کہ اول وقت کی فضیلت جماعت کی فضیلت سے زیادہ ہے دو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کرام جب آجاتے تھے تیسرے کا انتظار نہ کرتے تھے اور جنازہ پر جب چار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آجاتے تھے تو پانچویں کا انتظار نہ کرتے تھے ایک دن جناب سلطان الانبیاء علیہ افضل الصلوٰۃ والثناء کو دیر ہوگئی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کا انتظار نہ کیا اور حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام ہوگئے جب آپ تشریف لائے تو ایک رکعت ہو چکی تھی جب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز تمام کی تو ڈرے آپ نے ان سے فرمایا کہ تم نے اچھا کیا ہر بار ایسا ہی کیا کرو اور چاہئے کہ خلوص کے ساتھ للہ امامت کرے امامت کی کچھ مزدوری نہ لے اور جب تک صف سیدھی نہ ہو تو تکبیر نہ کہے اور نماز کے اندر کی تکبیریں بلند آواز سے کہے اور امامت کی نیت کرے کہ جماعت کا ثواب حاصل ہو اگر امامت کی نیت نہ کرے گا جماعت تو درست ہوگی لیکن جماعت کا ثواب نہ ہوگا اور نماز (۱۶) جہری میں قرات بلند آواز سے کرے اور تین وقفے بجالائے ایک جب تکبیر اول کہے اور ﴿انی وجھت وجھی﴾ پڑھے اور مقتدی لوگ سورۂ فاتحہ پڑھنے میں مشغول ہوں دوسرے جب سورۂ فاتحہ پڑھ چکے تو دوسری سورت ٹھہر کر پڑھے کہ جس مقتدی نے سورۂ فاتحہ تمام نہ کی یا بالکل نہ پڑھی ہو وہ تمام پڑھ لے تیسرے جب سورۃ تمام کرے تو اتنا ٹھہرے کہ رکوع کی تکبیر سورہ سے مل نہ جائے اور مقتدی سورۂ فاتحہ کے سوا امام کے پیچھے اور کچھ نہ پڑھے لیکن اگر دور ہو اور امام کا پڑھنا نہ سنے اور امام رکوع سجود ہلکا کرے اور

تین بار سے زیادہ تسبیح نہ کہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کسی کی نماز سبکتر اور کامل تر نہ تھی اور اس کا سبب یہ ہے کہ جماعت میں شاید کوئی ضعیف ہو یا کسی کو کچھ کام ہو اور مقتدی کو چاہئے کہ امام کے بعد ہر رکن ادا کرے اس کے ساتھ نہ ادا کرے جب تک امام کی پیشانی زمین پر نہ لگ جائے تو مقتدی سجدہ میں نہ جائے اور جب تک امام رکوع کی حد پر نہ پہنچے مقتدی رکوع کا قصد نہ کرے کہ اسی کا نام متابعت ہے اگر کوئی مقتدی امام سے پہلے رکوع وسجود میں جائے گا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور جب سلام پھیرے تو اس قدر اور بیٹھے کہ یہ دعا پڑھ لے (۱۷) ﴿اللھم انت السلام ومنک السلام والیک یعود السلام فحینا ربنا بالسلام و ادخلنا دار السلام تبارکت ربنا وتعالیت یاذالجلال والاکرام﴾ بعدہٗ پھرتی سے اٹھے اور لوگوں کی طرف منہ کرلے اور دعا کرے اور اہل جماعت امام سے پہلے نہ اٹھیں کہ یہ امر مکروہ ہے۔

جمعہ کی نماز کی فضیلت کا بیان

اے عزیز جان تو کہ جمعہ کا روز بزرگ دن ہے اور اس کی بڑی فضیلت ہے مسلمانوں کی عید کا دن ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے بے عذر تین جمعہ ناغہ کئے اس نے اسلام کی طرف سے منہ پھیر لیا اور اس کا دل زنگ پکڑ گیا اور حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ حق تعالیٰ جمعہ کے دن چھ لاکھ بندے دوزخ سے آزاد کرتا ہے اور آپ نے فرمایا ہے کہ آتش دوزخ کو روز دوپہر ڈھلے بھڑکاتے ہیں اس وقت نماز نہ پڑھو مگر جمعہ کو کہ اس دن نہیں بھڑکاتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی جمعہ کے دن مرے گا شہید کا ثواب پائے گا اور عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔

شرائط جمعہ:

اے عزیز جان تو کہ جو شرطیں اور نمازوں کی ہیں وہ جمعہ کی ہیں اور ان کے سوا چھ شرطیں اور جمعہ کے واسطے خاص ہیں پہلی شرط وقت ہے یہاں تک کہ اگر مثلاً امام عصر کا وقت آ جانے کے بعد جمعہ کی نماز کا سلام بھی پھیرے تو جمعہ فوت ہوا ظہر ادا کرنا چاہئے دوسری شرط جگہ ہے کہ یہ نماز صحرا اور خیمہ میں درست نہیں بلکہ شہر میں ہوتی ہے یا اس گاؤں میں جہاں چالیس مرد آزاد عاقل بالغ مقیم ہوں وہاں اگر مسجد میں نہ ہو تو بھی درست ہے تیسری شرط عدد ہے کہ جب تک چالیس مرد آزاد مکلّف یعنی عاقل بالغ مقیم حاضر نہ ہوں نماز درست نہیں اگر خطبہ یا نماز میں اس سے کم لوگ ہوں تو ظاہر یہ ہے کہ نماز درست نہ ہوگی۔ چوتھی شرط جماعت ہے کہ اگر یہ گروہ الگ الگ تنہا نماز پڑھے گا تو درست نہ ہوگی لیکن جو کوئی اخیر کی رکعت پائے اس کی نماز درست ہے اگرچہ دوسری رکعت میں تنہا ہو اور اگر کوئی شخص امام کے ساتھ دوسری رکعت کا رکوع نہ پائے تو اقتدا کرے اور نماز ظہر کی نیت کر لے پانچویں شرط یہ ہے کہ لوگوں نے پہلے جمعہ کی نماز نہ پڑھ لی ہو اس واسطے کہ ایک شہر میں جمعہ کی ایک جماعت سے زیادہ نہ چاہئے لیکن اگر اتنا بڑا شہر ہے کہ وہاں کی ایک جامع مسجد میں نمازی ہی نہیں سما سکتے یا وقت سے آ سکتے ہیں تو ایک جماعت سے زیادہ کا مضائقہ نہیں اگر ایک ہی مسجد میں سب لوگوں کی گنجائش بے تکلف ہو سکتی ہے اور دو جگہ نماز پڑھی تو وہی نماز درست اور صحیح ہوگی جس کا تحریمہ پہلے بندھا چھٹی شرط نماز کے پہلے دو خطبہ ہیں اور وہ دونوں فرض ہیں اور دونوں خطبوں کے درمیان میں بیٹھنا بھی فرض ہے اور دونوں خطبوں میں کھڑا رہنا فرض ہے اور پہلے خطبہ میں چار چیزیں فرض ہیں تحمید کرنا یعنی حمد کرنا الحمدللہ کہنا بس ہے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھنا اور تقوٰی کی وصیت کرنا (۱۸) ﴿اوصیکم بتقوی اللہ﴾ کہنا کافی ہے اور قرآن شریف کی ایک آیت پڑھنا اور دوسرے خطبہ میں بھی چار چیزیں

فرض ہیں لیکن آیت کے عوض دعا پڑھنا فرض ہے جمعہ کی نماز عورتوں اور غلاموں اور لڑکوں اور مسافروں پر فرض نہیں ہے اور عذر کے سبب سے ترک جمعہ درست ہے مثلاً کیچڑ پانی بیماری، تیمارداری کے عذر سے اگر کوئی بیمار کا سنبھالنے والا نہ ہو لیکن معذور کو اولیٰ یہ ہے کہ ظہر کی نماز جب پڑھے کہ لوگ جمعہ کی نماز سے فارغ ہو چکیں۔

آداب جمعہ:

جمعہ کا ادب کرنا چاہئے اور جمعہ کے دن یہ دس سنت اور ادب نہ بھولے پہلا ادب یہ ہے کہ پنج شنبہ کے دن دل سے اور درستی سامان سے جمعہ کا استقبال کرے مثلاً سفید کپڑے درست کرنا پہلے سے کام کاج اٹھا دینا کہ صبح کے وقت نماز گاہ میں آ سکے اور پنج شنبہ کو عصر کی نماز کے وقت خالی بیٹھنا(۱۹) اور تسبیح اور استغفار میں مشغول ہونا اس واسطے کہ اس وقت کی بڑی بزرگی ہے اور اس نیک ساعت کے مقابلے میں ہے جو دوسرے دن جمعہ کو ہو گی اور علماء نے کہا ہے کہ شب جمعہ کو جورو سے جماع کرنا سنت ہے تا کہ یہ امر جمعہ کے دن دونوں کے غسل کا باعث ہو دوسرا ادب یہ ہے کہ اگر مسجد کو جلد جاتا ہے تو صبح ہی غسل میں مشغول ہو ورنہ تاخیر بہت اولیٰ ہے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتاکید شدید جمعہ کے دن غسل کا حکم فرمایا ہے یہاں تک کہ کچھ علماء اس غسل کو فرض سمجھے ہیں اور مدینہ منورہ کے لوگ اگر کسی کو کلام سخت کہا چاہتے تو کہتے کہ تو اس شخص سے بدتر ہے جو جمعہ کو غسل نہ کرے اگر جمعہ کو کوئی شخص نجس ہو اور غسل کرے تو اولیٰ یہ ہے کہ جمعہ کے غسل کی نیت سے بھی اور پانی اپنے اوپر ڈال لے اور اگر ایک غسل میں دونوں نیتیں یعنی نیت رفع جنابت اور اولیٰ سنت کرے تو بھی کافی ہے غسل جمعہ کی فضیلت بھی حاصل ہو جائے گی۔ تیسرا ادب یہ ہے کہ آراستہ اور پاکیزہ اور اچھی ہیئت بنا کر مسجد میں آئے اور پاکیزگی کے یہ معنی ہیں کہ بال منڈوائے ناخن کٹوائے مونچھوں کے بال کتروائے اگر حمام میں پہلے ہی جا کر یہ امور کر چکا ہے تو بس ہے اور آراستگی سے یہ مراد ہے کہ

سفید کپڑے پہنے اس واسطے حق تعالیٰ سب کپڑوں سے زیادہ سفید کپڑوں کو دوست رکھتا ہے اور تعظیم اور نماز کی عظمت کی نیت سے خوشبو ملے تا کہ اس کے کپڑوں میں بدبو نہ آئے کہ کوئی اس سے رنجیدہ ہو اور غیبت کرے۔ چوتھا ادب یہ ہے کہ صبح ہی جامع مسجد میں جائے کہ اس کی بڑی فضیلت ہے اگلے زمانے میں لوگ چراغ لے کر مسجد میں جاتے تھے اور راہ میں اتنی بھیڑ ہوتی تھی کہ مشکل سے گذر ہوتا تھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن مسجد میں گئے تو تین آدمی پہلے سے وہاں موجود تھے اپنے اوپر غصہ کیا اور کہا کہ میں چوتھے درجہ میں ہوا میرا انجام کار کیا ہوگا کہتے ہیں کہ دین اسلام میں جو بدعت پہلے ظاہر ہوئی وہ یہی ہے کہ لوگوں نے اس سنت کو ترک کر دیا جب یہود اور نصاریٰ ہفتہ اتوار کے دن کلیسا اور کنشت یعنی اپنے اپنے معبدوں میں صبح ہی جائیں اور مسلمان لوگ جمعہ کے روز جو ان کا دن ہے سویرے مسجد جانے میں تقصیر کریں تو کیا حال ہوگا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص جمعہ کی پہلی ساعت میں مسجد کو جائے اس نے گویا ایک اونٹ قربان کیا اور جو دوسری ساعت میں جائے اس نے گویا ایک گائے قربان کی اور جو تیسری ساعت میں جائے اس نے گویا ایک بکری قربان کی اور جو چوتھی ساعت میں جائے اس نے گویا ایک مرغی قربان کی اور جو پانچویں ساعت میں جائے اس نے گویا ایک انڈا خیرات کیا اور جب خطبہ پڑھنے والا اپنے مکان سے باہر نکلتا ہے تو وہ فرشتے جو قربانیاں لکھتے ہیں اپنے کاغذ لپیٹ لیتے ہیں اور خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں جو اس کے بعد آتا ہے نماز کی فضیلت کے سوا اور کچھ نہیں پاتا ہے۔ پانچواں ادب اگر دیر کو آئے تو لوگوں کی گردنوں پر پاؤں نہ رکھے یعنی انہیں پھاندے نہیں اس واسطے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص ایسا کرے گا تو قیامت کے دن اس کو پل بنائیں گے کہ لوگ اس پر سے گذریں گے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو ایسا کرتے دیکھا وہ جب نماز پڑھ چکا تو آپ

نے اس سے فرمایا کہ تو نے جمعہ کی نماز کیوں نہ پڑھی اس نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میں تو نماز میں آپ کے ساتھ تھا آپ نے فرمایا کہ میں نے تجھے دیکھا کہ تو نے لوگوں کی گردنوں پر پاؤں رکھا یعنی جو شخص ایسا کرتا ہے وہ ایسا ہے کہ گویا اس نے نماز ہی نہیں پڑھی لیکن اگر پہلی صف خالی ہے تو پہلی صف میں جانے کا قصد کرنا درست ہے اس واسطے کہ یہ لوگوں کا قصور ہے کہ پہلی صف کو خالی چھوڑ دیا۔ چھٹا ادب یہ ہے کہ جو کوئی نماز پڑھتا ہو اس کے سامنے سے نہ گذرے کیونکہ جو شخص نماز پڑھتا ہو اس کے سامنے سے گذرنا ممنوع ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ نماز کے سامنے گذرنے سے یہ امر بہتر ہے کہ آدمی خاک ہو کر برباد ہو جائے سا تو اں ادب یہ ہے کہ پہلی صف میں جگہ ڈھونڈھے اگر نہ پائے تو جتنا امام کے نزدیک ہو گا بہتر ہے کہ اس امر میں بڑی فضیلت ہے لیکن اگر پہلی صف میں لشکری لوگ ہوں یا وہ لوگ ہوں جو اطلس کے کپڑے پہنے ہوں یا خطبہ پڑھنے والا سیاہ ریشمی کپڑا پہنے ہو یا اس کی تلوار میں سونا لگا ہو یا اور کوئی برائی ہو تو جتنا دور رہے بہتر ہے اس واسطے کہ جہاں کوئی برائی ہو وہاں قصداً نہ بیٹھنا چاہئے آٹھواں ادب یہ ہے کہ جب خطبہ پڑھنے والا نکلے تو پھر کوئی نہ بولے اور موذن کو جواب دینے اور خطبہ سننے میں مشغول ہو جائے اگر کوئی شخص بات کرے تو اشارہ سے اسے چپ کرا دینا چاہئے زبان سے نہیں اس واسطے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی خطبہ کے وقت دوسرے سے کہے کہ چپ رہ یا خطبہ سن اس نے بیہودہ کیا اور جس نے اس وقت بیہودہ بات کہی اسے جمعہ کا ثواب نہ ملے گا اور اگر خطیب سے دور ہو اور خطبہ سنائی دے تو بھی چپ رہنا چاہئے جہاں لوگ باتیں کرتے ہوں وہاں نہ بیٹھے اور اس وقت نماز تحیۃ المسجد کے سوا اور کوئی نماز نہ پڑھے۔ نواں ادب یہ ہے کہ جب نماز سے فارغ ہو الحمد، قل ہو اللہ، قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس سات سات بار پڑھے اس واسطے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ان سورتوں کا پڑھنا اس

جمعہ سے اگلے جمعہ تک شیطان سے پناہ دے گا اور یہ دعا پڑھے (۲۰) ﴿اللھم یاغنی یاحمید یامبد یامعید یارحیم یاودود اغننی بحلالک عن حرامک وبفضلک عن من سواک﴾ اور بزرگوں نے کہا ہے کہ جو شخص اس دعا کو ہمیشہ پڑھا کرے گا تو جہاں سے اس کے خیال میں بھی نہ ہو وہاں سے اس کی روزی اور اس کا رزق پہنچے گا اور خلق سے بے پرواہو جائے گا پھر چھ رکعت نماز سنت پڑھے کہ اس قدر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھتے تھے۔ دسواں ادب یہ ہے کہ عصر کی نماز تک مسجد میں رہے اور اگر مغرب کی نماز تک مسجد میں رہے تو بہت بہتر ہے علماء نے کہا ہے کہ یہ امر ثواب میں ایک حج اور عمرے کے برابر ہے۔ اگر مسجد میں نہ رہ سکے اور گھر جائے تو چاہئے کہ خدا کی یاد سے غافل نہ رہے تا کہ وہ ایک بزرگ ساعت جو جمعہ کے دن ہوتی ہے اسے غفلت میں نہ پائے اور وہ اس کی فضیلت سے نہ محروم رہے۔

روز جمعہ کے آداب کا بیان

آدمی کو چاہئے کہ جمعہ کے روز تمام دن میں سات فضیلتیں طلب کرے ایک فضیلت یہ کہ صبح کو علم کی مجلس میں حاضر ہو اور قصہ خوانوں کی صحبت سے دور رہے اور ایسے شخص کی مجلس میں حاضر ہو کہ جس کے قال اور حال سے رغبت دنیا کم ہو اور محبت آخرت زیادہ ہو جس کے کلام میں یہ اثر نہ ہو اس کی صحبت مجلس علم نہیں ہے اور جو شخص ایسا صاحب تاثیر ہے اس کی مجلس میں حاضر ہونا ہزار رکعت نماز سے افضل ہے یہ مضمون حدیث شریف میں آیا ہے دوسری فضیلت یہ ہے کہ جمعہ کے دن ایک ساعت نہایت بزرگ اور معزز ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص اس ساعت میں حق تعالیٰ سے جو مراد مانگے گا بر آئے گی اس ساعت کے تعین میں اختلاف ہی طلوع یا زوال یا غروب آفتاب کے وقت یہ ساعت ہوتی ہے یا جس وقت جمعہ کی اذان ہو یا خطیب کے منبر پر جانے کے وقت یا جمعہ کی نماز پر کھڑے

دن چار رکعت نماز پڑھے اور اس میں چار سورتیں پڑھے انعام' کہف' طٰہٰ' یٰسین' اگر یہ نہ پڑھ سکے تو لقمان' سجدہ' دخان ملک پڑھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کے دن کبھی صلوۃ التسبیح ناغہ نہ کرتے تھے اور صلوۃ التسبیح مشہور نماز ہے اولیٰ یہ ہے کہ وقت زوال تک نوافل پڑھے اور جمعہ کی نماز کے بعد عصر کی نماز تک علم کی مجلس میں جائے اس کے بعد مغرب کی نماز تک تسبیح اور استغفار میں مشغول رہے۔

چھٹی فضیلت یہ ہے کہ جمعہ کے دن کو صدقہ سے خالی نہ چھوڑے کچھ نہ ہو تو روٹی کا ٹکڑا ہی سہی کہ جمعہ کے دن صدقہ کی فضیلت بہت ہے جو سائل خطبہ کے وقت کچھ مانگے اسے زجر کرنا چاہئے اس وقت کچھ نہ دینا چاہئے کہ مکروہ ہے ساتویں فضیلت یہ ہے کہ ہفتہ بھر میں جمعہ کے دن کو آخرت کے واسطے مسلم رکھے باقی دنوں میں دنیا کے کام کرے اور حق سبحانہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے (۲۴) ﴿فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض و ابتغوا من فضل اللہ﴾ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خرید و فروخت اور کسب دنیا اس آیت کے معنی نہیں ہیں بلکہ طالب علم بھائیوں کی زیارت بیماروں کی عیادت جنازہ کے ساتھ جانا اور جو کام ایسے ہوں اس آیت سے وہ مراد ہیں۔

مسئلہ:

اے عزیز جان تو کہ نماز میں جو باتیں ضرور تھیں وہ بیان کی گئیں اور جن مسئلوں کی ضرورت ہو علماء سے پوچھنا چاہئے کہ اس کتاب میں سب مسئلوں کی تفصیل نہیں ہو سکتی لیکن نماز کی نیت میں وسوسہ اکثر ہوتا ہے اس کے تین سبب ہوتے ہیں یا تو جس کی عقل میں خلل ہو اسے وسوسہ ہوتا ہے یا جسے سودا ہو یا شریعت کے احکام سے جاہل ہو اور نیت کے معنی نہ جانتا ہو کہ نیت اس رغبت سے عبارت ہے جو آدمی کو خدا کا حکم بجالانے کے واسطے کھڑا کرتی ہے جیسے کوئی شخص تجھ سے کہے کہ فلاں عالم آتا ہے اس کے واسطے اٹھ اور تعظیم کر تو تو اپنے دل میں کہہ لے گا کہ فلاں عالم کے

واسطے اس کے علم کی عظمت کے لئے فلاں شخص کے کہنے سے میں کھڑا ہوتا ہوں اور فوراً کھڑا ہو جائے گا اور بے اس کے کہ تو زبان یا دل سے کہے یہ نیت خود تیرے دل میں ہو گی اور جو کچھ دل میں تو کہتا ہے وہ نفس کی بات ہے نیت نہیں ہے نیت تو وہ رغبت ہے جس نے تجھے اٹھا کھڑا کیا لیکن یہ جاننا ضرور ہے کہ نیت کے بارہ میں حکم کیا ہے تو اس قدر جاننا چاہئے کہ مثلاً ظہر کی نماز ہے یا عصر کی نماز ہے جب اس امر سے دل غافل نہ ہو تو اللہ اکبر کہے اور دل غافل ہے تو یاد کرے اور یہ گمان نہ کرے کہ ادا اور فرض اور ظہر کے معنی سب ایک بار مفصل دل میں جمع ہوں لیکن جو دل کے نزدیک ہو اسے باہم جمع کر لے اس قدر نیت میں کافی ہے اس واسطے کہ اگر تجھ سے کوئی پوچھے کہ ظہر کی نماز پڑھی تو کہے گا ہاں تو جس وقت تو ہاں کہتا ہے یہ سب معنی تیرے دل میں موجود ہوتے ہیں مفصل نہیں ہوتے تو تجھے خود کو یا دلانا اس شخص کے پوچھنے کے مثل ہے اور اللہ اکبر کہنا ایسا ہے جیسا ہاں کہنا جو اس سے زیادہ کھوج کرے گا اس کا دل اور نماز دونوں پریشان ہوں گے آدمی کو چاہئے کہ آسان امر اختیار کرے جس قدر بیان ہوا ہے جب اتنی نیت کر لی پھر کسی صفت پر ہو جاننا چاہئے کہ نماز درست ہو گئی اس واسطے کہ نماز کی نیت بھی اور کاموں کی نیت کے مثل ہے اس واسطے تھا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں کسی کو نیت میں وسوسہ نہ تھا اس واسطے کہ جانتے تھے کہ یہ کام آسان ہے اور جو کوئی اسے آسان نہ جانے وہ نادان ہے۔

۱ اللہ بہت بڑا ہے۔ بڑی تعریف اللہ کے واسطے ہے بہت پاک ہے اللہ صبح و شام یعنی ہمیشہ۔

۲ پاک ہے تو اے اللہ اور شکر تیرا ہے اور برکت والا ہے نام تیرا اور بڑی ہے بزرگی تیری اور کوئی معبود نہیں ہے غیر تیرا۔

۳ پناہ مانگتا ہوں خدا کی شیطان مردود سے۔

۴ بے شک وہ سننے اور جاننے والا ہے۔

۵ شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ مہربان رحم کرنے والے کے۔

۶ پاک ہے پروردگار میرا بڑا اور شکر ہے اس کا۔

۷ سن لی اللہ نے جس نے اس کی تعریف کی۔

۸ اے پروردگار واسطے تیرے تعریف ہے آسمانوں اور زمین بھر اور اس چیز بھر جو چاہے تو بعد اس کے۔

۹ پاک ہے پروردگار میرا برتر اور شکر اس کا۔

۱۰ اللہ بہت بڑا ہے۔

۱۱ اے اللہ بخش دے مجھے اور رحم کر تو مجھ پر اور روزی دے تو مجھ کو اور ہدایت کر تو مجھے اور اجر دے تو مجھے اور درگذر کر تو مجھ سے اور عافیت میں رکھ تو مجھ کو۔

۱۲ اے اللہ رحمت بھیج اوپر محمد کے اور اولاد محمد کے۔

۱۳ سلام تم پر اور رحمت اللہ کی اور برکتیں اس کی۔

۱۴ گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی مانند ہے جس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔

۱۵ کیا دیکھا تو نے اسے جس نے ٹھہرا لیا اپنی خواہش کو اپنا خدا۔

۱۶ یعنی فجر مغرب عشاء کی نماز میں۔

۱۷ اے اللہ تو سلام ہے اور تجھ ہی سے سلامتی ہے اور تیری طرف پھرتی ہے سلامتی پس زندہ رکھ مجھے ساتھ سلامتی کے اور داخل کر تو مجھے جنت میں برکت والا ہے تو اے پروردگار ہمارے اوپر برتر ہے تو اے صاحب بزرگی اور بخشش کے۔

۱۸ وصیت کرتا ہوں میں تمہیں ساتھ پرہیزگاری کے اللہ سے۔

۱۹ یعنی دنیا کے کاموں سے خالی ہو کر بیٹھنا۔

۲۰ اے اللہ اے بے نیاز اے بڑائی کئے گئے اے پیدا کرنے والے اے پھیرنے والے اے رحم کرنے والے اے دوست رکھنے والے بے پروا کر دے تو مجھ کو اپنے اہل کی بدولت اپنے حرام سے اور اپنے کرم کے طفیل سے اپنے ماسوا سے۔

۲۱ اے اللہ رحمت نازل کر تو اوپر محمد کے اور ان کی اولاد پر وہ رحمت جو تیری رضا ہو اور جس سے ان کا حق ادا ہو اور عطا کر تو ان کو وسیلہ شفاعت اور بزرگی اور مقام محمود جو وعدہ کیا ہے تو نے ان سے اور جزا دے تو انہیں ہماری طرف سے وہ جزا کہ وہ لائق ہیں جس

کے اور جزا دے تو انہیں بہت اچھی جو جزا دی ہو تو نے کسی نبی کو اس کی امت کی طرف سے اور رحمت نازل کر تو ان کے سب بھائیوں پر نبیوں اور اچھے کام کرنے والوں میں سے اے بہت بڑے رحم کرنے والے۔

۲۲ اے اللہ رحمت نازل کر تو اوپر محمد کے اور اوپر اولاد محمد کے۔

۲۳ پاک ہے اللہ اور سب تعریف واسطے اللہ کے ہے اور نہیں ہے کوئی معبود دیگر اللہ اور اللہ بہت بڑا ہے۔

۲۴ پھر جب پوری ہو چکے نماز تو پراگندہ ہو جاؤ تم زمین میں اور چاہو تم رحمت خدا کی رحمت میں سے۔

www.IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

پانچویں اصل زکوٰۃ کے بیان میں

اے عزیز جان تو کہ زکوٰۃ ارکان مسلمانی سے اس واسطے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پانچ اصلوں پر اسلام کی بنا ہے کلمہ ﴿ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﴾ اور نماز اور زکوٰۃ اور روزہ اور حج حدیث شریف میں ہے کہ جو لوگ سونا چاندی اپنے ملک میں رکھیں اور زکوٰۃ نہ دیں ان میں سے ہر ایک کے سینہ پر ایسا داغ دیں گے کہ پیٹھ کے پار نکل جائے اور پیٹھ پر داغ دیں کہ سینہ کے پار ہو جائے اور جو شخص چار پائے ملک میں رکھے اور زکوٰۃ نہ دے تو قیامت کے دن ان چار پایوں کو اس پر مسلط کریں گے کہ مینگوں سے اپنے مالک کو ماریں اور پاؤں سے روندیں جب سب آگے پیچھے ایک بار اس پر سے گذر جائیں گے تو آگے والے پھر اسے روندنا شروع کریں گے پھر اس پر سے گذریں گے اسی طرح جب تک سب کا حساب ہو گا چار پائے پھر پھر کر اسے پامال کیا کریں گے اور یہ حدیث صحیح میں ہے پس مالداروں پر زکوٰۃ کا علم فرض ہے۔

زکوٰۃ کی اقسام اور شرائط کا بیان

اے عزیز جان تو کہ چھ قسم کی زکوٰۃ فرض ہے۔

پہلی قسم:

چار پائیوں کی زکوٰۃ وہ چار پائے اونٹ' گائے' بکری ہیں۔ گھوڑے گدھے وغیرہ میں زکوٰۃ نہیں ہے اور یہ زکوٰۃ چار شرطوں سے واجب ہوتی ہے پہلی شرط یہ ہے کہ وہ جانور گھر میں نہ پلتے ہوں بلکہ چراگاہ میں پلتے ہوں تا کہ اس پر بڑا خرچ نہ پڑے اگر تمام سال گھر میں اپنا چارہ کھلائے اور اسے خرچ سمجھے تو زکوٰۃ ساقط ہے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ ایک سال اس کی ملک میں رہے اس واسطے کہ سال کے اندر اس کی ملک سے اگر نکل جائیں گے تو زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی لیکن آخر سال میں اگر

بچے پیدا ہوں تو ان کو حساب میں لیں گے اور اصل مال کی تبعیت میں ان کی زکوٰۃ بھی واجب ہوگی تیسری شرط یہ ہے کہ اس مال کی بدولت تونگر ہو اور وہ مال اس کے تصرف میں رہا ہو اگر کم ہو گیا ہو یا کسی ظالم نے اس سے چھین لیا ہو تو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے لیکن اگر سب جانور اس فائدہ سمیت جو ان سے حاصل ہوا ہے اسے پھیر لیں تو گذشتہ کی زکوٰۃ بھی اس پر واجب ہوگی اور اگر کوئی شخص جتنا مال رکھتا ہے اتنا ہی قرض بھی رکھتا ہے تو صحیح یہ ہے کہ اس پر زکوٰۃ واجب نہیں حقیقت میں وہ فقیر ہے۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ اس کے پاس مال بقدر نصاب ہو کہ اس کے سبب سے تونگر ہوتا ہے تھوڑے مال سے تونگر نہیں ہوتا تو اونٹ جب تک پانچ نہ ہوں ان کی زکوٰۃ واجب نہیں ہے اور جب پانچ اونٹ ہوں تو ایک بکری زکوٰۃ میں دینا واجب ہے اور دس اونٹوں میں دو بکریاں پندرہ میں تین اور بیس میں چار اور یہ بکری ایک برس سے کم کی نہ ہونا چاہئے اور اگر بکرا ہو تو دو برس سے کم نہ ہو اور پچیس اونٹوں میں ایک یکسالہ اونٹنی دینا واجب ہے' اونٹنی نہ ہو تو دو برس کا ایک اونٹ دینا چاہئے جب تک چھتیس اونٹ نہ ہوں تب تک یہی زکوٰۃ ہے اور چھتیس میں دو سالہ ایک اونٹنی دینا واجب ہے اور چھیالیس میں تین برس کی ایک اونٹنی اور اکسٹھ میں چار سالہ ایک اونٹنی اور چھہتر میں دو دو برس کی دو اونٹنیاں اور اکانوے میں سہ سالہ دو اونٹنیاں اور ایک سو اکیس میں دو دو سال کی تین اونٹنیاں واجب ہیں پھر یہ حساب کر لیں کہ ہر چالیس میں دو سالہ اور ہر پچاس میں سہ سالہ اونٹنی دیوے اور گائے بیل جب تک تیس نہ ہوں تب تک ان میں کچھ زکوٰۃ نہیں جب تیس پورے ہوں تو ان میں ایک یکسالہ بچھڑا دینا واجب ہے اور چالیس میں دو سالہ ایک اور ساٹھ میں ایک ایک برس کے دو پھر یہ حساب کر لے کہ ہر تیس میں ایک یکسالہ اور ہر چالیس میں ایک دو سالہ بچھڑا دے لیکن بکری چالیس میں ایک اور ایک سو اکیس میں دو اور دو سو ایک میں تین اور چار سو میں چار اسی حساب سے سینکڑے پیچھے ایک بکری دے بکری ہو تو ایک برس

سے کم کی نہ ہو بکرا ہو تو دو برس سے کم کا نہ ہو اگر دو آدمی اپنی اپنی بکریاں ایک میں ملی رکھتے ہوں تو اگر دونوں صاحب زکوٰۃ ہیں یعنی ایک کافر یا مکاتب نہ ہو تو دونوں کا حصہ ایک ہی مال کا حکم رکھتا ہے اگر دونوں کا حصہ ملا کر چالیس بکریوں سے زیادہ نہ ہوں تو ہر ایک پر آدھی آدھی بکری واجب ہے اگر دونوں ملا کر ایک سو بیس بکریاں ہوں تو اگر دونوں شخص مل کر ایک بکری دیں گے تو بھی کافی ہے۔

دوسری قسم:

غلہ وغیرہ کی زکوٰۃ ہے جس کسی کے پاس آٹھ سو من گیہوں یا جو یا خرمایا منقی یا اور کوئی چیز جو کسی قوم کی قوت اور غذا ہو سکتی ہے اور جس پر وہ لوگ اکتفا کر سکتے ہیں جیسے مونگ، چنا، چاول وغیرہ تو اس میں عشر دینا واجب ہے اور جو چیز قوت اور غذا نہ ہو جیسے روئی کتان وغیرہ اور میوہ جات اس میں عشر واجب نہیں ہے اگر چار سو من گیہوں اور چار سو من جو ہوں تو عشر واجب نہیں اس واسطے کہ وجوب زکوٰۃ میں ایک ہی جنس سے بقدر نصاب ہونا شرط ہے اگر ندی نہر کاریز سے پانی نہ لیا ہو یعنی پنوٹ نا دے نل منبع سے کھیت وغیرہ نہ سینچا ہو بلکہ دولاب سے پانی لیا ہو یعنی بر بریت ڈھیکی رہٹ سیا سے سینچا ہو تو بھی عشر واجب نہیں ہے اور زکوٰۃ میں انگور اور تر خرمے نہ دینا چاہئے بلکہ منقی اور خشک خرمے دینا چاہئے لیکن اگر وہ انگور خشک ہو کر منقی نہ ہوتا ہو تو انگور دینا درست ہے چاہئے کہ جب انگور رنگ پکڑے اور گیہوں جو کا دانہ سخت ہو جائے تو جب تک فقیروں کا حصہ تخمیناً اس میں نہ اندازکر لے تب تک اس میں کچھ تصرف نہ کرے جب فقیروں کا حصہ اندازکیا تو سب میں تصرف کرنا درست ہے۔

تیسری قسم:

سونے چاندی کی زکوٰۃ ہے چاندی کے دو سو درہم میں پانچ درہم آخر سال میں دینا واجب ہیں اور خالص سونے کے بیس دینار میں نصف دینار واجب ہوگا اور یہ وہ (۱) ایک کی چوتھائی ہے اور سونا چاندی جس قدر زیادہ ہو اسی حساب سے دینا چاہئے

اور چاندی سونے کے برتن اور ساز اسپ میں اور سونے چاندی میں جو تلوار وغیرہ پر لگا ہو اور جو چیز سونے چاندی اوروں کے پاس رکھا ہے اور جب چاہے لے سکتا ہے اس کی زکوٰۃ بھی واجب ہے۔

چوتھی قسم:

سوداگری مال کی زکوٰۃ ہے جب بیس دینار کے قدر ایک چیز تجارت کی نیت سے مول لے اور اس پر ایک سال گذرے تو وہی بیس دینار کی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور سال بھر میں جو نفع ہو وہ بھی حساب میں آئے گا اور ہر سال کے آخر میں مال کی قیمت معلوم کرنا چاہئے اگر سرمایہ تجارت سونے چاندی سے ہوا ہے تو اسی سے زکوٰۃ دے اور اگر نقد سے نہیں خریدا ہے تو جو نقد شہر میں اکثر رائج ہو اس سے زکوٰۃ دے اور اگر کچھ متاع رکھتا ہے اور تجارت کی نیت سے اس کے عوض میں کوئی چیز مول لے تو ابتدائے سال میں بجبر و نیت زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی لیکن وہ اگر نقد اور بقدر نصاب ہو تو مالک ہونے کے وقت ہی صاحب نصاب ہو جائے گا اور سال کے اندر اگر سوداگری کا قصد جاتا رہے تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی واللہ اعلم۔

پانچویں قسم:

زکوٰۃ فطر ہے جو مسلمان عید رمضان کی رات کو اپنے اور اپنے اہل و عیال کی قوت سے جو عید کے دن کام آئے اور گھر کے کپڑے اور جو چیز ضروری ہو اس سے زیادہ استطاعت رکھتا ہو تو اس پر اس جنس کے اناج سے جو وہ روزمرہ کھاتا ہے ایک صاع اناج دینا واجب ہے اور (۲) صاع پونے تین سیر ہوتا ہے اگر گیہوں کھاتا ہو تو جو نہ دینا چاہئے اگر جو کھاتا ہو تو گیہوں نہ دینا چاہئے اور اگر ہر قسم کا اناج کھاتا ہو تو اس میں سے جو اناج بہتر ہے وہ دے اور گیہوں کے بدلے آٹا وغیرہ نہ دینا چاہئے یہ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور جس کا نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے اس کی طرف سے بھی صدقہ فطر دینا واجب ہے جیسے جورو لڑکے ماں باپ لونڈی یا غلام

اگر دو آدمیوں میں مشترک ہو تو اس کا صدقہ فطر دونوں پر واجب ہے اور جو لونڈی غلام کافر ہو اس کا صدقہ واجب نہیں ہے اگر جورو اپنا صدقہ خود دے تو درست ہے اور اگر شوہر جورو کی بے اجازت اس کی طرف سے دے تو بھی درست ہے اس قدر احکام زکوٰۃ جاننا ضرور تھا اگر اس کے سوا اور کوئی صورت پیدا ہو تو علماء سے پوچھنا چاہئے۔

زکوٰۃ دینے کی کیفیت کا بیان

چاہئے کہ زکوٰۃ دینے میں پانچ چیزوں کا خیال رکھے پہلے یہ کہ زکوٰۃ دیتے وقت یہ نیت کرے کہ میں زکوٰۃ فرض دیتا ہوں یا اگر زکوٰۃ دینے کے واسطے وکیل مقرر کرے تو وکیل مقرر کرتے وقت یہ نیت کر لے کہ فرض زکوٰۃ تقسیم کرنے کو میں وکیل کرتا ہوں یا وکیل سے یہ حکم کر دے کہ دیتے وقت تو فرض زکوٰۃ کی نیت کر لینا دوسرے یہ کہ جب سال تمام ہو تو زکوٰۃ دینے میں جلدی کرے اس واسطے کہ بلا عذر دیر کرنا نہ چاہئے اور زکوٰۃ فطر میں عید سے تاخیر نہ کرے اور رمضان میں جلدی دے دینا درست ہے رمضان سے پہلے دینا درست نہیں ہے اور مال کی زکوٰۃ میں سال بھر جلدی کرنا درست ہے لیکن جس شخص کو زکوٰۃ دی ہے وہ اگر سال گذرنے سے پہلے مر جائے یا مالدار ہو جائے یا کافر ہو جائے تو دوبارہ زکوٰۃ دینا چاہئے۔ تیسرے یہ کہ ہر جنس کی زکوٰۃ اسی جنس سے دے سونا چاندی کے بدلے اور گیہوں جو کے عوض یا اور کوئی مال بمقدار قیمت دینا امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب میں نہ چاہئے۔ چوتھے یہ کہ زکوٰۃ اسی جگہ دے جہاں مال ہو اس واسطے کہ وہاں کے محتاج امیدوار رہتے ہیں اگر دوسرے شہر میں بھیج دے گا تو صحیح یہ ہے کہ زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ پانچویں یہ کہ جس قدر زکوٰۃ ہو آٹھ قوموں پر تقسیم کرنا چاہئے اور ہر قوم کے تین تین آدمیوں سے کم نہ ہوں اور سب چوبیس آدمی ہوں اور ایک درہم زکوٰۃ ہو تو امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک چوبیسوں آدمی کو پہنچانا چاہئے اس کے آٹھ حصہ کر کے

ایک ایک حصہ تین تین آدمیوں کو یا اس سے زیادہ کو جیسا چاہے تقسیم کر دے گو برابر نہ ہوں اس زمانہ میں تین قوم کے لوگ نادر ہیں' غازی' مولفہ' عامل زکوٰۃ مگر فقیر' مسکین مکاتب' مسافر' قرضدار ملیں گے کسی کو نہ چاہئے کہ پندرہ آدمیوں سے کم کو زکوٰۃ دے یہ حکم امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب میں ہے اور شافعی مذہب میں یہ دو مسئلہ مشکل ہیں ایک تو یہ کہ زکوٰۃ سب کو دے۔ دوسرا یہ کہ ہر چیز کی زکوٰۃ میں وہی چیز دے اس کا عوض نہ دے اور (۳) اکثر شافعی المذہب اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی پیروی کرتے ہیں ہمیں امید ہے کہ وہ لوگ ماخوذ نہ ہوں گے۔

ان آٹھ گروہ کی صفت کا بیان

پہلی قسم فقیر ہے۔ فقیر وہ شخص ہے جو نہ کوئی چیز اپنے ملک میں رکھے نہ کچھ کمائی کر سکے اگر کسی کے پاس ایک دن کا کھانا اور بدن پر پورا لباس ہے تو وہ فقیر نہیں اور اگر آدھے دن کا کھانا اور ادھورا کپڑا ہے یعنی لباس بے پگڑی یا پگڑی بے لباس تو وہ شخص فقیر ہے اور اگر اوزار پاس ہوں تو آدمی کمائی کر سکتا ہے گر کوئی اوزار نہیں تو وہ بھی فقیر ہے اگر طالب علم ہے اور کمائی کرے تو طلب علم سے محروم رہتا ہے تو وہ بھی فقیر ہے اور اس صفت کے فقیر کمتر ملتے ہیں مگر لڑکے تو یہ تدبیر ہے کہ عیالدار فقیر ڈھونڈھے اور لڑکوں کے واسطے اس عیالدار فقیر کا حصہ دیا جائے دوسری قسم مسکین ہے جس شخص کا خراج ضروری آمد سے زیادہ ہو اگرچہ وہ گھر اور کپڑے رکھتا ہو لیکن مسکین ہے جب ایک سال کی روزی اس کے پاس نہ ہو اور اس کی کمائی سال بھر کو وفا نہ کرے تو اسے اس قدر دینا درست ہے کہ سال بھر اس کا خرچ چلے اور اگرچہ فرش اور گھر کے برتن اور کتابیں رکھتا ہو مگر جب سال بھر کے مصارف ضروری کو محتاج ہے تو مسکین ہے ہاں اگر احتیاج سے زیادہ کوئی چیز رکھتا ہو تو محتاج نہیں ہے تیسری قسم کچھ لوگ ہوتے ہیں کہ مالداروں سے زکوٰۃ لے کر زکوٰۃ کے مستحقوں کو پہنچاتے ہیں ان کی اجرت مال زکوٰۃ سے دینا چاہئے۔ چوتھی قسم مؤلفۃ القلوب ہیں اور یہ وہ

مرد معزز اور شریف ہیں جو مسلمان ہو جائیں اگر ان کو مال دیں گے تو اوروں کو اس لالچ سے مسلمان ہونے کی رغبت ہوگی۔ پانچویں قسم مکاتب ہے اور وہ لونڈی غلام ہے جو خود کو خود مول لے لے اور اپنی قیمت دوبار میں یا زیادہ قسطیں کر کے اپنے مالک کو ادا کرے چھٹی قسم وہ شخص ہے جو نیک کام میں قرض دار ہو گیا ہو تو فقیر ہو یا امیر لیکن قرض کسی مصلحت کے واسطے لیا ہو جس سے کوئی فتنہ فرو ہوا ساتویں قسم غازی لوگ جن کا یومیہ بیت المال سے مقرر نہ ہو اگر چہ وہ تونگر ہوں لیکن سامان سفر مال زکوٰۃ سے انہیں دینا چاہئے۔ آٹھویں قسم مسافر ہے کہ سفر میں ہو اور زاد راہ اس کے پاس نہ ہو یا اپنے وطن سے سفر کو چلنے والا ہو تو خرچ راہ اور کرایہ کی قدر اسے دینی چاہئے اور جو کوئی کہے کہ میں فقیر یا مسکین ہوں اگر معلوم نہ ہو کہ یہ جھوٹا ہے تو اس کے قول کو سچ ماننا درست ہے اگر غازی اور مسافر جہاد اور سفر کو نہ جائیں تو ان سے مال زکوٰۃ پھیر لینا چاہئے اور اقسام کے مستحقوں کے بارہ میں چاہئے کہ معتمد لوگوں سے دریافت کرے۔

زکوٰۃ کے اسرار کا بیان

اے عزیز جان تو کہ جس طرح نماز کی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت ہے اور وہ حقیقت صورت کی روح ہوتی ہے اس طرح زکوٰۃ کی بھی ایک صورت اور ایک روح ہے جو کوئی زکوٰۃ کی روح کو نہ پہچانے گا اس کی زکوٰۃ صورت بے روح ہے۔

زکوٰۃ میں تین بھید ہیں

پہلا بھید یہ ہے کہ بندوں کو خدا کی محبت کا حکم ہے اور کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جو خدا کے ساتھ محبت کا دعویٰ نہ کرتا ہو بلکہ مسلمان اس بات کے مامور ہیں کہ کسی چیز کو حق تعالیٰ سے زیادہ دوست اور عزیز نہ رکھیں جیسا حق تعالیٰ نے فرمایا ہے (۴)﴿ قل ان کان اباء کم و ابناء کم الایتہ ﴾ غرضکہ کوئی مسلمان ایسا نہیں

جو یہ دعویٰ نہ کرتا ہو کہ میں خدا کو سب چیزوں سے زیادہ دوست رکھتا ہوں اور ہر ایک سمجھتا ہے کہ یہ جو میں کہتا ہوں واقع میں بھی ایسا ہی ہے تو علامت اور دلیل کی حاجت پڑی تا کہ ہر ایک دعویٰ بے اصل سے مفرور نہ ہو اور مال بھی آدمی کا ایک محبوب ہے تو آدمی کو حق تعالیٰ نے مال سے آزمایا اور فرمایا کہ اگر تو میری دوستی میں سچا ہے تو اپنے اس ایک معشوق کو مجھ پر سے فدا کر دے کہ اپنا درجہ میری دوستی میں تو پہچانے تو جو لوگ اس تہہ کو پہنچے اور یہ بھید سمجھ گئے ان کے تین درجے ہو گئے پہلا درجہ صدیق لوگ تھے کہ جو کچھ اپنے پاس رکھتے تھے سب بالکل اس پر سے تصدق کر دیا اور کہا کہ دوسو درہم میں سے پانچ درہم اس کی راہ میں دینا کنجوسوں کا کام ہے ہم پر واجب ہے کہ خدا کی محبت میں سب دے دیں جس طرح امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنا سب مال لے آئے آپ نے استفسار فرمایا کہ یا صدیق اپنی جورو لڑکوں کے واسطے کیا چھوڑا عرض کی کہ فقط خدا اور رسول کو چھوڑا ہے اور بعضوں نے نصف مال راہ خدا میں دیا جس طرح امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نصف مال لائے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فاروق لڑکے بالوں کے واسطے کیا چھوڑا عرض کی کہ اسی قدر جس قدر یہاں حاضر کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ﴿ بینکما مابین کلمتیا کماتفاوت ﴾ یعنی تم دونوں کے درجوں میں بھی اتنا ہی تفاوت ہے جتنا تم دونوں کے کلام میں ہے دوسرا درجہ نیک مرد ہیں جنہوں نے اپنا مال یکبارگی نہ خرچ کیا کہ اس کی قدرت نہیں رکھتے لیکن اس کو محفوظ رکھا اور فقیروں کی حاجتوں کے اور خیرات کی صورتوں کے منتظر رہے اور خود کو فقیروں کے برابر رکھا اور فقط زکوٰۃ پر انحصار نہ کیا جو محتاج ان کے پاس پہنچا اسے اپنا عیال و اطفال کے برابر رکھا اور خبر گیری کی۔ تیسرا درجہ وہ کھرے مرد ہیں جو اس سے زیادہ طاقت نہیں رکھتے کہ دوسو درہم میں سے پانچ درہم سے زیادہ دیں انہوں نے

فقط فرض پر اکتفا کی اور حکم خدا خوشی خاطر سے قبول کیا اور جلدی بجا لائے اور زکوٰۃ دے کر فقیروں پر احسان نہ جتایا اور یہ اخیر کا درجہ ہے اس واسطے کہ دوسو درہم میں جو حق تعالیٰ نے عنایت فرمائے پانچ درہم دینے کو بھی جس کا دل نہ چاہے وہ خدا کی دوستی سے بالکل بےنصیب ہے اور جو شخص پانچ درہم سے زیادہ نہیں دے سکتا اس کی دوستی نہایت ضعیف ہے اور وہ سب دوستوں میں بخیل اور خفیف ہے۔

دوسرا بھید:

بخل کی نجاست سے دل پاک کرنا ہے کہ بخل دل میں نجاست کے مثل ہے جس طرح نجاست ظاہری بدن کو نماز کی نزدیکی کے قابل نہیں ہوتا اسی سبب سے زکوٰۃ بخل کی ناپاکی کو دل سے دور کرتی ہے اور زکوٰۃ اس پانی کے مثل ہے جس سے نجاست دھوئی ہو اسی وجہ سے زکوٰۃ اور صدقہ کا مال رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور آپ کے اہل بیت پر حرام ہے اس واسطے کہ ان کے منصب پاکیزہ کو لوگوں کے مال کے میل سے بچانا چاہئے۔

تیسرا بھید:

شکر نعمت ہے اس واسطے کہ مال دنیا اور آخرت میں مسلمان کے واسطے سبب راحت ہے تو جس طرح نماز روزہ حج نعمت بدن کا شکر ہے اسی طرح زکوٰۃ نعمت مال کا شکر ہے تا کہ آدمی جب خود کو مال کی بدولت بےپروا دیکھے اور دوسرے مسلمان بھائی کو جو اس کے مثل ہے درماندہ اور عاجز پائے اپنے دل میں کہے کہ یہ بھی تو میری طرح خدا کا بندہ ہے خدا کا شکر کہ مجھے اس سے بےپروا کیا اور اسے میرا حاجت مند بنایا تو میں اس کے ساتھ مہربانی اور مدارات کروں مبادا یہ آزمائش ہو اور اگر مدارات میں تقصیر کروں تو ایسا نہ ہو کہ خدا مجھے اس کا سا اور اسے میرا سا کر دے تو ہر ایک کو چاہئے کہ زکوٰۃ کے یہ اسرار جانے تا کہ اس کی عبادت صورت بےمعنی نہ رہے۔

آداب زکوٰۃ کا بیان

جوکوئی چاہے کہ میری عبادت زندہ رہے اور بے روح نہ ہو اور ثواب دونا ملے اسے چاہئے کہ سات ادب اپنے اوپر لازم کرے۔

پہلا ادب:

یہ ہے کہ زکوٰۃ دینے میں جلدی کیا کرے۔ واجب ہونے سے پہلے سال بھر میں کبھی دے دیا کرے اس سے تین فائدے ہوں گے ایک تو یہ کہ عبادت کے شوق کا اثر اس پر ظاہر ہوگا اس واسطے کہ واجب ہونے کے بعد دینا ضرورت ہے کہ اگر نہ دے گا تو عذاب میں پڑے گا اس واسطے دینا خوف و عذاب و عقوبت سے ہے دوستی اور محبت سے نہیں اور وہ بندہ برا ہے جو ڈر سے کام کرے شفقت اور دوستی سے نہ کرے دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جلدی زکوٰۃ دینے سے فقیروں کا دل خوش ہوگا خلوص دل سے وہ دعائے خیر کریں گے کہ انہیں ناگاہ خوشی حاصل ہوئی اور فقیروں کی دعا اس کے حق میں سب آفتوں سے حصار بنے گی تیسرا فائدہ یہ ہے کہ زمانہ کی آفتوں سے بے فکر ہو جائے گا اس واسطے کہ تاخیر کرنے میں بہت سی آفتیں ہیں شاید کوئی امر مانع پیش آجائے اور وہ اس خیر سے محروم رہے جب آدمی کے دل میں امر خیر کی رغبت پیدا ہو تو اسے غنیمت جانے کہ یہ اس پر خدا کی نظر رحمت ہے اور اس کے بعد قریب ہوتا ہے کہ شیطان حملہ کرے (۵) ﴿فان قلب المومن بین اصبعتین من اصابع الرحمن﴾.

نقل:

ہے کہ ایک بزرگ کو پاخانہ میں خیال آیا کہ پیراہن فقیر کو دوں فوراً اپنے مرید کو بلایا اور پیراہن اتار دیا مرید نے کہا یا شیخ باہر نکلنے تک کیوں نہ صبر کیا ان بزرگ نے فرمایا کہ میں ڈرا کہ مبادا میرے دل میں اور کچھ آئے اور اس امر خیر سے مجھ کو باز

رکھے۔

دوسرا ادب:

یہ ہے کہ اگر زکوٰۃ ایک بار دینا ہو تو محرم کے مہینے میں دے کہ بزرگ مہینہ ہے اور شروع سال ہے یا رمضان مبارک میں دے کہ دینے کا وقت جتنا بزرگ ہو گا ثواب بھی اتنا ہی زیادہ ملے گا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام خلق سے زیادہ سخی تھے جو کچھ آپ کے پاس ہوتا للہ دیتے اور رمضان شریف میں خود کوئی چیز نہ رکھتے اور بالکل خرچ کر ڈالتے۔

تیسرا ادب:

یہ ہے کہ زکوٰۃ چھپا کر دے برملا نہ دے تا کہ ریا سے دور اخلاص سے نزدیک رہے حدیث شریف میں ہے کہ پوشیدہ صدقہ دینا حق تعالیٰ کے غصہ کو فرو کر دیتا ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے دن سات آدمی عرش کے سایہ میں ہوں گے ایک بادشاہ عادل' دوسرا وہ شخص جو داہنے ہاتھ سے صدقہ اس طرح دے کہ بائیں کو بھی (۶) خبر نہ ہو۔

اے عزیز دیکھ تو کہ چھپا کر صدقہ دینے کا یہ مرتبہ ہے کہ قیامت کے دن پوشیدہ صدقہ دینے والا بادشاہ عادل کے درجہ پر ہو گا اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو صدقہ چھپا کر نہیں دیا جاتا ہے اسے اعمال ظاہری میں لکھتے ہیں اور جو چھپا کر دیا جاتا ہے اسے اعمال باطنی میں لکھتے ہیں اور جو کوئی صدقہ دے کر کہے کہ میں نے یہ خیرات کی تو اس صدقہ کو اعمال ظاہری اور باطنی دونوں کی فرد سے مٹا دیتے ہیں اور ریا کی فرد میں لکھ لیتے ہیں اسی واسطے اگلے بزرگوں نے صدقہ چھپا کر دینے میں اتنا مبالغہ کیا ہے کہ کوئی تو اندھا فقیر ڈھونڈھ کر چپکے سے اس کے ہاتھ میں صدقہ دیتا اور منہ سے کچھ نہ بولتا تا کہ وہ بھی نہ جانے کہ کس نے دیا اور کوئی فقیروں کی گذرگاہ پر ڈال دیتا اور کوئی کسی ذریعہ سے دیتا اور کوئی سوتے فقیر کے کپڑے میں اس طرح

چپکے سے باندھ دیتا کہ وہ جاگنے نہ پائے۔ یہ سب باتیں اس واسطے تھیں کہ فقیر بھی نہ جانے اور اوروں سے پوشیدہ رکھنا تو بہت ہی ضروری جانتے تھے اس واسطے کہ اگر ظاہر میں آدمی صدقہ دے تو دل میں ریا پیدا ہوتی ہے اگر بخل ٹوٹتا ہے تو ریا مضبوط ہوتی ہے اور بخل ریا وغیرہ سب صفتیں مہلک ہیں بخل بچھو کے مثل ہے اور ریاست کے مانند جو بچھو سے بھی بڑھ کر ہے جب کوئی شخص بچھو سانپ کو کھلا دے گا سانپ کی قوت اور بڑھے گی تو ایک مہلک سے چھوٹے گا دوسرے مہلک سخت کے ساتھ پڑے گا اور ان صفتوں کا زخم جو دل پر ہے جب قبر میں آدمی جائے گا تو وہ زخم سانپ بچھو کے زخموں کے مانند ہوگا جیسا عنوان مسلمانی میں ہم بیان کر چکے ہیں تو برملا صدقہ دینے کا نقصان نفع سے زیادہ ہے۔

چوتھا ادب:

یہ ہے کہ اگر ریا کا بالکل اندیشہ نہ ہو اور اپنے دل کو ریا سے بالکل پاک کر چکا ہو اور یہ سمجھے کہ اگر میں برملا صدقہ دوں گا اور لوگوں کو بھی دینے کی رغبت پیدا ہوگی اور میری اقتدا کریں گے تو ایسے شخص کو برملا دینا بہتر ہے اور ایسا آدمی وہ ہوتا ہے جس کے نزدیک تعریف اور مذمت یکساں ہو اور سب کاموں میں خدا کے جاننے پر اکتفا کرتا ہو۔

پانچواں ادب:

یہ ہے کہ احسان جتا کر اور لوگوں کو سنا کر صدقہ کو ضائع نہ کرے حق سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (۷) ﴿لاتبطلوا صدقاتکم بالمن و الاذی﴾ اذی کے معنی فقیر کو آزردہ کرنا ہے اس طرح کہ اس سے ترشرو ہوا یا ناک بھوں چڑھائی یا اسے کلمات سخت کہے یا محتاج جان کر اور سوال کرنے سے اسے ذلیل و خوار سمجھا اور حقارت کی نگاہ سے دیکھا یہ باتیں دو قسم کی جہالت اور حماقت سے ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ مال ہاتھ سے دینا ناگوار ہے اس سبب سے زچ بچ ہو کر سخت کلامی کی اور جس پر

ایک درم دے کر ہزار لینا ناگوار ہو وہ جاہل اور ناداں ہے اس واسطے کہ اگر وہ زکوٰۃ دے گا تو جنت اور خدا کی رضامندی حاصل کرے گا اور خود کو دوزخ سے آزاد کرے گا اگر ان باتوں کا ایمان رکھتا ہے تو زکوٰۃ دینا اسے کیوں ناگوار ہے دوسری حماقت یہ ہے کہ تونگری کی وجہ سے آدمی خود کو فقیر سے اشرف سمجھے اور یہ نہیں جانتا کہ جو اس سے پانچ سو برس پہلے جنت میں جائے گا وہ اس سے بہت اشرف ہے اور اس کا درجہ بہت اعلیٰ ہے اور خدا کے نزدیک فخر اور بزرگی فقیری کو ہے تونگری کو نہیں اور فقیری کے اشرف ہونے پر دنیا میں یہ دلیل اور علامت ہے کہ امیر کو خدا نے دنیا اور مال کے اشغال میں اور اس کے رنج و مال میں مصروف کیا ہے حالانکہ امیر کو ضرورت کی قدر سے زیادہ دنیا سے کچھ نصیب نہیں ہوتا اور امیر پر واجب کر دیا ہے کہ بقدر ضرورت فقیر کو دے تو حقیقت میں حق تعالیٰ امیر کو فقیر کا بیگاری دنیا میں بتایا ہے اور آخرت میں پانچ سو برس جنت کا انتظار امیر کے واسطے خاص کر دیا ہے۔

چھٹا ادب:

یہ ہے کہ احسان نہ رکھے اور جہل احسان رکھنے کی اصل اور دل کی صفت ہے احسان رکھنا یہ ہے کہ سمجھے میں نے فقیر کے ساتھ نیکی کی اپنی ملک سے اسے دولت دی کہ فقیر میرا زیردست رہے جب یہ سمجھا تو یہ امر اس بات کی علامت ہے کہ یہ امیدوار ہے کہ فقیر میری خدمت زیادہ کرے اور میرے کاموں میں مستعد رہا کرے اور پہلے مجھے سلام کیا کرے غرضیکہ امید رکھتا ہے کہ میری عزت زیادہ کرے اور اگر وہ فقیر اس کے حق میں کچھ قصور کرے تو پہلے سے زیادہ اب تعجب کرتا ہے اور چاہئے تو یہ بھی کہے کہ میں نے اس کے ساتھ یہ نیکی کی یہ جہل اور نادانی ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ فقیر نے اس کے ساتھ دوستی اور نیکی کی کہ اس سے صدقہ قبول کیا اسے آتش دوزخ سے رہائی دی اور اس کے دل کو بخل کی نجاست سے پاک کیا اگر حجام اس امیر کے پچھنے مفت لگاتا تو اس کا احسان مانتا کہ جو خون میرے ہلاک ہونے کا باعث تھا

اس نے اسے نکال ڈالا اسی طرح اس کے دل میں بخل اور اس کے پاس مال زکوٰۃ بھی اس کی ہلاکت اور نجاست کا باعث تھا کہ فقیر کی وجہ سے اس سے طہارت بھی حاصل ہوئی نجات بھی ملی تو امیر کو ایک تو اس وجہ سے فقیر کا احسان مند ہونا چاہئے دوسرے یہ کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ صدقہ پہلے خدا کے دست رحمت میں جاتا ہے پھر فقیر کے ہاتھ آتا ہے تو صدقہ جب حق تعالیٰ کو دیا اور فقیر نے نیابتہً لیا تو دینے والے کو چاہئے کہ فقیر کا احسان مند ہو نہ کہ اس پر احسان جتائے آدمی جب اسرار زکوٰۃ میں سے ان تین بھیدوں کو سوچے گا تو سمجھے گا کہ احسان رکھنا نادانی ہے اگلے بزرگوں نے احسان سے پرہیز کرنے میں مبالغہ کیا ہے اور فقیر کے سامنے عاجزی اور فروتنی کے ساتھ کھڑے رہے ہیں اور پیش کش کر کے عرض کی ہے کہ یہ مجھ سے قبول فرمایئے اور نذر دکھانے کی طرح فقیر کے سامنے ہاتھ بڑھایا ہے تاکہ فقیر پیسا رو پیہ اوپر سے اٹھالے اور فقیر کا ہاتھ ہمارے ہاتھ کے نیچے نہ ہو(۸)﴿ الید العلیا خیر من ید السفلی﴾ تو کس کو لائق ہے کہ احسان رکھے ام المومنین حضرت بی بی عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما جب کسی فقیر کو کچھ بھیجتیں تو لے جانے والے سے فرما دیتیں کہ فقیر جو دعا دے وہ یاد رکھنا کہ ہر دعا کی مکافات میں ہم بھی اس کے واسطے دعا کریں تاکہ صدقہ بے عوض اور خالص رہے فقیر سے دعا کا لالچ بھی درست نہ رکھتی تھیں کہ دعا اس نظر سے ہوتی ہے کہ دینے والے نے احسان کیا ہے اور حقیقت میں احسان کرنے والا فقیر ہے کہ تیری اس خدمت کو اس نے قبول کیا۔

ساتواں ادب:

یہ ہے کہ اپنے مال میں جو بہت اچھا اور بہتر اور حلال ہو وہ فقیر کو دے اس واسطے کہ جس مال میں شبہ ہے وہ خدا کی نزدیکی حاصل کرنے کے لائق نہیں اس واسطے کہ خدا پاک ہے اور پاک ہی چیز کو قبول فرماتا ہے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿

ولاتیمموا الخبیث منه تنفقون ولستم باخذیه الا ان تغمضوا فیه﴾ یعنی جو چیز لوگ تمہیں دیں اور تم اسے کراہت سے لو تو اس کو راہ خدا میں کیوں خرچ کرو اور جس شخص نے اپنے گھر کی چیزوں میں سے بدتر چیز مہمان کے سامنے رکھی تو اس نے مہمان کی حقارت کی تو کیونکر درست ہوگا کہ بدتر چیز خدا کی راہ میں دے۔ اور اچھی چیز اس کے بندوں کے واسطے رکھ چھوڑے اور بری چیز دینا اس بات پر دلیل ہے کہ کراہت سے دیتا ہے اور جو صدقہ خوش دلی سے نہ دیا جائے اس کے نہ قبول ہونے کا خوف ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ صدقہ کا ایک درہم ہزار درہم پر سبقت لے جائے وہ درہم وہ ہے جو بہتر ہو اور خوشدلی سے دیا جائے۔

زکوٰۃ دینے کو فقیر ڈھونڈھنے کے آداب

اگر چہ ہر مسلمان فقیر کو زکوٰۃ دینے سے فرض ادا ہو جاتا ہے لیکن جو شخص آخرت کی تجارت کرے اسے محنت سے دست بردار نہ ہونا چاہئے اور جب زکوٰۃ بجا صرف ہو گی تو اس کا ثواب بھی المضاعف ہوگا تو چاہئے کہ پانچ صفتوں میں سے کسی ایک صفت کا آدمی ڈھونڈھے پہلی صفت یہ ہے کہ متقی پرہیز گار ہو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ﴿اطعموا طعامکم الاتقیاء﴾ یعنی پرہیز گاروں کو اپنا کھانا کھلاؤ اس کا سبب یہ ہے کہ ایسے لوگ جو کچھ لیتے ہیں اسے خدا کی بندگی میں اپنا معین کرتے ہیں دینے والا ان کی عبادت کے ثواب میں شریک رہتا ہے اس واسطے کہ اس نے عبادت میں اس عابد کی مدد کی ہے۔

نقل:

ہے کہ ایک امیر ہمیشہ صوفیوں ہی کو صدقہ دیتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ لوگ حق تعالیٰ کے سوا اور کسی چیز کا قصد نہیں کرتے اگر ان کو کچھ ضرورت اور احتیاج ہوتی ہے تو ان

کا دھیان بٹ جاتا ہے اور میں ایسے ایک دل کو حق تعالیٰ کی جناب میں لے جانا ان سو دلوں کے ساتھ مراعات کرنے سے بہت دوست رکھتا ہوں جن کو دینا مقصود ہو یہ حال جب خواجہ جنید قدس سرہ سے لوگوں نے بیان کیا آپ نے فرمایا کہ وہ خدا کے دوستوں میں سے ہے یہ شخص پہلے بقال تھا پھر مفلس ہو گیا اس واسطے کہ فقیر جو کچھ اس سے مول لیتے اس کی قیمت نہ مانگتا تھا حضرت جنید قدس سرہٗ نے پھر دکان رکھنے کو تھوڑا سا مال اسے دیا اور فرمایا کہ تجھ میں کبھی نقصان نہ ہوگا دوسری صفت یہ ہے کہ زکوٰۃ لینے والا طالب علم ہو کہ اسے اگر صدقہ دیں گے تو علم حاصل کرنے کی فرصت پائے گا اور دینے والا علم کے ثواب میں شریک ہوگا۔ تیسری صفت یہ ہے کہ وہ شخص اپنی غریبی اور فقیری کو چھپائے ہو اور شان و شوکت سے بسر کرتا ہو وہ جو حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿یحسبھم الجاھل اغنیاء من التعفف﴾ وہ یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی مفلسی پر تحمل اور شوکت کا نقاب ڈالا ہے ایسا نہ چاہئے کہ ان لوگوں کو چھوڑ کر بھیک مانگے فقیروں کو دے چوتھی صفت یہ ہے کہ عیالدار یا بیمار ہو اس واسطے کہ جسے جس قدر حاجت اور رنج و مصیبت زیادہ ہوگی اسی قدر اسے راحت پہنچانے کا ثواب بھی زیادہ ہوگا پانچویں صفت یہ ہے کہ قرابت والے ہوں کہ ان کا دینا خیرات بھی ہے اور ادائے حق قرابت بھی ہے اور جو کوئی خدا کی محبت میں رشتہ برادری رکھتا ہو وہ بھی قرابت داروں کے مرتبہ میں ہے جس کسی میں یہ صفتیں سب یا اکثر پائی جائیں وہ اولیٰ تر ہے جب ایسے لوگوں کو آدمی دے گا ان کی دعا اور ہمت اس دینے والے کے حق میں حصار ہو جائے گی یہ نفع اس نفع کے علاوہ ہے کہ بخل کو اپنے دل سے دور کر دیا اور نعمت کا شکر بجا لایا اور چاہئے کہ زکوٰۃ سادات کو نہ دے کہ یہ مال لوگوں کے مالوں کا میل ہوتا ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد کو دینے کے لائق نہیں اور کافروں کو بھی نہ دے اس واسطے کہ یہ مال کافروں کو دینا حیف اور افسوس کی بات ہے۔

زکوٰۃ لینے والے کے آداب کا بیان

زکوٰۃ لینے والے کو پانچ چیزوں کی رعایت کرنا لازم ہے ایک یہ سمجھے کہ جب حق تعالیٰ نے اپنے کچھ بندوں کو محتاج پیدا کیا اس سبب سے اور بندوں کو کثرت سے مال عنایت کیا اس نے جس پر بہت مہربانی فرمائی ان کو دنیا اور دنیا کے مال کے بکھیڑوں سے محفوظ رکھا اور دنیا کے حاصل کرنے کا بار اور مال کی نگہبانی کا رنج و وبال امیروں پر ڈالا اور ان کو حکم کر دیا کہ ان بندوں کو جو ہمارے بہت معزز اور ممتاز ہوں بقدر حاجت دیا کریں تا کہ وہ لوگ دنیا کے بار سے نجات پا کر دلجمعی سے عبادت کیا کریں اور جب حاجت کے سبب سے پراگندہ ہمت اور پریشان خاطر ہوں تو امیروں کے ہاتھ سے بقدر حاجت انہیں پہنچ جایا کرے تا کہ ان کی دعا اور ہمت کی برکت سے امیروں کے اعمال کا کفارہ ہو جائے تو فقیر جو کچھ لیتا ہے اس نیت سے لے کر اپنی حاجت روائی میں خرچ کرے تا کہ عبادت میں فراغت حاصل ہو اور اس نعمت الٰہی کی قدر پہچانے کہ امیروں کو اس کا بیگاری اس واسطے بنا دیا ہے کہ وہ عبادت میں مصروف رہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے دنیا کے بادشاہ اپنے جن خاص خاص غلاموں کو چاہتے ہیں کہ ہماری خدمت اور حضوری سے غیر حاضر نہ ہوں ان کو دنیا کمانے میں مشغول ہونے کے واسطے رخصت نہیں دیتے اور دہقانیوں اور بازاریوں کو جو خدمت خاص کے لائق نہیں ان غلاموں کا بیگاری بناتے ہیں ان سے محصول اور خراج لے کر غلامان خاص کا یومیہ مقرر فرماتے ہیں جس طرح بادشاہ کو سب ہی سے اپنے خواص کی خدمت لینا مقصود ہے اسی طرح حق تعالیٰ کا ارادہ یہ ہے کہ تمام خلق اس کی بندگی کرے اسی سبب سے فرمایا ہے (۱۱) ﴿ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ﴾ تو فقیر کو چاہئے کہ جو کچھ لے اسی نیت سے لے اس واسطے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دینے والا لینے والے پر فضیلت نہیں رکھتا اگر حاجت کے واسطے وہ لے اور یہ لینے والا وہ شخص ہے

جس کی یہ نیت ہو کہ یہ لینے سے مجھے عبادت میں فراغت ہو دوسرے یہ کہ جو کچھ لیتا ہے یہ سمجھے کہ حق تعالیٰ سے لیتا ہے اور امیروں کو حکم الٰہی کا مسخر جانے اس واسطے کہ ایک متوکل اس کے ساتھ لازم کر دیا ہے تا کہ وہ اسے دے اور اس کا متوکل ایمان ہے اسی کو دیتا ہے اس سبب سے کہ اس کی نجات اور سعادت خیرات سے وابستہ ہے اگر یہ متوکل نہ ہوتا تو امیر ایک حبہ بھی کسی کو نہ دیتا تو فقیر پر اس کا احسان ہے جس نے امیر کے ساتھ ایک متوکل لگا دیا ہے تو جب لینے والا یہ سمجھا کہ امیر کا ہاتھ واسطہ اور مسخر ہے تو چاہئے کہ اس وساطت پر خیال کر کے اس کا شکر ادا کرے حدیث شریف میں آیا ہے (۱۲) ﴿فان من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ﴾ اور باوصف اس بات کے حق تعالیٰ بندوں کے کاموں کا خالق ہے مگر یہ بندہ نوازی ہے کہ ان کی تعریف فرماتا ہے اور ان کا شکر بجالاتا ہے چنانچہ فرمایا (۱۳) ﴿نعم العبد انہ اواب﴾ اور فرمایا (۱۴) ﴿انہ کان صدیقا نبیا﴾ اور ایسی آیتیں ہیں اور یہ اس واسطے ہے کہ حق تعالیٰ جسے واسطہ خیر بناتا ہے اسے معزز کرتا ہے جیسا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی فرمایا (۱۵) ﴿طوبی لمن خلقتہ للخیر ویسرت الخیر علی یدیہ﴾ تو جن کو اس نے معزز کیا ان کی قدر پہچاننا ضرور ہے شکر کے یہی معنی ہیں اور فقیر کو چاہئے کہ دینے والے کے حق میں یہ دعا کرے (۱۶) ﴿طھر اللہ قلبک فی قلوب الابرار وزکی عملک فی عمل الاخیار و صلی علی روحک فی روح الشھداء﴾ اور حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ جو کوئی تمہارے ساتھ بھلائی کرے اس کا بدلہ کرو اگر نہ ہو سکے تو اس کے حق میں اتنی دعا کرو کہ جان لو کہ اس کی بھلائی کا عوض پورا ہو گیا اور جس طرح دینے والے کو یہ بات شرط ہے کہ جو کچھ دے اگرچہ بہت بھی ہو تو اسے حقیر جانے اور اس کی کچھ قدر نہ سمجھے اسی طرح لینے والے کا کمال شکر یہ ہے کہ صدقہ کا عیب پوشیدہ رکھے اور تھوڑی چیز کو تھوڑا نہ جانے اور حقیر نہ سمجھے تیسرے یہ کہ جو حلال کا مال نہ ہو وہ

چیز فلانے کو دینا یہ فلانے کو اس واسطے کہ اب وہ کہے خواہ نہ کہے وہ چیزیں تو فلانے فلانے کی خواہ مخواہ ہو ہی جائیں گی حضرت عیسیٰ علیہ السلام علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے دروازے سے سائل کو محروم پھیرتا ہے سات دن تک اس گھر میں فرشتے نہیں جاتے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو کام اوروں پر نہیں چھوڑتے تھے اپنے ہی ہاتھ سے کرتے تھے فقیر کو صدقہ اپنے ہی دست مبارک سے دیتے تھے اور رات کو وضو کے واسطے پانی بند کر کے خود رکھتے تھے اور فرمایا ہے کہ جو شخص مسلمان کو کپڑا پہنائے گا جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر رہے گا دینے والا خدا کی حفاظت میں رہے گا حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پچاس ہزار درم صدقہ دیے اور اپنے پیراہن میں پیوند لگاتی رہیں اور نیا پیراہن اپنے واسطے نہ سلوایا حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے ستر برس عبادت کی اس سے اتنا بڑا ایک گناہ سرزد ہوا کہ وہ سب عبادت خبط اور رائیگاں ہو گئی وہ ایک فقیر کی طرف گذرا اور اسے ایک روٹی دی تو حق سبحانہ تعالیٰ نے اس کا وہ گناہ عظیم بخش دیا اور ستر برس کی عبادت اسے پھیر دی لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی تھی کہ بیٹا تجھ سے جب کوئی گناہ سرزد ہو تو صدقہ دینا حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما بہت شکر صدقہ دیتے اور فرماتے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (۱۷) ﴿لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون﴾ اور حق تعالیٰ جانتا ہے کہ میں شکر کو دوست رکھتا ہوں حضرت شعبی نے کہا ہے کہ جو کوئی خود کو صدقہ کے ثواب کا اس سے زیادہ محتاج نہ جانے جیسا کہ فقیر اس صدقہ کا محتاج جانتا ہے تو اس شخص کا صدقہ قبول نہیں ہوتا حضرت حسن بصری نے ایک بردہ فروش کے پاس ایک لونڈی خوبصورت دیکھی پوچھا کہ اسے دو درم کو بیچتا ہے اس نے کہا نہیں آپ نے کہا جا بھی حق تعالیٰ تو حور عین دو حبہ کو بیچتا ہے کہ وہ اس لونڈی سے نہایت خوبصورت ہے یعنی صدقہ کی عوض میں عنایت فرماتا ہے۔

۱ یعنی دوسو درہم کا دسواں حصہ بیس درہم ہیں پانچ درہم بیس کی چوتھائی ہے اسی طرح بیس دینار کا دسواں حصہ دو دینار ہیں نصف دینار دو کی چوتھائی ہے۔

۲ صاع دوسو چوراسی تولہ کا ہوتا ہے شاہجہان آبادی سیر سے پونے تین سیر اور نمبری انگریزی سیر سے آدھ پاؤ تین سیر ہوتا ہے۔

۳ امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک ہر جنس کے تین تین آدمیوں کو زکوٰۃ کا مال دینا ضروری نہیں۔

۴ پوری آیت ﴿ قل ان کان اباء کم وابناء کم واخوانکم وازواجکم وعشیر تکم واموال اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا و مساکن ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہ و جھادفی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ واللہ لایھدی القوم الفاسقین﴾ یعنی اگر ہوں تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور جو مال تم نے کمائے ہیں اور سوداگری کہ ڈرتے ہو جس کے بند ہو جانے سے اور گھر جو تم کو پسند ہیں بہت پیارے تم کو اللہ اور اس کے رسول سے اور جہاد سے اس کی راہ میں تو منتظر رہو یہاں تک کہ لائے اللہ اپنا حکم اور اللہ نہیں ہدایت کرتا فاسقوں کی قوم کو۔

۵ بیشک دل مومن کا دو انگلیوں میں ہے خدا کی انگلیوں میں سے۔

۶ پانچ آدمی اور ہیں ان کو یہاں امام صاحب نے ذکر نہیں کیا اس واسطے کہ یہاں فقط اس صدقہ دینے والے کا ذکر خیر مقصود تھا جو بہت چھپا کر صدقہ دیتا ہے اس کے ذکر تک حدیث کا مضمون لکھا باقی چھوڑ دیا۔

۷ نہ ضائع کرو تم اپنے صدقوں کو احسان جتانے اور دل دکھانے سے۔

۸ اوپر والا ہاتھ بہتر ہے نیچے کے ہاتھ سے۔

۹ گمان کرتے ہیں انہیں ناواقف لوگ غنی گدائی کو مکروہ جاننے کی وجہ سے۔

۱۰ یعنی کافر ایسے پلید ہیں کہ اس مال کے لائق بھی نہیں اور کافروں کو دینے سے مسلمان بھائی محروم رہ جائیں گے۔

۱۱ اور نہیں پیدا کیا میں نے جن اور آدمی کو مگر واسطے اس بات کے کہ عبادت کریں وہ میری۔

۱۲ پس تحقیق کہ جس شخص نے نہ شکر کیا آدمی کا نہ شکر کرے گا اللہ کا۔

۱۳ کیا اچھا بندہ ہے بیشک وہ تائب ہے۔

۱۴ بیشک تھا وہ راستباز نبی۔

۱۵ خوشی ہے اس کے واسطے جسے میں نے پیدا کیا نیکی کے واسطے اور آسان کیا میں نے نیکی کو اس کے ہاتھوں پر۔

۱۶ پاک کرے اللہ تیرے دل کو نیکوں کے دلوں میں اور پاک کرے تیرے کام کو نیکوں کے کاموں میں اور رحمت کرے تیری روح پر شہیدوں کی روح میں۔

۱۷ ہرگز نہ حاصل کرو گے تم نیکی جب تک کہ نہ خیرات دو گے تم اس چیز میں سے جسے تم دوست رکھتے ہو۔

چھٹی اصل روزہ کے بیان میں

اے عزیز جان تو کہ ارکان اسلام سے ایک رکن روزہ ہے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ نیکی کا بدلہ دس سے سات سو تک دیتا ہوں مگر روزہ کہ وہ خاص میرے واسطے ہے اس کی جزا خود میں دیتا ہوں اور فرمایا (۱) ﴿انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب﴾ یعنی جو لوگ خواہش سے صبر کرتے ہیں ان کی مزدوری حساب میں نہیں آتی اور انداز میں نہیں سماتی بلکہ حد سے زیادہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ صبر آدھا ایمان ہے اور روزہ نصف صبر ہے اور فرمایا ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو خدا کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندہ نے کھانا پینا جماع میرے واسطے چھوڑ دیا میں ہی اس کی جزا دے سکتا ہوں اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ روزہ دار کا سونا عبادت ہے اور سانس لینا تسبیح اور دعا ہم قرین اجابت ہے اور فرمایا ہے کہ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے بہشت کے دروازے کھول دیتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیتے ہیں اور شیاطین کو قید کرتے ہیں اور منادی پکارتا ہے کہ اے طالب خیر جلد آ کہ تیرا یہ وقت ہے اور اے طالب شر ٹھہر جا کہ تیری جگہ نہیں اور روزہ کی بڑی بزرگی یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اسے اپنی طرف نسبت فرمایا اور ارشاد کیا کہ ﴿الصوم لی وانا اجزی بہ﴾ (۱) اگرچہ سب عبادتیں اسی معبود برحق کے واسطے ہیں لیکن یہ تخصیص ایسی ہے جیسے کعبہ شریف کو اپنا گھر ارشاد کیا گو کہ تمام عالم اسی کی ملک ہے اور روزہ کے واسطے دو خاصیتیں ہیں کہ ان کے سبب سے جناب صمدیت کی طرف منسوب ہونے کے لائق ہوا ایک تو یہ کہ اس کی حقیقت ترک شہوات ہے اور یہ امر باطنی ہے لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ ہے ریا کو اس میں کچھ دخل نہیں دوسرے یہ کہ ابلیس حق تعالیٰ کا دشمن ہے اور شہوات ابلیس کا لشکر ہے اور روزہ اس کے لشکر کو شکست دیتا ہے اس واسطے جناب رسالت

پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ شیطان آدمی کے باطن میں اس طرح چلتا ہے جیسے خون اس کے بدن میں رواں ہے شیطان کی راہ بھوک سے تنگ کرو اور یہ بھی فرمایا ہے کہ ﴿الصوم جنتہ﴾ یعنی روزہ سپر ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ہے کہ جنت کا دروازہ کھٹکھٹایا کرو لوگوں نے پوچھا کس چیز سے فرمایا بھوک سے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ روزہ عبادت کا دروازہ ہے یہ سب فضیلتیں اسی سبب سے ہیں کہ خواہشیں سب عبادتوں سے مانع ہیں اور میری خواہش کی مدد ہے اور بھوک خواہشوں کو مار دیتی ہے۔

روزہ کے فرائض کا بیان

روزہ میں دس چیزیں فرض ہیں پہلا فرض یہ ہے کہ رمضان کا چاند ڈھونڈھے کہ انتیس کا ہے یا تیس کا ایک شاہد عادل کے قول پر اعتماد کرنا درست ہے اور عید کے چاند کے لئے دو گواہ سے کم درست نہیں جو شخص کسی ایسے معتمد سے رمضان کا چاند ہونا سنے جسے وہ سچا جانتا ہو اس پر روزہ فرض ہو جاتا ہے گو قاضی اس کے قول پر حکم نہ کرے اگر کسی شہر میں چاند دیکھا گیا جو سولہ کوس ایک بستی سے دور ہے تو اس بستی والوں پر روزہ فرض نہ ہوگا اور اگر سولہ کوس سے مسافت کم ہے تو ہوگا دوسرا فرض نیت ہے چاہئے کہ ہر شب کو نیت کیا کرے اور یاد رکھے کہ رمضان کا یہ روزہ ہے اور فرض اور ادا ہے اور جو مسلمان اس بات کو یاد رکھے گا اس کا دل نیت سے خود خالی نہ رہے گا۔ اگر شک کی رات کو یوں نیت کی کہ اگر کل رمضان ہے تو میں روزہ دار ہوں تو نیت درست نہیں اگرچہ رمضان ہے یہاں تک کہ ایک معتمد کے قول سے شک دور ہو جائے اور رمضان کی اخیر رات میں یہ نیت درست ہے اگرچہ شک ہو اس واسطے کہ اصل یہ ہے کہ ابھی رمضان باقی ہے اور جب کوئی شخص اندھیری جگہ میں بند ہو خیال اور سوچ کر کے وقت تجویز کرے اور اسی اعتماد پر نیت کرے تو درست ہے اور

اگر رات کو نیت کر چکا ساتھ اس کے کوئی چیز کھائے تو نیت باطل نہ ہو گی بلکہ عورت اگر سمجھے کہ حیض بند ہو جائے گا اور نیت کرے اور حیض بند ہو گیا تو روزہ درست ہے۔ تیسرا فرض یہ ہے کہ باہر سے کوئی چیز عمداً اپنے درون میں نہ لے جائے فصد لینا پچھنے لگوانا' سرمہ لگانا' سلائی کان میں ڈالنا' روئی سوراخ ذکر میں رکھنا روزہ میں کچھ نقصان نہیں کرتا اس واسطے کہ باطن سے یہ مراد ہے کہ کسی چیز کے ٹھہرنے کی جگہ ہو جیسے دماغ' پیٹ' معدہ' مثانہ اور اگر بلا قصد کوئی چیز دروں میں چلی جائے جیسے مکھی' غبار یا کلی کا پانی حلق میں پہنچے تو روزہ میں نقصان نہیں آتا مگر یہ کہ کلی میں مبالغہ کیا اور پانی حلق تک لے گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور بھولے سے اگر کچھ کھالیا کچھ قباحت نہیں لیکن اگر صبح و شام کے گمان سے کوئی چیز کھالی پھر معلوم ہوا کہ صبح کے بعد یا غروب آفتاب سے پہلے کھائی تھی تو روزہ کی قضا کرے چوتھا فرض یہ ہے کہ جماع نہ کرے اگر اس قدر قربت کی کہ غسل واجب ہو گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا اگر روزہ یاد نہ تھا تو نہ ٹوٹے گا اگر رات کو صحبت کی اور صبح کے بعد نہایا تو روزہ درست ہے' پانچواں فرض یہ ہے کہ کسی طور سے منہ نکالنے کا ارادہ نہ کرے اگر اپنی بیوی سے قربت یعنی مساس وغیرہ کیا اور جماع نہ کیا اور خود جوان ہے اور انزال کا اندیشہ ہے اور انزال ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا چھٹا فرض یہ ہے کہ عمداً قے نہ کرے بے اختیاری سے ہو تو روزہ باطل نہ ہو گا اور اگر زکام یا اور کسی وجہ سے بلغم کو کھنکھار کے تھوک دیا تو کچھ قباحت نہیں ہے اس واسطے کہ اس سے بچنا دشوار ہے اور اگر منہ میں آنے کے بعد پھر نکل جائے گا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

روزہ کی سنتیں:

چھ ہیں سحری دیر کو کھانا کھجور یا پانی سے جلد افطار کرنا زوال کے بعد مسواک نہ کرنا فقیر کو کھانا کھلانا' قرآن بہت پڑھنا' مسجد میں اعتکاف کرنا' خصوصاً عشرۂ آخر میں جس میں شب قدر ہوتی ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عشرہ میں آرام

اور خواب سے دستبردار ہو کر عبادت پر کمر باندھتے تھے آپ اور آپ کے گھر والے عبادت سے ایک دم غافل نہ ہوتے تھے اور شب قدر اکیسویں یا تیسویں یا پچیسویں یا ستائیسویں رات ہے اور ستائیسویں کو اکثر ہوتی ہے اولیٰ یہ ہے کہ اس عشرہ میں برابر اعتکاف کرے اگر نذر کیا ہے تو لازم ہوگا اعتکاف میں پائخانہ' پیشاب کے سوا اور کسی کام کے واسطے مسجد سے نہ نکلے اور جتنی دیر وضو میں صرف ہو اس سے زیادہ گھر میں نہ ٹھہرے اور اگر نماز جنازہ یا عیادت مریض یا گواہی یا تجدید طہارت کے واسطے نکلے گا تو اعتکاف نہ ٹوٹے گا مسجد میں ہاتھ دھونا' کھانا کھانا سو جانا درست ہے جب قضائے حاجت سے فارغ ہو کر آئے تو اعتکاف کی نیت تازہ کر لے۔

روزہ کی حقیقت کا بیان

اے عزیز جان تو کہ روزہ کے تین درجے ہیں ایک عوام کا روزہ دوسرے خواص کا روزہ تیسرے خاص الخواص کا روزہ عوام کا روزہ وہ ہے جس کا بیان ہو چکا کھانے پینے جماع کرنے سے باز رہنا اس کا غایت مرتبہ ہے اور روزے کا یہ ادنیٰ درجہ ہے اور خاص الخواص کا روزہ اعلیٰ ترین درجہ ہے وہ یہ ہے کہ آدمی اپنے دل کو ماسوی اللہ کے خطرے سے بچائے اور خود کو بالکل خدا کے سپرد کر دے اور جو چیز اللہ کے سوا ہے اس سے ظاہراً و باطناً روزہ رکھے اور الگ رہے جب کلام الٰہی اور اس کے متعلقات کے سوا دوسری بات کا خیال کرے گا تو وہ روزہ کھل جائے گا اور غرض دینوی کا خیال کرنا اگرچہ مباح ہے لیکن اس روزہ کو باطل کر دیتا ہے مگر وہ دنیا جو دین کے باب میں مددگار ہو فی الحقیقت دنیا میں داخل نہیں ہے حتیٰ کہ علماء نے کہا ہے کہ آدمی دن کو اگر افطاری کی تدبیر کرے تو اس کے نام پر گناہ لکھتے ہیں اس واسطے کہ یہ امر اس بات پر دلیل ہے کہ رزق کے بارہ میں جو حق تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے اس شخص کو اس کا یقین واثق نہیں ہے یہ مرتبہ انبیاء اور صدیقوں کا ہے ہر ایک اس مرتبہ کو نہیں پہنچتا ہے خواص کا روزہ یہ ہے کہ آدمی فقط کھانا پینا جمع نہ چھوڑ دے بلکہ اپنے تمام جوارح کو

حرکات نا شائستہ سے بچائے اور یہ روزہ چھ چیزوں سے پورا ہوتا ہے ایک تو یہ کہ آنکھ کو ایسی چیزوں سے بچائے جو خدا کی طرف سے دل کو پھیرتی ہیں خصوصاً ایسی چیز کی طرف نظر نہ کرے جس سے شہوت پیدا ہوتی ہے اس واسطے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نظر ابلیس کے تیروں میں سے زہر کا بجھا ہوا ایک تیر ہے جو خوف خدا کر کے اس سے بچے گا اس کو ایمان کا ایسا خلعت عطا فرمائیں گے کہ اس کی حلاوت اپنے دل میں پائے گا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ نے ارشاد فرمایا کہ پانچ چیزیں روزہ کو توڑ ڈالتی ہیں۔ جھوٹ، غیبت، بخن چینی، جھوٹی قسم کھانا، شہوت سے کسی کی طرف نظر کرنا۔ دوسری چیز جس سے روزہ پورا ہوتا ہے یہ ہے کہ بیہودہ گوئی اور بے فائدہ بات سے زبان کو بچائے ذکر الٰہی یا تلاوت قرآن میں مشغول ہو یا خاموش رہے بحثنا اور جھگڑنا بیہودہ گوئی میں داخل ہے لیکن غیبت اور جھوٹ بعض علماء کے مذہب میں عوام کے روزہ کو بھی باطل کرتا ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں دو عورتوں نے روزہ رکھا اور پیاس کے مارے ہلاکت کے قریب ہوگئیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روزہ کھول ڈالنے کی اجازت چاہی آپ نے ایک کانسہ ان کے پاس بھیجا کہ اس میں قے کریں ہر ایک کے حلق سے خون کے ٹکڑے نکلے لوگ اس امر سے متحیر ہوئے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں عورتوں نے ان چیزوں سے جو خدا نے حلال کی ہیں روزہ رکھا اور جو حق تعالیٰ نے حرام کیا ہے اس سے توڑ ڈالا یعنی کسی کی غیبت کی ہے اور یہ خون آدمیوں کا گوشت ہے جو انہوں نے کھایا تیسرے یہ کہ کان کو بری بات سننے سے بچائے اس واسطے کہ جو بات کہنا نہ چاہئے وہ سننا بھی نہ چاہئے غیبت اور جھوٹ کا سننے والا بھی کہنے والے کے گناہ میں شریک ہے۔ چوتھے یہ کہ ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضا کو نا شائستہ حرکتوں سے بچائے جو روزہ دار ایسے بدکام کرتا ہے اس کی مثال

اسے روزہ کھول ڈالنا نہ چاہئے اگر روزہ نہ کھولا اور دن کو کسی شہر میں جا پہنچا تو بھی روزہ کھولنا نہ چاہئے اور مسافر کو روزہ رکھنا نہ رکھنے سے اولیٰ ہے مگر جب طاقت نہ رکھتا ہو فدیہ یہ ہے کہ ایک مد اناج مسکین کو دے حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت نے لڑکا ہلاک ہو جانے کے خوف سے اگر روزہ کھول ڈالا تو اسے قضا کے ساتھ فدیہ دینا بھی واجب ہے اس بیمار پر فدیہ واجب نہ ہوگا جس نے اپنی ہلاکت کے اندیشے سے افطار کیا ہو اور شیخ فانی جو ضعف کے سبب سے روزے کی طاقت نہ رکھتا ہو اس پر قضا کے عوض فدیہ واجب ہے اگر کسی نے قضائے رمضان میں یہاں تک تاخیر کی کہ دوسرا رمضان آ گیا تو اس پر ہر روزے کے عوض قضا کے ساتھ فدیہ بھی واجب ہے۔

فصل:

سال بھر میں جو دن بزرگ اور متبرک ہیں ان میں روزہ رکھنا سنت ہے جیسے عرفہ کا دن عاشورہ کا دن ذوالحج کے پہلے نو دن یعنی پہلی تاریخ سے نویں تاریخ تک اور محرم کی پہلی تاریخ سے دسویں تاریخ تک اور رجب شعبان حدیث شریف میں آیا ہے کہ رمضان کے بعد ماہ محرم کا روزہ سب روزوں سے افضل ہے اور محرم بھر روزہ رکھنا سنت ہے اور پہلے عشرہ میں روزہ رکھنے کی بڑی تاکید ہے اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ ماہ محرم کا ایک روزہ اور مہینوں کے بیس روزوں سے بہتر ہے اور رمضان شریف کا ایک روزہ ماہ حرام کے بیس روزوں سے افضل ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی ماہ حرام میں جمعرات، جمعہ، ہفتہ کو روزہ رکھتا ہے اس کے واسطے سات سو برس کی عبادت کا ثواب لکھا جاتا ہے چار مہینے ماہ حرام ہیں، محرم، رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور ان میں ذوالحجہ افضل ہے اس واسطے کہ حج کا مہینہ ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ خدا کے نزدیک کسی وقت کی عبادت ذوالحجہ کے عشرۂ اول کی عبادت سے زیادہ محبوب اور بہت خوب نہیں ہے اور اس میں ایک دن کا روزہ ایک برس کے روزہ کے مثل ہے اور ایک رات کی عبادت لیلۃ القدر کی

عبادت کے مانند ہے لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ کیا جہاد میں بھی اتنی فضیلت نہیں آپ نے فرمایا کہ جہاد میں بھی نہیں مگر جس شخص کا گھوڑا مارا جائے اور اس کا خون بھی جہاد میں گرایا جائے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ایک گروہ نے اس امر کو مکروہ جانا ہے کہ رجب کا مہینہ بھر روزہ رکھیں تا کہ وہ رمضان کے ساتھ مشابہ نہ ہو جائے اس سبب سے ایک دن کم یا زیادہ افطار کیا ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب شعبان نصف کو پہنچ جائے تو رمضان تک روزہ نہیں ہے اور آخر شعبان میں افطار کرنا بہتر ہے کہ رمضان اس سے الگ رہے اور آخر شعبان میں رمضان کے استقبال کے روزہ نہیں ہے اور آخر شعبان میں افطار کرنا بہتر ہے کہ رمضان کے استقبال کے روزے رکھنا مکروہ ہے مگر قصد استقبال کے سوا اور کوئی نیت ہو اور ہر مہینے میں (۲) ایام بیض کے روزے افضل ہیں اور ہفتہ میں دوشنبہ جمعرات جمعہ کے تمام سال برابر روزے رکھنا سب روزوں کو شامل ہے لیکن سال بھر میں پانچ دن افطار کرنا ضرور ہے عید الفطر اور عید الضحیٰ اور ایام (۳) تشریق کے تین دن یعنی ذوالحجہ کی گیارھویں بارھویں تیرھویں تاریخ اور چاہئے کہ اپنے اوپر افطار کو منع نہ کرے کہ یہ امر مکروہ ہے اور جو شخص صوم دہر یعنی سال بھر کے روزے نہیں رکھتا وہ ایک دن روزہ رکھے ایک دن افطار کرے یہ صوم داؤد علیہ السلام ہے یعنی حضرت داؤد علیہ السلام یونہی روزہ رکھتے تھے اس کی بڑی بزرگی ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر ابن عاص نے جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ سے روزے کا بہتر طریقہ پوچھا آپ نے یہی طریقہ یعنی صوم داؤد ارشاد فرمایا انہوں نے عرض کی کہ میں اس سے بھی بہتر چاہتا ہوں آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں ہے اور اس سے کمتر یہ ہے کہ جمعرات اور دوشنبہ کے دن روزہ رکھے یہاں تک ماہ رمضان کے نزدیک ہو جائے سال کی ایک تہائی سے اور جب کوئی شخص روزہ کی حقیقت پہچانے کہ اس سے خواہشوں کا توڑنا اور دل کا صاف کرنا

ساتویں اصل حج کے بیان میں

اے عزیز جان تو کہ حج ارکان اسلام میں سے ہے اور یہ عبادت عمر بھر میں ایک بار فرض ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے حج نہ کیا اور مر گیا اس سے کہہ دو کہ یہودی مرے خواہ نصرانی اور فرمایا ہے کہ جو شخص حج کرے بے اس کے کہ گناہ کرے اور بیہودہ اور ناشائستہ باتیں بکے وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسا ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے دن پاک تھا اور فرمایا ہے کہ بہت گناہ ایسے ہیں کہ عرفات پر کھڑے ہونے کے سوا اور کوئی چیز ان کا کفارہ نہیں ہو سکتی اور فرمایا ہے کہ عرفہ کے دن سے زیادہ شیطان کبھی خوار اور ذلیل اور زردرو نہیں ہوتا اس واسطے کہ اس دن حق سبحانہٗ تعالیٰ رحمت بے نہایت اپنے بندوں پر نازل اور نثار فرماتا ہے اور بے انتہا گناہ کبیرہ عفو کرتا ہے اور فرمایا جاتا ہے اور جو کوئی کعبہ شریفہ یا مدینہ منورہ میں پہنچ کر مرے وہ قیامت کے دن حساب و کتاب سے پاک ہے اور فرمایا ہے کہ ایک حج مبرور دنیا و مافیہا سے بہتر ہے بہشت کے سوا اور کوئی چیز اس کی جزا نہیں اور فرمایا ہے اس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں کہ آدمی حج میں عرفات پر کھڑا ہو اور گمان کرے کہ میں بخشا نہیں گیا علی ابن الموفق نامی ایک بزرگ تھے انہوں نے کہا ہے کہ ایک سال میں نے حج کیا عرفہ کی شب کو دو فرشتے خواب میں دیکھے کہ سبز لباس پہنے آسمان سے اترے ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو جانتا ہے اب کے سال کتنے حاجی تھے اس نے کہا نہیں بولا چھ لاکھ تھے پھر کہا کہ یہ جانتا ہے کہ کتنے آدمیوں کا حج قبول ہوا اس نے کہا کہ نہیں کہا کل چھ آدمیوں کا حج قبول ہوا۔ یہ بزرگ کہتے ہیں کہ میں ان فرشتوں کی باتوں کے ہول سے جاگ پڑا اور نہایت غمگین اور سخت اندوہناک ہوا اور اپنے جی میں کہا کہ میں ان چھ آدمیوں میں سے کبھی نہ ہوں گا اسی فکر اور رنج میں مشعر الحرام میں پہنچا وہاں سو گیا ان ہی دونوں فرشتوں کو پھر دیکھا کہ آپس میں وہی باتیں کرتے ہیں اس وقت ایک نے دوسرے سے کہا کہ تجھے معلوم

سے ادا ہوگا اس دوسرے کی طرف سے نہ ادا ہوگا پہلے حج اسلام چاہئے پھر قضا پھر نذر پھر حج نیابت اور اسی ترتیب سے ادا ہوگا اگر چہ اس کے خلاف نیت کرے اور حج واجب ہونے کی شرطیں یہ ہیں اسلام بلوغ آزادی استطاعت اور استطاعت کی دو قسمیں ہیں ایک تو یہ کہ آدمی توانا ہو کہ اپنے ڈیل سے حج کرے اور یہ استطاعت تین چیزوں سے ہوتی ہے ایک تندرستی دوسرے امن طریق سے یعنی راہ میں دریائے خطرناک اور دشمن جان و مال نہ ہونے سے تیسرے اس قدر مالدار ہونے سے کہ اگر قرض دار ہو تو قرض ادا کر کے آنے جانے کے مصارف کو اور پھر آنے تک اہل وعیال کے نفقہ کو مال کفایت کرے اور چاہئے کہ سواری کا کرایہ رکھتا ہو اور پیادہ نہ چلنا پڑے دوسری قسم یہ ہے کہ اپنے ہاتھ پاؤں سے حج نہ کر سکے مثلاً فالج کا مارا ہے یا ایسا صاحب فراش ہے کہ اچھے ہونے کی امید نہیں مگر شاذ و نادر ایسے شخص کی استطاعت یہ ہے کہ اتنا مال رکھتا ہو کہ ایک وکیل کو اجرت دے کر روانہ کرے کہ وہ اس معذور کی طرف سے حج کرے اور اگر اس کا بیٹا اس کی طرف سے مفت حج کرنے کو راضی ہو تو لازم ہے کہ اسے اجازت دے کہ باپ کی خدمت موجب شرف وعزت ہے اور بیٹا اگر کہے کہ میں مال دیتا ہوں کسی کو اجرت پر مقرر کر تو قبول کرنا لازم نہیں کہ اس صورت میں احسان ہوگا اگر غیر اس کی طرف سے مفت حج کرے تو اس کا احسان لینا بھی لازم نہیں جب آدمی کو استطاعت حاصل ہو تو جلدی کرنا چاہئے اگر تاخیر کرے گا تو بھی درست ہے اگر اور سال حج کرنے کی توفیق ہوئی تو خیر اور اگر تاخیر کی اور حج کرنے سے پہلے مر گیا تو گنہگار مرا اس کے ترکے سے نیابتہً حج کرانا چاہئے گو اس نے وصیت بھی نہ کی ہو اس واسطے کہ یہ اس پر قرض اور دام ہے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرا قصد ہے کہ لکھ بھیجوں کہ جو کوئی اور شہروں میں استطاعت رکھتا ہو اور حج نہ کرے اس سے جزیہ لیا جائے۔

حج کے ارکان کا بیان

اے عزیز جان تو کہ حج کے ارکان جن کے بغیر حج درست نہیں ہوتا پانچ ہیں احرام طواف اس کے بعد سعی اور عرفات میں کھڑا ہونا اور ایک قول پر بال منڈوانا اور حج کے واجبات جن کے ترک کرنے سے حج باطل نہیں ہوتا لیکن ایک بکرا ذبح کرنا لازم آتا ہے چھ ہیں میقات میں احرام باندھنا اگر وہاں سے بے احرام باندھے گذرے گا تو ایک بکرا ذبح کرنا واجب ہوگا سنگریزے مارنا غروب آفتاب تک عرفات (۱) پر ٹھہرنا اور مزدلفہ میں شب کو مقام کرنا اسی طرح منیٰ میں اور وداع کا طواف ایک قول یہ ہے کہ پچھلے چار واجبات اگر ترک کرے گا تو بکرا واجب نہیں سنت ہے اور حج ادا کرنے میں تین صورتیں ہیں افراد، قرآن، تمتع۔ افراد سب سے بہتر ہے جیسے پہلے اکیلا حج کرے جب حج تمام ہو جائے تو حرم سے باہر آئے اور عمرہ کا احرام باندھے اور عمرہ بجا لائے اور عمرہ کا احرام جعرانہ (۲) میں باندھنا تنعیم (۳) میں باندھنے سے بہتر ہے اور تنعیم میں باندھنا حدیبیہ (۴) میں باندھنے سے افضل ہے اور تینوں مقام سے باندھنا سنت ہے قران یہ ہے کہ حج اور عمرہ کی نیت ملا کر کرے اور کہے ﴿اللھم لبیک بحجتہ وعمرۃ﴾ (۵) تا کہ دونوں کا احرام دفعتہً ہو جائے حج کے اعمال بجا لائے گا تو عمرہ بھی اس میں داخل ہوگا جیسے غسل میں وضو داخل ہوتا ہے جو شخص ایسا کرے گا ایک بکرا اس پر واجب ہوگا لیکن مکہ معظمہ کے رہنے والے پر واجب نہ ہوگا اس واسطے کہ اسے میقات سے احرام باندھنا واجب نہیں اس کے احرام کی جگہ مکہ معظمہ ہے جو شخص قران کرے وہ اگر عرفات پر ٹھہرنے کے پہلے طواف اور سعی کرے گا تو سعی حج اور عمر میں محسوب ہوگی لیکن عرفات پر ٹھہرنے کے بعد طواف کا اعادہ کرنا چاہئے اس واسطے کہ طواف رکن کی شرط یہ ہے کہ عرفات پر ٹھہرنے کے بعد ہو تمتع سے یہ مراد ہے کہ جب میقات کو پہنچے عمرہ کا احرام باندھے اور مکہ معظمہ میں تحلیل (۶) کرے تا کہ قید احرام میں نہ ہو

تب حج کے وقت بھی مکے میں حج کا احرام باندھے اور اس پر ایک بکرا واجب ہوگا اگر نہ ہو سکے تو عید الاضحیٰ کے پہلے تین روزے متواتر خواہ متفرق رکھے اور وطن پہنچ کر سات روزے اور رکھے اور قران میں اگر بکرا نہ ہو سکے تو بھی اسی طرح دس روزے رکھے تمتع کی قربانی اسی شخص پر لازم آتی ہے جس نے عمرہ کا احرام شوال یا ذیقعدہ یا ذی الحج کے عشرہ میں کیا ہو یا حج کو زحمت کیا ہو اور حج کا احرام اپنے میقات سے نہ باندھا ہو تو اگر وہ مکہ معظمہ کا رہنے والا ہے یا مسافر ہے اور حج کے وقت میقات کو گیا یا اتنی مسافت پر گیا تو اس پر بکرا نہ واجب ہوگا حج میں چھ چیزیں منع ہیں ایک لباس پہننا کہ احرام میں پیراہن اور ازار اور پگڑی نہ چاہئے بلکہ تہبند اور چادر اور نعلین چاہئے اگر نعلین نہ ہو تو کفش درست ہے اگر تہبند نہ ہو تو ازار درست ہے ہفت اندام کو تہبند سے ڈھانپنا چاہئے مگر سر کھلا رہے اور عورت کو عادت کے موافق لباس پہننا درست ہے لیکن منہ نہ بند کرنا چاہئے اگر محمل یا سائبان میں ہو تو درست ہے دوسرے خوشبو لگانا اگر خوشبو استعمال کی یا لباس پہنا تو ایک بکرا واجب ہوگا تیسرے بال منڈوانا ناخن کٹوانا اگر ایسا کیا تو ایک بکرا واجب ہوگا حمام جانا فصد کھلوانا پچھنے لگوانا اس طرح بال کھولنا کہ اکھڑ نہ جائے درست ہے چوتھے جماع کرنا اگر جماع کرے گا تو ایک اونٹ یا ایک گائے یا سات بکرے واجب ہوں گے اور حج فاسد ہو جائے گا قضا واجب آئے گی لیکن اگر پہلے تحلل کے بعد جماع کیا تو ایک اونٹ واجب ہوگا اور حج فاسد نہ ہوگا۔ پانچویں مجامعت کے مقدمات مثلاً مساس کرنا بوسہ لینا نہ چاہئے اور جو چیز عورت و مرد کے باہم مس کرنے میں ناقص طہارت ہو اس میں اور عورت سے حظ اٹھانے میں ایک بکرا واجب ہوتا ہے احرام میں نکاح کرنا نہ چاہئے اگر کرے گا تو درست نہ ہوگا اسی وجہ سے نکاح کرنے میں بکرا وغیرہ کچھ لازم نہیں آتا چھٹے شکار کرنا نہ چاہئے لیکن دریائی شکار درست ہے اگر خشکی میں شکار کیا تو اس کے مثل بکرا گائے اونٹ جس بہتر جانور سے وہ شکار مشابہ ہو واجب آئے گا۔

حج کی کیفیت کا بیان

اے عزیز جان تو کہ اول سے آخر تک ارکان حج کی کیفیت ترتیب وار جاننا چاہئے طریقہ مسنون کے موافق فرائض سنتیں آداب ملے جلے پہچاننا چاہئے کہ جو کوئی عادت کی طرح عبادت کرے گا فرائض سنن آداب اس کے نزدیک برابر ہوں گے کیونکہ آدمی مقام محبت میں نوافل وسنت سے پہنچتا ہے جیسا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ فرائض ادا کرنے سے بندوں کو میرے ساتھ بڑا تقرب حاصل ہوتا ہے اور جو بندہ ہوگا وہ بذریعہ نوافل وسنن میرا تقرب حاصل کرنے سے کبھی نہ آسودہ ہوگا یہاں تک کہ اس مرتبے کو پہنچ جائے کہ اس کے کان آنکھ ہاتھ پاؤں میں ہو جاؤں مجھ ہی سے سنے مجھ ہی سے دیکھے مجھ ہی سے لے مجھ ہی سے کہے تو عبادت کے سنن و آداب بجالانا ضروری ہے اور ہر جگہ آداب کا لحاظ رکھنا چاہئے۔

اول سامان سفر اور راہ کے آداب میں

چاہئے کہ قصد حج سے پہلے توبہ کرے لوگوں کی داد دے قرض ادا کرے زن و فرزند اور جس جس کا نفقہ اس کے ذمہ ہے ان سب کا نفقہ ادا کرے وصیت نامہ لکھے اور حلال کی کمائی سے زاد راہ لے جس میں شبہ ہو اس مال سے پرہیز کرے اس واسطے کہ اگر شبہ کا مال خرچ کر کے حج کرے گا تو خوف ہے کہ حج قبول نہ ہو اور اتنا مال اپنے ساتھ لے کہ فقیروں سے راہ میں سلوک کر سکے اور گھر سے نکلنے سے پہلے سلامتی راہ کے واسطے کچھ صدقہ دے قوی اور تیز جانور کرائے کو لے اور جو کچھ اسباب لے جانا چاہتا ہے کرایہ لینے والے کو دکھا دے تا کہ اس کی ناخوشی نہ ہو اور رفیق صالح تجربہ کار سفر کے امور میں ہوشیار پیدا کرے کہ دین کی مصلحتوں اور راہ کی اونچ نیچ میں اس کا مددگار ہو دوستوں کو وداع کرے اور ان سے دعائے خیر کا

خواستگار ہو اور ہر ایک سے کہے ﴿ استودع اللہ دینک و امانتک و خواتم عملک ﴾ (۷) اور یہ لوگ اسے یوں جواب دیں ﴿ فی حفظ اللہ و کنفہ وزودک اللہ التقوی وجنبک تردی وغفر ذنبک و وجھک للخیر اینما توجھت ﴾ (۸) اور جب گھر سے نکلنے لگے تو دو رکعت نماز پڑھ لے پہلی رکعت میں ﴿ قل یا ایھا الکافرون ﴾ اور دوسری میں ﴿ قل ھو اللہ ﴾ سورۂ فاتحہ کے بعد پڑھے اور اخیر میں یوں کہے ﴿ اللھم انت الصاحب فی السفر وانت الخلیفتہ فی الاھل والولد والمال احفظنا وایاھم من کل افتہ اللھم انا نسئلک فی مسیر ناھذا البر و التقوی و من العمل ماترضی ﴾ (۹) اور جب گھر کے دروازے پر پہنچے تو یہ کہے ﴿ بسم اللہ توکلت علی اللہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ اللھم بک انتشرت و علیک توکلت وبک اعتصمت والیک توجھت اللھم زودنی التقوی واغفرلی ذنبی و وجھنی للخیر اینما توجھت ﴾ (۱۰) اور جب سواری پر سوار ہو تو کہے ﴿ بسم اللہ وباللہ واللہ اکبر سبحان الذی سخرلنا ھذا و ماکنالہ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون ﴾ (۱۱) اور راہ بھر قرآن پڑھے اور ذکر الٰہی میں مشغول رہے جب بلندی پر گذرے تو کہے ﴿ اللھم لک الشرف علی کل شرف ولک الحمد علی کل حال ﴾ (۱۲) اگر راہ میں کچھ خوف ہو تو پوری آیۃ الکرسی اور شہد اللہ تمام آیہ اور قل ھو اللہ اور قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس پڑھے۔

احرام باندھنے اور مکہ شریف میں داخل ہونے کے آداب

جب میقات میں پہنچے اور قافلہ وہاں احرام باندھے تو اول غسل کرے اور بال

اور ناخن کاٹے جیسا جمعہ کو کرتے ہیں اور سئے ہوئے کپڑے اتار ڈالے سفید چادر اور تہبند باندھ لے اور احرام سے پہلے خوشبو کا استعمال کرے اور جب چلنے کو کھڑا ہو تو اونٹ کو اٹھائے اور روبراہ ہو اور حج کی نیت کرے اور زبان و دل سے یہ کہے ﴿ لبیک اللھم لبیک لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد و النعمتہ لک و الملک لاشریک لک ﴾ (۱۳) اور جہاں کہیں چڑھائی یا اتار ہو یا قافلہ کثرت سے اکٹھا ہو تو ان ہی کلمات کو با آواز کہتا رہے جب کعبہ شریف کے قریب پہنچے تو غسل کرے اور حج میں نو سبب سے غسل کرنا سنت ہے احرام، دخول مکہ، طواف زیارت وقوف عرفہ، مقام مزدلفہ اور تین غسل پتھر پھینکنے کے واسطے تین جمروں میں اور طواف وداع لیکن جمرۃ العقبہ میں سنگ اندازی کے واسطے غسل نہیں ہے جب غسل کر کے مکہ معظمہ میں جائے اور بیت اللہ پر نگاہ پڑے تو گو ابھی شہر میں ہو مگر فوراً یہ کہے ﴿ لاالہ الا اللہ و اللہ اکبر اللھم انت السلام و منک السلام و دارک دارالسلام تبارکت یاذا الجلال و الاکرام اللھم ھذا بیتک عظمتہ وشرفتہ و کرمتہ اللھم فردہ تعظیما وزدہ تشریفا وتکریما وزرہ مھابہ وزدمن حجہ براو کرامہ اللھم افتح لی ابواب رحمتک وادخلنی جنتک واعذ نی من الشیطان الرجیم ﴾ (۱۴) پھر بنی شیبہ کے دروازے سے مسجد میں داخل ہو اور حجر اسود کو قصد کرے اور بوسہ دے اگر اژدہام کے سبب سے بوسہ نہ دے سکے تو اس کی طرف ہاتھ بڑھا کر یوں کہے ﴿ اللھم امانتی ادیتھا ومیثا فی تعاھد تہ اشھدلی بالموافات ﴾ (۱۵) پھر طواف میں مشغول ہو۔

طواف کے آداب:

اے عزیز جان تو کہ طواف نماز کے مانند ہے بدن اور کپڑوں کی پاکی اور ستر عورت اس میں شرط ہے لیکن بات کرنا درست ہے پہلے سنت اضطباع ادا کرے

اصطباغ اسے کہتے ہیں کہ تہبند کا بیچ داہنے ہاتھ کے نیچے کر کے اس کے دونوں کنارے بائیں کاندھے پر ڈالے اور بیت اللہ کو پہلو کی جانب کر کے اس طرح حجر اسود سے طواف شروع کرے کہ اس میں اور بیت اللہ میں تین قدم سے کم فاصلہ نہ رہے تا کہ پاؤں فرش اور پردہ پر نہ پڑے کہ وہ خانہ کعبہ کی حد میں ہے اور طواف جب شروع کرے تو یوں کہے ﴿ اللھم ایمانا وتصدیقا بکتابک ووفاء بعھدک واتباعا لسنتہ نبیک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾ (۱۶) اور جب خانہ کعبہ کے دروازے پر پہنچے تو یوں کہے ﴿ اللھم ھذا البیت بیتک وھذ الحرم حرمک وھذا الامن امنک وھذا مقام العائذ بک من النار﴾ (۱۷) اور جب رکن عراقی پر پہنچے تو یوں کہے ﴿ اللھم انی اعوذبک من الشک والشرک والکفر والنفاق والشقاق وسوء الاخلاق وسوء المنظر فی الاھل والمال والولد﴾ (۱۸) اور جب پرنالے کے نیچے پہنچے تو یوں کہے ﴿ اللھم اظلنی تحت عرشک یوم لاظل الاظل عرشک اللھم اسقنی بکاس محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شربہ لہ اظماء بعدہ ابدا﴾ (۱۹) اور جب رکن شامی کو پہنچے تو یوں کہے ﴿ اللھم اجعلہ حجا مبرورا وسعیا مشکورا وذنبا مغفوروتجارۃ لن تبوریا عزیز یا غفور اغفرو ارحم وتجاوز عماتعلم انک انت الاعز الاکرم﴾ (۲۰) اور جب رکن یمانی کو پہنچے تو یوں کہے ﴿اللھم انی اعوذبک من الکفرواعوذبک من الفقرومن عذاب القبرومن فتنتہ المحیاء و الممات و اعوذبک من الحزی فی الدنیا والاخرۃ﴾ (۲۱) اس رکن اور حجر اسود کے درمیان میں یوں کہے ﴿ اللھم ربنا اتنا فی الدنیا حسنتہ و فی الاخرۃ حسنتہ وقنا برحمتک عذاب القبر وعذاب النار﴾ (۲۲) اسی طرح سات بار طواف کرے اور ہر بار یہی

دعائیں پڑھے ہر گردش کو ایک شوط کہتے ہیں تین شوط میں جلدی اور نشاط کے ساتھ چلے اگر خانہ کعبہ کے پاس ازدہام ہو تو دور سے طواف کرے تا کہ جلد جلد چل سکے اور اخیر کے چار شوط میں آہستہ آہستہ چلے اور ہر بار حجر اسود کو بوسہ دے اور رکن یمانی پر ہاتھ پھیرے اور بھیڑ کے سبب سے اگر ہاتھ نہ پھیر سکے تو ہاتھ سے اشارہ کرے جب ساتوں شوط تمام ہو جائیں تو بیت اللہ اور حجر اسود کے درمیان میں کھڑا ہو رہے پیٹ اور سینہ اور داہنا رخسار کعبہ شریف کی دیوار سے لگا دے اور دونوں ہتھیلیاں دیوار پر رکھ کر اس پر سر رکھے یا کعبہ شریف کی آستان پر رکھے اس مقام کو ملتزم کہتے ہیں اور اس جگہ دعا مستجاب ہوتی ہے یوں دعا مانگے ﴿ اللھم یارب البیت العتیق اعتق رقبتی من النار و اعذنی من کل سوء وقنعنی بمار زقتنی و بارک فیما اتیتنی ﴾ (۲۳) اس وقت درود پڑھے اور استغفار کرے اور مراد مانگے پھر مقام کے سامنے کھڑا ہو کر دو رکعت نماز پڑھے اس کو دوگانہ طواف کہتے ہیں اسی سے طواف کی تمامی ہوتی ہے پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور قل یا دوسری میں الحمد اور قل ہو اللہ پڑھے نماز کے بعد دعا مانگے اور جب تک ساتوں شوط نہ پھرے گا ایک طواف نہ تمام ہوگا ساتوں بار یہی دوگانہ پڑھے اس کے بعد حجر اسود کے پاس جا کر بوسہ دے کر ختم کرے اور سعی میں مشغول ہو۔

سعی کے آداب کا بیان

چاہئے کہ صفا نامی جو پہاڑ ہے اس کی طرف جائے اور اتنی سیڑھیوں پر چڑھے کہ کعبہ شریف نظر آئے پھر کعبہ شریف کی طرف متوجہ ہو کر کہے ﴿ لاالہ الااللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو حی لایموت بیدہ الخیر وھو علی کل شئی قدیر لااله الااللہ وحدہ وصدق وعدہ و نشر عبدہ واعزجندہ وھزم الاحزاب وحدہ لااله الااللہ مخلصین له الدین ولو کرہ الکافرون ﴾ (۲۴) اور دعا کرے اور جو

مراد رکھتا ہو مانگے پھر وہاں سے اترے اور سعی شروع کرے کوہ مروہ تک پہلے آہستہ آہستہ چلے اور کہے ﴿ رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم انک انت الاعز الاکرم اللھم ربنا اتنا فی الدنیا حسنتہ وفی الاخرۃ حسنتہ وقنا عذاب النار﴾ اور میل سبز جو مسجد کے کنارے ہے وہاں تک آہستہ آہستہ چلے اس کے آگے چھ گز کے قدر جلد جلد چلے یہاں تک کہ دوسرے میل کو پہنچے پھر آہستہ آہستہ چلنا شروع کرے یہاں تک کہ کوہ مروہ کو پہنچ جائے اس پر چڑھ کر کوہ صفا کی طرف منہ کرے اور وہی دعائیں جو اوپر مذکور ہوئی ہیں پڑھے یہ ایک بار ہوا جب صفا پر جائے گا تو دو بار ہوگا سات باریوں ہی کرے جب اس سے فراغت ہو تو طواف قدوم اور طواف سعی کرے یہ طواف حج میں سنت ہے اور وہ طواف جو رکن ہے وقوف عرفات کے بعد ہوگا اور سعی کرنے کے وقت طہارت سنت ہے اور طواف میں واجب اور سعی اسی قدر کافی ہے اس واسطے کہ وقوف عرفات کے بعد سعی کرنا شرط نہیں ہے لیکن طواف کے بعد ہونا چاہئے گو وہ طواف سنت ہو۔

وقوف عرفہ کے آداب

اے عزیز جان تو کہ اگر عرفہ کے دن اہل قافلہ عرفات کو پہنچیں تو طواف قدوم میں نہ مشغول ہوں اگر عرفہ کے دن سے پہلے پہنچیں تو طواف قدوم کریں ترویہ کے دن یعنی ذبیحہ کی آٹھویں تاریخ مکہ معظمہ سے نکل کر منیٰ میں شب باش ہوں دوسرے دن عرفات کو جائیں اور وقوف کا وقت عرفہ کے دن زوال کے بعد سے عید کی صبح روشن ہونے تک ہے اگر صبح کے بعد کوئی شخص پہنچے گا تو اس کا حج فوت ہوگا عرفہ کے دن غسل کرے اور ظہر کی نماز عصر کی نماز کے ساتھ پڑھے اور دعا میں مشغول ہو اور عرفہ کے دن روزہ نہ رکھے تا کہ قوت رہے اور خوب دعائیں مانگ سکے کہ حج سے اصل غرض یہی ہے کہ اس سعید و شریف وقت میں عزیزوں کے دل اور ہمتیں جمع ہوتی ہیں اور دعائیں قبول ہوتی ہیں اس وقت لا الہ الا اللہ سب ذکروں

سے بہتر ہے زوال کے وقت سے شام تک تضرع اور زاری اور استغفار اور توبہ نصوح اور گناہان سابق کا عذر اور استغفار کرنا چاہئے اس وقت کے پڑھنے کی دعائیں بہت ہیں ان کا لکھنا موجب طوالت ہے کتاب احیاء العلوم میں مذکور ہیں اس میں سے یاد کرنا چاہئے پھر جو دعا یاد ہو اسے پڑھے کہ سب ادعیہ ماثورہ اس وقت پڑھنا بہتر ہے اگر یاد نہیں کر سکتا تو دیکھ کر پڑھے یا اور کوئی پڑھے اور وہ آمین کہے اور غروب آفتاب کے پہلے حدود عرفات سے نہ نکلے۔

باقی اعمال حج کے آداب

عرفات کے بعد مزدلفہ میں جائے اور غسل کرے اس واسطے کہ مزدلفہ حرم میں داخل ہے اور مغرب کی نماز میں دیر کر کے نماز عشا کے ساتھ ملا کر ایک اذان اور اقامت سے پڑھے اگر ممکن ہو تو اس شب کو مزدلفہ میں شب بیداری کرے کہ یہ رات بزرگ ہے اور یہاں شب کو مقام کرنا منجملہ عبادات ہے اور جو کوئی یہاں پر مقام نہ کرے گا اسے ایک بکرا ذبح کرنا ہوگا اور منا میں پھینکنے کے واسطے وہاں سے ستر پتھر اٹھالے کہ ایسے پتھر وہاں بہت ہوتے ہیں پچھلی رات کو منا کا قصد کرے اور فجر کی نماز اول وقت پڑھے اور جب مزدلفہ کے اخیر میں جسے مشعر الحرام کہتے ہیں پہنچے تو اجالا ہونے تک ٹھہرے اور دعا مانگتا رہے پھر وہاں سے اس مقام پر پہنچے گا جس کو وادی محسر کہتے ہیں جانور کو تیز ہانکے اگر پیادہ ہو تو خود جلد چلے یہاں تک کہ وہ میدان طے ہو جائے یہی سنت ہے پھر صبح عید کو کبھی اللہ اکبر کہے کبھی لبیک جب تک کہ اس بلندی پر پہنچے جسے جمرات کہتے ہیں اور اس سے گذر کر اس بلندی پر پہنچے جو قبلہ رو ہونے سے راستے کے داہنے پر واقع ہے اسے جمرۃ العقبہ کہتے ہیں جب آفتاب ایک نیزہ بلند ہو سات پتھر اس جمرہ میں پھینکے اور قبلہ کی طرف منہ رکھنا اولیٰ ہے یہاں لبیک کے بدلے اللہ اکبر کہے اور پتھر پھینکتے وقت یہ کہے ﴿ اللھم تصدیقا بکتابک اتباعا لسنتہ نبیک ﴾ (۲۵) جب فراغت حاصل ہو تو

لبیک اور اللہ اکبر کہنا موقوف کرے مگر ایام تشریق کے آخری روز کی صبح تک فرض نمازوں کے بعد کہا کرے اور وہ دن عید کے روز سے چوتھا دن ہے پھر اپنی فرودگاہ کو جا کر دعا میں مشغول ہو پھر اگر کرنا ہے تو قربانی کرے اور اس کی شرطیں لحاظ رکھے اس وقت بال منڈوائے جب سنگ اندازی اور موتراشی اس دن کر چکا تو ایک تحلل اسے حاصل ہوا اور ممنوعات احرام مباح ہو گئے مگر جماع اور شکار۔ پھر مکہ معظمہ کو جا کر طواف رکن کرے عید کی آدھی رات گئے کے بعد سے اس طواف کا وقت آتا ہے مگر عید کے دن کرنا اولیٰ ہے اور اس طواف کے وقت کی انتہا نہیں مقرر ہے بلکہ جتنی تاخیر کرے گا فوت نہ ہوگا لیکن دوسرا تحلل حاصل نہ ہوگا اور جماع کرنا حرام رہے گا جب یہ طواف بھی اسی طرح جس طرح ہم نے طواف قدوم بیان کیا تمام ہوگا تو حج کا اختتام ہوگا جماع اور شکار کرنا بھی حلال ہو جائے گا۔ اگر سعی پہلے ہی کر چکا ہے تو پھر نہ کرے ورنہ سعی رکن اس طواف کے بعد کرے اور جب پتھر مار چکا بال منڈا چکا طواف کر چکا تو حج تمام ہو گیا اور احرام سے باہر ہو گیا لیکن ایام تشریق میں پتھر پھینکنا اور منیٰ میں شب باش ہونا زوال احرام کے بعد ہوتا ہے جب طواف اور سعی سے فارغ ہوا تو عید کے دن منا میں پھر آئے اور وہاں شب باش ہو کہ یہ واجب ہے اور دوسرے دن آفتاب ڈھلنے سے پہلے پتھر پھینکنے کے واسطے غسل کرے اور پہلے جمرہ میں جو عرفات کی طرف ہے سات پتھر پھینکے اور اس وقت قبلہ رو کھڑا رہے اور سورۂ بقر کے قدر دعا مانگے پھر سات پتھر درمیان کے جمرہ میں پھینکے اور دعا کرے پھر سات پتھر جمرۃ العقبہ میں پھینکے اور اس رات کو منا میں مقام کرے پھر عید کے تیسرے دن بھی اسی ترتیب سے اکیس پتھر ان تینوں جمروں میں پھینکے اگر چاہے تو اسی پر اقتصار کر کے مکہ معظمہ کو جائے اگر غروب آفتاب تک ٹھہرے گا تو اس رات کو مقام بھی واجب ہو جائے گا اور دوسرے دن پتھر پھینکنا بھی حج کا تمام بیان یہی ہے جو مذکور ہوا۔

عمرہ کا بیان

جب عمرہ لانا چاہے تو غسل کرکے احرام کے کپڑے جیسے حج میں پہنتے ہیں پہنے اور مکہ معظمہ سے نکل کر عمرہ کے میقات تک جائے اور وہ جعرانہ اور تنعیم اور حدیبیہ ہے اور عمرہ کی نیت کرے اور کہے ﴿ لبیک بعمرۃ ﴾ (۲۶) اور مسجد عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں جا کر دو رکعت نماز پڑھے پھر مکہ معظمہ کو آئے اور راہ میں لبیک کہے مسجد میں جب داخل ہو تو لبیک کہنا موقوف کرے اور طواف اور سعی کرے جس طرح حج میں مذکور ہوا پھر بال منڈائے عمرہ اس سے تمام ہوگا عمرہ سال بھر کر سکتے ہیں جو کوئی مکہ معظمہ میں رہے اسے چاہئے کہ جس قدر ہو سکیں عمرے لائے ورنہ طواف کرے یہ بھی نہ ہو سکے تو بیت اللہ کو دیکھا کرے جب خانہ کعبہ کے دروازے کے اندر جائے تو چاہئے کہ دو ستونوں کے درمیان میں نماز پڑھے اور ننگے پاؤں بہت تعظیم اور تکریم کے ساتھ اندر جائے اور آب زمزم پیٹ بھر کر پئے جس نیت سے پئے گا شفا حاصل ہوگی اور کہے ﴿ اللھم اجعلہ شفاء من کل سقم وارزقنی الاخلاص والیقین والمعافاۃ فی الدنیا والاخرۃ ﴾ (۲۷)

طواف وداع کا بیان

جب مراجعت کا قصد کرے تو پہلے اسباب باندھے اور سب کاموں کے بعد بیت اللہ کو رخصت کرے یعنی سات بار طواف وداع کرے اور دو رکعت نماز پڑھے جیسا طواف کے حال میں اول ذکر ہوا اس طواف میں اضطباغ اور جلدی چلنا کچھ ضرور نہیں پھر ملتزم میں جا کر دعا کرے اور کعبہ شریف کو دیکھتا ہوا الٹے پاؤں پھرے یہاں تک کہ مسجد کے باہر ہو جائے۔

مدینہ منورہ کی زیارت کا بیان

تب مدینہ منورہ کو جائے اس واسطے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جوکوئی میری وفات کے بعد میری زیارت کرے گا اس نے گویا میری حیات میں میری زیارت کی اور فرمایا ہے کہ جوکوئی مدینہ میں آئے اور زیارت کے سوا اور کوئی اس کی غرض نہ ہو تو حق تعالیٰ کے نزدیک اس کا حق ثابت ہو جاتا ہے مجھے اس کا شفیع کرے گا مدینہ منورہ کے راستے میں درود شریف بہت کثرت سے پڑھے اور جب مدینہ منورہ کی دیوار سراپا انوار پر نظر پڑے تو کہے ﴿ اللھم ھذا حرم رسولک فاجعلہ لی وقایتہ من النار و امانامن العذاب وسوء الحساب ﴾ (۲۸) پہلے غسل کرے بعدہ مدینہ منورہ میں داخل ہو خوشبو اور سپید پاکیزہ کپڑے پہنے جب اندر داخل ہو تو فروتنی اور توقیر کے ساتھ رہے اور یوں کہے ﴿ اللھم ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطاناً نصیرا ﴾ (۲۹) پھر مسجد نبوی میں جا کر منبر کے نیچے دو رکعت نماز اس انداز سے پڑھے کہ منبر کا عمود اس کے داہنے کاندھے کے مقابل ہو اس واسطے کہ وہ جناب سرور کائنات کا موقف اور مقام تھا پھر زیارت کا قصد کرے اور مشہد اقدس کی طرف متوجہ ہو اور منہ پھیرے اور پشت قبلہ ہو جائے دیوار سراپا انوار پر ہاتھ رکھ کر بوسہ دینا سنت نہیں ہے بلکہ دور رہنے میں بڑی تعظیم ہے پھر کہے ﴿ السلام علیک یارسول اللہ السلام علیک یا نبی اللہ السلام علیک یا حبیب اللہ السلام علیک یا صفی اللہ السلام علیک یا سیدو لدادم السلام علیک یاسید المرسلین وخاتم النبیین و رسول رب العالمین السلام علیک وعلی الک واصحابک الطاھرین وازواجک الطاھرات امھات المومنین جزاک اللہ عنا افضل ماجزی نبیا عن امیتہ وصلی علیک کل ماذکرک الذاکرون و غفل عنک الغافلون ﴾ (۳۰) اگر کسی نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام

پہنچانے کی وصیت کی ہو تو یوں کہے ﴿ السلام علیک یا رسول اللہ من فلان السلام علیک یارسول اللہ من فلان ﴾ (۳۱) پھر تھوڑا سا آگے بڑھ کر امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر سلام کرے اور کہے ﴿ السلام علیکما یاوزیری رسول اللہ و المعاونین لہ علی القیام بالدین مادام حیا و القائمین بعدہ فی امتہ بامور الدین تتبعان فی ذلک اثارہ تعملان بسنتہ فجزاکما اللہ خیر ماجزی وزراء نبی علی دینہ ﴾ (۳۲) پھر وہاں کھڑے کھڑے جتنی دعا مانگی جائے مانگے پھر وہاں سے نکل کر بقیع کے قبرستان کو جائے بزرگواروں اور حضرت ﷺ کے یاروں کی زیارت کرے جب مدینہ منورہ سے مراجعت کرنے لگے تو جناب محبوب رب العالمین کی زیارت سراپا بشارت سے سعادت کونین حاصل کر کے رخصت اور وداع کرے۔

حج کے اسرار کا بیان

اے عزیز جان تو کہ یہ جو کچھ بیان ہوا حج کے ارکان اور اعمال کی صورت ہے ان میں سے ہر ایک رکن میں سر ہے اور ہر ایک کی ایک حقیقت ہے عبرت اور یاد آوری امور آخرت اس سے اصل مقصود ہے حقیقت امر یہ ہے کہ آدمی اس طرح پر مخلوق ہوا ہے کہ جب تک اپنا اختیار اپنے پروردگار کے سپرد نہ کرے کمال سعادت کو پہنچنا محال اور مفقود ہے جیسا عنوان مسلمانی میں مذکور ہو چکا آغاز کتاب میں مذکور ہو چکا خواہش کی اطاعت اس کے واسطے موجب ہلاکت ہے جب تک اپنے اختیار میں ہے اس کا کوئی فعل حکم شرع سے نہیں بلکہ خواہش کی متابعت سے ہے اور اس کا کوئی کام بندہ وار نہیں اور بندگی کے سوا اور کسی امر میں اس کے لئے سعادت و وقار نہیں اسی واسطے تھا کہ حق تعالیٰ نے سابق کی ملتوں میں ہر امت کو رہبانیت اور سیاحت کا حکم فرمایا یہاں تک کہ عبادت کرنے والے آبادی سے نکل جاتے خلق

سے انقطاع صحبت کرتے اور پہاڑوں پر جا کر تمام عمر مجاہدہ اور ریاضت کرتے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ہمارے دین میں سیاحت اور رہبانیت نہیں ہے آپ نے فرمایا اس کے عوض ہم کو جہاد اور حج کرنے کا حکم ہے تو حق تعالیٰ نے رہبانیت کے بدلے اس امت کو حج کا حکم فرمایا کہ اس میں مجاہدہ کا مطلب بھی حاصل ہے اور عبرتیں بھی موجود ہیں کہ حق تعالیٰ نے کعبہ شریف کو بزرگی عنایت فرمائی اور اپنی طرف منسوب کیا اور اس کو بادشاہوں کے در دولت کے مثل بنایا اطراف و جوانب کا اس کو حرم ٹھہرایا اس کی تعظیم اور عزت کے واسطے وہاں کے شکار اور اشجار کو حرام کر دیا اور عرفات کو در دولت سلطانی کے جلو خانے کے مثل حرم کے سامنے بنایا تا کہ سب طرف سے تمام عالم بیت اللہ کا قصد کرے حالانکہ معلوم ہے کہ خدا تعالیٰ مکان اور خانہ کعبہ میں رہنے سے منزہ اور پاک ہے لیکن آدمی کو جب شوق بغایت اور آرزو بے نہایت ہو تو جو چیز دوست کی طرف منسوب ہوتی ہے وہ بھی جان و دل سے مطلوب اور مرغوب ہوتی ہے تو مسلمانوں نے اس اشتیاق میں اپنے اپنے اہل و عیال وطن و مال چھوڑ دیے اور جنگلوں کے خوف و خطر گوارا کیے غلاموں اور بندوں کی طرح دوست برحق اور مالک مطلق کے آستانہ کا قصد کیا اور اس عبادت میں ان کو ایسے کاموں کا حکم ہوا جو عقل میں نہیں آ سکتے جیسے پتھر پھینکنا اور صفا مروہ میں دوڑنا یہ اس واسطے ہوا کہ جو کچھ عقل میں آ سکتا ہے نفس کو بھی اس کے ساتھ کچھ انس ہوتا ہے اس واسطے کہ اس کام کو اور اس کی وجہ کو جانتا ہے مثلاً جانتا ہے کہ زکوٰۃ دینے میں محتاجوں کی مددگاری اور مدارات ہے اور نماز میں معبود حقیقی کے سامنے فروتنی اور روزہ میں لشکر شیطان کی شکست ہے ممکن ہے کہ آدمی کی طبیعت عقل کے موافق حرکت کرے اور کمال بندگی یہ ہے کہ محض حکم مالک سے بندہ کام کرے اور اس کے باطن میں اس کام کا خواستگار کوئی نہ ہو پتھر پھینکنا اور دوڑنا اسی قبیل سے ہے کہ سوا بندگی کے اور کسی وجہ سے آدمی

نہیں کرسکتا اور اسی واسطے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے بالتخصیص حج کی شان میں زبان فیض ترجمان پر آیا ہے ﴿لبیک لحجتہ حقاً تعبداً اورقاً﴾ عبودیت اور بندگی آپ نے اسی کا نام رکھا اور بعضے لوگ جو حیران ہیں کہ حج کے اعمال سے کیا مقصد اور مراد ہے یہ حیرانی ان کی غفلت کے باعث سے ہے حقیقت حال سے وہ بیخبر ہیں کہ بے مطلبی اس کا مطلب ہے اور بے غرضی اس سے غرض ہے تا کہ بندگی اس سے ظاہر ہو اور بندہ کی نظر محض حکم مالک پر ہو اس میں کسی طرح طبیعت اور عقل کا دخل نہ ہوتا کہ آدمی اپنے تئیں باقی مطلق میں بالکل فنا کر دے کہ نیستی اور بے نصیبی ہی آدمی کی سعادت ہے تا کہ اس سے حق اور فرمان حق کے سوا اور کچھ باقی نہ رہے۔

حج کی عبرتیں

یہ ہیں کہ اس سفر کو ایک وجہ سے سفر آخرت کے مانند بنایا ہے اس واسطے کہ اس سفر سے خانہ مقصود ہے اور اس سفر سے صاحب خانہ تو اس سفر کے حالات اور مقدمات سے اس سفر کا احوال یاد کرنا چاہئے جب اپنے اہل وعیال اور دوست و احباب کو آدمی وداع کرے تو سمجھے کہ یہ رخصت اس رخصت کے مانند ہے جو سکرات موت میں ہوگی اور اس سفر سے پہلے تمام علائق سے فارغ البال ہو کر آدمی نکلتا ہے اسی طرح آخر عمر میں بھی چاہئے کہ تمام دنیا سے دل کو خالی کرے ورنہ سفر آخرت اسے دوبھر ہو جائے گا اور جب سب طرح اس سفر کا توشہ اور ہر قسم کا زاد راہ مہیا کرتا ہے اور ہوشیار رہتا ہے اور سب احتیاطیں کرتا ہے کہ جنگل بیابان میں کہیں بے سامان نہ ہو جائے تو خیال کرنا چاہئے کہ میدان حشر بہت بڑا اور ہولناک ہے اور وہاں توشہ اور زاد آخرت کی بڑی احتیاج ہے اور جب اس سفر میں بہت جلد خراب ہو جانے والی چیز ساتھ نہیں لیتا کہ جانتا ہے یہ میرا ساتھ نہ دے گی اور توشہ اور زاد راہ کے لائق نہیں اسی طرح جس عبادت میں کہ ریا اور قصور کو دخل ہو وہ زاد آخرت کے

لائق نہیں اور جب جمازہ یعنی سواری پر بیٹھے تو چاہئے کہ جنازہ کو یاد کرے اس واسطے کہ یقیناً جانتا ہے کہ سفر آخرت میں بھی سواری ہوگی اور ممکن ہے کہ جمازہ سے اترنے نہ پائے اور وقت جنازہ آ جائے اور چاہئے کہ یہ سفر حج ایسا ہو کہ زاد سفر آخرت ہو سکے اور جب احرام کے کپڑے مہیا کرے کہ نزدیک پہنچتے ہی روزمرہ کے کپڑے اتار کر انہیں پہنے گا اور وہ سفید دو چادریں ہیں تو چاہئے کہ کفن کو یاد کرے کہ وہ بھی دنیا کے لباس کے خلاف ہے اور جب پہاڑ کی گھاٹیاں اور جنگل کے خطرے دیکھے تو منکر نکیر اور قبر کے سانپ بچھو کو یاد کرے کہ قبر سے میدان حشر تک بہت بڑا جنگل ہے اور اس میں بہت سی گھاٹیاں ہیں اور جس طرح بے رہبر کے جنگل کی آفتوں سے بچنا ممکن نہیں اسی طرح عبادت کے بغیر قبر کے ہولوں سے بچنا ممکن نہیں اور جیسے جنگل میں اہل وعیال دوست آشنا سے چھوٹ کر تنہا ہوتا ہے قبر میں بھی اسی طرح اکیلا ہوگا اور جب لبیک کہنا شروع کرے تو جاننا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی ندا کا جواب ہے اور قیامت کے دن اسے اسی طرح ندا پہنچے گی اس ہول کو خیال کرے اور اس ندا کے خطر میں ڈوبا رہے علی ابن الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا چہرہ احرام کے وقت زرد ہو جاتا تھا اور بدن میں لرزہ پڑ جاتا تھا اور لبیک نہ کہہ سکتے تھے لوگوں نے کہا آپ لبیک کیوں نہیں کہتے فرمایا کہ میں ڈرتا ہوں کہ لبیک کہوں اور لالبیک ولاسعدیک جواب آئے اتنا کہا اور اونٹ پر سے بیہوش ہو کر گر پڑے اور ابن الحواری جو حضرت ابوسلیمان دارانی کے مرید تھے وہ حکایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوسلیمان نے اس وقت لبیک نہ کہا اور ایک میل چل کر آپ کو غش آ گیا جب ہوش آیا تو فرمایا حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی کی تھی کہ اپنی امت کے ظالموں سے کہہ دے کہ مجھے نہ یاد کریں اور میرا نام نہ لیں کہ جو مجھے یاد کرتا ہے میں اسے یاد کرتا ہوں اگر یاد کرنے والے ظالم ہیں تو میں انہیں لعنت کے ساتھ یاد کرتا ہوں اور کہا کہ میں نے سنا ہے کہ جو کوئی حج کا خرچ مال مشتبہ سے لیتا ہے اور لبیک

کہتا ہے اس کو جواب دیتے ہیں ﴿ لا لبیک و لا سعدیک حتیٰ تر د ما فی یدیک ﴾ (۳۳) اور طواف وسعی اس کے مشابہ ہیں جیسے غریب محتاج ناچار سلاطین کے در دولت پر جاتے ہیں اور محل کے گرد عرض حاجت کا موقع ڈھونڈھتے پھرتے ہیں اور جلو خانے میں آتے جاتے ہیں اور اپنا ساعی اور شفیع ڈھونڈھتے ہیں اور انہیں امید ہوتی ہے کہ شاید پادشاہ کی نگاہ ہم پر پڑ جائے اور ہمیں ایک نظر دیکھ لے صفا مروہ کے بیچ کا میدان جلو خانے سلطانی کے مانند ہے عرفات پر لوگوں کا کھڑا رہنا اور اطراف جہاں سے لوگوں کا مجتمع ہو کر آنا اور مختلف زبانوں میں دعائیں مانگنا عرصات قیامت کے مانند ہے وہاں بھی تمام عالم جمع ہوگا اور ہر ایک کو اپنی اپنی فکر ہو گی اور ہر شخص امید وبیم میں ہوگا کہ دیکھا چاہئے میں مقبول ہوں یا مردود اور پتھر مارنے سے ایک تو فقط اظہار بندگی بطور عبادت مقصود ہے دوسرے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے مشابہت ہے کہ وہاں پر ابلیس آپ کے سامنے آیا تھا کہ وسوسہ میں ڈالا آپ نے اس پر پتھر پھینکے تھے۔

اے عزیز اگر تیرے خیال میں یہ بات آئے کہ ابلیس حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دکھائی دیا تھا ہمیں نہیں دکھائی دیتا ہم بے فائدہ پتھر کیوں ماریں تو اس خطرہ کو وسوسہ شیطانی جان اور بے تامل پتھر مار کر شیطان کی پیٹھ توڑ کہ پتھر مارنے سے شیطان کی پیٹھ ٹوٹتی ہے اور تو بندہ فرمانبردار ہو جا جو حکم تجھے ہو بجالا اور اپنے تئیں بالکل خداوند کریم کی تصرف میں چھوڑ دے اور یہ جان لے کہ پتھر مارنے سے بیشک میں نے شیطان کو مقہور اور مغلوب کر لیا حج کی عبرتوں کا اس قدر بیان اس واسطے ہوا کہ اگر کوئی شخص اس راہ کو پہچانے گا تو جس قدر اس کا ذہن روشن اور شوق کامل اور سعی وکوشش بلیغ ہے اسی قدر یہ معنی اسے دکھائی دیں گے اور ہر امر میں حصہ اور نصیبہ پائے گا کہ روح عبادت یہی ہے اور یہ باتیں معلوم ہونے سے کاموں کی ظاہری صورت سے معنوں کی طرف بہت بڑھ جائے گا۔

۱ ایک میدان وسیع ہے مکہ معظمہ سے نو کوس کے فاصلہ پر۔

۲ مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان ایک موضع ہے۔

۳ مکہ معظمہ سے تین کوس اس طرف ایک موضع ہے۔

۴ مکہ معظمہ کے قریب ایک مقام ہے۔

۵ اے اللہ میں حاضر ہوں حج اور عمرہ کو۔

۶ احرام سے باہر آنا۔

۷ سپرد کرتا ہوں میں خدا کو تیرا دین اور تیری امانت اور تیرا انجام کار۔

۸ بیچ نگہبانی اللہ کے اور یاری میں اس کی توشہ دے تجھے خدا پرہیز گاری اور بچائے تجھے بلا کی سے اور بخشے گناہ تیرا اور متوجہ کرے تجھ کو واسطے نیکی کے جدھر توجہ کرے تو۔

۹ اے اللہ تو یار ہے سفر میں اور تو قائم مقام ہے گھر والوں اور اولاد اور مال میں بچا ہمیں اور انہیں ہر بلا سے اے اللہ مانگتا ہوں میں تجھ سے اپنے اس سفر میں فرمانبرداری اور پرہیز گاری اور وہ کام جس سے تو راضی ہو۔

۱۰ جاتا ہوں ساتھ نام اللہ کے بھروسا کیا میں نے اوپر خدا کے اور نہیں ہے پھرنا گناہ سے اور طاقت عبادت کی مگر اللہ کی مدد سے اے اللہ تیرے ہی نام کے ساتھ پراگندہ ہوا میں اور تجھی پر بھروسہ کیا میں نے اور تیرے ہی ساتھ چنگل مارا میں نے اے اللہ تو شہ دے مجھے پرہیز گاری اور بخش دے تو میرے واسطے میرا گناہ اور متوجہ کر تو مجھ کو نیکی کی طرف جدھر میں متوجہ ہوں۔

۱۱ سوار ہوتا ہوں میں ساتھ نام اللہ کے اور ساتھ اللہ کے اللہ بہت بڑا ہے پاک ہے وہ جس نے مسخر کر دیا واسطے ہمارے اسے اور نہیں ہیں ہم اس پر قدرت رکھنے والے بیشک ہم طرف پروردگار اپنے کے پھرنے والے ہیں۔

۱۲ اے اللہ واسطے تیرے بزرگی ہے سب بزرگوں پر اور واسطے تیرے شکر ہے ہر وقت۔

۱۳ حاضر ہوں میں اے اللہ حاضر ہوں میں حاضر ہوں میں نہیں ہے کوئی شریک تیرا حاضر ہوں میں بیشک سب تعریف اور نعمت تیرے واسطے ہے نہیں کوئی شریک ہے واسطے تیرے۔

۱۴ کوئی معبود نہیں ہے مگر اللہ اور اللہ بہت بڑا ہے اے اللہ تو سلام ہے اور تجھی سے سلامتی اور گھر تیرا گھر ہے سلامتی کا برکت والا ہے تو اے صاحب بزرگی اور بزرگی کے اے اللہ یہ گھر تیرا ہے عظمت دی تو نے اسے اور شرافت دی تو نے اس کو اور کرامت دی تو نے اس کو تیئں اے اللہ پھر زیادہ کرتو اس کی تعظیم اور زیادہ کرتو اس کی بندگی اور تکریم اور زیادہ کرتو اس کی عظمت اور زیادہ کرتو نیکی اور بزرگی اس شخص کی جس نے اس کا حج کیا اے اللہ کھول واسطے میرے دروازے اپنی رحمت کے اور داخل کرتو مجھ کو اپنی جنت میں اور پناہ دے تو مجھے شیطان مردود سے۔

۱۵ اے اللہ اپنی امانت میں نے ادا کی اور اپنا عہد وفا کیا تو میری حق گزاری کا گواہ رہ۔

۱۶ اے اللہ یہ طواف تیرے ایمان کے واسطے اور تیری کتاب کی تصدیق اور تیرے عہد کی وفا اور تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی اتباع کے لئے ہے۔

۱۷ اے اللہ یہ گھر تیرا گھر ہے اور یہ حرم تیرا حرم ہے اور یہ امن تیرا امن ہے اور یہ جگہ ہے اس کی جو پناہ لینے والا ہے ساتھ تیرے آگ سے۔

۱۸ اے اللہ پناہ مانگتا ہوں میں تجھ سے شک اور شرک اور نفاق اور دشمنی اور برے خلقوں سے اور بری نگاہ سے بیچ گھر والوں اور مال اور اولاد کے۔

۱۹ اے اللہ سایہ دے تو مجھے اپنے عرش کے نیچے جس دن کوئی سایہ نہ ہوگا مگر سایہ تیرے عرش کا اے اللہ پلا تو مجھے کاسہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسا شربت کہ پیا سا نہ ہوں میں پھر کبھی۔

۲۰ اے اللہ کرتو اس حج کو حج مقبول اور دوڑ دھوپ پسندیدہ اور گناہ بخشا ہو اور سوداگری جو ہرگز نہ پکڑے اے عزت والے اے بڑے بخشنے والے بخش دے تو اور رحم کرتو اور درگذر کرتو اس سے جو کچھ تو جانتا ہے بیشک تو بڑا عزت والا اور بڑا کریم ہے۔

۲۱ اے اللہ پناہ مانگتا ہوں میں تجھ سے کفر سے اور پناہ مانگتا ہوں میں تجھ سے محتاجی اور عذاب قبر سے اور فساد زندگی اور موت سے اور پناہ مانگتا ہوں میں رسوائی سے دنیا اور آخرت میں۔

۲۲ اے اللہ اے پروردگار ہمارے دے تو ہم کو دنیا میں نیکی اور آخرت میں نیکی اور بچا تو ہم کو بطفیل اپنی رحمت کے عذاب قبر اور عذاب دوزخ سے۔

کے سلام آپ پر اے سردار رسولوں کے اور ختم کرنے والے نبیوں کے اور رسول پروردگار تمام عالموں کے سلام آپ پر اور آپ کی اولاد پر اور آپ کے یاروں پر ایسے یار کہ پاک ہیں اور آپ کی ازواج مطہرات پر کہ ماں ہیں مسلمانوں کی جزا دے آپ کو اللہ ہماری طرف سے وہ جزا کہ جزا دی کسی نبی کو اس کی امت سے اور رحمت نازل کرے آپ پر اتنی جتنا یاد کرتے ہیں آپ کو یاد کرنے والے اور غافل ہیں آپ کی یاد سے غافل لوگ۔

۳۳ سلام آپ پر اے رسول اللہ کے فلانے آدمی کی طرف سے سلام آپ پر اے رسول اللہ کے فلانے آدمی کی طرف سے۔

۳۴ سلام تم پر اے دونوں وزیر رسول خدا کے اور ان کی یاری کرنے والے اوپر کھڑے ہونے کے دین پر جب تک وہ زندہ تھے اور قائم ہونے والے بعد ان کے ان کی امت میں دین کے کام کے ساتھ فرمانبرداری کی تم دونوں نے اس امر میں ان کے کاموں کی عمل کیا تم دونوں نے ان کی سنت پر پس جزا دے تم دونوں کو اللہ نیک اس جزا کی جو جزا دی ہو کسی نبی کے وزیروں کو جو اس کے دین پر تھے۔

۳۵ یعنی تیرا لبیک اور سعیک کہنا ناپسند ہے یہاں تک کہ رد کرے تو اس کو جو تیرے قبضہ میں ہے۔

۔۔۔۔۔۔۔کتاب صفحہ نمبر ۱۴۲۔۔۔۔۔

آٹھویں اصل تلاوت قرآن کے بیان

اے عزیز جان تو کہ قرآن شریف پڑھنا سب عبادتوں سے بہتر ہے خصوصاً نماز میں کھڑے ہو کر جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت کی عبادتوں میں سب سے افضل تلاوت قرآن ہے اور فرمایا ہے کہ جس شخص کو حق تعالیٰ نے نعمت قرآن عطا فرمائی ہو اور وہ سمجھے کہ اور کسی کو اس سے بہتر کوئی چیز ملی ہے تو اس نے اس چیز کی تحقیر کی جس کی حق تعالیٰ نے تعظیم و توقیر کی اور فرمایا کہ اگر مثلاً قرآن کو کسی کھال میں رکھیں تو آگ اس کے قریب بھی نہ جائے گی اور فرمایا ہے کہ قیامت کے دن کوئی فرشتہ اور پیغمبر وغیرہ قرآن سے بڑھ کر حق تعالیٰ کے

ہو بیٹھتا ہے اور اس کا ایک ایک حرف پڑھتا ہے اور اس میں غور و تامل کرتا ہے اور یہ کتاب میرا نامہ ہے تجھے میں نے لکھا تو اس میں غور و تامل کرے اور تو اس پر کاربند ہو اور تو اس سے انکار کرتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا اور جو تو پڑھتا بھی ہے تو غور و تامل نہیں کرتا حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ اگلے لوگ قرآن شریف کو جانتے تھے کہ حق تعالیٰ کے پاس سے یہ نامہ آیا ہے رات کو اس میں غور و تامل کرتے اور دن کو اس پر عمل کرتے تھے تم لوگوں نے اس کا درس اختیار کیا ہے اس کے حروف کے زبر و زیر کو درست کرتے ہو اور اس پر عمل کرنے میں سستی کرتے ہو الغرض قرآن شریف سے مقصود اصلی فقط پڑھنا نہیں بلکہ اس پر عمل کرنا ہے پڑھنا یاد رکھنے کے لئے ہے اور یاد رکھنا عمل کرنے کے واسطے جو لوگ پڑھتے ہیں اور عمل نہیں کرتے ان کی مثل ایسی ہے جیسے کسی غلام کے پاس اس کے مالک کا نامہ آئے اس میں اس غلام کی نسبت احکام لکھے ہوں وہ غلام بیٹھے اور اس نامہ کو خوش آوازی سے پڑھے اس کے حروف خوب درست نکالے اور ان احکام میں سے جو اس میں لکھے ہیں کچھ نہ بجالائے تو وہ غلام بیشک عقوبت اور عداوت کا مستحق ہے۔

تلاوت قرآن کے آداب

ظاہر میں چھ چیزوں کی رعایت رکھنا چاہئے اول یہ کہ تعظیم سے پڑھے اور پہلے وضو کرلے اور قبلہ رو بیٹھے اور عجز و انکسار کے ساتھ پڑھے جیسے نماز حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جو کوئی نماز میں کھڑے ہو کر قرآن پڑھتا ہے اس کے واسطے ہر ہر حرف کا ثواب سو سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جو بیٹھ کر نماز میں پڑھتا ہے تو پچاس پچاس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اگر باوضو ہو اور نماز کے علاوہ پڑھے تو پچیس پچیس نیکیاں اور اگر وضو بھی نہ ہو تو دس دس نیکیوں سے زیادہ نہیں لکھتے اور اگر رات کو نماز میں پڑھے تو بہت افضل ہے کہ خاطر جمعی بہت ہوتی ہے دوسرے یہ کہ آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھے اور اس کے معنوں میں تامل کرے جلد ختم کرنے کی فکر میں نہ رہے

بعض لوگ روز ایک ختم کرتے ہیں اور رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی تین دن سے کم میں قرآن ختم کرے تو علم فقہ جو قرآن میں ہے وہ اسے نہ حاصل ہوگا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر ﴿اذا زلزلت الارض﴾ اور ﴿القارعته﴾ میں آہستہ پڑھوں اور غور و تامل کروں تو سورۂ بقر اور سورۂ آل عمران جلدی پڑھنے سے مجھے بہت پسند ہے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کسی کو جلدی جلدی قرآن شریف پڑھتے دیکھا فرمایا یہ شخص نہ قرآن پڑھتا ہے نہ خاموش ہے اگر عجمی ہو کر قرآن شریف کے معنی نہیں جانتا تو بھی قرآن شریف کی عظمت کے واسطے آہستہ اور ٹھہر کے پڑھنا افضل ہے تیسرے یہ کہ روئے اس واسطے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قرآن پڑھو اور روؤ اگر رونا نہ آئے تو تکلف کر کے قصداً رونا لاؤ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہے ﴿سبحان الذی﴾ میں جو آیہ سجدہ ہے جب اسے پڑھو تو سجدہ کے واسطے جلدی نہ کرو تاوقتیکہ رو نہ لو اگر کسی کی آنکھ نہ روئے تو چاہئے کہ اس کا دل روئے اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قرآن رنج کے واسطے نازل ہوا ہے جب اس کو پڑھو تو خود کو غمگین کرو اور جو کوئی وعدہ وعید اور احکام قرآن میں تامل کرے گا اور اپنی عاجزی اور ناچاری دیکھے گا خواہ مخواہ اندوہگیں ہوگا بشرطیکہ اس پر غفلت نہ غالب ہو چوتھے یہ کہ ہر آیت کا حق ادا کرے اس واسطے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب عذاب کی آیت پر پہنچتے استعاذہ کرتے یعنی حق تعالیٰ سے پناہ مانگتے اور جب رحمت کی آیت پر پہنچتے تو حق تعالیٰ سے رحمت مانگتے اور تنزیہ کی آیت پر پہنچ کر تسبیح کرتے اور قرآن شریف شروع کرنے سے پہلے اعوذ باللہ پڑھتے اور جب تلاوت سے فارغ ہوتے تو فرماتے ﴿اللھم ارحمنی بالقران واجعله لی اماما ونور اوھدی ورحمته اللھم ذکر نی منه ما نسیت و علمنی منه ما جھلت وارزقنی تلاوته اناء اللیل واطراف

النهار واجعله حجته لی یارب العالمین﴾ (۱) اور جب سجدہ کی آیت پر پہنچے تو سجدہ کرے پہلے تکبیر یعنی اللہ اکبر کہے پھر سجدہ کرے نماز کی شرطیں یعنی طہارت اور ستر عورت وغیرہ سب سجدۂ تلاوت میں لحاظ رکھنا چاہئے فقط اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کرنا بے تشہد اور سلام کے کافی ہے۔ پانچویں یہ کہ اگر ریا کا شبہ اور اندیشہ ہو یا کسی کی نماز میں خلل پڑتا ہو تو آہستہ پڑھے اس واسطے کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ چپکے قرآن پڑھنے کو چلا کر پڑھنے پر ایسی فضیلت ہے جیسے چھپا کر صدقہ دینے کو اعلانیہ دینے پر اگر ریا اور دوسرے کی نماز میں فتور پڑنے کا اندیشہ نہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ چلا کر پڑھے تا کہ اور لوگ بھی سننے سے بہرہ مند ہوں اور ان کو بھی بہت آگاہی حاصل ہو اور ہمت جمع ہو اور شوق بڑھے اور نیند بھاگ جائے اور سونے والے جاگ پڑیں اگر یہ سب نیتیں جمع ہوں تو ہر ہر نیت پر ثواب پائے گا اور اگر دیکھ کر پڑھے تو بہتر ہے کہ آنکھ کو بھی کام میں لگایا کرے لوگوں نے کہا ہے کہ قرآن شریف دیکھ کر ایک ختم کرنا سات ختموں کے برابر ہے علمائے مصر میں سے ایک عالم حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس گیا تو انہیں سجدہ میں پایا اور قرآن شریف سامنے رکھا دیکھا کہا فقہ نے تمہیں قرآن شریف سے باز رکھا میں جب عشا کی نماز پڑھتا ہوں مصحف کی تلاوت کرتا ہوں اور صبح تک بیدار رہتا ہوں جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف تشریف لے گئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کے وقت نماز میں قرآن شریف چپکے چپکے پڑھ رہے تھے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آہستہ آہستہ کیوں پڑھتے ہو عرض کی اس وجہ سے کہ جس سے میں کہتا ہوں وہ سنتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ چلا کر پڑھتے ہیں آپ نے فرمایا چلا کر کیوں پڑھتے ہو عرض کی کہ سوتوں کو جگاتا ہوں شیطان کو بھگاتا ہوں آپ نے فرمایا کہ دونوں آدمی اچھا کرتے ہو تو ایسے اعمال نیت کے تابع ہیں چونکہ دونوں کی نیت بخیر

تھی دونوں طرح سے ثواب ملے گا۔ چھٹے یہ کہ کوشش کرے کہ خوش آوازی سے پڑھے اس واسطے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ قرآن کو اچھی آواز سے آراستہ کرو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوحذیفہ کے مولی کو دیکھا کہ خوش آوازی سے قرآن شریف پڑھتا ہے فرمایا ﴿ الحمد لله الذی جعل فی امتی مثلہ ﴾ یعنی اس خدا کا شکر ہے جس نے میری امت میں ایسے کو داخل کیا اس کا یہ سبب ہے کہ آواز جتنی اچھی ہوگی قرآن کا اثر بھی زیادہ ہوگا سنت یہ ہے کہ خوش الحانی سے پڑھے کلمات اور حروف میں بہت الحان کرنا جیسے قوالوں کی عادت ہے مکروہ ہے۔

تلاوت کے آداب باطن

بھی چھ ہیں اول یہ کہ کلام کی عظمت کو پہچانے حق سبحانہ تعالیٰ کا کلام جانے اور یقین کرے کہ یہ کلام قدیم ہے اور حق تعالیٰ کی صفت ہے' اس کی ذات سے قائم ہے اور زبان پر جو جاری ہوتا ہے یہ حروف ہیں اور جیسے زبان سے آگ کہنا آسان ہے ہر ایک کہہ سکتا ہے لیکن اصل آگ کی طاقت نہیں اسی طرح ان حرفوں کے معنی کی اصل حقیقت اگر ظاہر ہو تو ساتوں زمین اور ساتوں آسمانوں کو اس کی تجلی کی تاب و طاقت نہ ہو یہی سبب تھا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ﴿ لو انزلنا هذا القران علی جبل لرایته خاشعا متصدعا من خشیته الله ﴾ (۲) لیکن قرآن کی عظمت اور جمال کو حروف کے لباس میں پوشیدہ کیا ہے تا کہ زبان اور دلوں کو اس کی طاقت ہو لباس حروف کے سوا آدمیوں کی طرف اس عظمت اور جمال کے پہنچانے کی اور کوئی صورت نہ تھی یہ امر اس بات کی دلیل ہے کہ حروف کے سوا اور بھی کوئی بڑا کام ہے جیسا کہ جانوروں کو ہانکنا اور ادب دینا اور ان سے کام کو کہنا آدمی کے کلام اور الفاظ سے ممکن نہیں ہے کیونکہ انہیں آدمیوں کی باتیں سمجھنے کی طاقت نہیں ناچار چار پایوں کی آواز سے ملتی ہوئی آواز مقرر کی کہ جانوروں کو اس آواز سے جتائیں اور یہ

اس آواز کو سن کر کام کریں اور اس کام کی حکمت اور رعایت جانور نہیں جانتے اس واسطے کہ بیل کو جو آواز دیتے ہیں تو وہ زمین کو نرم کرتا ہے لیکن زمین نرم کرنے کی حکمت اور مصلحت نہیں جانتا کہ اس سے یہ مقصود ہے کہ مٹی میں ہوا جائے اور پانی دونوں میں ملے تا کہ تینوں جب جمع ہوں تو وہ مجموعہ بیج کی غذا ہو کر اسے پرورش کرے اکثر آدمیوں کا حصہ قرآن شریف سے بھی آواز اور ظاہری معنوں کے سوا اور کچھ نہیں یہاں تک کہ بعض آدمی خود قرآن مجید کو فقط حروف اور آواز ہی سمجھتے ہیں۔ یہ سمجھنا نہایت ضعف اور خراب دلی ہے اور یہ ایسا ہے جیسے کوئی سمجھے کہ آتش کی حقیقت فقط الف تے شین ہے اور یہ نہ سمجھے کہ آتش اگر کاغذ کو چھپائے تو جلا دے اور کاغذ اس کی تاب نہ لاتا لیکن یہ حروف ہمیشہ کاغذ میں لکھے رہتے ہیں اور اس میں کچھ اثر نہیں کرتے اور جس طرح ہر کالبد کے واسطے روح ہے اور وہ کالبد اس کے سبب سے باقی رہتا ہے حروف کے معنی بھی روح کے مانند ہیں اور حروف کالبد ہیں اور کالبد کو روح کی بدولت عظمت اور عزت ہوتی ہے اور حروف کو معانی کے سبب سے شرف ہے اس کی تمام تحقیق بیان کرنا اس کتاب میں ممکن نہیں دوسرا ادب یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی عظمت کہ یہ اس کا کلام ہے قرآن شروع کرنے سے پہلے دل میں حاضر کرے اور سمجھے کہ کس کا کلام پڑھتا ہے اور کتنے بڑے کام کو بیٹھتا ہے کہ حق تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے ﴿ لایمسہ الاالمطھرون ﴾ (۳) اور جس طرح ظاہر مصحف کو نہیں چھوتا مگر پاک ہاتھ اسی طرح حقیقت کلام کو نہیں پاتا مگر وہ دل جو اخلاق بد کی نجاست سے طاہر اور پاکیزہ ہو اور تعظیم و توقیر کے نور سے منور اور آراستہ ہو اسی سبب سے تھا کہ عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مصحف کھولتے تو ان پر غشی طاری ہوتی اور فرماتے ﴿ ھو کلام ربی ﴾ (۴) اور کوئی شخص قرآن مجید کی عظمت نہ جانے گا تاوقتیکہ حق سبحانہ تعالیٰ کی عظمت نہ پہچانے گا اور حق تعالیٰ کی عظمت دل میں نہیں حاضر ہوتی تاوقتیکہ آدمی اس کے صفات اور افعال نہ سوچے جیسے عرش کرسی

سات زمین سات آسمان اور جو چیزیں ان کے درمیان ہیں ملائک، جن، بشر، بہائم، حشرات الارض، جمادات، نباتات اور انواع مخلوقات ان سب کو خیال کرے اور سمجھے کہ یہ قرآن اس کا کلام ہے جس کے قبضے میں یہ سب بلکہ کافہ انام ہے اگر سب کو ہلاک کر ڈالے تو اسے کچھ باک نہیں اور اس کے کمال میں کچھ نقصان نہ آئے گا سب کا خالق حافظ رازق وہی ہے ان سب باتوں کا خیال کرے تو اس کی عظمت اور بزرگی کا کچھ شمہ آدمی کے دل میں آئے۔ تیسرا ادب یہ ہے کہ پڑھنے میں دل حاضر رہے غافل نہ ہو نفس کی باتیں اسے ادھر ادھر نہ لے جائیں اور جو کچھ غفلت سے پڑھا اسے نہ پڑھنے کے برابر جانے اور پھر سے پڑھے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی سیر کے واسطے باغ گیا اور وہاں کے عجائب وغرائب سے غافل رہا اور باہر چلا آیا اس واسطے کہ قرآن مجید مومنوں کا تماشا گاہ ہے اس میں بہت عجائب اور حکمتیں ہیں اگر کوئی اس میں تامل کرے تو پھر اور کسی چیز کی طرف نہ مشغول ہو تو جو کوئی شخص قرآن شریف کے معنے نہ سمجھا وہ بڑا کم نصیب ہے لیکن چاہئے کہ اس کی عظمت دل میں رکھے تاکہ خیال اور طرف نہ بٹے چوتھا ادب یہ ہے کہ ہر لفظ کے معنی کا خیال کرے تاکہ معنی سمجھ میں آئیں اگر ایک بار میں نہ سمجھے تو اعادہ کرے اور اگر اس سے کچھ لذت حاصل ہوتی ہے تو بھی اعادہ کرے بہت پڑھنے سے یہ اولیٰ اور افضل ہے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شب نماز میں اس آیت کو بار بار پڑھتے تھے۔ ﴿ ان تعذبهم فانهم عبادك و ان تغفرلهم فانك انت العزيز الحكيم﴾ (۵) اور بیس بار بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا اعادہ فرماتے اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن جبیر نے اس آیت میں ایک رات کی رات بسر کی ﴿وامتازوا اليوم ايها المجرمون﴾ (۶) اگر کوئی شخص ایک آیت پڑھے اور دوسری آیت کے معنوں کا دھیان کرے تو اس نے اس آیت کا حق نہیں ادا کیا۔

نقل:

ہے کہ حضرت عامر بن عبداللہ وسواس کا گلہ اور شکوہ کرتے تھے لوگوں نے پوچھا کہ کیا دنیوی وسواس ہوتے ہیں جواب دیا کہ اگر میرے سینہ میں چھری ماریں تو نماز میں دنیوی خیال لانے سے یہ مجھے بہت آسان ہے مجھے یہ خیال بہت رہا کرتا ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ کے سامنے کیونکر کھڑا ہوں گا اور کس طرح وہاں سے پھروں گا تو دیکھا چاہئے کہ ان خیالات کو بھی وسواس جانتے تھے اس حکم کی بنا پر کہ جو آیت آدمی نماز میں پڑھے تو چاہئے کہ اس وقت اس کے معنوں کے سوا اور کچھ خیال نہ کرے جب اور بات کا خیال کیا اگرچہ وہ بات دین کی بھی ہو تو بھی وسواس ہے بلکہ چاہئے کہ ہر آیت میں اس کے معنی کے سوا اور کچھ خیال نہ رکھے کہ جب حق تعالیٰ کے صفات کی آیتیں پڑھے تو اس کے صفات کے اسرار میں تامل اور غور کرے کہ قدوس عزیز جبار حکیم وغیرہ کے کیا معنی ہیں اور جب حق تعالیٰ کے افعال کی آیتیں پڑھے مثلاً ﴿خلق السموات والارض﴾ (۷) تو عجائب خلق سے خالق کی عظمت سمجھے اور اس کا کمال علم وقدرت سوچے حتیٰ کہ ایسا ہو جائے کہ جس چیز میں دیکھے خدا ہی کو دیکھے سب اس کے ساتھ دیکھے اور اسی سے دیکھے جب یہ آیت پڑھے ﴿انا خلقنا الانسان من نطفته﴾ (۸) تو نطفہ کے عجائبات کا خیال کرے کہ ایک طرح کے پانی کے ایک قطرہ سے کیسی کیسی مختلف چیزیں پیدا ہوتی ہیں مثلاً گوشت پوست رگ ہڈی وغیرہ اور اعضاء مثلاً سر، ہاتھ، پاؤں، آنکھ، زبان وغیرہ کیونکر پیدا ہوتے ہیں پھر عجیب عجیب قوتیں جیسے شمع بصر حیات وغیرہ کیونکر ظاہر ہوتی ہیں اور قرآن مجید کے سب معنی بیان کرنا مشکل ہے اس بیان سے فکر اور غور کرنے پر آگاہ کرنا مقصود ہے تین آدمیوں کو قرآن شریف کے معنی نہیں معلوم ہوتے ایک وہ جو ظاہر تفسیر نہ پڑھا ہو اور عربی زبان نہ پہچانتا ہو دوسرے وہ جو کسی گناہ کبیرہ پر مصر ہو کسی بدعت کا اعتقاد اس کے دل میں جما ہو اس کا دل گناہ اور

بدعت کی ظلمت سے تاریک ہو گیا ہو تیسرے وہ جس نے علم کلام میں کوئی اعتقاد پڑھا اور اس کے ظاہر پر اٹکا اور ٹھہرا ہوا ہے اور اس کے دل میں اس اعتقاد کے خلاف جو کچھ آتا ہے اس سے نفرت کرتا ہے تو ممکن نہیں کہ ایسا شخص اس ظاہری اعتقاد سے پھرے پانچواں ادب یہ ہے کہ اس کا دل بھی صفات مختلفہ کی طرف پھرتا رہے جس طرح آیتوں کے معنے مختلف آتے ہیں مثلاً خوف کی آیت پر جب پہنچے تو دل پر خوف اور ہراس اور رقت غالب ہو اور جب رحمت کی آیت پر پہنچے تو فرحت و انبساط دل میں پیدا ہو اور جب حق تعالیٰ کی صفتیں سنے تو عین تواضع و انکسار ہو جائے اور جب کفار کے اقوال محال سنے جو حق سبحانہ تعالیٰ کی جناب میں کہتے ہیں مثلاً شریک اور فرزند تو آواز ہلکی کر لے اور شرم و خجالت سے پڑھے اسی طرح ہر آیت کے معنی ہیں اور معنی کا مقتضا ہی تو اسی صفت پر ہو جانا چاہئے تا کہ آیت کا حق ادا ہو چھٹا ادب یہ ہے کہ قرآن اس طرح سے پڑھے کہ گویا حق تعالیٰ سے سنتا ہے اور فرض کرے کہ فی الحال اسی سے سنتا ہے ایک بزرگ کا قول ہے کہ میں قرآن شریف پڑھتا تھا اور کچھ حلاوت نہ پاتا تھا یہاں تک کہ میں نے فرض کر لیا کہ میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے سنتا ہوں پھر آگے پڑھا اور فرض کیا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام امین سے سنتا ہوں اور زیادہ حلاوت پائی اور پھر اور آگے بڑھا اور بڑے مرتبہ کو پہنچا اب اس طرح پڑھتا ہوں کہ گویا بے واسطہ حق سبحانہ تعالیٰ سے سنتا ہوں اب وہ لذت پاتا ہوں کہ ہرگز نہ پائی تھی۔

۱ اے اللہ تو رحم کر مجھ پر بطفیل قرآن کے اور کر تو اسے میرے لئے پیشوا اور روشنی اور ہدایت اور رحمت اے اللہ یاد دلا دے مجھ کو اس سے جو کچھ بھولا ہوں میں اور سکھا مجھے اس سے جو نہ جانتا ہوں میں اور روزی دے تو مجھے اس کی تلاوت کی رات کو اور دن کے کناروں میں اور کر تو اسے دلیل میرے لئے اے پروردگار تمام عالم کے۔

۲ اگر اتارتے ہم اس قرآن کو پہاڑ پر تو ہر آئینہ دیکھتے تم اے محمد ﷺ پہاڑ کو ڈرنے والا اور ٹکڑے ٹکڑے ہونے والا خدا کے خوف سے۔

نویں اصل حق تعالیٰ کے ذکر کے بیان میں

اے عزیز جان تو کہ حق تعالیٰ کو یاد کرنا سب عبادتوں کا خلاصہ اور جان ہے اس واسطے نماز اسلام کا عمود ہے اس سے بھی یاد الٰہی مقصود ہے چنانچہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ﴿ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء و المنکر ولذکر اللہ اکبر﴾ (۱) اور تلاوت قرآن سب عبادتوں سے اس واسطے افضل ہے کہ وہ کلام خدائے عزوجل ہے حق تعالیٰ کی یاد دلاتا ہے اور جو کچھ اس میں ہے خدا کے ذکر کی تازگی کا سبب اور واسطہ ہے اور روزہ سے شہوت اور خواہش کا توڑنا مقصود ہے دل جب ہجوم شہوت سے نجات پاتا ہے صاف ہو کر حق تعالیٰ کے ٹھہرنے کا مقام بن جاتا ہے اس واسطے کہ جب تک دل شہوتوں اور خواہشوں سے بھرا ہوا ہے اس سے ذکر الٰہی ناممکن ہے اور ذکر اس میں موثر نہیں ہوتا اور حج جو زیارت خانہ خدا کا نام ہے اس سے صاحب خانہ کی یاد اور اس کی ملاقات کے شوق کا برپا کرنا مقصود ہے تو ذکر الٰہی سب عبادتوں کا سر اور خلاصہ ہے بلکہ اسلام کی اصل اور جڑ کلمہ لا الہ الا اللہ ہے اور یہ عین ذکر ہے اور عبادتیں اس ذکر کی تاکید اور مضبوط کرنے والی ہیں اور تیرے ذکر کا ثمرہ یہ ہے کہ خدا تجھے یاد کرتا ہے اس سے زیادہ ثمرہ اور نتیجہ کیا ہے اس واسطے ارشاد فرمایا ﴿فاذکرونی اذکرکم﴾ تم مجھے یاد کرو تا کہ میں تمہیں یاد کروں خدا کو ہمیشہ یاد کرنا چاہئے اگر ہمیشہ نہ ہو تو اکثر اوقات ہو کہ آدمی کی فلاح اس کے ساتھ وابستہ ہے اس واسطے حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ﴿واذکروا اللہ کثیر العلکم تفلحون﴾ یعنی فلاح کی امید رکھتے ہو تو کثرت ذکر اس کی کنجی ہے بہت ذکر کرو تھوڑا سا نہیں اکثر اوقات کرو گاہ گاہ نہیں اس واسطے فرمایا ہے ﴿الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم﴾ ان بندوں کی تعریف فرمائی ہے جو کھڑے بیٹھے سوتے کبھی اس کی یاد سے غافل نہیں ہوتے اور فرمایا ﴿واذکر ربک فی نفسک تضرعا وخیفہ ودون الجھر من القول بالغدو

والاصال ولاتکن من الغافلین﴾ یعنی اسے یاد کرزاری اور ہراس سے اور پوشیدہ صبح و شام کو اور کسی وقت غافل نہ ہو جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ سب کاموں میں کون سا کام افضل ہے آپ نے فرمایا کہ مرتے وقت ذکر الٰہی سے تر زبان ہونا جناب رحمتہ للعالمین نے فرمایا کہ خداوند کریم کے نزدیک جو کام بہترین اعمال اور مقبول ہے اور تمہارا بزرگ ترین درجات ہے اور سونا چاندی صدقہ دینے سے بہتر ہے اور خدا کے دشمنوں کے ساتھ اس طرح جہاد کرنے سے بھی بہت بڑھ کر ہے کہ تم ان کی گردنیں مارو وہ تمہاری گردنیں کاٹیں اس کام سے میں تمہیں آگاہ کروں جان نثاروں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ارشاد فرمایئے وہ کیا کام ہے آپ نے فرمایا ذکر اللہ یعنی حق تعالیٰ کو یاد کرنا اور آپ نے فرمایا ہے کہ جس کو میرا ذکر دعا مانگنے سے باز رکھے گا میرے نزدیک اس کا انعام اور اس کو عطا کرنا مانگنے والوں کے انعام اور عطا سے بہتر ہے اور فرمایا کہ خدا کو یاد کرنے والا غافلوں میں ایسا ہے جیسے مردوں میں زندہ ہے اور جیسے سوکھی گھاس میں ہرا درخت اور جہاد سے بھاگے ہوؤں میں غازی ثابت قدم حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ اہل جنت کو کسی امر پر حسرت نہ ہوگی مگر دنیا میں جو ساعت یاد الٰہی سے غفلت میں ان پر گذری ہوگی اس پر حسرت ہوگی۔

ذکر کی حقیقت کا بیان

اے عزیز جان تو کہ ذکر کے چار درجے ہیں ایک تو یہ کہ فقط زبانی ذکر ہو دل اس سے غافل اور بے فکر ہو اس کا اثر کم ہوتا ہے مگر بالکل بے اثر نہیں ہے اس واسطے کہ جو زبان ذکر الٰہی میں مشغول ہو اس کو اس زبان پر جو بیہودہ باتوں میں مصروف ہو یا بالکل معطل اور بیکار ہو فضیلت ہے دوسرا درجہ یہ ہے کہ ذکر دل میں تو ہو لیکن قرار نہ پکڑے اور گھر نہ کرلے ایسا ہو کہ دل کو تکلف سے ذکر کے ساتھ مشغول رکھیں کہ اگر یہ جہد اور تکلف نہ ہو تو دل غفلت یا نفس کے خطروں سے پھر اپنی طبیعت کے موافق

ہو جائے تیسرا درجہ یہ ہے کہ ذکر دل میں گڑ گیا ہو اور ایسا غالب اور متمکن ہو گیا ہو کہ اور کام کی طرف اسے تکلف سے مشغول کریں یہ بہت بڑی بات ہے چوتھا درجہ یہ ہے کہ جس کا ذکر ہے وہ دل میں بس گیا ہو اور وہ حق سبحانہٗ تعالیٰ ہے اور ذکر دل میں نہ ہو اس واسطے کہ جس شخص کا دل بالکل مذکور یعنی خدا کو دوست رکھتا ہے اس میں اور اس شخص میں جس کا دل ذکر کو دوست رکھتا ہے بڑا فرق ہے بلکہ کمال یہ ہے کہ ذکر اور ذکر کا خیال بالکل دل سے جاتا رہے مذکور ہی مذکور رہ جائے اس واسطے کہ ذکر عربی ہو خواہ فارسی سخن نفس سے خالی نہ ہو گا بلکہ عین سخن ہو گا اور اصل یہ ہے کہ سخن عربی اور فارسی وغیرہ جو کچھ ہے سب چیزوں سے دل خالی ہو اور سب وہی وہ ہو جائے دل میں کسی دوسری چیز کی گنجائش ہی نہ باقی رہے فرط محبت جس کو عشق کہتے ہیں یہ امر اس کا نتیجہ ہے یعنی اس سے حاصل ہوتا ہے اور عاشق ہمیشہ معشوق ہی کی طرف متوجہ رہتا ہے ایسا ہوتا ہے کہ اس کو تصور اور کمال خیال میں اس کا نام بھی بھول جاتا ہے جب ایسا مستغرق اور محو ہو جائے گا کہ خود کو اور غیر حق جو کچھ ہے سب کو بھول جائے گا تو تصوف کے پہلے راستے پر آئے گا صوفیہ صافیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس حالت کو فنا اور نیستی کہتے ہیں یعنی جو کچھ ہے وہ سب اس کے ذکر سے نیست ہو گیا اور خود بھی نیست ہو گیا کہ خود کو بالکل بھول گیا اور جس طرح حق تعالیٰ کے بہت سے عالم ایسے ہیں کہ ہمیں ان کی خبر نہیں اور وہ ہمارے حق میں نیست ہیں اور ہم جن سے آگاہ ہیں اور ہمیں جن کی خبر ہے وہ ہمارے نزدیک ہست ہیں اگر یہ عالم جو خلق کے نزدیک موجود ہیں کسی کو بھول گئے تو اس کے نزدیک نیست ہو گئے اور جب اپنی خودی بھول گیا تو خود بھی اپنے نزدیک نیست ہو گیا اور خدا کے سوا جب کوئی چیز اس کے ساتھ نہ رہی تو حق تعالیٰ ہی اس کے نزدیک ہست اور اس کے سامنے موجود ہے۔ اے عزیز جس طرح تو جب نگاہ کرے اور زمین و آسمان اور جو کچھ اس میں ہے وہی دیکھے اس کے سوا اور کچھ نظر نہ آئے تو تو یہی کہے گا کہ اس کے سوا عالم ہستی

نہیں اور تمام عالم یہی ہے اسی طرح یہ ذاکر بھی خدا کے سوا کچھ نہیں دیکھتا اور کہتا ہے کہ ہمہ اوست یعنی اللہ ہی اللہ ہے سوا اللہ کے کچھ نہیں اس مقام پر اس کے اور خدا کے درمیان جدائی نہیں باقی رہتی اور یگانگی حاصل ہو جاتی ہے یہ توحید اور وحدانیت کا پہلا عالم ہے یعنی جدائی اٹھ جاتی ہے جدائی اور دوئی سے کچھ خبر ہی نہیں رہتی اس واسطے کہ جدائی وہ جانتا ہے جو دو چیزیں جانے اپنے تئیں اور خدا کو پہچانے اور یہ شخص اس وقت آپ سے بے خبر ہے ایک کے سوا دوسرے کو پہچانتا ہی نہیں تو جدائی کیونکر جانے آدمی جب اس درجہ پر پہنچتا ہے تو فرشتوں کی صورتیں اس پر ظاہر ہونے لگتی ہیں ملائک اور انبیا کی روحیں اچھی اچھی صورتوں پر اسے نظر آنے لگتی ہیں جناب احدیت کے واسطے جو چیزیں خاص ہیں وہ منکشف ہونے لگتی ہیں اور بڑے بڑے احوال نمودار ہوتے ہیں کہ ان کا بیان ممکن نہیں جب پھر آپ میں آتا ہے اور اور کاموں سے آگاہی پاتا ہے تو اس کا اثر اس میں رہتا ہے اور اس حالت کا شوق غالب ہو جاتا ہے اور دنیا و مافیہا اور جن کاموں میں خلق مشغول ہے وہ سب اسے ناگوار اور ناپسند ہوتے ہیں اپنے بدن سے تو آدمیوں میں ہوتا ہے اور دل سے غائب رہتا ہے اور تعجب کی نظر سے لوگوں کو دیکھتا ہے کہ دنیا کے کام میں مشغول ہیں اور رحمت اور حسرت کی نگاہ سے دیکھتا اس واسطے ہے کہ جانتا ہے کہ یہ لوگ کتنے بڑے اور عمدہ کام سے محروم ہیں اور لوگ ہنستے ہیں کہ وہ خود بھی دنیا کے کاموں میں کیوں نہیں مشغول ہوتا اور گمان فاسد کرتے ہیں کہ اسے سودا ہو جائے گا اگر کوئی شخص فنا اور نیستی کے درجے کو نہ پہنچے اور یہ حالت اور مکاشفات اس پر ظاہر نہ ہوں لیکن ذکر الٰہی اس پر غالب اور مستولی ہو جائے تو یہ بھی کیمیائے سعادت ہے اس واسطے کہ جب ذکر غالب ہو گا تو انس و محبت مستولی ہو گی اور دل پر چھا جائے گی یہاں تک کہ حق تعالیٰ کو دنیا و مافیہا سے زیادہ دوست رکھے گا اور اصل سعادت یہی ہے اس واسطے کہ جب خدا کی طرف رجوع ہو گا تو موت سے اس کے دیدار کے

بسبب کمال لذت بقدر محبت حاصل ہوگی اور جس کی محبوبہ معشوقہ دنیاوی دوں ہے اور جو اس پیر زال پر عاشق ومفتوں ہے وہ بقدر عشق ومحبت اس کی فرقت میں رنج و اذیت کھینچے گا جیسا عنوان مسلمانی میں بیان ہو چکا ہے تو اگر کوئی شخص بہت ذکر کرتا ہے اور وہ احوال جو صوفیہ کو ہوتے ہیں اس پر ظاہر اور نمودار نہ ہوں تو چاہئے بیزار نہ ہو کہ سعادت اس حال پر موقوف نہیں اس واسطے کہ دل جب نور ذکر سے آراستہ ہوا تو کمال سعادت پر مہیا ہوا اور جو کچھ اس جہاں میں اسے نہ ظاہر ہوگا وہ مرنے کے بعد ظاہر ہوگا تو آدمی کو چاہئے کہ مراقبہ و دل کا التزام رکھے تا کہ خدا سے لگا رہے اور کبھی غافل نہ ہو اس واسطے کہ ذکر دائمی حضرت الٰہیت اور عجائب ملکوت کی کنجی ہے یہ جو جناب سرور کائنات علیہ افضل التحیات نے فرمایا ہے کہ جو شخص جنت کے باغوں کی سیر کرنا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ خدا کا ذکر کثرت سے کیا کرے اس کے یہی معنی ہیں اور یہ جو ہم نے بیان کیا اس سے معلوم ہوا کہ ذکر سب عبادتوں کا خلاصہ ہے اور ذکر حقیقی یہ ہے کہ اوامر و نواہی پیش آنے کے وقت خدا کو یاد کرے اور گناہ سے ہاتھ کھینچے حکم الٰہی بجالائے اگر ذکر اسے اس بات پر نہ لائے تو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ذکر بخن نفس اور بے حقیقت تھا۔

تسبیح تہلیل تحمید صلوۃ استغفار کے فضائل کا بیان

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بندہ جو نیکی کرتا ہے اسے قیامت کے دن ترازو میں رکھیں گے مگر کلمہ لا الہ الا اللہ کہ اگر اسے میزان میں رکھیں تو سات زمین اور سات آسمان اور جو کچھ ان میں ہے ان سب سے زیادہ نکلے اور فرمایا ہے کہ لا الہ الا اللہ کہنے والا اگر اس میں سچا ہے یعنی صدق دل سے کہتا ہے اور زمین کی خاک کے برابر کثرت سے گناہ رکھتا ہے تو بھی اسے بخش دیں گے اور فرمایا ہے کہ جس نے خلوص سے لا الہ الا اللہ کہا وہ جنت میں جائے گا اور فرمایا ہے کہ جو لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل

اکبر ﴾ (۵) اور فرمایا کہ میں ان کلمات کو کہتا ہوں اور جو چیزیں گردش آفتاب کے نیچے ہیں ان سے بہت دوست رکھتا ہوں اور فرمایا کہ خدا کے نزدیک یہی چار کلمے سب کلموں سے بہتر ہیں اور فرمایا ہے کہ دو کلمے ہیں کہ ذبان پر سبک اور میزان میں گراں ہیں اور خدا کے نزدیک دوست اور محبوب ہیں ﴿سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم﴾ محتاجوں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یا رسول اللہ آخرت کا ثواب تو سب امیروں نے لے لیا اس واسطے کہ جو عبادت ہم کرتے ہیں وہ وہ بھی کرتے اور اس کے علاوہ صدقہ بھی دیتے ہیں اور ہم صدقہ نہیں دے سکتے آپ نے فرمایا کہ تمہیں محتاجی کے سبب سے ہر تسبیح و تحلیل اور ہر تکبیر صدقہ ہے اور ہر امر معروف اور نہی منکر بھی اسی طرح سے صدقہ ہے اور اگر کوئی تم میں سے ایک لقمہ اپنے عیال کے منہ میں دیتا ہے وہ بھی صدقہ ہے اے عزیز جان تو کہ درویش کے حق میں تسبیح و تحلیل کی فضیلت اس سبب سے زیادہ ہے کہ اس کا دل دنیا کی ظلمت کے سبب سے تاریک نہیں ہوتا اور بہت صاف ہوتا ہے ایک کلمہ جو وہ کہتا ہے اس تخم کے مثل ہوتا ہے جو پاک زمین میں ڈالا جائے بہت اثر کرتا ہے اور بہت ثمرہ دیتا ہے اور جو ذکر کہ اس دل میں ہوتا ہے جو دنیا کی خواہشوں سے بھرا ہوا ہے وہ ایسا ہے جیسے وہ بیج جو کھارز مین میں بویا جائے کہ اس کا اثر کمتر ہوتا ہے۔

درود شریف کا بیان

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن باہر تشریف لائے خوشی کے آثار آپ کے چہرۂ مبارک سے ظاہر تھے فرمایا کہ جبرئیل آئے تھے اور یہ پیغام لائے تھے کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ کیا اس امر پر تم قناعت نہیں کرتے کہ جو کوئی تمہاری امت میں سے تم پر ایک بار درود بھیجے گا میں اس پر دس بار رحمت بھیجوں گا اور جو ایک بار سلام بھیجے گا میں دس بار اس پر سلام بھیجوں گا اور فرمایا کہ جو کوئی مجھ پر درود بھیجتا ہے تمام ملائیکہ اس پر درود بھیجتے ہیں خواہ بہت درود بھیجیں خواہ کم اور میرا بڑا

مقرب وہ ہے جو مجھ پر درود بہت بھیجے اور جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اس کے واسطے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور دس برائیاں اس سے محو کر ڈالی جاتی ہیں اور فرمایا کہ جو کوئی کچھ لکھتا ہے اور اس میں مجھ پر درود لکھتا ہے تو جب تک میرا نام اس میں لکھا پاتے ہیں ملائیکہ اس کے واسطے مغفرت طلب کیا کرتے ہیں۔

استغفار کا بیان

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن شریف میں دو آیتیں ہیں کہ جو کوئی گناہ کر کے ان دونوں آیتوں کو پڑھ کر استغفار کرے اس کا گناہ بخش دیا جاتا ہے وہ دو آیتیں یہ ہیں ایک ﴿ والذین اذافعلوا فاحشتہ او ظلموا انفسھم ذکروا اللہ فاستغفروا الذنوبھم﴾ (۶) اور دوسری آیت یہ ہے ﴿ ومن یعمل سوء او یظلم نفسہ ثم یستغفر اللہ یجد اللہ غفورا رحیما﴾ (۷) اور حق تعالیٰ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتا ہے ﴿ فسبح بحمد ربک واستغفرہ﴾ (۸) اسی سبب سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر فرماتے تھے ﴿ سبحانک اللھم وبحمدک اللھم اغفرلی انک انت التواب الرحیم﴾ (۹) اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی استغفار کرے گا کسی رنج میں ہو خوش ہو جائے گا اور جہاں سے اس کے وہم و گمان میں بھی نہ ہو روزی پائے گا اور فرمایا ہے کہ میں دن بھر میں ستر بار توبہ اور استغفار کرتا ہوں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حال تھا تو معلوم ہوا کہ اوروں کو کسی وقت توبہ اور استغفار سے خالی رہنا نہ چاہئے اور فرمایا ہے کہ جو کوئی سوتے وقت تین بار ﴿ استغفر اللہ الہ لا اللہ الا ھو الحی القیوم﴾ (۱۰) کہے اس کے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اگرچہ کثرت میں دریا کے پھین اور میدان کی ریت اور درخت کے پتوں اور دنیا کے دنوں کے برابر ہوں اور فرمایا ہے کہ جو بندہ گناہ کرتا ہے اور خوب طہارت کر کے دو رکعت نماز پڑھتا ہے

اور استغفار کرتا ہے اس کا گناہ بخش دیا جاتا ہے۔

آداب دعا کا بیان

اے عزیز جان تو کہ تضرع اور زاری سے دعا کرنا منجملہ تقربات ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دعا عبادتوں کا مغز اور خلاصہ ہے اس کا سبب یہ ہے کہ عبادتوں سے عبودیت مقصود ہے اور عبودیت اسی سے ہوتی ہے کہ بندہ اپنی شکستگی اور عاجزی اور خدا کی قدرت اور عظمت دیکھے اور جانے اور دعا میں یہ دونوں باتیں ہیں اور تضرع اور زاری جس قدر زیادہ ہو بہتر ہے آٹھ ادب دعا میں نگاہ رکھنا چاہئے۔ پہلا ادب یہ ہے کہ بزرگ وقتوں میں دعا کرنے کی کوشش کرے مثلاً عرفہ رمضان مبارک' جمعہ صبح کا وقت رات کا درمیان' دوسرا ادب یہ ہے کہ بزرگ حالات کو نگاہ رکھے جیسے غازیوں کے جنگ کرنے کا وقت اور وقت باراں اور نماز فریضہ کا وقت اس واسطے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ان وقتوں میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اسی طرح اذان اور تکبیر کے درمیان اور روزہ دار ہونے کی حالت میں اور اس وقت جب دل بہت رقیق ہو اس واسطے کہ دل کی رقت در رحمت کھلنے کی دلیل ہے تیسرا ادب یہ ہے کہ دونوں ہاتھ اٹھائے اور آخر کو منہ پر اتارے اس واسطے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ اس بات سے بہت بزرگ ہے کہ جس ہاتھ کو اس کی طرف اٹھائیں وہ اسے خالی پھیرے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی دعا کرے گا تین چیزوں سے خالی نہ رہے گا یا اس کا گناہ معاف فرمایا جائے گا یا فوراً کوئی چیز اسے پہنچے گی یا آئندہ۔ چوتھا ادب یہ ہے کہ دعا میں دبدھا نہ کرے بلکہ دل اس بات پر جمائے کہ خواہ مخواہ قبول ہوگی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ﴿ادعوا اللہ وانتم موقنون بالاجابہ﴾ (۱۱) پانچواں ادب یہ ہے کہ دعا خشوع خضوع اور حضور قلب سے کرے اور دعا کی تکرار کرے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو

دل غافل ہو اس کی دعا نہیں سنی جاتی چھٹا ادب یہ ہے کہ دعا میں لجاجت اور تکرار کرے اور لگا رہے دعا کرنا نہ چھوڑے یہ نہ کہے کہ بہت دفعہ ہم نے دعا کی اور قبول نہ ہوئی اس واسطے کہ قبولیت کا وقت اور اس کی مصلحت خدا بہتر جانتا ہے جب دعا قبول ہو تو یہ کہنا سنت ہے ﴿ الحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات ﴾ (۱۲) اور اگر دعا قبول ہونے میں دیر لگے تو کہے ﴿ الحمد للہ علی کل حال ﴾ (۱۳) ساتواں ادب یہ ہے کہ دعا سے پہلے تسبیح اور درود پڑھے اس لئے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا سے پہلے یوں فرماتے ﴿سبحان ربی العلیٰ الاعلی الوھاب﴾ (۱۴) اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی دعا سے پہلے درود نہ پڑھے گا اس کی دعا مقبول ہوگی حق سبحانہ تعالیٰ بڑا کریم ہے ایسا نہیں کہ دو دعاؤں میں سے ایک کو قبول اور دوسری کو رد کرے یعنی درود قبول فرمائے اور اصل مقصد نہ بر لائے۔ آٹھواں ادب یہ ہے کہ دعا سے پہلے توبہ کرے گناہوں سے قدم باہر دھرے دل کو بالکل خدا کے حوالے کر دے اس واسطے کہ اکثر دعاؤں کے رد ہونے کا سبب دل کی غفلت اور گناہوں کی ظلمت ہوتی ہے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ بنی اسرائیل کے زمانہ میں کال پڑا حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی تمام امت کے ساتھ تین مرتبہ دعائے باران کے واسطے نکلے دعا نہ قبول ہوئی وحی آئی کہ اے موسیٰ علیہ السلام تمہارے گروہ میں ایک غماز ہے جب تک وہ رہے گا میں دعا نہ قبول کروں گا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ خداوندا وہ کون شخص ہے بتلا کہ میں اسے نکال دوں، ارشاد ہوا کہ میں چغلی کھانے اور غمازی سے منع کرتا ہوں خود کیونکر کروں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ سب لوگ غمازی سے توبہ کرو غرض سبھوں نے توبہ کی تب باران رحمت نازل ہوا مالک ابن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک بار بنی اسرائیل میں قحط پڑا لوگ بار بار دعائے باران کے واسطے گئے دعا نہ قبول ہوئی ان کے پیغمبر پر وحی آئی کہ

ان لوگوں سے کہہ کر تم دعا کے واسطے اسی حالت میں نکلے ہو کہ تمہارے بدن نجس اور پیٹ حرام سے بھرے ہوئے ہیں اور ہاتھ خون ناحق میں آلودہ ہیں ایسے نکلنے سے میرا غصہ تم پر اور زیادہ ہوا میرے سامنے سے دور ہو۔

متفرق دعاؤں کا بیان

اے عزیز جان تو کہ ماثورہ دعائیں جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہیں اور صبح شام اور مختلف نمازوں کے بعد اوقات مختلف میں جنکا پڑھنا سنت ہے وہ دعائیں بہت ہیں ان میں سے اکثر کتاب احیاء العلوم میں جمع کی ہیں اور چند دعائیں بہت عمدہ کتاب بدایۃ الہدایۃ میں مذکور ہیں جسے منظور ہو ان کتابوں میں سے یاد کرے اس واسطے کہ اس کتاب میں ان دعاؤں کا لکھنا طوالت کا سبب ہوگا اور ان میں سے اکثر دعائیں مشہور ہیں اور ہر ایک کو یاد ہیں چند دعائیں جن کا حوادث اور امور میں پڑھنا سنت ہے اور لوگوں کو کم یاد ہیں وہ بیان کی جاتی ہیں کہ لوگ یاد کرلیں اور ان کے معنی سمجھ لیں اور وقت پر پڑھا کریں اس واسطے کہ کسی وقت بندہ کو اپنے خالق سے غافل نہ ہونا چاہئے اور تضرع اور دعا سے خالی نہ رہنا چاہئے جب گھر سے باہر جائے تو کہے۔ ﴿ بسم اللہ رب اعوذبک ان اضل او اضل او اظلم او اظلم او اجہل او یجہل علی بسم اللہ الرحمن الرحیم لاحول ولاقوۃ الاباللہ ﴾ (۱۵) مسجد میں داخل ہونے کے وقت یہ کہے ﴿ اللھم صل علی محمد و علی الہ وسلم اللھم اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک ﴾ (۱۶) اور داہنا قدم پہلے رکھے جب ایسی مجلس میں بیٹھے جہاں واہی تباہی باتیں ہوں تو یہ کہنا ان کا کفارہ ہے۔ ﴿ سبحانک اللھم وبحمدک اشھدان لاالہ الاانت استغفرک واتوب الیک عملت سوء وظلمت نفسی فاغفرلی انہ لایغفرا لذنوب الاانت ﴾ (۱۷) جب بازار جائے تو یہ کہے کہ ﴿ لاالہ الا اللہ وحدہ

لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی و یمیت وھو حی لایموت بیدہ الخیروھو علی کل شئی قدیر﴾ جب نیا کپڑا پہنے تو یہ کہے ﴿اللھم انت کسوتنی ھذا التوب فلک الحمد اسئلک من خیرہ و خیر ماصنع لہ واعوذبک من شرہ وشر ماصنع لہ﴾ (۱۸) جب نیا چاند دیکھے تو کہے ﴿اللھم اھلہ علینا بالامن والایمان والسلامتہ والاسلام ربی وربک اللہ﴾ (۱۹) جب آندھی آئے تو یہ کہے ﴿اللھم انی اسئلک خیرھذہ الریح وخیرمافیھا وخیرما ارسلت بہ ونعوذبک من شرھا وشرمافیھا وشرما ارسلت بہ﴾ (۲۰) جب کسی کے مرنے کی خبر سنے تو یہ کہے ﴿سبحان الحی الذی لایموت انا للہ وانا الیہ راجعون﴾ (۲۱) جب خیرات دے تو یہ کہے ﴿ربناتقبل منا انک انت السمیع العلیم﴾ (۲۲) جب کچھ نقصان ہو تو یہ کہے ﴿عسی ربنا ان یبدلنا خیرامنھا انا الی ربنا راغبون﴾ (۲۳) جب کوئی کام نیا شروع کرے تو یہ کہے ﴿ربنا اتنا من لدنک رحمتہ وھیی لنا من امرنا رشدا﴾ (۲۴) جب آسمان کی طرف دیکھے تو یہ کہے ﴿ربنا ماخلقت ھذا باطلا سبحانک فقنا عذاب النار تبارک الذی جعل فی السماء بروجاوجعل فیھا سراجاوقمرا منیرا﴾ (۲۵) جب آسمان گرجنے کی آواز سنے تو یہ کہے ﴿سبحان من یسبح الرعد بحمدہ والملائکتہ من خیفتہ﴾ (۲۶) جب کہیں بجلی گرے تو یہ کہے ﴿اللھم لا تقتلنا بغضبک ولا تھلکنا بعذابک وعافنا قبل ذلک﴾ (۲۷) پانی برستے وقت یہ کہے ﴿اللھم اجعلہ سقیا ھنیا وصبانافعا واجعلہ سبب رحمتک ولاتجعلہ سبب عذابک﴾ (۲۸) غصہ کے وقت یہ کہے ﴿اللھم اغفرلی ذنبی واذھب غیظ قلبی واجرنی من الشیطان الرجیم﴾ (۲۹) ہیبت اور خوف کے وقت

یہ کہے ﴿اللھم انا نعوذبک من شرورھم وندرء بک فی نحورھم﴾ (۳۰) جب کہیں درد ہو تو وہاں ہاتھ رکھ کر تین بار بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور سات بار ﴿اعوذ باللہ و قدرتہ من شرما اجدو احاذر﴾ (۳۱) جب کوئی رنج پہنچے تو یہ کہے ﴿لاالہ الااللہ العلی العظیم لاالہ الااللہ رب العرش العظیم لاالہ الااللہ رب السموات ورب العرش الکریم﴾ جب کسی کام میں عاجز آ جائے تو یہ کہے ﴿اللھم انی عبدک وابن عبدک وابن امتک ناصینی بیدک ماض فی حکمک نافذ فی قضائک اسئلک بکل اسم سمیت بہ نفسک وانزلتہ فی کتابک واعظیتہ احدا من خلقک واستاثرت بہ فی علم الغیب عندک ان یجعل القران ربیع قلبی ونور صدری وجلاء غمی وذھاب حزنی وھمی﴾ (۳۲) جب آئینہ دیکھے تو یہ کہے ﴿الحمد للہ الذخلقنی فاحسن خلقنی وصورنی فاحسن صورتی﴾ (۳۳) جب کوئی غلام مول لے تو اس کے ماتھے کے بال پکڑ کر یہ کہے ﴿اللھم انی اسئلک خیرہ وخیر ماجبل علیہ اعوذبک من شرہ و شرما جبل علیہ﴾ (۳۴) سوتے وقت یہ کہے ﴿رب باسمک وضعت جنبی وباسمک ارفعہ ھذہ نفسی انت تتوفھا لک محیاھا ومماتھا ان امسکتھا فاغفرلھا وان ارسلتھا فاحفظھا بما تحفظ بہ عبادک الصالحین﴾ (۳۵) جب جاگے تو یہ کہے ﴿الحمد للہ الذاحیانا بعد ماماتنا والیہ النشور اصبحنا واصبح الملک للہ والسلطان والعظمت للہ والعزۃ والقدرۃ للہ اصبحنا علی فطرۃ الاسلام وکلمتہ الاخلاص ودین نبینا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وملتہ ابراھیم حنیفا وماکان من المشرکین.﴾ (۳۶)

۱ بیشک نماز باز رکھتی ہے بدی اور برائی سے اور ہر آئینہ ذکر اللہ کا بہت بڑا ہے۔

۲ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ اکیلا ہے وہ نہیں ہے کوئی شریک واسطے اس کے اسی کے واسطے ہے پادشاہی اسی کے لئے ہے سب تعریف اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

۳ پاک ہے اللہ اور اس کی حمد کے ساتھ اسے یاد کرتا ہوں میں۔

۴ پاک ہے اللہ اور اس کی حمد کے ساتھ اسے یاد کرتا ہوں پاک ہے اللہ بڑا اور اس کی تعریف کے ساتھ یاد کرتا ہوں اسے بخشش چاہتا ہوں میں اللہ سے۔

۵ پاک ہے اللہ اور سب تعریف اللہ کے واسطے ہے اور کوئی معبود نہیں ہے مگر اللہ اور اللہ بہت بڑا ہے۔

۶ تمامی آیت یہ ہے ﴿ **ومن یغفر الذنوب الا اللہ ولم یصروا علی ما فعلوا وھم یعلمون** ﴾ یعنی وہ لوگ جب کرتے ہیں برا کام یا ظلم کرتے ہیں اپنی جانوں پر یاد کرتے ہیں اللہ کو پھر بخشش چاہتے ہیں اپنے گناہوں کی اور کون بخشتا ہے گناہوں کو مگر اللہ اور نہیں ہٹ کرتے ان پر جو انہوں نے کیا اور وہ جانتے ہیں۔

۷ جس نے برا کام کیا یا ظلم کیا اپنی ذات پر پھر مغفرت چاہی اللہ سے پائے گا اللہ کو بخشنے والا رحم کرنے والا۔

۸ پس تسبیح کر تو ساتھ حمد پروردگار اپنے کے اور مغفرت چاہ تو اس سے۔

۹ پاک ہے تو اے اللہ اور تعریف کرتا ہوں میں تیری اے اللہ بخش دے تو مجھے بیشک تو توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

۱۰ مغفرت چاہتا ہوں اللہ سے ایسا اللہ کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ زندہ قائم رہنے والا۔

۱۱ دعا کرو تم اللہ سے درآنحالیکہ تم یقین کرتے ہو اس کے قبول ہو جانے کا۔

۱۲ شکر اللہ کا جس کی نعمت کے ساتھ تمام ہوتی ہیں نیکیاں۔

۱۳ شکر خدا کا ہے بہر حال۔

۱۴ پاک ہے میرا رب بڑے مرتبہ والا بخشش دینے والا۔

۱۵ گھر سے نکلتا ہوں میں ساتھ نام اللہ کے اے اللہ پناہ مانگتا ہوں میں تجھ سے اس بات سے یہ کہ گمراہ ہو جاؤں میں یا گمراہ کیا جاؤں میں یا ظلم کروں میں یا ظلم کیا جاؤں میں

یا ایذا دوں میں کسی کو یا ایذا پہنچائے کوئی مجھ پر نکلتا ہوں میں ساتھ نام خدا مہربان رحم کرنے والے کے نہیں بچاؤ ہے برائی سے اور نہیں قوت ہے بھلائی پر مگر اللہ کی مدد رحم کرنے والے کے نہیں بچاؤ ہے برائی سے اور نہیں قوت ہے بھلائی پر مگر اللہ کی مدد سے۔

۱۶ اے اللہ رحمت نازل کرتو اوپر محمد کے اور ان کی اولاد پر اور سلام بھیج اے اللہ بخش دے تو میرے واسطے میرے گناہ اور کھول تو میرے لئے دروازے اپنی رحمت کے۔

۱۷ پاک ہے تو اے اللہ اور تعریف کرتا ہوں میں تیری گواہی دیتا ہوں میں کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر تو مغفرت چاہتا ہوں میں تجھ سے اے خدا توبہ کرتا ہوں میں تیری طرف کام کیا میں نے بر اظلم کیا میں نے اپنی ذات پر پس بخش دے تو مجھ کو تحقیق کہ کوئی نہیں بخشنے والا ہے گناہوں کا مگر تو۔

۱۸ اے اللہ پہنایا تو نے مجھ کو یہ کپڑا پس تیرا شکر ہے مانگتا ہوں میں تجھ سے اس کی نیکی اور اس چیز کی نیکی جس کے واسطے وہ بنایا گیا ہے اور پناہ مانگتا ہوں میں اس کی برائی سے اور اس چیز کی برائی سے جس کے واسطے وہ بنایا گیا ہے۔

۱۹ اے اللہ چاند نکال تو ہم پر ساتھ امن اور ایمان کے اور سلامتی اسلام کے اے چاند میرا پروردگار اور تیرا پروردگار اللہ ہے۔

۲۰ اے اللہ مانگتا میں تجھ سے اچھائی اس ہوا کی اور اچھائی اس چیز کی جو بھیجی ہے تو نے اس کے ساتھ اور پناہ مانگتا ہوں میں اس کی برائی سے اور اس چیز کی برائی سے جو اس میں ہے اور اس چیز کی برائی سے جو تو نے بھیجی ہے اس کے ساتھ۔

۲۱ پاک ہے وہ زندہ جو نہ مرے گا بیشک ہم واسطے اللہ کے ہیں اسی کی طرف پھرنے والے ہیں۔

۲۲ اے اللہ قبول فرما تو ہم سے بیشک تو ہے سننے والا جاننے والا۔

۲۳ قریب ہے کہ رب ہمارا بدلا دے ہمیں اچھا اس سے کہ ہم طرف پروردگار اپنے کے پھرنے والے ہیں۔

۲۴ اے پروردگار میرے دے تو ہم کو اپنی طرف سے رحمت اور مہیا کر تو ہمارے واسطے ہمارے کام میں درستی۔

۲۵ اے پروردگار ہمارے نہیں پیدا کیا تو نے اس کو باطل، پاک ہے تو، پس بچا

تو ہم کو عذاب دوزخ سے بر کت والی ہے وہ ذات جس نے پیدا کئے آسمان میں برج اور ان میں آفتاب اور مہتاب روشن کئے۔

۲۶ پاک ہے وہ ذات جس کی پاکی بیان کرتا ہے بعد اس کی تعریف کے ساتھ اور ملائیکہ اس کے ڈر سے۔

۲۷ اے اللہ نہ قتل کر تو ہمیں اپنے غضب سے اور نہ ہلاک کر تو ہم کو اپنے عذاب سے اور عافیت دے تو ہمیں خود اس سے پہلے۔

۲۸ اے اللہ کر تو اس مینہ کو سیرابی اور خوشی دینے والا اور مینہ نفع دینے والا اور کر تو اسے سبب اپنی رحمت کا اور نہ کر تو اس کو سبب اپنے عذاب کا۔

۲۹ اے اللہ بخش دے تو گناہ میرا اور دور کر غصہ میرے دل کا اور چھڑا مجھ کو شیطان مردود سے۔

۳۰ اے اللہ پناہ مانگتا ہوں میں تجھ سے ان کی بدی سے اور دفع کرتے ہیں ہم ان کی بدی سینوں میں۔

۳۱ پناہ مانگتا ہوں میں اللہ سے اور اس کی قدرت سے اس چیز کی برائی سے جسے میں پاتا ہوں اور جس سے میں ڈرتا ہوں۔

۳۲ اے اللہ تحقیق کہ میں بندہ تیرا ہوں اور تیرے بندہ کا بیٹا ہوں اور فرزند تیری لونڈی کا ہوں پیشانی میری تیرے دست قدرت میں ہے جاری ہے میرے حق میں تیرا حکم جاری ہے مجھ پر تیری مرضی مانگتا ہوں میں تجھ سے بطفیل ہر نام کے جو نام رکھا تو نے اپنی ذات کا اور اتارا تو نے اسے اپنی کتاب میں اور دیا تو نے اسے اپنے علم غیب میں اپنے پاس یہ کہ کر تو قرآن کو میرے دل کی بہار اور میرے سینہ کا نور اور خلاصی میرے رنج کی اور لے جانے والا میرے اندوہ و ملال کا۔

۳۳ سب تعریف اس اللہ کے واسطے ہے جس نے مجھ کو پیدا کیا پھر نیک کیا میری خلقت کو اور پتلا بنایا مجھ کو پھر اچھی کی میری صورت۔

۳۴ اے اللہ مانگتا ہوں میں تجھ سے اس غلام کی اچھائی اور اس امر کی اچھائی جس پر وہ غلام پیدا کیا گیا ہے اور پناہ مانگتا ہوں میں تجھ سے اس غلام کی برائی سے اور برائی سے اس امر کی جس پر وہ غلام پیدا کیا گیا ہے۔

دسویں اصل ترتیب اوراد کے بیان میں

اے عزیز جان تو کہ جو کچھ عنوان مسلمانی میں بیان ہوا اس سے یہ عیاں ہوا کہ آدمی کو اس عالم مسافرت میں کہ خاک و آب ہے تجارت کے واسطے بھیجا ہے نہیں تو اس کی روح کی حقیقت علوی ہے وہی ں سے آئی ہے وہیں جائے گی اور اس تجارت میں اس کی عمر اس کی پونجی ہے اور یہ پونجی ہمیشہ گھٹتی جاتی ہے اگر اس سے ہر دم کا فائدہ نہ لے گا تو پونجی ضائع ہو جائے گی اس واسطے حق تعالی نے فرمایا ہے ﴿ والعصر ان الانسان لفی خسر الاالذین امنو االایه ﴾ (۱) اس کی مثال اس شخص کے مانند ہے کہ یخ جس کا سرمایہ ہو اور گرمی کے موسم میں بیچتا ہو اور کہتا ہو کہ اے مسلمانوں اس شخص پر مہربانی کرو جس کا سرمایہ پگھلا جاتا ہے اسی طرح ہمیشہ عمر کا سرمایہ پگھلا کرتا ہے اس واسطے کہ تمام عمر گنتی کے چند انفاس ہیں جس کا حساب وشمار خدا ہی جانتا ہے تو جن لوگوں نے اس کام کا خطرہ اور انجام دیکھا وہ اپنے دلوں کی نگہبانی کرتے تھے اس واسطے کہ ہر دم کو حصول سعادت ابدی کے قابل گوہر سمجھے اور اس گوہر پر اس سے زیادہ تر مہربان تھے جتنا کوئی سرمایہ زر وسیم پر مہربان ہو اور یہ شفقت اس طرح تھی کہ رات دن کی اوقات کو انہوں نے نیکیوں پر تقسیم کیا تھا اور ہر چیز کا ایک ایک وقت مقرر کیا تھا اور اوراد وظائف جدا جدا معین کئے تا کہ ان کا کوئی وقت بیکار نہ جائے اس واسطے کہ جانتے تھے کہ آخرت کی سعادت اسی کو حاصل ہو گی جو دنیا سے جائے اور خدا کی محبت اور انس اس پر غالب ہو اور یہ انس مداومت ذکر کے بغیر نہیں حاصل ہوتا اور محبت بے معرفت نہیں ہوتی اور معرفت بے تفکر کے حاصل نہیں ہوتی تو ذکر وفکر کی مداومت تخم سعادت ہے اور ترک دنیا اور ترک شہوات ومعاصی اس واسطے ہوتا ہے تا کہ آدمی ذکر وفکر کی فراغت پائے اور ذکر دائمی کے دو طریقے ہیں ایک تو یہ کہ اللہ اللہ ہمیشہ دل سے کہا کرے زبان سے نہیں بلکہ دل سے بھی نہ کہے کہ دل سے کہنا بھی نفس کی بات ہے بلکہ ہمیشہ اسی طرح مشاہدہ میں رہے

کہ کبھی غافل ہی نہ ہو یہ امر بہت دشوار ہے اور اپنے دل کو ہر وقت ایک حالت پر رکھنا ہر ایک کا کام نہیں اکثر خلق کو اس سے رنج و ملال ہوتا ہے اس واسطے مختلف اوراد مقرر کئے گئے بعضے تمام بدن سے جیسے نماز بعضے فقط زبان سے جیسے قرآن اور تسبیح پڑھنا بعضے دل سے جیسے فکر کرنا کہ دل کو ملال نہ ہو کیونکر ہر وقت نیا شغل ہوگا اور ایک حالت سے دوسری حالت کی طرح منتقل ہونا ایک تو خوشی کا باعث ہوتا ہے دوسرے جو اوقات ضروریات دنیوی میں صرف کرنا چاہئے ان میں تمیز اور فرق حاصل ہوتا ہے اور اصل یہ ہے کہ آدمی اگر اپنے تمام اوقات آخرت کے کاموں میں نہ صرف کرے تو اکثر اوقات صرف کرے تا کہ نیکیوں کا پلہ جھک جائے کیونکہ اگر ایک نصف اوقات دنیا میں اور مباحات سے متمتع ہونے میں صرف کرے گا اور دوسرا نصف کار آخرت میں تو اس امر کا خوف ہے کہ وہ دوسرا پلہ جھک جائے اس واسطے کہ طبیعت اسی چیز کی یاور اور مددگار ہوتی ہے جو مقتضائے طبع ہے اور دل کو دین کے کاموں میں لگانا طبیعت کے خلاف ہے اور کار دین میں خلوص مشکل ہے اور جو کام بے خلوص ہو وہ بے فائدہ ہے تو اعمال کی کثرت چاہئے تا کہ ان میں سے ایک تو خلوص کے ساتھ ہو تو اکثر اوقات دین کے کام میں رہنا چاہئے اور دنیا کے کام اس کی تبعیت میں کرنا چاہئے اسی واسطے حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ﴿ ومن اناء الليل فسبح و اطراف النهار لعلك ترضى﴾ (۲) اور فرمایا ﴿ واذكر اسم ربك بكرة واصيلا ومن الليل فاسجد له وسبحه ليلا طويلا﴾ (۳) اور فرمایا ﴿ كانو اقليلا من الليل مايهجعون﴾ (۴) ان سب آیتوں میں یہی اشارہ ہے کہ اکثر اوقات یاد الٰہی کرنا چاہئے اور یہ امر بے اس کے کہ آدمی دن رات کے وقتوں کو تقسیم کرے ٹھیک نہیں ہوتا تو تقسیم کا بیان ضرور ہوا۔

دن کے اوراد کا بیان

اے عزیز جان تو کہ دن کے پانچ اوراد ہیں پہلا ورد صبح سے طلوع آفتاب تک ہے یہ ایسا مبارک اور بزرگ وقت ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کی قسم یاد فرمائی اور ارشاد کیا ﴿ والصبح اذاتنفس ﴾ (۵) اور ﴿ قل اعوذ برب الفلق ﴾ (۶) اور ﴿ فالق الاصباح ﴾ (۷) یہ سب آیتیں اسی وقت کی عظمت اور بزرگی میں وارد ہیں چاہئے کہ آدمی اس وقت اپنے تمام انفاس کی نگہبانی کرے جب خواب سے بیدار ہو تو کہے ﴿ الحمد لله الذی احیانا بعد ماامانتا والیه النشور ﴾ (۸) آخر تک یہ دعا پڑھے اور کپڑے پہن کر ذکر و دعا میں مشغول ہو کپڑے پہننے میں ستر عورت اور تعمیل حکم کی نیت کرے ریا رعونت سے حذر کرے پھر پائخانے جائے اور بایاں پاؤں پہلے رکھے وہاں سے نکل کر جیسا اوپر بیان ہوا ہے سب دعاؤں اور اذکار سمیت وضو اور مسواک کرے پھر فجر کی نماز سنت گھر میں پڑھ کر مسجد میں جائے اس واسطے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے اور وہ دعا جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے سنت کے بعد پڑھے وہ دعا کتاب بدایۃ الہدایہ میں مذکور ہے دیکھ کر یاد کرے پھر آہستہ مسجد کو جائے اور داہنا پاؤں پہلے رکھے اور مسجد میں داخل ہونے کی دعا پڑھے اور پہلی صف کا قصد کرے اور فجر کی سنت پڑھے اگر گھر میں سنت پڑھ چکا ہے تو نماز تحیۃ المسجد پڑھے اور جماعت کے انتظار میں بیٹھے اور تسبیح اور استغفار میں مشغول ہو اور نماز فرض پڑھ کر طلوع آفتاب تک مسجد میں بیٹھے اس واسطے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ طلوع آفتاب تک مسجد میں بیٹھنے کو چار بندے آزاد کرنے سے میں زیادہ دوست رکھتا ہوں آفتاب طلوع ہونے تک چار چیزوں میں یعنی دعا اور تسبیح اور تلاوت قرآن اور تفکر میں مشغول رہے نماز فرض کا سلام پھیر کر دعا شروع کرے اور کہے ﴿ اللهم صلی علی محمد و علی ال محمد وسلم اللهم انت السلام ومنک السلام والیک یرجع السلام حینا ربنا بالسلام

وادخلنا دارالسلام تبارکت یاذاالجلاو الاکرام﴾ (۹) پھر ادعیہ ماثورہ پڑھنا شروع کرے دعاؤں کی کتاب سے یاد کرلے جب دعاؤں سے فارغ ہوتو تسبیح وتہلیل میں مشغول ہو ہرایک کوسو بار یا ستر دفعہ یا دس مرتبہ کہے اور جب دس ذکر دس بار ہوں گے تو سو مرتبہ ہوجائے گا اس سے کم نہ چاہئے۔ ان دس ذکر کے فضائل میں بہت احادیث وارد ہیں طول کے خیال سے ہم نے ان حدیثوں کو نہیں ذکر کیا پہلا ذکر یہ ہے ﴿لااله الاالله وحده لاشریک له له الملک وله الحمد یحیی ویمیت وهوحی لایموت بیده الخیروهو علی کل شئی قدیر﴾ (۱۰) دوسرا ذکر ﴿لااله الاالله الملک الحق المبین﴾ (۱۱) تیسرا ذکر ﴿سبحان الله والحمد لله ولااله الاالله والله اکبرو لاحول ولاقوة الابالله العلی العظیم﴾ چوتھا ذکر ﴿سبحان الله وبحمده سبحان الله العظیم وبحمده﴾ پانچواں ذکر ﴿سبوح قدوس ربنا ورب الملائکته والروح﴾ چھٹا ذکر ﴿استغفر الله الذی لااله الاهو الحی القیوم واسئله التوبته﴾ ساتواں ذکر ﴿یاحی یاقیوم برحمتک استغیث لاتکلنی الی نفسی طرفته عین واصلح لی شانی کله﴾ (۱۲) آٹھواں ذکر ﴿اللهم لامانع لما اعطیت ولامعطی لما منعت ولاینفع ذا الجدمنک الجد﴾ (۱۳) نواں ذکر ﴿اللهم صل علی محمد و علی ال محمد﴾ دسواں ذکر ﴿بسم الله الذی لایضرمع اسمه شئی فی الارض ولا فی السماء وهو السمیع العلیم﴾ (۱۴) ان دسوں کلموں کو دس دس بار کہے یا جس قدر ہو سکے اس قدر کہے ہر ایک کی فضیلت جدا ہے اور انس و لذت علیحدہ ہے اس کے بعد قرآن پڑھنے میں مشغول ہو اگر قرآن نہیں پڑھ سکتا تو قوارع قرآن مثلاً آیۃ الکرسی اور آمن الرسول اور شہد اللہ اور قل اللہم مالک الملک اور سورۂ حدید کا شروع اور سورہ حشر کا آخر یاد کرکے پڑھا کرے اگر ایسی چیز پڑھا

چاہے جو ذکر اور دعا اور قرآن کی جامع ہے تو ابراہیم تیمی کو حضرت خضر علیہ السلام نے مکاشفہ میں جو سکھایا ہے وہ پڑھے اس میں بڑی فضیلت ہے اسے مسبعات عشر کہتے ہیں وہ دس چیزیں ہیں کہ ہر ایک سات بار پڑھی جاتی ہیں ﴿الحمد اللہ' قل اعوذ برب الفلق' قل اعوذ برب الناس' قل ھو اللہ' قل یاایھا الکافرون'﴾ آیۃ الکرسی یہ چھ چیزیں قرآن میں سے ہیں اور چار ذکر ہیں ایک ﴿سبحان اللہ و الحمد للہ و لاالہ الا اللہ و اللہ اکبر ﴾ دوسرا ﴿اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد وسلم﴾ تیسرا ﴿اللھم اغفر للمومنین و المومنات ﴾ (۱۵) چوتھا ﴿اللھم اغفرلی ولو الدی و افعل بی وبھم عاجلا واجلا فی الدنیا والاخرۃ ماانت لہ اھل ولاتفعل بنایا مولانا مانحن لہ اھل انک غفور رحیم﴾ (۱۶) ان مسبعات عشر کی فضیلت میں ایک بڑی حکایت ہے احیاء العلوم میں مذکور ہے جب اس سے فارغ ہو تو تفکر میں مشغول ہو تفکر کی بہت سی صورتیں ہیں اس کتاب کے اخیر میں ان کا ذکر آئے گا لیکن جو تفکر کرنا ہر روز ضرور ہے۔ وہ یہ ہے کہ موت اور اجل کے نزدیک ہونے کا تفکر کرے اور اپنے دل میں کہے کہ یہ امر ممکن ہے کہ اجل میں ایک دن سے زیادہ نہ باقی رہا ہو اس تفکر کا بڑا فائدہ ہے اس واسطے کہ خلق جو دنیا کی طرف متوجہ ہے فقط درازی امید سے متوجہ ہے اگر اس بات کا یقین کامل ہو جائے کہ ایک مہینے یا ایک برس میں مر جائیں گے تو جس امر دینوی میں مشغول ہیں اس سے دور بھاگیں اور ایک دن میں مر جانا ممکن ہے بایں ہمہ لوگ ایسے کاموں کی تدبیر میں مشغول ہیں جو دس برس تک کام آئے اسی واسطے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿اولم ینظروا فی ملکوت السموات والارض وماخلق اللہ من شئی وان عسی ان یکون قد اقترب اجلھم﴾ جب دل کو صاف کر کے آدمی یہ تامل کرے گا زاد آخرت مہیا کرنے کی رغبت دل میں پیدا ہو گی اور چاہئے کہ یوں فکر کرے کہ آج

کے دن کتنی نیکیاں اسے میسر ہوسکتی ہیں اور کتنے گناہوں سے پرہیز کرسکتا ہے اور ایام گذشتہ میں کیا کیا تقصیریں کی ہیں جن کا تدارک کرنا ضرور ہے ان سب باتوں کو تفکر و تدبیر کی احتیاج ہے اگر کسی کو کشف حاصل ہو تو ملکوت آسمان و زمین اور ان کے عجائبات دیکھے بلکہ جلال و جمال الٰہی ملاحظہ کرے یہ تفکر سب عبادات اور تفکرات سے بہتر ہے اس واسطے کہ اس کی بدولت حق تعالیٰ کی عظمت دل پر غالب ہوتی ہے اور جب تک عظمت نہ غالب ہو محبت کا غلبہ نہیں ہوتا اور کمال محبت میں کمال سعادت ہے لیکن ہر ایک کو یہ امر نہیں حاصل ہوتا تو اس کے عوض میں خدا کی نعمتیں جو اس کے شامل حال ہیں سوچے اور ان مصیبتوں کا تفکر کرے جو اس جہاں میں ہیں اور ان سے وہ محفوظ ہے مثلاً بیماری محتاجی وغیرہ تا کہ سمجھے کہ شکر میرے اوپر واجب ہے اور شکر اس طرح ادا ہو گا کہ احکام بجالائے اور گناہوں سے دور رہے الغرض ایک ساعت ان فکروں میں رہے کہ طلوع صبح سے طلوع آفتاب تک فجر کی سنت و فرض کے سوا اور کوئی نماز درست نہیں ہے اس کے عوض میں ذکر و فکر ہے دوسرا ورد طلوع آفتاب سے وقت چاشت تک ہے اگر ممکن ہو تو جب تک آفتاب ایک نیزہ بلند ہو مسجد میں توقف کرے اور تسبیح میں مشغول رہے جب وقت کراہت گذر جائے تو دو رکعت نماز پڑھے پھر دن چڑھے نماز چاشت افضل ہے اس وقت چار یا چھ یا آٹھ رکعت نماز پڑھے کہ یہ سب منقول ہیں یا جب آفتاب بلند ہو تو دو رکعت نماز پڑھ کر ان نیک کاموں میں جو خلق اللہ سے متعلق ہیں مشغول ہو جیسے بیمار پرسی کرنا جنازے کے ساتھ جانا مسلمانوں کا کام نکالنا علما کی محفل میں حاضر ہونا۔ تیسرا ورد وقت چاشت سے ظہر کی نماز تک ہے یہ ورد لوگوں کے حق میں مختلف ہے اور چار حالتوں سے خالی نہیں پہلی حالت یہ ہے کہ آدمی تحصیل علم کی قدرت رکھتا ہو تو کوئی عبادت اس سے بہتر نہیں بلکہ ایسے شخص کو لازم ہے کہ نماز فجر سے فارغ ہوتے ہی علم سیکھنے میں مشغول ہو مگر ایسا پڑھے جو آخرت میں کام آئے (۱۷) نافع آخرت وہ علوم ہیں

جو رغبت دنیا کو ضعیف اور رغبت آخرت کو قوی کریں۔ علموں کے عیوب اور آفتوں کو کھول دیں اور اخلاص کی طرف بلائیں لیکن جھگڑے مخالفت غصہ تواریخ ق علیہ کا علم جو انشا آرائی اور سجع سے ملا ہوا ہے دنیا کی حرص کو اور زیادہ کرتا ہے اور غرور اور حسد کا تخم دل میں بوتا ہے وہ علم نافع احیاء العلوم اور جواہر القرآن اور اس کتاب میں مذکور ہے سب علموں سے پہلے اسے حاصل کرے دوسری حالت یہ ہے کہ آدمی تحصیل علم کی قدرت نہیں رکھتا لیکن ذکر تسبیح عبادت میں مشغول ہو سکتا ہے تو یہ عابدوں کا درجہ ہے اور بڑا مقام ہے خصوصاً جب ایسے ذکر میں مشغول ہو سکے جو دل پر غالب ہو اور دل میں گھر کرے اور لازم ہو جائے تیسری حالت یہ ہے کہ ایسے کام میں جس سے خلق کو راحت و آرام ہو مشغول ہووے جیسے صوفیوں، فقیہوں، فقیروں کی خدمت کرنا یہ نفل نمازوں سے افضل ہے کہ یہ عبادت بھی ہے اور مسلمانوں کی راحت بھی اور عبادت پر ان کی معاونت بھی اور ان لوگوں کی دعا کی برکت میں بڑا اثر ہے۔ چوتھی حالت یہ ہے کہ اس کام پر بھی نہ قادر ہو کہ اپنے لئے اور اپنے عیال و اطفال کے واسطے کسب میں مشغول ہوتا ہے تو اگر کسب میں امانت کرے اور خلق اس کے دست و زبان سے سلامت رہے اور دنیا کی حرص اس کو زیادہ طلبی میں نہ ڈال دے اور کفایت کی قدرت پر قناعت کرے تو وہ شخص بھی اگر منجملہ سابقین مقربین نہ ہو گا مگر عابدوں میں داخل ہو گا اور اصحاب الیمین کے درجے پر پہنچے گا اور درجہ سلامت کو لازم پکڑنا کمترین درجات سے ہے جو شخص ان چاروں حالتوں میں سے کسی ایک حالت میں اپنی اوقات نہ صرف کرے گا وہ ہالکین میں سے ہے اور شیطان کے تابعین میں سے ہے۔ چوتھا ورد وقت زوال سے نماز عصر کے وقت تک ہے وقت زوال سے پہلے قیلولہ کرنا چاہئے اس واسطے کہ قیلولہ رات کی نماز کے واسطے ایسا ہے جیسے روزہ کے واسطے سحری کھانا اگر رات کو عبادت نہ کرتا ہو تو قیلولہ مکروہ ہے اس واسطے کہ بہت سونا مکروہ ہے جب قیلولہ سے بیدار ہو تو چاہئے کہ

وقت کے پہلے طہارت کرے اور یہ کوشش کرنا چاہئے کہ مسجد میں پہنچ کر اذان سنے اور نماز تحیۃ المسجد پڑھے اور موذن کو جواب دے اور فرض کے پہلے چار رکعت نماز پڑھے اور طول دے اس واسطے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ چار رکعتیں لمبی پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس وقت آسمان کے دروازے کھلے ہیں حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی یہ چار رکعت نماز پڑھتا ہے ستر ہزار فرشتے اس کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور رات تک اس نماز پڑھنے والے کے واسطے دعائے مغفرت کیا کرتے ہیں پھر امام کے ساتھ فرض پڑھے اور دو رکعت سنت اور پڑھے اور عصر کی نماز تک علم سکھانے یا مسلمانوں کی مدد کرنے یا ذکر یا تلاوت قرآن یا بقدر حاجت حلال کی کمائی کرنے کے سوا اور کسی امر دینوی میں نہ مشغول ہو۔ پانچواں ورد عصر کی نماز سے غروب آفتاب تک ہے چاہئے کہ عصر کی نماز کے پہلے سے مسجد میں آئے اور چار رکعت نماز پڑھے اس واسطے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ اس پر رحمت فرماتا ہے جو فرض عصر کے پہلے چار رکعت نماز پڑھتا ہے جب نماز فرض سے فارغ ہو تو جو ہم بیان کر چکے ہیں ان کاموں کے سوا اور کسی امر دینوی میں نہ مشغول ہو پھر نماز مغرب کے پہلے سے مسجد میں جائے اور تسبیح و استغفار میں دل لگائے اس واسطے کہ اس وقت کی بزرگی بھی صبح کے وقت کے برابر ہے جیسا حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبها ﴾ (۱۸) اس وقت والشمس، واللیل، قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس پڑھنا چاہئے اور آفتاب ڈوبتے وقت استغفار میں ہونا چاہئے غرضیکہ اوقات منضبط اور منقسم رہیں اور ہر وقت وہ کام کرے جو مقتضائے وقت ہو کہ اس میں برکت عمر ظاہر ہوتی ہے اور جس شخص کے اوقات فروگذاشت ہوں گے کہ ہر وقت کیا اتفاق ہوا اس کی اکثر عمر رائیگاں جائے گی۔

رات کے تین اوراد ہیں

پہلا ورد مغرب کی نماز سے عشاء کی نماز تک ہے اور ان دونوں نمازوں کے درمیان میں جاگتے رہنے کی بڑی فضیلت ہے حدیث شریف میں وارد ہے کہ آئیہ کریمہ ﴿ تتجافی جنوبھم عن المضاجع ﴾ (۱۹) اسی بارہ میں نازل ہوئی ہے چاہئے کہ عشا کی نماز تک نماز ہی میں مشغول رہے بزرگ لوگوں نے دن کو روزہ رکھنے سے زیادہ اس امر کو افضل رکھا ہے اور اس وقت کھانا نہیں چکھا ہے اور وتر سے فارغ ہو کر گپ شپ لہو ولعب میں نہ مشغول ہو کہ سب اعمال اور اشغال کا خاتمہ اسی پر ہوتا ہے اور ان کاموں کا انجام کار خیر پر ہونا چاہئے۔ دوسرا ورد سونا ہے ہر چند خواب عبادات سے نہیں ہے لیکن اگر آداب وسنن سے آراستہ ہو تو منجملہ عبادات ہے سنت یہ ہے کہ قبلہ رو سوئے پہلے داہنی کروٹ سوئے جس طرح مردے کو لحد میں سلاتے ہیں خواب کو موت کا برادر اور بیداری کو حشر کے برابر سمجھے اور ممکن ہے کہ جو روح خواب میں قبض ہو جاتی ہے وہ نہ پھر ملے تو چاہئے کہ کار آخرت درست ہوں بہ ایں طور کہ طہارت کے ساتھ سوئے اور توبہ کر کے عزم بالجزم کر لے کہ اگر جاگوں گا تو پھر گناہ نہ کروں گا اور تکیہ کے نیچے وصیت نامہ رکھے اور تکلف سے خود کو نہ سلائے اور نرم بچھونا نہ بچھائے کہ نیند غالب ہو جائے اس واسطے کہ سونا عمر کو بیکار کھوتا ہے دن رات میں آٹھ گھنٹے سے زیادہ نہ سونا چاہئے کہ یہ چوبیس گھنٹے کا تیسرا حصہ ہوتا ہے اس واسطے کہ جب ایسا کرے گا تو اگر ساٹھ برس کی عمر پائے گا تو اس میں سے بیس برس کا زمانہ خواب ہی میں ضائع ہو جائے گا اس سے زیادہ نہ ضائع کرنا چاہئے پانی اور مسواک اپنے ہاتھ سے اپنے قریب رکھ لے تا کہ رات کو یا صبح سویرے نماز کے واسطے اٹھے تو وضو کا آرام ہو قیام شب کا یا صبح اٹھنے کا قصد کر لے کہ جب یہ قصد کرے گا تو اگر نیند غالب بھی ہو جائے اور یہ شخص وقت سے زیادہ بھی سو جائے تو بھی ثواب حاصل ہو گا اور جب زمین پر پہلو رکھے تو کہے ﴿ باسمک ربی وضعت جنبی وباسمک ارفعہ ﴾ (۲۰) جیسا دعاؤں میں مذکور ہوا ہے

۱ قسم ہے عصر کی بے شک آدمی نقصان میں ہے مگر وہ لوگ جو ایمان لائے۔

۲ اور تھوڑی گھڑی میں رات کے تسبیح پڑھا کر اور کناروں پر دن کے شاید تم خوش ہو۔

۳ اور یاد کر نام کو اپنے رب کے صبح و شام اور کچھ رات میں سجدہ کر اس کو اور تسبیح کر اس کی بڑی رات تک۔

۴ سوتے تھے وہ لوگ تھوڑی رات۔

۵ قسم ہے صبح کی جب پھوٹتی ہے۔

۶ کہہ تو اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پناہ مانگتا ہوں میں ساتھ رب صبح کے۔

۷ پھاڑنے والا صبح کا۔

۸ سب تعریف اس اللہ کے واسطے ہے جس نے جلایا ہمیں بعد اس کے کہ مار ڈالا تھا ہم کو اور اس کی طرف سے چلنا پھرنا۔

۹ اے اللہ رحمت بھیج تو اوپر محمد کے اور اوپر اولاد محمد کے اور سلام بھیج اے اللہ تو سلام ہے اور تجھی سے سلامتی ہے اور تیری ہی طرف سلامتی پھرتی ہے جلا تو ہم کو سلامتی کے ساتھ اور داخل کر تو ہم کو جنت میں برکت والا ہے تو اے صاحب بزرگی اور بزرگی کے۔

۱۰ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ اکیلا ہے وہ کوئی شریک نہیں ہے اس کا اسی کے واسطے بادشاہی ہے اور اسی کے واسطے تعریف ہے زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے وہ زندہ ہے کبھی نہ مرے گا اسی کے واسطے تعریف ہے زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے وہ زندہ ہے کبھی نہ مرے گا اسی کے ہاتھ نیکی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۱۱ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ بادشاہ حق ظاہر کرنے والا۔

۱۲ اے زندہ اور ہمیشہ قائم رہنے والے تیری رحمت سے فریاد کرتا ہوں میں نہ سپرد کر مجھ کو میرے نفس کی طرف ذرا بھی اور نیک کر تو میرے سب کام۔

۱۳ اے اللہ کوئی نہیں روکنے والا اسے جو کچھ تو نے عطا کیا اور کوئی نہیں عطا کرنے والا اسے جو کچھ تو نے روک دیا دیتا ہے دولت مند کو تجھی سے دولت مندی ہے۔

۱۴ ساتھ نام خدا کے ایسا خدا کہ نہیں نقصان کرتی ہے اس کے نام کے ساتھ کوئی چیز زمین و آسمان میں وہ سننے والا ہے جاننے والا ہے۔

۱۵ اے اللہ بخش دے تو مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو۔

۱۶ اے اللہ بخش دے تو مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور کر تو میرے ساتھ اور ان کے جلدی اور دیر کر دنیا اور آخرت میں وہ امر تو جس امر کے لائق ہے اور نہ کر تو ہمارے ساتھ اے مالک ہمارے وہ امر ہم جس کے لائق ہیں بیشک تو بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

۱۷ کیا نہیں دیکھتے بادشاہیاں زمین و آسمان کی اور جو کچھ خدا نے پیدا کیا کسی چیز سے اور یہ کہ شاید نزدیک پہنچا ہو وقت ان کا۔

۱۸ نافع آخرت وہ علوم ہیں جو رغبت دنیا کو ضعیف اور رغبت آخرت کو قوی کریں۔

۱۹ اور تسبیح کر ساتھ حمد رب اپنے کے آفتاب نکلنے کے پہلے اور ڈوبنے کے پہلے۔

۲۰ خالی ہوتے ہیں پہلو ان کے خواب گاہ سے۔

۲۱ تیرے نام کے ساتھ اے رب میرے رکھا میں نے اپنے پہلو کو اور تیرے نام کے ساتھ اٹھاؤں گا میں اس کو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم﴾

دوسرا رکن معاملات کے بیان میں

اس کی بھی دس اصلیں ہیں پہلی اصل کھانا کھانے کے آداب میں۔ دوسری اصل نکاح کے آداب میں۔ تیسری اصل کسب اور تجارت کے آداب میں۔ چوتھی اصل طلب حلال کے بیان میں۔ پانچویں اصل بندگان خدا کے ساتھ صحبت رکھنے کے آداب میں۔ چھٹی اصل گوشہ نشینی کے آداب میں۔ ساتویں اصل سفر کے آداب میں۔ آٹھویں اصل راگ اور حال کے آداب میں۔ نویں اصل امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے آداب میں۔ دسویں اصل حکومت اور ملک داری کے آداب میں ہے۔

پہلی اصل کھانا کھانے کے آداب میں

اے عزیز از جان اس بات کو جان کہ راہ عبادت بھی عبادت میں سے ہے اور زادراہ بھی منجملہ راہ ہے تو راہ دین کو جس چیز کی حاجت ہے وہ بھی دین میں سے ہوتی ہے اور راہ دین کو کھانا کھانے کی حاجت ہے اس واسطے کہ خدا کا دیدار سب سالکوں کا مقصود ہے اس کا تخم علم و عمل ہے اور علم و عمل کی مداومت بے بدن سلامت رہے محال ہے اور بدن کی سلامتی بے کھانے پینے کے ممکن نہیں بلکہ راہ دین کے واسطے کھانا کھانے کی ضرورت ہے تو یہ بھی دین میں سے ہوگا اس واسطے حق تعالیٰ نے فرمایا ﴿کلو امن الطیبات واعملو اصالحا﴾ (۱) کھانے اور اچھا کام کرنے کو اس آیت میں حق سبحانہ تعالیٰ نے جمع کیا تو جو کوئی اس واسطے کھانا کھائے کہ مجھے علم و عمل کی قوت اور آخرت کی راہ چلنے کی قدرت ہو اس کو کھانا کھانا بھی عبادت ہوگا اس واسطے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمان کو

کے واسطے نہیں کھائی اس نیت کی درستی کی علامت یہ ہے کہ تھوڑا کھانے کا قصد کرے اس واسطے کہ بہت کھا جانا آدمی کو عبادت سے باز رکھتا ہے اس لئے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا ہے کہ چھوٹے چھوٹے چند لقمے جو آدمی کی پیٹھ سیدھی رکھیں بس ہیں اگر اس پر قناعت نہ ہو سکے تو ایک تہائی پیٹ کھانے کے واسطے ہے ایک تہائی پانی کے لئے ہے ایک تہائی سانس لینے کو ہے یعنی دو حصہ پیٹ کھانے پینے سے بھرے اور ایک حصہ سانس لینے کو خالی رکھے۔ پانچواں: یہ کہ جب تک بھوکا نہ ہو کھانے میں ہاتھ نہ ڈالے کھانے سے پہلے جو چیزیں سنت ہیں ان میں سے بہترین سنت بھوک ہے اس واسطے کہ بھوک سے پہلے کھانا مکروہ بھی ہے اور مذموم بھی۔ جو کوئی کھانے میں ہاتھ ڈالتے وقت بھی بھوکا ہوتا ہو اور کھانے سے ہاتھ کھینچتے وقت بھی بھوکا رہتا ہو وہ طبیب کا ہرگز محتاج نہ ہوگا۔ چھٹا یہ کہ جو کچھ حاضر ہو اس پر قناعت کرے عمدہ کھانا نہ ڈھونڈھے اس واسطے کہ مسلمان کو قوت عبادت کی حفاظت مقصود ہوتی ہے نہ کہ عیش وعشرت اور روٹی کی تعظیم سنت ہے اس واسطے کہ آدمی کی بقا اسی سے ہے اور روٹی کی بڑی تعظیم یہ ہے کہ اسے سالن وغیرہ کے انتظار میں نہ رکھیں بلکہ نماز کے انتظار میں بھی نہ رکھیں جب روٹی حاضر ہو تو پہلے اسے کھا لیں پھر نماز پڑھیں۔ ساتواں: یہ کہ جس کسی کے ساتھ آدمی کھاتا ہے جب تک وہ نہ آئے تب تک کھانے میں ہاتھ نہ ڈالے کہ تنہا کھانا اچھا نہیں اور کھانے میں جتنے زیادہ ہاتھ ہوتے ہیں اتنی ہی برکت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب سلطان الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والثناء اکیلے خاصہ ہرگز تناول نہ فرماتے تھے۔

کھانے کے وقت کے آداب

یہ ہیں کہ اول بسم اللہ کہے آخر کو الحمد اللہ اور بہتر یہ ہے کہ پہلے نوالے میں کہے بسم اللہ دوسرے میں بسم اللہ الرحمٰن تیسرے میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور زور سے کہنا

یہ ہیں ں کہ پانی کا برتن داہنے ہاتھ میں لے اور بسم اللہ کہے اور آہستہ پئے کھڑے کھڑے لیٹے لیٹے نہ پئے پہلے دیکھ لے کہ اس میں تنکا یا کیڑا نہ ہو اگر ڈکار آئے تو کوزہ کی طرف سے منہ پھیر لے اگر ایک دفعہ سے زیادہ میں پیا چاہتا ہے تو تین دفعہ کر کے پئے ہر بار بسم اللہ اور آخر میں الحمد اللہ کہے اور کوزہ کے نیچے دیکھتا رہے تا کہ پانی کہیں نہ ٹھکے جب پی چکے تو کہے ﴿ الحمد للہ الذی جعلہ عذبا فراتا برحمتہ ولم یجعلہ ملحا اجاجا بذنوبنا ﴾ (۳)

کھانے کے بعد کے آداب

یہ ہیں کہ پیٹ بھرنے سے پہلے ہی ہاتھ کھینچے اور انگلی کو منہ سے صاف کرے پھر دسترخوان میں پونچھے روٹی کے ٹکڑے چن لے اس واسطے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی ایسا کرے گا اس کے عیش میں وسعت ہوگی اور اس کی اولاد صحت مند اور سلامت رہے گی اور وہ ٹکڑے حورعین کا مہر ہوگا۔ پھر خلال کرے جو کچھ دانتوں سے نکل کر زبان پر آئے اسے نگل جائے اور جو کچھ خلال کے ساتھ نکل آئے اسے پھینک دے اور برتن کو انگلی سے صاف کر لے اس واسطے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص برتن پونچھ لیتا ہے تو برتن اس کے حق میں یوں دعا کرتا ہے کہ اے پروردگار جس طرح اس نے مجھے شیطان کے ہاتھ سے چھوڑایا تو اسے آتش دوزخ سے آزاد کر اور اگر برتن کو دھو کر اس کا دھوون پی جائے تو ایسا ثواب ہوگا کہ گویا ایک بندہ آزاد کیا کھانے کے بعد کہے ﴿ الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وکفانا واوانا وھو سیدنا ومولانا قل ھو اللہ ﴾ (۴) اور ﴿ لایلاف ﴾ پڑھے اگر حلال کا کھانا کھایا ہو تو شکر کرے اور شبہ کا کھانا کھایا ہو تو روئے اور رنج کرے اس واسطے کہ جو شخص کھاتا ہے اور روتا ہے وہ اس شخص کا سا نہیں ہے جو کھاتا ہے اور غفلت کے سبب سے ہنستا ہے جب ہاتھ دھونے لگے تو اشنان (۵) بائیں ہاتھ میں لے پہلے داہنے ہاتھ کی انگلیوں کے سرے بے اشنان ملے دھوئے پھر اشنان میں

انگلی ڈبوئے ہونٹ اور دانت اور تالو پر رکھ کر خوب ملے اور انگلیوں کو دھوئے پھر منہ کو اشنان سے دھوئے۔

کسی کے ساتھ کھانا کھانے کے آداب

تنہا ہو یا کسی کے ساتھ یہ آداب جو بیان ہو چکے ان کا تو بہر حال دھیان رکھے لیکن اگر کسی کے ساتھ کھانا کھائے تو سات آداب اور بھی بڑھائے۔

پہلا:

یہ کہ جو شخص سن یا علم یا پرہیز گاری میں یا اور کسی سبب سے بڑھ کر ہو وہ جب تک کھانے کو ہاتھ نہ بڑھائے تب تک خود بھی ہاتھ نہ لپکائے اگر خود سب سے بڑھ کر ہے تو اوروں کو انتظار میں نہ رکھے۔

دوسرا:

یہ کہ چپ نہ رہے کیونکہ یہ اہل عجم کی سیرت ہے مگر متقی پرہیز گاروں کے ق ﷺ اور حکایت اور کلام حکمت اور شریعت میں سے اچھی اچھی باتیں کرے واہیات خرافات نہ بکے۔

تیسرا:

یہ کہ اپنے ہم پیالہ کا دھیان رکھے تا کہ خود کسی حالت میں اس سے زیادہ نہ کھا جائے اگر کھانا مشترک ہے تو یہ حرام ہے بلکہ خود کم کھائے اپنے ساتھی کو زیادہ دے اور اچھا کھانا اس کے سامنے بڑھائے اگر ساتھی آہستہ آہستہ کھاتا ہے تو اس سے اصرار کرے کہ اچھی طرح خوشی سے کھائے مگر تین بار سے زیادہ کھاؤ کھاؤ نہ کرے اس واسطے کہ اس سے زیادہ کہنا الحاح اور افراط ہے اور قسم نہ دے اس واسطے کہ کھانا قسم دلانے سے کم حقیقت ہے۔

چوتھا:

یہ کہ ساتھی کو اس سے کھاؤ کھاؤ کہنے کی حاجت نہ پڑے بلکہ جس طرح وہ کھاتا ہے اسی طرح اس کا ساتھ دیے جائے اور اپنی عادت سے کم نہ کھائے اس واسطے کہ یہ ریا ہے اور تنہائی میں بھی خود کو اسی طرح باادب رکھے کہ جس طرح لوگوں کے سامنے مودب رہتا ہے تاکہ جب لوگوں کے ساتھ ہو تو ادب سے کھانا کھا سکے اور اگر دوسرے کو زیادہ کھلانے کی نیت سے خود کم کھائے گا تو بہتر ہے اور اگر اوروں کی خوشی کے واسطے زیادہ کھائے گا تو بھی بہتر ہے حضرت ابن مبارک فقیروں کی دعوت کرتے اور خرمے ان کے آگے دھرتے اور کہتے کہ جو زیادہ کھائے گا ایک ایک گٹھلی پیچھے ایک ایک درم اسے دوں گا پھر گٹھلیاں گنتے کہ کس کے پاس زیادہ ہیں اور ہر گٹھلی پیچھے ایک درم اسے دیتے۔

پانچواں:

یہ کہ نگاہ نیچی رکھے اوروں کے نوالے کو نہ دیکھے اگر لوگ اس کا ادب اور ملاحظہ کرتے ہیں تو اوروں سے پہلے خود ہاتھ نہ کھینچے اگر اوروں کے نزدیک کچھ حقیر ہے تو پہلے ہاتھ روکے رکھے تاکہ آخر کو اچھی طرح کھا سکے اگر اچھی طرح نہیں کھا سکتا تو عذر بیان کر دے تاکہ اور شرمندہ نہ ہوں۔

چھٹا:

یہ کہ جس امر سے لوگوں کی طبیعت کو کراہت اور نفرت ہو وہ امر نہ کرے برتن میں ہاتھ نہ جھٹکے برتن کی طرف منہ اتنا نہ جھکائے کہ منہ سے جو کچھ نکلے وہ برتن میں جائے اگر منہ سے کچھ نکالے تو منہ کو پھیر کے چکنا نوالہ سرکہ میں نہ ڈبوئے جو نوالہ دانت سے کاٹا ہوا سے برتن میں نہ ڈالے کہ ان باتوں سے لوگوں کی طبیعت نفرت کرے گی اور گھنونی چیزوں کی باتیں نہ کرے۔

ساتواں:

یہ کہ اگر طشت میں ہاتھ دھوئے تو لوگوں کے سامنے طشت میں نہ تھوکے جو شخص معزز ہو اسے مقدم کرے اگر لوگ اس کی تعظیم کریں تو مان لے اور داہنی طرف سے طشت کو گھمائے سب کے ہاتھوں کو دھوون جمع کرے ہر ایک کے ہاتھ کا دھوون الگ نہ پھینکے کہ یہ اہل عجم کی عادت ہے اگر سب لوگ ایک ہی بار ہاتھ دھولیں تو بہت اولیٰ ہے اور فروتنی سے نزدیک تر ہے اگر کلی کرے تو آہستہ سے کرے تا کہ چھینٹ نہ اڑے کسی آدمی اور فرش پر نہ پڑے جو شخص ہاتھ پر پانی ڈالتا ہے بیٹھنے سے اس کا کھڑا رہنا اولیٰ تر ہے یہ سب آداب احادیث میں لکھے ہیں انسان اور حیوان میں ان ہی آداب سے فرق ہوتا ہے کہ حیوان جس طرح اس کا جی چاہتا ہے اسی طرح کھاتا ہے اچھی بات نہیں جانتا خدا نے اس کو یہ تمیز ہی نہیں دی اور چونکہ انسان کو یہ تمیز عنایت ہوئی ہے اگر وہ اس پر کاربند نہ ہوگا تو عقل و تمیز کی نعمت کا حق اس نے نہ ادا کیا اور کفران نعمت کیا۔

دوستوں اور دینی بھائیوں کے ساتھ کھانا کھانے کی فضیلت

اے عزیز جان تو کہ کسی دوست کی ضیافت کرنا بہت صدقہ دینے سے افضل ہے اس واسطے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ تین چیزوں کا بندہ سے حساب نہ کریں گے ایک تو جو کچھ سحر کے وقت کھائے گا' دوسرے جس سے روزہ افطار کرے گا تیسرے جو کچھ دوستوں کے ساتھ کھائے گا حضرت جعفر ابن محمد صادق علیہما السلام فرماتے ہیں کہ جب دوستوں اور بھائیوں کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھے تو جلدی نہ کرتا کہ دیر ہو اس واسطے کہ اس قدر زندگی کا حساب نہ ہوگا حضرت حسن بصری کہتے ہیں کہ بندہ جو کچھ خود کھاتا پیتا ہے اور اپنے ماں باپ کو کھلاتا پلاتا ہے اس کا حساب ہوگا مگر جو کھانا دوستوں کے سامنے رکھتا ہے اس کا حساب نہ ہوگا ایک بزرگ کی عادت

تھی کہ جب بھائیوں کے سامنے دستر خوان بچھاتے تو بہت سا کھانا لگاتے اور کہتے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کھانا دوستوں کے آگے سے بڑھے اس کا حساب نہیں ہوتا میں چاہتا ہوں کہ جو کھانا دوستوں کے سامنے سے بڑھاؤں اس میں سے کھاؤں امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صاع کھانا بھائیوں کے سامنے رکھنا مجھے اس سے زیادہ عزیز ہے کہ ایک بندہ آزاد کروں حدیث شریف میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا کہ اے بنی آدم میں بھوکا ہوا اور تو نے مجھے کھانا نہ دیا آدمی عرض کرے گا کہ بار خدایا تو کیونکر بھوکا ہوا تو تو تمام عالم کا مالک ہے تجھ کو کھانے کی کچھ حاجت نہیں ارشاد ہوگا کہ تیرا بھائی بھوکا تھا تو اگر اس کو کھانا دیتا تو گویا مجھ کو دیتا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص مسلمان بھائی کو پیٹ بھر کر کھانا پانی دیتا ہے حق تعالیٰ اسے آتش دوزخ سے سات خندق دور رکھتا ہے ہر ایک خندق کے درمیان میں پانچ سو برس کی راہ کی مسافت ہوتی ہے اور فرمایا ﴿خیر کم من اطعم الطعام﴾ یعنی تم میں وہ شخص بہتر ہے جو کھانا بہت دے۔

جو دوست ایک دوسرے کی ملاقات کو جائیں ان کے کھانا کھانے کے آداب

اے عزیز جان تو کہ اس صورت میں چار ادب ہیں۔ پہلا: ادب یہ ہے کہ قصداً کھانے کے وقت کسی کے پاس نہ جائے اس واسطے کہ حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی بے بلائے کسی کا کھانا کھانے کا قصد کرے وہ جانے میں گنہگار ہوگا اور کھانے میں حرام خور اگر اتفاقاً کھانے کے وقت جا پہنچے تو بے کہے نہ کھائے اگر کہیں کہ کھاؤ اور وہ جانے کہ دل سے نہیں کہتے ہیں تو بھی کھانا نہ چاہئے لیکن لطائف الحیل کے ساتھ انکار کرے مگر جس دوست پر اعتماد اور جس کے دل سے آگاہ ہے

اس کے گھر قصداً کھانے کی نیت سے جانا درست ہے بلکہ دوستوں میں یہ امر سنت ہے اس واسطے کہ جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ اور امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھوک کے وقت حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصاری اور حضرت ابوالہثیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن التیہان کے گھر تشریف لے گئے ہیں اور مانگ کر کھانا نوش فرمایا ہے یہ امر خیر ہر میزبان کی اعانت ہے بشرطیکہ معلوم ہو کہ وہ راغب ہے کسی بزرگ کے تین سو ساٹھ دوست تھے وہ بزرگ ہر شب ایک دوست کے گھر رہتے کسی بزرگ کے تیس دوست تھے کوئی بزرگ سات دوست رکھتے تھے کہ ہر شب ایک ایک دوست کے گھر رہتے یہ دوست ان بزرگوں کے واسطے گویا کسب وصنعت تھے اور ان کی عبادت میں سبب فراغت تھے بلکہ جب دینی دوستی ہوگئی تو اگر دوست گھر میں نہ ہو تو بھی اس کے کھانے میں سے کھالینا درست ہے جناب سرور انبیاء علیہ افضل الصلوٰۃ والثنا حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور ان کے غیبت میں ان کا کھانا نوش فرمایا اس واسطے کہ آپ نے جانا کہ وہ اس امر سے خوش ہوں گے حضرت محمد بن واسع ایک بزرگ صاحب ورع اپنے یاروں کے ساتھ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصری کے گھر تشریف لے جاتے اور جو کچھ پاتے کھا جاتے جب حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصری اپنے گھر تشریف لاتے تو اس امر سے بہت خوش ہوتے ایک گروہ نے حضرت سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثوری کے گھر میں ایسا ہی امر کیا جب حضرت سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے تو فرمایا کہ تم لوگوں نے اگلے بزرگوں کے اخلاق مجھ کو یاد دلائے کہ انہوں نے ایسا ہی کیا ہے۔ دوسرا ادب یہ ہے کہ جب کوئی دوست ملاقات کو آئے تو جو کچھ حاضر ہو اس کے سامنے لائے کچھ تکلف نہ کرے اگر کچھ نہ ہو تو قرض نہ کرے اگر اپنے اہل وعیال کی احتیاج ہی کی قدر ہو زیادہ نہ ہو تو اسے رکھ چھوڑے۔ ایک شخص نے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

کی دعوت کی آپ نے فرمایا کہ تین شرطوں سے میں تیرے گھر آؤں گا۔ ایک یہ کہ بازار سے کچھ نہ لا۔ دوسری یہ کہ جو کچھ گھر میں ہو اس میں سے کچھ پھیر نہ لے جا۔ تیسری یہ کہ اپنے اہل وعیال کا پورا حصہ بچا۔ حضرت فضیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ لوگ جو ایک دوسرے سے چھوٹ گئے ہیں تکلف کے سبب سے چھوٹ گئے ہیں اگر تکلف درمیان سے اٹھ جائے تو بے دھڑک ایک دوسرے سے مل سکتا ہے۔ ایک دوست نے ایک بزرگ سے تکلف کیا انہوں نے فرمایا کہ تم جب اکیلے ہوتے ہو تو ایسا نہیں کھاتے اور میں بھی اکیلے میں ایسا نہیں کھاتا تو جب ہم تم بہم ہوں تو یہ تکلف کرنا کیوں چاہئے یا تم تکلف اٹھا دو یا میں آنا موقوف کر دوں۔ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ نے ہم کو فرمایا ہے کہ تکلف نہ کرنا جو کچھ حاضر ہو اس سے بھی دریغ نہ کرنا صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین روٹی کا ٹکڑا اور خشک چھوہارا ایک دوسرے کے سامنے لاتے اور فرماتے کہ ہم نہیں جانتے کہ وہ شخص بڑا گنہگار ہے جو ماحضر کو ناچیز جان کر سامنے نہ لائے یا وہ شخص جس کے سامنے حاضر کریں اور وہ اسے حقیر جانے۔ حضرت یونس علیٰ نبینا وعلیہ السلام روٹی کا ٹکڑا اور جو ترکاری آپ بوتے تھے دوستوں کے سامنے رکھتے اور فرماتے کہ اگر حق سبحانہٗ تعالیٰ تکلف کرنے والوں پر لعنت نہ کرتا تو میں تکلف کرتا کچھ لوگوں میں باہم جھگڑا تھا حضرت زکریا علیہ السلام کو تلاش کیا تا کہ ان کے درمیان فیصلہ کر دیں وہ لوگ آپ کے مکان پر حاضر ہوئے آپ کو تو نہ پایا ایک عورت خوبصورت دیکھی متعجب ہوئے کہ حضرت زکریا علیہ السلام پیغمبر ہو کر ایسی عورت پری طلعت کے ساتھ عیش وعشرت کرتے ہیں جب آپ کو ڈھونڈھا تو ایک جگہ مزدوری کو گئے تھے وہاں پایا آپ کھانا کھاتے تھے ان لوگوں نے آپ سے باتیں کیں آپ نے ان سے نہ کہا کہ میرے ساتھ کھانا کھالو جب آپ اٹھے تو وہاں سے ننگے پاؤں چلے ان لوگوں کو آپ سے ان تینوں کاموں کا سرزد ہونا محل تعجب

معلوم ہوا عرض کی کہ یا حضرت یہ کیا باتیں ہیں آپ نے فرمایا کہ خوبصورت عورت اس واسطے رکھتا ہوں کہ میرے دین کو بچائے میری آنکھ اور دل اور کہیں نہ لگ جائے اور تم سے کھانے کو جو نہ کہا تو اس واسطے کہ وہ میری مزدوری تھی کہ کام کروں میں اگر کم کھاتا تو کام میں تقصیر کرتا اور کام کرنا مجھ پر فرض تھا اور ننگے پاؤں اس واسطے چلا کہ اس زمینوں کے مالکوں میں جھگڑا ہے میں نے یہ نہ چاہا کہ اس زمین کی مٹی میرے جوتے میں بھرے اور دوسری زمین پر جاتی رہے تو اس سے معلوم ہوا کہ کاموں میں صدق اور راستی تکلف کرنے سے بہتر ہے۔ تیسرا ادب یہ ہے کہ جب جانے کہ میزبان پر دشوار ہوگا تو اس پر حکومت نہ کرے جب مہمان کو دو چیزوں میں اختیار دیں تو جو چیز میزبان پر بہت آسان ہو اسے اختیار کرے اس واسطے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر کام میں ایسا ہی کرتے تھے کوئی شخص حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا انہوں نے جو کی روٹی کا ٹکڑا اور نمک اس شخص کے سامنے لا کر رکھ دیا وہ بولا اگر اس نمک میں سعتر (۶) ہوتا تو بہتر ہوتا۔ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کچھ پاس نہ رکھتے تھے آفتابہ گرو رکھ کر سعتر مول لائے وہ شخص جب روٹی کھا چکا تو کہنے لگا ﴿الحمد لله الذی قنعنا بما رزقنا﴾ (۷) حضرت سلمان نے فرمایا کہ اگر تجھ میں قناعت ہوتی تو میرا آفتابہ نہ گرو ہو جاتا مگر جہاں جانے کہ میزبان کو دقت نہ پڑے گی اور خوش ہوگا تو اس سے مانگنا درست ہے۔ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ بغداد میں زعفرانی کے گھر تشریف رکھتے تھے زعفرانی روز کھانے کی اقسام لکھ کر پکانے والے کو دے دیتا ایک دن امام صاحب نے ایک قسم کا کھانا دستخط خاص سے اس میں بڑھا دیا جب زعفرانی نے اس کتبہ کو لونڈی کے ہاتھ میں دیکھا بہت خوش ہوا اور شکرانہ میں اس لونڈی کو آزاد کر دیا۔ چوتھا ادب یہ ہے کہ صاحب خانہ اگر مہمانوں کا حکم بجالانے پر دل سے راضی ہو تو مہمانوں سے پوچھے کہ تم کیا چاہتے ہو اور کس چیز کی آرزو کرتے ہو اس واسطے کہ جو

ان کی آرزو ہو گی اس کے مہیا کرنے میں بڑا ثواب ہو گا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص مسلمان بھائی کی آرزو بر لانے میں کوشش اور مستعدی کرتا ہے ہزار ہزار نیکیاں اس کے اعمال نامہ میں لکھتے ہیں اور ہزار ہزار برائیاں اس کے نامہ اعمال سے مٹا دیتے ہیں اور ہزار ہزار درجہ اس کا مرتبہ بلند کرتے ہیں اور تین جنتوں میں سے اسے حصہ دیتے ہیں۔ ایک فردوس دوسری عدن تیسری خلد لیکن مہمان سے یہ پوچھنا کہ فلانی چیز لاؤں یا نہ لاؤں مکروہ اور برا ہے بلکہ جو کچھ موجود ہے لے آئے اگر مہمان نہ کھائے تو پھیر لے جائے۔

میزبانی کی فضیلت

اے عزیز جان تو کہ یہ جو بیان کیا گیا اس صورت میں تھا کہ کوئی شخص بے بلائے ملاقات کو آئے دعوت کرنے کا حکم اور ہے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی مہمان خود آ جائے تو کچھ تکلف نہ کر اور اگر تو بلائے تو کچھ اٹھا نہ رکھ یعنے جو تکلف تجھ سے ہو سکے کر اور ضیافت کی بڑی فضیلت ہے اور یہ عرب کی عادت ہے کہ وہ لوگ سفر میں ایک دوسرے کے گھر جاتے ہیں اور ایسے مہمان کا حق ادا کرنا اہم ہے اسی واسطے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص مہماندار نہیں اس میں خیر نہیں اور فرمایا ہے کہ مہمان کے واسطے تکلف نہ کرو اس واسطے کہ جب تکلف کرو گے تو اس کے ساتھ دشمنی رکھو گے اور جو شخص مہمان سے دشمنی رکھتا ہے وہ خدا کے ساتھ دشمنی رکھتا ہے اور جو خدا سے دشمنی رکھتا ہے خدا اس کے ساتھ دشمنی رکھتا ہے اگر کوئی غریب مہمان آ پہنچے تو اس کے واسطے قرض لے کر تکلف کرنا درست ہے لیکن دوستوں کے واسطے جو ایک دوسرے کی ملاقات کو جاتے ہیں تکلف نہ چاہئے اس واسطے کہ تکلف کرتے کرتے محبت جاتی رہے گی جناب سلطان الانبیا علیہ الصلوٰۃ والثنا کے غلام ابو رضی اللہ تعالیٰ عنہ رافع نام کہتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ فلانے یہودی سے کہو کہ مجھے آٹا قرض دے میں رجب کے مہینے

میں ادا کر دوں گا اس واسطے کہ ایک مہمان میرے پاس آیا ہے یہودی نے کہا کہ جب تک کچھ گرو نہ رکھو گے نہ دوں گا حضرت ابو رافع کہتے ہیں کہ میں پھر آیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اس کا قول عرض کیا آپ نے فرمایا کہ واللہ میں آسمان میں امین ہوں اور زمین میں امین ہوں اگر وہ دے دیتا تو میں ادا کر دیتا اب میری وہ زرہ لے جا اور گرو رکھ لا میں لے گیا اور گرو کرا لایا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم مہمان کو ڈھونڈھنے ایک دو میل راہ جاتے جب تک مہمان نہ ملتا کھانا نہ کھاتے ان کے صدق اور خلوص کی برکت سے آج تک ان کے مشہد میں رسم ضیافت باقی ہے حتیٰ کہ کوئی رات مہمان سے خالی نہیں جاتی اور کبھی سو دو سو مہمان آ رہتے ہیں۔ بہت سے گاؤں اس واسطے وقف اور معاف ہیں۔

دعوت کے اور دعوت قبول کرنے کے آداب

جو شخص دعوت کرتا ہے اس کے واسطے یہ سنت ہے کہ صالحوں کے سوا اور کو نہ بلائے اس واسطے کہ کھانا کھلانا قوت بڑھاتا ہے اور فاسق کو کھانا دینا فسق میں اس کی مدد کرنا ہے اور فقیروں کو بلائے امیروں کو نہ بلائے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ طعام ولیمہ سب کھانوں سے بدتر ہے جس کے واسطے امیروں کو بلائیں اور فقیروں کو محروم رکھیں اور فرمایا ہے کہ تم لوگ دعوت کرنے میں بھی گناہ کرتے ہو ایسے شخص کو بلاتے ہو جو نہ آئے اور جو آنے والا ہے اسے چھوڑ دیتے ہو اور چاہئے کہ یگانوں اور نزدیک کے دوستوں کو نہ بھولے کہ وحشت کا سبب ہوگا دعوت سے ڈینگ اور بڑائی کا ارادہ نہ کرے ادائے سنت اور فقرا کی راحت کا خیال کرے جسے جانے کہ دعوت قبول کرنا اسے دشوار ہے اسے نہ بلائے کہ اسے رنج ہوگا اور جو شخص اس کی دعوت قبول کرنے میں رغبت نہ کرے اس کی بھی دعوت نہ کرے کہ وہ اگر مان بھی لے گا تو کھانا کراہت سے کھائے گا اور یہ امر خطا کا سبب ہوگا دعوت قبول کرنے کا۔

جتنی راہ چلنے کی برداشت ہے اس کا متحمل ہو جائے تو ریت میں ہے کہ بیمار پرسی کے واسطے ایک میل جا جنازہ کے ساتھ دو میل جا مہمان کے لئے تین میل جا دینی بھائی کی ملاقات کو چار میل جا۔

چوتھا ادب:

یہ ہے کہ روزے کے سبب سے دعوت رد نہ کرے بلکہ حاضر ہو اگر میزبان کی خوشی ہو تو خوشبو اور اچھی باتوں پر قناعت کرے کہ روزہ دار کی میزبانی یہی ہے اگر وہ رنجیدہ ہو تو روزہ کھول ڈالے کہ مسلمان کا دل خوش کرنے کا ثواب روزہ سے بہت افضل ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے شخص پر جو میزبان کی رضا مندی کے واسطے روزہ کھول ڈالے اعتراض کیا ہے اور فرمایا کہ تیرا بھائی تو تکلیف کرے اور تو کہے کہ میں روزہ دار ہوں۔

پانچواں ادب:

یہ ہے کہ پیٹ کی خواہش مٹانے کے واسطے دعوت قبول نہ کرے کہ یہ جانوروں کا کام ہے بلکہ اتباع سنت نبوی کی نیت کرے اور اس بات سے بچنے کی نیت کرے جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص دعوت نہ قبول کرے گا وہ خدا و رسول کا گنہگار ہوگا اسی سبب سے علماء کے ایک گروہ نے کہا ہے کہ دعوت قبول کرنا واجب ہے اور دعوت قبول کرنے میں مسلمان بھائی کے اعزاز و اکرام کی نیت کرے حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص کسی مومن کا اعزاز و اکرام کرے اس نے خدا کا اعزاز و اکرام کیا اور مسلمان کا دل خوش کرنے کی نیت کرے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی مسلمان کو خوش کرے اس نے خدا کو خوش کیا اور ملاقات میزبان کی نیت کرے اس واسطے کہ برادران دینی کی ملاقات منجملہ قربات ہے اور اپنے تئیں غیبت سے بچانے کی نیت کرے تا کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ فلانا شخص بدخوئی اور تکبر کی وجہ سے نہ آیا دعوت میں جانے کی یہ چھ نیتیں ہیں ہر ایک نیت کے عوض میں ثواب

سکے یہ مکروہ ہے اور بعضوں کی یہ عادت ہے کہ یکبارگی سب طرح کے کھانے رکھ دیتے ہیں تا کہ جس کا جو جی چاہے کھائے جب طرح طرح کی چیزیں رکھیں تو جلدی نہ اٹھائے اس واسطے کہ شاید کوئی ایسا ہو کہ ہنوز آسودہ نہ ہوا ہو۔

تیسرا ادب:

یہ ہے کہ تھوڑا کھانا نہ رکھے کہ اس میں بے مروتی ہے اور حد سے زیادہ بھی نہ رکھے کہ اس میں تکبر ہے مگر اس نیت سے زیادہ کھانا رکھنے کا مضائقہ نہیں کہ جو کچھ بڑھ جائے گا اس کا حساب نہ ہوگا۔ حضرت ابراہیم ادھم رحمتہ اللہ علیہ نے بہت سا کھانا رکھا حضرت سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثوری نے ان سے کہا کہ کیا تمہیں اسراف کا خوف نہیں ہے انہوں نے جواب دیا کہ ضیافت کے کھانے میں اسراف ہوتا ہی نہیں اور چاہئے کہ اپنے اہل وعیال کا حصہ پہلے نکال لے تا کہ ان کی نظر دستر خوان پر نہ رہے اس واسطے کہ جب کچھ نہ بچے گا تو وہ مہمان کا شکوہ کریں گے اس امر میں مہمان کے ساتھ خیانت ہوتی ہے اور یہ امر درست نہیں ہے کہ مہمان کھانا باندھ لے جائے جیسے بعضے صوفیوں کی عادت ہوتی ہے مگر یہ کہ میزبان ان کی شرم کا لحاظ نہ کرے اور صاف کہہ دے یا یہ جانتے ہوں کہ میزبان دل سے راضی ہے تو کھانا باندھ لے جانا درست ہے بشرطیکہ اپنے ہم پیالہ پر ظلم نہ کرے اس لئے کہ اگر زیادہ لے جائے گا تو حرام ہو جائے گا یا اگر میزبان کی مرضی نہ ہو تو بھی حرام ہے اس میں اور چوری سے لے جانے میں کچھ فرق نہیں اور جو کچھ وہ شخص جو ہم پیالہ ہو شرم سے چھوڑ دے خوشی خاطر سے نہیں وہ بھی حرام ہے۔

ضیافت خانہ سے باہر آنے کے آداب

یہ ہیں کہ اجازت سے نکلے اور میزبان کو چاہئے کہ اپنے گھر کے دروازے تک مہمان کے ساتھ آئے اس لئے کہ جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ ایسا ہی

کرتے تھے اور چاہئے کہ میزبان اچھی بات کہے اور کشادہ پیشانی رہے اگر مہمان اس سے قصور دیکھے تو معاف کرے حسن خلق سے چھپاوے کہ حسن خلق بسا تقربات سے بہتر ہے۔

حکایت:

ہے کہ ایک شخص نے لوگوں کی دعوت کی اس کا بیٹا باپ کی بے اطلاع حضرت جنید قدس سرہٗ کو بھی بلا لایا آپ جب اس کے گھر کے دروازے پر پہنچے اس کے باپ نے اندر نہ جانے دیا آپ پھر آئے لڑکا پھر دوبارہ بلا نے آیا آپ تشریف لے گئے پھر اس کے باپ نے اندر نہ جانے دیا آپ پھر آئے اس طرح چار بار حضرت جنید قدس سرہٗ کو بھی بلا لایا آپ جب اس کے گھر کے دروازے پر پہنچے اس کے باپ نے اندر نہ جانے دیا آپ پھر آئے لڑکا پھر دوبارہ بلا نے آیا آپ تشریف لے گئے پھر اس کے باپ نے اندر نہ جانے دیا آپ پھر آئے اسی طرح چار بار حضرت جنید قدس سرہٗ تشریف لائے تا کہ اس لڑکے کا دل خوش ہو اور ہر بار پلٹ گئے تا کہ اس کے باپ کا دل خوش ہو حالانکہ آپ اس سے فارغ تھے اور ہر رد و قبول میں آپ کو عبرت ہوتی تھی کہ اس امر کو منجانب اللہ دیکھتے تھے۔

۱ کھاؤ تم پاکیزہ چیزوں میں سے اور کام کرو تم اچھا۔

۲ ثرید بروزن حمید کھانے کی ایک قسم ہے کہ روٹی کے ٹکڑے گوشت کے شوربے میں بھگوتے ہیں۔

۳ سب تعریف اس اللہ کے واسطے ہے جس نے کیا اس پانی کو خوش مزہ میٹھا اپنی رحمت سے اور نہ کیا اسے کھاری بدمزہ ہمارے گناہوں سے۔

۴ سب تعریف اس اللہ کے واسطے ہے جس نے کھلایا ہم کو اور پلایا ہم کو اور کافی ہوا ہمارے لئے اور پناہ دی ہم کو اور وہ سردار ہمارا ہے اور صاحب ہمارا ہے۔

۵ ایک کھاری پتی کھاری زمین میں اگتی ہے اس سے کپڑا دھوتے ہیں تو صابون کی طرح صاف کرتی ہے اگر اس پتی کو جلاویں تو سجی ہو جاتی ہے۔

۶ ایک پتی ہے کہ فقیر اس سے روٹی کھاتے ہیں۔

۷ شکر ہے اس اللہ کا جس نے قناعت دی مجھ کو اس چیز پر جو روزی مجھے دی۔

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

دوسری اصل آداب نکاح کے بیان میں

اے عزیز جان! اس کو جان کہ کھانا کھانے کی طرح نکاح کرنا بھی راہ دین میں سے ہے اس واسطے کہ راہ دین کو جس طرح شخص انسان کے بقا کی حاجت ہے اور زندگی بے کھانے پینے کے محال ہے اس طرح جنس اور نسل آدمی کی بقا کی بھی حاجت ہے' اور یہ بے نکاح ممکن نہیں تو نکاح اصل وجود کا سبب ہے اور طعام بقائے وجود کا سبب ہے' حق تعالے نے اس واسطے نکاح کو مباح کیا ہے شہوت کے واسطے نہیں بلکہ شہوت کو بھی اس واسطے پیدا کیا ہے تا کہ متقاضی ہو اور خلق سے نکاح کرائے اور راہ دین پر چلنے والے پیدا ہوں اور راہ دین پر چلیں اس واسطے کہ خالق نے تمام خلق کو دین ہی کے لیے پیدا کیا ہے اور اس واسطے فرمایا ہے ﴿ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ﴾ (۱) اور آدمی جتنے زیادہ ہوتے ہیں حضرت ربوبیت کے بندے بڑھتے ہیں اور سید الانبیا محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت زیادہ ہوتی ہے اس واسطے حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے کہ نکاح کرو تا کہ زیادہ ہو کہ میں قیامت کے دن تمہارے سبب سے اور پیغمبروں کی امت پر فخر کروں حتی کہ اس حمل کے سبب سے بھی فخر کروں جو اپنی ماں کے پیٹ سے گر جائے تو جو شخص یہ کوشش کرتا ہے کہ اولاد بڑھے اور خدا کی بندگی کرے اس کو بڑا ثواب ہے' اس واسطے باپ کا بڑا حق ہے اور استاد کا حق اس سے بھی زیادہ ہے اس لیے کہ باپ پیدائش کا سبب ہے اور استاد راہ دین پہچاننے کا سبب ہے اس سبب سے علما کا گروہ قائل ہوا ہے کہ نکاح کرنا نوافل عبادت میں مشغول ہونے سے بہتر ہے اور جبکہ معلوم ہوا کہ نکاح کرنا منجملہ راہ دین ہے تو اس کے آداب کی تفصیل جاننا ضرور ہے اس کی تفصیل تین بابوں سے معلوم ہوگی۔

پہلا باب:

نکاح کے فائدوں اور آفتوں کے بیان میں۔

دوسرا باب:

عقد نکاح کے آداب کے بیان میں۔

تیسرا باب:

نکاح کے بعد عیش کرنے کے آداب کے بیان میں۔

پہلا باب:

نکاح کے فائدوں اور آفتوں کے بیان میں اے برادر اس بات کو معلوم کر کہ نکاح کی بزرگی اس کے فائدوں کے سبب سے ہے اور اس کے فائدے پانچ ہیں۔

پہلا فائدہ:

اولاد ہے اور اولاد کے سبب سے چار طرح کا ثواب ہے۔

پہلا ثواب:

یہ ہے کہ آدمی کا پیدا ہونا اور بقائے نسل جو حق تعالیٰ کو محبوب و مرغوب ہے اس میں کوشش کرتا رہے گا اور جو کوئی حکمت آفرینش پہچانے گا اس کو اس امر میں کچھ شک نہ رہے گا کہ یہ بات حق تعالیٰ کو محبوب ہے' جب مالک اپنے بندے کو زمین قابل زراعت دے اور بیج عنایت کرے اور بیل کی گوئی اور زراعت کے آلات مرحمت کرے اور اس پر ایک سزاول کرے کہ اسے کھیتی کرنے میں مشغول رکھے تو گو مالک زبان سے نہ کہے لیکن بندہ اگر عقل رکھتا ہے تو اس کا مطلب اور مقصد جان جائے گا کہ مجھ سے کھیت جتوانا بیج بونا درخت پیدا کروانا اسے مقصود ہے' خداوند کریم نے بچہ دان پیدا کیا آلہ مباشرت پیدا کیا مردوں کی پشت میں عورتوں کے سینہ میں اولاد کا بیج پیدا کیا شہوت کو مرد و عورت پر سزاول کیا تو ان باتوں سے جو مقصود الٰہی ہے وہ کسی عقل مند پر پوشیدہ نہیں اگر کوئی شخص بیج یعنی نطفہ ضائع کرے اور سزا یعنی

شہوت کو کسی حیلہ سے ٹال دے تو خلقت یعنی پیدائش کے مقصود سے وہ پھر رہے گا اس واسطے صحابہ کرام اور اگلے بزرگ بے نکاح مرنے سے کراہت رکھتے تھے یہاں تک کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دو زوجہ طاعون میں مریں اور خود ان کو طاعون ہوا کہا جب تک کہ میں مروں مروں میرا نکاح کر دو میں نہیں چاہتا کہ بے بیوی ہی مر جاؤں۔

دوسرا ثواب:

یہ ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موافقت کرنے میں نکاح کے سبب سے کوشش کرتا رہے گا تا کہ آپ کی امت زیادہ ہو کہ اس کے سبب سے آپ فخر کریں گے اس واسطے آپ نے بانجھ عورت کے ساتھ نکاح کرنے کو منع کیا کہ اس کے اولاد نہیں ہوتی اور فرمایا ہے اگر کھجور کی چٹائی گھر میں بچھی ہو تو بانجھ عورت سے بہتر ہے اور فرمایا کہ عورت بدصورت جننے والی خوبصورت بانجھ سے بہتر ہے ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح کرنا شہوت کے واسطے نہیں ہے اس لیے کہ شہوت کے واسطے خوبصورت عورت بدصورت سے بہتر ہے۔

تیسرا ثواب:

یہ ہے کہ اولاد سے دعا حاصل ہوتی ہے حدیث شریف میں ہے کہ جن نیکیوں کا ثواب منقطع نہیں ہوتا ان میں سے ایک اولاد بھی ہے کہ باپ کی موت کے بعد اس کی دعا برابر رہتی ہے اور باپ کو پہنچتی ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ دعا کو نور کے طباقوں میں رکھ کر مردوں کو دکھاتے ہیں اس سبب سے وہ راحت پاتے ہیں۔

چوتھا ثواب:

یہ ہے کہ لڑکا ہو اور باپ کے سامنے مر جائے تا کہ وہ اس مصیبت کا رنج کھینچے اور لڑکا قیامت میں اس کی شفاعت کرے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا ہے کہ بچہ سے کہیں گے کہ جنت میں جاوہ مچل جائے گا اور کہے گا کہ اپنے ماں باپ کے بغیر ہرگز میں اندر نہ جاؤں گا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کا کپڑا پکڑ کر کھینچا اور فرمایا کہ جس طرح میں تجھے کھینچتا ہوں اس طرح بچہ اپنے ماں باپ کو جنت میں کھینچتا ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ بچے جنت کے دروازے پر جمع ہوں گے اور دفعتہً چلانا اور رونا شروع کریں گے اور اپنے ماں باپ کو ڈھونڈھیں گے حتیٰ کہ ماں باپ کو حکم ہوگا کہ تم لڑکوں کی جماعت میں جاؤ اور ہر بچہ اپنے ماں باپ کو جنت میں لے جائے گا۔

حکایت:

ایک بزرگ نکاح کرنے میں عذر کرتے تھے یہاں تک کہ ایک رات انھوں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور خلق پیاس کے مارے بیتاب ہے لڑکوں کا ایک گروہ ہے ان کے ہاتھوں میں چاندی سونے کے کٹورے ہیں اور لوگوں کو پانی پلا رہے ہیں ان بزرگ نے بھی پانی مانگا انھیں کسی لڑکے نے نہ دیا اور کہا ہم میں تیرا بیٹا کوئی نہیں ہے وہ بزرگ جب خواب سے بیدار ہوئے اس وقت نکاح کیا۔

دوسرا فائدہ:

نکاح میں یہ ہے کہ آدمی اپنے دین کو حصار میں کرتا ہے اور شہوت جو شیطان کا ہتھیار ہے اسے اپنے سے دور کرتا ہے اس واسطے جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس نے نکاح کیا اس نے اپنے آدھے دین کو حصار میں کرلیا اور جو شخص نکاح نہیں کرتا گو فرج کو بچالے لیکن اکثر یہ ہے کہ آنکھ بدنگاہ سے اور دل کو وسواس سے نہیں بچا سکتا۔ نکاح فرزند کی نیت سے کرے شہوت کے واسطے نہیں اس لیے کہ جو کام مالک کو محبوب و مرغوب ہے فرمانبرداری کے واسطے یوں نہیں ہوتا کہ سزا دل ٹالنے کی نیت سے کرے اس واسطے کہ شہوت کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ متقاضی ہو ہر چند کہ اس میں اور حکمت بھی ہے وہ حکمت یہ ہے کہ اس میں بڑا مزہ

النساء وقرة عینی فی الصلوٰۃ﴾ یعنی تمہاری دنیا سے تین چیزوں کو حق تعالیٰ نے میرا محبوب کیا ہے خوشبو کو عورتوں کو اور میری آنکھوں کی روشنی نماز میں ہے اور نماز کی تخصیص اس واسطے فرمائی کہ مقصود یہ ہے کہ میری آنکھوں کی روشنی تو نماز میں ہے اور خوشبو اور عورتیں بدن کی آسائش کے واسطے ہیں تا کہ نماز کی طاقت پیدا ہو اور آنکھوں کی روشنی جو نماز میں ہے وہ حاصل ہو اسی واسطے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا کا مال واسباب جمع کرنے کو منع فرماتے تھے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ یارسول اللہ دنیا کے بعد ہم لوگ کیا چیز اختیار کریں فرمایا ﴿لیتخذ احدکم لسانا ذاکرا وقلبا شاکرا وزوجہ مومنہ﴾ یعنی زبان ذاکر اور دل شاکر اور عورت پارسا اختیار کرے یہاں عورت کو ذکر وشکر کے ساتھ بیان فرمایا۔

چوتھا فائدہ:

یہ ہے کہ عورت گھر کے غم خواری کرتی ہے کھانا پکانا برتن دھونا جھاڑو دینا ایسے کاموں کو کفایت کرتی ہے اگر مرد ایسے کاموں میں مشغول ہوگا تو علم وعمل اور عبادت سے محروم رہے گا اس واسطے دین کی راہ میں عورت اپنے خاوند کی یار ومددگار ہوتی ہے اس سبب سے ابوسلیمان دارانی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نیک عورت امور دنیا سے نہیں ہے بلکہ اسباب آخرت سے ہے یعنی تجھے فارغ البال رکھتی ہے تا کہ آخرت کے کاموں میں مشغول ہو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ ایمان کے بعد نیک عورت سے کوئی نعمت بہتر نہیں ہے۔

پانچواں فائدہ:

یہ ہے کہ عورتوں کے اخلاق پر صبر کرنا اور ان کی ضروریات مہیا کرنا اور راہ شرع پر ان کو قائم رکھنا بڑی کوشش پر موقوف ہے اور یہ کوشش بہترین عبادت ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جورو کو نفقہ دینا خیرات دینے سے بہتر ہے اور بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اہل وعیال کے واسطے کسب حلال کرنا ابدالوں کا کام ہے۔ حضرت ابن

المبارک رحمتہ اللہ تعالیٰ چند بزرگوں کے ساتھ جہاد میں مشغول تھے کسی نے پوچھا کوئی کام ایسا بھی ہے جو جہاد سے بہتر ہو بزرگوں نے کہا کہ جہاد سے بہتر ہم کوئی کام نہیں جانتے حضرت ابن المبارک نے کہا میں جانتا ہوں وہ یہ ہے کہ جس کے اہل وعیال ہوں اور وہ ان کو صلاحیت کے ساتھ رکھے اور جب رات کو اٹھے اور لڑکوں کو ننگا کھلا دیکھے تو کپڑا انھیں اوڑھا دے اس کا یہ عمل جہاد سے افضل ہو گا حضرت بشر حافی رحمتہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ امام احمد صنبل رحمتہ اللہ علیہ میں تین تفضیلیں ہیں کہ مجھ میں نہیں ایک یہ کہ وہ اپنے لیے اور اپنے زن وفرزند کے واسطے کسب حلال کرتے ہیں اور میں فقط اپنے ہی واسطے کسب کرتا ہوں حدیث شریف میں آیا ہے کہ سب گناہوں میں ایک گناہ ہے کہ عیالداری کے رنج ومشقت کے سوا اور کچھ اس کا کفارپ نہیں۔

حکایت:

ایک بزرگ تھے ان کی بیوی مرگئی دوسرے نکاح کے واسطے لوگ بضد ہوئے مگر انھوں نے رغبت نہ کی اور کہا کہ تنہائی میں حضور قلب اور دلجمعی بہت ہے ایک رات انھوں نے خواب دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھلے ہیں اور مردوں کا ایک گروہ آگے پیچھے اترتا ہے اور ہوا میں جاتا ہے جب ان کے پاس آئے تو ایک نے کہا کہ کیا یہ وہی مردشوم ہی دوسرے نے کہا ہاں تیسرے نے کہا کہ یہ وہی مردشوم ہے چوتھے نے کہا کہ ہاں وہی ہے یہ بزرگ ان لوگوں کی ہیبت سے خواب میں ڈرے اور کچھ نہ پوچھ سکے ان سب کے بعد ایک لڑکا تھا اس سے پوچھا کہ ان لوگوں نے شوم کس کو کہا اس نے جواب دیا کہ تم ہی کو تو کہا اس واسطے کہ پہلے تمہارے اعمال مجاہدین کے اعمال کے ساتھ آسمان پر لے جاتے تھے اب نہ معلوم تم نے کیا کیا ہے کہ ایک ہفتہ ہوا کہ تمہیں مجاہدین کے زمرے سے نکال دیا گیا ہے وہ بزرگ جب جاگے تو فورا نکاح کیا تا کہ مجاہدوں میں پھر داخل ہوں اور ان فوائد کے سبب سے

نکاح کی خواہش کرنا چاہیے۔

نکاح کی آفتیں

تین ہیں ایک یہ کہ شاید کسب حلال نہ کر سکے خصوصاً اس زمانہ میں اور شاید عیالداری کے سبب سے شبہے یا حرام کا مال پیدا کرے یہ امر اس کے دین کی تباہی اور عیال و اطفال کی خرابی کا سبب ہو گا اور کوئی نیکی اس کا تدارک نہیں کرتی اس واسطے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک بندہ کے نیک عمل پہاڑ کے برابر ہوں گے اسے ترازو کے پاس ٹھہرا کر پوچھیں گے کہ آپ نے اپنے عیال کو نفقہ کہاں سے دیا اس سے اس بات کی پکڑ ہو گی اور اس کی تمام نیکیاں اس سبب سے رائیگاں ہو جائیں گی اس وقت منادی ندا کرے گا کہ دیکھو یہ وہ شخص ہے کہ اس کے عیال اس کی تمام نیکیاں کھا گئے اور یہ گرفتار ہوا حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن بندہ سے پہلے اس کے عیال جھگڑیں گے اور کہیں گے کہ بارخدایا اس کا ہمارا انصاف کر کہ اس نے ہم کو حرام کھانا کھلایا ہم نہ جانتے تھے اور جو بات سکھانے کی تھی وہ ہمیں نہیں سکھائی ہم جاہل رہ گئے تو جو شخص حلال ترکہ نہ پائے یا مال حلال نہ کمائے اسے نکاح کرنا نہ چاہیے۔ مگر جبکہ یقیناً جانتا ہو کہ اگر نکاح نہ کرے گا تو زنا میں پڑے گا۔

دوسری آفت:

یہ ہے کہ عیال کا حق بجالانا نہیں ہو سکتا مگر حسن خلق سے اور ان کے محالات پر صبر کرنے اور متحمل ہونے سے اور ان کاموں کے سرانجام میں آمادہ رہنے سے اور یہ امور ہر ایک سے نہیں ہو سکتے شاید عیال کو ستائے اور گنہگار ہو جائے یا ان کی خبر نہ لے انھیں تباہ کرے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص بیوی لڑکوں سے بھاگے گا اس کی مثال بھگوڑے غلام کی سی ہے جب تک بیوی لڑکوں کے پاس نہ جائے نماز روزہ کچھ قبول نہیں ہوتا غرضیکہ ہر ایک آدمی کا نفس ہے جب تک اپنے نفس سے نہ

برآئے اولیٰ یہ ہے کہ پرائے نفس کا ذمہ نہ اٹھائے حضرت بشر حافی رحمتہ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ تم نکاح کیوں نہیں کرتے ہو کہا کہ اس آیت سے ڈرتا ہوں ﴿ و لھن مثل الذی علیھن بالمعروف (۳) ﴾ حضرت ابراہیم ادہم علیہ الرحمتہ نے فرمایا کہ میں کیوں نکاح کروں مجھے نکاح کی حاجت نہیں اور عورت کا حق ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔

تیسری آفت:

یہ ہے کہ دل جب اہل وعیال کے کام کی فکر میں ڈوبتا ہے آخرت کے خیال اور زاد آخرت کی تیاری اور خدا کی یاد سے باز رہتا ہے اور جو چیز تجھے یاد الٰہی سے باز رکھے وہ تیری ہلاکت کا سبب ہوگی اس واسطے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ یا ایھا الذین امنو الاتلھکم اموالکم و لااولادکم عن ذکر اللہ (۴) ﴾ پس جس شخص کو یہ خیال ہو کہ جس طرح رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عیال داری کا شغل خدا سے مشغول کرتا تھا اس طرح مجھے مشغول نہ کرے گا اور جانے کہ اگر میں نکاح نہ کروں گا تو ہمیشہ خدا کی یاد اور بندگی میں رہوں گا اور حرام سے بچوں گا اسے نکاح نہ کرنا افضل ہے اور جس کو زنا کا خوف ہو اسے نکاح کرنا بہتر ہے جس کو زنا کا خوف نہ ہو اسے نکاح نہ کرنا افضل ہے مگر وہ شخص جو کسب حلال پر قادر ہو اور اپنے خلق نیک وشفقت ومہربانی پر اعتماد رکھتا ہو اور جانتا ہو کہ نکاح مجھے یاد الٰہی سے باز نہ رکھے گا اگر میں نکاح کروں گا تو بھی ہمیشہ یاد الٰہی میں مشغول رہوں گا اس کے واسطے نکاح کرنا اولیٰ ہے واللہ اعلم۔

دوسرا باب

عقد نکاح کی کیفیت اور آداب میں اور ان صفتوں کے بیان میں جن کا عورت میں نگاہ رکھنا ضرور ہے۔

نکاح کی شرطیں پانچ ہیں

پہلی شرط:

ولی ہے کہ بے ولی نکاح درست نہیں جس عورت کا ولی نہ ہو سلطان اس کا ولی ہے۔

دوسری شرط:

عورت کی رضامندی ہے لیکن جب عورت کم سن ہو تو اگر اس کا باپ یا دادا نکاح کرے تو اس کی رضامندی شرط نہیں ہے مگر تاہم اولی یہ ہے کہ اس خبر کر دیں اگر چپ رہے تو کافی ہے۔

تیسری شرط:

یہ ہے کہ دو گواہ عادل حاضر ہوں اور ادنے یہ ہے کہ متقی اور پرہیز گاروں کی جماعت اس وقت موجود ہو فقط گواہوں پر اکتفا نہ کریں اگر وہ دو مرد موجود ہوں جن کا حال پوشیدہ ہے اور ان کا فسق مرد اور عورت کو نہیں معلوم تو نکاح درست ہے۔

چوتھی شرط:

یہ ہے کہ جس طرح تزویج کا لفظ صراحتہ کہا جائے اس طرح شوہر اور عورت کا ولی خواہ ان کا وکیل ایجاب و قبول کا لفظ بھی صراحتہ کہے یا اس کی فارسی کہے اور سنت یہ ہے کہ نکاح کے خطبہ کے بعد ولی یوں کہے ﴿بسم اللہ و الحمد للہ﴾ فلانی عورت کا نکاح اتنے مہر پر تیرے ساتھ کر دیا اور شوہر کہے ﴿بسم اللہ و الحمد للہ﴾ اس نکاح کو میں نے اتنے مہر پر قبول کیا عقد کے پہلے عورت کو دیکھ لینا بہتر ہے تا کہ پسند کر لے پھر عقد باندھے کہ اس میں محبت و الفت کی بڑی امید ہے اور چاہیے کہ نکاح سے فرزند پیدا ہو نا اور دل اور آنکھ کو برے کاموں سے بچانا اس سے

مقصود ہو بالکل حظ وحرص ہی مقصود نہ ہو۔

پانچویں شرط:

یہ ہے کہ عورت کا ایسا حال ہو کہ نکاح کرنا اس سے حلال ہو بیس صفتوں کے قریب ہیں جن کے سبب سے نکاح حرام ہوتا ہے اس واسطے کہ جو عورت دوسرے کے نکاح یا عدت میں ہو یا مرتدہ یا بت پرست یا زندیق ہو یعنی قیامت اور خدا اور رسول کا ایمان نہ رکھتی ہو یا اباحتی ہو یعنی اجنبی مردوں کے ساتھ مل بیٹھنا اور نماز نہ پڑھنا اس کے نزدیک درست ہو اور کہے کہ مجھے یہ سزاوار ہے اور آخرت میں اس امر پر عذاب ہوگا یا نصرانیہ یا یہودیہ ہو ایسے کی نسل سے جس نے جناب ختم الانبیا علیہ الصلوٰۃ والثناء کی رسالت کے بعد نصرانیت یا یہودیت اختیار کی ہو یا لونڈی ہو اور مرد آزاد عورت کے مہر دینے کی قدرت رکھتا ہے یا زنا کا خوف نہ رکھتی ہو یا مرد اس کا مالک ہو کل کا مالک ہو خواہ بعض کا یا قرابت میں مرد کی محرم ہو یا دودھ پینے کے سبب سے اس پر حرام ہوگئی ہو یا قرابت کے سبب سے حرام ہوگئی ہے مثلاً اس کی بیٹی یا ماں یا دادی سے پہلے نکاح کر کے یہی مرد صحبت کر چکا ہے یا اس مرد کے بیٹے یا باپ کے نکاح میں یہی عورت آ چکی ہے یا اس مرد کے چار بیویاں موجود ہیں یہ پانچویں ہوتی ہے یا اس عورت کی بہن یا پھوپھی یا خالہ کو اپنے نکاح میں رکھتا ہے اس واسطے کہ دو بہنوں اور پھوپھی بھتیجی اور خالہ و بھانجی کو نکاح میں جمع کرنا درست نہیں وہ دو عورتیں جن میں ایسی قرابت ہو کہ اگر ایک کو مرد اور ایک کو عورت فرض کریں تو ان دونوں مرد اور عورت مفروضہ میں نکاح نہ درست ہو ان دونوں عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا درست نہیں ہے یا یہ عورت اس مرد کے نکاح میں تھی اس نے تین طلاقیں دی ہیں یا تین بار خرید و فروخت کیا ہے ایسی عورت جب تک دوسرا خاوند نہ کرے گی پہلے مرد پر حلال نہ ہوگی یا ان دونوں میں لعان واقع ہوا ہے یا مرد عورت کا محرم ہو یا حج و عمرہ کا احرام باندھے ہو یا وہ عورت کم سن یتیمہ ہو کہ کم عمر یتیمہ جب تک بالغ نہ

ہو لے تب تک اس کا نکاح نہ کرنا چاہیے ایسی عورتوں کا نکاح حلال اور درست ہونے کی شرطیں بھی ہیں جن صفتوں کا عورت میں دیکھ لینا سنت ہے وہ آٹھ ہیں۔

پہلی صفت:

پارسائی ہے اور یہی اصل ہے اس واسطے کہ اگر عورت پارسا نہ ہو اور شوہر کے مال میں خیانت کرے تو شوہر متفکر رہے گا اور اگر اپنی عصمت میں خیانت کرے گی اور مرد خاموش رہے گا تو حمیت اور دین کا نقصان ہے لوگوں میں رسوا اور بدنام ہوگا اگر خاموش نہ رہے گا تو زندگی تلخ ہو جائے گی اور اگر طلاق دے گا تو شاید اس کے دل سے لگی ہو زن خوبصورت اگر ناپارسا ہے تو بد بلا ہے جب ایسی ہو تو اسے طلاق دینا بہتر ہے مگر یہ کہ دل سے لگی ہو ایک شخص نے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں اپنی بیوی کی ناپارسائی کا شکوہ کیا آپ نے فرمایا کہ تو اسے طلاق دے دے اس نے عرض کی کہ یا حضرت میں اس سے محبت رکھتا ہوں فرمایا تو اسے طلاق نہ دینا اگر طلاق دے گا تو اس کے بعد آفت میں پڑے گا حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی جمال یا مال کے واسطے کسی عورت کے ساتھ نکاح کرے گا وہ دونوں سے محروم رہے گا اور جب دین کے لیے نکاح کرے گا تو دونوں مقصد بر آئیں گے۔

دوسری صفت:

حسن خلق ہے کہ بدمزاج عورت ناشکرگزار اور زبان دراز ہوتی ہے اور بے جا حکومتیں کرتی ہے ایسی عورت کے ساتھ زندگی تلخ ہو جاتی ہے اور دین میں خلل پڑتا ہے۔

تیسری صفت:

جمال ہے جو محبت الفت کا سبب ہوتا ہے اس واسطے نکاح کے قبل لڑکی کو دیکھ لینا سنت ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انصار کی عورتوں کی آنکھ

میں ایک چیز ہے کہ دل اس سے نفرت کرتا ہے جو کوئی ان کے ساتھ نکاح کیا چاہے پہلے انھیں دیکھ لے بزرگوں کا قول ہے کہ عورت کے بے دیکھے جو نکاح ہوتا ہے اس کا انجام پشیمانی اور غم ہے اور وہ جو حضرت نے فرمایا ہے کہ عورت کی خواستگاری دین کے واسطے کرنا چاہیے جمال کے لیے نہیں اس کے یہ معنی ہیں کہ فقط جمال کے واسطے نکاح نہ کرے نہ یہ کہ جمال ڈھونڈے ہی نہیں اگر نکاح کرنے سے فقط فرزند اور اتباع سنت کسی شخص کو مقصود ہے اور جمال نہیں چاہتا تو یہ پرہیز گاری ہے امام احمد حنبل رحمتہ اللہ علیہ نے کانی عورت کے ساتھ نکاح کیا اور اس کی بہن جو خوبصورت تھی اس کی خواہش نہ کی اس واسطے کہ آپ نے سنا تھا کہ یہ کانی عقل مند ہے اور اس خوبصورت سے بہتر ہے۔

چوتھی صفت:

یہ ہے کہ مہر کم ہو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں میں وہ بہت بہتر ہے جس کا مہر کم اور حسن و جمال زیادہ ہو بہت مہر باندھنا مکروہ ہے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعضی عورتوں کا دس درہم مہر باندھا ہے اور اپنی بیٹیوں کا مہر چار سو درم سے زیادہ نہیں باندھا۔

پانچویں صفت:

یہ ہے کہ بانجھ نہ ہو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کھجور کی پرانی چٹائی جو گھر کے کونے میں پڑی ہو بانجھ عورت سے بہتر ہے۔

چھٹی صفت:

یہ ہے کہ عورت باکرہ یعنی کنواری ہو اس واسطے کہ اس کے ساتھ بڑی محبت ہوگی اور جو عورت ایک شوہر کو دیکھ چکی ہے اکثر اس کا دل اسی کی طرف رہتا ہے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دو ہا جو عورت کے ساتھ نکاح کیا رسول مقبول نے ان سے فرمایا کہ تو نے باکرہ کے ساتھ کیوں نہ نکاح کیا کہ وہ تیرے ساتھ کھیلتی اور تو اس

کے ساتھ۔

ساتویں صفت:

یہ ہے کہ عورت شریف النسب ہو دینداری اور پرہیز گاری کے لحاظ سے اس واسطے کہ بد اصل عورت بد اخلاق ہوا کرتی ہے اور شاید اس کے اخلاق اولاد میں اثر کریں۔

آٹھویں صفت:

یہ ہے کہ عورت عزیز قریب نہ ہو اس واسطے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس سے ضعیف لڑکا پیدا ہوتا ہے شاید اس کا سبب یہ ہو کہ عزیز عورتوں کے حق میں شہوت بہت کم ہوتی ہے عورتوں کی صفتیں یہی ہیں اس دلی پر جو اپنی لڑکی کا نکاح کرتا ہے واجب ہے کہ اس کی صلاح وفلاح کا لحاظ رکھے ایسے شخص کو اختیار کرے جو شائستہ ہو بدخوزشت رو سے اور جو روٹی کپڑا نہ دے سکے اس سے حذر کرے مرد اگر عورت کا کفو نہ ہوگا تو نکاح درست نہیں اور فاسق اور بدکار کے ساتھ بھی نکاح کرنا درست نہیں ہے اس واسطے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے اپنی لڑکی کا نکاح فاسق کے ساتھ کر دیا اس کا قطع رحم ہو جائے گا اور فرمایا کہ نکاح لونڈی پن ہے ہوشیار رہ کہ اپنی لڑکی کو کس کی لونڈی بناتا ہے۔

تیسرا باب اول نکاح سے آخر تک عورتوں کے ساتھ گذارا کرنے کے آداب میں

اے عزیز جان! تو کہ یہ امر جب معلوم ہو چکا ہے کہ دین کی اصلوں میں ایک اصل نکاح بھی ہے تو آدمی کو چاہیے کہ دین کے آداب اس میں نگاہ رکھے ورنہ آدمیوں کے نکاح اور جانوروں کی جفتی میں کچھ فرق نہ ہوگا تو نکاح میں بارہ ادب کا لحاظ رکھنا چاہیے۔

پہلا ادب:

ولیمہ کا کھانا ہے اور یہ سنت موکدہ ہے حضرت الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن عوف نے نکاح کیا تھا جناب المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ ﴿ اولم ولو بشاۃ ﴾ یعنی دعوت ولیمہ کر اگر چہ ایک ہی بکری ہو اور جس کو بکری ذبح کرنے کی قدرت نہ ہو جو وہ کھانے کی چیز دوستوں کے سامنے رکھے گا وہی ولیمہ ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ام المومنین حضرت بی صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کیا تو خرمے اور جو کے ستو سے دعوت ولیمہ کی تو جس قدر ممکن ہو تعظیم نکاح کے واسطے اسی قدر ولیمہ کرے اگر تاخیر ہو تو ایک ہفتہ سے زیادہ نہ گزرنے پائے دف بجانا اور اس سے اعلان نکاح اور خوشی کرنا سنت ہے اس واسطے کہ روئے زمین پر آدمی سب مخلوق سے زیادہ عزت دار ہے اور نکاح اس کی پیدائش کا سبب ہوتا ہے تو یہ خوشی بجا ہے اور ایسے وقت سماع اور دف سنت ہے ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنت معوذ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ جس رات میں دلہن بنی اس کے دوسرے دن مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے کنیزیں دف بجا بجا گا رہی تھیں جب آپ کو دیکھا تو اشعار میں آپ کی تعریف کرنے لگیں آپ نے فرمایا کہ تم جو پہلے کہتی تھیں وہی کہو آپ نے اجازت نہ دی اس واسطے کہ آپ کی تعریف عمدہ بات ہے بیہودہ باتوں کے ساتھ اسے ملانا درست نہیں۔

دوسرا ادب:

یہ ہے کہ عورتوں کے ساتھ مرد نیک خو رہیں اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ان کو رنج نہ دیں بلکہ یہ مراد ہے کہ ان کا رنج ﴿ سہیں ﴾ اور ان کے حکم محال اور ناشکری کے حال پر صبر کریں حدیث شریف میں آیا ہے کہ عورتوں کو ضعف اور چھپانے کی چیز سے پیدا کیا ہے ان کے ضعف کا علاج خاموشی ہے اور چھپانے کی تدبیر یہ ہے کہ ان کو گھر میں قید کریں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنی

بیوی کی بدخلقی پر صبر کرے گا اتنا ثواب ملے گا جتنا ایوب علیہ السلام کو ان کی مصیبت پر ملے گا لوگوں نے سنا کہ جناب رحمتہ للعالمین علیہ افضل صلوۃ المصلین وفات شریف کے وقت آہستہ آہستہ یہ تین باتیں فرماتے تھے نماز پڑھا کرو اور لونڈی غلاموں کے ساتھ بھلائی کیا کرو اور عورتوں کے مقدمہ میں اللہ ہی اللہ ہے یہ تمہاری قیدی ہیں ان کے ساتھ اچھی طرح نباہ کرو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عورتوں کے غصہ پر تحمل فرماتے تھے ایک دن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بی بی نے غصہ سے ان کو جواب دیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے بدزبان تو جواب دیتی ہے وہ بولیں ہاں جناب سلطان الانبیا علیہ الصلوٰۃ والثنا تم سے افضل ہیں آپ کی ازواج طاہرات آپ کو جواب دیتی ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اگر ایسا ہے تو حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر افسوس ہے کہ خاکسار نہو پھر اپنی بیٹی حضرت بی بی حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بی بی تھیں دیکھ کر کہنے لگے کہ خبردار رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جواب نہ دیا کرو اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی کا ہسکا نہ کرنا کہ رسول مقبول انھیں دوست رکھتے ہیں اور ان کی ناز برداری کرتے ہیں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ﴿ خیر کم لاھلہ و انا خیر کم لاھلی ﴾ یعنی تم میں وہ بہتر ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ بہتر ہے اور میں اپنی بیبیوں کے ساتھ تم سے بہتر ہوں۔

تیسرا ادب:

یہ ہے کہ اپنی بیویوں کے ساتھ مزاح اور کھیل کرے ان سے رکا نہ رہے اور ان کی عقل کے موافق رہے اس لیے کہ کوئی شخص اپنی عورت کے ساتھ اتنی خوش طبعی نہ کرتا جتنی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتے تھے حتیٰ کہ حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ دوڑے کہ دیکھیں کون آگے نکل جاتا ہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے نکل گئے، دوبارہ دوڑنے کا اتفاق ہوا حضرت بی

بی عائشہ رضی اللہ عنہا آگے نکل گئیں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ پہلے کا بدلا ہو گیا یعنی اب ہم تم برابر ہو گئے ایک دن حبشیوں کی آواز سنی کہ کھیلتے ہیں اور کودتے ہیں حضرت بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم چاہتی ہو کہ دیکھو وہ بولیں ہاں آپ نزدیک تشریف لائے اور ہاتھ پھیلایا حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بازو پر ٹھڈی رکھ کر دیر تک دیکھا (ع) (۵) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی بس نہ کرو گی وہ چپ ہو رہیں تین بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تب انھوں نے بس کیا۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوصف سختی اور تیزی کے کہ ہر کام میں رکھتے تے فرماتے ہیں کہ مرد اپنی اہلیہ کے ساتھ لڑکوں کا سا رہے اور خانہ داری کے باب میں مردانہ وار رہے بزرگوں نے کہا کہ مرد کو چاہیے کہ جب گھر میں آئے خندان آئے جب باہر جائے چپ جائے جو کچھ پائے کھائے جو نہ پائے اسے نہ پوچھے۔

چوتھا ادب:

یہ ہے کہ ٹھٹھول اور کھیل اس درجہ نہ بڑھائے کہ اس کا ڈر جاتا رہے اور برے کاموں میں عورتوں کے ساتھ موافقت نہ کرے بلکہ جب کوئی کام آدمیت اور شریعت کے خلاف دیکھے تو تنبیہ کر دے کیونکہ اگر طرح دے گا تو ان کا متبع ہو جائے گا اور حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ الرجال قوامون علی النساء ﴾ یعنی مردوں کو عورتوں پر ہمیشہ غالب رہنا چاہیے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا ہے ﴿ تعس عبد الزوجه ﴾ یعنی بیوی کا غلام بد بخت ہے اس واسطے کو بیوی کو چاہیے کہ خاوند کی لونڈی بنی رہے اور بزرگوں نے فرمایا ہے کہ عورتوں سے مشورہ کرو لیکن ان کے کہنے کے خلاف عمل کرو حقیقت میں عورتوں کی ذات نفس سرکش کی مانند ہے اگر ذرا بھی مرد ان کو ان کے حال پر چھوڑے گا تو ہاتھ سے جاتی رہیں گی اور حدوں سے

وآلہ وسلم کو یہ بات پسند آئی حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بی بی کو گلے لگا کر فرمایا ﴿ بضعتہ منی ﴾ یعنی تو میری جگر پارہ ہے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی عورت کو دیکھا کہ دریچہ سے جھانکتی ہے اسے مارا اور دیکھا کہ سیب میں سے ایک ٹکڑا خود کھایا اور ایک ٹکڑا غلام کو دیا اس پر بھی مارا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ عورتوں کو اچھے کپڑے نہ پہناؤ تا کہ وہ گھر میں بیٹھیں اور اس واسطے کہ جب اچھے کپڑے پہنیں گی تو باہر جانے کی آروز پیدا ہوگی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں عورتوں کو اجازت تھی کہ مسجد میں جائیں اور پچھلی صف میں رہیں صحابہ کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے اپنے وقت میں منع کیا حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملاحظہ فرماتے کہ اب کی عورتیں کس صفت پر ہیں تو مسجد میں نہ آنے دیتے اب مسجد اور مجلس میں جانے سے مردوں کو دیکھنے سے منع کرنا بہت ہی ضرور ہے مگر بڑھیا پرانی چادر اوڑھ کر جائے تو مضائقہ نہیں اکثر عورتوں کے حق میں مجلس اور نظارہ سے آفت پیدا ہوتی ہے جہاں کہیں فتنہ کا ڈر ہو وہاں عورت کو جانے دینا درست نہیں ایک اندھا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دولتخانہ میں آیا حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور عورتیں جو وہاں بیٹھیں تھیں نہ اٹھیں اور کہا کہ یہ اندھا ہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اندھا ہے تو تم بھی کیا اندھی ہو (ع) (٦)۔

چھٹا باب:

یہ ہے کہ عورت کا نفقہ مرد اچھی طرح دے تنگی نہ کرے اور اسراف بھی نہ کرے اور سمجھے کہ بیوی کہ نفقہ دینے کا ثواب خیرات کے ثواب سے زیادہ ہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کسی نے ایک دینار جہاد میں صرف کیا ایک دینار کا غلام مول لے کر آزاد کیا ایک دینار کسی مسکین کو دیا اور ایک دینار اپنی بیوی کو دیا تو یہ دینار ثواب میں سب سے افضل ہے اور چاہیے کہ مرد کوئی اچھا کھانا اکیلا نہ

کھائے اگر کھایا ہے تو چھپائے اور جو کھانا نہیں پکوا سکتا اس کی تعریف عورتوں کے سامنے نہ کرے ابن سیرین نے کہا کہ ہفتہ بھر میں ایک بار حلوا پکائے یا مٹھائی بنائے دفعتہً شیرینی چھوڑ دینا بے مروتی ہے اگر کوئی مہمان نہ ہو تو اپنی بیوی کے ساتھ کھانا کھائے اس واسطے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو گھر والے باہم مل کر کھانا کھاتے ہیں ان پر حق تعالیٰ رحمت بھیجتا ہے اور فرشتے دعائے مغفرت کرتے ہیں اصل یہ ہے کہ جو کچھ نفقہ دے حلال کی کمائی سے پیدا کر کے دے کیونکہ گھر والوں کو حرام کے مال سے پرورش کرنا بڑی خیانت اور ظلم کا سبب ہے اس سے زیادہ کوئی خیانت اور ظلم نہیں۔

ساتواں ادب:

یہ ہے کہ علم دین جو نماز اور طہارت اور حیض وغیرہ میں کام آتا ہے عورتوں کو سکھا دے اگر نہ سکھائے گا تو باہر جا کر عالم سے پوچھنا عورت پر واجب اور فرض ہے اور اگر شوہر نے اسے سکھا دیا ہے تو اس کی بے اجازت باہر جانا اور کسی سے پوچھنا درست نہیں اگر امور دین سکھانے میں قصور کرے گا تو مرد خود گناہ گار ہوگا اس واسطے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ قوا انفسکم واھلیکم نارا ﴾ یعنی خود اور اپنے گھر والوں کو دوزخ سے بچاؤ اور یہ بھی سکھانا ضرور ہے کہ جب غروب آفتاب سے پہلے حیض بند ہو جائے تو عصر کی نماز قضا کرنا چاہیے اکثر عورتیں یہ مسئلہ نہیں جانتی ہیں۔

آٹھواں ادب:

یہ ہے کہ اگر دو بیویاں رکھتا ہے تو ان کے درمیان برابر رعایت رکھے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی ایک بیوی کی طرف مائل رہے گا قیامت کے دن اس کا آدھا بدن ٹیڑھا ہو جائے گا عطیہ دینے اور رات کو پاس رہنے میں دونوں کی برابری کا لحاظ رکھے لیکن محبت اور مباشرت کرنے میں برابری واجب نہیں کہ یہ امر اپنے اختیار میں نہیں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر شب ہر ایک بی بی پاس رہتے

تھے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سب سے زیادہ پیار کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یا اللہ جو امر میرے اختیار میں ہے اس میں کوشش کرتا ہوں لیکن دل میرے اختیار میں نہیں ہے اگر کوئی شخص کسی عورت سے سیر ہو جاوے اور اس کے پاس جانے کو جی نہ چاہے تو چاہے کہ اسے طلاق دے دے قید میں نہ رکھے اس واسطے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بی بی سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دینا چاہا کہ وہ بوڑھی ہوگئی تھیں انھوں نے عرض کیا کہ میں نے اپنی باری حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دی آپ مجھے طلاق نہ دیجئے تا کہ قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج طاہرات میں میرا حشر ہو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی عرض قبول فرمائی اور انھیں طلاق نہ دی۔ دو شب حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس اور ایک ایک شب اور بیبیوں کے پاس رہنے لگے۔

نواں ادب:

یہ ہے کہ اگر بیوی خاوند کی اطاعت نہ کرے اور اس کی طاقت نہ رکھے تو خاوند اس سے بہ نرمی و مہربانی اپنی اطاعت کروائے' اگر فرمانبرداری نہ کرے تو خاوند غصہ کرے اور سونے کے وقت اس کی طرف پشت کر کے سوئے اگر اس پر بھی مطیع نہ ہوئے تو تین راتیں اس سے علیحدہ سوئے اگر یہ امر بھی مفید نہ ہو تو اسے مارے مگر منہ پر نہ مارے اور ایسے زور سے نہ مارے کہ وہ زخمی ہو جائے اگر نماز یا دین کے اور کسی کام میں قصور کرے تو مہینہ بھر تک اس سے خفا رہے اس واسطے کہ جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات ایک مہینہ کامل سب بیبیوں سے خفا رہے تھے۔

دسواں ادب:

یہ ہے کہ صحبت کرنے میں قبلہ کی طرف سے منہ پھیر لے اور پہلے بات چیت

کھیل پیار بوس و کنار سے اس کا دل خوش کرے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مرد کو نہ چاہیے کہ اپنی عورت پر جانور کی طرح گرے بلکہ صحبت سے پہلے قاصد ہوتا ہے لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ وہ قاصد کیا ہے آپ نے فرمایا وہ بوسہ ہے جب ابتداء کیا چاہے تو یوں کہے ﴿ بسم اللہ العلی العظیم اللہ اکبر اللہ اکبر ﴾ اور اگر قل ہو اللہ پڑھ لے تو بہتر ہے اور کہے ﴿ اللہ جنبنا الشطیان و جنب الشطیان ممار زقتنا (۷)﴾ اس واسطے کہ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص یہ دعا پڑھے گا اس کے فرزند پیدا ہوگا وہ شیطان سے محفوظ رہے گا اور انزال کے وقت اس آیت کریمہ کا دھیان کرے ﴿الحمد للہ الذی جعل من الماء بشرا فجعلہ نسبا و صھرا (۸)﴾ جب انزال ہوا چاہے تو رکے تا کہ عورت کو بھی انزال ہو جائے اس واسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں مرد کی عاجزی کی نشانی ہیں ایک یہ کہ کسی کو دیکھے کہ اس سے دوستی رکھتا ہے اور اس کا نام نہ دریافت کرے۔

دوسری:

یہ کوئی بھائی اس کی تکریم کرے اور وہ اس تکریم کو رد کرے۔

تیسری:

یہ کہ بوس و کنار سے پہلے بیوی کے ساتھ صحبت کرنے لگے اور جب اس کی حاجت روائی ہونے لگے تو صبر نہ کرے کہ عورت کی بھی حاجت روائی ہو جائے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت ابو ہریرہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی ہے کہ چاند رات اور پندرھویں شب اور مہینے کی اخیر رات کو صحبت کرنا مکروہ ہے کہ ان راتوں میں صحبت کرنے کے وقت شیطان حاضر ہوتے ہیں اور حالت حیض میں صحبت سے خود کو بچائے رکھے لیکن حیض والی عورت کے ساتھ برہنہ

سونا درست ہے اور حیض کے بعد غسل سے پہلے بھی صحبت کرنا نہ چاہیے جب ایک بار صحبت کر چکا اور دوبارہ قصد ہے تو چاہیے کہ اپنا بدن دھو ڈالے اگر نجس آدمی کوئی چیز کھانا چاہے تو اسے چاہیے کہ وضو کر لے اور اگر سونا چاہے تو بھی وضو کر لینا چاہیے اگر چہ نجس رہے گا لیکن سنت یہی ہے اور غسل سے پہلے بال نہ منڈوائے ناخن نہ کٹوائے تا کہ جنابت کی حالت میں بال اور ناخن اس سے جدا نہ ہوں اور چاہیے کہ منی بچہ دان میں پہنچائے پھیر نہ لے اور اگر عزل (۹) کرے گا تو صحیح یہ ہی ہے کہ حرام نہ ہوگا اس واسطے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک مرد نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ایک لونڈی میری خادمہ ہے میں نہیں چاہتا کہ وہ حاملہ ہو کیونکہ پھر کام نہ کر سکے گی آپ نے فرمایا کہ تو عزل کر اگر تقدیر میں ہے تو خود بخود فرزند پیدا ہوگا پھر وہ شخص حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ فرزند پیدا ہوا حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے ﴿ کنا نعزل والقران ینزل ﴾ یعنی ہم عزل کرتے تھے اور قرآن اترتا تھا ہمیں ممانعت نہیں ہوئی۔

گیارھواں ادب:

یہ ہے کہ جب اولاد ہو تو اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہے حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص ایسا کرے گا تو لڑکا لڑکپن کی بیماری سے محفوظ رہے گا اور نام اچھا رکھنا چاہیے حدیث شریف میں ہے کہ عبداللہ اور عبدالرحمٰن اور اس کے مثل نام خدا کے نزدیک سب ناموں سے بہتر ہیں لڑکا اگر پیٹ سے گر پڑے یعنی حمل اگر ساقط ہو جائے تو بھی اس کا نام رکھنا سنت ہے اور عقیقہ سنت موکدہ ہے لڑکی کے عقیقہ میں ایک بکرا اور لڑکے کے عقیقہ میں دو بکرے ذبح کرنا چاہیے اور اگر ایک ہی ہو تو بھی اجازت ہے حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ہے کہ عقیقہ کے بکرے کی ہڈی توڑنا نہ چاہیے اور سنت یہ ہے کہ جب لڑکا پیدا ہو تو اس کے منہ میں میٹھی چیز ڈالیں اور ساتویں دن اس کے بال منڈوائیں اور اس

کے بالوں کے برابر چاندی یا سونا تصدق کریں اور چاہیے کہ آدمی لڑکی سے کراہت اور لڑکے سے بہت خوشی نہ کرے اس واسطے کہ آدمی نہیں جانتا کہ بھلائی کس میں ہے لڑکی بہت مبارک ہے اور اس کا ثواب زیادہ ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں گی اور ان کے سبب سے محنت اٹھائے گا تو مہربانی کے عوض جو وہ کرتا ہے حق تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا کسی نے عرض کی کہ یا رسول اللہ اگر دو ہی ہوں آپ نے فرمایا کہ اگر دو ہوں تو بھی کسی نے عرض کی کہ اگر ایک ہی ہو تو آپ نے فرمایا تو بھی اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص کے ایک لڑکی ہو وہ رنجور ہے جس کے دو ہوں وہ گرانبار ہے جس کے تین ہوں اے مسلمانوں اس کی یاری اور مددگاری کرو کہ وہ میرے ساتھ جنت میں ہے جیسے دو انگلیاں یعنی وہ مجھ سے نزدیک رہے گا اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص بازار سے میوہ مول لے کر گھر میں آئے وہ ثواب میں صدقہ کے مانند ہے چاہیے کہ پہلے لڑکی کو دے پھر لڑکے کو جو لڑکی کو خوش کرے گا وہ شخص ایسا ہے جیسے کہ حق تعالیٰ کے خوف سے رویا اور جو خدا کے خوف سے روئے اس پر آتش دوزخ حرام ہو جاتی ہے۔

بارھواں ادب:

یہ ہے کہ حتی الامکان بیوی کو طلاق نہ دے کیونکہ طلاق دینا اگرچہ مباح لیکن حق تعالیٰ اس سے راضی نہیں کیونکہ طلاق کا لفظ زبان پر لانا عورت کی رنج عظیم پہنچانا ہے اور کس کو رنج دینا کیونکر درست ہوگا لیکن مصرعہ: گر ضرورت بود روا باشد۔ جب طلاق دینے کی ضرورت پڑے تو چاہیے کہ ایک طلاق سے زیادہ نہ دے کہ یکبارگی تین طلاقیں دینا مکروہ ہے اور حالت حیض میں طلاق دینا حرام ہے اور پاکی کی حالت میں اگر صحبت کی ہے تو بھی حرام ہے اور چاہیے کہ مہربانی کی راہ سے طلاق میں کچھ عذر کرے اور غصہ اور حقارت کے سبب سے طلاق نہ دے اور طلاق کے بعد

عورت کو تحفہ دے تا کہ اس کا دل خوش ہو اور عورت کی پوشیدہ باتیں کسی سے نہ کہے اور یہ ظاہر نہ کرے کہ میں فلانے عیب کے سبب سے طلاق دیتا ہوں ایک شخص سے لوگوں نے پوچھا تو کیوں طلاق دیتا ہے کہا میں اپنی بیوی کا راز فاش نہیں کرسکتا جب طلاق دے چکا تو پھر لوگوں نے پوچھا تو نے کیوں طلاق دی اس نے کہا مجھے پرائی عورت سے کیا کام کہ اس کا بھید کھولوں۔

فصل:

یہ جو بیان کیا گیا یہ شوہر بیوی کا حق ہے لیکن بیوی پر شوہر کو بہت بڑا حق ہے اس واسطے کہ جورو حقیقت میں خاوند کی لونڈی ہے حدیث شریف میں ہے کہ اگر خدا کے سوا اور کو سجدہ کرنا درست ہوتا تو بیوی کو حکم ہوتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کیا کرے بیوی پر خاوند کے حق ہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ بیوی گھر میں بیٹھے خاوند کے بے حکم باہر نہ جائے دریچہ میں اور چھت پر نہ آئے پڑوسیوں سے دوستی اور باتیں بہت نہ کرے اور بلاضرورت ان کے گھر نہ جائے اور اپنے خاوند کی بھلائی کے سوا اور کچھ نہ کہے اس سے اور خاوند سے صحبت اور نباہ کرنے میں جو بے تکلفی ہوتی ہے کسی سے نہ کہے ہر کام میں خاوند کے مقصود اور خوشی کی طمع رکھے خاوند کے مال میں خیانت نہ کرے خاوند پر مہربانی رکھے جب اس کے خاوند کا کوئی دوست دروازہ کھٹکھٹائے جو اس طرح جواب دے کہ وہ اسے نہ پہچانے کہ یہ صاحب خانہ کی بیوی بولتی ہے خاوند کے سب دوستوں سے پردہ کرے تا کہ وہ اسے نہ پہچانیں جو کچھ میسر ہو اس پر خاوند کے ساتھ قناعت کرے زیادہ طلبی نہ کرے خاوند کا حق اپنے عزیزوں سے زیادہ جانے خود ہمیشہ ایسا صاف ستھرا رکھے جیسا صحبت کے واسطے ہونا چاہیے اور جو کام اپنے ہاتھ سے کرسکتی ہے کرے خاوند کے سامنے اپنے حسن و جمال پر فخر نہ کرے خاوند کے احسان کی ناشکری نہ کرے اور یہ نہ کہے تو نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا ہر وقت خرید و فروخت اور طلاق کا سوال بے سبب نہ کرے رسول مقبول صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دوزخ میں نگاہ کی تو بہت سی عورتوں کو دیکھا اس کا سبب پوچھا معلوم ہوا کہ اپنے خاوندوں پر لعن طعن اور ان کی ناشکری کرنے سے ان کا یہ حال ہے۔

۱ اور نہیں پیدا کیا میں نے جن وانس کو مگر اس واسطے کہ عبادت کریں میری۔

۲ اے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے راحت پہنچا

۳ عورتوں کا مردوں پر ویسا حق ہے جیسا مردوں کا عورتوں پر

۴ اے مسلمانو! نہ پھیرے تم کو مال تمہارا اور اولاد تمہاری یاد خدا سے۔

۵ تنبیہ واضح ہو کہ آیہ کریمہ ﴿ وقل للمومنات یغضضن من ابصارھن ﴾ نازل ہونے کے قبل یہ ماجرا ہوا تھا یعنی اس زمانہ تک غیر محرم پر نظر ڈالنے کی ممانعت نہ آئی تھی۔

۶ تنبیہ واضح ہو کہ یہ ماجرا آیہ کریمہ ﴿ وقل للمومنات یغضضن من ابصارھن ﴾ نازل ہونے کے بعد ہوا لہٰذا اب بھی حکم ہے۔

۷ اے اللہ دور رکھ مجھے شیطان کو اس چیز سے جو تو نے مجھے نصیب کی

۸ سب تعریف واسطے اللہ کے ہے جس نے پیدا کیا پانی سے آدمی کو پس کر دیا اسے نسب والا

۹ بالفتح بیکار اور بیکار کرنا ۱۲ (غیاث) یہاں مراد یہ ہے کہ انزال کے وقت بچہ دان سے اپنے عضو تناسل کو ہٹا لینا۔

تیسری اصل آداب کسب وتجارت کے بیان میں

اے عزیز از جان! اس بات کو جان کہ دنیا منزل راہ آخرت ہے اور آدمی کو کھانے پینے کی حاجت ہے اور کھانا پینا بے کس کے ممکن نہیں تو کسب کے آداب جاننا چاہیے اس واسطے کہ جو شخص اپنے تئیں ہمہ تن دنیا کمانے میں مصروف کرے گا وہ بد بخت ہے اور جو شخص خدا پر توکل کر کے خود کو بالکل آخرت کے کام بنانے میں مصروف کرے گا وہ نیک بخت ہے لیکن درجہ توسط یہ ہے کہ آدمی دنیا کمانے میں مشغول ہو اور آخرت کے کام بنانے میں بھی مگر مقصود آخرت ہی کا کام بنانا ہو اور دنیا کمانا فقط آخرت کے کام بنانے میں فراغت حاصل ہونے کے واسطے ہو کسب کے وہ احکام اور آداب جن کا جاننا ضرور ہے پانچ بابوں میں ہم بیان کرتے ہیں۔

پہلا باب:

کسب کی فضیلت اور ثواب کے بیان میں

اے عزیز جان! تو خود کو اور اپنے اہل وعیال کو خلق سے بے پروا رکھنا اور کسب حلال سے ان کی کفالت کرنا راہ دین میں جہاد کرنا ہے اور بہت عبادتوں سے افضل ہے ایک دن جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام بیٹھے تھے صبح تڑکے ایک جوان قوی ادھر سے گزرا اور ایک دکان میں چلا گیا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا کہ افسوس یہ اتنے تڑکے راہ خدا میں اٹھا ہوتا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایسا نہ کہو کیونکہ اگر وہ خود یا اپنے ماں باپ یا بیوی لڑکوں کو خلق سے بے پروا کرنے جاتا ہے تو بھی وہ خدا کی راہ میں ہے اور اگر تفاخر اور لاف اور تونگری کے لیے جاتا ہے تو شیطان کی راہ میں ہے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص خلق سے بے پروا ہونے کو یا اپنے پڑوسیوں اور عزیزوں کے ساتھ بھلائی کرنے کو دنیا میں طلب حلال کرتا ہے قیامت کے دن اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی

طرح منور اور تاباں ہوگا اور فرمایا ہے کہ سچا سوداگر قیامت کے دن صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا اور فرمایا ہے کہ پیشہ ور مسلمان کو حق تعالیٰ دوست رکھتا ہے اور فرمایا کہ پیشہ ور کی کمائی سب چیزوں سے زیادہ حلال ہے اگر وہ نصیحت بجالائے اور فرمایا ہے کہ سوداگری کرو کیونکہ روزی کے دس ٹکڑے ہیں نو ٹکڑے فقط سوداگری میں ہیں اور فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے اوپر سوال کا دروازہ کھولتا ہے حق تعالیٰ اس پر مفلسی کے ستر دروازے کھول دیتا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص سے پوچھا تو کیا کام کرتا ہے اس نے کہا عبادت کرتا ہوں پوچھا قوت کہاں سے کھاتا ہے اس نے کہا میرا ایک بھائی ہے وہ مجھے قوت مہیا کر دیا کرتا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تیرا بھائی تجھ سے زیادہ عابد ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کسب نہ چھوڑو اور یہ نہ کہو کہ حق تعالیٰ روزی دیتا ہے کیونکہ حق تعالیٰ آسمان پر سے سونا چاندی نہیں بھیجتا ہے یعنی اس امر کی اسے قدرت ہے مگر کسی حیلہ سے روزی دینا اس کی عادت ہے لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ بیٹا کسب نہ چھوڑنا کہ جو شخص خلق کا محتاج ہوتا ہے اس کا دین تنگ ہو جاتا ہے عقل ضعیف ہو جاتی ہے مروت زائل ہو جاتی ہے لوگ اسے حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا کہ عابد بہتر ہے یا تاجر امانت دار ان بزرگ نے فرمایا کہ تاجر امانت دار بہتر ہے کہ وہ جہاد میں ہے اس واسطے کہ شیطان ترازو اور لین دین کے پردے میں اس کا درپے ہے اور وہ اس کے خلاف کرتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میں کسی جگہ اپنی موت کو اس سے زیادہ دوست نہیں رکھتا ہوں کہ میں بازار میں اپنے عیال کے واسطے طلب حلال کرتا ہوں اور میری موت آجائے حضرت امام حنبل رحمتہ اللہ تعالیٰ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو عبادت کے واسطے مسجد میں بیٹھ رہے اور کہے کہ خدا مجھے رزق دے گا امام صاحب نے فرمایا مرد جاہل ہی شرع نہیں جانتا اس واسطے کہ

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے میری روزی میرے نیزہ کے سایہ میں رکھی ہے یعنی جہاد کرنے میں اوزاعی نے حضرت ابراہیم ادہم قدس سرہما کو دیکھا کہ لکڑیوں کا گٹھا اپنی گردن پر اٹھائے ہیں پوچھا آپ کا یہ کسب کب تک ہوا کرے گا آپ کے مسلمان بھائی آپ کے اس رنج و تکلیف کو دفع کر سکتے ہیں فرمایا چپ رہ کہ حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی طلب حلال کے واسطے ذلیل جگہ کھڑا ہو گا اس پر بہشت واجب ہو جاتی ہے سوال اگر کوئی کہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ﴿ ما اوحی الی ان اجمع المال وکن من التاجرین ولکن اوحی الی ان سبح بحمد ربک وکن من الساجدین واعبد ربک حتی یاتیک الیقین ﴾ یعنی مجھ سے خدا یہ نہیں فرماتا ہے کہ مال جمع کر اور سوداگروں میں سے ہو جا بلکہ یہ فرماتا ہے کہ تسبیح کر اپنے پروردگار کی اور ساجدوں میں سے رہ اور عبادت کر اپنے پروردگار کی اخیر عمر تک اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ عبادت کرنا کسب سے بہتر ہے جواب یہ ہے کہ تجھے معلوم ہو جائے کہ جو شخص اپنے واسطے اور اپنے بیوی لڑکوں کے لیے مال کافی رکھتا ہو بالاتفاق اس کے واسطے عبادت کرنا کسب سے بہتر ہے اور جو کسب مقدار کفایت وضرورت سے زیادہ طلبی کے واسطے ہو اس میں ہرگز کچھ فضیلت نہیں بلکہ اس میں نقصان ہوتا ہے اور دنیا سے دل لگانا ہے اور ایسا کسب سب گناہوں کا سردار ہے اور وہ شخص جو مال رکھتا ہو مگر مال صالح سے اس کی اوقات بسری ہوتی ہے اس کو کسب نہ کرنا اولیٰ ہے اور یہ امر چار شخص کے واسطے ہوتا ہے ایک وہ شخص جو ایسے علم میں مشغول ہو جس سے لوگوں کو منفعت دینی ہو مثلاً علوم شرعیہ یا دنیا کا فائدہ ہو جیسے علم طب دوسرا وہ شخص وہ عہدہ قضا اور وقف اور مصالح خلق میں مشغول ہو تیسرا وہ شخص جس کے باطن میں صوفیوں کے حالات اور مکاشفات کی راہ کھلی ہو چوتھا وہ شخص جو اس خانقاہ میں جو عابدوں پر وقف ہو بیٹھ کر عبادت ظاہری میں مشغول

رہے۔ ایسے لوگوں کو کسب نہ کرنا اولیٰ ہے پس اگر ان کی روزی لوگوں کے ہاتھ سے پہنچتی ہو اور ایسا زمانہ ہو کہ بے سوال کیے اور بے احسان مانے خود ایسے نیک کاموں میں راغب ہوں تو اس صورت میں کسب نہ کرنا اولیٰ ہے اگلے زمانہ میں ایک بزرگ تھے ان کے تین سو ساٹھ دوست تھے وہ بزرگ ہمیشہ عبادت میں مشغول رہتے اور سال بھر ہر شب ایک دوست کے مہمان رہتے اور ان کے دوستوں کی یہ عبادت تھی کہ انھیں فارغ البال رکھتے یہ امر اس سبب سے تھا کہ خیر کا دروازہ لوگوں پر کھلا رہے ایک بزرگ کے تیس دوست تھے مہینہ بھر ہر شب ایک دوست کے پاس رہتے تھے لیکن جب ایسا زمانہ ہو کہ بے سوال کیے اور بے ذلت اٹھائے لوگ دینے کی رغبت نہ کریں تو اپنی اوقات بسری کے واسطے کسب کرنا بہتر ہے اس واسطے کہ سوال کرنا برا کام اور بضرورت حلال ہوتا ہے مگر وہ شخص جس کا بڑا مرتبہ ہو اور اس کے سبب سے بہت فائدہ ہو اور قوت طلب کرنے میں اس کی تھوڑی سی ذلت ہو تو اس وقت ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایسے شخص کو نہ کسب کرنا اولیٰ ہے لیکن وہ شخص جس سے ظاہری عبادت کے سوا اور کوئی فیض اور فائدہ نہیں ہوتا اس کو کسب کرنا اولیٰ ہے اور جو شخص عین کسب میں دل خدا کے ساتھ مشغول رکھتا ہے۔

دوسرا باب :

علم کسب کے بیان میں تا کہ کسب شرائط شرعیہ کے ساتھ ہو

اے عزیز جان! تو کہ یہ باب بڑا ہے فقہ کی کتابوں میں ہم نے (امام والا مقام نے) اس کا بیان کیا ہے اس کتاب میں اسی قدر جس کی اکثر حاجت پڑتی ہے بیان کرتے ہیں کہ لوگ اس قدر جان لیں اور اگر کچھ مشکل پڑے تو پوچھ سکیں اور جو اس قدر بھی نہ جانے گا وہ حرام اور ربیاج میں مبتلا ہو جائے گا اور یہ بھی نہ جانے گا کہ اس

بات کو دریافت کرنا چاہیے کسب اکثر چھ معاملوں پر ہوتا ہے بیع (۱) ربو (۲) اسلم (۳) اجارہ (۴) قرض (۵) شرکت (۶) تو عقدوں کی سب شرطیں ہم بیان کرتے ہیں۔

پہلا عقد بیع ہے:

اور بیع کے مسائل جاننا فرض ہے کیونکہ کسی کو اس سے بچاؤ نہیں امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بازار میں جا کر درے مارتے اور فرماتے کہ بیع کے مسائل سیکھے بغیر کوئی شخص اس بازار میں معاملہ نہ کرے نہیں تو عمداً خواہ سہواً بیاج میں مبتلا ہو جائے گا اے عزیز جان تو کہ بیع کے تین رکن ہیں ایک مول لینے والا اور بیچنے والا جنھیں عاقد کہتے ہیں دوسرا رکن مال تجارت ہے کہ اسے معقود علیہ کہتے ہیں تیسرا رکن لفظ بیع ہے۔

پہلا رکن:

عاقد ہے اسے چاہیے کہ پانچ شخصوں سے معاملہ نہ کرے لڑکے (۱) دیوانے (۲) لونڈی (۳) غلام (۴) اندھے حرام کھانے والے سے (۵) جو لڑکا بالغ نہ ہوا ہو امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی کی ہوئی بیع باطل ہے گو کہ ولی کے حکم سے ہو اور دیوانہ کا بھی یہی حکم ہے آدمی جو کچھ ان سے مول لے گا وہ اگر ضائع ہو جائے تو مول لینے والے پر تاوان ہوگا اگر کچھ انھیں دے گا تو اس کا تاوان ان سے نہیں لے سکتا اس واسطے کہ اس نے خود انھیں دے کر مال ضائع کیا اور لونڈی غلام کی بیع اس کے مالک کی اجازت کے بغیر باطل ہے قصائی نان بائی بنئے وغیرہ جب تک مالک سے اجازت نہ لے لیں تب تک انھیں لونڈی غلام سے معاملہ کرنا درست نہیں ہے یا کوئی عادل خبر دے یا شہر میں مشہور ہو کہ اس کو اس کے مالک نے معاملہ کرنے کی اجازت دے دی ہے تو اگر مالک کی اجازت کے بغیر اس سے کچھ لیں گے تو ان پر تاوان ہوگا اور اگر اس کو کچھ دیں گے تو جب تک وہ آزاد نہ ہو جائے

تب تک اس سے تاوان نہیں مانگ سکتے اندھے کا کیا ہوا معاملہ باطل ہے مگر یہ کہ ایک وکیل انکھیارا مقرر کرے وہ جو کچھ لے گا اس پر تاوان ہوگا اس واسطے کہ مکلّف آزاد ہے حرام کھانے والے مثلاً ترک ظالم چور سود دینے والے شراب بیچنے والے ڈاکو گویے نوحہ پڑھنے والے جھوٹی گواہی دینے والے رشوت کھانے والے ان سب کے ساتھ معاملہ درست نہیں ہے اگر معاملہ کرے اور تحقیق جانے کہ اس نے جو کچھ مول لیا ہے وہ ان ہی کی ملکیت ہے تو حرام نہیں درست ہے اور اگر تحقیق جانتا ہے کہ جو چیز مول لی وہ ان کی ملکیت نہیں ہے تو معاملہ باطل ہے اور اگر مال مشتبہ ہو تو دیکھے اگر بہت سا مال حلال ہے اور تھوڑا حرام کا مال ہے تو معاملہ درست ہے مگر تاہم شبہ سے خالی نہیں اور اگر بہت سا حرام کا مال ہے اور تھوڑا سا مال حلال ہے تو ظاہراً معاملہ کو ہم حرام نہیں کر سکتے لیکن یہ شبہہ حرام کے قریب ہے اور اس کا خطرہ بہت بڑا ہے یہود اور نصاریٰ کے ساتھ اگرچہ معاملہ کرنا درست ہے لیکن قرآن شریف ان کے ہاتھ ہدیہ نہ کرے اور مسلمان لونڈی غلام ان کے ہاتھ نہ بیچے اور اگر حربی ہوں تو تیسرا بھی ان کے ہاتھ نہ بیچے کہ یہ معاملہ ظاہر مذہب کی رو سے باطل ہے اور بیچنے والا گناہ گار ہوگا اہل اباحت بے دین ہیں ان کے ساتھ معاملہ باطل ہے ایسے لوگوں کا خون کرنا اور مال لے لینا حلال ہے بلکہ یہ لوگ کسی چیز کے مالک نہیں اور ان کا نکاح باطل ہے اور ان کا حکم مرتدوں کے مانند ہے اور جو شخص شراب پینے اور نامحرم عورتوں کے پاس بیٹھنے اور نماز نہ پڑھنے کو اس سات شبہوں میں سے کسی ایک شبہہ کے سبب سے جو عنوان مسلمانی میں مذکور ہوئے درست جانے وہ زندیق ہے اس کے ساتھ معاملہ اور نکاح نہ کرنا چاہیے۔

دوسرا رکن:

مال ہے کہ اسی پر معاملہ کرتے ہیں اس میں چھ شرطوں کا نگاہ رکھنا ضرور ہے۔

پہلی شرط:

یہ ہے کہ ایسی چیز بیچے جو مول لینے والے کو حوالے کر سکے تو جو لونڈی غلام بھاگ گیا ہو اور جو مچھلی پانی میں اور چڑیا ہوا میں اور بچہ پیٹ میں اور نطفہ گھوڑے کی پیٹھ میں ہو اس کی بیع بھی درست نہیں۔ کیونکہ ان کا فوراً حوالے کر دینا بیچنے والے کے اختیار میں نہیں ہے اور جو بال جانور کی پیٹھ میں ہو اس کی بیع درست نہیں کیونکہ ان کا فوراً حوالے کر دینا بیچنے والے کے اختیار میں نہیں ہے اور جو بال جانور کی پیٹھ پر ہوں یا جو دودھ تھن میں ہو اس کی بیع بھی باطل ہے اس واسطے کہ جب تک حوالہ کرے گا نیا دودھ جو پیدا ہوتا ہے اس میں یہ دودھ مل جائے گا اور مرتہن کی اجازت کے بغیر شئی مرہونہ کی بیع باطل ہے اور جو لونڈی لڑکے کی ماں ہوئی ہو اس کی بیع باطل ہے اس واسطے کہ اس کو حوالے کر دینا درست نہیں اور وہ لونڈی جس کا لڑکا چھوٹا ہو لڑکا چھوڑا کر اس کی بیع یا اسے چھوڑا کہ لڑکے کی بیع باطل ہے اس واسطے کہ ان کے درمیان جدائی ڈالنا حرام ہے۔

پانچویں شرط:

یہ ہے کہ عین مال اور اس کی مقدار اور صفت معلوم ہو عین مال کا نہ معلوم ہونا یوں ہوتا ہے کہ مثلاً کہے کہ جو ایک بکرا اس گلہ سے یا جو ایک تھان اس گٹھری سے تو چاہے وہ میں نے تیرے ہاتھ بیچا ایسی بیع باطل ہے بلکہ چاہیے کہ ایک چیز اشارہ سے جدا کر کے بیچے اور اگر کہے کہ اس زمین سے دس گز میں نے تیرے ہاتھ بیچی جدھر تو چاہے لے لے تو یہ بیع بھی باطل ہے اور مقدار وہاں جاننا چاہیے جہاں مول لینے والا عین مال آنکھ سے نہ دیکھے مثلاً بیچنے والا کہے کہ میں نے تیرے ہاتھ اتنے کو بیچا جتنے کو فلانے شخص نے اپنا کپڑا بیچا یا فلانی چیز کے ہموزن سونے یا چاندی کے عوض اور عین و ثمن دونوں کی مقدار نہیں معلوم تو یہ باطل ہے لیکن اگر کہے کہ یہ گیہوں اس آبخورہ بھر سونے یا چاندی کے عوض میں نے تیرے ہاتھ بیچے اور مول لینے والا دیکھتا

ہے تو درست ہے اور صفت کا جاننا بایں طور ہوتا ہے کہ جو چیز دیکھی ہی نہیں اسے دیکھے یا بہت دنوں پہلے دیکھی تھی اور اتنے دنوں میں وہ چیز متغیر ہونے والی ہو تو اس کی بیع باطل ہے اور جو مہین کپڑا اٹاٹ اور موٹے کپڑے میں لپٹا ہوا اور جو گیہوں بالی میں ہو اس کی بیع باطل ہے آدمی جب لونڈی مول لے تو اس کے سر کے بال اور ہاتھ پاؤں جو کچھ بردہ فروش عادتاً دکھا دیتا ہے دیکھ لے اگر ان میں سے کچھ بھی دیکھنے سے رہ جائے گا تو بیع باطل ہوگی اور اگر کوئی مکان مول لے گا اور اس کا ایک درجہ بھی دیکھنے سے رہ جائے گا تو بیع باطل ہوگی مگر اخروٹ بادام باقلا انار مرغی کا انڈا ان کی بیع درست ہے اگرچہ چھلکے میں پوشیدہ ہوں کیونکہ ان چیزوں کو اس طرح بیچنا مصلحت ہے اور کچے اخروٹ اور باقلی جو دوھرے چھلکے میں ہوں بمقتضائے حاجت ان کی بیع درست ہے اور فقاع (۱) کی بیع باطل ہے کیونکہ وہ پوشیدہ ہے مگر اجازت سے اس کا کھانا پینا مباح ہے۔

چھٹی شرط:

یہ ہے کہ جو کچھ مول لیا ہے جب تک اس پر قبضہ نہ کر لے تب تک اس کی بیع درست نہیں چاہیے کہ پہلے اس کے ہاتھ آئے پھر وہ بیچے۔

تیسرا رکن:

عقد ہے لفظ کہنا ضرور ہے زبان سے یوں کہے کہ یہ چیز میں نے تیرے ہاتھ بیچی مول لینے والا کہے میں نے اس کو مول لیا یا کہے یہ چیز اس کے عوض میں میں نے تجھ کو دی وہ کہے میں نے لی یا قبول کی یا اور کوئی لفظ کہے جس سے بیع کے معنی مفہوم ہوں اگرچہ صریح نہ ہو تو اگر لین دین کے پیشتر لفظ مذکورہ نہ ہو تو بیع درست نہ ہوگی جیسا کہ اب عادت ہوگئی ہے اور یہ اولیٰ ہے کہ حقیر چیزوں میں رخصت کے سبب سے ہم اس امر کو جائز رکھیں کہ اس کا رواج پھیل گیا ہے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہی مذہب ہے اور علماء شافعی المذہب کے ایک گروہ نے مذہب شافعی میں

بھی اس قول کا اعتبار کیا ہے اور تین وجہ سے اس قول پر فتویٰ دینا کچھ بعید نہیں ایک یہ کہ اس کی حاجت عام ہوگئی ہے دوسرے یہ کہ شاید صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانہ میں یہی عادت تھی اس واسطے کہ اگر لفظ بیع کی بہ تکلف عادت ہوتی تو ان پر دقت ہوتی اور اس تکلف کو صحابہ نقل کرتے اور پوشیدہ نہ رہتا تیسرے یہ کہ اگر عادت ہو جائے تو فعل کو قول کا قائم مقام کرنا محال نہیں ہے جیسا کہ ہدیہ میں ظاہر ہے کہ جو کچھ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لوگ لے جاتے تھے اس میں ایجاب وقبول کا تکلف نہ ہوتا تھا اور ہر زمانہ میں ایسا ہی رہا اور جب ایسے معاملہ میں جس میں عوض نہ ہو بمقتضائے عادت مجرد فعل سے ملکیت حاصل ہو جاتی ہے تو اس معاملہ بیع میں کہ عوض یعنی قیمت موجود ہے فقط فعل سے ملکیت حاصل ہو جانا کچھ محال نہیں ہے لیکن ہدیہ میں بمقتضائے عادت تھوڑے بہت میں فرق نہیں ہوا ہے اور قیمتی چیز کی بیع میں لفظ بیع کہنے کی عادت تھی جیسے گھر اور زمین اور غلام اور جانور اور قیمتی کپڑا ایسی چیزوں میں اگر لفظ بیع نہ کہے گا تو اگلے بزرگوں کی عادت کے خلاف کرے گا اور ملکیت حاصل نہ ہوگی لیکن گوشت روٹی میوہ اور تھوڑی تھوڑی قیمت کی جو چیزیں متفرق مول لیتے ہیں اس میں حسب عادات اجازت دینا بے وجہ نہیں ہے اور حقیر چیزوں میں اور بیش قیمت چیزوں میں درجے اور مرتبے ہوتے ہیں اور جاننا چاہیے کہ یہ حقیر چیزوں میں سے ہے یا نہیں ان درجوں میں کچھ اندازہ نہیں کر سکتے جب یہ امر مشکل ٹھہرا تو احتیاط کی راہ چلنا چاہیے۔ اے عزیز جان تو! کہ اگر کسی نے گدھے کے بوجھ برابر گیہوں مول لیے اور لفظ بیع وشرا نہ کہی تو وہ اس کی ملکیت نہ ہو جائیں گے اس واسطے کہ وہ حقیر چیز نہیں ہیں لیکن کھانا اور اس میں تصرف کرنا حرام نہیں ہے تسلیم اور حوالہ ہو جانے کے سبب سے اباحت حاصل ہو جاتی ہے گو کہ ملکیت نہ حاصل ہوا گر ان گیہوں سے کسی کی دعوت کرے گا تو حلال ہے اس واسطے کہ مالک کا حوالہ کر دینا قرینہ حال سے اس بات کی دلیل ہے کہ اس پر

حلال کر دیا ہے مگر بشرط عوض اور اگر صریح کہہ دیتا کہ میرا اناج اپنے مہمان کو کھلا دینا پھر تاوان دے دینا تو درست ہوتا اور تاوان واجب آتا جبکہ اپنے فعل کو اس امر پر دلیل کیا تو بھی یہ امر حاصل ہو گیا تو لفظ بیع نہ کہنے کا یہ اثر ہوتا ہے کہ وہ اناج مول لینے والے کی ملکیت نہیں ہو جاتا یہاں تک کہ اگر وہ اور کسی کے ہاتھ بیچنا چاہے تو نہیں بیچ سکتا اور اگر قبل اس کے مول لینے والا کہا جائے مالک پھیر لینا چاہے تو پھیر لے سکتا ہے جس طرح وہ کھانا جو دعوت میں دسترخوان پر چنا جائے اے عزیز جان تو کہ بیع اس شرط سے درست ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ اور کوئی شرط نہ ہو مثلاً اگر کوئی یوں کہے کہ یہ لکڑیاں میں نے اس شرط سے مول لیں کہ تو میرے گھر پہنچا یا یہ گیہوں اس شرط سے میں نے مول لیے کہ تو مجھے آٹا پیس دے یا تو مجھے کچھ قرض دے یا اور کچھ شرط کرے تو بیع باطل ہو گی مگر چھ شرطیں درست ہیں ایک یہ کہ اس شرط سے بیچے کہ فلانی چیز میرے پاس گرو رکھ یا کسی کو گواہ کر یا فلانے آدمی کو ضامن دے یا قیمت ابھی دے اتنے عرصہ تک میں نہیں مانتا تین دن تک خواہ کم میں فسخ بیع کا اختیار رہے مگر تین دن سے زیادہ نہیں درست ہے یا غلام اس شرط سے مول لے کہ وہ لکھنا یا کوئی پیشہ جانتا ہو تو ایسی شرطیں بیع کو باطل کریں گی۔

دوسرا عقد ربا ہے:

اور ربا نقد اور غلہ میں ہوتا ہے لیکن نقد میں دو چیزیں حرام ہیں ایک ادھار بیچنا کیونکہ سونا سونے کے عوض اور چاندی چاندی کے عوض بیچنا درست نہیں تاوقتیکہ دونوں موجود نہ ہوں اور ایک دوسرے سے علیحدہ ہونے کے پہلے قبضہ کر لے اگر اسی جلسہ میں قبضہ نہ کریں گے تو بیع باطل ہے دوسرے یہ کہ سونا چاندی سونے چاندی کے بدلے بیچے تو زیادتی حرام ہے اور اس دینار کو جو ثابت ہو اس دینار یا جبہ کے عوض جو ٹکڑے ہو بیچنا چاہیے اور کھرے دینار کو کھوٹے دینار سے زیادتی کے ساتھ بیچنا نہ چاہیے بلکہ کھرا کھوٹا ثابت شکستہ برابر ہونا چاہیے اگر کوئی کپڑا ثابت دینار کو لیا اور اسی

شخص کے ہاتھ ٹوٹے ہوئے دینار یا دانگ کو بیچا تو درست ہے اور مطلب حاصل ہے اور ہر یوہ (۲) کا سونا جس میں کہ چاندی ہوتی ہے اس کو کھرے سونے چاندی یا زر ہر یوہ کے عوض بیچنا نہ چاہیے بلکہ اس سے اور کوئی چیز مول لے کر بیچے اور جس نقرۂ طلائی چیز کا چاندی سونا کھرا نہ ہو اس کا یہی حال ہے اور جس موتی کی لڑ میں سونا ہو اس کو سونے کے عوض بیچنا درست نہیں ہے اور زرتار کپڑا زر کے عوض بیچنا درست نہیں مگر جب کپڑے میں زر قیمت کے برابر ہی جلانے کے بعد زر نکلے زیادہ نہ نکلے اور اگر ایک ہی جنس سے ہو تو بھی اناج اناج کے عوض ادھار نہ بیچنا چاہیے بلکہ ایک ہی جلسہ میں دونوں کا قبضہ کرنا ضرور ہے اور اگر ایک ہی جنس سے ہو جیسے گیہوں کے عوض گیہوں تو بھی ادھار درست نہیں ہے اور زیادتی کے ساتھ درست نہیں بلکہ ناپنے میں برابر ہو اگر تولنے میں نہ برابر ہو تو بھی درست نہیں ہے بلکہ ہر چیز کی برابری اسی انداز سے دیکھنا چاہیے جس انداز کی عادت ہو قصائی کو گوشت کے عوض بکرا دینا نان بائی کو روٹی کے بدلے گیہوں دینا تیلی کو تیل کے عوض تل اور ناریل دینا درست نہیں اور بیع منعقد نہ ہوگی لیکن بیع نہ کرے اور اس ارادہ سے دے کہ اس سے روٹی لے تو اس کا کھانا مباح ہے مگر یہ روٹی اس کی ملکیت نہ ہوگی اور دوسرے کے ہاتھ نہ بیچ سکے گا اور نان بائی کو گیہوں میں تصرف کرنا تو مباح ہے مگر بیچنا جائز نہیں روٹی لینے والے کے گیہوں نان بائی پر اور نان بائی کی روٹی روٹی لینے والے پر باقی رہتی ہے جب چاہیں مانگ سکتے ہیں اگر ایک نے دوسرے کو بحل کر دیا تو کافی نہ ہوگا کیونکہ اگر ایک دوسرے سے کہے کہ میں نے اس شرط سے تجھے بحل کیا کہ تو بھی مجھے بحل کر دے تو یہ باطل ہے اور اگر یہ شرط صراحتہً نہ کی اور یوں کہا کہ میں نے بحل کیا تو اگر طرف ثانی جانتا ہے کہ اس کے دل میں یہ شرط ہے بے اس کے من بھر گیہوں پکا یہ بحل کرنا اس جہاں میں اس کے اور خدا کے درمیان لا حاصل ہے کہ یہ رضامندی فقط زبان سے ہے دل سے نہیں ورجو رضامندی دل سے نہ وہ اس جہاں

میں کام نہ آئے گی لیکن اگر یوں کہے کہ تو مجھے بحل کرے یا نہ کرے میں نے تجھے بحل کر دیا اور دل میں بھی یہی بات رکھے تو درست ہے، پھر اگر دوسرا شخص بھی بحل کر دے تو بھی یہی حال ہے اور اگر ایک دوسرے کو بحل نہ کرے اور دونوں چیزیں قیمت اور مقدار میں برابر ہیں تو ان سے دنیا میں تو جھگڑا نہ ہوگا اور اس جہاں میں بدلا ہو جائے گا لیکن اگر کچھ کمی زیادتی ہے تو اس جہان کی خصومت اور اس جہاں کے مظلمہ کا ڈر ہے اور جاننا چاہیے کہ اناج سے جو چیز بنتی ہے اسے اسی اناج کے عوض بیچنا نہ چاہیے اگر چہ برابر بھی ہو تو جو چیز گیہوں سے ہوتی ہے جیسے آٹا روٹی خمیر اسے گیہوں کے بدلے بیچنا چاہیے علی ہذ القیاس انگور کو سرکہ اور شہد کے بدلے اور دودھ کو پنیر اور مکھن کے عوض بیچنا درست نہیں بلکہ انگور کو انگور کے عوض اور رطب کو رطب کے بدلے بھی بیچنا بھی درست نہیں، تاوقتیکہ انگور منقی نہ ہو جائے اور رطب خرما نہ جائے اس کا بیان طویل ہے یہ جو بیان کیا گیا اس کا سیکھنا واجب تھا کہ جب ایسا کوئی مسئلہ جسے نہیں جانتا پیش آئے تو یہ تو سمجھے کہ اسے میں نہیں جانتا ہوں علماء سے پوچھ لوں اور اس سے پرہیز کرنا واجب ہے، تا کہ حرام میں نہ پڑ جاؤں اور پوچھنے سے معذور نہ رہے اس واسطے کہ جیسا علم پر عمل کرنا فرض ہے ایسا ہی علم کا تلاش کرنا بھی فرض ہے۔

تیسرا عقد سلم ہے:

اس میں دست شرطوں کا لحاظ رکھنا چاہیے۔

پہلی شرط:

یہ ہے کہ عقد میں کہے کہ مثلاً یہ چاندی یا یہ سونا یا یہ کپڑا جو کچھ ہو گدھے کے بوجھ گیہوں کے واسطے سلم کے طور پر میں نے دیا اور جس صفت کے گیہوں مقصود ہوں اور اس چیز کی قیمت سے بدل جا سکیں اور جس صفت کا حسب عادت کہنا ضرور ہو سب صاف صاف کہے دے تا کہ طرف ثانی کو معلوم ہو جائے اور وہ کہے میں نے

قبول کیا اور اگر لفظ سلم کے بدلے کہے کہ اس اس صفت کی چیز میں نے مول لی تو بھی درست ہے۔

دوسری شرط:

یہ ہے کہ جو چیز دیتا ہے بے حساب نہ دے بلکہ اس کی تول ناپ کر لے تا کہ اگر پھیر لینے کی حاجت پڑے تو یہ تو جانے کہ میں نے کیا چیز دی تھی اور کس قدر دی تھی۔

تیسری شرط:

یہ ہے کہ عقد کی مجلس میں راس المال حوالے کر دے۔

چوتھی شرط:

یہ ہے کہ سلم ایسی چیز میں دے جس کا حال وصف سے معلوم ہو جائے جیسے خوب جبوب روئی جانوروں کے بال جس کا پشمینہ ہوتا ہے ریشم دودھ گوشت حیوان لیکن جو چیز کئی چیزوں سے مل کر بنی ہو جن کی مقدار علیحدہ علیحدہ نہیں جانتا ہے جیسے غالیہ یا ہر ایک چیز سے مرکب ہو جیسے ترکی کمان یا بنی ہوئی ہو جیسے کفش، موزہ نعلین تراشا ہوا تیر اس میں سلم باطل ہے۔ کیونکہ صفت پر یہ نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ روٹی میں سلم روا ہے اگر چہ نمک پانی سے ملی ہوئی لیکن وہ مقدار مقصود نہیں اور جہالت نہیں لاتی۔

پانچویں شرط:

یہ ہے کہ اگر وعدہ پر مول لیتا ہے تو مدت معلوم ہونا چاہیے اور یہ نہ کہے کہ غلہ تیار ہونے تک اس واسطے کہ یہ ہمیشہ یکساں نہیں اور اگر کہے گا نو روز (۳) اور تک اور نو روز مشہور رہو یا کہے کہ جمادی تک تو درست ہے جمادی الاول پر اس کو حمل کریں گے۔

چھٹی شرط:

یہ ہے کہ اس چیز میں سلم دے جسے وقت موعود پر پائے اگر میوہ میں سلم دے گا تاوقتیکہ اس وقت پک نہ جاتا ہو سلم باطل ہے اور اگر اس وقت اکثر پک جاتا ہے تو

اگر یوں کہے کہ دکان میں نے مہینے پیچھے ایک دینار پر تجھے دی تو ایسا امر نا جائز ہے اس واسطے کہ اجارہ کی تمام مدت معلوم نہیں ہوئی یوں کہنا چاہیے کہ ایک سال یا دوسال کو اجارہ دے تا کہ اجارہ کی تمام مدت معلوم ہو جائے۔

دوسرا رکن:

اے عزیز جان! تو کہ جو امر مباح ہو اور معلوم ہو اور اس میں کچھ محنت ہو اور نیابت کی اس میں گنجائش ہو اور اس میں اجارہ درست ہے تو پانچ شرطیں اس میں بجالانا چاہیے۔

پہلی شرط:

یہ ہے کہ اس عمل میں قدر و قیمت ہو اور رنج و محنت ہو اگر دکان آراستہ کرنے کو کسی کا اناج یا کپڑا سکھانے کو کوئی درخت یا سونگھنے کو کوئی سیب اجارہ لیا تو باطل ہے اس واسطے کہ ان کاموں کی کچھ قدر نہیں ہے اور گیہوں کا ایک دانہ بیچنے کے مثل ہے اگر کوئی اڑھتیا جاہ و حشمت والا ہے اور اس کی ایک بات سے مال بک جاتا ہے اور اس کی مزدوری مقرر کریں تا کہ ایک بات کہہ دے اور مال بک جائے تو یہ اجارہ باطل ہے اور مزدوری حرام ہے کہ اس میں کچھ رنج و محنت نہیں بلکہ اڑھتئے اور دلال کی اس وقت مزدوری حلال ہوتی ہے کہ اتنی باتیں کرے اور اس قدر چلے جس میں رنج و محنت اور دشواری اور وقت ہو تب بھی اجرت مثل سے زیادہ واجب نہ ہوگی اور یہ عادت جو مقرر کی ہے کہ مثلاً پانچ روپیہ سینکڑا لیتے ہیں تو بقدر مال لیتے ہیں بقدر مشقت و ملال نہیں لیتے یہ حرام ہے تو اڑھتئے اور دلال جو مال اس طرح پیدا کرتے ہیں وہ حرام کا مال ہے دلال اس مظلمہ سے دو طرح چھوٹتا ہے ایک یہ کہ جو کچھ اسے دے دیں لے لیں اور تکرار نہ کرے مگر اپنی محنت کی قدر قیمت کی مقدار پر نہ الجھے دوسرا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ہی کہہ دے کہ جب یہ چیز بیچ دوں گا تو ایک درم یا دینار لوں گا اور وہ شخص راضی ہو دلال یوں نہ کہے کہ قیمت میں سے پانچ روپیہ سینکڑا لوں

گا اس واسطے کہ وہ مجہول ہے کیونکہ قیمت معلوم نہیں نہ معلوم خریدار کتنے کو خرید کریں اگر ایسا کہے گا تو باطل ہے اور اس کی محنت کی قدر اجرت کے سوا اور کچھ دینا لازم نہیں۔

دوسری شرط :

یہ ہے کہ منفعت پر اجارہ ہو عین اس میں نہ داخل ہو تو اگر باغ یا انگور کا درخت اجارہ لیا تا کہ میوہ لے یا گائے اجارہ لی تا کہ دودھ دوہے یا گائے ادھیا پر دی تا کہ چارہ دے اور آدھا دودھ لے یہ سب اجارے باطل ہیں اس واسطے کہ چارہ اور دودھ وغیرہ سب مجہول ہے لیکن اگر عورت کو لڑکے کے دودھ پلانے کے واسطے اجارہ لے تو درست ہے اس واسطے کہ لڑکے کی نگہبانی اصل مقصود ہے اس کا تابع دودھ ہے جیسے کاتب کی سیاہی اور درزی کا تاگا کہ اس قدر مجہول عمل معلوم کی تبعیت میں جائز ہے۔

تیسری شرط :

یہ ہے کہ ایسے کام پر اجارہ کرے جو کام اس کے سپرد کرنا ممکن اور مباح ہو اگر کسی ناتواں آدمی کو ایسے کام کے واسطے جو اس سے نہ ہو سکے اجرت پر مقرر کیا تو باطل ہے یا حیض والی عورت کو مسجد جھاڑنے کے واسطے اجرت پر مقرر کیا تو یہ اجارہ باطل ہے اس واسطے کہ اس کو یہ فعل حرام ہے اگر کسی شخص کو بھلا چنگا دانت اکھاڑنے کو یا صحیح سلامت ہاتھ کاٹنے کو یا بالی پہنانے کے واسطے لڑکے کا کان چھیدنے کو اجرت پر مقرر کیا تو یہ سب باطل ہے اس واسطے کہ یہ باتیں شرع میں درست نہیں ہیں اور ایسے کاموں کی اجرت لینا حرام ہے اسی طرح گودنا گودنے والوں کا حال ہے مردوں کے واسطے اطلس کی ٹوپی اور ریشمی چپکن جو درزی سیتے ہیں ان کی اجرت حرام ہے ایسے کاموں کا اجارہ درست نہیں علی ہذا القیاس اگر کسی شخص نے کسی کو مقرر کیا کہ مجھے رسن بازی یعنی نٹ کا کام سکھاوے تو یہ بھی حرام ہے اور اس کا تماشا بھی حرام

ہے اور جو شخص ایسا کرے گا وہ اپنی جان کے خطرے میں ہے اور جو شخص تماشا دیکھنے کھڑا رہے گا وہ اس کے خون میں شریک ہوگا اس واسطے کہ لوگ اگر تماشا نہ دیکھیں تو وہ اپنی جان کو خطرہ میں ڈالے اور جو شخص رس باز اور دار باز اور ایسے لوگوں کو جو بے فائدہ خطرناک کام کرتے ہیں کچھ دے گا وہ گنہگار ہوگا اسی طرح مسخرے اور گویے اور نوحہ گر اور ہجو کہنے والے شاعر کو مزدوری دینا حرام ہے اور قاضی کو حکم دینے کے بدلے اور گواہ کو گواہی دینے کے عوض مزدوری دینا حرام ہے اگر قاضی سجل لکھے اور اپنے لکھنے کی مزدوری لے لے تو درست ہے اس واسطے کہ سجل لکھنا اس پر واجب نہیں بشرطیکہ اوروں کو سجل لکھنے سے باز نہ رکھے اور اگر اوروں کو منع کرے اور اکیلا آپ ہی لکھے اور اس سجل کی مزدوری جو گھڑی بھر میں لکھی ہے دس دینار یا ایک دینار مانگے تو حرام ہے لیکن اگر اوروں کو منع نہ کرے اور یوں کہے کہ میں اپنے ہی خط سے لکھوں تو دس دینار لوں گا تو اس صورت میں درست ہے اگر اور کوئی سجل لکھے اور وہ فقط دستخط کرے اور اس کے عوض کچھ مانگے اور کہے کہ یہ نشان کرنا مجھ پر واجب نہیں تو یہ حرام ہے اس واسطے کہ اتنا کام جس سے لوگوں کے حقوق مستحکم ہو جائیں قاضی پر واجب ہے اگر واجب نہ بھی ہو تو اپنی محنت گیہوں کے ایک دانہ کا حکم رکھتی ہے جس کی کچھ قیمت نہیں اور اس نشانی کی قدر و قیمت اس وجہ سے ہے کہ حاکم شرع کا خط ہے جو شخص جاہ و رتبہ کی وجہ سے حاکم ہوا سے اجرت لینا نہ چاہیے مگر قاضی کے وکیل کی اجرت حلال ہے بشرطیکہ ایسے قاضی کا وکیل نہ ہو جسے جانتا ہو کہ یہ حق داروں کا حق باطل کر دیتا ہے بلکہ چاہیے کہ حق فیصلہ کرنے والوں کا وکیل بنے کہ اسے حق ثابت کرنے والا جانے یا اس بات سے لاعلم ہو کہ یہ حق کو باطل کرنے والا ہے اور بشرطیکہ جھوٹ نہ کہے اور فریب نہ دے اور حق بات چھپانے کا ارادہ نہ کرے بلکہ باطل دفع کرنے کا قصد کرے اور جب حق ظاہر ہو تو چپ ہو رہے لیکن ایسی بات کا انکار جس کے اقرار سے کوئی حق باطل ہو جاتا ہے درست ہے اس ثالث کو جو

متخاصمین کے درمیان فیصلہ کرتا ہے دونوں سے کچھ کچھ لینا درست نہیں اس واسطے کہ ایک جھگڑے میں دونوں کام نہیں نکال سکتا لیکن اگر ایک فریق کی طرف سے محنت کرکے اس میں ایسی محنت اٹھائے گا جس کی کچھ قیمت ہو تو اس کی اجرت حلال ہوگی بشرطیکہ جھوٹ جو حرام ہے نہ بولے اور دغابازی نہ کرے اور جو کچھ دونوں کی طرف سے حق ہو اسے نہ چھپائے اور ہر ایک کو جھوٹ موٹ نہ دھمکائے کہ وہ صلح کی رغبت کریں اور حقیقت حال جانتے تو صلح نہ کرتے اور ایسی ثالثی سے غالباً صلح نہ ہوگی تو اکثر ثالثی جھوٹ اور ظلم اور فریب سے خالی نہیں ہوتی اس کی اجرت حرام ہے جب ثالث جان جائے کہ ایک فریق کا حق ہے تو درست نہیں کہ حق دار کو حیلہ سے اس بات پر راضی کرے کہ اپنے حق سے کم پر صلح کرے لیکن اگر جانے کہ ظلم کرے گا اور حیلہ سے اسے دھمکائے تا کہ وہ قصد ظلم سے باز آئے تو اس میں ثالث کو اختیار ہے اور جو شخص دیانت دار ہے اور جانتا ہے کہ جو بات وہ زبان پر لائے گا اس کا حساب اس سے لیا جائے گا کہ کیوں کہی اور کس واسطے کہی سچ کہی یا جھوٹ کہی اور اس مقدمہ میں نیک ارادہ رکھتا تھا یا بد تو ممکن نہیں کہ ایسے شخص سے ثالثی یا وکالت یا حکم اخیر دنیا وقوع میں آئے لیکن وہ شخص جو امیروں سے کسی کام میں سعی و سفارش کرتا ہے اگر محنت کرکے اس کی اجرت لیتا ہے تو درست ہے اس میں گفتگو اور سعی کرے اگر ظالم کی فتح یابی کے واسطے یا حرام یومیہ کے لیے کہے گا یا سچی گواہی کو چھپائے گا یا حرام کام کے واسطے گفتگو کرے گا تو گناہ گار ہوگا اور اس کی اجرت حرام ہے اجارہ کے باب میں ان سب احکام کا جاننا ضرور ہوا اس واسطے کہ دینے والا اور لینے والا دونوں گنہگار ہوتے ہیں اور اس کی تفصیل طویل ہے مگر اتنے بیان سے ناواقف آدمی محل اشکال پہچان جائے گا اور یہ جان جائے گا کہ فلانی بات دریافت کرنا ضرور ہے۔

چوتھی شرط:

یہ ہے کہ یہ کام اس پر واجب نہ ہو کیونکہ واجب میں نیابت نہیں چلتی اگر غازی کو

جہاد کے واسطے اجرت پر مقرر کیا تو درست نہیں اس واسطے کہ جب وہ صف جنگ میں جائے گا تو اس پر خود لڑنا واجب ہو جائے گا قاضی اور گواہ کی اجرت بھی اسی سبب سے درست نہیں اور کسی کو اس واسطے اجرت دینا کہ اس کی طرف سے نماز پڑھے یا روزہ رکھے درست نہیں کہ ان کاموں میں نیابت نہیں چلتی اور حج کے واسطے اس شخص سے اجرت لینا درست ہے جو معذور اور عاجز ہو اور تندرست ہونے کی امید بھی رکھتا ہو قرآن شریف پڑھانے یا وہ علم سکھانے کے واسطے جو معین راہ دین ہو اجرت دے کر کسی کو مقرر کرنا درست ہے اور قبر کھودنا مردہ نہلانا جنازہ اٹھانا گو کہ فرض کفایہ ہے مگر ان کاموں کی اجرت لینا درست ہے نماز تراویح کی امامت اور موذنی کی اجرت میں علما کا اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ اس کی اجرت حرام نہیں اور اس محنت کی عوض اجرت ہوتی ہے کہ وقت پہچان کر آتا ہے نماز اور اذان کے عوض میں نہیں ہوتی مگر یہ اجرت کراہت اور شبہ سے خالی نہیں ہے۔

پانچویں شرط:

یہ ہے کہ عمل معلوم ہو جب کوئی جانور کرایہ کو لے تو اس کو دیکھ لینا چاہیے اور کرایہ پر دینے والا دریافت کر لے کہ کتنا بوجھ ہے اور کب سوار ہوگا اور ہر روز کتنا ہانکے گا مگر یہ کہ اسباب میں کوئی عادت مشہور ہو کہ وہی کفایت کرے اور اگر زمین اجارہ لی تو یہ کہہ دینا ضرور ہے کہ فلانی چیز بوؤن گا سانویں کا کن کا ضرر گیہوں سے زیادہ ہوتا ہے مگر یہ کہ عادت سے معلوم ہو اسی طرح سب اجاروں میں علم اور آگاہی درکار ہے تا کہ اس اجارہ کے سبب سے جھگڑا نہ ہو اور جس اجارہ کی صفت نہ معلوم ہو اور اس کے باعث سے مناقشہ برپا ہو وہ باطل ہے۔

پانچواں عقد:

قراض ہے اس کے تین رکن ہیں۔

پہلا رکن:

سرمایہ ہے یہ نقد ہونا چاہیے جیسے سونا چاندی لیکن ورق نقرہ اور کپڑا اور سامان چاہیے اور وزن معلوم ہونا چاہیے اور چاہیے کہ اس سرمایہ کو عامل کے سپرد کر دیں اگر مالک شرط کرے کہ میں اسے اپنے پاس رکھوں گا تو درست نہیں ہے۔

دوسرا رکن:

نفع ہے تو چاہیے جو کچھ عامل کو ملے گا اسے معلوم کرے کہ مثلاً نصف ہے یا ثلث اگر کہے گا کہ دس درم میرے یا تیرے ہیں اور باقی کو بانٹ لیں گے تو باطل ہے۔

تیسرا رکن عمل ہے:

اور شرط یہ ہے کہ وہ عمل تجارت یعنی خرید و فروخت ہو پیشہ وری نہیں اگر گیہوں نان بائی کو دے کہ روٹی پکا کر نفع کے دو حصہ کرے تو یہ درست نہیں اگر تیلی کو تخم کتان اس طرح پر دے تو وہ بھی درست نہیں اگر تجارت میں یہ شرط کرے گا کہ فلانے آدمی کے سوا اور کسی کے ہاتھ نہ بیچے یا فلانے آدمی کے سوا اور کسی سے نہ مول لے تو یہ شرط باطل ہے اور جو بات معاملہ کو تنگ کرے اس کی شرط لگانا درست نہیں اور عقد قراض یہ ہے کہ مالک کہے کہ یہ مال میں نے تجھے تجارت کرنے کو دیا نفع آدھا آدھا بانٹ لیں گے وہ کہے میں نے اس کو قبول کیا جب عامل نے عقد باندھا تو خرید و فروخت کرنے میں مالک مال کا وکیل ہو گیا مالک جب چاہے فسخ کرے جب مالک فسخ کر لے اگر سب مال مع منافع نقد ہو تو منافع بانٹ لیں اور اگر مال جنس ہو اور منافع نہ ہو تو عامل مال مالک کو حوالہ کر دے اور عامل پر اس کا بیچنا واجب نہیں اور اگر عامل بیچنا چاہے تو مالک کو منع کرنا درست ہے، مگر جب عامل نے کوئی خریدار پایا ہو کہ وہ نفع سے مول لیتا ہو تو مالک نہیں منع کر سکتا اگر مال جنس ہو اور اس میں نفع ہو تو عامل پر واجب ہے، کہ اس قدر نقد کا مال بیچے جس قدر سرمایہ تھا زیادہ نہ بیچے جب سرمایہ کے قدر نقد کر چکا تو باقی مال تقسیم کر لیں اس باقی کا بیچنا عامل پر واجب نہیں۔

جب ایک سال:

گزر جائے تو زکوٰۃ دینے کے واسطے مال کی قیمت جاننا واجب ہے اور عامل کے حصہ کی زکوٰۃ عامل پر ہے اور مالک مال کی بے اجازت عامل کو سفر کرنا نہ چاہیے اگر سفر کرے گا تو اس پر مال کا تاوان ہوگا اور اگر مالک کی اجازت سے سفر کرے گا تو جس طرح ناپ جوکھ باربرداری کا صرف اور دکان کا کرایہ مال میں سے لیتا ہے اس طرح زادرہ بھی مال قراض میں سے لے اور جب سفر سے پھر آئے تو دسترخوان آفتابہ وغیرہ جو کچھ مال میں سے لے کر خریدا تھا وہ سب مال میں داخل ہو جائے گا۔

چھٹا عقد:

شرکت ہی جب دو آدمیوں کی شرکت میں مال ہو تو شرکت یہ ہے کہ تصرف کے واسطے ایک دوسرے کو اجازت دے اگر دونوں کا مال برابر ہو تو نفع نصفا نصف بانٹ لیں اور اگر مال کم زیادہ ہے تو نفع بھی اس طرح کم زیادہ ہوگا اور یہ شرط یہ درست نہیں ہے کہ پھیر لیں مگر جب ایک شخص محنت کرتا ہو تو اس صورت میں کام کے سبب سے زیادہ نفع لینے کی شرط کرنا درست ہے اور یہ تراضی مع الشرکت کے مثل ہے تین قسم کی اور شرکتوں کا بھی رواج ہے اور وہ باطل ہیں ایک مزدوروں اور پیشہ وروں کی شرکت کہ آپس میں شرط کر لیتے ہیں کہ جو کچھ ہم تم کمائیں وہ مشترک ہے یہ شرکت باطل ہے اس واسطے کہ ہر ایک کی مزدوری خاص اسی کی ملک ہے دوسری شرکت مفاوضہ کہ دو آدمیوں کے پاس جو کچھ ہو سامنے رکھ دیں اور کہیں کہ جو کچھ نفع و نقصان ہو اس میں ہم تم شریک ہیں یہ بھی باطل ہے تیسری شرکت کی یہ صورت ہے کہ ایک آدمی صاحب مال ہو اور ایک صاحب جاہ اور مال والا جاہ والے کے کہنے پر بیچتا ہے تاکہ نفع میں شرکت ہو یہ بھی باطل ہے علم معاملات سے اس قدر جاننا واجب ہے کہ اس کی اکثر حاجت پڑتی ہے ان صورتوں کے سوا اور شکلیں جو ہیں وہ نادر ہیں آدمی جب اس قدر جان جائے گا تو اور جو صورت آپڑے گی اسے دریافت کر سکے گا اور اگر اس قدر نہ جانے گا تو حرام میں گرفتار ہو جائے گا اور جانے گا بھی نہیں کہ میں

مبتلائے حرام ہوا اس وقت اس کا عذر لاعلمی کچھ کارآمد نہ ہوگا۔

تیسرا باب:

معاملہ میں عدل وانصاف کا لحاظ رکھنے کے بیان میں

اے عزیز جان! تو کہ جو کچھ ہم نے بیان کیا وہ ظاہر شرع کی رو سے معاملہ درست ہونے کی شرط تھی اور بسا معاملے ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں فتویٰ تو ہم یہی دیں گے کہ یہ معاملہ درست ہے لیکن وہ معاملہ کرنے والا خدا کی لعنت میں گرفتار ہوگا اور یہ وہ معاملہ ہوتا ہے جس میں مسلمانوں کو رنج اور نقصان پہنچے اس کی دو قسمیں ہیں ایک عام ایک خاص وہ جو عام ہے اس کی بھی دو نوعیں ہیں۔

پہلی نوع:

احتکار یعنی غلہ مول لے کر اس نیت سے رکھنا کہ جب گرانی ہو تو بیچوں گا جو ایسا کرے اسے محتکر کہتے ہیں اور محتکر ملعون ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اناج کو چالیس دن اس نیت سے رکھ چھوڑے کہ جب گراں ہو تو بیچوں وہ اگر تمام اناج خیرات کرے گا تو بھی اس کا کفارہ نہ ہوگا اور فرمایا ہے جو کہ شخص چالیس دن اناج رکھ چھوڑے حق تعالیٰ اس سے اور وہ حق تعالیٰ سے بیزار رہے اور فرمایا ہے کہ جس نے اناج مول لیا اور کسی شہر میں لے گیا اور جو اس وقت نرخ ہے اس نرخ پر بیچا وہ ایسا ہے کہ گویا اس نے وہ اناج صدقہ کیا اور ایک روایت میں ہے کہ گویا اس نے ایک لونڈی یا غلام آزاد کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے کہ جو شخص چالیس دن اناج کو رکھے گا اس کا دل سیاہ ہو جائے گا اور ان کو کسی شخص نے کسی محتکر کے غلہ کی خبر دی فرمایا کہ اس میں آگ لگا دو اگلے بزرگوں میں سے کسی نے وکیل کے ہمراہ غلہ بصرہ میں بیچنے کو بھیجا وکیل جب پہنچا تو وہاں اناج بہت سستا تھا ایک ہفتہ ٹھہر کر دو نے داموں بیچا اور ان بزرگ کو خط لکھا کہ میں نے ایسا کام کیا

انھوں نے جواب لکھا کہ میں نے اس تھوڑے نفع پر جو دین کی سلامتی کے ساتھ ہو قناعت کی تھی یہ مناسب نہ تھا کہ بہت سے نفع کے عوض تو نے دین ہاتھ سے دے دیا یہ کام جو تو نے کیا بڑا گناہ ہے اب تجھے چاہیے کہ تمام مال خیرات دے دے کہ اس گناہ کا کفارہ ہو جائے اور شاید کہ اس پر بھی شومی سے ہم تم بالکل نہ چھوٹیں اے عزیز جان تو کہ اس فعل کے حرام ہونے کا سبب خلق کا ضرر اور نقصان ہے کیونکہ قوت سے آدمی کی زندگی ہے لوگ اگر بے چین تو تمام خلق کو اس کا مول لینا مباح ہے اگر ایک ہی آدمی مول لے کر بند رکھے تو باقی تمام خلق کو دستیاب نہ ہوگا اور یہ امر ایسا ہے جیسا کہ کوئی مباح پانی روکے کہ لوگ پیاسے ہو کر زیادہ قیمت کو مول لیں اس نیت سے اناج مول لینا گناہ ہے لیکن اگر اناج کسی کسان کی خاص ملک ہے تو اسے اختیار ہے جب چاہے بیچے اس پر جلدی بیچ ڈالنا واجب نہیں ہے اگر تاخیر نہ کرے تو اولیٰ ہے لیکن اگر اس کے دل میں یہ خواہش ہو کہ اناج گراں ہو جائے تو یہ خواہش البتہ بد ہے دوا وغیرہ جو قوت نہیں ہیں اور جن کی اکثر احتیاج نہیں پڑتی ہے ان کو گرانی میں بیچنے کی نیت سے رکھ چھوڑنا حرام نہیں ہے لیکن اناج کو جمع کر رکھنا حرام ہے اور وہ چیزیں جو احتیاج میں اناج کے قریب قریب ہیں جیسے گھی گوشت وغیرہ اس میں علماء کا اختلاف ہے، مگر صحیح یہ ہے کہ کراہت سے خالی نہیں لیکن اناج کے درجہ کو نہیں پہنچتی اور اناج کا جمع رکھنا بھی جبھی حرام ہے کہ اناج کی تنگی ہو اور جب ہر ایک کو آسانی سے اناج مل سکتا ہے تو جمع کر رکھنا حرام نہیں اس واسطے کہ اس وقت جمع کرنے میں کسی کا نقصان نہیں بعض عالموں نے کہا ہے کہ اس وقت بھی حرام ہے اور صحیح یہ ہے کہ مکروہ ہے کیونکہ کچھ نہ کچھ گرانی کا منتظر ہوگا اور آدمی کے رنج کا منتظر رہنا مذموم ہے اور اگلے بزرگوں نے دو قسم کی تجارت کو مکروہ جانا ہے ایک اناج بیچنے کو دوسرے کفن بیچنے کو اس واسطے کہ لوگوں کی تکلیف اور موت کی راہ دیکھنا بری بات ہے اور دو قسم کے پیشہ کو بھی برا سمجھتے ہیں ایک قصائی کے پیشہ کو دل سخت کر دیتا ہے دوسرے

ہی نہ لیکن جس میں ناقص سونا چاندی ہے اسے کنویں میں ڈالنا واجب نہیں بلکہ اگر اسے خرچ کرے گا تو دو باتیں واجب ہیں ایک یہ کہ دوسرے سے کہہ دے کہ یہ ناقص ہے چھپائے نہیں دوسری یہ کہ اسے دے جس کے امانت دار ہونے پر اعتماد ہو کہ وہ بھی اور کسی سے دغابازی نہ کرے اگر یہ جانے کہ یہ خرچ کرتے وقت دوسرے سے ناقص ہونے کا حال نہ بتائے گا تو اس کی ایسی مثال ہے جیسے انگور ایسے شخص کے ہاتھ بیچے جسے جانتا ہے کہ شراب بنائے گا یا بتیھارا ایسے شخص کے ہاتھ بیچے جسے جانتا ہے کہ رہزنی کرے گا اور یہ امر حرام ہے معاملہ میں امانت داری دشوار ہونے کے سبب سے اگلے بزرگوں نے کہا ہے کہ امانت دار سوداگر عابد سے بہتر ہے۔

دوسری قسم:

ظلم خاص ہے یہ اسی پر ہوتا ہے جس کے ساتھ معاملہ ہو اور جس معاملہ میں کوئی خاص ضرر ہو وہ ظلم ہے اور حرام ہے خلاصہ یہ کہ جو امر اوروں کی طرف سے اپنے اوپر پسند نہ کرے وہ خود بھی کسی مسلمان کے ساتھ نہ کرے۔ <ہر چہ برخود نہ پسندی بر دیگراں ہم مپسند> جو شخص جس امر کو اپنے لیے پسند نہیں کرتا اسی امر کو دوسرے مسلمان کے واسطے روا رکھے اس کا ایمان ناقص ہے اس کی تفصیل چار چیزوں سے معلوم ہوگی ایک یہ کہ مال کی تعریف حد سے زیادہ نہ کرے کہ اس میں جھوٹ اور دغا اور ظلم ہے بلکہ جب خریدار بے بتائے جانتا ہو تو سچ تعریف بھی نہ کرے کہ یہ بے فائدہ ہے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ مایلفظ من قول الالدیہ رقیب عتید ﴾ یعنی آدمی جو بات کہتا ہے اس سے سوال ہوگا کہ کیوں کہی تھی اگر بیہودہ بات کہی ہوگی تو اس کا کچھ عذر نہ ہو سکے گا اور جھوٹی قسم کھانا گناہ کبیرہ ہے اگر سچی قسم ہے تو بھی ادنیٰ کام کے واسطے خدا کا نام لیا یہ بے ادبی ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ تاجروں پر افسوس ہے نہیں واللہ اور ہاں واللہ کہنے کے سبب سے اور پیشہ وروں پر افسوس ہے کل پرسوں کرنے کے سبب سے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی

اپنے مال کو قسم کھا کر بیچے گا قیامت کے دن حق تعالیٰ اس کی طرف نہ دیکھے گا کہتے ہیں کہ یونس بن عبید ریشم کی تجارت کرتے تھے اور اس کی تعریف نہ کرتے تھے ایک دن ریشم نکالنے لگے ان کے شاگرد نے خریدار کے سامنے کہا خداوند مجھ کو جنت کے کپڑے عنایت فرمانا یونس بن عبید نے پھر ریشم نہ نکالا اور جس میں سے ریشم نکالتے تھے اسے پھینک دیا غرض کہ ریشم نہ بیچا اور ڈرے کہ اس کا یہ کہنا اپنے مال کی تعریف ہے دوسری یہ کہ مال کا کوئی عیب خریدار سے نہ چھپائے اور سب حقیقت حال کہہ دے اگر چھپائے گا تو دغاباز ہو جائے گا اور نصیحت سے دست بردار ہو جائے گا ظالم اور گنہگار ہو جائے گا اور اگر اوپر کی تہ دکھائے یا اندھیرے میں کپڑا دکھائے تا کہ کپڑا اچھا نظر آئے یا جوتوں اور موزوں میں سے اچھا پیر دکھائے تو ظالم اور دغاباز ہو جائے گا ایک دن ایک گیہوں والے کی طرف جناب سرور انبیا علیہ الصلوٰۃ والثنا کا گزر ہوا آپ نے اس کے گیہوں کے انبار کے اندر دست مبارک ڈالا تو نمی تھی آپ نے فرمایا یہ کیا ہے اس غرض کی کہ بھیگے ہوئے گیہوں ہیں آپ نے فرمایا کہ یہ کیوں نہ نکال ڈالے ﴿ من غش نافلیس منا ﴾ یعنی جو دغابازی کرے گا وہ ہم میں سے نہیں ہے ایک شخص نے تین سو درہم کو اونٹ بیچا اس کے پاؤں میں کچھ عیب تھا واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے تھے وہاں کھڑے تھے پہلے غافل رہے جب یہ بات معلوم کی تو خریدار کے پیچھے دوڑے اور کہا اس کے پاؤں میں عیب ہے وہ پھر آیا اور تینوں سو درہم بیچنے والے سے پھیر لیے بائع نے ان سے کہا کہ یہ معاملہ تم نے کیوں خراب کیا انھوں نے جواب دیا اس واسطے کہ میں نے جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے سنا ہے کہ یہ امر حلال نہیں ہے کہ کوئی چیز بیچے اور اس کا عیب چھپائے اور دوسرے کو حلال نہیں ہے کہ جانے اور اطلاع نہ کردے اور کہا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات پر ہم سے بیعت لی ہے کہ ہم مسلمانوں کو نصیحت کریں اور ان پر نگاہ شفقت کریں اور چھپانا نصیحت نہیں

ہے اے عزیز جان تو کہ ایسا معاملہ کرنا دشوار ہے اور بڑی محنت کا کار ہے دو چیزوں سے اس میں آسانی ہوگی ایک یہ کہ عیب دار مال مول نہ لے اگر مول لے چکا ہے تو عیب ظاہر کر دینے کا ارادہ رکھے اگر کسی نے اسے ٹھگ لیا ہے تو جانے کہ یہ نقصان میرے ہی اوپر پڑا اوروں پر نقصان ڈالنے کا ارادہ نہ کرے جبکہ خود دغا باز پر لعنت کرتا ہے تو خود کو اوروں کی لعنت میں نہ ڈالے اصل یہ ہے کہ یہ سمجھ لے کہ دغا بازی سے روزی کچھ بڑھ نہیں جاتی بلکہ مال میں سے برکت جاتی رہتی ہے اور برخورداری نہیں رہتی اور عیاری سے رفتہ رفتہ جو کچھ ہاتھ لگتا ہے دفعتہً ایسا کوئی واقعہ پیش آئے گا کہ وہ سب ضائع ہو جائے گا اور مظلمہ ہی مظلمہ باقی رہے گا اور اس شخص کا سا حال ہو گا جو دودھ میں پانی ملایا کرتا تھا دفعتہً بہیا آئی اور گائے کو بہا لے گئی اس لڑکے نے کہا کہ دودھ میں تھوڑا تھوڑا پانی ملایا کرتے تھے وہ سب اکٹھا ہوا اور گائے کو بہا لے گیا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب معاملہ میں خیانت نے راہ پائی برکت جاتی رہی برکت کے یہ معنی ہیں کہ کسی کے پاس مال تھوڑا سا ہو اور بہرہ مندی بہت ہو اور بہتوں کو اس سے راحت ہو اور اس سے خیر بہت وقوع میں آئے اور کوئی ہوتا ہے کہ مال تو بہت سا رکھتا ہے اور وہ مال دنیا اور عقبیٰ میں اس کی تباہی کا باعث ہوتا ہے اور اس سے کچھ بہرہ مند نہیں ہوتا تو برکت طلب کرنا چاہیے زیادتی اور برکت امانت داری سے ہوتی ہے بلکہ زیادتی بھی امانت کے سبب سے ہوتی ہے اس واسطے کہ جو شخص امانتدار مشہور رہا ہر شخص اس کے ساتھ معاملہ کرنے کی خواہش رکھتا ہے اور اسے بہت فائدہ ہوتا ہے اور جو شخص خیانت کے ساتھ مشہور ہوا اس سے سب عذر کرتے ہیں دوسری بات یہ ہے کہ یہ سمجھ لے کہ میری عمر سو برس سے زیادہ ہوگی اور آخرت کی مدت بے نہایت ہے اور یہ کیونکر روا رکھے گا اس دنیائے چند روزہ میں سونے چاندی کی زیادتی کے واسطے عمر ابدی کو تباہ کرے ہمیشہ ان باتوں کا خیال رکھے تا کہ عیاری اور دغا بازی اس کے دل میں جگہ نہ کرنے پائے رسول مقبول

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کے غصہ سے خلق لا الہ الا اللہ کی پناہ میں ہے جب دنیا کو دین پر مقدم رکھتے ہیں اور یہ کلمہ کہتے ہیں تو حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم جھوٹ کہتے ہو اس کہنے میں تم سچے نہیں اور جس طرح بیع میں دغا بازی نہ کرنا فرض ہے اسی طرح سب پیشوں میں فرض ہے اور کھوٹا کام کرنا حرام ہے مگر یہ کہ پوشیدہ نہ رکھے حضرت امام حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ سے رفو کرنے میں فتویٰ پوچھا آپ نے فرمایا کہ نہ چاہیے مگر اس شخص کو درست ہے جو اپنے پہننے کے واسطے رفو کرے بیچنے کے لیے نہیں جو شخص دھوکا دینے کے واسطے رفو کرے گا وہ گناہ گار ہوگا اور اس کی مزدوری حرام ہوگی ۔تیسری بات یہ ہے کہ ناپ جوکھ میں دغا بازی نہ کرے اور پورا تولے حق تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ویل للمطففین﴾ یعنی خرابی ہے ان لوگوں کو جو جب دیتے ہیں تو کم تولتے ہیں اور جب لیتے ہیں تو زیادہ تولتے ہیں اگلے بزرگوں کی عادت تھی کہ جو کچھ لیتے تھے تو آدھا حبہ کم لیتے تھے جب دیتے تھے تو آدھا حبہ زیادہ دیتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ آدھا حبہ ہم میں اور دوزخ میں آڑ ہے اس واسطے کہ ڈرتے تھے کہ پورا پورا نہیں تول سکتے ہیں اور کہتے تھے کہ وہ احمق ہے جو کہ بہشت کو جس کی وسعت سات زمین و آسمان کے برابر ہے آدھے حبہ پر بیچ ڈالے اور وہ شخص احمق ہے جو آدھے حبہ پر طوبیٰ کو ویل سے یعنی بھلائی کو برائی سے بدل ڈالے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کوئی چیز خرید فرماتے تو ارشاد کرتے کہ قیمت کے موافق تول اور جھکتا تول حضرت فضیل رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے کو دیکھا کہ کسی کو دینے کے واسطے دینار تولتا ہے اور اس کے نقش میں جو میل تھا اسے صاف کرتا ہے فرمایا بیٹا تیرا یہ کام دو حج اور عمروں سے بہتر ہے اگلے بزرگوں نے کہا ہے دو ترازو والا آدمی جو ایک سے تول کر دیتا ہے اور ایک سے تلوا کر خود لیتا ہے تمام فاسقوں سے بدتر ہے اور جو بزاز کپڑا مول لیتے وقت ڈھیلا ناپتا ہے اور بیچتے وقت کھینچ کر ناپتا ہے وہ بھی ان میں داخل ہے اور جو قصائی کہ اس ہڈی کو جس رواج نہیں گوشت کے ساتھ تول دیتا

ہے وہ بھی ان میں داخل ہے اور جو شخص غلہ بیچے اور اس میں عادت سے زیادہ خاک ہو وہ بھی ان میں داخل ہے اور یہ سب باتیں حرام ہیں اور سب معاملوں میں خلق کے ساتھ انصاف کرنا واجب ہے' کیونکہ کسی نے اگر کسی کو ایسی بات کہی کہ ویسی بات سننے سے خود ناراض ہوتا ہے تو اس نے دینے لینے میں فرق کیا اس گناہ سے آدمی جب بچے گا کہ کسی معاملہ کے درمیان کسی بات میں خود کو دینی بھائی پر فوقیت نہ دے اور یہ سخت اور مشکل بات ہے اس واسطے حق تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ وان منکم الا واردھا کان علی ربک حتما مقضیا ﴾ یعنی کوئی شخص ایسا نہیں کہ دوزخ پر جس کا گذر نہ ہو لیکن جو پرہیز گاری کی راہ سے قریب تر ہے وہ جلد تر رہائی پائے گا چوتھی بات یہ ہے کہ جنس کے نرخ میں کچھ دغا نہ کرے اور بھاؤ نہ چھپائے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس امر کو منع فرمایا ہے کہ لوگ قافلہ سے آگے جائیں اور شہر کا نرخ چھپائیں تا کہ خود سستا مول لیں جب ایسا کریں تو مال والوں کو بیع فسخ کر لینا پہنچتا ہے اور اس امر کو بھی آپ نے منع فرمایا ہے کہ کوئی مسافر شہر میں مال لائے اور سستا بیچے اور کوئی شخص اس سے یہ کہے کہ یہ مال میرے پاس چھوڑ جا میں کچھ دن بعد گراں بیچ دوں گا اور اس امر کو بھی منع فرمایا ہے کہ کسی شخص سے بظاہر کوئی چیز اس واسطے گراں چکائی تا کہ دوسرا شخص اسے سچا جان کر زیادہ قیمت دے کر مول لے جائے اگر کسی نے صاحب مال سے یہ معاملہ ٹھیک کیا تا کہ دوسرا فریب کھائے تو جب یہ بھید کھل جائے تو فسخ بیع کرنا درست ہے لوگوں کو یہ عادت ہے کہ مال کو بازار میں رکھتے ہیں جو لوگ واقع میں نہیں لیا چاہتے وہ بھاؤ بڑھا دیتے ہیں یہ امر حرام ہے اسی طرح جو بھولا آدمی مال کی قیمت نہیں جانتا اور سستا بیچتا ہے اس سے مال خریدنا درست نہیں یا جو بھولا آدمی بھاؤ نہیں جانتا اور گراں مول لیتا ہے اس کے ہاتھ کچھ بیچنا درست نہیں اگرچہ فتویٰ اسی پر دیا جائے گا کہ ظاہر بیع درست ہے' لیکن چونکہ حقیقت حال اس سے پوشیدہ رکھی لہٰذا گناہ گار ہو گا بصرہ میں ایک سوداگر تھا شہر سوس

سے اس کے غلام نے اسے خط لکھا کہ امسال نیشکر پر آفت آ گئی ہے اوروں کو خبر نہ ہونے پائے پہلے بہت سی شکر تم مول لے لو اس سوداگر نے بہت سی شکر مول لے رکھی اور وقت پر بیچی تیس ہزار درہم فائدہ ہوا اپنے دل میں خیال کیا کہ ایک مسلمان سے میں نے دغا کی اور نیشکر پر آفت آنا اس سے چھپایا ایسا کام کب درست ہوگا تیسوں ہزار درہم لے کر شکر والے کے پاس گیا اور کہا یہ تیرا مال ہے اس نے کہا کیوں تمام قصہ اسے کہہ سنایا اس نے کہا میں اب تجھے سجل کر دیا جب گھر آیا تو رات کو سوچا کہ شاید لحاظ کے مارے اس نے یہ کہا ہو اور میں تو اس کے ساتھ دغا کر ہی چکا ہوں دوسرے دن پھر لے گیا اور نہایت اصرار کیا کہ یہ تیسوں ہزار درہم تو لے لے مجبور ہو کر اس نے لے لیے اے عزیز جان تو کہ جو شخص اصلی قیمت کہتا ہے اسے سچ کہنا چاہیے اس میں دغا نہ کرے اور اگر مال میں کچھ نقصان آ گیا ہو تو بتا دے اور اگر مہنگا مول لیا ہے اور سہل انگاری کی ہے کہ بیچنے والا اس کا دوست یا عزیز تھا تو یہ بھی کہہ دے اور اگر کوئی چیز دس دینار کی کہہ کر مال کے عوض دے اور وہ اتنے کو نہیں بکتی تو مول لے کر دس دینار مال کی قیمت کہنا نہ چاہیے اور اگر پہلے مال ارزاں مول لیا اور پھر بھاؤ بڑھ گیا تو پہلے قیمت ظاہر کر دے اس کی تفصیل دراز ہے بازاری لوگ اس امر میں بہت خیانت کرتے ہیں اور اسے خیانت نہیں جانتے اصل یہ ہے کہ آدمی جس دغا کو اپنے اوپر روا نہیں رکھتا خود بھی اوروں کے ساتھ وہ دغا نہ کرے اور اس بات کو اپنی کسوٹی بنا لے کیونکہ جو شخص اصلی قیمت کے اعتماد پر مول لیتا ہے تو یہ سمجھ کر مول لیتا ہے کہ میں نے خوب جانچ لیا ہے اور واجبی مول لیا ہے اور اگر اس امر میں دغا ہوگی تو وہ خریدار راضی نہ ہوگا اور یہ دغابازی ہے۔

۔۔۔۔۔اختتام۔۔۔۔۔حصہ اول۔۔۔۔۔۔

فہرست

معاملات میں عدل وانصاف

معاملات میں احسان اور بھلائی کرنا

دنیاوی معاملات میں دین پر شفقت کرنا

مساجد آخرت کا بازار ہیں

بازار میں ذکر وتسبیح

بازار میں صرف ضرورت کے مطابق رہے

مشتبہ اور حرام مال لینے سے فاسق وگنہگار ہوگا

معاملہ میں قول وفعل کو درست رکھے

اصل نمبر ۴ :حلال وحرام کی پہچان

طلب حلال کے فضائل اور ثواب

حلال وحرام میں پرہیز گاری کے درجات

دنیا کی محبت سب گناہوں کی سردار ہے

حلال کو حرام سے جدا کرنا اور دریافت کرنا

بادشاہوں سے روزینہ لینا سلام کرنا اور ان کے مال میں سے حلال مال لینا

خلیفہ ہشام کی ایک حکایت

اصل نمبر ۵ :خلق کے ساتھ حق صحبت ادا کرنے'

عزیزوں'ہمسایوں'ملازمین اور فقیروں کا خیال

دوستی اور برادری خدا کے لئے ہو

کون سی دوستی حق تعالیٰ کے واسطے ہے؟

کون سی دشمنی خدا کے واسطے ہے؟

باطن کے عجائبات کی انتہا نہیں ہے

انبیاء واولیاء کی زیارت کے لئے سفر کرنا

روزی کی وسعت وفراخی سے دین کی وسعت ہے

جو فقیر صورت چند باتیں یاد کر کے بکا کرے وہ بیہودہ ہے

ایسے ایک گدڑی پوش کا قتل ہزار کافر کو مارنے سے بہتر ہے

ظاہر میں مسافر کے آٹھ آداب ہیں

باطن میں سفر خواص کے آداب

وہ مسائل جو مسافر کو سفر سے پہلے سیکھنا چاہئے

اصل نمبر ۸: وجد وسماع

سماع کا مباح ہونا اور اس میں کیا حلال اور کیا حرام ہے

جس کے دل میں اللہ کا شوق ہے اس کے لئے سماع درست ہے'

جس کے دل میں محبت باطل ہے اس کیلئے سماع حرام ہے

جس لونڈے یا رنڈی سے محبت ہو اور گانے سے اور اشتیاق بڑھے اس کے لئے سماع حرام ہے

جسے اپنی بیوی سے محبت ہے اور راگ سے محبت بڑھے اسے راگ سننا مباح ہے

جس مرید پر احوال دل نہ کھلا ہو اور خواہش بالکل کشتہ نہ ہوئی ہو اسے سماع کی ارادت نہ چاہئے

جو سماع مباح ہے وہ بھی بعض وجوہ سے حرام ہو جاتا ہے

صوفیہ کا کام پوشیدہ' بڑا اور خطرناک ہے

صوفی صورت' شیطان سیرت

سماع کے اداب وآثار

ہر ایک بدعت قابل ترک نہیں، خلاف سنت بدعت مذموم ہے

اصل نمبر ۹ : امر معروف و نہی منکر

احتساب کے شرائط اور کیفیت

وہ منکرات جن کا رواج عادۃ ہے

بازاروں کے منکرات

شاہراہ کے منکرات

حمام کے منکرات

مہمانی کے منکرات

اصل نمبر ۱۰: حکمرانی و رعیت کی نگہبانی،

مقدمہ میں پورا عدل و انصاف

حاجت مندوں کی حاجت روائی

عیش و عشرت میں نہ پڑے

ہر کام میں سختی کی بجائے نرمی سے کام لے

حاکم شرع کے مطابق رعایا کو خوش رکھے

حاکم شرع کے خلاف کسی کی رضامندی نہ ڈھونڈے

حاکم کو ڈرنا چاہئے کہ خدا کے ہاں باز پرس نہ ہو

حاکم ہمیشہ دیندار علماء سے ملاقات کرتا رہے اور دغاباز عالموں سے پرہیز کرے

حاکم خود بھی ظلم سے بچے اور اپنے ماتحتوں کو بھی روکے

حاکم کو تکبر سے بچنا چاہئے،

تیسرا رکن، مہلکات سے بچنا

اصل نمبر ۱ : نفس کی ریاضت و عادات بد سے

طہارت

اچھی عادت کی فضیلت اور ثواب

خلق نیک کی حقیقت

اچھے اخلاق پیدا کرنا ممکن ہے

نفس کے علاج کے طریقے

دل کی صفائی نیک کاموں کی کثرت سے ہوتی ہے

جو فعل غفلت سے ہوتا ہے وہ حقیر و ناچیز ہے

بخل اور اسراف میں اعتدال محمود ہے

نفس کے عیب اور دل کی بیماری پہچاننے کی تدبیر

سب علاج خواہش کے مختلف سے ہوتے ہیں

نفس کی مثال باز جیسی ہے

اچھی عادات کی علامات

ابتدائے مجاہدہ میں شرائط مرید اور ریاضت سے راہ دین پر چلنا

پیر و مرید کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی حکایت

اصل نمبر ۲ : پیٹ اور فرج کی شہوت کے علاج

کم کھانا اور بھوکا رہنے کی فضیلت

بھوک کے فائدے اور سیری کی آفتیں

بھوک دل کو صاف و روشن کرتی ہے

بھوک سے دل میں رقت پیدا ہو کر ذکر اللہ میں لطف آتا ہے

بھوک سے شکستگی پیدا ہوتی ہے جو جنت کا دروازہ ہے

خود بھوکا ہوگا تو دوسرے بھوکوں کو یاد رکھے گا

مکتب جانے کے لئے لڑکے سے جھوٹا وعدہ درست ہے

زنا سے توبہ قبول ہو جاتی ہے لیکن غیبت سے نہیں ہوتی

غیبت کی حقیقت

غیبت صرف زبان سے ہی نہیں اشاروں اور کنایوں سے بھی ہوتی ہے

زبان کے علاوہ دل سے غیبت کرنا بھی حرام ہے

غیبت کرنا دل کی بیماری ہے اس کا علاج ضروری ہے

عذر کے سبب سے غیبت کی اجازت ہے

غیبت کا کفارہ

حکائت

غمازی و چغل خوری کی حقیقت

تکبر اور عجب سے پرہیز لازم ہے

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2006

چوتھا باب:

معاملہ میں احسان اور بھلائی کرنے کے بیان میں

اے عزیز جان! تو کہ حق تعالیٰ نے جس طرح عدل کرنے حکم فرمایا ہے اس طرح احسان کرنے کا بھی حکم فرمایا ہے اور ارشاد کیا ہے ﴿ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان ﴾ (۵) وہ باب جو اوپر مذکور ہوا عدل کے بیان میں تھا تا کہ آدمی ظلم کرنے سے بچے اور یہ باب احسان کے بیان میں ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ان رحمتہ اللہ قریب من المحسنین ﴾ (۶) جس نے فقط عدل کیا ہے اس نے دین کا سرمایہ محفوظ رکھا مگر فائدہ احسان میں ہے اور عقل مند وہ ہے جو کسی معاملہ میں آخرت کا فائدہ نہ چھوڑے اور احسان وہ بھلائی ہے جس سے معاملہ کرنے والے کو فائدہ ہو وہ تجھ پر واجب نہیں احسان کا درجہ چھ وجہوں سے حاصل ہوتا ہے ایک تو یہ کہ اگر چہ خریدار کسی اپنی ضرورت اور حاجت کے سبب سے راضی بھی ہو تو بھی نفع لینا روا نہ رکھے حضرت سری سقطی قدس سرہ دکان کرتے اور پانچ روپیہ سینکڑا سے زیادہ نفع لینا روا نہ رکھتے تھے ایک بار ساٹھ دینار کے بادام مول لیے پھر بادام مہنگے ہو گئے ایک دلال نے ان سے بادام مانگے فرمایا کہ ترسٹھ دینار سینکڑا سے زیادہ نفع نہ لوں گا اور اس قصد کے توڑنے کو میں روا نہیں رکھتا دلال نے کہا میں تمہارے مال کی بھاؤ سے کم پر بیچنا روا نہیں رکھتا عرضیکہ نہ دلال نے بیچا نہ حضرت سری سقطی زیادہ قیمت لینے پر راضی ہوئے احسان کا ایسا درجہ ہوتا ہے محمد ابن المنکدر رحمتہ اللہ تعالیٰ ایک بزرگ دکاندار تھے ان کے پاس کئی تھان تھے کسی کی قیمت لینے پر راضی ہوئے احسان کا ایسا درجہ ہوتا ہے محمد ابن المنکدر رحمتہ اللہ تعالیٰ ایک بزرگ دکاندار تھے ان کے پاس کئی تھان تھے کسی کی قیمت دس دینار تھی کسی کی پانچ دینار ان کی غیبت میں ان کے شاگرد نے پانچ دینار والا تھان ایک اعرابی کے ہاتھ دس دینار کو بیچا جب وہ

یہ کوشش کرتے کہ جو کچھ مول لیتے ارزاں مول لیتے اور بہت جانچتے ان سے لوگوں نے عرض کی کہ ہر دن آپ کئی ہزار درہم خیرات دیتے ہیں اس مقدار قلیل پر آپ اتنی تکرار کیوں فرماتے ہیں فرمایا کہ ہم جو دیتے ہیں خدا کے واسطے دیتے ہیں اس کی راہ میں جتنا زیادہ دیجیے کم ہے اور بیع میں دھوکا کا کھانا عقل اور مال کے نقصان کا باعث ہے تیسرے قیمت لینے میں اس میں تین طرح سے احسان ہوتا ہے ایک کچھ کم کرنے سے دوسرے ٹوٹے اور کھوٹے روپے پیسے لینے سے تیسرے مہلت دینے سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس شخص پر خدا کی رحمت ہو جو دادوستد میں آسانی کرے اور فرمایا ہے جو شخص آسانی کرتا ہے حق تعالی اس پر کاموں کو آسان فرماتا ہے اور محتاج کو مہلت دینے سے زیادہ کوئی احسان نہیں ہے اگر وہ نادار ہے تو اسے مہلت دینا واجب ہے' احسان نہیں بلکہ منجملہ عدل ہے اور اگر محتاج نادار نہ ہو مگر جب تک اپنی کوئی چیز گھاٹے کے ساتھ نہ بیچے یا جس چیز کی اسے ضرورت ہے اس کو نہ فروخت کرے تب تک قیمت نہیں ادا کر سکتا تو اسے مہلت دینا احسان ہے اور بڑی خیرات ہے' رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک شخص کو میدان حشر میں لائیں گے اس نے دین کے مقدمہ میں اپنے اوپر ظلم کیا ہوگا اور اس کے نامہ اعمال میں کوئی نیکی نہ ہوگی اس سے کہیں گے کہ تو نے ہرگز کوئی نیکی نہیں کی وہ کہے گا ہاں نہیں کی مگر اپنے نوکروں اور گماشتوں سے میں نے کہا تھا کہ جو میرا قرضدار تنگ دست ہو اسے مہلت دو اور تنگ نہ کرو پس دریائے رحمت جوش میں آئے گا ارحم الراحمین اس سے فرمائے گا کہ آج تو تنگدست اور بینوا ہے مجھے بھی تیرے ساتھ آسانی کرنا زیبا ہے اور اس کو بخش دے گا اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی کسی کو ایک مدت کے وعدہ پر قرض دیتا ہے تو جو دن گذرتا ہے ہر دن اسے صدقہ دینے کا ثواب ملتا ہے اور جب مدت معہودہ گذر جاتی ہے اس کے بعد مہلت دیتا ہے تو ہر دن اتنا ثواب ہوتا ہے کہ گویا تمام قرض

صدقہ کیا اگلے زمانہ میں کچھ بزرگ تھے کہ وہ یہ نہ چاہتے تھے کہ قرض داران کا قرض ادا کرے اس واسطے کہ ہر روز ان کے واسطے تمام قرض صدقہ دینے کا ثواب لکھا جاتا ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنت کے دروازے پر میں نے لکھا دیکھا کہ صدقہ کا ہر درہم دس درہم کے برابر ہے اور قرض کا ہر درہم اٹھارہ درہم کے برابر ہے اس کا سبب یہ ہے کہ قرض وہی شخص لیتا ہے جو حاجت مند ہو اور صدقہ شاید محتاج کے ہاتھ نہ آئے چوتھے قرض ادا کرنا۔ اس میں یہ احسان ہے کہ تقاضے کی حاجت نہ پڑے جلدی ادا کرے اور کھرا روپیہ پیسا دے اور اپنے ہاتھ سے پہنچائے اور قرض خواہ کے گھر لے جائے اسے نہ بلائے حدیث شریف میں آیا ہے کہ تم میں وہ شخص بہتر ہے جو قرض اچھی طرح ادا کرے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص قرض لیتا ہے اور یہ نیت کرتا ہے کہ میں اچھی طور سے ادا کروں گا تو حق تعالیٰ چند فرشتے مقرر فرماتا ہے وہ اس کی حفاظت کیا کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اس کا قرض ادا ہو جائے اور قرض دار اگر قرض ادا کر سکتا ہے تو اگر قرض خواہ کی بے مرضی ایک ساعت دیر کرے گا تو ظالم اور گناہ گار ہو جائے گا روزہ میں ہو خواہ نماز میں ہو خواہ خواب میں بہر حال خدا کی لعنت میں رہے گا اور یہ ایسا گناہ ہے کہ سوتے میں بھی اس کے ساتھ رہتا ہے اور قدرت میں شرط نہیں ہے کہ نقد اس کے پاس ہو' بلکہ اگر اپنی کوئی چیز بیچ سکتا ہے اور بیچ کر قرض نہ ادا کیا تو بھی گنہگار ہو اور اگر برا روپیہ پیسا عوض میں دے کہ قرض خواہ اسے کراہت سے لے تو بھی گنہگار ہو گا جب تک اسے رضامند نہ کرے گا مظلمہ سے نہ چھوٹے گا یہ امر کبائر گناہ میں سے ہے لوگ آسان سمجھے ہیں۔ پانچویں یہ کہ جس کسی سے معاملہ کرے اگر وہ معاملہ کر کے پشیمان ہو تو اس سے معاملہ فسخ کر لے اس واسطے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی بیع کو فسخ کرے اور جانے کہ میں نے بیع کی ہی نہ تھی تو حق تعالیٰ اس کے گناہوں کو ایسا جانتا ہے کہ گویا اس نے کیے ہی نہ تھے اور یہ امر

واجب نہیں ہے لیکن اس کا ثواب بہت بڑا ہے اور منجملہ احسان ہے۔ چھٹے یہ کہ اگر چہ تھوڑی ہی سی ہو مگر محتاجوں کے ہاتھ اس قصد سے کوئی چیز قرض بیچے کہ جب تک ان کو ادا کرنے کی قدرت نہ ہوگی ان سے قیمت نہ مانگوں گا اور اگر وہ محتاجی ہی میں مر جائے گا تو اسے بخش دوں گا اگلے زمانہ میں بعض لوگ تھے کہ یادداشت کی دو فہرستیں رکھتے تھے ایک میں مجہول نام ہوتے کیونکہ اس سے سب فقیر مراد ہوتے تھے اور بعض لوگ تھے کہ وہ فقیروں کے نام لکھتے ہی نہ تھے تا کہ اگر وہ لوگ مر جائیں تو فقیروں سے کوئی مطالبہ نہ کرے ان لوگوں کا شمار بہتروں میں نہ تھا بلکہ یہ لوگ بہتر جانے جاتے تھے جو فقیروں کے نام کی یادداشت ہی نہ لکھتے تھے اگر فقیر دے دیتے تو وہ لے لیتے ورنہ ان سے لینے کی طمع نہ رکھتے تھے دیندار لوگ معاملہ میں ایسے ہوتے تھے اور دینداروں کا درجہ دنیوی معاملہ میں معلوم ہوتا ہے جس نے دین کے واسطے شبہے کے ایک درہم پر لات ماری وہ دینداروں میں سے ہے۔

پانچواں باب :

دنیا کے معاملہ دین پر شفقت کرنے کے بیان میں

اے عزیز جان تو کہ جسے دنیا کی تجارت دین کی تجارت سے غافل کر دے وہ بد بخت ہے اور اس شخص کا کیا حال ہوتا ہے جو سونے کے کوزہ کو مٹی کے کوزے سے بدلے دنیا کی مثل مٹی کے کوزے کی ایسی ہے کہ برا ہے اور جلدی ٹوٹ جاتا ہے اور آخرت کی مثل سونے کے کوزے کے مانند ہے کہ اچھا بھی ہے اور بہت بھی رہتا ہے بلکہ کبھی ضائع ہوتا ہی نہیں اور دنیا کی تجارت زاد آخرت ہونے کے لائق نہیں بلکہ راہ دوزخ سے بچنے کے واسطے کوشش بلیغ چاہئے آدمی کا دین اور آخرت ہی آدمی کا سرمایہ ہے یہ نہ چاہیے کہ اس سے غافل رہے دین پر شفقت نہ کرے اور ہمہ تن تجارت اور زراعت اپنا مشغلہ کرلے اور اپنے دین پر آدمی جب شفقت کرے گا کہ

سات احتیاطیں کرے پہلی یہ کہ ہر روز صبح کو نیک نیتیں اپنے دل پر تازہ کرلیا کرے اور یہ نیت کرے کہ بازار اس واسطے جاتا ہوں کہ اپنے لیے اور اپنے اہل وعیال کے واسطے کمائی کرلاؤں تا کہ خلائق سے بے پروائی حاصل ہو اور ان کی طمع نہ رہے تا کہ اس قدر قوت وفراغت حاصل ہو جائے کہ خدا کی عبادت میں مشغول ہوسکوں اور آخرت کی راہ میں چلوں اور نیت کرے کہ آج بندگان خدا کے ساتھ شفقت اور نصیحت اور امانت داری بجالاؤں گا اور امر معروف اور نہی منکر کی نیت کرے اگر کوئی کچھ گناہ کرے تو اس سے باز پرس کرے اور اس پر راضی نہ ہو ایسی نیتیں آخرت کے کاموں میں داخل ہوں گی دین کا دم نقد نفع ہوگا اگر دنیا کا بھی کچھ فائدہ ہو تو یہ گھاٹے میں ہے۔

دوسری:

یہ کہ اس امر کو جان لے کہ جب تک کم سے کم ہزار آدمیوں میں ہر ایک اس کے ایک ایک کام میں نہ مشغول ہوگا اس کی زندگی محال ہے مثلاً نانبائی' کسان' جولاہا' لوہار' بہنا اور پیشہ ور یہ سب اسی کا کام کرتے ہیں اور اسے ان سب کی حاجت ہے' یہ بات نہ چاہیے کہ سب تو اس کا کام کریں اس کو تو ہر ایک سے نفع ہو اور کسی کو اس سے فائدہ نہ سب لوگ اس جہاں میں مسافر کے طور پر ہیں اور مسافروں کو چاہیے کہ ایک دوسرے کی مدد کریں اور یہ نیت کرے کہ میں بازار اس واسطے جاتا ہوں تا کہ جس طرح اور مسلمان میرا کام کرتے ہیں میں بھی ایسا کوئی کام کروں جس سے مسلمانوں کو راحت ہو اس واسطے کہ تمام حرفے فرض کفایہ ہیں اور یہ نیت کرے کہ ان فرضوں میں سے کسی فرض کو بجالاؤں گا اس نیت کی درستی کی علامت یہ ہے کہ ایسے کسی کام میں مشغول ہو جس کی بندگان خدا کو حاجت ہو اس واسطے کہ اگر وہ کام نہ ہوگا تو لوگوں کے کام میں خلل پڑے گا وہ کام زرگری اور نقاشی اور گلکاری کے مثل نہ ہو اس واسطے کہ ایسے کاموں میں دنیا کی آرائش ہے ان کاموں کی حاجت نہیں بلکہ

اگر چہ یہ کام مباح ہیں مگر ان کا کرنا نہ بہتر ہے لیکن مردوں کے واسطے اطلس کا لباس سینا سونے کا زیور بنانا خود حرام ہے اور جو پیشے اگلے بزرگ مکروہ جانتے تھے یہ کام جو مذکور ہوئے ہیں انھیں میں سے ہیں اناج اور کفن بیچنا قصائی کا کام کرنا اور صرافی کہ اس میں سود کے وقائق سے خود کو بچانا مشکل ہے اور جراحی اس واسطے کہ اس میں اس گمان پر آدمی کی جراحت کرنا ہوتی ہے کہ شاید فائدہ کرے اور ممکن ہے کہ نفع نہ کرے اور خاکروبی اور جانوروں کی کھال صاف کرنا کہ اس میں کپڑوں کا پاک رکھنا دشوار ہے اور پست ہمتی کی دلیل یہی ہے اور سار بانی اور سائیسی کا بھی یہی حکم ہے اور دلالی کا بھی یہی حکم ہے اس واسطے اس میں فضول گوئی سے بچنا ممکن نہیں اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ بہترین تجارت بزازی ہے اور بہترین پیشہ خرازی ہے یعنی چھاگل اور مشک وغیرہ سینا حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر جنت میں تجارت ہوتی تو بزازی ہوتی اور اگر دوزخ میں ہوتی تو صرافی ہوتی اور چار پیشوں کو لوگ رکیک اور حقیر سمجھتے ہیں جولاہے کی جولاہگی (روئی) بیچنا' سوت کاتنا' معلمی۔ اس کو حقیر جاننے کا سبب یہ ہے کہ ان پیشہ والوں کو لڑکوں اور عورتوں سے معاملہ رہتا ہے اور جو شخص کم عقلوں سے ملا جلے رہے گا وہ بھی کم عقل ہو جائے گا تیسری یہ کہ دنیا کا بازار آخرت کے بازار سے باز نہ رکھے اور آخرت کا بازار مساجد ہیں حق تعالیٰ نے فرمایا ﴿لاتلهيم تجارة ولابيع عن ذكر الله﴾ یعنی خبردار تجارت کا شغل تمھیں خدا کے ذکر سے باز نہ رکھے کہ اس صورت میں تمہارا نقصان ہو گا امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے سوداگرو اول روز کو آخرت کے کاموں کے واسطے چھوڑ دو اور آخر روز کو دنیا کے کاموں کے لیے۔ بزرگان سلف کی یہ عادت تھی کہ صبح شام آخرت کے کام کرتے یا مسجد میں ذکر الٰہی اور اوراد میں مشغول رہتے یا علم کی مجلس میں حاضر رہتے ہیں اور لڑکے اور زمی ہر یسہ اور بھونی سری بیچتے اس وقت لوگ مسجد میں ذکر الٰہی اور اوراد میں مشغول رہتے حدیث شریف

میں آیا ہے کہ جب فرشتے اعمال نامہ لے جاتے ہیں تو اگر آدمی نے اول روز اور آخر روز میں کچھ نیکی کی ہے تو ان برائیوں کو جو درمیان میں کی ہیں حق تعالیٰ بخش دیتا ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ دن رات کے فرشتے صبح و شام کو جمع ہو کر جاتے ہیں حق تعالیٰ ان سے استفسار فرماتا ہے کہ تم نے میرے بندے کو کیونکہ چھوڑا اگر یہ عرض کرتے ہیں کہ بارخدایا جب ہم نے چھوڑا تو وہ نماز پڑھتا تھا اور ہم پہنچے تو وہ نماز پڑھتا تھا تو حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم گواہ رہنا کہ میں نے اس کو بخش دیا اور چاہیے کہ دن کو جب اذان کی آواز سنے تو پھر توقف نہ کرے جس کام میں ہو اسے چھوڑ کر مسجد میں جائے اس آیہ ﴿ لاتلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله﴾ کی تفسیر میں آیا ہے کہ وہ ایسے لوگ تھے کہ ان لوگوں میں جو لوہار ہوتا وہ اگر ہتھوڑی اٹھاتا تو اذان کی آواز سن کر پھر اسے نیچے نہ لاتا یعنی لوہے پر نہ لگاتا اور چمڑا سینے والا اگر ستالی چمڑے میں چبھوتا تو اذان کی آواز سن کر اسے باہر نہ نکالتا اسی طرح چھوڑ کر نماز کے واسطے راہی ہوتا۔

چوتھی:

یہ کہ بازار میں ذکر اور تسبیح اور یاد الٰہی سے غافل نہ رہے اور حتی الامکان دل و زبان کو بیکار نہ رکھے اور یہ جانے کہ جو فائدہ اس کے سبب سے فوت ہوتا ہے تمام جہاں اس کے مقابل نہیں ہوسکتا ہے اور جو ذکر غافلوں کے درمیان میں ہو اس کا ثواب بہت ہوتا ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے غافلوں کے بیچ میں خدا کو یاد کرنے والا ایسا ہے جیسے خشک درختوں میں ہرا درخت اور مردوں میں زندہ اور بھگوڑوں میں غازی اور فرمایا ہے کہ جو شخص بازار میں جائے اور کہے ﴿لا اله الا الله وحده لاشريک له' له الملک وله الحمد يحيي ويميت وهو حي لايموت بيده الخير وهو علی کل شی قدير﴾ اس کے واسطے دو بار ہزار ہزار نیکیاں لکھتے ہیں حضرت جنید بغدادی قدس سرہ نے ایک دن فرمایا کہ

جاتے تو گٹھری باندھ کر اپنے گھر تشریف لے آتے ابراہیم ابن بشار نے حضرت ابراہیم ادہم رحمہما اللہ تعالیٰ سے کہا کہ آج میں مٹی کے کام کے واسطے جاتا ہوں فرمایا اے ابن بشار تم تو روزی کو ڈھونڈھتے ہو موت تم کو ڈھونڈھتی ہے جو تمہیں ڈھونڈھتی ہے اس سے تم نہ چھوٹو گے اور جسے تم ڈھونڈھتے ہو وہ تم سے نہ چھوٹے گی مگر شاید تم نے حریص کو محروم اور کاہل کو مرزوق نہیں دیکھا ہے کہا میرے ملکیت میں اور کچھ نہیں مگر ایک وانگ بقال پر قرض ہے فرمایا تمھاری ایمانداری پر افسوس ہے کہ ایک وانگ اپنی ملک میں رکھتے ہو اور پھر مٹی کے کام کو جاتے ہو۔ اگلے بزرگوں میں بعض لوگ ایسے تھے کہ ہفتہ بھر میں دو دن سے زیادہ بازار نہ جاتے اور بعض ہر روز جاتے اور ظہر کی نماز کے وقت اٹھ آتے اور بعض عصر کی نماز تک بازار میں رہتے اور ہر شخص جب اس دن کا قوت کماتا تو پھر مسجد کو چلا جاتا۔

چھٹی:

یہ کہ شبہ کے مال سے دور رہے اور اگر مال حرام لینے کا ارادہ کرے گا تو فاسق اور گناہ گار ہوگا اور جس چیز میں شبہ ہو تو اگر خود اہل دل ہے تو اس کے واسطے اپنے دل سے فتویٰ پوچھے مفتیوں سے نہ پوچھے اور یہ بات نادر ہوتی ہے اور جس چیز میں دل کو کراہت معلوم ہو اسے نہ مول لے ظالموں اور ان کے متعلقوں سے معاملہ نہ کرے کسی ظالم کے ہاتھ مال قرض نہ بیچے اور اس واسطے کہ اگر وہ ظالم مر جائے گا تو قرض خواہ کو رنج ہوگا اور ظالم کے مرنے سے ملول ہونا اور اس کی تونگری پر خوش ہونا نہ چاہیے وہ چیز ظالم کے ہاتھ نہ بیچے جس سے جانے کہ اس سے ظالم ظلم میں استعانت کرے گا ورنہ بیچنے والا بھی اس کا شریک ہوگا مثلاً مستوفیون اور ظالموں کے ہاتھ کاغذ بیچے گا تو ماخوذ ہوگا غرضیکہ ہر شخص سے معاملہ نہ کرے بلکہ جو معاملہ کے لائق ہو اسے معاملہ کے واسطے تلاش کرلے علما نے کہا ہے کہ ایک وہ زمانہ تھا کہ جو شخص بازار جاتا کہتا کہ میں کس سے معاملہ کروں لوگ کہتے جس سے جی چاہے معاملہ کر کہ سب

احتیاط والے لوگ ہیں پھر ایک زمانہ آیا کہ لوگ جواب میں کہتے کہ سب سے معاملہ کرنا مگر فلانے فلانے شخص سے نہ کرنا پھر ایک زمانہ آیا کہ لوگ جواب دیتے کہ کسی کے ساتھ معاملہ نہ کرنا مگر فلانے فلانے آدمی کے ساتھ کرنا اس بات کا خوف ہے کہ آگے ایسا زمانہ آئے گا کہ کوئی کسی سے معاملہ نہ کر سکے اور یہ ہمارے زمانہ سے پہلے لوگوں کا قول تھا شاید ہمارے زمانہ میں ایسا حال ہوگیا ہے کہ معاملہ کرنے میں لوگوں نے بالکل فرق اٹھا دیا ہے اور یہ جو نیم عالم اور ناقص دین عقل مندوں سے لوگوں نے سنا ہے کہ دنیا کا تمام مال یکساں ہوگیا ہے اور سب حرام کا مال ہے اس سے احتیاط محال ہے اس واہیات بات پر لوگ دلیر ہو گئے ہیں اور یہ بڑی خطا ہے یہ جو دانشمندوں نے کہا ہے حقیقت میں ایسا نہیں چوتھی اصل جو حلال پہچاننے میں جو اس کے بعد آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ اس اجمال کی تفصیل بیان کی جائے گی۔

ساتویں:

یہ کہ جس سے معاملہ کرے قول و عمل دار و ستد میں اس کے ساتھ اپنا حساب راست و درست رکھے اور یقین سمجھے کہ قیامت کے دن مجھے ہر ایک اہل معاملہ کے ساتھ کھڑا کر کے حساب لیں گے اور انصاف کریں گے ایک بزرگ نے کسی تاجر کو خواب میں دیکھا پوچھا کہ حق تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا کیا۔ کہا کہ پچاس ہزار صحیفے میرے سامنے رکھے میں نے عرض کی کہ خداوندا یہ صحیفے کس کے ہیں ارشاد ہوا کہ تو نے پچاس ہزار آدمیوں کے ساتھ معاملہ کیا تھا ہر ایک صحیفہ ایک ایک اہل معاملہ کا ہے اب یہ شخص ان بزرگ سے کہتا ہے کہ میں نے جس شخص کے ساتھ جو معاملہ کیا تھا اول سے آخر تک ہر صحیفہ میں دیکھا غرضیکہ دھوکا دے کر جس کا نقصان کیا ہوا گر اس کا ایک دانگ بھی اس کے ذمہ ہے تو اس کے واسطے ماخوذ اور گرفتار ہوگا اور جب تک اس سے عہدہ برآئی نہ کرے گا کوئی چیز اس کے واسطے مفید نہ ہوگی معاملہ کرنے میں اگلے بزرگوں کی عادت اور راہ شریعت یہی ہے جو مذکورہ ہوئی اب یہ سنت اٹھ

گئی ایسا معاملہ اور اس کا علم اس زمانہ میں لوگ بھول گئے جو شخص ان میں سے ایک سنت بھی بجالائے گا وہ اجر عظیم پائے گا اس واسطے کہ حدیث شریف میں ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ جو احتیاطیں تم کرتے ہو اس کا دسواں حصہ بھی جو کرے گا اس کے واسطے کافی ہوگا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی کہ یا رسول اللہ کیوں فرمایا اس واسطے کہ تم لوگ نیک کاموں پر مددگار رکھتے ہو اس سبب سے تمہارے اوپر آسان ہے اور وہ لوگ بے یارومددگار نہ رکھیں گے اور غافلون میں وہ غریب ہوں گے یہ بات اس واسطے کہی گئی کہ جو کوئی اسے سنے وہ ناامید نہ ہو جائے اور یہ نہ کہے کہ او جی یہ سب احتیاطیں کب ہوسکتی ہیں اس زمانہ میں جس قدر ہو سکے وہی بہت ہے بلکہ جو شخص اس بات کا ایمان رکھتا ہے کہ آخرت دنیا سے بہتر ہے وہ یہ سب احتیاطیں کرسکتا ہے اس واسطے کہ سب احتیاطوں سے فقیری اور محتاجی کے سوا اور کچھ نہ پیدا ہوگا اور جس محتاجی اور فقیری کے سبب سے ہمیشہ کی بادشاہی حاصل ہو اس فقیری کو آدمی جھیل سکتا ہے اس لیے کہ دنیا میں مال و دولت یا ملک وسلطنت ملنے کی امید موہوم پر سفر کی بڑی بڑی بے سامانی اور رنج مذلت پر لوگ صبر کرتے ہیں حالانکہ اگر موت آجائے تو وہ سب کیا دھرا برباد جائے تو اگر کوئی شخص آخرت کی بادشاہی کے واسطے وہ کام اوروں کے واسطے بھی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند نہیں کرتا تو کچھ ایسا بڑا کام نہیں ہے واللہ اعلم۔

۱ ساروغ کو کہتے صراح اور وہ ایک اگنے والی چیز ہے کہ حمام کی دیواروں اور نمناک زمین میں پیدا ہوتی ہے۔

۲ کسی مقام کا نام ہے۔

۳ نوروز ایک دن کا نام وہ آتش پرستوں کی عید کا دن ہے اور شیعہ لوگ اس دن عید کرتے ہیں اور رنگ کھیلتے ہیں۔

۴ رحم کرے اللہ اس شخص پر جو دینے لینے کو سہل کرے۔

۵ تحقیق کہ اللہ حکم کرتا ہے عدل و احسان کرنے کا۔

۶ بیشک رحمت اللہ کی قریب ہے احسان کرنے والوں کے۔

۷ رحم کرتا ہے اللہ اس شخص پر جو آسان کرتا ہے فروخت کو اور آسان کر دیتا ہے خرید کو۔

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

چوتھی اصل حلال وحرام کے پہچاننے کے بیان میں

اے عزیز از جان! اس بات کو جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ﴿ طلب الحلال فریضته علی کل مسلم و مسلته (۱)﴾ اور جب تک تو نہ جانے گا کہ حلال کیا ہے تب تک حلال کو طلب نہ کر سکے گا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور دونوں کے درمیان شبہے مشکل اور پوشیدہ ہیں جو شخص ان کے گرد ہوگا تو اس کا خوف ہے کہ حرام میں گرے اے عزیز جان تو کہ یہ بڑا علم ہے کتاب احیا میں اس کی ایسی تفصیل ہم نے لکھی ہے کہ اور کتابوں میں نہ ملے گی اور اس کتاب میں اس قدر ہم بیان کریں گے جس قدر عوام سمجھ سکیں اور اس مطلب کو انشاءاللہ تعالیٰ چار ربابوں میں ہم بیان کرتے ہیں۔

پہلا باب :

طلب حلال کے فضائل اور ثواب کے بیان میں

اے عزیز جان تو کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿ یا ایها الرسل کلو امن الطیبات و اعملو اصالحا﴾ یعنی اے رسولو تم جو کچھ کھاؤ حلال اور پاک میں سے کھاؤ اور جو کچھ کرو بندگی شائستہ کرو اس واسطے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حلال طلب کرنا مسلمانوں پر فرض ہے اور فرمایا ہے کہ جو شخص چالیس دن ایسی حلال روزی جسے کسی حرام کے ساتھ آمیزش نہ ہو کھاتا ہے حق تعالیٰ اس کے دل کو پرنور فرماتا ہے اور حکمت کے چشمے اس کے دل سے جاری کرتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ دنیا کی محبت اس کے دل سے نکال ڈالتا ہے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کرام میں سے تھے انھوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسی دعا فرمائیے کہ جس بات کے واسطے میں دعا کروں

میری دعا قبول ہی ہوا کرے آپ نے فرمایا کہ حلال کھانا کھاؤ تا کہ دعا قبول ہو اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہت لوگ ایسے ہیں کہ ان کا کھانا کپڑا تو حرام کا ہے پھر ہاتھ اٹھا کر مانگتے ہیں ایسی دعا کب قبول ہوگی اور فرمایا کہ حق تعالیٰ کا ایک فرشتہ بیت المقدس میں ہے ہر شب و روز منادی کرتا ہے کہ جو شخص حرام کھائے گا حق تعالیٰ اس سے نہ فرض قبول فرمائے گا نہ سنت اور فرمایا ہے کہ جو شخص دس درہم دے کر کوئی کپڑا مول لے اور اس میں ایک درہم حرام کا ہو جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر رہے گا اس کی نماز نہ قبول ہوگی اور فرمایا ہے کہ جو گوشت بدن پر حرام کھانے سے جمے گا وہ آتش دوزخ میں جلے گا اور فرمایا ہے کہ جو شخص یہ باک نہیں رکھتا کہ مال کہاں سے میں پیدا کرتا ہوں تو حق تعالیٰ بھی یہ پرواہ نہ رکھے گا کہ اسے کدھر سے دوزخ میں ڈال دے اور فرمایا ہے کہ عبادت کے دس ٹکڑے فقط طلب حلال ہے اور فرمایا ہے کہ جو شخص حلال ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے تھک کر رات کو اپنے گھر جاتا ہے وہ جب سوتا ہے تو اس کے گناہ بخشے ہوئے ہوتے ہیں اور جب صبح کو سو کر اٹھتا ہے تو حق تعالیٰ اس سے خوش ہوتا ہے اور فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے ارشاد کیا ہے کہ جو شخص حرام سے پرہیز کرتا ہے مجھے شرم ہے کہ اس سے حساب لوں اور فرمایا ہے کہ سود کا ایک درہم اس تیس بار زنا کرنے سے سخت تر ہے جو مسلمانی کی حالت میں آدمی کرے اور فرمایا ہے کہ جو شخص حرام کا مال کمائے گا اگر صدقہ دے تو قبول نہ ہوگا اور اگر رکھ چھوڑے گا تو دوزخ کے دروازے تک وہ اس کا زاد راہ ہوگا امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک غلام کے ہاتھ سے دودھ کا شربت پیا جب پی چکے تو معلوم ہوا کہ یہ شربت وجہ حلال سے نہیں ہے حلق میں انگلی ڈال کر قے کی اس کی سختی اور اذیت کے سبب سے روح اقدس کے مفارقت کر جانے کا خوف تھا اور مناجات کی کہ بارخدایا میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس قدر شربت سے جو میری رگوں میں رہے گا اور قے کرنے سے نہ نکلا اور امیر

المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ایسا ہی کیا تھا کیونکہ لوگوں نے دھوکے میں صدقہ کا دودھ آپ کو پلا دیا تھا حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ اگر تو اتنی نماز پڑھے کہ تیری پیٹھ خمیدہ ہو جائے اور اس قدر روزے رکھے کہ بال کی طرح باریک اور دبلا ہو جائے تو جب تک حرام سے پرہیز نہ کرے گا یہ روزہ نماز کچھ نہ مفید ہو گا نہ قبول ہو گا حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص حرام کے مال میں سے صدقہ دیتا ہے وہ اس شخص کے مثل ہے جو ناپاک کپڑے کو پیشاب سے دھوتا ہے کہ اور بھی ناپاک ہوتا ہے حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کہ عبادت خزانہ خدا ہے اس کی کنجی دعا ہے اور لقمہ حلال اس کنجی کے دانت ہیں اور حضرت سہل تستری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ کوئی شخص ایمان کی حقیقت کو نہیں پہنچتا مگر چار چیزوں کی بدولت ایک یہ کہ سب فرائض شرط سنت کے ساتھ ادا کرے۔

دوسری:

یہ کہ لقمہ حلال شرط زہد کے ساتھ کھائے۔

تیسری:

یہ کہ ظاہر و باطن میں سب برے کاموں کو چھوڑ دے۔

چوتھی:

یہ کہ اسی طور پر تا دم مرگ صبر کرے بزرگوں نے کہا ہے کہ جو شخص چالیس دن شبہ کا مال کھائے گا اس کا دل سیاہ ہو جائے گا حضرت ابن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ شبہ کا ایک درہم اصل مالک کو پھیر دینا لاکھ درہم صدقہ دینے سے زیادہ مجھے محبوب ہے حضرت سہل تستری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ جو شخص حرام کھاتا ہے اس کا تمام بدن گناہ میں پڑ جاتا ہے وہ چاہے خواہ نہ چاہے نا چار ہے اور جو شخص حلال کھاتا ہے اس کے تمام اعضاء اطاعت میں رہتے ہیں اور توفیق خیر ہمیشہ اس کی

یارومددگار ہے اس باب میں بہت سے اخبار اور آثار وارد ہیں اس واسطے متقی پرہیز گار لوگ بڑی احتیاط کرتے تھے ایک ان میں سے حضرت وہب بن الورد رحمہ اللہ تعالیٰ تھے کہ کوئی چیز نہ کھاتے تھے جب تک اس کی اصل حقیقت نہ معلوم ہو کہ کیسی ہے اور کہاں سے آئی ہے ایک دن ان کی والدہ نے دودھ کا ایک پیالہ انھیں دیا پوچھا کہ یہ کہاں سے آیا ہے اور اس کی قیمت تم نے کہاں سے دی ہے اور کس سے مول لیا ہے جب یہ سبب دریافت ہو چکا تو پوچھا کہ یہ بکری کہاں چری ہے وہ ایسی جگہ چری تھی جہاں مسلمانوں کا کچھ حق تھا غرضیکہ انھوں نے وہ دودھ نہ پیا ان کی ماں نے دعا دے کر کہا کہ بیٹا خدا تجھ پر رحمت کرے پی لے کہا اگر چہ رحمت کرے لیکن میں اس کو پینا نہیں چاہتا ہوں کہ اگر پیوں گا تو اس کے گناہ کے ساتھ اس کی رحمت کو پہنچوں گا اور میں یہ نہیں چاہتا حضرت بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ بڑی احتیاط کرتے تھے ان سے لوگوں نے پوچھا تم کہاں سے کھاتے ہو کہا جہاں سے اور لوگ کھاتے ہیں لیکن اس شخص میں جو کھاتا اور روتا ہے اور اس شخص میں جو کھاتا اور ہنستا ہے فرق ہے اور کہا اگر ہاتھ بہت کوتاہ ہو اور لقمہ بہت چھوٹا ہو تو اس سے کچھ کمی نہیں ہو جاتی۔

۱ طلب کرنا حلال کا فرض ہے ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر۔

دوسرا باب :

حلال وحرام میں پرہیز گاری کے درجات کے بیان میں

اے عزیز جان! تو کہ حلال وحرام کے درجے ہیں اور سب درجے ایک قسم کے نہیں ہیں کوئی درجہ حلال کوئی درجہ حلال پاک کوئی درجہ حلال پاک تر ہے اس طرح حرام میں سے کوئی درجہ سخت تر اور پلید تر کوئی درجہ کمتر ہے جس طرح کہ جس بیمار کو گرمی نقصان کرے تو جو چیز بہت گرم ہوتی ہے وہ بہت نقصان کرتی ہے اور گرمی کے درجے ہیں کیونکہ شہد گرمی میں شکر کے مانند نہیں ہے اسی طرح حرام بھی ہے اور مسلمانوں کے طبقے حرام اور شبہ سے پرہیز کرنے میں پانچ درجوں پر ہیں۔

دوسرا درجہ ہے تیسری وہ جس سے حذر کرنا بیکار وسوسہ ہو مثلاً کوئی شخص شکار کا گوشت نہ کھائے اور کہے کہ شاید جانور اور کسی کی ملکیت ہو اور اس کے پاس سے بھاگا ہو یا کوئی شخص گھر عاریت رکھتا ہو اس میں سے نکل جائے اور کہے کہ اس کا مالک شاید مر گیا ہو اور یہ وارث کا حق ہو گیا ہو ایسی باتوں پر جب تک کوئی امر دلیل نہ ہو تو بیکار وسوسہ ہی وسوسہ ہے۔

تیسرا درجہ:

متقیوں کی پرہیز گاری کا ہے یہ ایسا ہی ہوتا ہے کہ جو چیز نہ حرام ہو نہ شبہ کی بلکہ حلال مطلق ہو لیکن اس میں اس امر کا اندیشہ ہو کہ اس کے سبب سے کسی حرام یا شبہ میں پڑ جائے گا آدمی اس سے دستبردار ہو جائے اس واسطے کہ جناب سرور کائنات علیہ السلام الصلوٰۃ نے فرمایا ہے کہ جب تک اس چیز کو جس میں کچھ اندیشہ اور باک نہ ہو اس چیز کے خوف سے جس میں کچھ باک اور اندیشہ ہو ترک نہ کرے گا تب تک بندہ متقیوں کے درجہ کو نہ پہنچے گا امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہم نے حلال کے دس حصوں میں سے نو حصے اس ڈر سے چھوڑ دیئے ہیں کہ کسی حرام میں نہ پڑ جائیں اس واسطے تھا کہ جب کسی شخص کے سو درہم کسی پر قرض ہوتے تو وہ ننانوے سے زیادہ نہ لیتا کہ مبادا اگر سب قرض لے لے تو زیادہ ہو جائیں حضرت علی ابن المعبد رحمتہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مکان کرایہ کو لیا تھا ایک خط لکھا اور چاہا کہ خط کی سیاہی کو اس مکان کی مٹی سے خشک کروں خیال آیا کہ مٹی میری ملکیت نہیں ہے اس سے سیاہی نہ خشک کروں پھر اپنے دل میں کہا کہ ذرا سی مٹی کچھ قدر و قیمت نہیں رکھتی غرضیکہ ذرا سی مٹی اس خط پر ڈال دی خواب میں دیکھا کہ ایک شخص مجھ سے کہتا ہے کہ جو لوگ غیر دیوار کی مٹی کو بے قدر و قیمت جانتے ہیں انھیں فروائے قیامت کو معلوم ہو گا۔ تو جو لوگ پرہیز گاری کے اس درجہ پر ہیں وہ تھوڑی اور آسان چیز سے بھی ایک تو اس واسطے پرہیز کرتے ہیں کہ

شاید جب اس کا مزہ پڑے تو دل زیادہ چاہے دوسرے اس لیے کہ آخرت میں متقیوں کے درجہ سے نہ گر پڑیں اسی واسطے حضرت امام حسن علیہ السلام نے صدقہ کے مال میں سے جب ایک خرما اپنے منہ میں ڈالا حالانکہ آپ لڑکے تھے تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ﴿ کخ کخ القھا ﴾ یعنی اس کو تھوک دے خلیفہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن عبدالعزیز کے سامنے لوگ غنیمت کا مشک لائے تھے انھوں نے اپنی ناک بند کرلی اور کہا کہ اس کی بو اس کی منفعت ہے اور وہ سب مسلمانوں کا حق ہے کہتے ہیں کہ ایک بزرگ کسی بیمار کے سرھانے بیٹھے تھے وہ بیمار جب مر گیا تو ان بزرگ نے چراغ گل کر دیا اور کہا کہ اب تیل وارث کا حق ہے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غنیمت کا مشک اپنے گھر میں رکھا تھا تا کہ ان کی بی بی مسلمانوں کے واسطے نہ بیچیں ایک روز امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر میں جو تشریف فرما ہوئے تو ان کی بی بی کے مقنع سے مشک کی خوشبو آئی فرمایا کہ یہ کیا ہے بی بی نے کہا میں مشک تو لیتی تھی کچھ مشک ہاتھ میں لگ گیا اس کو میں نے مقنع میں مل لیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے سر سے مقنع اتار لیا اسے دھوتے تھے اور مٹی میں ملتے تھے اور سونگھتے تھے یہاں تک کہ اس میں کچھ بھی بو نہ رہی تب وہ مقنعہ بی بی کو حوالہ فرمایا اگرچہ اس قدر معاف تھا لیکن خلیفہ برحق حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاہا کہ سد باب رہے تا کہ اور کسی چیز کی طرف نہ لے جائے اور حرام کے ڈر سے حلال چھڑائے اور متقیوں کا ثواب ہاتھ آئے حضرت امام احمد حنبل رحمتہ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ یا امام اگر کوئی شخص مسجد میں بیٹھا ہو اور بادشاہ کے مال سے خوشبو سلگاتے ہوں تو کیا کرنا چاہیے فرمایا وہاں سے باہر نکل آنا ضرور ہے تا کہ اس کی خوشبو نہ سونگھے اور یہ خود حرام کے قریب ہے کیونکہ اس قدر خوشبو جو اسے پہنچے گی اور کپڑوں میں بسے گی وہی مقصود ہوتی ہے اور بعض اس میں بخل کرتے ہیں تو شاید اس کا آسان جاننا درست نہ ہو پھر ان ہی امام سے پوچھا کہ اگر حدیث کا کوئی

ہے کیونکہ اس میں آرائش ہے اگلے بزرگوں کا قول ہے کہ جس کا لباس ہلکا اور باریک ہوگا اس کا دین بھی ضعیف ہوگا اس گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ حرام میں پڑنے کے خوف سے حلال پاک سے بھی اس کو دست بردار ہونا چاہیے چوتھا درجہ صدیقوں کے زہد وورع کا ہے کہ یہ لوگ ایسی چیز سے حذر کرتے ہیں جو حلال ہو اور حرام میں بھی نہ ڈالے لیکن اس کے حاصل ہونے کے اسباب میں سے کسی سبب میں کوئی معصیت ہوگئی ہو اس کی مثال یہ ہے کہ حضرت بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ بادشاہوں کی کھدوائی ہوئی نہروں کا پانی نہ پیتے تھے اور بعض لوگ حج کی راہ میں بادشاہوں کے کھدوائے ہوئے تالابوں کا پانی نہ پیتے تھے اور بعض لوگ اس باغ کا انگور نہ کھاتے تھے جسے بادشاہ کی کھدوائی ہوئی نہر سے پانی پہنچا ہو حضرت امام احمد حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ مسجد میں خیاطی کرنے کو مکروہ جانتے تھے اور مسجد میں کسب کرنا انھیں ناپسند تھا لوگوں نے پوچھا کہ قبرستان کے گنبد میں رشتہ ساز کا بیٹھنا کیسا ہے آپ نے مکروہ جانا اور فرمایا کہ گورستان آخرت کے واسطے ہے ایک غلام نے بادشاہ کے گھر سے چراغ جلایا اس کے مالک نے گل کر دیا ایک رات کسی بزرگ کی نعلین کا تسمہ ٹوٹ گیا اتفاقاً اس وقت لوگ بادشاہ کی مشعل جلائے لیے جاتے تھے ان بزرگ نے نہ چاہا کہ اس کی روشنی میں تسمہ کو درست کرلیں ایک عورت تاگا کاتتی تھی بادشاہ کا مشعلچی آ نکلا اس نیک بخت نے ہاتھ روک لیا تاکہ اس کی روشنی میں تاگا نہ کاتے حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ تعالیٰ کو ظالموں نے قید کیا تھا کئی دن بھوکے رہے ایک عورت پارسا جو ان کی مرید تھی اس نے اپنے حلال تاگے کی قیمت سے کھانا پکا کر ان کے واسطے بھیجا انھوں نے نہ کھایا وہ عورت حاضر ہوئی اور گلہ کرنے لگی اور یہ بات عرض کی کہ آپ کو کچھ معلوم ہے میں نے جو کھانا آپ کے واسطے بھیجا تھا وہ حلال تھا اور آپ بھوکے تھے آپ نے اسے کیوں نہ کھایا فرمایا کہ ایک ظالم کے طباق میں میرے سامنے آیا اور وہ طباق قید خانے کے محافظ کا ہاتھ تھا اس وجہ سے اس سے حذر کیا کہ

ایک ظالم کے ہاتھ کی قوت کے سبب سے انھیں پہنچا اور وہ قوت حرام سے حاصل ہوئی ہو گی یہ زہد کا بہت بڑا درجہ ہے اور جو کوئی بات کی حقیقت کو نہ جانے گا شاید وہ وسواس میں پڑ جائے یہاں تک کہ کسی فاسق کے ہاتھ کا کھانا نہ کھائے یہ بات ایسی نہیں ہے بلکہ یہ امر اس ظالم کے ساتھ خاص ہے جو حرام کھاتا ہو اور اس کی قوت حرام سے پیدا ہوئی ہو لیکن جو شخص زنا کار ہو تو اس کی قوت زنا سے نہ ہو گی وہ اگر کسی کے سامنے کھانا لے جائے تو کھانا پہنچنے کا سبب وہ قوت نہ ہو گی جو حرام سے پیدا ہوئی حضرت سری سقطی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں ایک جنگل میں جاتا تھا ایک چشمہ کے قریب پہنچا اور ایک گھاس دیکھی جی میں آیا اسے کھاؤں کیونکہ اگر حلال کی روزی کھاؤں گا تو یہی ہو گی ہاتف نے آواز دی کہ جس قوت نے تجھے یہاں تک پہنچایا وہ کہاں سے آئی ہے میں شرمندہ ہوا اور استغفار کرنے لگا صدیقوں کا درجہ ایسا ہی ہوتا ہے یہ لوگ ایسی احتیاطوں میں باریک خیالات کیا کرتے تھے اب اس کے بدلے کپڑا دھونے میں اور پاک پانی ڈھونڈھنے میں لوگ احتیاط کرتے ہیں ان بزرگوں نے ایسی باتوں کو آسان پکڑا تھا ننگے پاؤں چلتے جو پانی پاتے اس سے طہارت کر لیتے جو طہارت ہے فقط ظاہر کی آرائش اور زینت ہے طہارت کو خلق ہی دیکھتی ہے اور نفس اس کا لالچی ہے مسلمان کو دھوکا دے کر اسی طہارت میں مشغول رکھتا ہے اور وہ طہارت باطن کی زینت اور آراستگی ہے اس پر حق تعالیٰ کی نظر پڑتی ہے اور اس سبب سے نفس کو دشوار ہے۔

پانچواں درجہ:

مقرب اور موحد لوگوں کا زہد ہے جو کھانا سونا بولنا خدا کے واسطے نہ ہو اسے اپنے اوپر حرام جانتے ہیں یہ لوگ ایک ہی ہمت اور ایک ہی صفت کے ہو جاتے ہیں اور پورے موحد یہی لوگ ہوتے ہیں۔

حکایت:

ہے کہ یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ تعالیٰ نے دوا پی تھی ان کی بی بی نے کہا کہ گھر میں چند قدم ٹہلو فرمایا کہ اس ٹہلنے کی میں کوئی وجہ نہیں جانتا تیس برس ہوئے ہیں اپنے حساب کو نگاہ رکھتا ہوں تا کہ دین کے سوا اور کسی واسطے میں کوئی حرکت نہ کروں تو جب تک ان لوگوں کے دل میں کوئی دینی زینت نہیں آتی تب تک کوئی حرکت نہیں کرتے اگر کھاتے ہیں تو اسی قدر کھاتے ہیں جس سے قوت عبادت کے واسطے ان کی عقل اور زندگی برقرار رہے اگر کہتے ہیں تو وہی بات کہتے ہیں جو ان کے دین کی راہ ہے اس کے سوا اور جو کچھ ہے اسے اپنے اوپر حرام جانتے ہیں زہد وواع کے درجات یہی ہیں اس سے کم نہیں ہیں اے عزیز بھلا تو ان درجات کو سوچ اور جان تو اور اپنی نا کسی کو پہچان تو اگر تو جانتا ہے کہ پہلا درجہ جو مسلمانوں کا زہد عدول ہے اسے نگاہ رکھے تا کہ لوگ فاسق نہ کہیں تو اس سے بھی عاجز آ جاتا ہے اور جب باتوں پر آتا ہے تو بڑا سا منھ پھیلاتا ہے اور آسمان کی کہتا ہے جو ظاہری باتیں شرع میں ہیں اس سے ننگ و عار رکھتا ہے بلکہ یہی چاہتا ہے کہ ہذیان بکون اور دور کی بات کہوں حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بدترین خلق وہ لوگ ہیں جن کا بدن نعمتوں کے سبب سے بنا رہتا ہے اور طرح طرح کے کھانے چکھتے ہیں اور طرح طرح کے کپڑے ڈانٹتے ہیں پھر منھ کھولتے ہیں اور اچھی اچھی باتیں بناتے ہیں حافظ حقیقی ہمیں ان باتوں سے محفوظ رکھے۔

تیسرا باب

حلال کو حرام سے جدا کرنے اور دریافت کرنے کے بیان میں

عزیز جان! جان تو کہ بعض لوگوں کو یہ خیال خام ہے کہ دنیا کا تمام مال اکثر مال

حرام ہے یہ گمان کر کے وہ لوگ تین فریق ہو گئے ہیں ایک فریق پر جو احتیاط زہد غالب ہوئی تو انھوں نے یہ کہا کہ وہ گھاس جو صحرا میں اگتی ہے اور مچھلی اور شکار کا گوشت اور جو ایسی چیزیں ہیں ان کے سوا اور کچھ ہم نہ کھائیں گے اور ایک پر شہوت پرستی جو غالب ہوئی تو انھوں نے کہا کہ جو پائیے سو کھا جائیے حلال و حرام میں کچھ فرق نہ کیا چاہیے اور ایک فرقہ جو اعتدال سے قریب تر ہوا اس نے کہا کہ ہر ایک میں سے بقدر ضرورت کھانا چاہیے اور یہ تینوں مذہب یقیناً غلط اور خطا ہیں بلکہ صحیح اور درست یہ ہے کہ قیامت تک حلال و حرام ہمیشہ ظاہر و عیان ہے اور شبہ ان دونوں کے درمیان ہے ایسا ہی جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اور جو شخص یہ جانتا ہے کہ مال دنیا بیشتر حرام ہے وہ غلطی کرتا ہے اس واسطے کہ حرام اگرچہ بہت ہے لیکن بیشتر نہیں ہے اور بیشتر اور بہت میں فرق ہے جیسا کہ بیمار اور مسافر اور لشکری بہت ہیں لیکن بیشتر نہیں ہیں اور ظالم لوگ بہت ہیں مظلوم لوگ بیشتر ہیں اور اس غلطی کی وجہ کتاب احیاء میں ہم نے مشرح اور مدلل بیان کی ہے اصل بات یہ ہے کہ تجھے یہ امر معلوم ہو جائے کہ بندوں کو یہ حکم نہیں ہے کہ جو چیز خدا کے علم میں حلال ہے وہی کھائیں اس واسطے کہ یہ امر جاننے کی کسی کو طاقت نہیں ہے بلکہ یہ حکم ہے کہ خود جس چیز کو حلال جانیں یا جس چیز کا حرام ہونا ظاہر نہ ہو اسے کھائیں اور اس کا ہاتھ آنا ہمیشہ آسان ہے اس بات پر یہ دلیل ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مشرک کے برتن سے وضو کیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ترسا عورت کے برتن سے طہارت کی اگر پیاسے ہوتے تو پانی پی لیتے اور ناپاک پانی پینا حرام ہے اور غالب یہ ہے کہ مشرک اور ترسا لوگوں کا ہاتھ پلید رہتا ہے اس واسطے کہ شراب پیتے ہیں اور مردار کھاتے ہیں لیکن چونکہ ان حضرت نے اس کی ناپاکی نہ دیکھی تو اس کو پاک سمجھے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جس شہر میں پہنچتے کھانا مول لیتے اور لین دین کرتے باوصف کہ ان کے زمانہ میں چور سود خور شراب فروش

یہ سب تھے اور انھوں نے دنیا کے مال سے ہاتھ نہ کھینچا اور سبھوں کو برابر جانا اور ضرورت کی قدر پر قناعت کی تو اے عزیز تجھے جاننا چاہیے کہ تیرے حق میں چھ قسم کے لوگ ہیں۔

پہلی قسم:

وہ آدمی ہے جو مجہول ہو کہ تو نہ اس کا صالح ہونا جانے نہ بدکار ہونا مثلاً کسی اجنبی شہر میں تو جائے تو تجھے درست ہے جس سے چاہے روٹی لے کر کھائے اور معاملہ کرے اس واسطے کہ جو کچھ اس کے پاس ہے ظاہر اسی کی ملکیت ہے یہ دلیل کفایت کرتی ہے اور بغیر ایسی علامت کے جو اس کی حرمت پر دلالت کرے باطل نہ ہوگی لیکن اگر کوئی شخص اس معاملہ میں توقف کرے اور کسی کو اس کا صالح نہ ہونا دریافت کرنے کو ڈھونڈھے تو یہ امر منجملہ زہد و ورع ہے واجب نہیں ہے۔

دوسری قسم:

وہ شخص ہے جس کی صلاحیت تو جانتا ہو اس کی چیز کھالینا درست ہے اور توقف کرنا پرہیز گاری نہیں بلکہ وسوسہ ہے اگر وہ شخص تیرے توقف کرنے سے ملول اور رنجور ہوگا تو تو بھی گناہ گار ضرور ہوگا اہل صلاح سے گمان بد کرنا خود گناہ ہے۔

تیسری قسم:

وہ آدمی ہے جسے تو ظالم جانتا ہو جیسے ترک لوگ یا بادشاہی عمال یا یہ جانتا ہو کہ اس کا سب یا اکثر مال حرام کا ہے تو ایسے آدمی کے مال سے پرہیز کرنا واجب ہے مگر یہ کہ جب تو جانے کہ کسی حلال جگہ سے لیا ہے کیونکہ یہاں اس کے حلال ہونے کی کوئی علامت اس امر پر پائی جاتی ہو کہ اس نے کسی کا مال غصب نہیں کیا ہے۔

چوتھی قسم:

وہ شخص ہے جسے تو جانے کہ اس کا اکثر مال حلال کا ہے لیکن حرام سے بالکل خالی نہیں مثلاً کوئی شخص کسان ہو مگر بادشاہ کی طرف سے عاملداری بھی کرتا ہو یا کوئی

سوداگر ہو اور بادشاہ کے علاقہ داروں سے معاملہ بھی کرتا ہو تو ایسے شخص کا مال حلال ہے اس میں اکثر لینا درست ہے کیونکہ اکثر حلال کا ہے لیکن اہل ورع کو اس سے حذر کرنا ضرور ہوگا حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ کے وکیل نے بصرہ سے انھیں لکھ بھیجا کہ میں ایسے لوگوں سے معاملہ کرتا ہوں جو بادشاہ کے علاقہ داروں سے معاملہ کرتے ہیں انھوں نے جواب لکھا کہ اگر وہ لوگ بادشاہوں کے سوا اور کسی سے معاملہ نہ کرتے ہوں تو ان کے ساتھ معاملہ نہ کیا کر اور اگر اور لوگوں سے بھی معاملہ کرتے ہوں تو ان کے ساتھ معاملہ کرنا درست ہے۔

پانچویں قسم:

وہ شخص ہے کہ جس کے ظلم سے تو واقف نہ ہو اور اس کے مال کی خبر نہ رکھتا ہو لیکن ظلم کی علامت اس کے ساتھ دیکھے مثلاً قبا یا کلاہ پہنے ہو یا لشکریوں کی ایسی صورت بنائی ہو تو یہ بھی ظاہری علامت ہے ایسے شخصوں کے ساتھ معاملہ کرنے سے حذر کرنا چاہیے تاوقتیکہ یہ معلوم ہو جائے کہ مال کہاں سے لایا ہے۔

چھٹی قسم:

وہ شخص ہے جس میں ظلم کی علامت نہ پائی جائے مگر فسق کی علامت ظاہر ہو مثلاً ریشمی لباس یا طلائی زیور پہنے ہو یا شراب خور ہو اور نامحرم عورت کو گھورتا ہو تو صحیح یہ ہے کہ اس کے مال سے حذر کرنا واجب نہیں ہوتا کیونکہ ان فعلوں سے مال حرام نہیں ہو جاتا مگر اس قدر خیال کر سکتے ہیں کہ چونکہ یہ شخص یہ مال حلال رکھتا ہے تو شاید حرام کے مال سے پرہیز نہ کرتا ہو اس خیال سے اس کے مال کی حرمت کا حکم کرنا درست نہیں اس واسطے کہ کوئی شخص گناہ سے پاک نہیں اور بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اگرچہ گناہ سے حذر نہیں کرتے لیکن ظلم وستم سے حذر کرتے ہیں حلال وحرام میں فرق کرنے کے واسطے یہ قاعدہ یاد رکھنا چاہیے اگر کسی شخص نے یاد رکھا اور نادانستہ کوئی حرام چیز کھا گیا تو وہ ماخوذ نہ ہوگا اس کی مثال یہ ہے کہ نجاست کے ساتھ نماز درست

نہیں لیکن اگر نجاست ہو جسے وہ نہیں جانتا تو نماز درست ہے نماز کے بعد جب نجاست معلوم ہو جائے تو ایک قول پر نماز کی قضا واجب نہ ہوگی اس واسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عین نماز میں نعلین شریفین اتار ڈالیں اور اول سے نماز نہیں پڑھی اور فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھ سے کہا کہ یہ نعلین نجس ہیں اے عزیز جان تو کہ جہاں پر ہم نے کہا ہے کہ اہل ورع کو حذر کرنا ضرور ہے اگرچہ واجب نہیں وہاں پر اس سے یوں پوچھنا چاہیے کہ تو یہ چیز کہاں سے لایا بشرطیکہ اس پوچھنے سے اس کا دل رنجیدہ نہ ہو اور اگر رنجیدہ ہوتا ہو تو پوچھنا حرام ہے اس واسطے کہ تقوٰی احتیاط ہے اور رنج دینا حرام ہے اس صورت میں عذر و حیلہ کر کے نہ کھائے اور اگر کچھ عذر نہیں کر سکتا تو کھالے تا کہ وہ شخص ناراض نہ ہو اور اگر کسی دوسرے سے اس طرح پوچھے کہ اس شخص کا سن لینا ممکن ہے تو یہ امر بھی حرام ہے اس واسطے کہ اس میں تجسس اور غیبت اور بدگمانی پائی جاتی ہے اور یہ تینوں امر حرام ہیں اور فقط احتیاط کے واسطے فعل حرام مباح نہیں ہو جاتا اس واسطے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کہیں مہمان ہوتے تو استفسار نہ فرماتے اور اگر کہیں سے ہدیہ آتا تو بھی دریافت نہ فرماتے مگر ایسے مقام میں جہاں شبہ پیدا ہوتا ابتداء میں جب آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے جو کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر کرتے آپ استفسار فرماتے کہ یہ ہدیہ یا صدقہ ہے اس واسطے کہ وہ شک کا مقام تھا اور آپ کے استفسار فرمانے سے کوئی شخص رنجیدہ بھی نہ ہوتا تھا اے عزیز جان تو کہ اگر بازار میں بادشاہ کا مال لگائیں یا لوٹ کی بکری لائیں تو اگر جانتا ہے کہ اس بازار میں حرام کا مال اکثر ہے تو جب تک تحقیق نہ کرے کہ کیا ہے اور کہاں سے آیا ہے تب تک نہ مول لے اور اگر اس میں سے اکثر مال حرام نہیں ہے تو بے دریافت کیے مول لینا درست ہے مگر ورع اور تقوی کی رو سے پوچھنا اور دریافت کر لینا ضرور ہے۔

چوتھا باب :

بادشاہوں سے روزنیہ لینے اور ان کو سلام کرنے اور ان کے مال میں سے حلال کا مال لینے کے بیان میں

اے عزیز جان! تو کہ جو کچھ اس زمانہ کے بادشاہوں کے پاس ہے کہ مسلمانوں سے خراج کے طور پر یا جرمانہ کے نام سے یا رشوت کے طریقہ سے انھوں نے لیا ہے وہ سب حرام ہے بادشاہوں کے پاس جو تین قسم کا مال ہے وہ البتہ حلال ہے ایک وہ مال جو کفار سے بطور غنیمت لیں یا ذمیوں سے جزیہ کے طور پر لیں بشرطیکہ شرائط شرع کے ساتھ لیں یا لاوارث کا جو مال وراثت کے طور پر لیں کہ یہ مال مسلمانوں کے کام کا ہے اور چونکہ یہ زمانہ ایسا ہے کہ یہ حلال کا مال نادر ہو گیا ہے اور اکثر مال خراج اور جرمانہ سے ہوتا ہے تو جب تک تو یہ نہ جان لے کہ یہ مال وجہ حلال سے ہے یا غنیمت یا جزیہ یا لاوارثوں کے ترکوں کے مال سے ہے تب تک بادشاہوں سے کچھ نہ لینا چاہیے ممکن ہے کہ بادشاہ بھی کسی زمین کو زراعت سے آباد کرے اور اس کا محصول بادشاہ کو حلال ہو لیکن اگر بیگاریوں سے کام لیا ہو گا تو شبہ کو اس میں دخل ہو گا گو کہ حرام نہ ہو اور اگر ملکیت ذمہ میں زمین مزروعہ مول لے گا تو وہ بھی اس کی ملکیت ہو جائے گی لیکن اگر اس کی قیمت حرام مال سے دے گا تو اس میں شبہ کا دخل ہو جائے گا تو اگر کوئی شخص جس قدر روزنیہ پاتا ہے وہ بادشاہ کی خاص ملکیت سے پاتا ہے تو اس کا لینا درست ہے اور اگر روزینہ ترکوں اور مسلمانوں کے مصالح کے مال پر ہے تو وہ روزینہ حلال نہیں تاوقتیکہ یہ روزینہ دار ایسا نہ ہو کہ مسلمانوں کے مصالح میں سے کوئی مصلحت اس سے وابستہ ہو مثلاً قاضی یا مفتی یا وقف کا متولی یا طبیب ہو یعنی جو شخص ایسے کام میں مشغول ہو جس کا نفع عام ہو طالبان علم دین بھی اس میں شریک ہیں اور جو شخص کمائی سے عاجز ہو یا محتاج ہو اس مال میں اس کا بھی حق ہے لیکن عالموں اور

واسطے کہ ان کی دنیا سے جس قدر تجھے حاصل ہوتا ہے اس زیادہ تیرا دین زائل ہوتا ہے اور کہا کہ دوزخ میں ایک وادی ہے اس میں کوئی نہ جائے گا مگر وہ عالم جو سلاطین کی ملاقات کو جاتے ہیں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ تونگروں کے ساتھ عالموں اور زاہدوں کی دوستی ریاء کی دلیل ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ ایک شخص اچھے دین والا بادشاہ کے پاس جاتا ہے اور بے دین ہو کر وہاں سے نکلتا ہے لوگوں نے پوچھا کیونکر کہا کہ وہ ایسی چیز میں بادشاہ کی خوشی ڈھونڈھتا ہے جس میں خدا کی ناخوشی ہو حضرت فضیل رحمتہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ عالم جس قدر بادشاہ کا مقرب ہوتا ہے اس قدر حق تعالیٰ سے دور ہوتا ہے حضرت وہب ابن منبہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا ہے یہ علماء جو سلاطین کے پاس جاتے ہیں ان کا ضرر مسلمانوں کے واسطے حواریوں کے ضرر سے زیادہ ہے حضرت محمد بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے جو مکھی آدمی کی نجاست پر ہو وہ ان عالموں سے بہتر ہے جو بادشاہ کے در دولت پر ہوں۔

فصل:

اے عزیز جان! تو کہ ان شدتوں کا یہ سبب ہے کہ جو بادشاہ پاس جاتا ہے فعل یا قول یا خاموشی یا اعتقاد کے رو سے گناہ کے خطر میں پڑتا ہے فعل کی رو سے معصیت اس طرح پر ہوتی ہے کہ اکثر بادشاہوں کا گھر مغصوب ہوتا ہے تو وہاں نہ جانا چاہیے اور اگر ﴿ مثلث ﴾ مثلاً جنگل بیابان میں ہوں تو ان کا خیمہ اور فرش حرام ہوگا اس میں جانا اور اس پر پاؤں رکھنا نہ چاہیے اور اگر بالفرض زمین مباح پر بے خیمہ و فرش ہوں تو اگر سر جھکائے گا اور خدمت کرے گا تو ایک ظالم کے سامنے فروتنی کی ہوگی اور یہ امر درست نہیں حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس شخص نے کسی امیر سے اس کی امارت کے واسطے فروتنی کی تو اگرچہ وہ ظالم نہ ہو لیکن اس کا دین ایک حصہ ضائع ہو جائے گا تو سلام کے سوا اور کچھ درست نہیں اس کا ہاتھ چومنا اپنی پیٹھ خم کرنا سر

ہے چپ رہنا درست نہیں اگر خوف کے مارے باز پرس نہ کر سکے گا تو معذور ہے لیکن وہاں بلاضرورت جانے میں معذور نہ رہ سکے گا اس واسطے کہ جہاں معصیت دیکھے اور باز پرس نہ کر سکے وہاں بلاضرورت جانا نہ چاہیے دل اور اعتقاد کی رو سے معصیت اس طور سے ہوتی ہے کہ اس طرف رغبت کرے اسے دوست رکھے اس کی تواضع کا اعتقاد کرے اس کی دولت کو دیکھے اور دنیا کی آرزو پیدا ہو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اے گروہ مہاجرین اہل دنیا کے پاس نہ جاؤ اس واسطے کہ اس روزی پر جھنجھلاؤ گے جو خدا نے تمھیں عنایت کی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے تھے کہ دنیا داروں کے مال پر تم نظر نہ کرو کیونکہ ان کی دنیا کی روشنی ایمان کی حلاوت کو تمہارے دل سے دور کرے گی ان سب باتوں سے معلوم کرنا چاہیے کہ کسی ظالم کے پاس جانے کی اجازت نہیں ہے مگر دو عذر سے ایک یہ کہ بادشاہ کا حکم ہو کہ اگر تو نہ مانے گا تو یہ خوف ہے کہ وہ تجھے ایذا پہنچائے گا اس کا رعب سلطنت جاتا رہے گا اور رعایا دلیر ہو جائے گی دوسرا عذر ہے کہ اپنی دادخواہی یا کسی مسلمان کی سفارش کے واسطے جائے اس کی اجازت ہے بشرطیکہ جھوٹ نہ کہے اور تعریف نہ کرے اور درشتی کے ساتھ نصیحت نہ ترک کرے اور اگر ڈر ہے تو نرمی کے ساتھ نصیحت کرے گو جانے کہ یہ قبول نہ ہوگی بارے جھوٹ بولنے اور تعریف کرنے سے حذر کرے اگر کوئی شخص ایسا ہو جو یہ حیلہ کرے کہ میں تو سفارش کے واسطے جاتا ہوں پھر اگر وہ کام اور کسی کی سعی سے نکل جائے یا اور کسی دوسرے شخص کو بادشاہ کا تقرب حاصل ہو تو غمگین ہوتا ہے یہ بات اس امر کی دلیل ہے کہ وہ دینی ضرورت کے واسطے نہیں جاتا بلکہ طلب جاہ کے لیے جاتا ہے۔

تیسری:

حالت یہ ہے کہ وہ تو بادشاہوں کے پاس نہ جائے مگر بادشاہ اس کے پاس آئیں اس کی شرط یہ ہے کہ وہ جب سلام کریں تو جواب دے اگر تعظیم کے واسطے اٹھ

کھڑا ہوگا تو درست ہے اس واسطے کہ اس کے پاس بادشاہ کے آنے میں علم کی تعظیم ہے اور جس طرح ظلم کرنے سے بادشاہ اہانت کے لائق ہوتا ہے اسی طرح اس نیکی کے سبب سے تکریم کا مستحق ہوتا ہے لیکن اگر عالم نہ اٹھے اور دنیا کی حقارت ظاہر کرے تو اولی ہے مگر یہ کہ اپنی ایذا کا یا رعیت کے دلوں میں بادشاہ کی حشمت اور ہیبت باطل ہونے کا خوف ہو اور جب بیٹھا تو تین طرح کی نصیحت واجب ہوتی ہے ایک یہ کہ اگر بادشاہ کوئی فعل حرام کرتا ہے اور نہیں جانتا کہ یہ حرام ہے تو عالم اس کی حرمت سے آگاہ کردے اور دوسری یہ کہ بادشاہ کوئی کام کرتا ہے اور جانتا ہے کہ یہ کام حرام ہے جیسے ظلم اور فسق تو اس صورت میں اسے ڈرائے اور نصیحت کرے اور کہے کہ میاں دنیا کی لذت یہ لیاقت نہیں رکھتی کہ آخرت کی سلطنت اس سے ضائع ہو یا دین کا نقصان ہو تیسری یہ کہ اگر عالم خلائق کی صلاح وفلاح کی بات جانتا ہے اور بادشاہ اس سے غافل ہے اور امید ہے کہ اگر کہے گا تو بادشاہ مان لے گا تو اسے خبردار کردے یہ تینوں باتیں اس شخص پر واجب ہیں جو بادشاہ کے پاس جاتا ہے بشرطیکہ قبول ہوجانے کی امید ہو اور عالم جب بے پروا اور باعمل ہوگا تو البتہ اس کا قول قبول ہوگا اور اگر دنیا کی طمع رکھتا ہے تو اس کا چپ رہنا مناسب ہے کیونکہ لوگوں کے ہنسنے کے سوا اور کچھ فائدہ نہ ہوگا حضرت مقاتل ابن صالح رحمتہ اللہ تعالی نے کہا ہے کہ میں حضرت حماد بن سلمہ رحمہ اللہ تعالی کے پاس تھا ان کے گھر بھرے میں ایک چٹائی اور چمڑے اور قرآن اور بدھنی کے سوا اور کچھ نہ تھا کسی نے دروازہ پر تھپکی دی پوچھا کون ہے کہا محمد بن سلیمان خلیفہ وقت غرضکہ اندر آیا اور بیٹھا اور پوچھا کہ اس کا کیا سبب ہے' کہ میں جب آپ کو دیکھتا ہوں تو میرے دل میں ہیبت پڑ جاتی ہے حضرت حماد رحمتہ اللہ نے جواب دیا کہ یہ اس سبب سے ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس عالم کو علم سے حق تعالی ہی مقصود ہوتا ہے اس سے ڈرتے ہیں اور جسے دنیا مقصود ہوتی ہے وہ خود سب سے ڈرتا ہے پس خلیفہ نے

چالیس ہزار درہم ان کے سامنے رکھ دیئے اور کہا ان کو کسی کام میں صرف کیجئے کہا جا اس کے مالک کو دے خلیفہ نے قسم کھائی اور کہا کہ میں نے میراث حلال سے یہ پائے ہیں فرمایا مجھے اس کی حاجت نہیں کہا مستحقوں کو تقسیم کر دیجئے فرمایا کہ شاید میں انصاف کی رو سے تقسیم کروں اور کوئی کہے کہ انصاف نہیں دھیان رکھا تو وہ گناہ گار ہو گا میں یہ بھی نہیں چاہتا القصہ وہ درہم نہ لیے اگلے عالموں کی باتیں بادشاہوں کے ساتھ ایسی تھیں جب علماء ان کے پاس جاتے تھے تو یوں جاتے تھے جیسے خلیفہ ہشام ابن عبدالملک کے پاس حضرت طاؤس تشریف لئے گئے۔

حکایت:

خلیفہ ہشام جب مدنیہ منورہ پہنچا تو حکم کیا کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے کسی کو میرے پاس لاؤ لوگوں نے عرض کی کہ سب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتقال فرمایا کہا تابعین میں سے کسی کو بلاؤ حضرت طاؤس کو اس کے پاس لے گئے انھوں نے اندر جا کر جوتا اتارا کہا السلام علیک یا ام اے ہشام تو کیسا ہے ہشام کو بڑا غصہ آیا اور انھیں قتل کر ڈالنے کا قصد کیا لوگوں نے عرض کی یہ حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور یہ شخص اکابر علماء میں سے ہے یہ قصد نہ کر اس نے پوچھا اے طاؤس تم نے یہ کیا دلیری اور گستاخی کی فرمایا میں نے کیا کیا تب تو اسے اور بھی زیادہ غصہ آیا کہا تم نے چار بے ادبیاں کیں ایک یہ کہ جوتا لب فرش اتارا اس کے نزدیک یہ کام برا تھا بلکہ موزہ اور جوتا پہنے ہوئے اس کے سامنے بیٹھنا چاہیے تھا اب بھی ان خلفاء کے گھر میں یہی رسم جاری ہے دوسری یہ کہ مجھے امیر المومنین نہ کہا تیسری یہ کہ میرا نام لے کر پکارا اور میری کنیت نہ کہی یہ بات بھی عرب کے ناپسند تھی چوتھی یہ کہ میرے سامنے بے اجازت بیٹھ گئے اور میرے ہاتھ نہ چومے حضرت طاؤس رحمتہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تیرے سامنے جوتا اتارنے کا یہ سبب ہے کہ ہر روز پانچ بار اس رب العزت کے سامنے جو سب کا مالک ہے جوتا اتار کر جاتا ہوں اور مجھے کبھی نہیں خفا ہوتا اور تجھے

امیر المومنین اس واسطے نہیں کہا کہ تیری امیری سے سب لوگ راضی نہیں ہیں تو جھوٹ بولنے سے میں ڈرا اور نام لے کر جو تجھے پکارا کنیت سے نہ پکارا تو حق تعالے نے اپنے دوستوں کو نام ہی لے کر پکارا ہے جیسے یا داوٗد یا یحیٰ یا عیسیٰ اور اپنے دشمنوں کو کنیت سے یاد فرمایا ہے جیسے ﴿ تبت یدا ابی لھب ﴾ اور تیرے ہاتھ نہ چومنے کا سبب یہ ہے کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میں نے سنا ہے فرمایا کہ کسی کا ہاتھ چومنا درست نہیں مگر اپنی بیوی کا ہاتھ شہوت سے اور اپنے لڑکے کا ہاتھ رحمت سے چومنا درست ہے اور تیرے سامنے جو بیٹھا اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی کسی دوزخی کو دیکھا چاہے اس سے کہہ دو کہ ایسے شخص کو دیکھ لے جو خود بیٹھا ہو اور بندگان خدا اس کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے ہوں یہ باتیں ہشام کو پسند آئیں بولا مجھے نصیحت کیجئے کہا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ دوزخ میں پہاڑ کے برابر سانپ اور اونٹ کے برابر بچھو ہیں یہ ایسے امیر کی راہ دیکھا کرتے ہیں جو رعیت پر عدل نہ کرے یہ فرما کر اٹھے اور چلے گئے۔

حکایت:

خلیفہ سلیمان بن عبدالملک جب مدینہ منورہ پہنچا تو حضرت ابو حازم رحمتہ اللہ تعالیٰ علما کبار میں سے تھے ان کو بلایا اور پوچھا کہ اس کا کیا سبب ہے کہ ہم لوگ موت سے ناخوش ہوتے ہیں فرمایا کہ اس کا سبب یہ ہے کہ تم لوگوں نے دنیا کو آباد کیا ہے اور عقبیٰ کو ویران جب کسی کو آبادی سے ویرانے کی طرف جانا پڑتا ہے تو وہ ناخوش ہوتا ہے پھر پوچھا کہ حق تعالیٰ کے سامنے جب مخلوقات جائے گی تو اسکا کیا حال ہوگا فرمایا نیک آدمی اس شخص کے مانند ہوگا جو سفر سے پھر آیا ہوتا کہ اپنے عزیزوں سے ملے اور بدکار کی مثل اس بھگوڑے غلام کے مانند ہے جس کو زبردستی مالک کے پاس پکڑ لے جائیں بولا کاش مجھے معلوم ہوتا کہ وہاں میرا حال کیسا ہوگا

فرمایا کہ قرآن شریف میں دیکھو تو معلوم ہو جائے حق تعالیٰ نے فرمایا ﴿ ان الابرا رلفی نعیم و ان الفجا رلفی حجیم (۲)﴾ پھر کہا خداوند کریم کی رحمت کہاں ہے فرمایا ﴿ قریب من المحسنین ﴾ یعنی نیک کام کرنے والوں کے قریب ہے سلاطین کے ساتھ علمائے دین کی باتیں ایسی تھیں اور علمائے دنیا کی باتیں ان کے ساتھ دعاء اور ثناء ہے یہ ایسی باتیں تھیں اور علماء دنیا کی باتیں ان کے ساتھ دعاء اور ثناء ہے یہ ایسی باتیں ڈھونڈھا کرتے ہیں جن کے کہنے سے بادشاہ خوش ہوں اور ایسا حیلہ شرعی ڈھونڈھتے ہیں کہ بادشاہوں کی مراد بر آئے اگر نصیحت کرتے ہیں تو یہ مطلب ہوتا ہے کہ اپنے خود عزت حاصل ہو اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر دوسرا شخص وہ نصیحت کرتا ہے تو یہ حسد کرتے ہیں بہر حال ظالموں سے نہ ملنا اور ان کے ساتھ دوستی نہ کرنا اولیٰ ہے اور ان کے دوستوں اور مصاحبوں سے بھی دوستی نہ کرنا چاہیے اگر بے گوشہ گیری اختیار کیے اور دوسروں سے بے قطع محبت کیے کوئی شخص ظالموں کی دوستی نہ چھوڑ سکے تو اس صورت میں گوشہ گیری اختیار کرنا اور تمام سے موافقت چھوڑ دینا چاہیے جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا ہے کہ جب تک میری امت کے علماء امراء سے موافقت نہ کریں گے تب تک میری امت کے لوگ ہمیشہ حق تعالیٰ کی حمایت اور پناہ میں رہیں گے حاصل یہ ہے کہ رعایا کی خرابی بادشاہوں کی خرابی سے اور بادشاہوں کی خرابی علماء کی خرابی سے ہوتی ہے کیونکہ ان کی اصلاح نہیں کرتے اور ان سے انکار نہیں رکھتے۔

فصل:

اگر کوئی بادشاہ کسی عالم کے پاس خیرات بانٹنے کے واسطے مال بھیجے اس صورت میں اگر وہ جانتا ہے کہ اس مال کا کوئی مالک معین ہے تو اسے ہرگز بانٹنا نہ چاہیے بلکہ کہہ دینا چاہیے کہ اس مالک کے حوالہ کرا گر مالک ظاہر نہ ہو تو علماء کے ایک گروہ نے ایسا مال لینے اور بانٹنے کو منع کیا ہے اور ہمارے نزدیک یہ ہے کہ عالم ایسے مال کو

امرائے ظالم سے لے کر خیرات کر دے تا کہ ان کے پاس نہ رہے اور ظلم اور فسق میں صرف نہ ہو اور فقیروں کو راحت بھی حاصل ہو اس واسطے کہ ایسے مال کا حکم یہ کہ تین شرطوں کے ساتھ فقیروں کو دیں۔

پہلی شرط:

یہ ہے کہ اس کے لینے سے بادشاہ اعتقاد نہ کریں کہ مال حلال ہے اس واسطے کہ اگر حلال نہ ہوتا تو عالم نہ لیتا اس صورت میں حرام کا مال پیدا کرنے میں نڈر ہو جائے گا خیرات بانٹنے کی بھلائی سے اس امر میں برائی زیادہ ہے۔

دوسری شرط:

یہ ہے کہ عالم ایسا نہ ہو کہ اور لوگ اس لینے میں تو اس کی اقتدا کریں اور بانٹ دینے سے غافل رہیں جیسا بعضوں نے یہ دلیل پکڑی ہے کہ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ خلفاء کا مال لیتے تھے اور یہ خبر نہیں کہ لے کر تمام مال خیرات کر دیتے تھے۔

حکایت:

حضرت وہب بن منبہ اور حضرت طاؤس رحمہما اللہ تعالیٰ حجاج کے بھائی کے پاس گئے حضرت طاؤس اس کو نصیحت کیا کرتے تھے علی الصباح جاڑا بہت تھا اس کے حکم سے لوگوں نے ایک چادر حضرت طاؤس کے کاندھے پر ڈال دی حضرت طاؤس کرسی پر بیٹھے ہوئے ہل ہل کر باتیں کہہ رہے تھے وہ چادر ان کے کاندھے سے گر پڑی حجاج کے بھائی نے دیکھا اور خفا ہوا جب وہ دونوں باہر تشریف لائے حضرت وہب نے حضرت طاؤس سے کہا کہ اگر یہ چادر لے کر تم فقیر کو دیتے تو بہتر ہوتا اور یہ امیر بھی خفا نہ ہوتا حضرت طاؤس نے کہا کہ مجھے یہ خوف تھا کہ اس امر میں کوئی میری پیروی کر کے امراء کا مال لے اور یہ نہ جانے کہ میں نے لے کر فقیر کو دے دی ہے۔

تیسری شرط:

یہ ہے کہ اس کے دل میں ظالم کی دوستی اس لحاظ سے نہ پیدا ہو جائے کہ بانٹنے کے واسطے اس کے پاس مال بھیجا اس واسطے کہ ظالم کی محبت بہت گناہوں کا سبب ہوتی ہے چرب زبانی اور خوشامد کا سبب ہوتی ہے ظالم کی موت اور معزولی سے رنج و ملال اور اس کی حشمت و حکومت کی زیادتی سے شاداں اور خوشحال ہونے کا سبب ہوتی ہے اس واسطے جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے دعا مانگی کہ بارخدایا کسی فاسق کو یہ قدرت نہ دے کہ وہ میرے ساتھ احسان کرے اس صورت میں میرا دل اس کی طرف رغبت کرے گا آپ نے یہ اس لیے فرمایا کہ محسن کی طرف آدمی کا دل ضرور بالضرور رغبت کرتا ہے اور حق تعالیٰ جل شانہ نے فرمایا ﴿ ولاترکنوا الی الذین ظلوا (۳)﴾.

حکایت:

کسی خلیفہ نے حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ تعالیٰ کے پاس دس ہزار درہم بھیجے انہوں نے سب خیرات کر دیئے آپ ایک درم بھی نہ لیا حضرت محمد واسع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا سچ کہو کہ اس دس ہزار درم بھیجنے سے تمہارے دل میں خلیفہ کی محبت کچھ زیادہ ہوئی کہا ہاں زیادہ ہوئی وہ بولے میں یہی ڈرتا تھا آخر اس مال کی شامت نے تمھارے ساتھ اپنا کام کیا۔

حکایت:

بصرہ میں ایک بزرگ تھے بادشاہ سے مال لے کر خیرات کیا کرتے لوگوں نے اس نے پوچھا کہ کیا تمہیں یہ خوف نہیں ہے کہ بادشاہ کی محبت تمہارے دل میں پیدا ہو جائے گی کہا اگر کوئی میرا ہاتھ پکڑ کر جنت میں بھی لے جائے اور پھر گناہ کرے تو اس کو بھی میں دشمن جانوں گا اور اس شخص کے واسطے دشمن جانوں گا جس نے میرا مسخر کر دیا کہ وہ میرا ہاتھ پکڑ کر جنت میں لے گیا جب کسی کو اپنے دل پر یہ قدرت

حاصل ہوتو بادشاہوں سے مال لے کر تقسیم کرنا اسے درست ہے۔

۱ صلاحیت دے تجھے اللہ اور توفیق خیر دے تجھے اللہ اور دراز کرے اللہ تیری عمر اپنی اطاعت میں

۲ ہر آئینہ نیکوکار جنت میں ہوں گے اور بدکار دوزخ میں ہونگے۔

۳ نہ رغبت کرو تم ان لوگوں کی طرف جنھوں نے ظلم کیا۔

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

پانچویں اصل خلق کے ساتھ حق صحبت ادا کرنے اور عزیزوں ہمسایوں لونڈی غلاموں فقیروں کا حق خدا کے واسطے نگاہ رکھنے کے بیان میں

اے عزیز از جان! اس بات کو جان کہ حق تعالیٰ کی راہ کی منزلوں میں سے دنیا ایک منزل ہے اور سب اس منزل میں مسافر ہیں اور چونکہ سب مسافروں کا مقصد سفر ایک ہے تو سب مسافر بھی گویا ایک ہیں پس چاہیے کہ ان میں محبت اور اتحاد اور یاری ہو اور ایک دوسرے کے حق کو نگاہ رکھیں ان حقوق کی تفصیل ہم تین بابوں میں بیان کرتے ہیں۔

پہلا باب :

دوستی اور برادری جو خدا کے واسطے ہو اس کے بیان میں

اے عزیز جان! تو کہ کسی کے ساتھ للہ دوستی اور برادری کرنا بہترین عبادات اور بزرگ ترین درجات سے ہے جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ جس کی بھلائی چاہتا ہے اس کو اچھا دوست عنایت فرماتا ہے تا کہ وہ اگر خدا کو بھول جائے تو دوست یاد دلا دے اور اگر وہ خدا کی یاد میں ہے تو دوست اس کا یار و مددگار ہے اور فرمایا ہے کہ کوئی دو مومن باہم نہیں ملتے ہیں کہ ایک کو دوسرے سے دین کا فائدہ نہ ہو اور فرمایا ہے کہ جو کوئی کسی کو خدا کی راہ میں اپنا بھائی بنائے گا اس کو بہشت میں ایسا بلند درجہ دیں گے جو اور کسی کام سے حاصل نہ ہو حضرت ابو ادریس خولانی نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں تم کو خدا کے

واسطے دوست رکھتا ہوں انھوں نے کہا تم کو بشارت ہو کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ قیامت کے دن عرش کے گرداگرد کرسیاں بچھائیں گے کچھ لوگ ان پر بیٹھیں گے ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کے مانند تاباں ہوں گے سب لوگ تو ہراس میں ہونگے اور یہ کرسی نشین بے خوف' سب لوگ خوف میں ہونگے یہ مطمئن یہ کرسی نشین لوگ خدا کے دوست ہیں نہ ان کو ڈر ہوگا نہ غم لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ یہ کون لوگ ہیں فرمایا ﴿ المتحابون فی اللہ ﴾ یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو ایک دوسرے کو خدا کے واسطے دوست رکھتے ہیں اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو آدمی باہم للہ دوستی کرتے ہیں تو ان میں اللہ کا بہت پیارا وہ ہوتا ہے جو اپنے دوست کو بہت پیار کرے جناب سرور انبیا علیہ الصلوٰۃ الثنا نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ وہ لوگ میری دوستی کے حقدار ہیں جو میرے واسطے ایک دوسرے کی ملاقات کریں اور میرے لیے ایک دوسرے سے دوستی کریں اور میرے واسطے مال میں ایک دوسرے سے آسانی کریں اور میرے لیے ایک دوسرے کی مددگاری کریں اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ وہ لوگ کہاں ہیں جنھوں نے میرے واسطے باہم دوستی کی تھی تا کہ آج کے دن کہ کہیں خلق کے پناہ لینے کو سایہ نہیں میں ان کو اپنے سایہ میں رکھوں اور جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ نے فرمایا ہے قیامت کے دن کہ کسی کو سایہ نہ ملے گا تو سات آدمی خدا کے سایہ میں ہوں گے۔

ایک:

بادشاہ عادل۔

دوسرا:

وہ جوان جو ابتدائے شباب میں عبادت رب الارباب میں رہا ہو۔

کرلیا ہے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایمان کے باب میں بہت مضبوط دستاویز وہ دوستی اور دشمنی ہے جو خدا کے واسطے ہو حق تعالیٰ نے کسی نبی پر وحی بھیجی کہ یہ زہد جو تو نے اختیار کیا اس سے اپنی راحت حاصل کرنے میں جلدی کی کہ دنیا اور رنج دنیا سے چھوٹا اور میری عبادت میں جو تو مشغول ہوا اس سے اپنی عزت حاصل کی لیکن دیکھ کہ کبھی میرے دوستوں سے دوستی رکھی ہے اور میرے دشمنوں سے دشمنی کی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اگر اہل زمین اور اہل آسمان کی تمام عبادتیں تو بجالائے اور ان عبادتوں میں کسی کی دوستی یا دشمنی میرے واسطے نہ ہو تو وہ سب عبادتیں بے فائدہ ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ گنہگاروں کے ساتھ دشمنی کرنے سے خود کو خدا کا پیارا بناؤ اور ان سے دور رہنے سے خود کو خدا کے نزدیک کرو اور ان پر غصہ کرنے سے خدا کی رضامندی ڈھونڈھو لوگوں نے عرض کی کہ یا روح علیہ السلام اللہ ہم کس کے پاس بیٹھا کریں فرمایا ایسے شخص کے پاس جس کی زیارت سے تمہیں خدا یاد آئے اور جس کی بات تمہارے علم کو بڑھائے اور جس کا کردار تمہیں آخرت کی طرف مائل کرے حق سبحانہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے داؤد آدمیوں سے بھاگ کر تو کیوں تنہا بیٹھا ہے عرض کی کہ بارخدایا تیری دوستی نے خلق کی یاد میرے دل سے بھلا دی اور سب سے میں متنفر ہو گیا ارشاد ہوا کہ اے داؤد ہوشیار رہ اور اپنے واسطے برادر پیدا کر اور جو دین کی راہ میں تیرا مددگار نہ ہو اس سے دور رہا کر کہ وہ تیرا دل سیاہ کرے گا اور مجھ سے تجھے دور کر دے گا جناب سلطان الانبیا علیہ افضل الصلوٰۃ والثنا نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے آدھا برف سے اور آدھا آگ سے بنا ہے وہ کہتا ہے کہ بارخدایا جس طرح تو نے برف اور آگ میں الفت ڈالدی ہے اسی طرح اپنے نیک بندوں کے دلوں میں بھی الفت ڈال دے اور فرمایا ہے کہ جو لوگ خدا کے واسطے باہم دوستی رکھتے ہیں ان کے لیے یاقوت سرخ کا ایک ستون ایستادہ کریں گے

اس کی چوٹی پر ستر ہزار دریچے ہوں گے ان پر سے وہ اہل جنت کو جھک کر دیکھیں گے اور ان کے چہروں کا نور اہل جنت پر اس طرح پڑے گا جس طرح آفتاب کا نور دنیا پر پڑتا ہے اہل جنت کہیں گے کہ چلو چلو ان کو دیکھیں ان لوگوں کے بدن میں سندس کا سبز لباس ہوگا اور ان کی پیشانیوں پر لکھا ہوگا ﴿ المتحابون فی اللہ ﴾ یعنی یہ لوگ خدا کے واسطے باہم دوستی کرنے والے ہیں ابن سماک رحمتہ اللہ تعالیٰ نے موت کے وقت جناب احدیت میں یوں عرض کی کہ بارخدایا تو جانتا ہے کہ میں گناہ کرتے وقت تیرے فرمانبرداروں کو دوست رکھتا تھا اس کام کو میرے گناہوں کا کفارہ کر حضرت مجاہد نے کہا ہے کہ خدا کے واسطے دوستی کرنے والے جب ایک دوسرے کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں تو ان سے اس طرح گناہ جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت سے پتے۔

حق تعالیٰ کے واسطے کون سی دوستی ہے اس کی حقیقت کا بیان

اے عزیز جان! تو کہ وہ دوستی جو مکتب یا سفر یا مدرسہ یا ایک محلّہ میں رہنے سے تجھ کو کسی کے ساتھ پیدا ہوا اور الفت کا سبب ہو جائے وہ اس میں سے نہیں ہے اور اگر کسی ایسے شخص کو تو دوست رکھے جو دیکھنے میں خوبصورت بات کرنے میں شیریں بیان ہو اور دل میں ہلکا ہو تو یہ دوستی بھی اس میں داخل نہیں اور اگر کسی کو اس وجہ سے تو دوست رکھے کہ اس کے سبب سے تجھے کوئی مرتبہ یا مال حاصل ہوا یا اس سے دنیا کا کوئی کام اٹکا ہے تو یہ دوستی بھی اس دوستی میں سے نہیں ہے ایسی دوستیاں تو اس شخص سے بھی ہوتی ہیں جو خدا اور آخرت کا ایمان نہ لایا ہو خدا کے واسطے جو دوستی ہوتی ہے وہ ایمان کے بغیر نہیں ہو سکتی اس کے دو درجے ہیں۔

پہلا درجہ:

یہ ہے کہ کسی کے ساتھ کسی غرض سے جو اس سے متعلق ہے تو دوستی کرے لیکن وہ غرض دین کی ہو اور حق سبحانہ تعالیٰ کے واسطے ہو جیسے تو نے استاد کو اس واسطے دوست رکھا کہ وہ تجھے علم سکھاتا ہے تو اگر علم سے تجھے آخرت مقصود ہے طلب جاہ و مال مقصود نہیں تو یہ دوستی حقیقت میں خدا کی دوستی ہے اور اگر اس علم سے طلب دنیا مقصود ہو تو استاد کے ساتھ جو دوستی ہے وہ خدا کی دوستی میں سے نہیں ہے اور اگر شاگرد کو تو اس واسطے دوست رکھے گا کہ تجھ سے علم سیکھے اور تیری تعلیم سے خدا کی رضامندی اسے حاصل ہو تو یہ دوستی بھی للہ ہے اور جاہ حشمت کے واسطے دوست رکھے گا تو یہ دوستی للہ دوستی میں داخل نہیں ہے اگر وہ شخص جو صدقہ دیتا ہے ایسے شخص کو دوست رکھے جو شرائط کے موافق صدقہ فقیروں کو پہنچا دیتا ہو اور فقیروں کی مہمانی کرتا ہو یا ایسے شخص کو دوست رکھے جو کھانے اچھے پکاتا ہو تو یہ دوستی للہ ہو گی بلکہ اگر ایسے شخص کو دوست رکھے جو اسے روٹی کپڑا دیتا ہے اور عبادت کے واسطے خاطر جمعی کر دیتا ہے تو یہ دوستی بھی للہ ہو گی بشرطیکہ اس سے فراغت عبادت مقصود ہو بہت سے غلاموں اور عابدوں نے اس غرض سے امیروں کے ساتھ دوستی رکھی ہے اور دونوں فریق خدا کے دوستوں میں سے ہیں بلکہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اس وجہ سے دوست رکھے گا کہ اس کو برائی سے بچاتی ہے یا اولاد پیدا ہونے کا سبب ہوتی ہے جو اس کے حق میں دعائے خیر کرے گی تو یہ دوستی بھی للہ ہے اور جو نفقہ اسے دے گا وہ صدقہ کا حکم رکھتا ہے اور اگر نوکر کو ان دو سبب سے دوست رکھے گا۔

ایک:

تو یہ کہ اس کی خدمت کرتا ہے۔

دوسرے:

یہ کہ اس کو عبادت کی فراغت دیتا ہے تو جس قدر محبت فراغت عبادت کی وجہ سے ہے وہ اللہ محبت میں داخل ہے اور اس پر ثواب ملے گا۔

دوسرا درجہ:

جو پہلے درجہ سے بڑا ہے وہ یہ ہے کہ کسی کو محض خدا ہی کے واسطے دوست رکھتا ہو کہ وہ خدا کا فرمانبردار اور دوست دار ہے یا فقط اسی خیال سے دوست رکھتا ہو کہ وہ خدا کا بندہ اور آفریدہ ہے تو یہ دوستی بھی خدا کی دوستی ہے اور اس کا بڑا ثواب ملے گا اس واسطے کہ یہ امر حق تعالیٰ کے ساتھ اس کمال محبت کے سبب سے ہوتا ہے جو عشق کے درجے کو پہنچے مثلاً جب کوئی شخص کسی پر عاشق ہوتا ہے تو معشوق کی گلی اور اس کے محلّہ کو دوست رکھتا ہے اور خانہ یار کی دیوار کو بھی پیار کرتا ہے بلکہ جو کتا معشوق کی گلی میں جاتا ہے اور کتوں سے زیادہ عاشق کو مرغوب ہوتا ہے تو جو اس کے معشوق کو دوست رکھتا ہے یا جسے اس کا معشوق دوست رکھتا ہے اس کو اور معشوق کے فرمانبردار نوکر لونڈی غلام کو اور اس کے قرابت دار کو خواہ نخواہ عاشق دوست رکھے گا اس واسطے کہ جو چیز معشوق سے کچھ بھی نسبت رکھتی ہے اس کی دوستی عاشق کے دل میں سرایت کرتی ہے اور عشق جتنا زیادہ ہوتا ہے اتنی ہی اس کی سرایت اور تاثیر بھی اوروں کے ساتھ جو معشوق کے تابع اور متعلق ہوں زیادہ ہوتی ہے تو جس دل میں خدا کی دوستی عشق کے درجہ کو پہنچی ہو وہ عموماً اس کے سب بندوں کو دوست رکھے گا اور خصوصاً اس کے دوستوں کو اس کی تمام مخلوقات کو اس واسطے دوست رکھے گا کہ جو چیز پیدا ہوئی اپنے محبوب کی قدرت اور صنعت کی نشانی ہے اور عاشق اپنے معشوق کے خط اور اس کی صنعت کو بھی دوست رکھتا ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لوگ جب نیا میوہ حاضر کرتے تو آپ اس میوہ کی تعظیم کرتے اسے اپنی آنکھوں پر رکھتے اور فرماتے کہ اس کا زمانہ حق تعالیٰ سے قریب ہے یعنی یہ صانع حقیقی کی تازہ صنعت ہے اور حق تعالیٰ کی دوستی دو قسم پر ہے۔

ایک:

وہ دوستی جو دنیا اور آخرت کی نعمت کے واسطے ہو۔

دوسری:

وہ جو محض خدا کے واسطے ہو اور کسی چیز کو اس میں دخل نہ ہو یہ بہت بڑی محبت ہے اصل محبت جو چوتھے رکن میں ہے اس میں اس کا بیان آئے گا الغرض خدا کی محبت کی قوت ایمان کی قوت کے موافق ہوتی ہے جس قدر ایمان قوی ہوگا اس قدر محبت بھی قوی ہوگی پھر خدا کے دوستوں اور مقبولوں میں سرایت کرے گی اگر بالفعل ہی کے فائدہ کے واسطے محبت تو انبیاء اولیا جو گذر گئے ہیں ان کی محبت موجود نہ ہوتی حالانکہ ان سب کی دوستی مسلمان کے دل میں ہوتی ہے تو جو شخص علماء سادات صوفیوں زاہدوں کو اور ان کے خادموں اور دوستوں کو دوست رکھے گا یہ دوستی خدا کے واسطے ہو گی مگر جاہ و مال فدا کرنے میں دوستی کی مقدار کا حال کھلتا ہے کسی کا ایمان دوستی اتنا قوی ہوتا ہے کہ تمام مال ایک ہی بار دے ڈالے جیسے امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوئی ایسا ہوتا ہے کہ نصف مال دے جیسے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوئی ایسا ہوتا ہے کہ تھوڑا ہی مال دے کسی مومن کا دل اس اصل دوستی سے خالی نہ ہوگا اگرچہ کم ہی سہی۔

خدا کے واسطے کون سی دشمنی ہوتی ہے اس کا بیان:

اے عزیز جان! تو کہ جو شخص حق تعالیٰ کے فرمانبرداروں سے اللہ دوستی رکھے گا وہ کافروں اور ظالموں اور گنہگاروں اور فاسقوں سے خاہ نخواہ دشمنی رکھے گا اس واسطے کہ جب کوئی کسی کے ساتھ دوستی رکھتا ہے تو اس کے دوست سے دوستی اور اس کے دشمن سے دشمنی رکھتا ہے اور حق تعالیٰ ان لوگوں سے یعنی کافروں وغیرہ سے دشمنی رکھتا ہے تو اگر کوئی مسلمان فاسق ہو تو چاہیے کہ اسلام کے سبب سے اس سے دوستی رکھے اور فسق کی باعث سے اس سے ناراض رہے دوستی کو دشمنی کے ساتھ ملائے جس طرح کوئی کسی کے ایک بیٹے کو خلعت دے اور دوسرے بیٹے پر ظلم کرے تو وہ ایک

وجہ سے اسے دوست رکھتا ہے اور ایک وجہ سے دشمن۔ یہ بات محال نہیں ہے اس لیے کہ اگر کسی شخص کے تین بیٹے ہوں ایک ہوشیار اور فرمانبردار اور دوسرا احمق اور نافرمان تیسرا احمق اور فرمانبردار تو وہ پہلے بیٹے کو دوست رکھے گا دوسرے کو دشمن تیسرے کو ایک وجہ سے دوست رکھے گا ایک وجہ سے دشمن اس کی تاثیر معاملہ میں ظاہر ہوتی ہے کہ ایک کی توقیر کرتا ہے دوسرے کی تحقیر اور تیسرے کی کچھ توقیر کرتا ہے کچھ تحقیر الغرض جو خدا کی نافرمانبرداری کرتا ہے اسے ایسا سمجھنا چاہیے جیسے کوئی تیری نافرمانی کرے اور تو مخالفت کی قدر اس سے دشمنی رکھے اور موافقت و اطاعت کی قدر دوستی چاہیے کہ اس کا اثر باہم معاملہ کرنے اور صحبت رکھنے اور کلام کرنے میں ظاہر ہو حتی کہ گنہگار سے تو رکا رہے اور سخت کلامی کرے اور جس کا فسق بہت زیادہ ہو اس سے بہت رکا رہے اور جب اس کا فسق حد سے بڑھ جائے تو سکوت اختیار کرکے اس سے منھ پھیر لے ظالم کے بارہ میں فاسق سے زیادہ مبالغہ اور تشدد کرنا چاہیے مگر جس نے مخصوص تیرے ہی باب میں ظلم کیا ہو اسے عفو کرنا اور سہنا اولی ہے اس بارہ میں اگلے بزرگوں کی مختلف عادتیں تھیں بعض دین کی مضبوطی اور سیاست شرع کی وجہ سے بہت سختی کرتے تھے اسی سبب سے حضرت امام احمد حنبل رحمتہ اللہ تعالی حارث محاسبی پر خفا ہوئے کہ انھوں نے علم کلام میں ایک کتاب تصنیف کرکے معتزلہ کی رد میں لکھی تھی اور کہا کہ اس کتاب میں تو نے پہلے معتزلہ کے شبہے بیان کیے ہیں پھر ان کا جواب دیا ہے شاید کوئی ان شبہوں کو پڑھے اور اس کے دل میں جم جائیں اور جب یحیٰی بن معین نے کہا کہ میں کسی سے کچھ نہیں چاہتا اگر بادشاہ مجھے کچھ دے تو لونگا تو اس سے بھی خفا ہوئے اور بات کرنا چھوڑ دی اور انھوں نے عذر خواہی کی اور کہا کہ میں ٹھٹھول کرتا تھا فرمایا حلال روزی کا کھانا دین میں سے ہے اور دین میں ٹھٹھول نہیں کرتے ہیں اور بعضوں نے سبھوں کو چشم رحمت سے دیکھا ہے اور یہ نیت بدلتی رہتی ہے اس واسطے کہ جس نظر توحید پر ہوتی ہے وہ خدا کے قبضہ

قہر میں تمام کو مضطر دیکھتا ہے اور ان پر رحم کرتا ہے یہ بڑی بات ہے لیکن اس میں گنجائش ہے کہ احمق لوگ دھوکا کھائیں اس واسطے کہ کوئی ایسا ہوگا کہ اس کے دل میں سہل گیری ہو اور وہ سمجھے کہ توحید ہے اور توحید کی علامت یہ ہے کہ اس کو ماریں یا اس کا مال چھین لیں اور اہانت کریں یا گالیاں دیں تو اگر یہ سمجھتا ہے کہ یہ سب خدا کی طرف سے ہے اور خلق کو اس میں کچھ اختیار نہیں تو خفا نہ ہو اور شفقت کی نظر سے دیکھے جیسا کہ جب حضرت سلطان الانبیا علیہ الصلوٰۃ والثنا کا وندان مبارک کافروں نے شہید کیا اور چہرہ نورانی پر خون بہنے لگا تو آپ یہ دعا مانگتے تھے ﴿ اللھم اھد قومی فانھم لایعلمون (۱)﴾ لیکن جب کوئی شخص اپنے واسطے تو خفا ہو اور خدا کے معاملہ میں چپکا ہو رہے تو اس کو سہل گیری اور نفاق اور حماقت کہنا چاہیے یہ توحید نہیں ہے پس جس پر توحید ایسی غالب نہ ہو اور فاسق کو فس کے سبب سے اپنے دل میں دشمن نہ ٹھہرے تو یہ اس کے ضعف ایمان اور فاسق کے ساتھ دوستی کی دلیل ہے جیسے کسی شخص نے تیرے دوست کو برا کہا اور تو اس سے خفا ہوا تو معلوم ہوا کہ تیری دوستی کچھ اصل نہیں رکھتی۔

فصل:

اے عزیز جان! تو کہ خدا کے مخالفوں کے درجے مختلف ہوتے ہیں اور غصہ اور تشدد جو ان لوگوں کے ساتھ کرنا چاہیے وہ بھی متفاوت ہوا کرتا ہے پہلا درجہ کافروں کا ہے یہ اگر حربی ہوں تو ان کے ساتھ دشمنی فرض ہے اور ان کے ساتھ معاملہ یہ ہے کہ ان کی تحقیر کریں تکریم نہ کریں چلنے میں ان کی راہ تنگ کریں ان کے ساتھ دوستی رکھنا نہایت مکروہ ہے شاید حرمت کے درجے کو پہنچے حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ﴿ لاتجد قوما یومنون باللہ و الیوم الاخر یوادون من حاداللہ و رسولہ ﴾ یعنی جو لوگ خدا اور روز قیامت کا ایمان لائے وہ خدا کے دشمنوں کے ساتھ دوستی نہ رکھیں گے لیکن ان پر بھروسا کرنا اور ان کو عامل اور حاکم کر کے مسلمانوں پر مسلط

کرنا اہانت اسلام اور گناہ کبیرہ ہے۔

تیسرا درجہ:

بدعتی کا ہے جو خلق کو بدعت کی طرف بلائے اس کے ساتھ بھی دشمنی ظاہر کرنا ضروریات سے ہے تا کہ خلق کو اس سے نفرت ہو اولیٰ یہ ہے کہ نہ اسے سلام کریں نہ منھ لگائیں نہ اس کو سلام کا جواب دیں اس واسطے کہ جب وہ بلائے گا اور لوگ متوجہ ہوں گے تو اس کا شر و فساد پھیل جائے گا لیکن اگر عامی ہو اور لوگوں کو نہ بلائے تو اس کا کام بہت سہل ہو گا۔

چوتھا درجہ:

اس گناہ والے کا ہے جس گناہ میں خلق کو رنج ہو جیسے ظلم اور جھوٹی گواہی دینا اور طرف داری کے ساتھ حکم کرنا شعر میں ہجو کرنا غیبت کرنا لوگوں میں فساد ڈالنا ان لوگوں سے اعراض کرنا اور ان کے ساتھ سختی کرنا بہت اچھی بات ہے اور ان کے ساتھ دوستی کرنا نہایت مکروہ ہے اور ظاہراً حرام نہیں ہے اس واسطے کہ یہ حکم نہیں ہوا۔

پانچواں درجہ:

اس شخص کا ہے جو شراب پینے اور فسق کرنے میں مشغول ہو اور کسی کو اس سے رنج و اذیت نہ ہو اس کا کام بہت آسان ہے اس کے ساتھ نرمی اور نصیحت اولیٰ ہے بشرطیکہ قبول ہونے کی امید ہو ورنہ اعراض اولیٰ تر ہے مگر اس کے سلام کا جواب دینا چاہیے اور اس پر لعنت نہ کرنا چاہیے ایک شخص نے جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ کے زمانے میں کئی بار شراب پی اس کو حد ماری گئی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے ایک شخص نے اس پر لعنت کی اور کہا کہ اس کا فساد کب تک رہے گا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان صحابی کو منع کیا اور فرمایا کہ اس کا دشمن شیطان بس ہے تو تو شیطان کا مددگار نہ ہو جا۔

دوسرا باب

صحبت کے حقوق اور شرائط کے بیان میں

اے عزیز جان! تو کہ ہر ایک آدمی صحبت اور دوستی کے قابل نہیں ہے بلکہ ایسے شخص کی صحبت رکھنا چاہیے جس میں تین خصلتیں ہوں ایک یہ کہ عقل مند ہو اس واسطے کہ احمق کی صحبت میں کچھ فائدہ نہیں آخر کو بے لطفی ہو جاتی ہے اس واسطے کہ احمق جب تیرے ساتھ بھلائی کیا چاہے تو ممکن ہے کہ حماقت سے ایسا کام کر بیٹھے جو تیری برائی کا سبب ہو جائے اور وہ نہ جانے بزرگوں نے کہا ہے کہ احمق سے دور رہنا ثواب ہے اور احمق کے منہ پر نظر ڈالنا گناہ ہے احمق وہ ہے جو کاموں کی حقیقت کو نہ پہچانے اگر اس سے بیان کریں تو بھی نہ سمجھے۔

دوسری خصلت:

یہ ہے کہ نیک خلق ہو کیونکہ بدخو سے سلامتی کی امید نہیں ہوتی جب اس کی خوے بدجنبش کرے گی تو تیرا حق بالائے طاق رکھے گا اور کچھ باک نہ کرے گا۔

تیسری خصلت:

یہ ہے کہ صلاحیت کے ساتھ ہو اس واسطے کہ جو شخص گناہ پر مصر ہوتا ہے خدا سے نہیں ڈرتا اور جو شخص خدا سے نہیں ڈرتا اس پر اعتماد کرنا نہ چاہیے حق جل شانہ نے ارشاد فرمایا ہے ﴿ ولاتطع من اغفلنا قبله عن ذكرنا واتبع هواه ﴾ یعنی ایسے شخص کی اطاعت نہ کر جس کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کیا ہے اور وہ اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اگر بدعتی ہو تو اس سے دور رہنا چاہیے اس واسطے کہ اس کی بدعت کی شامت دوسرے میں اثر کرتی ہے اور کوئی بدعت اس بدعت سے برتر نہیں ہے جواب ہوئی ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ خدا کے بندوں کو روکنا اور فسق اور معصیت سے انھیں باز رکھنا کچھ ضروری نہیں ہے اس واسطے کہ ہمیں خلائق کے ساتھ دشمنی نہیں اور ان پر ہم حاکم نہیں یہ بات اباحت (۲) کا تخم اور زندقہ (۳) کی

اصل ہے اور بڑی بدعت ہے ایسے لوگوں سے خلط ملط ہرگز نہ رکھنا چاہیے کہ یہ بات خواہش نفس کے موافق ہے شیطان اس کی مدد کر کے اس بات کو اس کے دل میں آراستہ کر دے گا اور چند روز میں صریح اباحتی بنا دے گا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ پانچ آدمیوں کی صحبت سے حذر کر ایک جھوٹا کہ اس سے تو ہمیشہ فریب کھائے گا دوسرا احمق کہ وہ جب نفع پہنچانا چاہے گا ضرر پہنچ جائے گا اور بے خبر رہے گا تیسرا بخیل کہ عین وقت پر دوستی چھوڑ دے گا چوتھا بزدل کہ ضرورت کے وقت تجھے چھوڑ دے گا پانچواں فاسق کہ ایک لقمہ پر یا اس سے بھی کم پر تجھے بیچ ڈالے گا لوگوں نے پوچھا لقمہ سے کمتر کیا ہے فرمایا لقمہ کی طمع۔ حضرت جنید قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ عالم بدخو کی دوستی سے فاسق خوشخو کی دوستی مجھے پسند ہے اے عزیز جان! تو کہ یہ سب خصلتیں بہت کم جمع ہوتی ہیں تجھے چاہیے کہ صحبت کی غرض کو پہچان اگر فقط انس و محبت تجھے مقصود ہے تو اچھے اخلاق ڈھونڈھ اور اگر دین مقصود ہے تو علم و عمل ڈھونڈھ اگر دنیا مطلوب ہے تو سخاوت و کرم تلاش کر ہر ایک کی ایک شرط ہے اے عزیز جان! تو کہ خلق تین قسم کی ہے بعض لوگ غذا کے مانند ہیں کہ ان سے آدمی کو چارہ نہیں اور بعض دوا کے مثل ہیں کہ کبھی کبھی ان کی احتیاج پڑتی ہے اور بعض بیماری کے ایسے ہیں کہ ان کی کبھی احتیاج نہیں ہوتی لیکن لوگ ان میں پھنس جاتے ہیں تو تدبیر کرنا چاہیے تا کہ نجات پائیں غرضیکہ ایسے شخص کے ساتھ صحبت رکھنا چاہیے کہ اسے تجھ سے یا تجھ کو اس سے دینی فائدہ ہو۔

صحبت اور محبت کے حقوق کا بیان

اے عزیز جان! تو کہ جب برادری اور صحبت کا عقد بندھ گیا تو وہ عقد نکاح کے مثل ہے اور اس کے حقوق ہیں جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا ہے کہ دو بھائیوں کی مثال دو ہاتھوں کی سی ہے کہ ایک دوسرے کو دھوتا ہے اور یہ حقوق دس قسم کے ہیں۔

پہلی قسم:

مال میں ہے اور یہ بزرگ ترین درجہ ہے کہ اپنے دوست بھائی کے حق کو مقدم کرے اور اپنا حصہ اسے دے دے جیسا قرآن شریف میں انصار کے حق میں آیا ہے ﴿ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ﴾

دوسرا:

امر یہ ہے کہ دوست بھائی کو اپنے مثل سمجھے اپنے اور اس کے درمیان مال کو مشترک جانے اخیر کا درجہ یہ ہے کہ اسے اپنا غلام اور خادم جانے جو چیز اپنی حاجت سے زیادہ ہو اسے بے مانگے دے اگر اسے سوال کی حاجت پڑے تو دوستی کے درجہ سے نکل گیا کیونکہ اس کے دل میں دوست بھائی کی غم خواری نہ رہی اور یہ صحبت بطور عادت ہے اس کی کیا حقیقت ہے عتبۃ الغلام کا ایک دوست تھا کہا مجھے چار ہزار درہم کی احتیاج ہے بولا اچھا آؤ دو ہزار لے لو اس نے منہ پھیر لیا اور کہا تجھے غیرت نہیں کہ اللہ دوستی کا دعوے کرتا ہے پھر دنیا کو اس پر ترجیح دیتا ہے۔

حکایت:

کسی بادشاہ کے سامنے صوفیہ صافیہ کے ایک گروہ کے حق میں لوگوں نے غمازی کی سب صوفیوں کے قتل کے واسطے تلوار کھینچی گئی ان میں حضرت ابوالحسن نوری قدس سرہ بھی تھے آگے بڑھے کہ پہلے مجھے قتل کریں بادشاہ نے پوچھا تم آگے کیوں بڑھے کہا یہ سب صوفی میرے دوست بھائی ہیں میں نے چاہا کہ ایک ساعت پہلے ان پر سے جان نثار کروں بادشاہ نے کہا سبحان اللہ جو لوگ ایسے بامروت ہوں انھیں قتل کرنا درست نہیں ہے اور تمام کو رہا کر دیا فتح موصلی قدس سرہ اپنے ایک دوست کے گھر گئے وہ گھر میں نہ تھا اس کی لونڈی سے کہا کہ اپنے مالک کا صندوقچہ لاوہ لائی جو کچھ درکار تھا صندوقچہ میں سے لے لیا جب وہ دوست اپنے گھر آیا اور یہ ماجرا سنا تو خوشی کے مارے اس لونڈی کو آزاد کر دیا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر

ایک شخص کہنے لگا کہ میں چاہتا ہوں کہ تمھارے ساتھ دوستی اور برادری کروں انھوں نے کہا کہ تجھے برادری کا حق بھی معلوم ہے بولا نہیں کہا حق یہ ہے کہ تو اپنے سونے چاندی میں مجھ سے زیادہ حق دار نہ رہے کہا میں ابھی اس درجہ کو نہیں پہنچا ہوں فرمایا کہ بس چل دے کہ یہ کام تجھ سے نہ ہو سکے گا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کسی نے بھونی سری بھیجی انھوں نے کہا میرا فلانا دوست بہت محتاج ہے اس کو دنیا اولیٰ ہے اور اس سری کو اس کے پاس بھیجا اس نے دوسرے کے پاس دوسرے نے تیسرے کے پاس بھیج دی غرضیکہ کئی جگہ پھر پھرا کر پہلے ہی دوست کے پاس آئی مسروق اور خیثمہ رحمہما اللہ تعالیٰ میں دوستی تھی اور ہر ایک قرض دار تھا ایک نے دوسرے کا قرض اس طرح ادا کیا کہ اسے خبر بھی نہ ہوئی امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ بیس درہم جو کسی دوست کے واسطے صرف کروں وہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ سو درہم کسی فقیر کو دوں جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ نے کسی جنگل میں جا کر دو مسواکیں کھودیں ایک ٹیڑھی تھی دوسری سیدھی ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے ساتھ تھے سیدھی مسواک آپ نے ان کو عنایت فرمائی اور ٹیڑھی آپ نے لی انھوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ یہ مسواک بہتر ہے اولیٰ یہ ہے کہ اسے آپ لیں آپ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص کسی کے ساتھ گھڑی بھر صحبت رکھتا ہے تو قیامت کے دن اس سے سوال ہوگا کہ حق صحبت بجالایا یا ضائع کیا آپ کا یہ فرمانا اس طرف اشارہ ہے کہ حق صحبت یہ ہے کہ آدمی اپنے کام کی چیز دوسرے کو دے دے اور جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب دو آدمی باہم صحبت رکھتے ہیں تو ان دونوں میں خدا کا بڑا دوست وہ ہے جو دوسرے کا بڑا رفیق اور شفیق ہو۔

دوسری قسم:

یہ قسم ہے کہ سب کاموں میں خواہش اور استدعا کے پہلے یاری اور مددگاری

کرے شادمانی اور کشادہ پیشانی کے ساتھ دوست کی خدمت گزاری کرے اگلے بزرگوں کی عادت یہ تھی کہ ہر روز اپنے دوستوں کے دروازے پر جا کر گھر والوں سے پوچھتے کہ کیا کرتے ہو لکڑی آٹا تیل نمک ہے یا نہیں دوستوں کے کام کو اپنے کام کی طرح اہم اور ضروری جانتے تھے اور جب کام کرتے تو خود ممنون ہوتے حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دینی بھائی بیوی لڑکوں سے زیادہ مجھے زیادہ عزیز ہیں اس واسطے کہ یہ دین یاد دلاتے ہیں اور زن وفرزند دنیا یاد دلاتے ہیں عطار حمتہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ تین دن کے بعد اپنے دوستوں کی خبر لو اگر بیمار ہوں تو عیادت کرو اگر کسی کام میں ہوں تو مدد کرو اگر بھول گئے ہوں تو یاد دلا دو حضرت جعفر ابن محمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ دشمن جب تک مجھ سے بے پروانہ ہو جائے تب تک میں اس کی حاجت روائی میں جلدی کیا کرتا ہوں تو دوست کے حق میں کیا کروں اگلے بزرگوں میں ایک بزرگ تھے انھوں نے اپنے دوست کی وفات کے بعد چالیس برس تک حق صحبت کی رعایت سے اس کی بیوی لڑکوں کی خدمت کی

-

تیسری قسم:

زبان سے متعلق ہے کہ اپنے بھائیوں کے حق میں اچھی بات کہے اور ان کے عیبوں کو چھپائے اگر کوئی ان کے پیٹھ پیچھے ان کا ذکر کرے تو اس کا جواب دے اور یہ سمجھے کہ وہ دیوار کے پیچھے سن رہا ہے جس طرح اپنے پیٹھ پیچھے اس کا رہنا چاہتا ہے اسی طرح اس کے پیٹھ پیچھے خود بھی رہے چرب زبانی نہ کرے جب وہ اس سے کچھ کہے تو مان لے تکرار نہ کرے اس کا راز فاش نہ کرے گو کہ اس سے انقطاع ہو چکا ہو کیونکہ یہ امر بد طینتی سے ہوتا ہے اس کے زن وفرزند اور احباب کی غیبت نہ کرے اگر کسی نے اس کی شکایت کی ہو تو اس سے بیان نہ کرے اس واسطے کہ اگر کہے گا تو اسے رنج دے گا اگر لوگ اس کی تعریف کریں تو اس سے نہ چھپائے اس واسطے یہ

میں تیرے حق سے نہ گزرے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند عبداللہ نضض سے کہا کہ امیر المومنین حضرت عمر نضض نے تجھے اپنا مقرب کیا ہے اور بوڑھوں پر ترجیح دی ہے خبردار پانچ باتیں یاد رکھنا ایک ان کے راز کو افشا نہ کرنا دوسرے ان کے سامنے کسی کی غیبت نہ کرنا تیسرے ان سے کوئی جھوٹ بات نہ کہنا چوتھے ان کے حکم کے خلاف نہ کرنا پانچویں وہ تجھ سے ہرگز کوئی خیانت نہ دیکھنے پائیں۔ اے عزیز جان! تو کہ کوئی چیز دوستی میں اتنا فساد اور خلل نہیں ڈالتی جتنا مناظرہ اور خلاف خلل ڈالتا ہے دوست کی بات کو رد کیا تو اس کے یہ معنی ہیں کہ گویا اس کو احمق اور جاہل کہا اور خود عاقل اور فاضل سمجھا اس سے تکبر کیا چشم حقارت سے دیکھا یہ باتیں دشمنی سے ملی ہوئی ہیں دوستی سے نہیں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم اپنے بھائی کے کلام میں خلاف نہ کرو اس سے ٹھٹھول نہ کرو اس کے ساتھ وعدہ خلافی نہ کرو بزرگوں نے کہا ہے کہ اگر تو نے اپنے برادر سے کہا چل اس نے کہا کہاں تک تو وہ صحبت کے قابل نہیں بلکہ چاہیے کہ فوراً اٹھ کھڑا ہو اور کچھ نہ پوچھے حضرت ابوسلیمان دارانی رحمتہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ میرا ایک دوست تھا میں جو کچھ اس سے مانگتا وہ دے دیتا ایک بار میں نے اس سے کہا کہ فلانی چیز کی مجھے ضرورت ہے اس نے کہا کس قدر درکار ہے پس اس کی دوستی کی حلاوت میرے دل سے جاتی رہی دوستی کا نباہ اس امر میں موافقت کرنے سے ہوتا ہے جس میں موافقت کر سکیں۔

چوتھی قسم:

یہ ہے کہ زبان سے شفقت اور محبت ظاہر کرے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ﴿ اذا احب احدکم اخاہ فلیخبرہ ﴾ یعنی جب کوئی کسی کو دوست رکھے تو اسے خبر کر دے آپ نے اس واسطے فرمایا ہے تا کہ اس دل میں بھی محبت پیدا ہو اس صورت میں دوسرے کی طرف سے دوستی محبت ہو گی چاہیے کہ اس کی تمام احوال پرسی کرے رنج و راحت میں اس کا شریک رہے اس کے رنج کو اپنا

رنج اس کی خوشی کو اپنی خوشی جانے جب اسے پکارے تو اچھے نام کے ساتھ اگر اس کا کچھ خطاب ہے تو اسی سے پکارے کہ وہ اسے بہت دوست رکھتا ہوگا امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ برادر کی دوستی تین چیزوں سے مضبوط ہوتی ہے ایک تو یہ کہ اسے اچھے نام سے پکارا کر دوسرے یہ کہ پہلے خود اسے سلام کیا کر تیسرے یہ کہ پہلے اسے بٹھا لا کر از انجملہ یہ بھی ہے کہ پیٹھ پیچھے اس کی ایسی تعریف کر جو اسے پسند ہو اسی طرح اس کے بیوی لڑکوں اور متعلقوں کو بھی تعریف کر ایسے کام سے دوستی بہت مضبوط ہوتی ہے اور وہ جو احسان کرے اس کا شکر کر امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے برادر کی نیک نیتی پر شکر نہ کرے گا وہ نیک کام پر بھی شکر نہ کرے گا اور چاہیے کہ اس کے پیٹھ پیچھے اس کی مدد کرے جو شخص اس پر طعن کرتا ہے اس کے کلام کو رد کرے اور دوست کو اپنے مانند جانے جس کسی کے سامنے برائی کے ساتھ اس کے دوست کا ذکر آئے اور وہ چپ ہو رہے تو یہ امر ایسا ہے کہ گویا دوست کو پٹتے دیکھا اور مدد نہ کی اور چپ ہو رہا بلکہ بات کا گھاؤ بہت کاری ہوتا ہے کسی کا قول ہے کہ جب کسی نے میرے دوست کے پیٹھ پیچھے اس کا ذکر کیا تو میں نے فرض کر لیا کہ وہ دوست موجود ہے اور سنتا ہے تو ایسا ہی جواب دیا جسے میں نے چاہا کہ وہ دوست سنے حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو بیلوں کو دیکھا کہ زمین پر بندھے ہوئے ہیں جب ایک اٹھا تو دوسرا بھی اٹھا یہ دیکھ کر آپ بے اختیار روئے اور فرمایا کہ برادران دینی بھی ایسے ہی ہوتے ہیں کہ کھڑے ہونے اور چلنے میں ایک دوسرے کی متابعت کرتے ہیں۔

پانچویں قسم:

یہ ہے کہ علم دین میں سے جو اسے ضرور ہو سکھا دے اس واسطے کہ اپنے بھائی کو دوزخ کی آگ سے بچانا دنیا کے رنج والم سے چھڑانے کی بہ نسبت اولیٰ ہے اگر علم سیکھنے کے بعد اس پر عمل نہ کرے تو اس کو نصیحت کرے اور خدا سے ڈرائے مگر چاہیے

کہ یہ نصیحت تنہائی میں ہوتا کہ مہربانی کی دلیل ہو اس واسطے کہ برملا نصیحت کرنے میں رسوائی ہے اور جو کچھ کہنا ہے نرمی سے کہے سختی سے نہیں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ﴿ المومن مرآۃ المومن ﴾ یعنی مسلمان مسلمان کا آئینہ ہوتا ہے اس سے یہ مراد ہے کہ اپنے عیب ونقصان کو ایک دوسرے سے معلوم کرے اور جب تیرے بردار نے مہربانی سے تنہائی میں تیرا عیب کہا تو چاہیے کہ تو اس کا احسان مان اور خفا نہ ہو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص تجھے اطلاع کرے کہ تیرے کپڑے کے اندر سانپ یا بچھو ہے تو تو اس سے خفا نہ ہوگا بلکہ اس کا احسان مانے گا سب برے اخلاق آدمی میں سانپ بچھو کے مانند ہیں مگر ان کا زخم قبر میں ظاہر ہوتا ہے اور ان کا زخم روح پر ہوتا ہے وہ اس جہاں کے سانپ بچھو سے زیادہ موذی ہیں اس واسطے کہ ان کا زخم بدن پر ہوتا ہے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ اس پر خدا کی رحمت ہو جو میرے عیب کو میرے سامنے ہدیہ لائے جب حضرت سلمان حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئے تو فرمایا اے سلمان سچ سچ بتاؤ میرا وہ احوال جو تمہیں برا معلوم ہو تم نے کیا دیکھا اور کیا سنا انھوں نے کہا کہ مجھے اس امر سے معاف رکھیے فرمایا ضرور بیان کرو جب بہت اطاح کیا تو حضرت سلمان نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ ایک وقت میں آپ کے دستر خوان پر دو طرح کا کھانا ہوتا ہے اور آپ کے پیراہن دو ہیں ایک دن کا اور ایک رات کا آپ نے فرمایا کہ یہ دونوں باتیں نہیں ہیں اور کچھ سنا ہے کہا نہیں حذیفہ مرعشی نے یوسف اسباط رحمہا اللہ تعالیٰ کو نامہ لکھا کہ میں نے سنا ہے کہ تو نے اپنا دین دو جبوں کو بیچ ڈالا یعنی بازار میں کسی چیز کی تو نے خریداری کی مالک نے کہا کہ یہ چیز ایک دانگ کو ہے تو نے کہا تین طسوج یعنی دو جبہ کو دے اس نے اس واسطے دیدی کہ تجھے پہچانتا تھا تو اس نے یہ مسامحت اور رعایت تیری دین داری اور پرہیز گاری کے سبب سے کی غفلت کا نقاب سر سے اتار اور خواب غفلت سے بیدار ہو۔ اے عزیز

نے جواب دیا کہ تمہیں سردار پر حکومت نہیں پہنچتی ہے تم فرمانبردار ہو ایک رات مینھ برسنے لگا صبح تک میرے اوپر کمبل تانے کھڑے رہے تا کہ مجھ پر مینھ نہ پڑے جب میں گفتگو کرتا تو کہتے میں سردار ہوں تم فرمانبردار ہو میں اپنے دل میں کہتا کہ کاش میں انھیں سردار نہ بناتا۔

چھٹی قسم:

جو بھول چوک اور قصور ہو جائے اسے بخش دینا ہے بزرگوں نے کہا کہ اگر کوئی بھائی تیرا قصور کرے تو ستر طرح کی عذر خواہی تو اپنی طرف سے کر اگر نفس نہ قبول کرے تو اپنے دل سے کہہ کہ تو نہایت بدخو اور بد ذات ہے کہ تیرے بھائی نے ستر عذر کیے اور تو نہ مانا اگر وہ قصور ایسا ہے جس میں گناہ ہو تو اس کو نرمی سے نصیحت کرتا کہ چھوڑ دے اگر اس پر وہ اصرار نہیں کرتا ہے تو تو خود نادان اور انجان بن جا اور اگر اصرار کرتا ہے تو اس کو نصیحت کر اگر نصیحت سودمند نہ ہو تو اس مسئلہ میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اختلاف ہے کہ پھر کیا کرنا چاہیے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ اس سے قطع محبت کرنا چاہیے کیوں کہ پہلے جب للہ دوستی کی تو اب بھی خدا ہی کے واسطے اسے دشمن بنا حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ایک گروہ نے کہا ہے کہ قطع محبت نہ کرنا چاہیے اس واسطے کہ امید ہے کہ اس گناہ سے وہ پھر جائے لیکن ایسے شخص سے ابتداء دوستی کرنا نہ چاہیے جب محبت کر چکے تو قطع الفت نہ کرنا چاہیے حضرت ابراہیم نخعی رحمتہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ بھائی کو کوئی گناہ کرنے کے سبب چھوڑ نہ دے اس واسطے کہ شاید آج کرتا ہے کل نہ کرے اور حدیث شریف میں ہے کہ عالم کی خطا سے حذر کرو اس سے قطع عقیدت اور ترک محبت نہ کرو امید ہے کہ اس گناہ سے جلد باز آئے۔

حکایت:

بزرگان دین میں دو دوست بھائی تھے ان میں سے ایک خواہش نفسانی کے سبب سے کسی آدمی پر عاشق ہوگیا اور اپنے دوست سے کہا میرا دل بیمار ہوا ہے مجھے عشق کا آزار ہوا ہے تیرا جی چاہے تو عقد اخوت چھوڑ دے رشتہ محبت توڑ دے اس نے کہا معاذ اللہ میں ایک گناہ کے سبب سے تیری دوستی چھوڑوں ﴿لا حول ولا قوۃ الا باللہ﴾ ایک مرض عشق کی وجہ سے رشتہ محبت توڑوں اور عزم بالجزم کرلیا کہ میرے دوست کو شافی برحق اس مرض سے جب تک شفا نہ عنایت کرے گا نہ کھانا کھاؤں گا نہ پانی پیوں گا بالکل فاقہ کروں گا چالیس دن نہ کچھ کھایا نہ پیا پھر پوچھا کہ کیا حال ہے کہا وہی حال وہی اندوہ وملال ہے پھر آب و دانہ سے صبر کیا اور دبلا ہونے لگا یہاں تک کہ اس دوست نے آکر کہا کہ اب فضل خدا ہوا اور میرا دل عشق سے ٹھنڈا ہوا تب اس دوست صادق نے کھانا کھایا اور شکر خدا بجالایا ایک شخص سے لوگوں نے کہا کہ تیرا برادر دین داری چھوڑ کر معصیت میں پڑا ہے تو اس سے دوستی کیوں نہیں چھوڑ دیتا اس نے جواب دیا کہ آج اسے برادر کی بڑی ضرورت ہے اس واسطے کہ اس کا کام خراب ہوگیا ہے میں اسے کیونکر چھوڑوں بلکہ یہ تو اس کی دستگیری کا وقت ہے کہ مہربانی کرکے اسے سمجھاؤں اور دوزخ سے بچاؤں۔

حکایت:

بنی اسرائیل میں دو دوست تھے دونوں ایک پہاڑ پر عبادت کیا کرتے تھے ایک ان میں سے کچھ مول لینے شہر میں گیا قضا کار اس کی نگاہ ایک خرابا تی عورت پر پڑی عاشق ہوکر وہیں رہ گیا جب کئی دن گذرے تو اس کا دوست ڈھونڈھنے لگا اور یہ ماجرا سن کر اس کے پاس آیا یہ شرمندہ ہوکر بولا میں تجھے نہیں جانتا اس نے جواب دیا اے برادر تو کچھ تردد نہ کر مجھے جتنی مہربانی تیرے ساتھ آج کے دن ہے پہلے اتنی ہرگز نہ تھی اور اس کے گلے میں ہاتھ ڈال کر بوسہ دیا جب اس نے اس کی اتنی مہربانی دیکھی تو سمجھا کہ میں اس کی نظروں سے نہیں گرا ہوں اٹھا اور توبہ کی اور اس کے ساتھ

چلا گیا تو حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب سلامتی سے نزدیک ہے اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کا طریقہ بہت پاکیزہ اور فقیہانہ ہے اس واسطے کہ توبہ کا سبب ہوتا ہے اور آدمی کو عاجزی اور درماندگی کے وقت دینی بھائیوں کی حاجت پڑتی ہے تو ان کو کیونکر چھوڑ دین فقہ کی وجہ یہ ہے کہ دوستی کا عقد جو باندھا تو وہ قرابت کا حکم رکھتا ہے تو گناہ کے سبب سے قطع رحم کرنا درست نہیں ہے اس واسطے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ فان عصوک فقل انی بری مماتعملون ﴾ یعنی اگر قرابت والے تیری نافرمانی کریں تو تو کہہ دے کہ میں تمہارے علم سے بیزار ہوں یہ نہ کہہ کہ تم سے بیزار ہوں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے کہا کہ تمہارا بھائی گناہ کرتا ہے تم اس سے دشمنی کیوں نہیں رکھتے کہا میں اس کے گناہ سے تو بیزار ہوں لیکن وہ میرا بھائی ہے مگر ابتدا میں ایسے آدمی سے برادری کرنا چاہیے کہ برادری کرنا خیانت نہیں ہے مگر صحبت قطع کرنا خیانت ہے اور اس حق کا چھوڑ دینا ہے جو پہلے ثابت ہو چکا ہے مگر سب علماء نے یہ کہا ہے کہ اگر برادر نے تیرے حق میں تقصیر کی تو اس کو بخش دینا اولیٰ ہے اور اگر وہ عذر خواہی کرے تو گو کہ تو جانتا ہو کہ جھوٹا ہے مگر عذر قبول کر لے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے برادر کا عذر قبول نہ کرے گا تو یہ اس شخص کے گناہ کے مانند ہے جو راستے میں مسلمانوں سے خراج لے اور فرمایا ہے کہ مسلمان جلد خفا ہوتا ہے اور جلد خوش ہوتا ہے حضرت ابو سلیمان دارانی رحمتہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مرید سے کہا کہ جب کسی دوست سے تو کوئی جفا دیکھے تو اس پر عتاب نہ کر شاید عتاب کرنے سے تو ایسی بات سنے جو اس جفا سے سخت تر ہو مرید نے کہا ہے کہ میں نے جب اس بات کو آزمایا پیر کی نصیحت کے موافق پایا۔

ساتویں قسم:

یہ ہے کہ تو اپنے دوست کو زندگی میں اور موت کے بعد دعا کے ساتھ یاد کرے

اور جس طرح اپنے زن وفرزند کے واسطے دعا کرتا ہے اس طرح اس کے زن وفرزند کے لیے بھی دعا کرے اور درحقیقت وہ دعا اپنے حق میں ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے برادر کے واسطے اس کے پیٹھ پیچھے جو دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تجھے بھی یہ بات حاصل ہو اور ایک روایت میں یوں وارد ہوا ہے کہ خود حق تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہے کہ میں پہلے تیرا مدعا بر لاؤں گا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دوستوں کی دعا جو غیبت میں ہو حق تعالیٰ اسے رد نہیں فرماتا حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ میں ستر دوستوں کا نام سجدہ میں لیتا ہوں اور ہر ایک کے واسطے دعا کرتا ہوں بزرگوں نے کہا ہے کہ برادر وہ ہے جو تیری موت کے بعد جب دعا کرے کہ وارث مال میراث لینے میں مشغول ہوں اور اس بات کا اندیشہ کرے کہ حق تعالیٰ جل شانہ سے اور تجھ سے کیسی بنے گی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مردہ کی مثل اس کی سی ہے جو ڈوبتا ہو اور سہارا ڈھونڈھتا ہو مردہ بھی زن وفرزند بھی اور دوستوں سے دعا کا منتظر رہتا ہے اور زندوں کی دعا کوہ نور ہو کر مردوں کی قبروں میں پہنچتی ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ دعا کو نور کے طباقوں میں مردوں کے سامنے پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں شخص کا ہدیہ ہے مردے اس طرح خوش ہوتے ہیں جس طرح زندے ہدیہ سے خوش ہوتے ہیں۔

آٹھویں قسم:

یہ ہے کہ وفائے دوستی کو نہ بھولے اور وفاداری کے ایک معنی یہ ہیں کہ دوست کی وفات کے بعد اس کے زن وفرزند اور دوستوں سے غافل نہ رہے رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں ایک بڑھیا حاضر ہوئی آپ نے اس کی تعظیم فرمائی لوگ اس بات سے متعجب ہوئے آپ نے فرمایا کہ یہ عورت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وقت میں ہمارے یہاں آیا کرتی تھی اور دوستی نباہنا ایمان میں داخل ہے اور وفاداری یہ

ہے کہ جو شخص کسی دوست سے علاقہ رکھتا ہو اس کا فرزند ہو یا غلام یا شاگرد سب پر مہربانی کی نظر رکھے اور اس سے مہربانی سے زیادہ تر اثر دل پر پایا جائے جو دوست کے ساتھ رکھتا تھا اور وفاداری یہ ہے کہ ہمیشہ دوستی قائم رکھے اور کسی سبب سے قطع محبت نہ کرے اس واسطے کہ شیطان کا بڑا کام یہ ہے کہ برادروں کو وحشت میں ڈالتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے ﴿ان الشیطان ینزغ بینھم (۵)﴾ حضرت یوسف علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا ہے ﴿من بعد ان نزغ الشیطان بینی و بین اخوتی ﴾ (۶) اور وفاداری یہ ہے کہ دوست کے حق میں کسی کا بھڑکانا نہ سنے اور سب کو جھوٹا جانے اور وفاداری یہ ہے کہ دوست کے دشمن کے ساتھ دوستی نہ کرے بلکہ اس کے دشمن کو اپنا بھی دشمن جانے اس واسطے کہ جو شخص کسی کا دوست ہو اور اس کے دشمن کا بھی دوست ہو یہ دوستی ضعیف ہوتی ہے۔

نویں قسم:

یہ ہے کہ تکلف درمیان سے اٹھا دے اور دوست کے ساتھ بھی ویسا ہی رہے جیسا اکیلا رہتا ہے اگر ایک دوست دوسرے سے ملاحظہ رکھے گا تو وہ دوستی ناقص ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے وہ دوست سب دوستوں سے بدتر ہے جس سے معذرت اور تکلف کرنے کی تجھے ضرورت پڑے حضرت جنید قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ میں نے بہت سے دوست دیکھے اور کوئی ایسے دو برادر نہ دیکھے کہ ان میں سے ایک حشمت کے سبب سے دوسرے کی وحشت کا باعث ہو مگر یہ کہ کسی میں کچھ عیب ہو بزرگوں نے کہا ہے کہ اہل دنیا کے ساتھ ادب سے گذران کر اور اہل آخرت کے ساتھ علم سے اور اہل معرفت کے ساتھ جس طرح تیرا جی چاہے کچھ صوفی اس شرط سے باہم صحبت رکھتے تھے کہ اگر کوئی ہمیشہ روزہ رکھے خواہ ہمیشہ کھانا کھائے یا رات بھر سوئے یا تمام شب نماز پڑھے تو دوسرا کچھ نہ پوچھے کہ اس کا کیا سبب ہے غرضکہ للہ دوستی کے معنے یگانگی ہیں اور یگانگی میں تکلف کو کچھ دخل نہیں ہے۔

دسویں قسم :

یہ ہے کہ خود کو سب دوستوں سے کم تر سمجھے اور ان سے کسی بات کی امید اور آرزو نہ رکھے اور کوئی رعایت نہ چھپائے اور سب حقوق ادا کرتا رہے حضرت جنید قدس سرہ کے سامنے کسی شخص نے کہا کہ اس زمانے میں برادر کمیاب ہے اور مکرر کہا حضرت جنید نے جواب دیا کہ اگر تو ایسا شخص چاہتا ہے جو تیری خدمت گزاری اور غمخواری کرے تو البتہ کمیاب ہے اور اگر ایسا شخص چاہتا ہے کہ تو اس کی خدمت گزاری اور غمخواری کرے تو بہتیرے ہیں بزرگوں نے کہا ہے کہ جو شخص خود کو دوستوں سے بہتر جانے گا خود گنہگار ہوگا اور وہ اس کے حق میں گنہگار رہوں گے اور اگر خود کو ان کے برابر سمجھے گا تو خود بھی غمگین ہوگا اور وہ بھی رنجیدہ رہیں گے اور اگر خود کو ان سے کم تر جانے گا تو یہ اور وہ دونوں راحت و آرام سے رہیں گے حضرت ابو معافیہ الاسود رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ میرے سب دوست مجھ سے بہتر ہیں کہ مجھے مقدم رکھتے ہیں اور میری بزرگی جانتے ہیں۔

تیسرا باب :

مسلمانوں یگانوں ہمسایوں لونڈی غلاموں کے حقوق کے بیان میں

اے عزیز جان! تو کہ ہر ایک کا حق اس کی قرابت کی قدر ہوتا ہے اور قرابت کے درجے میں حقوق ان درجوں کے قدر ہوتے ہیں اور جو برادری خدا کے واسطے ہوتی ہے وہ بہت قوی رابطہ ہے اس کے حقوق مذکور ہو چکے ہیں جس کسی کے ساتھ دوستی نہ ہو فقط دینی قرابت ہو اس کے بھی کئی حق ہیں۔

پہلا حق :

یہ ہے کہ آدمی جو چیز اپنے واسطے پسند نہیں کرتا وہ کسی مسلمان کے واسطے بھی پسند

ایک شخص کو بہشت میں دیکھا کہ جدھر چاہتا تھا سیر کرتا پھرتا تھا یہ گلگشت اس کو سبب سے نصیب ہوئی کہ اس نے راہ پر سے ایک درخت کاٹ ڈالا تھا تا کہ کسی کو تکلیف نہ ہو۔

تیسرا حق:

یہ ہے کہ کسی کے ساتھ تکبر نہ کرے اس واسطے کہ حق سبحانہ تعالیٰ متکبروں سے دشمنی رکھتا ہے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھ پر وحی نازل ہوئی کہ فروتنی اختیار کرو تا کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے اس واسطے جناب رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین بیوہ عورتوں اور مسکینوں کے ساتھ جاتے اور ان کی حاجت روائی کرتے یہ نہ چاہیے کہ آدمی کسی کی حقارت کو نظر سے دیکھے کہ شاید وہ خدا کا ولی ہو اور اسے خبر نہ ہو اس واسطے کہ حق تعالیٰ نے ولیوں کو پوشیدہ رکھا ہے تا کہ کوئی ان کی طرف راہ نہ پائے۔

چوتھا حق:

یہ ہے کہ غماز کی بات کسی مسلمان کے حق میں نہ سنے کیونکہ مرد صالح کی بات سننا چاہیے اور غماز فاسق ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ کوئی غماز بہشت میں نہ جائے گا۔ اے عزیز جان! تو کہ جو تیرے سامنے اوروں کی بدی کرے گا وہ اوروں کے سامنے تجھے بھی برا کہے گا اس سے دور رہنا چاہیے اور اس کو جھوٹا سمجھنا چاہیے۔

پانچواں حق:

یہ ہے کہ تین دن سے زیادہ کسی آشنا سے ترک کلام نہ کرے اس واسطے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین دن سے زیادہ مسلمان بھائی سے بات موقوف کرنا درست نہیں ہے ان میں بہتر وہ ہے جو پہلے سلام کرے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا کہ تیرا مرتبہ اور نام میں نے اس واسطے بڑا کیا کہ تو نے

اپنے بھائیوں کی خطا معاف کی اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر تو اپنے کسی مسلمان بھائی کا گناہ معاف کرے گا تو حق تعالیٰ تیری عزت اور بزرگی زیادہ کرے گا۔

چھٹا حق:

یہ ہے کہ حتی المقدور ہر ایک کے ساتھ بھلائی کرے وہ نیک ہو خواہ بد حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس کے ساتھ ہو سکے نیکی کر اگر چہ وہ اس قابل نہیں مگر تو اس لائق ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایمان کے بعد خلائق سے دوستی کرنا اور پارسا اور ناپارسا کے ساتھ احسان کرنا اصل عقل ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ جو شخص بات کرنے کے واسطے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ پکڑتا تو جب تک وہ خود نہ چھوڑتا تب تک آپ نہ چھڑاتے اور اگر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی شخص بات کرتا تو اس کی طرف بالکل متوجہ ہو جاتے اور جب تک بات تمام نہ ہوتی صبر فرماتے۔

ساتواں حق:

یہ ہے کہ بوڑھوں کی تعظیم کرے اور بچوں پر رحم کرے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص بوڑھوں کی عزت نہ کرے گا اور بچوں پر رحم اور شفقت نہ کرے گا وہ میری امت میں نہیں ہے کہ سفید بالوں کی تعظیم خدا کی تعظیم ہے اور فرمایا ہے کہ جو جوان بوڑھوں کی تکریم کرتا ہے حق تعالیٰ جل شانہ جوانوں کو توفیق دے گا کہ بڑھاپے میں اس کی تعظیم کریں یہ درازی عمر کی خوش خبری ہے کہ جس کسی کو بوڑھوں کی تکریم کی توفیق ہوگی تو اس پر دلیل ہے کہ وہ بھی بوڑھا ہوگا کہ اس کا بدلہ دیکھے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سفر سے پھر کر آتے تو لوگ لڑکوں کو آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر کرتے آپ کسی سواری پر آگے بٹھاتے کسی کو پیچھے وہ آپس میں فخر کرتے اور کہتے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے آگے

بٹھایا اور تجھے پیچھے ایک چھوٹے سے بچے کو آپ کے پاس لے گئے کہ آپ اس کا نام رکھ دیں اور اس کے حق میں دعائے خیر کریں آپ نے اس کو گود میں لے لیا۔ ایسا ہوتا کہ کوئی لڑکا اگر پیشاب کرنے لگتا تو لوگ غل مچا کر چاہتے کہ حضرت سے لے لیں آپ فرماتے کہ اسے رہنے دو تا کہ پورا پیشاب کر لے اس کا پیشاب نہ روکو اور اس کے سامنے آپ پیشاب نہ دھوتے کہ وہ رنجیدہ نہ ہو جب وہ باہر جا لیتا تو آپ دھو ڈالتے اور اگر لڑکا خرد سال ہوتا تو پانی اس کے پیشاب پر چھڑک لیتے اور بیٹھے رہتے۔

آٹھواں حق:

یہ ہے کہ سب مسلمانوں کے ساتھ ملنسار اور کشادہ پیشانی اور خنداں رہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ کشادہ رو اور سہل گیر کو دوست رکھتا ہے اور فرمایا ہے کہ جو نیک کام مغفرت کا سبب ہے، وہ آسانی اور کشادہ پیشانی اور شیریں زبانی ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ ایک غریب عورت حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے راہ روک کر کھڑی ہوئی اور عرض کرنے لگی کہ مجھے آپ سے کچھ کام ہے آپ نے فرمایا کہ اس گلی میں جہاں تیرا جی چاہے بیٹھ جا تیرے ساتھ میں بھی بیٹھوں گا وہ بیٹھ گئی آپ بھی بیٹھ گئے جب تک اس نے اپنا تمام حال عرض کیا آپ بیٹھے رہے۔

نواں حق:

یہ ہے کہ کسی مسلمان سے وعدہ خلافی نہ کرے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس میں یہ تین چیزیں پائی جائیں وہ منافق ہے اگر چہ نماز پڑھے اور روزہ رکھے ایک یہ کہ جھوٹ بولتا ہو دوسرے وعدہ خلافی کرتا ہو تیسرے امانت میں خیانت کرتا ہو۔

دسواں حق:

یہ حق کہ ہر ایک کی تعظیم اس کے مرتبہ کے موافق کرے جو شخص لوگوں میں معزز

ہو اس کی بڑی تعظیم کرے جب کوئی شخص لباس فاخرہ اور سواری اسپ اور تجمل رکھتا ہو تو سمجھے کہ وہ بڑے مرتبہ کا آدمی ہے ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک سفر میں تھیں جب دستر خان بچھا ایک فقیر آیا بولیں ایک روٹی اسے دے دو اور ایک سوار بھی آ پہنچا بولیں اسے بلاؤ حاضرین نے کہا آپ نے فقیر کو چھوڑ کر امیر کو بلایا حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ہر ایک کو مرتبہ عنایت کیا ہے ہم کو اس مرتبہ کا حق نگاہ رکھنا چاہیے فقیر ایک روٹی سے خوش ہو جاتا ہے امیر کے ساتھ ایسا کرنا مناسب نہیں اس کے ساتھ وہ امر کیجئے جس میں وہ خوش ہو حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب کسی قوم کا معزز آدمی تمھارے پاس آئے تو اس کی تعظیم کرو کوئی شخص ایسا ہوتا تھا کہ جناب سلطان الانبیا علیہ الصلوٰۃ والثنا اپنی چادر اسے مرحمت کرتے کہ بچھا کر بیٹھے ایک بڑھیا جس نے آپ کو دودھ پلایا تھا آپ کے پاس آئی آپ نے اسے اپنی چادر پر بٹھایا اور فرمایا اے مادر مرحبا جو تیرا جی چاہے مانگ میں تجھے دوں گا مال غنیمت میں سے آپ کو جو حصہ ملا تھا اسے عنایت کیا اس نیک بخت نے اس مال کو لاکھ درہم کے عوض حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ بیچا۔

گیارھواں حق:

یہ ہے کہ جب دو مسلمان آپس میں خفا ہوں تو ان میں صلح کرانے کی کوشش کرے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں تمہیں بتا دوں کہ کیا چیز روزہ نماز اور صدقہ سے افضل ہے لوگوں نے عرض کی ارشاد کیجئے فرمایا مسلمانوں میں صلح کرا دینا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن بیٹھے بیٹھے ہنسنے لگے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ہنسنے کا کیا سبب ہے فرمایا میری امت میں سے دو مرد رب العزت کے سامنے زانو کے بل گریں گے یعنی قیامت کے دن ایک

تو کہے گا کہ بارخدا اس سے میرا انصاف کردے کہ اس نے مجھ پر یہ ظلم کیا ہے اس سے حق تعالیٰ فرمائے گا کہ اس کا حق دے دے وہ عرض کرے گا کہ بارخدایا میری سب نیکیاں تو مدعیوں نے لے لیں اب میرے پاس کچھ نہیں باقی حق تعالیٰ دادخواہ سے فرمائے گا کہ اب تو کیا کرے گا اس کے پاس تو کوئی نیکی نہیں ہے وہ عرض کرے گا کہ میرے گناہ اس کے حوالے فرما تو اس کے گناہ اس کے سر پر رکھیں گے اور ہنوز مظلمہ باقی رہے گا یہ کہہ کر جناب سرور انبیا علیہ الصلوٰۃ والثنا روئے اور فرمایا کہ یہی بہت برا دن ہے کہ ہر ایک اس امر کا حاجت مند ہوگا کہ اس سے اس کا بار عصیان اتار لیں اس وقت ارحم الرحمین دادخواہ سے یہ فرمائے گا کہ سر اٹھا کر دیکھ تو تجھے کیا دکھائی دیتا ہے وہ عرض کرے گا کہ اے پروردگار چاندی کے شہری دیکھتا ہوں اور سونے کے مکانات دیکھتا ہوں کہ جواہر اور موتیوں سے جڑے ہوئے ہیں کیا یہ کسی پیغمبر کی ملک ہیں یا کسی شہید یا صدیق کی حق تعالیٰ پھر یہ ارشاد فرمائے گا کہ یہ اسی کے ملک ہیں جو اس کی قیمت دے وہ عرض کرے گا کہ یارب العالمین بھلا اس کی قیمت کون دے سکتا ہے احکم الحاکمین ارشاد کرے گا کہ تو دے سکتا ہے وہ عرض کرے گا کہ بارخدایا میں کیونکر دے سکتا ہوں ارشاد ہوگا کہ تو اس طرح دے سکتا ہے کہ اپنے بھائی کا گناہ معاف کردے وہ بے اختیار عرض کرے گا کہ یا ارحم الراحمین میں نے اس کا گناہ معاف کیا حکم ہوگا کہ اٹھ اور اس کا ہاتھ پکڑ اور تم دونوں جنت میں جاؤ یہ کہہ کر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ سے ڈرو اور خلق میں صلح کیا کرو کہ حق تعالیٰ قیامت کے دن مسلمانوں میں صلح کردے گا۔

بارھواں حق:

یہ ہے کہ مسلمانوں کے تمام عیبوں اور پوشیدہ برائیوں کو چھپائے اس واسطے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی اس جہاں میں مسلمانوں کی پردہ پوشی کرے گا قیامت کے دن حق تعالیٰ اس کے گناہوں کو پوشیدہ رکھے گا امیر المومنین حضرت

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جسے میں پکڑتا ہوں خواہ چور ہو خواہ شرابی یہی چاہتا ہوں کہ حق تعالیٰ اس کے گناہ فاحش کو چھپاوے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو تم نے فقط زبان سے کلمہ پڑھا ہے ابھی تمہارے دلوں میں ایمان نہیں آیا لوگوں کی غیبت نہ کیا کرو ان کی پوشیدہ برائیوں کا تجسس نہ کیا کرو جو شخص کسی مسلمان کا عیب فاش کرتا ہے حق تعالیٰ اس کا عیب فاش کرتا ہے تا کہ وہ رسوا ہو اگر چہ گھر کے اندر ہو حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے یاد ہے جب پہلے ایک شخص کو لوگوں نے چوری میں پکڑا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائے تا کہ آپ اس کا ہاتھ کاٹیں آپ کے چہرے نورانی کا رنگ متغیر ہو گیا لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ کو اس کام سے کیا کراہت آئی فرمایا کیوں نہ آئے اپنے بھائیوں کی دشمنی میں میں شیطان کا مددگار کیوں ہوں اگر تم چاہتے ہو کہ حق تعالیٰ تمھیں بخش دے اور تمھارے گناہ چھپائے اور معاف کرے تو تم بھی لوگوں کے گناہ چھپاؤ کیونکہ جب سلطان کے پاس پہنچو گے تو حد قائم کرنے سے کچھ چارہ نہ ہو گا امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک رات گشت کے واسطے نکلے ایک گھر سے سرود کی آواز آئی آپ چھت پر چڑھ گئے جب گھر میں گئے تو ایک مرد کو دیکھا کہ رنڈی کے ساتھ شراب پی رہا ہے کہا اے دشمن خدا تو سمجھا تھا کہ تیرے گناہ کو حق تعالیٰ چھپا دے گا اس نے عرض کی کہ یا امیر المومنین جلدی نہ کیجئے میں نے اگر ایک گناہ کیا ہے تو آپ نے تین گناہ کیے ہیں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ ولا تحسسو ﴾ (۷) اور آپ نے جستجو کی اور فرمایا ہے ﴿ واتو البیوت من ابوابھا ﴾ (۸) اور آپ چھت پر سے آئے اور فرمایا ہے ﴿ لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستا نسوا وتسلموا علی اھلھا ﴾ (۹) اور آپ بے اجازت چلے آئے اور سلام بھی نہ کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں معاف کروں تو تو توبہ کرے گا اس نے عرض کی ہاں توبہ کروں گا اور پھر ہرگز

ایسے کام کے پاس نہ جاؤں گا آپ نے معاف کیا اور اس نے توبہ کی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے لوگوں کی وہ باتیں سننے کے واسطے کان لگایا جو بے اس کے کرتے ہیں قیامت کے دن اس کے کان میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔

تیرھواں حق:

یہ ہے کہ تہمت کی راہ سے دور رہے تا کہ مسلمانوں کے دل کو بدگمانی سے اور زبان کو عیب سے بچائے اس واسطے کہ جب کوئی شخص کسی گناہ کا سبب ہوتا ہے تو اس گناہ میں خود بھی شریک ہو جاتا ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ شخص کیسا ہوتا ہے جو اپنے ماں باپ کو گالی دیتا ہے لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ایسا کون کرے گا کہ اپنے ماں باپ کو خود گالی دے فرمایا کہ جو شخص دوسرے کے ماں باپ کو گالی دے گا تا کہ وہ اس کے ماں باپ کو گالی دیں تو وہ گالی خود اس نے دی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص تہمت کی جگہ بیٹھے اسے درست نہیں ہے کہ اس شخص کو ملامت کرے جو اس سے بدگمان ہو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماہ رمضان کے اخیر میں ام المومنین حضرت بی بی صفیہ رضی اللہ عنہا سے مسجد میں باتیں کرتے تھے ایک شخص وہاں آ نکلا آپ نے اسے بلایا اور فرمایا یہ میری بی بی ہے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ لوگ اور کسی سے بدگمانی کریں تو کریں آپ سے نہیں کر سکتے فرمایا شیطان آدمی کے بدن میں اس طرح سیر کرتا ہے جس طرح خون رگوں میں امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرد کو دیکھا کہ راستے میں ایک عورت سے باتیں کرتا تھا اسے درے مارے اس نے عرض کی کہ یا امیر یہ میری بیوی ہے فرمایا تو ایسی جگہ کیوں نہیں باتیں کرتا جہاں کوئی نہ دیکھے۔

چودھواں حق:

یہ ہے کہ اگر صاحب جاہ ومنزلت ہے تو کسی کی سعی کرنے میں دریغ نہ کرے رسول مقبول ﷺ نے اصحاب سے فرمایا کہ مجھ سے مطلب چاہو میرے دل میں ہوتا ہے کہ دوں لیکن دیر کرتا ہوں تا کہ تم میں سے کوئی سعی کرے کہ اس کو بھی اجر ملے سعی کرو ثواب پاؤ اور فرمایا ہے کوئی صدقہ زبانی صدقہ سے بہتر نہیں لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ زبانی صدقہ کیا ہے فرمایا وہ سعی جو کسی کی جان بچائے یا کسی کو نفع پہنچائے یا اذیت سے بچائے۔

پندرھواں حق:

یہ ہے کہ جب سنے کہ کوئی مسلمان کے حق میں زبان درازی کرتا ہے اور اس کی آبرو یا اس کے مال کا قصد رکھتا ہے اور وہ مسلمان غائب ہے تو خود جواب دینے میں اس کا نائب بن جائے اور اسے ظلم سے بچائے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جو مسلمان اس جگہ کسی مسلمان کی یاری کرے گا جہاں لوگ اس کو بری بات کہتے ہیں اور اس کی بے حرمتی کے درپے ہیں تو حق تعالیٰ اس یاری کرنے والے کی وہاں پر مدد کرے گا جہاں مدد کا وہ نہایت محتاج ہو اور جو مسلمان ایسی جگہ نصرت فروگذاشت کرے گا جہاں لوگ کسی مسلمان کی بے حرمتی کرتے ہوں تو حق تعالیٰ اس فروگذاشت کرنے والے کو بھی اس وقت ذلیل اور ضائع کرے گا جب وہ اپنی نصرت کو نہایت دوست رکھتا ہو۔

سولھواں حق:

یہ ہے جب کسی برے آدمی کی صحبت میں پھنس جائے تو جب تک رہائی نہ پائے اس کے ساتھ مدارا کرے اور بالمشافہہ سختی اور درشتی نہ کرے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیہ کریم ﴿ ویدرئون بالحسنته السیئته ﴾ کے معنی یوں کہے کہ سلام اور مدارا سے برائی کا عوض کرو حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ہے کہ ایک شخص نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت فیض

درجت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی آپ نے فرمایا اجازت دو اور یہ شخص اپنی قوم کا بڑا آدمی ہے جب وہ شخص آیا تو آپ نے اس قدر اس کی مراعات فرمائی کہ میں سمجھی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک اس کا بڑا مرتبہ ہے جب وہ باہر گیا تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ نے اس کو بڑا آدمی بھی فرمایا باوصف اس کے مراعات کی فرمایا کہ اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قیامت کے دن خدا کے نزدیک وہ آدمی بدتر ہوگا جس کے شر کے خوف سے لوگ اس کے ساتھ مراعات کرتے ہیں اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ بدگویوں کی زبان سے اپنی آبرو جس چیز کی بدولت تو بچائے وہ چیز صدقہ ہے حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ بہت لوگ تو ایسے ہیں کہ ہم ان کے سامنے تو ہنستے ہیں لیکن ہمارا دل ان پر لعنت کرتا ہے۔

سترھواں حق:

یہ ہے کہ فقیروں کے ساتھ صحبت اور دوستی رکھے اور امیروں کے پاس بیٹھنے سے حذر کرے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مردوں کے پاس نہ بیٹھو لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں فرمایا امیر لوگ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی سلطنت میں جہاں کوئی مسکین دیکھتے اس کے پاس بیٹھ جاتے اور فرماتے مسکین مسکین کے پاس بیٹھا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یا مسکین دیکھتے اس کے پاس بیٹھ جاتے اور فرماتے مسکین مسکین کے پاس بیٹھا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یا مسکین کہنے سے زیادہ کوئی نام پسند نہ تھا حضرت سلطان الانبیا علیہ الصلوٰۃ والثنا نے یوں دعا کی ہے کہ بارخدایا جب تک تو مجھے زندہ رکھے مسکین رکھ اور جب مارا چاہے مسکین ہی مار اور جب حشر کرے تو مسکینوں کے ساتھ حشر کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ بارخدایا میں تجھے کہاں ڈھونڈوں فرمایا شکستہ دلوں کے پاس۔

اٹھارھواں حق:

یہ ہے کہ مسلمانوں کا دل خوش کرنے کو اور ان کی حاجت روائی کرنے کے لیے کوشش کرے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے کسی مسلمان کی حاجت روائی کی وہ ایسا ہے کہ گویا تمام عمر اس نے حق تعالیٰ کی خدمت کی ہے اور فرمایا ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کی آنکھ روشن کرے گا قیامت کے دن حق تعالیٰ اس کی آنکھ روشن کرے گا اور فرمایا ہے کہ جو کوئی دن کو یا رات کو گھڑی بھر کے لیے مسلمان کے کام کے واسطے جاتا ہے تو اس کا کام نکلے خواہ نہ نکلے مگر اس جانے والے کے واسطے وہ گھڑی بھر مسجد میں دو مہینے معتکف رہنے سے زیادہ افضل ہے اور فرمایا ہے کہ جو شخص کسی غمگین کو راحت پہنچائے یا کسی مظلوم کو ظلم سے چھڑائے تو حق تعالیٰ اسے تہتر مغفرتیں عنایت فرمائے گا اور فرمایا ہے کہ تم اپنے برادر کی یاری کرو وہ ظالم ہو خواہ مظلوم لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ اگر ظالم ہو تو کیونکر یاری کریں آپ نے فرمایا کہ اسے ظلم سے باز رکھنا یہی یاری ہے اور فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ کے نزدیک کوئی عبادت اس سے زیادہ مقبول نہیں کہ تو کسی مسلمان کے دل کو خوش کرے اور فرمایا ہے کہ دو خصلتیں ہیں کہ ان سے زیادہ کوئی گناہ بدتر نہیں شرک کرنا اور لوگوں کو ستانا اور دو خصلتیں ہیں کہ ان سے زیادہ کوئی عبادت نہیں ایمان لانا اور خلق کو آرام دینا اور فرمایا ہے کہ جس کو مسلمان کا غم نہ ہو وہ میری امت میں نہیں ہے حضرت فضیل کو لوگوں نے دیکھا کہ رو رہے تھے پوچھا تم کیوں روتے ہو فرمایا کہ ان غریب مسلمانوں کے رنج میں جنھوں نے مجھ پر ظلم کیا ہے فردائے قیامت کو ان سے سوال ہوگا کہ تم نے کیوں ظلم کیا وہ رسوا ہونگے اور ان کا کوئی عذر پیش رفت نہ ہوگا حضرت معروف کرخی نے کہا ہے کہ جو شخص روز تین بار کہے گا ﴿اللھم اصلح امتہ محمد اللھم ارحم امتہ محمد اللھم فرج عن امتہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم﴾ (۱۰) اس کا نام ابدالوں میں لکھیں گے۔

انیسواں حق:

یہ ہے کہ جس کے پاس پہنچے بات کرنے سے قبل پہلے خود سلام کرکے مصافحہ کرے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص سلام سے پہلے بات کرے اسے جواب نہ دو جب تک پہلے سلام نہ کرلے ایک شخص جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام نہ کیا آپ نے فرمایا باہر جا کر پھر آ اور سلام کر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب آٹھ برس میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی تو آپ نے فرمایا کہ اے انس طہارت پوری کیا کرتا کہ تیری عمر دراز ہو اور جس کے پاس جایا کر پہلے اسے سلام کیا کرتا کہ تیری نیکیاں زیادہ ہوں اور جب اپنے گھر میں جایا کر تو اپنے لوگوں سے ﴿سلام علیک﴾ کیا کرتا کہ تیرے گھر میں خیر بہت ہو ایک شخص حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا ﴿سلام علیکم﴾ آپ نے فرمایا کہ اس کے واسطے دس نیکیاں لکھی جائیں گی دوسرا شخص حاضر ہوا اور کہا ﴿السلام علیکم ورحمته الله﴾ آپ نے فرمایا اس کے واسطے بیس نیکیاں لکھیں گے تیسرا شخص آیا اور اس نے کہا ﴿سلام علیکم ورحمته الله وبرکاته﴾ آپ نے فرمایا اس کے لیے تیس نیکیاں لکھی جائیں گی اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب گھر میں جاؤ تب سلام کرو اور جب نکلو تب بھی سلام کرو پہلا سلام پچھلے سلام سے افضل نہیں ہے اور فرمایا ہے کہ جب دو مسلمان باہم مصافحہ کرتے ہیں تو ستر رحمتیں ان میں تقسیم کی جاتی ہیں انہتر (۶۹) رحمتیں اس کا حصہ ہوتی ہیں جو ان دونوں میں زیادہ خنداں اور کشادہ رو ہوتا ہے اور جب دو مسلمان باہم سلام کرتے ہیں تو سو رحمتیں ان میں بٹتی ہیں نوے رحمتیں اس کا حق ہے جو ابتداء کرتا ہے اور دس اس کا حق ہے جو جواب دیتا ہے اور بزرگان دین کے ہاتھ کو بوسہ دینا سنت ہے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن جراح نے امیر المومنین حضرت عمر

فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ جب ہم کسی دوست کے پاس جائیں تو پشت خم کریں فرمایا نہیں پھر پوچھا کہ اس کا ہاتھ چومیں فرمایا نہیں پھر پوچھا مصافحہ کریں فرمایا ہاں لیکن جب سفر سے کوئی پھر کر آئے تو منہ پر بوسہ دینا اور بغل گیر ہونا سنت ہے مگر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سروقد کھڑے ہونے سے خوش نہ ہوتے تھے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ رسول مقبول ﷺ سے زیادہ کوئی شخص ہمیں محبوب نہ تھا آپ کے واسطے ہم سروقد نہ اٹھتے تھے ہمیں معلوم تھا کہ آپ اس امر سے ناراض ہوتے ہیں لیکن جہاں یہ عادت ہوگئی ہے وہاں اگر کوئی تعظیم کے واسطے سروقد اٹھے گا تو کوئی مضائقہ نہیں ہے مگر کسی کے سامنے دست بستہ کھڑا ہونا منع ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس بات کو درست رکھے کہ لوگ اس کے سامنے دست بستہ کھڑے ہوں اور وہ خود بیٹھا رہے اس سے کہہ دو کہ دوزخ میں اپنی جگہ ٹھہرا لے۔

بیسواں حق:

یہ ہے کہ چھینکنے والے کو جواب دے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں یہ بات تعلیم فرمائی ہے کہ جسے چھینک آئے وہ ﴿ الحمد للہ رب العلمین ﴾ کہے اور جو شخص سنے وہ ﴿ یرحمک اللہ ﴾ کہے پھر وہ کہے ﴿ یرحمک اللہ لی ولکم (۱۱) ﴾ اور جب کوئی شخص الحمد للہ نہ کہے گا یرحمک اللہ کا مستحق نہ ہوگا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب چھینک آتی آواز پست کرتے اور منہ پر ہاتھ رکھ لیتے اگر پائخانہ پھرنے یا پیشاب کرنے میں کسی کو چھینک آئے تو دل میں الحمد للہ کہے حضرت ابراہیم نخعی نے کہا ہے کہ اگر زبان سے کہے گا تو بھی مضائقہ نہیں ہے حضرت کعب لاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا اللہ

کیا تو نزدیک ہے، جو آہستہ بات کروں یا دور ہے تا پکار کر کہوں ارشاد ہوا کہ جو مجھے یاد کرے گا میں اس کا ہمنشین ہوں پھر عرض کیا کہ یا الٰہی میرے بہت سے حال ہیں مثلاً جنابت اور قضائے حاجت ایسے حال میں تجھے یاد کرنا بے ادبی ہے ارشاد ہوا کہ ہر حال میں مجھے تو یاد کرو اور کچھ اندیشہ نہ کر۔

اکیسواں حق:

یہ ہے کہ جسے پہچانتا ہے اس کی بیمار پرسی کرے اگرچہ وہ دوست نہ ہو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی بیمار کی عیادت کرے گا بہشت میں جائے گا اور جب عیادت کر کے پھرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے مقرر ہوتے ہیں تا کہ اس پر شام تک درود پڑھیں سنت یہ ہے کہ اپنا ہاتھ بیمار کے ہاتھ یا پیشانی پر رکھے اور احوال پرسی کرے اور کہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ﴿ اعیذک باللہ الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد من شر ما تجد ﴾ (۱۲) امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں بیمار تھا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی بار تشریف لا کر یہی دعا پڑھی اور بیمار کے واسطے سنت یہ ہے کہ یہ دعا پڑھے ﴿ اعوذ بعزۃ اللہ وقدرتہ من شر ما اجد ﴾ (۱۳) اور جب کوئی پوچھے کہ کیسا ہے تو گلہ نہ کرے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب کوئی بندہ بیمار ہوتا ہے حق تعالیٰ دو فرشتے اس پر متعین فرماتا ہے کہ دیکھتے رہیں کہ جب کوئی عیادت کے واسطے آتا ہے تو وہ بیمار شکر کرتا ہے یا شکایت اگر شکر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ خیریت ہے الحمدللہ تو حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ مجھ پر واجب ہے، کہ اگر اپنے بندے کو لے جاؤں گا تو رحمت کے ساتھ لے جاؤں گا اور بہشت میں پہنچاؤں گا اور اگر صحت دوں گا تو اس بیماری کے سبب سے اس کے گناہوں کو بخشوں گا جو گوشت اور خون وہ پہلے رکھتا تھا اب اس سے بہتر دوں گا امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ جس کے پیٹ میں درد ہو اپنی بیوی کے مہر میں

سے کچھ لے کر شہد خریدے اور برسات کے پانی میں گھول کر پیئے شفا پائے گا اس واسطے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے مینھ کے پانی کو مبارک اور شہد کو شفا اور عورتوں کے مہر کو جو بخش دیں ۔ سازگار خوشگوار فرمایا ہے جب یہ تینوں چیزیں باہم ملیں گی تو بیشک شفا پائے گا غرضیکہ بیمار کا ادب یہ ہے کہ گلہ اور بے صبری نہ کرے اور یہ امید رکھے کہ بیماری اس کے گناہوں کا کفارہ ہوگی اور جب دوا پیئے تو دوا پیدا کرنے والے پر بھروسہ رکھے دوا پر نہیں اور عیادت کے آداب یہ ہیں کہ بیمار کے پاس دیر تک نہ بیٹھے اور احوال پرسی نہ کرے اور صحت کی دعا مانگے اور اس کی بیماری کے سبب سے خود غمگین جتائے اور گھر کے اندر مکانات اور دیواروں کو نہ دیکھے اور جب بیمار کے دروازے پر جائے تو اجازت چاہے اور دروازے کے سامنے نہ کھڑا رہے بلکہ ایک طرف کھڑا ہو اور دروازے کو آہستہ کھٹکھٹائے اور یوں نہ پکارے کہ اے غلام جب اندر سے کوئی پوچھے کہ کون ہے تو یہ نہ کہے کہ میں ہوں بلکہ اے غلام کے بدلے سبحان اللہ اور الحمدللہ کہے جو کوئی کسی کا دروازہ کھٹکھٹائے وہ یوں ہی عمل میں لائے ۔

بائیسواں حق :

جنازہ کے ساتھ جانا ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص جنازے کے ساتھ جاتا ہے وہ ایک قیراط اجر پاتا ہے اگر دفن تک کھڑا رہے گا تو دو قیراط اجر ملے گا اور ہر قیراط کوہ احد کے برابر ہوگا جنازے کے ساتھ جانے کا ادب یہ ہے کہ چپ رہے ہنسے نہیں عبرت کے ساتھ موت کو یاد کرے حضرت اعمش نے کہا ہے کہ جب ہم جنازہ کے ساتھ جاتے تو یہ نہ پہچانتے کہ کس سے تعزیت کریں اس واسطے کہ ہر ایک دوسرے سے زیادہ غمگین نظر آتا تھا کچھ لوگ ایک مردہ کا غم کرتے تھے ایک بزرگ نے کہا کہ اپنا غم کرو اس واسطے کہ مردہ نے تو تین ہولوں سے رہائی پائی ملک الموت کا منھ دیکھ چکا موت کی تلخی چکھ چکا خاتمہ کے ڈر سے نکل گیا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین چیزیں مردے کے پیچھے

جاتی ہیں دوست اور مال اور عمل دوست اور مال تو پھر آتے ہیں عمل اس کے ساتھ رہتے ہیں۔

تیئیسواں حق:

یہ ہے کہ زیارت قبور کے واسطے جائے اور مردوں کے واسطے دعائے مغفرت کرے اور عبرت لے اور سمجھے کہ یہ پہلے جا چکے مجھے بھی جلدی جانا ہے اور زیر خاک سونا ہے حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جو شخص قبر کو بہت یاد کرے گا اس کی قبر جنت کے گلزاروں میں سے ایک گلزار ہوگی اور جو بھول جائے گا اس کی قبر دوزخ کے غاروں میں سے ایک غار ہوگی حضرت ربیع ابن خثیم جن کا مزار طوس میں ہے تابعین میں سے ایک بزرگ تھے انھوں نے اپنے گھر میں قبر کھودی تھی تا کہ جب اپنے دل میں کچھ غفلت پاتے قبر میں آرام فرماتے اور ایک ساعت کے بعد کہتے کہ یا الٰہی پھر مجھے دنیا میں بھیج تا کہ اپنے گناہوں کا تدارک کروں بعد اس کے اٹھ کر کہتے کہ ہاں اے ربیع پھر تجھے بھیجا اس کے پہلے کوشش کر کہ ایک بار ایسی نوبت آئے گی کہ پھر تجھے دنیا میں جانے کی اجازت نہ ملے گی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبرستان میں جا کر ایک قبر پر بیٹھے اور بہت روئے میں آپ کے پاس تھا عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ کیوں روتے ہیں فرمایا کہ یہ میری ماں کی قبر ہے حق تعالیٰ سے میں نے اجازت چاہی کہ میں ان سے ملوں اور ان کی مغفرت چاہوں ملنے کی تو اجازت دی دعا کی اجازت (۱۴) نہ دی محبت فرزندی نے دل میں جوش کیا اس سبب سے میں رونے لگا مسلمانوں کے جو حقوق فقط اسلام کی نظر سے نگاہ رکھنا چاہئیں ان کی تفصیل یہ ہے واللہ اعلم بالصواب۔

ہمسایوں کے حقوق اس میں علاوہ ہیں

تہنیت غمی میں تعزیت بجالاؤ اپنے گھر کی دیوار بلند نہ اٹھاؤ کہ ہوا اس سے رکے اگر میوہ خریدا ہے تو اسے بھی بھیجو اگر نہیں بھیج سکتے تو پوشیدہ کرو اور اپنے لڑکوں کو میوہ ہاتھ میں لیے ہوئے باہر نہ جانے دو کہ اس کا لڑکا رنجیدہ نہ ہو اور اپنے باروچی خانہ کے دھوئیں سے اسے رنجیدہ نہ کرو مگر یہ کہ اسے بھی کھانا بھیجو اور فرمایا ہے کہ تم جانتے ہو کہ پڑوسی کا کیا حق ہے قسم ہے اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ حق ہمسایہ اسی سے ادا ہوتا ہے جس پر خدا تعالیٰ رحمت کرتا ہے حقوق ہمسایہ میں سے یہ بھی ہے کہ کوٹھے پر سے تو اس کے گھر میں نہ دیکھے وہ اگر تیری دیوار پر دھیان رکھتا ہے تو اسے منع نہ کر اور اس کا پرنالا بند نہ کر اگر تیرے گھر کے دروازے کے سامنے مٹی ڈالتا ہے تو اس سے نہ لڑ اور جو کچھ اس کا عیب سنے اسے چھپا دل دکھانے کی کوئی بات اس کے ساتھ نہ کر اس کی عورتوں سے اپنی آنکھ بچا اس کی لونڈیوں کو بہت نہ دیکھ یہ باتیں مسلمانوں کے حقوق کے سوا ہیں ان کو یاد رکھ حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ میرے دوست رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے نصیحت فرمائی کہ تو جب کچھ پکا تو اس میں بہت شوربا لگا اور اس میں سے پڑوسی کا حصہ بھیج ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مبارک سے پوچھا کہ پڑوسی میرے غلام کا شکوہ کرتا ہے اگر اس کو بے دلیل ماروں تو گنہگار ہوں اگر نہ ماروں تو پڑوسی برا مانتا ہے حیران ہوں کہ کیا کروں انھوں نے فرمایا کہ تامل کرتا کہ غلام ایسی نادانی کرے جس سے سیاست اور ادب کے قابل ہو جائے ادب دینے میں تاخیر کرتا کہ پڑوسی تجھ سے شکایت کرے پھر غلام کو سزا دے تا کہ دونوں کا حق ادا ہو جائے۔

خویش اور یگانوں کے حقوق

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں رحمان ہوں اور قرابت رحم ہے میں نے اپنے نام سے اس کا نام چھانٹا ہے جو

صلہ رحم کرتا ہے میں اس سے ملتا ہوں جو قطع رحم کرتا ہے میں اس سے قطع محبت کرتا ہوں اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص چاہتا ہے کہ میری عمر دارز ہو اور روزی فراخ ہو اس سے کہہ دو کہ یگانوں کے ساتھ نیکی کرے اور فرمایا ہے کہ صلہ رحم سے زیادہ کسی عبادت کا ثواب نہیں ہے کہ بعض لوگ فسق و فجور میں مبتلا رہتے ہیں جب صلہ رحم کرتے ہیں تو ان کے مال میں اولاد میں اس کی برکت سے افزائش ہوتی ہے اور فرمایا ہے کہ کوئی صدقہ اس سے بہتر نہیں جو ان قرابتیوں کو تو دے جو تیرے ساتھ خصومت رکھتے ہوں۔ اے عزیز جان! تو کہ صلہ رحم کے یہ معنی ہیں کہ اہل قرابت اگر تجھ سے قطع کریں تو تو ان سے مل رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب فضیلتوں سے یہ افضل ہے کہ جو تجھ سے قطع کرتا ہے اس سے مل اور جو تجھے محروم رکھتا ہے تو اسے عطیہ دے اور جو تجھ پر ظلم کرتا ہے تو اسے معاف کر۔

ماں باپ کے حقوق

اے عزیز جان! تو کہ ان کا حق بہت بڑا ہے اس واسطے کہ ان کی قرابت زیادہ ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص باپ کا حق ادا نہیں کرسکتا تاوقتیکہ اس کو غلام پائے اور مول لے کر آزاد نہ کردے اور فرمایا ہے کہ ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا نماز روزہ حج عمرہ جہاد سب سے افضل ہے اور فرمایا ہے کہ لوگ بہشت کی خوشبو پانچ سو برس کی راہ سے سونگھیں گے مگر فرزند عاق اور قطع رحم کرنے والا آدمی نہ سونگھے گا حق سبحانہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ جو شخص ماں باپ کی اطاعت نہ کرے میں اسے نافرمان لکھتا ہوں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص ماں باپ کے نام سے صدقہ دیتا ہے اس کا کچھ نقصان نہیں ہوتا ان دونوں کو بھی ثواب ملتا ہے اور اس کا ثواب بھی کم نہیں ہوتا ایک شخص جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض

کی کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ مر گئے ہیں مجھ پر ان کا کیا حق ہے جو ادا کروں فرمایا ان کے واسطے نماز پڑھ اور مغفرت مانگ اور ان کا عہد اور وصیت بجالا ان کے دوستوں کی تکریم کر ان کے عزیزوں کے ساتھ احسان کر اور فرمایا ہے کہ ماں کا حق باپ کے حق سے دوگنا ہے۔

فرزندوں کے حقوق

ایک شخص نے جناب سرور کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ میں کس کے ساتھ احسان کروں آپ نے فرمایا کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ اس نے عرض کی کہ وہ تو مر گئے فرمایا تو فرزند کے ساتھ احسان کر کہ جیسا باپ کا حق ہے ویسا ہی فرزند کا بھی حق ہے فرزند کے حقوق میں یہ امر بھی ہے کہ بدخوئی کے سبب سے اسے عاق اور نافرمان نہ کردے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ ایسے باپ پر رحمت کرے جو اپنے بیٹے کو نافرمانی پر نہ لائے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لڑکا جب سات دن کا ہو اس کا عقیقہ کرو اور نام رکھو اور پاک کرو جب چھ برس کا ہو ادب سکھاؤ جب نو برس کا ہو تو اس کا بچھونا جدا کردو اور تیرہ برس کی عمر میں نماز کے واسطے مارو جب سولہ برس کا ہو اس کا نکاح کردو اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کہہ دو کہ میں نے تجھے ادب سکھا دیا تیری تربیت کردی تیرا نکاح کردیا اب خدا کی پناہ مانگتا ہوں دنیا میں تیرے فتنہ سے اور عقبیٰ میں تیرے عذاب سے اور فرزندوں کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ ان کے درمیان داد دہش اور پیار اور سب بھلائیوں میں مساوات رکھے اور چھوٹے بچے کا پیار کرنا اور بوسہ دینا سنت ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام حسن علیہ السلام کو بوسہ دیتے تھے اقرع بن حابس نے کہا کہ میرے دس لڑکے ہیں میں نے کبھی کسی کو بھی بوسہ نہیں دیا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو رحم نہ کرے گا اس پر خدا کی رحمت نازل نہ ہوگی ایک دن رسول مقبول

مقبول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو اور جہاد میں جانے کی اجازت چاہی آپ نے فرمایا کہ تیرے ماں باپ ہیں اس نے عرض کی جی ہاں ہیں آپ نے فرمایا تو جا پہلے ان سے اجازت مانگ اگر وہ اجازت نہ دیں تو ان کی اطاعت کر اس واسطے کہ توحید کے بعد حق تعالیٰ کے نزدیک کوئی قربت اور عبادت اس سے بہتر نہیں ہے۔ اے عزیز جان! تو کہ بڑے بھائی کا حق باپ کے حق کے قریب قریب ہے' اس واسطے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بڑے بھائی کا حق چھوٹے بھائی پر ایسا ہے جیسے باپ کا حق بیٹے پر۔

لونڈی غلاموں کے حقوق

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لونڈی غلاموں کے حق میں تم خدا سے ڈرو جو تم کھاتے ہو انھیں کھلاؤ جو تم پہنتے ہو انھیں پہناؤ ایسا مشکل کام نہ کہو جو یہ نہ کر سکیں اگر کام کے ہیں تو انھیں رکھو نہیں تو بیچ ڈالو اور خدا کے بندوں کو اذیت میں نہ رکھو اس واسطے کہ خدا نے ان کو تمہارے لونڈی اور غلام اور زیر دست کر دیا ہے اگر چاہتا تو تم کو ان کا زیر دست کر دیتا کسی شخص نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول ایک دن میں کے بار لونڈی غلاموں کا قصور معاف کریں فرمایا ستر بار احنف بن قیس رحمہ اللہ تعالیٰ سے لوگوں نے پوچھا کہ تم نے بردباری کس سے سیکھی ہے کہا قیس بن عاصم سے اس واسطے کہ ان کی لونڈی بکری کا بچہ بھنا ہوا لوہے کی سیخ میں لگا ہوا لاتی تھی اتفاقاً اس کے ساتھ چھوٹ کر ان کے بیٹے پر گرا وہ مر گیا لونڈی ڈر کے مارے بے ہوش ہو گئی انھوں نے کہا سنبھل تیرا کچھ قصور نہیں اور تجھے میں نے خدا کی راہ میں آزاد کیا حضرت عون بن عبداللہ جب اپنے غلام سے نافرمانی دیکھتے تو کہتے کہ تو نے بھی اپنے آقا کی وہی عادت اختیار کی ہے جس طرح تیرا آقا اپنے مالک کا گناہ کرتا ہے اسی طرح تو بھی اپنے آقا کا گناہ کرتا ہے حضرت ابو مسعود انصاری ایک غلام کو مارتے تھے آواز سنی کہ کسی شخص نے کہا یا ابا مسعود یہ اس طرف

پھرے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ فرمانے لگے کہ جتنی قدرت تو اس غلام پر رکھتا ہے اس سے زیادہ حق تعالیٰ تجھ پر قدرت رکھتا ہے لونڈی غلام کا حق یہ ہے کہ انھیں روٹی سالن اور کپڑے سے محروم نہ رکھے اور حقارت کی نظر سے نہ دیکھے اور سمجھے کہ وہ بھی میرے مانند آدمی ہیں وہ اگر چہ کچھ خطا کرے تو آقا خود جو خدا کا گناہ کرتا ہے اسے سوچے اور یاد کرے اور جب غصہ آئے تو احکم الحاکمین جو قدرت اس پر رکھتا ہے اس قدرت کا خیال کرے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب زیردست نے رنج اور محنت کھینچ کر اس کے واسطے کھانا تیار کیا اور اسے محنت سے بچایا تو چاہیے کہ اس زیردست کو اپنے ساتھ بٹھائے اور اس کے ساتھ کھائے اگر ایسا نہیں کر سکتا تو ایک لقمہ روغن میں ڈبو کر اپنے ہاتھ سے اس کے منھ میں دے دے اور کہے کہ یہ نوالہ کھالے۔

۱ اے اللہ میری قوم کو تو ہدایت فرما تحقیق کہ وہ نادان ہیں۔

۲ اپنے واسطے کسی چیز کو مباح کر لینا۔

۳ کفر کو دل میں پوشیدہ رکھنا اور ایمان ظاہر کرنا۔

۴ وہ اختیار کرتے ہیں اپنی ذاتوں پر اگر چہ انھیں احتیاج ہو۔

۵ اور لیکن نہیں دوست رکھتے نصیحت کرنے والوں کو۔

۶ بے شک شیطان فتنہ ڈالتا ہے ان میں۔

۷ بعد اس کے فساد ڈالا شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں۔

۸ اور جستجو نہ کرو

۹ اور آؤ تم گھروں کو ان کے دروازوں سے۔

۱۰ نہ داخل ہو تم گھروں میں اپنے گھروں کے سوا جب تک اجازت چاہو اور سلام کر لو اس گھر والے پر۔

۱۱ اے اللہ نیک کر تو امت محمد پر اے اللہ فراغت دے تو امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو۔

۱۲ رحم کرے اللہ مجھ پر اور تم پر۔

۱۳ پناہ مانگتا ہوں میں تیرے واسطے اللہ سے ایسا اللہ کہ ایک ہے بے نیاز اور ایسا ہے کہ اس

نے نہ جنا ہے اور نہ وہ جنا گیا اور نہیں اس کے مثل کوئی۔ اس چیز کی برائی سے جو تو پاتا ہے۔

۱۴ پناہ مانگتا ہوں اللہ کی عزت اور قدرت سے اور اس چیز کی برائی سے جو میں پاتا ہوں۔

۱۵ تنبیہ واضح ہو کہ یہ پہلے کا ماجرا ہے اس کے بعد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین ماجدین آپ کی دعا سے زندہ ہو کر مشرف باسلام ہوئے اور پھر فوراً انتقال فرما گئے پس مغفرت تحقیق ہوگئی یہ روایت مندرجہ متن کی ناسخ ہے جیسا کہ سیرت شامی میں لکھا ہے اور جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین شریفین کے مومن ہونے کے باب میں ایک رسالہ تصنیف کیا ہے۔

۱۶ نہیں ہیں مال تمھارے اور اولاد تمہاری مگر فساد ہیں۔

۱۷ اور حکم کیا تیرے پروردگار نے یہ کہ نہ عبادت کرو تم مگر اسی کی اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو۔

All rights reserved. ©2002-2006

چھٹی اصل آداب عزلت کے بیان میں

اے عزیز جان! اس بات کو جان کہ اس باب میں علماء کا اختلاف ہے کہ عزلت یعنی گوشہ گیری بہتر ہے یا مخالطت یعنی بندگان خدا سے ملے جلے رہنا حضرت سفیان ثوری اور ابراہیم ادہم اور داؤد طائی اور فضیل عیاض اور ابراہیم خواص اور یوسف اسباط اور حذیفہ مرعشی اور بشر حافی رحمہم اللہ تعالیٰ اور اکثر بزرگوں اور متقیوں کا مذہب یہ ہے کہ عزلت اور گوشہ گیری لوگوں کے ساتھ ملے جلے رہنے سے بہتر ہے اور علمائے ظاہر کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ مخالطت اور ملے جلے رہنا افضل ہے حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عزلت میں سے اپنا حصہ نگاہ رکھ اور حضرت ابن سیرین رحمتہ اللہ نے کہا ہے کہ عزلت عبادت ہے ایک شخص نے حضرت داؤد طائی سے عرض کی کہ مجھے کچھ نصیحت کیجیے فرمایا کہ دنیا سے روزہ رکھ اور موت کے وقت تک نہ کھول اور لوگوں سے اس طرح بھاگ جس طرح شیر سے بھاگتے ہیں حضرت بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ توریت میں لکھا ہے کہ آدمی نے جب قناعت کی بے پروا ہو گیا جب خلق سے گوشہ گیر ہوا سلامتی پائی جب خواہش کو پاؤں کے نیچے مل ڈالا آزاد ہو گیا جب حسد سے دست بردار ہوا اس کی مروت ظاہر ہو گئی جب چندے صبر کیا ہمیشہ کے واسطے برخورداری پائی حضرت وہب ابن الورد رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ حکمت کے دس حصے ہیں نو تو خاموشی میں ہیں ایک گوشہ گیری میں ہے حضرت ربیع ابن خیثم اور ابراہیم نخعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا ہے کہ علم سیکھ اور لوگوں سے گوشہ گیری اختیار کر حضرت مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھائیوں کی زیارت اور بیماروں کی عیادت اور جنازہ کی ہمراہی کو جایا کرتے تھے پھر ایک ایک امر سے دست بردار ہو کر گوشہ گیر ہو گئے حضرت فضیل رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں اس شخص کا بڑا احسان مانوں جو میری طرف سے گزرے اور سلام نہ کرے میں جب بیمار ہوں تو میری عیادت کو نہ آئے حضرت سعد بن ابی وقاص اور

سعد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے تھے مدینہ منورہ کے قریب ایک جگہ ہے اسے عقیق کہتے ہیں وہیں رہتے تھے کسی کام کو مجمع میں نہ آتے حتیٰ کہ اسی جگہ انتقال فرمایا ایک امیر نے حضرت حاتم اصم رحمتہ اللہ تعالیٰ سے کہا کہ کچھ حاجت ہے کہا ہاں ہے پوچھا کیا ہے کہا یہ حاجت ہے' کہ نہ تو مجھے دیکھ نہ میں تجھے دیکھوں ایک شخص نے حضرت سہیل تستری رحمتہ اللہ تعالیٰ سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ ہم میں صحبت رہا کرے فرمایا کہ ہم میں جب ایک شخص مرجائے گا تو دوسرا کس کے ساتھ صحبت رکھے گا کہا خدا کے ساتھ فرمایا اب بھی خدا ہی کے ساتھ صحبت رکھنا چاہیے۔ اے عزیز جان! تو کہ اس مسئلہ میں ویسا خلاف ہے جیسا کہ نکاح میں۔ کرنا بہتر ہے یا نہ کرنا بہتر ہے اور حقیقت یہ ہے کہ آدمی کے حال کے موافق حکم بھی بدلتا رہتا ہے اس واسطے کہ کوئی شخص ایسا ہے کہ اسے گوشہ گیری بہتر ہے اور کوئی ایسا ہے کہ اسے مخالطت بہتر ہے اور جب تک عزلت کے فوائد اور آفات کی تفصیل نہ کی جائے گی تب تک یہ حکم نہ معلوم ہوگا عزلت یعنی گوشہ گیری کے فوائد۔ اے عزیز جان! تو کہ عزلت میں چھ فائدے ہیں۔

پہلا فائدہ:

ذکر اور فکر کی فراغت ہے اس واسطے کہ خدا کا ذکر کرنا اور اس کی عجیب صنعتوں اور زمین آسمان کی مملکتوں میں فکر کرنا اور دنیا و آخرت میں خدا کے اسرار پہچاننا بزرگ ترین عبادت ہے بلکہ بزرگ ترین درجات یہ امر ہے کہ آدمی خود کو بالکل ذکر خدا میں ڈبو دے تا کہ ماسوائے اللہ سے بےخبر ہو جائے اور اپنی بھی خبر نہ رکھے خدا کے سوا اور کچھ باقی نہ رہے اور یہ خلوت اور عزلت کے بغیر ٹھیک نہیں ہوتا اس واسطے کہ جو چیز خدا کے سوا ہے وہ خدا سے پھیرنے والی ہے خصوصاً اس شخص کو جو یہ قوت نہیں رکھتا کہ خلق میں رہ کر باخدا رہے اور خلق سے جدا رہے جیسے انبیاء علیہم السلام رہتے تھے اس واسطے تھا کہ جناب سلطان الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والثنا نے اپنے کام کی

ابتداء میں عزلت اختیار فرمائی اور کوہ حرا پر چلے گئے اور خلق سے قطع تعلق کیا یہاں تک کہ نور نبوت نے قوت پکڑی اور اس مرتبہ پر پہنچ گئے کہ دن سے خلق میں تھے اور دل سے خدا کے ساتھ اور فرمایا کہ اگر کسی کو میں اپنا دوست بناتا تو ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بناتا لیکن خدا کی محبت نے اور کسی کی محبت کی گنجائش ہی نہیں باقی رکھی حالانکہ لوگ جانتے تھے کہ آپ کو ہر ایک کے ساتھ محبت ہے تعجب نہیں کہ اولیاء بھی اس درجہ کو پہنچ جائیں حضرت سہیل تستری رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ تیس برس ہوئے میں خدا کے ساتھ باتیں کرتا ہوں اور لوگ جانتے ہیں کہ خلق کے ساتھ کلام کرتا ہوں اور یہ امر کچھ محال نہیں اس واسطے کہ کوئی ایسا ہوتا ہے کہ اس پر کسی آدمی کو عشق اس قدر غالب ہو جائے کہ وہ لوگوں میں ہو اور اپنے معشوق کے ساتھ بہ دل مشغول ہونے کے سبب سے کسی کی بات نہ سنے اور لوگوں کو نہ دیکھے لیکن ہر ایک کو اس بات پر غرہ نہ کرنا چاہیے اس واسطے کہ بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ لوگوں میں رہنے کے سبب سے پروردگار کی سرکار سراپا انوار سے مردود ہو جاتے ہیں ایک شخص نے کسی راہب سے کہا کہ تنہائی میں صبر کرنا بڑا کام ہے اس نے کہا میں تنہا نہیں ہوں خدا کا ہمنشین ہوں جب اس سے راز کہنا چاہتا ہوں تو نماز پڑھتا ہوں جب چاہتا ہوں کہ وہ مجھ سے باتیں کرے تو توریت پڑھتا ہوں لوگوں نے کسی بزرگ سے پوچھا کہ گوشہ گیروں نے عزلت سے کیا فائدہ اٹھایا ہے جواب دیا کہ خدا کے ساتھ انس پایا ہے حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ سے لوگوں نے کہا کہ یہاں ایک شخص ہے ہمیشہ ستون کے پیچھے رہتا ہے خلق کے ساتھ کیوں نہیں ملتا کہا ایک بڑا کام مجھ پر پڑا ہے اس نے خلق سے جدا کر دیا ہے فرمایا کہ تو حسن کے پاس کیوں نہیں جاتا اور اس کی بات کیوں نہیں سنتا کہا اس کام نے حسن اور تمام لوگوں سے مجھے باز رکھا ہے پوچھا کہ وہ کیا کام ہے کہا کہ کوئی ایسا وقت نہیں ہوتا کہ حق سبحانہ تعالیٰ مجھے نعمت نہ دے اور میں گناہ نہ کروں اس کی نعمت کا شکر اور اپنے گناہ سے استغفار کیا کرتا ہوں نہ حسن

کے ساتھ مشغول ہوتا ہوں نہ لوگوں کے ساتھ بس حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو اپنی جگہ سے نہ اٹھ اس واسطے کہ تو حسن سے زیادہ فقیہ ہے حضرت ہرم ابن حبان حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس گئے حضرت اویس نے پوچھا کہ کس کام کو آئے ہو کہا اس واسطے آیا ہوں تا کہ تم سے آسائش پاؤں حضرت اویس نے کہا کہ میں ہرگز نہیں جانتا کہ کوئی شخص خدا کو جانتا ہو اور پھر دوسرے سے آسائش لے حضرت فضیل رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ جب رات کی تاریکی پیدا ہوتی ہے تو میرا دل خوش ہوتا ہے اپنے جی میں کہتا ہوں کہ صبح تک خدا کے ساتھ خلوت میں بیٹھوں گا جب دن کی روشنی پیدا ہوتی ہے تو میرا دل رنجیدہ ہوتا ہے اپنے جی میں کہتا ہوں کہ لوگ مجھے اب خدا سے باز رکھیں گے حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ جو شخص مخلوقات کے ساتھ باتیں کرنے سے خدا کے ساتھ مناجات کے ذریعہ سے باتیں کرنے کو زیادہ دوست نہیں رکھتا ہے اس کا علم بہت تھوڑا ہے اور اس کا اندھا ہے اور اس کی عمر ضائع ہے کہ کسی حکیم نے کہا ہے کہ جس کسی کو یہ خواہش ہو کہ کسی کو دیکھوں اور اس سے بات کروں تو اس کا نقصان ہے کہ جو چاہیے اس سے اس کا دل خالی ہے اور خارج سے مدد چاہتا ہے بزرگوں نے کہا کہ جس کو لوگوں کے ساتھ انس ہے وہ مفلسوں میں سے ہے۔ اے عزیز! تو ان سب اقوال اور روایات سے یہ جان لے کہ جس کسی کو اسبات کی قدرت ہو کہ ہمیشہ ذکر کرنے سے حق تعالیٰ کے ساتھ انس پیدا کرے یا ہمیشہ فکر کرنے سے اس کے جلال و جمال کی معرفت کا علم حاصل کرے تو یہ امر ان سب عبادتوں سے افضل ہے جو خلق خدا سے علاقہ رکھتی ہیں اس واسطے کہ سعادتوں کی غایت یہ ہے کہ جو کوئی اس جہان میں جائے تو حق تعالیٰ کی محبت اس پر غالب ہو اور انس و محبت ذکر کی بدولت کامل ہوتی ہے اور محبت ثمرہ معرفت ہے اور معرفت ثمرہ فکر اور یہ سب باتیں خلوت سے بن پڑتی ہیں۔

دوسرا فائدہ:

یہ ہے کہ عزلت یعنی گوشہ گیری کی بدولت کثرت معصیت سے آدمی بچتا ہے چار گناہ ہیں کہ مخالطت یعنی باہم ملے جلے رہنے میں ہر ایک ان سے نہیں بچتا ایک عیب کرنا یا عیب سننا اور یہ گناہ دین کی تباہی ہے دوسرا امر بالمعروف ونہی منکر اس واسطے کہ آدمی اگر خاموش رہے گا تو فاسق اور عاصی ہو جائے گا اور اگر ناراض ہو گا تو وحشت اور خصومت میں پڑ جائے گا۔ تیسرا ریا اور نفاق ہے کہ مخالطت میں یہ لازم ہے اس واسطے کہ اگر خلق کے ساتھ مدارا نہ کرے گا تو وہ ستائے گی اور اگر مدارا کرے گا تو ریا میں پڑے گا کیونکہ نفاق اور ریا کو مدارا سے جدا کرنا نہایت مشکل ہے اور اگر دو دشمنوں سے کلام کرے گا اور ہر ایک کے موافق بات کہے گا تو یہ نفاق ہے اور اگر ایسا نہ کرے گا تو ان کی دشمنی سے نجات نہ ملے گی اور ادنیٰ سی بات یہ ہے کہ جسے دیکھے گا اس سے کہے گا کہ میں ہمیشہ تمہارا مشتاق رہتا ہوں اور اکثر یہ بات جھوٹ ہوتی ہے اگر ایسا نہ کہے تو لوگ اس سے متوحش ہوں گے اور اگر اس کے ساتھ تو بھی کہے گا تو نفاق اور جھوٹ ہو گا اور ادنیٰ بات یہ ہے کہ ظاہر میں ہر ایک سے پوچھنا پڑتا ہے کہ تم کیسے ہو اور تمہارے لوگوں کا کیا حال ہے اور باطن میں اس خیال سے فارغ البال ہوتا ہے کہ وہ کیسے ہیں تو یہ تیرا نفاق ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ کوئی ایسا ہوتا ہے کہ باہر جاتا ہے اور کسی سے کام رکھتا ہے اور نفاق کی راہ سے اس کی آدمیت اتنی بیان کرتا ہے اور اس قدر تعریف کرتا ہے کہ دین اس کے سر پر رکھ کر نا کام خدا کو خفا کر کے اپنے گھر نا کام پھر آتا ہے حضرت سری سقطی قدس سرہ نے کہا ہے کہ جب کوئی بھائی میرے پاس آئے اور میں اپنی ڈاڑھی کے بال سیدھے کرنے کو ہاتھ پھیروں تو اس کا خوف ہے کہ میرا نام منافقوں کے دفتر میں لکھ لیں حضرت فضیل رحمتہ اللہ تعالیٰ ایک جگہ بیٹھے تھے ایک شخص ان کے پاس گیا پوچھا تو کیوں آیا ہے کہا آپ کے دیدار سے آسائش اور

لوگوں نے پوچھا کیسے ہو کر کہا اس آرزو میں رہتا ہوں کہ ایک دن عافیت سے ہوں کہا کیا عافیت سے نہیں ہو فرمایا عافیت سے وہ ہو جو گناہ نہ کرتا ہو ایک بزرگ سے موت کے وقت لوگوں نے پوچھا کیسے ہو کہا اس کا حال کیسا ہوتا ہے جو سفر دور دراز کو بے زاد راہ جاتا ہے اور اندھیری قبر میں بے مونس جاتا ہے اور بادشاہ عادل کے سامنے بے حجت و دلیل جاتا ہے حضرت حسان ابن سنان رحمتہ اللہ تعالیٰ سے لوگوں نے پوچھا کہ کیسے ہو فرمایا اس شخص کا کیسا حال ہوتا ہے جسے یہ امر ضرور ہے کہ مرے اور اسے اٹھائیں اور حساب کرنا چاہیں حضرت ابن سیرین رحمتہ اللہ نے کسی سے پوچھا تو کیسا ہے عرض کی اس کا حال کیسا ہوتا ہے جو پانچسو درہم کا قرض دار ہو اور اہل عیال کے واسطے کچھ نہ رکھتا ہو حضرت ابن سیرین رحمتہ اللہ علیہ اپنے گھر تشریف لائے اور ہزار درہم لے جا کر اسے عنایت فرمائے اور فرمایا پانچسو درہم سے قرض ادا کر اور پانچسو درہم عیال کے نفقہ میں دے اور اب میں نے عہد کیا کہ کسی سے نہ پوچھوں گا کہ تو کیسا ہے حضرت ابن سیرین رحمتہ اللہ تعالیٰ نے یہ امر اس واسطے کہا کہ اس بات سے ڈرے کہ اگر اس کی غمخواری نہ کروں گا تو پوچھنا نفاق ہو گا بزرگوں نے کہا کہ بعض لوگوں کو ہم نے دیکھا ہے کہ ایک دوسرے کو ہرگز سلام نہ کرتے اور ایک دوسرے سے اگر حکم کرتا تو جو کچھ موجود ہوتا نہیں نہ کرتے اب ایسے لوگ ہیں کہ ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور گھر کی مرغی تک کا احوال پوچھتے ہیں اگر ایک دوسرے سے ایک درہم بھی گستاخانہ طلب کرے تو نہیں کے سوا اور کچھ نظر نہ آئے یہ امر نفاق ہے پس جب خلق کی یہ کیفیت ہے تو جو کوئی اس سے مخالطت کرے گا اگر ان کی موافقت کرے گا تو اس نفاق اور جھوٹ میں شریک ہو گا اور اگر مخالفت کرے گا تو اس کو دشمن بنائے گا اور خود سنگ دل کہلائے گا سب اس کی غیبت کرنے لگیں گے اس کا دین اس کے سبب سے دین اس کے باعث سے خراب ہو جائے گا۔ چوتھا گناہ جو باہم ملنے جلنے کے سبب سے لازم آتا ہے یہ ہے کہ تو جس کے پاس بیٹھے گا

اس کی خوتجھ میں سرایت کرے گی اور تجھے خبر بھی نہ ہوگی تیری طبیعت اس کی طبیعت سے اس طرح خو چرائے گی کہ تجھے کچھ خبر نہ ہوا گر اہل غفلت کے پاس نشست ہوگی تو اس کی بو بہت سے گناہوں کا تخم ہو جائے گی اس واسطے کہ دنیا داروں کو دیکھے گا ان کی طمع دنیوی دیکھے گا ویسی باتیں تجھ میں پیدا ہوں گی اور جو شخص اہل فسق کو دیکھے گا تو گو اس سے انکار رکھتا ہو مگر جب کثرت دیکھے گا تو فسق اس کی نگاہ میں آسان اور ذرا سی بات معلوم ہوگا لوگ جب کسی گناہ کو اکثر دیکھتے ہیں تو ان کے دلوں سے اس گناہ کا انکار جاتا رہتا ہے اسی سبب سے کسی عالم کو اگر ریشمی لباس پہنے دیکھتے ہیں تو سب کے دل اس سے انکار کرتے ہیں اور اگر یہ عالم تمام دن غیبت میں مشغول رہے تو شاید کسی کے دل میں بھی انکار نہ پیدا ہو حالانکہ غیبت کرنا ریشمی کپڑا پہننے سے بدتر ہے بلکہ زنا کرنے سے بھی سخت تر ہے مگر چونکہ غیبت کو بہت دیکھا سنا ہے تو اس کی برائی دلوں سے جاتی رہی ہے بلکہ جس طرح صحابہ کرام رحمتہ اللہ علیہ اور بزرگوں کا حال سننا مفید ہوتا ہے اس طرح اہل غفلت کا حال سننا نقصان کرتا ہے اور بزرگوں کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے حدیث شریف میں آیا کہ کہ ﴿عند ذکر الصالحین تنزل الرحمتہ﴾ نزول رحمت کا یہ سبب ہے کہ بزرگوں کا حال سن کر دین کی رغبت پیدا ہوتی ہے اور دنیا کی رغبت بہت کم ہو جاتی ہے اس طرح اہل غفلت کے ذکر کے وقت لعنت برستی ہے اس واسطے کہ غفلت اور دنیا کی رغبت سبب لعنت ہے جب ان کا ذکر لعنت کا باعث ہوتا ہے تو ان کا دیدار بہت بڑھ کر ہوگا اسی واسطے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باہم میل جول کے بارہ میں فرمایا ہے کہ برا ہمنشین لہار کے مثل ہے کہ اس کی دکان پر بیٹھنے سے اگر کپڑا نہ جلے گا مگر دھواں تو لگے گا اور نیک ہمنشین کی مثل عطر فروش کی ایسی ہے پاس بیٹھنے سے اگر چہ وہ مشک تجھے نہ دے گا مگر خوشبو تو تجھ میں آ جائے گی۔ پس اے عزیز جان! تو کہ برے کے پاس بیٹھنے سے تنہائی بہتر ہے اور تنہائی سے نیک کے پاس بیٹھنا افضل ہے جیسا

کہ حدیث شریف میں آیا ہے تو جس کسی کے پاس بیٹھنا تجھ سے دنیا چھڑائے اور خدا کی طرف بلائے اس سے باہم میل جول کرنا بہت غنیمت ہے تو اس کا ملازم رہ اور جس کا حال اس کے خلاف ہو اس سے دور رہ خصوصاً اس عالم سے جو دنیا کا حریص ہو اور جس کا فعل قول کے مطابق نہ ہو کہ وہ زہر قاتل ہے اور ایمان کی عزت اور حرمت صاف دل سے نکال ڈالتا ہے اس واسطے کہ آدمی اپنے دل میں کہتا ہے کہ اگر ایمانداری کی کچھ اصل ہوتی تو یہ ایمانداری کے واسطے اولی ہوتا اس لیے کہ اگر کوئی لوزینہ کا طباق اپنے سامنے رکھے ہوئے بڑے لالچ سے کھاتا ہو اور چلاتا ہو کہ اے مسلمانو اس سے دور رہو کہ یہ زہر ہے تو اس کی بات کوئی باور نہ کرے گا اور کھانے میں اس کا دلیری کرنا اس بات کی دلیل ہو جائے گی کہ اس میں ہرگز زہر نہیں ہے بہت لوگ ایسے ہیں کہ حرام کھانے اور گناہ کرنے پر دلیر نہیں ہوتے جب سنتے ہیں کہ عالم یہ کام کرتا ہے تو دلیر ہو جاتے ہیں اسی سبب سے عالم کی خطا بیان کرنا حرام ہوئی اور حرام ہونے کے دو سبب ہیں ایک یہ کہ غیبت ہے دوسرے یہ کہ لوگ سن کر اس خطا پر دلیر ہو جائیں گے عالم کے فعل کو دلیل کر کے اس کی پیروی کریں گے اور شیطان ان کی مدد کو اٹھ کھڑا ہو گا اور کہے گا کہ تو بھی یہ خطا کر تو فلانے عالم سے زیادہ متقی پرہیزگار نہیں ہے عوام کو لازم ہے کہ جب کسی عالم سے کوئی خطا دیکھیں تو دو چیزوں کا خیال کریں ایک تو یہ امر جانیں کہ عالم اگر کوئی خطا کرتا ہے تو ممکن ہے کہ اس کا علم اس خطا کا کفارہ ہو جائے اس واسطے کہ علم بڑا شفیع ہے اور عوام کو چونکہ علم نہیں ہے تو وہ اگر عمل نہ کریں گے تو کاہے پر بھروسا کریں گے دوسرے اس بات کا خیال کرے کہ عالم کا یہ جاننا کہ حرام کا مال کھانا درست نہیں ہے ایسا ہے جیسا عوام کا یہ جاننا کہ شراب اور زنا درست نہیں ہے تو اس باب میں کہ شراب پینا اور زنا کرنا نہ چاہیے ہر شخص عالم ہے اور عوام کا شراب پینا کچھ دلیل نہیں ہے کہ اسے دیکھ کر اور کوئی بھی شراب پینے لگے عالم کے حرام کھانے کا بھی یہی حال ہے اور حرام

خوری پر اکثر وہی لوگ دلیر ہوتے ہیں جو فقط نام کو عالم ہیں اور علم کی حقیقت سے غافل ہیں یا عالم لوگ بظاہر جو برا کام کرتے ہیں اس کا عذر یا تاویل جانتے ہوں کہ اس عذر اور تاویل کو عوام نہیں سمجھ سکتے تو عوام کو چاہیے کہ عالم کی خطا کو اس نظر سے دیکھیں تا کہ تباہ نہ ہوں۔ حضرت موسیٰ حضرت خضر علیہما السلام کا قصہ کہ حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی میں سوراخ کر دیا اور حضرت موسیٰ نے اعتراض کیا قرآن شریف میں اسی واسطے حق سبحانہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے غرضیکہ زمانہ ایسا ہے کہ اکثر خلق کی صحبت سے نقصان متصور ہے تو عزلت اور گوشہ گیری اکثر لوگوں کو اولیٰ ہے۔

تیسرا فائدہ:

عزلت یعنی گوشہ گیری کا یہ ہے کہ کوئی شہر خصومت اور فتنہ اور تعصب سے خالی نہیں ہے اور جس نے گوشہ اختیار کیا وہ فتنہ سے چھوٹا اور جب باہم ملا جلا تو اس کا دین معرض خطر میں پڑا حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص نے کہا ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تو جب لوگوں کو دیکھے کہ ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر باہر نکلتے ہیں تو گھر کے اندر بیٹھ رہ اور زبان کو سنبھال جو کچھ جانتا ہو کر جو کچھ نہ جانتا ہو اسے چھوڑ خاص اپنے کام میں مشغول ہو اوروں کے کام سے دستبردار رہو جا حضرت عبداللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی کا دین سلامت نہ رہے گا مگر یہ کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ اور ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ پر اور ایک کھوہ سے دوسری کھوہ میں بھاگے گا جس طرح روباہ خود کو خلق سے چھپاتی پھرتی ہے لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ زمانہ کب آئے گا فرمایا جبکہ روزی بے گناہ نہ ملے اس وقت خلق سے دور دور ہی رہنا حلال ہو گا لوگوں نے عرض کی کہ کیونکر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے تو ہمیں نکاح کا حکم فرمایا ہے ارشاد فرمایا کہ اس وقت آدمی اپنے ماں باپ کے ہاتھوں ہلاک ہو گا وہ اگر

رحمتہ اللہ تعالیٰ جو ولیوں میں سے تھے انھوں نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کو جو خط لکھا کہ میں نے سنا ہے کہ تم حج کو جاتے ہو میں چاہتا ہوں کہ تمہارے ساتھ رہوں حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ معاف رکھو تا کہ حق تعالیٰ کے شہر میں زندگی بسر کریں شاید ہم تم باہم رہیں تو ایک دوسرے سے ایسی کوئی بات دیکھیں کہ ایک دوسرے کو دشمن بنائیں اور یہ بھی عزلت کے فائدوں میں سے ایک فائدہ ہے کہ مروت کا پردہ برقرار رہتا ہے اور باطن کا حال نہیں کھلتا اس واسطے کہ ممکن ہے کہ کسی کی جو بات نہ دیکھی ہے نہ سنی ہے وہ کھل جائے۔

پانچواں فائدہ:

عزلت یعنی گوشہ گیری کا یہ ہے کہ لوگوں کی طمع اس سے اور اس کی طمع لوگوں سے منقطع ہو جاتی ہے اور ان دو طمعوں سے بہت رنج اور گناہ پیدا ہوتے ہیں کیونکہ جب دنیا داروں کو دیکھے گا تو دنیا کی حرص اس میں پیدا ہوگی اور طمع حرص کی تابع ہے اور ذلت و خواری طمع کی تابع ہے اس واسطے حق سبحانہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ﴿ولاتمدن عینیک الی مامتعنابه ازواجامنهم الایه﴾ یعنی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا ہے کہ ان لوگوں کی آراستہ دنیا کو نہ دیکھو کہ وہ ان کے حق میں فتنہ ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص دنیا کی رو سے تم سے زیادہ ہے اسے نہ دیکھ کہ خدا کی نعمت تمھاری نگاہ میں حقیر ہو جائے گی اور جو شخص امیروں کی دولت دیکھے گا تو تو اگر اس کی تلاش میں پڑ جائے گا اور اسے نہ پائے گا تو آخرت کا نقصان اٹھائے گا اور اگر تلاش کرے گا تو وقت اور صبر میں پڑے گا وہ بھی مشکل ہے۔

چھٹا فائدہ:

عزلت یعنی گوشہ گیری کا یہ ہے کہ کاہلوں اور احمقوں اور ایسے لوگوں سے آدمی نجات پاتا ہے جن کا دیکھنا طبیعت کو مکروہ معلوم ہوتا ہے اعمش رحمتہ اللہ تعالیٰ سے

لوگوں نے پوچھا کہ تمہاری آنکھ میں کیوں خلل پیدا ہوا کہا میں نے از بسکہ کاہلوں کو دیکھا جالینوس نے کہا کہ جس طرح بدن کے واسطے تپ ہے جان کے واسطے بھی تپ ہے کاہلوں کو دیکھنا جان کی تپ ہے حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر انجان کے پاس جب بیٹھا تو میرا بدن جو اس کی طرف تھا بھاری ہو گیا یہ فائدہ اگر چہ دنیاوی ہے لیکن دینی بھی اس کے ساتھ ملا ہوا ہے اس لیے کہ جب ایسے آدمی کو دیکھتا ہے جس کا دیکھنا ناگوار ہو تو زبان سے خواہ دل سے اس کی غیبت کرتا ہے اور آدمی جب تنہا رہے گا تو ان سب باتوں سے امن پائے گا اور بچا رہے گا عزلت کے یہ فائدے ہیں۔

عزلت یعنی گوشہ گیری کی آفتیں

اے برادر! اس بات کو معلوم کر کہ بعض مقاصد دینی اور دنیوی اوروں کے بغیر حاصل نہیں ہوتے اور باہم ملے جلے بغیر راست نہیں ہوتے وہ کام گوشہ گیری میں فوت ہوتے ہیں ان کا فوت ہونا عزلت یعنی گوشہ گیری کی آفت ہے وہ آفتیں بھی چھ ہیں۔

پہلی آفت:

آدمی علم سیکھنے اور سکھانے سے محروم رہتا ہے۔ اے عزیز جان تو کہ جس نے وہ علم جو اس پر فرض ہے نہ سیکھا ہو اس پر عزلت حرام ہے اور جس نے فرض علم سیکھا اور علم نہیں سیکھ سکا اور علم نہیں سمجھ سکتا اور چاہتا ہے کہ عبادت کے واسطے گوشہ اختیار کرے تو درست ہے اور اگر شریعت کے سب علم سیکھ چکا ہے اس کے واسطے عزلت اختیار کرنا بڑا نقصان ہے اس واسطے کہ جو کوئی علم حاصل کرنے کے پہلے عزلت اختیار کرتا ہے وہ خواب اور بیکاری اور واہی تواہی خیالات میں اکثر اوقات ضائع کرتا ہے اگر آدمی تمام دن عبادت میں مشغول رہے جب علم مضبوط نہ کیا ہو تو

عبادت میں غرور اور تکبر سے خالی نہ رہے گا اور اعتقاد میں اندیشہ محال اور خطا سے خالی نہ رہے گا اور خدا کی شان میں اسے ایسے خطرے آئیں گے کہ شاید کفر یا بدعت ہوں اور وہ جانے بھی نہ غرضیکہ عزلت عالموں کو چاہیے عوام کو نہیں اس واسطے کہ عوام بیمار کے مانند ہیں اور بیمار کو طبیب سے بھاگنا نہ چاہیے اس واسطے کہ اگر آپ اپنا علاج کرے گا تو جلد ہلاک ہو جائے گا اور تعلیم حاصل کرنے کا بہت بڑا مرتبہ ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو کوئی علم سیکھے اور اس پر عمل کرے اور دوسروں کو سکھائے ملکوت آسمان میں اسے بڑا شخص کہتے ہیں اور عزلت کے ساتھ تعلیم نہیں ہو سکتی تو تعلیم عزلت سے اولیٰ ہے بشرطیکہ اس کی اور سیکھنے والے کی نیت طلب دین ہو طلب مال و جاہ نہ ہو اور چاہیے کہ ایسا علم سیکھائے جس میں دین کا فائدہ ہو اور جو علم ضرورتر ہو اسے مقدم کرے مثلاً جب علم طہارت شروع کیا تو کہہ دے کہ کپڑے اور بدن کی طہارت ذرا سی بات ہے اس سے مقصود اور ہی طہارت ہے وہ طہارت گناہوں سے ہے آنکھ کان زبان ہاتھ اور سب اعضاء کی تفصیل بیان کر دے اور شاگرد سے حکم کر دے کہ علم کے موافق کاربند ہو اگر اس پر عمل نہ کرے اور دوسرا حکم سیکھنے کی خواہش کرے تو سمجھ جائے کہ طلب جاہ اس کا مقصود ہے اور جب اس طہارت سے فارغ ہو تو یہ کہہ دے کہ اس طہارت سے بھی اس کے سوا اور طہارت مقصود ہے اور وہ دنیا اور ماسوی اللہ کی محبت سے دل کو پاک کرنا ہے اور یہی طہارت لا الہ الا اللہ کی حقیقت ہے کہ خدا کے سوا اور کوئی اس کا معبود نہ ہے اور جو شخص اپنی خواہش کا پابند ہے ﴿ فقد اتخذ الهه هواه ﴾ یعنی اس نے اپنی خواہش کو خدا بنایا اور کلمہ لا الہ الا اللہ کی حقیقت سے محروم ہے جو کچھ رکن مہلکات اور منجیات میں ہم نے بیان کیا ہے آدمی جب تک اسے نہ پڑھے گا تب تک خواہش سے بری ہونے کا طریقہ نہ پہچانے گا اور یہ طریقہ جاننا ہر شخص پر فرض عین ہے شاگرد اگر اس علم سے فارغ ہونے کے پہلے حیض اور طلاق اور خراج اور فتوے اور دعوی علم

اور خصومات اور معاملات کا علم اور علم کلام اور نحو اور لغت کا علم کسی کو خدا کی طرف بلاتا ہی نہیں اس واسطے کہ ان علموں میں دین کی ترغیب نہیں بلکہ ان میں سے ہر ایک حسد، غرور، تکبر، تعصب کا بیج دل میں بوتا ہے ﴿ ولیس الخبر کالمعانیه ﴾.

مصرع:

شنیدہ کے بود مانند دیدہ، اس دعویٰ پر دلیل کی احتیاج نہیں۔ اے عزیز! تو دیکھ تو کہ جو لوگ ان علوم میں مشغول تھے وہ کیسے رہے ان کا کیا انجام ہوا اور ان کی موت کیسی ہوئی جو علم آدمی کو آخرت کی طرف بلاتا ہے اور دنیا سے چھوڑاتا، ہے وہ حدیث اور تفسیر کا علم ہے اور یہ علم ہم نے مہلکات اور منجیات میں بیان کیے ہیں تو عالم کو چاہیے کہ یہی علوم پڑھائے کہ یہ ہر ایک کے دل میں اثر کرتے ہیں مگر کوئی ایسا ہی سنگدل ہو کہ اسے اثر نہ کریں تو یہ شرط جو بیان ہوئی اس کے ساتھ جو کوئی علم سیکھنا چاہے اس سے کنارہ کرنا گناہ کبیرہ ہے پھر اگر کوئی شخص علم حدیث اور تفسیر اور جو ضروری علم ہو پڑھتا ہے اور طلب جاہ بھی اپنے اوپر غالب رکھتا ہے تو اس کی تعلیم سے بھاگنا چاہیے اس واسطے کہ اس کی تعلیم میں اگرچہ اوروں کا بڑا فائدہ ہے لیکن وہ خود تو تباہ ہوگا اور دوسروں پر سے تصدیق ہو جائے گا یہی بات ہے جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہے کہ حق تعالیٰ اپنے دین کی نصرت ان لوگوں کے سبب سے کرتا ہے جنھیں اس سے خود کچھ فائدہ نہ ہو اس کی مثال شمع کی ایسی ہے کہ تمام مکان تو اس سے روشن رہتا ہے اور خود وہ جلا اور گلا کرتی ہے اس واسطے حضرت بشر حافی نے حدیث کی کتابوں کے ساتھ کتب خانے جو بزرگوں سے سن رکھے تھے خاک میں ملا دیے اور حدیث روایت نہ کی اور فرمایا میں اس واسطے نہیں روایت کرتا ہوں کہ اس کی خواہش اپنے میں پاتا ہوں اگرچہ چپ رہنے کا ذوق پاتا تو البتہ روایت کرتا بزرگوں نے کہا ہے کہ حدثنا دنیا کا ایک باب ہے، اور جو شخص حدثنا کہتا ہے اس کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ لوگ مجھے مسند پر بٹھالیں امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کا گذر ایک شخص کی طرف ہوا جو کرسی پر بیٹھا تھا فرمایا کہ یہ شخص کہہ رہا ہے ﴿ اعرفونی ﴾ یعنی مجھے پہچانو ایک شخص نے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اجازت مانگی کہ فجر کی نماز کے بعد لوگوں کو وعظ و نصیحت کیا کروں آپ نے اجازت نہ دی اس نے عرض کی کہ یا امیر المومنین آپ کیا نصیحت کرنے کو منع کرتے ہیں فرمایا ہاں میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ غرور تیرا دماغ آسمان پر نہ پہنچا دے حضرت رابعہ عدویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سفیان ثوری رحمہما اللہ تعالیٰ سے کہا کہ اگر تم دنیا کو دوست نہ رکھتے ہوتے تو خوب آدمی تھے پوچھا کہ میں دنیا کو کیا دوست رکھتا ہوں کہا کہ حدیث روایت کرنا تم کو پسند آیا حضرت ابوسلیمان خطابی رحمتہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ جو اس زمانہ میں علم سیکھنا اور صحبت رکھنا چاہے تم اس سے حذر کرو اور دور بھاگو کہ ان کے پاس نہ مال ہے نہ جمال ظاہر میں دوست رہتے ہیں باطن میں دشمن منھ پر تعریف کرتے ہیں پیٹھ پیچھے مذمت سب اہل نفاق اور سخن چین اور مکار اور فریبی ہیں ان کا مطلب یہ ہے کہ اپنی فاسد غرضوں کے لیے تجھے سیڑھی بنائیں اور تجھے گدھا بناتے ہیں تا کہ ان کی خواہش میں تو شہر کے گرد نکلے اور تیرے پاس اپنے آنے سے تجھ پر احسان جتاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تو اپنی آبرو اور جاہ و مال ان پر سے اس کے بدلے نثار کر دے کہ وہ تیرے پاس آتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تو ان کے اور ان کے قرابت داروں اور متعلقوں کے حقوق ادا کرتا رہے ان کا الو بنا رہے اور ان کے دشمنوں کے ساتھ سفاہت کرے ان میں سے اگر کسی بات میں تو خلاف کرے تو دیکھے کہ تیرے اور تیرے علم کے حق میں کیا کیا کہتے ہیں اور کس طرح تیری دشمنی میں کھل پڑتے ہیں اور حقیقت بات یہی ہے جو ابوسلیمان رحمتہ اللہ تعالیٰ نے کہی اس واسطے کہ اب کوئی شاگرد استاد کو بیکار نہیں قبول کرتا ہے اول تو چاہتا ہے کہ اس کے سبب سے میری آمدنی جاری رہے اور مدرس بیچارہ نہ تو یہ طاقت رکھتا ہے کہ شاگرد کو چھوڑ دے کیونکہ لوگوں کی نظروں میں سبک ہو جائے گا اور نہ یہ قدرت

رکھتا ہے کہ بے ظالم کے پاس گئے اور بغیر ان کی خوشامد کیے شاگردوں کی آمدنی جاری رکھ سکے تو ان کے کام کے پیچھے اپنا ایمان کھوتا ہے اور ان سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا ہے تو عالم اگر تعلیم کر سکتا ہے اور ان آفتوں سے دور رہ سکتا ہے تو تعلیم عزلت سے افضل ہے اب عوام کو یہ لازم ہے کہ جب کسی کے خود شاگردوں کو درس دیتے دیکھیں تو اس کے حق میں یہ بدگمانی نہ کریں کہ اسے مال و جاہ مقصود ہے بلکہ یہ خیال کریں کہ اللہ علم سکھاتا ہے یہ سمجھنا ان پر فرض ہے جب آدمی کا باطن ناپاک ہوتا ہے تو نیک گمان کی اس میں گنجائش نہیں ہوتی ہے اس واسطے کہ ہر شخص ویسا ہی سمجھتا ہے جیسا اس کے دل میں ہوتا ہے یہ بیان اس واسطے ہوا تا کہ عالم اپنی شرط پہچانیں اور عوام اپنی حماقت سے اس امر کا بہانہ کر کے علماء کی تعظیم میں کسی طرح قصور نہ کریں کہ اس بدگمانی کے سبب سے وہ بھی تباہ ہوں گے۔

دوسری آفت:

یہ ہے کہ نفع لینے اور نفع پہنچانے سے باز رہے گا نفع لینے سے کسب مراد ہے کہ بے باہم ملے جلے نہیں ہو سکتا جو شخص عیالدار ہو تو اسے کسب چھوڑ کر عزلت اختیار کرنا نہ چاہیے کیونکہ اہل و عیال کو تباہ اور خراب کرنا گناہ کبیرہ ہے اگر کوئی شخص مال کافی رکھتا ہو یا عیالدار نہ ہو تو اس کے حق میں عزلت اولی ہے اور نفع پہنچانے سے نمونہ دینا اور مسلمانوں کا حق بجالانا مقصود ہے اگر عزلت میں ظاہری عبادت کے سوا اور کسی کام میں مشغول نہ ہوگا تو کسب حلال اور صدقہ دینا عزلت سے افضل ہے لیکن اگر اس کے وطن کا راستہ خدا کی معرفت اور ذکر کی طرف کھلا ہے تو عزلت تمام صدقوں سے افضل ہوگی اس واسطے کہ سب عبادتوں سے مقصود یہی ہے۔

تیسری آفت:

یہ ہے کہ مجاہدہ اور ریاضت جو لوگوں کے اخلاق ذمیمہ پر صبر کرنے سے حاصل ہوتی ہے ان سے باز رہے گا اور باز نہ رہنے میں اس شخص کے واسطے بڑا فائدہ ہے جو

ہنوز ریاضت میں کامل نہ ہوا اس واسطے کہ نیک خوئی سب عبادتوں کی اصل ہے اور وہ بے باہم ملے جلے پاس بیٹھے اٹھے حاصل نہیں ہوتی اس واسطے کہ خوش خلقی اس کا نام ہے کہ آدمی لوگوں کی محال طلبی پر صبر کرے اور صوفیہ کے خادم لوگ اس واسطے لوگوں سے صحبت رکھتے ہیں کہ عوام سے سوال کرنے کے سبب سے اپنی رعونت اور تکبر کو توڑیں اور صوفیہ کی خدمت گزاری کرنے سے اپنے بخل کو توڑیں اور ان کی فرمانبرداری کا متحمل ہو کر بدخوئی اپنے دل سے دور کریں اور ان کا کام خدمت کر کے ان کی ہمت اور دعا کی برکت حاصل کریں اگلے زمانے میں صوفیہ کے خادموں کو یہی مقصود ہوتا تھا اگرچہ اب نیت بدلگتی ہے بعضوں کا جاہ و مال مقصود ہوتا ہے تو جو شخص ریاضت کر چکا ہے اس کے حق میں عزلت افضل ہے اس واسطے کہ ریاضت سے یہ غرض نہیں کہ آدمی ہمیشہ رنج تکلیف کھینچے جس طرح دوا سے تلخی نہیں مقصود ہوتی بلکہ بیماری کا جاتا رہنا مقصود ہوتا ہے جب بیماری جاتی رہی تو خود کو ہمیشہ دوا کی تلخی میں گرفتار رکھنا کچھ ضرر نہیں اسی طرح ریاضت سے بھی کچھ اور ہی مطلب ہے یعنی حق تعالیٰ کے ذکر سے انس حاصل کرنا اور ریاضت سے غرض یہ ہے کہ جو چیز ان سے تجھے مانع ہے اسے اپنے سے تو دور کرتا کہ انس میں مشغول ہو سکے۔ اے عزیز جان! تو کہ جیسا خود ریاضت کرنا ضرور ہے اوروں کو بھی ریاضت کی طرف لانا اور ادب سکھانا ارکان دین میں سے ہے اور یہ بات عزلت سے میسر نہ ہوگی تو پیر کو مریدوں سے ملنا ضرور ہے ان سے کنارہ کرنا لازم نہیں لیکن جس طرح علما کو جاہ و ریا کی آفت سے حذر کرنا چاہیے اسی طرح پیروں کو بھی چاہیے۔ تو جب پیروں کا مریدوں سے ملنا شرط کے موافق ہو تو عزلت سے اولیٰ ہوگا۔

چوتھی آفت:

یہ ہے کہ عزلت یعنی گوشہ گیری میں شاید وسواس پیدا ہو اور ذکر الٰہی سے دل ملول اور اچاٹ ہو جائے یہ امر لوگوں سے ملاقات اور مونست کرنے سے جاتا ہے حضرت

عزلت کا باعث ہو۔

حکایت:

لوگوں نے نقل کی ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک حکیم بڑا تھا حکمت میں تین سو ساٹھ کتابیں اس نے تصنیف کی تھیں حتی کہ وہ یہ سمجھا کہ حق تعالیٰ کے نزدیک میرا بڑا مقام اور مرتبہ ہو گیا ہے اس زمانے میں جو پیغمبر تھے ان پر وحی آئی کہ اس حکیم سے کہہ دو کہ تو نے تمام روئے زمین میں اپنا نام اور شہرہ کر کے اپنی دھاک باندھی ہے اور میں تیری اس شہرت کو قبول نہیں کرتا پس وہ حکیم ڈرا اور اس امر سے باز رہا اور ایک خالی گوشہ میں بیٹھ رہا اور کہا کہ اب تو حق تعالیٰ مجھ سے خوش ہوا وحی آئی کہ اس سے اب بھی خوش نہیں ہوں پھر وہ حکیم باہر نکلا اور بازار میں پھرنا اور لوگوں سے مخالطت کرنا شروع کیا لوگوں کے پاس بیٹھتا اٹھتا کھانا کھاتا اور کوچہ و بازار میں جاتا تب وحی آئی کہ اب میری خوشنودی اس نے حاصل کی۔ اے عزیز جان! تو کہ کوئی ایسا ہوتا ہے کہ تکبر سے عزلت اختیار کرتا ہے اس واسطے کہ یہ ڈرتا ہے کہ مجمع اور محفلوں اور مجلسوں میں لوگ عزت نہ کریں گے یا یہ ڈرتا ہے کہ علم و عمل میں میرا نقصان لوگ جان جائیں گے تو زاویہ کو اپنے نقصان کا پردہ بناتا ہے اور ہمیشہ اسی آرزو میں رہتا ہے کہ لوگ میری زیارت کو آیا کریں اور مجھے برکت لیں اور میرے ہاتھ چوما کریں یہ عزلت عین نفاق ہے جو عزلت یعنی جو گوشہ نشینی خدا کے واسطے ہوتی ہے اس کی دو علامتیں ہیں ایک تو یہ کہ گوشہ میں آدمی کبھی بیکار نہ رہے یا تو ذکر و فکر میں مشغول رہے یا علم عبادت میں دوسرے یہ کہ اس امر میں کراہت رکھے کہ لوگ اس کی زیارت کو جائیں مگر وہ شخص جس سے دینی فائدہ ہو حضرت ابوالحسن حاتمی رحمتہ اللہ تعالیٰ جو خواجگان طوس میں سے تھے وہ شیخ ابوالقاسم گرگانی رحمتہ اللہ تعالیٰ جو اولیائے کبار میں سے تھے ان کی ملاقات کو گئے اور عذر کرنے لگے کہ میں قصور کرتا ہوں کہ آپ کی خدمت میں بہت کم حاضر ہوتا ہوں شیخ نے ان سے کہا کہ اے خواجہ

عذر خواہی نہ کر اس واسطے کہ اور لوگ کسی کے آنے سے جس قدر احسان مند ہوتے ہیں میں نہ آنے سے اتنا ممنون ہوتا ہوں اس لیے کہ مجھے اس کی یعنی ملک الموت علیہ السلام کی آمد کے خیال سے کسی کی پروا نہیں ہے کہ ایک امیر حضرت حاتم اصم رحمتہ اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہوا عرض کی کہ آپ کیا حاجت رکھتے ہیں فرمایا کہ یہ حاجت رکھتا ہوں کہ دوبارہ نہ تو مجھے دیکھ نہ میں تجھے دیکھوں۔ اے عزیز جان! تو کہ لوگوں سے اپنی تعظیم کرنے کے واسطے گوشہ نشینی اختیار کرنے میں بڑی نادانی ہے اول مرتبہ یہ ہے کہ وہ یہ جانتا ہے کہ گوشہ نشینی کے سبب سے میرے حال کی کسی کو خبر نہ ہوگی حالانکہ یہ جانتا ہے کہ اگر پہاڑ پر جا بیٹھے گا تو عیب ڈھونڈھنے والا آدمی یہی کہے گا کہ مکر و نفاق کرتا ہے اور اگر شراب خانے میں جائے گا تو جو اس کا دوست اور مرید ہوگا وہ یہی کہے گا کہ لوگوں کی نظروں سے گرنے کے واسطے ملامتیہ بنا ہے یہ جس حال میں ہوگا اس کے حق میں لوگوں کے دو فریق ہوں گے تو چاہیے کہ اپنے دل کو دین میں لگائے خلق میں نہیں حضرت سہیل رحمتہ اللہ علیہ تستری رحمتہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مرید سے ایک کام کو کہا اس نے جواب دیا کہ لوگوں کی طعن کے خوف سے یہ کام میں نہیں کر سکتا حضرت سہیل رحمتہ اللہ علیہ اپنے یاروں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ آدمی جب تک دو صفتوں میں سے ایک حاصل نہ کرے تب تک اس کام کی حقیقت کو نہ پہنچے گا ایک یہ کہ یا تو لوگ اس کی نظر سے گر جائیں کہ خالق کے سوا اور کسی کو دیکھے ہی نہیں یا اس کا نفس اس کی نظر سے گر جائے کہ خلق اسے کسی صفت اور حالت پر دیکھے وہ کچھ باک نہ رکھے حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ سے لوگوں نے کہا کہ کچھ لوگ آپ کی خدمت میں آتے ہیں اور پھر آپ کی باتیں کر کے اعتراض اور عیب جوئی کرتے ہیں فرمایا کہ میں نے اپنے نفس کو دیکھا کہ فردوس اعلیٰ اور مجاورت حق تعالیٰ کی طمع کرتا ہے لوگوں سے سلامت بچنے کی خواہش ہرگز نہیں کرتا اس واسطے کہ ان کا خالق بھی ان کی زبان سے سلامت نہیں بچا۔ اے عزیز! اس تمام

بیان سے تو نے عزلت یعنی گوشہ گیری کے فوائد اور آفات کو سوچ تا کہ سمجھ جائے کہ مجھے کیا چیز اختیار کرنا اولیٰ ہے۔

عزلت یعنی گوشہ گیری کے آداب

جب کسی نے گوشہ گیری اختیار کی تو اسے چاہیے کہ یہ نیت کرے کہ اس گوشہ گیری سے لوگوں کو اپنے شر سے بچاتا ہوں اور لوگوں کے شر سے اپنی سلامتی چاہتا ہوں اور حق تعالیٰ کی عبادت میں اور دل جمعی طلب کرتا ہوں اور چاہیے کہ ذرا بھی بیکار نہ رہے بلکہ ذکر اور فکر اور علم و عمل میں مشغول رہے اور لوگوں کو اپنے پاس نہ آنے دے اور شہر کی خبریں کسی سے نہ پوچھے اس واسطے کہ جو بات سنے گا وہ گویا ایک تخم ہے کہ سینہ میں پڑا خلوت میں وہ تخم سینہ سیا گے گا خلوت میں بڑا کام یہ ہے کہ خطرات نفسانی باقی نہ رہیں تا کہ خدا کا ذکر پاک صاف طور سے ہو لوگوں کی باتیں خطرات نفسانی کا تخم ہوتی چاہیے کہ تھوڑے سے کھانے اور کپڑے پر قناعت کرے ورنہ خلق سے ملنے جلنے کا محتاج ہوگا اور چاہیے کہ پڑوسیوں کی ایذا پر صبر کرے اور جو کچھ اس کے حق میں کہیں مذمت ہو خواہ ثنا وصفت کچھ نہ سنے اور اس سے دل نہ اٹکائے گوشہ گیری کے لوگ اسے منافق ریا کار ٹھہرائیں خواہ صاحب اخلاص و انکسار خواہ متکبر و مکار بنائیں کچھ نہ سنے کہ اس میں تضیع اوقات ہوگی اور گوشہ گیری سے غرض یہ ہوتی ہے کہ آدمی آخرت کے کام میں مشغول اور مستغرق رہے۔

ساتویں اصل آداب سفر کے بیان میں

اے عزیز جان! اس بات کو جان کہ سفر دو ہیں ایک باطن کا سفر ایک ظاہر کا سفر باطن ملکوت آسمان و زمین میں اور خدا کی عجیب عجیب صنعتوں میں اور راہ دین کی منزلوں میں دل کا سفر ہے مردوں کا سفر یہی ہے کہ بدن سے تو گھر میں بیٹھے رہتے ہیں اور دل سے بہشت میں جس کی وسعت زمین آسمان کے برابر بلکہ زیادہ ہے

جولاں کرتے ہیں اس واسطے کہ عالم ملکوت عارفوں کی بہشت ہے' کسی طرح کی روک ٹوک کو اس میں دخل نہیں حق تعالیٰ لوگوں کو اسی سفر کی طرف بلاتا ہے اور فرماتا ہے ﴿ اولم ینظروا فی ملکوت السموت والارض وماخلق اللہ من شی (۱)﴾ وہ شخص جو یہ سفر کرنے میں عاجز ہے اسے ظاہر میں سفر کرنا چاہیے بدن کو جا بجا لے جائے تا کہ ہر جگہ سے فائدہ اٹھائے اس کی مثال اس شخص کی ایسی ہے جو اپنے پاؤں سے کعبہ کو جائے تا کہ ظاہر کعبہ کو دیکھ پائے اور اس دوسرے کی مثال اس شخص کی ایسی ہے جو اپنی جگہ پر بیٹھا رہے پاؤں نہ ہلائے اور کعبہ خود اس کے پاس آئے اس کے گرد طواف کرے اور اپنے اسرار اس سے کہے ان دونوں میں بڑا فرق ہے اس واسطے حضرت شیخ ابوسعید قدس سرہ فرماتے تھے کہ نامردوں کے پاؤں میں چھالے پڑ گئے اور مردوں کے چوتڑوں میں ہم اس کتاب میں سفر ظاہر کے آداب دو بابوں میں لکھتے ہیں کیونکہ سفر باطن دقیق ہے اس کتاب میں اس کی گنجائش نہیں۔

پہلا باب:

سفر کی نیت اور اس کے آداب اور اقسام کے بیان میں

اے برادر اس بات کو معلوم کر کہ سفر کی پانچ قسمیں ہیں پہلی قسم وہ سفر ہے جو طلب علم کے واسطے ہو جب علم سیکھنا آدمی پر فرض ہو تو یہ سفر بھی فرض ہے اور جب علم سیکھنا سنت ہو تو یہ سفر بھی سنت ہے' اور علم کے واسطے سفر تین طرح پر ہوتا ہے ایک تو یہ علم شرع سیکھنے کے واسطے ہو حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص علم سیکھنے کو گھر سے باہر نکلتا ہے جب تک پھر نہ آئے خدا کی راہ میں چلتا ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ فرشتے اپنے پروں کو طالب علم کے واسطے بچھائے رکھتے ہیں اگلے بزرگوں میں

کوئی بزرگ ایسے تھے کہ انہوں نے ایک حدیث کے واسطے دور دراز سفر کیا حضرت شعبی رحمتہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ کوئی شخص اگر شام سے یمن تک ایک کلمہ سننے کے واسطے جس میں دین کا فائدہ ہو سفر کرے گا اس کا سفر ضائع نہ ہوگا لیکن سفر ایسے ہی علم کے واسطے کرنا چاہیے جو زاد آخرت ہو اور وہ علم جو دنیا سے آخرت کی طرف اور حرص سے قناعت کی جانب اور ریا سے اخلاص کی طرف اور خلائق کے ڈر سے خدا کے خوف کی جانب نہ بلائے وہ نقصان کا سبب ہوگا دوسرے یہ کہ اخلاق کو پہچان کر اپنے برے اخلاق کا علاج کرنے کو آدمی سفر کرے یہ سفر بھی ضرور ہے اس واسطے کہ آدمی اب اپنے گھر میں رہتا ہے اور اس کی مراد کے موافق کام ہوتے ہیں تو اپنی طرف نیک گمان کرتا ہے اور جانتا ہے کہ میرے اخلاق نیک ہیں سفر سے اخلاق باطن کا پردہ اٹھ جاتا ہے اور ایسے امور پیش آتے ہیں کہ کینہ اور بدخوئی اور اپنا عجز پہچان جائے اور آدمی جب بیماری پہچانے گا تب ہی علاج میں مشغول ہو سکے گا اور جو شخص سفر نہیں کرتا اسے کاموں میں چالاکی نہیں حاصل ہوتی حضرت بشر حافی رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے تھے کہ اے علماء سفر کرو تا کہ پاک ہو کیونکہ پانی جب ایک جگہ ٹھہر جاتا ہے تو گندہ ہو جاتا ہے تیسرے اس واسطے سفر کرے کہ دریا جنگل پہاڑ میدان نئے نئے شہروں میں خدا کی عجیب عجیب صنعتیں دیکھے اور طرح طرح کی مخلوقات جانور ہوں یا نباتات وغیرہ اطراف عالم میں دیکھے اور جانے کہ یہ سب اپنے خالق کی تسبیح کرتے ہیں اور اس کی وحدت پر گواہی دیتے ہیں جس شخص کو یہ ادراک اور بصیرت حاصل ہو کہ جمادات کی بات جو نہ حرف ہے نہ آواز اسے سن سکے اور خط الٰہی کہ جو تمام مخلوقات کے چہرے پر لکھا ہے کہ وہ نہ حروف ہیں نہ رقوم اسے پڑھ سکے اور خدا کی مملکت کے اسرار اس سے پہچان سکے اسے دنیا کے گرد پڑنے پھرنے کی کچھ احتیاج نہیں بلکہ ملکوت آسمان میں نظر کرے جو دن رات اس کے گرد خود پھرتے ہیں اور اپنے عجائب اس سے کہتے ہیں اور ندا کرتے ہیں کہ ﴿ وکاین من ایتہ فی

السموات والارض یمرون علیھاوھم عنھامعرضون ﴾ (۲) بلکہ اگر کوئی شخص اپنے اعضاء اور صفات کی خلقت میں نظر کرے تو تمام عمر سیر میں رہے بلکہ اپنی دلچسپ صنعتوں کو اس وقت دیکھے گا کہ ظاہر کی آنکھ بند کر کے دل کی آنکھ کھولے کسی بزرگ نے کہا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ آنکھ کھولو کہ عجیب عجیب صنعتیں دیکھو اور میں کہتا ہوں کہ آنکھ بند کرو تو عجیب عجیب صنعتیں نظر آئیں دونوں باتیں حق ہیں کیونکہ پہلی منزل تو یہ ہے کہ آدمی ظاہر کی آنکھ کھولے اور ظاہری عجائبات دیکھے تب دوسری منزل میں پہنچے کہ باطن عجائبات دیکھے اور عجائبات ظاہری کے واسطے نہایت ہے اس واسطے کہ وہ اجسام عالم سے علاقہ رکھتے ہیں جو متناہی ہیں اور باطن کے عجائبات کی نہایت نہیں اس لیے کہ ان کو روح اور حقیقتوں سے تعلق ہے اور حقیقتیں بے انتہا ہیں ہر ایک صورت کے ساتھ ایک حقیقت اور روح ہے صورت تو ظاہری آنکھ سے دیکھی جاتی ہے اور حقیقت چشم باطن سے نظر آتی ہے اور صورت نہایت مختصر اور حقیر چیز ہے اس کی مثال اس طرح پر ہے مثلاً کوئی شخص زبان کو دیکھے اور سمجھے کہ گوشت کی ایک بوٹی ہے اور دل کو دیکھے اور جانے کہ سیاہ لہو کا ایک ٹکڑا ہے۔ اے عزیز! دیکھ تو سہی کہ یہ صورت جسے ظاہری آنکھ دیکھتی ہے زبان اور دل کی حقیقت کے سامنے اس کی کیا قدر و حقیقت ہے عالم کے ہر ہر ذرہ اور ہر ہر چیز کا یہی حال ہے حق تعالیٰ نے جس کو جسم ظاہر کے علاوہ اور بصیرت نہیں دی ہے اس کا درجہ جانوروں کے درجہ کے قریب قریب ہے لیکن بعض چیزوں میں ظاہری آنکھ باطنی آنکھ کی کنجی ہے اس وجہ سے عجائب مخلوق کے دیکھنے کو سفر کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہے۔

دوسری قسم:

وہ سفر ہے جو عبادت کے واسطے ہو جیسے حج جہاد انبیاء و اولیا صحابہ اور تابعین کی قبروں کی زیارت بلکہ علماء اور بزرگان دین کی ملاقات کیوں کہ ان کی صورت دیکھنا

عبادت ہے اور ان کی دعا میں بڑی برکت ہے ان کی ملاقات کے فائدوں میں ایک یہ ہے کہ ان کی پیروی کا شوق پیدا ہوتا ہے تو ان کی زیارت عین عبادت بھی ہے اور عبادتوں کا تتمہ بھی ہوتی ہے جب ان بزرگوں کے کلام اس کے یار ہوں گے تو فوائد دوچند اور بسیار ہوں گے قصداً بزرگوں کے مشہد اور مقبرہ پر جانا درست ہے اور یہ جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ﴿ لاتشدوا الرحال الا الی ثلث مساجد ﴾ یعنی مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ اور بیت المقدس کے سوا اور کہیں کے واسطے سواری پر سفر نہ کرو یہ ظاہرا اس بات کی دلیل ہے کہ ان تین مسجدوں کے سوا اور مسجدوں اور مشہدوں سے برکت نہ لو کہ سب برابر ہیں مگر جتنے علماء کہ زندہ ہوں جس طرح وہ اس حکم میں نہیں داخل ہیں اس طرح جو علماء کہ انتقال کر گئے ہیں وہ بھی اس حکم میں نہیں داخل ہیں یعنی زندہ عالموں کی ملازمت اور مردہ عالموں کی قبروں کی زیارت اس حکم سے ممنوع نہیں ہے تو اس قصد سے انبیاء اولیاء کی قبروں کی زیارت کو جانا اور اس نیت سے سفر کرنا درست ہے۔

تیسری قسم:

وہ سفر ہے جس میں دین کو تشویش میں ڈالنے والی چیزوں سے بھاگنا مقصود ہو جیسے جاہ و مال اور حکومت اور دنیا کا شغل جو شخص دنیا کے شغلوں کے ساتھ دین کی راہ نہیں چل سکتا اس کے حق میں یہ سفر فرض ہے کیونکہ آدمی دین کی راہ فراغت اور خاطر جمعی کے سبب سے چل سکتا ہے ہر چند کہ آدمی اپنی حاجتوں اور ضرورتوں سے بالکل فارغ نہیں ہوسکتا ہے لیکن سبکبار ہوسکتا ہے ﴿ وقد نجی الخففون ﴾ یعنی سبکبار لوگوں نے رہائی پائی اگرچہ بالکل بے بوجھ نہیں ہوتے ہیں اور کسی کو جہاں کہیں دولت ہاتھ آتی ہے اور شناسائی ہو جاتی ہے تو اکثر یہ ہوتا ہے کہ اسے حق تعالیٰ سے باز رکھتی ہے حضرت سفیان رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ یہ برا زمانہ ہے کہ گمنام کو

اس زمانہ میں خطر ہے تو مشہوروں کا کیا حال ہوگا۔ یہ وہ زمانہ کہ جہاں کہیں لوگ تجھے پہچان لیں وہاں سے بھاگ جا اور وہاں جا جہاں تجھے کوئی نہ پہچانتا ہو اور انہیں دیکھا کہ پیٹھ پر انبان باندھے چلے جاتے ہیں لوگوں نے پوچھا آپ کہاں جاتے ہیں بولے فلانے گاؤں کو کہ میں نے سنا ہے کہ وہاں اناج بہت سستا ہے لوگوں نے کہا آپ یہ امر روا رکھتے ہیں فرمایا جہاں روزی کی وسعت ہوتی ہے وہاں دین کی سلامتی اور دل کو فراغت ہوتی ہے حضرت ابراہیم خواص رحمتہ اللہ تعالیٰ کسی شہر میں چالیس دن سے زیادہ قیام نہ کرتے تھے۔

چوتھی قسم:

وہ سفر ہے جو دنیا حاصل کرنے کو تجارت کے واسطے ہو یہ سفر مباح ہے اگر تاجر کی نیت ہو کہ خود اور اپنے اہل وعیال کو خلق سے بے پروا کرنے کا سفر کرتا ہوں تو یہ سفر عبادت ہے اور اگر تجمل اور تفاخر کے واسطے دنیا کی زیادہ طلبی مقصود ہو تو یہ سفر شیطان کی راہ میں ہوگا اور غالباً یہ قصد کرنے والا تمام عمر سفر کی تکلیف میں رہے گا کہ کفایت کی قدر سے جو زیادہ ہے اس کی نہایت نہیں آخر کو دفعتہً راہزن اس کا مال لوٹ لیں گے یا کسی جگہ غریب الوطن مر جائے گا اور اس کا مال بادشاہ لے گا اور یہی بہتر ہے کیونکہ وارث لے اور اپنی ہوا ہوس میں خرچ کر لے اسے یاد بھی نہ کرے اور اگر اس نے کچھ وصیت کی ہو تو اسے بجا نہ لائے اگر وہ قرض دار ہو تو ادا نہ کرے اور وبال آخرت مورث کی گردن پر رہے اس سے زیادہ کیا نقصان ہوگا کہ تمام رنج تو وہ کھینچے اور تمام وبال تو وہ اپنے ساتھ لے جائے اور تمام راحت اور کوئی اٹھائے

پانچویں قسم

وہ سفر ہے جو سیر اور تماشے کے واسطے ہو یہ سفر اگر کم ہے اور گاہ گاہ ہے تو مباح ہے اگر کوئی شخص شہر بہ شہر پھرنے کی عادت کر لے اور اس کو اس کے سوا کچھ غرض نہ ہو کہ نئے نئے شہر اور اجنبی آدمی دیکھتا ہے تو ایسے سفر کے بارہ میں علماء کا اختلاف ہے ایک گروہ نے کہا کہ یہ خود کو فائدہ رنج پہنچاتا ہے اور یہ نہ چاہیے اور ہمارے نزدیک

صحیح یہ ہے کہ یہ سفر حرام نہ ہوگا اس واسطے کہ تماشا بھی ایک غرض ہے اگرچہ بری ہے اور ہر ایک کا فعل مباح اس کے لائق ہوتا ہے ایسا آدمی خسیس طبع ہوتا ہے یہ غرض بھی اس کے لائق ہے لیکن گدڑی پوش فقیر جنہوں نے یہ عادت ڈالی ہے کہ شہر بشہر اور جا بجا جاتے ہیں بغیر اس قصد کے کہ کوئی پیر ملے کہ اس کی خدمت میں ملازمت اور حضوری اختیار کریں بلکہ ان کا مقصود سیر و تماشا ہوتا ہے کیونکہ عبادات پر مداومت نہیں کر سکتے اور ان کے دل کا راستہ مقامات تصوف کی طرف نہیں کھلا ہے کاہلی اور بیکاری کے سبب سے اس بات کی طاقت نہیں رکھتے ہیں کہ کسی پیر کے حکم سے کہیں بیٹھ رہیں شہروں میں پڑے پھرتے ہیں جہاں کہیں بہت اچھا کھانا ملے وہاں بہت ٹھہرتے ہیں اور جہاں کہیں بہت اچھا کھانا نہ ملے تو خدمت گزار پر زبان درازی کرتے ہیں اور اسے رنج دیتے ہیں اور جہاں کہیں لوگ اچھے کھانے کا پتہ دیتے ہیں وہاں جاتے ہیں اور کسی مزار کی زیارت کا بہانہ کرتے ہیں کہ ہمیں یہ مقصود ہے اچھا کھانا مقصود نہیں۔ یہ سفر اگرچہ حرام تو نہیں لیکن مکروہ ہے اور یہ لوگ اگرچہ عاصی اور فاسق نہیں لیکن بد ہیں اور جو شخص صوفیوں کی روٹی کھائے اور بھیک مانگے اور خود صوفی بنائے وہ فاسق اور عاقی ہوگا اور کچھ لیتا ہے وہ حرام ہے اس واسطے کہ ہر ایک گدڑی پوش جو پانچ وقت نماز پڑھتا ہے صوفی نہیں بلکہ صوفی وہ شخص ہے جو خدا کی طلب رکھتا ہو اس کام کی طرف متوجہ ہوا ہو یا پہنچ گیا ہو یا اس کی کوشش کرتا ہو اور بلا ضرورت اس میں قصور نہ کرے یا کوئی ایسا ہو کہ اس قوم کی خدمت میں مشغول ہو ان تین فرقوں کے سوا اور کسی کو صوفیہ کی روٹی کھانا حلال نہیں ہے لیکن وہ شخص جو عادتی ہو اس کے دل میں خدا کی طلب اور اس کی طلب میں کوشش کرتا نہ ہو اور صوفیہ کی خدمت میں مشغول نہ رہتا ہو وہ گدڑی پہننے سے صوفی نہیں ہو جاتا بلکہ جو چیز لوگوں نے گرہ کٹوں اور اچکوں پر وقف کی ہو اسے اس کا لینا مباح ہے اس واسطے کہ خود کو صوفیہ کی صورت پر دکھانا اور ان کی صفت اور سیرت نہ اختیار کرنا نرا نفاق اور اچکا

پن ہے اس قوم میں سب سے برا وہ شخص ہے جو صوفیہ کی چند باتیں یاد کر کے بے ہودہ بکا کرے اور سمجھے کہ علم اولین و آخرین اسے حاصل ہو گیا ہے جب ایسی باتیں کر سکتا ہے تو کبھی ان کی شامت اسے اس حد کو پہنچا دیتی ہے کہ علماء اور ان کے علم کو چشم حقارت سے دیکھنے لگے اور شاید شریعت بھی اس نگاہ میں حقیر اور ناچیز معلوم ہو اور کہے کہ شریعت ضعیفوں کے واسطے ہے لوگ راہ طریقت میں قوی ہو گئے ہیں شریعت انہیں کچھ نقصان نہیں کر سکتی اس واسطے کہ ان کا دین دہ دردہ حوض کی حد پر پہنچ گیا ہے اور کسی چیز سے ناپاک ہوتا ہی نہیں جب یہ گدڑی پوش اس درجہ کو پہنچے تو ان میں سے ایک کو قتل کرنا روم اور ہند میں ہزار کافر مارنے سے افضل ہے اس واسطے کہ لوگ خود کو کافر سے بچاتے ہیں اور یہ ملعون مسلمان کہلاتا ہے اور اسلام کو باطل کرتا ہے اس زمانہ میں شیطان نے اس پھندے سے زیادہ کوئی مضبوط پھندا نہیں پھیلایا ہے ہزاروں آدمی اس پھندے میں پھنس کر ہلاک ہوتے ہیں۔

ظاہر میں مسافر کے آداب

ابتدائے سفر سے انتہائے سفر تک آٹھ ہیں۔

پہلا ادب:

یہ ہے کہ پہلے لوگوں کا قرض اور مظلمہ ادا کرے اور جن کا امانت دار ہے ان کی امانتیں انہیں سپرد کرے اور جن کا نفقہ اس پر واجب ہے ان کا نفقہ مہیا کر دے اور زاد راہ حلال سے حاصل کرے اور اس قدر ساتھ لے کہ ساتھیوں کے ساتھ سلوک کر سکے اس واسطے کہ کھانا کھلانا اور اچھی باتیں کرنا اور کرایہ کی سواری والے لوگوں کے ساتھ مدارات کرنا مکارم اخلاق میں سے ہے۔

دوسرا ادب:

یہ ہے کہ ایسا شائستہ رفیق پیدا کرے جو دین کے کاموں میں اس مددگار رہے

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اکیلے سفر کرنے سے منع فرمایا ہے اور ارشاد کیا ہے کہ تین شخص ہوں تو جماعت ہے اور فرمایا ہے کہ مسافروں کو چاہیے کہ سفر میں ایک شخص کو اپنا امیر اور سردار بنائیں اس واسطے کہ سفر میں رائیں مختلف ہوتی ہیں اور جو کام ایک شخص سے نہ متعلق ہو گا وہ تباہ ہو گا اگر عالم کا انتظام دو خدا سے ہوتا تو تمام جہاں تباہ ہو جاتا اور امیر ایسے شخص کو بنائیں جو اخلاق میں سب سے بہتر ہو اور سفر بہت کر چکا ہو۔

تیسرا باب:

یہ ہے کہ اپنے وطن کے دوست آشناؤں کو رخصت کرے اور ہر ایک کے ساتھ یہ دعا پڑھے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی یہی فرمایا کرتے تھے ﴿استودع اللہ دینک و امانتک و خواتیم عملک﴾ (۳) اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے جب کوئی شخص سفر کو جانے لگتا تو فرماتے ﴿زودک اللہ التقوی و غفر ذنبک و وجہ لک الخیر حیث ماتوجھت (۴)﴾ جو شخص مقیم ہو اس کو مسافر کے واسطے یہ دعا کرنا سنت ہے اور چاہیے کہ جب رخصت کرنے لگے تو سب کو خدا کے سپرد کرے۔

حکایت:

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن خیرات دیتے تھے ایک شخص ایک لڑکا ساتھ لیے ہوئے آیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سبحان اللہ یہ لڑکا جتنی تیری شباہت رکھتا ہے میں نے نہیں دیکھا کہ کوئی لڑکا اپنے باپ سے اتنی شباہت رکھتا ہو اس نے عرض کی کہ یا امیر المومنین اس لڑکے کی عجیب و غریب سرگذشت ہے میں آپ کی خدمت میں عرض کروں میں سفر کو جاتا تھا اور اس کی ماں حاملہ تھی اس نے کہا کہ تو مجھے ایسے حال میں چھوڑتا ہے میں نے

اواضل اواظلم اواظلم اواجهل اویجهل علی ﴾ (۶) جب سواری پر سوار ہونے لگے تو یوں کہے ﴿ سبحان الذی سخرلنا هذا وماکناله مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون. ﴾ (۷)۔

چھٹا ادب :

یہ ہے کہ جمعرات کو صبح ہی سفر شروع کرنے کی کوشش کرے اس واسطے کہ جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام جمعرات کو ابتدائے سفر کرتے تھے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ جو کوئی سفر کیا چاہے یا کسی سے حاجت مانگا چاہے تو صبح سویرے سفر کرے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی کہ ﴿ اللهم بارک لامتی فی بکورها یوم السبت ﴾ (۸) اور یہ دعا بھی فرمائی ہے ﴿ اللهم بارک لامتی فی بکورها یوم الخمیس ﴾ (۹) تو ہفتہ اور پنجشنبہ کی صبح مبارک ہے۔

ساتواں ادب :

یہ ہے کہ جانور پر بوجھ کم لادے اس کی پیٹھ پر کھڑا نہ ہو اور سوئے نہیں اور اس کے منھ پر لکڑی نہ مارے اور صبح شام ایک ساعت نیچے اترا کرے تا کہ اپنے پاؤں ہلکے ہوں اور جانور سبکبار ہو اور جانور والے کا دل خوش ہو اور بعضا گلے بزرگ اس شرط سے کرایہ کرتے کہ جانور پر سے کبھی نہ اتریں گے مگر باوصف اس کے بھی اترتے تا کہ وہ اترنا جانور پر صدقہ ہو جائے اور جس جانور کو بے سبب ماریں گے یا بہت بوجھ اس پر لادیں گے وہ قیامت کے دن جھگڑے گا حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک اونٹ مر گیا انھوں نے کہا کہ اے اونٹ حق تعالیٰ سے میری شکایت نہ کرنا اس واسطے کہ تو جانتا ہے کہ میں تیری طاقت کے موافق تیرے اوپر بوجھ لادتا تھا اور جس قدر بوجھ جانور پر لادنا منظور ہو کرایہ والے کو بتادے اور شرط کرلے تا کہ اس کی رضامندی حاصل ہو اور اقرار سے زیادہ بوجھ نہ لادے حضرت

ابن المبارک رحمتہ اللہ تعالیٰ اونٹ پر سوار تھے کسی نے انہیں ایک خط دیا کہ فلا نے آدمی کو دینا وہ خط نہ لیا اور فرمایا کہ کرایہ والے سے میں نے اس کی شرط نہیں کی ہے اور فقہاء کی بات پر کچھ عمل نہ کیا کہ اس قدر کا کچھ وزن نہیں اور اس کا کچھ مضائقہ نہیں بلکہ اس امر کا سدباب کرنا تقوی کا سبب جانا ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سفر کو تشریف لے جاتے تو کنگھی آئینہ مسواک سرمہ دانی مدری اپنے ساتھ لے جاتے مدری اسے کہتے ہیں جس سے سر کے بال سیدھے کریں اور ایک روایت میں نہرنی اور شیشہ بھی ہے اور صوفیوں نے ڈول رسی کو بھی بڑھایا ہے اگلے بزرگوں کی یہ عادت نہ تھی کیونکہ وہ جہاں کہیں پہنچے تیمم کرتے اور فقط پتھر ہی سے استنجا کر لیتے اور جس پانی کو پاک جانتے اسی سے طہارت کرتے تو اگر چہ اگلے بزرگوں کی یہ عادت نہ تھی لیکن ان لوگوں کے حق میں یہی بہتر ہے کہ اس طرح سفر نہ کریں کہ ان احتیاطوں میں نہ مشغول ہوں اور احتیاط بہتر ہے اگلے لوگوں کا سفر اکثر غزا اور جہاد اور بڑے بڑے کاموں کیواسطے ہوتا تھا وہ ایسی احتیاطوں میں نہ مشغول ہوتے تھے۔

آٹھواں آدب:

یہ ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سفر پھر کر آتے اور آپ کی نگاہ مدینہ منورہ پر پڑتی تو فرماتے ﴿ اللھم اجعل لنابھا قرار اورزقاحسنا ﴾ (۱۰) پھر کسی کو پہلے اطلاع کے واسطے بھیجتے اور منع کر دیتے کہ ساتھیوں میں سے کوئی شخص اچانک اپنے گھر میں نہ چلا جائے ایک مرتبہ دو آدمیوں نے عدول حکمی کی ہر ایک نے اپنے گھروں میں برائی دیکھی اور آزردہ ہوئے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سفر سے پھر آتے تو پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھتے جب گھر میں تشریف لے جاتے تو یوں فرماتے ﴿توبا توبالربنا اوبا لایغادرعلینا

حوبا ﴿ (۱۱) اور گھر والوں کے واسطے تحفہ تحائف لے جانا سنت موکدہ ہے حدیث شریف میں آیا کہ آدمی کے پاس اگر کچھ نہ ہو تو ایک پتھر ہی تو بڑھ میں ڈال لے اس سنت کی تاکید کے واسطے آپ نے یوں فرمایا ہے ظاہر میں سفر کے آداب یہی ہیں۔

اور باطن میں سفر خواص کے آداب

یہ ہیں کہ جب تک یہ نہیں جان لیتے کہ ان کے دین کی ترقی اور زیادتی سفر ہی میں ہے تب تک سفر نہیں کرتے اور جب اثنائے راہ میں اپنے دل میں کوئی نقصان دیکھتے ہیں تو پھر آتے ہیں اور یہ نیت کرتے ہیں کہ جس شہر میں جائیں گے صالحوں اور بزرگوں کی قبروں کی زیارت کریں گے پیروں کو ڈھونڈھیں گے ہر ایک سے فائدہ حاصل کریں گے اس واسطے انہیں ڈھونڈھتے کہ لوگوں کے سامنے باتیں بنانا مقصود ہو کہ ہم نے فلانے پیر کو دیکھا ہے بلکہ اس واسطے ڈھونڈھتے ہیں کہ ان کی پیروی کریں اور کسی شہر میں دس دن سے زیادہ نہیں رہتے مگر یہ کہ پیر کی حضوری مقصود ہو اور اگر آدمی کسی بھائی کی ملاقات کو جائے تو تین دن سے زیادہ نہ رہے کیونکہ مہمانی کی یہی حد ہے مگر یہ کہ میزبان رہنے پر بضد ہو اور جب کسی بزرگ کے پاس جائے اور فقط زیارت ہی مقصود ہو تو ایک شبانہ روز سے زیادہ مقام نہ کرے اور جب کسی سے ملنے جائے تو اس کے گھر کا دروازہ نہ کھٹکھٹائے جب تک کوئی باہر نہ نکلے تب تک صبر کرے اور تاوقتیکہ اس سے ملاقات نہ ہو لے اور کوئی کام نہ شروع کرے جب تک وہ خود نہ پوچھے کچھ بات نہ کہے جب وہ کچھ پوچھے تو اس قدر کہے جو اس کا جواب ہو اور اگر خود پوچھنا چاہتا ہے تو پہلے اجازت مانگے اور اس بستی میں جا کر عشرت میں نہ مشغول ہو جائے اس واسطے کہ ملاقات کا خلوص جاتا رہے گا اور راستہ بھر خدا کے ذکر اور تسبیح میں سرگرم رہے اور قرآن شریف آہستہ پڑھے تاکہ کوئی نہ سنے جب کوئی اس سے بات کرے تو تسبیح موقوف کر کے جواب دے اور جس چیز کے ساتھ دل مشغول ہے اگر وہ وطن ہی میں میسر ہو تو سفر نہ کرے کہ اس صورت میں

کفران نعمت ہوگا۔

دوسرا باب

ان مسائل کے بیان میں جو مسافر کو پہلے سیکھنا چاہیے

مسافر پر واجب ہے کہ ان چیزوں کا علم جن کی شارع نے سفر میں رخصت اور اجازت دی ہے سیکھے اگر چہ رخصت پر کاربند ہونے کا قصد نہیں رکھتا ہے لیکن ممکن ہے کہ کسی ضرورت سے رخصت پر کاربند ہونے کی حاجت پڑے قبلہ کا اور وقت نماز کا علم سیکھنا چاہیے سفر میں طہارت کے واسطے دو اجازتیں ہیں ایک موزے کا مسح دوسرے تیمم اور نماز میں بھی دو رخصتیں ہیں۔ ایک قصر دوسرے دو فرض ایک وقت میں جمع کرنا اور سنت نماز میں جانور پر اور پیادہ پا چلتے ہوئے پڑھنے کی اجازت ہے اور روزہ میں ایک ہی رخصت ہے یعنی افطار یہ سات رخصتیں ہیں۔

پہلی رخصت:

موزہ کا مسح ہے جس مسافر نے پوری طہارت کے بعد موزہ پہنا ہو پھر حدث آ گیا ہو تو اسے چاہیے کہ جب تک وقت حدث سے تین شبانہ روز نہ گزریں تب تک موزہ پر مسح کرتا رہے اور اگر مقیم ہو تو ایک شبانہ روز مسح موزہ کی پانچ شرطیں ہیں پہلی شرط یہ ہے کہ پوری طہارت کرے پھر موزہ پہنے اگر دوسرا پاؤں دھونے سے پہلے ایک پاؤں دھو کر موزہ میں ڈال گا تو امام شافعی رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک موزہ پر مسح کرنا نہ چاہیے تو جب دوسرا پاؤں دھو کر موزہ میں ڈالے تو چاہیے کہ پہلے پاؤں سے موزہ اتار کر پھر پہن لے دوسری شرط یہ ہے کہ موزہ ایسا ہو جسے پہن کر کچھ تھوڑے سے چلنے کی عادت ہو اگر چمڑے کا موزہ نہ ہو تو مسح درست نہیں تیسری شرط یہ ہے کہ

موزہ گٹے تک ثابت اور درست ہو جس قدر پاؤں دھونا فرض ہے اگر اس کے مقابل میں موزہ میں سوراخ ہے یا کچھ پاؤں نظر آتا ہے تو امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسح کرنا نہ چاہیے اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر چہ موزہ پھٹا ہو لیکن اگر اسے پہن کر چل سکتے ہیں تو مسح درست ہے اور یہ امام شافعی کا پرانا قول ہے اور ہمارے نزدیک یہ قول اولیٰ تر ہے اس واسطے کہ موزہ راہ میں اکثر پھٹتا ہے اور ہر وقت اس کا سینا ناممکن ہے چوتھی شرط یہ ہے کہ اگر مسح کیا ہے تو موزے کو نہ اتارے اور جب اتارا تو اولیٰ یہ ہے کہ نئے سرے سے طہارت کرے اور اگر فقط پاؤں دھولے گا تو ظاہر یہ ہے کہ درست ہو پانچویں شرط یہ ہے کہ پنڈلی پر مسح نہ کرے بلکہ قدم کے مقابلہ میں کرے اور پشت پا پر مسح کرنا اولیٰ ہے اگر ایک ہی انگلی سے مسح کرے گا تو بھی کافی ہو گا لیکن تین انگلیوں سے مسح کرنا اولیٰ ہے ایک بار سے زیادہ مسح نہ کرے جب سفر کو نکلنے سے پہلے مسح کیا تو ایک شبانہ روز پر اقتصار کرے سنت یہ ہے کہ جو کوئی موزہ پہننا چاہتا ہو پہلے الٹ کر جھٹک لے اس واسطے کہ ایک بار ایسا اتفاق ہوا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک موزہ تو پائے مبارک میں پہن لیا دوسرا موزہ کو اٹھالے گیا اور ہوا میں لے جا کر جب چھوڑا تو اس میں سے ایک سانپ نکلا تو آپ نے فرمایا کہ جو شخص خدا کا اور روز قیامت کا ایمان رکھتا ہو اس سے کہہ دو کہ جب تک موزہ کو جھٹک نہ لے پاؤں میں نہ پہنے۔

دوسری رخصت:

تیمم ہے اس کی تفصیل اصل طہارت میں ہم نے بیان کی طول کے خیال سے اب مکرر نہیں بیان کرتے۔

تیسری رخصت :

یہ ہے کہ جو فرض نماز چار رکعت کی ہے اسے قصر کر کے دو گانہ پڑھے لیکن چار شرطوں کے ساتھ ایک یہ کہ وقت پر پڑھے اگر قضاء پڑھے گا تو صحیح یہ ہے کہ قصر نہ

چاہیے دوسری یہ کہ قصر کی نیت کرے اگر پوری نماز کی نیت کرے گا یا شک میں پڑے گا کہ میں نے پوری نماز کی نیت کی ہے یا نہیں تو پوری نماز پڑھنا لازم ہے تیسری شرط یہ ہے کہ جو شخص پوری نماز پڑھے گا اس کی اقتداء کرے اور اگر اقتدا کرے تو اسے بھی پوری نماز پڑھنا لازم ہوگا بلکہ اگر یہ گمان بھی کرے گا کہ امام مقیم ہے اور پوری نماز پڑھے گا تو وہ شک میں ہوگا تو وہ بھی پوری نماز پڑھنا لازم ہوگا اس واسطے کہ مسافر کو پہچاننا مشکل ہے لیکن جب پہچان لیا کہ مسافر ہے اور اس شک میں ہو کہ امام قصر کرے اسے قصر کرنا درست ہے اس واسطے کہ نیت پوشیدہ ہوتی ہے اور اس کا جاننا شرط نہیں ہوسکتی چوتھی شرط یہ ہے کہ سفر دراز اور مباح ہو تو بھاگے ہوئے لونڈی غلام کا سفر اور اس شخص کا سفر جو رہزنی کو جاتا ہے اور اس شخص کا سفر جو حرام آمدنی کے واسطے جاتا ہے ماں باپ کی بے اجازت جاتا ہے یہ سب سفر حرام ہیں ان میں رخصت درست نہیں علی ہذا القیاس جو شخص قرض خواہ سے بھاگے اور قرض ادا کرنے کی طاقت رکھتا ہو غرضیکہ جو سفر غرض حرام کے واسطے ہو وہ سفر بھی حرام ہے اور سفر دراز وہ ہے جو سولہ فرسخ ہو اس سے کم میں قصر کرنا درست نہیں اور ہر فرسخ بارہ ہزار قدم ہوتا ہے ابتدائے سفر یہ ہے کہ آدمی شہر کی آبادی سے باہر نکلے اگرچہ شہر کے ڈھیہ اور باغوں سے نہ نکلا ہو اور انتہائے سفر یہ ہے کہ وطن کی آبادی میں آپہنچے یا دوسری بستی میں جا پہنچے جہاں داخل ہونے اور نکلنے کے دن سوا تین دن ٹھہرنے کا قصد کیا ہو یا زیادہ اور اگر قیام کا قصد نہ کرے مگر کام کاج میں پھنسا رہے اور یہ نہ جانے کہ یہ کام کب ہو چکیں گے اور ہر روز یہی امید رکھتا ہو کہ آج یہ کام ہو چکیں گے اور اسی امید میں تین دن سے زیادہ دیر ہوگئی تو ایک قول پر جو قیاس کے نزدیک ہے قصر کیے جانا درست ہے اس واسطے کہ وہ مثل مسافر کے ہے کہ دل سے وہاں نہیں ٹھہرا ہے اور ٹھہرنے کا قصد نہیں رکھتا ہے۔

چوتھی رخصت:

دونمازوں کا جمع کرنا ہے سفر دراز اور مباح میں یہ درست ہے کہ آدمی ظہر کی نماز میں تاخیر کر کے عصر کی نماز کے ساتھ ملا کر پڑھے یا عصر کی نماز میں تقدیم کر کے ظہر کی نماز کے ساتھ پڑھے مغرب عشاء کی نماز کا بھی یہی حکم ہے اور عصر کی نماز ظہر کی نماز کے ساتھ ملائے تو چاہیے کہ پہلے ظہر کی نماز پڑھے بعد اس کے عصر کی نماز پڑھے اور سنتوں کا پڑھنا اولیٰ ہے تا کہ اس کی فضلیت نہ فوت ہونے پائے کیونکہ اس سے سفر کا فائدہ حاصل ہوگا لیکن اگر چاہے تو سنتیں جانور کی پشت پر پڑھے یا چلنے میں اور اس کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے وہ چار رکعت پڑھے جو ظہر کے پہلے سنت ہیں پھر وہ چار رکعت پڑھے جو عصر کے پہلے سنت ہیں پھر اذان اور تکبیر کہہ کر ظہر کی فرض نماز پڑھے پھر عصر کی تکبیر کہے اگر تیمم کیا ہو تو پھر تیمم کر لے اور عصر کی فرض نماز پڑھے اور دونوں نمازوں کے درمیان میں تیمم اور تکبیر سے زیادہ دیر نہ لگائے پھر دو رکعت جو ظہر کی نماز کے بعد سنت ہیں ان کو عصر کی نماز کے بعد پڑھے جب ظہر کی تاخیر عصر تک کی تو اسی طرح پر عمل کرے اور اگر عصر پڑھ چکا اور آفتاب غروب ہونے سے پہلے شہر میں پہنچ گیا تو عصر کا اعادہ نہ کرے اور مغرب کی عشاء کی نماز کا بھی یہی حکم ہے اور ایک قول پر چھوٹے سے سفر میں بھی دو نمازیں ملا کر پڑھنا درست ہے۔

پانچویں رخصت:

یہ ہے کہ سنت نماز جانور کی پیٹھ پر درست ہے اور قبلہ کی طرف منھ کرنا واجب نہیں بلکہ راہ بدل قبلہ ہے اور اگر قصداً جانور کو اس راہ کی طرف پھیر لے گا جو قبلہ کی جانب نہ ہو تو نماز باطل ہو جائے گی اور اگر سہواً پھیر لے گا یا جانور چرنے لگے گا تو نماز میں کچھ نقصان نہ آئے گا رکوع سجود اشارہ سے کر لے۔ رکوع کے واسطے پیٹھ کم جھکائے سجدہ کے لیے زیادہ جھکائے اتنا جھکنا کچھ ضرور نہیں جس سے گر پڑنے کا اندیشہ ہو اور اگر خواب گاہ میں ہو تو رکوع سجود تمام کرے۔

چھٹی رخصت :

یہ ہے کہ چلنے میں نماز سنت ادا کرے اور پہلی تکبیر میں قبلہ کی طرف منہ کرے کہ یہ امر اس پر آسان ہوتا ہے اور سوار کو قبلہ کی طرف منہ رکھنا مشکل ہوتا ہے اور رکوع سجود اشارہ سے کرے اور تشہد کیوقت التحیات پڑھتا ہوا چلا جائے اور یہ احتیاط رکھے کہ پاؤں نجاست پر نہ پڑنے پائے نجاست اگر راہ پر ہے تو اس پر یہ واجب نہیں کہ راہ سے پھرے اور اپنے اوپر راہ کو دشوار کرے اور جو شخص دشمن سے بھاگے یا صف جنگ میں ہو یا سیلاب یا بھیڑیئے سے بھاگتا ہوا سے درست ہے کہ چلتا ہوا یا جانور کی پیٹھ پر نماز فرض ادا کرے جیسا ہم نے سنت میں بیان کیا ہے اور قضا واجب نہ ہوگی۔

ساتویں رخصت :

روزہ کھول ڈالنا ہے جو مسافر روزے کی نیت کر چکا ہو اسے روزہ کھول ڈالنا درست ہے اگر صبح کے بعد شہر سے نکلا ہے تو روزہ کھولنا درست نہیں ہے اگر مسافر روزہ کھول کر کسی شہر میں پہنچے تو دن کو کھانا کھانا اسے درست ہے اور اگر روزہ نہیں کھولا اور کسی شہر میں پہنچا تو روزہ کھولنا درست نہیں ہے پوری نماز پڑھنے سے قصر کرنا بہتر ہے تا کہ اختلاف کے شبہہ میں پڑے اس واسطے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پوری نماز پڑھنا درست نہیں مگر روزہ رکھنا افطار سے بہتر ہے تا کہ قضا کی محنت میں نہ پڑے مگر یہ کہ روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اس صورت میں افطار کرنا بہتر ہے ان سات رخصتوں میں سے تین رخصتیں لمبے سفر میں ہوتی ہیں قصر افطار تین شبانہ روز موزہ پر مسح کرنا اور تین رخصتیں چھوٹے سے سفر میں بھی درست ہیں جانور کی پیٹھ پر اور پیادہ پا چلنے میں سنت پڑھنا اور جمعہ سے دست بردار ہونا اور تیمم کرنا بے قضائے نماز کے لیکن جمع یعنی دو نمازیں ملا کر پڑھنے میں اختلاف ہے ظاہر یہ ہے کہ چھوٹے سفر میں یہ نہ چاہیے جبکہ سفر میں کوئی شخص ایسا نہ ہو کہ وقت پر

اس سے سیکھ لے گا تو سفر کرنے سے پہلے مسافر کو یہ مسائل سیکھ لینا چاہیے اور جبکہ راہ میں ایسے گاؤں نہ ہوں جس میں مسجد اور محراب پوشیدہ نہ رہتی ہو تو قبلہ کی پہچان اور وقت نماز کی شناخت بھی سیکھ لینا چاہیے اس قدر جان لینا چاہیے کہ ظہر کی نماز کے وقت جب قبلہ کی طرف تو متوجہ ہو تو آفتاب کہاں پر ہوتا ہے اور غروب اور طلوع کے وقت کدھر ہوتا ہے اور قطب کدھر پڑتا ہے اور اگر راستہ میں کوئی پہاڑ ہو تو یہ جانے کہ قبلہ کے داہنی طرف ہے یا بائیں جانب مسافر کو اس قدر جاننا ضرور ہے۔

آٹھویں اصل سماع اور وجد کے آداب اور حکم سماع کے بیان میں

انشاء اللہ تعالیٰ اسے ان ہی دو بابوں میں ہم بیان کریں گے۔

پہلا باب

سماع کے مباح ہونے کے بیان میں اور اس چیز کے بیان میں جو اس میں سے حلال ہے اور جو حرام ہے

اے عزیز! اس بات کو جان اور اس حال کو پہچان کہ آدمی کے دل میں حق تعالیٰ کا ایک بھید سا ایسا پوشیدہ اور نہاں ہے جیسے آگ لوہے اور پتھر کے درمیان ہے جس طرح لوہا پتھر پر مارنے سے وہ آگ نکلتی ہے اور صحرا میں لگ جاتی ہے اس طرح اچھی اور موزوں آواز سننے سے آدمی کے دل کو جنبش ہوتی ہے اور بے اختیار دل میں ایک چیز پیدا ہو جاتی ہے عالم علوی جسے عالم ارواح کہتے ہیں اس کے ساتھ گوہر آدمی کو جو مناسبت ہے وہ دل ہلانے اور بے اختیار ایک چیز پیدا ہو جانے کا سبب اور جہت ہے اور عالم علوی عالم حسن و جمال ہے اور اصل حسن و جمال تناسب ہے اور جو چیز متناسب ہے وہ اس عالم کے جمال سے کسی کام کی نمود ہے اور اس عالم محسوس میں

جانا مطلوب ہے، جب سماع اس چیز کو اور زیادہ قوی کر دے گا تو سننے والوں کو ثواب ہوگا اور جس شخص کے دل میں ایسی باطل چیز ہے جو شرع میں مذموم اور بری ہے سننے والے کو سماع سے عذاب ہوگا اور جس کا دل دونوں سے خالی ہے مگر کھیل کے طور پر سنتا ہے اور طبیعت کے حکم سے لذت پاتا ہے اس کے واسطے سماع مباح ہے تو سماع کی تین قسمیں ہیں۔

پہلی قسم:

یہ ہے کہ آدمی غفلت کے ساتھ کھیل کے طور پر سنے یہ اہل غفلت کا طریقہ ہے اور دنیا بالکل لہو اور بازی ہے تو سماع کی قسم بھی اسی میں سے ہوگی اور یہ کہنا روا نہیں ہے کہ سماع چونکہ خوش ہے اور اچھا معلوم ہوتا ہے اس سبب سے حرام ہے کیونکہ خوشیاں حرام نہیں اور خوشیوں میں جو خوشی حرام ہے وہ اس وجہ سے حرام نہیں کہ خوش ہے اور اچھی معلوم ہوتی ہے بلکہ اس باعث سے حرام ہے کہ اس میں کچھ ضرر اور فساد ہوتا ہے اس واسطے کہ چڑیوں کی آواز بھی خوش ہے اور مرغوب ہوتی ہے حالانکہ حرام نہیں ہے بلکہ سبزہ اور آب رواں اور گل و شگوفہ کی سیر یہ سب خوش اور اچھی معلوم ہوتی ہے اور حرام نہیں ہیں تو اچھی آواز کان کے حق میں ایسی ہے جیسے آنکھ کے حق میں سبزہ اور آب رواں اور ناک کے حق میں بوئے مشک اور زبان کے حق میں اچھا کھانا اور عقل کے حق میں اچھی اچھی حکمتیں اور آنکھ ناک زبان عقل ان میں سے ہر ایک کو سبزہ خوشبو وغیرہ سے ایک نوع کی لذت ہے تو مجملہ ان کے سماع کیوں حرام ہوگا خوشبو سونگھنا کھیل اور سبزہ وغیرہ کی سیر حرام نہیں ہے اس پر یہ دلیل ہے کہ ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہیں۔ (۱۲) کہ عید کے دن مسجد میں حبشی کھیل اور بازی کرتے تھے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تم چاہتی ہو کہ دیکھو میں نے کہا ہاں چاہتی ہوں آپ دروازے پر کھڑے ہوئے اور دست مبارک بڑھائے حتی کہ میں نے اپنی ٹھڈی

آپ کے دست مبارک پر رکھی اور اتنی نظارت اور سیر کی کہ آپ نے کئی بار فرمایا کہ بس نہ کرو گی میں نے کہا نہیں اور یہ حدیث صحیح میں ہے اور اس کی نظارت اور سیر کی کہ آپ نے کئی بار فرمایا کہ بس نہ کرو گی میں نے کہا نہیں اور یہ حدیث صحیح میں ہے اور ہم پہلے اس کتاب میں بیان کر چکے ہیں اور اس حدیث سے پانچ اجازتیں اور رخصتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ کھیل اور لہو اور اس کی نظارت اور سیر اگر گاہ گاہ ہو تو حرام نہیں ہے اور حبشیوں کا کھیل رقص وسرود تھا دوسرے یہ کہ مسجد میں بازی کرتے تھے تیسرے یہ کہ حدیث میں ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو وہاں لے گئے تو فرمایا ﴿ دونکم یابنی ارقد ﴾ یعنی کھیل میں مشغول ہو اور یہ حکم ہے تو جو چیز حرام ہوتی اس کا آپ کیوں حکم فرماتے چوتھے یہ کہ آپ نے حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے پہل کی اور فرمایا کہ تم چاہتی ہو کہ دیکھو اور فرمانا تقاضا ہے یہ ویسا نہیں ہے کہ وہ دیکھتی ہوتیں اور آپ خاموش رہتے تو ممکن تھا کہ کوئی یہ کہتا کہ آپ نے ان کو رنجیدہ کرنا نہ چاہا کیونکہ رنجیدہ کرنا بدخوئی ہے پانچویں یہ کہ آپ خود حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ دیر تک کھڑے رہے باوصف اس کے کہ نظارہ بازی آپ کا کام نہ تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں اور لڑکوں کی موافقت کے واسطے ایسے کام کرنا خلق نیک ہے تا کہ ان کا دل خوش ہو اور خود کھینچنے اور پارسائی جتانے سے یہ بہتر ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ میں لڑکی تھی اور لڑکیوں کی عادت کے موافق میں گڑیاں گڈے سنوارتی اور چند لڑکیاں بھی آتیں جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لاتے اور لڑکیاں تو بھاگ جاتیں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو پھر میرے پاس بھیج دیتے ایک دن آپ نے ایک لڑکی سے پوچھا کہ یہ گڑیاں کیا چیز ہیں اس نے عرض کی کہ یہ میری بیٹیاں ہیں آپ نے فرمایا کہ ان کے درمیان میں یہ بندھا کیا ہے اس نے

عرض کی کہ یہ ان گڈوں کا گھوڑا ہے آپ نے فرمایا کہ اس گھوڑے کے اوپر یہ کیا ہے اس نے عرض کی کہ یہ پر و بال ہیں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ گھوڑے کے پر و بال کہاں سے آئے اس نے عرض کی کہ آپ نے نہیں سنا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا گھوڑا با پر و بال تھا بس رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنس پڑے حتی کہ آپ کے سب دندان مبارک کھل گئے اور یہ حدیث میں نے اس واسطے روایت کی تا کہ معلوم ہو جائے کہ پرہیز گاری جتانا اور ترش رو ہونا اور خود کو ایسے کاموں سے سمیٹنا دیں میں سے نہیں ہے خصوصاً لڑکوں سے اور اس شخص سے جو اپنے لائق کام کرے اور وہ کام اس سے برا اور نا زیبا نہ ہو اور یہ حدیث اس کی دلیل نہیں کہ تصویر بنانا درست ہے اس واسطے کہ لڑکوں کے کھلونے لکڑی اور کپڑے کے ہوتے ہیں اور پوری صورت نہیں رکھتے ہیں اس واسطے کہ حدیث میں ہے کہ گھوڑے کے بال کپڑے کے تھے ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ بھی روایت کرتی ہیں کہ عید کے دن دو کنیز کیں میرے پاس دف بجا کر گاتی تھی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور دوسری طرف منھ کر کے بچھونے پر سو رہے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور ان کنیزوں کو زجر کیا اور کہا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دولت خانہ میں مزمار شیطان پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے دستبردار ہو کہ آج عید کا دن ہے تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دف بجا کر گانا مباح ہے اور اس میں شک نہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گوش مبارک میں آواز پہنچتی تھی تو آپ کا سننا اور حضرت ابو بکر محض کو اس کے انکار سے منع فرمانا اس کے مباح ہونے پر دلیل صریح ہے۔

دوسری قسم:

یہ ہے کہ دل میں کوئی بری صفت ہو جس طرح کسی کے دل میں کسی رنڈی یا

لونڈے کی محبت ہو اور اس کے سامنے سماع میں مشغول ہوتا کہ لذت زیادہ ہو یا اس کے پیٹھ پیچھے اس کے وصال کی امید میں مشغول سماع ہوتا کہ شوق بڑھے یا ایسا گانا سنے جس میں زلف اور خال اور جمال کا ذکر ہو اور گانا سننے والا اپنے معشوق لونڈے رنڈی کا خیال باندھے تو یہ سماع حرام ہے اور اکثر جوان لوگ انہیں میں سے ہوتے ہیں یہ سماع اس واسطے حرام ہے کہ عشق باطل کی آگ تیز کر دیتا ہے جس آگ کا بجھانا واجب ہے اس کا بھڑکانا کیونکر درست ہوگا لیکن اگر اسے یہ عشق اپنی بیوی یا لونڈی کے ساتھ ہے تو یہ راگ منجملہ تمتع دنیا ہے جب تک طلاق دے یا بیچ ڈالے تب تک مباح ہے پھر حرام ہو جائے گا۔

تیسری قسم:

یہ ہے کہ دل میں کوئی اچھی صفت ہو کہ سماع اس صفت کو قوت دیتا ہے اور یہ چار نوع سے ہوتا ہے پہلی نوع کعبہ اور جنگل کی صفت میں حاجیوں کے اشعار گائے جائیں تا کہ خانہ خدا کے شوق کو دل میں جنبش دیں اور بلائیں تو جس شخص کا حج کو جانا درست ہے اس کے میں یہ سماع باعث اجر و ثواب ہے لیکن جس شخص کے ماں باپ اجازت نہ دیں یا اور کسی وجہ سے اسے حج کرنا چاہیے تو اسے درست نہیں کہ سماع کرے اور یہ آرزو اپنے دل میں قوی اور مضبوط کرے لیکن یہ کہ جانتا ہو کہ اگر شوق زیادہ ہوگا تو وہ اس بات پر قادر ہے کہ نہ جائے اور اپنے حال پر قائم رہے اور نمازیوں کا سرود و سماع بھی اس کے قریب قریب ہے کہ خلق کو خدا کے دشمنوں کے ساتھ لڑنے کا اور خدا کی محبت میں ہتھیلی پر جان رکھنے کا آرزومند کرتے ہیں اور یہ بھی ثواب ہے اور جیسے اشعار لڑائی میں پڑھنے کی عادت ہے تا کہ مرد دلیر ہوں اور لڑائی میں شیر ہوں اور خوب لڑیں تو اگر کافروں سے لڑائی ہو تو اس میں بھی ثواب ہے اور جو اہل حق کے ساتھ لڑائی ہو تو یہ حرام ہے دوسری نوع سرود نوحہ جو رونا لاتا ہے دل میں رنج بڑھاتا ہے اس میں بھی ثواب ہے اگر اپنے ایمان میں جو تقصیر کرتا

آتش الٰہی بھڑکانے میں سماع بہت بڑا اثر رکھتا ہے صوفیہ میں کوئی تو ایسا ہوتا ہے کہ سماع میں اسے مکاشفات ہوتے ہیں اس کے سبب سے وہ لطف حاصل ہوتا ہے جو بے سماع کے نہیں ہوتا وہ احوال لطیف جو عالم غیب سے سماع کی بدولت ان لوگوں پر طاری ہوتے ہیں اسے یہ لوگ وجد کہتے ہیں اور ہوتا یہ ہے ان لوگوں کا دل حالت سماع میں ایسا پاک اور صاف ہوجاتا ہے جیسے چاندی آگ پر رکھنے سے صاف ہوجاتی ہے سماع دل میں آگ لگا دیتا ہے اور سب کدورتوں کو دل سے دور کر دیتا ہے یہ حرارت اور دفع کدورت جو سماع سے حاصل ہوتی ہے بہتیری ریاضتوں سے نہیں حاصل ہوتی روح انسان کو عالم ارواح سے جو مناسبت سری ہے سماع اس مناسبت کو حرکت دیتا ہے حتیٰ کہ ایسا ہوتا ہے کہ روح کو اس عالم سے بالکل لے لیتا ہے یہاں تک کہ جو کچھ اس عالم میں ہوتا ہے صوفی کو اس کی مطلق خبر نہیں ہوتی اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ صوفی کے اعضاء کی قوت ساقط ہوجاتی ہے وہ گر پڑتا ہے اور بے ہوش ہوجاتا ہے ان حالات میں سے جو ٹھیک ٹھیک اور اصل اصل حال ہے اس کا بہت بڑا درجہ ہے اور جس حاضر محفل کو اس حال کا ایمان اور اعتقاد ہوتا ہے وہ بھی اس کی برکتوں سے محروم نہیں رہتا لیکن اس میں غلط اکثر ہے اور سمجھ میں خطا بہت واقع ہوتی ہے اس کے حق و باطل کی پہچان وہ پیر جانیں جو پکے اور واقف کار ہوں مرید کو یہ اختیار نہیں کہ اپنے میں بے خواہش پیدا ہوئے از سر خود سماع میں مشغول ہو حضرت شیخ ابو القاسم گرگانی قدس سرہ کے مریدوں میں علی حلاج نامی ایک مرید تھے انہوں نے سماع کے بارے میں اجازت چاہی شیخ نے فرمایا کہ تین دن تک کچھ نہ کھا پھر تیرے واسطے لوگ عمدہ کھانا پکائیں اگر تو کھانے کی رغبت نہ کرے اور سماع کے بارے میں اجازت چاہی شیخ نے فرمایا کہ تین دن تک کچھ نہ کھا پھر تیرے واسطے لوگ عمدہ کھانا پکائیں اگر تو کھانے کی رغبت نہ کرے اور سماع کو اختیار کرے تو یہ سماع کی خواہش برحق ہے اور تجھے اختیار ہے لیکن جس مرید کو ہنوز احوال دل نہ کھلا

ہو اور معاملہ کے سوا اور کوئی راہ جانتا ہو یا احوال دل تو کھلا ہو لیکن اس کی خواہش بالکل کشتہ اور شکستہ نہ ہوئی ہو تو پیر کو واجب ہے کہ اس کو سماع سے منع کرے کہ اس کے حق میں نفع سے زیادہ نقصان ہوگا۔ اے عزیز از جان! اس بات کو جان کہ جو شخص صوفیوں کے سماع اور وجد اور حال کا انکار کرتا ہے اپنی تنگدلی اور کم ظرفی کی وجہ سے انکار کرتا ہے اور اس انکار میں معذور اور بے قصور ہے اس واسطے کہ جو چیز خود اسے حاصل نہیں ہے اس کا ایمان لانا بھی اسے مشکل ہے اس کی یہ مثال ہے جیسے مخنث کا حال ہے مخنث اس بات کو نہیں باور کرتا کہ صحبت کرنے میں بڑی لذت ہے اس واسطے کہ قوت شہوت سے آدمی اس لذت کو پا سکتا ہے چونکہ مخنث کے واسطے خدا نے شہوت ہی نہیں پیدا کی تو وہ کیونکر لذت صحبت کو جانے سبزہ اور آب روان دیکھنے سے جو لذت ہوتی ہے اگر اندھا اس سے انکار کرے تو کیا تعجب کیونکہ خدا نے اسے آنکھ ہی نہیں دی جس سے وہ نظارہ بازی کی لذت کو پہچان سکے ریاست سلطنت فرمانروائی ملک داری کی جو لذت ہوتی ہے اس سے اگر لڑکا انکار کرے تو کیا عجب کہ وہ کھیل جانے ملک داری کی لذت کیا پہچانے اے برادر اس بات کو معلوم کر کہ عاقل ہو خواہ جاہل احوال صوفیہ سے انکار کرنے میں لڑکوں کے مانند ہے کہ جس چیز کے مرتبہ کو ابھی نہیں پہنچے ہیں اس سے انکار کرتے ہیں اور جو شخص کچھ بھی مایہ زیرکی رکھتا ہے وہ اقرار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ گو مجھے یہ حال نہیں ہے لیکن یہ جانتا ہوں کہ صوفیوں کو ہے بارے اس حال کا ایمان تو رکھتا ہے اور اس حال کا ہونا تو روا رکھتا ہے لیکن جو شخص ایسا ہو کہ اسے خود جو بات حاصل نہیں وہ اس بات کو اوروں کے واسطے بھی محال جانتا ہے وہ بڑا احمق ہے اور ان لوگوں میں سے ہے جن کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿و اذلم یھتدو ابه فسیقو لون ھذا افک قدیم (۱۴)﴾.

فصل:

اے عزیز جان! تو کہ سماع کو جہاں ہم نے مباح کہا ہے وہاں بھی پانچ سبب

سے حرام ہو جاتا ہے اور ان پانچوں سببوں سے حذر کرنا چاہیے۔

پہلا:

سبب یہ ہے کہ عورت یا امرد سے سنے کہ وہ باشہوت ہیں یہ سماع حرام ہے اگر چہ کسی سننے والے کا دل خدا کے کام میں بھی مستغرق ہو چونکہ شہوت اصل خلقت میں ہے اور اچھی صورت نظر آئے گی تو شیطان اس کی مدد کو اٹھ کھڑا ہوگا اور سماع شہوت کا تابع ہو جائے گا تو جو امر محل شہوت نہ ہو اس سے سماع مباح ہے اور جو زشت رو بھی ہو تو اگر اسے دیکھے گا تو اس سے سماع مباح نہیں اس واسطے کہ عورت کیسی ہی ہو اس پر نظر ڈالنا حرام ہے لیکن اگر پردہ کی آڑ سے آواز سنے تو اگر فتنہ عشق و زنا کا خوف ہو تو حرام ہے ورنہ مباح اس پر یہ دلیل ہے کہ ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں دو کنیزیں گاتی تھیں اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی آواز بیشک سنتے تھے تو رنڈیوں کی آواز عورت نہیں ہے جیسے لونڈوں کا چہرہ عورت نہیں یعنی جس طرح لونڈوں کو اپنا چہرہ چھپانا فرض نہیں اور لوگوں کو ان کے چہروں پر نظر ڈالنا حرام نہیں ہے اس طرح عورتوں کو اپنی آواز بند رکھنا فرض نہیں اور مردوں کو ان کی آواز سننا حرام نہیں ہے لیکن لونڈوں کو شہوت سے دیکھنا جہاں فتنہ لواطت کا خوف ہو حرام ہے اور عورتوں کی آواز کا بھی یہی حال ہے یعنی جہاں فتنہ عشق و زنا کا خوف ہو تو عورت کی آواز سننا حرام ہے اور یہ حکم بمقتضائے حال بدلتا رہتا ہے اس واسطے کہ کوئی تو اپنے اوپر مطمئن اور ایمن ہوتا ہے اور کوئی ڈرتا ہے اور یہ بات ایسی ہے جیسے روزہ میں اپنی بیوی کا بوسہ لینا اس شخص کو تو حلال ہے جو شہوت مطمئن اور ایمن ہو اور اس شخص کو حرام ہے جو یہ ڈرتا ہو کہ شہوت سے مجھے مباشرت کی بلا میں ڈال دے گی یا یہ ڈرتا ہو کہ فقط بوسہ لینے سے مجھے انزال ہو جائے گا۔

دوسرا سبب:

یہ ہے کہ سرود کے ساتھ رباب چنگ بربط اور رود یا نائے عراقی میں سے کچھ ہو

نہیں ہے اس واسطے کہ بہت چیزیں مباح ہیں کہ انھیں نہیں کرتے مگر حکم کرنا مباح ہونے کی یقیناً دلیل ہے کہ اس کی اور کوئی وجہ نہیں۔

تیسرا:

سبب یہ ہے کہ سرود میں فحش یا ہجو ہو یا دین پر طعن ہو جیسے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حق میں رافضیوں کے اشعار یا کسی مشہور معروف عورت کی تعریف ہو اس واسطے کہ مردوں کے سامنے عورتوں کی صفت کرنا نہ چاہیے اور ایسے سب شعر پڑھنا اور سننا حرام ہے لیکن وہ شعر جس میں زلف و خال صورت و جمال کی تعریف اور وصال و فراق کا ذکر اور جو عاشقوں کی عادت ہوتی ہے اس کا بیان ہو اس شعر کا پڑھنا اور سننا حرام نہیں ہے مگر اس سبب سے حرام ہو جاتا ہے کہ کوئی کسی رنڈی یا لونڈے کو چاہتا ہے اس کا خیال کرے تو اس وقت اس کا خیال حرام ہوتا ہے لیکن اگر شعر سن کر اپنی بیوی یا لونڈی کا خیال کرے تو حرام نہیں لیکن صوفیہ اور جو لوگ حق تعالیٰ کی محبت میں مشغول اور مستغرق رہتے ہیں اور اس پر سماع کرتے ہیں تو ایسے اشعار ان لوگوں کو کچھ نقصان نہیں کرتے کیونکہ یہ لوگ ہر لفظ سے اپنے موافق معنی سمجھتے ہیں ممکن ہے کہ زلف سے کفر کی ظلمت اور چہرہ کی چمک سے نور ایمان سمجھیں اور شاید زلف سے سلسلہ اشکال حضرت الٰہیت سمجھیں جیسا کہ کوئی شاعر کہتا ہے بیت گفتم بشمارم سر یک حلقہ زنفش تا بو کہ بہ تفصیل سر جملہ برآرم خندید بمن برسر زلفینک مشکین یک پیچ بہ پیچد و غلط کرد شمارم ممکن ہے کہ اس زلف سے اشکال سمجھیں جو کوئی چاہے کہ تصرف عقل اس مرتبہ کو پہنچے کہ عجائبات الٰہی سے یک سر مو پہچانے تو اس میں ایک پیچ پڑنے سے تمام شمار غلط ہو جائے گا اور سب عقلیں مدہوش ہو جائیں گی اور جب شعر میں شراب اور مستی کی بات ہو تو اس کا ظاہر نہ سمجھیں مثلاً یہ شعر جب پڑھیں شعر گرمی دو ہزار طل در پیمائی۔ تا مے نخوری نباشدت شیدائی۔ اور اس سے یہ سمجھیں کہ باتوں اور تعلیم سے دین کا کام راست و درست نہیں ہوتا بلکہ ذوق شوق

سے راست و درست ہوتا ہے اس واسطے کہ اگر تو محبت عشق زہد توکل وغیرہ کی باتیں بہت کرے اور اس میں کتابیں تصنیف کرے اور بہت سا کاغذ اس میں سیاہ کرے تو جب تک تو اس صفت پر نہ ہو جائے گا یہ باتیں تجھے کچھ فائدہ نہ کریں گی اور خرابات کے جو اشعار پڑھیں اسے اور کچھ سمجھیں مثلاً جب یہ شعر پڑھیں شعر ہر کو بخرایات تشد بیدین ست زیرا کہ خرابات اصول دین ست اس خرابات سے صفات بشریت کی خرابی سمجھیں اس واسطے کہ اصول دین یہی ہے کہ یہ صفت جو آبادان ہے خراب ہوتا کہ وہ جو ناپیدا ہے گوہر آدمی میں پیدا اور آبادان ہو جائے اور ان بزرگوں کے فہم کی تفصیل دراز ہے اس واسطے کہ ہر ایک کی فہم اس کی نظر کے موافق ہے اور دوسرے کے فہم سے جدا ہوتی ہے لیکن اس قدر جو بیان کیا اس کا سبب یہ ہے کہ بیوقوف اور مبتدع لوگوں کا ایک گروہ ان بزرگوں پر طعن و تشنیع کرتا ہے کہ لوگ صنم اور زلف اور خال اور مستی اور خرابات کی باتیں کہتے سنتے ہیں اور یہ حرام ہے اور یہ احمق جانتے ہیں کہ ہم نے جو یہ کہا یہ بڑی حجت اور طعن ہے حالانکہ یہ منکر لوگ ان بزرگوں کے حال سے خبر ہی نہیں رکھتے ان حضرات کو خود وجد ہوتا ہے شعر کے معنوں پر نہیں ہوتا کیونکہ فقط آواز پر وجد ہوتا ہے کہ شاہین کی آواز اگرچہ کچھ معنی نہیں رکھتی لیکن باعث وجد ہو جاتی ہے اسی سبب سے ہوتا ہے کہ جو لوگ عربی نہیں جانتے انھیں عربی شعر پر وجد ہوتا ہے اور احمق لوگ ہنستے ہیں کہ وہ لوگ عربی اشعار تو سمجھتے ہی نہیں وجد کیوں کرتے ہیں یہ احمق اتنا نہیں سمجھتے کہ اونٹ بھی عربی نہیں سمجھتا ہے اور حدا اے (۱۵) عرب کے سبب سے وجد کی قوت اور خوشی سے بھاری بوجھ لیے ہوئے اتنا چلتا ہے کہ جب منزل پر پہنچتا ہے اور وجد موقوف ہوتا ہے تو فوراً گر پڑتا ہے اور ہلاک ہو جاتا ہے چاہیے کہ یہ منکر گدھے اونٹ سے جنگ اور مناظرہ کریں کہ تو عربی تو سمجھتا ہی نہیں یہ کیا خوشی ہے جو تجھ میں پیدا ہوتی ہے اور باشد کہ عربی شعر سے یہ بزرگ اس کے معنوں کے خلاف کوئی مضمون سمجھیں اور جیسا انھیں خیال آئے سے

معنی سمجھیں اس واسطے کہ انھیں شعر کی تفسیر کچھ مقصود نہیں ہوتی کہ ایک شخص نے پڑھا ﴿مازارنی فی النوم الاحیالکم﴾ ایک صوفی کو حالت آئی لوگوں نے پوچھا تم نے وجد کیوں کیا کہ خود تم نہیں جانتے ہو کہ وہ کیا کہتا ہے کہا میں جانتا کیوں نہیں ہوں وہ کہتا ہے مازاریم یعنی ہم زارونا چار ہیں تو وہ سچ کہتا ہے حقیقت میں ہم سب زار اور درماندے ہیں اور خطر میں ہیں تو ان حضرات کا وجد ایسا ہوتا ہے جس کے دل پر جو اثر غالب ہو جاتا ہے وہ جو کچھ سنے وہی امر سنائی دیتا ہے اور جو کچھ دیکھے وہی امر دکھائی دیتا ہے جو کوئی عشق حقیقی خواہ عشق مجازی کی آگ میں نہ جلا ہو گا یہ مضمون اور معاملہ اسے نہ معلوم ہو گا۔

چوتھا سبب:

یہ ہے کہ سننے والا جوان ہو اور اس پر شہوت غالب ہو اور خدا کی محبت کو جانتا ہی نہ ہو کہ وہ کیا چیز ہے تو غالب یہ ہے کہ وہ جوان جب زلف و خال صورت و جمال کا ذکر سنے گا تو اس کی گردن پر شیطان چڑھ بیٹھے گا اور اس کی شہوت کو تیز کرے گا اور خوبصورتوں کے عشق کو اس کے دل میں آراستہ کر دے گا اور عاشقوں کا احوال وہ جو سنتا ہے غالبًا اسے خوش آئے گا تمنا کر کے اس کی تلاش میں مستعد ہو جائے گا کوچہ عشق میں قدم بڑھائے گا مردوں اور عورتوں میں ایسے بہت ہیں کہ صوفیوں کا لباس رکھتے ہیں اور اس کام میں مشغول ہو گئے ہیں پھر لایعنی باتوں سے عذر بتراز گناہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں فلانے آدمی کو سودا اور شور پیدا ہوا ہے اور اس کے دل میں عشق کا کانٹا گڑا ہے اور کہتے ہیں کہ عشق خدا کا پھندا ہے خدا نے اسے اپنی محبت میں کھینچا ہے اور کہتے ہیں کہ اس کے دل کی حفاظت کرنا اور یہ کوشش کرنا بری بات ہے کہ وہ اپنے معشوق کو دیکھے خرمی کا نام رہبری ہے اور نیک خوئی اور فسق و لواطت کا نام شور و سودا رکھتے ہیں اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ اپنا عذر یوں بیان کرتے ہیں کہ فلانے پیر کو فلانے لڑکے کے ساتھ نظر محبت تھی اور یہ امر ہمیشہ بزرگوں کو پیش آیا کیا ہے اور یہ

لواطت نہیں یہ تو شاہد بازی ہے اور خوبصورت کو دیکھنا روح کی غذا ہے اس قسم کے واہیات خرافات باتیں بہت بکتے ہیں تا کہ ویسی بیہودہ باتیں بنا بنا کر اپنی فضیحتی کو چھپائیں اور جو شخص یہ اعتقاد نہ رکھے کہ یہ امر فسق ہے وہ اباحتی ہے اسے قتل کر ڈالنا مباح ہے اور یہ مردود جو کہتے ہیں کہ فلانے فلانے پیر نے فلانے فلانے لڑکے کو دیکھا ہے یہ یا تو اپنے عذر کے واسطے جھوٹ کہتے ہیں یا اگر اس پیر نے واقعی دیکھا ہو گا تو شہوت کی نظر سے نہ دیکھا ہو گا بلکہ اس طرح دیکھا ہو گا جیسے کوئی شخص سرخ سیب کو یا شگوفہ کو دیکھتا ہے یا شاید اس پیر سے بھی خطا ہو گئی ہو کہ سب پیر کچھ معصوم نہیں ہیں اور اگر کسی پیر سے کچھ خطا یا کوئی گناہ سرزد ہو تو وہ گناہ مباح نہیں ہو جاتا۔

اے عزیز! حق سبحانہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا قصہ اس واسطے قرآن شریف میں بیان فرمایا ہے تا کہ تو یہ گمان نہ کر کہ کوئی شخص ان صغائر سے ایمن ہے اگرچہ بزرگ ہو اور حضرت داؤد علیہ السلام کا نوحہ اور توبہ کرنا بھی اسی سے حق سبحانہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے تا کہ تو اسے دلیل پکڑے اور خود معذور رکھے اور ایک سبب اور بھی ہے لیکن وہ نادر ہے وہ یہ ہے کہ کسی کو ان حالتوں میں جو صوفیہ صافیہ پر ہوا کرتی ہیں چیزیں دکھائی دیتی ہیں اور شاید جواہر ملائک اور ارواح انبیاء انھیں کسی مثال میں کشف ہوں پھر وہ کشف شاید آدمی کی صورت سراپا حسن و جمال میں ہو اس واسطے کہ مثال ضرور بالضرور حقیقت معنی کے موافق ہوتی ہے چونکہ معانی عالم ارواح ہیں تو وہ معنی نہایت درجہ کمال پر ہوتے ہیں تو عالم صورت سے اس کی مثال بھی غایت درجہ جمال پر ہوتی ہے عرب میں حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ کوئی خوبصورت نہ تھا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی صورت پر دیکھتے پھر ممکن ہے کہ عالم ارواح سے کوئی چیز مرد حسین کی صورت پر کشف ہو کہ وہ صورت اس چیز کی مثال ہو اور شاید اس معنی کو پھر نہ دیکھ پائے اس وقت اگر صوفی کی ظاہری آنکھ کسی اچھی صورت پر پڑے جو صورت اس

صورت معانی کے ساتھ مشابہت اور مناسبت رکھتی ہو تو وہ حالت اس پر تازہ ہو جاتی ہے اور اس معنی گمشدہ کو پھر پا جاتا ہے اور اسے اس خوبصورت کے دیکھنے سے ایک وجد اور حالت پیدا ہوتی ہے تو یہ امر روا ہے کہ کسی بزرگ نے اس حالت کو پھر پانے کے واسطے اچھی صورت دیکھنے کی رغبت کی ہو اور جو شخص اس بھید سے خبر رکھتا ہے جب اس بزرگ کی رغبت خوبصورت کی طرف دیکھے گا تو یہی جانے گا کہ وہ بزرگ بھی اسی صفت کے سبب سے دیکھتا ہے جو اس شخص ناواقف کی صفت ہے کیونکہ وہ تو اس دوسری صفت سے خبر ہی نہیں رکھتا غرضیکہ صافیہ کا کام بہت بڑا کام خطرناک اور نہایت پوشیدہ ہے اور کسی چیز میں اتنی غلطی کو دخل نہیں جتنی غلطی کو صوفیہ کے کام میں دخل ہے اس قدر اشارہ کر دیا گیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ حضرات صوفیہ مظلوم ہیں کیونکہ لوگ جانتے ہیں کہ وہ بھی اس جنس سے ہوتے چلے آئے ہیں جس جنس کی صوفی صورت شیطان سیرت اس زمانے میں موجود ہیں اور حقیقت میں مظلوم وہ شخص ہے جو ان حضرات کو ایسا جانے اس واسطے کہ اس نے اپنے اوپر ظلم کیا کہ ان حضرات کی شان میں یہاں تک تصرف کرتا ہے کہ انھیں اوروں پر قیاس کرتا ہے۔

پانچواں سبب:

یہ ہے کہ عوام جو سماع بطور عادت برسبیل بازی وعشرت کرتے ہیں وہ مباح ہے بشرطیکہ پیشہ نہ کر لیں اور ہمیشہ نہ کیا کریں کہ جس طرح بعض گناہ صغیرہ جب پیشہ ہو جاتے ہیں تو گناہ کبیرہ کے درجہ کو پہنچ جاتے ہیں اسی طرح بعضی چیز اس شرط سے مباح ہے کہ کبھی کبھی ہو اور کم ہو وہ جب بہت ہو گی تو حرام ہو جائے گی اس واسطے کہ حبشیوں نے ایک بار مسجد میں بازی کی اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع نہ فرمایا اگر مسجد کو بازی گاہ بناتے تو بے شک حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منع فرماتے اور ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ نے نظارہ کرنے سے نہ منع فرمایا اگر کوئی شخص بازی گروں کے ساتھ ساتھ ہمیشہ پھرا کرے یا اپنا پیشہ

کرلے تو یہ درست نہیں اور گاہ گاہ تھٹھول کرنا درست ہے اگر کوئی عادت کرلے تو مسخرہ ہوجائے گا اور یہ درست نہیں۔

دوسرا باب

سماع کے آداب اور آثار کے بن میں

اے عزیز جان! تو کہ سماع میں تین مقام ہیں پہلا مقام فہم پھر وجد پھر حرکت اور ہر ایک میں کلام ہیں پہلا مقام فہم ہے جو شخص طبعیت سے اور غفلت کے ساتھ یا ی مخلوق کے خیال میں راگ سنے وہ اتنا بڑا خسیس اور بد ہے کہ اس قابل نہیں کہ اس کے فہم و حال میں کلام کیجئے لیکن وہ شخص جس پر دین کا خیال اور حق تعالی کی محبت غالب ہو اس کے دو درجے ہیں پہلا درجہ مرید کا ہے کہ اسے راہ ڈھونڈھنے اور چلنے میں قبض و بسط آسانی و دشواری آثار قبول اور آثار رد میں سے مختلف احوال پیش آتے ہیں اس سبب سے اس مرید کا دل بالکل گرفتہ رہتا ہے جب ایسا کوئی کلام سنتا ہے جس میں عتاب اور قبول و رد اور وصل و ہجر اور قرب و بعد اور رضا و سخط اور امید و یاس اور خوف و امن اور وفائے عہد و بدعہدی اور شادی وصال و اندوہ فراق کا ذکر ہوتا ہے یا اس قسم کی اور باتوں کا مذکور ہوتا ہے تو وہ ان باتوں کو اپنے حال پر ڈھالتا ہے اور جو کچھ اس کے باطن میں ہے وہ مشتعل ہوجاتا ہے اور مختلف حالتیں اس میں پیدا ہوتی ہیں اور اسے ان حالتوں میں مختلف خیالات آتے ہیں اگر اس کے علم و اعتقاد کا قاعدہ مضبوط نہیں ہوتا تو ایسا ہوتا ہے کہ اسے گانا سننے میں ایسے خیالات آئیں جو کفر ہوں جیسے راگ سن کر حق تعالی کی شان میں ایسی کوئی بات سمجھے جو محال ہو مثلاً یہ شعر سنے شعر۔ زاول بمنت میل بدان میل کجاست وامروز ملول گشتن از بہر چراست جس مرید کی ابتدا تیز اور رواں ہوئی ہو پھر بہت ضعیف اور سست ہوگئی ہو وہ سمجھے گا کہ حق تعالی کو اس پر عنایت اور میل تھا اور اب پھر گیا تو اگر اس تغیر کو خدا کی

شان میں سمجھے گا تو یہ کفر ہو جائے گا بلکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ حق تعالیٰ میں تغیر کو ہرگز دخل نہیں کیونکہ وہ بدل دینے والا ہے بدل جانے والا نہیں اور یہ سمجھنا چاہیے کہ میری صفت بدل گئی حتی کہ وہ معنی جو پہلے کھلے ہوئے تھے اب چھپ گئے خدا کی طرف سے ہرگز منع اور حجاب اور ملال نہیں ہوتا بلکہ اس کی درگاہ کشادہ ہے مثلت مثلاً جیسے آفتاب کہ اس کا نور پھیلا ہوا ہے لیکن جو کوئی دیوار کی آڑ میں چلا جائے تو نور آفتاب سے آڑ میں ہو جائے گا اس وقت تغیر اس شخص میں پیدا ہو گا نور آفتاب میں نہیں تو اسے یہ کہنا چاہیے شعر۔ خورشید برآمد اے نگارین دیرست برمن اگر نتابد از ادبیر ست تو جو تقصیر اس نے آپ کی ہو چاہیے کہ حجاب کو اس پر اور اپنے ادبار پر حوالہ کرے حق تعالیٰ کی طرف حجاب کو منسوب نہ کرے اس مثال سے یہ مقصود ہے کہ نقص و تغیر کی جو صفتیں ہیں انھیں اپنے حق میں اور اپنے نفس کے حق میں سمجھنا چاہیے اور جو جمال و جلال وجود ہے اسے حق تعالیٰ کی شان میں سمجھنا چاہیے اگر مرید علم سے یہ سرمایہ اور سمجھ نہیں رکھتا ہے تو بہت جلد کفر کی بلا میں پڑ جائے گا اور جانے گا بھی نہیں اور اسی سبب سے خدا کی محبت میں سماع کا بڑا خطر ہے دوسرا درجہ یہ ہے کہ راگ سننے والا مریدوں کے درجہ سے گزر گیا ہو اور حالات و مقالات کو اس نے پیچھے چھوڑا ہو اور اس حال کی نہایت کو پہنچ گیا ہو جسے اگر ماسوی اللہ کی طرف اضافت کرتے ہیں تو فنا اور نیستی کہتے ہیں اور اگر حق تعالیٰ کی طرف اضافت کرتے ہیں تو توحید اور یگانگی کہتے ہیں ایسے آدمی کا سماع معنی سمجھنے کی راہ سے نہیں ہوتا ہے بلکہ سماع کے ساتھ ہی وہ نیستی اور یگانگی اس پر تازہ ہو جاتی ہے اور آپ سے وہ بالکل غائب ہو جاتا ہے اور اس عالم سے بے خبر ہو جاتا ہے اور باشد کہ اگر مثلاً آگ میں گر پڑے تو کچھ خبر بھی نہ ہو جیسا شیخ ابوالحسن نوری قدس سرہ حالت وجد میں گنے کے کٹے ہوئے کھیت میں دوڑے اس کی کھوٹیوں سے ان کے پاؤں بالکل کٹ گئے اور انھیں خبر بھی نہ ہوئی یہ وجد کامل تر ہوتا ہے لیکن مریدوں کا وجد صفات بشریت کے ساتھ ہوتا ہے وہ وجد یہ

ہے کہ اسے آپ سے بالکل لے لیتے ہیں جیسا کہ وہ عورتیں جنھوں نے حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ السلام کو دیکھا سب خودفراموش ہوگئیں اور اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ اے عزیز! تجھے چاہیے کہ اس نیستی کا منکر نہ ہو اور یہ نہ کہہ کہ میں تو اسے دیکھتا ہوں وہ نیست کیونکر ہوگیا ہے اس واسطے کہ وہ وہ نہیں ہے جسے تو دیکھتا ہے کہ یہ شخص ہے وہ جب مرجاتا ہے تب بھی تو دیکھتا ہے اور وہ نیست ہوتا ہے پس اس کی حقیقت وہ معنی لطیف ہیں جو محل معرفت ہیں جب سب چیزوں کی معرفت اس سے غائب ہوگئی تو سب چیزیں اس کے حق میں نیست ہوگئیں اور جب وہ آپ سے بھی بے خبر ہوگیا تو آپ بھی اپنے حق میں نیست ہوگیا اور جب حق تعالیٰ اور حق تعالیٰ کے سوا اور کچھ نہیں دیکھتا ہے تو کہتا ہے سب خود وہی ہے اور میں نہیں ہوں یا کہتا ہے کہ میں خود وہی ہوں اور ایک گروہ نے یہاں غلطی کی ہے اور اس نیستی کو حلول کے ساتھ تعبیر کیا ہے اور ایک گروہ نے اتحاد کے ساتھ اور یہ امر ایسا ہے جیسے کسی نے کبھی آئینہ نہ دیکھا ہو اور دیکھے اس میں اپنی صورت دکھائی دے سمجھے کہ وہ خود آئینہ میں اتر آیا ہے یا سمجھے کہ وہ صورت خود آئینہ کی صورت ہے کہ خود آئینہ کی یہ صفت ہے کہ سرخ وسفید ہوتا ہے اگر یہ سمجھے کہ خود آئینہ میں اتر آیا ہے تو یہ حلول ہوگا اور اگر سمجھے کہ آئینہ خود اس کی صورت ہوگیا ہے تو یہ اتحاد ہوگا اور دونوں باتیں غلط ہیں ہرگز نہ تو صورت ہوجاتا ہے اور نہ صورت آئینہ ہوجاتی ہے لیکن ایسا دکھائی دیتا ہے اور جس نے کاموں کو پورا نہیں پہچانا ہے وہ ایسا سمجھتا ہے۔ اس کتاب میں اس کی تفصیل بیان کرنا مشکل ہے اس واسطے کہ یہ بڑا علم ہے ہم نے احیاء العلوم میں اس کی تفصیل بیان کی ہے دوسرا مقام جب فہم سے فارغ ہوچکا تو حال پیدا ہوتا ہے اسے وجد کہتے ہیں اور وجد پانے کو کہتے ہیں تو یہ معنے ہیں کہ ایسی حالت پائی جو اس سے پہلے نہ تھی اور وجد کی حقیقت میں بہت کلام ہے کہ وہ کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ وجد ایک نوع نہیں بلکہ بہت انواع پر ہے لیکن وہ ہی جنس سے ہوتا ہے ایک احوال کی جنس سے ایک

مکاشفات کی جنس سے لیکن احوال اس طرح ہوتے ہیں کہ اس سے کوئی صفت غالب ہوجائے اور اسے مست کے مانند کردے وہ صفت کبھی شوق ہوتا ہے کبھی خوف کبھی آتش عشق ہوتی ہے کبھی طلب کبھی اندوہ کبھی حسرت اور اس کے بہت اقسام ہیں لیکن وہ آگ جب دل پر غالب ہوجاتی ہے اس کا دھواں دماغ کو پہنچتا ہے تو اس کے حواس کو مغلوب کردیتا ہے حتی کہ وہ نہ دیکھتا ہے نہ سنتا ہے جیسے سوتا ہے اور اکثر دیکھتا سنتا ہے تو اس سے غائب اور غافل ہوتا ہے جیسے مست دوسری قسم مکاشفات ہے کہ چیزیں دکھائی دینے لگتی ہیں ان میں سے جو صوفیہ کو ہوتی ہیں بعضی کسوت مثال میں اور بعضی صریح اس میں سماع کو اس وجہ سے اثر ہے کہ دل کو صاف کرتا ہے اور دل آئینہ گرد آلود کے مانند ہے سماع اس گرد سے پاک کردیتا ہے تا کہ اس میں صورتیں ظاہر ہوں اس معنی میں سے جو کچھ عبارت میں لاسکیں وہ ایک علم ہوتا ہے یا قیاس یا مثال اور جو شخص اس مرتبہ کو پہنچا ہے اس کے سوا اور کسی کو اس کی حقیقت نہیں معلوم ہوتی اور ہر ایک کو اپنے مقام کی قدر حقیقت معلوم ہوتی ہے اور اگر دوسرے میں کچھ تصرف کرتا ہے تو اپنے مقام کے مطابق کرتا ہے اور جو کچھ قیاس سے ہے وہ علم سے ہے ذوق سے نہیں لیکن اس قدر اس واسطے بیان کیا تا کہ جن لوگوں کو یہ حال ذوق سے نہ ہو وہ اس حال کو باور کریں انکار تو نہ کریں اس واسطے کہ انکار انھیں نقصان کرے گا اور وہ شخص بڑا احمق ہے جو سمجھے کہ جو چیز میرے گنجینہ میں نہیں وہ بادشاہوں کے خزانہ میں بھی نہیں ہے اور اس سے زیادہ احمق وہ ہے جو تھوڑی سی گرستی کے سبب سے جو اس کے پاس ہے خود کو بڑا بادشاہ جانے اور کہے میں خود سب مرتبوں کو پہنچ گیا ہوں اور سب کچھ مجھے حاصل ہو گیا ہے اور جو چیز میرے پاس نہیں اس کا وجود ہی نہیں اور سب انکاریں ان ہی دو قسموں کی حماقت سے پیدا ہوتی ہیں۔ اے عزیز جان! تو کہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ تکلف سے وجد ہو وہ عین نفاق ہے مگر یہ کہ آدمی وجد کے اسباب اپنے دل میں لائے تا کہ شاید حقیقت

وجد پیدا ہو جائے حدیث شریف میں آیا ہے کہ تم جب قرآن سنو تو روؤ اگر رونا نہ آئے تو تکلف کرو اس کے یہی معنی ہیں کہ تکلف کر کے رنج وحزن کے اسباب اپنے دل میں لاؤ اس تکلف میں اثر ہے شائد وہ تکلف حقیقت حزن پیدا کر دے۔

سوال:

اگر کوئی کہے کہ صوفیوں کا سماع حق ہے اور حق تعالیٰ کے واسطے ہے تو چاہیے تھا کہ دعوتوں میں پڑھنے والوں کو بٹھاتے اور قرآن شریف پڑھواتے نہ کہ قوالوں کو کہ گائیں اس واسطے کہ قرآن شریف خدا کا کلام ہے اس کا سننا اولیٰ تر ہے۔

جواب:

یہ ہے کہ قرآن شریف کی آیتوں پر بہت سماع ہوتا ہے اور اس سے بہت وجد آتا ہے بہت لوگ ایسے ہیں کہ قرآن شریف سننے سے بے ہوش ہو جاتے ہیں بہت لوگ ایسے تھے کہ انھوں نے قرآن سنا اور ان کی جان نکل گئی ان کی حکایتیں بیان کرنا موجب طوالت ہے احیاء العلوم میں ہم نے مفصل بیان کی ہیں لیکن صوفیہ پڑھنے والے کے عوض قوال کو جو بٹھاتے ہیں اور قرآن شریف کے عوض جو گانا سنتے ہیں اس کے پانچ سبب ہیں پہلا سبب یہ ہے کہ قرآن شریف کی سب آیتیں عاشقوں کے حال سے مناسبت نہیں رکھتی ہیں اس واسطے کہ قرآن شریف میں کافروں کا قصہ اور معاملات اہل دنیا کا حکم اور بہت سی چیزیں ہیں اس واسطے کہ قرآن شریف تو سب اقسام خلق کے واسطے شفا ہے اور جب میراث کی آیتوں کے مثل پڑھے گا کہ ماں کا چھٹا حصہ ہے اور بہن کا نصف یا یہ کہ جس عورت کا خاوند مر جائے اسے چار مہینے دس دن عدت بیٹھنا چاہیے اور علی ہذا القیاس تو یہ آیتیں ہر ایک کے عشق کو تیز نہ کریں گی لیکن اس کے عشق کو جو نہایت عاشق ہو اور ہر چیز سے اسے وجد ہوتا ہو گو کہ وہ مقصود سے دور ہو ایسا عاشق نایاب ہے دوسرا سبب یہ ہے کہ اکثر لوگوں کو قرآن شریف یاد ہوتا ہے اور بہت لوگ قرآن مجید پڑھے ہوتے ہیں اور جو چیز بہت سنی ہو وہ اکثر

اوقات دل کو آگاہی نہیں بخشتی حتی کہ تو دیکھتا ہے کہ جو پہلی بار سنتا ہے اس سے حال آجاتا ہے دوسری بار وہ حال نہیں ہوتا اور گانا نیا ہوسکتا ہے قرآن شریف نو بہ نو نہیں پڑھا جاسکتا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں جب عرب حاضر ہوتے اور قرآن شریف تازہ تازہ سنتے تو روتے اور ان پر حال طاری ہوجاتا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ﴿کنا کما کنتم ثم قست قلوبنا﴾ یعنی ہم بھی تمہارے ایسے تھے اب ہمارے دل سخت ہوگئے یعنی قرآن شریف پر ٹھہر گئے اور خوگر ہوگئے تو جو چیز تازہ اور نئی ہوتی ہے اس کا اثر بھی زیادہ ہوتا ہے اس واسطے امیر المومنین حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاجیوں کو حکم فرماتے تھے کہ اپنے اپنے شہروں کو جلدی جاؤ اور فرماتے کہ میں ڈرتا ہوں کہ اگر کعبہ کے ساتھ خوگر ہوجائیں گے تو اس کی عظمت ان کے دلوں سے جاتی رہے گی تیسرا سبب یہ ہے کہ بہت دل ایسے ہوتے ہیں کہ جب تک الحان اور آوازموزوں سے نہ بلائے جائیں تب تک حرکت نہیں کرتے اسی سبب سے ہے کہ بات پر وجد کم آتا ہے اور اچھی آواز پر آتا ہے بشرطیکہ موزوں ہو اور الحان کے ساتھ پھر گانے کا ہر انداز اور ہر راہ اور ہی اثر رکھتی ہے اور یہ نہ چاہیے کہ قرآن شریف میں الحان کریں اور گانے کے طور پر پڑھیں اور اس میں تصرف کریں اور قرآن شریف جب بے الحان ہوگا تو مجرد کلام رہ جائے گا تو عشق اگر ایسا ہی گرما گرم ہوگا تو البتہ اس سے بھڑک اٹھے گا چوتھا سبب یہ ہے کہ الحان کو اور آوازوں سے مدد دینا چاہیے تاکہ اثر زیادہ تر کرے جیسے نے دف طبل شاہین ہیں اور یہ چیزیں ہزل کی صورت کرتی ہیں اور قرآن شریف عین جد ہے اسے اس امر بچانا چاہیے کہ ایسی چیز جو عوام کی نظر میں ہزل کی صورت رکھتی ہے اس کے ساتھ پڑھا جائے جیسا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنت معوذ کے گھر تشریف لے گئے ان کی کنیزکیں دف بجا بجا کر گا رہی تھیں جب انہوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اشعار میں آپ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی تعریف گانے لگیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چپ رہو اور جو پہلے کہتی تھیں وہ کہو اس واسطے کہ آپ کی ثنا عین جد تھی دف بجا کر نہ چاہیے تھی کہ دف ہزل کی صورت رکھتا ہے پانچواں سبب یہ ہے کہ ایک کو اور ہی حالت ہوتی ہے اور ہر شخص کو یہ حرص اور خواہش ہوتی ہے کہ اپنے حسب حال شعر سنے جبکہ شعر اس کے حال کے موافق نہیں ہوتا ہے تو وہ اس سے کراہت کرتا ہے اور شاید یہ کہہ بیٹھے کہ یہ نہ کہہ اور کوئی شعر کہہ اور قرآن کو ایسے موقع اور محل پر پڑھنا نہ چاہیے کہ اس سے کراہت کریں اور ممکن ہے کہ سب آیتیں ہر ایک کے موافق نہ ہوں اگر شعر اس کے موافق نہیں ہوتا ہے تو اسے اپنے حال کے موافق ڈھال لیتا ہے اس واسطے کہ واجب نہیں کہ شعر کے وہی معنی سمجھے جو شاعر کے مقصود ہیں لیکن قرآن شریف کو اپنے خیال کے بموجب ڈھالنا اور اس کے معنی بدل ڈالنا نہ چاہیے تو مشائخ نے قوالی کو جو اختیار کیا ہے اس کے یہی سبب ہیں جو بیان ہو چکے ان تمام معنوں کا ماحصل دو ہی مردوں کی طرف رجوع کرتا ہے ایک سننے والے کے ضعف و نقصان کی طرف دوسرے عظمت قرآن کی طرف تا کہ خیال کے تصرف میں نہ پڑ جائے تیسرا مقام سماع میں حرکت اور رقص اور کپڑے پھاڑنا ہے جو شخص مغلوب اور بے اختیار ہوگا اور وہ ان باتوں کے سبب سے ماخوذ نہ ہوگا اور جو شخص یہ باتیں قصداً کرے تا کہ لوگ دیکھیں کہ وہ صاحب حالت ہے اور حقیقت میں نہ ہو تو یہ حرام ہے اور عین نفاق حضرت ابوالقاسم نصیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ لوگوں کا سماع میں مشغول ہونا غیبت سے بہتر ہے حضرت ابوعمر بن نجید رحمتہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ آدمی اگر تیس برس غیبت کرے تو اس سے بہتر ہے کہ سماع میں جھوٹھ موٹھ حالت دکھائے۔ اے عزیز جان! تو کہ وہ صوفی کا منتر ہے جو گانا سنے اور ساکن رہے کچھ تغیر اس کے ظاہر میں نہ پیدا ہو اس کو اتنی قوت ہوتی ہے کہ خود بچا سکتا ہے اس واسطے کہ وہ حرکت اور آواز اور رونا ضعف سے ہوتا ہے لیکن ایسی قوت بہت کم

ہوتی ہے اور وہ جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ﴿ کنا کما کنتم ثم قست قلوبنا ﴾ شاید اس کے یہ معنی ہوں کہ ﴿ قویت قلوبنا ﴾ یعنی ہمارے دل سخت اور قوی ہوئے کہ ہم خود بغیر ظاہری سے بچانے کی طاقت رکھتے ہیں اور جو شخص خود نہیں بچا سکتا اسے بھی چاہیے کہ جب تک ضرورت کی حد کو نہ پہنچے اپنے خود کو بچائے رکھے اور حال ظاہر نہ ہونے دے ایک جوان حضرت جنید قدس سرہ کی صحبت میں حاضر ہوتا جب گانا سنتا تو چیخ مارتا حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تجھے اگر ایسا پھر کرنا ہے تو میری صحبت میں نہ رہا کر پھر وہ جوان صبر کیا کرتا حتی کہ بڑے جہد عظیم کو پہنچا ایک روز ضبط کیا اور خود کو سنبھالا بالآخر ایک چیخ ماری اور اس کا پیٹ پھٹ گیا اور مر گیا لیکن اگر کوئی شخص از خود حالت نہ ظاہر کرے اور رقص کرنے لگے یا تکلف سے خود رونے کی طرف لائے تو درست ہے کیونکہ رقص مباح ہے اس واسطے کہ حبشی مسجد میں رقص کرتے تھے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دیکھنے تشریف لے گئیں اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس کی خوشی میں رقص کیا اور کئی بار پائے مبارک زمین پر مارا جیسے کہ عرب کی عادت ہے کہ خوشی اور نشاط کی حالت میں کیا کرتے ہیں اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ صورت و سیرت میں تم میرے مانند ہو انھوں نے بھی خوشی سے رقص فرمایا اور حضرت زید ابن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تو میرا مولا بھائی ہے انھوں نے بھی خوشی کے مارے رقص کیا تو جو شخص رقص کو حرام کہتا ہے وہ خطا کرتا ہے بلکہ غایت مرتبہ یہ ہے کہ رقص بازی ہے اور بازی بھی حرام نہیں اور جو شخص اس واسطے رقص کرتا ہے کہ وہ حال جو اس کے دل میں پیدا ہوتا ہے وہ قوی ہو جائے تو یہ رقص خود بہتر اور محمود ہے لیکن کپڑے پھاڑنا قصداً نہ چاہیے کہ مال ضائع کرنا ہے لیکن آدمی جب مغلوب الحال ہو تو درست ہے گو کہ اپنے اختیار سے کپڑے پھاڑے لیکن

ممکن ہے کہ اس اختیار میں مضطر ہو اور اگر چاہے کہ میں کپڑے نہ پھاڑوں تو نہیں ہوسکتا اس واسطے بیمار کا نالہ وفریاد اگر چہ اس کے اختیار سے ہوتا ہے لیکن اگر چاہے کہ میں نالہ وفریاد نہ کروں تو یہ نہیں ہوسکتا اور یہ بات بھی نہیں کہ جو کام آدمی اپنے ارادے اور قصد سے کرتا ہے ہر وقت اس سے دستبردار ہو سکے اور آدمی جب ایسا مغلوب ہوگا تو نہ ماخوذ ہوگا لیکن یہ صوفیہ اپنے اختیار سے کپڑوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے بانٹ دیتے ہیں اس فعل پر ایک گروہ نے اعتراض کیا ہے کہ یہ نہ چاہیے اور معترض نے خود خطا کی ہے کیونکہ کپڑے کو پیراہن سینے کے واسطے بھی ٹکڑے کرتے ہیں اگر کپڑے کو ضائع نہ کریں اور کسی مطلب سے ٹکڑے کریں تو درست ہے اس طرح ٹکڑوں کو چاروں طرف اس غرض سے جو پراگندہ کرتے ہیں کہ سبھوں کو اس سے نصیب ہو اور اپنی جانماز اور گدڑی میں سی لیں یہ بھی درست ہے کیونکہ اگر کوئی شخص کپڑے کے چیتھڑے کے چار سو ٹکڑے کر ڈالے اور ہر ٹکڑا ایک ایک فقیر کو دے تو اگر ہر ٹکڑا کام آنے کے قابل ہے تو یہ امر مباح ہے۔

آداب سماع:

اے عزیز! اس بات کو جان کہ سماع میں تین چیزوں کا خیال رکھنا چاہیے وقت مکان کا حاضرین محفل سماع کا اس واسطے کہ اگر نماز کے وقت ہوگا یا کھانے کے وقت یا اس وقت جبکہ دل کسی سبب سے پراگندہ ہو تو سماع بے فائدہ ہوگا مکان اگر گزرگاہ ہو یا تاریک اور بری جگہ ہو یا کسی ظالم کا مکان ہو ان سب صورتوں میں آدمی پریشان ہوتا ہے حاضرین محفل سماع اگر متکبر دنیا دار یا منکر سماع ہوں یا متکلف حاضر ہو کہ ہر وقت تکلف سے حال اور رقص کرتا ہے یا غافل لوگ حاضر ہوں کہ خیال باطل پر گانا سنتے ہیں یا بے ہودہ باتیں کرتے ہیں اور ہر طرف دیکھتے عظمت محفل نہیں کرتے یا محفل میں جوان مرد ہوں اور عورتیں دیکھنے آئیں کیونکہ اس صورت میں ایک دوسرے کے خیال سے خالی نہ ہوگا ایسا سماع کچھ کام نہیں آتا یہی مضمون تھا

جوحضرت جنید قدس سرہ نے فرمایا کہ سماع میں زمان مکان اخوان شرط ہیں اور ایسی جگہ بیٹھنا حرام ہے جہاں جوان عورتیں دیکھنے آئیں اور جوان مرد اہل غفلت ہوں جن پر شہوت غالب ہوتی ہے اس واسطے اس وقت سماع جانبین سے شہوت کی آگ تیز کرے گا اور ہر ایک شہوت سے دیکھے گا اور شاید کہ دل بھی اٹک جائے اور یہ امر بہتیرے فسق وفساد کا باعث ہو جائے ایسا سماع ہرگز نہ کرنا چاہیے پس اہل سماع جب سماع کے واسطے بیٹھیں تو ادب یہ ہے کہ سب سر جھکالیں اور ایک دوسرے کو نہ دیکھیں اور ہر ایک خود کو بالکل اس کے حوالے کر دے اور درمیان میں بات نہ کریں اور پانی نہ پئیں اور ادھر ادھر نہ دیکھیں اور ہاتھ اور سر نہ ہلائیں اور تکلف سے کوئی حرکت نہ کریں بلکہ جس طرح نماز کے تشہد میں بیٹھتے ہیں اس طرح مؤدب بیٹھیں اور اپنا دل خدا کے ساتھ رکھیں اور اس امر کے منتظر رہیں کہ کیا بات ہمارے دل پر کھلتی ہیں اور خود دیکھتے رہیں تا کہ اپنے اختیار سے کھڑے نہ ہو جائیں اور حرکت اور جنبش نہ کریں اگر غلبہ وجد کے سبب سے کوئی شخص کھڑا ہو جائے تو اس کے ساتھ سب کھڑے ہو جائیں اگر ایک کی بھی پگڑی گر پڑے تو سب پگڑیاں رکھ دیں یہ سب باتیں اگر چہ بدعت ہیں صحابہ اور تابعین سے منقول نہیں لیکن یہ بات نہیں ہے کہ جو امر بدعت ہو اسے نہ کرنا چاہیے اس واسطے کہ بہت بدعتیں نیک ہیں کیونکہ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نماز تراویح میں جماعت امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایجاد اور مقرر کی ہوئی ہے اور یہ نیک بدعت ہے پس جو بدعت مذموم اور بد ہے وہ وہ ہے جو سنت کے خلاف ہو لیکن حسن خلق اور لوگوں کا دل خوش کرنا شرع میں محمود اور اچھی بات ہے ہر قوم کی ایک عادت ہوا کرتی ہے ان کے ساتھ ان کے اخلاق میں مخالفت کرنا بدخوئی ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ﴿ خالق الناس باخلاقھم ﴾ یعنی ہر ایک کے ساتھ اس کی عادت اور خو کے موافق زندگی بسر کر اور چونکہ یہ لوگ اس موافقت

کے سبب سے خوش ہوتے ہیں اور یہ موافقت نہ کرنے سے رنجیدہ اور متوحش ہوتے ہیں تو ان کی موافقت کرنا سنت ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے نہ اٹھ کھڑے ہوتے تھے ہیں تو ان کی موافقت کرنا سنت ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے نہ اٹھ کھڑے ہوتے تھے اس واسطے کہ آپ اس فعل سے کراہت رکھتے تھے لیکن جہاں عادت ہو اور نہ اٹھ کھڑے ہونے سے لوگ متوحش اور ملول ہوتے ہوں تو ان کے دل خوش کرنے کو کھڑے ہو جانا اولیٰ ہے اس واسطے کہ عرب کی عادت ہے اور عجم کی عادت اور ہے واللہ اعلم بالصواب۔

۱ کیا تم نظر نہیں کرتے ہو آسمانوں اور زمینوں کی مملکت میں اور اس میں جو کچھ خدا نے پیدا کیا ہر چیز سے۔

۲ اور ہیں نشانیاں آسمان اور زمین میں سو گزرتے ہیں ان پر درآنحالیکہ وہ ان سے انکار کرتے ہیں۔

۳ سپرد کرتا ہوں میں خدا کو دین تیرا اور امانت تیری اور انجام کار تیرا۔

۴ قوت دے اللہ تجھے پرہیزگاری سے اور بخش دے گناہ تیرا اور سامنے کر دے اپنی نیکی کو جدھر متوجہ ہو تو۔

۵ اے اللہ نزدیکی ڈھونڈھتا ہوں ان رکعتوں کے ذریعہ سے تیری طرف پس خلیفہ کر تو ان کو میرے اہل اور میرے مال میں اور وہ خلیفہ ہیں اس کے اہل و مال میں گھومتی ہیں اس کے گھر کے گرد جب تک وہ پھر آئے اپنے اہل کی طرف۔

۶ خدا کے نام کے ساتھ اور اللہ پر میں نے بھروسا کیا۔ طاقت اور قوت نہیں مگر خدائے بزرگ کی مدد سے اے خدا میں اس سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں خود گمراہ کروں یا گمراہ کیا جاؤں یا ظلم کروں یا ظلم کیا جاؤں یا جاہل بنوں یا جاہل بنایا جاؤں۔

۷ پاک ہے وہ اللہ جس نے مسخر کر دیا ہمارا اس سواری کو اور نہ تھے ہم اس پر تادر اور ہم بے شک اپنے پروردگار کی طرف پھرنے والے ہیں۔

۸ اے اللہ برکت دے تو میری امت کو صبحوں میں ہفتہ کے دن۔

۹ اے اللہ برکت دے تو میری امت کو ان کی صبح جمعرات کے دن میں۔

۱۰ اے اللہ کر تو ہمارے واسطے اس کے ساتھ قرار اور روزی نیک۔

۱۱ آیا میں گھر میں توبہ توبہ کرتا ہوں اپنے پروردگار سے سفر سے پھر کر ایسی توبہ جو کوئی گناہ باقی ہی نہیں رکھتی۔

۱۲ تنبیہ: یہ ماجرا جب ظہور میں آیا اس وقت تک نامحرم کو دیکھنا حرام نہ تھا یعنی آیہ کریم ﴿ و قل للمومنات یغضضن من ابصارھن ﴾ نہیں نازل ہوئی تھی۔

۱۳ طلوع کیا ہم پر چودھوین رات کے چاند نے سلامتی کی راہ سے واجب ہوا شکر ہم پر جب دعا مانگی اللہ سے دعا مانگنے والے نے۔

۱۴ اور جب راہ نہ پاویں اس کی طرف تو کہیں گے یہ جھوٹ پرانا ہے۔

۱۵ حدی خوش آوازی سے اونٹ کو چلانا۔

۱۶ ہرگز نہیں زیارت کی میری کسی نے خواب میں تمہارے خیال کے سوا۔

نویں اصل امر معروف اور نہی منکر کے بیان میں

امر معروف اور نہی منکر دین کی اصلوں میں سے ایک اصل ہے حق تعالیٰ نے سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثنا کو اس واسطے بھیجا۔ اگر یہ اصل مفقود ہو اور خلق میں سے اٹھ جائے تو شرع کے سب احکام باطل ہو جائیں ہم اس کو تین بابوں میں ذکر کریں گے۔

پہلا باب

اس کے وجواب کے بیان میں

اے عزیز جان! تو کہ امر معروف اور نہی منکر واجب ہے جو شخص وقت پر بے عذر اسے ترک کرے گا گناہ گار ہوگا حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ﴿ ولتکن منکم امته یدعون الی لخیر ویا مرون بالمعروف وینهون عن المنکر ﴾ یعنی لازم ہے کہ تم میں ایک گروہ کا یہ پیشہ ہو کہ لوگوں کو خیر کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں برے کاموں سے باز رکھیں اس آیت سے اس کی فرضیت معلوم ہوتی ہے لیکن فرض کفایہ ہے جب کچھ لوگ اس کام میں مستعد ہوں تو کافی ہے اگر کچھ لوگ بھی نہ کریں تو تمام خلق گناہ گار ہوگی حق تعالیٰ اور ارشاد کرتا ہے ﴿الذین ان مکناهم فی الارض اقاموالصلوٰة واتوالزکوة وامروا بالمعروف ونهواعن المنکر ﴾ اس آیت میں امر معروف اور نہی منکر کو نماز اور زکوٰۃ کے ساتھ حق سبحانہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا اور اس کے ساتھ دین داروں کی تعریف کی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ امر معروف کیا کرو ورنہ تم میں جو شخص سب سے بدتر ہے اسے حق تعالیٰ تم پر مسلط کرے گا اس وقت جو شخص تم میں سب سے بہتر ہوگا اس کی دعا حق تعالیٰ قبول نہ فرمائے گا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس قوم

میں گناہ سرزد ہوتا ہے اور لوگ انکار نہیں کرتے تو حق تعالیٰ جلدی عذاب بھیجتا ہے جس میں سب مبتلا ہو جاتے ہیں اور فرمایا ہے کہ جہاد کے مقابلہ میں تمھارے سب نیک کام ایسے ہیں جیسے دریائے عظیم میں ایک قطرہ اور امر معروف اور نہی منکر کے مقابلہ میں جہاد ایسا ہے جیسے دریائے عظیم میں ایک قطرہ اور فرمایا ہے کہ آدمی جو بات کہتا ہے وہ سب اس کو مضرت کریں گے مگر امر معروف اور نہی منکر اور حق تعالیٰ کا ذکر اور فرمایا ہے کہ خاصان خدا میں جو شخص بے گناہ ہوتا ہے عوام کے سبب سے حق تعالیٰ اس پر عذاب نہیں کرتا مگر امر جبکہ وہ خاص بندے برا کام دیکھیں اور منع کرنے کی طاقت رکھتے ہوں اور چپ ہو رہیں اور فرمایا ہے کہ جہاں کسی شخص کو لوگ ظلم سے مارے ڈالتے ہوں یا مارتے پیٹتے ہوں وہاں کھڑے نہ ہو کیونکہ اس شخص پر لعنت برستی ہے جو دیکھے اور دفع کر سکے پھر دفع نہ کرے اور فرمایا ہے جہاں بے جا حرکت ہوتی ہو وہاں بیٹھنا اور باز پرس نہ کرنا درست نہیں ہے کیونکہ یہ باز پرس کچھ اس کی عمر اور روزی کو کم نہ کر دے گی یہ اس بات پر دلیل ہے کہ ظالموں کے گھر یا ایسی جگہ جہاں حرکت بیجا ہوتی ہو اور جانے والا باز پرس نہ کر سکے بلا ضرورت جانا درست نہیں ہے اس واسطے اگلے بزرگوں نے گوشہ اختیار کیا تھا کہ بازار اور راہ برے کاموں سے خالی نہیں رہتی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ شخص جس کے سامنے کوئی گناہ کیا جائے اور وہ اس سے خفا ہو تو وہ ایسا ہے کہ گویا وہاں موجود ہی نہیں اور اس کی غیبت میں وہ گناہ ہوا اور اگر وہ اس گناہ سے راضی ہے تو ایسا ہے کہ گویا اس کے سامنے گناہ ہو رہا ہے اور فرمایا ہے کہ ہر ایک رسول کے حواری یعنی اصحاب تھے اس کے بعد خدا کی کتاب اور رسول کی سنت کے موافق عمل کرتے تھے ان کے بعد ایسے لوگ پیدا ہوئے کہ منبر پر سوار ہو کر باتیں تو اچھی کرتے اور کام برے کرتے ہر مسلمان پر حق اور فرض ہے کہ ان کے ساتھ جہاد کرے ہاتھ سے جہاد نہ ہو سکے تو زبان سے سہی اگر زبان سے بھی نہ ہو سکے تو دل سے سہی اس سے کم میں

ایمانداری نہیں ہے اور فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے ایک فرشتہ کا حکم فرمایا کہ فلانی بستی کو الٹ دے فرشتہ نے عرض کی کہ یا اللہ اس جگہ فلانا شخص ہے اس نے کبھی پلک مارتے گناہ نہیں کیا میں کیونکر الٹ دوں فرمایا تو الٹ بھی دے کہ وہ دوسروں کا گناہ دیکھ کر کبھی ترش رو نہیں ہوا ام المومنین بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ایک شہر کے رہنے والوں پر عذاب بھیجا اس میں اٹھارہ ہزار آدمی ایسے رہتے تھے جن کے عمل پیغمبروں کے عمل کے مانند تھے لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ پھر کیوں عذاب آیا فرمایا اس واسطے کہ وہ حق تعالیٰ کے واسطے اوروں پر غصہ اور باز پرس نہ کرتے تھے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ لوگوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ شہیدوں سے افضل کون ہے فرمایا وہ شخص جو بادشاہ جابر سے احتساب اور باز پرس کرے تاکہ بادشاہ اسے مار ڈالے اگر نہ مار ڈالے گا تو پھر قلم اس پر نہ چلے گا اگرچہ بہت عمر پائے حدیث شریف میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت یوشع بن نون علیہما السلام پر وحی بھیجی کہ میں تیری قوم میں سے لاکھ آدمی ہلاک کروں گا چالیس ہزار نیک اور ساٹھ ہزار برے عرض کی باری تعالیٰ نیکوں کو کیوں ہلاک کرے گا ارشاد ہوا اس واسطے کہ دوسروں سے انھوں نے دشمنی نہ کی ان کے ساتھ کھانے اور نشست و برخاست اور معاملہ کرنے سے پرہیز نہ کیا۔

دوسرا باب:

احتساب کی شرطوں کے بیان میں

اے عزیز جان! تو کہ احتساب سب مسلمانوں پر فرض ہے تو احتساب کا علم اور اس کی شرطیں جاننا بھی واجب ہے، کیونکہ جس فرض کی شرطیں معلوم نہ ہوں اس کا بجالانا ممکن نہیں احتساب کے چار رکن ہیں پہلا رکن محتسب ہے دوسرا رکن وہ شخص

ہے جس پر احتساب ہو تیسرا رکن وہ امر ہے جس میں احتساب کرنا ہوتا ہے چوتھا رکن احتساب کی کیفیت ہے۔

پہلا رکن:

محتسب ہے اس کی شرط فقط یہی ہے کہ مسلمان مکلّف ہو اس واسطے کہ احتساب کرنا دین کا حق ادا کرنا ہے تو جو شخص دین دار ہے وہ محتسب ہونے کی قابلیت رکھتا ہے اس امر میں علماء کا اختلاف ہے کہ محتسب کے واسطے عدالت اور بادشاہ کی اجازت شرط ہے یا نہیں ہمارے نزدیک صحیح ہے کہ شرط نہیں ہے عدالت یعنی پارسائی کیونکر شرط ہوگی اس واسطے کہ اگر وہی شخص احتساب کیا کرے جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو تو احتساب ہرگز ہو ہی نہ سکے اس لیے کہ کوئی شخص بے گناہ نہیں ہے حضرت سعید ابن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ اگر ہم احتساب اس وقت کریں جبکہ بالکل گناہ کیا ہی نہ ہو تو ہرگز احتساب کی صورت بھی نظر نہ آئے حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ سے لوگوں نے کہا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ آدمی خلق کو احتساب نہ کرے تاوقتیکہ پہلے خود کو پاک نہ کرلے فرمایا کہ شیطان نے اسے سمجھا دیا ہے تا کہ احتساب کا دروازہ بند ہو جائے اس مسئلہ میں تحقیق اور انصاف یہ ہے کہ احتساب دو طرح پر ہوتا ہے ایک تو نصیحت اور وعظ کے طور پر۔ اس کا حال یہ ہے کہ جو شخص خود کوئی کام کرے اور دوسرے کو نصیحت کرے اور کہے کہ یہ کام نہ کر تو اس کہنے سے خود ہنسوانے کے سوا اور کچھ فائدہ اسے نہیں اور اس کا وعظ کچھ اثر نہ کرے گا فاسق کو ایسا احتساب کرنا نہ چاہیے بلکہ جب جانے کہ لوگ نہیں سنتے اور اس پر ہنستے ہیں تو احتساب کرنے سے گنہگار ہوگا اس واسطے کہ اس کے احتساب کرنے سے وعظ کی رونق اور شرع کی بزرگی لوگوں کی نظروں سے جاتی رہے گی اس واسطے ایسے عالموں کا وعظ جو ظاہر میں فسق کرتے ہیں لوگوں کو نقصان کرتا ہے اور وہ عالم گنہگار ہوتے ہیں اس واسطے جناب سرور انبیا علیہ الصلوٰۃ والثنا نے فرمایا ہے کہ میں نے معراج کی

رات ایک گروہ کو دیکھا کہ ان کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کترے جاتے ہیں میں نے پوچھا کہ تم لوگ کون ہو بولے ہم وہ لوگ ہیں کہ ایک کام کا حکم فرماتے تھے اور خود نہ کرتے تھے بری باتوں سے منع کرتے تھے اور خود ان باتوں کو نہ چھوڑتے تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر حق تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے مریم علیہ السلام کے بیٹے پہلے خود کو نصیحت کر اگر تو خود نصیحت مان لے تو اوروں کو نصیحت کرو ورنہ مجھ سے شرم رکھ دوسرا طور احتساب کا یہ ہے کہ ہاتھ اور زور سے ہو جیسے شراب کو دیکھے تو بہا دے چنگ و رباب کی آواز سنے تو توڑ ڈالے اگر کوئی فساد کا ارادہ کرے تو زور دکھا کر اسے منع کرے ایسا احتساب فاسق کو جائز ہے اس واسطے کہ ہر شخص پر دو امر واجب ہیں ایک تو یہ کہ خود برا کام نہ کرے دوسرے یہ کہ اور کو بھی نہ کرنے دے اگر ایک امر سے ہاتھ کھینچا تو دوسرے سے ہاتھ کھینچنا کیا ضرور ہے اگر کوئی شخص اعتراض کرے کہ یہ امر برا ہے اور یہ فعل نازیبا ہے کہ جو شخص خود تو ریشمی لباس پہنے ہے دوسرے کو منع کرے اور ان کے بدن سے اتار لے یا آپ تو شراب پیے ہے اور دوسروں کی شراب بہا دے جواب یہ ہے کہ برا امر اور ہے اور یہ امر اور ہے یہ امر اس واسطے برا ہوا کہ ضروری امر کو اس نے چھوڑ دیا کچھ اس واسطے برا نہیں ہوا کہ یہ امر فی نفسہ کرنا نہ چاہیے کیونکہ اگر کوئی شخص روزہ رکھتا ہے اور نماز نہیں پڑھتا ہے اس فعل کو اس واسطے برا جانتے ہیں کہ اس نے ضروری کام ترک کیا نہ اس سبب سے کہ روزہ رکھنا خود باطل ہے لیکن نماز اہم ہے ایسا ہی خود کام کرنا بھی دوسرے کو حکم کرنے سے اہم اور ضرور تر ہے لیکن دونوں واجب ہیں ایک دوسرے کی شرط نہیں اگر شرط ہوتی تو یہ مضمون پیدا ہوتا کہ کسی کو شراب خواری سے منع کرنا اسی وقت واجب ہے جب آدمی نے خود شراب نہ پی ہو اور جب خود شراب پی تو یہ واجب اس سے ساقط ہو گیا اور یہ مضمون حال ہے دوسری شرط بادشاہ کا اجازت دینا اور احتساب کا فرمان لکھ دینا ہے یہ شرط نہیں ہے اس واسطے اگلے بزرگ خود بادشاہوں اور خلفاء پر احتساب کرتے

تھے اگر یہ حکایتیں لکھی جائیں تو طول ہو جائے اس مسئلہ کی حقیقت اس وقت کھلے گی کہ احتساب کے درجے معلوم ہوں احتساب کے چار درجے ہیں۔

پہلا درجہ:

نصیحت اور خدا سے ڈرانا ہے یہ بات سب مسلمانوں پر واجب ہے اس میں فرمان کی کیا حاجت ہے بلکہ بڑی عبادت یہ ہے کہ بادشاہ کو نصیحت کرے اور خدا سے ڈرائے۔

دوسرا درجہ:

سخت گوئی ہے جیسے یوں کہے کہ اے فاسق اے ظالم اے احمق اے جاہل کیا تجھے خوف خدا نہیں جو ایسا کام کرتا ہے یہ سب باتیں فاسق کے حق میں سچی ہیں سچ بات کہنے میں فرمان کی کیا حاجت ہے۔

تیسرا درجہ:

یہ ہے کہ ہاتھ سے منع کرے جیسے شراب پھینک دے رباب توڑ ڈالے ریشمی پگڑی کسی کے سر پر سے اتار لے یہ کام عبادت کی طرح واجب ہیں پہلے باب میں جو ہم نے لکھا ہے وہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہر مسلمان کو شرع نے بے اجازت بادشاہ یہ حکومت عنایت فرمائی ہے۔

چوتھا درجہ:

یہ ہے کہ مارے پیٹے اور تنبیہ کرے تو شاید فاسق مقابلہ کا ارادہ کریں اس صورت میں یہ بھی کمک کا محتاج ہوگا اور اپنے تابعین کو جمع کرے گا اگر بادشاہ نے اجازت نہ دی ہوگی تو اس احتساب سے بڑا فتنہ وفساد برپا ہوگا تو اولیٰ یہ ہے کہ اس قسم کا احتساب بے اجازت بادشاہ نہ ہو اور احتساب کے درجے بدلتے رہنے کا کچھ تعجب نہیں مثلاً اگر کوئی لڑکا اپنے باپ پر احتساب کرے تو چاہیے کہ نرمی اور آہستگی سے نصیحت کرے لیکن سخت بات مثلاً احمق اور جاہل اور اس کی مثل کہہ کر باپ کو اپنے

سے آزردہ کرنا البتہ نہ چاہیے اور باپ اگر کافر ہو تو اس کو مار ڈالنا اور اگر بیٹا عہدہ جلادی پر مقرر ہو تو باپ کو حد مارنا نہ چاہیے لیکن اس کی شراب پھینک دینا اور ریشمی کپڑے اس کے بدن پر سے اتار لینا اور اگر بطور حرام کسی سے کچھ لیا ہے تو باپ سے چھین کر اصل مالک کو دے دے اور چاندی کے برتن توڑ ڈالنا اس کی دیوار پر سے تصویر مٹا دینا ظاہراً سب درست ہے گو کہ باپ کو غصہ بھی آئے اس واسطے کہ یہ احتساب سب حق بجانب ہیں اور باپ کا غصہ بے جا اور ناحق ہے اس قسم کے احتساب سے باپ کی ذات میں کچھ تصرف نہیں ہوتا جیسے مارنے گالی دینے سے ہوتا ہے اگر کوئی یوں کہے کہ باپ جب بہت آزردہ ہو تو احتساب نہ کرے یہ کہنا ممکن ہے چنانچہ حضرت حسن بصری قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ جب باپ بہت خفا ہو تو بیٹے کو چاہیے کہ چپ ہو رہے اور اس کو نصیحت نہ کرے اے عزیز جان! تو کہ غلام کا احتساب اپنے مالک پر اور بیوی کا احتساب اپنے خاوند پر اور رعیت کا احتساب بادشاہ پر ایسا ہے جیسے بیٹے کا احتساب باپ پر اس واسطے کہ ان سب کے بڑے حقوق ہیں لیکن شاگرد کا احتساب اپنے استاد پر بہت آسان ہے اس واسطے کہ یہ بزرگی استاد کی فقط دین کے باعث سے ہے اگر استاد اس علم کے موافق جو شاگرد نے اس سے سیکھا ہے کاربند ہو تو محال بلکہ جو عالم اپنے علم پر عمل نہ کرے گا وہ خوار و ذلیل ہو گا۔

دوسرا رکن:

وہ چیز ہے جس میں احتساب ہو اے عزیز جان! تو کہ جو کام برا ہو اور سر دست موجود ہو اور محتسب اس کو بے تجسس کیے ہو پہنچانتا ہو اور اس کام کا برا ہونا یقیناً جانتا ہو تو اس کام میں احتساب درست ہے تو اس کی چار شرطیں ہوئیں۔

پہلی شرط:

یہ ہے کہ وہ کام برا ہو گو کہ گناہ نہ ہو یا اگر چہ گناہ صغیرہ ہو مثلاً کسی دیوانے کو یا کسی

لڑکے کو جانور کے ساتھ جماع کرتے دیکھے تو منع کرے حالانکہ یہ گناہ نہیں ہے اس واسطے کہ یہ دونوں مکلّف نہیں ہیں لیکن یہ فعل فی نفسہ شرع میں بد ہے یا اگر کسی دیوانے کو دیکھے کہ شراب پی رہا ہے یا اگر کسی لڑکے کو دیکھے کہ کسی شخص کا مال تلف کر رہا ہے تو منع کرے اور وہ کام جو گناہ ہو اگرچہ گناہ صغیرہ ہو اس میں احتساب کرنا ضرور ہے مثلاً حمام میں شرم گاہ کھولنا اور عورتوں کو دکھانا اور خلوت میں ان کے ساتھ کھڑا رہنا اور سونے کی انگوٹھی اور ریشمی کپڑے پہننا اور چاندی کے کٹورے میں پانی پینا اور جو ایسے گناہ صغیرہ ہوں ان سب میں احتساب کرنا لازم ہے۔

دوسری شرط :

یہ ہے کہ گناہ بالفعل موجود ہو تو اگر کوئی شخص شراب پی چکا ہو تو اس کے بعد نصیحت کے سوا اس کو ستانا درست نہیں ہے لیکن حد مارنا حاکم کا کام ہے اس طرح اگر کسی کا ارادہ یہ ہو کہ آج کی رات شراب پیوں تو اس کو ستائے نہیں لیکن نصیحت کر سکتا ہے کہ شاید وہ باز آئے اور اگر وہ کہے کہ میں نہ پیوں گا تو بدگمانی کرنا درست نہیں ہے لیکن جب کوئی شخص کسی عورت کے پاس تنہائی میں بیٹھا ہو تو صحبت کرنے سے پہلے احتساب کرنا درست ہے کہ خلوت خود معصیت ہے بلکہ اگر حمام کے دروازے پر کھڑا ہو کہ جو عورتیں نکلیں ان کو دیکھے تو بھی احتساب لازم ہے اسواسطے کہ ایسا کھڑا ہونا گناہ ہے تیسری شرط یہ ہے کہ گناہ بغیر تجسس کیے ہوئے ظاہر ہو تجسس کرنا نہ چاہیے جو شخص اپنے گھر میں جا کر دروازہ بند کر لے تو اس کی بلا اجازت اندر جانا اور اس سے پوچھنا کہ تو کیا کرتا ہے نہ چاہیے اور دروازے اور چھت سے کان لگانا تا کہ آواز آئے یہ بھی درست نہیں بلکہ جس کام کو خدا نے چھپایا اس کو مخفی رکھنا چاہیے مگر یہ کہ اگر ساز کی آواز اور مستوں کے شور کی آواز باہر آتی ہے تو اس صورت میں بلا اجازت اندر جانا اور احتساب کرنا درست ہے اور اگر کوئی فاسق کوئی چیز دامن میں چھپائے لیے جاتا ہو تو گو کہ وہ شراب ہو لیکن اسے یہ نہ کہنا چاہیے کہ دامن اٹھا تا کہ

ہے اور اس طرف پشت کر کے نماز پڑھے تو وہ گنہگار ہوگا اگر چہ دوسرا شخص سمجھے کہ وہ صواب پر ہے اور لوگ یہ جو کہتے ہیں کہ یہ درست ہے کہ جو شخص جس امام کا مذہب چاہے اختیار کر لے یہ کہنا بیہودہ بات ہے قابل اعتماد نہیں بلکہ ہر شخص کو یہ حکم ہے کہ اپنے ظن کے موافق کام کرے گا اگر اس کا ظن یہ ہے کہ مثلاً حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ افضل ہیں تو خواہش نفسانی کے سوا اور کوئی ان کی مخالفت کا عذر نہ ہوگا لیکن مبتدع کہ وہ حق تعالیٰ کے جسم کا قائل ہے اور قرآن کو مخلوق کہتا ہے اور کہتا ہے کہ حق تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتے ہیں اور ایسی ایسی باتیں بکتا ہے اس پر احتساب کرنا چاہیے اگر چہ مالکی اور حنفی پر احتساب نہ کریں اس واسطے کہ اس قوم مبتدع کی خطا یقینی ہے اور فقہ کے مسائل میں خطائے یقینی نہیں معلوم ہوتی لیکن مبتدع پر ایسے شہر میں احتساب کرنا چاہیے جہاں مبتدع لوگ شاذ و نادر ہوں اور اہل سنت و جماعت اکثر ہوں لیکن جب ایسی دو جماعتیں ہوں کہ تو مبتدع پر احتساب کرے تو وہ بھی تجھ پر احتساب کریں اور فتنہ برپا کریں تو بادشاہ کی اجازت اور قوت کے بغیر احتساب نہ کرنا چاہیے۔

تیسرا رکن:

وہ شخص ہے جس پر احتساب ہو اس کی شرط یہ ہے کہ وہ شخص مکلّف ہو تا کہ اس کا فعل گناہ ہو اور اس کی بزرگی مانع احتساب نہ ہو جیسے باپ کہ اس کی بزرگی تنبیہ اور تادیب اور اہانت سے بیٹے کو منع کرتی ہے لیکن محتسب دیوانے اور لڑکے کو فواحش سے منع کر سکتا ہے جیسا مذکورہ ہو چکا ہے لیکن اس منع کرنے کا نام احتساب نہ ہوگا بلکہ اگر کسی جانور کو ہم مسلمانوں کا اناج کھاتے دیکھیں تو اسے مسلمان کے مال کی حفاظت کے واسطے بھگا دیں گے اور منع کریں گے مگر یہ واجب نہیں ہے لیکن اگر یہ امر آسان ہو اور نہ اس میں کچھ نقصان ہو تو حق اسلام کی نظر سے یہ واجب ہے جیسا کہ اگر کسی مسلمان کا مال ضائع ہوتا ہے اور خود اس کا گواہ ہے اور راستہ دور نہیں تو حق

ڈالیں کہاوہ جان دینے کی بھی طاقت رکھتا ہے فرمایا کہ مجھے اس بلا کا ڈر ہے جو سب سے بڑی اور سب سے زیادہ چھپی ہوئی ہے اور وہ عجب یعنی خود پسندی ہے حضرت ابوسلیمان دارانی رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں نے چاہا کہ فلاں نے خلیفہ پر احتساب کروں اور میں سمجھا کہ وہ مجھے مار ڈالے گا اس امر سے تو میں نہیں ڈرا لیکن وہاں بہت لوگ حاضر تھے میں یہ ڈرا کہ لوگ مجھے راستی اور سختی کی صفت پر دیکھیں گے اور یہ امر میرے دل کو پسند آئے گا تو میں بے اخلاص مارا جاؤں گا۔

چوتھا درجہ:

کڑی بات کہنا ہے اس میں دو ادب ہیں ایک یہ کہ جب تک نرمی اور مہربانی سے کہہ سکتا ہو اور وہ کہنا کافی ہو تب تک سختی نہ کرے دوسرا ادب یہ ہے کہ زبان پر فحش نہ لائے اور جو کچھ کہے سچ ہی کہے مثلاً ظالم فاسق جاہل احمق اس سے زیادہ نہ کہے اس واسطے کہ جو شخص گناہ کرتا ہے وہ احمق ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ زیرک وہ شخص ہے جو اپنا حساب کیا کرے اور موت کو دیکھتا رہے اور احمق وہ ہے جو خواہش نفس کی پیروی کرے اور مغرور رہے اور سمجھے کہ حق تعالیٰ مجھ سے درگذر کرے گا اور سخت گوئی اس وقت درست ہے جب یہ امید ہو کہ مفید ہوگی اور جب جانے کہ مفید نہ ہوگی تو ترشرو ہو کر اسے حقارت کی نظر سے دیکھے اور اس کی طرف سے منہ پھیر لے۔

پانچواں درجہ:

ہاتھ سے برے کام کو بدل دینا اس میں بھی دو ادب ہیں ایک حتی الامکان اس سے کہہ کہ بدل ڈال مثلاً اس سے کہے کہ ریشمی لباس اتار اور غیر کی زمین سے نکل جا اور شراب پھینک دے اور جنابت کی حالت میں مسجد سے دور ہو دوسرا ادب یہ ہے کہ اگر زبانی کہنا کافی نہ ہو تو ہاتھ پکڑ کر اسے وہاں سے نکال دے اور پھر اس باب میں ادب یہ ہے کہ تھوڑے کام پر اکتفا کرے مثلاً ہاتھ پکڑ کر نکال سکتا ہے تو اس کی

درست ہے حاجت کے وقت سے یہ مراد ہے کہ آدمی بے مار کھائے گناہ نہ چھوڑے لیکن جب گناہ چھوڑ دیا تو مارنا درست نہیں ہے کہ گناہ کے بعد سزا کو تعزیر اور حد کہتے ہیں تعزیر دینا اور حد مارنا بادشاہ کو پہنچتا ہے اس میں یہ ادب ہے کہ جب تک ہاتھ سے مارنا کافی ہو تو لکڑی سے نہ مارے اور منہ پر نہ مارے اگر یہ کافی نہ ہو تو تلوار کھینچ کر ڈرائے اگر کوئی شخص کسی عورت کے گلے میں ہاتھ ڈالے ہو اور بے تلوار دھمکائے اسے نہ چھوڑے تو تلوار کھینچنا درست ہے اگر محتسب اور اس شخص کے درمیان ندی حائل ہو تو کمان میں تیر رکھ کر کہے کہ اگر تو ایسے کام سے باز نہیں آتا تو تیر مارتا ہوں اگر باز نہ آئے تو تیر مارنا درست ہے لیکن ران اور پنڈلی پر مارنا چاہیے نازک جگہ پر تیر نہ مارے۔

آٹھواں درجہ:

اگر محتسب اکیلا کافی نہ ہو تو لوگوں کو جمع کرے اور لڑے اور شاید فاسق بھی لوگوں کو جمع کرے اور مقابلہ کی نوبت آئے تو عالموں نے کہا ہے کہ جب ایسا ہو تو بادشاہ کی بے اجازت نہ چاہیے اس واسطے کہ اس سے فتنہ برپا ہوگا اور فساد پیدا ہوگا اور کچھ عالموں نے کہا ہے کہ جس طرح کافروں کے ساتھ جہاد کرنا بے حکم بادشاہ درست ہے فاسقوں کے ساتھ جنگ کرنا بھی درست ہے اس واسطے کہ اگر محتسب مارا جائے گا تو شہید ہوگا۔

محتسب کے آداب

اے عزیز جان! تو کہ محتسب کو تین خصلتیں ضرور ہیں علم زہد حسن اخلاق اس واسطے کہ اگر اسے علم نہ ہوگا تو برے بھلے کام میں تمیز نہ کر سکے گا اور اگر زہد نہ ہوگا تو اگرچہ تمیز کر سکے گا لیکن اس کا کام غرض نفسانی سے نہ خالی ہوگا اور اگر اس میں حسن خلق نہ ہوگا تو لوگ جب اسے ایذا پہنچائیں تو غصے کے سبب سے خدا کو بھول جائے گا

اور حد سے قدم بڑھائے گا ہر ایک کام نفسانیت سے کرے گا حقانیت سے نہیں اس صورت میں اس کا احتساب معصیت کا سبب ہوگا اس واسطے ایک بار امیر المومنین حضرت کرم علی اللہ وجہہ نے ایک کافر کو دے مارا کہ مار ڈالیں اس کافر نے آپ کے چہرہ مبارک پر تھوک مارا آپ نے اسے چھوڑ دیا اور فرمایا جب مجھے غصہ آ گیا تو میں ڈرا کہ اب یہ قتل کرنا حق تعالیٰ کے واسطے نہ ہوگا امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک شخص کو درے مار رہے تھے اس کمبخت نے آپ کو گالی دی آپ نے اسے مارنا موقوف کر دیا لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے کیوں چھوڑ دیا فرمایا کہ اب تک میں اسے خدا کے واسطے مارتا تھا اب اس نے مجھے گالی دی اب جو ماروں گا تو یہ مارنا غصے سے ہوگا اس واسطے حضرت سرور کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ علیہ والصلوٰۃ نے فرمایا ہے احتساب نہ کرے مگر وہ شخص جو کام میں امر یا نہی کرتا ہے اس کا عالم ہو اور اس میں حلیم ہو اور اس میں نرمی والا ہو اور حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ تو جس کام کا حکم کیا چاہتا ہے چاہیے کہ پہلے تو خود اس پر عمل کرتا ہو یہ امر آداب میں سے ہے شرط نہیں اس واسطے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ جب تک ہم سب خود عمل نہ کر لیں تب تک کیا امر معروف اور نہی منکر بھی نہ کریں فرمایا کہ ایسا نہیں ہے اگرچہ وہ کام تم سب سے ادا نہ ہو لیکن احتساب ترک نہ کرو اور آداب احتساب میں یہ بھی ہے کہ محتسب صابر رہے اپنے اوپر رنج سہے اس واسطے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ وامر بالمعروف وانه عن المنکر واصبر علی ما اصابک ﴾ تو جو شخص رنج پر صبر نہ کرے گا اس سے احتساب نہ ہو سکے گا اور ضروری آداب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ محتسب کم علائق اور کم طمع ہو کیونکہ جہاں طمع دامنگیر ہوگی احتساب باطل ہو جائے گا ایک کی مشائخ سے یہ عادت تھی کہ قصائی سے بلی کے واسطے چھیچھڑے لیا کرتا تھا ایک دن قصائی سے کوئی بری بات دیکھی پہلے اپنے گھر میں جا کر بلی کو دفع کیا بعد میں قصائی پر

احتساب کیا قصائی کہنے لگا بھلا کی اب چھیچھڑے نہ مانگو گے جواب دیا کہ میں پہلے سے بلی دفع کر کے احتساب کے واسطے آیا ہوں۔ اور جو شخص یہ بات چاہتا ہوگا کہ لوگ مجھ سے محبت کریں اور میرے مداح اور مجھ سے راضی رہیں وہ شخص احتساب نہ کرے گا حضرت کعب الاحبار نے حضرت ابو مسلم خولانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا کہ تیری قوم میں تیرا کیا حال ہے کہا اچھا حال ہے انھوں نے کہا کہ توریت میں لکھا ہے کہ جو شخص احتساب کرتا ہے وہ اپنی قوم میں ذلیل وخوار رہتا ہے انھوں نے کہا کہ توریت سچ کہتی ہے اور ابو مسلم جھوٹ کہتا ہے اے عزیز جان! تو کہ احتساب کی اصل یہ ہے کہ اس گنہگار کے واسطے جو گناہ کرتا ہے محتسب دلسوز رہے اور اسے شفقت کی نظر سے دیکھے اور اسے منع کرے جس طرح کوئی اپنے فرزند کو منع کرتا ہے اور نرمی کرے کسی محتسب نے خلیفہ مامون سے احتساب کے وقت سخت گفتگو کی خلیفہ مامون نے کہا اے جوانمرد حق تعالیٰ نے تجھ سے زیادہ بہتر آدمی کو مجھ سے زیادہ بدتر آدمی کے پاس بھیج کر حکم فرمایا ہے کہ اس سے نرمی کے ساتھ بات کر یعنی حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو فرعون کے پاس بھیج کر ارشاد فرمایا ﴿فقولا لہ قولا لینا﴾ یعنی نرمی کے ساتھ بات کرو شاید فرعون قبول کرے بلکہ آدمی کو چاہیے کہ اس امر میں حضرت سلطان الانبیاء علیہ افضل الصلوٰۃ والثنا کی پیروی کرے ایک جوان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں زنا کروں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر چلانے لگے اور چاہا کہ اس کو مار دیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسے مارو نہیں پھر اسے اپنے پاس بلا کر زانو سے زانو بھڑا کر بٹھایا اور پوچھا کہ اے نوجوان کیا تو اس امر کو روا رکھتا ہے کہ کوئی شخص تیری ماں کے ساتھ ایسا فعل کرے اس نے عرض کی کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ اور لوگ بھی اس امر کو روا نہیں رکھتے پھر آپ نے پوچھا کہ بھلا تو یہ روا رکھتا ہے کہ تیری بیٹی کے ساتھ کوئی ایسا فعل کرے اس نے عرض کی کہ نہیں فرمایا کہ اور لوگ بھی یہ روا

نہیں رکھتے پھر ارشاد فرمایا کہ بھلا تو یہ روا رکھتا ہے کہ کوئی تیری بہن کے ساتھ ایسا برا کام کرے یا تیری پھوپھی یا خالہ کے ساتھ اس طرح ایک ایک کے باب میں آپ اس سے سوال کرتے تھے وہ عرض کرتا تھا کہ نہیں آپ فرماتے تھے کہ اس طرح اور لوگ بھی اس امر کو روا نہیں رکھتے ہیں پھر جناب رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ اجمعین نے اس کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ بارخدایا اس کے دل کو پاک کر اور اس کی شرمگاہ کو بچائے رکھ اور اس کا گناہ بخش دے آخر وہ جوان آپ کی خدمت فیضدرجت سے پھرا اور تمام عمر زنا سے زیادہ کسی چیز کو اپنا دشمن نہ جانتا تھا حضرت فضیل عیاض رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے لوگوں نے کہا کہ سفیان عینیہ بادشاہ سے خلعت لیا کرتے ہیں فرمایا کہ بیت المال میں ان کا حق اس سے زیادہ ہے پھر حضرت فضیل رحمتہ اللہ علیہ نے سفیان کو تنہائی میں دیکھ کر ان پر غصہ کیا اور ملامت کی سفیان نے کہا کہ ابوعلی میں اگرچہ صالحین میں سے نہیں ہوں لیکن صالحین سے مجھے محبت ہے صلت ابن اشیم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے شاگردوں کے ساتھ بیٹھے تھے ادھر سے ایک شخص کا گزر ہوا اس کا تہبند زمین میں لوٹتا تھا جیسا متکبران عرب کی عادت ہے اور اس امر کی شرع میں ممانعت ہے شاگردوں نے چاہا کہ اس شخص کے ساتھ سختی کریں انہوں نے اپنے شاگردوں سے کہا تم چپ رہو میں اس کی تدبیر کرتا ہوں پھر اس کو پکار کر کہا کہ اے برادر مجھے تجھ سے کام ہے اس نے پوچھا کیا کہا کہ تہبند اٹھائے اس نے کہا بہت خوب پھر اپنے شاگردوں سے کہا کہ اگر میں سختی سے کہتا تو وہ قبول نہ کرتا اور گالی دے بیٹھتا ایک شخص نے ایک عورت کو پکڑ کر چھری کھینچی تھی کسی کی یہ جرات نہ پڑتی تھی کہ اس کے سامنے جائے اور عورت چلائی تھی حضرت بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے پاس جا کر کاندھے سے کاندھا بھڑا دیا وہ شخص بیہوش ہو کر گر پڑا اور اس کے بدن سے پسینا بہنے لگا اور عورت اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی جب ہوش میں آیا تو لوگوں نے پوچھا تجھ پر کیا گزری بولا اس قدر جانتا

ہوں کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور اپنا بدن میرے بدن سے ملا کر آہستہ سے یہ کہا کہ حق تعالیٰ دیکھتا ہے کہ تو کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے اس کے کہنے کی ہیبت سے میں گر پڑا لوگوں نے کہا وہ حضرت بشر حافی تھے اس نے کہا آہ اب اس ندامت کے ساتھ ان کی زیارت کیونکر کروں اسی وقت سے اس شخص کو بخار چڑھا اور ایک ہفتہ میں مر گیا۔

تیسرا باب:

ان منکرات کے بیان میں جن کا رواج عادۃ ہے

اے عزیز جان! تو کہ اس زمانہ تمام عالم بری باتوں سے بھرا ہوا ہے اور لوگوں کو اب اس کے اصلاح پذیر ہونے سے یاس ہے اور اس سبب سے کہ سب کاموں کی قدرت نہیں رکھتے ان کاموں سے بھی ہاتھ کھینچا ہے جن کی قدرت رکھتے ہیں جو دین دار ہیں ان کا یہ حال ہے اور جو اہل غفلت ہیں وہ خود اس رواج سے راضی ہیں۔ اے عزیز! جس چیز پر تو قادر ہے اس میں سکوت کرنا درست نہیں ہے اور ہم ان منکرات کی ہر قسم کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ فرداً فرداً سب کا بیان کرنا ممکن نہیں یہ منکرات بعض مساجد میں ہیں بعض بازاروں اور راہوں میں بعض حماموں اور گھروں میں۔

منکرات مساجد:

یہ ہیں کہ مثلاً کوئی شخص نماز پڑھے اور رکوع و سجود اچھی طرح ادا نہ کرے یا قرآن پڑھے اور راگداری کرے یا موذن لوگ اکٹھا ہو کر اذان دیں اور الحان سے بہت بڑھائیں اس سے نہی وارد ہوئی ہے اور حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح کہنے کے وقت تمام بدن قبلہ کی طرف سے پھیر لیں اور یہ کہ خطبہ پڑھنے والا ریشمی لباس پہنے اور سونا چڑھی تلوار باندھے یہ فعل حرام ہے اور یہ کہ لوگ مسجد میں ہنگامہ کریں قصے کہیں

اشعار پڑھیں تعویز یا اور کچھ بیچیں اور یہ کہ لڑکے اور دیوانے اور مست مسجد میں آئیں اور شور مچائیں اور نمازیوں کو ان سے اذیت ہو لیکن اگر کوئی لڑکا چپ رہتا ہے اور دیوانہ اذیت نہیں دیتا اور مسجد ناپاک نہیں کرتا تو اس کا آنا درست ہے اگر کوئی لڑکا مسجد میں کبھی کبھی بازی کرے تو اسے منع کرنا واجب نہیں ہے اس واسطے کہ حبشی مدینہ منورہ کی مسجد میں پھری گدکا کھیلتے تھے اور ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تماشا دیکھا لیکن مسجد کو بازی گاہ ٹھہرالیں تو منع کرنا چاہیے اگر کوئی شخص خیاطی یا کتابت کرتا ہے اور لوگوں کو اس سے کچھ تکلیف نہیں ہوتی تو درست ہے لیکن ہمیشہ کے واسطے مسجد کو دکان بنائے گا تو مکروہ ہے اور وہ کام جس کے سبب سے مسجد میں غلبہ ظاہر ہوتا ہے نہ کرے مثلاً وہاں ہمیشہ حکمرانی کرنا اور قبالہ لکھنا نہ چاہیے مگر یہ کہ گاہ گاہ ہو اس واسطے کہ حضرت سلطان الانبیا علیہ الصلوٰۃ والثنا نے کبھی کبھی مسجد میں حکمرانی کی ہے لیکن حکمرانی کرنے کے واسطے جلوس نہ فرماتے تھے اگر دھوبی مسجد میں کپڑے سکھائیں اور رنگ ریز کپڑے رنگین یا خشک کریں تو یہ کام برے ہیں بلکہ جو لوگ مسجد میں بیٹھ کر قصہ کہیں اور ان میں کمی زیادتی ہو اور حدیث کی معتبر کتابوں میں نہ ہوں تو ان لوگوں کو وہاں سے نکال دینا چاہیے کہ اگلے بزرگوں نے ایسا ہی کیا ہے اور جو لوگ خود بناتے سنوارتے ہیں اور شہوت ان پر غالب ہیں اور مسجع عبارت بولتے ہیں یا گاتے ہیں جو ان عورتیں مسجد میں موجود ہوتی ہیں تو یہ گناہ کبیرہ ہے مسجد کے باہر بھی فعل نہ کرنا چاہیے بلکہ واعظ ایسا شخص چاہیے جس کا ظاہر صلاحیت سے آراستہ ہو اور دین داروں کا لباس پہنے اور یہ کسی حال میں درست نہیں کہ جوان عورتیں مردوں کے ساتھ ایسا مل بیٹھیں کہ ان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو بلکہ ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے زمانے میں عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع فرمایا حالانکہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں جاتی تھیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ بات

فرمائی کہ اگر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس زمانے کا حال دیکھتے بے شک عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع فرماتے اور منجملہ منکرات یہ ہے کہ مسجد میں کچہری لگائیں اور بانٹ چونٹ کیا کریں اور معاملہ اور حساب چکایا کریں یا بیٹھ کر اسے تماشا گاہ بنائیں غیبت اور بے ہودہ گوئی میں مشغول ہوں یہ سب کام کرنا بے جا ہے اور مسجد کی عظمت اور حرمت کے خلاف ہے۔

بازاروں کے منکرات

یہ ہیں کہ خریدار سے جھوٹ کہیں اور مال کا عیب چھپائیں بانٹ ترازو درست نہ رکھیں اور مال میں دغا کریں عید کے دن لڑکوں کے واسطے راگ کے ساز اور حیوانوں کی تصویریں بیچیں نوروز کے واسطے لکڑی کی ڈھال تلوار بیچیں سدہ (۱) کے واسطے مٹی کا بھوپو اور پپہیا بیچیں یا رفو کیا ہوا اور دھویا ہوا پرانا کپڑا نیا کر کے بیچیں ایسا ہی ہر چیز کا حال ہے جس میں دغا بازی ہو اور سونے چاندی کی انگیٹھی یا کوزہ یا دوات یا برتن وغیرہ ان چیزوں میں بعضی حرام ہیں بعضی مکروہ اور جانوروں کی تصویریں حرام ہیں اور وہ جو سدہ اور نوروز کے واسطے بیچتے ہیں جیسے لکڑی کی ڈھال تلوار اور مٹی کا بھوپو اور پپہیا یہ چیزیں فی نفسہا حرام نہیں ہیں بلکہ آتش پرستوں کا رویہ ظاہر کرنے سے حرام ہیں اس واسطے کہ وہ شرع کے خلاف ہے اور جو چیز ان دنوں کے واسطے بنائیں وہ درست نہیں بلکہ نوروز کے سبب سے بازاروں کا آراستہ کرنا اور مٹھائی بنانا اور تکلفات زیبا کرنا نہ چاہیے اس واسطے کہ نوروز اور سدہ کو مٹانا چاہیے حتی کہ کوئی اس کا نام بھی نہ لے بعض علمائے متقدمین نے کہا کہ مسلمان کو اس دن روزہ رکھنا چاہیے تا کہ وہ مٹھائی وغیرہ اس کے کھانے میں نہ آئے اور سدہ کی رات چراغ بتی ہرگز نہ کرنا چاہیے تا کہ آگ بالکل نظر ہی نہ آئے اور محققین نے کہا ہے کہ اس دن روزہ رکھنا یہ بھی اس دن کو یاد کرنا ہے اور کسی وجہ سے اس دن کو یاد ہی کرنا نہ چاہیے بلکہ اور دنوں کے مانند اسے چھوڑنا چاہیے علیٰ ہذا القیاس سدہ کی رات کو بھی تا کہ اس کا نام و

نشان باقی نہ رہے۔

شاہراہ کے منکرات

یہ ہیں کہ راہ میں ستون گاڑ کر دکان بنائیں کہ راستہ تنگ ہو جائے یا درخت لگائیں اور سائبان چھجا پرنالہ نکالیں کہ اگر کوئی سوار نکلے تو ٹکر لگے یا ٹھیکی لگائیں یا جانور باندھیں کہ اس کے سبب سے راستہ تنگ ہو جائے ایسی باتیں درست نہیں مگر بقدر حاجت جیسے کہ بوجھ اتار کر فوراً گھر میں لے جائے کانٹے لدے ہوئے گدھے تنگ گلی میں نہ لائیں جس سے لوگوں کے کپڑے پھٹ جائیں مگر یہ کہ ایک راستے کے سوا اور کوئی راہ نہ ہو اس صورت میں حاجت کی وجہ سے درست ہے اور جانور کی طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ نہ لادنا چاہیے اور قصائی کو بازار میں بکرا ذبح کرنا اور بنانا نہ چاہیے کہ لوگوں کے کپڑے خراب ہوں گے بلکہ بکرا ذبح کرنے اور بنانے کی جگہ دکان میں بنائے اور بازار میں خربوزہ کے چھلکے ڈالنا یا اس قدر پانی چھڑکنا کہ لوگوں کے پاؤں پھسلیں یہ بھی نہ چاہیے اور جو شخص راستے میں برف پھینکے یا اس کے کوٹھے کا پانی راہ میں گرے اس پر لازم ہے کہ راہ کو صاف کرائے لیکن جہاں سب لوگوں کے گھر کی مہریاں بہتی ہوں اس کی درستی سب پر واجب ہے اور یہ حاکم کو پہنچتا ہے کہ لوگوں کو اس کام کی طرف لائے اور کسی کو اپنے دروازے پر ایسا کتا رکھنا نہ چاہیے جس سے لوگوں کو خوف ہو اگر راستہ میں نجس کرنے کرنے کے سوا اور کچھ تکلیف کتے سے نہ ہو تو منع نہ کرنا چاہیے کیونکہ اس سے بچاؤ ممکن نہیں اور اگر راستہ میں کتا سو جائے جس کے سبب سے راہ تنگ ہو جائے تو یہ بھی نہیں چاہیے بلکہ کتے والے کو بھی کتا لیے ہوئے راہ میں بیٹھنا یا سونا نہ چاہیے۔

حمام کے منکرات

یہ ہیں کہ ناف سے زانو تک ستر عورت نہ کرے یا کوئی شخص کھڑا ہوا اس کے

منکرات کو اسی پر قیاس کرلے واللہ اعلم بالصواب۔

ا بہمن کے دسویں دن کا نام ہے اس دن فارسی لوگ عید کرتے ہیں۔

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

دسویں اصل رعیت کی نگہبانی اور حکمرانی کے بیان میں

اے عزیز از جان! اس بات کو جان کہ حکمرانی بہت بڑا بزرگ کام ہے اگر بطریق عدل ہو تو زمین پر حق سبحانہ تعالیٰ کی خلافت ہے اور اگر عدل و شفقت سے خالی ہو تو ابلیس کی نیابت ہے اس واسطے کہ والی ملک کے ظلم سے زیادہ کسی فساد میں اثر نہیں اور علم و عمل فرماں روائی کی اصل ہے اور حکومت کا علم اگرچہ بڑا ہے لیکن اس کا عنوان یہ ہے کہ حاکم کو یہ جاننا چاہیے کہ اسے حق تعالیٰ نے اس جہاں میں کاہے کو بھیجا ہے اور اس کی قرارگاہ کہاں ہے دنیا اس کی منزل گاہ ہے قرارگاہ نہیں اور وہ بصورت مسافر ہے کہ رحم اس کی منزل کی ابتداء ہے اور قبر اس کے منزل کی انتہا ہے اور وطن اس کے سوا ہے جو برس اور مہینہ اور دن اس کی عمر سے گزرتا ہے وہ ایک منزل کے مانند ہے کہ اس کے سبب سے وہ اپنی قرارگاہ سے بہت نزدیک ہوتا جاتا ہے جو شخص پل پر گزرے اور پل کی عمارت میں اوقات گزارے اور اپنی منزل گاہ بھول جائے وہ احمق ہے بلکہ عقل مند وہ ہے کہ منزل دنیا میں زاد راہ آخرت کے سوا اور کچھ نہ طلب کرے اور دنیا میں اس قدر پر قناعت کرے جس کی ضرورت رکھتا ہے جو کچھ حاجت سے زیادہ ہوگا وہ زہر قاتل ہے اور موت کے وقت وہ چاہے گا کہ میرے تمام خزانوں میں خاک بھری ہوتی سونا چاندی کچھ نہ ہوتا تو وہ جس قدر زیادہ جمع کرے گا اس میں سے بقدر کفایت ہی اسے نصیب ہوگا باقی سب حسرت واندوہ کا تخم ہوگا اور موت کے وقت اس پر جان کنی دشوار ہوگی اور یہ حسرت اس صورت میں ہوگی کہ حلال کا مال ہو اگر مال حرام ہوگا تو آخرت کا عذاب اس حسرت سے کہیں زیادہ ہوگا اور بے رنج اٹھائے دنیوی خواہشوں سے صبر کرنا ممکن نہیں مگر آدمی کا ایمان اگر اس بات پر ٹھیک ہو کہ دنیا کی چند روزہ لذت جو سراپا کدورت ہے اس کے سبب سے لذت آخرت جو سلطنت لازوال ہے اور کسی کدورت کو اس میں دخل نہیں وہ فوت ہو جائے گی تو چند روزہ صبر کرنا بہت ہی آسان ہوگا اس کی مثل ایسی

ہے جیسے کسی عاشق کا کوئی معشوق ہو اور عاشق سے کہیں کہ اگر آج کی رات تو اس معشوق پاس جائے گا تو پھر اسے ہرگز نہ دیکھنے پائے گا اور اگر آج کی رات تو صبر کرے گا تو بے رقیب اور بے مخل صحبت کے ہزار شبوں کے واسطے لوگ اس معشوق کو تیرے سپرد کر دیں گے تو اس کا عشق اگرچہ حد سے زائد ہو مگر بے تامل ہزار شب وصل کی امید پر ایک رات صبر کرنا اسے آسان ہوگا اور دنیا کی مدت آخرت کی مدت کا ہزارواں حصہ بھی نہیں ہے بلکہ اس سے کچھ نسبت ہی نہیں رکھتی اور ابد کی درازی ہرگز آدمی کے وہم وخیال میں نہیں آسکتی اس واسطے کہ اگر فرض کریں کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کو کاکن کے دانوں سے بھر دیں اور ہزار ہزار برس کے بعد ایک چڑیا اس میں سے ایک ایک دانہ چگے تو وہ کاکن کے دانے سب تمام ہو جائیں اور مدت ابد میں سے کچھ بھی کم نہ ہو تو آدمی کی عمر مثلاً سو برس کی ہو اور مشرق سے مغرب تک تمام ممالک روئے زمین کی سلطنت صاف بے مخالف اسے ملے تو بھی آخرت کی سلطنت ابد تک کے مقابلے میں اس کی کیا قدر ہے پھر جس کسی کو دنیا میں تھوڑا ہی سا حصہ ملے اور وہ بھی صاف نہ ہو اور جو کچھ ہو اس میں بہت سے خسیس اور کمینے اس سے بڑھ بڑھ کر ہوتے ہیں تو سلطنت جاوید کو اس حقیر اور سراپا کدورت کام کے عوض بیچنے کا کیا موجب ہے' تو حاکم ہو خواہ محکوم سب کو چاہیے کہ ہمیشہ اپنے جی میں ایسی باتیں کیا کرے اور اپنے دل پر اس مضمون کو تازہ کر لیا کرے تاکہ چند روز خواہشوں سے صبر کرنا اور رعیت پر مہربانی کرنا اور بندگان خدا کو اچھی طرح رکھنا حق تعالیٰ کی خلافت بجالانا اس پر آسان ہو جائے آدمی نے جب یہ جان لیا تو فرماں روائی میں اس طرح مشغول ہو جس طرح خدا نے فرمایا ہے اس طور پر مشغول نہ ہو جو صلاح دنیا ہے اس واسطے عدل کے ساتھ حکمرانی کرنے سے زیادہ کوئی عبادت اور قربت حق تعالیٰ کے نزدیک افضل اور بزرگ نہیں ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بادشاہ کا ایک دن عدل کرنا ساٹھ برس برابر

عبادت کرنے سے افضل ہے اور یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے دن سات آدمی خدا کے سائے میں ہوں گے تو ان میں سے پہلا بادشاہ عادل ہے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بادشاہ عادل کے واسطے ساٹھ صدیق مستعد عبادت کا عمل فرشتے آسمان پر لے جاتے ہیں اور فرمایا ہے کہ بادشاہ عادل حق تعالیٰ کا بہت مقرب اور بڑا دوست ہے اور بادشاہ ظالم خدا کا بہت معذب اور بڑا دشمن ہے اور فرمایا کہ اس خدا کی قسم جس کے دست قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی جان ہے کہ تمام رعایا کے عمل نیک جتنے ہوتے ہیں ہر روز بادشاہ عادل کے بھی اتنے ہی عمل نیک فرشتے آسمان پر لے جاتے ہیں اور اس کی نماز ستر ہزار نمازوں کے برابر ہے جب ایسا امر ہے تو اس سے زیادہ اور کیا لوٹ ہوگی کہ حق تعالیٰ جسے منصب سلطنت دے اس کی ایک ساعت دوسرے کی تمام عمر کے برابر ہو جائے اور کوئی شخص جب اس نعمت کا حق نہ پہچانے اور ظلم اور اپنی خواہش میں مشغول ہو تو معلوم ہوا کہ عذاب کا مستحق ہوگا اور عدل جب ہی بن پڑتا ہے کہ بادشاہ دس قاعدوں کو اپنی نگاہ میں رکھے۔

پہلا قاعدہ:

یہ ہے کہ جو مقدمہ پیش ہو اس میں یہ فرض کرے کہ خود تو رعیت ہے اور بادشاہ اور ہی کوئی ہے جو بات اپنے حق میں پسند نہ کرے وہ کسی مسلمان کے واسطے بھی نہ پسند کرے اگر پسند کرے گا تو فرماں روائی میں دغا اور خیانت کی ہوگی جنگ بدر کے دن حضرت سلطان الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والثنا سائے میں بیٹھے اور اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین دھوپ میں تھے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام آئے اور کہا یا رسول اللہ آپ سایہ میں ہیں اور اصحاب دھوپ میں اتنی سی بات میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گلہ ہوا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ دوزخ سے نجات پائے اور جنت میں جائے اسے

چاہیے کہ کلمہ لا الہ الا اللہ کہتا ہوا مرے اور جو چیز اپنے واسطے نہیں پسند کرتا کسی مسلمان کے لیے بھی پسند نہ کرے اور فرمایا ہے کہ جو شخص صبح کو اٹھے اور خدا کے سوا اور کسی سے اس کا دل لگا ہے وہ مرد خدا نہیں ہے اور اگر مسلمانوں کے کام اور خدمت سے بے پروا ہے تو مسلمان نہیں ہے۔

دوسرا قاعدہ:

یہ ہے کہ اپنے دروازے پر حاجت مندوں کا منتظر رہنا آسان نہ جانے اور اس کے خطر سے حذر کرتا رہے اور جب تک کسی مسلمان کی حاجت باقی رہے کسی نفل عبادت میں مشغول نہ ہو اس واسطے کہ مسلمانوں کی حاجت روائی کرنا سب نفلوں سے بہتر ہے ایک دن خلیفہ عمر ابن عبدالعزیز رحمہما اللہ تعالیٰ ظہر کے وقت تک خلق کے کام میں مصروف رہے اور تھک گئے گھر میں گئے کہ دم بھر آرام لے لوں ان کے بیٹے نے کہا کہ آپ کو کس سبب سے اطمینان ہے شاید اس وقت موت آجائے اور کوئی شخص آپ کے دروازے پر منتظر حاجت ہو اور آپ مقصر رہ جائیں انھوں نے جواب دیا کہ سچ کہتا ہے پس اٹھے اور فوراً باہر نکل آئے۔

تیسرا قاعدہ:

خواہش میں مشغول ہونے اور اچھے کھانے پہننے کی عادت نہ کرے بلکہ ہر بات میں قناعت کرے اس واسطے کہ بے قناعت کے عدل کرنا ممکن نہیں امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ میرا احوال جو تمہارے ناپسند ہو وہ تم نے کیا سنا کہا میں نے سنا ہے کہ ایک بار میں دو طرح کا سالن آپ کے دسترخوان پر ہوتا ہے اور آپ دو پیراہن رکھتے ہیں ایک رات کا ایک دن کا پوچھا کہ بھلا اس کے سوا اور کچھ بھی سنا ہے کہا نہیں فرمایا کہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔

چوتھا قاعدہ:

یہ ہے کہ جب تک ہو سکے ہر ایک کام میں نرمی کرے سختی نہ کرے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو حاکم رعیت کے ساتھ نرمی کرتا ہے قیامت میں اس کے ساتھ خدا نرمی کرے گا اور دعا کی اور کہا کہ بارخدایا جو حاکم رعایا کے ساتھ نرمی کرے تو اس کے ساتھ نرمی کرنا اور جو سختی کرے تو بھی اس کے ساتھ سختی کرنا اور فرمایا ہے کہ جو حاکم حکومت کا حق بجالائے اس کے حق میں حکومت اچھی چیز ہے اور جو کوئی حق بجالانے میں قصور کرے اس کے حق میں حکومت بری چیز ہے ہشام ابن عبدالملک خلفاء میں سے تھے انھوں نے ابوحازم جو علماء کبار میں سے تھے ان سے پوچھا کہ حکومت میں نجات حاصل ہونے کی کیا تدبیر ہے فرمایا کہ یہ تدبیر ہے کہ جو درہم تو لیتا ہے ایسی جگہ سے لے جہاں حلال درہم ہو اور ایسی جگہ صرف کر جو مستحق ہو کہا یہ کوئی کرسکتا ہے فرمایا یہ وہ شخص کرسکتا ہے جو عذاب قبر کی طاقت نہ رکھے اور جنت کو دوست رکھتا ہو۔

پانچواں قاعدہ:

یہ ہے کہ کوشش کرے کہ شرع کی موافقت کے ساتھ سب رعایا اس سے خوش رہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب حاکموں سے بہتر وہ حکام ہیں جو تمہیں دوست رکھیں اور تم انھیں دوست رکھو اور بدترین حکام وہ حاکم ہیں جو تمہیں دشمن رکھیں اور تم انھیں دشمن رکھو اور وہ تمہیں لعنت کریں تم انھیں لعنت کرو اور حاکم کو لوگوں کی تعریف کرنے سے مغرور نہ ہونا چاہیے اور یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ سب اس سے خوش ہیں شاید کہ وہ سب خوف کے مارے تعریف کرتے ہیں بلکہ معتمد لوگوں کو مقرر کرنا چاہیے تاکہ وہ تجسس کریں اور اس کا حال خلق سے پوچھیں اس واسطے کہ آدمی اپنا عیب لوگوں کی زبانی جان سکتا ہے۔

چھٹا قاعدہ:

یہ ہے کہ حاکم شرع کے خلاف کرکے کسی کی رضامندی نہ ڈھونڈھے اس واسطے

کہ جو شخص شرع کی مخالفت سے ناخوش ہوگا اس کی ناخوشی حاکم کو کچھ نقصان نہیں کرتی امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ دن کو جب میں اٹھتا ہوں تو آدھے لوگ مجھ سے ناخوش ہوتے ہیں اور ضرور ہے کہ حاکم جب ظالم کو سزا دے گا تو وہ ناخوش ہوگا تو فریقین کو خوش کرنا محال ہے اور وہ شخص بڑا نادان ہے جو خلائق کی رضامندی کے واسطے خدا کی رضامندی چھوڑ دے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خط لکھا کہ مجھے کوئی مختصر سی نصیحت کیجئے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب لکھا کہ میں نے جناب سرور کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ سے سنا ہے کہ جو شخص خلائق کی ناخوشی میں حق تعالیٰ کی خوشی چاہتا ہے خدا اس سے ناراض ہوتا ہے اور خلق کو بھی اس سے ناراض کرتا ہے۔

ساتواں قاعدہ:

یہ کہ حاکم یہ سمجھے رہے کہ حکومت خطرناک کام ہے اور خلائق کی حکومت کا کفیل ہونا کچھ آسان بات نہیں ہے جو شخص اس کا حق ادا کرنے کی توفیق پاتا ہے وہ ایسی سعادت پاتا ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی سعادت نہیں اور اگر اس میں کچھ قصور کرتا ہے تو ایسی شقاوت میں پڑتا ہے کہ کفر سے اتر کر ویسی کوئی شقاوت نہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ ایک دن میں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ تشریف لائے اور خانہ کعبہ کا حلقہ پکڑا اور حرم میں قریش لوگ حاضر تھے آپ نے فرمایا کہ جب تک تین کام کرتے رہیں گے تب تک قریش ہی میں سے حکام اور سلاطین ہوتے رہیں گے لوگ اگر ان سے مہربانی چاہیں تو مہربانی کریں اگر حکم چاہیں تو عدل کریں جو اقرار کریں اسے پورا کریں جو شخص ایسا نہ کرے خدا اور فرشتوں کی اور سب کی لعنت اس پر ہو خدا نہ اس سے فرض قبول فرماتا ہے نہ سنت تو دیکھنا چاہیے کہ یہ کتنا بڑا گناہ ہے کہ اس کے سبب سے حق تعالیٰ عبادت

قبول نہیں کرتا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی دو آدمیوں میں حکم کرتا ہے اور ظلم کرتا ہے اس پر خدا کی لعنت ہو اور فرمایا کہ تین آدمی ہیں کہ قیامت کے دن ان پر خدا نظر بھی نہ کرے گا ایک سلطان دروغ گو دوسرا بوڑھا زنا کار تیسرا فقیر متکبر اور لاف زن اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ مشرق اور مغرب کا ملک عنقریب تمہیں فتح ہوگا اور وہاں کے عمال دوزخ میں پڑیں گے مگر وہ شخص جو خدا سے ڈرے اور تقوی اختیار کرے اور امانت گزارے اور فرمایا ہے کہ جس حاکم کو حق تعالیٰ نے رعیت حوالہ کی ہو وہ اگر دغا کرے گا اور شفقت بجا نہ لائے گا تو حق تعالیٰ بہشت کو اس پر حرام کر دے گا اور فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے جس کو مسلمانوں پر سرداری دی اور اس نے ان کی ایسی نگہبانی نہ کی جیسی اپنے گھر والوں کی کرتا ہے تو اس سے کہہ دو کہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں ڈھونڈھ لے اور فرمایا ہے کہ میری امت کے دو آدمی میری شفاعت سے محروم رہیں گے ایک بادشاہ ظالم دوسرا وہ بدعتی جو دین میں فساد کر کے حد سے گزر جائے اور فرمایا ہے کہ بادشاہ ظالم پر قیامت میں بڑا عذاب ہوگا۔ اور فرمایا کہ پانچ آدمیوں سے خدا ناخوش ہے اگر چاہے تو دنیا میں عذاب کرے ورنہ دوزخ میں تو ان کی جگہ وہی ہوگی ان میں ایک اسیر قوم ہے جو اپنا حق تو ان سے لے اور ان کی داد نہ دے اور ظلم ان سے نہ موقوف کرے دوسرا رئیس ہے لوگ جس کی اطاعت کرتے ہوں اور قوی وضعیف کو یکساں نہ سمجھتا ہو اور طرف داری سے بات کرتا ہو تیسرا وہ شخص ہے جس نے کسی مزدور کو مقرر کیا وہ تو اس کا سب کام پورا کر چکا اور یہ اس کی مزدوری نہیں دیتا چوتھا وہ شخص ہے جو اپنے بیوی لڑکوں کو خدا کی اطاعت کا حکم نہ کرے اور دین کی بات انھیں نہ سکھائے اور یہ فکر نہ رکھے کہ ان کو کھانا کہاں سے دوں گا پانچواں وہ شخص ہے جو مہر کے بارہ میں اپنی بیوی پر ظلم کرے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن چاہا کہ جنازہ کی نماز پڑھائیں ایک شخص نے آگے بڑھ کر نماز پڑھا دی اور جب

دفن کر چکے تو اس کی قبر پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ بار خدایا اگر اس مردہ پر تو عذاب کرے تو سزاوار ہے کہ تیرا گنہگار رہوگا اور اگر تو رحمت کرے تو وہ تیری رحمت کا محتاج ہے اے مردے اگر تو نہ کبھی امیر تھا نہ نقیب نہ مددگار نہ کاتب نہ تحصیلدار تو ٹھنڈا رہ یہ کہہ کر وہ شخص نظر سے غائب ہوگیا حضرت عمر نے فرمایا کہ اسے ڈھونڈھو وہ نہ ملا فرمایا کہ حضرت خضر علیہ السلام تھے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا افسوس ہے امیروں پر افسوس ہے نقیبوں پر افسوس ہے امینوں پر قیامت میں ایسے ہوں گے کہ اپنے گیسو سے آسمان میں لٹکے رہیں اور ہرگز عمل نہ کرتے تھے اور فرمایا ہے جسے دس آدمیوں پر بھی حکومت ہوتی ہے اسے قیامت میں دست بزنجیر لائیں گے اگر وہ نیکو کار رہا ہوگا تو رہا کر دیں گے ورنہ ایک زنجیر اور زیادہ کر دیں گے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ افسوس ہے زمین کے حاکم پر آسمان کے حاکم سے اس دن جب یہ اسے دیکھے گا مگر یہ کہ وادی ہو اور حق ادا کیا ہو اور طمع کی خواہش کے موافق حکم نہ کیا ہو اور قرابت والوں کی حمایت نہ کی ہو اور کسی ڈر یا کسی لالچ سے حکم نہ بدلا ہو لیکن خدا کی کتاب کا آئینہ بنا کر اپنے پیش نظر رکھ کر اس کے موافق حکم کیا ہو اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن حاکموں کو احکم الحاکمین کے حضور میں حاضر کرے گے ارشاد ہوگا کہ تم میرے بکروں کے چرواہے تھے اور میری زمین کی مملکت کے خزانے دار تھے میرے حکم سے زیادہ تم نے کس کو کیوں حد ماری اور سزا دی وہ عرض کرے گے کہ اے احکم الحاکمین اس غصہ کے سبب سے کہ انھوں نے تیرے حکم کے خلاف کیا تھا۔ ارشاد ہوگا کہ کیوں شاید تمہارا غصہ میرے غصہ سے زیادہ تھا اور دوسرے حاکموں سے استفسار فرمائے گا کہ تم نے میرے حکم سے کم کیوں سزا دی وہ عرض کریں گے کہ یا الہ العالمین ہم نے اس پر رحم کیا ارشاد ہوگا کیوں شاید تم مجھ سے زیادہ رحیم تھے بعد جس نے زیادتی کی تھی اور جس نے کمی کی تھی ان دونوں کو پکڑیں گے اور دوزخ کے کونوں

کوان سے بھریں گے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ میں کسی حاکم کی تعریف نہیں کرتا نیک ہوخواہ بدلوگوں نے پوچھا اس کا کیا سبب کہا کہ اس کا سبب یہ ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ قیامت کے دن سب حاکموں کو لائیں گے عادل ہوں خواہ ظالم اور صراط پر ٹھہرائیں گے حق تعالیٰ صراط کو حکم فرمائے گا کہ ایک بار انھیں جھٹک دے جس جس نے حکم میں ظلم کیا ہوگا یا فیصلہ میں رشوت لی ہوگی یا ایک فریق کی بات کان لگا کر سنی ہوگی وہ سب دوزخ میں گر پڑیں گے اور ستر برس کے عرصہ میں دوزخ کے اندر گریں گے حتی کہ اپنے ٹھکانے میں پہنچیں گے حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ السلام بھیس بدل کر نکلتے اور جو ملتا اس سے پوچھتے کہ کیوں جی داؤد کی عادتیں کیسی ہیں ایک دن حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک مرد کی صورت پر ان کے سامنے آئے حضرت داؤد نے ان سے بھی وہی پوچھا انھوں نے کہا کہ اگر بیت المال سے نہ کھاتا ہوکسب سے کھاتا ہوتو داؤد نیک مرد ہے حضرت داؤد علیہ السلام اپنی محراب میں گئے اور رو رو کر مناجات کی کہ اے اللہ مجھے کوئی حرفہ سکھادے تا کہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاؤں حق سبحانہ تعالیٰ نے زرہ بنانا انھیں تعلیم فرمایا امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پاسبان کے عوض رات کو خود گشت کرتے تھے تا کہ جہاں کہیں کچھ فساد نظر آئے اس کا دفعیہ کریں اور فرماتے تھے کہ اگر ایک خارشتی بکری کو فرات کے کنارے لوگ چھوڑ دیں اور روغن نہ ملیں تو مجھے خوف ہے کہ قیامت کے دن مجھ سے اس امر کا سوال ہوگا اور باوصف اس کے کہ آپ کی احتیاط اس مرتبہ پر تھی اور آپ کا عدل اس درجہ پر تھا کہ کوئی اسے نہ پہنچ سکے مگر جب دنیا سے انتقال فرمایا تو حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہتے ہیں کہ میں نے دعا کی کہ اے اللہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مجھے خواب میں دکھا بارہ برس کے بعد خواب میں دیکھا کہ آپ اس طرح تشریف لاتے ہیں جیسے کوئی غسل کر کے لنگی باندھے ہوتا ہے میں

نے پوچھا کہ یا امیر المومنین آپ نے حق تعالیٰ کو کیسا پایا فرمایا اے عبد اللہ مجھے تمہارے پاس سے آئے ہوئے کتنا عرصہ ہوا ہوگا میں نے کہا بارہ برس کہا اب تک میں حساب میں تھا اگر حق تعالیٰ رحم نہ فرماتا تو یہ ڈر تھا کہ میرا کام تباہ ہو جائے گا بالجملہ کہ دنیا میں اسباب حکومت میں سے ایک درہ کے سوا آپ کے پاس کچھ نہ تھا بزرجمہر نے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایلچی بھیجا کہ آپ کی صورت وسیرت دیکھے آوہ ایلچی جب مدینہ منورہ میں پہنچا تو مسلمانوں سے پوچھا ﴿این الملک﴾ یعنی تمہارا بادشاہ کہاں ہے مسلمانوں نے کہا کہ ہمارا بادشاہ نہیں ہمارا امیر ہے ابھی دروازہ کے باہر تشریف لے گیا ہے ایلچی باہر نکلا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ دھوپ میں سو رہے ہیں درہ سر کے نیچے رکھا ہے پیشانی نورانی سے ایسا پسینا بہا ہے کہ زمین تر ہوگئی ہے جب یہ حال دیکھا تو اس کے دل میں بڑا اثر کیا کہ تمام جہان کے بادشاہ جس کی ہیبت کے سبب سے بے قرار ہیں تعجب ہے کہ وہ اس صفت پر ہو پھر عرض کی یا امیر المومنین آپ نے عدل کیا اس وجہ سے بے کھٹکے سوئے اور ہمارا بادشاہ ظلم کرتا ہے تو خواہ مخواہ ہراساں رہتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ تمہارا دین سچا ہے اگر میں ایلچی بن کر نہ آیا ہوتا تو ابھی مسلمان ہو جاتا پھر حاضر ہو کر اسلام سے مشرف ہوں گا تو حکومت کے یہ خطرے ہیں اور اس کا علم بڑا ہے حاکم کی سلامتی اس میں ہے کہ ہمیشہ دین دار عالموں کی صحبت رکھے تا کہ وہ اسے عدل وانصاف کی راہ بتائیں اور ایسے کام کی فکر رکھیں اور دغاباز عالموں سے حذر کرے کہ وہ شیطان ہیں۔

آٹھواں قاعدہ:

یہ ہے کہ ہمیشہ علمائے دین دار کی ملاقات کا شائق رہے اور ان کی نصیحت دل سے سنا کرے اور جو عالم دنیا کے لالچی ہیں ان کی صحبت سے حذر کرے کہ اسے فریب دیں گے اس کی تعریف کریں گے اس کی خوشی چاہیں گے تا کہ وہ مردار حرام

جو اس کے ہاتھ میں ہے مکر و حیلہ کر کے کچھ اس میں سے حاصل کریں گے دین دار عالم وہ ہے جو حاکم سے طمع نہ رکھے اور انصاف سے نہ چوکے کہتے ہیں شقیق بلخی رحمتہ اللہ تعالیٰ خلیفہ ہارون رشید کے پاس گئے ہارون نے پوچھا کہ اے شقیق کیا تم زاہد ہو کہا میں شقیق ہوں زاہد نہیں ہوں کہا کچھ مجھے نصیحت کرو جواب دیا کہ خدا نے تجھے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی جگہ پر بٹھایا ہے اور جس طرح اس نے صدق چاہا تھا اسی طرح تجھ سے بھی صدق چاہتا ہے اور حق تعالیٰ نے تجھے جناب فاروق رضی اللہ عنہ کی جگہ پر بٹھایا ہے اور جس طرح ان سے حق و باطل میں فرق چاہا تھا اس طرح تجھ سے بھی چاہتا ہے اور حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کی جگہ پر بٹھایا ہے جس طرح ان سے شرم و بخشش چاہی تھی اس طرح تجھ سے بھی چاہتا ہے اور جناب علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی جگہ پر بٹھایا ہے جس طرح ان سے علم و عدل چاہا تھا اس طرح تجھ سے بھی چاہتا ہے ہارون رشید نے کہا کچھ اور نصیحت کرو کہا کہ حق تعالیٰ نے ایک گھر بنایا ہے اسے دوزخ کہتے ہیں تجھے اس مکان کا دربان کیا ہے اور تین چیزیں تجھے دی ہیں بیت المال کا مال اور تلوار اور تازیانہ اور حکم فرمایا کہ ان تینوں چیزوں سے خلائق کو دوزخ سے بچا جو محتاج تیرے پاس آئے اسے مال سے محروم نہ رکھ اور جو شخص خدا کی نافرمانی کرے اسے تازیانہ سے مار اور جو کوئی کسی کو ناحق مار ڈالے اس مقتول کے ولی کی اجازت سے قاتل کو بھی تلوار سے مار ڈال اگر یہ نہ کرے گا تو دوزخ میں تو سب سے پہلے جائے گا اور لوگ تیرے پیچھے آئیں گے۔ ہارون رشید نے پھر کہا اور کچھ نصیحت فرمائیے کہا کہ تو چشمہ ہے اور تیرے عمل دنیا میں نہریں ہیں چشمہ اگر خود روشن ہوتا ہے تو نہروں کی تیرگی کچھ نقصان نہیں کرتی لیکن اگر چشمہ تاریک ہو تو نہروں کی صفائی کی امید نہ رکھنا چاہیے خلیفہ ہارون رشید عباس کے ساتھ جو اس کے مصاحبوں میں سے تھا فضیل عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں جاتا تھا ان کے مکان کے دروازے پر جب پہنچا تو وہ قرآن شریف کی یہ آیہ

کریمہ پڑھتے تھے ﴿ام حسب الذین اجترحو السیئات ان نجعلھم کالذین امنوا وعملو الصالحات سواء محیاھم ومماتھم ساء مایحکمون﴾ ہارون رشید نے کہا اگر ہم نصیحت لیا چاہیں تو یہ آیت ہمیں کفایت کرتی ہے اس آیت کے معنے یہ ہیں آیا سمجھتے ہیں وہ لوگ جنھوں نے برے کام کیے ہیں یہ کہ ہم ان کو برابر رکھیں گے ان کے ساتھ جو ایمان لائے اور جنھوں نے اچھے کام کیے برابر ہے ان کی زندگی اور موت برا حکم تھا جو انھوں نے کیا پھر ہارون رشید نے کہا کہ دروازہ کھٹکھٹا عباس نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا کہ امیر المومنین آیا ہے دروازہ کھولو انھوں نے کیا جواب دیا میرے پاس اس کا کیا کام ہے کہا کہ امیر المومنین کی اطاعت کرو تب انھوں نے دروازہ کھولا رات کا وقت تھا چراغ ٹھنڈا کر دیا ہارون رشید نے اندھیرے میں ہاتھ ادھر بڑھایا ہاتھ سے ہاتھ جو ملا فضیل نے کہا کہ ایسا نرم اور نازک ہاتھ اگر دوزخ سے نہ بچے تو افسوس ہے پھر کہا اے امیر المومنین قیامت کے دن خدا کے جواب کے واسطے تیار رہ کہ تجھے ہر ایک مسلمان کے ساتھ ایک ایک بار بٹھا کر ہر ایک کا انصاف تجھ سے چاہے گا ہارون رشید رونے لگا عباس نے کہا اے فضیل خاموش امیر المومنین کو تم نے مار ہی ڈالا فضیل نے کہا اے ہامان تو نے اور تیرے ساتھیوں نے اسے ہلاک کر رکھا ہے اور مجھ سے کہتا ہے کہ تم نے مار ڈالا ہارون رشید نے کہا کہ مجھے فرعون کے مانند سمجھے اس وجہ سے تجھے ہامان کہا پھر ہزار دینار فضیل کے سامنے پیش کیے اور کہا کہ جناب یہ مال حلال ہے کہ میری ماں کا مہر ہے فضیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں تجھ سے کہہ دیتا ہوں کہ جو کچھ تو پاس رکھتا ہے اس سے ہاتھ کھینچ اور جو اس کے مالک ہیں انھیں پھیر دے اور تو مجھے دیتا ہے پس ان کی خدمت سے اٹھ کر ہارون رشید باہر چلا آیا خلیفہ عمر ابن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے محمد ابن ابن کعب القرظی سے کہا عدل کی تعریف مجھ سے بیان کیجئے فرمایا کہ عدل یہ ہے کہ جو مسلمان تجھ سے چھوٹا ہو اس کے حق میں باپ

کے مثل رہ اور جو مسلمان تجھ سے بڑا ہے اس کا بیٹا بنا رہ اور جو تیرے مثل ہو اس کا بھائی بنا رہ اور ہر ایک خطاوار کو اتنی ہی سزا دیا کر جو اس کے قصور اور قوت کے لائق ہو خبردار غصہ سے کسی کو تازیانہ نہ مارنا ورنہ تیری جگہ دوزخ میں ہوگی ایک بزرگ خلیفہ وقت کے پاس تشریف لے گئے خلیفہ نے عرض کی کہ مجھے کچھ نصیحت کیجئے انھوں نے کہا میں شہر چین میں گیا تھا وہاں کا بادشاہ بہرا ہو گیا تھا بہت روتا اور کہتا تھا کہ اس واسطے نہیں روتا ہوں کہ میری سماعت جاتی رہی بلکہ اس لیے روتا ہوں کہ اگر کوئی مظلوم میرے دروازے پر فریادی آئے تو اس کی فریاد میں نہ سن سکوں گا لیکن میری بصارت باقی ہے منادی کر دو کہ جو کوئی دادخواہ ہو وہ سرخ کپڑے پہنے۔ اور ہر روز ہاتھی پر سوار ہو کر نکلتا اور جو شخص سرخ کپڑے پہنے نظر آتا اسے بلا کر اس کی داد دیتا یا امیر المومنین یہ بادشاہ کافر تھا اور بندگان خدا پر اس کی یہ مہربانی تھی تو مسلمان ہے اور اہل بیت رسول میں سے ہے غور کر تیری مہربانی کیسی ہونی چاہئے ابو قلابہ عمر ابن عبد العزیز رحمہما اللہ تعالی کے پاس تشریف لے گئے کہا مجھے کچھ نصیحت کیجئے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے آج تک کوئی خلیفہ نہیں باقی رہا مگر تو۔ کہا اور کچھ فرمائیے کہا اب پہلے جو خلیفہ مرے گا وہ تو ہوگا کہا اور کچھ ارشاد ہو کہا اگر خدا تیرے ساتھ رہے تو پھر تجھے کس کا ڈر ہے اگر وہ تیرے ساتھ نہ رہے تو تو کس کی پناہ لے گا لہٰذا یہ جو تم نے فرمایا مجھے بس ہے سلیمان عبد الملک خلیفہ تھا ایک دن اس نے خیال کیا کہ میں نے دنیا میں تو اس قدر عیش کی دیکھیے قیامت میں میرا کیا حال ہو ابو حازم جو اس وقت میں عالم زاہد تھے ان کے پاس کسی کو بھیجا اور یہ التماس کی کہ جس چیز سے آپ روزہ افطار کرتے ہیں اس میں سے تھوڑی سی مجھے بھیج دیجئے گیہوں کی تھوڑی سی بھوسی بھون کر انھوں نے بھیج دی اور کہلا بھیجا کہ رات کو میں یہی کھایا کرتا ہوں سلیمان اسے دیکھ کر بہت رویا اس کے دل پر بڑی تاثیر ہوئی اور تین روزے پے در پے رکھے اور کچھ نہ کھایا تیسرے دن شام کو اسی سے روزہ کھولا کہتے

ہیں کہ اس رات کو سلیمان بن عبدالملک نے اپنی بی بی سے جو صحبت کی تو عبدالعزیز پیدا ہوا اور اس سے عمر ابن عبدالعزیز جو عدل و انصاف میں امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے قدم بقدم تھے پیدا ہوئے بزرگوں نے کہا ہے کہ یہ اس نیک نیتی کی برکت تھی کہ اس کھانے میں سے کھایا خلیفہ عمر ابن عبدالعزیز سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کی توبہ کا کیا سبب تھا کہا میں ایک دن اپنے غلام کو مارتا تھا وہ کہنے لگا کہ میاں اس رات کو یاد کرو جس کی صبح قیامت قائم ہوگی اس کی یہ بات میرے دل میں اثر کر گئی کسی بزرگ نے ہارون رشید کو عرفات میں دیکھا کہ ننگے پاؤں ننگے سر گرم بالو اور پتھر پر کھڑا ہے اور ہاتھ اٹھائے ہوئے پکار رہا ہے کہ یا ارحم الراحمین تو تو ہی ہے اور میں میں ہی ہوں میرا کام یہ ہے کہ ہر دم ایک گناہ کروں اور تیرا کام یہ ہے کہ ہر آن تو بخش دیا کر میرے اوپر رحم فرما اس بزرگ نے کہا کہ دیکھو جبار زمین جبار آسمان و زمین کے سامنے کیا زاری کرتا ہے خلیفہ عمر ابن عبدالعزیز نے ابو حازم سے کہا مجھے کچھ نصیحت کیجئے انھوں نے فرمایا کہ زمین پر سویا کر موت کو یقین رکھ کہ سر پر ہے اور یہ جو تو روا رکھتا ہے کہ کسی وقت تجھے موت آئے گی اس کا دھیان رکھ اور جس چیز کو تو روا نہیں رکھتا ہے اس سے دور رہ اس واسطے کہ ممکن ہے کہ موت نزدیک ہو پس حاکم کو چاہیے کہ ان حکایتوں کو اپنی نگاہ کے سامنے رکھے کہ یہ نصیحتیں جو اور حاکموں کی ہیں ان سے نصیحت لے اور جس عالم کو دیکھے اس سے نصیحت چاہے اور جو عالم انھیں دیکھے اسے چاہیے کہ اس قسم کی نصیحتیں کرے اور حق بات سے درگزر نہ کرے اگر ان کو غرور لائے گا اور حق بات نہ کہے گا تو جو مظلمہ دنیا میں ہوگا اس میں وہ عالم بھی شریک رہے گا۔

نواں قاعدہ:

یہ ہے کہ حاکم فقط اسی پر قناعت نہ کرے کہ خود ظلم سے دست بردار رہے بلکہ اپنے غلاموں اور نوکروں اور نائبوں کو بھی مہذب کرے اور ان کے ظلم پر راضی نہ ہو

روشنی رعیت کو پہنچتی ہے اور جو شخص آفتاب کی بغیر شعاع کے امید رکھے گا وہ طلب محال کرے گا۔ اے عزیز جان! تو کہ عدل کمال عقل سے پیدا ہوتا ہے اور کمال عقل یہ ہے کہ آدمی کاموں کو ویسا دیکھے جیسے وہ واقع میں ہیں اور کاموں کی حقیقت اور باطن کو دیکھے ان کے ظاہر پر فریفتہ نہ ہو جائے مثلاً آدمی جب عدل سے ہاتھ روکے گا تو دنیا کے واسطے ہاتھ روکے گا تو غور کرے کہ دنیا سے اسے مقصود کیا ہے اگر یہی مقصود ہے کہ کھانا اچھا کھائے تو جان لے کہ میں چارپایہ بصورت آدمی ہوں کیونکہ غصہ کرنا اور آدمی کے پیچھے پڑنا درندوں کا کام ہے اور اگر یہ امر اس غرض سے کرے گا کہ لوگ اس کی خدمت کریں تو جاہل بصورت عاقل ہے اس واسطے کہ اگر عقل رکھتا ہوتا تو یہ جانتا کہ سب خدمت گزار اپنے پیٹ اور خواہش اور فرج کی خدمت کرتے ہیں اس واسطے اگر ایک ہی دن ان کا یومیہ نہ دے تو پھر وہ اس کے گرد بھی نہ پھٹکیں تو اس کی خدمت جو کرتے ہیں یہ اس نے اپنی خواہش کا پھندا بنا رکھا ہے اور وہ بندگی جو کرتے ہیں اپنی کرتے ہیں اس پر دلیل یہ ہے کہ اگر افواہاً سنتے ہیں کہ حکومت دوسرے کو ملا چاہتی ہے تو اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور اس دوسرے کا تقرب ڈھونڈھتے ہیں اور جہاں روپیہ ہونے کا گمان ہوتا ہے وہاں بندگی اور خدمت کرتے ہیں تو حقیقت میں یہ خدمت کرنا نہیں ہے بلکہ اس پر ہنسنا ہے تو عاقل وہ شخص ہے جو کاموں کی روح اور حقیقت دیکھے صورت نہ دیکھے اور ان کاموں کی حقیقت یہ ہے جو بیان کی گئی جو ایسا نہ سمجھے وہ عاقل نہیں اور جو عاقل نہیں وہ عادل نہیں اور دوزخ اس کی جگہ ہے اسی سبب سے عقل سب سعادتوں کی سردار ہے۔

دسواں قاعدہ:

یہ ہے کہ حاکم پر تکبر نہ غالب ہوا ہو اس واسطے کہ تکبر کے سبب سے غصہ غالب ہوتا ہے اور انتقام کی طرف بلاتا ہے اور غصہ عقل کو راہ بھلاتا ہے اس کی آفت اور اس کا علاج غضب کے بیان واقع رکن مہلکات میں ہم لکھیں گے لیکن جب تکبر غالب

ہو گیا ہو تو سب کاموں میں عفو کرنے کی رغبت کی کوشش کرے کرم اور بردباری کو اپنا پیشہ کرلے اور یہ سمجھ لے کہ میں اگر یہ پیشہ اختیار کروں گا تو انبیا علیہ السلام اولیا رحمتہ اللہ علیہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مانند ہو جاؤں گا اور اگر غصہ اتارنا اپنا پیشہ کروں گا تو ترک اور پہلوان اور بیوقوف لوگ جو درندوں اور چارپایوں کے مثل ہیں ان میں داخل ہو جاؤں گا۔

حکایت:

کرتے ہیں کہ ابو جعفر خلیفہ تھا اس نے ایک خطاوار کے قتل کا حکم دیا مبارک ابن فضالہ رحمتہ اللہ تعالیٰ تشریف رکھتے تھے انھوں نے کہا یا امیر المومنین پہلے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث سن لے کہا فرمایئے فرمانے لگے کہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں کہ جناب سرور کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن جب تمام خلق کو ایک میدان میں جمع کریں گے تو منادی ندا کرے گا کہ جس کسی کو حق سبحانہ تعالیٰ کے سامنے مجال ہو اٹھے کوئی بھی نہ اٹھے گا مگر وہ شخص جس نے کسی کی خطا معاف کی ہو پس خلیفہ نے کہا کہ اس خطاوار کو چھوڑ دو میں نے اس کی خطا معاف کی حاکموں کو اکثر غصہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ کوئی ان سے زبان درازی کرے تو یہ بھی چاہتے ہیں کہ اسے مار ہی ڈالیں ایسے وقت انھیں وہ بات یاد کرنا چاہیے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت یحییٰ علی نبینا وعلیہ السلام سے کہی تھی کہ جو کوئی تمہیں کچھ کہے اور سچ کہے تو شکر کر اور اگر جھوٹ کہے تو اور زیادہ شکر کرو کہ تمہارے نامہ اعمال میں تمہاری محنت کے بغیر ایک عمل بڑھا یعنی اس جھوٹ کہنے والے کی عبادت تمہارے نامہ اعمال میں فرشتے لکھ دیں گے حضرت سلطان الانبیا علیہ افضل الصلوٰۃ والثنا کے حضور میں ایک شخص کو لوگوں نے کہا کہ وہ بڑا زورآور ہے آپ نے فرمایا کہ وہ کیسا آدمی ہے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ جس سے کشتی لڑتا ہے اسے گراتا ہے اور سب سے کشتی میں اول آتا ہے حضرت صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے فرمایا کہ زور آور اور جوانمرد وہ شخص ہے جو اپنے غصہ سے برآئے نہ وہ کہ جو کسی کو گرالے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں ہیں کہ آدمی جب انھیں پہنچتا ہے تو اس کا ایمان کامل ہوتا ہے جب غصہ آئے تو بے جا امر کا قصد نہ کرے جب خوش ہو تو کسی کے حق سے نہ چوکے جب قادر ہو تو اپنے حق سے زیادہ نہ لے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ کسی کے خلق پر اعتماد نہ کرو تاوقتیکہ غصہ کے وقت اسے نہ دیکھ لو اور کسی کے دین پر اعتماد نہ کرو تاوقتیکہ طمع کے وقت اسے نہ آزمالو حضرت علی بن الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک دن مسجد جاتے تھے کسی نے انھیں گالی دی غلاموں نے اسے مارنے کا قصد کیا آپ نے فرمایا کہ اسے جانے دو پھر اس شخص سے کہا۔ اے عزیز! ہمارے جو عیب تجھ سے پوشیدہ ہیں وہ اس بات سے زیادہ ہیں جو تو کہتا ہے بھلا تجھے کچھ حاجت ہے جو ہمارے ہاتھ سے برآئے وہ شخص نہایت شرمندہ ہوا آپ جو کپڑا پہنے ہوئے تھے وہ اسے خلعت دیا اور ہزار درہم دینے کا حکم کیا وہ شخص یہ کہتا ہوا چلا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ بزرگ فرزند رسول ہے اور یہ بھی انھیں کی حکایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے اپنے غلام کو دو آوازیں دیں اور اس نے جواب نہ دیا فرمایا تو سنتا ہے اس نے کہا میں نے سنا فرمایا پھر جواب کیوں نہ دیا اس نے کہا کہ آپ کے حسن خلق سے بے خوف تھا کہ آپ مجھے رنج نہ دیجئے گا آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کا شکر ہے کہ میرا غلام مجھ سے بے خوف تھا اور آپ کا ایک غلام تھا اس نے بکری کا پاؤں توڑ ڈالا آپ نے پوچھا تو نے یہ کام کیونکر کیا اس نے جواب دیا کہ میں نے عمداً کیا تا کہ آپ کو غصہ دلاؤں آپ نے فرمایا کہ میں اب اسے غصہ میں لاتا ہوں جس نے یہ تجھے سکھایا یعنی ابلیس کو اور اس غلام کو آزاد کر دیا ایک شخص نے آپ کو گالی دی فرمایا اے جوانمرد میرے اور دوزخ کے بیچ میں یہی گھاٹی ہے اگر اس گھاٹی کو میں طے کر گیا تو جو کچھ تو کہتا ہے اس میں سے میں کچھ باک نہیں رکھتا اور طے نہ کر سکا تو جو کچھ تو کہتا

غفورالرحیم بخش دیا کرے اس نے عرض کی میرے ستر برس کے گناہ نہیں ہیں فرمایا تیری ماں کے گناہ اس نے عرض کی میری ماں کے بھی گناہ اتنے نہیں ہیں فرمایا تیرے باپ کے گناہ اس نے عرض کی کہ میرے باپ کے بھی گناہ اس قدر نہیں ہیں فرمایا تیرے بھائی مسلمانوں کے گناہ خدا بخش دے گا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ایک دن رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ مال کی تقسیم فرماتے تھے ایک شخص نے کہا کہ یہ تقسیم خدا کیواسطے نہیں ہے یعنی انصاف کی رو سے نہیں ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص کا یہ قول رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے نقل کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غصہ میں آئے اور آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور باوصف اس کے اس سے زیادہ اور کچھ نہ فرمایا کہ بھائی موسیٰ پر حق تعالیٰ رحمت نازل کرے کہ لوگوں نے انھیں اس سے زیادہ زیادہ رنج دیا اور انھوں نے صبر کیا۔ حاکموں اور امیروں کی نصیحت کے واسطے اس قدر حکایات اور حدیثیں کافی ہیں اس واسطے کہ اگر اصل ایمان برقرار ہو تو یہ اثر کرے گی اور اگر یہ حکایتیں اور حدیثیں اثر نہ کریں تو یہ بات ہے کہ اس کا دل ایمان سے خالی ہو گیا ہے فقط زبانی اقرار باقی ہے اور ایمان کی بات جو دل میں ہوتی ہے وہ اور ہے اور ایمان اور ہی چیز ہے میں نہیں جانتا کہ اس عامل کے دل میں حقیقت ایمان کیونکر رہے جو برس دن میں حرام کے کئی ہزار دینار حاصل کر کے اوروں کو دے دے تا کہ وہ سب دینار اس کی ضمانت میں رہیں اور قیامت میں اس سے طلب ہوں حالانکہ اس کا نفع اوروں کو پہنچا ہے اور یہ نہایت غفلت اور بے ایمانی ہے واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب فقط خدا کا بڑا فضل وانعام ہوا کہ اکسیر ہدایت ترجمہ کیمیائے سعادت کا دوسرا رکن بھی تمام ہوا ﴿ الحمد لله على نعمائه و الائه و الصلوٰة و السلام على انبيائه و اوليائه ﴾ فقط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿نحمد ونصلے علی رسولہ الکریم﴾

تیسرا رکن

راہ دین میں جو جو کھٹکے کا مقام ہے مہلکات جس کا نام ہے اس کے بیان میں کہ وہ کیا ہیں اور کتنے ہیں اور ان کا علاج کس طور سے کرتے ہیں۔ اس رکن کی بھی دس اصلیں ہیں پہلی اصل ریاضت نفس اور علاج خلق بد اور تدبیر خلق نیک کے بیان ہیں۔ دوسری اصل شہوت فرج وشکم کے علاج اور ان دونوں کی حرص توڑنے کے بیان میں تیسری اصل بات کرنے کی حرص کے علاج اور زبان کی آفت کے بیان میں چوتھی اصل خشم وحسد کے علاج اور ان کی آفتوں کے بیان میں پانچویں اصل محبت دنیا کے علاج کے بیان میں۔ اور اس بیان میں کہ دنیا کی محبت سب گناہوں کی سردار ہے چھٹی اصل محبت مال کے علاج اور آفت بخل کے بیان میں۔ ساتویں اصل جاہ وحشمت کی محبت اور اس کی آفت کے بیان میں۔ آٹھویں اصل عبادات میں ریا اور نفاق کے علاج اور اپنی پارسائی ظاہر کرنے کے بیان میں۔ نویں اصل علاج کبر وعجب کے بیان میں۔ دسویں اصل علاج غرور وغفلت کے بیان میں۔ اخلاق بد کی جڑیں یہی ہیں اس کی سب شاخیں انھیں دس جڑوں سے نکلتی ہیں جو شخص ان دسوں گھاٹیوں کو طے کر گیا اس نے اخلاق بد کی نجاست سے طہارت باطن بھی حاصل کر لی اور اس نے اپنے دل کو اس لائق کر لیا کہ حقائق ایمان مثلاً معرفت محبت توحید توکل وغیرہ سے آراستہ ہوا۔

پہلی اصل نفس کی ریاضت اور خلق سے بد سے طہارت کے بیان میں

تجھے کسی راہ میں دیکھے اور تیری ہیبت سے وہ راہ چھوڑ کر اور راہ نہ چلا جائے حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ فاسق نیک خو کی صحبت عالم بد خو کی صحبت سے مجھے بہت پسند ہے حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک بد خو آدمی سے راہ میں سابقہ ہوا جب اس سے جدا ہوئے تو رونے لگے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کیوں روتے ہیں کہا اس سبب سے روتا ہوں کہ وہ بیچارہ میرے پاس سے گیا اور وہ خوئے بد بھی اسی طرح اس کے ساتھ گئی اس سے چھوٹی نہیں حضرت کتانی رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ نیک خوئی صوفی پن ہے جو شخص تجھ سے زیادہ نیک خو ہے وہ تجھ سے زیادہ صوفی ہے حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ خوئے بد اتنا بڑا گناہ ہے کہ کوئی عبادت اسے سودمند نہیں ہوتی اور خوئے نیک اتنی بڑی عبادت سے ہے کہ کوئی گناہ اسے نقصان نہیں کرتا۔

خلق نیک کی حقیقت کا بیان

اے عزیز جان تو کہ خلق نیک کی حقیقت اور ماہیت علماء نے بہت طرح سے بیان کی ہے جو جس کے ذہن میں آیا وہ اس نے کہا لیکن پورا حال نہیں بیان کیا چنانچہ کوئی تو کہتا ہے کہ خلق نیک کی حقیقت و ماہیت کشادہ روئی ہے اور کوئی کہتا ہے کہ لوگوں کا رنج کھینچنا اور کوئی کہتا ہے کہ بدلا نہ لینا اور اس کے مانند جو جس کے دل میں آیا وہ اس نے حقیقت خلق نیک کی تعریف کی اور یہ تعریفیں خلق نیک کی شاخیں ہیں اس کی تمام حقیقت اور ماہیت نہیں ہم اس کی تمام ماہیت اور حقیقت اور تعریف بیان کرتے ہیں اے برادر اس بات کو معلوم کر کہ حق تعالیٰ نے آدمیوں کو دو چیزوں سے پیدا کیا ہے ایک جسم جسے ظاہر کی آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں اور ایک روح کہ اسے چشم عقل ہی سے پہچان سکتے ہیں اور ان دونوں میں سے ہر ایک کے واسطے جسے ظاہر کی آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں اور ایک روح کہ اسے چشم عقل ہی سے پہچان سکتے ہیں اور ان دونوں میں سے ہر ایک کے واسطے خوبی اور زشتی ہے ایک کو حسن خلق کہتے

خوئی مطلق ہوگی اور اگر ان میں سے بعض نیک ہوں تو نیک خوئی مطلق نہ ہوگی جس طرح کسی شخص کا دہن تو اچھا ہو آنکھ بری ہو یا آنکھ تو اچھی ہو ناک بری ہو تو خوبروئی مطلق نہ ہوگی اے عزیز جان تو کہ ان میں سے جب ہر ایک قوت زشت ہو تو برے خلق اور برے کام اس سے پیدا ہوتے ہیں اور ہر ایک کی برائی دو وجہ سے ہوتی ہے ایک اس زیادتی سے جو حد سے گذر جائے دوسرے اس کمی سے جو ناقص ہو جب علم کی قوت حد سے بڑھ جائے اور اسے برے کاموں میں صرف کریں تو اس سے مکاری اور بسیار دانی پیدا ہوگی اور جب ناقص ہو جائے تو ابلہی اور حماقت ہوں گی اور حسب معتدل ہو تو اس سے اچھی تدبیر اور رائے درست فکر صائب اور ٹھیک فراست پیدا ہوگی اور قوت غضبی اگر حد سے بڑھ جائے تو اسے تہور کہتے ہیں اور گھٹ جائے تو اسے بزدلی اور بے ہمتی کہتے ہیں اور اگر اعتدال پر رہے نہ بہت ہو نہ کم تو اسے شجاعت کہتے ہیں اور شجاعت سے کرم اور عالی ہمتی اور دلیری اور حلم اور بردباری اور آہستگی اور غصہ پی جانا اور اس کے مثل خلق پیدا ہوتے ہیں اور تہور سے کبر عجب لاف زنی پہلوانی خود کو خطرناک کے منہ میں ڈالنا اور اس کے مثل عادتیں پیدا ہوتی ہیں اور بزدلی سے خود کو ذلیل رکھنا بیچارگی خوشامد مذلت پیدا ہوتی ہے اور قوت شہوت اگر افراط سے ہو تو اسے حرص کہتے ہیں اور اس سے شوخی پلیدی بے مروتی ناپاکی ڈاہ امیروں سے ذلت کھینچنا فقیروں کو حقیر جاننا اور اس کے مثل بری عادتیں پیدا ہوتی ہیں اور اگر کم ہو تو اس سے سستی نامردی بے قراری پیدا ہوتی ہے اور اگر متعدل ہو تو اسے عفت کہتے ہیں اس سے شرم قناعت سہل گیری صبر ظرافت موافقت پیدا ہوتی ہے ان قوتوں میں سے ہر ایک کے دو کنارے ہیں وہ بری اور ناپسندیدہ ہیں اور امروں کا وسط نیک اور پسندیدہ ہے اور دونوں کناروں میں وہ وسط بال سے زیادہ باریک ہے اور صراط مستقیم وہی وسط ہے اور باریکی میں صراط آخرت کے مثل ہے جو اس صراط مستقیم پر سیدھا چلتا ہے وہ فردائے قیامت کو اس صراط پر بے خوف رہے گا

اس واسطے حق سبحانہ تعالیٰ نے ہر خلق میں وسط کا حکم فرمایا اور دونوں کناروں سے منع کیا اور ارشاد فرمایا ﴿ والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواما ﴾ یعنی ان لوگوں کی تعریف فرمائی ہے جو نفقہ دینے میں نہ اسراف کرتے ہیں نہ تنگی بلکہ وسط پر ٹھہر جاتے ہیں حق تعالیٰ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا ﴿ ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطھا کل البسط ﴾ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم تم نہ اتنا ہاتھ بند کرو کہ کچھ نہ دو نہ دفعتہً اس قدر ہاتھ کھول دو کہ سب دے ڈالو اور محتاج ہو جاؤ تو اے عزیز جان تو کہ نیک خوئی مطلق وہ ہوتی ہے جس میں یہ سب معنی معتدل اور ٹھیک ہوں جس طرح خربروئی مطلق وہ ہوتی ہے کہ آدمی کے سب اعضاء ٹھیک اور اچھے ہوں تو اس لحاظ سے خلق کے چار گروہ ہیں ایک وہ کہ جسے یہ سب صفتیں بدرجہ کمال حاصل ہوں اور یہ کمال مرتبہ کی نیک خوئی ہوتی ہے سب لوگوں کو ایسے آدمی کی پیروی کرنا چاہیے اور یہ کمال کسی کو نہیں ہوا ہے مگر سلطان الانبیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جس طرح حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے زمانہ میں خوبروے مطلق تھے دوسرا وہ کہ جس میں یہ سب صفتیں کمال درجہ بری ہوں اور وہ بدخوئے مطلق ہوتا ہے اسے لوگوں کے درمیان سے نکال دینا چاہیے کہ وہ شیطان کی صورت پاس رہتا ہے اس واسطے کہ شیطان نہایت زشت ہے اور شیطان کی برائی یہی ہے کہ اس کا باطن اور اس کے صفات و اخلاق برے ہیں تیسرا وہ کہ ان دونوں درجوں کے بین بین ہو لیکن اچھائی سے بہت نزدیک ہو چوتھا وہ کہ ان دونوں درجوں کے بیچ بیچ ہو مگر برائی سے نزدیک تر ہو جیسا خوبصورتی میں کمال خوبی اور کمال زشتی کمتر ہوتی ہے اکثر اوسط کا مرتبہ ہوا کرتا ہے ویسا ہی نیک سیرتی کا حال ہے تو ہر ایک کو یہ کوشش کرنا چاہیے کہ اگرچہ کمال کے درجہ کو نہ پہنچے لیکن کمال درجہ سے نزدیک تر ہو جائے اور اگر اس کے سب اخلاق نہ اچھے ہوں بھلا تھوڑے یا بہت تو اچھے ہو جائیں اور جس طرح

خوبروئی اور زشت روئی میں فرق کی کچھ نہایت نہیں اس طرح نیک دل اور بد دلی اور خوش خلقی اور بد خلقی کا یہی حال ہے خلق نیک کے پورے پورے معنی یہ ہیں اور یہ نہ ایک چیز ہے نہ دس نہ سو بلکہ بے شمار ہیں لیکن علم غضب شہوت عدل کی قوت ان کی جڑ ہے باقی سب اس کی شاخیں ہیں۔

فصل:

اس بیان میں کہ اچھے اخلاق پیدا کرنا ممکن ہے اے عزیز جان تو کہ بعضے لوگوں نے کہا ہے کہ جس طرح ظاہری صورت جیسی حق تعالی نے پیدا کردی ہے ویسی ہی رہتی ہے بدلتی نہیں کیونکہ کسی حکمت سے ٹھگنا قد لمبا نہیں ہوسکتا اور لمبا قد ٹھگنا نہیں ہوسکتا اور اچھی صورت بری نہیں ہوسکتی اور بری صورت اچھی نہیں ہوسکتی اسی طرح اخلاق جو باطن کی صورت ہیں وہ بھی نہیں بدلتے اور یہ کہنا خطا ہے اس واسطے کہ اگر ایسا ہوتا تو ادب دینا ریاضت کرنا پند دینا اچھی نصیحت کرنا سب باطل ہوتا حالانکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ﴿حسنوا اخلاقکم﴾ یعنی اپنی عادتوں کو نیک کرو اور یہ امر کیونکر محال ہوگا کہ محنت لے کر جانور سے بھی سرکشی چھڑا سکتے ہیں اور وحشی جانور کو بھی ہلا سکتے ہیں خلقت ظاہری پر اس کا قیاس باطل ہے اس واسطے کہ سب کام دو قسم پر ہیں بعضے وہ ہیں جن میں آدمی کے اختیار کو دخل نہیں جیسے چھوہارے کی گٹھلی سے سیب کا درخت نہیں پیدا کرسکتا لیکن چھوہارے کا درخت پرورش اور نگہداشت کرکے پیدا کرسکتے ہیں اس طرح غصے اور شہوت کی جڑ اپنے اختیار سے آدمی کے دل سے بالکل اکھاڑ پھینکنا اگرچہ ممکن نہیں ہے لیکن ریاضت اور مشقت سے غصے اور شہوت کو اعتدال پر لانا ممکن ہے اور اس کا ممکن ہونا تجربہ سے معلوم ہے لیکن بعضے لوگوں کے حق میں بہت دشوار ہوتا ہے اور اس کی دشواری دو سبب سے ہوتی ہے ایک تو یہ کہ اصل خلقت ہی میں غصہ اور شہوت بہت قوی ہو دوسرے یہ کہ آدمی نے بہت مدت تک ان کی اطاعت کی ہو حتیٰ کہ وہ قوی ہو گئے

ہوں اور اس بات میں خلائق کے چار درجے ہیں پہلا درجہ یہ ہے کہ آدمی سادہ دل ہو کہ ہنوز نیک کو بد سے نہ پہچانتا ہو اور اچھے برے کاموں کی عادت نہ ڈالی ہو اپنی پہلی ہی خلقت پر ہو یہ نقش پذیر ہوتا ہے اور جلدی صلاحیت قبول کرتا ہے لیکن اسے ایسے شخص کی حاجت ہوتی ہے جو اسے تعلیم کرے اور برے اخلاق کی آفتیں اس سے بیان کرے اور اسے ہدایت کرے اور سب لڑکے ابتداء خلقت میں ایسے ہوتے ہیں ان کے ماں باپ ان کے راہبر ہیں انھیں دنیا کا لالچی کر دیتے ہیں اور ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں حتیٰ کہ وہ جس طرح چاہتے ہیں زندگی بسر کرتے ہیں ان کے دین کی حفاظت ماں باپ کے ذمے ہے اسی واسطے حق سبحانہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ﴿ قوا انفسکم واھلیکم نارا ﴾ دوسرا درجہ یہ ہے کہ آدمی نے ہوز برا اعتقاد نہ کیا ہو لیکن غضب اور شہوت کی فرمانبرداری کا مدت تک خوگر ہو گیا ہو مگر یہ جانتا ہو کہ یہ نا کردی ہے اس کا راہ پر لانا مشکل کام ہے اسے دو چیزوں کی حاجت ہے ایک یہ کہ خوئے فاسد اس سے دور کریں دوسری یہ کہ صلاحیت کا بیج اس میں بوئیں لیکن اگر خود اس میں جدوجہد پیدا ہو جائے تو جلدی صلاحیت پر آ جائے گا اور بری عادت چھوڑ دے گا تیسرا درجہ یہ ہے کہ آدمی برائی کا خوگر ہو گیا ہو اور یہ جانتا بھی نہیں کہ یہ امر نہ کرنا چاہیے بلکہ اس کی نگاہ میں وہ برا کام اچھا معلوم ہو گیا ہو ایسا آدمی بہت کم صلاحیت پر آتا ہے چوتھا درجہ یہ ہے کہ باوجود برائی کے آدمی اس برے کام پر فخر کرے اور جانے کہ یہ برا کام ہے جس طرح لوگ یہ لاف زنی کرتے ہیں کہ ہم نے اتنے آدمیوں کو قتل کیا اور اتنی شراب پی یہ امر علاج پذیر نہیں ہوتا مگر کہ سعادت آسمانی اس پر نزول فرمائے کہ وہ اسے چھوڑ کر راہ پر آ جائے۔

علاج کے طریقہ کا بیان

اے عزیز جان! تو کہ جو شخص کسی برے خلق کو چھوڑا چاہے اس کا طریقہ ہے کہ وہ خلق اسے جو کچھ حکم کرے وہ اس حکم کے خلاف کرے کیونکہ مخالفت کے سوا اور کوئی

چیز خواہش کو نہیں توڑتی اور ہر چیز کو اس کی ضد توڑتی ہے جس طرح کہ جو بیماری گرمی سے ہو سرد چیز کھانا اس کا علاج ہے اور سب علاج اسی طرح پر ہیں تو جو شخص نیک کاموں کی عادت ڈالے گا اس میں اخلاق نیک پیدا ہوں گے اور شرع نے جو نیک کاموں کا حکم فرمایا ہے اس کا یہی بھید ہے کہ نیک صفت کی طرف دل کا پھرنا اس سے مقصود ہے اور آدمی تکلف سے جب کسی چیز کی عادت ڈالتا ہے تو وہی اس کی طبیعت ہو جاتی ہے جس طرح ابتدا میں لڑکا مکتب میں جانے اور تعلیم سے بھاگتا ہے جب اسے زبردستی بھیجا کریں تو اس کی عادت ڈالتا ہے تو وہ اس کی ایسی طبیعت اور سرشت ہو جاتی ہے کہ دنیا کی تمام راحتیں اور جو کچھ اپنے پاس رکھتا ہے اسی میں صرف کر ڈالتا ہے اور اس سے دستبردار نہیں ہوتا بلکہ بہت سی چیزیں جو طبیعت کے خلاف ہوتی ہیں وہ عادت کے سبب سے موافق ہو جاتی ہیں حتیٰ کہ بعضے آدمی ایسے ہوتے ہیں چوری کے سبب سے بید کھانے اور ہاتھ کٹوانے پر صبر کرنے کا فخر کرتے ہیں اور ہیجڑے پن پر باہم فخر کرتے ہیں بلکہ کوئی شخص حجاموں اور خاکروبوں کو دیکھے تو وہ بھی اپنے اپنے کام میں ایک دوسرے پر ایسا فخر کرتے ہیں جیسے علماء اور سلاطین اور یہ سب عادت کا نتیجہ ہے بلکہ جو شخص مٹی کھانے کی عادت ڈالتا ہے اس کا یہ حال ہو جاتا ہے کہ پھر مٹی سے صبر نہیں کرتا اور بیماری اور ہلاکت کے خطرے پر صبر کرتا ہے تو جو چیز خلاف طبع ہے وہ عادت کے سبب موافق طبع ہو جاتی ہے تو جو چیز طبیعت کے موافق ہے اور دل کی واسطے ایسی ہے جیسے بدن کے واسطے کھانا پینا وہ بطریق اولیٰ عادت کے سبب سے حاصل ہوگی اور خدا کی معرفت اور اطاعت کرنا اور غصے اور خواہش کو زیر دست کر لینا آدمی کا مقتضائے طبع ہے اس واسطے کہ وہ فرشتوں کی اصل سے ہے اور یہی اس کی غذا ہے اور ان چیزوں کے خلاف کی طرف جو اسے رغبت ہے وہ اس سبب سے ہے کہ وہ بیمار ہو گیا ہے یا اس کے نزدیک اس کی غذا بری ہو گئی ہے جو بیمار ہوتا ہے کھانے سے دشمنی رکھتا ہے اور جو چیز اسے مضر ہو اس کا لالچی

ہو جاتا ہے تو جو شخص خدا کی معرفت اور اطاعت کے سوا کسی اور کو زیادہ دوست رکھتا ہے اس کا دل بیمار ہے جیسا حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ فی قلوبھم مرض ﴾ (۳) اور فرمایا ہے ﴿ الا من اتی اللہ بقلب سلیم ﴾ (۴) اور جس طرح بیمار بدن کو اس جہاں میں ہلاکت کا خطرہ ہے اور اس طرح بیمار دل کو اس جہاں میں ہلاکت کا خطرہ ہے اور جس طرح بیمار کو سلامتی کی امید بے اس کے نہیں ہوتی کہ طبیب کے حکم کے بموجب اپنے نفس کے خلاف کڑوی دوائیں کھائے اس طرح دل کو بھی صاحب شرع جو دلوں کا طبیب ہے' اس کے کہنے کے بموجب خواہش نفسانی کی مخالفت کرنے کے سوا سلامتی حاصل کرنے کی اور کچھ تدبیر نہیں ہے غرضیکہ بدن کا علاج اور دل کا علاج دونوں کی ایک ہی راہ ہے جس طرح گرمی کے لیے سردی اور سردی کے لیے گرمی موافق آتی ہیں اسی طرح جس شخص پر مرض تکبر غالب ہو وہ زبردستی فروتنی کرنے سے شفا پائے گا اور اگر فروتنی اتنی غالب ہو کہ خست کے مرتبہ کو پہنچ گئی ہو تو تکبر اختیار کرنے سے اسے شفا ہو گی پس اے عزیز جان تو کہ نیک اخلاق کے تین سبب ہیں ایک تو اصل خلقت ہے یہ خدا کا محض افضل اور بڑی عنایت ہے کہ کسی کو اصل خلقت میں نیک پیدا کر دیا مثلاً سخی اور فروتن پیدا کیا اور ایسا اکثر ہوتا ہے دوسرا یہ کہ تکلف سے نیک کام کرنا اختیار کرے حتی کہ اسے نیک کاموں کی عادت ہو جائے تیسرا یہ کہ کچھ لوگوں کو نیک افعال اور خوش اخلاق دیکھے اور ان سے صحبت رکھے تو خواہ مخواہ اس کی طبیعت ان صفتوں کو اختیار کرتی ہے گو کہ اس سے بے خبر ہو اور جس شخص کو یہ تینوں سعادتیں حاصل ہوں یعنی اصل خلقت میں بھی نیک ہو اور نیک بندوں سے صحبت بھی رکھے اور نیک کاموں کی عادت بھی ڈالے وہ شخص سعادت میں کمال کے درجہ پر ہوتا ہے اور جس شخص کو حق تعالیٰ ان تینوں سعادتوں سے محروم رکھتا ہے کہ وہ اصل میں بھی ناقص ہو اور برے لوگوں کی صحبت بھی رکھے اور برے کاموں کی عادت بھی ڈالے وہ بھی کمال کے

صفت ہوگئی تو کام اس خلق کی صفت پر ہو جاتے ہیں پس تکلف سے نیک اعمال کرنا سب سعادتوں کی ابتدا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ دل نیک صفت حاصل کرتا ہے تب اس کا نور پھر باہر آتا ہے اور جو نیک اعمال پہلے تکلف سے ہوتے تھے اب طبیعت اور رغبت سے کرنے لگتا ہے اور اس کا سر وہ علاقہ ہے جو دل اور بدن میں ہے کہ بدن دل میں اثر کرتا ہے اور دل بدن میں اسی واسطے فعل غفلت سے ہوتا ہے وہ حقیر و ناچیز ہے کیونکہ دل تو اس سے غافل رہتا ہے۔

فصل:

اے عزیز جان تو کہ جس کو سردی سے بیماری ہوا سے نہ چاہیے کہ گرم چیز جتنی پائے کھا جائے اس واسطے کہ شاید گرمی سے بھی کوئی مرض ہو جائے بلکہ اس کے استعمال کے واسطے کانٹا بانٹ مقرر ہے کہ اس کے وزن کا لحاظ رکھنا چاہیے اور یہ سمجھنا چاہیے کہ مقصود یہ ہے کہ مزاج معتدل ہو جائے نہ گرمی کی طرف جھکے نہ سردی کی طرف جب مزاج حد اعتدال کو پہنچے گا تو علاج چھوڑ دے اس اعتدال کی حفاظت کرنے کی کوشش کرے اور معتدل چیزیں کھائے اس طرح سب اخلاق بھی دو طرفیں اور ایک وسط رکھتے ہیں ایک طرف مذموم ہے اور ایک محمود اور وسط معتدل ہے یہی اعتدال مقصود ہوتا ہے مثلاً بخیل سے مال دینے کو ہم اس وقت تک کہیں جس وقت تک مال دینا اس پر آسان ہو نہ اس قدر کہ اسراف کی حد کو پہنچ جائے اس واسطے کہ اسراف بھی مذموم ہے جس طرح علاج بدن کی ترازو علم طب ہے اس طرح کہ علاج دل کی ترازو علم شرع ہے تو آدمی کو ایسا ہونا چاہیے کہ شرع جو کچھ دینے کا حکم فرمائے اس کا دینا اس پر آسان ہو اسے رکھ چھوڑنے اور اس میں بخل کرنے کی خواہش نہ ہو اور جس چیز کے رکھ چھوڑنے کا شرع حکم فرمائے اس کے دینے کی خواہش نہ ہوتا کہ حد اعتدال پر رہے اور اگر اس میں اس تعمیل حکم شرع کی خواہش اور رغبت نہیں ہے مگر تکلف سے کرتا ہے تو ابھی بیمار ہے لیکن محمود ہے کہ تکلف سے دوا

کھاتا ہے کیونکہ یہ تکلف اس کی سرشت ہو جانے کی راہ ہے اس واسطے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کا حکم خوشی سے بجالاؤ اگر نہ ہو سکے تو جبر سے بجالاؤ کہ اس جبر کرنے میں بھی بہت نیکی ہے اے عزیز جان تو کہ جو تکلف سے مال دیتا ہے وہ سخی نہیں ہے بلکہ سخی وہ ہے جسے مال دینا آسان ہو اور جو شخص تکلف سے مال رکھ چھوڑے وہ بخیل نہیں بلکہ بخیل وہ ہے کہ مال رکھ چھوڑنا جس کی طبیعت اور سرشت ہو تو چاہیے کہ تکلف دور ہو جائے اور سب اخلاق ملکہ ہو جائیں بلکہ کمال خلق یہ ہے کہ آدمی اپنی باگ شرع کے ہاتھ میں دے دے اور شرع کی تابعداری اس پر آسان ہو جائے اور اس کے دل میں کچھ جھگڑا نہ باقی رہے جیسا کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ فلاوربک لایومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لاتجد وافی انفسھم حرجامماقضیت ﴾ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں کا ایمان اس وقت پورا ہو گا کہ اپنی لڑائی میں تم کو اپنا حاکم بنائیں اور دلوں میں کچھ گرانی اور تنگی تمہارے حکم سے نہ ہو اس میں ایک بھید ہے ہر چند اس کتاب میں وہ بھید بیان کرنے کی گنجائش نہیں لیکن اشارہ کچھ بیان کیا جاتا ہے اے عزیز جان تو کہ آدمی کی سعادت یہ ہے کہ ملائیکہ کی صفت پر ہو جائے تو اس واسطے کہ وہ ان ہی کی اصل سے ہے اور اس عالم میں مسافر ہے اور عالم ملائکہ اس کا معدن ہے اور جو صفت اجنبی یہاں سے لے جائے گا وہ اسے ملائیکہ کی موافقت سے دور رکھے گی تو چاہیے کہ جب وہاں جائے تو ملائیکہ ہی کی صفت پر ہو یہاں سے کوئی اجنبی صفت اپنے ساتھ نہ لے جائے اور جس شخص کو مال رکھ چھوڑنے کی حرص ہوتی ہے وہ مال کے ساتھ مشغول ہے اور جس کو مال خرچ کرنے کی حرص ہے وہ بھی مال کے ساتھ مشغول ہیں اور جو شخص تکبر کا حریص ہے وہ خلق کے ساتھ مشغول ہے اور ملائیکہ نہ مال کے ساتھ مشغول ہے نہ خلق کے ساتھ بلکہ حضرت الٰہیت کے عشق کے سوا اور کسی چیز کی طرف خود التفات ہی نہیں کرتے تو مال اور خلق

سے آدمی کے دل کا رشتہ تعلق ٹوٹا رہنا چاہیے تا کہ ان سے بالکل پاک ہو جائے اور جس صفت سے آدمی کو خالی ہونا ممکن نہیں تو چاہیے کہ اس کے وسط پر ٹھہرے تا کہ من وجہ گویا دونوں طرفوں سے خالی رہے جس طرح پانی گرمی اور سردی سے خالی نہیں جب معتدل اور تازہ سا ہو تو وہ گویا دونوں سے خالی ہے تو ہر صفت میں وسط اور اعتدال کا جو حکم ہے وہ اسی بھید کو اسی واسطے ہے تو دل پر نظر رکھنا چاہیے تا کہ سب سے ٹوٹے اور حق تعالیٰ میں ڈوبے جیسا حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ﴿ قل اللہ ثم ذرھم ﴾ بلکہ لا الہ الا اللہ (٦) کی حقیقت خود یہی ہے اور چونکہ یہ ممکن نہیں کہ آدمی تمام آلائش سے پاک ہو اس واسطے ارشاد فرمایا ﴿ وان منکم الا واردھا علی ربک حتما مقضیا ﴾ (٧) تو اس بیان سے معلوم ہوا کہ سب ریاضتوں کی نہایت اور سب مشقتوں کی غایت اور مقصود یہ ہے کہ آدمی توحید کے مرتبہ کو پہنچ جائے پس اس کو دیکھے اور اس کو پکارے اس کی بندگی کرے اس کے سوا اور کوئی کسی چیز کی دل میں خواہش ہی نہ باقی رہے آدمی جب ایسا ہو جائے تو خلق نیک حاصل ہو گئے بلکہ بشریت سے گزر کر حقیقت کو پہنچ گیا۔

فصل:

اے عزیز جان تو کہ ریاضت بڑا مشکل کام اور بہت کٹھن بات ہے بلکہ جان کندن ہے لیکن اگر طبیب استاد ہو اچھی دوا یا دہو تو ریاضت بہت ہی آسان ہو جاتی ہے اور طبیب یعنی مرشد کا لطف یہ ہے کہ مرید کو پہلے ہی درجہ میں حقیقت حق کی طرف نہ بلائے کہ وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا اس واسطے کہ اگر لڑکے سے کہیں کہ مکتب کو جاتا کہ ریاست پاوے تو وہ خود ریاست ہی نہیں جانتا کہ کیسی ہوتی ہے مگر اس سے کہنا چاہیے کہ مکتب جا کہ شام کو ہم تجھے گیند ڈنڈا کھیلنے کو دیں گے یا لال بیا چڑ کو اطوطی مول لے دیں گے تا کہ لڑکا اس کے لالچ میں جائے جب لڑکا بڑا ہو جائے تو اسے اچھے کپڑے اور زیبائش کی ترغیب دلائے تا کہ وہ کھیل سے باز آئے جب

اور بڑا ہو تو اس کو سرداری اور ریاست کا وعدہ دے اور کہے کہ میاں ریشمی کپڑا پہننا عورتوں کا کام ہے جب اور بڑا ہو تو اس سے کہے کہ سرداری اور ریاست بے اصل چیز ہے مرنے سے سب جاتی رہتی ہے تب اسے بادشاہی جاوید کی طرف بلائے تو مرید شاید کہ ابتدا میں کمال خلوص پر قادر نہ ہو تو اسے یہ اجازت دینا چاہیے کہ بھیا ریاضت کرو تا کہ لوگ تمہیں اچھا جانیں تا کہ ریا کی آرزو میں پیٹ اور مال کا لالچ اس سے چھوٹ جائے جب اس سے فارغ ہو اور اس میں کچھ رعونت پیدا ہو تب رعونت کا لالچ اس سے اس طرح چھڑائے کہ اس سے فرمائے کہ بازار میں گدائی کیا کر جب اسے اس گدائی میں مقبولیت پیدا ہو تو اس سے بھی منع کرے اور ذلیل خدمتوں میں مشغول کرے جیسے پاخانہ وغیرہ صاف کرنا اسی طرح جو صفت اس میں پیدا ہوتی جائے اس کا بتدریج علاج کرتا رہے سب ایک ہی بار نہ حکم کر دے کہ وہ اس کی تاب نہ لا سکے گا یا نیک نامی کے لالچ میں سب رنج و محنت اٹھا سکے گا کہ ان سب صفتوں کی مثال سانپ بچھو کی ایسی ہے اور ریا کی مثال اژدہے کے مانند ہے کہ سبھوں کو نگل جاتا ہے اور سب بری صفتوں کے بعد جو صفت صدیقوں سے جاتی ہے وہ یہی ریا ہے۔

نفس کے عیب اور دل کی بیماری پہچاننے کی تدبیر کا بیان

اے عزیز جان! تو کہ تندرستی اور ہاتھ پاؤں آنکھ وغیرہ کی صحت اسی سے معلوم ہوتی ہے کہ جسے جس واسطے پیدا کیا ہے اس پر بخوبی قادر ہو مثلاً آنکھ بخوبی دیکھے پاؤں بخوبی چلے اسی طرح دل کی درستی اور صحت اس سے معلوم ہو گی کہ جو اس کی خاصیت ہے اور اسے جس واسطے پیدا کیا ہے وہ اس پر آسان ہو اور جو اصل خلقت میں دل کی طبیعت ہے اسے دوست رکھتا ہو اور یہ امر دو چیزوں سے ظاہر ہوتا ہے

ایک ارادت سے اور ایک قدرت سے ارادت تو یہ ہے کہ کسی چیز کو حق تعالیٰ سے زیادہ دوست نہ رکھے کیونکہ خدا کی معرفت دل کی غذا ہے جیسے کھانا بدن کی غذا ہے اور جس بدن سے کھانے کی خواہش بالکل جاتی رہے یا کم ہو جائے وہ بیمار ہے اور جس دل سے حق تعالیٰ کی معرفت اور محبت بالکل جاتی رہی یا کم ہوگی وہ دل بیمار ہے اس واسطے حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ﴿ قل ان کان اباو کم و ابنا و کم الایتہ ﴾ یعنی اگر ماں باپ لڑکے بالوں مال تجارت عشیرت قرابت کو اور جو کچھ رکھتے ہو اسے خدا اور رسول اور خدا کی راہ میں لڑنے سے زیادہ دوست رکھتے ہو تو ٹھہروحتی کہ خدا کا حکم آپہنچے اور تم دیکھ لو اور قدرت یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی فرمانبرداری اس پر آسان ہوگئی ہو یہ حاجت نہ باقی رہی ہو کہ اپنے اوپر جبر کر کے خود اس میں مشغول رکھے بلکہ خود اس کی لذت اور ذوق پیدا ہو گیا جیسا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ﴿ جعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ ﴾(۸) تو جب جو کوئی یہ مضمون اپنے میں نہ پائے تو بیماری دل کی یہ صحیح علامت اور صریح دلیل ہے اس شخص کو علاج میں مشغول ہونا چاہیے اور شاید خود پہچانے کہ میں اس بری صفت پر ہوں یا شاید نہ پہچانے کیونکہ آدمی اپنے عیب میں اندھا ہوتا ہے آدمی اپنے عیب چار طریق سے جان سکتا ہے ایک تو یہ کہ مرشد کامل کی خدمت میں جا بیٹھے تا کہ وہ مرشد اس شخص کو دیکھے اور اس کے عیب اس سے کہہ دے اور یہ امر اس زمانہ میں نادر ہے دوسرا طریق یہ ہے کہ کسی مہربان دوست کو اپنا نگہبان بنائے کہ وہ چکنی چکنی باتیں بنا کر اس کا عیب چھپائے نہیں اور حسد کی راہ سے اس کا عیب بڑھائے نہیں اور یہ بات بھی اس زمانہ میں کم ہے حضرت داؤد طائی قدس سرہ سے لوگوں نے کہا کہ آپ لوگوں میں کیوں نہیں بیٹھتے فرمایا کہ میں ایسے لوگوں میں بیٹھکر کیا کروں جو جو تیرا عیب مجھ سے چھپائیں تیسرا طریق یہ ہے کہ اپنے حق میں دشمن کی بات سنے کہ دشمن کی نگاہ بالکل عیب پر پڑتی ہے اگرچہ دشمنی کی وجہ سے وہ مبالغہ کرے گا لیکن اسکا کلام سچ سچ بات

سے تو خالی نہ ہوگا چوتھا طریق یہ ہے کہ لوگوں کو دیکھا کرے جو عیب اور کسی میں دیکھے خود اس عیب سے پرہیز کرے اور اپنے اوپر یہ گمان کرے کہ میں بھی ایسا ہی ہوں حضرت عیسیٰ السلام سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کو یہ ادب کس نے سکھایا فرمایا کسی نے نہیں لیکن جو بات میں نے کسی میں بری دیکھی اس سے حذر کیا اے عزیز جان تو کہ جو شخص بڑا احمق ہوتا ہے وہ اپنے حق میں بہت نیک گمان رکھتا ہے اور جو عقل مند ہوتا ہے وہ اپنے ساتھ بہت بدگمان رہتا ہے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منافقوں کا بھید تم سے کہا ہے مجھ میں تم نے کیا آثار نفاق دیکھے تو ہر ایک کو اپنے عیب ڈھونڈھنا چاہیے کہ جو بیماری نہ جانے گا علاج نہ کر سکے گا اور سب علاج مخالفت شہوت سے ہوتے ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿ ونهى النفس عن الهوى فان الجنته هى الماوى ﴾ (۹) اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب جہاد سے پھر کر آئے تو صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ ہم چھوٹے جہاد سے آئے یا بڑے جہاد سے صحابہ کرام نے عرض کیا کہ بڑا جہاد کیا ہے فرمایا جہاد نفس اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے رنج کو اپنے نفس سے باز رکھا اور خدا کی نافرمانی میں اس کی خواہش اسے نہ دے کہ فردائے قیامت کو تیرے ساتھ خصومت کرے اور تجھ پر لعنت کرے حتیٰ کہ تیرے سب اعضا ایک دوسرے کو لعنت کریں حضرت حسن بصری قدس سرہ فرماتے ہیں کہ کوئی منہ زور جانور کڑی لگام دینے میں نفس سے زیادہ اولیٰ تر نہیں حضرت سری سقطی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اخروٹ شہد میں ڈبو کر کھانے کو چالیس برس سے میرا نفس چاہتا ہے اب تک میں نے نہیں کھایا حضرت ابراہیم خواص قدس سرہ کہتے ہیں کہ کوہ لکام میں میں جاتا تھا وہاں بہت سے انار دیکھے انار کی آرزو میرے دل میں پیدا ہوئی ایک انار توڑا بہت کھٹا تھا اسے وہیں چھوڑ دیا اور چلا ایک مرد کو دیکھا کہ پڑا ہوا ہے اور

مطیع ہو جائے اس طرح نفس کو حق سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ انس نہیں پیدا ہوتا تاوقتیکہ تو اس کی سب عادتیں نہ چھڑائے اور آنکھ زبان بند نہ کرے اور گوشہ تنہائی اور بھوک اور خاموشی اور بے خوابی سے اسے محنت نہ دے اور یہ باتیں ابتدا میں نفس پر دشوار ہوتی ہیں جیسا دودھ چھوڑنا اس وقت بچے پر دشوار ہوتا ہے چند دنوں کے بعد ایسا ہو جاتا ہے کہ اگر اسے زبردستی دودھ دیا جائے تو بھی نہیں پی سکتا۔ اے عزیز جان تو کہ ریاضت اس طرح ہوتی ہے کہ جس چیز سے جو شخص بہت خوش ہوتا ہے اسے چھوڑ دے اور جو چیز اس پر بہت غالب ہو اس کے خلاف کرے تو جاہ و حشمت میں جس کی خوشی ہو وہ اسے ترک کر دے اور مال کے سبب جس کی خوشی ہو وہ مال خرچ کر ڈالے اس طرح جس شخص کے واسطے حق تعالیٰ کی محبت کے سوا کوئی محل آسائش و آرام ہو اسے اپنے سے زبردستی جدا کر دے اور اس کا ملازم ہو رہے جو ہمیشہ ساتھ رہے گا اور جس چیز کو موت کے سبب سے بہ مجبوری رخصت کرے گا اسے قصداً خود ہی چھوڑ دے اس کے ساتھ خدا ہی رہے گا جیسے حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی بھیجی تھی کہ اے داؤد میں ہی تیرا ساتھی ہوں تو میرا ہی رفیق رہ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے میرے دروں میں یہ پھونکا ﴿ احبب ما احببت فانک مفارقه ﴾ یعنی دنیا کی جس چیز کو جی چاہے دوست رکھ دنیا کی سب چیزیں تجھ سے چھوٹ جائیں گی۔

خلق نیک کی علامت کا بیان:

اے عزیز جان! تو کہ خلق نیک کی علامتیں وہ ہیں جو حق تعالیٰ قرآن شریف میں مسلمانوں کی صفت ارشاد فرماتا ہے ﴿ قد افلح المومنون الذین هم فی صلوتهم خاشعون ﴾ (۱۰) آخرت تک اور اس آیت میں فرمایا کہ ﴿ التائبون العابدون ﴾ (۱۱) اور یہ فرمایا کہ ﴿ وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض هونا ﴾ (۱۲) یہ مسلمانوں کی صفتیں اور خلق نیک کی علامتیں ہیں اور جو کچھ

منافقوں کی علامتیں بیان فرمائی ہیں وہ خوے بد کی علامت ہے جیسا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کا مطلب نماز روزہ اور عبادت ہوتا ہے اور منافق کا مطلب جانوروں کی طرح کھانا پینا ہوتا ہے حاتم اصم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ مسلمان فکر اور عبرت میں مشغول رہتا ہے اور منافق حرص اور آرزو میں مسلمان خدا کے سوا سب سے بے خوف رہتا ہے اور منافق خدا کے سوا سب سے ڈرتا رہتا ہے مسلمان خدا کے سوا سب سے نا امید رہتا ہے اور منافق خدا کے سوا سب سے امیدوار رہتا ہے مسلمان مال کو دین پر تصدق کرتا ہے اور منافق دین کو مال پر فدا کرتا ہے مسلمان عبادت کرتا ہے اور روتا ہے اور منافق گناہ کرتا ہے اور ہنستا ہے مسلمان تنہائی اور خلوت کو دوست رکھتا ہے اور منافق ازدحام لوگوں کی صحبت کو دوست رکھتا ہے مسلمان جوتا بوتا ہے اور ڈرتا ہے کہ شاید کھیت نہ کاٹنے پاؤں اور منافق نہ جوتتا ہے اور نہ بوتا ہے اور امید رکھتا ہے کہ کاٹ کر کھریاں لگا لوں گا بزرگوں نے کہا ہے کہ نیک خوئی یہ ہے کہ آدمی شرمگیں کم سخن کم رنج سچا صلاحیت ڈھونڈھنے والا بہت عبادت کرنے والا کم چوکنے والا فضول امر کم کرنے والا سب کا خیر خواہ سب کے حق میں نیک کردار صاحب وقار مشفق دھیما بڑا صابر قانع بڑا شاکر بردبار نرم دل رفیق ہاتھ کھینچنے والا کم طمع ہو نہ گالی دے نہ لعنت کرے نہ نقطہ چینی کرے نہ غیبت نہ فحش بکے نہ جلد بازی کرے نہ حسد اور کپٹ رکھے کشادہ پیشانی شیریں زبان رہے اس کی دوستی اور دشمنی اور خفگی اور خوشی خدا ہی کی واسطے ہو اے عزیز جان تو کہ خلق نیک اکثر بربادی سے ظاہر ہوتا ہے جیسا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کافروں نے بہت ستایا اور دندان مبارک شہید کر ڈالا آپ نے فرمایا خدایا ان پر رحم کر کہ یہ جانتے نہیں ہیں حضرت ابراہیم قدس سرہ صحرا میں جاتے تھے ایک لشکری ملا پوچھنے لگا تو بندہ ہے فرمایا ہاں کہا بتا آبادی کہاں ہے حضرت ابراہیم ادھم قدس سرہ نے قبرستان بتا دیا اس نے کہا میں آبادی ڈھونڈھتا ہوں فرمایا آبادی

اسی جگہ ہے لشکری نے ایک لاٹھی آپ کے سر پر ماری کہ خون بہنے لگا اور آپ کو شہر میں پکڑ لایا جب لوگوں نے دیکھا تو لشکری سے کہا او احمق یہ حضرت ابراہیم ادہم ہیں بڑے پارسا ہیں لشکری گھوڑے پر سے اتر پڑا اور پاؤں پر بوسہ دیا اور عرض کی کہ آپ نے یہ کیوں کہا کہ میں بندہ ہوں فرمایا اس سبب سے کہ میں بندہ خدا ہوں اس نے عرض کی کہ مجھے معاف کیجئے فرمایا میں نے معاف کر دیا اور جس گھڑی تو نے میرا سر توڑا تھا میں نے تیرے واسطے دعا کی تھی لوگوں نے پوچھا کیوں فرمایا اس واسطے کہ میں نے جانا تھا کہ مجھے اس کے سبب سے ثواب ہو گا میں نے نہ چاہا کہ مجھے تو اس کے سبب سے بھلائی نصیب ہو اور اسے میرے سبب سے برائی ملے حضرت ابوعثمان حیری قدس سرہ کی کسی نے دعوت کی اور آپ کو آزمانا اسے مقصود تھا جب آپ اس کے دروازے پر پہنچے تو اس نے اندر نہ جانے دیا اور کہا کہ اب کچھ بھی کھانا باقی نہیں ہے آپ پلٹ چلے جب تھوڑی دور چلے آئے تو وہ شخص پھر آیا اور آپ کو بلایا پھر جب آپ دروازے پر پہنچے تو اندر نہ جانے دیا اور وہی کہا کہ کچھ نہیں باقی ہے کئی بار ایسا ہی کیا جب آپ کو بلاتا آپ تشریف لے جاتے جب جواب دیتا پلٹ آتے آخر کو یہ بات عرض کی کہ اے شیخ میں آپ کو آزماتا تھا آپ مرد خوش اخلاق ہیں فرمایا کہ یہ جو تو نے مجھ سے دیکھا یہ تو کتے کا خلق ہے کہ جب اسے بلاؤ دوڑا آتا ہے جب ہنکاؤ بھاگ جاتا ہے اس کی کیا حقیقت ہے۔ ایک دن کسی شخص نے چھت پر سے طشت بھرا راکھ شیخ موصوف کے سر پر ڈال دی آپ نے کپڑے جھاڑ ڈالے اور خدا کا شکر کیا لوگوں نے پوچھا آپ نے شکر کیوں کیا فرمایا جو شخص آگ کے قابل ہو اس پر راکھ ڈالیں تو شکر کا مقام ہے حضرت علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام کا رنگ بہت سانولا تھا اور دروازے پر نیشاپور میں ایک حمام تھا جب آپ حمام میں جاتے تو لوگ حمام خالی کر دیتے ایک دن حمام خالی کر دیا گیا آپ اندر تشریف لے گئے اور حمامی غافل ہو گیا ایک گنوار حمام میں گھس گیا آپ کو دیکھا سمجھا کہ حمام کے خادموں میں

سے کوئی خادم ہے آپ سے کہنے لگا اٹھ پانی لا آپ پانی لے آئے کہا اٹھ مٹی لا آپ اٹھ کر مٹی بھی لائے اسی طرح آپ سے ایک ایک کام کا حکم کرتا آپ بجالاتے جب حمامی آیا اور گنوار کی آواز سنی کہ یہ باتیں کر رہا ہے تو ڈر کے بھاگ گیا جب آپ باہر نکلے تو لوگوں نے عرض کی کہ اس امر کے خوف سے حمامی بھاگ گیا ہے فرمایا اس سے کہدو کہ تو نہ بھاگ قصور تو اس کا ہے جس نے فرزند کا تخم سیہ فام لونڈی کے رحم میں بویا عبداللہ درزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بزرگ تھے ایک گبران سے کپڑے سلواتا اور ہر بار کھوٹا روپیہ سلائی دیتا وہ لے لیتے ایک مرتبہ وہ خود نہ تھے شاگرد نے کھوٹا روپیہ نہ لیا جب آئے تو شاگرد سے کہا کہ تو نے یہ امر کیوں کیا کہ برسوں گزر گئے وہ میرے ساتھ یہی معاملہ کرتا ہے اور میں نے کبھی اس پر ظاہر نہیں کیا اور ہمیشہ اس خیال سے لیا کیا کہ اس کھوٹے روپے سے اور کسی مسلمان کو نہ فریب دے حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کہیں جاتے تو لڑکے پتھر مارتے آپ کہتے کہ میاں لڑکو چھوٹے چھوٹے پتھر مارو کہ میرا پاؤں نہ ٹوٹ جائے ورنہ میں نماز کو کھڑا نہ ہوسکوں گا حضرت احنف بن قیس رحمہ اللہ تعالیٰ کو کوئی شخص گالیاں دیتا ہوا ان کے ساتھ ساتھ چلا وہ چپ تھے جب اس مقام کے قریب پہنچے جہاں ان کے عزیز قریب رہتے تھے تو کھڑے ہو گئے اور اس سے کہا کہ بھئی اگر کچھ گالیاں باقی ہوں تو وہ بھی دے لے اس واسطے کہ اگر میری قوم کے لوگ گالیاں دیتے سن پائیں گے تو تمہیں سنائیں گے ایک عورت نے حضرت مالک ابن دینار کو کہا اے ریاکار انھوں نے فرمایا کہ اے نیک بخت بصرہ کے لوگوں نے میرا نام گم کر دیا تھا تو نے ڈھونڈھ نکالا کمال حسن خلق کی علامت یہ ہے جو یہ بزرگ رکھتے تھے اور یہ ان لوگوں کی صفت ہے جو ریاضت کرتے کرتے خود کو صفات بشریت سے بالکل پاک کر چکے ہوں اور حق تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں دیکھتے اور جو امر دیکھتے ہیں اسی سے دیکھتے ہیں جو شخص اس صفت سے موصوف نہ ہوا سے اپنی نسبت نیک خوئی کا گمان اور غرہ نہ کرنا چاہیے

واللہ اعلم۔

لڑکوں کی پرورش کا بیان

اے عزیز جان! تو کہ فرزند ماں باپ کے ہاتھ میں ایک امانت ہے اور اس کا دل پاک گوہر نفیس کے مانند ہے موم کی طرح نقش پذیر ہے اور سب نقشوں سے خالی ہے اور زمین پاک کے مثل ہے کہ جو تخم تو اس میں بوئے گا اگے گا اگر نیکی کا تخم بوئے گا تو لڑکا دین دنیا کی سعادت کو پہنچے گا اور ماں باپ اور معلم اس کے ثواب میں شریک رہیں گے اگر نیکی کا تخم نہ بوئے گا تو لڑکا بد بخت ہوئے گا اور جو فعل اس سے سرزد ہوں گے اس میں ماں باپ اور معلم بھی شریک رہیں گے اس واسطے کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ﴿قوا انفسکم و اھلیکم نارا﴾ (۱۳) اور آتش دنیا کی بہ نسبت آتش دوزخ سے لڑکے کو بچانا بہت ضرور ہے اور اس کو آتش دوزخ سے بچانا بایں طور ہوتا ہے کہ اسے باادب رکھے اور نیک اخلاق سکھائے اور بری صحبت سے بچائے کہ صحبت بد سب برائیوں کی جڑ ہے اور اسے اچھے کھانے پہننے کا خوگر نہ کرے اگر خوگر ہو جائے گا تو اس کے بغیر صبر نہ کر سکے گا اور اچھے کھانے کپڑے کی تلاش میں تمام عمر ضائع کرے گا بلکہ ابتدا ہی میں یہ کوشش کرنا چاہیے کہ جو عورت لڑکے کو دودھ پلائے صالحہ اور نیک خو اور حلال کی کھانے والی ہو اس واسطے کہ انا کی خوئے بد لڑکے میں سرایت کرتی ہے اور جو دودھ کہ حرام سے حاصل ہوتا ہے وہ پلید ہے جب لڑکے کا گوشت پوست اس سے پیدا ہوگا اس کی طبیعت میں اس کے ساتھ مناسبت پیدا ہوگی کہ وہ مناسبت جوانی کے بعد ظاہر ہوگی جب لڑکے کی زبان کھلے تو چاہئے کہ پہلے اللہ کا نام لے اللہ کا نام پہلے سے اسے سکھانا چاہیے اور جب ایسا ہوا کہ بعضی چیزوں سے شرماتا ہے تو یہ شرمانا بشارت ہے اور اس بات کی دلیل ہے کہ نور عقل اس پر پڑا اور عقل شحنہ شرم کو اس پر متعین کرتی ہے کہ بری باتوں پر شرم اسے خجالت دیتی ہے اور لڑکے میں پہلے کھانے کی خواہش پیدا ہوتی ہے تو

کھانے کے آداب اسے سکھانا چاہئیں تا کہ داہنے ہاتھ سے کھائے بسم اللہ کہے جلدی نہ کھائے اور خوب چبائے اوروں کے نوالوں پر نظر نہ دوڑائے اپنے سامنے سے لقمہ اٹھائے جب تک ایک نوالہ اتار نہ لے تب تک دوسرے نوالے کے واسطے ہاتھ نہ بڑھائے ہاتھ اور کپڑا نہ بھرے کبھی کبھی اسے روکھی روٹی دینا چاہیے تا کہ ہمیشہ سالن وغیرہ کا عادی نہ ہو جائے اور بہت کھانے کو اس کی نگاہ میں برا ٹھہرائے اور کہے کہ بہت کھانا جانوروں کا اور احمقوں کا کام ہے اور جو لڑکے بہت کھاتے ہیں اس کے سامنے ان کا عیب بیان کرے اور جو لڑکا با ادب ہو اس کی تعریف کرے تا کہ اس کو بھی اپنی تعریف کرانے کا شوق ہو اور وہ بھی ایسا ہی کیا کرے سفید کپڑے اس کی نگاہ میں اچھے ٹھہراوے ریشمی اور رنگین کپڑے کی برائی اس کے دل میں جما دے اور کہے کہ میاں ریشمی اور رنگین کپڑے پہننا رنڈیوں اور لونڈیوں کا کام ہے اور خود کو بنانا سنوارنا ہیجڑوں اور زنانوں کا شیوہ ہے مردوں کا کام نہیں جو لڑکے خوش غذا اور خوش لباس ہوں ان کی سنگت میں اسے نہ پڑنے دے حتیٰ کہ یہ انھیں دیکھنے بھی نہ پائے کہ وہ اس کی خرابی کا سبب ہوں گے اس واسطے کہ یہ اگر انھیں دیکھے گا تو خود بھی اچھے کھانے پہننے کی آرزو کرے گا اور بری صحبت سے اسے نگاہ رکھے کیونکہ جب لڑکے کو بری صحبت سے لوگ نگاہ نہیں رکھتے تو وہ شوخ بے حیا چور جھوٹا گستاخ بیباک ہو جاتا ہے اور مدت تک یہ باتیں اس سے نہیں چھوٹتیں جب مکتب میں بٹھائے تو قرآن پڑھائے پھر صالح اور پرہیز گار لوگوں کی حکایتوں میں اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بزرگان سلف کی عادتوں میں اسے مشغول کرے اور اس واسطے اسے ہرگز نہ چھوڑنا چاہیے کہ جن اشعار وغیرہ میں عشق کی باتیں اور عورتوں کی تعریف ہے ان میں مشغول ہو جائے اور ایسے معلم اور ادیب سے اسے محفوظ رکھنا چاہیے جو کہتا ہو کہ اس قسم کے اشعار وغیرہ سے طبیعت تیز ہوتی ہے کہ وہ ادیب نہیں ہے بلکہ شیطان ہے کب برائی کا تخم اس کے دل میں بوئے جب لڑکا نیک کام کرے اور نیک عادت

اس میں پیدا ہوتو اس پر تعریف کرے اور جس چیز سے وہ خوش ہوتا ہو وہ اسے دے اور لوگوں کے سامنے اس کی تعریف کرے لڑکا اگر کچھ کرے تو دو ایک بار انجان بن جائے تا کہ وہ گالیاں کھانے اور خفگی کی باتیں اٹھانے کی عادی نہ ہو جائے خصوصاً جب وہ چھپا کر کوئی خطا کرے اس واسطے کہ اگر اس سے بہت کہا جائے گا تو وہ اس خطا پر دلیر ہو جائے گا اور کھلم کھلا خطا کرنے لگے گا اور جب بار بار خطا کرے تو ایک بار چھپا کر سرزنش کرے اور کہے کہ خبردار ایسا نہ کرنا کوئی تیری یہ خطا نہ جاننے پائے ورنہ لوگوں میں تو فضیحت ہو گا اور لوگ تجھے کچھ نہ سمجھیں گے باپ کو چاہیے کہ اپنی عظمت اس کے ساتھ نگاہ رکھے اور ماں کو چاہیے کہ باپ سے اسے ڈرایا کرے دن کو اسے نہ سونے دینا چاہیے ورنہ کاہل ہو جائے گا اور رات کو اسے نرم بچھونے پر نہ سلائے تا کہ اس کا بدن مضبوط اور قوی ہو تمام دن میں گھڑی بھر اسے کھیل کی اجازت دینا چاہیے تا کہ چاق ہو جائے اداس اور تنگدل نہ رہے کہ اس سے بدخوئی پیدا ہوتی ہے اور دل اندھا ہو جاتا ہے اور اسے سکھانا چاہیے کہ ہر ایک سے فروتنی کیا کرے اور لڑکوں پر فخر اور لاف زنی نہ کیا کرے لڑکوں سے کچھ لے نہیں بلکہ انھیں کچھ کچھ دیا کرے لڑکے سے کہنا چاہیے کہ دوسرے سے لے لینا فقیروں اور بے ہمت لوگوں کا کام ہے اور اس امر کی اجازت ہرگز نہ دینا چاہیے کہ کسی سے نقد یا جنس لینے کی خواہش کرے کہ اس سے خراب ہو گا اور برے کاموں میں پڑ جائے گا اور اسے سکھانا چاہیے کہ لوگوں کے سامنے نہ تھوکا کرے نہ ناک چھنکا کرے اور لوگوں کی طرف پیٹھ کر کے نہ بیٹھا کرے ادب کے ساتھ بیٹھا کرے اور ٹھڈی کے نیچے ہاتھ دے کر نہ بیٹھا کرے کہ یہ کاہلی کی علامت ہے' اور بہت بکا نہ کرے اور قسم ہرگز نہ کھایا کرے جب تک کوئی کچھ پوچھے نہیں از خود بات نہ کرے اور جو اس سے بڑا ہو اس کی عظمت کیا کرے اس کے آگے آگے نہ چلا کرے فحش اور لعنت سے زبان کو بچائے رکھے اس سے کہہ دینا چاہیے کہ میاں جب استاد مارا کرے تو جزع فزع نہ

کیا کرو اور سفارشی نہ لے جایا کرو صبر کیا کرو مردوں ہی کا کام تحمل کرنا ہے لونڈیوں اور عورتوں کا کام رونا چلانا ہے جب لڑکا سات برس کا ہو تو اسے نرمی سے طہارت اور نماز پڑھنے کا حکم کرے جب دس برس کا ہو اور کچھ قصور کرے تو اسے مارے اور ادب دے چوری حرام خوری دروغ گوئی کو اس کے نزدیک برا ٹھہراوے اور ہمیشہ ان چیزوں کی برائی کیا کرے جب اس طرح لڑکے کو پرورش کریں اور وہ جوان ہو تو ان آداب کے بھید اس سے کہے تا کہ اس میں اثر کریں پھر اس سے کہے کہ کھانا کھانے سے مقصود یہ ہے کہ بندے کو خدا کو عبادت کرنے کی قوت حاصل ہو اور دنیا سے زاد آخرت مقصود ہے کہ دنیا کسی کے ساتھ نہیں رہتی اور موت جھٹ پٹ اچانک آجاتی ہے اور عقل مند وہی شخص ہے جو دنیا سے زاد آخرت لے لے تا کہ بہشت میں جائے اور حق تعالے اس سے خوش ہو اور دوزخ کا حال اس سے کہنا شروع کرے اور کاموں کا ثواب و عذاب اس سے کہے جب ابتداء ہی سے اسے ادب کے ساتھ پرورش کریں گے تو یہ باتیں پتھر کی لکیر ہو جائیں گی اور اگر پہلے سے اسے اپنے حال پر چھوڑ دیا تو یہ باتیں ایسی ہوں گی جیسے دیوار سے خاک جھڑ جاتی ہے حضرت سہل تستری فرماتے ہیں کہ میں تین برس کا تھا میرے ماموں محمد ابن سوار نماز پڑھتے تھے میں انھیں دیکھتا تھا ایک بار انھوں نے مجھ سے کہا کہ بیٹا جس خدا نے تجھے پیدا کیا ہے تو اسے یاد نہیں کرتا میں نے کہا کہ ماموں میں کیونکر یاد کروں کہا رات کو جب تو بچھونے پر سوتا ہے تین بار دل سے کہہ لیا کر زبان سے نہیں کہ خدا میرے ساتھ ہے خدا میری طرف دیکھتا ہے خدا مجھے دیکھتا ہے کئی شب میں نے یوں کہا پھر انھوں نے فرمایا کہ ہر شب سات بار کہا کر پھر فرمایا کہ ہر شب گیارہ مرتبہ کہا کرتا تھا میرے دل میں اس کی حلاوت پیدا ہوئی جب ایک سال گزرا تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے جو کچھ تجھ سے کہا تھا وہ تمام عمر یاد رکھنا حتیٰ کہ تجھے قبر میں ڈال دیں کہ یہ شغل دونوں جہاں میں تیرا دستگیر ہوگا کئی برس تک میں یوں ہی کہتا رہا حتی کہ اس

۷ اور نہیں ہے کوئی تم میں سے مگر گزرنے والا اس پر سے یہ وعدہ لازم ہے تیرے پروردگار پر مقرر کیا ہوا۔

۸ کی گئی ہے روشنی میری دونوں آنکھوں کی نماز میں۔

۹ اور باز رکھا نفس کو خواہش سے پس بے شک جنت اس کا مقام ہے۔

۱۰ بے شک نجات پائی مسلمانوں نے ایسے مسلمان کہ نماز میں رجوع کرنے والے ہیں۔

۱۱ توبہ کرنے والے عبادت کرنے والے۔

۱۲ خدا کے بندے وہ لوگ ہیں جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں یعنی ان پر فروتنی غالب ہے۔

۱۳ بچاؤ اپنے نفسوں کو اور اپنے اہل وعیال کو آتش دوزخ سے۔

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

ابتدائے مجاہدہ میں جو شرائط مرید ہیں ان کا اور ریاضت سے راہ دین پر چلنے کیفیت کا بیان

اے عزیز جان! تو کہ جو شخص خدا کو نہ پہنچا اس سبب سے نہ پہنچا کہ راہ نہ چلا اور جو راہ نہ چلا اس سبب سے نہ چلا کہ اس نے طلب نہ کیا اور جس نے طلب نہ کیا اس سبب سے نہ کیا کہ اس نے جانا نہیں اور اس کا ایمان پورا نہیں اس واسطے کہ جو شخص یہ جانتا ہے کہ دنیا میلی ہے اور چند روز کی ہے اور آخرت مصفا ہے اور ہمیشہ ہے ارادہ اور زاد آخرت طلب کرنا اس میں پیدا ہوتا ہے اور اس پر بہت دشوار نہیں ہوتا کہ حقیر چیز کو نفیس چیز کے عوض میں ہاتھ سے دے دے اس واسطے کہ آج مٹی کا پیالہ اس واسطے چھوڑ دینا کہ کل سونے کے کٹورے ملیں آدمی پر بہت دشوار نہیں ہوتا تو ضعف ایمان ان سب باتوں کا سبب ہے اور ضعف ایمان کا سبب یہ ہے کہ راہ بتانے والے مفقود ہیں اس واسطے کہ دین کے راہبر اور دلیل علماء پرہیز گار ہیں اور یہ گم ہو گئے ہیں جب راہبر اور دلیل ہی نہیں تو راہ خالی رہ گئی اور خلق اپنی سعادت سے محروم ہو گئی اور جو عالم باقی رہ گئے ہیں ان پر دنیا کی محبت غالب ہو گئی ہے جب یہ طلب دنیا میں پڑے ہیں تو خلق کو دنیا سے آخرت کی طرف کیونکر بلا سکیں اور دنیا کی راہ راہ آخرت کے برخلاف ہے دنیا اور آخرت ایسی ہیں جیسے مشرق اور مغرب کی کہ آدمی جب ایک سے نزدیک ہوتا ہے تو دوسرے سے دور ہو جاتا ہے تو جسے حق تعالیٰ کا ارادہ پیدا ہوتا ہے وہ ان لوگوں میں سے ہو جاتا ہے جنہیں حق تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ ومن اراد الاخرة سعى لها سعيها ﴾ (۱) آدمی کو جاننا چاہیے کہ حق تعالیٰ یہ جو ارشاد فرماتا ہے کہ ﴿ وسعى لها سعيها ﴾ تو یہ سعی کیا ہے۔ اے عزیز جان! تو کہ اس سعی سے راہ چلنا مراد ہے اور راہ چلنے کے واسطے پہلے ہی مرتبے میں کئی شرطیں ہیں کہ پہلے ہی سے ان شرطوں کو بجالانا چاہیے پھر ایک دستاویز ہے کہ اسے تمسک کرنا

چاہیے پھر ایک قلعہ اور حصار ہے کہ اس سے پناہ لینا چاہیے پہلی شرط یہ ہے کہ اپنے اور حق تعالیٰ کے درمیان سے آڑ اور حجاب اٹھادے تا کہ اس قوم میں سے نہ ہو جائے جسے حق تعالیٰ یوں ارشاد فرماتا ہے ﴿ وجعلنا من بین ایدیھم سدا و من خلفھم سدا ﴾ (۲) اور حجاب چار ہیں مال، جاہ، تقلید، معصیت۔ مال اس واسطے حجاب ہے کہ اس کے ساتھ دل اٹکا رہتا ہے اور جب تک دل فارغ نہ ہو تب تک آدمی راہ نہیں چل سکتا تو پہلے چاہیے کہ قدر حاجت کے سوا باقی مال کو آدمی اپنے پاس سے دور کرے اس واسطے کہ مال بقدر حاجت میں مشغلہ نہیں ہوتا ہے اور اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ اپنے پاس کچھ رکھتا ہی نہیں اور خدا ہی کے واسطے محنت کرتا ہے تو اس کی راہ جلد طے ہو جائے گی اور جاہ و حشمت کا حجاب بایں طور اٹھ جاتا ہے کہ آدمی بھاگے اور ایسی جگہ جائے جہاں لوگ اسے نہ پہچانتے ہوں اس واسطے کہ جب نامی ہو گا تو خلق میں اور خلق کے قبول کرنے کی لذت میں ہمیشہ مشغول رہے گا اور جو شخص خلق سے لذت پائے گا وہ حق تعالیٰ تک نہ پہنچے گا اور تقلید اس واسطے حجاب ہے کہ آدمی نے جب کسی کے مذہب کا اعتقاد کیا اور کوئی اعتراض اور جدل کی بات سنی تو اور کسی چیز کی اس کے دل میں جگہ نہیں رہتی پس چاہیے کہ ان سب باتوں کو بھلا دے اور لا الہ الا اللہ کے معنی کا ایمان لائے اور اپنے دل سے اس کی تحقیق طلب کرے اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے سوا اس کا اور کوئی معبود نہ باقی رہے کہ وہ اس کی بندگی کرے جس شخص پر ہوس غالب ہوتی ہے تو ہوا و ہوس ہی اس کا معبود ہوتی ہے جب یہ مضمون حقیقت ہو جائے تو چاہیے کہ مجاہدہ اور ریاضیت سے کاموں کا کشف ڈھونڈھے جدل اور بحث سے نہیں اور معصیت تو بڑا ہی حجاب ہے اس واسطے کہ جو شخص کسی گناہ پر مصر ہوتا ہے اس کا دل تاریک ہو جاتا ہے اسے حق تعالیٰ کیونکر منکشف ہو گا خصوصا حرام کی روزی اس واسطے کہ حلال کی روزی دل کے روشن ہونے میں جو اثر کرتی ہے اور کوئی چیز نہیں کرتی اصل یہ ہے کہ آدمی حرام کے لقمے

سے حذر کرے اور حلال روزی کے سوا کچھ نہ کھائے اور جو شخص ظاہر شرع پر عمل کرنے اور سب معاملات شرعی بجالانے کے پہلے چاہے کہ دین اور شریعت کے بھید مجھ پر کھل جائیں اس کی مثل ایسی ہے جیسے کوئی شخص عربی پڑھنے کے پہلے قرآن شریف کی تفسیر پڑھنا چاہے اور جب یہ سب حجاب اٹھا دے تو اس شخص کے مثل ہو گیا جو طہارت کر کے نماز پڑھنے کے قابل ہوا ہو اب اسے امام کی حاجت ہو گی کہ اس کی اقتداء کرے وہ پیر ہے اس واسطے کہ پیر کے بغیر راہ چلنا راست نہیں آتا اس واسطے کہ راہ پوشیدہ ہے اور شیطان کی راہیں خدا کی راہ سے ملی ہوئی ہیں حق راہ ایک ہی ہے اور باطل راہیں ہزاروں ہیں تو بے دلیل اور راہبر کے راہ چلنا کیونکر ممکن ہو گا جب پیر ہاتھ لگ جائے تو چاہیے کہ مرید اپنے سب کاموں کو اسی پر چھوڑ دے اور اپنا اختیار باقی ہی نہ رکھے اور یقین جانے کہ اپنی رائے صائب کی بہ نسبت پیر کی خطا میں اس کا بڑا فائدہ ہے (۳)۔

سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید کہ سالک بے خبر نبود زراہ و رسم منزلہا

پیر سے جو بات ایسی وقوع میں آئے جس کی وجہ اسے نہ معلوم ہو تو حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہما الصلوٰۃ والسلام کا قصہ یاد کرے کہ وہ حکایت پیر اور مرید ہی کے واسطے ہے کہ مشائخ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ایسی بہت سی چیزیں جانتے ہیں کہ عقل سے ان کے بھید کو مرید نہیں پہنچ سکتا جالینوس کے زمانہ میں ایک شخص کی داہنی انگلی میں درد ہوا نیم حکیم انگلی پر دوا رکھتے تھے کچھ فائدہ نہ کرتی تھی جالینوس نے اس کے بائیں شانے پر دوا رکھی ناقص طبیبوں نے کہا کہ یہ کیا بے وقوفی ہے مارو گھٹنا پھوٹے آنکھ درد تو انگلی میں اور دوا شانے پر یہ کیا فائدہ دے گی اور انگلی اچھی ہو گئی اور سبب یہ تھا کہ جالینوس جان گیا تھا کہ پٹھے میں خلل آ گیا ہے اور اسے یہ معلوم تھا کہ پٹھے دماغ اور پشت سے آئے ہیں جو پٹھے بائیں طرف سے نکلتے ہیں وہ داہنی

ہے اب چونکہ زمین کو خالی کر چکا تو تخم ریزی شروع کرے اور حق تعالیٰ کا ذکر تخم ہے جب ماسوی اللہ سے خالی ہو گیا تو گوشے میں بیٹھ کر ہمیشہ دل و زبان سے اللہ اللہ کہا کرے حتیٰ کہ زبان سے چپ ہو جائے اور دل سے کہنے لگے پھر دل بھی کہتے کہتے ٹھہر جائے گا اور اس کلمے کا وہ معنی اور مقصود دل پر غالب ہو جائے گا جو بے حرف ہے نہ عربی ہے نہ فارسی اس واسطے کہ دل سے کہنا بھی بات ہے اور بات اس تخم کا غلاف اور چھلکا ہے عین تخم نہیں ہے پھر اس معنی کا دل میں اس طرح ممکن اور مستولی اور نقش ہو جانا چاہیے کہ اس کے ساتھ دل وابستہ رکھنے میں تکلف نہ کرنا پڑے بلکہ ایسا عاشق ہو جائے کہ تکلف سے بھی دل اس سے باز نہ رکھ سکے حضرت شبلی قدس سرہ نے اپنے مرید کے ساتھ حصر کر کے فرمایا اگر ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک تو میرے پاس آئے اور ماسوی اللہ کا خطرہ تیرے دل پر گزرے تو میرے پاس آنا تجھ پر حرام ہے جب دل کو وسواس دنیاوی کے خار سے پاک کر چکا اور یہ تخم اس میں بو چکا تو کوئی چیز نہ باقی رہی جو اختیار سے تعلق رکھے اور یہیں تک اختیار ہوتا ہے اس کے بعد منتظر رہے کہ کیا گزرتی ہے اور کیا ظاہر ہوتا ہے اور غالب ہے کہ یہ تخم ضائع نہ ہو اس واسطے کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿من کان یرید حرث الاخرۃ نزدلہ فی حرثہ﴾ یعنی جو شخص آخرت کے کام میں ہوتا ہے اور بیج بوتا ہے اسے میں زیادتی نصیب کرتا ہوں اور اس مقام پر مریدوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں کسی کو اس کلمے کے معنی میں اشکال پیدا ہوتا ہے اور خیالات باطل پیش آتے ہیں اور کوئی اس امر سے تو نجات پاتا ہے لیکن فرشتوں کی اصل اور انبیاء السلام کی ارواح اسے اچھی اچھی صورتوں میں دکھائی دینے لگتی ہیں خواب میں نظر آئیں یا آنکھ کھول کر بھی دیکھے اس کے بعد اور حالات ہوتے ہیں ان کی تفصیل دراز ہے ان کے بیان کرنے میں کچھ فائدہ نہیں کہ یہ راہ چلنے کا بیان ہے راہ کہنے کا ذکر نہیں اور ہر ایک کو اور ہی چیز پیش آتی ہے اور جو شخص یہ راہ چلے گا اس کے حق میں وہ چیز نہ سنی ہوئی ہونا بہتر ہے

کہ اس چیز کا انتظار اس کے دل کو مشغول رکھے گا اور حجاب ہو جائے گا تصرف علم کو جس قدر دخل ہے وہ یہیں تک ہے اور کہنے سے مقصود یہ ہے تا کہ اس بات کا ایمان پیدا ہو جائے اس واسطے کہ اکثر علماء اس کے منکر ہیں اور جو چیز علم رسمی کے ماورا ہے اسے باور نہیں کرتے واللہ اعلم۔

۱ اور جس نے ارادہ کیا آخرت کا اور کوشش کی اس کے واسطے کوشش آخرت کی۔

۲ اور ہم نے کر دی ہے روبروان کے اور پس پشت ان کے۔

۳ اگر شیخ کہے تو جا نماز کو شراب میں ڈبو دے اس لئے کہ سالک (شیخ) منزل کی راہ ورسم سے بخوبی واقف ہے۔

دوسری اصل پیٹ اور فرج کی شہوت کے علاج اور ان دونوں کی حرص توڑنے کا بیان میں

اے عزیز جان! اس بات کو جان کہ معدہ بدن کا حوض ہے اور رگیں جو اس سے نکل کر ہفت اندام کو گئی ہیں وہ نہروں کی مثل ہیں اور معدہ سب شہوتوں کا منبع ہے اور یہ شہوت سب سے زیادہ آدمی پر غالب ہے کیونکہ حضرت آدم علی نبیاء وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اسی کی بدولت بہشت سے نکلے یہ شہوت اور سب شہوتوں کی جڑ ہے اس واسطے کہ جہاں پیٹ بھرا تو نکاح کی شہوت سر اٹھاتی ہے اور آدمی پیٹ اور فرج کی شہوت پرستی نہیں کر سکتا مگر مال کے سبب سے تو مال کا لالچ پیدا ہوتا ہے اور مال نہیں ہاتھ لگتا مگر جاہ سے تو جاہ کی حرص پیدا ہوتی ہے اور جاہ کی حفاظت نہیں ہو سکتی مگر خلق کے ساتھ خصومت کرنے سے اور خصومت کے سبب سے حسد تعصب عداوت کبریا کینہ پیدا ہوتا ہے تو معدے کو اس کے حال پر چھوڑ دینا سب گناہوں کی اصل ہے اور معدے کو زیر دست کرنا اور بھوکے رہنے کی عادت ڈالنا سب نیکیوں کی جڑ ہے ہم اس اصل میں پہلے بھوک کی فضیلت بیان کرتے ہیں پھر اس کے فائدے بیان کرے گے پھر تھوڑا کھانے میں ریاضت کا طریقہ بیان کریں گے پھر اس میں لوگوں کا اختلاف احوال بیان کریں گے پھر شہوت فرج کی آفت اور جو شخص خود اس سے محفوظ رکھے اس کا ثواب بیان کریں گے۔

بھوک کی فضیلت کا بیان

اے عزیز جان! تو کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم اپنے ساتھ بھوک اور پیاس سے جہاد کرو کہ اس کا ثواب کفار کے ساتھ جہاد کرنے کے ثواب کے مانند ہے اور کوئی کام خدا کے نزدیک بھوک پیاس سے زیادہ دوست نہیں

ہے اور فرمایا ہے کہ جو شخص پیٹ بھر لیتا ہے اسے ملکوت آسمان کی طرف راہ نہیں ملتی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کون شخص فاضل تر ہے فرمایا جو تھوڑا کھائے تھوڑا ہنسے اور ستر عورت کی قدر کپڑے پر قناعت کرے اور فرمایا ہے کہ بھوک سب کاموں کی سردار ہے اور فرمایا ہے کہ پرانا کپڑا پہنو اور آدھا پیٹ کھانا پانی کھاؤ پیو کہ یہ فعل نبوت کا ایک جز ہے' اور فرمایا ہے کہ تفکر نصف عبادت ہے اور تھوڑا کھانا پوری عبادت' اور فرمایا ہے کہ تم میں سے وہ شخص خدا کے نزدیک افضل ہے جو بہت تفکر کرے اور بہت بھوکا رہے اور تم میں سے وہ شخص خدا کا بڑا دشمن ہے جو بہت کھائے پیے اور بہت سوئے اور فرمایا ہے کہ جو شخص کم کھاتا ہے اس شخص کے سبب سے حق تعالیٰ فرشتوں پر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ دیکھو میں نے تو اسے شہوت طعام میں مبتلا کیا اور اس نے میرے واسطے کھانے سے ہاتھ اٹھایا اے فرشتو تم گواہ رہنا کہ جتنے لقمے اس نے چھوڑ دیے اس میں سے ہر لقمہ کے عوض ایک ایک درجہ بہشت میں دوں گا اور فرمایا کہ بہت کھانے پانی سے اپنے دلوں کو مردہ نہ کر اس واسطے کہ دل کھیت کی مثل ہے کہ جب پانی بہت ہوتا ہے کھیت پژمردہ ہو جاتا ہے اور فرمایا ہے کہ پیٹ سے زیادہ کسی بدتر چیز کو آدمی پر نہیں کرتا اور چند لقمے آدمی کے واسطے بس ہیں جو اس کی پشت سیدھی رکھیں اگر چارہ نہ ہو تو پیٹ کا ایک تیسرا حصہ کھانے کے واسطے ہے اور ایک تہائی پانی پینے کے واسطے ایک ثلث سانس لینے کے لیے اور ایک روایت میں ہے کہ ایک تہائی ذکر کے واسطے ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خود کو نگا بھوکا رکھو تا کہ تمہارے دل حق تعالیٰ کو دیکھیں اور سرور انبیا علیہ افضل الصلوٰۃ والثنا نے فرمایا ہے کہ شیطان آدمی کے بدن میں اس طرح رواں ہے جیسے رگوں میں خون بھوک پیاس سے شیطان کی رہ گذر تنگ کرو اور فرمایا ہے کہ مومن ایک انتڑی میں کھاتا ہے اور منافق سات انتڑیوں میں کھاتا ہے یعنی منافق کی خوراک مسلمان کی بہ نسبت ست گنی ہوتی ہے ام المومنین حضرت

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہشت کا دروازہ برابر کھٹکھٹائے جاؤ تا کہ دروازہ کھول دیں میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ کا ہے سے کھٹکھٹائیں فرمایا کہ بھوک پیاس سے جناب رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حضرت جیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ڈکار آئی آپ نے فرمایا کہ اس ڈکار کو دور رکھ اس واسطے کہ جو شخص اس جہاں میں بہت سیر ہے وہ اس جہاں میں بہت بھوکا ہوگا ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہرگز آسودہ ہو کر کھانا نہ تناول فرماتے ایسا ہوتا تھا کہ بھوک کی وجہ سے مجھے آپ پر ترس آتا تھا اور میں آپ کے شکم مبارک پر ہاتھ پھیرتی اور عرض کرتی کہ میری جان آپ پر تصدق ہو اگر آپ اس قدر کھانا نوش فرمائیں کہ بھوکے نہ رہا کریں تو کیا ہو آپ فرماتے کہ یا عائشہ انبیا اولوالعزم جو میرے بھائی تھے مجھ سے پیشتر گزر گئے انہوں نے حق تعالیٰ کی جناب سے بزرگیاں پائیں میں ڈرتا ہوں کہ اگر تن پروری کروں تو میرا درجہ ان سے کم ہو جائے کچھ دن تھوڑا سا صبر کرنے کو میں اس امر کی بہ نسبت دوست رکھتا ہوں کہ آخرت میں میرا حظ کم ہو جائے اور اس سے زیادہ مجھے کچھ دوست نہیں ہے کہ میں اپنے بھائیوں کے پاس پہنچ جاؤں ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عہنا فرماتی ہیں کہ خدا کی قسم یہ فرمانے کے بعد ایک ہفتہ سے زیادہ آپ زندہ نہیں رہے سیدۃ النساء حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روٹی کا ایک ٹکڑا لیے ہوئے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں آپ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے عرض کی میں نے ایک روٹی پکائی جی نہ چاہا کہ آپ کے بغیر کھالوں فرمایا کہ تین دن کے بعد یہ پہلا کھانا ہے، جو تیرے باپ کے منہ میں جائے گا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دولت خانے میں تین دن برابر گیہوں کی روٹی کسی نے نہیں کھائی حضرت ابوسلیمان دارانی

رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ رات کے کھانے میں ایک نوالہ کم کھانے کو میں اس بات سے زیادہ دوست رکھتا ہوں کہ تمام رات صبح تک نماز پڑھا کروں حضرت فضیل رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے دل سے کہا کرتے کہ تو بھوکا رہنے سے کیوں ڈرتا ہے ہیہات ہیہات حق سبحانہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور آپ کے یاروں کو تو بھوک دی تھی اور تجھ جیسوں سے دریغ کرے گا کہمش نے جناب احدیت میں عرض کی کہ بارخدایا تو مجھے ننگا بھوکا رکھتا ہے اور رات کو اپنے ساتھ خلوت میں رکھتا ہے تیرے نزدیک میں نے یہ مرتبہ کاہے سے پایا یہ معاملہ تو تو اپنے اولیا کے ساتھ کرتا ہے حضرت مالک دینار رحمتہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے اس شخص کے واسطے ٹھنڈک ہے جو کنایت ہی کی قدر غلہ رکھتا ہو اور خلق سے بے پرواہ ہے حضرت محمد بن الواسع نے کہا نہیں بلکہ اس شخص کے واسطے ٹھنڈک ہے جو صبح شام بھوکا رہے اور اس حال میں بھی حق تعالیٰ سے خوش اور راضی ہو حضرت سہل تستری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ بزرگوں اور عقل مندوں نے غور کیا دین دنیا میں بھوک سے زیادہ کسی چیز کو نافع نہ پایا اور آخرت کے بارے میں سیری سے زیادہ کسی چیز کو مضر نہ دیکھا حضرت عبد الواحد بن زید نے کہا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے کسی کو اپنا دوست نہیں بنایا مگر بھوک کی بدولت اور کوئی شخص پانی پر نہیں چلا مگر بھوک کی برکت سے اور کسی شخص نے زمین کو نہیں طے کیا مگر بھوک کی قدرت سے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے اس چالیس دن کے عرصہ میں جس میں حق تعالیٰ نے ان سے سے کلام کیا تھا کچھ نہیں کھایا۔

گرسنگی کے فائدوں اور سیری کی آفتوں کا بیان

اے عزیز جان! تو کہ بھوک کی فضلیت اس سبب سے نہیں ہے کہ اس میں تکلیف ہوتی ہے جس طرح دوا کی فضلیت اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ کڑوی ہوتی ہے مگر بھوک میں دس فائدے ہیں۔

پہلا فائدہ:

یہ ہے کہ دل کو صاف اور روشن کر دیتی ہے اور سیری آدمی کو ردل اور کند ذہن کر دیتی ہے اور سیری کے سبب سے آدمی کے دماغ میں ایک بخار جاتا ہے کہ وہ آدمی کو نادان کر دیتا ہے حتیٰ کہ اس کا خیال اور اندیشہ پراگندہ اور شوریدہ ہو جاتا ہے اسی واسطے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تھوڑا کھانے سے اپنے دلوں کو زندہ کرو اور بھوک سے پاک کرو تا کہ صاف اور رقیق ہو جائیں اور فرمایا ہے کہ جو شخص خود کو بھوکا رکھتا ہے اس کا دل تیز ہوتا ہے اس کی سمجھ بڑھتی ہے حضرت شبلی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ کوئی روز ایسا نہیں ہوا کہ میں خدا کے واسطے بھوکا بیٹھا ہوں اور اپنے دل میں حکمت اور عبرت تازہ نہ پائی ہو جناب سرور کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ نے فرمایا ہے کہ سیر ہو کر نہ کھایا کرو ورنہ نور معرفت تمہارے دل سے فنا ہو جائے گا پس چونکہ معرفت راہ جنت ہے اور بھوک درگاہ معرفت ہے تو بھوکا رہنا جنت کا دروازہ کھٹکھٹانا ہے جیسا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ﴿ ادیمو اقرع باب الجنته بالجوع ﴾(۱)۔

دوسرا فائدہ:

یہ ہے کہ بھوک سے دل ایسا رقیق ہو جاتا ہے کہ ذکر اور مناجات کا مزہ آتا ہے اور سیری سے قساوت اور سخت دلی پیدا ہوتی ہے حتیٰ کہ آدمی ذکر جو کرتا ہے وہ زبان کی نوک پر رہتا ہے دل کے اندر سرایت نہیں کرتا حضرت جنید قدس سرہ کہتے ہیں کہ جس نے اپنے اور خدا کے درمیان کھانے کا تو بڑہ رکھا اور چاہتا ہے کہ مناجات کی لذت پائے تو ہرگز نہ ہوگا۔

تیسرا فائدہ:

یہ ہے کہ اترانا اور غفلت دوزخ کا دروازہ ہے اور شکستگی اور بیچارگی اور عاجزی جنت کی ڈیوڑھی ہے اور سیری اترانا اور غفلت پیدا کرتی ہے اور بھوک عاجزی اور

مقبول ﷺ کے بعد جو بدعت پہلے پیدا ہوئی وہ سیری تھی کہ لوگوں نے جب سیر ہو کر کھایا تو ان کے نفس نے سرکشی اختیار کی اگر بھوک کا اور کچھ فائدہ نہ ہو مگر فرج کی شہوت تو ضعیف ہو جائے گی اور بات کرنے کی خواہش تو کم ہو گی تو قصہ تمام ہے اس واسطے کہ جو کوئی سیر ہو کر کھاتا ہے فضول گوئی اور غیبت میں مشغول ہوتا ہے اور فرج کی شہوت غالب ہو جاتی ہے وہ اگر فرج کو محفوظ رکھے گا تو آنکھ کیونکر بچائے گا اور اگر آنکھ کو بھی بچا لے گا تو دل کو نہ بچا سکے گا اور بھوک ان سب باتوں کو کفایت کرتی ہے اسی واسطے بزرگوں نے کہا ہے کہ حق تعالیٰ کے خزانہ میں بھوک ایک گوہر گراں بہا ہے حق تعالیٰ وہ گوہر ہر کس و ناکس کو نہیں دیتا ہے جسے دوست رکھتا ہے اس کو عنایت فرماتا ہے کسی حکیم نے کہا ہے کہ جو مرید ایک سال روکھی روٹی کھائے اور جس قدر کھانے کی اسے عادت ہے روٹی اس کی آدھی کھائے تو حق تعالیٰ اس کے دل سے عورتوں کا خیال بالکل دور کر دے گا۔

چھٹا فائدہ:

یہ ہے کہ آدمی جو بھوکا ہوتا ہے تو تھوڑا سا سوتا ہے اور کم خوابی سب عبادتوں اور ذکر و فکر کی اصل ہے خصوصاً شب کو اور جو شخص سیر ہو کر کھاتا ہے اس پر نیند غالب ہو جاتی ہے اور وہ مردہ کی طرح پڑا رہتا ہے اور اس کی عمر ضائع ہوتی ہے ایک پیر ہر شب دسترخوان پر منادی کر دیا کرتے تھے کہ اے مریدو بہت روٹی نہ کھاؤ اگر کھاؤ گے تو پانی بہت پی جاؤ گے کھانا پانی بہت کھاؤ پیو گے تو بہت سا سوؤ گے اگر بہت سا سوؤ گے تو قیامت کے دن بہت حسرت کرو گے ستر صدیقوں نے اس امر پر اتفاق کیا ہے کہ بہت سونا بہت پانی پینے سے ہوتا ہے اور چونکہ عمر آدمی کا سرمایہ ہے اور ہر سانس ایک گوہر ہے کہ اس سے سعادت آخرت حاصل کر سکتے ہیں اور سونا عمر کو گھٹاتا ہے اور ضائع کرتا ہے تو جو چیز نیند کو دور کرے اس سے زیادہ کون شے عزیز ہو گی اور جو شخص سیری پر تہجد ادا کرے گا مناجات کی لذت نہ پائے گا اور نیند اس پر

خلق پر شفقت کرنے سے محروم رہتا ہے اس واسطے کہ وہ جانتا ہے کہ تمام جہاں سیر ہے اور عبادت کرنا اس پر گراں ہو جاتا ہے اور شہوتیں زیادہ ہو جاتی ہیں اور سب مسلمان تو مسجد کے گرد پھرتے ہیں وہ پائخانہ اور مزبلہ کے صدقے ہوتا ہے۔

آٹھواں فائدہ:

یہ ہے کہ جو شخص کم کھاتا ہے تندرست رہتا ہے بیماری کی تکلیف دوا کے خرچ طبیب کی ناز برداری فصد کھلانے پچھنے لگوانے کڑوی دوا کے کھانے کے صدمہ سے بچا رہتا ہے حکیموں اور طبیبوں نے اس امر پر اتفاق کیا ہے کہ کم کھانے کے سوا کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو بالکل نفع ہو اور کچھ ضرر نہ ہو ایک حکیم نے کہا ہے کہ جو چیزیں آدمی کھاتا ہے ان سب میں انار بہتر اور نافع تر ہے اور خشک گوشت بدتر ہے تھوڑا خشک گوشت کھانے سے بہت انار کھانا بہتر ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ روزہ رکھو تا کہ تندرست رہو۔

نواں فائدہ:

یہ ہے کہ جو شخص کم کھاتا ہے اس کا خرچ بھی کم ہوتا ہے اور اسے بہت مال کی حاجت نہیں ہوتی اور سب آفتیں اور گناہ اور دل کی مشغولی بہت مال کی حاجت سے ہوا کرتی ہے اس واسطے کہ آدمی جب روز چاہے کہ اچھی چیز کھاؤں اور بہت سی کھاؤں تو تمام دن اسی فکر میں رہے گا کہ کہاں سے لاؤں اور شائد شبہہ اور طمع اور حرام میں گرفتار ہو جائے اور ایک حکیم کا قول ہے کہ میں اپنی اکثر حاجتیں اسی طرح نکالتا ہوں کہ ان حاجتوں سے ہاتھ اٹھاتا ہوں اور یہ مجھ پر بہت آسان ہے دوسرے حکیم کا قول یہ ہے کہ میں کیوں کسی سے قرض مانگوں اپنے پیٹ ہی سے نہ قرض لے لوں اور اس سے کہہ دوں کہ اس چیز کی خواہش چھوڑ دے حضرت ابراہیم ادہم قدس سرہ چیزوں کا نرخ پوچھا کرتے لوگ کہتے کہ گراں ہے فرماتے ﴿ ارخصوہ بالترک ﴾ یعنی اس طرح ارزاں کرو کہ اس چیز کو ترک کر دو۔

دسواں فائدہ:

یہ ہے کہ آدمی جب اپنے پیٹ پر قادر ہو گیا تو صدقہ دینے اور لوگوں پر خرچ کرنے اور کرم کرنے پر قادر ہو گیا اس واسطے کہ جو کچھ پیٹ میں جاتا ہے پائخانہ اس کی جگہ ہے اور جو صدقہ میں دیتا ہے وہ خدا کے دست رحمت میں جاتا ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک تندیلے آدمی کو دیکھا فرمایا کہ جو کچھ تو نے اپنے توند میں ڈال لیا ہے اسے اگر اور کہیں صرف کرتا یعنی صدقہ میں اور خدا کی راہ میں دیتا تو بہتر ہوتا واللہ علم۔

کھانا کھاتے وقت کم کھانے میں مرید کے آداب کا بیان

اے عزیز جان! تو کہ بعد اس کے کہ کھانا حلال کا ہو تین احتیاطیں مرید پر فرض ہیں پہلی احتیاط کم کھانے میں ہے یہ نہ چاہیے کہ بہت کھاتے کھاتے دفعتہً کم کھانے لگے کہ اس کی تاب نہ لائے گا اور وہ اسے نقصان کرے گا بلکہ بتدریج کم کرنا چاہیے مثلاً اگر عادت سے ایک روٹی کم کھایا چاہتا ہے تو چاہیے کہ ایک دن ایک نوالہ کم کرے دوسرے دن دو نوالے تیسرے دن تین لقمے تا کہ ایک مہینے میں ایک روٹی سے دست بردار ہو جائے جب ایسا کرے گا اس پر آسان ہو گا اور کبھی نہ نقصان ہو گا اور طبیعت اس پر بخوبی ٹھہر جائے گی پھر جس مقدر پر ٹھہرے گا اس کے چار درجے ہیں بڑا درجہ جو صدیقوں کا مرتبہ ہے وہ یہ ہے کہ ضرورت کی قدر قناعت کرے حضرت سہل تستری نے یہی اختیار کیا تھا اس واسطے کہ انہوں نے کہا کہ عبادت زندگی اور عقل اور قوت سے ہوتی ہے جب تک قوت گھٹنے کا خوف نہ ہو کھانا نہ کھانا چاہیے اس واسطے کہ جو شخص بھوک کے سبب سے ضعیف ہو اس کی نماز بیٹھے بیٹھے افضل ہے اس شخص کی کھڑے کھڑے نماز سے جو سیر ہو لیکن جب آدمی یہ ڈرے کہ زندگی یا عقل میں خلل پڑ جائے گا تب کھانا چاہیے کہ عقل کے بغیر بندگی نہیں ہو سکتی

اور جان تو خود اصل ہی ہے ان سے پوچھا کہ آپ کیونکر کھاتے ہیں فرمایا کہ ہر سال تین درہم میرا خرچ تھا یک درہم کے چاول اور آٹا ایک درہم کا شہد ایک درہم کا روغن جمع کر کے تین سو ساٹھ پینڈیاں بنا لیتا تھا ہر روز ایک پینڈی سے روز کھولتا لوگوں نے پوچھا اب کیا انداز ہے فرمایا جیسی آ پڑے راہبوں میں بعض ایسے ہیں کہ ہر روز ایک درہم سے زیادہ کھانا نہیں کھاتے اور خود کو اس مقدار قلیل پر تبدریج پہنچایا ہے دوسرا درجہ یہ ہے کہ آدھے مد پر اقتصار کرے اور جو روٹی چار من کی ہو اس میں سے ایک روٹی پوری اور ایک تہائی روٹی آدھے مد کی ہوتی ہے اس میں شاید تہائی پیٹ بھرے جیسا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ﴿ ثلث للطعام و ثلث للشراب و ثلث للذکر ﴾ اور ایک روایت میں ثلث للنفس آیا ہے اور یہ وہی بات ہے جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی کہ چند لقمے کفایت کرتے ہیں اور یہ روٹی دس لقموں سے کم ہوتی ہے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سات یا نو نوالوں سے زیادہ نہ کھاتے تھے تیسرا درجہ یہ ہے کہ ایک مد اقتصار کرے اور وہ تین گردوں کے قریب ہوگا اکثر لوگوں کے حق میں شاید تہائی پیٹ سے بڑھ کر آدھے پیٹ کی حد کو پہنچ جائے چوتھا درجہ یہ ہے کہ ایک من پورا ہو جائے اور ممکن ہے کہ مد سے جو بڑھ گیا ہے وہ اسراف کی حد کو پہنچ جائے اور اس آیہ کریمہ میں داخل ہو جائے ﴿ ولاتسرفوا انه لایحب المسرفین ﴾ لیکن یہ امر وقت اور ہاتھ پاؤں اور کام کے لحاظ سے بدلتا ہے غرضکہ بہر حال یہ بات چاہیے کہ جب کھانے سے ہاتھ کھینچے تو بھوکا ہو اور بعض لوگوں نے کوئی اندازہ نہیں مقرر کیا ہے مگر یہ کوشش کی ہے کہ جب تک بھوک نہ لگے نہ کھائیں ہنوز بھوکے ہوں اور کھانے سے ہاتھ کھینچ لیں بھوک کی علامت یہ ہے کہ آدمی بغیر سالن وغیرہ کے روٹی کی حرص کرے اور جو باجرہ وغیرہ کی روٹی شوق سے کھا سکے اگر روٹی کے ساتھ کھانے کو کچھ ڈھونڈے تو وہ سچی بھوک نہیں ہے اکثر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے

آدھے مد سے تجاوز نہیں کیا ہے ایک جماعت تھی کہ اس کا کھانا ہر ہفتہ میں ایک صاع ہوا کرتا تھا اور ایک صاع چار مد ہوتا ہے وہ لوگ اگر خرما کھاتے تو ڈیڑھ صاع کھاتے اس واسطے کہ اس میں گٹھلی نکل جاتی ہے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک ایک صاع جو میری غذا تھی اور قسم خدا کی جب تک میں آپ کے پاس نہ پہنچ جاؤں گا تب تک اس سے نہ پھروں گا اور بعض لوگوں پر حضرت ابوذر طعن و تشنیع کرتے تھے کہ تم اس سے پھر گئے ہو اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرا بڑا دوست اور بڑا مقرب وہ ہے جو جس طرح پر آج ہے اسی انداز پر مرے یہ کہہ کر حضرت ابوذر نے کہا کہ تم لوگ اس سے پھر گئے ہو اور جو کا آٹا چھاننے لگے پتلی پتلی روٹیاں پکانے لگے دو طرح کا سالن کھانے لگے اور رات کا پیراہن دن کے پیراہن سے جدا کر ڈالا حالانکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ایسا نہ تھا دو آدمیوں میں ایک مد خرما اہل صفہ کی غذا تھی اور ان کی بھی گٹھلیاں نکل جاتی تھیں حضرت سہل تستری رحمہ اللہ تعالے کہتے ہیں اگر تمام عالم خون ہو جائے تو بھی اس میں سے میری غذا حلال ہو گی اس کے معنی یہ ہیں کہ آدمی ضرورت سے زیادہ نہ کھائے وہ مراد نہیں ہے جو اباحتی لوگ کہتے ہیں کہ حرام چیز جب کسی کو ملتی ہے تو حلال ہو جاتی ہے اس واسطے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صدقہ کا ایک خرما پہنچا اور وہ حلال نہ ہو گیا۔ دوسری احتیاط کھانے کے وقت ہے اس کے تین درجے ہیں بڑا درجہ یہ ہے کہ تین تین دن سے زیادہ تک کچھ نہ کھائے اور کوئی بزرگ ایسے تھے کہ انہوں نے ایک ایک ہفتہ اور دس دس بارہ بارہ دن سے زیادہ تک کچھ نہیں کھایا اور تابعین میں کسی بزرگ نے خود کو اس مرتبے کو پہنچایا تھا کہ چالیس چالیس دن کچھ نہ کھاتے اور اکثر ایسا ہوتا کہ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ چھ چھ دن تک کچھ نہ کھاتے حضرت ابراہیم ادہم اور ثوری رحمہما اللہ

تعالیٰ تین دن کے بعد کھانا کھاتے تھے بزرگوں نے کہا ہے کہ جو شخص چالیس دن تک کچھ نہ کھائے تو ملکوت آسمان کے عجائبات میں سے کچھ نہ کچھ اس پر ضرور ظاہر ہوگا ایک صوفی نے ایک راہب سے مناظرہ کیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان تو کیوں نہیں لاتا راہب نے کہا اس واسطے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چالیس دن تک کچھ نہیں کھایا یہ امر سچے پیغمبر کے سوا کوئی نہیں کرسکتا تمہارے پیغمبر نے یہ نہیں کیا صوفی نے کہا کہ اپنے رسول کی امت میں سے ایک میں ہوں بھلا اگر میں چالیس دن کچھ نہ کھاؤں تو تو ایمان لائے گا اس نے کہا ہاں لاؤں گا وہ صوفی پچاس دن تک بیٹھا رہا اور کہا کہ اور زیادہ صبر کروں راہب نے کہا ہاں صوفی نے ساٹھ دن پورے کیے اور کچھ نہ کھایا وہ راہب ایمان لایا یہ بہت بڑا درجہ ہے تکلف سے کوئی اس درجہ کو نہیں پہنچتا مگر وہ شخص جسے اس عالم کے باہر کا کوئی کام پیش آیا ہو کہ وہ کام اس کی قوت کو نگاہ رکھتا ہے اور اس شخص کو مشغول رکھتا ہے کہ اسے بھوک کی خبر ہی نہیں ہوتی دوسرا درجہ یہ ہے کہ دو دو دن تین تین دن کچھ نہ کھائے یہ ممکن ہے اور اکثر لوگ ایسے ہوتے ہیں تیسرا درجہ یہ ہے کہ ہر روز ایک بار کھائے اور یہ سب درجوں سے کم ہے اور جب دو بار کھانے کا اتفاق ہوا تو اسراف کی حد کو پہنچ گیا اور کسی وقت آدمی بھوکا نہیں ہوتا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب صبح کے وقت کھانا نوش فرماتے تو شام کے وقت نہ کھاتے اور جب شام کے وقت تناول کرتے تو صبح کو وقت نوش نہ فرماتے ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خبردار اسراف نہ کرنا ایک دن میں دو بار کھانا اسراف ہے آدمی جب ایک ہی بار کھایا چاہے تو اولیٰ یہ ہے کہ صبح کے وقت کھائے تاکہ تہجد کی نماز میں ہلکا پھلکا رہے اور دل صاف ہو اور اگر ایسا ہے کہ رات کو کھانے کی طرف التفات کرے گا تو ایک روٹی افطار کے وقت کھائے اور ایک روٹی صبح کو تیسری احتیاط جنس طعام میں ہے گیہوں کا چھانا ہوا آٹا جنس اعلیٰ ہے اور جو کا

بے چھانا آٹا جنس ادنیٰ ہے اور جو کا چھانا ہوا آٹا جنس متوسط ہے اور روٹی کے ساتھ کھانے کی چیزوں میں سب سے بہتر گوشت اور مٹھائی ہے اور سب سے کمتر سرکہ اور نمک ہے اور متوسط چپڑی ہوئی روٹی ہے جو لوگ آخرت کی راہ چلتے ہیں ان کی عادت یہ ہے کہ روٹی کے ساتھ کھانے کی چیز سے پرہیز کیا ہے اور جس چیز کی خواہش اپنے میں دیکھی اس میں اپنے نفس کی مخالفت کی اور کہا ہے کہ جب نفس اپنی خواہش کی چیز پاتا ہے تو اس میں غرور اور غفلت اور ظلمت پیدا ہو جاتی ہے اور دنیا میں رہنے کو دوست رکھتا ہے موت کو دشمن جانتا ہے آدمی کو چاہیے کہ اپنے اوپر دنیا کو تنگ کرے تاکہ دنیا اس کا قید خانہ بن جائے اور موت کے باعث اس قید خانے سے اس کی نجات ہو جائے حدیث شریف میں آیا ہے ﴿ شرار امتی الذین یاکلون مخ الخطته﴾ یعنی میری امت میں سب سے برتر وہ لوگ ہیں جو بھوسی نکال کر گیہوں کھائیں یہ حرام نہیں ہے کبھی کبھی کھانا درست ہے لیکن اگر ہمیشہ کی عادت کرلیں گے تو طبیعت پر اچھے کھانے کی خواہش غالب ہو جائے گی اور اس کا خوف ہے کہ غفلت پیدا ہو جائے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں وہ لوگ بدتر ہوں جن کا بدن ہمہ نعمت کھانے سے ٹانٹھا اور تنا ہوا ہو اور اس کی تمام ہمت الوان طعام اور اقسام لباس میں مصروف ہوا اور باتیں دور دور کی بنائیں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی کہ اے موسیٰ تم جان لو کہ گور تمہارا ٹھکانا ہے چاہیے کہ بدن کو شہوت پرستی سے باز رکھو اور جس شخص کے واسطے اسباب تنعم مہیا ہوں اور ہر ایک آرزو بر آئے بزرگوں نے اسے نیک نہیں جانا ہے حضرت وہب ابن منبہ قدس سرہ نے کہا ہے کہ چوتھے آسمان میں دو فرشتے باہم ملے ایک نے کہا کہ فلانے یہودی نے فلانی مچھلی کی تمنا کی ہے میں اس واسطے جاتا ہوں کہ ماہی گیر کے جال میں اسے پھنسا دوں دوسرے نے کہا کہ فلانے عابد کی آرزو کے موافق روغن کا پیالہ لوگ اس کے پاس لائے ہیں میں اس واسطے جاتا ہوں کہ اسے گرا دوں

لوگوں نے کٹورے بھر ٹھنڈے پانی میں شہد گھول کر امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا آپ نے نہ پیا اور فرمایا کہ اس کے حساب سے مجھے دو رکھو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیمار تھے بھنی ہوئی مچھلی کھانے کو جی چاہا حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں مچھلی نہ ملتی تھی میں نے بڑی کوشش کی تلاش سے ڈیڑھ درہم کی مول لی اور بھون کر ان کے پاس لے گیا اتنے میں ایک فقیر آ پہنچا انھوں نے کہا کہ لو اسے دے دو میں نے کہا کہ مچھلی کی تمھیں آرزو تھی میں بڑی کوشش سے لایا ہوں اسے رہنے دو میں اس کی قیمت فقیر کو دے دوں گا کہا نہیں یہی دے دو میں نے وہ مچھلی اس فقیر کو دے دی اور اس کے پیچھے پیچھے گیا اور پھر اس سے مول لے لی اور قیمت اسے دے دی جب پھر میں اس مچھلی کو لایا اور کہا کہ میں نے اس کی قیمت اسے دے دی ہے انہوں نے یہی کہا کہ یہ مچھلی اس کو دے دو اور قیمت بھی نہ پھیرو کہ میں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے ارشاد کیا کہ جس کسی کو کوئی چیز کھانے کی آرزو ہو اور خدا کے واسطے اس چیز سے دستبردار ہو حق تعالیٰ اسے بخش دے گا حضرت عتبۃ الغلام رحمہ تعالیٰ خمیر کو آفتاب میں خشک کر کے کھایا کرتے اسے پکانے نہ دیتے تا کہ اس کا مزا نہ ملے اور دھوپ سے پانی نہ اٹھاتے اسی طرح گرم پیا کرتے حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو دودھ کی آرزو رہی اور چالیس برس نہ پیا کوئی شخص ان کے پاس رطب لے گیا دیر تک ہاتھ میں لیے رہے پھر اس شخص سے کہا کہ تم ہی کھالو میں نے تو چالیس برس ہوئے نہیں کھایا ہے احمد ابن الحواری حضرت ابوسلیمان دارانی قدس سرہما کے مرید کہتے ہیں کہ حضرت ابوسلیمان دارانی نے نمک کے ساتھ گرم روٹی کھانے کی آرزو کی میں لے آیا انھوں نے نوالہ اٹھا کر رکھ دیا اور روئے اور کہا کہ بار خدایا تو میری خواہش کی چیز میرے سامنے لایا یہ میری عقوبت ہے میں نے توبہ کی تو میرا گناہ بخش دے حضرت مالک ابن ضیغم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ ایک دن بصرہ کے

بازار ہیں میرا گزر ہوا ایک ترکاری دیکھی اس کی خواہش میرے دل میں پیدا ہوئی میں نے قسم کھائی کہ اسے نہ کھاؤں گا اور چالیس برس اس سے صبر کیا حضرت مالک بن دینار قدس سرہ نے کہا ہے پچاس برس ہوئے کہ میں نے دنیا کو طلاق دی ہے اور دودھ کے شربت کی آرزو میں ہوں اور نہ پیا ہے نہ پیوں گا حتیٰ کہ حق تعالیٰ کے پاس پہنچ جاؤں حضرت حماد بن ابوحنیفہ رحمہما اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ حضرت داؤد طائی کے دروازے پر جب میں پہنچا تو میرے کان میں یہ آواز آئی کہ تو نے ایک بار گاجر چاہی تھی وہ میں نے تجھے دے دی اب خرما مانگتا ہے یہ ہرگز نہ پائے گا اور نہ کھائے گا اندر جو گیا تو ان کے پاس اور کوئی نہ تھا وہ آپ سے آپ کہہ رہے تھے حضرت عتبۃ الغلام قدس سرہ نے حضرت عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ تعالیٰ سے کہا کہ فلانا شخص اپنے دل کی ایک حالت بیان کرتا ہے مجھے وہ حالت نہیں ہے انہوں نے فرمایا اس کا سبب یہ ہے کہ وہ روکھی روٹی کھاتا ہے اور تم خرمے سے روٹی کھاتے ہو انہوں نے کہا کہ اگر میں خرمے سے دستبردار ہو جاؤں تو اس حالت کو پہنچوں گا فرمایا ہاں پہنچے گا غرضکہ انہوں نے خرمے کو ترک کر دیا اور روتے لوگوں نے پوچھا کہ کیا تم خرمے کے واسطے روتے ہو حضرت عبدالواحد نے جواب دیا کہ اس کا نفس خرما چاہتا ہے اور ان کے صدق عزم سے جانتا ہے کہ یہ ہرگز نہ کھائیں گے اس واسطے روتا ہے حضرت ابوبکر جلا قدس سرہ نے کہا ہے کہ میں ایک شخص کو جانتا ہوں کہ اس کے نفس کو ایک چیز کی تمنا ہے اور کہتا ہے کہ میں دس روز تک صبر کروں گا اور کچھ نہ کھاؤں مجھے میری آرزو ہی دے وہ شخص کہتا ہے کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ تو اس دن تک کچھ نہ کھا مگر اپنی اس خواہش سے دست بردار ہو جا بزرگوں اور سالکوں کی راہ یہی ہے اگر کوئی شخص اس درجہ کو نہ پہنچے اس کے بارے اتنا تو ہو کہ بعض بعض خواہشوں سے دست بردار ہو جائے اور اپنی خواہش کی چیز دوسرے کو دے دے اور ہمیشہ گوشت ہی نہ کھایا کرے اس واسطے کہ امیر المومنین حضرت علی ابن ابیطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

حاصل کرتا پھر بعض بزرگ آپس میں ہمیشہ بدگمان رہے اور احتیاط کی راہ پر چلے ہیں اور نفس کی نگہداشت کرتے رہے ہیں اور جو شخص بڑا کامل ہوا ہے وہ اعتدال کے درجہ پر ٹھہرا ہے اس امر پر یہ دلیل ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی تو اس قدر روزے رکھتے کہ لوگ کہتے کہ آپ افطار ہی نہ کریں گے اور کبھی افطار فرماتے حتیٰ کہ لوگ کہتے کہ اب آپ روزہ نہ رکھیں گے اور جب گھر میں آپ کچھ طلب فرماتے اگر ہوتا تو نوش کرتے ورنہ ارشاد کرتے کہ میں روزدار ہوں شہد اور گوشت کو دوست رکھتے حضرت معروف کرخی قدس سرہ کے پاس لوگ اچھا کھانا لے جاتے تو وہ کھا لیتے اور حضرت بشر حافی قدس سرہ نہ کھاتے حضرت معروف کرخی سے لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی فرمایا کہ میرے بھائی بشر پر زہد و ورع غالب ہے' اور میرے تئیں معرفت کھول دی ہے میں اپنے مالک کے گھر مہمان ہوں جیسا دیتا ہے ویسا کھا لیتا ہوں نہیں دیتا ہے تو صبر کرتا ہوں مجھے کچھ اختیار اور انکار باقی ہی نہیں رہا یہ احمقوں کے غرور کا مقام ہے جو شخص مخالفت نفس کی طاقت نہیں رکھتا وہ کہتا ہے کہ حضرت معروف کرخی کی طرح میں بھی عارف ہوں تو ریاضت اور مشقت سے دو آدمی باز رہتے ہیں یا تو صدیق جس نے اپنا کام بنا لیا ہو وہ باز رہتا ہے یا احمق جو سمجھتا ہے کہ میں اپنا کام بنا چکا حضرت معروف کرخی کو اپنی ذات میں تصرف اور اختیار باقی نہ تھا یعنی انانیت باقی نہ رہی تھی کیونکہ اگر ہاتھ یا زبان سے لوگ ان کے ساتھ گستاخی کرتے تو کچھ بھی غصہ نہ آتا اور سمجھتے کہ یہ امر منجانب اللہ ہے یہ بات اسی کی راست و درست ہوگی جو ان کے مثل ہو اور جب حضرت بشر حافی اور سری سقطی اور مالک دینار قدس سرہم اور اس طبقہ کے بزرگ لوگ اپنے نفس سے ایمن نہ ہوئے ہوں اور یہ حضرات ریاضت اور مشقت سے باز نہ رہے تو اوروں کو اپنی نسبت یہ گمان محال ہے اور کوئی شخص حضرت معروف کرخی کی برابری کا دعویٰ کرے کیا مجال ہے۔

کھانا پینا چھوڑ دینے کی آفتوں کا بیان

اے عزیز جان! تو کہ اس سے دو آفتیں پیدا ہوتی ہیں ایک تو یہ ہے کہ آدمی بعضی خواہشیں چھوڑ دینے پر قادر نہیں ہوتا اور یہ نہیں چاہتا کہ لوگ اس بات کو جانیں تو تنہائی میں کھاتا ہے برملا نہیں کھاتا اور یہ عین نفاق ہے اور شاید شیطان اسے فریب دے کہ یہ مسلمان کے فائدے کی بات ہے تا کہ وہ تیری پیروی کریں اور یہ محض دغا ہے اور کوئی ایسا ہوتا ہے کہ لوگوں کے دکھانے کے واسطے خواہش کی چیز مول لیتا ہے اور گھر میں لے جاتا ہے پھر چھپا کر اسے خیرات دے دیتا ہے یہ نہایت صدق کی بات ہے اور صدیقوں کا کام ہے نفس پر نہایت ہی دشوار اور شاق ہوتا ہے شرط اخلاص یہ ہے کہ یہ امر آسان ہو جائے کیونکہ اگر شاق گزرتا ہے تو ابھی دل میں ریائے خفی باقی ہے اور وہ شخص طاعت ریا کرتا ہے طاعت حق نہیں کرتا ہے اور جو شخص کھانے کی شہوت سے بھاگ کر ریا کی شہوت میں گر پڑے وہ ایسا ہے کہ منیہ سے بچ کر مہری میں پناہ لیتا ہے تو آدمی کو چاہیے کہ جب اس کے نفس میں یہ خواہش پیدا ہو تو لوگوں کے سامنے تھوڑا سا کھانا کھالے بھر پیٹ نہ کھائے تا کہ ریا بھی ٹوٹتی رہے اور بھوک بھی۔

شہوت فرج کی آفت کا بیان

اے عزیز جان! تو کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے شہوت جماع کو آدمی پر اس واسطے مسلط فرمایا ہے کہ وہ تخم ریزی کرتا رہے اور نسل نہ منقطع ہو جائے اور یہ بہشت کی لذت کا نمونہ بھی ہو اور اس شہوت کی آفت بہت بڑی ہے ابلیس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ کسی عورت کے پاس تنہائی میں نہ بیٹھا کیجئے اس واسطے کہ جو عورت کے ساتھ خلوت کرتا ہے میں اس کے ساتھ لگا رہتا ہوں تا کہ اس کو بلا میں ڈال دوں حضرت سعید مسیّب رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ جس پیغمبر کو حق تعالیٰ نے

بھیجا ابلیس عورتوں کے بارے میں اس سے ناامید ہی رہا اور میں جتنا اس سے ڈرتا ہوں اتنا کسی چیز سے نہیں ڈرتا اسی سبب سے اپنے گھر اور اپنے لڑکے کے گھر کے سوا اور کہیں نہیں جاتا اے عزیز جان تو کہ اس شہوت میں بھی افراط تفریط اور اوسط کا درجہ ہے افراط تو یہ ہے کہ ایسی شہوت ہو کہ آدمی فواحش سے نہ شرمائے اور خود کو بالکل اسی میں ڈبو دے جب ایسی شہوت ہو تو اسے روزہ رکھ رکھ کر توڑنا واجب ہے اور اگر روزے سے نہ ٹوٹے تو نکاح کرے اور تفریط یہ ہے کہ شہوت جاتی ہی رہے اور یہ بھی نقصان کی بات ہے اور توسط و اعتدال یہ ہے کہ شہوت ہو اور زیر دست رہے بعض آدمی شہوت زیادہ ہونے کے واسطے سبھی چیزیں کھاتے ہیں یہ امر نادانی سے ہوتا ہے ان کی مثال اس شخص کی ایسی ہے جو زنبور کے چھتے کو چھیڑے تا کہ وہ اس کے پیچھے پڑ جائیں مگر جس شخص نے کئی نکاح کیے ہوں اور جوروؤں کا حق ادا کر کے ان کی حفاظت کرنا مقصود ہو تو مضائقہ نہیں اس واسطے کہ مرد لوگ عورتوں کے حصار ہیں اور غرائب اخبار میں ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے میں ضعف باہ پایا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ حریسہ پیا کرو اور اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نو بیبیاں تھیں وہ تمام عالم پر حرام ہو گئی تھیں اور تمام جہان سے ان کی امید منقطع تھی اس شہوت کی آفتوں میں سے ایک عشق ہے وہ بہت گناہوں کا سبب ہوتا ہے اگر آدمی ابتداء میں احتیاط نہ کرے تو ہاتھ سے جاتا رہتا ہے اور احتیاط کی صورت یہ ہے کہ آنکھ کو محفوظ رکھے اگر اتفاقاً کسی پر آنکھ پڑ جائے گی تو اسے دوبارہ روکنا آسان ہو گا اور آنکھ کو بلا قید چھوڑ دے گا تو پھر اس کا ٹھہرنا مشکل ہو جائے گا اس راہ میں نفس کی مثل چارپایہ کی سی ہے اگر کسی طرف جانے کا قصد کرے تو پہلے ہی اس کی باگ پھیرنا آسان ہوتا ہے اور جب مطلق العنان ہو گیا اور باگ ہاتھ سے چھوٹ گئی تو اس کی دم پکڑ کے کھینچنا دشوار ہوتا ہے آنکھ کو محفوظ رکھنا اصل ہے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ

حضرت داؤد علیہ السلام آنکھ ہی کے سبب سے بلا اور فتنہ میں پڑے حضرت داؤد نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی کہ شیر اور اژدہے کے پیچھے جانا روا ہے مگر عورتوں کے پیچھے ہرگز نہ جانا حضرت یحیٰی بن زکریا علی نبینا وعلیہما السلام سے لوگوں نے پوچھا کہ زنا کہاں سے پیدا ہوتا ہے فرمایا آنکھ سے جناب سلطان الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والثنا فرماتے ہیں کہ نگاہ ابلیس کے تیروں میں سے زہر بجھا ہوا ایک تیر ہے جو شخص خوف خدا سے اپنی آنکھ کو محفوظ رکھتا ہے حق تعالیٰ اس کو خود ایسا ایمان عنایت فرماتا ہے کہ وہ اس کی حلاوت اپنے دل میں پاتا ہے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنی وفات کے بعد اپنی امت میں عورتوں کے مثل کوئی بلا نہیں چھوڑی ہے اور فرمایا ہے کہ فرج کی طرح آنکھ بھی زنا کرتی ہے دیکھنا آنکھ کا زنا ہے تو جو شخص آنکھ کو نہ بچا سکے اس پر واجب ہے کہ شہوت کو ریاضت سے توڑے اور روزہ رکھنا اس شہوت کا علاج ہے اگر نہ ہو سکے تو نکاح کرنا اس کا علاج ہے اور اگر خوبصورت لونڈوں سے آنکھ کو نہ بچا سکے تو بہت بڑی آفت ہے اس واسطے کہ اس فعل کو آدمی حلال کر ہی نہیں سکتا اور جو شخص بمقتضائے شہوت لونڈوں کو گھورے اور اس سے راحت پائے اس شخص کو لونڈوں کی طرف دیکھنا حرام ہے لیکن اگر اس قسم کی راحت حاصل ہو جیسے سبزہ اور شگوفہ اور اچھے اچھے نقش ونگار دیکھنے سے حاصل ہوتی ہے تو خیر کیونکہ یہ کچھ نقصان نہیں کرتی اور اس کی پہچان یہ ہے کہ دیکھنے والے کے دل میں لونڈے کے ساتھ قربت کرنے کا خیال اور تقاضا نہ ہو اس واسطے کہ گل اور شگوفہ اگرچہ اچھا ہو لیکن اسے بوسہ دینے اور چھونے کی خواہش نہیں ہوتی اور جب قربت کی خواہش پیدا ہو تو یہ شہوت کی علامت اور لواطت کا پہلا قدم ہے ایک صوفی کا قول ہے کہ اگر مرید پر شیر خشمگین جھپٹے تو میں اتنا نہیں ڈرتا جتنا غلام امرد کے ملنے سے ڈرتا ہوں مریدوں میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ مجھ پر اس قدر شہوت غالب ہوئی کہ میں متحمل نہ ہو سکا میں نے بہت دعا اور زاری کی ایک رات ایک بزرگ کو

خواب میں دیکھا کہ مجھ سے کہتے ہیں کہ تجھے کیا ہوا ہے ان سے میں نے حال عرض کیا انھوں نے میرے سینہ پر ہاتھ پھیر دیا جب میں جاگا تو سکون ہو گیا جب ایک سال گزر گیا تو پھر شہوت پیدا ہوئی میں نے بہت زاری کی انہیں بزرگ کو پھر خواب میں دیکھا فرمایا کہ تو چاہتا ہے کہ مجھ سے شہوت دفع ہو جائے میں نے عرض کی کہ ہاں فرمایا گردن جھکا میں نے جھکا دی بس ایک تلوار نکالی اور میری گردن پر ماری میں جب جاگا تو پھر سکون ہو گیا جب ایک سال گزرا تو پھر شہوت پیدا ہوئی پھر میں نے زاری بھی کی اور ان بزرگ کو بھی خواب میں دیکھا کہ مجھ سے فرماتے ہیں کہ اس چیز کو دفعیہ کہاں تک خدا سے چاہے گا جس کے دفع کرنے کو وہ دوست نہیں رکھتا پھر میں جاگا اور بیوی کی حتی کہ شہوت سے نجات پائی۔

اس شخص کے ثواب کا بیان جو اس شہوت کے خلاف کرے

اے عزیز! جان تو کہ شہوت جس قدر زیادہ غالب ہو گی اسی قدر اس کے خلاف کرنے میں ثواب بھی زیادہ ہے۔ آدمی پر اس سے زیادہ اور کوئی شہوت غالب نہیں ہے لیکن اس شہوت کا مطلوب برا ہے۔ اور اکثر لوگ جو یہ شہوت نہیں بجھاتے تو یا عجز کے سبب سے یہ امر ہوتا ہے۔ یا ہراس یا شرم کی وجہ سے یا اس خوف سے کہ کھل جائے گا تو ہم بدنام ہوں گے اور جو شخص ان وجہوں سے حذر کرتا ہے اسے کچھ ثواب نہیں ہوتا کہ یہ غرض دینوی کی طاعت ہے طاعت شرع نہیں ہے۔ لیکن گناہ سے عاجز ہونا بھی سعادت ہے کسی سبب سے ہو آدمی ہو عقوبت اور گناہ سے تو بچتا ہے اگر کوئی شخص حرام پر قادر ہو اور کوئی مانع بھی نہ ہو اور خدا کے واسطے اس سے دست بردار ہو تو اس کا بڑا ثواب ہے وہ شخص ان سات آدمیوں میں سے ہے جو قیامت کے دن عرش الٰہی کے سایہ میں ہوں گے اور اس امر میں اس کا درجہ حضرت یوسف علیہ السلام کے درجہ کے برابر ہو گا اس واسطے کہ یہ گھاٹی طے کرنے میں حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ السلام پیشوا اور امام ہیں۔

حکایت:

سلیمان ابن بشار رحمتہ اللہ تعالیٰ بہت ہی حسین آدمی تھے ایک عورت نے خود کو ان کی خدمت میں پیش کیا وہ بھاگے کہتے ہیں کہ اسی شب میں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب میں دیکھا اور پوچھا آپ یوسف ہیں فرمایا ہاں میں وہ یوسف ہوں کہ میں نے قصد کیا اور تو وہ سلیمان ہے کہ تو نے بھی قصد نہیں کیا یہ اس آیہ کریمہ کی طرف اشارہ ہے ﴿ ولقد همت به وهم بها ﴾ الایہ اور یہی سلیمان یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ میں حج کو جاتا تھا جب مدینہ منورہ سے نکل کر ابوا (۵) میں اترا میرا ساتھی تو جنس لینے چلا گیا عرب کی ایک عورت ماہ طلعت بے نقاب جیسے بدر بے سحاب میرے پاس آئی اور اپنی زبان میں یوں کہنے لگی شعر: صبح سب ساقیا قدح پر شراب کن دور فلک درنگ ندارد شتاب کن یعنی شعر ساقیا بہر خدا ازرہ الطاف و کرم بادہ وصل سے بھر دے مرے پیمانے کو: میں سمجھا کہ اسے خواہش طعام ہے اس سبب سے یہ کلام ہے دسترخوان مانگا کہ اسے کھانا دوں اس نے کہا میں یہ نہیں چاہتی ہوں بلکہ میرا وہ مدعا ہے جو مطلب عورتوں کو خاص مردوں ہی سے ہوتا ہے یہ سن کر میں سر بگریبان ہوا اور نہایت گریان ہوا اس قدر رویا کہ اس خیال باطل کو اس کے دل سے دھویا بارش اشک دیکھ کر وہ مہ پارہ ابر برقع میں پنہاں ہوگئی اور اپنی منزل کو رواں ہوگئی وہ ساتھی جب پھر کر آیا تو مجھ میں رونے کا اثر پایا پوچھا یہ کیا حال ہے میں نے کہا لڑکوں بالوں کا خیال باعث ملال ہے اس نے کہا تو ابھی فارغ البال تھا لڑکوں بالوں کا نہ وہم تھا نہ خیال تھا کوئی امر جدید پیش آیا ہے فلک نے کوئی نیا واقعہ دکھایا ہے مجھ سے بیان کر غرضکہ جب اس نے بہت الحاح کیا تو میں نے کہہ دیا اس نے جو سنا تو وہ بھی رونے لگا میں نے پوچھا کہ تو کیوں روتا ہے کہا اس وجہ سے کہ میں ڈرتا ہوں کہ اگر یہ امر مجھے پیش آتا تو میں ایسا نہ کرسکتا پھر جب ہم مکہ معظمہ میں پہنچے اور طواف وسعی کر چکے تو میں ایک حجرہ میں سو گیا۔ ایک شخص کو دیکھا کہ نہایت درجہ حسین

وجمیل کشادہ رو خوش بو دراز قد ہے میں نے پوچھا تم کون ہو انھوں نے فرمایا کہ میں یوسف ہوں میں نے عرض کی کہ یوسف صدیق فرمایا ہاں میں نے عرض کی کہ عزیز کی عورت کے ساتھ آپ کا قصہ عجیب وغریب ہے فرمایا کہ زن اعرابی کے ساتھ تیرا یہ قصہ عجیب تر ہے۔

حکایت :

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ زمانہ گذشتہ میں تین آدمی سفر کو گئے جب رات ہوئی تو ایک غار کے اندر چلے گئے تا کہ بے خوف رہیں اتفاقا پہاڑ سے اتنا بڑا ایک پتھر گرا کہ غار کا منھ ایسا بند ہو گیا کہ نکلنے کا راستہ نہ رہا اور اس پتھر کو جنبش دینا ممکن نہ تھا ان بیچاروں نے آپس میں کہا کہ اس کی کوئی تدبیر نہیں ہے مگر یہ کہ ہم تینوں آدمی دعا کریں اور ہر ایک اپنے اپنے نیک عمل عرض کرے کہ شاید اس کے طفیل سے حق سبحانہ تعالیٰ ہماری مشکل آسان کر دے۔ ان میں سے ایک شخص نے یوں عرض کیا کہ بارخدایا تو جانتا ہے کہ میرے ماں باپ تھے کہ ان سے پہلے نہ خود میں کھانا کھاتا تھا نہ اپنے جورو لڑکوں کو دیتا تھا ایک دن کسی کام کو گیا تھا بہت رات گئے آیا میرے ماں باپ سو گئے تھے۔ ایک کاسہ بھر دودھ جو میں لایا تھا ان کے جاگنے کے انتظار میں میرے ہاتھ پر تھا اور لڑکے بھوک کے مارے زار زار روتے تھے میں ان سے کہتا تھا کہ جب تک میرے والدین پہلے نہ پی لیں گے جب تک تمھیں نہ دوں گا وہ صبح تک نہ جاگے اور میں اسے ہاتھ پر رکھے کھڑا رہا حالانکہ میں اور میرے لڑکے بھوکے تھے بارخدایا اگر تو جانتا ہے کہ یہ امر محض تیری رضامندی کے واسطے تھا تو ہماری مشکل آسان کر دے۔ جب اس نے یہ عرض کی تو پتھر کچھ ہٹا اور ایک سوراخ ہوا لیکن اس سے باہر نہ نکل سکتے تھے پھر دوسرے نے یوں عرض کر کے دعا کی کہ بارخدایا تو عالم الغیب ہے تجھے معلوم ہے کہ میرے چچا کی ایک لڑکی تھی میں اس پر عاشق تھا وہ میرا

کہا نہ مانتی تھی حتیٰ کہ ایک سال قحط پڑا اور وہ عاجز ہوئی میرے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے لگی ایک سو بیس دینار اس شرط سے میں نے اسے دیے کہ میرا کہا مان لے غرضکہ جب میں اس کام کے قریب ہوا تو اس نے کہا کہ تو ڈرتا نہیں کہ حق تعالیٰ کی مہر اس کے بے حکم توڑتا ہے میں نے ڈر کر اسے چھوڑ دیا اور پھر اس کا قصد نہیں کیا حالانکہ تمام جہاں کی چیزوں میں اس سے زیادہ مجھے کسی چیز کی حرص اور خواہش نہ تھی بارخدایا اگر تو جانتا ہے کہ فقط تیری ہی رضا کے واسطے میں نے حذر کیا تو تو ہماری مشکل آسان کردے پھر پتھر کو جنبش ہوئی اور غار کا منہ کچھ تھوڑا اور کھلا لیکن ابھی نکلنا ممکن نہ تھا۔ پھر تیسرے نے یوں عرض کرکے دعا کی کہ بارخدایا تو دانائے حال ہے کہ ایک مرتبہ میں نے مزدور لگائے تھے سب مزدوروں کی مزدوری دی مگر ایک مزدور مزدوری چھوڑ کر چلا گیا تھا میں نے اس کی مزدوری سے ایک بکری مول لی اور اس کی تجارت کرتا رہا حتیٰ کہ بہت سامال جمع ہوا ایک دن وہ مزدور مزدوری مانگنے آیا گائے بیل، اونٹ، بکری، لونڈی، غلام ایک بھیڑ کے بھیڑ تھے میں نے اس سے کہا کہ یہ سب تیری مزدوری ہے اس نے کہا کہ تم مجھے ہنستے ہو میں نے کہا نہیں یہ سب تیرے ہی مال سے حاصل ہوا ہے اور وہ سب میں نے اسے حوالے کردیا اس میں سے خود کچھ نہیں لیا بارخدایا اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ امر تیرے ہی واسطے کیا تھا تو ہماری مشکل آسان کردے پس پتھر بالکل ہٹ گیا راہ کھلی باہر نکلے مصیبت کا زمانہ کٹ گیا۔

حکایت:

حضرت بکر ابن عبداللہ المزنی قدس سرہ نے کہا ہے کہ ایک قصائی اپنے پڑوسی کی لونڈی پر عاشق تھا ایک مرتبہ وہ لونڈی کھتوا ہی کو جاتی تھی وہ قصائی پیچھے پیچھے جا کر اس سے لپٹ گیا کہا اے جوانمرد جس قدر تجھے مجھ سے محبت ہے اس سے زیادہ مجھے تجھ سے عشق ہے لیکن کیا کروں خدا سے ڈرتی ہوں قصائی نے کہا نیک بخت جو تو

خدا سے ڈرتی ہے تو میں کیونکر نہ ڈروں یہ کہہ کر توبہ کی اور پھر راہ میں اس پر پیاس غالب ہوئی ہلاک ہو جانے کا خوف تھا کہ ایک شخص پیغمبر وقت کا رسول کہیں جاتا تھا وہ آ پہنچا اس نے قصائی سے پوچھا کہ تجھے کیا آفت پہنچی ہے جواب دیا کہ پیاس کی شدت ہے اس نے کہا کہ آمیں اور تو دعا کریں کہ حق تعالیٰ ابر کو بھیج دے اور جب تک ہم شہر کو پہنچیں وہ ہم پر سایہ کیے رہے قصائی نے کہا کہ میں تو کچھ عبادت نہیں رکھتا ہوں تم دعا کرو میں آمین کہوں غرضکہ ایسا ہی کیا ابر آیا اور ان کے سر پر چھایا یہ چلے حتیٰ کہ ایک دوسرے سے جدا ہوئے وہ ابر قصائی کے ساتھ چلا اور وہ رسول پیغمبر دھوپ میں چلا قصائی سے کہنے لگا کہ اے جوان تو کہتا تھا کہ میں کچھ عبادت ہی نہیں رکھتا ہوں اب کھلا کہ یہ ابر تو تیرے ہی واسطے تھا اپنا حال تو بتا قصائی نے کہا میں اور کچھ نہیں جانتا ہوں مگر اس لونڈی کے کہنے سے توبہ کی ہے رسول پیغمبر نے کہا کہ ایسا ہی ہے کہ حق تعالیٰ کے نزدیک جو مقبولیت تائب کے واسطے ہے وہ کسی کے واسطے نہیں۔

عورتوں کو دیکھنے کی آفت اور نظر حرام کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ یہ امر نادر ہے کہ کوئی شخص ایسے کام پر قادر ہو پھر خود بچا سکے تو اولی یہ ہے کہ آدمی ابتدائے کار کو نگاہ رکھے اور ابتدائے کار آنکھ ہے حضرت علا ابن زیاد رحمہا اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ کسی عورت کی چادر پر نظر نہ ڈال کہ اس سے دل میں شہوت پیدا ہوتی ہے اور حقیقت میں عورتوں کے کپڑے پر نظر ڈالنے اور ان کی خوشبو سونگھنے اور ان کی آواز سننے سے حذر کرنا واجب ہے بلکہ پیغام بھیجنے اور سننے سے اور ایسی جگہ گزرنے سے بھی حذر کرنا چاہیے جہاں ممکن ہو کہ عورتیں تجھے دیکھیں گو کہ تو انھیں نہ دیکھے اس واسطے کہ جہاں کہیں جمال ہوتا ہے وہاں ہر امر شہوت اور خیال بد کا تخم دل میں بوتا ہے اور عورت کو بھی خوبصورت مرد سے اسی طرح حذر کرنا چاہیے اور جو نظر قصداً ہوتی ہے وہ حرام ہے لیکن اگر بے اختیار نظر پڑ جائے تو گناہ

نہیں ہے۔ دوبارہ نظر ڈالنا حرام ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ پہلی نظر تجھے درست ہے اور دوسری نظر تجھ پر حرام ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی پر عاشق ہو اور خود کو محفوظ رکھے اور عشق کو چھپائے اور درد عشق کے مارے مر جائے وہ شہید ہے خود کو محفوظ رکھنے کے یہ معنی ہیں کہ پہلی نظر تو اتفاقاً پڑ گئی ہو دوسری نظر کو نگاہ رکھے نہ پھر دیکھے نہ تلاش کرے اور عشق کو دل میں چھپائے رہے اے عزیز جان! تو کہ مجلسوں اور دعوتوں میں مردوں اور عورتوں کے بیٹھنے اور نظارہ بازی کرنے سے بڑھ کر کوئی تخم فساد نہیں بشرطیکہ اس میں پردہ اور حجاب نہ ہو اور عورتیں چادر اور نقاب جو اوڑھتی ہیں یہ کافی نہیں بلکہ جب سفید چادر اوڑھتی ہیں اور تکلف کا نقاب ڈالتی ہیں تو اور بھی شہوت ہوتی ہے اور شاید چہرہ کھلا رکھنے سے زیادہ اس شرم و حجاب میں اچھی معلوم ہوں تو سفید چادر اوڑھ کر پاکیزہ نقاب چہرہ پر ڈال کر باہر نکلنا عورتوں پر حرام ہے جو عورت ایسا کرے گی گناہ گار ہوگی اور باپ بھائی شوہر جو کوئی ہو اور اس امر کی عورت کو اجازت دے وہ گناہ میں اس کا شریک ہوگا کہ اس نے اجازت دے دی اور کسی مرد کو درست نہیں ہے کہ بقصد شہوت عورتوں کا پہنا ہوا لباس پہنے یا بو سونگھنے کے واسطے اس پر ہاتھ پھیرے یا ہار پھول یا ایسی کوئی چیز جس سے ملاطفت کرتے ہیں عورتوں کو دے یا لے یا میٹھی میٹھی باتیں کرے اور عورت کو بھی غیر مرد سے بات کرنا درست نہیں مگر سخت بات زجر کے ساتھ جیسا حق سبحانہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿ ان اتقیتن فلاتخضعن بالقول فیطمع الذی فے قلبه مرض و قلن قولا معروفا ﴾ یعنی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج طاہرات رضی اللہ عنہن کو ارشاد ہوتا ہے کہ اچھی اور نرم آواز سے مردوں کے ساتھ بات نہ کیا کرو کہ جس کے دل میں بیماری ہے وہ طمع کرے گا اور قول معروف کہا کرو اور جس برتن سے عورت نے پانی پیا ہے تو جہاں پر اس میں عورت کا دہن لگا تھا وہاں سے قصداً پانی پینا اور میوہ عورت نے

دانت سے کاٹ کر چھوڑ دیا اسے کھانا نہ چاہیے حضرت ابو ایوب انصاری کی اہلیہ اور لڑکے جو کاسہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اٹھاتے اس میں جہاں جہاں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگلیاں اور دہن مبارک چھو گیا ہوتا وہاں تبرکاً اپنی انگلیاں لگاتے۔ جب اس امر میں ثواب ہوا تو اگر تلذذ اور خوشی کی نیت سے غیر عورت کا جھوٹا کھا جائے گا تو گناہ اور عذاب ہوگا اور جو چیز عورتوں سے علاقہ رکھتی ہے اس سے زیادہ کسی چیز سے حذر کرنا ضرور تر نہیں ہے۔

اے عزیز جان! تو کہ جو رنڈی لونڈا راستہ میں آدمی کے سامنے آتا ہے شیطان تقاضا کرتا ہے کہ تو اس پر نظر ڈال دیکھ تو وہ کیسا ہے تو شیطان کے ساتھ مناظرہ کرنا چاہیے اور کہنا چاہیے کہ میں کیوں دیکھوں یہ اگر بدصورت ہے تو رنجیدہ بھی ہوں گا اور گناہ گار بھی اس واسطے کہ میں نے تو اس قصد سے دیکھا ہوگا کہ وہ خوبصورت ہے اور اگر خوبصورت ہے تو چونکہ دیکھنا حلال نہیں اس وجہ سے گناہ ہوگا اور رنج وحسرت رہے گی اور اگر اس کے ساتھ جاؤں تو دین اور عمر اس کی نذر کروں شاید مطلب کو نہ پہنچوں ایک دن رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشم مبارک راہ میں کسی خوبصورت عورت پر پڑ گئی آپ پھر آئے اور اپنی بی بی کے ساتھ صحبت کی اور فوراً غسل کر کے باہر نکل آئے اور فرمایا کہ جس کسی کے سامنے عورت آجائے اور شیطان اس کی شہوت کو حرکت میں لائے وہ اپنے گھر میں جا کر اپنی جورو سے صحبت کرے کہ جو کچھ تمہاری جورو پاس ہے وہی غیر عورت کے پاس بھی ہے واللہ اعلم وحکمہ احکم۔

تیسری اصل باتیں کرنے کی حرص کے علاج اور آفت زبان کے بیان میں

اے عزیز از جان! اس بات کو جان کہ زبان عجائب صنعت الٰہی میں سے ہے کہ

خواب راست و درست ہوتا ہے علی ہذا القیاس جھوٹا آدمی جو سچا خواب نہیں دیکھتا ہے جب اس جہان میں جائے گا تو درگاہ الٰہی کہ اس کی زیارت سب لذتوں کی غایت ہے وہ بھی اس کے دل میں کا داک نظر آئے گی ٹھیک نہ دیکھے گا اور اس لذت کی سعادت سے محروم رہے گا بلکہ جس طرح ناہموار آئینے میں چہرہ برا ہو جاتا ہے اور جس طرح تلوار کے عرض یا طول میں آدمی دیکھے تو صورت کا حسن و جمال باطل ہو جاتا ہے اس جہان کے کاموں اور حق سبحانہ تعالیٰ کے کاموں کی حقیقت بھی ایسی ہی ہے تو دل کی ہمواری اور ناہمواری زبان کی راستی اور کجی کی تابع ہے اسی واسطے جناب سرور کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ نے فرمایا کہ ایمان راست نہیں ہوتا جب تک دل راست نہ ہو اور دل راست نہیں ہوتا جب تک زبان راست نہ ہو تو زبان کے شر اور آفات سے حذر کرنا دین کی ضروری باتوں میں سے ہے اور ہم اس اصل میں پہلے چپ رہنے کی فضیلت بیان کرتے ہیں پھر بہت باتیں کرنے اور فضول بکنے کی آفت اور جھگڑے اور خصومت کرنے کی آفت اور فحش اور گالی اور زبان درازی کی آفت اور لعنت اور ٹھٹھول اور مسخراپن کرنے کی آفت اور جھوٹ بولنے غیبت سخن چینی دوروئی کرنے کی آفت اور ہجو اور تعریف اور جو کچھ اس سے علاقہ رکھتا ہے اس کی آفت مشرح بیان کریں گے اور ان کا علاج بھی کہہ دیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

چپ رہنے کے ثواب کا بیان

اے عزیز جان! تو چونکہ زبان کی آفتیں بہت ہیں اور خود ان سے بچانا آدمی کو دشوار ہے اور چپ رہنے سے بہتر اس کی کوئی تدبیر نہیں ہے۔ جس قدر ہو سکے تو چاہیے کہ آدمی ضرورت کی قدر سے زیادہ بات نہ کرے بزرگوں نے کہا کہ وہ شخص ابدال ہوتا ہے جس کا کھانا بولنا سونا بقدر ضرورت ہو اور حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ﴿ لا خیر فی کثیر من نجواھم الا من امر بصدقۃ او معروف او اصلاح

بین الناس﴾ یعنی پوشیدگی میں باتیں کرنا اچھی بات نہیں ہے مگر صدقے کا حکم دینا اور اچھی بات کہنا اور لوگوں میں صلح کرنا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ﴿من صمت نجی﴾ یعنی جو چپ رہا نجات پائی اور فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے جسے پیٹ اور فرج اور زبان کے شر سے محفوظ رکھا وہ سب برائیوں سے محفوظ رہا حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا عمل افضل ہے آپ نے زبان مبارک منہ کے باہر نکالی اور اس پر انگلی رکھی یعنی اشارے سے یوں فرمایا کہ خاموشی افضل ہے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ آپ اپنی زبان انگلی سے پکڑے ہوئے کھینچتے ہیں اور ملتے ہیں میں نے کہا کہ اے خلیفہ رسول اللہ آپ یہ کیا کرتے ہیں فرمایا کہ اس مردار نے بہت سے کام کروائے ہیں اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدمی کی اکثر خطائیں اس کی زبان میں ہیں اور فرمایا کہ جو عبادت سب سے زیادہ آسان ہے وہ میں تمہیں بتاؤں وہ زبان خاموش اور خوی نیک ہے اور فرمایا ہے کہ جو شخص حق سبحانہ تعالیٰ اور روز قیامت کا ایمان رکھتا ہے اس سے کہہ دو کہ نیک بات کے سوا اور کچھ نہ کہہ یا خاموش رہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لوگوں نے عرض کی کہ ہمیں ایسی کوئی چیز بتائیے کہ اس کے سبب سے ہم بہشت میں جائیں فرمایا کہ ہرگز بات نہ کرو لوگوں نے کہا کہ یہ ہم سے نہ ہو سکے گا۔ فرمایا تو نیک بات کے سوا اور کچھ نہ کہو اور حضرت سلطان الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والثنا نے فرمایا ہے کہ جب تم کسی مسلمان خاموش اور باوقار کو دیکھو تو اس سے تقرب حاصل کرو کہ وہ بے حکمت نہیں ہوتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ عبادتیں دس ہیں نو تو خاموشی میں اور ایک لوگوں سے بھاگنا اور سرور انبیاء علیہ افضل الصلوٰۃ والثنا نے ارشاد کیا ہے کہ جو بہت باتیں کرتا ہے اس کے کلام میں اکثر خطا اور غلطی ہوتی ہے اور جس کلام میں اکثر خطا اور

غلطی ہو وہ بڑا گناہ گار ہوتا ہے اور جو بڑا گناہ گار ہو اس کے واسطے آتش دوزخ اولیٰ تر ہے اس واسطے تھا کہ امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ منہ میں پتھر رکھے رہتے تا کہ بات نہ کر سکیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ قید میں رہنے کے واسطے زبان سے زیادہ کوئی چیز اولیٰ تر نہیں حضرت یونس ابن عبید رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں نے جس کو زبان روکے دیکھا اس کے سب کاموں میں نیکی پیدا ہوئی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے لوگ باتیں کرتے تھے اور حضرت احنف رحمتہ اللہ تعالیٰ خاموش بیٹھے تھے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس نے پوچھا کہ تم کیوں نہیں بات کرتے کہا کہ جھوٹ بات کہتے خدا سے ڈرتا ہوں اور سچ بات کہتے تم لوگوں سے۔ حضرت ربیع ابن خثیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیس برس تک دنیا کی بات نہیں کی جب صبح کو اٹھتے کاغذ اور قلم دوات پاس رکھ لیتے جو کہنا ہوتا اسے لکھتے اور رات کو اس کا حساب اپنے سے کرتے۔ اے عزیز جان! تو کہ خاموشی کی یہ سب فضلیتیں اس سبب سے ہیں کہ زبان کی آفتیں بہت ہیں اور زبان کی نوک سے ہمیشہ بیہودہ ہی نکلتا ہے اس کا کہہ دینا تو آسان ہوتا ہے لیکن نیک بد میں تمیز کرنا دشوار ہوتا ہے اور چپ رہنے میں اس کے وبال سے آدمی نجات پاتا ہے اور ہمت جمع رہتی ہے ذکر اور فکر میں آدمی مشغول رہتا ہے اے عزیز جان! تو کہ بات کہنے کی چار قسمیں ہیں ایک تو یہ ہے کہ بالکل نقصان ہی ہو دوسری وہ ہے کہ اس میں نفع نقصان دونوں ہوں تیسری وہ جس میں نہ نفع ہو نہ نقصان وہ فضول بات ہوتی ہے اس کا ضرر اس قدر بس ہے کہ اتنا زمانہ ضائع کرتی ہے چوتھی قسم یہ ہے کہ محض منفعت ہو تو باتوں میں سے تین ربع نہ کہنے کے لائق ہیں اور ایک ربع کہنے کے لائق یہ وہی بات ہے جو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمائی ﴿ الا من امر بصدقه او معروف الایته ﴾ (۶) اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ﴿ من صمت نجی ﴾ جو شخص خاموش رہا اس نے نجات پائی تاوقتیکہ تو زبان کی

آفتیں نہ جان لے گا اس کی حقیقت نہ پہچانے گا اور ہم انشاء اللہ تعالیٰ اسے ایک ایک کرکے مفصل بیان کرتے ہیں پہلی آفت یہ ہے کہ تو ایسی بات کہے کہ جس کی کچھ حاجت نہیں کہ اس کے نہ کہنے میں کسی طرح کی دینی اور دنیوی مضرت نہیں ایسی بات کہنے سے تو حسن اسلام سے نکل جائے گا اس واسطے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ﴿من حسن اسلام المرء ترکہ مالایعنیہ﴾ جو بات ضرور نہ ہو اسے ترک کر دینا حسن اسلام میں سے ہے اور ایسی بے فائدہ بات کی مثل یہ ہے کہ تو لوگوں میں بیٹھے اور اپنے سفر کی حکایت بیان کرے اور پہاڑ باغ بوستان کی کیفیت اور جو جو حال گزرا ہوا سے اس طرح بیان کرے کہ اس میں کمی زیادتی نہ ہونے پائے یہ تیرا بیان سب فضول ہوگا کہ اس کی کچھ ضرورت نہیں اگر تو نہ کہے تو کچھ نقصان نہ ہو جائے گا اسی طرح اگر تو کسی کو دیکھے اور اس سے کچھ پوچھے اور تجھے اس پوچھنے سے کچھ کام نہ ہو یہ اس وقت ہے جبکہ پوچھنے میں کچھ آفت نہ ہو لیکن اگر مثلاً تو پوچھے کہ تم روزہ دار ہو تو اگر سچ کہے تو اظہار عبادت کیا اور اگر جھوٹ بولے تو گناہ گار ہو اور یہ تیرے سبب سے ہوتا ہے اور ناشائستہ بات ہے اور علی ہذا القیاس اگر تو پوچھے کہ تم کہاں سے آتے ہو اور کیا کرتے ہو اور کیا کرتے تھے تو شاید وہ اظہار نہ کر سکے اور جھوٹ میں مبتلا ہو جائے اور جھوٹ خود باطل ہے اور فضول بات وہ ہے جس میں کوئی باطلب امر نہ ہو کہتے ہیں کہ لقمان حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں جایا کرتے تھے اور وہ زرہ بنایا کرتے تھے لقمان چاہتے تھے کہ مجھے معلوم ہو کہ یہ کیا چیز ہے مگر پوچھتے نہ تھے حتیٰ کہ سال بھر میں حضرت داؤد علیہ السلام نے بنا کر تمام کی اور پہنی اور فرمایا کہ لڑائی کے واسطے یہ اچھا لباس ہے تو لقمان نے پہچانا اور کہا کہ خاموشی حکمت ہے مگر کسی کو اس کی رغبت نہیں اور ایسی باتیں پوچھنے کا یہ سبب ہوتا ہے کہ پوچھنے والا چاہتا ہے کہ لوگوں کا حال معلوم ہو جائے اور بات چیت کی راہ کھلے یا کسی سے دوستی ظاہر کرے اس کا علاج یہ ہے کہ آدمی یہ جانے کہ موت دریش

ہے کہ جس نے زیادہ بات کو رکھ چھوڑا اور زیادہ مال دے ڈالا یعنی تھیلی کی گرہ کھول کر زبان پر لگائی اور فرمایا ہے کہ زبان دراز سے بدتر کوئی چیز آدمی کو نہیں دی ہے۔

اے عزیز جان! تو کہ ﴿ مایلفظ من قول الالدیہ رقیب عتید ﴾ یعنی جو کچھ آدمی کہتا ہے وہ اس کے نام لکھا جاتا ہے اگر ایسا ہوتا کہ فرشتے فضول بات نہ لکھتے اور لکھتے وقت اجرت مانگ لیا کرتے اور اس کے خوف سے دس باتوں کو گھٹا کر ایک کر دیا کرتے تو اس اجرت دینے کے نقصان کی بہ نسبت فضول گوئی میں تضیع اوقات ہونے کا نقصان بہت زیادہ ہے دوسری آفت باطل اور معصیت میں بات کہنا ہے باطل تو یہ ہے کہ آدمی بدعتوں میں بات کرے اور معصیت یہ ہے کہ اپنے اور دوسروں کے فسق وفساد کی حکایت کہے اور شراب وغیرہ کی مجلس کا ذکر کرے یا جس محفل میں دو آدمیوں سے جھگڑا ہوا ہو اور ایک نے دوسرے کو فحش کہا ہو یا رنج دیا ہو اس کا چرچا کرے فحش میں کوئی حال بیان کرے کہ اسے سن کر ہنسی آئے یہ سب باتیں گناہ ہیں یہ آفت پہلی آفت کی سی ہے کہ اس میں درجہ گھٹ جاتا ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص ایسا ہوتا ہے کہ ایک بات کہتا ہے اور اس سے باک نہیں رکھتا اس بات کی کچھ حقیقت نہیں سمجھتا اور وہ بات اسے قعر دوزخ تک پہنچا دیتی ہے اور کوئی ہوتا ہے کہ ایک بات کہتا ہے اور اس کے کہنے میں بیباک ہوتا ہے اور وہ بات اسے جنت تک لے جاتی ہے۔ تیسری آفت بات میں خلاف کرنا اور جھگڑنا ہے بعضے آدمی کی عادت ہوتی ہے کہ جو کوئی بات کہتا ہے وہ اس کی بات کو رد کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ایسی بات نہیں ہے اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ تو احمق اور نادان اور جھوٹا ہے اور میں زیرک اور عاقل اور سچا ہوں اور اس کلمہ سے اس نے دو مہلک صفتوں کو قوی کر دیا ہو گا ایک تکبر کو دوسرے درندگی کو اس واسطے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص بات میں خلاف اور خصومت کرنے سے باز رہتا ہے اور ناحق بات نہیں کہتا ہے اس کے واسطے جنت

میں ایک گھر بناتے ہیں اور اگر حق بات بھی احتیاطاً نہیں کہتا اس کے واسطے بہشت اعلیٰ میں گھر بناتے ہیں اور اس کا ثواب اس وجہ سے زیادہ ہے کہ دوسرے کی محال اور جھوٹ بات پر صبر کرنا بہت دشوار ہوتا ہے اور فرمایا ہے کہ آدمی کا ایمان کامل نہیں ہوتا تاوقتیکہ خلاف سے دستبردار نہ ہو اگرچہ حق پر ہو۔ اے عزیز جان تو کہ فقط مذاہب ہی میں یہ خلاف نہیں ہوتا بلکہ اگر کوئی شخص کہے کہ یہ انار میٹھا ہے اور تو کہے کہ نہیں کھٹا ہے یا کوئی کہے کہ فلانی جگہ تک ایک فرسنگ ہے اور تو کہے کہ نہیں یہ سب خلاف ہیں اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر تو کسی کے ساتھ جھگڑا کرے تو دو رکعت نماز اس کا کفارہ ہے از انجملہ یہ بھی ہے کہ کوئی شخص بات کہے اور تو اس کی خطا پکڑے اور اس کا خلل بتائے یہ سب حرام ہے اس واسطے کہ اس سے رنج دینا حاصل ہوتا ہے اور کسی مسلمان کو بلاضرورت رنج دینا نہ چاہیے اور ایسی باتوں میں خطا ظاہر کرنا فرض نہیں ہے۔ بلکہ خاموش رہنا کمال ایمان سے ہے اگر مذاہب میں خلاف ہو تو اسے جدل کہتے ہیں یہ بھی مذموم ہے مگر یہ کہ نصیحت کے طور پر خلوت میں حق امر ظاہر کر دے بشرطیکہ یہ امید ہو کہ دوسرا شخص مان لے گا ورنہ چپ رہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی قوم گمراہ نہیں ہوئی کہ جدل اس پر غالب نہ ہوا ہو لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ بیٹا عالموں سے جدل نہ کرنا کہ وہ تجھے دشمن جانیں گے۔ اے عزیز جان تو کہ محال اور باطل بات پر چپ رہنا بڑے صبر کی دلیل ہے اور یہ بات فضائل مجاہدات میں سے ہے حضرت داؤد طائی قدس سرہ نے جب عزلت اختیار کی تو حضرت امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم باہر کیوں نہیں آتے جواب دیا کہ مجاہدہ کر کے خود کو جدل سے باز رکھتا ہوں فرمایا کہ مناظرے کی مجلس میں آؤ اور سنو اور کچھ نہ بولو فرماتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا اور اس سے سخت تر کوئی محنت نہیں کھینچی واقعی اس سے زیادہ کوئی آفت نہیں کہ کسی شہر میں تعصب مذہب ہو اور جو لوگ جاہ و مرتبہ کے طالب ہوں وہ ظاہر کریں کہ جدل دین

میں سے ہے اور درندگی اور تکبر کی صفت خود اس بات کو چاہتی ہے آدمی جب یہ جانے کہ جدل دین میں سے ہے تو اس کی حرص اس کے دل میں ایسی مضبوط ہو جائے گی کہ اس سے ہرگز صبر نہ کر سکے گا کیونکہ نفس کو اس میں کئی طرح کی لذت ہوتی ہے حضرت مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ جدل دین میں سے نہیں ہے اور سب بزرگان سلف نے جدل کرنے کو منع فرمایا ہے۔ اگر کوئی شخص مبتدع ہو اور آیات قرآنی اور احادیث سے منکر ہو گیا تو اس سے بزرگوں نے بے جھگڑے اور طول کلامی کے بات کی ہے جب فائدہ نہ دیکھا تو منہ پھیر لیا چوتھی آفت مال میں جھگڑا ہے کہ قاضی کے پاس یا اور کہیں پیش ہو اس کی آفت بڑی ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی بے علم کسی سے جھگڑتا ہے جب تک وہ خاموش نہیں ہو جاتا تب تک خدا کی خفگی اور ناراضی میں رہتا ہے بزرگوں نے کہا ہے مال میں جھگڑنا جیسا دل کو پراگندہ کرتا ہے اور زندگی کو بے لذت کر دیتا ہے، اور دین کی مروت کو گھٹاتا ہے ویسا کوئی چیز نہیں کرتی بزرگوں نے کہا ہے کہ کسی اہل ورع نے مال میں جھگڑا نہیں کیا اس واسطے کہ بے زیادہ گوئی کے جھگڑا تمام نہیں ہوتا اور اہل ورع زیادہ گوئی نہیں کرتے اگر کچھ نہ ہو لیکن جھگڑے میں آدمی طرف ثانی سے اچھی بات تو نہ کہہ سکے گا اور اچھی بات کہنے کی بڑی فضیلت ہے تو جس شخص کو خصومت ہو اگر ہو سکے تو اس سے باز آنا ضرور ہے اور اگر نہ ہو سکے تو چاہیے کہ سچ کے سوا اور کچھ نہ کہے اور رنج دینے کا قصد نہ کرے اور سخت کلام اور زیادہ بات نہ کہے اس واسطے کہ اس میں دین کی تباہی ہے پانچویں آفت فحش بکنا ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص فحش بکتا ہے اس پر بہشت حرام ہے اور فرمایا ہے کہ دوزخ میں کچھ لوگ ہوں گے کہ ان کے منہ سے نجاست بہے گی اور اس کی بدبو کے سبب سے سب دوزخی فریاد کریں گے۔ اور پوچھیں گے کہ یہ کون لوگ ہیں تو کہیں گے کہ کہ یہ وہ لوگ ہیں جو بری بات اور فحش کو دوست رکھتے تھے اور بکتے

تھے۔حضرت ابراہیم ابن میسرہ رحمہ اللہ تعالی کہتے ہیں کہ جو شخص فحش بکتا ہے وہ قیامت کے دن کتے کی صورت پر ہوگا۔اے عزیز جان! تو کہ اکثر فحش اس میں ہوتا ہے کہ جماع کو برے طور پر تعبیر کرتے ہیں اور گالی یہ ہے کہ کسی کو اس کی طرف منسوب کریں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لعنت خدا کی اس پر جو اپنے ماں باپ کو گالی دے لوگوں نے عرض کی کہ یہ امر کون کرے گا آپ نے فرمایا وہ کرے گا جو دوسروں کے ماں باپ کو گالی دے تا کہ وہ اس کے ماں باپ کو گالی دیں تو یہ گالی گویا خود اسی نے دی۔

اے عزیز جان! تو کہ جماع کی بات اشارۃً کنایۃً کہنا چاہیے تا کہ فحش نہ ہو جائے اور جو کچھ بد ہو اسے بھی اشارہ سے کہنا چاہیے صاف صاف نہ کہنا چاہیے اور عورتوں کا نام صریح نہ لینا چاہیے بلکہ مستورات کہنا چاہیے اور اگر کسی کو کوئی برا مرض ہو مثلاً بواسیر اور برص وغیرہ تو اسے بیماری کہنا چاہیے اور ایسے الفاظ میں ادب نگاہ رکھنا چاہیے کہ یہ بھی فحش کی ایک قسم ہے چھٹی آفت لعنت کرنا ہے۔اے عزیز جان! تو کہ جانور اور کپڑے اور آدمی اور جو کچھ ہو سب پر لعنت کرنا برا ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمان لعنت نہیں کرتا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر میں پاک عورت تھی اس نے ایک اونٹ پر لعنت کی آپ نے فرمایا کہ اس اونٹ کو ننگا کر کے قافلے سے باہر نکال دو کہ یہ ملعون ہے ایک مدت وہ اونٹ گھوما کیا اور کوئی اس کے پاس نہ جاتا تھا حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ آدمی جب زمین کو یا اور کسی چیز کو لعنت کرتا ہے تو وہ چیز کہتی ہے کہ ہم دونوں میں سے جو خدا کا بڑا گناہ گار ہے اس پر لعنت ہو امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک دن کسی چیز کو لعنت کی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا اور فرمایا ﴿یا ابابکر صدیق و لعنت لا ورب الکعبتہ صدیق و لعنت لا ورب الکعبتہ صدیق﴾ (۷) آپ نے تین دفعہ یہ فرمایا

حضرت صدیق اکبر نے توبہ کی اور اس کے کنارے میں ایک بندہ آزاد کیا۔ اے عزیز جان! تو لوگوں پر لعنت نہ کرنا چاہیے مگر ان سب پر جو مذموم ہوں جیسا کہ تو یوں کہے کہ ظالموں کافروں فاسقوں بداعتقادوں پر لعنت ہو لیکن یہ کہنا کہ معتزلی اور کرامی پر لعنت ہو اس میں خطر ہے اس سے فساد پیدا ہوگا اس سے حذر کرنا چاہیے مگر جن پر شرع میں لفظ لعنت آئی ہو اور حدیث میں درست ہوئی ہو لیکن کسی سے یوں کہنا کہ تجھ پر یا فلانے آدمی پر لعنت ہو یہ اسی شخص پر درست ہوگا کہ شرع سے معلوم ہو کہ وہ کافر مرا ہے جیسے فرعون اور ابوجہل' رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تھوڑے سے کافروں کا نام لے کر لعنت کی ہے اس واسطے کہ آپ نے جان لیا تھا کہ وہ مسلمان نہ ہوں گے لیکن یہودی سے یوں کہنا کہ تجھ پر لعنت ہو اس میں خطر ہے اس واسطے کہ شاید مرنے سے پہلے وہ مسلمان ہو جائے اور شاید اس لعنت کرنے والے سے بہتر ہو جائے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ ہم مسلمان کو کہتے ہیں اس پر رحمت ہو اور ممکن ہے کہ نعوذ باللہ وہ مرتد ہو کر مرے تو ہم جو کہتے ہیں بقتضائے وقت کہتے ہیں تو کافر کو بھی لعنت اس وقت کرتے ہیں جس وقت وہ کافر ہے تو یہ کہنا خطا ہے اس واسطے کہ رحمت کے یہ معنی ہیں کہ حق تعالیٰ اسے ایمان پر قائم رکھے کہ یہ امر موجب رحمت ہے اور یہ نہ چاہیے کہ یوں کہے کہ حق تعالیٰ تجھے کفر پر رکھے تو کسی شخص معین پر لعنت کرنا نہ چاہیے اگر کوئی شخص کہے کہ یزید پر لعنت درست ہے تو ہم کہیں گے کہ اس قدر درست ہوگا کہ تو یوں کہے کہ قاتل حسین علیہ السلام اگر توبہ کرنے سے پہلے مر گیا ہے تو اس پر لعنت ہو اس واسطے کہ قتل کرنا کفر سے بڑھ کر نہیں اور جب توبہ کر لے تو لعنت کرنا نہ چاہیے کیونکہ وحشی نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کیا اور پھر مسلمان ہو گیا تو اس سے لعنت ساقط ہو گئی اور یزید کا احوال خود معلوم ہی نہیں کہ اس نے امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا بعضوں نے کہا کہ اس نے حکم دیا تھا بعضوں نے کہا ہے نہیں دیا تھا۔ لیکن راضی تھا تو کسی کو تہمت سے گناہ کی طرف

وسلم کے سامنے لوگوں نے پڑھے ہیں آٹھویں آفت مزاح اور خوش طبعی ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر وقت مزاح کرنے کو منع فرمایا ہے لیکن گاہ گاہ تھوڑی خوش طبعی کرنا مباح ہے اور نیک خوئی میں داخل ہے بشرطیکہ اسے عادت اور پیشہ نہ کرلے اور حق بات کہے اس واسطے کہ بہت مزاح سے اوقات ضائع ہوتی ہے اور ہنسی بہت آتی ہے اور ہنسی سے دل سیاہ ہوجاتا ہے اور ہیبت اور وقار بھی جاتا رہتا ہے اور ممکن ہے کہ اس کے سبب سے بگاڑ ہوجائے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں مزاح کرتا ہوں اور حق بات کے سوا کچھ نہیں کہتا ہوں اور فرمایا ہے کہ کوئی آدمی ایسا ہوتا ہے کہ اس واسطے بات کہتا ہے کہ لوگ ہنسیں اور وہ اپنے مرتبے سے بھی زیادہ نیچے گر پڑے جیسا زمین اور آسمان میں نشیب وفراز ہے اور جس چیز سے بہت ہنسی آئے وہ بد ہے اور مسکرانے سے اس سے زیادہ ہنسی نہ چاہیے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کچھ جانتا ہوں تم اگر وہ جانو تو تھوڑا ہنسو اور بہت روؤ ایک بزرگ نے دوسرے آدمی سے کہا کیا تو نہیں جانتا ہے کہ ضرور بالضرور دوزخ پر گزر ہوگا کیونکہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ وان منکم الاواردھا کان علی ربک حتما مقضیا ﴾ (۸) اس نے کہا ہاں جانتا ہوں (۹) پھر پوچھا کیا تو نے یہ سنا ہے کہ پھر دوزخ سے نکلیں گے۔ اس نے کہا نہیں کہا پھر کیوں ہنسی آتی ہے اور ہنسی کا کون سا محل ہے حضرت عطاء سلمی چالیس برس نہیں ہنسے حضرت وہب ابن الوادر حمہ اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کو عید کے دن ہنستے دیکھا کہا کہ اگر حق تعالیٰ نے اس قوم کو بخش دیا ہے اور روزے قبول کرلیے ہیں تو یہ ہنسنا شکرگزاروں کا کام نہیں اور اگر نہیں قبول فرمائے تو یہ ہنسنا خائفوں کا فعل نہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا ہے کہ جو شخص گناہ کرتا ہے اور ہنستا ہے وہ دوزخ میں جائے گا اور روتا ہوگا حضرت محمد ابن واسع رحمہ اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ اگر کوئی شخص بہشت میں روتا ہوگا تو تعجب ہوگا لوگوں نے کہا ہاں ہوگا فرمایا کہ پھر جو کوئی دنیا

میں ہنستا ہے اور نہیں جانتا کہ دوزخ اس کی جگہ ہے یا جنت تو یہ بڑے تعجب کی بات ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک اعرابی اونٹ پر بیٹھا تھا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا اور چاہا کہ آپ کے پاس حاضر ہو کر کچھ پوچھے ہر چند قصد کرتا تھا مگر اونٹ پیچھے ہی کو ہٹتا تھا اور اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہنستے تھے آخر کو اونٹ نے اسے گرا دیا اور وہ بیچارہ مر گیا اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ وہ مرد اونٹ پر سے گر کر مر گیا آپ نے فرمایا ہاں اور تمہارا منھ اس کے خون سے پر ہے یعنی اس پر ہنستے ہو عمر ابن عبدالعزیز رحمتہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ حق تعالیٰ سے ڈرا کرو اور مزاح نہ کیا کرو دل میں کینہ پیدا کر دے گا اور اس سے برے کام پیدا ہوں گے جب بیٹھا کرو تو قرآن کی باتیں کیا کرو اگر یہ نہیں ہو سکتا تو صالحوں اور نیکوں کو بیان کیا کرو امیر المومنین حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب کوئی کسی سے مزاح کرتا ہے تو اس کی نظر میں خوار اور بے وفا ہو جاتا ہے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے تمام عمر میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مزاح کے دو تین کلمے نقل کئے ہیں ایک بار ایک بڑھیا سے فرمایا جنت میں نہ جائے گی وہ بڑھیا رونے لگی فرمایا کہ اے عورت دل مایوس نہ کر پہلے تجھے جوان کر لیں گے پھر جنت میں لے جائیں گے ایک عورت نے آپ سے عرض کی کہ میرا شوہر آپ کو بلاتا ہے آپ نے فرمایا تیرا شوہر وہی ہے جس کی آنکھ میں سفیدی ہے اس نے عرض کی کہ نہیں میرے شوہر کی آنکھ تو سفید نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ کوئی ایسا نہیں جس کی آنکھ میں سفیدی نہ ہو ایک عورت نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے اونٹ پر بیٹھا لیجئے فرمایا تجھے اونٹ کے بچے پر بیٹھا لوں گا اس نے عرض کی کہ میں یہ نہیں چاہتی اس واسطے کہ اونٹ کا بچہ تو مجھے گرا دے گا آپ نے فرمایا کہ کوئی اونٹ نہیں ہے جو اونٹ کا بچہ نہ ہو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک لڑکا ابوعمیر نام تھا اس کے پاس گرگریا کا ایک بچہ تھا مر گیا وہ لڑکا روتا تھا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لڑکے کو

دیکھا اور فرمایا ﴿ یا ابا عمیر مافعل النغیر ﴾ یعنی اے ابا عمر نغیر کا کیا حال ہوا نغیر گرگریا کے بچے کو کہتے ہیں اکثر آپ ایسی ظرافتیں لڑکوں اور عورتوں کے ساتھ کرتے تھے تا کہ ان کا دل خوش ہو اور آپ کی ہیبت سے نفرت نہ کریں اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ ان کی خوش دلی کے واسطے ایسی خوش طبعی کرنا آپ کی عادت تھی ام المومنین حضرت بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میرے پاس آئیں میں نے دودھ کی کوئی چیز پکائی تھی ان سے کہا کہ کھاؤ انھوں نے کہا میں نہ کھاؤں گی میں نے کہا کہ اگر نہ کھاؤ گی تو تمہارے منھ میں مل دوں گی انھوں نے کہا میں ہرگز نہ کھاؤں گی بس میں نے ہاتھ بڑھا کر ذرا سی ان کے منھ میں مل دی اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیچ میں بیٹھے تھے زانوے مبارک ہٹالیا تا کہ وہ بھی راہ پا کر مجھ سے بدلا لیں پس انھوں نے بھی میرے منھ میں مل دی اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنسنے لگے ضحاک ابن سفیان ایک نہایت بدصورت شخص تھا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ میری دو بیویاں حضرت بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ خوبصورت ہیں اگر آپ چاہیں تو میں ایک کو طلاق دوں اور آپ اس کے ساتھ نکاح کرلیں یہ بات وہ خوش طبعی سے کہتا تھا ایسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سنا فرمایا کہ بھلا وہ بہت خوبصورت ہیں کہ تو اس نے کہا میں بس رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پوچھنے پر ہنس پڑے اور اس واسطے کہ وہ شخص نہایت بدصورت تھا اور یہ معاملہ آیت حجاب نازل ہونے کے پہلے ہوا تھا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تیری آنکھ ورد کرتی ہے اور تو خرمے کھاتا ہے انھوں نے کہا کہ میں دوسری طرف کی ڈاڑھ سے کھاتا ہوں پس رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنسنے لگے خوات ابن جبیر کو عورتوں کی بہت رغبت تھی مکہ معظمہ کی راہ میں

کی کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میں نے بیعت کی اور وعدہ کیا کہ فلانی جگہ حاضر ہوں گا اور بھول گیا تیسرے دن جو گیا تو آپ وہاں تشریف رکھتے تھے فرمایا کہ اے جوان تین دن سے میں راہ دیکھتا ہوں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص سے وعدہ کیا کہ جب تو آئے گا جو تیری حاجت ہوگی بر لاؤں گا جس وقت خیبر کی لوٹ آپ تقسیم کرتے تھے وہ آیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا فرمایا کہ جو کچھ مانگنا ہو مانگ اس نے اسی بکریاں مانگیں آپ نے عنایت کر دیں اور فرمایا کہ تو نے بہت ہی تھوڑی چیز مانگی جس عورت کے پتا بتانے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہما السلام کی ہڈی پائی تھی اور اس عورت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وعدہ کیا تھا کہ میں تیری حاجت روا کروں گا اس عورت نے تیری بہ نسبت بہتر اور بہت کچھ مانگا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اس سے فرمایا کہ مانگ کیا مانگتی ہے تو اس نے کہا حق تعالیٰ مجھ پر پھر جوانی فرمائے اور میں آپ کے ساتھ جنت میں رہوں تب وہ شخص عرب میں ضرب المثل ہو گیا لوگ کہا کرتے کہ فلان آدمی تو اسی بکری والے سے بھی زیادہ آسان گیر ہے۔

اے عزیز جان! تو کہ جب تک تجھ سے ہو سکے وعدہ حتمی نہ کرنا چاہیے کیونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوں فرماتے تھے کہ شاید میں یہ کر سکوں اور جب تو نے وعدہ کر لیا تو جہاں تک ہو سکے خلاف نہ کرنا چاہیے۔ مگر بضرورت مضائقہ نہیں ہے اور جب کسی سے کسی جگہ کا وعدہ کر لیا تو علماء نے کہا ہے کہ جب تک نماز کا وقت نہ آئے اس جگہ رہنا چاہئے۔

اے عزیز جان! تو کہ جو چیز کسی کو دے ڈالی اس کا پھیر لینا وعدہ خلافی سے بدتر ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دے کر پھیر لینے والے کی نسبت اس کتے کے ساتھ کی ہے جو قے کر کے پھر کھا جائے گیارھویں آفت جھوٹی بات اور

جھوٹی قسم ہے یہ گناہ کبیرہ ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نفاق کے دروازوں میں سے جھوٹ بھی ایک دروازہ ہے اور فرمایا ہے کہ آدمی ایک جھوٹ بولتا ہے حتیٰ کہ حق تعالیٰ کے نزدیک اسے جھوٹا لکھ لیتے ہیں اور فرمایا ہے کہ جھوٹ بولنا روزی کو گھٹا دیتا ہے اور فرمایا کہ تجار فجار ہیں یعنی سوداگر نابکار ہیں لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ کیوں کیا بیع حلال نہیں ہے فرمایا اس سبب سے کہ قسم کھاتے ہیں اور گناہ گار ہو جاتے ہیں اور بات جھوٹ کہتے ہیں اور فرمایا ہے کہ افسوس ہے اس شخص پر جو لوگوں کے ہنسنے کے واسطے جھوٹ بولے افسوس ہے اس پر اور فرمایا ہے کہ میں نے ایسا دیکھا کہ ایک مرد نے مجھ سے کہا کہ کھڑا ہو میں کھڑا ہو گیا دو مردوں کو دیکھا ایک کھڑا تھا ایک بیٹھا تھا جو کھڑا تھا وہ ایک سرکچ لوہا اس بیٹھے کے منہ میں ڈالے اس کا کلہ ایسا کھینچتا تھا کہ اس کے کاندھے تک پہنچ جاتا تھا پھر دوسری طرف کا کلہ اسی طرف کھینچتا تھا اور پہلی طرف کا کلہ پھر اپنی جگہ پر آ جاتا تھا اور پھر وہ اسی طرح کھینچتا تھا میں نے پوچھا یہ کون ہے اس نے کہا کہ جھوٹا آدمی ہے اس پر قیامت تک یہی عذاب قبر میں کیا کریں گے عبداللہ ابن جراو نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا بھلا مسلمان بھی زنا کرتا ہے فرمایا کہ شاید کر بیٹھے عرض کی کہ جھوٹ بھی بولتا ہے فرمایا نہیں اور یہ آیت پڑھی ﴿ انمایفتری الکذب الذین لایومنون ﴾ یعنی جھوٹ وہی لوگ بولتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے حضرت عبداللہ ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک چھوٹا سا لڑکا کھیلنے جاتا تھا میں نے کہا کہ آ میں تجھے ایک چیز دوں گا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر تشریف رکھتے تھے فرمایا کہ تو کیا دے گا میں نے عرض کی کہ خرما فرمایا کہ اگر تو نہ دیتا تو تیرے اوپر فرشتے جھوٹ لکھتے اور فرمایا کہ میں تجھے خبر دوں کہ گناہ کبیرہ میں سب سے بڑھ کر کون سا گناہ ہے شرک ہے اور ماں باپ کی نافرمانی آپ تکیہ لگائے بیٹھے تھے یہ فرما کر سیدھے ہو بیٹھے اور فرمایا ﴿ الا اقول الزور ﴾ یعنی آگاہ ہو میں کہتا

ہوں کہ جھوٹ بولنا بھی گناہ کبیرہ ہے اور فرمایا ہے کہ جو بندہ جھوٹ بولتا ہے فرشتہ اس کی بدبو کے سبب سے ایک میل دور ہو جاتا ہے اسی سبب سے لوگوں نے کہا ہے کہ بات کہتے وقت چھینک آنا راستی پر گواہ ہے اس واسطے کہ حدیث شریف میں آیا کہ چھینک فرشتہ سے اور جمائی لینا شیطان سے ہے اگر وہ بات جھوٹ ہوتی تو فرشتہ حاضر نہ رہتا اور چھینک نہ آتی اور فرمایا کہ جو کوئی اور کسی کا جھوٹ روایت کرتا ہے تو یہ روایت کرنا بھی اس کا ایک جھوٹ ہے' اور فرمایا کہ جو کوئی جھوٹی قسم کھا کر کسی کا مال لیتا ہے وہ قیامت کے دن حق سبحانہ تعالیٰ کو دیکھے گا کہ اس کے اوپر غصہ میں ہے اور فرمایا ہے کہ مسلمان میں اور سب خصلتیں ممکن ہیں مگر خیانت اور جھوٹ میمون ابن شبیب رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ میں خط لکھتا تھا ایک کلمہ خیال میں آیا کہ اگر میں سے لکھتا تو خط آراستہ ہو جاتا لیکن جھوٹ تھا میں نے قصد کیا کہ نہ لکھوں ایک منادی سنی کہ کسی نے کہا ﴿ یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا و فی الاخرۃ ﴾ حضرت ابن سماک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ جھوٹ نہ بولنے پر مجھے کچھ اجر نہ ملے گا کیونکہ اس واسطے جھوٹ نہیں بولتا ہوں کہ اس سے ننگ رکھتا ہوں۔

فصل:

اے عزیز جان! تو کہ جھوٹ بولنا اس سبب سے حرام ہے کہ دل میں اثر کرتا ہے اور صورت دل کو ناراست اور تاریک کر دیتا ہے لیکن جھوٹ بولنے کی ضرورت پڑے اور آدمی مصلحتہ جھوٹ بات کہے اور اس سے کارہ رہے تو جھوٹ حرام نہیں ہے اس واسطے کہ جب اس سے کارہ رہے گا تو دل اثر نہ قبول کرے گا اور خراب نہ ہوگا اور جب خیر کے ارادہ سے جھوٹ بولے گا تو دل تاریک نہ ہوگا اور اس میں کچھ شک نہیں اگر کوئی مسلمان کسی ظالم سے بھاگ جائے تو سچ بولنا نہ چاہیے کہ وہ وہاں ہے بلکہ یہاں پر جھوٹ بولنا واجب ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مقام

پر جھوٹ بولنے کی اجازت دی ہے ایک لڑائی میں کہ اپنا ارادہ دشمن سے سچ (۱۲) نہ بتائے دوسرے جب دو آدمیوں میں صلح کرے تو ایک کی طرف سے دوسرے کو نیک بات کہے اگرچہ اس نے نہ کہی ہو تیسرے جو شخص دو بیویاں رکھتا ہو وہ ہر ایک سے کہے کہ میں تجھ ہی کو بہت چاہتا ہوں۔ پس اے عزیز جان! تو کہ اگر کوئی ظالم کسی کا مال یا کسی کا بھید پوچھے تو چھپانا درست ہے اور اگر اس کا گناہ اسے پوچھا اور وہ انکار کرے تو بھی درست ہے اس واسطے کہ شرع نے حکم فرمایا ہے کہ برے کاموں کو چھپاؤ اور اگر جو روپے کچھ وعدہ لیے اطاعت نہ کرے تو خاوند کو وعدہ کر لینا درست ہے گو کہ یہ جانتا ہو کہ وعدہ وفا کرنے پر قادر نہیں ہے ایسی سب صورتوں میں جھوٹ بولنا درست ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جھوٹ ناگفتنی ہے لیکن اگر سچ بولنے سے بھی ایسی کوئی بات پیدا ہو جو ممنوع ہے تو عدل انصاف کی ترازو میں تولنا چاہیے اگر اس بات کا نہ ہونا جھوٹ کے نہ ہونے سے شرع میں زیادہ مقصود ہے مثلاً لوگوں میں لڑائی بیوی اور میاں میں بگاڑ مال ضائع ہونا بھید کھل جانا گناہ کے سبب سے فضیحت ہونا تو اس وقت جھوٹ بولنا مباح ہے اس واسطے کہ شرع میں ان باتوں کا شر جھوٹ کے شر سے بہت زیادہ ہے یہ ایسا ہے جیسے جان کے خوف سے مردار چیز حلال ہو جاتی ہے اس واسطے کہ شرع میں جان بچانا مردار نہ کھانے سے زیادہ ضرور ہے لیکن جو بات ایسی نہ ہو اس کے سبب سے جھوٹ بولنا مباح نہیں ہوتا تو مال و جاہ کی زیادتی کے واسطے یا ڈینگ ہانکنے اور خودستائی اور اپنا مرتبہ بیان کرنے میں کوئی شخص جو جھوٹ بولے وہ حرام ہے بی بی اسماء کہتی ہیں کہ ایک عورت نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ جو مراعات میرا شوہر نہیں کرتا ہے وہ اگر میں اپنی سوت کو جلانے واسطے نقل کروں تو درست ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جو شخص بے ہوئی بات اپنے اوپر باندھتا ہے وہ اس شخص کے مانند ہے جو دغا کے دو کپڑے پہنے یعنی خود بھی جھوٹ بولا اور دوسرے کو بھی غلطی میں ڈالا کہ وہ جو اور کسی سے نقل کرے تو بھی جھوٹا

ہو۔ اے عزیز جان! تو کہ مکتب جانے کے واسطے لڑکے سے جھوٹا وعدہ کرنا درست ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جھوٹ کو لکھ لیتے ہیں اور جھوٹ مباح ہے اسے بھی لکھتے ہیں تا کہ اس سے کہیں کہ تو نے کیوں کہا اور وہ کوئی غرض ٹھیک بیان کرے کہ اس ے جھوٹ بولنا مباح ہوتا ہے اور اگر کوئی شخص کوئی خبر روایت کرے یا مسئلہ پوچھے اور اس کا جواب دے دے اور تحقیق نہیں جانتا تو یہ حرام ہے اس واسطے کہ لوگ یہ امر اس واسطے کرتے ہیں تا کہ ان کی عزت اور حشمت میں نقصان نہ آئے بعض علماء نے کہا ہے کہ خیرات کا حکم کر کے اس کا ثواب بیان کرنے کے واسطے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے جھوٹی حدیثیں بیان کرنا درست ہے حالانکہ یہ بھی حرام ہے اس واسطے کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھ پر جھوٹ نہ جوڑو جو کوئی مجھ پر قصداً جھوٹ جوڑے گا دوزخ میں اپنی جگہ ڈھونڈھ لے اور بے کسی ایسی غرض درست کے جو شرع میں مقصود ہو جھوٹ بولنا نہ چاہیے اور یہ گمانی بات ہے یقینی نہیں تو اولیٰ یہ ہے کہ جب تک یقین کامل اور ضرورت شدید نہ ہو تب تک جھوٹ نہ بولے۔

فصل:

اے عزیز جان! تو کہ بزرگوں کو جھوٹ بولنے کی حاجت پڑی ہے تو انھوں نے حیلہ کیا ہے اور ایسی سچی بات تلاش کر کے بولے ہیں جس سے جھوٹ بلوانے والا اور ہی کچھ سمجھے جو قائل کا مقصود نہ ہو اسے معاریض کہتے ہیں جیسا کہ مطرف رحمہ اللہ تعالیٰ ایک امیر کے پاس گئے اس نے کہا کہ آپ تشریف لاتے ہیں جواب دیا کہ جب سے میں امیر کے پاس سے گیا زمین سے پہلو نہیں اٹھایا مگر جب حق تعالیٰ نے مجھے قوت دی امیر سمجھا کہ یہ بیمار تھے حالانکہ وہ بیمار نہ تھے اور ان کی یہ بات سچ تھی حضرت شعبی رحمتہ اللہ تعالیٰ کو جب کوئی بلاتا تو لونڈی سے فرماتے ہیں کہ دروازہ میں ایک دائرہ کھینچ کر اس کے بیچ میں انگلی رکھ کر کہہ دے کہ یہاں نہیں ہیں یا کہہ دے کہ

کمال ایمان کے درجہ سے گر جائے گا اس واسطے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدمی کا ایمان کامل نہیں ہوتا تاوقتیکہ جو بات اپنے واسطے نہیں پسند کرتا ہے وہ خلق کے واسطے بھی نہ پسند کرے اور جھوٹ مزاح سے دست بردار نہ ہو اور علی ہذا القیاس وہ مقولہ بھی ہے جو لوگ کہا کرتے ہیں کہ میں نے تمہیں سو بار بلایا اور میں سو دفعہ تمہارے گھر آیا کہ یہ کہنا حرام درجہ کو تو نہیں پہنچتا کیونکہ جانتے ہیں کہ اس سے عدد مقرر کرنا نہیں مقصود ہے کثرت کے محل پر لوگ کہا کرتے ہیں اگر چہ اس قدر نہ ہو لیکن اگر بہت دفعہ تلاش نہیں کیا ہے تو جھوٹ ہے اور یہ عادت ہے کہ لوگ جب کسی سے کہتے ہیں کہ کچھ کھالے وہ کہہ دیتا ہے کہ مجھے نہیں چاہیے اگر اس چیز کی خواہش ہو تو یہ نہ کہنا چاہیے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شب عروسی کو کاسہ بھر دودھ عورتوں کو عنایت فرمایا انھوں نے عرض کی کہ ہمیں اس کی حاجت نہیں ہے فرمایا کہ جھوٹ اور بھوک کو ساتھ جمع نہ کرو انھوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ اس قدر بھی جھوٹ ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں جھوٹ ہے اور جھوٹ میں لکھیں گے اور جھوٹے جھوٹ کو لکھتے ہیں کہ یہ جھوٹا جھوٹ ہے حضرت سعید ابن مسیّب کی آنکھ درد کرتی تھی اور آنکھ کے کوئے میں کوئی چیز جمع ہوگئی تھی لوگوں نے کہا کہ آپ اگر اسے چھڑا ڈالیں تو کیا ہو فرمایا کہ میں نے طبیب سے کہا ہے کہ آنکھ میں ہاتھ نہ لگاؤں گا اگر اسے چھڑاؤں تو جھوٹا ہو جاؤں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ یہ جو لوگ جھوٹ بات پر خدا کو گواہ کرتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ خدا جانتا ہے کہ یہ بات ایسی ہے یہ گناہ کبیرہ میں سے ہے حضرت سلطان الانبیا علیہ الصلوٰۃ والثنا نے فرمایا ہے کہ جو کوئی جھوٹا خواب بیان کرتا ہے قیامت کے دن اسے حکم ہوگا کہ جو کے دانہ میں گرہ لگا۔ بارھویں آفت غیبت ہے اور یہ بھی زبانوں پر اکثر رہا کرتی ہے اور کوئی شخص اس سے نہیں چھوٹتا ﴿ الاماشاء اللہ ﴾ اس کا بڑا وبال ہے حق سبحانہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا

ہے جس نے غیبت کی اس نے اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھایا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ غیبت سے دور رہا کرو کیونکہ غیبت زنا سے بدتر ہے زنا سے توبہ قبول ہو جاتی ہے غیبت سے نہیں قبول ہوتی تاوقتیکہ جس کی غیبت کی ہے وہ بحل اور معاف نہ کر دے اور فرمایا ہے کہ معراج کی رات ایک قوم کی طرف میں گزرا وہ لوگ اپنے چہرے کا گوشت اپنے ناخنوں سے اتارتے تھے میں نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں کہا کہ یہ وہ ہیں جو لوگوں کی غیبت کیا کرتے تھے حضرت سلیمان ابن جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسی چیز بتائیے جو میری دستگیر ہو فرمایا کہ کار خیر کو حقیر نہ جان اگرچہ وہ اسی قدر ہو کہ تو اپنے ڈول سے کسی کے برتن میں پانی ڈال دے اور مسلمان بھائیوں سے پیشانی کشادہ رکھے اور جب تیرے سامنے سے اٹھ جائیں تو غیبت نہ کرے حق سبحانہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی بھیجی کہ جو شخص غیبت سے توبہ کر کے مرے گا وہ سب کے بعد جنت میں جائے گا اور جو بے توبہ مرے گا وہ سب کے پہلے دوزخ میں جائے گا حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھا دو قبروں پر آپ کا گزر ہوا فرمایا کہ یہ دونوں عذاب میں ہیں ایک غیبت کی وجہ سے اور ایک اس سبب سے کہ کپڑے کو پیشاب سے نہ بچاتا تھا پھر آپ نے ایک ہری شاخ کے دو ٹکڑے کر کے ان کی قبروں پر نصب کر دیے اور فرمایا جب تک یہ خشک نہ ہو جائیں گے تب تک ان پر بہت تخفیف عذاب رہے گی ایک شخص نے زنا کا اقرار کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے سنگسار کیا حاضرین میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ اس طرح بٹھاتا ہے جیسے کتے کو بٹھاتے ہیں پھر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مردار کے قریب ہو کر گزرے اور ان لوگوں سے کہا کہ اس مردار میں سے کھاؤ انھوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ مردار کو کیونکر کھائیں فرمایا کہ

اس بھائی کے گوشت میں سے جو تم نے کھایا ہے وہ اس سے بدتر اور گندہ تر ہے آپ نے کہنے سننے والے سے گرفت کی کیونکہ سننے والا بھی گناہ میں شریک ہوتا ہے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کشادہ روئی سے ایک دوسرے کو دیکھتے تھے اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرتے تھے اس فعل کو فاضل ترین عبادت جانتے تھے اس کے خلاف کو منجملہ نفاق جانتے تھے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ عذاب قبر کی تین قسمیں ہیں ایک ثلث غیبت کرنے سے ہے ایک ثلث سخن چینی کرنے سے ایک ثلث کپڑے کو پیشاب سے پاک نہ رکھنے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام حوارین کے ساتھ ایک مرے ہوئے کتے کی طرف گزرے ساتھیوں نے کہا یہ بدبو کا ہے کی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کے دانتوں کی سفیدی بہت اچھی ہے ان لوگوں کو تعلیم کر دیا کہ جس چیز کو دیکھا کریں تو وہ بات کہیں جو اس میں بہت اچھی ہو۔ عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے سے ایک سور گزرا فرمایا صحیح سلامت جا لوگوں نے عرض کی کہ یا روح علیہ السلام اللہ خوک کو آپ ایسا اچھا کلمہ فرماتے ہیں فرمایا اپنی زبان کی عادت ڈالتا ہوں حضرت علی ابن الحسین رضی اللہ عنہما نے کسی کو غیبت کرتے دیکھا کہا چپ رہ کہ یہ دوزخ کے کتوں کی نان خورش ہے۔

فصل:

اے عزیز جان! تو کہ غیبت وہ ہے کہ تو کسی کے پیٹھ پیچھے اس کا ذکر کرے کہ اگر وہ سنے تو برا مانے گو کہ تو نے سچ کہا ہو اور اگر جھوٹ کہا ہو تو اسے زور اور بہتان کہتے ہیں جس بات کا مال کسی کے عیب کی طرف ہو اس کا کہنا غیبت ہے اگرچہ تو ایسی بات اس کے بدن نسب لباس جانور گھر کردار گفتار میں بھی کہے بدن میں کہنا یوں ہوتا ہے کہ مثلاً تو کہے کہ فلانا آدمی لمبا یا کالا یا زرد یا کرنجا یا ڈھیرا ہے اور نسب میں کہنا یوں ہوتا ہے کہ مثلاً تو کہے کہ وہ ہندو بچہ یا حمامی کا لڑکا یا جولاہے کا بچہ ہے اور خلق میں کہنا یوں ہوتا ہے کہ مثلاً تو کہے کہ وہ بدگو متکبر زبان دراز بزدل کاہل ہے یا اور ایسی

باتیں۔ اور فعل میں کہنا یوں ہوتا ہے مثلاً تو کہے وہ چور خائن بے نماز ہے رکوع سجود تمام نہیں کرتا قرآن غلط پڑھتا ہے کپڑے پاک نہیں رکھتا زکوٰۃ نہیں دیتا حرام کھاتا ہے زبان نہیں روکتا بہت کھاتا ہے بہت سوتا ہے اپنی جگہ پر نہیں بیٹھتا اور کپڑے میں کہنا یوں ہوتا ہے کہ مثلاً تو کہے کہ فراخ آستین دراز دامن ہے کپڑے میلے رکھتا ہے غرضیکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کچھ تو کسی کو کہے اگر وہ سنے تو اسے کراہت معلوم ہو تو وہ غیبت ہے اگر چہ وہ سچ ہو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک عورت کو پست قد کہا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ تم نے غیبت کی تھوک ڈالو میں نے تھوکا تو کالا لہو تھا بعض علماء نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص گناہ کرے اور لوگ اس کا گناہ نقل کریں تو غیبت نہیں ہے ایسی مذمت بھی دین میں سے ہے علما کا یہ کہنا غلط ہے بلکہ یہ نہ کہنا چاہیے کہ فلان آدمی فاسق شرابخور بے نماز ہے مگر کسی عذر کے سبب سے وہ عذر آگے بیان ہوں گے اس واسطے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ غیبت اسے کہتے ہیں جس سے کراہت آئے اور ان سے باتوں سے کراہت آتی ہیں اور جب کہنے میں کچھ فائدہ نہ ہو تو نہ کہنا چاہیے۔

فصل:

اے عزیز جان تو کہ فقط زبان ہی سے غیبت نہیں ہوتی بلکہ آنکھ سے ہاتھ سے اشاروں سے لکھنے سے بھی ہوتی ہے اور یہ سب حرام ہے ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ فلانی عورت ٹھنگنی ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے غیبت کی اس طرح لنگڑا کر چلنا اور آنکھ ڈھیری کرنا تا کہ کسی کا حال معلوم ہو جائے یہ سب غیبت ہے لیکن اگر نام نہ لے اور کہے کہ کسی شخص نے ایسا کیا تو غیبت نہیں ہے لیکن اگر حاضرین جان جائیں گے کہ فلانے آدمی کو کہتا ہے تو حرام ہو جائے گا اس واسطے کہ

سمجھانا ہی مقصود ہوتا ہے کسی طرح سے ہو بعض پڑھے ہوئے آدمی اور پرہیز گار لوگ غیبت کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ یہ غیبت نہیں ہے مثلاً ان کے سامنے کسی شخص کا ذکر آتا ہے تو کہتے ہیں الحمدللہ کہ خدا نے ہمیں اس بات سے محفوظ رکھا ہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ شخص ایسا کام کرتا ہے یا کہتے ہیں کہ فلانا آدمی بہت خوش اوقات ہے مگر ہماری طرح وہ مبتلائے خلق ہوا ہے دیکھیے اس آفت اور فطرت سے کب نجات پائے اور ایسی باتیں اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ اپنی مذمت کرتے ہیں تاکہ اس سے اوروں کی مذمت حاصل ہو اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان کے سامنے لوگ جب کسی کی غیبت کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں سبحان اللہ یہ عجب بات ہے تاکہ وہ خوش ہو اور جو لوگ غافل تھے وہ سن لیں اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب کسی کا ذکر کرتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ خدا ہمیں توبہ نصیب کرے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اس نے گناہ کیا ہے یہ سب باتیں غیبت ہیں اور جب اس انداز سے غیبت ہوتی ہے تو نفاق بھی اس کے ساتھ ہوتا ہے کہ خود پرہیز گار جتایا اور ظاہر کیا کہ ہم غیبت نہیں کرتے ہیں اس میں دو گناہ ہوتے ہیں اور وہ لوگ اپنی نادانی سے سمجھتے ہیں کہ ہم نے غیبت ہی نہیں کی اور شاید کوئی شخص غیبت کرے اسے اگر کوئی کہے کہ خاموش رہ غیبت نہ کر اور خود دل سے اسے برا نہ چاہے تو وہ منافق بھی ہے اور اس نے غیبت بھی کی اور غیبت میں سننے والا بھی شریک غیبت ہوتا ہے لیکن اگر دل سے کارہ ہو تو خیر امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک دن ساتھ جاتے تھے ایک نے دوسرے سے کہا کہ فلان آدمی بہت سوتا ہے پھر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نان خورش مانگی آپ نے فرمایا کہ تم دونوں تو نان خورش کھا چکے ہو عرض کی کہ ہم نہیں جانتے کہ ہم نے کیا کھایا فرمایا کہ تم نے اپنے بھائی کا گوشت کھایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں سے گرفت کی حالانکہ ایک نے کہا تھا دوسرے نے سنا اگر آدمی دل سے کارہ ہو کر آنکھ یا ہاتھ سے اشارہ کرے

کہ چپ رہ تو بھی تقصیر کی اس واسطے کہ صراحتہً تاکید سے کہنا چاہیے تا کہ شخص غائب کے حق میں قصور نہ ہو کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے جو کوئی مسلمان بھائی کی غیبت کرے اور وہ اپنے بھائی کی مدد نہ کرے اور اس سے فروگذاشت کرے تو حق سبحانہ تعالیٰ بھی اس فروگذاشت کرنے والے سے اس وقت فروگذاشت کرے گا جب اسے حاجت ہو۔

فصل:

اے عزیز جان! تو کہ جس طرح زبان سے غیبت کرنا حرام ہے اس طرح دل سے بھی غیبت کرنا حرام ہے اور جس طرح دوسرے کسی کا عیب نہ کہنا چاہیے اسی طرح اپنے دل سے بھی کہنا نہ چاہیے دل سے غیبت اس طرح ہوتی ہے کہ بے دیکھے سنے اور بغیر یقین کیے کسی کی طرف گمان بد کرے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے مسلمان کا خون اور مال اور اس کی طرف بدگمانی کرنا تینوں باتیں حرام کی ہیں اور جو ایسی بات دل میں آئے کہ نہ تو اس کا یقین ہو نہ دو مرد عادل سے ثابت ہوئی ہو وہ بات شیطان نے دل میں ڈالی ہو گی حق سبحانہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿ ان جاء کم فاسق بنبافتبینو ﴾ یعنی فاسق کی بات باور نہ کرو اور شیطان کے برابر کوئی فاسق نہیں ہے اور حرام یہ امر ہے کہ تو اپنے دل کو اس بات پر ٹھہرا دے لیکن جو خطرہ بے اختیار آئے تو اس سے کارہ ہو اس پر ماخوذ نہ ہو گا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ گمان بد سے مسلمان خالی نہیں ہوتا لیکن سلامتی اسی میں ہوتی ہے کہ اپنے دل میں اسے تحقیق نہ کرے اور جب تک اس میں احتمال کی گنجائش ہو تب تک نیک توجیہ پر اسے حمل کرے اور دل میں تحقیق کرنے کی علامت یہ ہے کہ جس طرف سے بدگمانی آتی ہے وہ شخص اس کے دل میں بہت گراں ہوتا ہے اور اس کی مراعات میں یہ قصور کرنے لگتا ہے مگر جب دل و زبان اور معاملہ میں اس کے ساتھ ویسا ہی رہے جیسا تھا تو اس بات کی علامت ہے

میں کچھ عیب نہ معلوم ہو تو جانے کہ اپنے عیب کا نہ جاننا سب عیبوں سے بڑھ کر ہے پس اگر سچ کہتا ہے تو مردار کے گوشت کھانے سے زیادہ کوئی عیب نہیں خود بے عیب ہو کر خود کو عیب دار نہ کرے اور شکر میں مشغول ہو اور جانے کہ وہ شخص جو اس کام میں تقصیر کرتا ہے تو کوئی بندہ تقصیر سے خالی نہیں اور جب آپ شرع کی حد پر قائم نہیں ہو سکتا گو کہ فقط گناہ صغیرہ میں مبتلا ہو اور اپنے ساتھ برنہیں آتا تو اوروں سے کیا عجب رکھتا ہے اگر وہ عیب اس کی خلقت میں ہے تو جانے کہ یہ صانع کی عیب گیری کرتا ہوں کہ یہ عیب اس شخص کے اختیار میں نہیں ہے کہ اسے ملامت کرنا پہنچے لیکن تفصیل کے ساتھ عیب کا علاج یہ ہے کہ دیکھے کہ کون سا سبب مجھے غیبت پر مستعد رکھتا ہے وہ آٹھ سبب سے باہر نہیں ہوتا۔ پہلا سبب یہ ہوتا ہے کہ اس سے کسی سبب سے خشمناک ہو تو یہ جانتا ہے کہ کسی پر خشمناک ہونے سے خود کو دوزخ میں ڈالنا حماقت ہے یہ اپنے ساتھ برائی اور عداوت ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص غصہ کو پی جاتا ہے اسے حق تعالیٰ قیامت کے دن برملا بلائے گا اور فرمائے گا کہ بہشت کی حوروں میں سے جسے تو چاہ اختیار کر۔ دوسرا سبب یہ ہوتا ہے کہ اوروں کی موافقت ڈھونڈھتا ہے تا کہ ان کی رضامندی حاصل ہو اس کا علاج یہ ہے کہ جان لے کہ لوگوں کی رضامندی کے سبب سے حق تعالیٰ کی ناراضی حاصل کرنا حماقت اور نادانی ہے بلکہ لوگوں پر غصہ اور انکار کرنے سے حق تعالیٰ کی رضامندی ڈھونڈھے۔ تیسرا سبب یہ ہوتا ہے کہ اسے کسی خطا میں پکڑا اور وہ اپنی خلاصی کے واسطے اس خطا کو دوسرے پر رکھتا ہے تو یہ جانتا ہے کہ حق تعالیٰ کے غصہ کو بلا جو وقت پر یقیناً آئے گی وہ اس آفت سے بہت بڑی ہے جس سے وہ حذر کرتا ہے اور حق تعالیٰ کے غصہ کی بلا یقیناً آئے گی اور جس سے نجات ڈھونڈھتا ہے وہ مشکوک ہے تو چاہیے کہ اپنے اوپر سے تو دفع کرے مگر دوسرے کے سر نہ دھرے شاید یوں کہے کہ اگر میں حرام کھاتا ہوں یا بادشاہ کا مال لیتا ہوں تو فلاں آدمی بھی تو لیتا ہے یہ کہنا

ہوتو نہ ہنسنے میں مشغول ہواور نہ بازی میں ۔ساتواں سبب یہ ہوتا ہے کہ کسی شخص سے کوئی گناہ سرزد ہو اور یہ خدا کے واسطے اس سے اندوہگین ہو جیسا دین داروں کی عادت ہے اور اس رنج کے کرنے میں سچ کہتا ہے لیکن اس گناہ کے ذکر کرنے میں گناہ گار کا نام اس کی زبان پر آئے اور اس امر سے غافل رہے کہ یہ غیبت ہے اور یہ نہ جانے کہ ابلیس نے جانا کہ رنج کرنے سے اسے ثواب ہوگا اس واسطے حسد کیا اور اس گناہ گار کا نام اس کی زبان سے لوا دیا تا کہ غیبت کا گناہ اس کا ثواب رائیگاں کردے ۔آٹھواں سبب یہ ہے کہ اسے خدا کے واسطے اس پر غصہ آئے کہ اس نے گناہ کیا یا اس سے عجب آئے اور غصہ یا تعجب میں اس کا نام لے لے تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے اور یہ امر اس کے ثواب کو ضائع کردے بلکہ چاہیے کہ فقط غصہ اور تعجب کی بات کرے اس کا نام نہ لے۔

عذروں کے سبب سے غیبت کی اجازت کا بیان

اے عزیز جان تو کہ غیبت حرام ہے جیسے جھوٹ اور بے حاجت مباح نہیں ہوتی اور وہ چھ عذر ہیں پہلا عذر فریاد ہے جو قاضی اور بادشاہ کے سامنے ہو کہ یہ درست ہے یا اس کے سامنے جس سے مظلوم ہو چاہے مظلوم کو یہ نہ چاہیے کہ جس سے کچھ فائدہ نہ ہو اس کے سامنے ظالم کا ظلم بیان کرے حضرت ابن سیرین کے سامنے ایک شخص حجاج کا ظلم بیان کرتا تھا انھوں نے فرمایا کہ حق تعالیٰ جس طرح لوگوں کا انتقام حجاج سے لے گا اسی طرح حجاج کا انتقام اس شخص سے لے گا جو اس کی غیبت کرتا ہے۔ دوسرا عذر یہ ہے کہ کہیں پر فساد اور برائی دیکھے اور اس شخص سے کہے جو احتساب کرنے پر قادر ہو اور اس برائی کرنے والے کو باز رکھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت طلحہ یا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف گزرے اور سلام کیا انھوں نے جواب نہ دیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گلہ کیا حتیٰ کہ انھوں نے اس

باب میں اس جواب نہ دینے والے سے گفتگو کی اس گلہ کرنے کو غیبت نہ ٹھہرایا۔
تیسرا عذر فتویٰ پوچھنا ہے کہ جورو یا باپ یا فلانا شخص میرے ساتھ ایسا کرتا ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ یوں پوچھے کہ اگر کوئی ایسا کرے تو تم کیا کہتے ہو لیکن اگر نام لے لیا تو اجازت ہے کہ شاید مفتی اگر اس واقعہ کو بعینہ جانے تو اس کے دل میں اور کوئی بات آئے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہند نے عرض کی کہ ابوسفیان مرد بخیل ہے میرا اور میرے بچوں کا خرچ پورا نہیں دیتا اگر اس کی لاعلمی میں کوئی چیز لے لوں تو درست ہے آپ نے فرمایا کہ جتنا خرچ کافی ہو اتنا انصاف سے لے لے اور بخیلی اور فرزندوں پر ظلم کا بیان کرنا غیبت ہے۔ لیکن رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتویٰ کے عذر سے روا رکھا۔ چوتھا عذر یہ ہے کہ اس شخص کی شر سے حذر کرنا چاہتا ہو مثلاً کوئی شخص بدعتی ہو یا چور اور اس پر کوئی اعتماد کرے گا یا کسی عورت کی خواستگاری یا لونڈی غلام کی خریداری کرے گا اور کوئی جانے کہ اگر اس سے اس عورت یا لونڈی غلام کا عیب نہ کہوں گا تو اس کا نقصان ہوگا تو یہ عیب کہہ دینا اولیٰ تر ہے اور پوشیدہ رکھنا مسلمانوں پر مہربانی کرنے میں کھوٹا پن ہے اور مزکی کو درست ہے کہ گواہ کے باب میں طعن کرے علیٰ ہذا القیاس اس کے ساتھ جس سے مشورہ کرے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ فاسق میں جو عیب ہے، صاف کہہ دو تا کہ لوگ اس سے حذر کریں یہ حکم اس مقام پر ہے جہاں آفت کا خوف ہو بے عذر کے کہنا درست نہیں ہے بزرگوں نے کہا ہے کہ تین آدمیوں کی شکایت غیبت نہیں۔ ایک بادشاہ ظالم دوسرا بدعتی تیسرا وہ شخص کہ کھلم کھلا فسق کرے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ یہ لوگ خود اس عیب کو پوشیدہ نہیں رکھتے اور کسی کے کہنے سے رنجیدہ نہیں ہوتے۔ پانچواں عذر یہ ہے کہ کوئی شخص کسی نام سے مشہور ہو اور اس نام میں عیب ہو جیسے اعمش اور اعرج وغیرہ کیونکہ آدمی جب ایسے ناموں سے مشہور ہو چکا تو یہ نام لینے سے رنجیدہ نہیں ہوتا مگر اولیٰ یہ ہے کہ اور کوئی نام لیں جیسے اندھے کو بصیر اور چشم پوشیدہ کہیں اور مثل

اس کے۔ چھٹا عذر یہ ہے کہ کوئی شخص فسق ظاہر کرتا ہو جیسے مخنث اور شرابی جو لوگ فسق وفجور معیوب نہیں جانتے ان کا ذکر کرنا درست ہے۔

غیبت کا کفارہ

اے عزیز جان تو کہ غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ تو توبہ کرے اور پشیمان ہوتا کہ حق تعالیٰ کے مظلمے سے نجات پائے اور جس کی غیبت کی ہے اس سے عفو طلب کرنا چاہیے قبل ازیں کہ ایک دن آئے گا کہ اس کی نیکیاں بدلے میں مظلوم کو دیں گے اگر نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کے گناہ ظالم پر رکھیں گے اس دن بجز اس کے نہ درہم ہوگا نہ دینار حضرت ام المومنین بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک عورت کو کہا کہ زبان دراز ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے غیبت کی اس عورت سے معافی چاہو حدیث شریف میں ہے کہ جس نے کسی کی غیبت کی تو چاہیے کہ حق تعالیٰ سے اس کی آمرزش چاہے بعض علما اس حدیث میں سمجھے ہیں کہ فقط آمرزش چاہنا کافی ہے اس شخص سے معافی طلب کرنا نہ چاہیے اور حدیثوں کی دلیل سے یہ سمجھنا خطا ہے استغفار اس مقام پر ہوتا ہے جہاں وہ شخص جس کی غیبت کی ہے زندہ نہ ہو تو اس کے واسطے طلب مغفرت کرنا چاہیے اور معافی چاہنا یوں ہوتا ہے کہ فروتنی اور پشیمانی سے اس کے سامنے جائے اور کہے کہ میں نے خطا کی اور جھوٹ کہا تو معاف کر دے گا اگر وہ نہ معاف کرے تو اس کی تعریف اور مراعات کرنا چاہیے تا کہ اس کا دل خوش ہو وہ معاف کر دے پھر بھی اگر معاف نہ کرے تو اس کا حق ہے لیکن اس مراعات کو منجملہ حسنات لکھیں گے اور شاید کہ قیامت کے دن اسے عوض میں دے دے لیکن عفو کر دینا اولی ہیں بعض بزرگان سلف نے نہیں معاف کیا اور کہا کہ ہمارے نامہ اعمال میں اس سے بہتر کوئی نیکی نہیں ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ بخش دینا اس سے بہتر نیکی ہے۔ حضرت حسن بصری قدس سرہ کی کسی نے غیبت کی آپ نے خرمے کا ایک طباق اس کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ تو نے اپنی

عبادت مجھے ہدیہ بھیجی میں نے چاہا کہ مکافات کروں معاف کر کہ پوری مکافات نہ کرسکا۔اے عزیز جان تو کہ معافی اس وقت درست ہے کہ جو کچھ کہا ہے وہ کہدے کیونکہ نامعلوم بات سے بیزار ہونا نہیں درست ہے۔تیرھویں آفت غمازی اور چغلخوری کرنا ہے حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿ھماز مشاء بنمیم﴾ اور فرماتا ہے ﴿ویل لکل ھمزۃ﴾ اور فرماتا ہے ﴿حمالتہ الحطب﴾ ان سب آیتوں میں غمازی اور چغلخوری مراد ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ چغلخور بہشت میں نہ جائے گا اور فرمایا کہ میں تمہیں خبر دوں کہ تم میں سب سے بدتر کون ہے وہ لوگ بدتر ہیں جو چغلخوری کریں اور جھوٹی باتیں ملا کر کہیں اور لوگوں کو برہم کردیں اور فرمایا ہے کہ جب حق تعالیٰ نے بہشت کو پیدا کیا تو فرمایا کہ بول وہ بولی کہ نیک بخت وہ ہے جو مجھ میں داخل ہو حق سبحانہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے قسم ہے اپنی عزت اور بزرگی کی آٹھ آدمی ہیں کہ ان کو تیری طرف راہ نہ دوں گا شرابخور اور وہ زنا کار جو زنا پر قائم رہے اور چغلخور اور دیوث (۱۳) اور عوان (۱۴) اور مخنث اور قاطع رحم اور وہ شخص جو کہے کہ میں نے خدا سے عہد کیا ہے کہ ایسا کروں گا اور ویسا نہ کرے حدیث شریف میں ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک بار قحط پڑا حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ السلام کئی بار دعائے باران کے واسطے نکلے اور پانی نہ برسا پھر وحی آئی کہ میں تمہاری دعا نہ قبول کروں گا اس واسطے کہ تم میں ایک چغلخور ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ وہ کون شخص ہے میں اسے نکال دوں ارشاد ہوا کہ میں چغلخور کو دشمن رکھتا ہوں اور خود چغلخوری کروں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سب سے کہا کہ چغلخوری سے توبہ کرو سبھوں نے توبہ کی تو پانی برسا۔

حکایت:

کہتے ہیں کہ کسی شخص نے سات سو کوس چل کر ایک حکیم کو ڈھونڈھ نکالا اور اس سے پوچھا آسمان سے زیادہ کیا چیز فراخ ہے زمین سے زیادہ کون سی شے گراں ہے

پتھر سے زیادہ کیا شے سخت ہے آگ سے زیادہ کونسی چیز گرم ہے' زمہریر سے زیادہ سرد کیا ہے' دریا سے زیادہ تونگر کون سی شے ہے' یتیم سے زیادہ ذلیل کون چیز ہے اس نے جواب دیا کہ حق آسمان سے زیادہ فراخ ہے' بے گناہ پر بہتان زمین سے زیادہ گراں ہے' کافر کا دل پتھر سے زیادہ سخت ہے' حسد آگ سے زیادہ گرم ہے' جو شخص عزیز قریب کی حاجت روا نہ کرے' وہ زمہریر سے زیادہ سرد ہے' دل قانع دریا سے زیادہ تونگر ہے' جس چغل خور کو لوگ پہچانتے ہیں' وہ یتیم سے زیادہ ذلیل ہے۔

فصل:

اے عزیز جان! تو کہ غمازی اور چغلخوری یہی نہیں ہے کہ آدمی ایک بات دوسرے سے کہہ دے بلکہ جو شخص کوئی کام ظاہر کرے کہ اس سے کوئی آدمی رنجیدہ ہو تو وہ شخص بھی غماز اور چغلخور ہے بات ہو خواہ کام قول سے آشکارا کرے یا اشارے سے یا لکھنے سے بلکہ ایسا کوئی راز فاش کرنا نہ چاہیے جس سے کوئی شخص رنجیدہ ہو جائے گا مگر یہ کہ کسی نے کسی شخص کے مال میں پوشیدہ خیانت کی ہو تو اس کا افشا کر دینا درست ہے۔ اس طرح جس بات میں کسی مسلمان کا نقصان متصور ہو اس کا ظاہر کر دینا درست ہے جس شخص سے لوگ یہ بات نقل کریں کہ فلانا آدمی تجھے ایسی بات کہتا ہے یا تیرے حق میں ایسا کام کرتا ہے اور اس قسم کی بات کہے تو اس شخص کو چھ چیزیں بجالانا چاہیے۔ اول تو یہ کہ ان کا کہنا باور نہ کرے اس واسطے کہ چغلخور اور غماز فاسق ہے اور حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ فاسق کی بات نہ سنو۔ دوسرے یہ کہ اس کہنے والے کو نصیحت کرے اور اس گناہ سے منع کرے اس واسطے کہ نہی منکر واجب ہے۔ تیسرے یہ کہ اسے خدا کے واسطے دشمن ٹھہرائے کیونکہ چغلخور کے ساتھ دشمنی واجب ہے۔ چوتھے یہ کہ کسی کی طرف گمان بد نہ لے جائے اس لیے کہ بدگمانی حرام ہے۔ پانچویں یہ کہ اس کا تجسس نہ کرے کہ اس کا راست و درست ہونا معلوم ہو اس واسطے کہ حق تعالیٰ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے۔ چھٹے یہ کہ جو بات اپنے واسطے نہیں

پسند کرتا وہ اس کے واسطے بھی پسند نہ کرے اس کی چغل خوری کا حال دوسرے سے نقل نہ کرے پوشیدہ رکھے۔ یہ چھ باتیں واجب ہیں خلیفہ عمر ابن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے سامنے ایک شخص نے چغل خوری کی فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں اگر تو نے جھوٹ کہا ہے تو جن لوگوں کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ہے ﴿ ان جاء کم فاسق نبیاء ﴾ تو بھی ان ہی میں سے ہے اور اگر تو نے سچ کہا ہے تو جن کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ہے ﴿ ھماز مشاء بنمیم ﴾ تو ان میں سے ہے اور اگر تو چاہے تو بہ کر تو میں بخش دوں گا اس نے کہا یا امیر المومنین میں نے توبہ کی ایک شخص نے کسی حکیم سے کہا کہ فلانے آدمی نے تجھے ایسا کہا حکیم بولا تو بہت دیر کے بعد میری ملاقات کو آیا اور تو نے تین خیانتیں کی ہیں ایک یہ کہ ایک بھائی کو میرے دل میں برا ٹھہرایا اور میرے دل فارغ کو تردد میں ڈالا اور خود کو میرے نزدیک فاسق اور مفتری بنایا سلیمان ابن عبدالملک نے ایک شخص سے پوچھا کہ تو نے مجھے کچھ کہا ہے اس نے جواب دیا نہیں کہا ایک مرد عادل اور معتمد نقل کرتا تھا' زہری بیٹھے تھے فرمایا یا امیر المومنین چغل خور عادل نہیں ہوتا کہا آپ نے سچ فرمایا اور اس شخص سے کہا کہ تو صحیح سلامت اپنے گھر جا حضرت حسن بصری قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اور کی بات تیرے سامنے کہے گا وہ تیری بات بھی اور کے سامنے کہے گا ایسے آدمی سے حذر کرنا چاہیے اور حقیقت میں اسے دشمن رکھنا چاہیے کہ غیبت' عذر' خیانت' کھوٹا پن' حسد اپنی طرف سے جھوٹی باتیں ملانا نفاق فریب دینا یہ سب اس کے کام ہیں اور یہ سب کام خیانت کے سبب سے ہوتے ہیں بزرگوں کا قول ہے کہ غماز اور چغل خور ایسا آدمی ہے کہ سچائی سب سے پسندیدہ ہوتی ہے اور اس کی سچائی بھی پسندیدہ نہیں ہوتی مصعب ابن الزبیر رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک چغلی کہنے سے چغلی سننا بدتر ہے۔ کیونکہ چغل خوری سے بھڑکانا مقصود ہوتا ہے چغلی سننے والا اس کو قبول کرتا ہے گویا اس نے چغلی کی اجازت دی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے

کہ چغل خور حلال زادہ نہیں ہے۔ اے عزیز جان تو کہ مفسد اور چغل خور کا شر بڑا ہے اور ممکن ہے کہ ان کے سبب سے لوگوں کے خون ہو جائیں ایک شخص ایک غلام بیچتا تھا کہنے لگا کہ اس میں اور تو کوئی عیب نہیں مگر غمازی اور فتنہ انگیزی ہے ایک آدمی نے اسے مول لیا اور کہا کچھ پروا نہیں غلام نے آقا کی بیوی سے کہا کہ آقا تجھے نہیں چاہتا کہ ایک لونڈی مول لیا چاہتا ہے اب جو وہ سو جائے تو استرہ لے کر اس کے حلق کے پاس سے چند بال مونڈ لا تو میں ان باتوں پر تجھے منتر پڑھ دوں کہ آقا تجھ پر عاشق ہو جائے اور آقا سے کہا کہ آپ کی بیوی کسی پر عاشق ہے اور آپ کو مار ہی ڈالے گی آپ خود کو سوتے میں ڈالئے تو حال دیکھیے اس نے خود کو سوتے میں ڈال دیا اس کی بیوی استرہ لے کر پہنچی اور اس کی ڈاڑھی کی طرف ہاتھ بڑھایا تب تو اسے یقین آیا کہ واقعی مجھے مار ہی ڈالے گی بس شوہر نے اچک کر بیوی کو مار ہی ڈالا بیوی کے عزیز پہنچے اور لڑ کر شوہر کو مار ڈالا اور بہت سے خون ہوئے۔ چودھویں آفت دو دشمنوں میں دو روئی کرنا ہے جیسے ہر ایک کے سامنے ایسی بات کہے جو اسے اچھی معلوم ہو اور ایسا ہوتا ہے کہ اس کی بات اسے پہنچائے اس کی بات اسے اور ہر ایک سے ظاہر کرے کہ میں تیرا ہی دوست ہوں یہ چغل خوری سے بھی بدتر ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص دو دشمنوں سے دوستی رکھتا ہو اسے چاہیے کہ جو بات سنے تو یا چپ ہو رہے یا اس کے روبرو یا اس کے پس پشت حق بات کہے تا کہ منافق نہ ہو جائے ایک کی بات دوسرے سے نہ کہے کہ میں تیرا دوست ہوں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے لوگوں نے عرض کی کہ ہم امیروں کے پاس جاتے ہیں اور ایسی باتیں کہتے ہیں کہ باہر نکل کر نہیں کہتے فرمایا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ہم اس آئین کو نفاق جانتے تھے اور جس شخص کو ضرورت نہ ہو کہ بادشاہوں کے پاس جائے اور ان کے سامنے ایسی باتیں بنائے جو پیٹھ پیچھے زبان پر نہ لائے وہ منافق دورو ہے اور اگر ضرورت ہے تو اجازت

ہے۔ پندرھویں آفت لوگوں کی تعریف کرنا اور تعریف میں مبالغہ کرنا ہے اس آفت میں چھ آفتیں ہیں چار تعریف کرنے والے میں دو سننے والے میں جو ممدوح ہے تعریف کرنے والے کی آفتوں میں سے پہلی آفت یہ ہے کہ فضول تعریف کرے اور جھوٹا ہو جائے حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص لوگوں کی تعریف میں افراط کرتا ہے قیامت کے دن اس کی زبان اتنی لمبی ہو گی کہ زمین میں گھسیٹتا ہو گا اور اس پر پاؤں دھرتا ہو گا اور گر گر پڑتا ہو گا۔ دوسری آفت در آفت یہ ہے کہ تعریف کرنے میں نفاق ہو جائے تعریف کرے کہ میں تمہیں دوست رکھتا ہوں اور شاید نہ دوست رکھتا ہو۔ تیسری آفت در آفت یہ ہے کہ ایسی کوئی بات کہے جسے تحقیق نہ جانتا ہو جیسا کہ یوں کہے کہ وہ پارسا اور پرہیز گار اور سراپا علم ہے یا اور ایسی باتیں کہے ایک شخص نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کسی کی تعریف کی آپ نے فرمایا افسوس تو نے اس کی گردن ماری پھر فرمایا کہ تجھے اگر کسی کی تعریف کرنا ضرور ہو تو یوں کہہ کہ میں ایسا جانتا ہوں اور عند اللہ اسے عیب سے بری نہیں کرتا اگر اپنی سمجھ میں سچا ہے تو اس کا حساب حق تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ چوتھی آفت در آفت یہ ہے کہ شاید جس کی تعریف کرتا ہے وہ ظالم ہو اور اس کی بات سے خوش ہو اور ظالم کو خوش کرنا نہ چاہیے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ جب فاسق کی تعریف کرتے ہیں تو حق سبحانہ تعالیٰ کو ان پر غصہ آتا ہے اور ممدوح کو کئی وجہ سے نقصان ہے ایک یہ کہ اس میں کبر اور عجب پیدا ہوتا ہے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن درہ لیے بیٹھے تھے ایک شخص جارود نام حاضر ہوا ایک شخص نے کہا کہ قبیلہ ربیعہ کا سردار ہے جب وہ بیٹھا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے درے سے مارا اس نے عرض کی کہ یا امیر المومنین یہ کیا فرمایا کہ تو نے نہیں سنا کہ اس شخص نے کیا کہا اس نے عرض کی کہ میں نے سنا اس نے کہا تو کیا ہوا فرمایا کہ میں ڈرا کہ تیرے دل میں غرور پیدا ہو جائے میں نے چاہا کہ تیرا کبر توڑ دوں دوسرے یہ کہ جب

صلاحیت اور علم پر لوگ اس کی تعریف کریں گے تو وہ آئندہ کے واسطے کامل ہو جائے گا اور اپنے جی میں کہے گا کہ میں کمال کے درجے کو پہنچ گیا اسی سبب سے تھا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لوگوں نے ایک شخص کی تعریف کی آپ نے فرمایا کہ تم نے اس کی گردن ماری کیونکہ اگر وہ سن لے گا تو کوشش سے باز رہے گا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کے سامنے تیز چھری لے کر جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ اس کے روبرو اس کی تعریف زبان پر لائے حضرت زیادہ ابن اسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ جو کوئی اپنی تعریف سنتا ہے شیطان اس کے سامنے سے آ کر اسے جگہ سے اٹھاتا ہے لیکن مومن خود پہچانتا ہے اور فروتنی کرتا ہے جہاں کہیں یہ چھ آفتیں نہ ہوں وہاں تعریف کرنا بہتر ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف فرمائی ہے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ نے فرمایا کہ یا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق تعالیٰ مجھے رسول کر کے (۱۵) نہ بھیجتا تو تجھ ہی کو بھیجتا اور فرمایا ہے کہ اگر تمام عالم کا ایمان ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان کے مقابل کریں تو ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان زائد نکلے گا اور ایسی تعریفیں آپ نے کی ہیں اس واسطے کہ جانتے تھے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کچھ نقصان نہ ہوگا مگر اپنی تعریف کرنا بری بات ہے اور مذموم ہے حق تعالیٰ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا ہے ﴿ولا تزکوا انفسکم (۱۶)﴾ لیکن اگر کوئی شخص خلق کو پیشوا ہو اور اپنا حال اس واسطے بتائے کہ لوگوں کو اس کی پیروی کی توفیق ہو تو درست ہے جیسا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ﴿انا سید ولد ادم و لا فخر﴾ (۱۷) یعنی اس سرداری سے میں فخر نہیں کرتا اس سے فخر کرتا ہوں جس نے یہ بزرگی عنایت فرمائی آپ نے یہ اس واسطے فرمایا کہ سب لوگ آپ کی فرمانبرداری کریں اور حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا ﴿اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم﴾ (۱۸)

فصل:

لوگ جب کسی کی تعریف کریں تو اسے چاہیے کہ کبر اور عجب سے حذر کرے اور خاتمے کا خطر سوچے کہ اس کا حال کسی کو نہیں معلوم اور جو شخص دوزخ سے نہ بچے گا کتا اور سور اس سے افضل ہے اور یہ کوئی نہیں جانتا کہ میں دوزخ سے بچے گا اور یہ سوچنا چاہیے کہ اگر میرا چھپا ہوا سب حال جانے تو یہ تعریف کرنے والا تعریف نہ کرے تو شکر کرنا چاہیے کہ حق تعالیٰ نے میری باطنی باتوں کو اس سے پوشیدہ رکھا اور چاہیے کہ لوگ جب تعریف کریں تو کراہت ظاہر کرے اور دل سے بھی کارہ رہے لوگوں نے ایک بزرگ کی تعریف کی ان بزرگ کی تعریف کی ان بزرگ نے کہا کہ بارخدایا یہ لوگ میرا حال نہیں جانتے تو ہی جانتا ہے اور ایک بزرگ کی لوگوں نے تعریف کی ان بزرگ نے کہا کہ بارخدایا یہ لوگ اس چیز سے میرا تقرب کرتے ہیں جسے میں دشمن رکھتا ہوں تجھے گواہ کرتا ہوں کہ میں اس کی دشمنی کے سبب سے تیرا تقرب کرتا ہوں امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لوگوں نے تعریف کی آپ نے کہا کہ بارخدایا یہ لوگ جو مجھے کہتے ہیں اس کے سبب سے تو مجھ سے مواخذہ نہ کر اور یہ لوگ جو کچھ نہیں جانتے ہیں اسے بخش دے اور مجھے اس سے بھی بہتر کر دے جو یہ لوگ سمجھتے ہیں ایک شخص امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دوست نہ رکھتا تھا آپ کی تعریف منافقانہ کیا کرتا تھا آپ نے فرمایا اے شخص جو کچھ تو زبان سے کہتا ہے اس سے تو میں کمتر ہوں اور جو بات تو دل میں رکھتا ہے اس سے بہت بڑھ کر ہوں۔

۱ اور جس نے ارادہ کیا آخرت کا کوشش کی اس کے واسطے کوشش آخرت کی۔

۲ اور ہم نے کر دی ہے روبرو ان کے اور پس پشت ان کے آڑ۔

۳ اگر شیخ کہے تو جانماز کو شراب میں ڈبو دے اس لئے کہ سالک (شیخ) منزل کی راہ و رسم سے بخوبی واقف ہے۔

۴ ہمیشہ جنت کا دروازہ بھوک سے کھٹکھٹاتے رہو۔

۵ ورنہ استراحت کرو تم بیشک اللہ نہیں دوست رکھتا ہے اسراف کرنے والوں کو۔

۶ ابواء ایک مقام کا نام ہے۔

۷ لیکن جو شخص صدق کا حکم یا امر بالمعروف کرے۔

۸ ابوبکر تو صدیق ہے اور تو نے لعنت کی تجھ کو نہ چاہیے قسم ہے پروردگار کعبہ کی صدیق ہے تو نے لعنت کی تجھ کو نہ چاہیے قسم ہے پروردگار کعبہ کی صدیق ہے۔

۹ اور ہر ایک کا تم میں سے جہنم سے گزر ہوگا یہ امر حتمی ویقینی ہے۔

۱۰ اللہ بڑا ہے اللہ بڑا ہے اے اللہ ابوعبد اللہ کو ہدایت کر۔

۱۱ ثابت قدم رکھتا ہے اللہ مسلمان کو قول ثابت پر زندگی دنیا میں اور آخرت میں۔

۱۲ جیسے کہ دشمن کے مقابلے سے بھاگے اور دشمن یہ سمجھے کہ مغلوب ہوگیا ہے اور دفعتہً حملہ کردے۔

۱۳ بے غیرت اور بھڑوا۔

۱۴ سخت گیر اور حکم زجر کرنے والا سرہنگ دیوان سلطان۔

۱۵ ایک حدیث میں یہ بھی ہے ﴿ لو کان النبی بعدی لکان عمر ﴾ اگر میرے بعد کوئی نبی مبعوث ہوتا تو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوتا۔

۱۶ اپنے آپ کو بڑا اور بے عیب نہ سمجھو۔

۱۷ میں سردار اولاد آدم ہوں اور کوئی فخر کی بات نہیں بلکہ یہ انعام الٰہی ہے۔

۱۸ مقرر کرو تم مجھے خزانوں پر اپنی سرزمین کے تحقیق کہ میں حفاظت کرنے والا دانا ہوں۔

۔۔۔۔۔اختتام۔۔۔حصہ دوئم۔۔۔۔۔

فہرست

اصل نمبر ۴ : غصہ، کپٹ اور حسد کا علاج

غصہ کرنا کب اچھا ہے اور کب برا ہے؟

کسی شخص سے غصہ بالکل جدا نہیں ہوتا البتہ تعدیل ہو جاتی ہے

غصہ کا علاج اور ریاضت فرض ہے

غصہ کا علاج حلم سے کرنا چاہئے

اگر کوئی شخص ظلم کرے تو بہتر یہ ہے کہ چپ ہو رہے

جو شخص اپنے اختیار اور دیانت سے غصہ پی جائے وہ نیک بخت ہے

حسد اور اس کی برائیاں

حسد کسے کہتے ہیں

حسد کے علاج

ترک حسد کے لئے آسان مجاہدہ

اصل نمبر ۵ : حب دنیا کا علاج

دنیا کی محبت سب گناہوں کی افسر ہے

احادیث سے دنیا کی مذمت کا بیان

دنیا کی محبت تمام گناہوں کی اصل ہے

دنیائے بد کی حقیقت

اصل نمبر ۶ : حب مال، بخل و حرص کا علاج، اور سخاوت کی تعریف

مال کی محبت کی کراہت

مال میں شر بھی ہے اور خیر بھی

مال کے فائدے اور نقصانات

مال کی آفتیں

طمع وحرص کی آفتیں اور قناعت کے فوائد

دنیا داروں کے فکر کے میدان بہت وسیع ہیں

مٹی کے سوا کوئی چیز آدمی کے دل کو سیر نہیں کرتی

ایک نصیحت آمیز حکایت بابت طمع

حرص اور طمع کا علاج

سخاوت کی فضیلت اور ثواب

مردے کی میزبانی کی عجیب حکایت

مردے کی سخاوت کی حکایت

بخل کی مذمت کی تفصیل

ایثار کی فضیلت اور ثواب

سخاوت اور بخل کی حد کہ سخی کون ہے اور بخیل کون؟

ضرورت کے مطابق مال رکھنا بھی ضروری ہے لیکن ثواب کے مصارف

پر اس کو مقدم کرنا بھی بخل ہے'

سخاوت کی ترغیب اور بخل کا علاج

مال کے زہر کا منتر

ایک دلچسپ اور سبق آموز حکایت

اصل نمبر ۷ : جاہ وحشمت کی محبت کی آفات اور ان کا علاج

جاہ کی حقیقت

بہت لوگوں کو مال سے زیادہ جاہ عزیز ہوتی ہے

مال سے چیزوں کی ملک اور جاہ سے دلوں کی ملک مقصود ہوتی ہے

ربوبیت کی تلاش انسان کی طبیعت ہے

علم کا قیام دل کے ساتھ ہے بدن کے ساتھ نہیں اور دل ابدی چیز ہے

علم خدا کی ذات وصفات کے ساتھ علاقہ رکھتا ہے

جو علم مخلوق اور فانی سے تعلق رکھے وہ بیکار ہے

جاہ حاصل کرنے کے چار طریقے، جس میں دو جائز دو حرام ہیں

اپنی عبادت ظاہر کر کے طلب کرنا حرام ہے

جاہ کی محبت کا علاج

تعریف سے محبت اور شکایت سے کراہت کا علاج اپنی مذمت سن کر خفا ہونا نادانی ہے

مدح اور مذمت میں لوگوں کے درجوں میں فرق

اصل نمبر ۸ : عبادات میں ریاء

عبادات و طاعات میں جو ریاء ہوتی ہے اس کا علاج

ریاکار عالموں کے لئے دوزخ میں ایک غار ہے

ریاء کار کی تین علامات ہیں

وہ کام جن میں ریاء ہوتی ہے

ریا کے مختلف درجے

وہ ریا جو چیونٹی کی چاپ سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے

اپنی عبادت پر دوسروں کی اطلاع سے جو خوشی ہو وہ بھی ریا ہے

وہ ریاء جو عمل کو باطل کر دیتی ہے

ریاء سے جو دل کو بیماری لگتی ہے اس کا علاج

ریاء کے تقاضہ کے خلاف کرنے سے انسان بری الذمہ ہے

اطاعت کے اظہار کی اجازت

حکائت

مصیبت کو چھپانے کی اجازت

بنی اسرائیل کے ایک عابد کی حکایت

علماء اور عابدوں کے لئے تکبر بڑی آفت ہے

جس کے قلب میں دانہ بھر بھی تکبر ہے اس پر جنت حرام ہے

تکبر کا علاج فرض عین ہے

تکبر کا علاج عملی ہے

تکبر کی علامات

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سبق آموز واقعہ

تواضع سیکھنا ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت سے سیکھئے

تکبر کا تفصیلی علاج

جاہل کے مقابلہ میں عالم کی غلطی بہت بڑی ہے

تکبر کا دوسری طرح کا علاج

عجب یعنی خود پسندی اور اس کی آفات

خودی اور ناز کرنے کی حقیقت

عجب و خود پسندی کا علاج

محض حق تعالیٰ کے عطیہ پر خود پسندی کرنا نادانی ہے

اصل نمبر ۱۰: غفلت و گمراہی و غرور کا علاج

غفلت اور نادانی کے علاج

ایسا عالم شیطان کا نائب ہے جو جاہلوں کو امید دلا کر عذاب سے بے خوف کر دے

ضلالت و گمراہی کے علاج

غرور و پندار اور ان کے علاج

عالم بے عمل پر زیادہ عذاب ہوگا

گناہ کبیرہ وصغیرہ

اعمال نامے تین ہوتے ہیں

جن اسباب سے صغیرہ گناہ، کبیرہ بن جاتے ہیں

جو بات دل میں اثر کرے وہ بہت بڑی ہے

سچی توبہ کی شرط اور علامت

عالم کی خطا چھپانا واجب تر ہے

جب تک مشتبہ چیزوں سے نہ بچے توبہ کامل نہیں ہے

توبہ کی مداومت کا بیان

توبہ کی تدبیر کا بیان

ایمان کے درخت کو عبادت کے پانی کی ضرورت ہے

آدمی ایک گناہ سے توبہ کرے دوسرے سے نہ کرے اس کا حکم

اصل نمبر ۲ :صبر وشکر

صبر کی بزرگی وفضیلت کا ذکر قرآن میں ستر جگہ کیا گیا ہے

صبر کی حقیقت

صبر نصف ایمان اور روزہ نصف صبر کیوں ہے؟

تمام ایمان دو چیزیں ہیں، دیدار و کردار

ہر وقت صبر کی حاجت ہے

صبر کرنے کے علاج

شہو کے مقابلہ میں دین پر قائم رہنا صبر ہے

شہوت کا ضعیف کرنا تین طرح سے ہوتا ہے

شکر کی فضیلت اور حقیقت

شکر کی حقیقت کا بیان

دین کے تمام مدارج تین اصل پر ہیں، یعنی علم، حال، عمل

معرفت ایمان کی بہت سی راہیں ہیں، مثلاً اول تقدیس،

دوم توحید، سوم تمجید

کفران نعمت کا بیان

خدا کی نعمت خدا کے محبوب کاموں میں خرچ کرنا شکر ہے

گراں ہونے کے انتظار میں غلہ جمع کرنے والا خدا کی لعنت میں گرفتار ہوگا

نعمت کی حقیقت کا بیان

دنیا کی کثرت سے بہرہ یاب ہونا احمقوں کے نزدیک نعمت ہے

دنیا کے اکثر اسباب میں بعض بھلے اور بعض برے ہیں

نعمت کی سب اقسام اور درجات

دنیا میں سولہ نعمتیں وسیلہ آخرت ہیں

مال بقدر کفایت دینی نعمت ہے

شکر میں مخلوق کا قصور کرنا

مصیبت اور بلا میں بھی شکر کرنا چاہئے

اصل نمبر ۳ : خوف و رجاء

رجاء کی فضیلت اور ثواب

رجاء کی حقیقت

رجاء حاصل کرنے کی تدابیر

غافلوں کے حق میں رجاء دوا نہیں بلکہ زہر قاتل ہے

قرآن کی آیت مدانیت امید اور تسلی دلانے والی ہے

ہے کہ دوزخ کا ایک دروازہ ہے اس میں سے کوئی اندر نہ جائے گا مگر وہ شخص جس نے اپنا غصہ خلاف شرع نکالا ہے اور فرمایا ہے کہ جو جو گھونٹ آدمی پیتا ہے ان میں سے کوئی گھونٹ غصہ کے گھونٹ سے زیادہ حق تعالیٰ کے نزدیک دوست نہیں ہے اور جو بندہ غصے کا گھونٹ پیتا ہے حق تعالیٰ اس کے دل کو ایمان سے پر کر دیتا ہے حضرت فضیل عیاض اور حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور بزرگوں کی ایک جماعت نے اس امر پر اتفاق کیا ہے کہ غصے کے وقت بربادی اور طمع کے وقت صبر کرنے سے زیادہ کوئی کام افضل نہیں ہے ایک شخص نے خلیفہ عمر ابن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ سے سخت بات کہی انھوں نے سر جھکا لیا اور فرمایا کہ تو نے چاہا تھا کہ مجھے غصہ میں لائے اور شیطان کبر سلطنت کی وجہ سے مجھے جگہ سے اٹھائے تا کہ آج تو میں تجھے غصہ کروں اور فروائے قیامت کو تو مجھ سے بدلا لے یہ ہرگز نہ ہوگا اور چپ ہو رہے ایک نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ کوئی ایسا ہے جو مجھ سے قبول کرلے اور کفالت کرے کہ خسمگین نہ ہوں گا اور میرے بعد میرا خلیفہ رہے اور بہشت میں میرے برابر رہے ایک شخص نے عرض کی کہ میں نے قبول کیا اور کفالت کی دوبارہ پھر فرمایا اس نے پھر عرض کی کہ میں نے قبول کیا اور عہد وفا کر کے ان نبی کا قائم مقام ہوا لوگوں نے اس کا ذوالکفل نام رکھا اس سبب سے کہ اس نے کفالت کی یعنی قبول کیا۔

فصل:

اے عزیز جان! تو کہ حق تعالیٰ نے آدمی میں غصہ اس واسطے پیدا کیا کہ اس کا ہتھیار بنے اور اس کو جو چیز نقصان کرتی ہے اسے اپنے سے باز رکھے جیسا کہ خواہش کو اس واسطے پیدا کیا ہے کہ آدمی کا آلہ ہوتا کہ جو چیز آدمی کو مفید ہو اسے اپنی طرف کھینچ لے آدمی کو ان دونوں چیزوں سے چارہ نہیں ہے لیکن جب افراط سے ہوں گی تو نقصان کرے گی اور اس آگ کے مثل ہو جائیں گی جو دل میں لگے اور اس کا دھواں دماغ میں بھر جائے اور عقل وفکر کی جگہ کو تاریک کر دے تا کہ آدمی وجہ

صواب کو نہ دیکھے جیسے وہ دھواں جو کسی غار میں بھرتا ہے تو اسے ایسا تاریک کر دیتا ہے کہ کوئی جگہ نہیں دکھائی دے سکتی اور یہ بات نہایت مذموم ہے اسی سبب سے بزرگوں نے کہا ہے کہ غصہ غول عقل ہے اور شاید کہ یہ غصہ ضعیف ہو تو یہ بھی مذموم ہے اس واسطے کہ حمیت ناموس اور کافروں کے ساتھ لڑ کر دین کی حمیت غصہ ہی سے پیدا ہوتی ہے حق سبحانہ تعالیٰ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا ہے ﴿ جاهد الكفار والمنافقين واغلظ عليهم ﴾ (۲) اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف فرمائی اور ارشاد کیا ﴿ اشداء على الكفار ﴾ (۳) یہ سب غصے کا ثمرہ ہے تو چاہیے کہ غصہ نہ شدت سے ہو نہ ضعیف ہو بلکہ معتدل ہو اور دین اور عقل کے اشارے میں ہو بعض لوگ سمجھے ہیں کہ ریاضت سے غصہ کی جڑ اکھاڑ ڈالنا مقصود ہے یہ سمجھنا خطا ہے اس واسطے کہ غصہ تو ہتھیار ہے اس سے چارہ نہیں اور جب تک آدمی زندہ ہے تب تک غصہ کی جڑ کا معدوم ہونا محال ہے جس طرح اصل شہوت کا باطل ہونا ممکن نہیں ہے مگر یہ ممکن ہے کہ بعض کام کے سبب سے بعض وقت غصہ بالکل پوشیدہ رہے اور لوگ سمجھیں کہ غصہ نیست و نابود ہو گیا اس کی تفصیل یہ ہے کہ غصہ اس سبب سے آتا ہے کہ جس چیز کی حاجت اسے ہو وہ کوئی چھین لینے کا قصد کرے اور جس چیز کی حاجت نہ ہو مثلاً کسی کا ایک کتا ہو کہ وہ اس کتے سے بے پرواہ ہو تو اگر کوئی شخص اس کتے کو لے جائے یا مار ڈالے تو ممکن ہے کہ جس کا کتا تھا وہ خشمگین نہ ہو لیکن کھانا کپڑا گھر تندرستی اور ایسی چیزوں سے حاجت ہرگز منقطع نہیں ہوتی تو اگر کسی کو زخمی کریں تا کہ اس کی سلامتی فوت ہو جائے یا اس کا کھانا کپڑا لے لیں تو ضرور غصہ ظاہر ہوگا اور جس شخص کو حاجت بہت ہوگی اسے غصہ بھی بہت ہوگا وہ بہت بے چارہ اور درماندہ ہوگا اس واسطے کہ آزادی بے حاجتی ہی میں ہے جس قدر حاجت زیادہ ہوتی ہے آدمی اس قدر قید سے زیادہ نزدیک ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ کوئی شخص ریاضت کرتے کرتے خود کو ایسا کر دے کہ اسے بقدر ضرورت ہی

حاجت پڑا کرے حتیٰ کہ جاہ و مال اور دنیا کی فضول چیزوں کی حاجت جاتی رہے تو جو غصہ اس حاجت کا تابع ہے وہ بھی خواہ نخواہ جاتا رہے گا اس واسطے کہ جو شخص جاہ کی تلاش میں نہیں ہوتا ہے تو جو آدمی اس کے آگے چلے یا مجلسوں میں اس سے برتر جگہ بیٹھے تو وہ شخص غصہ نہیں کرتا اس امر میں خلق میں بڑا تفاوت ہے اس واسطے اکثر غصے جاہ و مال کی زیادتی کے سبب سے ہوتے ہیں حتیٰ کہ ایسا ہوتا ہے کوئی ادنی چیزوں میں فخر کرتا ہے جیسے شطرنج چوسر کبوتر بازی بہت شراب خوری اگر کوئی شخص اسے کہے کہ شطرنج خوب نہیں کھیلتا اور شراب بہت نہیں پیتا تو وہ خشمگین ہوتا ہے اور اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ جو غصہ اس قسم کا ہوتا ہے ریاضت کرنے سے آدمی اس سے رہائی پا سکتا ہے لیکن جو چیزیں آدمی کو ضروریات سے ہیں ان میں اصل خشم باطل نہیں ہوتا اور باطل ہونا چاہیے بھی نہیں کہ یہ اچھی بات نہیں ہے لیکن یہ چاہیے کہ ایسا غصہ نہ کہ اسے بے اختیار کر دے اور عقل اور شرع کے خلاف اس پر غلبہ کر دے ریاضت کرتے کرتے آدمی غصہ کو اس درجے پر لا سکتا ہے اس امر پر کہ غصہ کی جڑ نہیں جاتی اور اس کو جانا چاہیے بھی نہیں اس پر یہ دلیل ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غصے سے خالی نہ تھے اور فرمایا کہ میں ایک آدمی ہوں ﴿ اغضب کما یغضب البشر ﴾ یعنی جس طرح آدمی غصہ کرتے ہیں اس طرح میں بھی غصہ کرتا ہوں جس کسی کو میں لعنت کروں یا غصے میں سخت کلام کہوں یا مار بیٹھوں تو بار خدایا اسے تو میری طرف سے اس پر رحمت کا سبب کر دے حضرت عبداللہ ابن عمر ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ جو فرماتے ہیں اسے میں لکھتا ہوں اگر غصے میں کچھ فرمائیں ارشاد کیا کہ اسے بھی لکھ لیا کرو کہ قسم ہے اس خدا کی جس نے مجھے رسول برحق کر کے خلق کی طرف بھیجا ہے کہ اگر میں غصے میں بھی ہوتا ہوں تو بھی حق بات کے سوا میری زبان سے اور کچھ نہیں نکلتا تو آپ نے یہ فرمایا کہ مجھے غصہ نہیں ہے لیکن یہ فرمایا کہ غصہ مجھے حق اور انصاف سے خارج نہیں کرتا ام

المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک دن خشمگین ہوئیں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تیرا شیطان آیا انھوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ کا شیطان نہیں ہے فرمایا کہ ہے لیکن حق تعالیٰ نے مجھے اس پر فتح دی حتیٰ کہ وہ میرا زیر دست ہوگیا نیک بات کے سوا اور حکم نہیں کرتا آپ نے یہ نہ فرمایا کہ مجھے غصے کا شیطان نہیں ہے۔

فصل:

اے عزیز جان! تو کہ اگر چہ باطن سے غصہ کی جڑ نہیں اکھڑتی لیکن ممکن ہے کہ کسی شخص پر بعض یا اکثر اوقات توحید غالب ہوجائے جو کچھ وہ دیکھے خدا ہی کی طرف سے دیکھے تو اس توحید کے سبب سے غصہ پوشیدہ ہوجاتا ہے اور اس شخص میں کچھ بھی غصہ نہیں پیدا ہوتا جیسا کہ کسی کو لوگ پتھر ماریں تو کسی حال میں وہ پتھر پر غصہ نہیں کرتا اگر چہ اس کے باطن میں غصہ کی جڑ برقرار ہوتی ہے اس واسطے کہ وہ خطا پتھر سے نہیں دیکھتا بلکہ اس شخص کی خطا جانتا ہے جس نے پتھر پھینکا اور اگر کوئی بادشاہ حکم لکھے کہ فلانے آدمی کو قتل کرو تو وہ قلم پر خشمگین نہیں ہوتا کہ اس سے لکھا ہے اس واسطے کہ جانتا ہے کہ قلم تو مسخر ہے اگر چہ حرکت اس میں ہے لیکن اس سے نہیں ہے علی ہذا القیاس جس شخص پر توحید غالب ہوتی ہے تو وہ ضرور بالضرر جانتا ہے کہ جو کام خلق سے ہوجاتا ہے اس میں خلق بے اختیار ہے کیونکہ اگر چہ حرکت تو قدرت کی قید میں ہے لیکن قدرت ارادہ اور خواہش کی قید میں ہے اور ارادت آدمی کے اختیار میں نہیں ہے لیکن خواہش کو اس پر مسلط کردیا ہے چاہے یا نہ چاہے اور جب خواہش کو بھیجا اور قوت عنایت فرمائی تو ضرور فعل حاصل ہوگا تو اس کی مثل اس پتھر کی سی ہے جو اس پر پھینکیں اور پتھر سے دکھ درد حاصل ہو لیکن پتھر پر غصہ نہیں کرتا تو اگر بکری سے اس موحد کی روزی تھی اور بکری مرگئی تو وہ رنجیدہ ہوگا لیکن خشمگین نہ ہوگا اور جب کوئی اسے مار ڈالے گا تو اگر توحید کا نور غالب ہوگا تو بھی چاہیے کہ ویسا ہی رہے

لیکن تو حید کا غلبہ ہمیشہ ایسا نہیں رہتا بلکہ بجلی کی طرح آن کی آن رہتا ہے اور تقاضائے بشریت اور جو اسباب درمیان میں ہیں ان کی طرف التفات پیدا ہو جاتا ہے اور اکثر آدمی بعض اوقات ایسے ہوتے رہے ہیں اور یہ نہیں ہے کہ غصے کی جڑ نکل گئی لیکن چونکہ اس امر کو کسی آدمی سے نہیں سمجھتا ہے اس سبب سے غصے کو رنج نہیں پیدا ہوتا جیسے پتھر جو اس پر آتا ہے بلکہ ممکن ہے کہ اگر چہ غلبہ تو حید نہ ہوگا لیکن اس کا دل کسی بہت بڑے کام میں ایسا مشغول ہو کہ اس کے سبب سے غصہ پوشیدہ رہے ظاہر نہ ہو حضرت سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک شخص نے گالی دی انھوں نے کہا کہ اگر قیامت کے دن میرے گناہوں کا پلہ بھاری ہوگا تو جو کچھ تو کہتا ہے اس سے بھی میں بدتر ہوں اور اگر گناہوں کا پلہ ہلکا ہوگا تو تیری بات سے مجھے کیا ڈر ہے ربیع ابن خثیم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو کسی نے گالی دی کہنے لگے کہ میرے اور جنت کے درمیان میں ایک گھاٹی ہے میں اسے طے کرنے میں مشغول ہوں اگر طے کر گیا تو تیری بات کا کچھ ڈر نہیں اور اگر طے نہ کر سکا تو جو کچھ تو کہتا ہے یہ میرے حق میں بہت ہی کم ہے یہ دونوں بزرگ آخرت کے غم میں ایسے ڈوبے ہوئے تھے کہ گالی دینے سے ان کا غصہ ظاہر نہ ہوا امیر المومنین حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی نے گالی دی فرمایا کہ جو میرا حال تجھ پر پوشیدہ ہے وہ اس سے بہت زیادہ ہے وہ اپنے ساتھ جو مشغولی رکھتے تھے اس کے سبب سے ان کا غصہ ظاہر نہ ہوا حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو عورت نے ریا کار کہہ کر پکارا فرمایا کہ اے نیک بخت تیرے سوا مجھے کسی نے نہیں پہچانا حضرت شعبی رحمتہ اللہ تعالیٰ کو ایک شخص نے کوئی بات کہی کہنے لگے کہ اگر تو سچ کہتا ہے تو مجھے خدا بخشے اور اگر جھوٹ کہتا ہے تو تجھے بخشے یہ حالات اس بات کی دلیل ہیں کہ ایسی حالتوں کے سبب سے غصے کا مقہور اور مغلوب رہنا ممکن ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی نے معلوم کیا ہو کہ جو کوئی غصہ نہ کرے حق تعالیٰ اسے دوست رکھتا ہے تو جب غصے کا سبب پیش آئے تو حق تعالیٰ کی محبت اس غصے کو

چھپائے جس طرح کسی کا کوئی معشوق ہو اور اس کا بیٹا عاشق کو گالیاں دیتا ہو اور عاشق جانے کہ معشوق چاہتا ہے کہ وہ اس جفا کو فروگذاشت کرے تو غلبہ عشق اسے ایسا کر دیتا ہے کہ اس جفا کا درد و رنج عاشق کو معلوم نہیں ہوتا اور غصہ نہیں کرتا آدمی کو چاہیے کہ ان سببوں میں سے کسی سبب سے ایسا ہو جائے کہ اپنے غصے کو مار ڈالے اگر یہ نہیں کر سکتا تو اس کی قوت توڑ دے تا کہ غصہ سرکشی نہ کرے اور عقل اور شرع کے برخلاف حرکت نہ کرے۔

فصل:

اے عزیز جان تو کہ غصے کا علاج اور اس کی ریاضت فرض ہے اس واسطے کہ اکثر خلق کو غصہ ہی دوزخ میں لے جاتا ہے اور غصے سے بہت فساد پیدا ہوتے ہیں اس کا علاج دو طرح پر ہوتا ہے کہ ایک کی مثل مسہل کے مانند ہے کہ غصے کی جڑ اور مادے کو باطن سے نکال ڈالے اور ایک کی مثل سکنجبین کی ایسی ہے کہ تسکین کر دے جڑ اور مادے کو نہ نکال ڈالے مسہل تو یہ ہے کہ آدمی دیکھے کہ باطن میں غصے کا کیا سبب ہے' اس سبب کو جڑ سے اکھاڑ ڈالے اور اس کے پانچ سبب ہیں۔ پہلا سبب کبر ہے اس واسطے کہ متکبر ذرا سی بات یا معاملے میں جو اس کی تعظیم کے برخلاف ہو خشمگین ہوتا ہے تو کبر کو فروتنی سے توڑنا چاہیے اور سمجھ لے کہ میں بھی اور بندوں کی جنس سے ہوں اور بندگی نیک اخلاق کے سبب سے ہوتی ہے اور کبر اخلاق بد میں سے ہے اور فروتنی کے سوا اور کسی چیز سے زائل نہیں ہوتا۔ دوسرا سبب عجب ہے کہ اپنی شان میں کچھ اعتقاد رکھتا ہے اس کا علاج یہ ہے کہ خود کو پہچانے کبر اور عجب کا تمام علاج اپنے مقام پر بیان کیا جائے گا۔ تیسرا سبب مزاح ہے کہ اکثر اوقات اس کا نتیجہ غصہ ہوتا ہے چاہیے کہ خود کو آخرت کے کام بنانے اور نیک اخلاق حاصل کرنے میں جد و جہد سے مشغول کرے اور مزاح سے باز رہا کرے علی ہذا القیاس ہنسنا اور مسخرا پن بھی موجب خشم ہوتا ہے تو خود کو اس سے محفوظ رکھنا چاہیے اس واسطے کہ جو شخص دوسروں

سے ہنسی کرے گا اس سے اور لوگ بھی ہنسی کریں گے اور اس کی ہنسی کر کے خود کو ذلیل کیا۔ چوتھا سبب کسی کو ملامت کرنا اور کسی کا عیب کرنا یہ بھی جانبین سے غصے کا سبب ہوتا ہے اس کا علاج یہ ہے کہ یہ سمجھ لے کو جو خود بے عیب نہ ہوا سے عیب کرنا نہیں پہنچتا ہے اور بے عیب کوئی نہیں ہے یعنی کسی کو نہ چاہیے کہ دوسرے کا عیب کرے۔ پانچواں سبب مال و جاہ کی حرص ہے اور مال و جاہ کی اکثر حاجت ہوتی ہے جو بخیل ہوتا ہے اس سے اگر ایک حبہ لے لیں تو وہ خشمگین ہوتا ہے اور جو طالع ہوتا ہے تو جو ایک لقمہ اس سے فوت ہو جائے اس کے سبب سے خشم ناک ہو جاتا ہے اور یہ سب بد اخلاق ہیں اور غصے کی جڑ بھی ہیں اسکا علاج علمی بھی ہے علمی تو یہ ہے کہ آدمی اس کی آفت اور برائی جانے کہ دین و دنیا میں اس کا ضرر کس قدر ہے تا کہ دل سے اس سے نفرت کرے پھر علاج عملی میں مشغول ہو اور علاج عملی یہ ہے کہ ان صفتوں کی مخالفت کرے کہ مخالفت سب اخلاق بد کا علاج ہے جیسا ہم نے ریاضت نفس میں بیان کیا ہے اور غصہ اور اخلاق بد بر پا ہونے کا سبب یہ ہوتا ہے کہ آدمی کسی ایسے گروہ کے ساتھ صحبت رکھے جن پر غصہ غالب ہو اور شاید صلابت اور شجاعت اس کا نام رکھیں اور اس کے سبب سے فخر کریں اور حکایت کریں کہ فلانے بزرگ نے ایک بات میں فلانے آدمی کو مار ڈالا اور اس کا جان و مال ویران کر ڈالا اور کسی کی مجال نہ ہوئی کہ اس کے برخلاف کوئی بات کہتا کیونکہ مرد مردانہ تھا اور مرد ایسے ہی ہوتے ہیں کسی کو چھوڑ دینا اپنی ذلت اور بے حمیتی اور نا لائقی ہے تو غصہ جو کتوں کی عادت ہے اس کا نام شجاعت اور مردانگی رکھتے ہیں اور حلم اور بردباری جو پیغمبروں کا خلق ہے اس کا نام نا لائقی رکھتے ہیں اور شیطان کا کام یہ ہے کہ سب کو مکر و فریب اور برے الفاظ کے سبب سے نیک اخلاق سے باز رکھتا ہے اور اچھے الفاظ سے اخلاق بد کی طرف بلاتا ہے اور عقل مند جانتا ہے کہ اگر ایسا ہی غصہ مردی کے سبب سے ہوتا تو چاہیے تھا کہ عورتیں اور لڑکے اور ضعیف نفس بوڑھے اور بیمار غصے سے بہت دور رہتے اور یہ

معلوم ہے کہ یہ لوگ بہت جلد غصے میں آ جاتے ہیں بلکہ کوئی مردانگی اس مرتبہ کو نہیں پہنچتی ہے کہ آدمی اپنے غصے سے برآئے اور یہ انبیا اولیاء علیہم السلام کی صفت ہے اور وہ دوسری صفت پہلوانوں اور ترکوں اور ان لوگوں کی صفت ہے، جو درندو چرند سے بہت نزدیک ہیں۔ اے عزیز تو غور تو کر کہ تیری بزرگی اس بات میں ہے کہ تو انبیاء و اولیاء کے مانند ہو جائے یا اس امر میں کہ احمقوں اور بے عقلوں کے مثل ہو جائے۔

فصل:

اے عزیز جان تو کہ یہ باتیں جو اوپر مذکور ہوئیں وہ خشم غصہ کے مادہ کو دفع کرنے کے واسطے مسہل کا حکم رکھتی ہیں جو شخص اسے دفع نہیں کر سکتا اسے چاہیے کہ غصہ جب ہیجان کرے تو اس کو تسکین دے اور تسکین اس سکنجبین سے ہوتی ہے جو حلم کی شیرنی اور صبر کی تلخی سے بناتے ہیں اور علم و عمل کی معجون سب اخلاق کا علاج ہے علم یہ ہے کہ ان آیتوں اور حدیثوں میں غور و تامل کرے جو غصہ کرنے کی برائی اور غصہ پی جانے کے ثواب میں نازل اور وارد ہوئی ہیں چنانچہ اس کا بیان اوپر گزرا اور اپنے دل سے کہے کہ جتنی قدرت تو دوسرے پر رکھتا ہے اس سے زیادہ قدرت حق تعالیٰ تجھ پر رکھتا ہے۔ اور حق تعالیٰ سے تیری مخالفت بہت بڑھ کر ہے اگر کسی پر غصہ کرے گا تو قیامت میں خدا کے غضب سے کیونکر بچے گا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک غلام کو کسی کام کے واسطے بھیجا وہ دیر کے بعد آیا آپ نے فرمایا کہ قیامت کا انتقام نہ ہوتا تو میں تجھے مارتا اور اپنے دل سے یوں کہے کہ یہ تیرا غصہ اس واسطے ہے کہ جس طرح خدا نے چاہا اس طرح تیرا کام ہوا تیرے چاہنے کے موافق نہ ہوا اور یہ ربوبیت میں جھگڑنا ہے یہ اسباب جو آخرت سے علاقہ رکھتے ہیں ان کے سبب سے اگر غصہ نہ ٹھہر جائے تو دنیا کی غرض پیش خود تجویز کرے اور اپنے دل میں کہے کہ اگر تو غصہ نکالے گا تو شاید طرف ثانی بھی برسر مقابلہ آ جائے اور بدلہ لے اور

اپنے دشمن کو حقیر و ناچیز نہ سمجھنا چاہیے اگر مثلاً لونڈی غلام ہو کہ خدمت میں قصور کرتا ہے اور بھاگ جاتا ہے شاید کہ کچھ غدر و فریب کر بیٹھے اور غصے میں جو اپنی صورت بری صورت بن جاتی ہے اسے بھی یاد کرے کہ ظاہر کیسا برا اور متغیر ہو جاتا ہے اور اس بھیڑیے کی ایسی صورت ہو جاتی ہے جو کسی کے پیچھے پڑا ہو اور باطن میں بالکل آگ لگ جاتی ہے اور بھوکے کتے کے مثل ہو جاتا ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب طرح دینے کا قصد کرتے ہیں تو شیطان کہتا ہے کہ سکوت کرنا تیری عاجزی اور ذلت سے جانیں گے اور تیری حشمت کے واسطے یہ امر نقصان ہے اور لوگوں کی نگاہ میں تو حقیر ہو جائے گا تو اسے یہ جواب دینا چاہیے کہ کوئی عزت اسے نہیں پہنچتی کہ آدمی انبیاء علیہم السلام کی سیرت اختیار کرے اور حق تعالیٰ کی خوشنودی ڈھونڈھے اگر آج لوگ مجھے خوار و ذلیل جانیں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ فردائے قیامت کو میں خوار و ذلیل ہوں یہ اور اس کی مثل علمی علاج ہے اور علاج عملی یہ ہے کہ زبان سے کہے ﴿ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ﴾ اور سنت یہ ہے کہ آدمی غصے کے وقت اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور اگر بیٹھا ہو تو لیٹ جائے اگر اس سے غصہ نہ ٹھہرے تو ٹھنڈے پانی سے وضو کرے اس واسطے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ غصہ آگ سے ہے پانی سے ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ سجدے کرے اور منہ خاک پر رکھے تاکہ آگاہ ہو جائے کہ میں خاک سے پیدا ہوں اور بندہ ہوں اور مجھے غصہ کرنا نہیں پہنچتا ایک دن امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خشمگین ہوئے ناک میں ڈالنے کو پانی مانگا اور فرمایا کہ غصہ شیطان سے ہے ناک میں پانی ڈالنے سے جاتا رہتا ہے حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن کسی سے لڑائی کی اور کہا یا ابن الحمراء یعنی اس کی ماں کا عیب کیا کہ اس کا سرخ رنگ ہے یعنی لونڈی ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو ذر میں نے سنا ہے کہ تو نے آج کسی کا عیب کیا ماں کے سبب سے اے ابو ذر تو جانے رہ کہ تو کسی سیاہ اور

سرخ سے افضل نہیں ہے مگر یہ کہ تقوی میں اس سے زیادہ ہو حضرت ابو ذر اس شخص سے عذر کرنے گئے وہ شخص سامنے آیا اور حضرت ابو ذر کو سلام کیا ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کو جب غصہ آتا تو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی بینی مبارک پکڑتے اور فرماتے کہ اے عائشہ کہو ﴿ اللھم رب النبی محمد اغفرلی ذنبی واذھب غیظ قلبی واجرنی من مضلات الفتن (۴) ﴾ یہ بھی کہنا سنت ہے۔

فصل:

اے عزیز جان تو کہ اگر کوئی شخص کسی پر ظلم کرے یا سخت بات کہے تو اولی یہ ہے کہ وہ چپ ہو رہے جواب نہ دے مگر چپ رہنا واجب نہیں ہے اور ہر بات کا جواب دینے کی بھی اجازت نہیں ہے گالی کے مقابلہ میں گالی دینا غیبت کے بدلے غیبت کرنا یا اور ایسی باتیں درست نہیں ہیں کیونکہ ان سببوں سے تعزیر واجب آتی ہے لیکن اگر کوئی شخص بات کہے جس میں کچھ جھوٹ نہ ہو اس میں اجازت ہے وہ قصاص کے مثل ہے ہر چند کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص تیرا عیب اس امر کے سبب سے کرے جو امر تجھ میں ہو تو اس کا عیب اس چیز کے سبب سے جو اس میں ہے تو نہ کر یہ احتساب کا طریقہ ہے اور نہ کہنا واجب نہیں ہے اگر گالی اور زنا کی طرف نسبت نہ ہو اس پر دلیل یہ ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ﴿ المستبان ماقالا فعلے البادی حتی یعتدی المظلوم ﴾ یعنی دو آدمی جب ایک دوسرے کو برا کہیں تو جو کچھ کہیں گے وہ اس پر ہے جس نے ابتدا کی حتیٰ کہ مظلوم حد سے تجاوز کر جائے پس اس کو کچھ جواب دیا حد سے تجاوز کرنے کے پہلے ام المومنین حضرت بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ازواج مطہرات نے حضرت خاتون جنت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے پیغام دیا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم سے کہو کہ ہم میں اور حضرت عائشہ میں انصاف کا خیال رکھا کیجئے کہ آپ انھیں بہت چاہتے ہیں اور ان کی طرف بہت رغبت کرتے ہیں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواب میں تھے کہ حضرت بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پیغام پہنچا دیا آپ نے فرمایا کہ اے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جسے میں دوست رکھتا ہوں اسے کیا تو دوست نہیں رکھتی عرض کی کہ میں بھی اسے دوست رکھتی ہوں فرمایا کہ تو عائشہ کو بہت دوست رکھ کہ میں اسے بہت دوست رکھتا ہوں حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان ازواج طاہرات کے پاس گئیں اور یہ ماجرا بیان کیا انھوں نے کہا کہ اس بات سے ہماری سیری نہیں ہوتی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو ازواج طاہرات میں سے تھیں سبھوں نے انھیں بھیجا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں وہ مجھ سے برابری کا دعویٰ کرتی تھیں وہ آئیں اور کہنے لگیں کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی ایسی ہیں اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی ویسی ہیں وہ برا کہتی تھیں اور میں خاموش تھی کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے جواب دینے کی اجازت دیں جب آپ نے اجازت دی تو میں بھی جواب دینے لگی اور برا کہنے لگی یہاں تک کہ میرا دہن خشک ہوگیا اور وہ عاجز آئیں پس رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی ہے یعنی گفتگو میں تم اس سے برنہ آؤ گی تو یہ قصہ اس بات کی دلیل ہے کہ جواب دینا درست ہے بشرطیکہ سچ ہو جھوٹ نہ جیسا کہ یوں کہے کہ اے احمق جاہل شرم کر چپ رہ کیونکہ کوئی آدمی حماقت اور جہل سے خالی نہیں ہوتا ہے آدمی کو چاہیے کہ جو لفظ بہت زشت نہ ہو اس کی عادت ڈالے کہ غصہ کے وقت وہی لفظ کہے تا کہ فحش اس کی زبان پر نہ آنے پائے مثلاً بد بخت ناکس ناہموار ٹکڑ گدا اور مثل اس کے غرضیکہ جب جواب دینے پر آئے گا تو حد سے تجاوز کرنا دشوار ہے اسی سبب سے جواب نہ دینا اولیٰ ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک شخص حضرت ابوبکر نحض کو برا کہتا تھا

میں قصور کرتا ہے رشتہ قرابت توڑ دیتا ہے اس کا قرض نہیں دیتا اس کا مظلمہ نہیں پھیرتا اس سے معافی نہیں چاہتا۔ آٹھواں یہ کہ اگر موقع پاتا ہے تو اسے مارتا ہے ستاتا ہے اوروں کو اغوا کرتا ہے کہ تم اسے مارو تو اگر کوئی شخص بڑا ہی دیانت دار ہوتا ہے اور گناہ کا کوئی فعل نہیں کرتا تو بھی اس سے خالی نہیں ہوتا کہ اپنا احسان اس سے پھیر لے اور اس کے ساتھ نرمی نہ کرے اور اس کے کام میں مہربانی نہ کرے اور ذکر خدا میں اس کے ساتھ نہ بیٹھے اور اس کے حق میں دعا اور ثنا نہ کرے یہ سب باتیں اس شخص کے درجوں کو گھٹا دیتی ہیں اور ان باتوں کا نقصان بہت ہے جیسے مسطح نام جو امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عزیز قریب تھا ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے واقعہ افک میں اس نے جب سخن دروغ کہا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے نفقہ دینا موقوف کر دیا اور قسم کھائی کہ اب نہ دوں گا یہ آیت نازل ہوئی ﴿ ولا یاتل اولو الفضل منکم والسعته﴾ یہاں تک کہ ارشاد ہوا ﴿ الا تحبون ان یغفر الله لکم﴾ یعنی تم یہ قسم نہ کھایا کرو کہ جس نے جفا کی اس کے ساتھ ہم نیکی نہ کریں گے کیا یہ دوست نہیں رکھتے ہو کہ حق تعالیٰ تمہیں بخش دے امیر المومنین حضرت صدیق اکبر نے کہا کہ واللہ میں اس امر کو دوست رکھتا ہوں اور پھر اسے نفقہ دینا شروع کیا تو جس کسی کے دل میں کسی شخص کی طرف سے کینہ ہوتا ہے وہ تین حال سے خالی نہیں ہوتا یا تو اپنے ساتھ مجاہدہ کرتا ہے کہ اس کے ساتھ نیکی کروں اور مراعات زیادہ کروں یہ تو صدیقوں کا درجہ ہے یا نیکی نہیں کرتا تو برائی بھی نہیں کرتا ہے یہ پرہیز گاروں کا درجہ ہے یا برائی کرتا ہے یہ فاسقوں اور ظالموں کا درجہ ہے جو شخص تیرے ساتھ برائی کرے تو اس کے ساتھ نیکی کر کہ اس سے زیادہ کوئی چیز موجب تقرب خدا نہیں ہے اگر یہ نہ ہو سکے تو معاف کر دے کہ معاف کر دینے کی بڑی فضیلت ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین باتوں پر میں قسم کھا سکتا ہوں صدقہ دینے سے کوئی مال کم

نہیں ہوتا تم صدقہ دیا کرو اور جو شخص کسی کا قصور معاف کرتا ہے تو قیامت کے دن حق تعالیٰ معاف کرنے والے کی عزت میں زیادتی عنایت فرماوے گا اور جو شخص سوال اور گدائی کا دروازہ اپنے اوپر کھولتا ہے حق تعالیٰ مفلسی کا دروازہ اس کے اوپر کھول دیتا ہے ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حق میں کسی سے بدلہ لیا ہو لیکن لوگ جب خدا کے حق کو فروگذاشت کرتے تو اس پر آپ کے غصہ کی کچھ انتہا نہ ہوتی تھی اور جن دو کاموں میں آپ کو اختیار دیا جاتا ان دونوں میں خلق پر جو بہت آسان ہوتا اسی کو آپ اختیار کرتے لیکن جو گناہ ہوتا اسے اختیار نہ کرتے تھے حضرت عقبہ ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ میں تجھے اس بات سے آگاہ کروں کہ اہل دنیا اور اہل آخرت کے اخلاق میں کون سا خلق افضل ہے یہ افضل ہے کہ جو شخص تجھ سے قطع کرے تو اس سے مل اور جو تجھے محروم رکھے تو اسے عطا کر اور جو کوئی تجھ پر ظلم کرے تو اسے عفو کر دے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حق سبحانہ تعالیٰ سے عرض کی کہ یا آلہ العالمین تیرے بندوں میں سے تیرے نزدیک کون بندہ عزیز ہے ارشاد ہوا کہ وہ بندہ جو بدلا لینے کی قدرت رکھتا ہو اور عفو کر دے اور فرمایا ہے کہ جس نے ظالم کے واسطے بد دعا کی وہ اپنا حق لے چکا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب مکہ معظمہ کو فتح کیا اور قریش پر قابو پایا تو چونکہ قریش نے آپ پر بہت ظلم کیا تھا اس وجہ سے ڈرتے تھے اور اپنی جان سے ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ شریف کے دروازے پر دست مبارک رکھ کر فرمایا کہ خدا ایک ہی ہے اس کا کوئی شریک نہیں اس نے اپنا وعدہ سچ کیا اور اپنے بندوں کو فتح دی اور اپنے دشمنوں کو شکست نصیب کی تم لوگ کیا دیکھتے ہو اور کیا کہتے ہو قریش نے عرض کی کہ یا رسول

اللہ خیر کے سوا اور ہم کیا کہیں گے آپ کے کرم کے امیدوار ہیں آج قوت آپ ہی کے قبضہ قدرت میں ہے آپ نے فرمایا کہ میں وہ کہتا ہوں جو بھائی یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں پر قابو پا کر کہا تھا کہ ﴿لاتثریب علیکم الیوم(۵)﴾ اور سب کو امن دے دی اور فرمایا کہ تم سے کسی کو کچھ سروکار نہیں ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تمام خلق قیامت میں اٹھے گی تو منادی ندا کرے گا کہ جن جن کا اجر حق تعالیٰ پر ہے وہ اٹھیں کئی ہزار آدمی اٹھیں گے اور جنت میں بے حساب چلے جائیں گے اس واسطے کہ یہ لوگ بندگان خدا کا قصور معاف کر دیا کرتے تھے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ غصہ کی حالت میں صبر کیا کرو تا کہ بہت فرصت پاؤ اور جب فرصت پاؤ اور بدلا لے سکتے ہو تو معاف کر دو خلیفہ ہشام رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس لوگ ایک قصوروار کو لائے وہ دلیلیں کرنے لگا ہشام نے کہا تو میرے سامنے حجت کرتا ہے اس نے کہا ﴿یوم تاتی کل نفس تجادل عن نفسھا﴾ احکم الحاکمین کے سامنے تو اپنا عذر بیان کرنے میں بندے حجت کر سکتے ہیں تو میں تیرے سامنے کیوں نہ حجت کر سکوں ہشام نے کہا اچھا آ کہہ کیا کہتا ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوئی چیز چور لے گئے لوگ چور پر لعنت کرنے لگے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بار خدایا اگر وہ چیز کسی حاجت کے سبب سے چور اٹھا لے گیا ہے تو اسے مبارک ہو اور اگر معصیت کی دلیری سے اٹھا لے گیا ہے تو اس کا گناہ اخیر ہو یعنی اس گناہ کے بعد تو اسے اور گناہوں سے بچا حضرت فضیل رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ ایک شخص کو میں نے طواف میں دیکھا کہ چوروں نے اس کا مال چرا لیا تھا وہ رونے لگا میں نے پوچھا کہ اے شخص تو مال کے واسطے روتا ہے اس نے کہا نہیں بلکہ میں اس بات پر روتا ہوں کہ میں نے فرض کیا کہ قیامت میں وہ چور میرے ساتھ کھڑا ہے اور اپنے گناہ کا کچھ عذر نہیں کرتا مجھے اس پر رحم آیا۔ کچھ قیدیوں کو عبدالملک بن مروان کے سامنے

لوگ لے گئے وہاں ایک بزرگ تشریف رکھتے تھے انھوں نے فرمایا جو امر تو دوست رکھتا تھا وہ حق تعالیٰ نے تجھے دیا یعنی ظفر اب جو کچھ حق تعالیٰ دوست رکھتا ہے وہ تو بھی دے یعنی عفو پس عبدالملک نے سب قیدیوں کا قصور معاف کر دیا انجیل میں ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے اپنے ظالم کی مغفرت چاہتا ہے اس شخص سے شیطان شکست کھاتا ہے تو آدمی کو چاہیے کہ جب غصہ آئے تو عفو کر دے اور کاموں میں نرمی کرنا چاہیے تا کہ غصہ نہ آنے پائے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یا عائشہ حق تعالیٰ نے جسے نرمی کی صفت سے بہرہ مند کیا وہ دین و دنیا سے بہرہ ور ہوا اور جس کی نرمی کی صفت سے محروم کیا وہ دین و دنیا کی خیر سے محروم رہا اور فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ رفیق ہے اور رفیق کو دوست رکھتا ہے جو کچھ رفق یعنی نرمی کرنے سے عنایت فرماتا ہے سختی کرنے سے نہیں دیتا اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ سب کاموں میں نرمی نگاہ رکھا کرو کیونکہ جس کام میں نرمی کا دخل ہوتا ہے وہ کام بن جاتا ہے اور جس کام میں نرمی منقطع ہو جاتی ہے وہ بگڑ جاتا ہے۔

حسد اور اس کی آفتوں کا بیان

اے عزیز جان تو کہ غصہ سے کپٹ پیدا ہوتا ہے اور کینہ سے حسد اور حسد منجملہ مہلکات ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو اور فرمایا ہے کہ کوئی شخص تین چیزوں سے خالی نہیں ہے گمان بد حسد فال بد سے اور میں تعلیم کروں کہ اس کا علاج کیا ہے جب بد گمانی کرتو اپنے دل سے اسے تحقیق نہ کر اور اس پر قائم نہ رہ اور جب بدفالی دیکھے تو اس پر اعتماد نہ کر اور جب حسد پیدا ہو تو دست و زبان کو اس پر عمل کرنے سے بچا اور فرمایا کہ مسلمانوں تم میں وہ چیز پیدا ہونا شروع ہوئی ہے جس نے تم سے پہلے بہت امتوں کو ہلاک کر ڈالا وہ چیز حسد اور عداوت ہے قسم اس خدا تعالیٰ کی جس کے ہاتھ

میں محمد کی جان ہے کہ تم لوگ جنت میں نہ جاؤ گے تاوقتیکہ ایمان نہ رکھو گے اور ایمان نہ رکھو گے تاوقتیکہ ایک دوسرے کے دوست نہ ہو گے اور میں تمہیں خبر دوں کہ محبت کس چیز سے حاصل ہوتی ہے ایک دوسرے کو علانیہ سلام کیا کرو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک مرد کو عرش کے سایہ میں دیکھا انھیں اس مقام کی آرزو ہوئی کہا کہ حق تعالیٰ کے نزدیک اس شخص کا بڑا درجہ ہے پوچھا کہ یا الہ العالمین یہ مرد کون ہے اور اس کا نام کیا ہے حق تعالیٰ نے نام تو انھیں نہ بتایا اور فرمایا کہ اس کے کردار سے میں تجھے خبر دیتا ہوں کہ اس نے کبھی حسد نہیں کیا اور اپنے ماں باپ کی نافرمانی نہیں کی اور چغلخوری نہیں کی حضرت زکریا نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ حق سبحانہ تعالیٰ ارشاد کرتا ہے کہ حاسد ہی نعمت کا دشمن ہے اور میرے حکم سے خفا ہوتا ہے اور اپنے بندوں میں جو میں نے قسمت کی ہے اسے پسند نہیں کرتا حضرت سلطان الانبیا علیہ الصلوٰۃ والثنا نے فرمایا کہ چھ گروہ چھ گناہوں کے سبب سے بے حساب دوزخ میں جائیں گے حکام ظلم کے سبب سے عرب تعصب کے سبب سے مال دار تکبر کے سبب سے سوداگر خیانت کے سبب سے گنوار نادانی کے سبب سے علماء حسد کے سبب سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ہم بیٹھے تھے آپ نے فرمایا کہ اس وقت جنتیوں میں سے کوئی شخص آتا ہے تو انصار میں سے ایک شخص بائیں ہاتھ مین نعلین لٹکائے ہوئے داڑھی سے وضو کا پانی ٹپکتا ہوا حاضر ہوا دوسرے دن بھی آپ نے یہی فرمایا اور وہی شخص آیا تین دن تک ایسا ہی اتفاق ہوا حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص نے چاہا کہ اس کا کردار معلوم ہو کہ کیا ہے اس کے پاس جا کر کہا کہ میں اپنے باپ سے لڑا ہوں چاہتا ہوں کہ تین شب تیرے پاس رہوں اس نے کہا اچھا یہ تین شب برابر اسے دیکھتے رہے سوا اس کے اور کوئی عمل نہ دیکھا کہ وہ جس وقت سو اٹھتا تو خدا کو یاد کرتا تب انھوں نے کہا کہ میں نے اپنے باپ کے ساتھ لڑائی نہیں کی ہے لیکن رسول مقبول

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیرے حق میں یہ فرمایا میں نے چاہا کہ تیرا عمل معلوم کروں اس نے کہا کہ میرا عمل یہی ہے جو تم نے دیکھا جب میں چلا تب اس نے پکارا اور کہنے لگا کہ ایک بات اور بھی ہے کہ میں نے کبھی کسی کی بھلائی پر حسد نہیں کیا کہا اسی سے یہ تیرا مرتبہ ہے حضرت عون بن عبد اللہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک بادشاہ کو نصیحت کی اور فرمایا کہ تکبر سے دور رہا کر اس واسطے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کا پہلا گناہ تکبر کے سبب سے ہوا ہے کیونکہ ابلیس نے سجدہ نہ کیا تو تکبر ہی سے نہ کیا اور حرص سے دور رہا کر اس واسطے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے حرص ہی نے نکالا اور حسد سے دور رہا کر اس لیے کہ خون ناحق پہلے حسد ہی سے ہوا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے نے اپنے بھائی کو مار ڈالا اور جب صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ذکر ہو یا حق تعالیٰ کی صفتیں بیان ہوں یا ستاروں کی باتیں ہوں تو چپ رہ اور زبان کی نگاہ رکھ بکر بن عبد اللہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرد بادشاہ کے سامنے ہر روز کھڑا ہو کر کہا کرتا کہ نیکوں کے ساتھ نیکی کر کیونکہ بد کردار کو اس کا کردار ہی کافی ہے اس کے کردار پر چھوڑ دے بادشاہ اس بات کے سبب سے اسے عزیز رکھتا ایک آدمی نے اس کا حسد کیا اور بادشاہ سے کہہ دیا کہ یہ شخص کہتا ہے کہ بادشاہ گندہ دہن ہے بادشاہ نے پوچھا اس پر کیا دلیل ہے۔ اس نے کہا کہ آپ اس شخص کو اپنے بلا کر دیکھ لیجئے کہ اپنی ناک پر ہاتھ رکھ لیتا ہے کہ بو نہ سونگھے بعدہٗ وہ حاسد آیا اور اس شخص کو اپنے گھر لے جا کر لہسن پڑا کھانا کھلایا پھر بادشاہ نے اس شخص کو اپنے پاس بلایا اس نے اپنا ہاتھ منہ پر رکھ لیا تا کہ بادشاہ کی ناک میں لہسن کی بو نہ جائے بادشاہ سمجھا کہ اس نے سچ کہا اور بادشاہ کی عادت تھی کہ بھاری خلعت اور بڑے انعام کے سوا اور کچھ حکم اپنے دستخط خاص سے نہ لکھتا تھا ایک غلام (عامل) کو لکھا کہ اس خط پہنچانے والے کا سر کاٹ کر اور اس کی کھال میں بھس بھر کر میرے پاس بھیج دے اور مہر کر کے اسی شخص کو خط دے دیا جب وہ باہر نکلا تو اس حاسد نے

اسے دیکھا پوچھا یہ کیا ہے اس نے کہا خلعت ہے حاسد بولا مجھے دے اس نے دے دیا وہ لے کر عامل کے پاس گیا اس نے کہا کہ اس خط میں تجھے قتل کر کے تیری کھال میں بھس بھرنے کا حکم لکھا ہے بولا سبحان اللہ یہ حکم دوسرے شخص کے حق میں لکھا ہے تم بادشاہ سے پھر پوچھ لو عامل نے کہا کہ بادشاہ کے حکم میں پھر دوبارہ پوچھنے کی حاجت نہیں ہوتی غرضیکہ اس حاسد کو قتل کر ڈالا عادت کے موافق دوسرے دن وہ شخص جا کر بادشاہ کے سامنے کھڑا ہوا اور روز جو کہا کرتا تھا وہی کہنے لگا بادشاہ کو تعجب ہوا پوچھا تو نے وہ خط کیا کیا وہ بولا کہ فلانے آدمی نے مجھ سے مانگا میں نے دے دیا بادشاہ نے کہا کہ وہ تو مجھ سے کہتا تھا کہ تو نے ایسا ایسا کہا ہے اس نے عرض کی کہ میں نے کبھی نہیں کہا بادشاہ نے کہا کہ پھر تو نے منہ اور ناک پر ہاتھ کیوں رکھا تھا اس نے کہا کہ اس آدمی نے مجھے لہسن کھلایا تھا بادشاہ نے کہا کہ ہر روز تو یہی کہا کرتا ہے کہ بدکردار کو اس کا فعل ہی کافی ہے واقعی اس بدکردار کو کافی ہو گیا حضرت ابن سیرین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ دنیا کے باب میں نے کسی کا حسد نہیں کیا اس واسطے کہ اگر وہ شخص جنتی ہے جو نعمتیں جنت میں ہوں گی اس کے مقابلے میں دنیا کی کیا حقیقت ہے اور اگر دوزخی ہے تو چونکہ آگ میں جلے گا اسے اس نعمت سے فائدہ کیا حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک شخص نے پوچھا کہ مسلمان حسد کرتا ہے فرمایا کہ حضرت یعقوب علی نبینا وعلیہ السلام کے بیٹوں کو کیا تو بھول گیا اگر سینہ میں ایسا رنج رہے کہ معاملہ کرنے سے نہیں نکلتا تو وہ نقصان نہیں کرتا حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جو موت کو بہت یاد کرتا ہے وہ نہ خوش ہوتا ہے نہ حسد کرتا ہے۔

حسد کی حقیقت کا بیان

اے عزیز جان! تو کہ حسد اسے کہتے ہیں کہ کسی کو کوئی نعمت ملے اور تجھے برا معلوم ہو تو چاہے کہ یہ نعمت اس کے پاس سے جاتی رہے احادیث کی رو سے بھی یہ حرام ہے اور اس دلیل سے بھی کہ یہ حکم الٰہی سے ناراضی اور خبث باطنی ہے کیونکہ جو نعمت تجھے نہ مل جائے گی دوسرے کے پاس سے اس کا زوال چاہنا خبث کے سوا اور کیا ہے لیکن اگر تو یہ چاہے کہ مجھے بھی ایسی نعمت ملے اور اس کے پاس سے بھی نہ زائل ہو اور اس کے پاس وہ نعمت ہونا تجھے برا نہ معلوم ہو تو اسے غبطہ اور منافسہ کہتے ہیں یہ اگر دین کے کام میں ہے تو اچھی بات ہے اور واجب بھی ہو جاتا ہے اس واسطے کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿ وفی ذلک فلیتنا فس المتنافسون ﴾ (۶) اور فرمایا ہے۔ ﴿ سابقو الی مغفرۃ من ربکم ﴾ یعنی تم خود کو ایک دوسرے کے آگے بڑھاؤ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسد نہیں ہے مگر دو چیزوں میں ایک تو یہ کہ کسی کو حق تعالیٰ مال اور علم دونوں عنایت فرمائے اور وہ اپنے مال کو علم کے موافق کام میں لائے دوسرے یہ کہ کسی کو علم بے مال کے مرحمت کرے یہ کہے کہ اگر حق تعالیٰ مجھے بھی مال عطا فرماتا تو میں بھی اس کی طرح صرف میں لاتا تو یہ دونوں شخص ثواب میں برابر ہیں اور اگر کوئی شخص مال کو فسق میں صرف کرے اور دوسرا کہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں بھی یوں ہی کھوتا تو یہ دونوں شخص گناہ میں برابر ہیں اس منافست کو بھی حسد کہتے ہیں مگر اس میں دوسرے کی نعمت سے کراہت نہیں ہوتی اور کراہت کہیں درست نہیں ہے مگر جو نعمت کسی فاسق اور ظالم کو ملے کہ وہ اس کے فسق اور ظلم کا سبب ہو اس نعمت کا زوال چاہنا درست ہے اور حقیقت میں فسق اور ظلم کی نیستی اور نابودی چاہنا ہے زوال نعمت چاہنا نہیں ہے اس کی علامت یہ ہے کہ جب وہ فاسق توبہ کرے تو زوال چاہنے والے کو کچھ کراہت نہ رہے اور یہاں پر ایک نکتہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے کسی شخص کو کوئی نعمت دی اور کوئی آدمی اپنے واسطے بھی ایسی ہی نعمت چاہتا ہے چونکہ نہیں ملتی تو شاید کہ یہ

آدمی اس تفاوت سے کارہ رہے تو زوال نعمت کے سبب سے یہ تفاوت جاتا رہنا اس آدمی کے دل پر سکبتر ہوگا اس کے رہنے سے خوف یہ ہوتا ہے کہ طبیعت اس خواہش سے خالی نہ رہے مگر پس اس قدر جو طبیعت میں رہتا ہے اس سے آدمی ماخوذ نہ ہوگا۔

حسد کے علاج کا بیان

اے عزیز جان! تو کہ حسد دل کی بڑی بیماری ہے معجون علمی اور عملی سے اس کا علاج ہوتا ہے معجون علمی یہ ہے کہ حسد دین و دنیا میں حاسد کے نقصان اور محسود کے نفع کا سبب ہوتا ہے حاسد کے واسطے نقصان یہ ہے کہ وہ ہمیشہ غم و اندوہ اور عذاب میں رہتا ہے کیونکہ کوئی وقت اس سے خالی نہیں ہوتا کہ کسی نہ کسی کو نعمت نہ پہنچتی ہو اور جس رنج و کیفیت پر اپنے دشمن کا ہونا چاہتا ہے خود ہی اس رنج و کیفیت میں رہتا ہے کیونکہ غم حسد سے بڑھ کر کوئی غم نہیں ہوتا تو اس سے زیادہ اور کیا بے عقلی ہوگی کہ حاسد خود کو اپنے دشمن کے سبب سے خود کو رنجیدہ رکھتا ہے اور حسد سے دشمن کا کچھ نقصان نہیں اس واسطے کہ تقدیر الٰہی میں اس نعمت کی ایک مدت معینہ ہے وہ پس و پیش کم و بیش کچھ نہیں ہوتی اس واسطے کہ تقدیر ازلی اس نعمت کا سبب ہے اور بعض لوگ اس سے نیک طالع تعبیر کرتے ہیں بہر حال اس بات پر سب متفق ہیں کہ اس میں تغیر کو گنجائش نہیں اسی سبب سے تھا کہ ایک نبی علیہ السلام نے ایک عورت صاحب سلطنت سے درماندہ ہو کر حق سبحانہ تعالیٰ کی درگاہ میں بڑی شکایت کی وحی آئی ﴿ فرمن قدامها حتی تنقضی ایامها ﴾ یعنی اس کے سامنے سے بھاگ حتیٰ کہ اس کی مدت گزر جائے کیونکہ جتنی مدت ازل میں مقدر ہو چکی وہ نہیں پھرتی ایک نبی علیہ السلام ایک بلا میں پڑ گئے تھے بہت دعا اور زاری کرتے تھے ان پر وحی آئی کہ جس دن میں نے زمین و آسمان کا ایک اندازہ ٹھہرایا تیری قسمت میں یہی آیا کیا تو یہ کہتا ہے کہ نئے سر سے تیرے واسطے قسمت کروں اور اگر کوئی حاسد چاہے کہ اس کے حسد کے سبب سے نعمت زائل ہو تو اس کا نقصان اسی کی طرف پھرے گا اور

دوسرے کے حسد کی وجہ سے اپنی نعمت زائل کرے گا اور کافروں کا حسد کرنے سے نعمت ایمان بھی جاتی رہتی ہے جیسا حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿ ودت طائفته من اهل الكتاب لو يضلونكم﴾ (۷) پس حسد حاسد کے واسطے سر دست رنج و عذاب ہے اور آخرت کا بڑا نقصان ہے اس واسطے کہ احکم الحاکمین کے حکم کے ساتھ اس کی خفگی اور نا رضامندی ہے اور اس قسمت سے کراہت اور انکار ہے جو حکیم علی الاطلاق نے کمال حکمت کے ساتھ کی ہے اور کسی کو اس کے بھید کی طرف راہ نہیں دی ہے تو حسد میں اس سے زیادہ اور کیا جنایت ہوگی پھر اس میں مسلمانوں پر نامہربانی بھی ہوتی ہے کہ ان کی بدخواہی کی اس بدخواہی میں ابلیس کا شریک ہوا اس سے زیادہ اور کیا شامت ہوگی اور محسود کو دنیا میں یہ فائدہ ہے کہ وہ اس کے سوا اور کیا چاہے گا کہ اس کا حاسد ہمیشہ رنج و عذاب میں رہے حسد سے زیادہ اور کیا عذاب ہے اس واسطے کہ حاسد کی طرح کوئی ظالم مظلوم کا ساتھی نہیں ہوجاتا اگر محسود کو حساد کے مرنے کی خبر ہو یا یہ معلوم ہو کہ حاسد حسد کے رنج و عذاب سے چھوٹ گیا تو محسود رنجیدہ ہوتا ہے اس واسطے کہ وہ چاہا کرتا ہے کہ میں نعمت میں ہمیشہ محسود رہوں اور حاسد رنج حسد میں مبتلا رہے اور محسود کا دینی فائدہ یہ ہے کہ وہ حسد کے سبب سے حاسد کا مظلوم ہے اور شاید کہ حاسد زبان اور معاملے سے بھی ظلم کرے اور اس سبب سے اس کی نیکیاں محسود کے نامہ اعمال میں نقل کردیں اور محسود کے گناہ اس کی گردن پر دھر دیں پس حاسد نے تو یہ چاہا کہ محسود سے نعمت دنیا جاتی رہے حالانکہ اس کے واسطے نعمت آخرت زیادہ ہوگئی اور دنیا میں حاسد کو سر دست رنج و عذاب ہوا اور عذاب آخرت کی نیو جم گئی پس وہ تو یہ سمجھا تھا کہ میں اپنا دوست اور محسود کا دشمن ہوں غور کرے تو حقیقت میں اپنا دشمن اور محسود کا دوست ہے خود کو مغموم اور رنجور رکھتا ہے اور ابلیس جو بڑا دشمن ہے اسے شاد اور مسرور کرتا ہے اس واسطے کہ ابلیس نے جب دیکھا کہ حاسد کو علم ورع اور جاہ و مال کی نعمت حاصل نہیں ہے تو ڈرا کہ اگر یہ راضی

رہے گا تو اسے ثواب آخرت حاصل ہوگا اس نے چاہا کہ ثواب آخرت بھی اس سے فوت ہو جائے اور فوت ہو گیا کیونکہ جو شخص عالموں اور دین داروں کو دوست رکھتا ہے، اور ان کے جاہ و حشمت سے راضی رہتا ہے وہ قیامت کے دن انھیں کے ساتھ ہوگا اس واسطے کہ بزرگوں نے کہا ہے کہ ثواب اسے ہے جو عالم ہو یا متعلم یا ان کا دوست ہو، اور حاسد تینوں ثوابوں سے محروم ہے حاسد کی مثل اس شخص کی ایسی ہے جو اپنے دشمن کو مارنے کے واسطے پتھر پھینکے دشمن کے تو پتھر نہ لگے الٹ کر اسی شخص کی داہنی آنکھ پر لگے اور وہ آنکھ پھوٹ جائے اور اس شخص کو اور زیادہ غصہ آئے دوبارہ زور سے پتھر مارے وہ بھی الٹ کر اسی کی دوسری آنکھ پھوڑ ڈالے پھر اور پتھر مارے وہ الٹ کر اسی کا سر توڑے اسی طرح پتھر مار مار کر جو زخمی ہو اور دشمن صحیح سلامت رہے اور دشمن اسے دیکھ دیکھ کر ہنسیں یہی حال حاسد کا ہے شیطان اس کے ساتھ مسخرا پن کرتا ہے۔ حسد کی یہ سب آفتیں ہیں پھر اگر یہ نوبت پہنچے کہ حاسد دست و زبان سے غیبت کرے اور جھوٹ بولے اور حق بات کا انکار کرے تو اس کا مظلمہ اور بھی زیادہ ہوتا ہے تو جو شخص جانے گا کہ حسد زہر قاتل ہے وہ اگر عقل رکھتا ہوگا تو حسد اس سے چھوٹ جائے گا اور علاج عملی یہ ہے کہ محنت اور مشقت کر کے اسباب حسد کو باطن سے کھود پھینکے کیونکہ کبر و عجب عدوات جاہ و مال کی محبت وغیرہ حسد کا سبب ہیں جیسا کہ غصے کے بیان میں ہم بیان کر چکے ہیں چاہیے کہ ان جڑوں کو اپنے دل سے اکھاڑ ڈالے یہی مسہل ہے تا کہ حسد خود نہ رہے جب حسد پیدا ہو تو اس کو اس طرح روکے اور ٹھہرائے کہ جو کچھ حسد فرمائے اس کے خلاف عمل میں لائے مثلاً اگر حسد کہے کہ فلانے آدمی پر طعن کر اس کی تعریف کرے اور جب حسد حکم کرے کہ تکبر کر تو فروتنی کرے اور جب کہے کہ فلانے آدمی کی نعمت زائل کرتے ہیں کوشش اور عداوت کر تو اس کی یاری کرے اس سے بہتر کوئی علاج نہیں ہے کہ پیٹھ پیچھے اس کی تعریف کرے اور اس کے کام کو بالا کرے تا کہ وہ سن کر خوش دل ہو تو وہ پرتو تجھ

پڑے گا اور اس کے عکس سے تیرا دل بھی خوش ہوگا اور عداوت منقطع ہو جائے گی جیسا کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ﴿ ادفع بالتی ھی احسن فاذالذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم﴾ اس مقام پر شیطان یوں بھڑکاتا ہے کہ اگر تو اپنی فروتنی اور اس کی تعریف کرے گا تو تجھے عاجز جانیں گے۔ پس اے عزیز! تجھے اختیار ہے خواہ حق تعالیٰ کا فرمانبردار بن خواہ ابلیس کا۔ اے عزیز جان! تو کہ یہ دوا بہت مفید اور نافع ہے لیکن کڑوی ہے آدمی اس پر صبر نہیں کر سکتا مگر قوت علم سے کہ یہ جان لے کہ دین و دنیا میں میری نجات اسی سے ہے اور دین و دنیا میں میری تباہی حسد سے اور ممکن نہیں کہ کوئی دوا ایسی نہ ہو جس میں تلخی اور تکلیف نہ سہنا پڑے اس بات سے قطع امید کرنا چاہیے جب بیماری ہو تو شفا کی امید پر دوا کی تلخی اور تکلیف گوارا کرنا چاہیے ورنہ بیماری منجر بہلاکت ہوگی اور وہ رنج خواہ خواہ نخواہ زیادہ ہوگا۔

فصل:

اے عزیز! اگر تو مجاہدے کی کثرت کرے گا تو غالب ہے کہ جس نے تجھے ستایا ہو اور جو تیرا دوست ہو ان دونوں میں تجھے دل سے فرق معلوم ہو جائے اور دونوں کی نعمت اور محنت تیرے نزدیک برابر نہ رہے بلکہ دشمن کی نعمت سے تو بالطبع کارہ ہو جائے اور اپنی طبعیت پھیرنے کا مکلّف نہیں ہے کیونکہ یہ امر تیرے اختیار میں نہیں تو دو چیزوں کا مکلّف ہے ایک تو یہ کہ اس کراہت طبعی کو قول و فعل سے تو ہرگز نہ کر دوسرے یہ کہ عقلاً کارہ رہے اور اپنے دل میں اس صفت سے انکار رکھے اور اس امر کا خواہاں رہے کہ مجھ سے یہ صفت جاتی رہے جب تو نے یہ کیا تو وبال حسد سے چھوٹ گیا لیکن اگر تو قول و فعل سے ہرگز نہ کرے اور یہ صفت جو تجھ میں پائی جاتی ہے اس سے تو اپنے دل میں کارہ بھی نہ ہو تو بعض علما نے کہا ہے اس کے سبب سے تو ماخوذ نہ ہوگا اور صحیح یہ ہے کہ ماخوذ ہوگا کیونکہ حسد حرام ہے اور یہ دل کا کام ہے بدن کا نہیں اور جو شخص کسی مسلمان کے رنج کا خواہاں اور خوشی سے اندوہگین رہے گا وہ

ضرور ماخوذ ہوگا۔ مگر یہ کہ اے عزیز! اس صفت سے تو کراہت رکھے تو البتہ حسد کے وبال سے نجات پائے گا اور حسد بالکل وہی شخص نجات پاتا ہے جس پر توحید غالب ہو جائے کسی کو دوست دشمن نہ سمجھے بلکہ سبھوں کو خدا کا بندہ جانے اور سب امور کو ایک ہی جگہ سے دیکھے اور یہ حالت نادر ہوتی ہے بجلی کی طرح چمک جاتی ہے زیادہ نہیں ٹھہرتی ہے۔

۱ پیدا کیا تو نے مجھے آگ سے اور پیدا کیا آدم علیہ السلام کو مٹی سے۔

۲ جہاد کرو تم اے محمد کافروں اور منافقوں کے ساتھ اور سختی کرو تم ان پر۔

۳ بہت سخت ہیں کافروں پر۔

۴ اے اللہ پروردگار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بخش تو گناہ میرا اور دور کر دے غصہ میرے دل کا اور آزاد کر مجھے فسادوں کی گمراہیوں سے۔

۵ نہیں ہے کچھ سرزنش تم پر آج۔

۶ اور اس شراب طہور میں چاہیے کہ رغبت کریں رغبت کرنے والے۔

۷ ایک گروہ اہل کتاب کی یہ دل خواہش ہے کہ تمہیں راہ حق سے بھٹکا دیں۔

پانچویں اصل علاج حب دنیا کے بیان میں اور اس کے

اعلان میں کہ محبت دنیا سب گناہوں کی افسر ہے

اے عزیز جان! اس بات کو جان کہ دنیا سب سروں کی سر ہے اور اس کی محبت سب گناہوں کی جڑ ہے اور اس چیز سے زیادہ شوم کیا شے ہوگی جو خدا کی دشمن خدا کے دوستوں کی دشمن خدا کے دشمنوں کی دشمن ہو خدا کی دشمنی تو یوں ہوتی ہے کہ راہ خدا میں بندوں کی رہزنی کرتی ہے تا کہ بندے خدا تک نہ پہنچیں اور خدا کے دوستوں کے ساتھ بایں طور دشمنی کرتی ہے کہ ان کو اپنا جلوہ دکھاتی ہے اور ان کی نگاہوں میں خود کو آراستہ بناتی ہے حتیٰ کہ اس سے صبر کرنے میں تلخیاں چکھتے ہیں مصیبتیں اٹھاتے ہیں اور خدا کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی کا یہ اندازہ ہے کہ مکر و حیلہ سے انھیں اپنے دام محبت میں کھینچتی ہے جب وہ عاشق ہو جاتے ہیں تو اس نے دور دور بھاگتی ہے اور ان کے دشمنوں کے قبضہ میں جاتی ہے نابکار رنڈی کی طرح ایک مرد کے پاس سے دوسرے مرد کی بغل میں پڑی پھرتی ہے حتیٰ کہ آدمی اس جہان میں کبھی اس کا رنج اور کبھی اس کے فراق کی حسرت کھینچتا ہے اور آخرت میں خدا کا غصہ اور عذاب دیکھتا ہے دنیا کے پھندے سے کوئی نہیں چھوٹتا مگر وہ جو اسے اور اس کی آفت کو بحق پہچانے اور اس سے پرہیز کرے جس طرح جادوگروں سے پرہیز کرتا ہے اس واسطے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا سے پرہیز کرو کہ ہاروت ماروت سے بھی زیادہ اس کا جادو ہے ہم دنیا کی حقیقت اور آفتیں اور دھوکے آغاز کتاب کے تیسرے عنوان میں بیان کیے ہیں اور یہاں وہ حدیثیں بیان کرتے ہیں جو دنیا کی مذمت میں وارد ہوئی ہیں اس واسطے کہ آیات قرآنی اس

مضمون میں بہت ہیں اور قرآن اور کتب انبیا اور رسولوں کے بھیجنے سے حق تعالیٰ کا یہی مقصود ہے کہ خلق کو دنیا کی طرف سے آخرت کی جانب بلائیں اور دنیا کی آفت اور بلا اور محنت خلق سے کہ سنائیں تا کہ خلق اس سے پرہیز کرے۔

حدیثوں سے دنیا کی مذمت کا بیان

اے عزیز جان! تو کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ التسلیم ایک دن ایک مری ہوئی بکری کے قریب سے گزرے فرمایا کہ دیکھو یہ مردار کس درجہ خوار ہے کہ کوئی اس کی طرف دیکھتا بھی نہیں قسم ہے اس خدا کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے کہ حق تعالیٰ کے نزدیک دنیا اس سے بھی زیادہ خوار ہے اگر خدا کے نزدیک وہ مچھر کے پر کی برابر بھی ہوتی تو کوئی کافر ایک چلو پانی بھی نہ پیتا اور فرمایا ہے کہ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے وہ سب ملعون ہے مگر جو کچھ خدا کے واسطے ہو اور فرمایا ہے کہ دنیا کی دوستی سب گناہوں کی افسر ہے اور فرمایا ہے کہ جو شخص دنیا کو دوست رکھتا ہے آخرت کا نقصان کرتا ہے اور جو آخرت کو دوست رکھتا ہے وہ دنیا کا نقصان کرتا ہے تو جو چیز باقی نہ رہے اسے چھوڑ کر اسی چیز کو اختیار کرو جو باقی رہے یعنی دنیا کو چھوڑ کر آخرت کو اختیار کرو حضرت زید بن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارقم کہتے ہیں کہ میں امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھا لوگ آپ کے واسطے شہد ڈال کر پانی لائے آپ منھ کے پاس لے جا کر پھیر لائے اور اس قدر شدت سے روئے کہ ہم سب رونے لگے اور چپ ہو کر پھر رونے لگے کسی کو یہ قدرت نہ ہوئی کہ وجہ پوچھ سکے جب آپ نے آنکھ پونچھی لوگوں نے عرض کی یا خلیفہ رسول اللہ یہ کیا ماجرا تھا فرمایا کہ میں ایک دن رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا تھا دیکھا کہ دست مبارک سے کوئی چیز اپنے پاس سے دور فرماتے ہیں اور کوئی چیز دکھائی نہ دی میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ یہ کیا ہے فرمایا کہ دنیا مجھ کو خود اپنی طرف کھینچتی تھی میں نے اسے دور کیا وہ پھر آئی اور کہا کہ اگر آپ مجھ سے بچ گئے

تو بچ گئے جو لوگ آپ کے بعد ہوں گے وہ تو نہ بچیں گے اب میں ڈرا کہ اس نے مجھے پایا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے ایسی کوئی چیز نہیں پیدا کی جو اس کے نزدیک دنیا سے زیادہ دشمن ہو جب سے دنیا کو پیدا کیا ہے اور اس کی طرف دیکھا بھی نہیں اور فرمایا ہے کہ دنیا اجڑوں کا گھر مفلسوں کا مال ہے اسے وہ شخص جمع کرتا ہے جسے عقل نہ ہو اس کی طلب میں وہ شخص عداوت کرتا ہے جو بے علم ہو اس پر حسد وہ کرتا ہے جو بے فقہ اسے طلب وہ کرتا ہے جو بے یقین ہو اور فرمایا ہے جو صبح کو اٹھے اور اس کی بہت ہمت دنیا کی طرف ہو وہ مرداں خدا میں سے نہیں ہے کیونکہ اس کے واسطے دوزخ ہے اور چار خصلتیں اس کے دل کو لازم ہوتی ہیں ایک تو وہ رنج جو ہرگز نہ جائے دوسرے وہ شغل کہ ہرگز اس سے فراغت نہ پائے۔ تیسرے ایسی فقیری جس سے تونگری کے درجہ کو ہرگز نہ پہنچے۔ چوتھے وہ امید جس کی کچھ نہایت ہی نہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن جناب رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ تو چاہتا ہے کہ تجھے دنیا بالکل دکھا دوں یہ فرما کر میرا ہاتھ پکڑ لیا اور ایک گھورے پر لے گئے کہ اس میں آدمیوں اور بکریوں کی کھوپریاں اور لتے (کپڑوں کے ٹکڑے) اور لوگوں کی پلیدی پڑی تھی فرمایا اے ابو ہریرہ تمہارے سروں کی طرح یہ سر بھی حرص اور ہوس سے پر تھے آج استخوان بے پوس ہو گئے اور جلدی خاک ہو جائے گے اور یہ پلیدی وہ انواع واقسام کے کھانے ہیں جن کو بڑی محنت سے لائے اور اس طرح پھینک دے یا کہ سب لوگ اس سے بھاگتے ہیں اور یہ لتے (کپڑوں کے ٹکڑے) ان کے لباس فاخرہ ہیں کہ ہوا میں اڑتے ہیں اور یہ ہڈیاں ان کے چارپایوں اور سواریوں کی ہڈیاں ہیں کہ ان کی پیٹھ پر چڑھ چڑھ کر جہاں کے گرد پھرتے تھے تمام دنیا یہ ہے جو شخص چاہے کہ دنیا پر روؤں اس سے کہہ دو کہ رو کہ رونے ہی کی جگہ ہے پس جو شخص حاضر تھا رونے لگا اور رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے زمین و آسمان کے

درمیان میں لٹکتی ہے حق تعالیٰ نے اس کی طرف دیکھا بھی نہیں قیامت کے دن دنیا عرض کرے گی کہ یا اللہ جو بندوں میں سب سے زیادہ کمتر ہے مجھے اس کے حوالے فرما ارشاد ہوگا کہ اے ناچیز خاموش رہ اس جہاں میں تو میں نے پسند نہ کیا کہ تو کسی کو حاصل ہو بھلا آج پسند کروں گا اور فرمایا ہے کہ کچھ لوگ قیامت میں آئیں گے ان کے اعمال تہامہ کے پہاڑوں کے برابر ہوں گے اور وہ لوگ دوزخ میں بھیج دیئے جائیں گے لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ یہ نمازی لوگ ہوں گے فرمایا کہ ہاں نمازیں پڑھی ہوں گی روزے رکھے ہوں گے شب بیداریاں کی ہوں گی لیکن دنیا کی چیزوں پر گرے ہوں گے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن تشریف لائے اور صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ارشاد فرمایا کہ تم میں کون ایسا شخص ہے جو اندھا ہو اور یہ چاہتا ہو کہ حق تعالیٰ مجھ کو ڈھٹیارہ کردے یہ جان لو کہ جو شخص دنیا کی رغبت کرتا ہے اور بہت کچھ امید رکھتا ہے حق تعالیٰ اسی قدر اس کو اندھا کر دیتا ہے اور جو شخص دنیا میں زاہد ہوتا ہے اور تھوڑی امید رکھتا ہے حق تعالیٰ اسی کو بے کسی سے سیکھے ہوئے بڑا علم عنایت فرماتا ہے اور بے وساطت کسی راہبر کے اس کی راہنمائی کرتا ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن باہر تشریف لائے اور حضرت ابوعبیدہ جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ مال بحرین سے بھیجا تھا اور انصار نے سنا تھا صبح کی نماز میں ہجوم کیا جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام پھیرا سب آپ کے سامنے کھڑے ہوئے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے اور فرمایا کہ شاید تم نے سنا ہے کہ مال آیا ہے انھوں نے عرض کی ہاں آپ نے فرمایا کہ بشارت ہو تم کو آئندہ ایسے کام ہوں گے جس سے تم خوش ہوگے اور میں تمہاری محتاجی سے نہیں ڈرتا ہوں البتہ اس بات سے ڈرتا ہوں کہ دنیا کا مال حق تعالیٰ تمہیں افراط سے عطا کرے جیسا ان لوگوں کو عنایت فرمایا جو تم سے پہلے گزر گئے ہیں پھر تم اس سے مناقشہ کرو جیسا کے پچھلے زمانے کے لوگوں نے کیا اور ہلاک ہو جاؤ جیسے وہ ہلاک ہو

گئے اور فرمایا کہ دنیا کی یاد میں کسی طرح مشغول نہ ہو آپ نے دنیا کے ذکر سے ممانعت فرمائی تو دنیا کی محبت اور طلب کا کیا ذکر ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک اونٹنی تھی اسے عضبا کہتے تھے سب اونٹوں سے بہتر دوڑتی تھی ایک دن کوئی اعرابی ایک اونٹ لایا اور اس کے ساتھ دوڑایا وہ اونٹ آگے نکل گیا مسلمان غمناک ہوئے آپ نے فرمایا کہ حق سبحانہ تعالیٰ پر حق ہے کہ دنیا میں کسی چیز کو سرفراز نہیں کرتا کہ اسے خوار نہ کردے اور فرمایا ہے کہ اس کے بعد دنیا تمہاری طرف متوجہ ہوگی اور تمہارے دین کو اس طرح کھا جائے گی جیسے آگ لکڑی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ دنیا کو خدا نہ بناؤ کہ وہ تمہیں اپنا بندہ نہ بنائے خزانہ ایسا رکھا کرو جس کے تلف ہونے سے نہ ڈرو اور ایسے شخص کے پاس رکھو جو ضائع نہ کر ڈالے کیونکہ دنیا کا خزانہ آفت سے خالی نہیں رہتا اور جو خزانہ خدا کے واسطے رکھو گے وہ محفوظ رہے گا اور فرمایا کہ دنیا اور آخرت ایک دوسرے کی ضد ہے جتنا اس ایک کو تو خوش کرے گا اتنی ہی وہ دوسری ناخوش ہو جائے گی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا کہ میں نے تمہارے سامنے دنیا کو خاک میں ملا دیا تم اس کو پھر نہ لو کیونکہ دنیا کی ایک نجاست یہ ہے کہ اسی میں خدا کا گناہ ہوتا ہے اور ایک پلیدی یہ ہے کہ جب تک اسے نہ ترک کرے جب تک کوئی آخرت میں نہیں پہنچتا تو تم دنیا سے باہر گزر جاؤ اور اس کی آبادی میں مشغول نہ ہو اور یہ جانے رہو کہ دنیا کی محبت اور خواہش کی کثرت سب گناہوں کی سردار ہے اور اس کا ثمرہ بڑا رنج ہے اور کہا ہے جس طرح آگ پانی ایک جگہ نہیں ٹھہرتا اس طرح دنیا اور آخرت کی محبت ایک دل میں اکٹھا نہیں ہوتی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لوگوں نے کہا کہ اگر آپ ایک گھر بنائیں تو کیا ہو فرمایا کہ اوروں کے پرانے گھر مجھے کافی ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک دن مینہ کی بارش برق کی چمک رعد کی کڑک نے گھیرا آپ دوڑتے پھرتے تھے کہ ایسی جگہ ملے

جہاں پناہ ہوا ایک خیمہ دیکھا اس میں گئے ایک عورت کو دیکھا بھاگ آئے ایک غار تھا اس میں گئے شیر کو دیکھا نکل آئے عرض کی کہ بار خدایا تو نے جسے پیدا کیا ہے اس کے واسطے ایک آرام گاہ ہے مگر میرے واسطے وحی آئی کہ میری رحمت کا گھر یعنی بہشت تیرے آرام کی جگہ ہے بہشت میں سو حوروں کو تیرا جوڑا کروں گا ان کو میں نے اپنے دست لطف سے پیدا کیا ہے چار ہزار برس تیری شادی عروسی رہے گی ہر دن دنیا کی کئی عمر دن کے برابر ہوگا اور منادی سے حکم کردوں گا کہ ندا کردے کہ دنیا کے زاہد کہاں ہیں سب عیسیٰ علیہ السلام کی شادی میں حاضر ہوں سب حاضر ہوں گے ایک بار حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں کے ساتھ ایک شہر میں گزرے راہ میں سبھوں کو مردہ دیکھا فرمایا اے لوگو یہ سب غضب خدا سے مرے ہیں ورنہ زیر خاک ہوتے حواریوں نے عرض کی کہ ہم چاہتے ہیں کہ معلوم ہو کس سبب سے یہ مرے ہیں اس رات حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک بلندی پر چڑھے اور پکارا کہ اے شہر والو ایک شخص نے جواب دیا لبیک یا روح اللہ فرمایا کہ تمہارا کیا قصہ ہے اس نے عرض کی کہ رات کو ہم بخیر و عافیت تھے صبح ہی ہم نے خود کو دوزخ میں دیکھا فرمایا کیوں عرض کی اس واسطے کہ ہم دنیا کو دوست رکھتے تھے اور گناہ گاروں کی اطاعت کرتے تھے فرمایا کیونکر تم دنیا کو دوست رکھتے تھے عرض کی جس طرح لڑکا ماں کو دوست رکھتا ہے جب دنیا ہمارے پاس آتی تو ہم خوش ہوتے جب چلی جاتی تو غمناک ہو جاتے فرمایا کہ اوروں نے کیوں نہ جواب دیا عرض کی کہ ان میں سے ہر ایک کے منہ میں آگ کی لگام ہے فرمایا تو نے کیوں جواب دیا عرض کی میں ان میں تھا مگر ان میں سے نہ تھا جب عذاب آیا تو میں بھی ان میں رہ گیا اور اب دوزخ کے کنارے ہوں نہیں جانتا کہ نجات پاؤں گا یا دوزخ میں جاؤں گا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے حواریو! دنیا اور آخرت کی عافیت کے ساتھ جو کی روٹی اور کھاری نمک کھانا اور ٹاٹ کا لباس پہننا اور گھورے پر سونا بہت اچھا ہوتا ہے اور فرمایا

ہے کہ دین کی سلامتی کے ساتھ تھوڑی سی دنیا کے اوپر قناعت کرو جیسا اوروں نے دنیا کی سلامتی کے ساتھ تھوڑے سے دین پر قناعت کی ہے اور فرمایا ہے کہ کمینے لوگ جو ثواب کے واسطے دنیا طلب کرتے ہیں اگر دنیا سے دست بردار ہو جائیں تو بہت ثواب پائیں حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ السلام ایک دن اپنے تخت پر سوار چلے جاتے تھے جانور اور دیو پری سب آپ کی خدمت میں حاضر تھے عابد بنی اسرائیل میں سے ایک عابد کی طرف گزرے اس نے عرض کی کہ اے ابن داؤد آپ کو حق تعالیٰ نے بڑی سلطنت عنایت فرمائی ہے فرمایا کہ مسلمان کے نامہ اعمال میں ایک تسبیح اس سلطنت سے بہتر ہے جو مجھے عنایت ہوئی اس واسطے کہ وہ تسبیح باقی رہے گی اور یہ سلطنت نہ رہے گی شعر پس از سی سال این معنی محقق شد بخاقانی * کہ یکدم باخدا بودن بہ از ملک سلیمانی * حدیث شریف میں ہے کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب گیہوں کھایا اور پائخانہ کی حاجت ہوئی تو جگہ ڈھونڈھنے لگے کہ اپنی حاجت سے فراغت پائیں حق تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو ان کے پاس بھیجا اس نے پوچھا آپ کیا ڈھونڈھتے ہیں فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ جو کچھ میرے پیٹ میں ہے اسے کہیں رکھوں اس نے کہا کہ جنت کے اور کسی کھانے میں حق تعالیٰ نے یہ تاثیر نہیں رکھی ہے مگر گیہوں میں آپ اسے کہاں رکھیے گا عرش پر یا کرسی پر یا بہشت کی نہروں میں یا درختوں کے نیچے۔ دنیا میں جائیے کہ ایسی نجاستوں کی جگہ وہیں ہے حدیث شریف میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت نوح علی نبینا وعلیہ السلام سے پوچھا کہ باوصف اس عمر دارز کے آپ نے دنیا کو کیسا پایا کہا جیسے دو دوازوں کا گھر ایک دوازہ سے اندر آیا' ایک سے نکل گیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لوگوں نے پوچھا کہ ہمیں ایسی کوئی چیز بتائیے جس سے حق تعالیٰ ہمیں دوست رکھے فرمایا کہ دنیا کو دشمن رکھو تا کہ حق تعالیٰ تمہیں دوست رکھے اس قدر حدیثیں کافی ہیں لیکن اس باب میں صحابہ اور بزرگوں کے اقوال بھی ہیں

امیر المومنین اسد اللہ الغالب حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے یہ کام کیے اس نے جنت ڈھونڈ ھنے اور دوزخ سے بھاگنے میں کچھ نہیں باقی رکھا خدا کو پہچانا اور اس کی فرمانبرداری کی شیطان کو جانا اور اس کی مخالفت پر کمر باندھی حق بات کو پہچانا اور اس کو مضبوط پکڑا باطل بات کو سمجھا اور اس سے دست بردار ہو گیا۔ دنیا کو پہچانا اور ترک کیا آخرت کو پہچانا اس کی تلاش میں قائم ہو گیا ایک حکیم کا قول ہے کہ دنیا میں جو چیز حق تعالیٰ تجھے عنایت کرتا ہے وہ تجھ سے پہلے کسی کو دے چکا ہو گا اور تیرے بعد اور کسی کے واسطے رہے گی تو اس پر کیا دل لگاتا ہے صبح و شام کے کھانے کے سوا دنیا میں اور کچھ تیرا حصہ نہیں ہے اور اس قدر کے واسطے خود کو ہلاک نہ کر اور دنیا سے بالکل روزہ رکھ حتیٰ کہ آخرت میں افطار کر کیونکہ ہوس دنیا کا سرمایہ ہے اور ہاویہ یعنی دوزخ اس کا فائدہ ہے ایک شخص نے حضرت ابو حازم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میں دنیا کو دوست رکھتا ہوں کیا کروں کہ یہ دوستی میرے دل سے جاتی رہے فرمایا کہ جو کچھ کھانا ہے حلال پیسوں سے کھا اور بجا صرف کر کہ اس کی دوستی تجھے کچھ نقصان نہ کرے گی اور حقیقت میں یہ اس واسطے کہا کہ وہ سمجھے کہ جب ایسا کرے گا تو اس پر دنیا خود منغض ہو جائے گی اور اس کے دل میں بری معلوم ہو گی حضرت یحییٰ بن معاذ کا قول ہے کہ دنیا شیطان کی دکان ہے اس کی دکان سے کچھ نہ اٹھاؤ ورنہ شیطان خواہ نخواہ تیرے پیچھے پڑے گا حضرت فضیل رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ اگر دنیا سونے کی ہوتی اور فانی ہوتی اور آخرت مٹی کی ہوتی اور باقی ہوتی عقل پر واجب تھا کہ جو مٹی باقی رہے گی اس کو اس سونے سے جو فنا ہو جائے گا بہت دوست رکھتی پھر کیونکر ہو کہ تو فانی مٹی کو باقی سونے پر اختیار کرے حضرت ابو حازم رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ دنیا سے پرہیز کرو کہ میں نے سنا ہے کہ جو شخص دنیا کو بزرگ جانے گا قیامت میں اسے ٹھہرا کر اس کے سر پر منادی کریں گے کہ یہ شخص ہے کہ جس چیز کو حق تعالیٰ نے حقیر جانا اسے اس نے

بزرگ جانا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں جو شخص ہے وہ مہمان ہے اور جو کچھ اس کے پاس ہے وہ عاریت ہے اور مہمان کا انجام جانا ہے اور عاریت کا انجام پھیر لینا ہے لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ بیٹا دنیا آخرت کے عوض بیچ کر دونوں کا فائدہ اٹھا اور آخرت کو دنیا کے بدلے نہ بیچنا کہ دونوں کا نقصان اٹھائے گا حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حق سبحانہ تعالیٰ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خلق کی طرف بھیجا تو ابلیس کا لشکر ابلیس کے پاس گیا کہ حق تعالیٰ نے ایسے رسول کو بھیجا اب ہم کیا کریں ابلیس نے پوچھا کہ بھلا وہ لوگ دنیا کو دوست رکھتے ہیں اس کے لشکریوں نے کہا ہاں ابلیس نے کہا تو کچھ تردد نہ کرو اگر بت نہ پوجا نہ پوجا میں محبت دنیا میں ان لوگوں کو اس بات پر آمادہ رکھوں گا جو کہ کچھ لیں ناحق پر لیں اور جو کچھ دیں ناحق پر دیں اور جو کچھ رکھ چھوڑیں ناحق پر رکھ چھوڑیں اور تمام شر انہیں تین کاموں کے تابع ہیں حضرت فضیل رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ اگر حق سبحانہ تعالیٰ تمام دنیا حلال اور بے حساب مجھے عنایت فرمائے تو جس طرح تم مردار سے ننگ رکھتے ہو اس طرح میں اس سے ننگ و عار رکھوں حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر شام تھے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب وہاں پہنچے تو ان کے گھر میں کچھ نہ دیکھا مگر ایک تلوار ایک سپر ایک رحل فرمایا تم نے گھر میں ضروری چیزیں کیوں نہ مہیا کیں کہا جہاں میں جاتا ہوں یعنی قبر میں وہاں یہی کافی ہے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے خلیفہ عمر ابن عبد العزیز رحمہما اللہ تعالیٰ کو خط لکھا کہ وہ دن آیا سمجھ جس دن وہ شخص مرے گا جس کی موت سب سے اخیر اور بعد لکھی ہے اس سے زیادہ اور کچھ نہ لکھا خلیفہ نے جواب لکھا کہ وہ دن آیا جانے جس دن آپ کہیں گے دنیا پیدا ہی نہیں ہوئی ہمیشہ آخرت ہی تھی۔ کسی بزرگ کا قول ہے کہ جو شخص موت کو حق جانتا ہے اس سے تعجب ہے، کہ پھر کیونکر خوش ہوتا ہے اور دوزخ کو حق جانتا ہے اس سے تعجب ہے کہ پھر کس

طرح ہنستا ہے اور جو دیکھتا ہے کہ دنیا کسی کے پاس نہیں ٹھہرتی اس سے تعجب ہے کہ پھر کس طرح اس سے دل لگاتا ہے اور جو تقدیر کو حق جانتا ہے' اس سے عجب ہے کہ دنیا کے ساتھ کیونکر دل مشغول رکھتا ہے حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ تعالی نے کہا ہے کہ آدمی توبہ اور اطاعت کو روز پیچھے ڈال دیتا ہے اور راست گوئی کو بیکار کر دیتا ہے تا کہ اس کی منفعت دوسرے کو حاصل ہو حضرت ابو حازم رحمہ اللہ تعالی کہتے ہیں کہ دنیا میں ایسی کوئی چیز نہیں کہ تو اس کے سبب سے خوش ہو اور اس کے نیچے ایسی کوئی چیز نہ ہو جس کے سبب سے تو غمگین ہو صاف خوشی تو حق تعالی نے دنیا میں پیدا ہی نہیں کی حضرت حسن بصری قدس سرہ کہتے ہیں کہ جو شخص دنیا سے جاتا ہے مرتے وقت تین حسرتیں اس کا ٹیٹوا دبائے ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ جو کچھ اس نے جمع کیا تھا سیر ہو کر نہ کھایا اور جو امید رکھتا تھا اس امید کو نہ پہنچا اور آخرت کا کام جیسا چاہیے تھا ویسا نہ کیا حضرت محمد ابن المنکدر قدس سرہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص تمام عمر ہر روز رکھے اور رات بھر نماز پڑھا کرے اور حج اور جہاد کرے اور سب حرام چیزوں سے پرہیز کرے لیکن دنیا اس کے نزدیک بڑی چیز ہو تو قیامت میں اس شخص کو کہیں گے کہ یہ وہ ہے جس نے اس چیز کو بڑا مانا جسے حق تعالیٰ نے حقیر کیا تھا اس کا کیا حال ہوگا اور ہم میں کون شخص ایسا نہیں ہے ساتھ اس کے گناہ بھی بہت ہیں اور فرائض میں بھی قصور کرتے ہیں۔

مصرع:

بخیر تم کہ سرانجام ماچہ خواہد بود * اور بزرگوں نے کہا ہے کہ دنیا ایک سرائے ویران ہے اور اس شخص کا دل اس سے بھی زیادہ ویران ہے جو طلب دنیا میں مشغول ہے اور بہشت ایک سرائے آباد ہے اور وہ دل اس سے بھی زیادہ آباد ہے جو طلب بہشت میں مشغول ہے حضرت ابراہیم ادہم قدس سرہ نے ایک شخص سے پوچھا کہ تو خواب میں درہم کو دوست رکھتا ہے یا جاگتے میں دینار کو اس نے کہا کہ جاگتے میں

دنیا رکوفر مایا کہ جھوٹ کہتا ہے کیونکہ دنیا خواب ہے اور آخرت جاگنا ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے تو اس کو بہت دوست رکھتا ہے حضرت یحییٰ بن معاذ قدس سرہ کہتے ہیں عقل مند وہ شخص جو تین کام کرے دنیا سے دستبردار ہو جائے قبل اس کے کہ دنیا خود اس سے دست بردار ہو اور قبر کی تعمیر کرے قبل ازیں کہ قبر میں جائے اور حق سبحانہ تعالیٰ کو خوشنو کر دے پیش ازیں کہا اس کے دیدار سے مشرف ہو اور کہا ہے کہ دنیا کی شومی اس درجہ ہے کہ اس کی آرزو خدا سے غافل کرتی ہے پھر دنیا کے پانے کا کیا کہنا حضرت بکر بن عبداللہ قدس سرہ کہتے ہیں کہ جو شخص چاہے کہ دنیا داری کے ساتھ خود کو دنیا سے بے پروا کر دے اس کی مثال اس آدمی کی سی ہے جو آگ بجھایا چاہے اور سوکھی لکڑیاں اس میں ڈالتا جائے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ دنیا چھ چیزوں سے عبارت ہے کھانے پینے پہننے سونگھنے سوار ہو بیٹھنے نکاح کرنے کی چیز سے کھانے کی چیزوں میں سب سے بہتر شہد ہے وہ مکھی کے منہ سے نکلتا ہے پینے کی چیزوں میں سب سے بہتر پانی ہے اس میں تمام جہاں برابر ہے پہننے کی چیزوں میں سب سے زیادہ عمدہ ریشم ہے وہ کیڑوں سے پیدا ہوتا ہے سونگھنے کی چیزوں میں سب سے پاکیزہ تر مشک ہے وہ ہرن کا خون ہے سوار ہو بیٹھنے کی چیزوں میں سب سے شریف تر گھوڑا ہے سب مردوں کو اس کی پیٹھ پر قتل کرتے ہیں سب شہوتوں میں بڑی عورت کی خواہش ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ متنا متنی میں جاتا ہے اور عورت میں جو چیز بہتر ہے وہ اسے سنوارتی ہے اور جو چیز عورت میں بدتر ہے تو اسے ڈھونڈھتا ہے خلیفہ عمر ابن عبدالعزیز کہتے ہیں کہ اے مسلمانو! حق تعالیٰ نے تمہیں ایک کام کے واسطے پیدا کیا ہے اگر تم اس کا ایمان نہ رکھو گے تو کافر ہو اور اگر ایمان رکھتے اور آسان جانتے ہو تو احمق ہو حق تعالیٰ نے تم کو ہمیشہ رہنے کے واسطے پیدا کیا ہے مگر ایک سرا سے دوسری سرا میں لے جائے گا۔

دنیائے بد کی حقیقت کا بیان

اے عزیز جان! تو کہ اس کی ایک فصل عنوان مسلمانی میں بیان کی ہے یہاں اس قدر جاننا چاہیے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے وہ ملعون ہے مگر اس میں سے جو چیز خدا کے واسطے ہے اب یہ جاننا چاہئے کہ خدا کے واسطے کیا چیز ہے کہ وہ مذموم نہیں ہے اور اس کے سوا جو کچھ ہے وہ ملعون ہے اور اس کی محبت سب گناہوں کی افسر ہے۔ اے عزیز جان! تو کہ جو کچھ دنیا میں ہے وہ تین قسم پر ہے ایک قسم وہ چیز ہے کہ اس کا ظاہر و باطن دونوں دنیا سے ہیں اور وہ خدا کے واسطے نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ گناہوں میں سے ہے اور نیت وقصد سے گناہ خدا کے واسطے نہیں ہو جاتے اور مباح چیزوں میں عیش وعشرت اسی قبیل سے ہے کیونکہ وہ محض دنیا ہے اور تکبر اور غفلت کا تخم اور تمام گناہوں کا سرمایہ ہے دوسری قسم وہ چیز ہے جو صورت کی رو سے تو خدا کے واسطے ہے لیکن ممکن ہے کہ نیت کے سبب سے منجملہ دنیا ہو جائے وہ تین چیزیں ہیں فکر ذکر خواہشوں کی مخالفت کہ یہ تینوں چیزیں اگرچہ آخرت اور خدا کی محبت کے سبب سے ہوں تو گو کہ دنیا میں ہیں لیکن خدا کے واسطے ہیں اور اگر فکر سے طلب علم مقصود ہوتا کہ اس علم کے سبب سے مقبولیت اور مرتبہ حاصل ہو اور اس ذکر سے یہ غرض ہو کہ پارسا جان کر لوگ اسے دیکھیں اور دنیا سے ہاتھ روکنے میں یہ مطلب ہو کہ لوگ اسے زاہد جان کر دیکھیں تو دنیا میں سے یہ باتیں مذموم اور ملعون ہیں اگرچہ صورت کی رو سے ایسی معلوم ہوتی ہیں کہ خدا ہی کے واسطے ہیں تیسری قسم وہ چیز ہے جو بظاہر تو حظ نفس کے واسطے ہے لیکن ممکن ہے کہ قصد اور نیت کرنے سے خدا کے واسطے ہو جائے دنیا سے نہ رہے جیسے کھانا کھانا تاکہ اس عبادت کے واسطے قوت مقصود ہو اور نکاح کرنا جب اس سے فرزند مقصود ہو اور تھوڑا مال ڈھونڈھنا جبکہ اس سے فراغت طاعت اور خلق سے بے پروائی مقصود ہو تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص دنیا کو لاف اور تفاخر کے واسطے تلاش کرتا ہے وہ خدا کو اپنے اوپر غصہ میں دیکھے گا اور اگر

اس واسطے تلاش کرتا ہے کہ خلق سے بے نیاز ہو جائے وہ قیامت کے دن جب آئے گا تو اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح نوارنی ہوگا تو دنیا وہ ہے جس میں فی الحال حظ نفس ہے اور آخرت کو کچھ اس کی حاجت نہیں اور جس چیز کی آخرت کو حاجت ہے جب وہ آخرت کے واسطے ہوگی تو دنیا سے نہیں جیسا راہ حج میں سواری کے جانور کا چارہ منجملہ زاد حج ہے اور جو چیز دنیا سے ہے اسے حق تعالیٰ نے ہوا ارشاد کیا ہے کہ فرمایا ﴿ونهى النفس عن الهوى فان الجنته هى الماوى﴾ (۱) دوسری جگہ حق تعالیٰ نے تمام دنیا کو پانچ چیزوں میں جمع کیا ہے اور ارشاد فرمایا ﴿انما الحيوة الدنيا لعب ولهو وزينته وتفاخر بينكم وتكاثر فى الاموال و الاولاد﴾ یعنی دنیا سب پانچ چیزیں ہیں کھیل اور خواہشوں کی خوشی اور خود کو آراستہ کرنا یعنی اپنے جسم کی نمائش دوسروں کے سامنے کرنا' اور دوسروں سے تفاخر کرنا اور جھگڑنا اور مال اور اولاد کی زیادتی ڈھونڈھنا اور جن چیزوں میں یہ پانچوں جمع ہیں ان کو ایک اور آیت میں یوں جمع کیا ہے ﴿زين للناس حب الشهوات من النساء و البنين و القناطير المقنطره﴾ یہ یعنی خلق کے دل میں ان سب چیزوں کی محبت کو آراستہ کر دیا ہے لڑکے سونا چاندی گھوڑا کھیتی یعنی گائے بیل اونٹ بکری ﴿ذلك متاع الحيوة الدنيا﴾ دنیا میں خلق کی یہی برخورداری ہے۔ اے عزیز جان! تو کہ ان سب چیزوں میں سے جو چیز آخرت کے کام کے واسطے ہے وہ بھی آخرت میں سے ہے اور عیش وعشرت زائد از قدر کفایت آخرت کے واسطے نہیں ہے بلکہ دنیا کے تین درجے ہیں ایک بقدر ضرورت کھانا پینا اور مسکن ہے اس کے اور امقدار زینت اور زیادتی تجمل ہے وہ کچھ انتہا ہی نہیں رکھتی جس نے ضرورت کی قدر پر قناعت کی وہ جنت میں ہے اور تجمل کے درجے پر گیا وہ دوزخ میں پڑا کہ اس کی کچھ انتہا ہی نہیں جس نے بقدر حاجت پر اقتصار کیا وہ خطر سے خالی نہیں کیونکہ حاجت کے دو کنارے ہیں ایک ضرورت سے

نزدیک ہے اور ایک تنعم سے نزدیک ہے اور ان دونوں کناروں کے درمیان میں دو درجے ہیں کہ وہ کمال اجتہاد سے آدمی جان سکتا ہے اور شاید جس زیادتی کی حاجت نہ ہو اسے حاجت کے حساب میں شمار کرے اور روز حساب کے خطر میں پڑ جائے اور بزرگوں اور احتیاط والے لوگوں نے اسی سبب سے بقدر ضرورت پر قناعت کی ہے اس قناعت میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیشوا اور مقتدی ہیں کہ انھوں نے اپنے اوپر دنیا کو اس قدر تنگ پکڑا تھا کہ لوگ انھیں دیوانہ جانتے تھے اور ایسا ہوتا کہ سال دو دو سال تک لوگ ان کی صورت نہ دیکھتے تھے کہ کہاں فجر کی اذان کے وقت باہر چلے جاتے تھے اور عشاء کی نماز کے بعد تشریف لاتے تھے راستہ میں چھوہارے کی گٹھلیاں چن چن کر کھایا کرتے اگر کھانے کی قدر خرمے پا جاتے تو ان کی گٹھلیاں خیرات دیتے نہیں تو گٹھلیوں سے روزہ افطار کرنے کی قدر خرمے مول لیتے گھورے پر سے چیتھڑے چن چن کر دھو دھو کر لباس بناتے لڑکے پتھر مارتے کہ یہ شخص دیوانہ ہے وہ فرماتے کہ میاں لڑکو چھوٹے چھوٹے پتھر مارو کہ میں وضو اور نماز سے معذور نہ ہو جاؤں یہی سبب تھا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں کبھی نہیں دیکھا تھا اور بہت تعریف فرماتے اور حضرت عمر بن خطاب اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے حق میں وصیت کی تھی جب امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر تھے اور اہل عراق کو دیکھا کہ جمع ہیں فرمایا کہ جو شخص عراقی ہے وہ کھڑا ہو جائے سب عراقی کھڑے ہو گئے فرمایا کہ جو کوفی ہو بیٹھ جائے سب بیٹھ گئے پھر فرمایا کہ جو قرن کے رہنے والے نہ ہوں وہ بھی بیٹھ جائیں وہ بیٹھ گئے ایک شخص کھڑا رہ گیا پوچھا کہ تو کیا قرن کا باشندہ ہے اس نے کہا ہاں فرمایا کہ اویس قرنی کو جانتا ہے اس نے عرض کی جانتا ہوں وہ تو اس درجہ حقیر ہے کہ اس لائق نہیں کہ آپ اس کی بات کیجئے کیونکہ ہم لوگوں میں اس سے زیادہ احمق اور دیوانہ اور محتاج اور ناکس کوئی نہیں ہے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ سنا تو روئے اور

فرمایا کہ میں انھیں اس واسطے تلاش کرتا ہوں کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ قبیلہ ربیعہ اور مضر کی گنتی کے برابر لوگ ان کی شفاعت سے جنت میں جائیں گے اور ربیعہ اور مضر دو قبیلے تھے کہ کثرت کی وجہ سے لوگ ان کے شمار میں نہیں آ سکتے تھے حضرت ہرم بن حبان کہتے ہیں کہ میں نے جب یہ حال سنا تو کوفے گیا اور حضرت اویس قرنی کو تلاش کیا حتیٰ کہ فرات کے کنارے وضو کرتے اور کپڑے دھوتے پایا چونکہ ان کی تعریف سن چکا تھا اس سبب سے میں نے پہنچ کر سلام کیا انھوں نے جواب دیا اور مجھے دیکھا میں نے چاہا کہ ان کا ہاتھ پکڑ لوں مگر ہاتھ مجھے نہ دیا میں نے کہا ﴿رحمک اللہ یا اویس و غفرلک﴾ (۲) تم کیسے ہو یہ کہہ کر ان کی غریبی اور شکستہ حالی دیکھ کر مجھے شفقت اور محبت جوان پر آئی تو میں بے اختیار رونے لگا وہ بھی روئے اور کہا ﴿حیاک اللہ یاھرم بن حبان﴾ (۳) میرے بھائی تم کیسے ہو اور تمہیں میرا پتا نشان کس نے بتایا میں نے کہا تم نے میرا اور میرے باپ کا نام کیونکر پہچانا تم نے مجھے کبھی دیکھا ہی نہیں کہا ﴿نبانی العلیم الخبیر﴾ (۴) یعنی اس خدا نے مجھے خبر دی جس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں اور میری روح نے تیری روح کو پہچان لیا کہ مسلمانوں کی روحوں کو ایک کو دوسرے کی خبر ہوتی ہے اور ایک دوسرے سے آشنا ہوتی ہیں گو کہ ایک نے دوسرے کو نہ دیکھا ہو میں نے کہا کچھ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرو تا کہ میرے پاس تمہاری یادگاری رہے کہا میرا تن و جان حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان میں آپ کی قدم بوسی سے مشرف نہیں ہوا ہوں آپ کی حدیثیں اوروں سے سنی ہیں میں یہ نہیں چاہتا کہ حدیث کا راوی بنوں اور محدث مفتی واعظ ہو جاؤں مجھے ایسا شغل ہے کہ ان باتوں میں مشغول نہیں ہوتا میں نے کہا قرآن شریف کی کوئی آیت میرے سامنے پڑھیے کہ میں آپ کی زبان سے سن لوں اور میرے واسطے دعا کیجئے اور مجھے کچھ نصیحت فرمائیے کہ میں آپ کو للہ بہت ہی

دوست رکھتا ہوں پس فرات کے کنارے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا ﴿ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ﴾ یہ کہہ کر رونے لگے پھر فرمایا کہ میرا مالک یوں ارشاد فرماتا ہے اور اس کا کلام راست اور حق ہے ﴿ وما خلقنا السموت و الارض و مابینھما لاعبین ماخلقنا ھما الا بالحق و لکن اکثرھم لایعلمون انہ ھو العزیز الرحیم ﴾ تک پڑھا اور ایسی ایک چیخ ماری کہ میں سمجھا کہ بے ہوش ہو گئے اور کہا کہ اے ابن حبان تیرا باپ مر گیا اور قریب ہے کہ تو بھی مر جائے گا یا بہشت میں جائے گا یا دوزخ میں تیرے دادا حضرت آدم علیہ السلام مر گئے حضرت حوا علیہا السلام مر گئیں حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام اللہ مر گئے حضرت موسیٰ کلیم اللہ مر گئے حضرت داؤد خلیفتہ اللہ مر گئے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتقال فرما گئے ان کے خلیفہ ابو بکر صدیق چل بسے میرے بھائی اور دوست عمر فاروق نے بھی دنیا سے کوچ کیا واعمراہ واعمراہ میں نے کہا اے اویس خدا تجھ پر رحمت کرے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو نہیں مرے ہیں کہا میرے خدا نے مجھے خبر دی کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاروق مر گئے پھر کہا میں اور تو بھی مردوں میں سے ہوں اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا اور تھوڑی سی دعا کی اور کہا کہ نصیحت یہ ہے کہ کتاب اللہ اور صالحوں کی راہ تو اختیار کر اور ایک ساعت بھی موت کی یاد سے غافل نہ رہ جب اپنی قوم کے پاس جا تو ان کو نصیحت کر اور خلق خدا کو نصیحت کرنا نہ چھوڑ اور جماعت امت کی موافقت سے قدم بھر بھی پاؤں نہ ہٹانا ورنہ فوراً بیدین ہو جائے گا اور جانے گا بھی نہیں اور دوزخ میں پڑے گا اور کہا اے ہرم ابن حبان دوبارہ نہ تو مجھے دیکھے گا نہ میں تجھے مجھے دعا کے ساتھ یاد رکھنا کہ میں بھی تجھے دعا کے ساتھ یاد کروں گا تو اس طرف جا میں اس جانب جاؤں میں نے چاہا کہ ایک ساعت ان کی ہمراہی کروں نہ آنے دیا اور رونے لگے اور مجھے رلانے لگے میں ان کے پیچھے دیکھتا تھا حتیٰ کہ ایک گلی میں چلے گئے پھر ان کی خبر نہ ملی اے برادر اس بات

کو باور کر کہ جن لوگوں نے دنیا کی آفت کو پہچانا ہے ان کی سیرتیں ایسی ہی کچھ ہوا کرتی ہیں اور انبیاء و اولیاء علیہم السلام کی یہی راہ ہے۔ یہی لوگ اہل احتیاط اور عاقبت اندیش ہیں اگر تو اس درجہ کو نہ پہنچے تو اس سے کم نہ رہ کہ قدر حاجت پر اقتصار کر اور عیش و عشرت کی راہ ایک بار بھی نہ اختیار کرتا کہ خطر عظیم میں نہ پڑ جائے اس قدر دنیا کا حال کافی ہے باقی تو عنوان میں ہم بیان کر چکے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱ اور باز رکھ نفس کو خواہش سے پس تحقیق کہ جنت اس کا مقام ہے۔

۲ رحم کرے اللہ تعالیٰ تم پر اے اویس اور بخش دے تمہیں۔

۳ خدا تمہیں خوش رکھے یا ہرم بن حبان۔

۴ اور نہیں پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمین کو اور جو چیزیں ان دونوں کے درمیان میں ہیں کھیلتے کھیلتے اور نہیں پیدا کیا ہم نے ان دونوں کو مگر تدبیر درست کے ساتھ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے اور اس آیت کے بعد یہ ہے ﴿ ان یوم الفصل میقاتھم اجمعین یوم لا یغنی مولی عن مولی شیئا ولا ھم ینصرون الا من رحم اللہ انہ ھو العزیز الرحیم ﴾ تحقیق فصل کا دن (قیامت) جس کے لیے معین ہے جس دن کوئی دوست اپنے دوست کو کسی شے سے مستغنی نہ کرے گا اور نہ اس روز مدد کیے جائیں گے مگر جس پر خدا کا رحم ہو وہی خدا غالب رحم والا ہے۔

چھٹی اصل محبت مال کے علاج اور بخل وحرص کی آفت اور سخاوت کی تعریف میں بیان

اے عزیز از جان! اس بات کو جان کہ دنیا کی بہت سی شاخیں ہیں اس کی شاخوں میں سے ایک شاخ مال ونعمت ہے ایک شاخ جاہ وحشمت ہے اسی طرح اور شاخیں بھی ہیں لیکن مال کا فتنہ بہت بڑا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اسے عقبہ کہا ہے ﴿ فلا اقتحم العقبته وما ادرک ما العقبته فک رقبته او اطعام فی یوم ذی مسغبته ﴾ اور اس سے زیادہ کوئی سخت گھاٹی نہیں ہے کیونکہ آدمی کو اس سے چارہ نہیں اس واسطے کہ یہ موجب عیش وعشرت بھی ہے اور آخرت بھی ہے اس لیے کہ بندہ کو قوت لباس مسکن ضرور ہے اور یہ عین مال ہے اور مال ہی سے ہاتھ آتا ہے تو اس کے نہ پانے میں صبر نہیں ہے اور پانے میں سلامتی نہیں ہے اگر یہ نہ ہو تو محتاجی کا سامنا ہے کہ اس سے خوف کفر ہے اور اگر ہو تو آدمی تونگر ہے اس میں غرور اور تکبر کا خطر ہے فقیر کا دو حالتیں ہیں ایک حرص دوسری قناعت قناعت اچھی صفت ہے اور حرص کی بھی دو حالتیں ہیں ایک لوگوں سے طمع کرنا دوسری اپنے ہاتھ سے کسب کرنا اپنے ہاتھ سے کسب کرنا اچھا کام ہے اور امیر کی بھی دو حالتیں ہیں ایک بخل و امساک یہ بری صفت ہے دوسری بخشش اور سخاوت اور دینے والے کی دو حالتیں ہیں ایک اسراف دوسری میانہ روی ان دونوں حالتوں میں ایک بد ہے اور دوسری سے ملی ہوئی ہے اس کا پہچاننا بھی ضرور ہے غرضیکہ مال آفت اور فائدے سے خالی نہیں اور دونوں کو پہچاننا فرض ہے تاکہ لوگ اس کی آفت سے حذر کریں اور فائدے کے موافق اسے ڈھونڈھیں۔

محبت مال کی کراہت کا بیان

حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿ لاتلھکم اموالکم و لااولادکم عن ذکر اللہ و من یفعل ذلک فاولئک ھم الخاسرون ﴾ یعنی مال اور اولاد جسے خدا کی یاد سے غافل کردے وہ اہل خسران اور زیاکاروں میں سے ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مال و جاہ کی محبت دل میں نفاق کو اس طرح اگاتی ہے جس طرح پانی سبزے کو اور فرمایا ہے کہ دو بھوکے بھیڑیے بکریوں کے گلے میں ایسی تباہی نہیں ڈالتے جیسی جاہ و مال کی محبت مرد مسلمان کے دین میں تباہی ڈالتی ہے لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ کی امت میں سب سے بدتر کون لوگ ہیں فرمایا امیر لوگ اور فرمایا کہ میرے بعد ایک قوم پیدا ہوگی کہ وہ لوگ اقسام اقسام کے خوش مزہ کھانے کھائیں گے اور طرح طرح کی عمدہ پوشاک پہنیں گے اور خوبصورت عورتیں رکھیں گے اور بیش قیمت گھوڑے باندھیں گے تھوڑے میں ان کا پیٹ نہ بھرے گا بہت پر قناعت نہ کریں گے ان کی تمام ہمت طلب دنیا میں مصروف ہوگی دنیا کو خدا جانتے ہوں گے جو کچھ کریں گے دنیا ہی کے واسطے کریں گے میں جو محمد ہوں تم کو میرا حکم ہے کہ تمہاری اولاد میں جو شخص ان لوگوں کو پائے ان کو سلام نہ کرے ان کی بیمار پرسی نہ کرے ان کے جنازے کے ساتھ نہ جائے ان کے بزرگوں کی عزت و حرمت نہ کرے اور جو کوئی یہ باتیں کرے گا وہ اسلام کو ویران کرنے میں ان کا یار و مددگار ہوگا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کو دنیا داروں کے ساتھ چھوڑو کیونکہ جس نے قدر کفایت سے زیادہ اس میں سے لیا تو وہ اس کی ہلاکت ہے اور وہ جانتا بھی نہیں اور فرمایا ہے کہ آدمی ہمیشہ کہا کرتا ہے کہ میرا مال میرا مال اس کے سوا اس کے مال میں سے تیرا اور کیا ہے کہ تو کھائے اور نیست و نابود کردے پہنے اور پرانا کر ڈالے صدقہ دے اور ہمیشہ کے واسطے چھوڑے ایک شخص نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ کیا سبب ہے کہ میں سامان مرگ یہیں رکھتا ہوں فرمایا کہ تو مال رکھتا ہے اس نے عرض کی

رکھتا ہوں فرمایا کہ اسے پہلے سے بھیج دے یعنی خیرات کر دے اس واسطے کہ آدمی کا دل مال کے ساتھ لگا رہتا ہے اگر چھوڑ جاتا ہے تو چاہتا ہے کہ رہے اور اگر بھیج دیتا ہے تو چاہتا ہے کہ جائے اور فرمایا ہے کہ آدمی کے تین دوست ہیں ایک تو وہ جو اس کے ساتھ وفا کرے مرتے دم تک اور ایک لب گور تک اور ایک قیامت تک جو مرتے دم تک وفا کرتا ہے وہ مال ہے اور جو لب گور تک آدمی کے ساتھ جاتا ہے وہ عزیز و قریب ہیں اور جو قیامت تک آدمی کے ساتھ رہتا ہے وہ اس کے اعمال ہیں اور فرمایا ہے آدمی جب مرتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کیا چھوڑ مرا اور فرشتے کہتے ہیں کہ پہلے سے کیا بھیج رکھا اور فرمایا ہے کہ ریاست اور زمین داری نہ پیدا کرو ورنہ دنیا کو دوست رکھنے لگو گے حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کی کہ اس کا کیا سبب ہے کہ آپ پانی پر چل سکتے ہیں اور ہم نہیں چل سکتے فرمایا کہ تمہارے دلوں میں سونا چاندی کیسا ہے انھوں نے عرض کی اچھا ہے فرمایا کہ میرے نزدیک خاک کے برابر ہے بزرگوں کے اقوال یہ ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ستایا انھوں نے کہا کہ بار خدایا تندرستی اور بڑی عمر اور بہت مال تو اسے عنایت فرما اس دعا کو سب دعاؤں میں بدتر جانا کیونکہ جسے حق تعالیٰ نے یہ چیزیں عطا کیں تو خواہ نخواہ تکبر اور غفلت اسے آخرت سے غافل کر کے ہلاک اور تباہ کرے گا حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے ہتھیلی پر ایک درہم رکھ کر فرمایا کہ تو وہ چیز ہے کہ جب تک میرے ہاتھ سے نہ نکل جائے تب تک مجھے کچھ فائدہ نہ ہو حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قسم خدا کی جس نے چاندی سونا عزیز رکھا حق تعالیٰ نے اسے خوار و ذلیل کیا روایت ہے کہ جب لوگوں نے پہلے پہل درہم دینار بنائے ابلیس انھیں اٹھا لے گیا اور اپنی آنکھوں پر مل کر بوسہ دے کر کہا کہ تجھے جو کوئی دوست رکھے حق یہ ہے کہ وہ میرا بندہ ہے حضرت یحییٰ ابن معاذ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ درہم دینار بچھو ہیں جب تک ان کا منتر نہ سیکھ لے تب تک انھیں ہاتھ نہ لگا

ورنہ ان کے زہر سے ہلاک ہو جائے گا لوگوں نے پوچھا ان کا منتر کیا ہے کہا آمدنی حلال سے ہو اور خرچ برحق اور بجا ہو مسلمہ ابن عبدالملک خلیفہ عمر ابن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس ان کی وفات کے وقت گئے اور کہا کہ یا امیر المومنین تم نے ایسا کام کیا ہے کبھی کسی نے نہیں کیا تیرہ بیٹے رکھتے ہو اور ان کے واسطے ایک درہم اور ایک دینار نہ چھوڑا کہا مجھے اٹھا بٹھا لو۔ لوگوں نے بٹھا دیا کہا کہ سنو میں نے نہ تو ان کی کوئی ملک اوروں کو دے دی اور نہ اوروں کی کوئی ملک انھیں دی میرا بیٹا یا قابل اور مطیع خدا ہوگا یا نا قابل ہوگا اور جو مطیع اور لائق ہوگا اسے اللہ بس ہے اور جو نالائق ہوگا وہ کسی حالت میں گرفتار ہو مجھے کچھ پروا نہیں حضرت محمد ابن کعب القرظی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بہت سا مال پایا لوگوں نے کہا کہ اسے اپنے بیٹوں کے واسطے چھوڑو کہا نہیں میں یہ مال اپنے واسطے خدا کے پاس چھوڑوں گا اور حق تعالیٰ کو اولاد کے واسطے چھوڑوں گا تا کہ حق تعالیٰ انہیں اچھا رکھے حضرت یحیی ابن معاذ رحمتہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ مال دار کے واسطے مرتے وقت دو مصیبتیں ہیں کہ اور کسی کو نہیں ہیں ایک تو یہ کہ سب مال اس سے چھین لیتے ہیں دوسرے یہ کہ تمام مال کے واسطے اسے ماخوذ کر کے باز پرس کرتے ہیں۔

فصل:

اے عزیز جان! تو کہ مال اگر چہ کئی وجہ سے برا ہے مگر ایک وجہ سے اچھا بھی ہے کیونکہ مال میں شر بھی ہے خیر بھی ہے اسی وجہ سے حق سبحانہ تعالیٰ نے اسے خیر ارشاد کیا اور فرمایا ﴿ ان ترک خیرا الوصیته الایته ﴾ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اچھے آدمی کے واسطے اچھا مال اچھی چیز ہوتا ہے ﴿ کادالفقران یکون کفر ﴾ یعنی یہ خوف ہے کہ افلاس کفر کا سبب ہو جائے اور سبب یہ ہے کہ جب کوئی شخص خود کو ایک ایک روٹی کا محتاج دیکھتا ہے اور اس میں جان کنی کرتا ہے اور اپنے اہل وعیال کو رنجیدہ دیکھتا ہے اور دنیا میں بہت سی نعمتیں نظر

آتی ہیں تو شیطان اس بیچارے سے کہتا ہے کہ معاذ اللہ خدا کا یہ کیا عدل و انصاف ہے اور خدا نے کیا بے قرینہ تقسیم کی ہے فاسق کو تو اتنا مال دے دیا کہ اس کو معلوم بھی نہیں کہ کیا کچھ رکھتا ہوں اور کیا کروں گا اور بیچاروں کو بھوکوں مارتا ہے اور ایک درہم نہیں دیتا خدا اگر تیری حاجت نہیں جانتا تو اس کے علم میں خلل ہے اور اگر جانتا ہے اور دے نہیں سکتا تو اس کی قدرت میں نقصان ہے اور اگر جانتا بھی ہے اور دے بھی سکتا ہے اور پھر نہیں دیتا تو اس کی بخشش اور رحمت میں فتور ہے اور اگر اس واسطے نہیں دیتا کہ آخرت میں ثواب دے گا اور فاقوں کی تکلیف بغیر بھی ثواب دے سکتا ہے تو پھر کیوں نہیں دیتا اگر وہ نہیں دے سکتا ہے تو اس کی قدرت کاملہ نہیں اور ان سب باتوں کے ساتھ اعتقاد کرنا کہ وہ رحیم ہے اور جواد و کریم ہے اور تمام عالم کو رنج میں رکھتا ہے اور اس کا خزانہ نعمتوں سے بھرا ہوا ہے کسی مصلحت سے نہیں دیتا یہ دشوار ہے یہاں پر شیطان وسوسہ کی گنجائش پا کر قضا و قدر کا مسئلہ جس کا بھید سبھوں پر پوشیدہ ہے سمجھاتا ہے تا کہ شاید یہ غصہ اس مضطر پر غالب ہو جائے اور آسمان کو اور زمانے کو گالیاں دینے لگے اور کہہ بیٹھے کہ آسمان احمق ہو گیا اور زمانہ الٹا ہو گیا جو لوگ مستحق نہیں ہیں انھیں تمام نعمت دیے دیتا ہے اور تمام عالم کو رنج میں رکھتا ہے اور اگر اس سے کہیں کہ یہ آسمان اور زمانہ قدرت خدا کا مسخرہ ہے تو اگر وہ کہہ بیٹھے کہ نہیں تو کافر ہے اور کہے کہ ہاں ہے تو گویا سخت کلام حق تعالیٰ کو کہے یہ بھی کفر ہے اسی واسطے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ﴿ لاتسبو الدھر فان اللہ ھو الدھر ﴾ یعنی زمانے کو برا نہ کہو زمانہ خدا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ تم جس پر اپنے کاموں کو حوالہ کرتے ہو اس کا نام زمانہ رکھتے ہو وہ خدا کی ذات ہے تو مفلسی سے کفر کی بو آتی ہے مگر اس شخص کے حق میں نہیں جس کا ایمان ایسا غالب اور مضبوط ہو کہ مفلسی میں بھی خدا سے راضی رہے اور جانے کہ مفلسی ہی میں میری خیریت ہے لیکن چونکہ اکثر آدمی اس مرتبے اور فہم کے نہیں ہوتے تو مال بقدر کفایت کا ہونا اولیٰ تر ہے

تو اس واسطے ایک وجہ سے مال اچھی چیز ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ سعادت آخرت سب بزرگوں کا مقصود ہے اور اس سعادت کو بے تین طرح کی نعمتوں کے پہنچا ممکن نہیں ایک اپنے نفس میں ہے جیسے علم اور حسن خلق ایک بدن میں ہے جیسے صحت اور سلامتی ایک بدن کے باہر ہے وہ دنیا ہے بقدر کفایت اور ان تینوں نعمتوں میں وہ نعمت بہت خسیس ہے جو بدن کے باہر ہے وہ مال ہے اور مال میں خسیس تر اور حقیر تر سونا چاندی ہے اس میں فی نفسہ کوئی فائدہ نہیں ہے ہاں وہ روٹی کپڑے کے واسطے اور روٹی کپڑا بدن حواس اٹھانے کے لئے اور حواس معیاد عقل کا پھندا بننے کے واسطے اور عقل اس لئے ہے کہ دل کا چراغ اور روشنی ہوتا کہ دل حضرت الٰہیت کو دیکھ سکے اور معرفت الٰہی حاصل کرلے اور خدا کی معرفت تخم سعادت ہے تو سب کی غایت حق تعالیٰ ہے اول بھی وہی ہے آخر بھی وہی ہے اور ان سب کی ہستی اسی کے سبب سے ہے جس نے یہ جان لیا وہ مال دنیا میں سے اسی قدر لے گا جو اس راہ میں کام آئے باقی کو زہر قاتل جانے گا دنیا کا مال اچھے آدمی کے واسطے اچھا ہے اس واسطے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے پروردگار آل محمد کو قدر کفایت روزی دے اس واسطے کہ آپ نے جانا کہ جو بقدر کفایت سے زیادہ ہے اس میں بوئے ہلاکت آتی ہے اور جو بقدر کفایت سے کم ہے اس میں بوے کفر پائی جاتی ہے اور یہ بھی سبب ہلاکت ہے تو جس شخص نے یہ جان لیا وہ مال کو ہرگز دوست نہیں رکھتا اس واسطے کہ جو شخص کسی چیز کو غرض کے لیے طلب کرتا ہے وہ اسی غرض کو دوست رکھتا ہوگا اس چیز کو نہیں جو نفس مال کو دوست رکھتا ہے وہ اندھا اور اوندھی سمجھ کا آدمی ہے اور اس نے مال کی حقیقت کو نہیں پہچانا جاتا اس واسطے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ﴿تعس عبدالدینار وتعس عبدالدرھم﴾ یعنی دینار درہم کا بندہ اوندھا ہے اور جو شخص جس چیز کا پابند ہو وہ اس چیز کا بندہ ہے اور جو جس چیز کی اطاعت میں ہوتا ہے وہی چیز اس کی خداوند ہوتی

ہے اس واسطے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ التسلیم نے فرمایا ہے ﴿ واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام﴾ یعنی عرض کی کہ بارخدایا مجھے اور میرے فرزندوں کو بت پوجنے سے محفوظ رکھ بزرگوں نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے' کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہاں پر بت سے سونا چاندی مراد لیا ہے کیونکہ تمام خلق کے بت یہی ہیں کہ سب سونے چاندی کی طرف متوجہ ہیں اس واسطے کہ انبیاء علیہم السلام کا منصب اس امر سے برتر ہے کہ انھیں بت پرستی کا خوف ہوتا۔

مال کے فائدوں اور آفتوں کا بیان

اے عزیز جان! تو کہ مال سانپ کے برابر ہے کہ اس میں زہر بھی ہے تریاق بھی جب تک زہر کو تریاق سے ہم جدا نہ کرلیں تب تک اس کا تمام بھید ظاہر نہ ہوگا اس واسطے مال کے فوائد اور آفات ایک ایک پوست کندہ ہم بیان کرتے ہیں فوائد مال کی دو قسمیں ہیں ایک دنیوی اس کے بیان کرنے کچھ حاجت نہیں سبھی جانتے ہیں دوسری دینی اس کی تین قسمیں ہیں پہلی قسم یہ ہے کہ آدمی مال کو اپنے اوپر عبادت یا سامان عبادت میں صرف کرے لیکن عبادت جیسے حج اور جہاد ہے اس میں جو مال صرف کرے گا وہ عین عبادت میں صرف ہوا اور سامان عبادت میں صرف ہوا اور سامان عبادت میں جو صرف ہوتا ہے وہ مال ہے جو روٹی کپڑے اور ضروری چیزوں میں بقدر کفایت صرف ہو کہ اس سے عبادتوں کی قوت اور فراغت حاصل ہوتی ہے کیونکہ جس چیز کے سبب سے آدمی عبادت کرسکتا ہے وہ چیز بھی عین عبادت ہے اور جس کے پاس بقدر کفایت مال نہ ہوگا وہ تمام دن ہاتھ پاؤں اور دل سے طلب کرنے میں مشغول رہے گا اور عبادت جس کا خلاصہ ذکر وفکر ہے اس سے محروم رہے گا تو فراغت عبادت کے واسطے جب مال بقدر کفایت ہو تو وہ عین عبادت ہے اور دین کے فائدوں میں سے ہے منجملہ دنیا نہیں ہے اور یہ بات نیت اور خیال کے ساتھ بدلتی رہتی ہے اگر راہ آخرت میں فراغت پانا مقصود دلی ہے تو یہ مال بقدر

کنایت زادراہ بھی ہوتا ہے اور خود راہ بھی ہوتا ہے شیخ ابوالقاسم گرگانی قدس سرہ کی کچھ زمین حلال تھی اس سے روزی بقدر کنایت ملتی تھی خواجہ عبداللہ فارمدی قدس سرہ سے میں نے سنا ہے کہ ایک دن اس کا غلہ لوگ لائے تھے شیخ ابوالقاسم نے اس میں سے مٹھی بھر اٹھایا اور فرمایا کہ میں سب متوکلوں کے توکل سے اسے بدلا نہ کروں گا فی الحقیقت یہ بھید وہی پہچانے جو مراقبہ دل میں مشغول ہو کیونکہ وہ جانتا ہے کہ فراغت معاش سلوک راہ دین میں کیا کچھ مدد کرتی ہے دوسری قسم یہ ہے کہ لوگوں کو دے اس کے چار طور ہیں پہلا طور صدقہ ہے دین و دنیا میں اس کا ثواب بہت ہے کیونکہ فقیروں کی دعا کی برکت اور ہمت اور خوشنودی کا بہت بڑا اثر ہے جس کے پاس مال نہ ہوگا وہ اس سے عاجز ہوگا دوسرا طور مروت ہے یعنی مہربانی کرے اور دینی بھائی اگرچہ مال دار ہو ان کے ساتھ نیکی کرے اور ہدیہ دے اور غم خواری کرے اور لوگوں کے حقوق ادا کرتا رہے اور رسوم بجالائے یہ بات اگرچہ تونگروں کے ساتھ ہو تو بھی اچھی ہے اور سخاوت کی صفت اس سے حاصل ہوتی ہے اور سخاوت بزرگ ترین اخلاق ہے چنانچہ اس کی تعریف آئی ہے تیسرا طور یہ ہے کہ اس کے سبب سے اپنی عزت بچائے مثلاً شاعر یا طمعدار کو دے اگر نہ دے گا تو اس کے ساتھ زبان درازی کرے گا اور اور غیبت کرے گا اور فحش بکیں گے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ چیز جس کے سبب سے آدمی اپنی آبرو لوگوں کی زبان سے بچائے وہ صدقہ ہے کیونکہ بدگوئی اور غیبت کی راہ ان لوگوں پر بند کرتا ہے اور خود تشویش کی آفت سے بچتا ہے اگر ایسا نہ کرے تو شاید خود بھی بدلا لینے کا ارادہ کرے اور عداوت بڑھ جائے یہ کام بے مال کے نہیں ہوسکتا چوتھا طور یہ ہے کہ ان لوگوں کو مال دے جو اس کی خدمت کرتے ہیں کیونکہ جو شخص اپنے سب کام اپنے ہی ہاتھ سے کرے گا جیسے دھونا جھاڑنا خریدنا بنانا وغیرہ اس کا تمام وقت ضائع ہوگا اور ایک کے فرض عین کو دوسرا نہیں ادا کرسکتا ہے ذکر فکر فرض عین ہے اور جو کام اس کی طرف سے دوسرا

شخص کرسکتا ہے اس میں اوقات صرف کرنے سے افسوس ہوگا اس واسطے کہ عمر کم ہے موت قریب ہے، سفر آخرت کی راہ دور دراز ہے اس کا توشہ بہت ہے، ہر ایک سانس بہت غنیمت ہے جس کام سے بچنا ممکن ہو اس میں مشغول نہ ہونا چاہیے اور بچاؤ بغیر مال کے نہیں بن پڑتا کیونکہ مال خدمت گاروں کو دے گا تو وہ اس کے کام کریں گے اور اسے محنت سے بچائیں گے اور سب کام اپنے ہی ہاتھ سے کرنا اگرچہ موجب ثواب ہے لیکن یہ اس درجہ والے سے ہوگا جو بدن سے عبادت کرے دل سے نہیں لیکن جو شخص کامل دل ہے اور ذکر و فکر کی لیاقت رکھتا ہے اس کا کام چاہیے کہ اور کوئی کرے تاکہ جو کام عبادت بدنی سے بہتر ہے اس میں اسے فراغت حاصل ہو تیسری قسم یہ ہے کہ کسی کو معین نہ کرے بلکہ خیرات عام کرے جیسے پل اور سرا اور مسجد اور دارالشفاء اور فقراء پر وقف وغیرہ کہ یہ عام خیرات ہے اور بہت دنوں تک رہتی ہے اور ان چیزوں کے سبب سے دعائیں اور برکتیں اس کے مرنے کے بعد اسے پہنچتی ہیں یہ خیرات بھی بے مال کے نہیں ہوسکتی دین میں مال کے یہی فائدے ہیں اور دنیا میں مال کے جو فائدے ہیں وہ پوشیدہ نہیں ہیں کہ مال کے سبب سے معزز و مکرم ہوتا ہے اور خلق اس کی حاجت مند ہوتی ہے وہ خلق سے بے پروا ہوتا ہے بہت سے دینی بھائی اور دوست بنا سکتا ہے سب کے دلوں میں محبوب رہتا ہے حقارت کی نظر سے کوئی اسے نہیں دیکھتا اور اس قسم کے بہت دنیوی فائدے ہیں۔

مال کی آفتوں کا بیان

بعضی آفتیں دنیوی ہیں بعضی دینی آفتوں کی تین قسمیں ہیں ایک یہ کہ فسق اور معصیت کی راہ آدمی پر مال آسان کر دیتا ہے اور آدمی کے دل کی خواہشیں خود معصیت کی مقتاضی ہیں لیکن عاجزی اور مفلسی عصمت اور پارسائی کا ایک سبب ہے، جب مال کی بدولت قدرت حاصل ہوگئی تو اگر مبتلائے گناہ ہوجائے گا تو تباہی میں پڑے گا اور اگر صبر کرے گا تو رنج و مصیبت میں پڑے گا کیونکہ جب قدرت ہو تو صبر

کرنا بہت مشکل ہوتا ہے دوسری آفت یہ ہے کہ دین میں یہ مردقوی ہے اور خود کو گناہوں سے بچا سکتا ہے جو عیش وعشرت مباح چیزوں میں ہوتی ہے اس سے خود کو نہ بچا سکے گا ایسا کون ہے جو مقدرت رکھے اور جو کی روٹی چکھے اور برا کپڑا پہنے جیسا حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی بادشاہت میں کرتے تھے آدمی جہاں عیش وعشرت میں پڑ جاتا ہے تو بدن اس عیش وعشرت پر اڑ جاتا ہے حتیٰ کہ پھر اس سے صبر نہیں کرسکتا اور دنیا اس کی بہشت ہو جاتی ہے موت بری معلوم ہوتی اور عیش وعشرت کا سامان ہمیشہ مال حلال سے ہاتھ نہیں آ سکتا تو شبہے کا مال پیدا کرنے لگتا ہے اور بے مدد سلاطین وہ ہاتھ نہ آئے گا تو آدمی چکنی چکنی باتوں اور ریا اور جھوٹ اور نفاق اور خدمت گزاری میں پڑ جائے گا اور جب بادشاہوں کا مقرب ہوگا تو اس کا اندیشہ پیدا ہوگا کہ دیکھیے یہ ہم سے خوش رہیں یا کراہت کرنے لگیں اور جب مقرب ہو گیا تو لوگ اس کا حسد کریں گے اور دشمن بنیں گے اور اس کے درپے رہیں گے اسے ستائیں گے تو یہ بھی مکافات کے واسطے ان کی عداوت پر کمر باندھے گا اور آپ بھی ان کے ساتھ جھگڑا اور حسد کرنے لگے اور یہ عادتیں سب گناہوں کا سبب ہوتی ہے کیونکہ ان کے سبب سے جھوٹ غیبت بدخواہی اور دل و زبان کے سب گناہ پیدا ہوتے ہیں محبت دنیا سب گناہوں کا سر ہے اس کے یہی معنی ہیں کہ یہ سب شاخیں اسی سے پیدا ہوتی ہیں اور یہ نہ ایک آفت ہے نہ دس نہ سو بلکہ بے شمار آفتیں ہیں بلکہ ایک غار ہے جس کی انتہا نہیں جیسے دوزخ کا غار جو اس گروہ کے واسطے خدا نے پیدا کیا ہے تیسری آفت جس سے کوئی بچ ہی نہیں سکتا مگر جسے خدا بچائے یہ ہے کہ اگرچہ آدمی گناہ اور عیش وعشرت نہ کرے اور شبہات سے بھی بچے اور حقیقت میں پارسا بن جائے حلال ہی کا مال لے اور خدا ہی کی راہ میں دے مگر اس مال کا رکھنا تعلق دل کا سبب ہوگا اور یہ تعلق خدا کا ذکر اور اس کی عظمت و جلال میں فکر کرنے سے اسے باز رکھے گا حالانکہ سب عبادتوں کا خلاصہ یہی ہے کہ خدا کا ذکر آدمی پر

غالب ہوجائے اور اس کے ساتھ مال انس پیدا ہوجائے اور اس کے سبب سے ماسوی اللہ سے مستغنی ہوجائے اور یہ بات ایسا دل فارغ چاہتی ہے جو کسی اور کی طرف مشغول نہ ہو مال دار آدمی اگر زمین رکھتا ہے تو اکثر اوقات اس کی آبادی شرکاء کی خصومت خراج دینے رعایا سے حساب لینے کے خیال میں رہتا ہے اگر تجارت کرتا ہے تو شریک کی خصومت اور تقصیر میں اور سفر کی تدبیر اور نفع والا معاملہ ڈھونڈھنے میں سرگرم رہتا ہے اگر گائے بکری رکھتا ہے تو اس کا بھی یہی خیال ہوتا ہے اور اس سے زیادہ کسی مال میں بے شغلی نہیں ہوتی کہ مثلاً خزانہ مدفون ہو اور آدمی اس میں سے بقدر حاجت لے کر خرچ کرتا ہے اور ہمیشہ اس کی نگہبانی میں اور اس خوف میں مشغول رہتا ہے کہ مبادا اسے کوئی لے جائے یا اس کا لالچ کرے اور پتا لگا کر جان جائے دنیا داروں کی فکر کے میدان بہت وسیع اور بے نہایت ہیں اور جو شخص یہ چاہے کہ میں دنیا داری کے ساتھ فارغ البال رہوں وہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص چاہے کہ پانی میں رہوں اور بھیگوں بھی نہیں مال کے فوائد اور آفات یہی ہیں عقل مندوں نے جب یہ آفتیں دیکھیں تو سمجھے کہ مال بقدر ضرورت تو تریاق ہے اور زیادہ زہر ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اہل بیت کے واسطے بھی بقدر ضرورت چاہا اور مختصر سی بات ارشاد کی کہ جس نے کفایت کی قدر سے زیادہ مال لیا وہ اپنی ہلاکت اور تباہی کی چیز لیتا ہے اور نہیں سمجھتا ہے اور مال کو دفعتہً لٹا دینا کہ کچھ بھی نہ باقی رہے اور حاجت کے وقت دل کو تشویش ہو شرع میں مکروہ ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ﴿ولا تبسطها كل البسط فتقعد ملوما محسورا﴾ (۱)۔

طمع اور حرص کی آفت اور فائدہ قناعت کا بیان

اے عزیز جان! تو کہ طمع بد اخلاق میں سے ہے اس میں سر دست خواری اور ذلت ہے اور آخر کو خجلت ہے طمع بر نہیں آتی تو بہت سے اخلاق بد اس سے پیدا

ہوتے ہیں کیونکہ جو شخص کسی سے طمع کرتا ہے تو اس کے ساتھ چکنی چکنی باتیں بناتا ہے اور نفاق کرتا ہے عبادت میں ریا کرتا ہے اس کی تحقیر پر صبر کرتا ہے اس کی ناحق باتوں میں سہل انکاری کرتا ہے اور حق تعالیٰ نے آدمی کو لالچی بنایا ہے کہ جو کچھ اپنے پاس رکھتا ہے اس پر قناعت نہیں کرتا اور بے قناعت کے آدمی حرص اور طمع سے نہیں چھوٹتا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر آدمی کے پاس دو میدان بھر سونا ہو تو تیسرا میدان اور چاہے گا خاک کے سوا اور کوئی چیز آدمی کے دل کو سیر نہیں کرتی اور جو شخص توبہ کرتا ہے اس کی توبہ حق تعالیٰ قبول فرماتا ہے اور فرمایا ہے کہ آدمی کی سب چیزیں بوڑھی ہو جاتی ہیں مگر دو چیزیں جوان ہوتی جاتی ہیں ایک بڑی زندگی کی امید اور ایک بہت مال کی محبت اور فرمایا کہ جسے حق تعالیٰ نے اسلام کی راہ دکھائی اور مال بقدر کفایت عنایت فرمایا اور اس نے اس پر قناعت کی وہ نیک بخت ہے اور فرمایا ہے کہ میرے دل میں روح القدس نے یہ پھونکا کہ کوئی بندہ نہیں مرتا تاوقتیکہ اس کی تمام روزی اسے پہنچ نہ جائے حق تعالیٰ سے ڈرو اور آہستگی کے ساتھ دنیا طلبی کرو یعنی اس میں مبالغہ اور حد سے زیادہ لالچ نہ کرو اور فرمایا ہے کہ شبہے کے مال سے پرہیز کرتا کہ تو عابد ترین خلق ہو جائے اور جو کچھ حق تعالیٰ نے عنایت فرمایا اس پر قناعت کرتا کہ شاکر ترین خلق ہو جائے اور خلق کے واسطے وہی بات پسند کر جو اپنے لئے پسند کرتا ہے تاکہ مومن ہو جائے حضرت عوف ابن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ہم سات یا آٹھ یا نو آدمی حاضر تھے آپ نے فرمایا کہ رسول خدا سے بیعت کرو ہم نے عرض کیا کہ ہم کیا ایک بار بیعت نہیں کی ہے پھر آپ نے فرمایا کہ رسول خدا سے بیعت کرو ہم نے ہاتھ بڑھائے اور عرض کی کہ کس بات پر بیعت کریں فرمایا کہ خدا کی پرستش کیا کرو پانچوں نمازیں پڑھا کرو حق تعالیٰ جو کچھ حکم فرمائے اسے سنو اور بجالاؤ اور ایک بات چپکے سے ارشاد فرمائی کہ کسی سے کسی چیز کا سوال نہ کرو اس فرمانے کے بعد

لوگوں کا یہ حال ہو گیا کہ اگر کوڑا ہاتھ سے گر پڑتا تو کسی سے نہ کہتے کہ ہمیں اٹھا دو حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی کہ یا الہ العالمین تیرے بندوں میں سب سے زیادہ تونگر کون ہے ارشاد ہوا کہ وہ قناعت کرے اس چیز پر جو میں اسے دوں عرض کی کہ عادل تر کون ہے ارشاد ہوا کہ وہ جو آپ سے انصاف کرے حضرت محمد ابن واسع رحمہ اللہ تعالیٰ سوکھی روٹی بھگو بھگو کر کھاتے اور فرماتے جو شخص اس پر قناعت کرتا ہے وہ خلق سے بے پروا رہتا ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ روز ایک فرشتہ منادی کرتا ہے کہ اے فرزند آدم! جو تھوڑا مال تجھے کفایت کرے وہ اس بہت مال سے بہتر ہے جس سے بہت خوشی اور غفلت پیدا ہو حضرت سمیط ابن عجلان رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ تیرا تمام پیٹ عرض وطول میں ایک بالشت سے زیادہ نہیں ہے پھر تجھے دوزخ میں کیوں ڈالے حدیث شریف میں ہے کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے فرزند آدم! اگر تمام دنیا میں تجھے دے دوں تو اپنی قوت سے زیادہ اس میں تجھے کچھ نصیب نہ ہوگا جب قوت سے زیادہ نہ دوں اور دنیا کے حساب کا بکھیڑا اوروں پر رکھوں تو اس سے زیادہ تیرے اوپر میرا اور کیا احسان ہوگا ایک حکیم کا قول ہے کہ لالچی اور رحم دل سے زیادہ کوئی رنج پر صابر نہیں ہوتا اور قانع سے زیادہ کوئی خوش عیش نہیں ہوتا اور حاسد سے زیادہ کسی کو رنج نہیں ہوتا اور تارک الدنیا سے زیادہ کوئی سکبار نہیں ہوتا اور عالم بے عمل سے زیادہ کسی کو پشیمانی نہ ہوگی۔

حکایت:

حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے مولا پکڑا اس نے پوچھا اے شخص تیرا کیا ارادہ ہے کہا یہ ارادہ ہے کہ تجھے ذبح کر کے کھا جاؤں وہ بولا میرے کھانے سے تیرا کچھ بھی نہ ہوگا میں تجھے ایسی باتیں سکھاؤں جو میرے کھانے سے زیادہ تیرے واسطے بہتر ہوں ایک بات تو تیرے ہاتھ ہی میں کہے دوں گا دوسری

بات اس وقت کہوں گا جب تو مجھے چھوڑ دے اور میں درخت پر جا بیٹھوں تیسری بات جب کہوں گا کہ جب درخت سے اڑ کر پہاڑ پر جاؤں اس نے کہا اچھا پہلی بات کہہ بولا جو چیز تیرے ہاتھ سے جاتی رہے اس پر افسوس نہ کیا کر بس اس شخص نے اسے چھوڑ دیا وہ اڑ کر درخت پر جا بیٹھا اس شخص نے کہا کہ اب دوسری بات کہہ بولا محال بات باور نہ کیا کر اور اڑ کر پہاڑ پر جا بیٹھا اور خود کہنے لگا کہ اے بد بخت اگر تو مجھے ذبح کرتا تو ایسا امیر ہو جاتا کہ کبھی فقیر ہوتا ہی نہیں اس واسطے کہ میرے پیٹ میں دو موتی بیس بیس مثقال بھر کے ہیں اس شخص نے دانت کے نیچے انگلی دبائی اور نہایت افسوس کرنے لگا پھر کہنے لگا اب تیسری بات کہہ وہ بولا کہ تو ان دو باتوں کو تو بھول ہی گیا تیسری بات سن کیا کرے گا میں نے تجھ سے کہا تھا کہ گئی چیز کا افسوس نہ کیا کر اور محال بات باور نہ کیا کر میں تیرے ہاتھ میں تمام گوشت پوست بال و پر سمیت دس مثقال بھر بھی نہ تھا پھر بھلا میرے پیٹ میں بیس بیس مثقال بھر کے موتی کیونکر ہوں گے یہ کہا اور اڑ گیا یہ حکایت اس واسطے کی گئی تا کہ معلوم ہو جائے کہ جب طمع دامنگیر ہوتی ہے تو سب محالات کو آدمی باور کر لیتا ہے حضرت ابن سماک رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ طمع تیرے گلے میں رسی ہے اور تیرے پاؤں میں پھندا ہے گلے کی رسی نکال تا کہ پاؤں کا پھندا کٹ جائے۔

حرص اور طمع کے علاج کا بیان

اے عزیز جان! تو کہ اس کی دوا وہ معجون ہے جو صبر کی تلخی اور علم کی شیرینی اور عمل کی دشواری سے مرکب ہوتی ہے اور دل کی سب بیماریوں کی تمام دوائیں ان ہی اجزا سے ہوتی ہیں اور یہ علاج پانچ چیزوں سے ہوتا ہے ایک عمل سے وہ یہ کہ آدمی اپنے خرچ کو گھٹائے موٹے کپڑے روکھی روٹی پر قناعت کر سکے کبھی کبھی دال وغیرہ کھا لیا کرے کیوں کہ اس قدر کھانا کپڑا طمع اور حرص کے بغیر آسانی سے ہاتھ آتا ہے لیکن اگر شان و شوکت کرے گا اور اخراجات بڑھائے گا تو قناعت نہ کرے گا

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ﴿ماعال من اقتصد﴾ یعنی جو کوئی خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کرے گا وہ کبھی محتاج نہ ہوگا اور فرمایا ہے کہ تین چیزیں ہیں کہ ان میں خلق کی نجات ہے علانیہ اور پوشیدہ حق تعالیٰ سے ڈرنا امیری اور فقیری میں میانہ روی کے ساتھ خرچ کرنا خفگی اور خوشی میں انصاف سے نہ درگزرنا حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک شخص نے دیکھا کہ چھوہارے کی گٹھلیاں چنتے تھے اور کہتے تھے کہ معیشت میں آسانی اور نرمی نگاہ رکھنا عقل مندی اور علم کی بات ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میانہ روی کے ساتھ خرچ کرے گا حق تعالیٰ اسے بے پروا رکھے گا اور جو شخص فضول خرچی کرے گا حق تعالیٰ اسے محتاج رکھے گا اور جو خدا کو یاد کرے گا خدا اسے دوست رکھے گا اور فرمایا ہے کہ آہستگی اور تدبیر کے ساتھ خرچ کرنا آدھی معیشت ہے' دوسری چیز یہ کہ جب اس دن کی کفایت کے قدر روزی ملے گی تو آئندہ کی فکر نہ کرے کیونکہ شیطان اس سے کہتا ہے کہ شاید زندگی بہت ہو اور کل کوئی چیز نہ ملے آج طلب معاش میں کوشش کرلے آرام طلبی نہ کر جہاں سے ہو تلاش کر جیسا کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿الشیطان یعدکم الفقر ویامرکم بالفحشاء﴾ (۲) یعنی شیطان چاہتا ہے کہ کل محتاجی کے خوف سے تجھے آج سردست رنج تشویش میں رکھے اور فقیر کی صورت بنا کر تجھ پر ہنسے کیونکہ فردا کہ دید شاید کل کا دن ہی نہ آنے پائے گا اور اگر آئے گا تو جتنے رنج میں آج سردست تو نے خود کو ڈال رکھا ہے اس کا رنج اس سے زیادہ نہ ہوگا اس سے بایں طور پرہیز ہوتا ہے کہ آدمی یہ جان لے کہ حرص کے سبب سے روزی نہیں ملتی روزی تو تقدیر میں لکھی ہے خواہ نخواہ پہنچے گی شعر بے مگس ہرگز نماند عنکبوت: رزق را روزی رساں پر میدہد * رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف گزرے انھیں غمگین دیکھا فرمایا بہت رنج نہ کر کہ حق تعالیٰ جو کچھ مقدر کر چکا ہے وہ ہوگا جو تیرا رزق ہے وہ خواہ

مخواہ تجھے پہنچے گا جاننا چاہے کہ بندے کا رزق اکثر اس جگہ سے پہنچتا ہے جہاں سے مطلق خیال میں نہ ہو حق تعالیٰ نے ارشاد فرماتا ہے ﴿ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لایحتسب﴾ یعنی جو شخص پرہیز گار ہوتا ہے اس کی روزی ایسی جگہ سے پہنچتی ہے جس کا وہ خیال بھی نہ رکھتا ہو حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ پرہیز گار ہو جا کہ پرہیز گار کبھی بھوک سے نہیں مرتا یعنی حق تعالیٰ خلق کو اس پر ایسا مہربان کر دیتا ہے کہ بے مانگے اس کے پاس مال کافی لے جاتی ہے حضرت ابو حازم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جو کچھ ہے اس کی دو قسمیں ہیں جو کچھ میری روزی ہے وہ بے تعجیل مجھے ملے گی اور جو اوروں کی روزی ہے وہ تمام اہل آسمان اور اہل زمین کی کوشش سے بھی مجھے نہ ملے گی تو طلب میں میری بے قراری کیا کام آئے گی تیسری چیز یہ ہے کہ آدمی یہ سمجھ لے کہ اگر طمع نہ کرے گا اور صبر کرے تو رنجیدہ رہے گا اور طمع کرے گا اور صبر کرے گا تو ذلیل وخوار بھی ہوگا اور رنجیدہ بھی طمع کے سبب سے لوگ بھی ملامت کریں گے اور عذاب آخرت کے خطر میں بھی پڑے گا اور اگر صبر کرے گا تو ثواب بھی پائے گا اور لوگ تعریف کریں گے تو آخر کے ثواب اور تعریف اور عزت کے ساتھ جو رنج ہو وہ اس رنج سے اولیٰ ہے جو ذلت اور مذمت اور خوف عقوبت کے ساتھ ہو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمان کی عزت اسی میں ہے کہ خلق سے بے پروا رہے امیر المومنین حضرت علی کرم علی اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ تو جس شخص کا محتاج ہے اس کا اسیر ہے اور جو تیرا محتاج ہے تو اس کا امیر ہے اور جس سے تو بے پروا ہے اس کا مانند اور نظیر ہے چوتھی چیز یہ ہے کہ خیال کرے کہ یہ حرص وطمع کس واسطے کرتا ہے اگر پیٹ بھرنے کے واسطے کرتا ہے تو گدھا بیل وغیرہ اس سے زیادہ کھاتے ہیں اگر شہوت فرج کے واسطے کرتا ہے تو سور اور ریچھ اس سے زیادہ شہوت رکھتے ہیں اگر شان و شوکت اور خوش پوشاکی کے واسطے کرتا ہے تو اس امر میں اکثر یہود اور انصاری کو

اپنے سے زیادہ دیکھتا ہے اور اگر طمع دور کرے اور تھوڑے پر قناعت کرے تو انبیاء اولیاء کے سوا اور کسی کو اپنے مثل نہ دیکھے تو تو ان بزرگان فرشتہ خصلت کے مانند ہونا ان درندوں اور آدمی صورت بہائم سیرت کے مثل ہونے سے بہتر ہی ہے پانچویں چیز یہ ہے کہ آفت مال کا خیال کرے کہ دنیا میں جب مال بہت ہوگا تو آفتوں کا خطر اور خیال بہت ہوگا اور آخرت میں پانچ سو برس فقیروں کے بعد جنت میں جائے گا چاہیے کہ ہمیشہ ایسے آدمی کے حال پر نظر ہو جو دولت دنیا میں سے کمتر ہوتا کہ شکر کرے اور امیروں کو نہ دیکھے تا کہ حق تعالیٰ نے جو نعمت اسے عنایت کی ہے وہ اس کی نگاہ میں حقیر نہ معلوم ہو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص کے حال پر نظر کرو جو تم سے دولت میں کم تر ہو اور ابلیس ہمیشہ یہی کہا کرتا ہے کہ فلانے فلانے عالم اور فلانے فلانے امام تو پرہیز کرتے ہی نہیں تھے حرام کا مال کھانے میں تو کیوں پرہیز کرتا ہے اور دنیا کے امر میں ہمیشہ اسی کو تیرے پیش نظر رکھتا ہے جو تجھ سے زیادہ ہو اور دین کے باب میں اسے جو کم ہو اور سعادت اس کے برخلاف ہے کیونکہ دین کے امور میں ہمیشہ بزرگوں کے حالات دیکھنا چاہیے تا کہ آدمی خود کو جانے کہ میں قاصر ہوں اور دنیا کے امور میں فقیروں محتاجوں کو دیکھنا چاہیے تا کہ خود کو سمجھے کہ تونگر ہوں۔

سخاوت کی فضیلت اور ثواب کا بیان

اے عزیز جان! تو کہ جو شخص مال نہ رکھتا ہو اسے چاہیے کہ قناعت اختیار کرے حرص نہ اختیار کرے اور جو مال رکھتا ہو اور وہ سخاوت اختیار کرے بخل نہ اختیار کرے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ سخاوت بہشت میں ایک درخت ہے اس کی شاخیں دنیا میں لٹکتی ہیں جو سخی مرد ہوتا ہے وہ اس کی ایک شاخ پکڑ لیتا ہے وہ شاخ اسے بہشت میں لے جاتی ہے اور بخل دوزخ میں ایک درخت ہے اس کی شاخیں دنیا میں ہیں جو شخص بخیل ہوتا ہے وہ اس کی ایک شاخ پکڑ

لیتا ہے وہ شاخ اسے دوزخ میں لے جاتی ہے اور فرمایا ہے کہ دو خلق ہیں کہ ان کو حق تعالیٰ دوست رکھتا ہے ایک سخاوت دوسری نیک عادت اور دو خلق ہیں کہ ان کو حق تعالیٰ دشمن رکھتا ہے ایک بخل دوسری خوئے بد اور فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے کوئی ولی نہیں پیدا کیا مگر سخی اور نیک خو اور فرمایا ہے کہ سخی کے قصور معاف کر دیا کرو کیونکہ جب اسے حسرت اور تکلیف ہوتی ہے تو حق تعالیٰ اس کا دستگیر ہوتا ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ لوگوں کو جہاد میں قید کر لیا اور سب کو قتل کر ڈالا مگر ایک آدمی کو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کی یا رسول اللہ آپ نے سبھوں کو قتل کر ڈالا کہ دین ایک گناہ ایک خدا ایک ہے اس ایک آدمی کو کیوں نہ قتل کیا فرمایا کہ جبرائیل امین علیہ السلام نے آ کر مجھ سے کہا کہ اسے نہ قتل کرنا کہ یہ سخی ہے اور فرمایا ہے کہ سخی کا کھانا دوا ہے اور بخیل کا کھانا بیماری اور فرمایا ہے کہ سخی خدا سے نزدیک لوگوں سے نزدیک ہے دوزخ سے دور ہے اور بخیل خدا سے دور بہشت سے دور لوگوں سے دور ہے دوزخ سے نزدیک ہے اور جاہل سخی کو عابد بخیل سے زیادہ خدا دوست رکھتا ہے اور بخل سب بیماریوں سے بدتر بیماری ہے اور فرمایا ہے کہ میری امت کے ابدال بہشت میں جو گئے تو نماز کے سبب سے گئے نہ روزے کے باعث سے گئے مگر سخاوت کی بدولت اور پاک دلی اور نصیحت اور شفقت کے سبب سے جو خلق پر رکھتے تھے اور حدیث شریف میں ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ سامری کو نہ قتل کرو وہ سخی ہے بزرگوں کے اقوال اسباب میں یہ ہیں کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب دنیا تیری طرف متوجہ ہو تب بھی تو خرچ کر کہ تجھے پہنچتی جائے اور جب تیری طرف سے منہ پھیرے تب بھی تو خرچ کر کہ باقی نہ رہے ایک شخص نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا حال زار لکھ کر دیا آپ نے لیا اور فرمایا کہ تیری حاجت روا ہو گئی لوگوں نے عرض کی کہ آپ نے اس کے کاغذ کو کیوں نہ پڑھا فرمایا کہ میں ڈرا کہ اس کو ذلت

کے ساتھ اپنے سامنے کھڑا رکھوں تو حق تعالیٰ مجھ سے سوال کرے گا حضرت محمد بن المنکدر رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت ام درہ خادمہ ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتی ہیں کہ ایک بار حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو تھیلی بھر چاندی اور ایک لاکھ اسی ہزار درہم حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نذر بھیجیں حضرت صدیقہ نے طباق منگا کر سب بانٹ دیا شام کو مجھ سے فرمایا کہ کھانا لا کہ میں روزہ کھولوں میں روٹی اور روغن زیتون لے گئی کیونکہ گوشت نہ تھا اور میں نے عرض کی کہ بی بی صاحب آپ نے یہ مال خرچ کر ڈالا اگر ہم لونڈیوں کے واسطے ایک درہم کا گوشت منگا لیتیں تو کیا ہوتا فرمایا کہ ہاں اگر تو یاد دلا دیتی تو میں منگا دیتی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے تو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے کہا کہ انھیں سلام نہ کرنا جب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر گئے تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں قرض دار ہوں اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیچھے پیچھے تشریف لے گئے اور ان سے اپنی قرض داری کا حال بیان فرمایا ایک اونٹ پیچھے رہ گیا تھا حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ اس پر کیا ہے لوگوں نے عرض کی کہ مال ہے اسی ہزار دینار تھے فرمایا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دو کہ اپنا قرض ادا کریں حضرت ابوالحسن مدائنی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ ابن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم حج کو جاتے تھے جس پر اونٹ پر زاد راہ لدا تھا وہ پیچھے رہ گیا ایک جگہ بھوکے پیاسے ہو کر ایک بڑھیا کے پاس گئے اور فرمایا کچھ پینے کو ہے اس نے عرض کی ہاں ہے ایک بکری تھی اس کا دودھ دوھ کر حاضر کیا انھوں نے پیا پھر پوچھا کہ کچھ کھانا ہے اس نے عرض کی تیار نہیں ہے اس بکری کو ذبح کر کے کھا لیجے اسے ذبح کر کے کھا لیا اور فرمایا کہ ہم قریش

میں سے ہیں جب اس سفر سے پھریں گے تو تو ہمارے پاس آنا ہم تیرے ساتھ سلوک کریں گے یہ کہہ کر روانہ ہو گئے جب اس نیک بخت کا شوہر آیا تو خفا ہو کر کہنے لگا کہ تو نے بکری ان لوگوں کو کھلا دی جن کو جانتی بھی نہیں کہ کون ہیں تھوڑے دن گزرے تھے کہ وہ بیوی خاوند مفلسی کے سبب سے مدینہ منورہ میں آ پڑے اونٹ کی لینڈیاں چن چن کر بیچنے لگے ایک دن بڑھیا کہیں جاتی تھی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے دروازے پر کھڑے تھے اس نیک بخت کو پہچانا اور فرمایا اور اے بڑھیا تو مجھے پہچانتی ہے اس نے عرض کی کہ نہیں فرمایا میں وہ شخص ہوں جو فلانے دن تیرا مہمان ہوا تھا اس نے عرض کی آپ وہی ہیں فرمایا ہاں بعدہ حکم فرمایا ہزار بکریاں مول لے کر اور ہزار دینار اسے دے دو اور اپنے غلام کو ساتھ کر کے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس اس نیک بخت کو بھیج دیا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ بھائی صاحب نے تجھے کیا عنایت فرمایا اس نے عرض کی ہزار بکریاں اور ہزار دینار حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے بھی ہزار بکریاں اور ہزار دینار اسے مرحمت کیے اور اپنے غلام کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن جعفر رضی اللہ عنہما کے پاس بھیج دیا انھوں نے پوچھا کہ ان حضرات نے تجھے کیا مرحمت فرمایا اس نے عرض کی دو ہزار بکریاں اور دو ہزار دینار انھوں نے بھی دو ہزار بکریاں اور دو ہزار دینار عطا کیے اور فرمایا کہ اگر تو پہلے میرے پاس آتی تو میں ان حضرات کو زحمت میں نہ ڈالتا یعنی میں اس قدر تجھے دیتا کہ وہ نہ دے سکتے وہ بڑھیا چار ہزار بکریاں اور چار ہزار دینار لے کر اپنے خاوند کے پاس گئی۔

حکایت:

عرب میں ایک مرد سخی مشہور تھا وہ مر گیا کچھ لوگ سفر سے بھوکے آتے تھے اس کی قبر پر اترے اور بھوکے سو رہے اس میں سے ایک شخص کے پاس ایک اونٹ تھا اس شخص نے مردہ کو خواب میں دیکھا کہ کہتا ہے تو اس اونٹ کو میرے نجیب (۳)

اونٹ کے عوض بیچے گا اس نے کہا ہاں بیچوں گا مردہ بہت اچھا نجیب اونٹ چھوڑ کر مرا تھا غرض کہ اس مسافر نے اپنے اونٹ کو نجیب کے بدلے بیچا مردے نے اس کے اونٹ کو ذبح کیا وہ لوگ جب جاگے تو اونٹ کو ذبح کیا ہوا پایا دیگ میں بھر کر چڑھایا اور پکا کر خوب کھایا جب وہاں سے چلے تو راہ میں ایک قافلہ پیش آیا اس قافلہ میں سے ایک شخص نے اس اونٹ کے مالک کو آواز دی اور اس کا نام لے کر پکارا اور پوچھا کہ تو نے فلانے مردے سے کوئی نجیب اونٹ مول لیا ہے اس نے کہا ہاں مگر خواب میں مول لیا ہے اور تمام قصہ کہہ سنایا اس نے کہا وہ نجیب یہ ہے تو لے جا کیونکہ میں نے بھی اس مردے کو خواب میں دیکھا کہ کہتا ہے کہ اگر تو میرا بیٹا ہے تو یہ میرا نجیب اونٹ فلانے آدمی کو دے دے۔

حکایت:

ابوسعید خرگوشی رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کی ہے کہ مصر میں ایک شخص محتسب نام تھا فقیروں کو کچھ جمع کر دیتا تھا ایک شخص کے گھر فرزند پیدا ہوا اس کے پاس کچھ نہ تھا وہ کہتا ہے کہ میں محتسب کے پاس گیا وہ میرے ساتھ آیا اور ہر ایک سے سوال کیا کسی نے کچھ نہ دیا مجھے ایک قبر پر لے گیا وہاں بیٹھ کر کہنے لگا کہ اے مردے خدا تجھ پر رحمت کرے تو ایسا آدمی تھا کہ فقیروں کا رنج دور کیا کرتا تھا جو چاہیے ہوتا وہ ان کو دیا کرتا تھا آج میں نے اس شخص کے لڑکے کے واسطے بڑی کوشش کی کسی نے کچھ نہ دیا یہ کہہ کر اٹھا اس کے پاس ایک دینار تھا اس کے دو حصے کیے ایک مجھے دیا اور کہا کہ جب تک کچھ ملے میں تجھے یہ قرض دیتا ہوں یہ شخص کہتا ہے کہ میں نے لے لیا اور لڑکے کے کام میں صرف کیا محتسب نے اسی رات کو مردہ کو خواب میں دیکھا کہ کہتا ہے جو کچھ تو نے کہا میں نے سنا لیکن جواب دینے کا ہمیں حکم نہیں ہے اب تو میرے گھر جا کر میرے لڑکوں سے کہہ کہ چولھے کے پاس کھودیں سونے کے پانچسو دینار وہاں گڑے ہیں وہ اس شخص کو دے دیں کہ اس کے لڑکا پیدا ہوا ہے دوسرے دن

محتسب اس کے گھر گیا اور جیسا خواب میں دیکھا تھا ویسا ہی کیا پا پچسو دینار پائے اس کے لڑکوں سے کہا کہ میرا خواب حکمی نہیں ہے یہ دینار تمہاری ملک ہیں تم لے لو ان لڑکوں نے کہا سبحان اللہ جو مردہ ہے وہ تو سخاوت کرتا ہے ہم زندہ ہو کر بخل کریں اس طرح لے جا کر اس مرد حاجت مند کو دے دئے جیسا کہ مردے نے کہا تھا محتسب ان دیناروں کو اس مرد کے پاس لے گیا اس نے ایک دینار لے کر دو حصے کیے ایک حصہ سے اس کا قرض ادا کیا اور کہا کہ باقی لے جا کر محتاجوں کو دے دے مجھے اسی قدر حاجت تھی ابو سعید خرگوشی کہتے ہیں کہ نہ معلوم ان سب میں کون شخص بہتر اور بڑا سخی ہے اور کہتے ہیں کہ میں جب مصر میں گیا تو اس مردہ کا گھر ڈھونڈھا اس کے لڑکوں کو دیکھا تو ان کے چہروں پر خیر کے آثار نمایاں تھے مجھے یہ آیت یاد آئی ﴿ وکان ابوھما صالحا (۴) ﴾ اے عزیز! سخاوت کی برکتوں سے یہ تعجب نہ کر کہ مرنے کے بعد رہتی ہے اور خواب کے طور پہچانی جاتی ہیں اس واسطے کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی عادت تھی کہ لوگوں کو مہمان رکھا کرتے اور اب تک ان کے مرقد شریف پر وہ برکتیں باقی ہیں ربیع ابن سلیمان رحمہ اللہ تعالیٰ حکایت کرتے ہیں کہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ مکہ معظمہ میں پہنچے تو دس ہزار دینار ان کے ساتھ تھے مکہ معظمہ کے باہر خیمہ کھڑا کیا اور ان دیناروں کو چادر پر انڈیلا جو شخص انھیں سلام کرتا مٹھی بھر دینار اسے دیتے جب ظہر کی نماز پڑھنے کو چادر جھاڑی تو کچھ باقی نہ تھا ایک شخص نے سوار ہونے کے ساتھ ہی ان کی رکاب پکڑ لی ربیع سے حکم کیا کہ چار سو دینار اسے دے دے اور عذر خواہی کر امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن رو رہے تھے لوگوں نے عرض کی کہ یا امیر المومنین آپ کیوں روتے ہیں فرمایا کہ سات دن گزرے کوئی مہمان میرے گھر نہیں آیا ایک شخص اپنے کسی دوست کے پاس گیا اور کہا کہ میں چار سو درہم کا قرض دار ہوں اس دوست نے اسے چار سو درہم دئے اور رونے لگا اس کی جورو نے کہا کہ اگر رونا منظور تھا تو

دینا کیا ضرور تھا اس نے یہ بات کہی کہ اری نادان میں اس سبب سے روتا ہوں کہ میں اس سے کیوں غافل ہوگیا جو اسے مجھ سے مانگنے کی حاجت پڑی۔

بخل کی مذمت کا بیان

حق تعالیٰ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے ﴿و من یوق شح نفسه فاولئک هم المفلحون﴾ یعنی جسے حق تعالیٰ نے بخل سے بچایا وہ فلاح کو پہنچا اور فرمایا ہے ﴿ولاتحسبن الذین یبخلون بما اتاهم الله من فضله هو خیر الهم بل هو شرلهم سیطوقون مابخلوابه یو م القیامته﴾ یعنی یہ نہ سمجھنا کہ جو لوگ خدا کی دی ہوئی دولت میں بخل کرتے ہیں یہ ان کے لیے بھلا ہے بلکہ یہ ان کے واسطے برا ہے اور قریب ہے کہ جس چیز میں وہ بخل کرتے ہیں اس کا طوق بنا کر ان کی گردن میں قیامت کے دن ڈالا جائے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بخل سے تم دور رہو اس واسطے کہ جو قوم تم سے پہلے تھی وہ بخل کے سبب سے ہلاک ہوئی اور بخل ان کو اس بات پر لایا کہ انھوں نے خون کیے اور حرام کو حلال ٹھہرایا اور فرمایا ہے کہ تین چیزیں مہلک ہیں ایک بخل اگر تو اس کی اطاعت کرے اور اس کی تو مخالفت نہ کرے دوسری وہ خواہش باطل جس کا تو پیچھا کرے تیسری خود پسندی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں دو شخص آئے اور ایک اونٹ کی قیمت مانگی آپ نے عنایت کی جب وہ باہر گئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے شکریہ ادا کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ التسلیم سے یہ کیفیت نقل کی آپ نے فرمایا کہ فلانا شخص اس سے زیادہ لے گیا اور شکر نہیں کیا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں سے جو شخص آئے اور الحاح کرکے مجھ سے لے جائے وہ آگ ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ اگر آگ ہے تو آپ کیوں دیتے ہیں فرمایا اس واسطے کہ وہ الحاح کرتے ہیں اور حق تعالیٰ اس بات کو

پسند نہیں کرتا کہ میں بخیل ہو جاؤں اور نہ دوں اور فرمایا ہے کہ تم کہتے ہو کہ بخیل کا قصور معاف ہو گا ظالم کا نہ ہو گا اس واسطے کہ حق تعالیٰ کے نزدیک بخل سے ظلم بدتر ہے حق تعالیٰ نے اپنی عزت عظمت کی قسم کھائی ہے کہ کسی بخیل کو بہشت میں جانے ہی نہ دے گا ایک دن رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طواف کرتے تھے اور ایک شخص حلقہ کعبہ کو پکڑے کہہ رہا تھا کہ یا ارحم الراحمین اس گھر کی برکت سے میرا گناہ بخش دے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ تیرا گناہ کیا ہے اس نے عرض کی کہ میرا گناہ اتنا بڑا ہے یا آسمان اس نے عرض کی کہ میرا گناہ پھر آپ نے فرمایا کہ بھلا تیرا گناہ بڑا ہے یا عرش اس نے عرض کی میرا گناہ پھر آپ نے فرمایا کہ بھلا تیرا گناہ بڑا ہے یا حق تعالیٰ اس نے کہا کہ حق تعالیٰ تو سب سے بڑا ہے آپ نے فرمایا کہ اپنا گناہ تو بیان کر اس نے بیان کیا کہ میں بڑا مال دار ہوں جب کوئی محتاج دور سے نظر آتا ہے تو میں جانتا ہوں کہ آگ آتی ہے مجھے جلا دے گی آپ نے فرمایا کہ تو مجھ سے دور رہ کہ اپنی آگ میں کہیں مجھے بھی نہ جلا دے قسم اس خدا کی جس نے مجھے راہ راست پر بھیجا ہے کہ اگر رکن اور مقام کے درمیان میں تو ہزار برس تک نماز پڑھے اور اتنا روئے کہ تیرے آنسوؤں سے نہریں ہو جائیں اور درخت اور درخت نکل آئیں اور تو بخل پر مرے تب بھی دوزخ کے سوا کہیں تیرا ٹھکانا نہیں خبردار رہ کہ بخل کفر سے ہے اور کفر آگ میں ہے افسوس تو نے یہ نہیں سنا ہے کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿ ومن ینجل فانماینجل عن نفسه﴾ (۵) ﴿ومن یوق شح نفسه فاولئک هم المفلحون﴾ (۶) حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہر روز ہر شخص پر دو فرشتے موکل رہتے ہیں اور منادی کیا کرتے ہیں کہ اے پروردگار جو شخص مال کو رکھ چھوڑے تو اس کا مال تلف کر اور جو خرچ کرے اسے نعم البدل عنایت فرما حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں بخیل کو عادل نہ کہوں گا اور اس کی گواہی نہ سنوں گا کیونکہ بخل اسے اس بات پر رکھتا ہے کہ وہ تجسس

کر کے اپنے حق سے زیادہ لیتا ہے حضرت یحیٰی ابن زکریا علیہما السلام نے ابلیس کو دیکھا پوچھا وہ کون ہے جسے تو بہت دشمن رکھتا ہے اور وہ کون ہے جسے تو بہت دوست رکھتا ہے کہا زاہد بخیل کو میں بہت ہی دوست رکھتا ہوں کیونکہ جان کھوتا ہے اور عبادت کرتا ہے اور بخل اس عبادت کو ضائع کرتا ہے اور فاسق سخی کو بہت ہی دشمن رکھتا ہوں کہ خوب چکھتا ہے اور چین سے بسر کرتا ہے میں ڈرتا ہوں کہ سخاوت کے سبب سے حق تعالیٰ اس پر رحم کرے اور اس کو توبہ نصیب ہو۔

ایثار کے ثواب کا بیان

اے عزیز جان! تو کہ ایثار سخاوت سے بڑھ کر ہے اس واسطے کہ سخی وہ ہے کہ جس چیز کی اسے احتیاج نہ ہو وہ دے دے اور ایثار یہ ہے کہ جس چیز کا محتاج ہے اسے دوسرے کی حاجت میں صرف کرے جیسا کہ کمال سخاوت یہ ہے کہ آدمی جس چیز کا محتاج ہو وہ دے ڈالے اس طرح کمال بخل یہ ہے کہ آدمی کو جس چیز کی حاجت ہو اسے خود اپنے صرف میں نہ لائے یہاں تک کہ اگر بیمار ہو تو اپنی دوا نہ کرے اور اس کے دل میں آرزوئیں رہیں اور منتظر رہے کہ کسی سے مانگ لوں اپنے مال سے نہ خرچ کر سکے ایثار کی بڑی فضلیت یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ایثار پر انصار کی تعریف فرمائی ﴿یوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصتہ﴾ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص ایسی کوئی چیز پائے جس کی آرزو اس کے دل میں ہو اور اپنی آرزو باقی رکھ اس چیز کو دے ڈالے حق تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں تین دن آسودہ ہو کر کبھی ہم نے نہیں کھایا اور نہ کھا سکے لیکن ایثار کیا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ خوش خلقی اور سخاوت جو تم نے مہمان کے ساتھ کی اس سے حق تعالیٰ کو تعجب ہوا اور یہ آیت نازل ہوئی ﴿یوثرون علی انفسھم الایتہ (۸)﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درگاہ الٰہی

میں عرض کی کہ اے پروردگار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منزلت مجھے دکھا ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ تو اسے دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے لیکن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجوں میں سے ایک درجہ تجھے دکھاتا ہوں جب دکھایا تو یہ خوف تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے نور اور عظمت سے مدہوش ہو جائیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ بارخدایا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ درجہ کاہے سے پایا ارشاد ہوا کہ ایثار سے اے موسیٰ علیہ السلام جو بندہ تمام عمر میں ایک بار ایثار کرتا ہے مجھے یہ شرم آتی ہے کہ اس سے حساب کروں اس کا مقام بہشت ہے جہاں چاہے رہے حضرت عبداللہ ابن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بار سفر میں تھے خرمے کے ایک باغ میں وارد ہوئے ایک غلام حبشی اس باغ کا نگہبان تھا اس غلام کے واسطے تین روٹیاں لائے ایک کتا آ گیا اس نے ایک روٹی اس کتے کو ڈال دی اس نے کھالی دوسری بھی ڈال دی وہ بھی کھالی تیسری بھی ڈال دی کتے نے وہ بھی کھالی حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ ہر روز تیری روزی کس قدر ہے اس نے کہا یہی جو تم نے دیکھی فرمایا کہ پھر تو نے کتے کو سب کیوں کھلا دی اس نے کہا کہ یہاں کتا نہیں رہتا ہے میں نے جانا کہ کہیں دور سے آیا ہے میں نے یہ نہ چاہا کہ بھوکا جائے پوچھا کہ بھلا آج تو کیا کھائے گا اس نے کہا آج میں صبر کروں گا فرمایا کہ سبحان اللہ لوگ سخاوت کے سبب سے مجھے ملامت کرتے ہیں یہ غلام تو مجھ سے بھی زیادہ سخی ہے پھر اس غلام کو مول لے کر آزاد کر دیا اور وہ باغ مول لے کر اس غلام کو دے ڈالا جناب رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصحابہ اجمعین کافروں کی ایذا سے حذر کرتے تھے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ پر سو رہے تا کہ اگر خدانا کردہ کنار رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قصد کریں تو خود حضرت پر سے قربان کروں حق تعالیٰ نے حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل علیہما السلام سے فرمایا کہ تمہارے درمیان میں ہم نے برادری کی اور ایک کی عمر دوسرے

سے بڑی کی تم میں ایسا کون ہے کہ اپنی عمر دوسرے کو دے دے ان میں سے ہر ایک نے اپنی عمر دراز چاہی ارشاد ہوا کہ تم نے بھی ویسا ہی کیوں نہ کیا جیسا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا میں نے اس کو محمد کے ساتھ برادری دی اس نے اپنی جان فدا اور اپنی ذات ایثار کی اور اپنے بھائی کی جگہ پر سو رہا تم دونوں جاؤ اور اس کو دشمن سے بچاؤ دونوں آئے جبرئیل علیہ السلام سرہانے اور میکائیل علیہ السلام پائنتی کھڑے ہوئے اور کہتے تھے واہ واہ خوش رہ اے فرزند ابو طالب کہ حق تعالیٰ اپنے فرشتوں کے ساتھ تیری ذات سے فخر و مباہات کرتا ہے اور یہ آیت نازل ہوئی ﴿ ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات الله الایته ﴾ (۹) حضرت حسن اطالی رحمتہ تعالیٰ ایک اکابر مشائخ میں سے تھے تیس اور کئی آدمی ان کے یاروں میں سے جمع ہوئے سب کے لائق روٹیاں نہ تھیں جس قدر تھیں ان کے ٹکڑے کر کے سبھوں کے سامنے رکھ دیے اور چراغ اٹھائے گئے وہ لوگ دسترخوان پر بیٹھے جب چراغ پھر لائے تو سب ٹکڑے اس طرح رکھے تھے کیونکہ ایثار کے قصد سے کسی نے نہ کھایا کہ ہمارا ساتھی کھائے حضرت حذیفہ عدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جنگ تبوک کے دن بہت لوگ شہید ہوئے میں پانی لیے ہوئے اپنے چچا زاد بھائی کو ڈھونڈھتا تھا اسے پایا تو دم بھر کا مہمان تھا میں نے پوچھا کہ بھائی پانی پیے گا اس نے کہا ہاں پیوں گا دوسرے زخمی نے کہا آہ میرے بھائی نے اشارہ کیا کہ پہلے اس کے پاس لے جا میں اس کے پاس لے گیا وہ حضرت ہشام ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے قریب تھا کہ ان کی روح بدن سے مفارقت کرے میں نے کہا کہ پانی پیو پس اور کسی نے آہ کی حضرت ہشام نے کہا پہلے اسے پانی دو میں جب اس کے پاس پہنچا تو وہ مر چکا تھا پر ہشام کے پاس آیا تو انھیں بھی مردہ پایا جب اپنے چچا زاد بھائی کے پاس آیا تو وہ بھی جان بحق تسلیم ہو چکا تھا بزرگوں نے کہا ہے کہ کوئی شخص دنیا سے ایسا نہیں گیا جیسا آیا تھا مگر حضرت بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ کیونکہ جان کنی کے وقت ایک

سائل آیا اور کچھ مانگا ان کے پاس ایک پیراہن کے سوا اور کچھ نہ تھا اتار دیا اور کپڑا عاریت مانگ کر پہنا اور انتقال کیا۔

سخاوت اور بخل کی حد کا بیان کہ سخی کون ہے اور بخیل کون ہے

اے عزیز جان! تو کہ ہر شخص خود کو سخی جانتا ہے شاید اور لوگ اسے بخیل جانتے ہوں تو اس کی حقیقت پہچاننا ضرور ہے کہ بڑی بیماری ہے تا کہ لوگ اسے جانیں اور اس کا علاج کریں اور ایسا نہیں کہ لوگ اس سے جو کچھ مانگیں وہ دے ہی دے اگر اس بات سے آدمی بخیل ہونے لگے تو سب بخیل ہی ہو جائیں اس میں بہت سے اقوال ہیں اکثر لوگوں کو قول یہ ہے کہ جس پر جو چیز شرعاً دینا واجب ہے اگر وہ نہ دے تو بخیل ہے اور اگر اس کا دینا آسان نہ جانے تو بخیل ہے اور یہ بات ٹھیک نہیں کیونکہ ہمارے نزدیک یہ ہے کہ جو شخص نانبائی کو روٹی اور قصائی کو گوشت پھیر دے کہ یہ کچھ کم ہے وہ بخیل ہے اور جو شخص بیوی لڑکوں کو اس قدر نفقہ دے جتنا قاضی نے مقرر کر دیا ہو اس سے ایک لقمہ زیادہ دنیا روانہ رکھے وہ بخیل ہے اور جو شخص روٹی سامنے لئے بیٹھا ہو اور کوئی فقیر دور سے آ جائے اور وہ اسے دیکھ کر روٹی چھپائے وہ بخیل ہے کیونکہ شرع اسی قدر پر اقتصار کرتی ہے جس قدر کی طاقت بخیل لوگ رکھتے ہیں جیسا حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿ ان یسالکموھا فیحفکم تبخلوا یخرج اضغانکم (۱۰)﴾ تو صحیح یہ ہے کہ بخیل وہ شخص ہے جو دینے کی چیز نہ دے اور حق تعالیٰ نے مال کو ایک حکمت کے واسطے پیدا کیا ہے جب حکمت الٰہی دینا چاہے تو نہ دینا بخل ہے اور دینے کے قابل چیز وہ ہوتی ہے جس کے دینے کا شرع حکم کرے یا مروت اور شرع میں جو جو دینا واجب ہے، وہ معلوم ہے لیکن مروت کی رو سے جو دینا واجب ہے، وہ لوگوں کے احوال اور مقدر مال اور بخیل کے ساتھ بدلتا

رہتا ہے بہت باتیں ایسی ہیں کہ بحسب عادت امیروں سے تو بری معلوم ہوتی ہیں اور فقیروں سے بری نہیں معلوم ہوتیں اہل وعیال کے ساتھ تو بری ہوتی ہیں اوروں کے ساتھ نہیں دوستوں کے ساتھ تو بری ہوتی ہیں بیگانوں کے ساتھ نہیں مہمانی میں بری ہوتی ہیں اور ویسی ہی باتیں بیع اور معاملات میں بری نہیں ہوتیں بوڑھوں سے بری ہوتی ہیں جوانوں سے نہیں مردوں سے بری ہوتی ہیں عورتوں سے نہیں اس کی حد یہ ہے کہ جب مال رکھ چھوڑنا مقصود ہے اور رکھ چھوڑنے سے زیادہ صرف کرنے کی کوئی ضرورت خفیف ہو تو صرف کرنا اسراف ہے' اور بخل واسراف دونوں بد ہیں تو جب کوئی مہمان آ جائے تو مروت کا خیال کرنا مال کے خیال کرنے سے زیادہ ضرور ہے اور اس عذر سے کہ میں زکوٰۃ دے چکا ہوں مہمان کی مہمانداری نہ کرنا بری بات ہے اور بخل ہے اور جب پڑوسی بھوکا ہو اور آدمی کے پاس زیادہ کھانا ہو تو نہ دینا بخل ہے اور جب شریعت اور مروت کے واجبات ادا کر چکا اور مال بہت سا ہے تو خیرات کر کے آخرت کا ثواب ڈھونڈھنا ضرور ہے اور زمانہ کی مصیبتوں اور آفتوں کے لحاظ سے مال رکھ چھوڑنا بھی ضرور ہے لیکن اسے ثواب کی غرض پر مقدم کرنا بزرگوں کے نزدیک بخل ہے اور عوام کے نزدیک بخل نہیں ہے اس واسطے کہ عوام کی نظر اکثر فقط دنیا ہی پر ہوتی ہے اور یہ بات ہر ایک کے حال کے موافق بدلتی رہتی ہے پس اگر کسی نے فقط شریعت اور مروت کے واجبات ادا کئے تو وہ بخل سے تو چھوٹ گیا لیکن سخاوت کا درجہ جب ہی پائے گا کہ اس پر اور زیادہ خرچ کرے اور جس قدر زیادہ خرچ کرے گا اس قدر سخاوت میں اسے درجہ بھی زیادہ ملے گا اور ثواب بھی بہت پائے گا تھوڑا ہو خواہ بہت ہر ایک کو اسی کو قدر درجہ اور ثواب ہے اور آدمی سخی جب ہوتا ہے دنیا اس پر شاق نہ ہو اگر مشکل سے دیتا ہے تو سخی نہ ہوگا اور اگر کبھی کبھی بھی شکر اور مکافات کی امید رکھتا ہے تو بھی سخی نہ ہوگا بلکہ جواد اور سخی حقیقت میں وہی شخص ہوتا ہے جو بے غرض دے یہ امر آدمی سے محال بلکہ یہ حق تعالیٰ ہی کی صفت ہے لیکن

آدمی ثواب آخرت اور نیک نامی پر اکتفا کرے تو اس کو مجازاً سخی کہتے ہیں کہ وہ بالفعل کچھ عوض نہیں چاہتا دنیا میں تو سخاوت یہ ہے اور دین میں سخاوت یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی محبت میں جان قربان کرنے سے باک نہ رکھے اور آخرت میں ثواب پانے کا امیدوار نہ رہے فقط حق تعالیٰ کی محبت ہی جان قربان کرنے کی باعث ہو بلکہ خود فدا کرنا ہی اس کی عین غرض لذت ہو کیونکہ جب کچھ امید رکھے گا تو معاوضہ ہو جائے گا سخاوت نہ رہے گی۔

بخل کے علاج کا بیان

اے عزیز جان! تو کہ علاج بھی علم و عمل سے مرکب ہے علم تو یہ ہے کہ پہلے تو بخل کا سبب پہچان کیونکہ جس بیماری کا سبب تو نہ جانے گا اس کا علاج نہ کر سکے گا خواہشوں کی محبت اس کا سبب ہے اس واسطے کہ بغیر مال کے آدمی اپنی خواہش کو نہیں پہنچ سکتا ہے اس کے ساتھ درازی عمر کی امید بھی ہوتی ہے کیونکہ اگر بخیل جانے کہ ایک دن یا ایک برس سے زیادہ میری زندگی نہیں باقی رہی تو اس کو خرچ کرنا بہت آسان ہو جائے گا مگر یہ کہ فرزند رکھتا ہو کہ فرزند کی بقا کو اپنی بقا جانتا ہے اور اس کا بخل مضبوط ہو جاتا ہے اسی واسطے جناب کریم علیہ الصلوٰۃ التسلیم نے فرمایا ہے کہ فرزند رکھتا ہو کہ فرزند بخیلی اور بزدلی اور نادانی کا سبب ہوتا ہے اور کسی وقت مال کی محبت سے بری خواہش پیدا ہوتی ہے یا محبت مال خواہش نفس کے واسطے نہیں ہوتی بلکہ خود عین مال ہی اس کا معشوق ہوتا ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی عمر بھر مال رکھا ہی رہنے دیتا ہے اور اس نقد کے علاوہ اس کی زمین وغیرہ کی آمدنی اس کی بیوی کو قیامت تک کافی ہوتی ہے لیکن اگر بیمار ہوتا ہے تو اپنی دوا تک نہیں کرتا ہے اور زکوٰۃ نہیں دیتا اور زمین میں مال گاڑ رکھتا ہے حالانکہ جانتا ہے کہ میں مر ہی جاؤں گا اور دشمن میرا مال لے ہی جائیں گے لیکن خرچ کرنے سے بخل اسے باز رکھتا ہے یہ بہت بڑی بیماری ہے بہت کم علاج پذیر ہوتی ہے اب جو تو نے سبب پہچان لیا تو قناعت

سے اور ترک شہوات پر ذرا صبر کرنے سے خواہشوں کی محبت کا علاج کر سکے گا تا کہ مال سے بے پرواہو جائے اور امید زندگی کا علاج آدمی یوں کرے کہ موت کا بہت خیال رکھے اور اپنے ہم جنسوں کو دیکھے کہ وہ غافل تھے اور دفعتہً مر گئے اور حسرت لے گئے دشمنوں نے ان کا مال افسوس کر کر کے بانٹ لیا اور اولاد کی محتاجی کے خوف کا یوں علاج کرے کہ یہ جان لے کہ جس نے انھیں پیدا کیا اور اس نے ان کا رزق بھی ان کے مقدر میں لکھ دیا ہے اگر ان کے مقدر میں محتاجی ہے تو اس کی بخیلی سے تونگر نہ ہو جائیں گے اور وہ مال ضائع کر دیں گے اور اگر ان کے مقدر میں تونگری ہے تو انھیں اور کہیں سے مل ہی جائے گا وہ دیکھتا ہے کہ بہت امیر ایسے ہیں کہ انھوں نے اپنے باپ کی کچھ بھی میراث نہیں پائی اور بہتوں نے میراث پائی اور ضائع کر ڈالی اور یہ جان لے کہ اولاد خدا کی فرمانبردار ہوگی تو خدا خود ہی ان کی ضروریات کو کفایت کرے گا ورنہ محتاجی ہی ان کے واسطے دین و دنیا میں مصلحت ہے تا کہ گناہوں میں مال نہ صرف کریں اور جو حدیثیں بخل کی مذمت اور سخاوت کی ثنا و صفت میں وارد ہیں ان میں غور و تامل کرے اور سوچے کہ دوزخ کے سوا بخیل کا اور کہیں ٹھکانا نہیں اگرچہ عبادت بہت رکھتا ہو تو آدمی کو مال سے اس سے زیادہ اور کیا فائدہ ہوگا کہ دوزخ کی آگ اور خدا کی ناخوشی سے خود کو بچائے اور بخیلوں کے حال میں غور کرے کہ لوگوں کے دلوں پر کیسے گراں ہوتے ہیں اور سب انھیں دشمن رکھتے ہیں اور ان کی ہجو کرتے ہیں یہ سمجھ لے کہ بخل کروں گا تو میں بھی اسی طرح لوگوں کے دلوں میں گراں اور نظروں میں حقیر رہوں گا علمی علاج تو یہ ہے جب ان باتوں میں غور کرے تو اگر بیماری علاج پذیر ہو جائے اور خرچ کرنے کی رغبت اس کے دل میں پیدا ہو تو چاہیے کہ عمل میں مشغول ہو پہلے جیسے ہی خیال آئے فوراً خرچ کرنا شروع کر دے حضرت ابوالحسن ابوسجہ رحمتہ اللہ تعالیٰ نے طہارت خانہ میں مرید کو آواز دی کہ میرا پیراہن لے اور فلانے فقیر کو دے دے مرید نے عرض کیا کہ شیخ

آپ نے باہر نکلنے تک صبر کیوں نہ کیا فرمایا کہ میں ڈرا کہ مبادا دوسرا خیال مجھے آ جائے کہ مجھے باز رکھے اور ممکن نہیں کہ بے مال خرچ کئے بخل جائے جس طرح یہ ممکن نہیں کہ بے سفر کیے اور معشوق سے جدا ہوئے عاشق عشق سے نجات پائے اس طرح مال سے جدا ہونا عشق مال کا بھی علاج ہے فی الحقیقت اگر عشق مال سے نجات پانے کے واسطے آدمی مال کو دریا میں ڈال دے تو بخیلی کر کے رکھ چھوڑنے سے بہتر ہے ایک حیلہ لطیف اور علاج پاکیزہ یہ ہے کہ خود کو نیک نامی پر فریفتہ کرے اور اپنے دل سے کہے کہ خرچ کرتا کہ لوگ تجھے سخی جانیں اور اچھا کہیں ریا اور جاہ کی حرص کو مال کی حرص پر مسلط کر دے حتیٰ کہ جب حرص مال چھوٹے تو ریا کا علاج کرے جس طرح جب لڑکے کا دودھ چھڑاتے ہیں تو پہلے سے اسے اس چیز کی چاٹ پر لگاتے ہیں جسے وہ دوست رکھتا ہوتا کہ اس کے شغل میں دودھ کو بھول جائے اخلاق خبیثہ کے علاج کا یہ بہت اچھا طریقہ ہے کہ ایک صفت کو دوسری صفت پر مسلط کر دیا کریں تا کہ جسے مسلط کیا ہے اس کی قوت کے باعث پہلی صفت سے نجات ملے اس کی مثل ایسی ہے کہ جو خون کپڑے پر سے پانی سے نہیں چھوٹتا ہے اسے پیشاب سے دھوئیں تا کہ شوریت کے سبب پیشاب اسے زائل کر دے پھر پیشاب کو پانی سے دھو ڈالیں تو جو شخص بخل کو ریاء سے دور کرے اس نے نجاست کو نجاست سے دھویا لیکن ریا جب اس کے دل میں قرار نہ پکڑے تو اس کا فائدہ ہوگا اگرچہ بخل اور اپنی تعریف کا شوق دونوں بشریت کے کوچہ سے ہیں لیکن بشریت کے کوچہ میں گلخن بھی ہے اور گلشن بھی بخل تو گلخن ہے اور سخاوت گلشن ہے اور ریا اور نیک نامی کے واسطے سخاوت کرنا حرام نہیں ہے کیونکہ ریا فقط عبادت ہی میں حرام ہے اور دنیا اور رکھ چھوڑنا جو خدا کے واسطے ہوتا ہے وہ بشریت کے کوچے سے باہر ہے اور وہی نہایت محمود اور بہتر ہے تو بخیل کو یہ اعتراض کرنا نہیں پہنچتا ہے کہ فلانا آدمی ریا کے ساتھ خرچ کرتا ہے اس واسطے کہ ریا کے ساتھ خرچ کرنا نہ خرچ کرنے اور اس بخل سے جو ریا کے سبب سے

ہو اولیٰ ہے جیسا کہ گلشن میں ہونا گلخن میں ہونے سے بہتر ہے بخل کا یہی علاج ہے جو بیان ہو یعنی رنج و تکلیف سے دینا حتیٰ کہ عادت ہو جائے اور بعض شیوخ نے اس طور سے مردوں کا علاج کیا ہے کہ ہر ایک کے واسطے جدا جدا گوشہ مقرر کر دیتے کہ اس گوشہ کے ساتھ دل لگ جائے جب دیکھتے کہ اس کے ساتھ دل لگ گیا تو اس کو دوسرے گوشہ میں بھیج دیتے اور اس کا گوشہ دوسرے مرید کو دے دیتے اور اگر دیکھتے کہ مرید نے نیا جوتا پہنا ہے اور اسے اچھا معلوم ہوتا ہے تو کہتے کہ دوسرے مرید کو دے دے وہ دیتا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار نعلین شریفین میں نیا تسمہ ڈالا نماز میں اس پر نظر پڑی آپ نے فرمایا کہ وہی پرانا تسمہ لاؤ نیا تسمہ نکال کر وہی پرانا تسمہ ڈال دیا جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا کیا معلوم ہوا کہ دل سے مال کی محبت دور کرنے کی یہی تدبیر ہے کہ اسے اپنے پاس سے جدا کر دیں اس واسطے کہ جب تک ہاتھ فارغ نہ ہوگا دل بھی فارغ نہ ہوگا اسی سبب سے محتاج فراخ دل ہوتا ہے اور جب اس کے پاس مال جمع ہو جاتا ہے تو وہ ننانوے کے پھیر میں پڑ کر بخیل ہو جاتا ہے اور آدمی کے پاس جو چیز نہیں ہوتی دل اس سے فارغ رہتا ہے۔

حکایت:

کسی بادشاہ کے پاس کوئی شخص فیروزے کا ایک کاسہ جواہر جڑا ہوا ہدیہ لایا وہ کاسہ لاجواب تھا اس کا نظیر نایاب تھا ایک حکیم دربار میں حاضر تھا اس سے بادشاہ نے پوچھا کہ تو نے اس کاسہ کو دیکھا کیسا ہے اس نے عرض کیا میں دیکھتا ہوں کہ اس کاسہ کا انجام یا تو مصیبت ہے یا محتاجی اور اس کے آنے کے پہلے آپ دونوں باتوں سے مطمئن تھے بادشاہ نے کہا کیوں عرض کی کہ اگر ٹوٹ جائے تو مصیبت ہے اس واسطے کہ بے نظیر ہے اور اگر چور لے جائے تو درویشی اور حاجت ہے تاوقتیکہ پھر نہ ملے ناگاہ ایسا اتفاق ہوا کہ وہ کاسہ ٹوٹ گیا بادشاہ کو نہایت رنج ہوا فرمایا حکیم نے سچ

کہا تھا۔

مال کے زہر کے منتر کا بیان

اے عزیز جان! تو کہ مال کی یہ مثال ہے جیسا سانپ کا حال ہے کہ اس میں زہر بھی ہے تریاق بھی جیسا ہم نے بیان کیا ہے تو جو شخص منتر نہ جانے اور اس پر ہاتھ ڈالے وہ ہلاک ہو جائے گا چونکہ مال بالکل برا ہی نہیں ہے اسی سبب سے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں کچھ لوگ مالدار تھے جیسے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف تو مالدار ہونا کچھ عیب نہیں یہ ایسا امر ہے جیسے کوئی لڑکا کسی افسون گر کو دیکھے کہ سانپ پکڑ پکڑ کر اپنی پٹاری میں بھر رہا ہے اور سمجھے کہ یہ سانپ اس واسطے پکڑتا ہے کہ وہ نرم ہے اور ہاتھ میں اچھا معلوم ہوتا ہے اور وہ بھی سانپ پکڑنے پر قدم مارے اور ناگاہ ہلاک ہو جائے مال کے پانچ منتر ہیں پہلا منتر یہ ہے کہ آدمی یہ جان لے کہ مال کو خدا نے کیوں پیدا کیا ہے جیسا ہم بیان کر چکے ہیں کہ قوت اور لباس اور مسکن کے واسطے مال ہوتا ہے کہ یہ چیزیں آدمی کے بدن کے واسطے ضرور ہیں اور بدن حواس کے واسطے اور حواس عقل کے واسطے اور عقل دل کے لئے تا کہ دل خدا کی معرفت سے آراستہ ہو آدمی نے جب یہ سمجھ لیا تو اپنے مطلب کی قدر مال سے دل لگائے اور نیک مصارف میں اندازے کے موافق صرف کرے دوسرا منتر یہ ہے کہ آمد پر نگاہ رکھے تا کہ حرام اور شبہہ کا مال نہ ہو اور ایسی وجہ سے نہ ہو جو مروت کے برخلاف ہے جیسے رشوت اور گدائی اور حمامی کی اجرت اور مثل اس کے تیسرا منتر یہ ہے کہ مقدار مال کو نگاہ رکھے کہ قدر حاجت سے زیادہ جمع نہ ہونے پائے جو قدر حاجت سے زیادہ ہے کہ زاد راہ دین میں اس کی حاجت نہیں اسے حاجت مندوں کا حق جانے اگر کوئی محتاج آئے تو جو کچھ قدر حاجت سے زائد اس کے پاس ہے وہ محتاج کو دے دے بچا نہ رکھے اور اگر ایثار کی قدرت نہیں رکھتا ہے تو محل حاجت میں صرف کرے چوتھا منتر یہ ہے کہ خرچ نگاہ رکھے اور اسراف نہ کرے تھوڑے پر قناعت

حلال چھوڑا ان کا کیا خوف ہے یہ خبر حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچی نہایت غصہ میں باہر نکل آئے اونٹ کی ہڈی ہاتھ میں لئے حضرت کعب الاحبار کو مارنے کے واسطے ڈھونڈھتے تھے وہ بھاگے اور امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں گئے اور ان کی پیٹھ کے پیچھے پناہ لی حضرت ابوذر بھی ان کے پیچھے پیچھے گئے اور کہا کہ ہاں اے یہودی بچے تو کہتا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن نے جو مال چھوڑا وہ کیا نقصان رکھتا ہے حالانکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن احد کی طرف جاتے تھے اور میں ساتھ تھا فرمایا کہ اے ابوذر میں نے جواب دیا لبیک یا رسول اللہ فرمایا کہ مال دار لوگ قیامت میں سب سے کمتر اور آخر تر ہوں گے مگر وہ شخص جو داہنے بائیں آگے پیچھے مال پھینکتا ہے اور خرچ کرتا ہے اے ابوذر میں نہیں چاہتا کہ میرے پاس کئی کوہ احد کے برابر مال ہو اور خدا کی راہ میں صرف کروں اور جس دن مروں تو مجھے دو قیراط بچ رہیں جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا ہے او یہودی بچے تو یوں کہتا ہے تو تو جھوٹا ہے اور کسی نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کچھ جواب نہ دیا ایک بار حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اونٹوں کا لشکر یمن کی تجارت سے آیا مدینہ میں شور اور غلغلہ پڑ گیا ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا یہ کیا ہے لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت عبدالرحمٰن کے اونٹ ہیں حضرت صدیقہ نے فرمایا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا تھا یہ خبر حضرت عبدالرحمٰن کو پہنچی حضرت صدیقہ کے اس کلمہ سے متفکر ہو کر اسی وقت حضرت صدیقہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا ام المومنین رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا فرمایا تھا فرمایا کہ آپ نے ارشاد کیا تھا کہ جنت مجھے دکھائی گئی اپنے محتاج اصحاب کو میں نے دیکھا کہ دوڑے چلے جاتے ہیں اور تونگر صحابی کو نہیں دیکھا مگر عبدالرحمٰن ابن عوف کو کہ وہ گرتا پڑتا جنت کے دروازہ تک پہنچا حضرت عبدالرحمٰن نے کہا کہ

ان اونٹوں کو اور جو مال ان پر ہے میں فی سبیل اللہ تصدق کیا اور ان سب غلاموں کو آزاد کر دیا تا کہ شاید میں بھی ان محتاج اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جا سکوں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے فرمایا کہ میری امت کے امیروں میں سب سے پہلے تو جنت میں جائے گا مگر جد و جہد سے اندر جا سکے گا ایک بڑے صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ روز ہزار دینار حلال سے کسب کروں اور خدا کی راہ میں صرف کروں اگر چہ اس سبب سے جماعت کی نماز سے باز نہ رہوں لوگوں نے کہا کیوں کہا موقف سوال میں خدا مجھ سے استفسار فرمائے گا کہ اے میرے بندے تو کہاں سے لایا تھا اور کہاں خرچ کیا میں سوال اور حساب کی طاقت نہیں رکھتا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص کے لائیں گے اس نے وجہ حرام سے مال کمایا ہو گا اور حرام میں اڑایا ہو گا اسے دوزخ میں بھیج دیں گے دوسرے کو لائیں گے اس نے وجہ حلال سے مال کمایا ہو گا اور حرام میں لٹایا ہو گا اسے بھی دوزخ میں بھیج دیں گے تیسرے کو لائیں گے اس نے حرام سے مال جمع کیا ہو گا اور حلال میں خرچ کیا ہو گا اسے بھی دوزخ میں روانہ کریں گے چوتھے کو لائیں گے اس نے حلال سے مال پیدا کیا ہو گا اور حق حلال میں خرچ بھی کیا ہو گا حکم ہو گا اسے ٹھہراؤ اس واسطے کہ شاید یہ مال ڈھونڈھنے میں اس نے طہارت میں کوئی قصور کیا ہو یا رکوع و سجود میں کچھ فتور پیدا ہوا ہو یا وقت پر شرط کے ساتھ اس نے نماز نہ پڑھی ہو وہ شخص عرض کرے گا کہ اے پروردگار میں نے حلال سے کمایا اور بجا اور حق مصرف میں صرف کیا اور کسی فرض میں قصور نہیں کیا اور اس مال کے سبب سے تفاخر نہیں کیا کہیں گے شاید گھوڑا اور لباس مکلّف رکھا ہو اور فخر و نخوت سے چلا ہو وہ عرض کرے گا کہ بار خدایا میں نے اس مال کے سبب سے تفاخر بھی نہیں کیا ہے کہیں گے شاید تو نے کسی یتیم یا مسکین یا پڑوسی یا بیگانہ کے حق میں تقصیر کی ہو وہ عرض کرے گا کہ بار خدایا میں نے یہ مال حلال سے

پیدا کیا اور حق بات میں صرف کیا اور فرائض میں کچھ قصور نہیں کیا پھر سب لوگ آئیں گے اور اسے گھیریں گے اور عرض کریں گے کہ بار خدایا تو نے ہم میں اس شخص کو مال اور نعمت عطا کی تھی ہمارے حق کی نسبت باز پرس کر۔ ایک ایک کے حق کی نسبت پرسش ہوگی اگر کچھ تقصیر نہ کی ہوگی تو حکم ہوگا کہ کھڑا رہ اب ان نعمتوں کا شکر پیش کر جو لقمہ تو نے کھایا اور جو مزہ تو نے پایا ہے اس کا شکر سامنے لا اس طرح پوچھیں گے اسی سبب سے تھا کہ بزرگوں میں سے کوئی شخص تونگری پر راضی نہ ہوا کہ اگر عذاب نہ ہوگا مگر اس طرح سے ذرا ذرا سی بات کا حساب تو ہوگا بلکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو پیشوائے امت تھے آپ نے اس واسطے فقیری اختیار کی کہ امت کو معلوم ہو جائے کہ فقیری بہتر ہے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے جناب رحمتہ للعالمین کی خدمت میں گستاخی حاصل تھی ایک دن آپ ایک دن آپ نے فرمایا کہ آ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کو چلیں جب ان کے گھر کے دروازے پر پہنچے دروازہ کھٹکھٹا کر فرمایا السلام علیکم ہم اندر آئیں انھوں نے عرض کیا آیئے فرمایا میں ہوں اور ایک شخص میرے ساتھ ہے جناب سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ یا رسول اللہ میرے تمام بدن پر ایک پرانی کملی کے سوا اور کچھ کپڑا نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ وہی کملی اپنے بدن پر لپیٹ لو انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ تمام بدن پر لپیٹ لی مگر سر کھلا ہے پرانی چادر آپ نے پھینک دی کہ سر پر ڈال لو پھر آپ اندر تشریف لے گئے اور پوچھا اے فرزند عزیز کیسی ہو انھوں نے عرض کیا کہ نہایت بیمار اور دردمند ہوں اس وجہ سے اور بھی زیادہ تکلیف ہوتی ہے کہ اس بیماری میں بھوکی ہوں اور کچھ نہیں اور کچھ نہیں پاتی ہوں کہ کھاؤں اب بھوک کی تاب نہیں۔ جناب سلطان الانبیاء حضرت محبوب خدا علیہ افضل واکمل الثنا بے اختیار رونے لگے اور فرمایا لگے اور فرمایا کہ اے فاطمہ بے صبری نہ کر قسم خدا کی تین دن ہوئے کہ میں نے بھی کچھ چکھا تک نہیں اور حق تعالیٰ کے نزدیک میرا

درجہ تجھ سے زیادہ ہے اگر میں کچھ مانگتا تو وہ عنایت فرماتا لیکن میں نے دنیا پر آخرت کو اختیار کیا ہے پھر اپنا دست مبارک ان کے کاندھے پر رکھا اور فرمایا کہ بشارت ہو تجھ کو قسم خدا کی تو بہشت کی عورتوں کی سردار ہے جناب سیدہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ پھر آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرعون کی بی بی اور مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں کیا ہیں فرمایا کہ ان میں سے ہر ایک اپنے عالم کی سردار ہیں اور تو تمام عالم کی عورتوں کی سردار ہے تم سب ایسے ایسے چاندی سونے کے آراستہ مکانوں میں رہو گی جس میں نہ غل ہے نہ دکھ نہ دھندا پھر فرمایا کہ اے بیٹی تو بس کر میرے چچا زاد بھائی پر جو تیرا شوہر ہے کہ میں نے ایسے کے ساتھ تجھے جفت کیا ہے جو دنیا اور آخرت میں سردار ہے۔

حکایت:

ایک مرد نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کی صحبت میں رہا کروں اور آپ کے ساتھ چلا حتیٰ کہ ایک شہر کے کنارے پہنچے تین روٹیاں پاس تھیں دو کھائیں ایک باقی رہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام گئے جب پھر آئے تو روٹی نہ دیکھی فرمایا کہ کون لے گیا اس شخص نے کہا میں نہیں جانتا پھر وہاں سے بڑھے ایک ہرنی دو بچوں سمیت آتی تھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک کو آواز دی وہ آپ کے پاس چلا آیا آپ نے اسے ذبح کیا وہ اسی وقت بھن گیا دونوں آدمیوں نے آسودہ ہو کر کھایا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ زندہ ہو جا حکم الٰہی سے وہ زندہ ہو کر چلا گیا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس مرد سے فرمایا کہ تجھے قسم ہے اس خدا کی جس نے یہ معجزہ تجھے دکھایا بتا تو وہ روٹی کیا ہوئی اس نے پھر یہی کہا کہ میں نہیں جانتا وہاں سے بڑھے ایک دریا کے قریب پہنچے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور دونوں آدمی پانی کے اوپر چل نکلے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تجھے قسم ہے اس خدا کی جس نے یہ معجزہ تجھے دکھایا بتا تو

کہ وہ روٹی کیا ہوئی پھر اس نے کہا میں نہیں جانتا وہاں سے آگے بڑھے ایک جگہ پہنچے وہاں ریت بہت تھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس ریت کو جمع کیا اور فرمایا کہ خدا کے حکم سے تو سونا ہو جا وہ ریت سب سونا ہو گئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کے تین حصے کیے اور فرمایا کہ ایک حصہ تیرا ہے ایک میرا ہے ایک اس شخص کا ہے جو روٹی لے گیا اس مرد نے سونے کے لالچ کے مارے اقرار کر لیا کہ وہ روٹی میرے پاس ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اب سب تیرا حصہ ہے اور اس کے حوالے کر کے چلے گئے دو آدمی اس کے پاس پہنچے چاہا کہ اسے مار ڈالیں اور سونا چھین لیں اس نے کہا مجھے قتل نہ کرو ان تینوں حصوں میں سے ایک ایک آدمی ایک ایک حصہ لے گا پھر ایک آدمی سے کہا کہ ہمارے واسطے کھانا مول لے آ وہ گیا اور کھانا مول لیا اور اپنے جی میں کہا کہ افسوس کی بات ہے کہ یہ لوگ وہ سونا لے جائیں میں اس کھانے میں زہر ملا دوں وہ کھا کر مر جائیں اور میں سب سونا لے لوں اور ان دونوں آدمیوں نے آپس میں کہا کہ اسے سونا کیوں دیں وہ پھر کر آئے تو اسے مار ڈالیں اور سونا اٹھا لے جائیں جب وہ پھر کر آیا ان دونوں آدمیوں نے اسے مار ڈالا اور اس کا لایا ہوا کھانا جو کھایا تو خود بھی مر گئے اور سونا اسی طرح پڑ رہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب ادھر سے پھرے تو سب سونا وہیں پر دیکھا اور تین مردے پڑے ہوئے دیکھے فرمایا یارو دنیا ایسی ہی ہوتی ہے اس سے حذر کرو اس حکایت سے معلوم ہوا کہ آدمی اگرچہ استاد اور افسوں گر ہو مگر اولیٰ یہی ہے کہ مال پر نظر نہ ڈالے اور اس کے گرد نہ پھٹکے مگر بقدر حاجت لے اس واسطے کہ سانپ پکڑنے والے کو آخر سانپ ہی مارتا ہے واللہ اعلم الصواب۔

۱ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ کھولو تم اپنے ہاتھ کو ایسا کھولنا کہ بیٹھو تم ملامت کیے گئے حسرت میں۔

۲ شیطان تم سے فقیری کا وعدہ کرتا ہے اور بری باتوں کا حکم کرتا ہے۔

۳ نجیب اونٹ تیز چلنے والے بیش قیمت عمدہ اونٹ کو کہتے ہیں۔

سعادت آخرت اس شخص کے واسطے ہم نے مقرر کی ہے جو دنیا میں بزرگی اور جاہ نہ ڈھونڈھے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے وہ لوگ جنتی ہیں جو خاک آلود پریشان ہو کثیف لباس ہوں کوئی ان کی قدر و منزلت نہ کرتا ہو اگر امیروں کے گھر میں جانے کی اجازت چاہیں تو لوگ نہ جانے دیں اگر نکاح کرنا چاہیں تو کوئی شخص انھیں اپنی لڑکی نہ دے اگر بات کہیں تو کوئی ان کی بات نہ سنے ان کی آرزوئیں ان کے سینوں میں موجزن رہی ہوں قیامت کے دن ان لوگوں کو نور تقسیم کیا جائے گا تو تمام خلق کو پہنچ جائے گا شعر خاکساران جہاں را حقارت منگر تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد اور فرمایا ہے کہ بہت خاکسار کہنہ لباس ایسے ہیں کہ اگر خدا کو قسم دلا کر بہشت مانگیں تو خدا انھیں عنایت فرمائے اور اگر دنیا کی کوئی چیز چاہیں تو نہ ملے اور فرمایا ہے کہ بہت لوگ ایسے ہیں کہ اگر تم سے ایک دینار ایک ایک درہم یا ایک حبہ مانگیں تو تم نہ دو اور اگر خدا سے جنت مانگیں تو وہ عنایت کر دے اور اگر دنیا مانگیں تو خدا نہ دے اور دنیا نہ دینے کی وجہ یہ نہیں کہ وہ ذلیل اور بے قدر ہیں امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں حاضر ہوئے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روتے دیکھا پوچھا کیوں روتے ہو عرض کیا کہ میں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا ہے کہ ذرا سی ریا بھی شرک ہے اور حق تعالیٰ ایسے چھپے ہوئے پرہیز گاروں کو دوست رکھتا ہے کہ جو غائب ہو جائیں تو کوئی انھیں نہ ڈھونڈھے اور اگر حاضر ہوں تو کوئی نہ پہچانے ان کے دل راہ ہدایت کے چراغ ہوتے ہیں اور تمام شبہوں اور ظلمتوں سے پاک ہوتے ہیں حضرت ابراہیم ادہم رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ جو شخص نیک نامی اور شہرت کو دوست رکھتا ہے وہ خدائے پاک کے دین میں کامل نہیں ہے حضرت ایوب علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ صدق کی علامت یہ ہے کہ آدمی یہ نہ چاہے کہ مجھے کوئی پہچانے حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے پیچھے ان کے کئی شاگرد جاتے تھے امیر المومنین

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو درے مارے انھوں نے عرض کی کیا یا امیر المومنین دیکھیے آپ یہ کیا کرتے ہیں فرمایا کہ یہ امر پیچھے چلنے والے کے حق میں باعث ذلت ہیں اور آگے چلنے والے کے حق میں موجب غرور نخوت ہے حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا ہے کہ جو احمق لوگوں کو اپنے پیچھے پیچھے چلتے دیکھتا ہے کسی حالت میں اس کا دل ٹھکانے نہیں رہتا حضرت ایوب علیہ السلام کہیں سفر کو جاتے تھے کچھ لوگ ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگے فرمایا کہ اگر حق سبحانہ تعالیٰ یہ جانتا ہوتا کہ میں اس امر سے کارہ ہوں تو میں اس کے غضب سے ڈرتا حضرت ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ اگلے بزرگ ایسے کپڑے کو برا جانتے تھے کہ نئے یا پرانے ہونے کے سبب سے جس پر انگلیاں اٹھیں بلکہ ایسا ہونا چاہیے کہ کوئی اس کا ذکر نہ کرے حضرت بشر حافی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے کہ میں کسی کو ایسا نہیں جانتا کہ وہ اس بات کو دوست رکھتا ہو کہ لوگ مجھے پہچانیں اور اس کا دین تباہ اور رسوا نہ ہو۔

حقیقت جاہ کا بیان

اے عزیز جان! تو کہ جس طرح تونگری کے یہ معنی ہیں کہ مال و زر اس کی ملک میں ہو اور اس کے قبض و تصرف میں رہے اسی طرح محتشم اور صاحب جاہ کے یہ معنی ہیں کہ لوگوں کے دل اس کی ملک میں ہوں یعنی اس کے مسخر ہوں اس کا تصرف لوگوں کے دلوں میں جاری ہو اور جب آدمی کا دل کسی کا مسخر ہو جاتا ہے تو بدن اور مال بھی دل کا تابع ہے اور جب تک کسی کے ساتھ نیک اعتقاد نہ ہو تب تک دل اس کا مسخر نہیں ہوتا جیسے کہ کسی شخص کی عظمت آدمی کے دل میں سما جائے کسی کمال کی وجہ سے جو اس شخص میں ہے یا علم یا عبادت یا نیک خلقی یا قوت یا ایسی چیز کے سبب سے جسے لوگ کمال اور بزرگی جانتے ہیں آدمی نے جب یہ اعتقاد کیا تو دل مسخر ہو گیا خوشی اور رغبت سے آدمی اس شخص کی اطاعت کرتا ہے اور اپنی زبان اس کی مدح و ثنا میں

کھولتا ہے اور بدن سے اس کی خدمت میں مستعد رہتا ہے اور مال فدا کرنے پر آمادہ رہتا ہے جس طرح غلام اپنے آقا کا مسخر رہتا ہے اسی طرح وہ آدمی صاحب جاہ کا مرید اور دوست دار اور مسخر رہتا ہے بلکہ غلام زبردستی سے مسخر ہوتا ہے اور یہ اپنی طبیعت اور خوشی سے تو مال سے چیزوں کی ملک مقصود ہے اور جاہ سے دلوں کی ملک اور بہت آدمیوں کو مال سے جاہ زیادہ پیارا ہوتا ہے اس کے تین سبب ہیں ایک سبب تو یہ ہے کہ مال اس سبب سے پیارا ہوتا ہے کہ اس کے سبب سے حاجتیں نکل سکتی ہیں اور جاہ بھی ایسی ہے بلکہ جو شخص صاحب جاہ ہوا سے مال حاصل کرنا آسان ہوتا ہے لیکن اگر کمینہ یہ چاہے کہ مال کی بدولت جاہ حاصل کروں تو یہ مشکل ہے دوسرا سبب یہ ہے کہ مال میں یہ ڈر رہتا ہے کہ مبادا ضائع ہو جائے یا چور لے جائیں یا خرچ ہو جائے اور جاہ میں یہ ڈر نہیں تیسرا سبب یہ ہے کہ مال بے رنج تجارت وحراست زیادہ نہیں ہوتا اور جاہ سرایت کرتا ہے اور زیادہ ہوتا ہے اس واسطے کہ جس کا دل تیرے دام عقیدت میں پھنسا وہ تمام جہان میں تیری تعریف کرتا پھرتا ہے حتیٰ کہ اور لوگ بھی نادیدہ تیرے پھندے پھنستے ہیں اور آدمی جتنا زیادہ مشہور ہوتا ہے اتنا اس کا جاہ بھی بڑھتا ہے اور تابعین زیادہ ہوتے ہیں تو جاہ و مال دونوں مطلوب ہیں اس واسطے کہ سب حاجتیں نکلنے کا وسیلہ ہیں اور یہ آدمی کی طبیعت سے ہے کہ ان شہروں میں اپنے نام اور جاہ کو دوست رکھتا ہے کہ جہاں جانتا ہے کہ میں ہرگز نہ پہنچوں گا اور چاہتا ہے کہ تمام عالم اس کی ملک رہے اگرچہ یہ جانتا ہو کہ میں اس کا محتاج نہ ہوں گا اور اس کا بھید بہت بڑا ہے وہ یہ ہے کہ آدمی فرشتوں کے گوہر سے اور حق سبحانہ تعالیٰ کے کاموں سے ہے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ قل الروح من امر ربی ﴾ (۱) تو چونکہ حضرت ربوبیت سے ازبس مناسبت رکھتا ہے لہٰذا ربوبیت ڈھونڈھنا اس کی طبیعت ہے اور وہ جو فرعون نے کہا تھا ﴿ انا ربکم الاعلی ﴾ اس کی چاہ ہر ایک کے باطن میں گھسی ہوئی ہے تو ہر شخص بالطبع ربوبیت کو دوست رکھتا ہے اور ربوبیت

کے یہ معنی ہیں کہ سب وہی ہو اس کے ساتھ کوئی دوسری چیز ہووے ہی نہ کیونکہ جب دوسری چیز ہوگی تو کمال نہ رہے گا نقصان ہو جائے گا آفتاب اسی سے کامل ہے ایک ہی ہے اور تمام اس کا نور ہے اگر آفتاب کے ساتھ کوئی دوسرا ہوتا تو آفتاب ناقص ہو جاتا اور یہ کمال کہ سب وہی ہو جناب احدیت کی خصوصیت ہے اس واسطے کہ حقیقت میں ہست وہی ہے بس اس کے سوا اور کچھ موجود ہی نہیں اور جو کچھ ہے وہ اسی کی قدرت کا نور ہے تو اس کا تبع ہے شریک اور ساتھی نہیں جیسا کہ نور آفتاب تبع آفتاب ہے' آفتاب کے مقابلے میں نور آفتاب دوسرا موجود اور آفتاب کا شریک اور ساتھی نہیں ہے کہ اگر دوئی ظاہر ہوئی تو آفتاب کا نقصان ہے آدمی کی طبیعت میں یہ ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ سب میں ہی ہوں چونکہ اس سے عاجز ہے کیونکہ موجودات دو قسم پر ہیں ایک قسم وہ ہے کہ اس پر آدمی کا تصرف نہیں ہو سکتا جیسے آسمان اور ستارے اور ملائیکہ اور شیاطین اور جو کچھ زمین کے نیچے اور دریاؤں کے قعر اور پہاڑوں کے عمق میں ہے تو آدمی چاہتا ہے کہ علم کے سبب سے ان چیزوں پر مستولی اور محیط ہو جائے تا کہ سب اس کے علم کے تصرف میں آ جائیں اگرچہ اس کی قدرت کے تصرف میں نہیں آتے اسی سبب سے آدمی چاہتا ہے کہ ملکوت زمین و آسمان اور عجائب بحر و بر اور سب اسے معلوم رہیں جیسے جو شخص شطرنج بسانے سے عاجز ہوتا ہے مگر یہ چاہتا ہے کہ اسے معلوم ہو کیونکر بسائی ہے کیونکہ یہ بھی استیلا کی ایک قسم ہے دوسری قسم وہ ہے کہ جس پر آدمی تصرف کر سکتا ہے روئے زمین میں ہے اور جو کچھ زمین پر نباتات حیوانات جمادات ہیں آدمی چاہتا ہے کہ سب میری ہی ملک ہو جائیں یعنی اسی کے تصرف میں رہیں تا کہ اسے سب پر کمال قدرت اور کمال استیلا ہو اور جو کچھ زمین پر ہے ان سب میں آدمیوں کا دل بہت نفیس ہے آدمی چاہتا ہے کہ وہ بھی میرے ہی مسخر ہیں اور میں ہی ان پر تصرف کروں تا کہ ہمیشہ میری ہی یاد میں مشغول رہیں جاہ کے یہی معنی ہیں تو ربوبیت کو آدمی بالطبع دوست رکھتا ہے

کہ اس کی نسبت اس طرف کھینچتی ہے اور اسی درگاہ سے آتی ہے اور ربو بیت کے یہ معنی ہیں کہ سب کمال اس کو ہو اور کمال استیلا میں ہوتا ہے اور استیلا علم قدرت سے حاصل ہوتا ہے اور آدمی کی قدرت مال و جاہ سے ہوتی ہے تو محبت جاہ و مال کا یہی سبب ہے۔

فصل:

اگر کوئی شخص کہے کہ جب کمال ربو بیت کی طلب آدمی کی طبیعت ہے اور وہ علم قدرت کے سوا نہیں ہے اور طلب علم اچھی بات ہے کیونکہ وہ طلب کمال ہے تو چاہیے کہ طلب مال و جاہ بھی اچھی بات ہو کیونکہ یہ بھی طلب قدرت ہے اور قدرت منجملہ صفات خدائے لازوال ہے جیسے علم اور بندہ جتنا کامل تر ہوتا ہے اتنا ہی حق تعالیٰ سے نزدیک تر ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ علم و قدرت بھی دو کمال ہیں اور منجملہ صفات ربو بیت ہیں لیکن آدمی علم حقیقی حاصل کر سکتا ہے قدرت حقیقی نہیں حاصل کر سکتا اور علم ایسا کمال ہے کہ فی الحقیقت ممکن ہے کہ آدمی کو حاصل ہو جائے اور اس کے ساتھ رہے لیکن قدرت نہیں حاصل ہوتی آدمی سمجھتا ہے کہ حاصل ہو گئی پھر اس کے ساتھ نہیں رہتی کیونکہ قدرت تو مال اور خلق سے علاقہ رکھتی اور مرنے کے ساتھ ہی آدمی سے منقطع ہو جاتی ہے اور جو چیز مرنے سے زائل ہو جائے وہ منجملہ باقیات صالحات نہیں ہے اور اس کی تلاش میں اوقات صرف کرنا نادانی ہے تو قدرت اس قدر کام آتی ہے جو تحصیل علم کا وسیلہ ہو اور علم کا قیام دل کے ساتھ ہے بدن کے ساتھ نہیں اور دل باقی اور ابدی ہے عالم جب اس جہان سے جاتا ہے تو علم اس کے ساتھ رہتا ہے اور وہ علم ایسا نور ہوتا ہے کہ اس کے سبب سے عالم جناب الٰہی کو دیکھے حتیٰ کہ ایسی لذت پائے کہ جنت کی سب لذتیں اس کے سامنے حقیر اور ناچیز ہو جائیں اور علم کو کسی ایسی چیز سے علاقہ نہیں ہے جو موت کے سبب سے زائل ہو جائے کیونکہ علم کو نہ مال سے علاقہ ہے نہ خلق کے دلوں سے بلکہ خدا کی ذات اور صفات سے علاقہ

ہے اور اس کی حکمت سے جو ملک اور ملکوت میں ہے اور عجائب معقولات سے جو جائزات اور واجبات اور محالات میں ہیں اور یہ چیزیں ازلی اور ابدی ہیں کیونکہ ہرگز نہیں بدلتیں اس واسطے کہ واجب ہرگز محال نہیں ہوتا اور محال ہرگز جائز نہیں ہوتا اور جو علم مخلوق اور فانی چیزوں سے علاقہ رکھتا ہے وہ کسی گنتی میں نہیں مثلاً علم لغت کہ لغت حادث اور فانی ہے اور اس کی قدر اس وجہ سے ہے کہ قرآن حدیث کے معنی سمجھنے کا وسیلہ ہے اور قران و حدیث کو سمجھنا معرفت خدا کا وسیلہ ہے اور خدا کی راہ میں جو گھاٹیاں ہیں انھیں طے کرنے کا ذریعہ ہے تو جو چیز متغیر اور فنا ہو جاتی ہے اس کا علم خود مقصود نہیں ہوتا بلکہ علم ازلیات کا تابع ہوتا ہے اور علم ازلیات وہ ہے جو منجملہ باقیات صالحات ہے وہ جناب الٰہی ہے کہ ازلی اور ابدی ہے تغیر کو اس میں دخل نہیں تو آدمی کو ازلیات کا علم ازلیات وہ ہے جو منجملہ باقیات صالحات ہے وہ جناب الٰہی ہے کہ ازلی اور ابدی ہے تغیر کو اس میں دخل نہیں تو آدمی کو ازلیات کا علم جس قدر زیادہ ہو اسی قدر وہ حق تعالیٰ سے نزدیک ہوتا ہے تو آدمی کو علم حقیقی ہے قدرت حقیقی نہیں ہے مگر ایک طرح کی قدرت بھی باقیات صالحات میں سے ہے وہ حریت ہے یعنی خواہشوں کے ہاتھ سے آزاد ہو جانا کیونکہ جو پابند شہوات ہے وہ شہوات کا بندہ ہے اسے جو حاجت ہوتی ہے اس کے سبب سے اس کا نقصان ہوتا ہے تو اس حاجت سے آزاد ہونا اور شہوات پر قادر ہو جانا ایسا کمال ہے کہ حق تعالیٰ اور ملائیکہ کے صفات سے بایں وجہ نزدیک ہے کہ اس سبب سے آدمی تغیر اور حاجت سے دورتر رہتا ہے اور جس قدر تغیر اور حاجت سے دورتر رہتا ہے اسی قدر ملائیکہ کے مانند ہو جاتا ہے فی الحقیقت ایک کمال تو علم اور معرفت ہے دوسرا خواہشوں کے ہاتھ سے آزادی اور حریت اور مال و جاہ و کمال دکھائی دیتا ہی نہیں اور مرنے کے بعد باقی نہیں رہتا پس خلق کو طلب کمال ضرور ہے بلکہ خلق اس امر کی مامور ہے مگر کمال حقیقی سے جاہل ہے اور جو چیز کمال نہیں ہے خلق اسے کمال جانتی ہے اور سب لوگ اسی کی

طرف متوجہ ہیں اور جو مال ہے اس کی طرف پیٹھ کر دی ہے سب لوگ اپنے نقصان کی راہ چلتے ہیں اسی سبب سے حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ﴿ والعصر ان الانسان لفی خسر ﴾ (۲)۔

فصل:

اے عزیز جان تو کہ جاہ بھی مال کے مثل ہے جس طرح مال سب برا نہیں بلکہ بقدر کفایت زاد راہ آخرت ہے اور کثرت مال میں اگر دل مستغرق ہو جائے تو مال راہ آخرت میں راہزن ہو جاتا ہے یہی حال جاہ کا بھی ہے کیونکہ آدمی کو خادم اور رفیق ضرور ہے کہ اس کی خدمت اور معاونت کرے اور بادشاہ بھی درکار ہے کہ ظالموں کے شر سے اسے بچائے اور ضرور ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں آدمی کی کچھ قدر و منزلت ہو تو ان لوگوں کے دلوں میں اپنی جاہ اس قدر چاہنا جس سے یہ مقصود حاصل ہو جائے درست ہے جیسا حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے ﴿ انی حفیظ علیم ﴾ (۳) اسی طرح اگر استاد کے دل میں اس کی قدر نہ ہوگی تو اسے تعلیم نہ کرے گا اور اگر شاگرد کے دل میں اس کی منزلت نہ ہوگی تو اس سے تعلیم نہ لے گا تو طلب جاہ بقدر کفایت مباح ہے جیسے طلب مال بقدر کفایت درست ہے لیکن آدمی جاہ کو چار طور سے طلب کر سکتا ہے اس میں دو مباح ہیں اور دو حرام جو دو طریقے حرام ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اپنی عبادت اظہار کر کے طلب کرے کیونکہ یہ حرام اور ریا ہے عبادت خالصاً مخلصاً خدا ہی کے واسطے ہونا چاہیے اس طریقہ سے طلب جاہ حرام ہے دوسرا حرام طریقہ یہ ہے کہ دغا دے اور خود ایسی صفت کے ساتھ موصوف ظاہر کرے جو اس میں نہ ہو مثلاً یوں کہنا کہ میں علوی ہوں میرا نسب یہ ہے یا میں فلانا پیشہ جانتا ہوں اور نہ جانتا ہو یہ ایسا ہے جیسے دغا سے طلب مال کرنا اور وہ دو طریقے جو مباح ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایسی چیز سے طلب جاہ کرے جس میں دغا نہ ہو اور وہ چیز عبادت نہ ہو دوسرا مباح طریقہ یہ ہے

کہ اپنا عیب چھپائے کیونکہ فاسق اگر اپنا گناہ اس واسطے پوشیدہ رکھے کہ اسے بادشاہ کے نزدیک جاہ و مرتبہ حاصل ہو اس واسطے نہیں کہ بادشاہ اسے پارسا جانے تو یہ بھی مباح ہے۔

محبت جاہ کے علاج کے بیان

اے عزیز جان تو کہ محبت جاہ جب دل پر غالب ہو جاتی ہے تو دل کی بیماری ہو جاتی ہے اور علاج کی حاجت پڑتی ہے اس واسطے کہ وہ محبت مال کی طرح ضرور بالضرور آدمی کو نفاق ریا جھوٹ فریب عداوت حسد مناقشہ اور گناہوں کی طرف کھینچتی ہے بلکہ محبت مال سے بدتر ہے کیونکہ اس سے زیادہ آدمی کی طبیعت پر غالب ہے اور جو شخص جاہ و مال اسی قدر حاصل کرے جس میں اس کا دین سلامت رہے اور اس سے زیادہ نہ چاہے وہ شخص بیمار نہیں ہے اس واسطے کہ اس نے حقیقت میں جاہ و مال کو دوست نہیں رکھا بلکہ فراغت کار دین کو دوست رکھا لیکن کوئی ایسا ہوتا ہے کہ جاہ کو اس قدر دوست رکھتا ہے کہ اس کا تمام خیال خلق ہی میں ڈوبا رہتا ہے کہ خلق مجھے کیونکر دیکھتی ہے اور مجھے کیا کہتی ہے اور میری نسبت کیا اعتقاد رکھتی ہے کسی کام میں ہو مگر اس کا خیال اس امر میں لگا رہتا ہے کہ لوگ مجھے کیا کہتے ہیں تو اس پر اس بیماری کا علاج فرض ہے اور اس کا علاج علم و عمل سے مرکب ہے علاج علمی یہ ہے کہ جاہ کی آفتیں جو دین و دنیا میں ہیں ان میں غور کرے دنیا میں تو یہ آفتیں ہیں کہ طالب جاہ ہمیشہ رنج و مذلت اور خلق کے دلوں کی رعایت میں مشغول رہتا ہے اور جاہ حاصل نہ ہو تو خود ذلیل رہتا ہے اور اگر حاصل ہو تو لوگ اس کے قصد میں رہتے ہیں اس کا حسد کیا کرتے ہیں اور یہ ہمیشہ عداوت اور دشمنوں کا قصد دفع کرنے کے رنج میں رہتا ہے اور دشمنوں کے مکر اور عذر سے ایمن نہیں رہتا اور دشمن جس کے درپے ہو وہ اگر خصومت میں مغلوب ہو تو مذلت میں ہووے ہی گا اور اگر غالب ہو تو اسے کچھ ثبات نہیں کیونکہ تمام جاہ خلق کے دل سے علاقہ رکھتی ہے اور خلق کا دل جلدی بھر جاتا

ہے موج دریا کے مثل ہوتا ہے اور وہ عزت نہایت ہی ضعیف ہے جس کی بنا چند بدبختوں کے دل پر ہو کہ جو خطرہ دل میں آئے اس کے سبب سے وہ عزت بدل جائے خصوصاً وہ شخص جس کی جاہ حکومت اور سرداری کے سبب سے ہو کیونکہ قابل معزولی ہے ایک خطرہ جو والی ملک کے دل میں آ جائے تو اس کے سبب سے اسے معزول کر دے اور وہ ذلیل ہو جائے تو طالب جاہ کو دنیا میں رنج رہتا ہے اور آخرت میں بھی رہے گا یہ بات سب ضعیف العقل نہ سمجھ سکیں گے جسے بصیرت کامل حاصل ہو وہ خود جانتا ہے کہ اگر تمام روئے زمین کی سلطنت مشرق سے مغرب تک اسے مل جائے اور تمام عالم اسے سجدہ کرے تو یہ امر خوشی کرنے کے قابل نہیں کیونکہ وہ جب مر جائے گا تو یہ بات جاتی رہے گی اور تھوڑے ہی دنوں میں نہ وہ رہے گا نہ سجدہ کرنے والے وہ مرے ہوئے بادشاہوں کے مثل ہو جائے گا کہ کوئی انھیں یاد بھی نہیں کرتا اس صورت میں اس لذت چند روزہ کے پیچھے اس نے سلطنت ابدمدت کو کھو دیا ہو گا کیونکہ جس شخص نے جاہ سے دل لگایا خدا کی محبت تو اس کے دل سے تشریف لے گئی اور جو شخص اس جہان میں جائے اور خدا کی محبت کے سوا اور کوئی چیز اس کے دل پر غالب ہو اس پر بڑا لمبا عذاب ہو گا علاج علمی تو یہ تھا اور دوائے عملی میں سے ایک یہ ہے کہ جہاں سے اسے جاہ حاصل ہو وہاں سے بھاگے اور ایسی جگہ جائے جہاں لوگ اسے نہ پہچانتے ہوں یہی وہ اکامل ہے کیونکہ اگر اپنے وطن میں عزلت اختیار کرے گا اور لوگ جانیں گے کہ اس نے ترک جاہ کیا تو اس بات سے اسے شر پہنچے گا اس کی علامت یہ ہے کہ لوگ جب اس پر قدح کریں اور کہیں کہ گوشہ گیری نفاق سے کرتا ہے تو بے صبری اور رنج اس کے دل میں پیدا ہو گا اور اگر لوگ اسے کسی جرم کی طرف نسبت کریں تو گو کہ لوگوں کا کہنا بالکل جھوٹ ہو مگر لوگوں سے ان کا عذر طلب کرے تا کہ خلق اس سے بدعقیدہ نہ ہو جائے یہ سب باتیں اس امر کی دلیل ہیں کہ ہنوز حب جاہ اس کے دل میں برقرار ہے دوسرا علاج یہ ہے کہ ملامتیا بن

جائے اور ایسے کام کرے کہ لوگوں کی نظروں سے گر جائے یہ نہیں کہ حرام کھانے لگے جیسا کہ احمقوں کا ایک گروہ فساد ڈال رہا ہے اور خود کو ملامتی کہتا ہے بلکہ ایسا کام کرے جیسا کہ ایک زاہد نے کیا ایک زاہد تھا امیر شہر اس کے سلام کو آیا تا کہ اس سے برکت حاصل کرے جیسے ہی زاہد نے اسے دور سے آتے دیکھا روٹی اور ترکاری مانگی اور جلدی جلدی بڑے بڑے نوالے کھانے لگا جب امیر نے اسے دیکھا تو اس حرص کے سبب سے اس کا اعتقاد جاتا رہا اور پھر گیا اور ایک بزرگ کو ایک شہر میں عزت اور قبولیت پیدا ہوئی اور خلق اس کی طرف متوجہ ہوئی وہ بزرگ ایک دن حمام سے نکلے اور کسی کے اچھے کپڑے پہن کر باہر آئے اور راستہ میں کھڑے ہوئے حتیٰ کہ لوگوں نے انھیں پکڑا اور خوب پتھر مارے اور کپڑے چھین لیے اور کہا کہ یہ شخص چور ہے اور ایک بزرگ شراب کے رنگ کا شربت پیالہ میں انڈیل انڈیل کر پیتے تا کہ لوگ سمجھیں کہ یہ شراب ہے حرص جاہ توڑنے کا یہ علاج ہے اور مثل اس کے۔

لوگوں کی تعریف کی محبت اور شکایت سے کراہت کے علاج کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ آدمی لوگوں سے اپنی تعریف کا حریص ہوتا ہے اور بالکل اپنی نیک نامی ہی چاہتا ہے اگر چہ ایسے کام پر ہو جو خلاف شرع ہووے اور خلق کی مذمت سے کارہ ہوتا ہے اگر چہ ایسے کام پر ہو جو حق ہووے یہ بھی دل کی بیماری ہے اور جب تک مدح و مذمت میں دل کے الم اور لذت کا سبب نہ معلوم ہو تب تک اس بیماری کا علاج نہیں معلوم ہوتا۔

اے عزیز! جان تو کہ مدح کی لذت کے چار سبب ہیں ایک تو وہ جو ہم نے بیان

کیا کہ آدمی اپنے کمال کو دوست رکھتا ہے اور نقصان کو دشمن اور مدح وثنا کمال کی دلیل ہوتی ہے کیونکہ آدمی اپنے کمال میں شک رکھتا ہے اور لذت کاملہ حاصل نہیں ہوتی جب کسی سے اپنی مدح سنتا ہے تو اپنے کمال کی نسبت یقین کامل کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے اور اس کے سبب سے چین اور آرام پاتا ہے اور لذت پوری ہو جاتی ہے کیونکہ جب اپنے سے بوئے کمال پائی تو آپ میں ربوبیت کی علامت نظر آئی اور طبیعت ربوبیت محبوب ہے اور جب مذمت سنتا ہے تو اپنے نقصان پر آگاہی پاتا ہے اس سبب سے رنجور اور ملول ہو جاتا ہے پس اگر اپنی تعریف اور مذمت ایسے شخص سے سنتا ہے جو دانا ہو اور فضول گو نہ ہو جیسے استاد منصف اور عالم تو خواہ رنج و راحت سے زیادہ آگاہی پاتا ہے اور اگر کوئی بے بصیرت آدمی کہے تو لذت نہیں حاصل ہوتی کیونکہ اس کے قول سے یقین کا مرتبہ حاصل نہیں ہوتا دوسرا سبب یہ ہے کہ مدوح وثنا اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مداح کا دل ممدوح کی ملک ہے اور اس کا مسخر ہے اور مداح کے دل میں اس کی بڑی جگہ اور جاہ منزلت ہے اور جاہ محبوب ہے تو مداح اگر کوئی مرد محتشم ہو تو اس کی تعریف سے بہت لذت ہوتی ہے کیونکہ اس کا دل اپنی ملک میں آنے سے بڑی قدرت ہوتی ہے اور اگر مداح کمینہ آدمی ہو تو وہ لذت نہیں حاصل ہوتی تیسرا سبب یہ ہے کہ تعریف اس بات کی خوشخبری ہوتی ہے کہ اور لوگوں کے دل بھی اس کے دام عقیدت میں پھنسیں گے کہ جب وہ تعریف کرتا ہے تو اور لوگ بھی اعتقاد کرتے ہیں اسی طرح ہر ایک معتقد ہو جائے گا تو اگر برملا تعریف ہو اور تعریف کرنے والا ایسا نہ ہو کہ لوگ اس کی بات مانیں تو تعریف کی بڑی لذت ہوتی ہے اور مذمت اس کے برخلاف ہے چوتھا سبب یہ ہے کہ تعریف اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ تعریف کرنے والا اس کی حشمت کے حکم کا مقہور ہے اور حشمت بھی محبوب ہے اگرچہ قہر سے ہو کیونکہ اگر جانتا ہے کہ تعریف کرنے والا جو کچھ کہہ رہا ہے اس کا اعتقاد نہیں رکھتا لیکن اس کی حاجت مندی اس سے تعریف کروائی ہے تو اس

میں اپنی قدرت کا کمال جانتا ہے پس اگر تعریف کرنے والا ایسی تعریف کرے کہ وہ جانے کہ جھوٹ کہتا ہے اور کوئی قبول نہ کرے گا اور نہ یہ خود دل سے کہتا ہے نہ میرے خوف سے تعریف کرتا ہے بلکہ مسخرے پن سے کہتا ہے تو کچھ لذت نہ باقی رہے گی کیونکہ وہ سب جاتی رہے گی۔ اے عزیز جان! اب جو تو نے اسباب جان لیے تو علاج آسانی سے جان لے گا اگر کوشش کرے گا تو علاج بھی کر سکے گا پہلا سبب یہ تھا کہ تو مداح کے کہنے سے اپنے کمال کا اعتقاد کرے تو چاہیے کہ تو خیال کر کہ یہ صفت جو وہ کہتا ہے مثلاً علم وورع یہ سچ ہے تو اس صفت پر تیری خوشی اس خدا کے سبب سے ہونا چاہیے جس نے وہ صفت عطا فرمائی اس کے کہنے کے سبب سے نہیں کیونکہ کسی کے کہنے وہ صفت نہ زیادہ ہو جائے گی نہ کم اور اگر تونگری اور سرداری اور اسباب دنیا کی وجہ سے وہ تیری تعریف کرتا ہے تو یہ صفتیں خوشی کے لائق نہیں ہیں اور اگر ہیں تو ان صفتوں کے سبب سے خوش ہونا چاہیے تعریف کے سبب سے نہیں بلکہ عالم بھی اگر اپنا علم وورع جانتا ہے تو خاتمہ کے خوف سے خوش نہیں ہوتا کیونکہ خاتمہ کا حال نہیں معلوم اور جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے تب تک تمام علم وورع ضائع ہے جب عالم کا یہ حال ہے تو جس شخص کا مقام دوزخ میں ہوگا اسے خوشی کا کیا محل ہے لیکن اگر جانتا ہے کہ یہ صفت مجھ میں نہیں ہے جیسے علم ورع اگر اس پر خوش ہوگا تو حماقت ہے اس کی مثل ایسی ہے جیسے کوئی شخص اس سے کہے کہ یہ خواجہ مرد عزیز ہے اور اس کی انڑیاں عطر اور مشک سے بھری ہیں وہ جانتا ہے کہ اس کی انڑیوں میں بالکل گندگی اور نجاست ہے اور پھر اس جھوٹ سے خوش ہوتا ہو تو یہ خوشی عین جنون ہے لیکن اور سببوں کا حاصل جاہ وحشمت کی محبت ہے اور اس کا علاج بیان ہو چکا ہے اگر کوئی شخص تیری مذمت کرے تو اس کے سبب سے رنجیدہ اور خفا ہونا نادانی ہے کیونکہ اگر وہ سچ کہتا ہے تو فرشتہ ہے اور اگر جان بوجھ کر جھوٹ بولتا ہے تو شیطان ہے اور اگر یہ نہیں جانتا کہ میں جھوٹ بولتا ہوں تو گدھا اور بیوقوف ہے اگر حق تعالیٰ کسی کو مسخ کر کے

گدھا یا شیطان یا فرشتہ بنا دے تو تجھے کیوں رنجیدہ ہونا چاہیے بشرطیکہ دینی نقصان ہو اس کے کہنے سے نہ رنجیدہ ہونا چاہیے اور اگر دنیوی نقصان ہے تو وہ خود دین داروں کے نزدیک ہنر سے عیب نہیں دوسرا علاج یہ ہے کہ تو خیال کر کہ اس نے جو کچھ کہا وہ تین حال سے خالی نہیں اگر اس نے سچ کہا اور مہربانی سے کہا تو اس کا احسان مند ہونا چاہیے کیونکہ اگر کوئی شخص تجھے خبر کر دے کہ تیرے کپڑے میں سانپ ہے تا کہ تو اس سے بچے تو اس کا احسان مند ہوتا ہے اور دین میں جو عیب ہوتا ہے وہ سانپ سے بھی بدتر ہے کیونکہ اس میں عاقبت کی ہلاکی ہے اور اگر تو کسی بادشاہ پاس جاتا ہو اور کوئی شخص تجھ سے کہے کہ اے ناپاک کپڑوں والے پہلے کپڑے پاک کر اور تو دیکھے تو کپڑوں میں نجاست بھری دکھائی دے اور اگر اسی طرح تو بادشاہ کے سامنے چلا جاتا تو خفگی کا خوف تھا تو اس اطلاع کرنے والے کا احسان ماننا چاہیے کہ تو اس خوف سے چھوٹا اور اگر اس نے عیب جوئی کے قصد سے کہا ہے تو اگر سچ کہا ہے تو تجھے تو فائدہ ہوا اور اس کی عیب جوئی اس کی بے دینی کی نشانی ہے تو چونکہ تجھے فائدہ ہوا اور اسے نقصان تو غصہ کرنا لازم نہیں ہے لیکن اگر اس نے جھوٹ کہا تو تجھے خیال کرنا چاہیے کہ اگر تو اس عیب سے پاک ہے اور بہت سے عیب رکھتا ہے جو نہیں جانتا تو اس امر کا شکر کر کہ حق تعالیٰ نے تیرے اور عیب پوشیدہ کیے اور اس عیب کرنے والے نے اپنی نیکیوں کی فرد تجھے ہدیہ کر دی اگر وہ تیری تعریف کرتا تو تیرے قتل کرنے کے برابر تھی تو قتل ہونے سے تو کیوں خوش ہوتا ہے اور ہدیہ دینے سے کیوں ناخوش ہوتا ہے یہ وہ شخص کرتا ہے جو کاموں کی صورت دیکھتا ہے معنی اور روح نہیں عقل مند اور بے عقل میں یہی فرق ہے کہ عقل مند کاموں کی حقیقت اور روح دیکھتا ہے ظاہر اور صورت نہیں دیکھتا غرضیکہ جب تک خلق کی طمع نہ منقطع ہو گی تب تک یہ بیماری نہ جائے گی۔

مدح اور مذمت میں لوگوں کے درجوں کے تفاوت کا

بیان

اے عزیز! جان تو کہ لوگ اپنی مدح اور مذمت سننے میں چار درجوں پر ہیں پہلا درجہ عوام الناس کا ہے کہ اپنی تعریف پر خوش ہوتے ہیں اور مذمت پر خفا ہوتے ہیں اور بدلا لینے پر مستعد ہوتے ہیں یہ بدترین درجات ہے دوسرا درجہ پارسا لوگوں کا ہے کہ مدح سے خوش ہوتے ہیں اور مذمت سے خفا لیکن معاملہ میں اظہار نہیں کرتے اور مدح کرنے والے کو بظاہر برابر رکھتے ہیں اور دل میں ایک کو دوست رکھتے ہیں ایک کو دشمن تیسرا درجہ متقی لوگوں کا ہے کہ دونوں کو برابر رکھتے ہیں دل بھی اور زبان سے بھی اور مذمت سے دل میں کچھ بھی ناراض نہیں ہوتے اور تعریف کرنے والے کو زیادہ مقبول نہیں بناتے کیونکہ ان لوگوں کا دل نہ مدح سے التفات کرتا ہے نہ مذمت سے یہ بڑا درجہ ہے اور بعض عابد جانتے ہیں کہ ہم اس درجہ کو پہنچ گئے حالانکہ خطا کرتے ہیں اس درجہ پر پہنچ جانے کی علامت یہ ہے کہ اگر برا کہنے والا اس کے پاس بہت بیٹھے تو تعریف کرنے والے کی بہ نسبت اس کے دل پر گراں نہ ہوا اور اگر کسی کام میں معاونت چاہے تو اس کی معاونت تعریف کرنے والے کی معاونت کے بہ نسبت دشوار نہ ہو اور اگر اس کی ملاقات کو کمتر جائے تو دل جتنا تعریف کرنے والے کی ملاقات کو چاہتا ہے اتنا ہی اس کی ملاقات کو بھی چاہیے کم نہ چاہے اور اگر مر جائے تو اس کے مرنے کا رنج تعریف کرنے والے کی موت کے رنج سے کم نہ ہو اور اگر کوئی مذمت کرنے والے کو ستائے تو اتنا ہی رنجیدہ ہو جتنا مداح کے ستانے سے رنجیدہ ہوتا اور اگر مداح کوئی خطا کرے تو وہ خطا اس کے دل پر ہلکی نہ معلوم ہو یہ باتیں نہایت دشوار ہیں اور شاید کہ عابد خود کو غرور میں لا کر کہے کہ مذمت کرنے والے پر میں اس وجہ سے غصہ کرتا کہ وہ میری اس مذمت کے سبب سے گناہ گار ہوا یہ شیطان کا فریب ہے کیونکہ اسی وقت بہت لوگ ایسے ہیں کہ گناہ کبیرہ اور اور لوگوں کی مذمت کرتے ہیں تو جب ان سے ناخوش نہیں ہوتا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ

وہ غصہ نفسانیت کا ہے دین داری کا نہیں اور جو عابد جاہل ہوتا ہے وہ ایسی باریکیوں کو مشکل سے سمجھتا ہے چوتھا درجہ صدیقوں کا ہے کہ تعریف کرنے والے کو دشمن ٹھہراتے ہیں اور مذمت کرنے والے کو دوست رکھتے ہیں کیونکہ اس سے تین فائدے حاصل کرتے ہیں ایک تو یہ کہ اس سے اپنا عیب سنا دوسرے اس نے اپنی نیکیاں انھیں ہدیہ بھیج دیں تیسرے اس نے انھیں اس بات پر حریص کیا کہ اس عیب سے اور جو ویسا عیب ہو اس سے پاک ہونے کی فکر کریں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ افسوس ہے روزدار اور تہجد گزار پر اور اس پر جو صوف پہنے مگر یہ کہ اس کا دل دنیا سے آزاد ہو جائے اور تعریف کو دشمن رکھے مذمت کو دوست جانے اگر یہ حدیث صحیح ہے تو بڑا سخت امر ہے اس واسطے کہ ایسے درجہ پر پہنچنا سخت متعذر ہے بلکہ دوسرے ہی درجہ پر پہنچنا دشوار ہے کہ آدمی بظاہر فرق نہ کرے اگرچہ یہ دل کرے کیونکہ غالب یہ ہے جب کوئی کام اور معاملہ پڑتا ہے تو مرید اور مادح کی جانب آدمی میل کرتا ہے اور اس آخری درجہ کو وہی شخص پہنچتا ہے جس نے اپنے نفس سے اتنی عداوت کی ہو کہ خود اپنا دشمن ہو گیا ہو وہ جب کسی سے اس کا عیب سنے گا خوش ہوگا اور عیب کرنے والے کی زیرکی اور عقل مندی کا اعتقاد کرے گا جیسا کہ کسی سے اپنے دشمن کا عیب سن کر خوش ہوتا ہے اور یہ نادر ہوتا ہے بلکہ اگر کوئی تمام عمر کوشش کرے کہ اس میں خطر کی وجہ یہ ہے کہ جب تعریف اور مذمت میں فرق پیدا کرے گا تو مدح کی طلب دل پر غلبہ کرے گی اور آدمی اس کے حیلے بنانے لگے گا اور شاید کہ عبادت میں ریا کرنے لگے اور اگر کسی گناہ سے اپنے مطلب کو پہنچ سکتا ہے تو وہ گناہ بھی کر بیٹھے اور یہ جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ افسوس ہے روزہ دار تہجد گزار پر یہ شاید اس سبب سے فرمایا ہو کہ اگر محبت دنیا اور محبت ثنا کی جڑ دل سے نہ کھود ڈالی جائے گی تو آدمی جلدی گناہ میں پڑ جائے گا لیکن مذمت سے کراہت کرنا اور سچی تعریف کو دوست رکھنا فی نفسہ حرام نہیں ہے بشرطیکہ اس سے اور

کوئی فساد اور برائی نہ پیدا ہو اور نہ پیدا ہونا بہت بعید ہے اور لوگوں کے اکثر گناہ مدح کی محبت اور مذمت کی عداوت سے ہوتے ہیں اور خلق کو بالکل یہی خیال رہتا ہے کہ جو کچھ کیجئے لوگوں کی رواداری کے واسطے کیجئے اور جب یہ خیال غالب ہو گیا تو آدمی سے ناشائستہ کام کرائے گا ورنہ لوگوں کی دل داری جو ریا کے طور پر نہ ہو وہ حرام نہیں ہے واللہ اعلم۔

۱ کہہ دو اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ روح خدا کا حکم ہے۔

۲ قسم عصر کی تحقیق کہ آدمی ہر آئینہ بیچ زیاں کاری کے ہے۔

۳ تحقیق میں حفاظت کرنے والا جاننے والا ہوں۔

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

آٹھویں اصل ریا کے علاج کے بیان میں جو عبادت اور طاعات میں ہوتی ہے

اے عزیز! جان اس بات کو جان کہ حق تعالیٰ کی عبادت میں ریا کرنا گناہ کبیرہ ہے اور شرک ہے اور شرک کے قریب ہے، پارسا لوگوں کے دل پر کوئی بیماری اس سے زیادہ نہیں ہے کہ جب عبادت کریں تو چاہیے کہ لوگ اس سے مطلع ہوں اور ان کی پارسائی کا اعتقاد کریں اور جب سے اعتقاد خلق مقصود ہو تو وہ عبادت خدا کی عبادت نہ رہے گی بلکہ خلق کی پرستش ہو جائے گی اور اگر لوگوں کا اعتقاد اور حق تعالیٰ کی پرستش دونوں مقصود ہوں تو شرک ہو جائے گا عبادت کرنے والے نے خدا کے ساتھ اور کو بھی عبادت میں شریک کر لیا حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملاصالحا و لایشرک بعبادۃ ربہ احد﴾ جو شخص اپنے پروردگار کے دیدا کا امیدوار ہو اس سے کہہ دو کہ وہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے اور فرماتا ہے ﴿فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون الذین ھم یرآئون﴾ یعنی افسوس ہے ان لوگوں پر جو سہو اور ریا کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں ایک شخص نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نجات اور رستگاری کا ہے میں ہے فرمایا کہ نجات اس میں ہے کہ تو حق تعالیٰ کی بندگی کرے اور لوگوں کے دکھانے کے واسطے نہ کرے اور فرمایا ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لائیں گے اور کہیں گے کہ تو کیا عبادت رکھتا ہے وہ کہے گا کہ میں نے اپنی جان خدا کی راہ میں فدا کی کفار نے جہاد میں مجھے شہید کیا حق تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ تو جھوٹ کہتا ہے تو نے اس واسطے جہاد کیا تھا تا کہ لوگ کہیں فلانا آدمی بڑا بہادر ہے اسے دوزخ میں لے جاؤ اور دوسرے شخص کو لائیں گے اس سے پوچھیں گے کہ تو نے کیا عبادت کی ہے وہ

کہے گا کہ میں جو کچھ رکھتا تھا سب خیرات کر دیا حق تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ تو جھوٹ کہتا ہے تو نے خیرات اس واسطے کی تھی کہ لوگ کہیں کہ فلانا آدمی سخی ہے اسے دوزخ میں لے جاؤ پھر اور شخص کو لائیں گے اس سے پوچھیں گے کہ تو کیا عبادت رکھتا ہے وہ کہے گا کہ میں نے بڑی محنت سے علم سیکھا اور قرآن شریف پڑھا ہے ارشاد ہوگا کہ جھوٹا ہے تو نے اس واسطے پڑھا تھا کہ لوگ کہیں فلانا شخص عالم ہے اسے دوزخ میں لے جاؤ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنی امت پر کسی چیز سے اتنا نہیں ڈرتا ہوں جتنا چھوٹے شرک سے لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ وہ کیا ہے فرمایا کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ ارشاد کرے گا کہ اے ریا کارو تم ان لوگوں کے پاس جاؤ جن کے واسطے تم نے عبادت کی تھی اور ان ہی سے اپنی جزا مانگ لو اور فرمایا ہے کہ حب الحزن یعنی غم کے غار سے خدا کی پناہ مانگو لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ وہ کیا ہے فرمایا کہ ریا کار عالموں کے واسطے دوزخ میں ایک غار ہے اور فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ ارشاد کرتا ہے کہ جس نے عبادت کی اور کسی اور کو میرے ساتھ شریک کیا میں شریک سے بے نیاز ہوں میں نے سب عبادت اس شریک کو دے دی اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ اس عبادت کو قبول نہیں فرماتا جس میں ایک ذرہ ریا ہو حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روتے تھے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ کیوں روتے ہو کہا میں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ تھوڑی سی ریا بھی شرک ہے اور فرمایا ہے کہ ریا کار کو قیامت کے دن یوں پکاریں گے کہ او ریا کار او غدار او نا بکار تیرا عمل ضائع ہو گیا اور اجر باطل ہو گیا اور اس شخص سے اجر مانگ جس کے واسطے تو نے عمل کیا تھا حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میں نے دیکھا کہ رو رہے تھے میں نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کیوں روتے ہیں فرمایا میں ڈرتا ہوں کہ میری امت شرک کرے یہ نہیں کہ بت پوجے یا

آفتاب یا ماہتاب لیکن عبادت روریاء کے ساتھ کرے اور فرمایا ہے کہ جس دن سایہ عرش کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا اس دن عرش کے سایہ میں وہ شخص ہوگا جس نے داہنے ہاتھ سے صدقہ دیا ہو اور چاہا ہو کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو اور فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے جب زمین کو پیدا کیا تو وہ تھرتھرائی پہاڑ کو پیدا کیا اس نے دبالیا ملائک نے کہا کہ حق تعالیٰ نے پہاڑ سے زیادہ قوی کوئی چیز نہیں پیدا کی پھر لوہے کو پیدا کیا اس نے پہاڑ کو کاٹ ڈالا ملائکہ نے کہا کہ لوہا پہاڑ سے بھی زیادہ قوی ہے پھر آگ کو پیدا کیا اس نے لوہے کو گلا دیا پھر پانی کو پیدا کیا اس نے آگ کو بجھا دیا پھر ہوا کو حکم کیا اس نے پانی کو ایک جگہ ٹھہرا دیا پس ملائیکہ میں اختلاف پڑا انھوں نے کہا ہم حق تعالیٰ سے پوچھتے کہ یا الہ العالمین تیرے مخلوق میں سب سے زیادہ قوی کیا چیز ہے ارشاد ہوا کہ وہ آدمی جو داہنے ہاتھ سے اس طرح صدقہ دے کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو میں نے اس سے زیادہ قوی کسی کو نہیں پیدا کیا حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے آسمان کو پیدا کرنے کے قبل سات فرشتے پیدا کیے پھر آسمان کو پیدا کیا اور ہر ایک کو ایک ایک آسمان پر متعین کر دیا اور اس آسمان کی دربانی اسے دی جب زمین کے فرشتے جن کو حفظہ کہتے ہیں وہ بندوں کے اعمال جو بندوں نے صبح سے شام تک کیے ہوں پہلے آسمان تک اٹھالے جاتے ہیں اور بندہ کی عبادت کی بہت تعریف کرتے ہیں اور اس نے ایسی عبادت کی ہو کہ اس کا نور آفتاب کے نور کے مانند ہو تو وہ فرشتہ جو آسمان پر متعین ہے کہتا ہے کہ یہ عبادت اسی بندہ کے منھ پر دے مارو کہ میں اہل غیبت کا نگہبان ہوں مجھے حق تعالیٰ نے حکم کیا ہے کہ جو شخص غیبت کرے اس کے عمل کو آگے نہ بڑھنے دینا پھر جس نے غیبت نہ کی ہو اس عمل دوسرے آسمان تک لے جاتے ہیں اس پر جو فرشتہ متعین ہے وہ کہتا ہے کہ یہ عمل لے جا کر اس کے منھ پر دے مارو کیونکہ اسنے یہ عمل دنیا کے واسطے کیا ہے اور مجلسوں میں لوگوں پر فخر کیا ہے اور مجھے

حکم ہے کہ اس کے عمل روکوں پھر اور شخص کے عمل لے جاتے ہیں ان میں روزہ نماز اور صدقہ ہوتا ہے حفظہ ان اعمال کے نور سے تعجب میں ہوتے ہیں جب تیسرے آسمان تک پہنچتے ہیں تو فرشتہ کہتا ہے کہ میں کبر پر معتین ہوں کہ متکبروں کے عمل کو منع کروں کہ وہ لوگوں کے ساتھ تکبر کرتا ہے پھر اور کسی کے عمل چوتھے آسمان تک بلند کرتے ہیں کہ وہ عمل تسبیح اور نماز اور حج کی برکت سے ستاروں کی طرح درخشاں ہوتے ہیں اس آسمان کا فرشتہ کہتا ہے کہ یہ اعمال اسی بندہ کے منہ پر ٹپک دو میں موکل عجب ہوں اس بندہ کا عمل بے عجب نہیں ہے میں اس کے عمل کو آگے نہ جانے دوں گا پھر پانچویں آسمان تک اور کسی کے عمل لے جاتے ہیں یہ عمل حسن و جمال میں ایسے ہوتے ہیں جیسے وہ بنائی سنواری نئی دلھن جسے پہلے پہل دولھا کے گھر رخصت کرتے ہیں اس آسمان کا فرشتہ کہتا ہے کہ ان اعمال کو اسی بندہ کے منہ پر پھینک مارو اور اسی کی گردن پر لا دو کہ میں حسد پر متعین ہوں جو شخص علم و عمل میں اس بندہ کے برابر ہوتا ہے یہ اس کا حسد کرتا ہے اور اس کے حق میں زبان دراز کرتا ہے مجھے حکم ہے کہ حاسدوں کے اعمال کو باز رکھوں پھر چھٹے آسمان تک اور کسی کے عمل لے جاتے ہیں ان میں نماز روزہ حج زکوٰۃ عمرہ ہوتا ہے اس آسمان کا فرشتہ کہتا ہے کہ یہ عمل اسی بندہ کے منہ پر دے ٹپکو کہ وہ ایسے شخص پر شفقت نہیں کرتا جسے کوئی رنج و بلا پہنچی ہو بلکہ خوش ہوتا ہے میں فرشتہ زحمت ہوں مجھے حکم ہے کہ بے رحموں کے اعمال کی روک ٹوک کروں پھر ساتویں آسمان تک اور کسی کے اعمال لے جاتے ہیں یہ اعمال روزہ نماز نفقہ جہاد ورع سے بھرپور ہوتے ہیں اور ان کا نور ایسا ہوتا ہے جیسے نور آفتاب اور بزرگی کے سبب سے رعد کی گھڑ گھڑاہٹ کے مانند ان کا نور آسمانوں میں پڑ جاتا ہے اور تین ہزار فرشتے ان کے ساتھ پہنچانے جاتے ہیں اور کوئی فرشتہ انھیں نہیں روک سکتا جب ساتویں آسمان تک یہ اعمال پہنچتے ہیں تو فرشتہ کہتا ہے کہ یہ اعمال اسی بندہ کے منہ پر پھیر مارو اور اس کے دل پر قفل لگا دو کیونکہ اس عمل سے خدا

اسے مقصود نہ تھا بلکہ علماء کے نزدیک اپنی حشمت مقصود تھی اور شہروں میں اپنا نام اور شہرہ مقصود تھا مجھے حکم ہے کہ اس کے اعمال کو راہ نہ دوں اور جو عمل خالصاً خدا کے واسطے نہیں ہوتا وہ ریا ہوتا ہے اور حق تعالیٰ ریا کار آدمی کے عمل نہیں قبول کرتا پھر اور کسی کے اعمال اٹھاتے ہیں اور ساتویں آسمان کے آگے بڑھالے جاتے ہیں ان میں بالکل خلق نیک اور تسبیح اور طرح طرح کی عبادت ہوتی ہے اور سب آسمانوں کے فرشتے پہنچانے جاتے ہیں حتی سبحانہ تعالیٰ کی درگاہ میں پہنچتے ہیں اور سب فرشتے گواہی دیتے ہیں کہ یہ اعمال پاک اور با اخلاص ہیں حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے فرشتو تم اس کے اعمال کے نگہبان ہو اور میں اس کے دل کا نگہبان ہوں اس نے یہ عمل میرے واسطے نہیں کیا اپنے دل میں اور نیت کی ہے میری لعنت اس پر ہو فرشتے کہتے ہیں کہ بار خدایا تیری لعنت اور ہم سب کی لعنت اس پر ہو ساتوں آسمان اور ساتوں زمین اور جو کچھ زمینوں اور آسمانوں میں ہے سب اس پر لعنت کرتے ہیں ریا کے باب میں ایسی بہت حدیثیں ہیں بزرگوں کے اقوال یہ ہیں کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرد کو دیکھا کہ تصنع سے سر جھکائے ہوئے ہے یعنی میں پارسا ہوں فرمایا اے ٹیڑھی گردن والے گردن سیدھی کر خشوع دل میں ہوتا ہے گردن میں نہیں حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ سجدے میں پڑا ہوا مسجد میں رو رہا ہے کہا کہ یہ جو تو مسجد میں کرتا ہے اگر گھر میں کرتا تو کوئی تجھ سا نہ ہوتا امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ریا کار کی تین علامتیں ہیں جب اکیلا ہو تو سست ہو جب لوگوں کو دیکھے تو خوشی میں آئے جب اس کی تعریف کریں تو عمل زیادہ کرے اور جب مذمت کریں تو عمل بہت کم کرے ایک شخص نے حضرت سعید بن مسیّب سے پوچھا کہ جو آدمی ثواب کے واسطے اور لوگوں کی تعریف کے لیے مال دے اس کے بارہ میں آپ کیا کہتے ہیں فرمایا کہ بھلا وہ یہ چاہتا ہے کہ خدا اسے دشمن ٹھہرائے کہا نہیں فرمایا کہ پھر جو کام کرے خدا ہی کے

واسطے کرے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو درے مارے اور فرمایا کہ بھائی آ مجھ سے اپنا قصاص لے لے اور مجھے مار لے اس نے عرض کی کہ یا امیر المومنین آپ کی خاطر سے اور خدا کے واسطے میں نے بخش دیا فرمایا یہ بخشنا کام نہیں آتا یا فقط میری خاطر سے بخش کہ میں اس کا حق پہچانوں یا بلا شرکت محض خدا کے واسطے بخش اس نے عرض کی کہ میں نے خدا ہی کے واسطے بے شریک کے بخشا حضرت فضیل رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ایک زمانہ تھا کہ لوگ جو کام کرتے تھے اس میں ریا کرتے تھے اب جو کام نہیں کرتے ہیں اس میں ریا کرتے ہیں حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ بندہ جب ریا کرتا ہے تو حق سبحانہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ دیکھو تو میرا بندہ مجھ سے کیسی ٹھٹھول کرتا ہے۔

-----صفحہ نمبر ۴۲۶ تک-----

جن کاموں میں ریا کرتے ہیں ان کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ ریا کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اپنے خود کو لوگوں کے سامنے پارسا جتائے تا کہ ان کے نزدیک خود کو آراستہ کرے اور ان کے دلوں میں اپنی جگہ کرلے تا کہ لوگ اس کی عزت اور تعظیم کریں اور نیک جانیں یہ اس طور سے ہوتا ہے کہ جو چیز دین میں پارسائی اور بزرگی کی دلیل ہے اسے لوگوں پر ظاہر کرے اور دکھائے اس کی پانچ قسمیں ہیں پہلی قسم بدن کی ظاہری صورت ہے مثلاً آدمی اپنا چہرہ زرد کرلے تا کہ لوگ جانیں کہ رات کو نہیں سوتا ہے اور خود دبلا بنائے تا کہ لوگ سمجھیں کہ بڑی ہی ریاضت کرتا ہے اور رونی صورت بنائے رکھے تا کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ دین کے غم میں ایسا ہو رہا ہے اور بالوں میں کنگھی نہ کرے تا کہ لوگ جانیں کہ اسے اتنی مہلت نہیں ہے اور خود فراموش ہے اور آہستہ آہستہ بات کرے آواز نہ نکالے تا کہ لوگ سمجھیں کہ اس کے دل میں وقار دین ہے اور مردمتدین ہے اور ہونٹ خشک رکھے تا کہ لوگ جانیں کہ روزے رکھتا ہے چونکہ یہ باتیں لوگوں کے

پندار کا سبب ہوتی ہیں تو ان کے ظاہر کرنے میں حلاوت اور لذت ہوتی اس واسطے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ روزہ دار کو چاہیے بالوں میں کنگھی کرے، تیل لگائے، اور ہونٹوں پر تیل مل لے تا کہ کوئی اسے روزہ دار نہ بتائے دوسری قسم کپڑے کے سبب سے ریا ہوتی ہے مثلاً صوف پہنتا ہے اور موٹا جھوٹا میلا پھٹا ہوا کپڑا پہنتا ہے تا کہ لوگ اسے زاہد سمجھیں یا نیلا لباس اور گدڑی کی صوفیانہ جانماز رکھتا ہے تا کہ لوگ جانیں کہ صوفی ہے اور صوفیوں کے حالات سے اس میں کچھ بھی نہ ہو یا پگڑی کے اوپر سے چادر اوڑھے اور چمڑے کی جرابیں پہنے تا کہ لوگ جانیں کہ طہارت میں محتاط ہے اور محتاط ہو نہیں یا پیراہن اور چادر رکھتا ہے تا کہ لوگ سمجھیں کہ عالم ہے اور ہو نہیں لباس میں ریا کرنے والوں کے دو فریق ہوتے ہیں ایک گروہ عوام الناس کی قبولیت کا جویا رہتا ہے، اور ہمیشہ پھٹے اور میلے کپڑے پہنتا ہے اگر اس جماعت سے کہیں کہ تو زے خز جو حلال ہے اسے پہنو تو یہ امر ان پر موت سے زیادہ سخت ہوتا ہے کہ لوگ کہیں گے زاہد زہد سے باز آیا دوسرے گروہ کے لوگ سب خاص و عام اور بادشاہ کے نزدیک قبولیت ڈھونڈھتے ہیں ان لوگوں کو یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر پرانے کپڑے پہنتے ہیں تو بادشاہ کی نظر میں حقیر ہوتے ہیں اور اگر لباس فاخرہ پہنتے ہیں تو عوام کی نگاہ میں ذلیل ہوتے ہیں تو کوشش کرتے ہیں کہ باریک صوف اور گل بوٹہ دار لنگیاں ہاتھ لگیں جیسا صالحوں اور زاہدوں کے کپڑوں کا رنگ ہوتا ہے تا کہ عوام تو اس کا ظاہر دیکھیں اور اس کی قیمت امیروں کے لباس کے برابر ہوتی ہے تا کہ بادشاہ حقارت سے نہ دیکھیں ان لوگوں میں سے اگر کسی سے کہیے کہ خز یا توزے کا لباس پہن تو گو کہ اس کی قیمت ان کی لنگی کی قیمت سے بہت کم ہوتی ہے مگر اسے موت کی سختی کے برابر جانتا ہے غرضیکہ جو لباس پہننے سے یہ خیال ہوتا ہے کہ عوام جانیں گے کہ زہد اور پرہیز گاری سے وہ پشیمان ہوا اسے پہن نہیں سکتا وہ احمق جب دل میں سمجھتا ہے کہ یہ لباس حلال ہے اور دین داروں نے اسے پہنا ہے

تو بازار میں نہیں پہن سکتا گھر میں چھپا کر پہن سکتا ہے اس قدر نہیں جانتا کہ اس فعل سے خلق کو پوجتا ہے اور شاید کہ جانتا ہو مگر باک رکھتا ہو تیسری قسم بات میں ریا ہے مثلاً لب ہلاتا ہے تا کہ لوگ جانیں کہ یہ ذکر سے کبھی آسودہ نہیں ہوتا اور شاید کچھ ذکر کرتا ہو لیکن اگر چاہے کہ دل سے ذکر کرے لب نہ ہلائے تو نہ ہو سکے کیونکہ ڈرتا ہے کہ لوگ نہ جانیں گے کہ یہ ذکر کرتا ہے یا لوگوں کے سامنے جیسا احتساب کرتا ہے خلوت میں ویسا نہیں کرتا یا صوفیوں کی باتیں سیکھ لی ہیں اور بیان کرتا ہے تا کہ لوگ جانیں کہ علم تصوف میں بڑا کامل ہے یا ہر وقت سر جھکا جھکا کر گردن ہلاتا ہے تا کہ لوگ جانیں کہ وجد میں ہے یا آہ کرتا ہے یا غمگین دکھائی دیتا ہے تا کہ لوگ سمجھیں کہ دین اسلام کا غم کھا رہا ہے یا حدیثیں اور حکایتیں سیکھ لی ہیں اور بیان کرتا ہے تا کہ لوگ کہیں کہ یہ شخص بڑا عالم ہے اور اس نے بہت پیروں کو دیکھا اور سیر و سفر کیا ہوگا چوتھی قسم عبادت میں ریاء ہے مثلاً جب کوئی دور سے آیا تو اس کے سامنے اچھی طرح سے نماز پڑھتا ہے سر جھکا رکوع سجود لمبے کرتا ہے ادھر ادھر نہیں دیکھتا یا لوگوں کو جتا کر خیرات دیتا ہے اور ایسے بہت سے امور ہیں اور لوگوں کے سامنے چلتے وقت آہستہ چلتا ہے اور سر آگے جھکائے رہتا ہے اور جب اکیلا ہوتا ہے تو ہر طرف دیکھتا ہوا جلدی جلدی چلتا ہے جب دور سے کوئی نظر آ جاتا ہے تو آہستہ آہستہ چلنے لگتا ہے پانچویں قسم یہ ہے کہ ظاہر کرے کہ میرے مرید اور شاگرد بہت ہیں اور سردار اور امیر لوگ میرے سلام کو آتے ہیں اور مجھ سے برکت لے جاتے ہیں اور علماء میری تکریم کرتے ہیں اور مجھے اچھا جانتے ہیں اور کبھی یہ باتیں اس کی زبان پر آتی ہیں کہ مثلاً اگر کسی سے لڑتا ہے تو کہتا ہے کہ تو کون ہے اور تیرا پیر اور مرید کون ہے میں نے اتنے پیروں سے ملاقات کی ہے اتنے برس فلانے مرشد کی حضوری میں رہا ہوں تو نے کسے دیکھا ہے اور ایسی باتیں کرتا ہے اور اس سبب سے اپنے اوپر بہت رنج گوارا کرتا ہے اور کھانے پہننے میں ریاء بہت ہی آسان ہے ایک راہب تھا اس نے اس

مزے کے واسطے کہ لوگ جانتے ہیں اور اس کی تعریف کرتے ہیں گھٹاتے گھٹاتے ایک چنا اپنی غذا کر دی تھی اگر عبادت میں اظہار پارسائی کے واسطے ہوں تو یہ سب باتیں حرام ہیں اس واسطے کہ پارسائی خدا ہی کے واسطے کرنا چاہیے لیکن جو کام عبادت نہ ہو اگر اس کے سبب سے قبولیت اور جاہ طلب کرے گا تو درست ہے اس واسطے کہ اگر کوئی شخص بہت اچھے کپڑے پہن کر اور نہایت آراستہ ہو کر باہر نکلے تو مباح ہے بلکہ سنت ہے کیونکہ جمال سے اپنی مروت ظاہر کرتا ہے پارسائی نہیں بلکہ اگر کوئی شخص علم لغت اور علم نحو اور علم حساب اور علم طب کے سبب سے اپنی فضلیت ظاہر کرے یا ایسی چیز کے سبب سے جو نہ علم دین میں سے ہو نہ عبادت کے واسطے تو یہ ریاء مباح ہے کیونکہ ریا طلب جاہ کا نام ہے اور یہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ طلب جاہ اگر حد سے تجاوز نہ کرے تو مباح ہے لیکن طاعت اور عبادت سے نہ ہو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن باہر جانا چاہا کہ اصحاب جمع تھے پانی گھڑے میں دیکھ کر آپ نے اپنے بال اور عمامہ درست کر لیا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ آپ ایسا کرتے ہیں فرمایا ہاں حق سبحانہ تعالیٰ اپنے بندے سے اس امر کو درست رکھتا ہے کہ جب اپنے بھائیوں کو دیکھنے جانے لگے تو ان کے واسطے تجمل کر لے اور خود سنوار لے ہر چند کہ فعل رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سے اصل دین تھا کیونکہ آپ اس بات کے مامور تھے کہ لوگوں کے دل اور نظریں خود کو آراستہ رکھیں تا کہ آپ کی طرف لوگ زیادہ میل کریں اور پیروی کریں لیکن اگر کوئی اور یہ فعل تجمل کے واسطے کرے تو درست ہے بلکہ سنت ہے اس کے فائدوں میں سے ایک یہ بات ہے کہ اگر آدمی خود کو پریشان صورت رکھے گا اور مروت نہ نگاہ رکھے گا تو لوگ اس کی غیبت کریں گے اور اس سے نفرت کریں گے اور وہی خود اس کا سبب ہوگا لیکن اگر عبادت میں ریاء ہو تو دو سبب سے حرام ہے ایک سبب تو یہ ہے کہ اس میں دغا ہے کہ لوگوں کو دکھاتا ہے کہ میں اس عبادت میں مخلص ہوں اور چونکہ

اس کا دل خلق کی طرف نگران ہے وہ مخلص نہیں ہے اور اگر لوگ جانیں گے کہ یہ ہمارے واسطے کرتا ہے تو اسے دشمن ٹھہرائیں گے اور قبول نہ کریں گے دوسرا سبب یہ ہے کہ روزہ نماز تو خدا کی عبادت ہے جب بندوں کے واسطے کیا تو حق تعالیٰ کے ساتھ ٹھٹھول کی اور ضعیف اور عاجز بندہ کو ایسے کام میں مقصود رکھا جس میں حق تعالیٰ مقصود اور معبود ہوتا ہے اس کی مثل اس شخص کی ایسی ہے جو کسی بادشاہ کے تخت کے سامنے خدمت کے واسطے کھڑا ہوا اور اس کی غرض یہ ہو کہ کسی غلام یا لونڈی کو دیکھے اور بادشاہ کو جتائے کہ میں کھڑا ہوں اور مقصود اور ہی چیز ہے تو یہ بادشاہ کے ساتھ ہلکا پن اور دل لگی بازی ہے کیونکہ دوسری غرض اس کے نزدیک بادشاہ کی خدمت سے زیادہ اہم ہوئی اسی طرح جو شخص نماز کو کھڑا ہوا اور حقیقت میں رکوع سجود اور کسی کے واسطے کرتا ہے تو اگر سجود اس کی تعظیم کے واسطے ہوگا تو خود شرک ظاہری ہے آدمی کو تعظیم اس وجہ سے ہوئی کہ اس کی قبولیت بھی مقصود ہے حتیٰ کہ خدا کو سجدہ کرتا ہے اور آدمی کی قبولیت حاصل کرتا ہے یہ ریا شرک خفی ہے شرک جلی نہیں۔

ریاء کے درجوں کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ ریا کے درجے مختلف ہیں کوئی درجہ بہت بڑا ہے ان درجوں کا تفاوت تین اصلوں سے ہے پہلی اصل یہ ہے کہ قصد ریا بے قصد ثواب کے ہو جیسا کہ روزہ رکھتا ہے اور نماز پڑھتا ہے اگر اکیلا ہوتا تو نہ کرتا یہ بہت بڑی ریا ہے اس کے سبب سے بڑا عذاب ہوگا اور اگر ثواب کا قصد بھی رکھتا ہے لیکن اگر تنہا ہوتا تو نہ کرتا یہ بھی پہلے درجے کے قریب قریب ہے اور خفیف سا قصد اسے حق تعالیٰ کے غصہ سے نہ بچائے گا اور اگر ثواب کا قصد غالب ہے جیسا کہ اگر اکیلا ہوتا تو بھی کرتا لیکن اگر کوئی دیکھتا ہے تو خوشی زیادہ ہوتی ہے اور نماز روزہ اس پر آسان تر ہو جاتا ہے تو ہم یہ امید رکھتے ہیں کہ اس سے عبادت باطل اور ثواب حبط نہ ہو جائے لیکن جس قدر ریاء ہوگی اس قدر عذاب کریں گے یا اتنا ثواب کم دیں گے اور دونوں

قصد برابر ہیں ایک کو دوسرے پر غلبہ نہیں تو یہ صورت شرکت کی ہے ظاہرا حادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی اس ریاء کے سبب سے صحیح سلامت نہ بچ جائے گا بلکہ معذب ہوگا دوسری اصل اس چیز کا تفاوت ہے جس میں ریاء کرتے ہیں وہ عبادت ہے اس کے تین درجے ہیں پہلا درجہ اصل ایمان میں ریاء یہ ایمان منافق کا ہوتا ہے اس کا انجام کار کافر سے بھی بدتر اور سخت تر ہوگا کیونکہ منافق باطن میں کافر بھی ہے اور ظاہر میں دغا بھی کرتا ہے ابتدائے سلام میں ایسے بہت لوگ ہوئے ہیں اب کم ہوتے ہیں مگر اباحتی لوگ اور جو لوگ ملحد ہو گئے ہیں اور شریعت اور آخرت کا ایمان نہیں رکھتے ہیں اور ظاہر میں اس کے خلاف کرتے ہیں یہ بھی منجملہ منافقین ہیں کہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے دوسرا درجہ اصل عبادت میں ریاء ہوتی ہے جیسے لوگوں کے سامنے کوئی شخص بے طہارت نماز پڑھے یا روزہ رکھے اور اگر تنہا ہوتا تو نہ رکھتا یہ بڑی ریاء ہے لیکن ویسی نہیں ہے جیسے اصل ایمان میں ریاء غرضیکہ آدمی جب خلائق کے نزدیک اور اپنی قدر و منزل کو خدا کے نزدیک سے زیادہ دوست رکھے گا تو اس کا ایمان ضعیف ہوگا اگرچہ کافر نہ ہو جائے گا لیکن اگر توبہ نہ کرے گا تو مرنے کے وقت خطر کفر میں رہے گا تیسرا درجہ یہ ہے کہ اصل ایمان اور اصل فرائض میں ریاء نہ کرے مگر سنت میں کرے مثلاً نماز تہجد پڑھے اور صدقہ دے اور جماعت کے واسطے جائے اور عرفہ عاشورہ دوشنبہ پنجشنبہ کے دن اس واسطے روزہ رکھے تا کہ لوگ اس کی مذمت نہ کریں یا اس کی تعریف کریں اور شاید کہے کہ اس کا کرنا نہ کرنا یکساں ہے کہ یہ مجھ پر واجب نہیں ہے اب مجھے ثواب کی کچھ تمنا نہیں ہے چاہیے کچھ عذاب بھی نہ ہو اور ایسا نہیں ہے کیونکہ عبادتیں خدا واسطے ہیں ان میں خلق کا کچھ حصہ نہیں ہے جب خلق کے واسطے کرے گا تو ایسی چیز جو خدا ہی کا حق ہے خدا سے خلق کو درپیش رکھا اور یہ خدا کے ساتھ دل لگی بازی ہے اور موجب عذاب ہوگا اگرچہ اس شدت سے نہ ہو جس شدت سے فرائض میں ریاء کرنے سے ہوتا اور جو سنتیں صفات عبادت ہیں

ان میں ریاء کرنا بھی اس کے قریب ہے مثلاً جب کسی کو دیکھتا ہے تو رکوع اچھی طرح سے کرتا ہے اور ادھر ادھر نہیں دیکھتا قرات بہت کرتا ہے طلب جماعت کرتا ہے اگلی صف کا قصد کرتا ہے زکوٰۃ بہتر مال میں سے دیتا ہے روزہ میں زبان کو محفوظ رکھتا ہے گوشہ میں بیٹھتا ہے اور تنہائی میں یہ باتیں نہیں کرتا ہے تیسری اصل ریا کار کے مقصود کا تفاوت ہے کہ ریا سے ریا کار کو لابد کوئی غرض ہوگی اس کے بھی تین درجے ہیں پہلا درجہ یہ ہے کہ اسے جاہ مقصود ہوتا کہ اس جاہ کے سبب سے کسی فسق اور گناہ کو پہنچے جیسا کہ خود امین اور متقی اور شبہہ کی چیزوں سے پرہیز گار بنا کر دکھاتا ہے تا کہ اسے وقف کی چیزوں کا اور قضا اور وصایا اور ودیعت اور امانت اور مال یتیم کا متولی کر دیں کہ وہ اس میں خیانت کرے یا زکوٰۃ اور صدقہ کا مال اسے دیں کہ مستحقوں کو بانٹ دے یا راہ حج میں فقیروں پر نفقہ کر دے یا صوفیوں کی خانقاہ میں صرف کرے یا مسجد یا سرا اور پل اور اس کی تعمیر میں خرچ کرے یا مجلس کرتا ہے اور اپنے خود کو پارسائی کے ساتھ موصوف دکھاتا ہے اور کسی عورت کو گھورتا ہے اور چاہتا ہے کہ وہ عورت میرے ساتھ رغبت کرے تا کہ برے طور پر اس کے ساتھ مل بیٹھے یا کسی مجلس میں جاتا ہے اور مقصود یہ ہے کہ کسی رنڈی یا لونڈے کو گھورے اور مثل اس کے بہت ہی سخت اور بد مقصود ہیں کہ خدا کی عبادت کے حیلہ سے اس کے گناہ میں مرتکب ہوا چاہتا ہے اسی طرح شاید کسی کو سگی ماں یا عورت کے ساتھ تہمت لگائیں وہ اپنا مال صدقہ دے کر پرہیز گاری جتائے تا کہ اس تہمت سے بچے اور لوگ کہیں کہ جو شخص اپنا مال تو صدقہ کرتا ہے وہ اوروں کے مال کو کیونکر حلال جانے گا دوسرا درجہ ہے کہ فعل مباح اس کی غرض ہو جیسے کوئی واعظ خود پارسائی کے ساتھ موصوف دکھائے اس غرض سے کہ لوگ کچھ اسے دیں یا کوئی عورت اس کے ساتھ نکاح کرنے کی خواہش کرے یہ شخص بھی حق تعالیٰ کے عتاب میں ہے اگر چہ اس کا گناہ ویسا سخت نہیں جیسا پہلے درجہ والے کا تھا اس نے بھی خدا کی عبادت کو متاع دنیا کا حیلہ کیا اور عبادت خدا

کا تقرب اور سعادت آخرت پانے کے واسطے ہوتی ہے جب اس نے عبادت سے حصول دنیا کو قصد کیا تو بڑی خیانت کی تیسرا درجہ یہ ہے کہ اسے کسی چیز کی طلب اور خواہش نہ ہو لیکن اس بات سے حذر کرتا ہے کہ لوگ اسے چشم حقارت سے دیکھیں یہ چاہتا ہے کہ مجھے زاہدوں اور صالحوں کی طرح دیکھیں مثلاً جاتا ہے جب کسی کو دیکھتا ہے تو بہت آہستہ آہستہ چلنے لگتا ہے اور سر جھکا لیتا ہے پیروں کی طرح چلنے لگتا ہے تا کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ وہ اہل غفلت میں سے ہے اور جانیں کہ راہ میں بھی دین کے کام میں رہتا ہے یا ہنسی آتی ہو اور روک لے تا کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ بیہودہ پن اس پر غالب ہے یا اس خوف سے مزاح نہ کرے کہ لوگ کہیں گے کہ مسخرا پن کرتا ہے یا آہ سرد کھینچے اور استغفار کرے اور کہے سبحان اللہ آدمی کس غفلت میں پڑا ہے باوجود ان چیزوں کے جو درپیش ہیں ہمیں غفلت کا کیا محل ہے اور حق تعالیٰ اس کے دل کا دانائے حال ہے کہ اگر وہ تنہا ہوتا تو استغفار اور افسوس نہ کرتا یا اس کے سامنے لوگ کسی کی غیبت کریں تو کہے کہ آدمی کو اس سے زیادہ ضروری کام ہے کو اپنے عیب اور غیبت میں مشغول ہونا چاہیے تا کہ لوگ جانیں کہ یہ غیبت نہیں کرتا یا لوگوں کو دیکھے کہ تراویح اور تہجد کی نماز پڑھتے ہیں یا دوشنبہ یا پنجشنبہ کو روزہ رکھتے ہیں اور اگر وہ نہ کرے گا تو اسے کاہل جانیں گے اس خوف سے ان کی موافقت کرے یا عرفہ اور عاشورہ کے دن روزہ نہ رکھے اور پیاسا ہو کر پانی نہ پیے تا کہ لوگ جانیں کہ روزہ دار ہے یا یہ نہ جانیں کہ روزہ دار نہیں ہے یا کوئی کہے کہ کھانا کھا جواب دے کہ مجھے عذر ہے یعنی میں روزہ دار ہوں اور ہو نہیں یہ جواب دے کر دو پلیدی جمع کرتا ہے ایک نفاق کیونکہ حقیقت میں روزہ دار نہیں ہے دوسرے یہ کہ جتاتا ہے کہ میں صریح نہیں کہتا ہوں کہ روزہ دار ہوں اور اپنی عبادت کو پوشیدہ کرتا ہوں کیونکہ میں کہتا ہوں کہ مجھے عذر ہے یہ نہیں کہتا کہ روزدار ہوں اور چاہتا ہے کہ خود کو مخلص بھی ظاہر کرے اور شاید کہ صبر نہ آئے اور پانی پی کر عذر کرنے لگے کہ میں کل بیمار اور رنجور تھا آج روزہ

کشادگی اور انبساط دیکھے یہ فرحت کو انکار اور کراہت سے دور نہ کرے گا تو اس بات کا خوف رہے گا کہ مبادا یہ چھپی ہوئی رگ جنبش میں آجائے اور در پردہ چاہے کہ ایسا کوئی سبب کیجئے کہ لوگ آگاہ ہو جائیں اگر صراحتہً نہ کہے تو کنایتہً کہے اور اگر کنایہ بھی نہ کہے تو انداز اور وضع سے ظاہر کرے خود کو جھکا ہوا اور شکستہ دل دکھائے تا کہ لوگ جانیں کہ شب بیدار رہتا ہے اور ریاء کبھی اس سے بھی زیادہ پوشیدہ ہوتی ہے وہ اس طرح پر ہوتی ہے کہ آدمی نہ خلق کے مطلع ہونے سے خوش ہو اور نہ لوگوں کے حاضر اور موجود ہونے سے نشاط بڑھے لیکن اگر ریا سے دل خالی نہ ہوگا تو اس کی علامت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس کے پاس پہنچے گا اور پہلے سلام نہ کرے گا تو یہ اپنے دل میں تعجب دیکھے گا اور اگر کوئی شخص اس کی حرمت اور تعظیم فروگذاشت کرے گا یا خوشی سے اس کے کام کاج میں مستعد نہ رہے گا یا خرید وفروخت میں اس کی کچھ رعایت اور خاطر نہ کرے گا یا اسے اچھی جگہ بیٹھنے کو نہ دے گا تو وہ اپنے دل میں متعجب ہوگا اور انکار رکھے گا اگر وہ عبادت پوشیدہ نہ کی ہوتی تو یہ تعجب نہ ہوتا تو گویا اس کا نفس اس عبادت کے سبب سے عزت اور حرمت کا تقاضا کرتا ہے غرضیکہ جب تک عبادت کا ہونا اور نہ ہونا آدمی کے نزدیک یکساں نہ ہو جائے تب تک اس کا دل ریائے خفی سے خالی نہیں کیونکہ اگر وہ کسی کو ہزار دنیا ردے کر لاکھ دینار کی چیز لینا چاہے تو کسی پر احسان رکھے گا اور اپنی عزت اور حرمت کا آرزومند نہ ہوگا اور اس امر کا کرنا نہ کرنا اس کے نزدیک لوگوں کے حق میں برابر ہوگا تو جب سعادت ابدی کو پہنچنے کے واسطے خدا کی کچھ عبادت کرتا ہے تو اس کے عوض میں اپنی عزت اور حرمت کی امید کسی سے کیوں رکھنا چاہیے تو یہ ریاء سب ریاؤں سے زیادہ خفی ہے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن بڑھے ہوؤں سے علماء کہیں گے کیا تمہارے ہاتھ لوگوں نے سودا بہت سستا نہیں بیچا اور کیا تمہارے کام کاج میں مستعد نہیں رہے اور کیا پہلے تمہیں سلام نہیں کیا یعنی یہ سب

فضل وکریم ہے کہ اس کی برائی پوشیدہ رکھتا ہے اور نیکی ظاہر کرتا ہے تو یہ خوشی حق سبحانہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے سبب سے ہے لوگوں کی تعریف اور قبولیت کی وجہ سے نہیں جیسا حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ﴿ قل بفضل الله وبرحمته فبذلک فلیفرحوا (۱)﴾ دوسرا درجہ یہ ہے کہ آدمی خوش ہو اور کہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے میری برائیاں دنیا میں پوشیدہ رکھیں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آخرت میں بھی پوشیدہ رکھے گا کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ ایسا کرم ہے کہ اس سے یہ بات بہت بعید ہے کہ دنیا میں بندے کے گناہ چھپائے اور آخرت میں رسوا کرے تیسرا درجہ یہ ہے کہ یہ سمجھ کر خوش ہو کہ لوگوں نے جب اس کی عبادت دیکھی تو اس کی پیروی کریں گے اور سعادت کو پہنچیں گے حتیٰ کہ اس کے واسطے پوشیدہ کا ثواب بھی لکھیں گے کہ اس نے پوشیدہ رکھنے کا قصد کیا اور علانیہ کا ثواب بھی لکھیں گے کہ بے قصد کے عبادت ظاہر ہوگئی چوتھا درجہ یہ ہے کہ اس سبب سے خوش ہو کہ جس نے اس کی عبادت دیکھی وہ اس کی تعریف کرتا ہے اور اس کے ساتھ حسن عقیدت رکھتا ہے اور وہ اس تعریف اور عقیدے کے سبب سے حق سبحانہ تعالیٰ کا مطیع رہتا ہے اور خدا کی اطاعت سے خوش ہوتا ہے نہ اپنی جاہ سے جو لوگوں کے نزدیک حاصل ہوئی اس کی علامت یہ ہے کہ اگر دوسرے کی طاعت سے مطلع ہو تو بھی ایسا ہی خوش ہو۔

اس ریا کا بیان جو عمل باطل کر دیتی ہے

اے عزیز! جان تو کہ ریاء کا خیال یا عبادت کے پہلے یا بعد یا بیچ میں ہوتا ہے پہلا وہ کہ جو خیال ریا عبادت کے پہلے ہوتا ہے وہ عبادت کو باطل کر دیتا ہے کیونکہ نیت میں اخلاص شرط ہے اور اس خیال کے سبب سے اخلاص باطل ہو جاتا ہے لیکن اگر ریاء اصل عبادت میں نہ ہو مثلاً ریا کے سبب سے اول وقت آدمی نماز کی جلدی کرے اور اگر تنہا ہوتا تو اصل نماز میں قصور نہ کرتا تو اول وقت کا ثواب باطل ہوگا

اصل نماز چاہیے تو باطل نہ ہو درست ہو کیونکہ اصل نماز میں اس کی نیت پاک ہے جیسا کوئی شخص غصب کیے ہوئے مکان میں نماز پڑھے تو فرض ادا ہو جائے گا اگر چہ گناہ گار ہو گا لیکن نفس نماز کے سبب سے گناہ گار نہ ہو گا اسی طرح یہاں پر بھی نفس نماز میں ریاء کار نہیں ہے بلکہ فقط وقت میں ہے اور اگر اخلاص کے ساتھ نماز پوری کرے پھر ریاء کا خطرہ گزرے اور نماز کا اظہار کرے تو پڑھی ہوئی نماز باطل نہ ہو گی لیکن اس خیال ریاء کے سبب سے معذب ہو گا روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ میں نے کل سورہ بقر پڑھی حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ عبادت سے اسے یہی نصیب تھا یعنی جو اظہار کیا ایک شخص نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ یا رسول اللہ میں برابر روزے رکھتا ہوں آپ نے فرمایا کہ تو نہ روزہ دار ہے نہ روزہ خوار محدثین نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ چونکہ تو نے اظہار کیا تو روزہ باطل ہو گیا اور ہمارے نزدیک ظاہراً یہ معنی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اس لئے فرمایا کہ اس کے اظہار سے جانا کہ عبادت کے وقت ریاء سے خالی نہ تھا لیکن اگر خالی ہو تو جو عبادت کہ درست ہوئی اور تمام ہو گئی پھر ریا سے اس کا باطل ہو جانا بعید ہے اور اس حدیث کے یہ معنی بھی کہتے ہیں کہ برابر روزہ رکھنا منع ہے لیکن جو ریا کا خیال عبادت کے درمیان آئے تو اگر اصل عبادت کی نیت کو مغلوب کرے تو عبادت باطل ہو جائے گی مثلاً نظارہ بازی کی چیز سامنے آئی یا کوئی چیز گم کی تھی وہ یاد پڑی اور اگر لوگ نہ ہوتے تو نماز توڑ دیتا اور شرم سے نماز تمام کی یہ نماز باطل ہو گی کیونکہ عبادت کی نیت جاتی رہی اور یہ کھڑا رہنا لوگوں کے واسطے ہے اور اگر اصل نیت برقرار رہے مگر لوگوں کے دیکھنے سے خوشی پیدا ہو اور نماز اچھی طور پر پڑھنے لگے تو ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ نماز باطل نہ ہو گی اگر چہ اس ریا کے سبب سے گناہ گار ہو گا لیکن اگر کوئی شخص اس کی عبادت دیکھے اور یہ اس کے سبب سے خوش ہو تو حارث محاسبی

کہتے ہیں کہ اس امر میں اختلاف ہے کہ اس کی نماز باطل ہوگی یا نہیں اور کہتے ہیں کہ میں اس امر میں متوقف تھا اور مجھے ظن غالب یہ ہے کہ نماز باطل ہو جائے گی پھر کہا اگر کوئی شخص یہ کہے کہ کسی نے جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے عرض کی کہ یا رسول اللہ میں اپنی عبادت پوشیدہ کرتا ہوں لیکن لوگ جب اس سے واقف ہو جاتے ہیں تو میں خوش ہوتا ہوں تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تجھے دو اجر ملیں گے ایک عبادت پوشیدہ کا اجر دوسرے علانیہ کا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے اور اس کی اسناد متصل نہیں اور شاید کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے یہ بات مراد ہو کہ فراغت کے بعد عبادت کرنے والا خوش ہو یا یہ مراد ہو کہ اپنی عبادت کے ظاہر ہو جانے میں حق تعالیٰ کے فضل سے خوش ہو جیسا کہ ہم نے قبل اس کے بیان کیا ہے اس دلیل سے یہ معنی مراد ہو سکتے ہیں کیونکہ کوئی نہ کہے گا کہ لوگوں کے مطلع ہونے پر خوش ہونا زیادتی اجر کا سبب ہے اگر چہ گناہ کا سبب نہ ہو یہ حارث محاسبی کی تقریر ہے اور ہمارے نزدیک معنی ظاہر یہ ہیں کہ اس قدر جو خوش ہو وہ جب عمل میں زیادتی نہ کرے اور اصل نیت برقرار رہے اور اس نیت کے حکم سے عمل کرے تو نماز باطل نہ ہوگی۔

ریاء کے سبب سے دل کو جو بیماری پیدا ہو جاتی ہے اس کے علاج کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ یہ بڑی بیماری ہے اس کا بڑا ہی علاج واجب ہے بے کوشش کامل کے یہ بیماری علاج پذیر نہیں ہوتی اس واسطے کہ یہ بیماری مزاج دل کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور دل میں دخیل ہوگئی ہے مشکل سے علاج پذیر ہوتی ہے اور اس بیماری کی صعوبت کا سبب یہ کہ آدمی بچپن سے دیکھتا ہے کہ لوگ باہم رو در یاء کا لحاظ رکھتے اور ایک دوسرے کی نگاہ میں خود کو آراستہ کرتے ہیں اور اکثروں کے

ساتھ اس کا بھی شغل ہوتا ہے تو عادت بچے کے دل میں اگنے لگتی ہے اور روز بروز زیادہ ہوتی ہے جب تک عقل کامل ہو جائے اور وہ جان لے کہ یہ زیاں کاری ہے تب تک وہ عادت غالب ہو جاتی ہے اس کا محو کرنا مشکل ہو جاتا ہے کوئی شخص اس بیماری سے خالی نہیں ہوتا اور مجاہدات تمام خلق پر فرض عین ہے اور اس معالجہ میں دو مقام ہیں ایک طلب مسہل کہ اس مادہ کو باطن سے قطع کر دے اور یہ علم و عمل سے مرکب ہے علمی یہ ہے کہ اس بات کو ضروری جانے کہ آدمی جو کچھ کرتا ہے اس سبب سے کرتا ہے کہ اسے اس وقت کچھ لذت ہو جب یہ جان لے گا کہ انجام کو اس کا ضرر اس درجہ ہے کہ اس کی طاقت نہیں رکھتا تو اس لذت سے دست بردار ہو جانا اس پر آسان ہو جائے گا جیسا کہ آدمی یہ جانے کہ شہد میں زہر قاتل ہے تو گو کہ اس کا لالچی ہو لیکن اس سے حذر کرے گا اور اصل ریاء اگرچہ بالکل جاہ و منزلت کی محبت سے جمتی ہے لیکن تین جڑیں ہیں ایک جڑ ثناء وصفت کی محبت ہے دوسری جڑ خوف مذمت ہے تیسری جڑ خلائق سے طمع رکھنا اسی واسطے تھا کہ اعرابی نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ آپ کیا فرماتے ہیں اس مرد کے حق میں جو حمیت دین کے سبب سے جہاد کرے یا اس واسطے کہ لوگ اس کی مردانگی دیکھیں یا اس لئے کہ لوگ اس کا ذکر کریں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس واسطے جہاد کرتا ہے کہ کلمہ توحید بلند ہو وہ خدا کی راہ میں ہے یہ اشارہ ہے کہ آدمی اپنا ذکر اور اپنی تعریف طلب نہ کرے اور مذمت سے نہ ڈرے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اونٹ باندھنے کی رسی لینے کی نیت سے جہاد کرے تو جو نیت کی ہے اس کے سوا اور کچھ اسے نہ ملے گا تو یہی تین باتیں ریاء کا سبب ہوتی ہے ثناء وصفت کی حرص بایں طور چھوڑنا چاہیے کہ قیامت کے دن اپنی رسوائی کا خیال کرے کہ برملا یوں پکاریں گے کہ اے ریاکار اے فاجر اے گمراہ تجھے شرم نہ آئی کہ تو نے خدا کی عبادت لوگوں کی تعریف کے بدلے میں بیچ ڈالی اور دل خلق کی نگاہ کی خدا

کی رضامندی سے کام نہ رکھا اور خلق سے نزدیک ہونے کو خدا سے دوری اختیار کی اور قبولیت خدا سے قبولیت خلق کو بہتر سمجھا اور خلق کی تعریف حاصل کرنے کو خدا کی مذمت پر راضی ہو گیا حق سبحانہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی شخص تیرے نزدیک ذلیل و خوار نہ تھا کہ تو نے سب کی رضامندی ڈھونڈھی اور اس کے غصہ کا اندیشہ نہ رکھا جب عقل مند آدمی اس رسوائی اور فضیحتی کو سوچے گا تو سمجھے گا کہ لوگوں کی تعریف ان رسوائیوں کے برابر نہیں ہو سکتی خصوصاً جب یہ سمجھے گا کہ جو عبادت میں کرتا ہوں اس کے سبب سے نیکیوں کا پلہ بھاری ہو گا اور جب ریاء کے سبب سے یہ عبادت تباہ ہو جائے گی تو اس کے سبب سے گناہوں کا پلہ بھاری ہو جائے گا اور اگر یہ ریا نہ کرتا انبیاء اولیاء کا رفیق ہوا ہوتا اب اس کے سبب سے دوزخ کے فرشتوں کے ہاتھ پڑا اور محروموں کا ساتھی ہو گیا اور اس نے خلق کی رضامندی کے واسطے یہ سب کچھ کیا حالانکہ خود ان ہی کی رضامندی حاصل نہیں ہوتی کیونکہ ایک خوش ہوتا ہے تو دوسرا ناخوش ہوتا ہے ایک اگر تعریف کرتا ہے تو دوسرا مذمت کرتا ہے پھر بالفرض اگر سب تعریف ہی کریں تو ان کے ہاتھ نہ اس کی روزی ہے نہ عمر نہ سعادت دنیا نہ سعادت آخرت کمال نادانی کی بات ہے کہ فی الحال تو اپنا دل پریشان کرے اور عاقبت کو ایسی لچر غرض کے واسطے حق تعالیٰ کے عذاب اور خفگی میں پڑے آدمی کو چاہیے کہ یہ بات اور ایسی اور باتیں اپنے دل پر تازہ رکھے اور طمع کا علاج اس طور پر کرے جو محبت مال کے بیان میں ہم نے کہا ہے اور اپنے دل میں یوں فرض کر لے کہ شاید یہ طمع وفا نہ کرے اور اگر کرے بھی تو منت اور ذلت کے ساتھ اور حق تعالیٰ کی رضامندی دم بدم فوت ہوتی ہے اور خلق کے دل بے حق تعالیٰ کی مشیت کے مسخر نہیں ہوتے اور جب خدا کی رضا مندی حاصل کرے گا تو وہ خود خلق کے دلوں کو مسخر کر دے گا اور نہ حاصل کرے گا تو اس کی رسوائی آشکار ہو جائے گی اور دل بھی نفرت کریں گے اور خوف مذمت خلق کا علاج بایں طور کرے کہ اپنے دل میں کہے کہ میں اگر حق تعالیٰ کے نزدیک نیک اور

محمود ہوں تو خلق کی مذمت مجھے نقصان نہ کرے گی اور معاذ اللہ اگر خدا کے نزدیک برا اور مذموم ہوں تو خلق کی ثنا وصفت کچھ فائدے نہ دے گی اور اگر اخلاص اختیار کرے گا اور پراگندگی خلق سے دل پاک رکھے گا تو حق تعالیٰ سب دلوں کو اس کی دوستی سے آراستہ کردے گا اور اگر ایسا نہ کرے گا تو لوگ خود اس کے نفاق اور اس کی ریا کو جھٹ پٹ پہچان لیں گے اور جس مذمت سے وہ ڈرتا ہے وہی پھر سامنے آئے گی اور خدا کی رضامندی تو فوت ہو ہی گئی اور جب دل حاضر کرے گا اور اخلاص میں ایک ہی ہمت اور خیال باندھے رہے گا تو دل خلق کو مراعات سے نجات پائے گا اور انوار الٰہی اس کے دل میں بھر جائیں گے خدا کی مہربانی اور مدد اور عنایت متواتر ہوگی اور اخلاص اور اس کی لذت کی راہ اس کے دل میں کھل جائے گی اور علاج عملی یہ ہے اور کار خیرات اور طاعات کو ایسا چھپائے جیسے کوئی فواحش اور معاصی کو چھپاتا ہے تاکہ عبادت میں خدا کے علم پر قناعت کی عادت ہو جائے یہ امر ابتدا میں دشوار ہوتا ہے لیکن جب محنت اور مشقت کرے گا تو اس پر آسان ہو جائے گا مناجات اور اخلاص کی لذت پانے لگے گا اور ایسا ہو جائے گا کہ اگر خلق دیکھے بھی تو وہ خود خلق سے غافل ہو دوسرا مقام تسکین ہے یعنی جب ریا کا خطرہ اور خیال آنے لگے تو اس کو دور کرنا اگرچہ آدمی نے خود کو ایسا کرلیا ہے کہ خلق کے مال و دولت اور ثنا وصفت سے بے طمع ہو گیا ہے اور یہ سب چیزیں اس کی نظر میں حقیر ہو گئی ہیں لیکن شیطان عبادت میں ریا کے خطرے اور وسوسے ڈالتا ہے پہلا خطرہ تو یہ ہوتا ہے کہ آدمی یہ بات جانے کہ کسی کو اطلاع ہو گئی ہے یا امید ہے کہ اطلاع ہو جائے دوسرا یہ کہ ایک رغبت دل میں پیدا ہوتی ہے کہ یہ معلوم ہو جائے کہ لوگوں کے نزدیک اسے منزلت حاصل ہے۔ تیسرا اس رغبت کا قبول کرنا ہوتا ہے حتیٰ کہ اس کے تحقیق کرنے کا قصد کرے تو یہ کوشش کرنا چاہیے کہ پہلے خطرے کو دفع کرے اور اپنے دل میں کہے کہ میں خلق کی اطلاع کو کیا کروں گا کیونکہ خالق تو مطلع ہے اور مجھے اسی کی اطلاع کفایت کرتی

ہے میرا کام خلق کے ہاتھ میں نہیں ہے اگر دوسرا خطرہ قبول خلق کی رغبت میں پیدا ہو تو جو کچھ پہلے فرض کیا تھا اسے یاد کرے کہ خلق کی قبولیت حق تعالیٰ کی رد اور غصہ کے ساتھ کیا فائدہ دے گی تا کہ اس رغبت کے مقابلہ میں اس خیال سے کراہت آئے وہ خواہش تو اسے قبول خلق کی طرف بلاتی ہے یہ کراہت اس سے منع کرے گی اور جو بات بہت غالب اور بہت قوی ہوتی ہے نفس اسی کا مطیع ہو جاتا ہے تو ان تینوں خطروں کے مقابلے میں تین کام اور کرے ایک تو یہ معرفت کہ خدا کی لعنت اور غصہ میں رہے گا دوسرے کراہت جو اس معرفت سے پیدا ہو تیسرے یہ کہ ریاء کے خطرے کو دور کرے اور شاید کہ ریاء کی خواہش ایسا ازدحام کرے کہ دل میں کچھ جگہ باقی نہ رہے اور معرفت اور کراہت سامنے بھی نہ آنے پائے اگرچہ اس کے پہلے اپنے دل میں بہت کچھ فرض کر چکا ہو اور جب ایسا ہو جائے تو شیطان کی جیت ہوتی ہے اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی خود کو حلم اور بردباری پر قائم رکھتا ہے اور غصہ کی آفتیں اپنے دل میں خوب سوچ چکا ہے جب وقت آئے تو غصہ غالب ہو جائے اور وہ سب بھول جائے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ معرفت تو حاصل ہو اور یہ جانتا ہو کہ یہ ریاء ہے لیکن چونکہ خواہش قوی ہو تو کراہت نہ پیدا ہو اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ کراہت بھی ہو لیکن اس خواہش سے نہ بر آئے اور اسے دفع نہ کر سکے اور خلق کی قبولیت کی طرف میل کرنے لگے اور بہت عالم ایسے ہوتے ہیں کہ جانتے ہیں کہ ہم ریاء کے ساتھ لوگوں سے بات کرتے ہیں اور یہ ہمارے واسطے نقصان کی بات ہے لیکن کہتے ہیں اور توبہ میں تاخیر کرتے ہیں تو ریاء کو دفع کرنا قوت کراہت کے قدر ہوتا ہے اور قوت کراہت قوت معرفت کے قدر ہوتی ہے اور قوت معرفت قوت ایمان کے قدر ہوتی ہے اور اس کی امداد ملائیکہ سے ہوتی ہے اور ریاء خواہش دنیا کے قدر ہوتی ہے اور اس کی مدد شیطان سے ہوتی ہے اور آدمی کا دل ان دو لشکر متنازع کے درمیان ہوتا ہے اور اسے ہر لشکر کے ساتھ ایک مناسبت ہے جس کی مناسبت بہت غالب ہوتی

شخص نے ایسے وسوسہ میں مخالفت نفس اور مخالفت شیطان کی قوت پائی تو شیطان اس کا حسد کرتا ہے اور اسے بتاتا ہے کہ اس کے دین کی بھلائی اس میں ہے کہ اس وسوسہ میں شیطان کے ساتھ جھگڑے میں مشغول ہو اور یہ دل کا جھگڑے میں مشغول ہونا مناجات کی لذت کھو دیتا ہے یہ خطا ہے اور یہ امر چار درجوں پر ہے ایک تو یہ کہ شیطان کے ساتھ جھگڑے میں اوقات ضائع کرے دوسرا درجہ یہ ہے کہ اسی پر اقتصار کرے کہ اس کی تکذیب کرکے دفع کرے اور مناجات میں مشغول ہو جائے تیسرا درجہ یہ ہے کہ تکذیب اور دفع میں بھی نہ مشغول ہو کیونکہ جانتا ہے کہ اس میں بھی کچھ وقت ضائع ہوگا اس کی طرف التفات ہی نہ کرے اور مناجات میں مشغول ہو جائے چوتھا درجہ یہ ہے کہ اخلاص کی حرص اور کوشش زیادہ کرے کیونکہ جانتا ہے کہ شیطان کو اس سے غصہ آتا ہے اور اس کی طرف خود التفات ہی نہ کرے اور کامل تر درجہ یہی ہے کیونکہ شیطان جب اس کی یہ صفت معلوم کرلے گا تو اس سے ناامید ہو جائے گا اس کی مثل ان چار شخصوں کی ہی ہے جو طلب علم کے واسطے جاتے ہیں اور کوئی حاسد ان کی راہ میں آ کھڑا ہو ایک کو منع کرے وہ اس کی نہ مانے اور لڑنے کو مستعد ہو جائے اور اوقات ضائع کرے وہ حاسد دوسرے کو منع کرے تو وہ اسے دفع کردے لڑنے پر نہ آمادہ ہو اور تیسرا دفع کرنے میں بھی نہ مشغول ہو بلکہ التفات ہی نہ کرے اور جس طرح چلتا تھا اسی طرح چلا جائے تاکہ اس کی تضیع اوقات نہ ہو اور چوتھا اس کی طرف التفات بھی نہ کرے اور جلدی جلدی چلنے لگے تو اس حاسد نے ان دو سے تو کچھ اپنی مراد حاصل کی اور تیسرے سے کچھ مراد نہ حاصل ہوئی اور چوتھے سے باوصف اس کے کہ کچھ مراد حاصل نہ کی اسی کو کچھ زیادتی حاصل کرا دی اگر ان تینوں کے منع کرنے سے وہ حاسد نہ پشیمان ہوگا تو اس چوتھے کے منع کرنے سے تو پشیمان ہوگا اور کہے گا کہ کاش میں منع نہ کرتا تو اولیٰ اور انسب یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو شیطان کے وسوسہ اور جھگڑے میں آدمی نہ پڑے اور مناجات ہی میں

مشغول رہے۔

اظہار طاعت کی اجازت کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ طاعت کو چھپانے میں یہ فائدہ ہے کہ آدمی ریاء سے نجات پائے اور ظاہر کرنے میں بڑا فائدہ یہ ہے کہ خلق اس کی پیروی کرے اور خلق کو خیر کی رغبت زیادہ ہو اس واسطے حق تعالیٰ نے دونوں کی تعریف کی اور فرمایا ﴿ ان تبدو الصدقات فنعماهی وان تخفوها وتوتوها الفقراء فهو خیر الکم ﴾ یعنی اگر صدقہ آشکار دو تو کیا خوب بات ہے اور اگر پوشیدہ دو تو بہتر ہے ایک دن جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مال چاہیے تھا ایک انصاری تھیلی لے آئے جب انھیں دیکھا تو اور لوگ بھی مال لانے لگے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نیک رسم مقرر کرے کہ اور لوگ بھی اس میں اس کی متابعت کریں اسے اپنا بھی ثواب ہوگا اور دوسروں کی موافقت کا بھی اجر ملے گا اس طرح جو شخص حج یا جہاد کو جانے والا ہے تو پہلے سے اس کا سامان کرے اور باہر نکلے تا کہ لوگوں کو بھی حج یا جہاد کا شوق پیدا ہو یا تہجد کی نماز پڑھتا ہے اور آواز بلند کرتا ہے تا کہ اور لوگ بھی جاگ پڑیں تو حقیقت یہ ہے کہ اگر بے خوف ہو اور اظہار دوسروں کی رغبت ہی کا سبب ہو تو اظہار افضل ہے اور اگر شہوت ریا تیز ہو اور دوسروں کو رغبت نہ پیدا ہو تو اس شخص کو طاعت پوشیدہ رکھنا اولے ہے تو جو شخص کوئی عبادت ظاہر کیا چاہتا ہو اسے چاہیے کہ ایسی جگہ ظاہر کرے جہاں ممکن ہو کہ لوگ اس کی پیروی کریں اس واسطے کہ کوئی شخص ایسا ہوتا ہے کہ اس کے اہل وعیال اس کی اقتدا کرتے ہیں بازاری لوگ نہیں کرتے اور کوئی ایسا ہوتا ہے کہ بازاری لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں اور لوگ نہیں کرتے اور ایک بات یہ ہے کہ اپنے دل پر نظر کرے کہ ایسا ہوتا ہے کہ ریا کا شوق اس کے دل میں پوشیدہ ہوتا ہے اور اس کو دوسروں کی اقتداء کے بہانے سے ظاہر کرنے پر لاتا ہے تا کہ وہ ہلاک ہو جائے ضعیف کی حس

اس شخص کی سی ہے جو تیرنا نہ جانتا ہو اور ڈوبنے لگے دوسرے کا ہاتھ پکڑے تا کہ دونوں ہلاک ہو جائیں اور قوی کی مثل ایسی ہے جیسے پیرنے میں استاد ہو کہ آپ بچے اور دوسروں کو بھی بچائے یہ انبیاء اولیاء علیہم السلام کا درجہ ہے' یہ نہ چاہیے کہ ہر ایک اس کا غرہ کر کے جو عبادت چھپا سکتا ہے اسے نہ چھپائے اور اس امر میں سچے ہونے کی یہ علامت ہے کہ فرض کرے کہ لوگ اگر اس سے کہیں کہ تو اپنی عبادت کو پوشیدہ رکھتا کہ لوگ اس دوسرے عابد کی پیروی کریں اور تجھے ویسا اجر ہو جیسا اظہار میں ہے تو اگر اپنے میں اظہار کی رغبت پائے تو یہ بات ہے کہ اپنی منزلت ڈھونڈھتا ہے ثواب آخرت نہیں ڈھونڈھتا اور ایک طریقہ اظہار کا یہ ہے کہ طاعت سے فراغت کرنے کے بعد کہے کہ میں نے کیا کیا۔ نفس کو اس سے بھی لذت اور حلاوت ہوتی ہے شاید کہ زیادہ حکایت کرے تو زبان گونگا رکھنا اور اظہار نہ کرنا واجب ہے تاوقتیکہ خلق کی تعریف اور مذمت اس کے نزدیک اپنے حق میں برابر ہو جائے اور ان کی قبولیت یکساں ہو جائے پھر جب یہ جان لے کہ کہنے سے اوروں میں رغبت خیر کی تحریک ہوتی ہے تو کہے جو بزرگ اہل قوت تھے انھوں نے ایسا بہت کیا ہے حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ ہے کہ میں جب سے مسلمان ہوا ہوں کوئی نماز ایسی نہیں پڑھی جس میں میرے دل نے اس بات کے سوا اور کوئی بات کی ہو کہ آخرت میں خدا مجھ سے یہ فرمائے گا تو میں یہ جواب عرض کروں گا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو کچھ میں نے سنا اسے بالیقین حق جانا امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے عنہ نے فرمایا کہ مجھے اندیشہ اور باک نہیں کیونکہ میں صبح کو اٹھتا ہوں تو مجھے مشکل کام ہوں یا آسان میں جان لیتا ہوں کہ خیر کس میں ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں صبح کو جس حال پر اٹھتا ہوں یہ نہیں چاہتا کہ وہ حال بدل جائے امیر المومنین حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

بیعت کی نہ اپنی شرم گاہ داہنے ہاتھ سے چھوئی نہ گایا نہ جھوٹ بولا حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرتے وقت کہا کہ مجھ پر نہ رو کہ میں جب سے مسلمان ہوا ہوں کوئی گناہ نہیں کیا خلیفہ عمر ابن عبدالعزیز رحمتہ اللہ تعالیٰ نے کہا قضائے الٰہی سے مجھ پر ایسا کوئی حادثہ نہیں گزرا جسے میں نے چاہا کہ یہ نہ ہوتا اور جو کچھ حق سبحانہ تعالیٰ نے میری تقدیر میں لکھ دیا تھا میں اسی پر خوش رہا سب اہل قوت کی باتیں ہیں ضعیفوں کو اس پر غرہ نہ کرنا چاہیے اے عزیز جان تو کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے کاموں میں ایسی تہیں (حکمتیں) رکھی ہیں کہ کوئی ان تہوں کی طرف راہ نہیں پاتا ہر شر کے نیچے ایک خیر ہے کہ ہم اس کی طرف راہ نہیں پاتے اور ریا میں خلق کے واسطے بہت خیر ہیں اگرچہ اس میں ریا کار کی ہلاکت اور تباہی ہے کیونکہ بہت لوگ ریا کے ساتھ اکثر کام کرتے ہیں اور اشخاص جانتے ہیں کہ یہ اخلاص کے ساتھ کرتے ہیں اور یہ سمجھ کر ان کی پیروی کرتے ہیں۔

حکایت:

کہتے ہیں کہ بصرہ میں صبح کو یہ حال ہوتا تھا کہ لوگ جس گلی میں جاتے تھے ذکر اور قرآن کی آواز سنتے تھے اور اس کی طرف خلق کی رغبت زیادہ ہوئی تھی ایک شخص نے دقائق ریا میں ایک کتاب لکھی ان لوگوں نے وہ ذکر کرنا قرآن پڑھنا سب چھوڑ دیا اس کتاب کے سبب رغبت میں فتور پڑ گیا لوگ کہتے کہ کاش یہ کتاب نہ تصنیف کرتا تو ریا کار اوروں پر تصدیق ہو جاتا ہے کہ وہ خود تو ہلاک اور تباہ ہو جاتا ہے اور اوروں کو نجات کی راہ بتاتا ہے دوہا پنڈت بھئے مشعلچی باتیں کرے بنائے اور کو بھیجے چاندنی آپ اندھیرے جائے۔

معصیت چھپانے کی اجازت کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ عبادت کا ظاہر کرنا کبھی ریا ہو جاتا ہے لیکن گناہ چھپانا

سات عذر کے سبب سے ہمیشہ درست ہے پہلا عذر یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ فسق ومعاصی کو پوشیدہ رکھو اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کسی سے کوئی معصیت سرزد ہوا سے چاہیے کہ اس پر خدا کا پردہ ڈالے رکھے دوسرا عذر یہ ہے کہ جب اس جہان میں گناہ پوشیدہ رہے گا تو اس امر کی بشارت ہے کہ اس جہان میں بھی پوشیدہ رہنے کی امید ہے تیسرا عذر یہ ہے کہ لوگوں کی ملامت سے ڈرے کہ اس کے دل کو مشوش کردے گی عبادت میں خلل پڑ جائے گا دل پراگندہ ہوگا چوتھا عذر یہ ہے کہ ملامت اور مذمت سے دل رنجور ہوگا کہ یہ آدمی کی طبعیت ہے اور ملامت سے رنجور ہونا اور اس سے حذر کرنا حرام نہیں ہے تعریف اور مذمت کو برابر سمجھنا توحید کا نہایت مرتبہ ہے ہر ایک اس درجہ کو نہیں پہنچتا لیکن مذمت کے خوف سے عبادت کرنا درست نہیں ہے کیونکہ عبادت اخلاص کے ساتھ ہونا چاہیے ثنا اور صفت کے نہ ہونے پر صبر کرنا آسان ہے اور مذمت پر صبر کرنا مشکل ہوتا ہے پانچواں عذر یہ ہے کہ لوگ اس کے درپے ہوں گے اور اسے ستائیں گے اور شرع نے اجازت دی ہے کہ اگر گناہ گار پر حد بھی واجب ہو تو بھی گناہ چھپائے اور توبہ کرے اور شر سے حذر کرنا درست ہے، چھٹا عذر یہ ہے کہ لوگوں سے شرم کرے شرم اچھی چیز ہے اور ایمان میں سے ہے اور شرم اور ہے ریا اور ساتواں عذر یہ ہے کہ اسے اس بات کا خوف ہوا کہ اگر میں گناہ کو ظاہر کروں گا تو فاسق لوگ میری پیروی کریں گے اور گناہ کرنے پر دلیر ہو جائیں گے جب ان نیتوں سے آدمی گناہ کو پوشیدہ رکھے گا تو معذور ہے اگر اس کی یہ نیت ہے کہ لوگ اسے پرہیزگار جانیں تو یہ ریا ہے اور حرام ہے لیکن اگر ایسا ہو کہ اس کا ظاہر و باطن یکساں ہے تو یہ صدیقوں کا مرتبہ ہے اور یہ درجہ اس سے حاصل ہوتا ہے کہ آدمی خفیہ کوئی گناہ نہ کرے لیکن جب گناہ کر کے کہتا ہے کہ اوہ جی جب خدا کی چوری نہیں تو بندہ کی کیا چوری ہے جو بات خدا جانتا ہے اسے خلق بھی جانا کرے یہ کہنا نہ چاہیے کہ یہ جہل ہے بلکہ حق سبحانہ

تعالیٰ کا پردہ اپنے اوپر اور اوروں کے اوپر ڈالے رہنا واجب ہے۔

ریا کے خوف سے کس جگہ طاعت چھوڑ دینا چاہیے اس کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ طاعت کی تین قسم ہیں ایک وہ ہے جو خلق سے علاقہ نہ رکھے جیسے نماز روزہ دوسری وہ ہے کہ بالکل خلق ہی سے علاقہ رکھے جیسے خلافت قضائے حکومت تیسری وہ ہے کہ خلق میں بھی میں بھی اثر کرے اور عمل کرنے والے میں بھی جیسے وعظ و نصیحت پہلی قسم مثلاً نماز روزہ حج تو بخوف ریاء ان سے ہرگز دست بردار ہونا چاہیے نہ فرض سے سنت سے لیکن اگر ریاء کا خطرہ ابتدا میں آئے یا درمیان عبادت مین تو اس کے دفع کرنے میں کوشش کرنا چاہیے اور عبادت کی نیت کو تازہ کر لینا چاہیے اور خلق کے دیکھنے سے نہ عبادت گھٹائے نہ بڑھائے مگر جہاں کہیں عبادت کی نیت مطلق رہی نہ ہو اور بالکل ریاء ہی ریا ہو وہاں خود عبادت ہی نہیں لیکن جب تک اصل نیت باقی رہے تب تک عبادت سے ہاتھ کھینچنا نہ چاہیے حضرت فضیل رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ خلق کے دیکھنے کے خوف سے عبادت چھوڑ دینا ریاء ہے اور خلق کو دکھانے کے واسطے عبادت کرنا شرک ہے اے عزیز جان تو کہ شیطان یہ چاہتا ہے کہ تو عبادت نہ کرے جب اس سے عاجز آتا ہے تو تجھے کہتا ہے کہ لوگ دیکھتے ہیں اور یہ ریاء ہے طاعت نہیں تا کہ یہ فریب دے کر تجھے عبادت سے باز رکھے اگر تو اس کی طرف التفات کرے گا اور مثلاً لوگوں سے بھاگ جائے گا اور زمین کے نیچے چلا جائے تو بھی یہی کہے گا کہ لوگ جانتے ہیں کہ تو بھاگ آیا اور زاہد ہو گیا اور یہ زہد نہیں بلکہ ریاء ہے تو اس کا جواب دے کہ خلق کا دھیان کر کے ان کے سبب سے عبادت ترک کر دینا بھی ریاء ہے بلکہ خلق کا دیکھنا اور نہ دیکھنا برابر ہے مجھے جیسی عادت ہے ویسا میں کرتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ خلق دیکھتی ہی نہیں کیونکہ خلق

کے خوف سے عبادت نہ کرنا ایسا ہے کہ کوئی شخص صاف کرنے کے واسطے اپنے غلام کو گیہوں دے وہ صاف نہ کرے اور کہے کہ میں ڈرا کہ اگر صاف کرتا تو خوب صاف نہ کرسکتا تو آقا اس سے کہے گا کہ او بے وقوف اب تو تو نے اصل کام ہی نہ کیا اس میں بھی تو صاف کرنا حاصل نہیں ہوتا تو حق تعالیٰ نے بندوں کو اخلاص کا حکم کیا ہے بندے جب عمل سے دست بردار ہوں گے تو اخلاص سے پہلے ہی دست بردار ہو چکے کیونکہ اخلاص تو عمل ہی میں ہوتا ہے لیکن وہ جو حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لوگوں نے حکایت کی ہے کہ وہ قرآن شریف پڑھتے ہوتے جب کوئی شخص آجاتا تو قرآن شریف کو گرداں دیتے یہ نہ چاہتے کہ یہ شخص دیکھے کہ میں ہر وقت قرآن شریف ہی پڑھا کرتا ہوں یہ امر اس سبب سے ہوا ہوگا کہ وہ جانتے تھے کہ جب کوئی شخص آئے تو اس سے بات کرنا چاہیے اور تلاوت قرآن موقوف کرنا چاہیے تو تلاوت قرآن کو پوشیدہ رکھنا اولیٰ جانا ہوگا حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ کوئی شخص تھا کہ اسے رونا آتا تو منہ چھپاتا تا کہ لوگ اسے نہ پہچانیں اور یہ درست ہے کیونکہ برملا رونے کو تنہائی میں رونے کے ساتھ نگاہ رکھنا بڑی فضلیت رکھتا ہے اور یہ کوئی عبادت نہیں ہے جس سے وہ شخص باز رہا ہو اور کہتے ہیں کہ کوئی شخص تھا کہ وہ راستہ پر سے اذیت کی چیز اٹھانا چاہتا اور نہ اٹھاتا تا کہ خلق اسے پارسا نہ جانے اور یہ کسی ضعیف کے حال کی حکایت ہوگی کہ وہ ڈرا ہوا ہو کہ خلق اسے پارسا جانے گی اور دوسری عبادتیں اس پر بے لطف ہو جائیں گی لیکن شہوت ریا کے خوف کے سبب سے اس سے حذر کرنا اچھا نہیں ہوتا بلکہ اسے کرنا چاہیے اور ریا کا دفعیہ کرنا چاہیے مگر وہ شخص جو ضعیف ہو اور حذر کرنے میں اپنی صلاح جانے اور یہ نقصان کی بات ہے دوسری قسم وہ ہے جو خلق ہی سے علاقہ رکھے جیسے حکومت قضا خلافت یہ اگر عدل سے آراستہ ہو تو بڑی عبادت ہے اور اگر بے عدل ہو تو بڑی معصیت ہے اور جو شخص اپنے اوپر مطمئن نہ ہو کہ میں عدل کروں گا تو اس پر ان کاموں کا قبول کرنا

حرام ہے کیونکہ ان میں بڑی بڑی آفتیں ہیں یہ نماز روزہ کے مثل نہیں ہے کیونکہ عین نماز روزہ میں کچھ لذت نہیں ہے اسی میں لذت ہے کہ نماز روزہ لوگ دیکھیں اور حکومت اور سرداری میں بڑی لذت ہے اور اس میں نفس پرورش پاتا ہے ملک رانی اسی شخص کو کرنا چاہیے جو اپنے اوپر مطمئن ہو لیکن آدمی اگر اپنے خود کو آزما چکا ہو اور حکومت کے پہلے کاموں میں امانت داری کی ہو لیکن ڈرتا ہو کہ میں حاکم ہوں گا تو بدل جاؤں گا اور معزول ہونے کے خوف سے چکنی چکنی باتیں بناؤں گا تو اس صورت میں علماء کا اختلاف ہے ایک گروہ نے کہا ہے کہ حکومت قبول کرے کہ یہ گمان ہی گمان ہے اور چونکہ خود کو آزما چکا ہے تو اس پر اعتماد رکھے اور ہمارے نزدیک صحیح درست یہ ہے کہ قبول نہ کرنا چاہیے اس واسطے کہ نفس جبکہ انصاف کرنے کا وعدہ کرے گا تو ممکن ہے کہ فریب ہو اور حکومت پا کر بدل جائے پس جب پہلے ہی سے تردد ظاہر کرتا ہے تو اس کے بدل جانے کا مان غالب ہے تو حذر اولی ہے اور حکومت اہل قوت کے سوا دوسرے کا کام نہیں ہے امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا ہے کہ تو حکومت ہرگز قبول نہ کرنا اگچہ دو ہی آدمیوں پر ہو پھر جب انھوں نے خود خلافت قبول فرمائی تو حضرت رافع نے کہا کہ آپ نے مجھے تو حکومت قبول کرنے کو منع فرمایا تھا اور اب آپ نے خلافت قبول کر لی فرمایا میں اب بھی تمہیں منع کرتا ہوں اس پر خدا کی لعنت ہو جو عدل نہ کرے اور اس ضعیف اعتراض کی مثل ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنے بیٹے کو دریا کے کنارے جانے سے منع کرے اور خود پانی کے اندر اتر جائے کہ پیرنا جانتا ہے اگر لڑکا بھی اتر جائے گا تو ہلاک ہوگا جب بادشاہ ظالم ہو اور قاضی قضاءت میں عدل نہ کر سکے گا اور خوشامد لازم ہوگی تو عہدہ قضا اور کوئی حکومت قبول کرنا نہ چاہیے اگر قبول کرے گا تو معزول ہو جانے کا خوف خوشامد کے واسطے عذر نہ ہوگا بلکہ عدل کرنا چاہیے تا کہ بادشاہ معزول کر دے گا اگر خدا کے واسطے حکومت کرتا ہے تو

معزولی سے خوش ہونا چاہیے تیسری قسم وعظ اور فتویٰ ہے اور درس دینا اور حدیث روایت کرنا ہے اس میں بھی لذت ہے اور نماز روزے سے زیادہ اس میں ریاء کا دخل ہوتا ہے یہ حکومت کے قریب قریب ہے اتنا فرق ہے کہ وعظ و نصیحت اور حدیث جیسا سننے والے کو فائدہ دیتی ہے ویسا ہی کہنے والے کو بھی فائدہ دیتی ہے اور دین کی طرف بلاتی ہے اور ریاء سے باز رکھتی ہے اور حکومت ایسی نہیں ہے تو اگر ریاء کسی کے سامنے آئے وعظ نصیحت چھوڑ دینے میں بچت ہے بعضے علماء نے اس سے گریز کیا ہے اور صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لوگ جب فتویٰ پوچھتے تو وہ دوسرے پر حالہ کرتے حضرت بشر حافی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے حدیث کی کتنی کتابیں زمین میں دفن کر دیں اور فرمایا کہ میں اپنے میں محدثی کی خواہش دیکھتا ہوں اگر نہ دیکھتا تو روایت کرتا اور بزرگان سلف نے کہا ہے کہ حدثنا دنیا کے بابوں میں سے ایک باب ہے اور جو شخص حدثنا کہتا ہے وہ گویا یہ کہتا ہے کہ مجھے صدر نشین بناؤ اور مسند پر بٹھاؤ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص نے اجازت مانگی کہ میں صبح کو لوگوں کو خود نصیحت کیا کروں آپ نے منع فرمایا اور ارشاد کیا کہ مجھے یہ خوف ہے کہ تیرے پیٹ میں اتنی ہوا بھرے کہ تو کرثریا پر پہنچ جائے یعنی تیرا دماغ آسمان پر ہو جائے حضرت ابراہیم تیمی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ جب اپنے دل میں تو بات کرنے کی خواہش دیکھے تو چپ رہ اور جب چپ رہنے کی خواہش دیکھے تو باتیں کر تو ہمارے نزدیک اس مسئلہ میں مختار یہ بات ہے کہ ناصح اور محدث اپنے دل پر نظر کرے اگر کچھ نیت طاعت بھی ریا کے ساتھ ملی ہوئی رکھتا ہے تو دست بردار نہ ہو اور کہتا رہے اور اس نیت کو اپنے دل میں خوب پرورش کرتا رہے تا کہ قوی ہو جائے اور وعظ و نصیحت کا حکم نماز سنت و نوافل کا سا حکم ہے کہ جب تک اپنے دل میں نیت پاتا ہے تب تک ریا کا خطرہ آنے سے دست بردار نہ ہو جائے بخلاف حکومت کے کہ اس میں جب اندیشہ ہو تو اس سے بھاگنا اولیٰ ہے کیونکہ باطل نیت بہت جلد غالب

ہو جاتی ہے اسی واسطے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ تعالیٰ عہدہ قضا سے دور دور بھاگے عہدہ قضا انھیں ملتا تھا اور فرمایا کہ میں اس کام کے لائق نہیں ہوں پوچھا کیوں فرمایا کہ اگر میں سچ کہتا ہوں کہ اس کے لائق نہیں تو واقعی اس کے لائق نہیں ہوں اور اگر جھوٹ کہتا ہوں تو جھوٹا آدمی قضا کے لائق نہیں ہوتا حالانکہ امام ممدوح تعلیم سے نہ بھاگے اور تعلم سے ہاتھ نہ روکا لیکن اگر دل میں کچھ نیت عبادت نہیں پاتا ہے اور بالکل ریا اور طلب جاہ وعظ و نصیحت کی باعث ہے تو دست بردار ہونا آدمی پر فرض ہے لیکن اگر ہم سے کوئی پوچھے کہ میں کیا کروں تو ہم دیکھیں گے اگر اس کی بات سے خلق کو فائدہ نہ ہو جیسے وہ شخص جس کا بیان مسجع مقفی ہو یا بیہودہ باتیں اور لطیفے ہوں یا ایسی باتیں ہوں کہ رحمت کے وعدے سے خلق کو معصیت پر دلیر کریں جھگڑا اور خلاف اور مناظرہ کی تعلیم کرتا ہو کہ یہ باتیں حسد اور فخر و مباہات کا تخم دل میں اگائیں تو اسے ہم منع کریں گے اور اسے ایسے کام سے منع کرنا اس کے حق میں اور لوگوں کے حق میں بڑے خیر کی بات ہے اور اگر ان کا کہنا نافع خلق اور شرع کے موافق ہو اور لوگ اسے مخلص جانیں اور اس کی تعلیم علوم دینی میں نفع کی بات ہو تو اسے ہم یہ اجازت نہ دیں گے کہ ان باتوں سے دست بردار ہو جائے اس واسطے کہ انکار کرنے میں اور بہتوں کا نقصان ہے اور کہنے میں فقط اسی کا خسران ہے ہمیں سو آدمیوں کی نجات کا خیال رکھنا ایک آدمی کی نجات سے ضرور تر ہے ہم اسے اور ان پر سے تصدق کر دیں گے اس واسطے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ اس دین کی مدد ایسے لوگوں کے ذریعہ سے کرے گا جنھیں دین میں سے کچھ نصیب نہ ہو اس سے یہی لوگ مراد ہیں تو اس سے اتنی بات سے زیادہ ہم اور کچھ نہ کہیں گے کہ تو اس درس و وعظ کو موقوف کر اور محنت کر کے ریا سے دور رہ اور نیت درست کر اور وعظ میں پہلے تو ہی نصیحت قبول کر کے خدا سے ڈرا کر پھر اوروں کو ڈرایا کر۔

ہو جائے مثلاً کوئی شخص اپنے گھر میں ہے اور نماز تہجد اس پر دشوار ہو کہ اپنی بیوی کے ساتھ مشغول رہتا ہے یا باتیں کیا کرتا ہے یا بچھونے بچھے رہتے ہیں جب اور کسی کے گھر جائے تو یہ موانع جاتے رہیں اور عبادت کی خوشی پیدا ہو یا اجنبی مکان میں جا پڑے اور نیند نہ آئے تو نماز میں مشغول ہو یا لوگوں کو دیکھے کہ سب نماز پڑھتے ہیں اسے خوشی حاصل ہو اور کہے کہ لاؤ میں بھی ان کا ساتھ دوں کہ میں بھی ان کی طرح ثواب کا محتاج ہوں یا ایسی جگہ ہو جہاں لوگ روزہ رکھتے ہیں یا کھانے کا سامان نہیں ہے تو روزہ کا شوق پیدا ہو یا لوگوں کو مسجد میں تراویح پڑھتے دیکھے اور گھر میں سستی کرتا ہے انھیں دیکھ کر شریک ہونے کے شوق سے سستی جاتی رہے یا جمعہ کے دن سب لوگوں کو خدا کے ساتھ مشغول دیکھے تو وہ بھی روزے سے زیادہ نماز اور تسبیح پڑھنے لگے ان سب صورتوں میں ممکن ہے کہ ریا نہ ہو اور شیطان اس سے کہے کہ یہ شوق لوگوں کے سبب سے پیدا ہوتا ہے یہ ریا ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ خوشی لوگوں کے سبب سے ہو رغبت خیر اور زوال موانع کے سبب سے نہیں اور شیطان کہے کہ تو یہ عبادت کر یہ رغبت تو تجھ میں تھی ہی مگر مانع تھا اب وہ جاتا رہا تو آدمی کو چاہیے کہ ان دونوں صورتوں کو ایک دوسرے سے جدا کرے اس کی شناخت یہ ہے کہ سوچے کہ اگر بالفرض یہ لوگ اسے نہ دیکھیں اور وہ ان لوگوں کو دیکھتا ہے تو اگر یہ عبادت کی خوشی اسی طرح برقرار رہے تو رغبت خیر کا سبب ہے اور اگر برقرار نہ رہے تو ریا سے دست بردار ہونا چاہیے اور اگر دونوں ہوں رغبت خیر بھی اور محبت ثنائے خلق بھی تو دیکھے کہ غالب کیا ہے جو غالب ہو اسی پر اعتماد کرے اور ایسا ہی یہ بھی ہوتا ہے کہ قرآن شریف کی کوئی آیت سنے اور لوگوں کو روتے دیکھ کر خود بھی رونے لگے اور اگر تنہا ہوتا تو نہ روتا تو یہ ریا نہیں ہے کیونکہ لوگوں کو رونا دل کو رقیق کر دیتا ہے جب لوگوں کو اندوہگین دیکھتا ہے تو اسے بھی اپنا حال یاد آتا ہے اور رونے چلانے لگتا ہے اور کبھی اصل رونا تو رقت دل کے سبب سے ہوتا ہے اور نعرہ مارنا اور چلانا ریا سے ہوتا ہے تاکہ اور لوگ

سنیں اور شاید کہ غم و اندوہ کے سبب سے گر پڑے اور فوراً اٹھنے کی قدرت حاصل ہو جائے لیکن نہ اٹھے اور ڈرے کہ لوگ کہیں گے کہ اس وجہ کی کچھ اصل نہ تھی تو اصل میں ریا کار نہ تھا اب ریا کار ہو جائے گا اور شاید کہ رقص میں ہو اور قوت پائے لیکن کسی پر تکیہ لگائے اور آہستہ آہستہ چلے تا کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ اس کا وجد جلد جاتا رہا اور ایسا ہی یہ بھی ہوتا ہے کہ استغفار کرے اور اعوذ باللہ کہے یہ اس سبب سے ہو کہ کوئی گناہ اسے یاد آیا ہو لوگوں کو عبادت میں دیکھ کر اپنی تقصیر کا خیال کیا ہو تو یہ امور درست ہیں اور کبھی ریا کے سبب سے بھی ہوتے ہیں تو ان خطروں کو دیکھتے رہنا چاہیے جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم فرماتے ہیں کہ ریا کے ستر دروازے ہیں اور چاہیے کہ جب ریاء کا خطرہ پائے تو اپنے جی میں یہ ٹھہرائے کہ اس کی نجاست باطنی پر حق سبحانہ تعالیٰ مطلع ہے اور وہ خدا کے غصہ غضب میں ہے حتیٰ کہ اس خطرہ کو اپنے دل سے دور کرے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول یاد کرے کہ آپ نے فرمایا ﴿نعوذ بالله من خشوع النفاق (۲)﴾ یہ نفاق وہ ہے کہ بدن خشوع میں ہو اور دل میں نہ ہو۔

فصل:

اے عزیز! جان تو کہ جو کام عبادت ہے مثلاً روزہ نماز اس میں اخلاص واجب ہے، مثلاً کسی مسلمان کی حاجت روائی میں ثواب کے واسطے کوشش کرے تو اپنی غرض اور نیت کو درست کرنا چاہیے اور اس مسلمان سے کچھ شکریہ اور مکافات کی اور کسی چیز کی امید نہ رکھے علی ہذا القیاس جو شخص تعلیم کرتا ہے اگر مثلاً شاگرد سے یہ توقع رکھے کہ وہ میرے پیچھے پیچھے مودب چلے یا میری خدمت کرے تو معلم نے عوض طلب کیا اور ثواب نہ پائے گا لیکن اگر معلم خدمت کی کچھ امید نہ رکھے اور شاگرد خود خدمت کرے تو اولیٰ یہ ہے کہ معلم اس خدمت کو قبول نہ کرے اور قبول کرے گا تو چونکہ اسے خدمت مقصود نہ تھی تو ظاہر اس کا ثواب حبط نہ ہوگا بشرطیکہ شاگرد خدمت کرنے

سے انکار کرے تو اس کے انکار سے معلم متعجب نہ ہو لیکن محتاط لوگوں نے اس سے پرہیز کیا ہے حتیٰ کہ ایک بزرگ کنویں میں گر پڑے نکالنے کے واسطے لوگ رسی لائے انھوں نے قسم دلائی کہ جس نے مجھ سے حدیث سنی اور قرآن پڑھا وہ رسی میں ہاتھ نہ لگائے اس واسطے کہ یہ بزرگ ڈرے کہ یہ عوض ثواب کو باطل کر دے گا ایک شخص حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کچھ ہدیہ لے گیا انھوں نے نہ لیا اس شخص نے کہا کہ میں نے آپ سے ہرگز حدیث نہیں سنی فرمایا کہ مگر تیرے بھائی نے تو سنی ہے میں ڈرتا ہوں کہ مبادا میرا دل اوروں کی بہ نسبت اس پر زیادہ مہربان ہو جائے ایک شخص اشرفی کی دو تھیلیاں حضرت سفیان رحمتہ اللہ علیہ کے پاس لے گیا اور کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میرا باپ آپ کا دوست تھا اور حلال کھانے والا تھا اب یہ میراث حلال ہے مجھ سے قبول فرمائیے جب قبول کی اور وہ شخص رخصت ہو گیا تو اپنے بیٹے کو اس کے پیچھے پیچھے بھیجا اور تھیلیاں پھیر بھیجیں کہ انھیں یاد آیا کہ اس شخص کے باپ کے ساتھ للہ دوستی تھی ان کے بیٹے کہتے ہیں کہ میں جب پھر آیا تو مجھے صبر نہ تھا میں نے اپنے باپ سے کہا کہ آپ کا دل پتھر کا ہے کہ صریحاً آپ دیکھتے ہیں کہ میں عیال دار ہوں اور میرے پاس کچھ نہیں ہم پر آپ رحم نہیں کرتے فرمایا کہ اے فرزند تو چاہتا ہے کہ خوب کھائے پیئے اور قیامت میں مجھ سے باز پرس ہو مجھے یہ طاقت نہیں ہے اسی طرح شاگرد کو بھی چاہیے کہ علم سیکھنے سے اسے فقط رضائے الٰہی مطلوب ہو اور معلم سے کچھ امید نہ رکھے اور شاید کہ یہ سمجھے کہ اگر معلم سے اپنی اطاعت ظاہر کروں گا تو درست ہے تا کہ وہ تعلیم میں کوشش کرے یہ خطا ہے اور عین ریا ہے بلکہ چاہیے کہ معلم کی خدمت کرنے سے حق تعالیٰ کے نزدیک منزلت چاہے معلم کے نزدیک نہیں اسی طرح ماں باپ کی رضامندی خدا کی رضامندی کے واسطے ڈھونڈھے اور خود کو ان کے سامنے پارسا نہ بنائے تا کہ اس سے وہ خوش ہوں اس واسطے کہ یہ دم نقد گناہ ہے غرضکہ جس (۳) کام میں آدمی ثواب کا طالب ہو

اسے اخلاص کے ساتھ کرنا چاہیے واللہ اعلم۔

۱ کہہ دو تم اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ ساتھ فضل اور رحمت خدا کے چاہیے کہ خوش رہیں۔

۲ پناہ مانگتے ہیں ہم اللہ سے خشوع سے نفاق کے۔

۳ جس کام میں آدمی ثواب کا طالب ہو وہ کام خلوص کے ساتھ کرنا چاہیے۔

WWW.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

نویں اصل تکبر اور عجب کے علاج کے بیان میں

اے برادر اس بات کو معلوم کر کہ تکبر اور خود کو بزرگ جاننا بری خصلت ہے اور حقیقت میں حق سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ خصومت ہے کیونکہ بڑائی اور بزرگی اسی کو سزاوار ہے پس اسی وجہ سے قرآن شریف میں جبار اور متکبر آدمی کی مذمت بتکرار ہے جیسا کہ ارشاد ہوا ہے ﴿ کذلک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار (۱) ﴾ اور فرمایا ہے ﴿ وخاب کل جبار علید (۲) ﴾ اور فرمایا ہے ﴿ انی عذت بربی وربکم من کل متکبر لایومن بیوم الحساب (۳) ﴾ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس دل میں رائی برابر بھی کبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا اور فرمایا ہے کہ جو شخص خود کو بڑا جاننے کی عادت ڈالتا ہے اس کا نام متکبروں میں لکھا جاتا ہے اور جو عذاب متکبروں کو ہوتا ہے وہی اسے بھی ہوگا حدیث شریف میں ہے کہ حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ السلام نے دیو پری پرند آدمی سب سے حکم فرمایا کہ باہر نکلو دو لاکھ آدمی اور دو لاکھ جن جمع ہوئے ہوا نے انھیں لیا اور آسمان تک لے گئی حتیٰ کہ انہوں نے فرشتوں کی تسبیح سنی اور وہاں سے زمین پر لائے حتیٰ کہ قعر دریا میں پہنچے پھر ایک آواز آئی کہ اگر ایک ذرہ بھی کبر سلیمان کے دل میں ہوتا تو ہوا میں لے جانے کے قبل اسے بھی میں زمین کے اندر پہنچا دیتا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ متکبر لوگوں کا قیامت کے دن چیونٹی کی صورت پر حشر ہوگا اس ذلت کے سبب سے جو انھیں حق تعالیٰ کے سامنے ہوگی لوگوں کے پاؤں کے نیچے پڑے ہوں گے اور فرمایا ہے کہ دوزخ میں ایک غار ہے اسے ہب ہب کہتے ہیں اللہ تعالیٰ گردن کشوں اور متکبروں کو اس غار میں ڈالے گا حضرت سلیمان علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس گناہ کو عبادت مفید نہیں ہوتی وہ کبر ہے حضرت سلطان الانبیا علیہ افضل الصلوٰۃ والثنا نے فرمایا کہ جو شخص کپڑا زمین پر لٹکاتا ہوا تکبر اور فخر سے چلتا ہے حق تعالیٰ اس کی طرف دیکھتا بھی نہیں اور

فرمایا ہے کہ ایک بار ایک شخص ناز سے ٹہلتا تھا اور اچھے کپڑے پہنے تھا اور خود کو دیکھتا تھا حق سبحانہ تعالیٰ نے اسے زمین کے اندر دھنسا دیا اور اب تک دھنستا چلا جاتا ہے اور قیامت تک چلا جائے گا اور فرمایا ہے کہ جو شخص خود کو بڑا جانے اور چلنے میں ناز سے قدم اٹھائے وہ حق سبحانہ تعالیٰ کو اپنے اوپر غصہ میں دیکھے گا حضرت محمد ابن واسع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بیٹے کو ناز سے ٹہلتے دیکھا اسے آواز دی اور کہا جانتا ہے کہ تو کون ہے تیری ماں کو تو میں نے دو سو درہم کو مول لیا تھا اور تیرا باپ ایسا ہے کہ مسلمانوں میں اس کے ایسے آدمی جتنے کم ہوں بہتر ہے حضرت مطرف نے مہلب کو دیکھا کہ ناز سے ٹہلتے ہوئے چلتے ہیں کہا اے بندۂ خدا' خدا ایسی چال کو دشمن رکھتا ہے کہا تم مجھے نہیں جانتے فرمایا جانتا ہوں پہلے تو تو ناپاک پانی تھا آخر کو مردار رسوا ہوگا درمیان میں نجاستوں کا بار بردار رہے۔

تواضع کی فضیلت کا بیان

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے فروتنی کی حق تعالیٰ نے اس کی عزت بڑھا دی اور فرمایا ہے کہ کوئی ایسا نہیں کہ اس کے سر پر ایک لگام دو فرشتوں کے ہاتھ میں نہ ہو وہ جب فروتنی کرتا ہے تو فرشتے اس لگام کو اوپر کھینچتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بارخدایا اسے سربلند رکھ اور جب تکبر کرتا ہے تو لگام نیچے کھینچتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بارخدایا اسے سرنگوں رکھ اور فرمایا ہے کہ نیک بخت وہ شخص ہے جو عاجز نہ ہو اور فروتنی کرے اور وہ مال دے جو گناہ سے نہ جمع کیا ہو اور بیچاروں اور عاجزوں پر رحم کرے اور حکیموں اور عالموں سے مخالطت رکھے حضرت ابوسلمہ مدینی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے دادا سے حکایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے تھے کہ ایک دن جناب سرور کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ میرے گھر مہمان تھے اور آپ نے روزہ رکھا تھا روزہ افطار کرنے کو آپ کے سامنے دودھ کا ایک قدح میں نے حاضر کیا اس میں شہد پڑا تھا آپ نے جب چکھا اور میٹھا پن معلوم ہوا پوچھا یہ کیا ہے میں نے عرض کی کہ یا

حضرت اس میں میں نے شہد ڈالا ہے آپ نے ہاتھ سے رکھ دیا اور نہ پیا اور فرمایا کہ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ حرام ہے لیکن جو شخص خدا کے واسطے فروتنی کرتا ہے حق تعالیٰ اسے سربلندی عنایت فرماتا ہے اور اگر تکبر کرتا ہے تو حق تعالیٰ اسے حقیر کر دیتا ہے اور جو شخص بے اسراف کے خرچ کرتا ہے حق تعالیٰ اسے بے نیاز رکھتا ہے اور جو شخص اسراف کرتا ہے حق تعالیٰ سے محتاج رکھتا ہے اور جو خدا کی یاد بہت کرتا ہے حق تعالیٰ اسے دوست رکھتا ہے ایک بار ایک فقیر بیمار دل فگار نے سلطان داریں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرہ منورہ کے در انور پر سوال کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاصہ نوش فرماتے تھے اسے بلا لیا سب لوگوں نے خود کو اس سے سمیٹا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اپنی ران پر بٹھا لیا اور فرمایا کھاؤ اہل قریش میں سے ایک شخص نے اس کی تحقیر کی اور کراہت سے اس کی طرف دیکھا وہ اسی بیماری میں مبتلا ہو کر مرا۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا کہ میں رسول اور بندہ ہوں خواہ نبی اور بادشاہ ہوں میں نے توقف کیا ملائیکہ میں سے میرے دوست جبرئیل تھے ان کی طرف میں نے دیکھا انھوں نے کہا کہ آپ فروتنی کیجئے میں نے حق سبحانہ تعالیٰ کی جناب میں عرض کی کہ میں چاہتا ہوں کہ رسول اور بندہ ہوں حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ میں اس شخص کی نماز قبول کرتا ہوں جو میری بزرگی کی تواضع کرے اور میرے بندوں کے ساتھ تکبر نہ کرے اور اپنے دل میں خوف رکھے اور تمام دن میری یاد میں بسر کرے اور خود کو میرے واسطے خواہشوں سے باز رکھے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کرم تقوٰی میں ہے اور شرف تواضع میں اور تونگری یقین میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ دنیا میں جو اہل تواضع ہیں وہ نیک بخت ہیں کہ قیامت میں وہ صاحب منبر ہوں گے اور جو شخص دنیا میں لوگوں کے درمیان صلح کریں فردوس ان کا مقام ہوگا اور وہ لوگ نیک بخت ہیں جن کا دل دنیا

سے پاک ہے کہ حق تعالیٰ کا دیدار ان کا ثواب ہے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے جس کو نعمت اسلام عنایت فرمائی اور اس کی صورت اچھی بنائی اور اس کا حال ایسا نہ کیا کہ اس سے ننگ و عار رکھنا چاہیے ہو اور ان صفتوں کے ساتھ اسے فروتنی نصیب کی وہ خدا کے مقبولوں میں سے ہے ایک شخص کے چیچک نکلی تھی وہ آیا لوگ کھانا کھا رہے تھے وہ جس شخص کے پاس بیٹھتا وہ شخص اس کے پہلو سے اٹھ جاتا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اپنے پاس بٹھا لیا اور فرمایا کہ میں اس شخص کو نہایت دوست رکھتا ہوں جو حاجت کی چیزیں ہاتھ میں لے کر اپنے گھر جائے تا کہ اس کے گھر والوں کے واسطے روزی ہو اور اپنے ہاتھ میں لے جانے سے اس شخص کا کبر ٹوٹے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے آپ نے فرمایا کیا سبب ہے کہ میں تم میں ایمان کی حلاوت نہیں دیکھتا انھوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ایمان کی حلاوت کیا چیز ہے فرمایا کہ تواضع اور فرمایا ہے کہ جب فروتن کو دیکھو تو فروتنی کرو اور جب متکبر کو دیکھو تو تکبر کرو تا کہ اس کی حقارت اور ذلت ظاہر ہو تواضع کے باب میں بزرگوں کے اقوال یہ ہیں کہ ام المومنین حضرت بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ تم لوگ فاضل ترین عبادت سے غافل ہو وہ تواضع ہے حضرت فضیل رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ تواضع اس کا نام ہے کہ تو حق بات قبول کرلے جس کسی سے ہو اگرچہ وہ لڑکا ہو جاہل ترین خلق ہو حضرت ابن المبارک رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ تواضع یہ ہے کہ جو شخص تجھ سے دنیا کم رکھتا ہو تو خود کو اس سے مرتبہ میں گھٹ کر رکھے تا کہ وہ معلوم کرلے کہ دنیا زیادہ ہونے کے سبب سے تو اپنی کچھ قدر نہیں جانتا اور جو شخص تجھ سے زیادہ دنیا رکھتا ہو اس سے خود کو بالاتر رکھے تا کہ اسے معلوم ہو جائے کہ دنیا کے سبب سے تیرے نزدیک اس کی کچھ قدر نہیں حق سبحانہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے عیسیٰ میں جب تجھے کوئی نعمت بھیجوں تو اگر تواضع سے اس کا استقبال کرے گا تو تمام و کمال نعمت تجھے

عنایت کروں گا حضرت ابن سماک رحمہ اللہ تعالیٰ نے خلیفہ ہارون رشید سے کہا کہ یا امیر المومنین تیری فروتنی تیری بزرگی کی حالت میں تیری بزرگی سے شریف تر ہے خلیفہ نے کہا کہ آپ نے بہت خوب بات کہی پھر کہنے لگے یا امیر المومنین حق سبحانہ تعالیٰ جسے مال جمال حشمت عطا فرمائے اور وہ شخص مال میں اوروں کی غم خواری کرے اور حشمت میں تواضع کرے اور جمال میں پارسائی تو حق سبحانہ تعالیٰ اپنے دفتر میں اس کا نام خالصوں میں لکھتا ہے خلیفہ ہارون رشید نے قلم دوات منگوا کر یہ لکھ لیا حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی مملکت میں صبح کو تونگروں کی احوال پرسی کرتے پھر محتاجوں کے ساتھ بیٹھتے اور فرماتے کہ ایک مسکین مسکینوں کے ساتھ بیٹھا تواضع کے بیان میں چند بزرگان دین کے اقوال یہ ہیں حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ تواضع یہ ہے کہ تو باہر جائے اور جسے دیکھے اسے اپنے سے افضل جانے حضرت مالک ابن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص مسجد کے دروازے پر پکارے کہ اے لوگو تم میں جو سب سے بدتر ہے وہ باہر آئے تو میں سب سے پہلے باہر نکل آؤں گا میرے آگے کوئی شخص خوشی سے نہ ہوگا حضرت ابن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب یہ قول سنا تو کہنے لگے کہ مالک کی بزرگی اسی سے ہے ایک شخص حضرت شبلی رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے آیا حضرت شبلی نے اپنی عادت کے موافق اس سے پوچھا ما انت یعنی تو کیا چیز ہے اس نے جواب دیا کہ میں وہ نقطہ ہوں جو حرف یا کے لگایا ہو یعنی اس سے اتر کر کوئی چیز نہیں حضرت شبلی نے فرمایا ﴿ ابـاد الـلـه شـاهـدک ﴾ یعنی خدا تجھے تیرے سامنے سے اٹھائے یعنی مقام عالی عطا فرمائے تو نے خود کو اخیر جگہ پر رکھا ایک بزرگ نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا عرض کی مجھے کچھ نصیحت فرمائیے فرمایا کہ ثواب آخرت کے واسطے فقیروں کے سامنے امیر کی تواضع کیا اچھی چیز ہوتی ہے اور فضل خدا پر بھروسہ کر کے امیروں کے ساتھ فقیروں کا تکبر اس سے بھی بہتر ہے

حضرت یحیی ابن معاذ رحمتہ اللہ تعالی کہتے ہیں کہ مرد کریم جب پارسا ہوتا ہے تو فروتن ہو جاتا ہے اور کمینہ اور سفیہ جب پارسا ہوتا ہے تو اس میں تکبر پیدا ہو جاتا ہے حضرت بایزید قدس سرہ کہتے ہیں کہ بندہ جب تک کسی کو اپنے سے بدتر جانتا ہے تب تک متکبر ہے حضرت جنید قدس سرہ نے ایک دن جمعہ کی مجلس وعظ میں کہا کہ اگر حدیث شریف میں یہ نہ آیا ہوتا کہ اخیر زمانہ میں قوم کا سردار وہ شخص ہوگا جو ان سب میں کمتر ہو تو میں مجلس میں تمہارے سامنے وعظ کہنا روا نہ رکھتا حضرت جنید قدس سرہ کہتے ہیں کہ اہل توحید کے نزدیک تواضع تکبر ہے یعنی تواضع وہ ہے کہ آدمی خود کو اتارے جب اتارنے کی حاجت ہوگی تو جب تک اتارے گا تب تک آدمی نے خود کو مرتبہ عالی پر رکھا ہوگا جب آندھی آتی یا بادل گرجتا تو حضرت عطائے سلمی رحمہ اللہ تعالی حاملہ عورت کی طرح اپنا پیٹ پکڑے پکڑے پھرتے اور کہتے کہ یہ آفت جو خلق پر آیا چاہتی ہے سب میری شومی ہے کچھ لوگ حضرت سلمان رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس گئے جا کر فخر کرنے لگے انھوں نے فرمایا کہ میری ابتدا تو نطفہ ہے اور انتہا ایک مردار پھر ترازو کے پاس لے جائیں گے اگر میری نیکی کا پلہ بھاری ہوگا تو میں بزرگ ہوں ورنہ ذلیل اور کمتر ہوں۔

تکبر کی حقیقت اور آفت کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ تکبر برا خلق ہے اور اخلاق دل کی صفت ہوتے ہیں لیکن ان کا اثر ظاہر میں پیدا ہوتا ہے اور تکبر کے یہ معنی ہیں کہ آدمی خود کو سے فائق اور بہتر جانے اور اس سبب سے خوش ہو کر پھولے تو جو ہوا اسے پھلاتی ہے اسے تکبر کہتے ہیں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ﴿ اعوذبک من نفحتہ الکبر ﴾ یعنی اے اللہ میں کبر کی ہوا سے تیری پناہ مانگتا ہوں آدمی میں جب یہ ہوا بھرتی ہے تو لوگوں کو اپنے سے کم جانتا ہے اور اپنا خادم جان کر انھیں دیکھتا ہے بلکہ شاید اپنی خدمت کے لائق بھی نہ جانے اور کہے کہ بھلا تو بیچارہ کیا ہے جو میری

خدمت کے لائق ہو جیسا کہ سلاطین ہر کسی کے واسطے نہیں مانتے کہ ان کی آستانہ بوسی کرے اور خود کو ان کی طرف اضافت کر کے بندہ لکھے مگر بادشاہوں کے واسطے مانتے ہیں اور یہ نہایت درجے کا تکبر ہے۔ خدا کی کبریائی سے بڑھ گیا کیونکہ وہ سب کو بندگی اور سجود کے ساتھ قبول فرماتا ہے اور اگر تکبر میں اس درجے کو نہیں پہنچتا تو چلنے اور بیٹھنے میں پیشی ڈھونڈھتا ہے اور تعظیم کا امیدوار رہتا ہے اور اس درجہ کو پہنچ جاتا ہے کہ اگر لوگ اسے نصیحت کریں تو نہ مانے اور اگر خود نصیحت کرتا ہے تو سختی سے کہتا ہے اور اگر اس کو خود کو تعلیم کیجئے تو غصہ میں آتا ہے اور آدمیوں کو اس طرح دیکھتا ہے جیسے بہائم کو دیکھتے ہیں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کبر کیا چیز ہے فرمایا تکبر یہ ہے کہ آدمی حق تعالیٰ کے کے آگے گردن نرم نہ رکھے اور لوگوں کو چشم حقارت سے دیکھے اور دونوں خصلتیں آدمی اور حق تعالیٰ کے درمیان میں بڑی آڑیں ہیں اس سے سب برے اخلاق پیدا ہوتے ہیں اور نیک اخلاق سے آدمی باز رہتا ہے کیونکہ جس شخص پر اپنی خواجگی اور عزت اور بزرگی کا خیال غالب ہوا وہ جو چیز اپنے واسطے پسند کرتا ہے اور مسلمانوں کے واسطے پسند نہ کر سکے گا غصہ کو نہ روک سکے گا اور زبان کو غیبت سے نہ بچا سکے گا دل کو میل اور غبار سے پاک صاف نہ کر سکے گا اس واسطے کہ جو شخص اس کی تعظیم نہ کرے گا اس کی طرف سے کچھ نہ کچھ اپنے دل میں لائے گا اور کم سے کم یہ ہے کہ تمام دن اپنے پیچھے اور اپنی خود پرستی میں اور اپنی بات بالا کرنے میں مشغول رہے گا اور فریب' نفاق' جھوٹ سے مستغنی نہ ہوگا تا کہ اپنا کام لوگوں پر بالا رکھے اور حقیقت یہ ہے کہ آدمی کچھ بھی اسلام کی بو سونگھے گا تا وقتیکہ خود کو فراموش نہ کرے بلکہ دنیا کی راحت بھی نہ پائے۔ ایک بزرگ نے کہا کہ اگر تو بہشت کی خوشبو سونگھنا چاہے تو خود کو ہر فرد بشر سے گھٹ کر جان کہ بوئے بہشت سونگھ لے حق سبحانہ تعالیٰ اگر کسی کو بینائی عنایت کرے تا کہ وہ متکبر جو باہم ملتے ہیں ان کے دل دیکھے تو وہ کسی گھورے میں وہ

نجاست اورعفونیت نہ دیکھے گا جو ان متکبروں کے دلوں میں ہوتی ہے کیونکہ ان کا باطن تو کتوں کی صورت ہوگیا ہوگا اور اپنے ظاہر کو عورتوں کی طرح ایک دوسرے کے سامنے سنوار رہے ہیں باہم پاس بیٹھنے سے مسلمانوں کو جو انس ہوتا ہے وہ متکبروں کو ہرگز نہیں ہوتا۔ بلکہ اے عزیز تو جس شخص کو دیکھے گا تو راحت جب ہی پائے گا کہ تو اس شخص میں بالکل فنا ہوجائے اور ہمہ تن اس کی تعظیم ہوجائے تا کہ دوئی اٹھ جائے اور یگانگی پیدا ہوجائے وہی وہ رہے تو باقی نہ رہے یا وہ تجھ میں آجائے اور تو ہی تو باقی رہے وہ باقی نہ رہے یا دونوں حق تعالیٰ کی ذات میں فنا ہو جائیں اور اپنی طرف التفات ہی نہ کر اور کمال یہی ہے اور اس یگانگی سے کمال راحت ہوتی ہے غرضیکہ جب تک دوئی رہے گی راحت محال ہے کیونکہ راحت یگانگی اور خدمت میں ہوتی ہے کبر کی حقیقت اور آفت یہی ہے۔

تکبر کے درجوں کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ بعض تکبر بہت قبیح اور بد ہوتا ہے اور جس پر تکبر ہوتا ہے اس کے تفاوت سے تکبر میں تفاوت پیدا ہوتا ہے اور تکبر یا خدا پر ہوتا ہے یا رسول پر یا بندوں پر لیکن پہلا درجہ وہ تکبر ہے جو خدا پر ہو جیسے نمرود فرعون ابلیس کا تکبر اور ان کا تکبر جنھوں نے خدائی کا دعوی کیا اور بندگی سے ننگ و عار رکھی اور حق سبحانہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ﴿ لن یستنکف المسیح ان یکون عبد اللہ ولا الملئکتہ المقربون ﴾ یعنی نہ عیسیٰ بندگی سے ننگ و عار رکھتے ہیں نہ ملائیکہ المقربین دوسرا درجہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تکبر ہے جیسا کفار قریش نے کیا اور کہا کہ ہم اپنے ایسے آدمی کے سامنے سر نہ جھکائیں گے خدا نے ہماری طرف فرشتہ کو رسول کر کے کیوں نہ بھیجا اور مرد محتشم کو کس واسطے نہ بھیجا یتیم کو کیوں بھیجا ﴿وقالوا لولا نزل ھذا القران علی رجل من القریتین عظیم ﴾ (۵) یہ کفار دو گروہ تھے ایک گروہ کا تکبر تو ان کا حجاب ہوگیا حتیٰ کہ انھوں نے خود تفکر نہ کیا

اور نبوت کو پہچانا ہی نہیں جیسا حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ ساصرف عن ایاتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق ﴾ یعنی میں متکبروں کو راہ نہیں دیتا ہوں تا کہ وہ آیات حق دیکھیں اور ایک گروہ جانتا تھا اور انکار کرتا تھا کبر کے سبب سے اقرار کرنے کی طاقت نہ رکھتا تھا جیسا کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿ وجحدوا بھا و استیقنتھا انفسھم ظلما و علوا ﴾ (۲) تیسرا درجہ یہ کہ آدمی اور بندوں پر تکبر کرے اور انھیں چشم حقارت سے دیکھے اور حق بات نہ مانے اور خود کو ان سے بہتر سمجھے اور بزرگ جانے اور یہ اگر چہ ان دونوں درجوں سے کم ہے لیکن پھر بھی دو سبب سے برا ہے ایک تو یہ کہ بزرگی خدا ہی کی صفت ہے بندہ ضعیف و عاجز جس کے اختیار میں اپنا کوئی کام نہیں اسے کہاں سے بزرگی کا دعویٰ پہنچے گا تا کہ خود کو سمجھے کہ میں کچھ ہوں اور آدمی جب خود کو بزرگ جانے گا تو خدا کی صفت میں اس کے ساتھ منازعت اور دعویٰ داری ہوگی اس متکبر کی مثل ایسی ہے جیسے کوئی غلام بادشاہ کا تاج اپنے سر رکھ کر تخت سلطنت پر بیٹھے۔

اے عزیز دیکھ تو کہ غلام بادشاہ کے غیظ و غضب کا کیسا مستحق ہوگا اسی واسطے حق سبحانہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے یعنی حدیث قدسی میں آیا ہے ﴿ العظمتہ ازاری الکبریاء ردائی فمن نازعنی فیھا قصمتہ ﴾ یعنی عظمت اور کبریائی میری خاص صفت ہے جو شخص ان دونوں صفتوں میں میرے ساتھ منازعت کرتا ہے میں اسے ہلاک کر دیتا ہوں چونکہ خالق کے سوا اور کسی کو بندوں پر تکبر کرنا نہیں پہنچتا ہے تو جو شخص بندوں پر تکبر کرے گا اس نے خالق کے ساتھ منازعت کی جیسے کوئی شخص بادشاہ کے خاص غلاموں کو ایسے کام کا حکم کرے جو بادشاہ کے سوا اور کسی کو لائق نہ ہو دوسرا سبب یہ ہے کہ تکبر اوروں کی حق بات قبول کرنے سے آدمی کو باز رکھتا ہے حتیٰ کہ جو لوگ متکبر ہوتے ہیں وہ دین کے مسائل میں جھگڑا کرتے ہیں تو جب حق بات کسی کی زبان سے نکلتی ہے تکبر دوسرے سے انکار کرواتا ہے قبول نہیں کرنے دیتا اور

حق سے انکار کرنا کافروں اور منافقوں کی عادت ہے جیسا حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کفار کا مقولہ قرآن میں آیا ہے ﴿لاتسمعوا لھذا القران والغوا فیہ لعلکم تغلبون (۷)﴾ اور جیسا ارشاد ہوا ﴿واذا قیل لہ اتق اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم﴾ یعنی جب اس سے کہتے ہیں کہ خدا سے ڈر تو خود کو بڑا جاننا اور عزت دار سمجھنا اس سے گناہ پر اصرار کراتا ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ یہ بڑا گناہ ہے کہ جب کسی سے کہیں کہ خدا سے ڈر اور وہ کہے کہ تجھے اپنے کام سے کام ہے ایک دن جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص سے کہا کہ داہنے ہاتھ سے کھا اس نے کہا میں نہیں کھا سکتا آپ کو معلوم ہو گیا کہ یہ تکبر سے کہتا ہے فرمایا کہ تو داہنے ہاتھ سے نہیں کھا سکتا پس اس کا ہاتھ پھر ہل ہی نہ سکا۔

اے عزیز! جان تو کہ حق تعالیٰ نے ابلیس کا قصہ جو قرآن شریف میں فرمایا ہے فقط کہانی کے طور پر نہیں فرمایا ہے بلکہ اس واسطے ارشاد کیا ہے کہ تجھے معلوم ہو جائے کہ تکبر کی آفت کہاں تک پہنچتی ہے کیونکہ ابلیس نے تکبر ہی کے سبب سے کہا ﴿انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین﴾ (۸) اور تکبر نے اسے اس درجہ پہنچا دیا کہ اس نے حکم الٰہی کی تعمیل نہ کی اور سجدہ نہ کیا اور ملعون ابدی ہو گیا۔

تکبر کے اسباب اور علاج کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ جو کوئی تکبر کرتا ہے اسی سبب سے کرتا ہے کہ اپنے میں ایسی صفت کمال جانتا ہے کہ اوروں میں گویا وہ نہیں ہے اور وہ سات سبب ہیں۔

پہلا سبب علم:

میں تکبر ہے کہ عالم جب خود کی کمال علم سے آراستہ دیکھتا ہے تو اوروں کو اپنے بہ نسبت بہائم جانتا ہے یہ تکبر اس پر غالب ہو جاتا ہے اس کا اثر یہ ہے کہ لوگوں سے

کام خدمت اور مراعات اور تعظیم اور تقدیم کی امید رکھتا ہے اگر وہ نہیں کرتے تو تعجب کرتا ہے اور اگر وہ لوگوں کی طرف دیکھتا ہے یا کہیں دعوت میں جاتا ہے تو احسان جتاتا ہے اور عاقبت کے کاموں میں خدا کے نزدیک خود کو ان سے بہتر جانتا ہے اپنی نجات کی قوی امید رکھتا ہے اور ان لوگوں کے حق میں بہت ڈرتا ہے اور کہتا ہے کہ سب میری دعا اور نصیحت کے محتاج ہیں میرے طفیل میں دوزخ سے نجات پائیں گے اسی واسطے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ﴿ افتہ العلم الخیلا ﴾ یعنی خود کو بڑا جاننا علم کی آفت ہے اور حقیقت میں ایسے عالم کو عالم کہنے سے جاہل کہنا بہتر ہے کیونکہ حقیقت میں عالم وہ شخص ہے جو خطر آخرت کو معلوم کرے اور صراط مستقیم کی باریکی کو پہچانے اور جس نے اسے پہچانا وہ ہمیشہ خود کو اس سے دور اور مقصر جانتا ہے اور اپنے انجام کے خطر سے اور اس بات کے خوف سے کہ علم اس کے اوپر حجت اور دلیل ہوگا تکبر میں مشغول نہیں ہوتا جیسا کہ حضرت ابو الدرداء نے فرمایا ہے کہ جتنا علم بڑھتا ہے درد و مصیبت بھی بڑھتی ہے لیکن علم سیکھنے سے لوگوں کا تکبر جو بڑھ جاتا ہے اس کے دو سبب ہیں ایک تو یہ کہ علم حقیقی جو علم دین ہے اسے نہیں سیکھتے اور یہ ایسا علم ہے کہ اس کے سبب سے آدمی خود کو اور راہ دین اور راہ حق کی گھاٹیوں کو اور عاقبت کے خطر کو اور حق تعالیٰ سے جو حجاب اور آڑ ہے اس کو پہچانتا ہے اور اس کے سبب سے درد اور شکستگی زیادہ ہوتی ہے تکبر نہیں زیادہ ہوتا لیکن آدمی جب طب اور حساب اور نجوم اور لغت اور مناظرہ کا علم سیکھتا ہے تو اس سے تکبر ہی بڑھتا ہے قریب ترین علم، علم فتاوی ہے اور دنیا میں خلق کی اصلاح کا علم ہے تو وہ علم دنیا ہے اگرچہ دین کو اس کی احتیاج ہے اس سے خوف نہیں پیدا ہوتا بلکہ اگر فقط علم فتاوی پر آدمی اٹک جائے اور دوسرے علموں یعنی علم سلوک و تصوف کو ترک کر دے تو دل تاریک اور تکبر زیادہ ہو جاتا ہے۔ مصرع شنیدہ کے بود مانند دیدہ

اے عزیز! علماء ظاہر کو دیکھ لے کہ ان کا کیا حال ہے اس طرح طیارات واعظین کا علم اور ان کی مسجع اور بے فائدہ باتیں اور ان باتوں کی تلاش جن کے سبب سے خلق سے نعرہ زنی کرواتے ہیں اور وہ نکتے جن کے سبب سے مذہبوں میں تعصب کرتے ہیں تا کہ عوام سمجھیں کہ یہ باتیں دین کی راہ ہیں یہ سب امور کبر وحسد اور عداوت کا تخم دل میں بوتے ہیں ان کے سبب سے درد اور شکستگی نہیں بڑھتی بلکہ تکبر اور نخوت بڑھتی ہے دوسرا سبب یہ ہے کہ شاید کوئی شخص علم نافع پڑھے مثلاً تفسیر وحدیث اور اگلے بزرگوں کے احوال اور اس قسم کے علوم جو اس کتاب میں اور احیاء العلوم میں ہم نے بیان کیے اور پھر بھی متکبر رہے تو اس کا سبب یہ ہے کہ دراصل اس کا باطن خبیث ہے اور اخلاق بد رکھتا ہے اور پڑھنے سے بیان ہی کرنا اسے مقصود ہوتا ہے کہ اس کے سبب سے بڑائی حاصل ہو اسے برتنا اور اس پر عمل کرنا مقصود نہیں ہوتا تو جب علم اس کے باطن میں جاتا ہے اس کے باطن ہی کی صفت پر ہو جاتا ہے جیسے تنقیہ کے پہلے دوا جو معدہ میں جاتی ہے معدہ کے خلط کی صفت پر ہو جاتی ہے اور جیسے پانی کہ آسمان سے ایک ہی صفت پر صاف اور شفاف برستا ہے اور جس نبات میں پہنچتا ہے اس کی صفت کو بڑھاتا ہے اگر وہ کڑوی ہے تو کڑواہٹ بڑھ جاتی ہے اور اگر میٹھی ہے تو مٹھائی زیادہ ہو جاتی ہے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ لوگ قرآن پڑھتے ہیں اور ان کے حلق سے تجاوز نہیں کرتا اور کہتے ہیں کہ کون ایسا ہے جو ہماری طرح قرآن پڑھے اور جو کچھ ہم جانتے ہیں وہ کون جانتا ہے یہ فرما کر آپ نے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ یہ لوگ تم ہی میں سے ہیں یعنی میری امت ہیں اور سب دوزخی ہیں امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ اے لوگو! تم متکبر علماء میں سے نہ ہو جاؤ کہ اس وقت تمہارا علم تمہارے کو وفا نہ کرے گا اور حق تعالیٰ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تواضع کا حکم فرمایا اور ارشاد کیا

﴿واخفض جناحک لمن اتبعک من المومنین﴾ اسی سبب سے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تکبر سے اپنے اوپر ہراساں رہتے تھے حتیٰ کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار امامت کی پھر کہا کہ دوسرا امام ڈھونڈھو کیونکہ میرے دل میں آتا ہے کہ میں تم سے بہتر ہوں جب یہ حضرات تکبر کے خیال سے نہ چھوٹے تو اور لوگ کیونکر چھوٹ سکیں گے اور ایسا عالم اس زمانہ میں کہاں پائیں گے بلکہ ایسا عالم بھی نادر ہے جو اس صفت کو جانے کہ مذموم ہے اس سے حذر کرنا چاہیے کیونکہ اکثر علماء خود اس سے غافل رہتے ہیں اور اپنے تکبر پر فخر کرتے ہیں کہ میں فلانے آدمی کو لائق نہیں جانتا ہوں اس کی حقیقت نہیں سمجھتا بلکہ اس کی طرف دیکھتا بھی نہیں اور ایسی تکبر کی باتیں بکتے ہیں تو اگر کسی عالم کو اس بات کی آگاہی حاصل ہو تو اس کو نہایت عزیز جاننا چاہیے اس کی زیارت بھی عبادت ہے اس کے واسطے سب کو چھوڑ دینا چاہیے اور اگر حدیث شریف میں یہ نہ آیا ہوتا کہ ایک زمانہ آئے گا اس زمانہ میں جو شخص تمہارے اعمال کا دسواں حصہ بھی عمل کرے گا وہ نجات پائے گا تو ناامید ہو جانے کا خوف تھا لیکن اس زمانہ میں تھوڑا نیک عمل بھی بہت ہے' کیونکہ دین میں کوئی یار مددگار نہ رہا اور حقائق دین مندرس ہو گئے اور جو شخص راہ چلتا ہے وہ اکثر تنہا ہی ہوتا ہے یاور نہیں رکھتا اس کا رنج دوگنا ہوتا ہے تو ناچار تھورے ہی پر قناعت کرتا ہے دوسرا سبب زہد اور عبادت میں تکبر ہے کیونکہ عابد زاہد صوفی پارسا تکبر سے خالی ہی نہیں ہوتے حتیٰ کہ جانتے ہیں کہ ہماری خدمت اور زیارت کرنا اوروں کے حق میں بہتر ہے گویا کہ اپنی عبادت کے سبب سے لوگوں پر احسان رکھتے ہیں اور شاید یہ بھی جانتے ہوں کہ اور لوگ تباہ ہونے والے ہیں مغفور اور رستگار ہم ہی ہیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص انھیں ستائے اور اتفاقاً اسے کوئی آفت پہنچ جائے تو کہتے ہیں کہ دیکھو یہ ہماری کرامت ہے کہ ہمارے ساتھ جو بے ادبی کی یہ اسی کا نتیجہ ہے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو

شخص کہے کہ لوگ ہلاک ہوئے وہ خود ہلاک ہوگا یعنی اس نے لوگوں کو چشم حقارت سے دیکھا اور فرمایا ہے کہ بڑا گناہ ہے کہ کوئی کسی مسلمان بھائی کو حقیر جانے اس حقیر جاننے والے میں اور اس شخص میں بڑا فرق ہے جو مسلمان بھائی سے برکت لے اور اسے اپنے سے بہتر جانے اور خدا کے واسطے اسے دوست رکھے اور اس بات کا خوف ہے کہ حق تعالیٰ اس عابد کا درجہ ان لوگوں کو دے دے اور عبادت کی برکت سے اسے محروم رکھے۔

حکایت:

بنی اسرائیل میں ایک مرد تھا کہ اس سے زیادہ کوئی عابد نہ تھا اور ایک شخص تھا کہ اس سے زیادہ فاسق نہ تھا وہ عابد بیٹھا تھا بدلی کے ایک ٹکڑے نے اس کے سر پر سایہ کرلیا فاسق نے اپنے جی میں کہا کہ میں بھی جا کر اس عابد کے پاس بیٹھوں شاید حق تعالیٰ اس کی برکت سے میرے اوپر رحمت کرے جب اس کے پاس جا کر بیٹھا تو عابد نے کہا یہ کون ہے جو میرے برابر بیٹھا ہے یہ بڑا ہی گناہ گار ہے اٹھ چل دے فاسق بیچارہ اٹھا اور چل نکلا اور وہ ابر بھی اس کے ساتھ روانہ ہوگیا اس زمانہ میں جو رسول تھے ان پر وحی آئی کہ اس فاسق اور عابد دونوں سے کہہ دو کہ دوبارہ عبادت اور عمل کریں کیونکہ جو کچھ فاسق نے گناہ کیے تھے وہ اس کے نیک ایمان کے سبب سے ہم نے بخش دیئے اور عابد نے جو عبادت کی تھی وہ اس کے تکبر کے سبب سے ہم نے چھین لی ایک شخص نے ایک عابد کی گردن پر پاؤں رکھا عابد نے کہا کہ اپنا پاؤں اٹھا ورنہ قسم خدا کی خدا تجھ پر رحمت نہ کرے گا اس زمانہ کے رسول پر وحی آئی کہ فلانے عابد سے کہہ دو کہ اے شخص تو میرے اوپر قسم کھا کر تحکم کرتا ہے کہ میں اسے نہ بخشوں گا بلکہ میں تجھ ہی کو نہ بخشوں گا اور اکثر یہ ہوتا ہے کہ جو کوئی عابد کو ستاتا ہے تو عابد جانتا ہے کہ حق تعالیٰ اس ستانے والے پر رحمت نہ کرے گا اور شاید کہہ بیٹھے کہ ستانے والا بہت جلدی اس گستاخی کی سزا پائے گا اور اگر کوئی آفت اسے پہنچتی ہے تو عابد کہتا ہے

کہ تم نے دیکھا اس پر کیا گزری یعنی یہ میری کرامت ہے اور یہ احمق نہیں جانتا کہ اکثر کافروں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ستایا اور حق تعالیٰ نے ان سے انتقام نہ لیا اور بعضوں کو دولت اسلام نصیب کی تو معاذ اللہ یہ بیوقوف جانتا ہے کہ میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ بزرگ ہوں کہ حق تعالیٰ میرے سبب سے انتقام کرے گا اور جاہل عابد ایسے ہوتے ہیں اور زیرک ایسے ہوتے ہیں کہ خلق پر جو کچھ آفت آتی ہے تو جانتے ہیں کہ یہ ہماری شومی نفاق اور ہماری ہی تقصیر کے سبب سے آئی جیسے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باوصف اس صدق اور اخلاص کے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ مجھ میں نفاق کی کیا علامت پاتے ہو۔ تو مسلمان پرہیز گاری کرتا ہے اور ڈرتا ہے اور احمق عابد ظاہر میں تو عمل کرتا ہے اور دل کو تکبر اور پندار کی نجاست میں آلودہ رکھتا ہے اور اس سے ڈرتا نہیں اور حقیقت میں جس نے یہ یقین کرلیا کہ میں دوسرے سے بہتر ہوں اس نے اپنی عبادت کو اس نادانی کی وجہ سے ضائع کیا کیونکہ جہل سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں ہے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ایک دن کسی شخص کی تعریف کرتے تھے اتفاقاً وہ بھی وہاں آپڑا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ہم جس مرد کی تعریف کرتے تھے وہ یہی ہے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ میں اس میں نفاق کی علامت پاتا ہوں سب تعجب میں رہے جب وہ شخص مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک آیا تو آپ نے فرمایا کہ تجھے قسم ہے خدا کی سچ کہہ کہ کبھی تیرے خیال میں آتا ہے کہ اس قوم میں تجھ سے بہتر کوئی نہیں اس نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ہاں آتا ہے تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نور نبوت سے اس خبث کو اس کے باطن میں دیکھا اور اس کو نفاق کہا عالموں اور عابدوں کے واسطے تکبر بڑی آفت ہے یہ لوگ اس بات میں تین درجے کے ہیں پہلا درجہ وہ شخص ہے جو اپنے دل کو اس سے پاک نہ کرسکے مگر کوشش اور تکلف کرکے فروتنی کرتا ہے اور اس شخص

کے سے فعل کرتا ہے جو اوروں کو اپنے سے بہتر جانتا ہے حتیٰ کہ کسی طرح اس کے قول وفعل سے تکبر ظاہر نہیں ہوتا یہ شخص تکبر کا درخت اپنے باطن سے نہ اکھاڑ سکے گا لیکن اس کی شاخیں بالکل کاٹ ڈالے دوسرا درجہ یہ ہے کہ آدمی زبان کو نگاہ رکھے تا کہ اظہار کبر نہ کرے اور کہے کہ میں خود کو سب سے کمتر جانتا ہوں لیکن اس کے معاملات اور افعال میں ایسی باتیں ظاہر ہوں جو اس کے تکبر باطنی کی علامت ہوں مثلاً جہاں کہیں جاتا ہے وہ مقام صدر ڈھونڈھتا ہے اور آگے آگے چلتا ہے اور جو عالم ہو تو ایک ہی طرف اپنا سر رکھتا ہے جیسے لوگوں سے ننگ و عار رکھتا ہے اور اگر عابد ہو تو تیوری چڑھائے رہتا ہے گویا لوگوں پر غصہ میں ہے یہ دونوں احمق یہ نہیں جانتے کہ علم وعمل نہ سر پھیرنے میں ہے نہ ترش روئی میں بلکہ دل میں ہے اور ظاہر میں تواضع اور شفقت اور کشادہ روئی سب اس کا نور ہے کیونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام خلق سے زیادہ عالم اور متقی تھے اور آپ سے زیادہ کوئی فروتن اور کشادہ رو نہ تھا آپ کسی کی طرف بے مسکرائے ہوئے اور کشادہ پیشانی کیے ہوئے نہ دیکھتے تھے حق تعالیٰ نے آپ سے خطاب فرمایا ﴿ واخفض جناحک لمن اتبعک من المومنین ﴾(۹)﴿ فبما رحمته من الله لنت لهم ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک ﴾ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی رحمتوں میں سے یہ بھی تم پر ایک رحمت تھی کہ تم سبھوں کے ساتھ کشادہ رو اور نرم دل اور مہربان رہے کہ وہ تم سے نفور اور کنارہ کش نہ ہوئے تیسرا درجہ یہ ہے کہ زبان سے تکبر اظہار کر کے فخر اور خودستائی کرتا ہے اور حال اور کرامت کا مدعی ہوتا ہے عابد تو کہتا ہے کہ فلانا شخص کیا بیچارہ ہے اور اس کی عبادت کیا ہے میں صائم الدہر قائم اللیل ہوں روز ختم قرآن کرتا ہوں جو میرے درپے ہوتا ہے وہ ہلاک ہی ہو جاتا ہے فلانے آدمی نے مجھے ستایا تھا جو کچھ اسے دیکھنا تھا دیکھا اس کا مال اور اولاد سب غارت ہوگئی اور شاید جھگڑا بھی کرے حتیٰ کہ اگر کچھ لوگ تہجد کی نماز پڑھتے ہوں تو وہ

ان سے بہت زیادہ پڑھے تا کہ وہ عاجز ہوں اور اگر روزہ رکھتے ہوں تو وہ مدت تک بھوکا بیٹھا رہے اور عالم ہے تو یہ کہتا ہے کہ میں اتنا علم جانتا ہوں فلانا شخص کیا جانے وہ تو وہ اس کا استاد کیا تھا اور مناظرہ میں مخالف کو زیر کرنے کے واسطے کوشش کرتا ہے اگر چہ خود بالکل باطل ہی پر ہو اور رات دن اسی فکر میں رہتا ہے کہ کوئی عبادت اور سبع اور نادر بات یاد کرے تا کہ محفلوں میں کہے اور اس میں لوگوں پر سبقت کرے اور کبھی عجیب وغریب لغت اور حدیث شریف کے الفاظ حفظ کرتا ہے تا کہ اوروں کے سامنے اپنا کمال اور ان کا نقصان ظاہر کرے ایسا عابد اور عالم کون ہے جو ان باتوں سے خالی ہے یہ باتیں تھوڑی بہت سب میں ہیں پس جب یہ دیکھے سنے گا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کے دل میں ایک جَو کے برابر تکبر ہے اس پر جنت حرام ہے تو اسے خوف اور درد زیادہ ہوگا اور تکبر نہ کرے گا اور سمجھ لے گا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے بندے اگر تو اپنے نزدیک بے قدر رہے تو میرے نزدیک تیری قدر ہے اور اگر تو خود اپنی کچھ قدر جانتا ہے تو میرے نزدیک بے قدر ہے اور جو حقائق دین میں سے اتنا بھی نہ سمجھے اسے عالم کہنے سے جاہل کہنا بہت بہتر ہے تیسرا سبب نسب کی وجہ سے تکبر ہے حتیٰ کہ جو لوگ علوی ہوتے ہیں یا خواجہ زادے ہوتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ سب لوگ ان کے چیلے اور غلام ہیں اگر چہ پارسا اور عالم ہوں مگر یہ تکبر ان کے باطن میں رہتا ہے گو کہ اظہار نہ کریں ان لوگوں کو اگر غصہ آتا ہے تو آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اور غصہ قول وفعل سے ظاہر ہو جاتا ہے دوسرے سے کہنے لگتے ہیں کہ تیری کیا حقیقت ہے جو میرے ساتھ بات کرے تو اپنی اصالت نہیں پہچانتا اور ایسی باتیں کہتے ہیں حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص سے جھگڑا کیا اور کہا یا ابن السودا یعنی او حبشی کے بچے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپے سے باہر نہ ہو کیونکہ کوئی گورے آدمی کا بچہ کالے آدمی کے بچے پر فضیلت نہیں رکھتا حضرت

ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں لیٹ گیا اور اس شخص سے کہا کہ تو اپنا پاؤں میرے منہ پر رکھ۔ اے عزیز! دیکھ تو کہ جب انھیں معلوم ہوا کہ یہ کلمہ تکبر کا ہے تو کیا فروتنی کی تا کہ اس سے تکبر ٹوٹ جائے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے دو آدمی آپس میں تفاخر کرتے تھے ایک نے کہا کہ میں فلاں ابن فلاں کا بیٹا ہوں تو کون ہے پس رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے بھی دو آدمیوں نے فخر کیا تھا ایک نے کہا تھا کہ میں فلاں ابن فلاں کا بیٹا ہوں اور بزرگوں کی نو پشتیں گن دی تھیں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی کہ اس سے کہہ دو کہ وہ نو تو دوزخ میں ہیں اور تو ان کا دسواں ہے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو لوگ دوزخ میں کوئلا ہو گئے ہیں ان پر فخر کرنے سے دست بردار ہو ورنہ حق تعالیٰ کے نزدیک کوزہ سے بھی بدتر ہو جاؤ گے کہ وہ آدمی کی نجاست سونگھتا ہے اور چکھتا ہے چوتھا سبب حسن و جمال کے سبب تکبر ہوتا ہے یہ عورتوں میں اکثر ہوا کرتا ہے جیسا کہ حضرت بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک عورت کو فرمایا کہ کوتاہ قد ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو فرمایا کہ تم نے غیبت کی اور یہ اپنے قد پر تکبر ہے کیونکہ اگر وہ خود کوتاہ قد ہوتیں تو یہ کلمہ نہ فرماتیں پانچواں سبب تونگری کے باعث سے تکبر ہوتا ہے کہ آدمی یوں کہتا ہے کہ میرا مال میری دولت ایسی ہے اور تو ٹکڑا گدا اور مفلس ہے میں اگر چاہوں تو تیرے ایسے کتنے غلام مول لے لوں اور ایسی باتیں کہتا ہے اور سورہ کہف میں دو بھائیوں کا قصہ جو ہے ایک نے کہا ﴿ انا اکثر منک مالا واعز نفرا ﴾ (۱۰) وہ اسی قبیل سے ہے چھٹا سبب قوت کے سبب سے ضعیفوں پر تکبر ہوتا ہے ساتواں سبب تابعین اور شاگردوں اور غلاموں اور نوکروں اور مریدوں کے سبب سے تکبر ہوتا ہے غرضیکہ جس چیز کو آدمی نعمت سمجھتا ہے اس کے سبب سے فخر کرتا ہے اگرچہ وہ نعمت نہ ہو حتیٰ کہ مخنث بھی اسباب مخنثی کے سبب سے اور مخنثوں پر فخر کرتا ہے تکبر کے اسباب یہی

ہیں اور تکبر ظاہر ہونے کا سبب یا عداوت اور حسد ہوتا ہے کیونکہ آدمی جب کسی کو دشمن رکھتا ہے تو چاہتا ہے کہ اس پر تکبر اور فخر کرے اور یہ بھی ہوتا ہے کہ ریا تکبر کا سبب ہو کہ آدمی لوگوں کے سامنے تکبر کرے تا کہ لوگ اسے تعظیم سے دیکھیں حتیٰ کہ کوئی شخص کسی سے مناظرہ کرے کہ جانتا ہے کہ طرف ثانی بڑا فاضل ہے اور اپنے دل میں متواضع رہے فقط ظاہر میں تکبر کرے تا کہ لوگ طرف ثانی کو افضل جانیں اے عزیز جان اب جو تو تکبر کے اسباب جان چکا تو اس کا علاج پہچاننا چاہیے۔

تکبر کے علاج کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ جو بیماری ایک حبہ کی قدر ہو خواہ سعادت بند کر دے اور بہشت سے محجوب رکھے اس کا علاج فرض عین ہے اور اس بیماری سے کوئی شخص خالی نہیں ہے اس کا علاج دو قسم پر ہے ایک مجمل ایک مفصل مجمل علاج علم و عمل کی معجون سے مرکب ہے علاج علمی یہ ہے کہ آدمی حق سبحانہ تعالیٰ کو پہچانے تا کہ معلوم ہو جائے کہ کبریائی عظمت اس کے سوا اور کسی کو سزاوار نہیں اور خود کو پہچانے تا کہ معلوم کرے کہ مجھ سے زیادہ حقیر اور ذلیل و خوار اور کمتر کوئی نہیں اور یہ مسہل ہے کہ بیماری کی جڑ اور مادہ کو باطن سے قطع کرتا ہے اگر کوئی شخص تمام علاج جاننا چاہے اسے قرآن شریف کی ایک آیت کافی ہے اسے جان لے وہ آیت یہ ہے ﴿قتل الانسان ما اکفرہ من ای شی خلقہ من نطفہ خلقہ فقدرہ ثم السبیل یسرہ ثم اماتہ فاقبرہ ثم اذاشاء انشرہ﴾ (۱۱) حق سبحانہ تعالیٰ نے آدمی کو اپنی قدرت پہنچوائی اور اس کے اول و آخر اور درمیان کا کام اس سے بیان کر دیا اول کا کام تو یہ ہے کہ فرمایا ﴿من ای شی خلقہ﴾ تو آدمی کو چاہیے کہ یہ بات جان لے کہ کوئی چیز نیست سے زیادہ ناچیز نہیں ہوتی اور آدمی نیست تھا کیونکہ اس کا نام و نشان کچھ بھی نہ تھا اور ازل سے پیدا ہونے کے وقت تک عدم کے پردے میں چھپا تھا جیسا کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ﴿ھل اتی علی الانسان

حین من الدھر لم یکن شیئا مذکورا (۱۲)﴾ حق تعالیٰ نے خاک کو پیدا کیا کہ اس سے زیادہ کوئی چیز ذلیل نہیں اور نطفہ اور علقہ کو پیدا کیا کہ وہ ذرا سا پانی اور خون ہے اور اس سے زیادہ کوئی چیز پلید نہیں اور آدمی کو اس نیست سے ہست کیا اور اس کی اصل ناچیز مٹی اور گندے پانی اور پلید خون سے بنائی اس کے بعد آدمی پارہ گوشت تھا اس میں سماعت بصارت گویائی قوت حرکت کچھ نہ تھی بلکہ ایک جماد تھا کہ اپنی بھی کچھ خبر نہ رکھتا تھا تو اور چیز کا کیا ذکر پھر حق تعالیٰ نے اس میں سماعت بصارت ذوق گویائی قوت قدرت ہاتھ پاؤں آنکھ اور سب اعضاء پیدا کیے چنانچہ وہ دیکھتا ہے کہ ان چیزوں میں سے کوئی چیز نہ تو خاک میں تھی نہ نطفہ میں نہ خون میں اور اس میں اتنی عجائب غرائب چیزیں پیدا کیں تا کہ ان کے سبب سے خالق کی بزرگی اور بڑائی پہچانے نہ یہ کہ ان کے سبب سے تکبر کرے کیونکہ اس نے کچھ اپنی کوشش سے یہ چیزیں نہیں حاصل کی ہیں کہ اس کے سبب سے تکبر کرے جیسا کہ حق تعالیٰ نے ارشاد کیا ﴿ومن ایاتہ ان خلقکم من تراب ثم اذا انتم بشر تنتشرون ﴾ (۱۳) آدمی کا پہلا کام تو یہ ہے اے عزیز دیکھ تو کہ اسے اب تکبر کی جگہ ہے یا اپنے سے ننگ و عار رکھنے کی اور اس کے درمیان کے کام یہ ہیں کہ حق تعالیٰ اسے اس عالم میں لایا اور ایک مدت تک رکھا اور یہ قوتیں اور اعضا اسے عنایت کیے اگر حق تعالیٰ اس کے کام اسی کے اختیار میں دیتا اور اسے بے پروا کرتا تو ممکن تھا کہ غلطی میں پڑ کر سمجھتا کہ میں کچھ ہوں بلکہ بھوک پیاس بیماری جاڑا گرمی درد رنج دو لاکھ مختلف بلائیں اس کے سر پر لٹکا رکھی ہیں تا کہ کسی ساعت اپنی طرف سے ایمن نہ ہو کیونکہ شاید مر جائے یا اندھا بہرا یا دیوانہ یا بیمار یا درماندہ ہو جائے یا بھوک پیاس کے مارے مر جائے اور حق سبحانہ تعالیٰ نے اس کی منفعت کڑوی دواؤں میں رکھی تا کہ اگر فائدہ چاہتا ہے تو سر دست رنج اٹھائے اور اس کا زیان اچھی چیزوں میں رکھا تا کہ اگر فی الحال لذت پائے تو پھر اس کا رنج اٹھائے اس کے کاموں میں سے کوئی

کام اس کے ہاتھ میں نہیں دیا حتیٰ کہ جو کچھ وہ چاہتا ہے کہ جانوں اسے نہیں جانتا ہے اور جو کچھ چاہتا ہے کہ بھول جاؤں اسے نہیں بھول سکتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے کہ نہ خیال کروں وہ اس کے دل پر غلبہ کرتی ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے کہ خیال کروں اس سے دل بھاگتا ہے اور باوصف ان عجائب صنعتوں اور جمال اور کمال کے جو اس کے واسطے پیدا کیا ایسا عاجز کر دیا کہ اس سے زیادہ بد بخت اور کمتر اور عاجز کوئی چیز نہیں اور اس کا اخیر کام یہ ہے کہ مر جائے گا نہ ساعت رہے گی نہ بصارت نہ قوت نہ جمال نہ بدن نہ اعضاء بلکہ ایسا مردار گندہ اور متعفن ہو جائے گا کہ سب لوگ اس سے اپنی ناک بند کریں گے اور کیڑے مکوڑوں اور حشرات الارض کے پیٹ میں نجاست ہو جائے گا پھر آخر کو دوبارہ خاک ہو کر ذلیل و خوار ہو گا اور اسی طرح خاک ہی رہتا تو بھی فائدہ اٹھاتا کہ چارپایوں کے برابر رہتا وہ تو یہ دولت بھی نہ پائے گا بلکہ حشر کریں گے اور ہیبت کے مقام میں رکھیں گے حتیٰ کہ آسمانوں کو پھٹا ہوا دیکھے گا اور ستاروں کو گرا ہوا اور آفتاب اور ماہتاب کو بے نور اور پہاڑوں کو دھنکی ہوئی روئی کی طرح پراگندہ اور زمین کو بدلی ہوئی اور دیکھے گا کہ دوزخ کے فرشتے کمند ڈال رہے ہیں اور دوزخ گرج رہی ہے اور فرشتے ایک ایک کے ہاتھ میں اعمالنامہ دے رہے ہیں حتیٰ کہ جو کچھ تمام عمر میں فضیحتیاں اور رسوائیاں کی ہیں سب آدمی اسے دیکھتے ہیں اور ایک ایک پڑھتے ہیں اور رام ہوتے ہیں فرشتے اس سے کہتے ہیں آ جواب دے کہ تو نے کیوں کیا کیوں کھایا بیٹھا کیوں اٹھا کیوں دیکھا کیوں خیال کیا اور معاذ اللہ اس سے عہدہ برآ نہ ہو سکے گا تو اسے دوزخ میں ڈال دیں گے اس وقت وہ کہے گا کہ کاش میں سور یا کتا ہوتا تا کہ خاک ہو جاتا کیونکہ وہ اس عذاب سے چھوٹے ہوئے ہیں تو جس شخص کا حال سور اور کتے سے بھی بدتر ہونا ممکن ہو اس کو تکبر کرنے کا کیا محل ہے اور فخر کرنے کا کیا موقع ہے کیونکہ اگر آسمان زمین کے سب ذرے اس کی مصیبت پر روئیں اور اس کی فضیحتی

اور رسوائیوں کا کاغذ پڑھیں تو قاصر رہیں اے عزیز بھلا کبھی تو نے دیکھا ہے کہ بادشاہ نے کسی کو گناہ کے سبب سے پکڑا اور قید خانہ میں بند کیا اور وہ قیدی اس خطر میں ہے کہ مجھے سولی دیں گے یا عذاب کریں گے باوجود اس کے وہ قیدی تفاخر اور تکبر میں مشغول ہو اور تمام خلق دنیا میں بادشاہ عالم کے قید خانے میں ہے اور گناہ بہت رکھتی ہے اور انجام کار نہیں پہچانتی ہے تو ایسی جگہ میں اس حال کے ساتھ فخر اور تکبر کا کیا محل ہے تو جس شخص نے خود کو اس صفت کے ساتھ پہچانا تو یہ پہچان اس کا مسہل ہو جائے گی اور اس کے باطن سے تکبر کی جڑ بالکل کھود ڈالے گی حتیٰ کہ وہ کسی چیز کو اپنے سے زیادہ کمتر نہ دیکھے گا بلکہ چاہے کہ خاک ہوتا یا چڑیا یا جماد کہ اس سخت خطر میں نہ ہوتا اور علاج عملی یہ ہے کہ سب احوال اور اقوال میں متواضعوں کی راہ اختیار کرے جیسا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین پر روٹی کھاتے تکیہ نہ لگاتے اور فرماتے کہ میں بندہ ہوں میں اس طرح کھاتا ہوں جس طرح بندے کھاتے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام سے لوگوں نے پوچھا کہ تم نیا کپڑا نہیں پہنتے کہا میں بندہ ہوں اگر کسی دن آزاد ہوں گا تو آخرت میں نیا لباس پہنوں گا۔

اے عزیز! جان تو کہ اسرار نماز میں سے ایک تواضع بھی ہے کہ رکوع سجود سے حاصل ہوتی ہے اور چہرہ جو سب اعضاء سے زیادہ عزت دار ہے آدمی اسے خاک پر رکھتا ہے جو سب چیزوں سے زیادہ ذلیل ہے اس واسطے کہ عرب کو ایسا تکبر تھا کہ پیٹھ نہ جھکاتے تھے تو یہ سجدہ ان پر قہر عظیم تھا پس آدمی کو چاہیے کہ کبر جو حکم دے اس کے خلاف ہی کرے اور صورت اور زبان اور آنکھ اور نشست و برخاست اور لباس اور سب حرکات وسکنات پر کبر ظاہر ہوتا ہے تو چاہیے کہ آدمی تکلف کر کے کبر سب سے دور کرے تا کہ تواضع اس کی سرشت ہو جائے تکبر کی علامتیں بہت ہیں ایک یہ ہے کہ جب تک کوئی دوسرا آدمی اس کے ساتھ نہ ہو تب تک اکیلا کہیں جانا نہ چاہے اس امر سے حذر کرنا چاہیے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جتنے آدمی

تیرے ساتھ زیادہ ہوتے ہیں اتنا ہی تو حق تعالیٰ سے دور رہتا ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے بیچ میں چلا کرتے تھے کبھی ایسا ہوتا کہ لوگوں کو آگے کر لیتے اور ایک علامت یہ ہے کہ متکبر چاہتا ہے کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے رہیں اور اس کیواسطے سروقد اٹھ کھڑے ہوا کریں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس امر سے کراہت رکھتے تھے کہ کوئی آپ کے واسطے سروقد اٹھ کھڑا ہو امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی دوزخی کو دیکھا چاہتا ہو اس سے کہہ دو کہ ایسے آدمی کو دیکھ لے جو خود تو بیٹھا ہو اور لوگ اس کے سامنے کھڑے ہوں اور علامت یہ ہے کہ متکبر کسی کی ملاقات کو نہیں جاتا حضرت سفیان ثوری مکہ معظمہ پہنچے تو حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ادھم نے ان کو بلایا کہ یہاں آ کر مجھ سے حدیث روایت کرو حضرت سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلے آئے حضرت ابراہیم ادہم نے کہا کہ میں نے چاہا کہ تمہاری تواضع آزماؤں اور ایک علامت یہ ہے کہ متکبر یہ نہیں چاہتا کہ فقیر اس کے پاس بیٹھے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقیر کے ہاتھ میں اپنا دست مبارک دیتے جب تک وہ نہ چھوڑتا آپ اسی طرح رہتے اور جو شخص ایسا بیمار ہوتا کہ اور لوگ اس سے حذر کرے آپ اس سے حذر کرتے آپ اس کے ساتھ کھانا نوش کرتے اور ایک علامت یہ ہے کہ متکبر اپنے گھر میں کچھ کام نہیں کرتا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیہ وسلم وسلم فقیر کے ہاتھ میں اپنا دست مبارک جب تک وہ نہ چھوڑتا آپ اسی طرح رہتے اور جو شخص ایسا بیمار ہوتا کہ اور لوگ اس سے حذر کرتے آپ اس کے ساتھ کھانا نوش کرتے اور ایک علامت یہ ہے کہ متکبر اپنے گھر میں کچھ کام نہیں کرتا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب کام کرتے تھے خلیفہ عمر ابن العزیز نے ایک رات کسی کو مہمان رکھا چراغ گل ہونے لگا مہمان نے کہا کہ میں تیل لے آؤں فرمایا نہیں مہمان سے کام کو کہنا مروت سے بعید ہے مہمان نے کہا کہ غلام کو جگاؤں فرمایا نہیں وہ ابھی سویا ہے پھر آپ اٹھ کر تیل کا برتن لائے

اور چراغ میں تیل ڈالا مہمان نے کہا کہ یا امیر المومنین یہ کام خود آپ نے کیا فرمایا ہاں جب میں گیا تھا تب بھی عمر تھا اور اب پھر آیا تو بھی عمر ہوں اور ایک علامت یہ ہے کہ متکبر سودا سلف بازار سے خود اپنے گھر نہیں لے جاتا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن کوئی چیز لی تھی اور خود لیے جاتے تھے ایک شخص نے چاہا کہ میں اسے لے چلوں آپ نے نہ مانا اور فرمایا کہ جس کی چیز ہے اسی کا لے چلنا بہتر ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکڑیاں پیٹھ پر لادے بازار میں جاتے اور کہتے کہ اپنے امیر کو راہ دو یہ اس وقت کا ذکر ہے جب وہ امیر تھے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بائیں ہاتھ میں گوشت لٹکائے ہوئے اور داہنے ہاتھ میں درہ لئے ہوئے بازار میں جاتے اور ایک علامت یہ ہے کہ جب تک اچھے کپڑے نہ ہوں تب تک متکبر نہیں نکلتا امیر المومنین حضرت عمر نضر کو لوگوں نے بازار میں دیکھا کہ ہاتھ میں درہ لیے ہیں اور چودہ پیوند چادر میں سے ہیں ان میں بھی بعضے چمڑے کے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوتاہ کپڑا پہنتے تھے لوگوں نے شکایت کی فرمایا کہ اس لباس سے دل خاشع رہتا ہے اور لوگ پیروی کرتے ہیں فقیر خوش ہوتے ہیں حضرت طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ میں جب دھوئے ہوئے کپڑے پہنتا ہوں تو جب تک پھر میلے نہ ہو جائیں تب تک اپنے دل کو میں پاتا ہی نہیں یعنی اپنے دل میں رعونت اور تکبر پاتا ہوں خلیفہ عمر ابن عبد العزیز رحمہ اللہ علیہ کے واسطے خلافت کے پہلے ہزار دینار کا کپڑا مول لیا جاتا کہتے کہ اچھا تو ہے لیکن اس سے بھی زیادہ نرم چاہیے اور خلافت کے بعد پانچ درہم کا کپڑا مول لیتے اور فرماتے کہ خوب ہے لیکن اس سے زیادہ موٹا کپڑا چاہیے لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھے نفس لذت طلب دیا ہے جب ایک چیز کی حلاوت چکھ چکتا ہے تو اسے نہیں طلب کرتا ہے اب خلافت کا مزہ چکھا اس سے بڑھ کر کوئی مرتبہ نہیں تو اب بادشاہی ابد کی طرف دوڑتا ہے اور اسے

ڈھونڈھتا ہے۔

اے عزیز جان! گمان نہ کرنا کہ جتنے اچھے کپڑے ہیں سب تکبر ہی کی وجہ سے ہوتے ہیں کیونکہ کوئی آدمی ہر چیز میں اچھائی کو دوست رکھتا ہے اس کی پہچان یہ ہے کہ خلوت میں بھی اچھے ہی کپڑے کو دوست رکھے ہوتے ہیں کیونکہ کوئی آدمی ہر چیز میں اچھائی کو دوست رکھتا ہے اس کی پہچان یہ ہے کہ خلوت میں بھی اچھے ہی کپڑے کو دوست رکھے اور کوئی شخص پرانے کپڑے کے سبب سے تکبر کرتا ہے کہ اس کو پہن کر خود کو زاہد ظاہر کرتا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں سے کہا کہ کیا ہے جو تم راہبوں کا لباس پہنے ہو اور باطن کو بھیڑیے کی صورت بنا رکھا ہے بادشاہوں کا لباس پہنو اور خوف خدا سے دل کو نرم کرو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب ملک شام کو پہنچے تو پھٹے پرانے کپڑے پہنے تھے لوگوں نے عرض کی کہ یا امیر المومنین یہاں دشمن لوگ ہیں اگر آپ اچھے کپڑے پہن لیجئے گا تو کیا ہوگا فرمایا کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے مجھے اسلام کے سبب سے عزت دار کیا ہے اور کسی چیز میں میں عزت نہ ڈھونڈوں گا غرضیکہ جو کوئی تواضع سیکھا چاہے اسے چاہیے کہ جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سیرت دریافت کرکے اس کی پیروی کرے حضرت ابوسعید خدری رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانوروں کو چارہ ڈالتے اونٹ کو باندھتے گھر جھاڑتے بہارتے بکری کا دودھ دوہتے نعلین شریفین ٹانک لیا کرتے کپڑے میں پیوند لگا لیتے خادم کے ساتھ کھانا کھاتے جب خادم تھک جاتا تو چکی پیسنے میں اس کی اعانت کرتے بازار سے چادر میں سودا سلف باندھ لاتے امیر فقیر چھوٹے بڑے سب کو پہلے خود سلام کرکے مصافحہ کرتے غلام آزاد چھوٹے بڑوں کے درمیان دین کے امور میں فرق نہ کرتے دن رات کا ایک ہی لباس رکھتے جو خاکسار پریشان حال آپ کی دعوت قبول فرماتے جو کھانا آپ کے سامنے رکھ دیا جاتا اگرچہ تھوڑا ہوتا اسے حقیر نہ جانتے رات کا کھانا صبح کے واسطے نہ رکھتے صبح کا

کھانا رات کے واسطے نہ رکھتے آپ نیک خو تھے کریم الطبع ملنسار شگفتہ رو تھے مسکراتے بے قہقہہ لگائے اندوہ گین ہوتے بے تیوری بھنویں چڑھائے متواضع تھے بے مذلت باہیبت تھے بے درشتی وشدت بے اسراف سخی اور کریم تھے سب لوگوں پر رحیم تھے آپ کا دل بہت نرم تھا سر جھکائے رہتے یہ مقتضائے حیاء وشرم تھا کسی سے طمع نہ رکھتے تھے جو کوئی اپنی سعادت چاہے آپ کی پیروی کرے یہی سبب تھا کہ حق تعالیٰ نے آپ کی تعریف کی اور فرمایا ﴿ انک لعلے خلق عظیم ﴾ (۱۴) اور علاج تفصیلی یہ ہے کہ تو غور کر کہ کس سبب سے تکبر کرتا ہے اگر نسب کے سبب سے تکبر کرتا ہے تو اپنا نسب جاننا چاہیے کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿ وبدا خلق الانسان من طین ثم جعل نسله من سلالتیه من ماء مهین ﴾ یعنی تیری اصل خاک سے ہے اور فرع نطفہ سے تو نطفہ باپ ہوا اور خاک دادا اور دونوں سے زیادہ خوار وذلیل کون ہے اگر تو کہے کہ آخر باپ بھی تو درمیان میں ہے تو تجھ میں اور تیرے باپ کے درمیان میں نطفہ اور علقہ اور مضغہ اور بہت ناپاکیاں اور رسوائیاں ہیں تو انہیں کیوں نہیں دیکھتا اور تعجب یہ ہے کہ اگر تیرا باپ خاکروبی یا حجامی کرتا تو تو اس سے ننگ وعار رکھتا اور کہتا کہ عجب ناپاک ہے کہ خاک وخون میں ہاتھ بھرتا ہے تو بھی تو خاک اور خون ہی سے بنا ہے پھر کیوں فخر کرتا ہے اور تو نے جب جان لیا تو تیری مثل اس شخص کی ایسی ہوگی جو خود کو سید علوی سمجھے اور دو گواہ عادل اس پر گواہی دیں کہ یہ غلمٹا ہے اور فلانے حجام کا لڑکا اور وہ ثابت کردیں جب تجھے یہ معلوم ہو جائے گا تو پھر تکبر نہ کر سکے گا دوسری بات یہ ہے کہ جو شخص نسب کے سبب سے ناز کرتا ہے تو حقیقت میں دوسرے کے سبب سے ناز کرتا ہے اور بزرگی تجھ ہی میں ہونا چاہیے اس واسطے کہ آدمی کے پیشاب سے جو کیڑا پیدا ہوتا ہے اسے اس کیڑے پر جو گھوڑے کے پیشاب سے پیدا ہو کچھ بزرگی نہیں ہوتی دوسرا تکبر وہ بیان ہوا جو حسن وجمال کے سبب سے ہو تو جو شخص اپنے حسن وجمال کے سبب سے فخر کرے اسے

چاہیے کہ اپنے باطن میں دیکھے تا کہ برائیاں ظاہر ہوں اور نظر کرے کہ اس کے پیٹ اور مثانہ اور رگوں ناک کان اور سب اعضاء میں کیا کیا نجاست اور کثافت ہے اور ہر روز دوبارا پنے ہاتھ سے اپنی ایسی چیز دھوتا ہے جس کی نہ صورت دیکھنا گوارا ہے نہ بوسونگھنا اور ہمیشہ اس کا بار بردار اور حمال رہتا ہے پھر یہ سوچے کہ اس کی پیدائش خون حیض اور نطفہ سے ہے اور پیشاب کی دوراہ گزروں سے جب گزرتا ہے تب عالم وجود میں قدم دھرتا ہے حضرت طاؤس رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک شخص کو خرامان دیکھا کہا یہ اس شخص کی چال نہیں ہے جو یہ جانتا ہو کہ میں اپنے پیٹ میں کیا بھرے ہوں اگر آدمی ایک دن اپنی شست وشو نہ کرے تو سب گھورے اور سنڈاس اس سے پاکیزہ تر ہیں کیونکہ گھوروں اور سنڈاسوں میں اس سے زیادہ پلید کوئی چیز نہیں ہوتی جو آدمی کے پیٹ سے نکلتی ہے پھر اس کا حسن و جمال کچھ اس کے سبب سے نہیں ہے کہ فخر کرے اور اوروں کی بدصورتی کچھ ان اوروں کے سبب سے نہیں ہے کہ ان کا عیب کرے اور اس کا جمال اعتماد کے قابل بھی نہیں ہے کیونکہ ایک بیماری سے زائل ہو جاتا ہے اور چیچک سب بیماریوں سے زیادہ اسے بدصورت کر دیتی ہے غرضیکہ یہ چیزیں تکبر کے لائق نہیں ہیں اور اگر اپنی طاقت کے سبب سے آدمی تکبر کرتا ہے تو یہ جان لے کہ اگر اس کے درد ہوتا ہے تو اس سے زیادہ عاجز کوئی نہیں ہوتا اگر مکھی اسے ستاتی ہے تو عاجز آتا ہے اگر بھنگا اس کی ناک میں یا چیونٹی اس کے کان میں گھس جاتی ہے تو عاجز اور ہلاک ہو جاتا ہے اگر کانٹا اس کے پاؤں میں گڑ جاتا ہے تو جگہ سے ہل نہیں سکتا پھر اگر بڑا قوی اور طاقت ور ہے تو بیل گدھا ہاتھی اونٹ اس سے زیادہ قوی ہیں تو ایسی چیز کے سبب سے فخر کرنا کیا جس میں بیل گدھا اس سے بڑھ کر ہے اور اگر تونگری اور مال اور نوکروں غلاموں کے سبب سے تکبر کرے یا حکومت اور سرداری کی وجہ سے تو یہ سب چیزیں اس کی ذات سے باہر ہیں کیونکہ اگر مال چور لے جائیں یا حکومت سے بادشاہ معزول کر دے تو پھر کیا اس کے قبضہ میں رہے گا

اور اگر مال رہے بھی تو بہتر ہے یہودی اس سے زیادہ مال و دولت رکھتے ہیں اور اگر حکومت پر منصوب رہے تو بہت سے بے عقل مثلاً ترک کردا جلاف اس کی حکومت کی دہ گونہ حکومت رکھتے ہیں غرضیکہ جو چیز تیری ذات سے نہ ہو وہ تیری ملک نہیں اور جو تیری ملک نہ ہو اس کے سبب سے تکبر اور فخر کرنا بالکل بے جا اور برا ہے اور ان میں سے کوئی چیز تیری ذات سے نہیں ہے اور منجملہ ان اسباب کے جس سبب سے تکبر کر سکتے ہیں ظاہراً علم اور عبادت ہے اس کا علاج دشوار ہے کیونکہ یہ کمال ہے اور حق تعالیٰ کے نزدیک علم عزیز ہے اور بڑی چیز ہے اور حق تعالیٰ کی صفتوں میں سے ہے اور عالم پر بہت مشکل ہوگا کہ اپنی طرف التفات ہی نہ کرے اور یہ مشکل دو طرح سے آسان ہوتی ہے ایک تو یہ ہے کہ جان لے کہ علم کے سبب سے بڑی گرفت ہوگی اور عالم کا بڑا خطر ہے کیونکہ جاہل سے بہت کاموں میں طرح دے جائے اور عالم سے نہ دی جائے گی اور عالم کی تقصیر بہت بڑی ہوتی ہے اور جو احادیث عالم کے بارہ میں وارد ہوئی ہیں ان میں غور و تامل کرنا چاہیے کیونکہ قرآن شریف میں حق سبحانہ تعالیٰ نے اس عالم کو گدھے کے مانند فرمایا ہے جو اپنے علم کے موافق کاربند نہ ہو اس واسطے کہ گدھے کے بوجھ بھر کتابیں اٹھائے ہے حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ﴿کمثل الکلب ان تحمل علیه یلهث اوتترکه یلهث﴾ یعنی جانے خواہ نجانے اپنی طبعیت اور سرشت سے دستبردار نہیں ہوتا کتے اور گدھے سے زیادہ اور کیا چیز خبیث ہے اور درحقیقت عالم اگر آخرت میں نجات نہ پائے گا تو سب کنکر پتھر اس سے افضل نکلیں گے تو حیوانات کا کیا ذکر اسی سبب سے ایک صحابی کہتے تھے کہ کاش میں چڑیا ہوتا اور ایک صحابی کہتے تھے کہ کاش میں بکری ہوتا اور لوگ مجھے ذبح کر کے کھا لیتے اور ایک صحابی کہتے تھے کہ کاش میں گھاس ہوتا بس جس کے دل میں آخرت کا خطر جم جاتا ہے وہ ہرگز تکبر نہیں کرتا اگر کسی کو اپنے زیادہ جاہل دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ نادان ہے گناہ میں معذور ہے اور مجھ سے بہتر ہے اور اگر کسی کو اپنے سے

زیادہ عالم دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ وہ ایسی چیز جانتا ہے جو میں نہیں جانتا مجھ سے وہ بہتر ہے اور اگر بوڑھے کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ اس نے مجھ سے زیادہ خدا کی عبادت ہے یہ مجھ سے بہتر ہے اور اگر لڑکے کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ میں نے بہت گناہ کیے اور اس معصوم نے ابھی زمانہ بھی نہیں دیکھا یہ مجھ سے بہتر ہے بلکہ اگر کافر کو دیکھتا ہے تو بھی تکبر نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ شاید مسلمان ہو جائے اور اس کی عاقبت بخیر ہو اور مبادا میرا خاتمہ کفر پر ہو کیونکہ بہت مسلمانوں نے اسلام قبول کرنے کے قبل امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا اور تکبر کیا حق تعالیٰ کے علم میں وہ تکبر خطا تھا تو جب آدمی کی بزرگی نجات آخرت میں ہے اور وہ کسی کو معلوم نہیں تو چاہیے کہ ہر ایک اس کے خوف میں رہے تا کہ تکبر نہ کرے دوسری طرح یہ ہے کہ یہ سمجھ لے کہ کبر حق سبحانہ تعالیٰ ہی کو سزاوار ہے اور جو کوئی اس امر میں اس سے جھگڑتا ہے اسے خدا دشمن رکھتا ہے اور حق تعالیٰ نے ہر ایک کو فرمایا ہے کہ میرے نزدیک تیری قدر اس وقت ہوگی جب تو خود کو کچھ نہ سمجھے اگر بالفرض آدمی یہ بھی جان لے کہ میری عاقبت بخیر ہوگی تو بھی حق تعالیٰ کا فرمانا یاد رکھ کر تکبر نہ کرے اسی سبب سے انبیا علیہم السلام متواضع ہوتے تھے کیونکہ جانتے تھے کہ حق تعالیٰ تکبر کو دشمن رکھتا ہے اور عابد کو چاہیے کہ عالم بے عبادت پر تکبر نہ کرے اور کہے کہ شاید علم اس کا شفیع ہو اور اس کی برائیوں کو محو کر دے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عالم کو عابد پر ایسی فضلیت ہے جیسی مجھے کسی اپنے صحابی پر اور اگر کوئی عابد کسی جاہل کو دیکھے اور اس کا حال پوشیدہ ہو تو اپنے جی میں کہے کہ شاید یہ جاہل مجھ سے زیادہ عابد ہو اور خود کو مشہور نہ کیا ہو اور اگر فاسق ہو تو اپنے جی میں یہ کہنا چاہیے کہ سب وسواس اور خطرے ایسے گناہ ہیں جو دل ہی سے ہوتے ہیں اور فسق ظاہری سے بدتر ہیں اور ممکن ہے کہ میرے باطن میں ایسا کوئی گناہ ہو جس سے میں غافل ہوں اور میرے ظاہری عمل اس سے حبط ہو جائیں اور اس کے باطن میں کوئی خلق نیک

ایسا ہو جو اس کے سب ظاہری گناہوں کا کفارہ ہو جائے بلکہ شاید وہ توبہ کر لے اور خاتمہ بخیر اسے نصیب ہو اور مجھ سے ایسا کوئی گناہ سرزد ہو جس کے سبب سے موت کے وقت ایمان خطرے میں پڑ جائے غرضیکہ جب یہ امر ممکن ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا نام اشقیا میں لکھا ہے تو تکبر کرنا نادانی ہے اسی سبب سے بڑے بڑے عالم اور مشائخ ہمیشہ متواضع رہے ہیں۔

عجب اور اس کی آفت کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ خود پسندی برے اخلاق میں سے ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین چیزیں مہلک ہیں بخل حرص خود پسندی اور فرمایا ہے کہ اگر تم لوگ گناہ نہ کرو تو بھی مجھے تم سے ایسی ایک چیز کا خوف ہے کہ وہ گناہ سے بھی بدتر ہے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے لوگوں نے پوچھا کہ آدمی بدکار کب ہوتا ہے فرمایا کہ جب خود کو نیک کار جانے اور یہ جاننا خود پسندی ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ تباہی اور ہلاکت دو چیزوں میں ہے خود پسندی اور ناامیدی میں اسی سبب سے بزرگوں نے کہا ہے کہ ناامید آدمی طلب میں سست ہوتا ہے اور معجب جانتا ہے کہ میں طلب سے بے نیاز ہوں حضرت مطرف رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ اگر میں تمام رات سوؤں اور صبح کو ڈرتا ہوا اور شکستہ دل اٹھوں تو اس امر کو میں اس بات سے زیادہ دوست رکھتا ہوں کہ رات بھر نماز پڑھوں اور صبح کو اس پر خود پسندی کروں حضرت بشیر ابن منصور رحمہ اللہ تعالیٰ ایک دن بڑی لمبی نماز پڑھتے تھے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ان کی عبادت میں متعجب ہے جب سلام پھیرا تو کہا کہ اے جوان تعجب نہ کر کیونکر ابلیس نے مدتوں عبادت کی اور اس کا خاتمہ تو جانتا ہے کہ کیسا ہو۔

اے عزیز! جان تو کہ خود پسندی سے بہت آفتیں پیدا ہوتی ہیں ان سے ایک تکبر ہے کہ خود دوسروں سے بہتر جانے دوسری آفت یہ ہے کہ خود اپنے گناہ یاد نہیں

کرتا اور تدارک میں مشغول نہیں ہوتا اور جانتا ہے کہ میں بخشا ہوا ہوں عبادت میں شکرگزار نہیں ہوتا اور جانتا ہے کہ شکرگزاری سے بے نیاز ہوں اور عبادت کی آفتیں نہیں جانتا اور نہیں تحقیق کرتا اور جانتا ہے کہ وہ خود بے آفت ہے اور اس کے دل سے خوف و ہراس جاتا رہتا ہے اور حق سبحانہ تعالیٰ کے مکر سے نڈر رہتا ہے اور عبادت کے سبب سے حق سبحانہ تعالیٰ پر اپنا حق جانتا ہے کہ عبادت اس پر خود نعمت الٰہی ہے اور اپنی تعریف کرتا ہے خود کو پاک جانتا ہے اور جب اپنے علم میں خود پسند ہوتا ہے تو کسی سے کچھ پوچھتا نہیں اور اگر اس سے اس کے خلاف رائے کوئی بات کہیں تو سنتا ہی نہیں اور ناقص رہتا ہے اور کسی کی نصیحت نہیں سنتا ہے۔

عجب اور ادلال کی حقیقت کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ حق تعالیٰ نے جس کو کوئی نعمت عطا فرمائی جیسے علم اور توفیق عبادت وغیرہ اور اس کے زائل ہو جانے سے ہراساں رہتا ہے اور ڈرا کرتا ہے کہ مبادا اس سے پھیر لیں وہ خود پسند نہیں ہے اور اگر ڈرتا نہ رہے اور اس نعمت کے سبب سے بدیں وجہ خوش رہے کہ حق تعالیٰ کی عطا اور نعمت ہے اس وجہ سے نہیں کہ اس شخص کی صفت ہے تو بھی خود پسند نہ ہوگا اور اس وجہ سے خوش ہو کہ یہ میری صفت ہے اور اس امر سے غافل ہو کہ وہ خدا کی نعمت ہے اور اس کے ہراس سے خالی ہو تو اس صفت سے یہ خوشی خود پسندی ہے اور اگر ساتھ اس کے حق تعالیٰ کے نزدیک اپنا کچھ حق جانے اور اس عبادت کو اپنے واسطے خدمت پسندیدہ جانے تو اسے ادلال یعنی ناز کرنا اور اترانا کہتے ہیں کیونکہ خود کو جانتا ہے اور جب کسی کو کوئی چیز دے اور اپنے دل میں سمجھے کہ میں نے بڑا کام کیا تو خود پسند ہے اور اگر اس کے عوض میں کسی خدمت اور مکافات کی امید رکھتا ہے تو اسے ناز کہتے ہیں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز کے سبب سے ناز کرتا ہے اس کی نماز اس کے سر سے تجاوز نہیں کرتی اور فرمایا ہے کہ اگر تو ہنسے گا اور اپنی تقصیر کا مقر رہے گا تو اس سے

بہتر یہ ہے کہ روئے اور اسے برا کام جانے۔

عجب کے علاج کا بیان

اے عزیز! جان تو عجب بیماری ہے جہل محض اس کا سبب ہے تو معرفت محض اس کا علاج ہے پس جو شخص رات دن علم اور عبادت میں مشغول رہتا ہے ہم اس سے پوچھتے ہیں کہ بھلا تیرا یہ عجب اس سبب سے ہے کہ عمل کیا تیری قوت اور قدرت کے بغیر تجھ پر گزرتا ہے یعنی تجھ سے ظاہر ہوتا ہے اور تو راہ گزر یعنی اس کا مظہر ہے یا اس سبب سے یہ عجب ہے کہ یہ امر تیری ذات سے پیدا ہوتا ہے اور اگر کہے کہ یہ عمل میں کرتا ہوں اور میری قوت وقدرت سے ہے تو ہم کہیں گے کہ تو کچھ جانتا ہے کہ جس قوت اور قدرت اور اعضاء اور ارادت سے یہ عمل کرتا ہے اسے کہاں سے لایا ہے اگر کہے کہ میری خواہش سے یہ عمل ہوتا ہے تو ہم پوچھیں گے کہ بھلا اس خواہش اور اس داعیہ کو کس نے پیدا کیا اور کس نے تیرے اوپر مسلط کر دیا کہ اس نے قہر اور زبردستی کی زنجیر تیری گردن میں ڈال کر تجھے کام میں رکھا کیونکہ جس پر خواہش اور داعیہ کو مسلط کیا تو اس کے اوپر گویا ایسا ایک موکل بھیجا کہ وہ اس کے خلاف ہی کر نہیں سکتا اور داعیہ اس شخص کے اختیار سے نہیں ہے کیونکہ اسے زبردستی کام میں رکھتا ہے تو سب خدا ہی کی نعمت ہے اور تیری خود پسندی کا سبب جہالت ہے کیونکہ تیری ذات سے کوئی چیز نہیں تو چاہیے کہ حق تعالیٰ کے فضل وکرم سے تو تعجب کرے کہ اس نے بہت سے خلق کو غافل کر دیا اور ان کے داعیہ کو برے کاموں میں صرف کیا اور تجھ پر اپنی عنایت کا پہرہ بھیجا اور داعیہ کو تیرے اوپر تعینات کر دیا اور تجھ کو قہر اور زبردستی کی زنجیر میں جکڑ کر اپنی درگاہ میں لئے جاتا ہے اگر کوئی بادشاہ اپنے غلاموں کو دیکھے اور ان میں سے ایک کو خلعت دے بے کسی سبب اور خدمت کے کہ اس نے پہلے سے کی ہو تو اس غلام کو بادشاہ کی عنایت کے سبب سے متعجب ہونا چاہیے کیونکہ بادشاہ نے بے استحقاق کے خود بخود اسے خلعت خاص سے سرفراز کیا پس اگر وہ غلام کہے کہ

وسلم جو کچھ تم نے کیا وہ تم نے نہیں کیا بلکہ خدا ہی نے کیا لیکن اے عزیز چونکہ علم اور قدرت اور ارادہ کے بعد حق تعالیٰ نے حرکت کو پیدا کیا تو تو جانتا ہے کہ جو کچھ کیا وہ میں ہی نے کیا اے عزیز یہ بھید نہایت ہی پوشیدہ ہے اور یہ بات بہت ہی باریک ہے تو اسے نہ سمجھ سکے گا انشاء اللہ العزیز توکل اور توحید کے بیان میں اس کا کچھ اشارہ کیا جائے گا مگر یہاں اپنی فہم کے موافق کچھ سمجھ لے اور یہ فرض کر لے کہ عمل تیری ہی قدرت سے ہے لیکن تیرا عمل بے قدرت اور ارادہ اور علم کے ممکن نہیں تو تیرے عمل کی کنجی بھی تین صفتیں ہیں اور یہ تینوں صفتیں خدا کی عطا فرمائی ہوئی پس اگر خزانہ خوب محکم ہو اور اس میں بہت سی نعمتیں اور دولتیں ہوں اور تو انھیں لینے سے عاجز ہو اس کی کنجی تیرے پاس نہ ہو اور خزانچی تجھے کنجی دے دے اور تو اس خزانہ پر ہاتھ مارے اور دولت لے تو اس دولت کو اس پر حوالے کرے گا جس نے وہ کنجی تجھے دی یا اپنے ہاتھ کی طرف کہ تو نے ہاتھ سے دولت اٹھائی ہے اور تو جانتا ہے کہ جب اس نے تجھے کنجی دے دی تو دولت کا اٹھا لینا بے قدر فعل ہے قدر اسی بات کو ہے کہ اس نے تجھے کنجی دے دی تو دولت اسی کی طرف سے ہوگی پس تیری قدرت جو اعمال کی کنجی ہے اس کے سب اسباب خدا ہی کے عنایت فرمائے ہوئے ہیں تو اس کے فضل سے تو تعجب کر کہ اس نے عبادت کی کنجی تجھے دے دی اور سب فاسقوں کو محروم رکھا اور گناہوں کی کنجی اوروں کو دے کر عبادت کے خزانہ کو ان کے واسطے بند رکھا ان کے کسی قصور کے سبب سے نہیں بند رکھا بلکہ بمقتضائے عقل بند رکھا اور تجھ کو کسی خدمت کے وجہ سے کنجی نہیں دے دی بلکہ محض اپنے فضل سے دی تو جس نے توحید کو حقیقتاً پہچانا اسے ہرگز عجب نہیں ہوتا اور جب یہ ہے کہ مفلس عاقل اس بات سے تعجب کرے کہ حق تعالیٰ جاہل کو مال عنایت فرماتا ہے اور مجھ عقل مند کو محروم رکھا اس قدر نہیں جانتا کہ عقل سب نعمتوں سے بہتر ہے اور یہ بھی خدا نے دی ہے اگر عقل و مال دونوں اسی کو عنایت فرماتا اور جاہل کو دونوں سے رکھتا تو یہ عدل سے بعید

ہوتا اور اگر اس عاقل سے جو شکایت کرتا ہے لوگ کہیں کہ اپنی عقل کو اس کے مال سے بدل لے تو کبھی نہ بدلے گا اور جو خوبصورت عورت محتاج ہو وہ بدصورت کو زیور اور لباس فاخرہ پہنے ہوئے بڑے ٹھاٹھ سے دیکھ کر کہے یا الٰہی یہ کیا حکمت ہے کہ ایک بدصورت کو تو نے نعمت اور دولت عطا فرمائی کہ اسے زیب نہیں دیتی تو اس قدر نہیں سمجھتی کہ جو دولت حسن مجھے عنایت فرمائی وہ اس زر و زیور سے بہتر ہے اگر دونوں نعمتیں اس کو مرحمت ہوتیں تو عدل سے بعید ہوتا اس کی مثل ایسی ہے جیسے بادشاہ ایک شخص کو گھوڑا عطا فرمائے اور ایک کو غلام صاحب اس پر تعجب کر کے کہے کہ گھوڑا تو میرے پاس ہے بادشاہ نے غلام اسے کیوں دیا یہ کہنا نادانی سے ہوتا ہے اسی سبب تھا کہ حضرت داؤد علی نبینا و علیہ السلام نے عرض کیا کہ بارخدایا کوئی رات ایسی نہیں آتی کہ میری اولاد میں سے ایک نہ ایک صبح تک نماز نہ پڑھتا ہو اور کوئی دن ایسا نہیں آتا کہ ایک نہ ایک روزہ نہ رکھے وحی آئی کہ اے داؤد اگر میں توفیق نہ دیتا تو انھیں یہ بات کہاں حاصل ہوتی اب لحظہ بھر میں تجھے تیری رائے پر چھوڑتا ہوں جب حق تعالیٰ نے انھیں ان کی رائے پر چھوڑ دیا تو ان سے ایسی چوک ہوگئی کہ تمام عمر اس کی حسرت اور ندامت میں رہے حضرت ایوب علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ نے عرض کیا کہ بارخدایا تو نے یہ سب بلا مجھ پر ڈالی اور میں نے ذرہ بھی اپنی خواہش تیری برحق اور مراد پر اختیار نہ کی تیری رضا پر راضی رہا اور ذرا بھی بے صبری نہیں کی پس ایک ٹکڑا ابر کا دیکھا اس سے دس ہزار آوازوں کے ساتھ ندا سنی کہ اے ایوب وہ تیرا صبر کہاں سے آیا تھا حضرت ایوب علیہ السلام متنبہ ہوئے اور تھوڑی سی خاک سر پر ڈال کر التجا کرنے لگے اور عرض کرنے لگے کہ بارخدایا وہ صبر تیرے ہی فضل و کرم سے تھا میں نے توبہ کی اور حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿ ولولا فضل اللہ علیکم و رحمتہ ماذکی منکم من احد ابدا ولکن اللہ یزکی من یشاء ﴾ یعنی اگر میری فضل نہ ہوتا تو کوئی شخص اپنی پاکی کی طرف راہ نہ پاتا تو اور کام کا کیا ذکر اور حضرت

بات سمجھے ہو اور خدا کے نزدیک وہ بڑی بات ہے اور سب (۱۸) مسلمانوں کو شفاعت کی امید ہے اور شفاعت کی امید پر عقل مندوں کے دل سے ہراس نہیں جاتا اور ہراس کے ساتھ غرور اور خود پسندی جمع نہیں ہوتی۔

۱ اسی طرح مہر کر دیتا ہے اللہ اوپر ہر دل تکبر کرنے والے جبر کرنے والے کے۔

۲ اور خراب ہوا ہر جبر کرنے والا۔

۳ تحقیق کہ پناہ مانگی میں نے اپنے پروردگار اور تمہارے پروردگار سے ہر غرور کرنے والے سے جو یقین نہیں رکھتا قیامت کے دن کا۔

۴ فروتنی۔

۵ اور کہا انھوں نے کیوں نہ اتارا گیا یہ قرآن اوپر کسی مرد بزرگ کے ان دو گاؤں والوں میں سے یعنی مکہ اور طائف۔

۶ اور سبھوں نے آیات خدا کا انکار کیا ظلم اور بڑائی کی وجہ سے حالانکہ ان کے نفسوں کو اس کا یقین تھا۔

۷ نہ سنو قرآن کو اور بے ہودہ باتیں بکو تم اس کے سننے میں شاید کہ غالب ہو جاؤ تم۔

۸ میں بہتر ہوں آدم سے کہ پیدا کیا ہے تو نے مجھے آگ سے اور پیدا کیا ہے تو نے اسے مٹی سے۔

۹ اور جھکائیے اپنے بازو اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان مسلمانوں کے لیے جو آپ کے پیرو اور تابع ہیں۔

۱۰ میں بہت زیادہ ہوں تجھ سے از روئے مال کے اور بہت عزت دار ہوں با اعتبار ذات کے۔

۱۱ انسان ہلاک ہو جیو کس قدر ناشکرا ہے کس چیز سے پیدا کیا ہے اس کو نطفے سے پیدا کیا ہے اور اس کو پھر اندازہ کیا اس کو پھر راہ آسان کی اس کی پھر مارا اس کو پھر گاڑا اس کو پھر جب چاہے جلا اٹھائے گا اس کو۔

۱۲ ہر آئینہ آئی ہے آدمی پر ایک مدت زمانہ میں سے کہ نہ تھا وہ کوئی چیز ذکر کی گئی۔

۱۳ اور خدا کی نشانیوں میں سے ہے کہ پیدا کیا تمہیں مٹی سے پھر ناگہاں آدمی ہو کر جا بجا پراگندہ ہو گئے۔

دسویں اصل غفلت اور گمراہی اور غرور کے علاج کے بیان میں

اے عزیز از جان! اس بات کو جان کہ جو شخص سعادت آخرت سے محروم رہا وہ اس سبب سے محروم رہا کہ راہ نہ چلا اور جو شخص راہ نہ چلا وہ اس سبب سے نہ چلا کہ اس نے راہ جانی ہی نہیں یا جانی تو سہی مگر چل نہ سکا اور جو شخص راہ نہ چل سکا وہ اس سبب سے نہ چل سکا کہ خواہشوں میں گرفتار تھا اور ان سے بر نہ آیا اور جس نے راہ جانی ہی نہیں اس کا سبب یہ تھا کہ وہ غافل رہا اور بے خبر ہو گیا یا راہ بھولا یا راہ میں آ کر الٹی سمجھ کے سبب سے بہک گیا راہ نہ چل سکنے کے سبب سے جو شقاوت حاصل ہوتی ہے اسے ہم مفصل بیان کر چکے ہیں اور جو شقاوت نادانی کے سبب سے حاصل ہوتی ہے اسے بیان کرتے ہیں جو لوگ راہ نہ چل سکنے کے سبب سے سعادت سے محروم رہے ان کی مثل ایسی ہے جیسے کسی شخص کو کوئی راہ چلنا چاہیے اور راہ میں گھاٹیاں اور چڑھائیاں دشوار گزار ہیں اور چلنے والا ضعیف گھاٹیوں سے گزر نہ سکے گا اور راہ دین کی گھاٹیاں مثلاً مال و جاہ کی خواہشیں شکم اور فرج کی شہوتیں ہیں ان گھاٹیوں میں سے کوئی تو ایک ہی گھاٹی طے کرتا ہے دوسری میں عاجز ہو کر رہ جاتا ہے کوئی دو طے کرتا ہے تیسری میں تھک رہتا ہے اس طرح جب سب گھاٹیاں طے کر کے پس پشت نہ چھوڑے منزل مقصود کو نہ پہنچے گا اور جو شقاوت کہ نادانی کے سبب سے ہے وہ تین قسم کی نادانی سے ہے اور ایک غفلت اور بے خبری ہے کہ اسے نادانی کہتے ہیں اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص سر راہ پڑا ہوتا ہے اور قافلہ روانہ ہوتا ہے اور اگر کوئی اسے نہ جگائے گا تو وہ غریب ہلاک ہو جائے گا دوسری قسم ضلالت ہے' اسے گمراہی کہتے ہیں اس کی مثل ایسی ہے جیسے کسی کی منزل مقصود پورب طرف ہو اور پچھم طرف منہ اٹھائے چلا جاتا وہ جتنا زیادہ چلے گا اپنی منزل مقصود سے دور پڑے گا

اسے ضلالت بعید یعنی بڑی گمراہی کہتے ہیں اور جو شخص راہ بھٹک کر دائیں بائیں چلے تو یہ بھی ضلال ہے لیکن ضلال بعید نہیں تیسری قسم غرور ہے اسے فریفتگی اور رائی سمجھ کہتے ہیں اس کی مثل ایسی ہے جیسے کوئی شخص حج کو جانے والا ہو اسے جنگل میں زر خالص کی حاجت ہوگی اور جو اس کے پاس ہے اسے بیچ کر نقدی لے لیتا ہے لیکن زر نقد جو لیتا ہے وہ کھوٹا یا عیب دار ہے اور وہ نہ جانتا ہے نہ پہچانتا ہے اور سمجھتا ہے کہ زاد راہ حاصل کر رہا ہے اور اپنی منزل مقصود کو پہنچ جائے گا اور جب جنگل میں پہنچے اور زر نقد پیش کرے تو کوئی اس طرف دیکھے بھی نہ اور اس غریب کو حسرت اور تاسف ہی ہاتھ لگے ایسے لوگوں کے حق میں آیا ہے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ قل ھل ننبئکم بالاخسرین اعمالا الذین ضل سعیھم فی الحیوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا ﴾ یعنی قیامت کے دن ان لوگوں کو بڑا نقصان ہوگا جنھوں نے رنج و محنت اٹھائی ہو اور سمجھے ہوں کہ ہم نے اچھے کام کیے اور جب دیکھیں تو سب کام خلاف ہوں ایسے آدمی کا قصور یہ ہے کہ اسے چاہیے تھا کہ پہلے صرافی سیکھتا پھر زر نقد لیتا کہ کھرے کھوٹے کو پہچان جاتا اور اگر خود پہچان نہ سکتا تھا تو کسی صراف سے زر نقد پرکھوا لیا ہوتا اگر یہ بھی نہ کر سکا تھا کسوٹی بہم پہنچائی ہوتی صراف پیر اور استاد کے مثل ہے تو آدمی کو چاہیے کہ یا تو خود پیروں کے مرتبہ کو پہنچا ہو یا کسی پیر کی خدمت میں رہے اور اپنے کام اس سے عرض کیا کرے اگر ان دونوں باتوں سے عاجز ہو تو چاہیے کہ کسوٹی حاصل کرے کسوٹی اس کی خواہش ہے جس کام کی طرف اس کی خواہش اور طبیعت میل کرے تو جاننا چاہیے کہ وہ کام باطل اور بے جا ہے اور اس میں بھی خطا ہو جاتی ہے لیکن اکثر یہ ہے کہ رائے صواب پر ہوتی ہے تو شقاوت میں نادانی اصل اول ہے اور یہ تین قسم پر ہے اور تینوں قسموں کی تفصیل جاننا اور علاج پہچاننا فرض ہے کیونکہ پہلی اصل تو راہ پہچاننا ہے پھر راہ چلنا اگر یہی دونوں اصلیں حاصل ہو گئیں تو کچھ باقی نہیں رہا اسی سبب سے امیر المومنین حضرت صدیق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکبر دعاء میں اسی قدر پر اقتصار کرتے ﴿ ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ ﴾ یعنی اے اللہ مجھے حق کو حق دکھا اور اس کی پیروی نصیب کر پس یہ جو مذکور ہو چکا ہے اس میں راہ نہ چل سکنے کا علاج بیان کیا ہے اب راہ نہ جاننے کا علاج بیان کرتے ہیں۔

غفلت اور نادانی کے علاج کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ اکثر خلق جناب احدیت سے آڑ میں ہے تو غفلت کے سبب سے آڑ میں ہے سو میں سے ننانوے آدمیوں کا یہی حال ہے اور غفلت کے معنی یہ ہیں کہ کار آخرت کے خطر کی آدمی خبر نہ رکھے لوگ اگر خبردار ہوتے تو تقصیر نہ کرتے اس واسطے کہ حق تعالیٰ نے آدمی کو یہ سرشت کی ہے کہ جس چیز میں خطر دیکھتا ہے اس سے حذر کرتا ہے اگرچہ حذر کرنے میں رنج و تکلیف بہت اٹھانا پڑے اور کار آخرت کا خطر یا نور نبوت سے آدمی دیکھ سکتا ہے یا منادی نبوت سے سن سکتا ہے جو دوسروں کو پہنچے یا جو علماء وارث انبیاء ہیں ان کی منادی نبوت سے سن سکتا ہے جو دوسروں کو پہنچے یا جو علماء وارث انبیاء ہیں ان کی منادی سے اور جو شخص سر راہ ہو رہا ہو اس کا علاج اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ کوئی مہربان دوست جو بیدار ہو اس کے پاس جا کر اسے جگا دے اور یہ بیدار مشفق جناب رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین ہیں اور ان کے نائب جو علمائے دین ہیں اور حق سبحانہ تعالیٰ نے سب انبیا کو اس واسطے بھیجا ہے جیسا خود فرمایا ہے ﴿ لتنذر قوما ما انذر ابائھم فھم غافلون ﴾ اور فرمایا ﴿ لتنذر قوما ما اتھم من نذیر من قبلک لعلھم یھتدون ﴾ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے تمہیں اس واسطے بھیجا ہے کہ خلق کو خواب غفلت سے بیدار کر دو اور سبھوں کے گوش گزار کر دو ﴿ ان الانسان لفی خسر الا الذین امنوا وعملو الصالحات ﴾ یعنی سب دوزخ کے کنارے ہیں مگر ایماندار پرہیزگار ﴿ فاما من طغی و اثر الحیوۃ الدنیا فان

الجحیم ھی الماوی و اما من خاف مقام ربہ و نھی النفس عن الھوی فان الجنتہ ھی الماوی ﴾ یعنی جوشخص دنیا کی طرف متوجہ ہوا اور ہواؤہوس کی پیروی کرنے لگا وہ دوزخ میں پڑا کیونکہ اس کی خواہش کی مثل اس پرانی چٹائی کی ایسی ہے جو دوزخ کے غار پر بچھی ہے جوشخص چٹائی پر چلے گا خواہ نخواہ غار میں پڑے گا اور جس نے اپنی خواہش کے خلاف کیا وہ جنت میں داخل ہو خواہش کی مثل جنت کی راہ میں گھاٹی کی سی ہے جوشخص اس سے گزرا خواہ نخواہ جنت میں پہنچا اسی واسطے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ﴿ حفت الجنتہ بالمکارہ وحفت النار بالشھوات (۱)﴾ تو جو اللہ کے بندے جنگل میں رہتے ہیں جیسے بدو اور کوہستانی وغیرہ ان میں عالم نہیں ہوتے یہ لوگ دیہات میں ہیں وہ بھی ایسے ہی ہیں کیونکہ ان میں بھی عالم کمتر ہوتے ہیں اس واسطے کہ گاؤں قبر کے مثل ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ ﴿اھل الکور اھل القبور ﴾(۲) اور جوشخص ایسے شہر میں ہے جہاں ایسا عالم واعظ جو منبر پر بیٹھ کر وعظ ونصیحت کرے یا اس شہر کے عالم دنیا میں مشغول ہیں دین کی محنت اور مصیبت میں مصروف نہیں وہ بھی غفلت میں رہے گا اس واسطے کہ یہ عالم تو خود خواب خرگوش میں ہے دوسرے کو کیا بیدار کرے گا اور اگر عالم شہر منبر پر بیٹھا ہے اور مجلس ہوتی ہے اور ناصحان بے ہودہ کی طرح تقریر مسجع اور واہیات خرافات باتیں اور نکتے بیان کرتا ہے اور رحمت الٰہی کے وعدے سے لوگوں کو فریب دیتا ہے اس واسطے کہ لوگوں کو گمان ہو کہ ہم کسی سنت پر ہوں رحمت الٰہی ہمارے شامل حال ہوگی تو ان لوگوں کا حال غافلوں سے بھی بدتر ہے اور ان کی مثل اس شخص کی سی ہے جو سر راہ سوتا ہو اور کوئی اسے جگا کر ایسی شراب پلا دے کہ اس سے متوالا ہو کر گر پڑے تو کمبخت پہلے تو ایسا تھا کہ ہر ایک کی آواز سنتا اور آسانی سے جاگ اٹھتا اب ایسا ہو گیا کہ اگر پچاس لاتیں اس کے سر پر ماری جائیں تو بھی خبر تک نہ ہو اور جو جاہل ان مجلسوں میں بیٹھتا ہے وہ اس صفت پر

ہو جاتا ہے کہ آخرت کا خطرہ اس کے دل میں آئے بھی نہیں اور جو کچھ تو اس سے کہے وہ بھی جواب دے گا کہ اے شخص خدا کریم و رحیم ہے میرے گناہ سے اس کا کیا نقصان ہوتا ہے اور اس کی جنت ایسی وسیع ہے کہ میرے سبب سے اور جو لوگ مجھ ایسے گناہ گار ہیں ان کی وجہ سے تنگ نہ ہو جائے گی اور ایسے ایسے خیال خام اس کے دماغ میں پیدا ہوتے ہیں جو واعظ اس قسم کی باتیں کرے وہ جاہل ہے اور خلق کا دین کھونے کی فکر میں ہے اس واعظ کی مثل اس طبیب کی اسی ہے جو ایسے بیمار کو کہ حرارت کے سبب سے مشرف (۳) بموت ہے شہد دے دے اور کہے کہ شہد میں شفا ہے یہ تو سچ ہے لیکن شفا اس بیمار کے واسطے ہے جس کی بیماری سردی کے سبب سے ہو آیات کلام اللہ اور احادیث جناب رسالت پناہ جو رجا اور امید رحمت خدا کے بارہ میں ہیں وہ شفا تو ہیں لیکن دو ہی بیماروں کے حق میں ایک تو اس مبتلائے مرض عصیان کے حق میں جس نے اس قدر گناہ کیے ہوں کہ رحمت الٰہی سے نا امید ہو گیا ہو اور نا امیدی سے توبہ نہ کرے اور کہے کہ حق تعالیٰ میری توبہ ہرگز نہ قبول کرے گا تو یہ آیت اور احادیث اس کے حق میں باعث شفا ہیں ﴿قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لاتقنطوا من رحمتہ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم﴾ بشرطیکہ اس آیت کو اگلی اس آیت سے ملا کر پڑھتا ہے ﴿وانیبوا الی ربکم واسلموا لہ من قبل ان یاتیکم العذاب ثم لاتنصرون﴾ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم میرے بندوں سے کہہ دو کہ تم نا امید نہ ہو کیونکہ حق تعالیٰ سب گناہوں کو بخش دیتا ہے بشرطیکہ تم توبہ کرو اور اس کی طرف پھرو اور احکام الٰہی کی اتباع کرو دوسرا بیمار وہ ہے جس پر ایسا خوف خدا غالب ہو جائے کہ عبادت سے کبھی خود آسودہ ہی نہ ہو اور اس بات کا خوف ہو کہ وہ ریاضت کرتے کرتے خود کو ہلاک کر ڈالے گا کیونکہ اس نے خواب و خور بالکل چھوڑ دیا ہو تو رحمت کی آیتیں اس کے زخم دل کا مرہم ہیں مگر آیتیں اور حدیثیں اگر غافلوں

اور نڈر لوگوں کے سامنے پڑھے گا تو گویا زخم پر نمک چھڑکا یعنی ان کی بیماری بڑھ جائے گی اور جیسا وہ طبیب ہے جو حرارت کا علاج شہد سے کرتا ہے یعنی بیمار کے خون ناحق سے اپنا ہاتھ بھرتا ہے ایسا ہی عالم بھی ہے یعنی لوگوں کے دین کے درپے ہے اور دجال کا رفیق ہے اور ابلیس کا دوست شفیق ہے جس شہر میں ایسا عالم ہوتا ہے وہاں شیطان کے جانے کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ عالم تو خود اس کا نائب مستقل ہے اور اگر واعظ کا بیان شرع کے موافق ہے اور خوف دلا دلا کر نصیحت کرتا ہے تو اگر اس کی خصلت اس کے قول کے برخلاف ہو اور دنیا کا لالچی ہو تو اس کے کہنے سے اور لوگوں کی غفلت دور نہ ہوگی اس واسطے کہ اس کی مثل اس شخص کی سی ہے جو لوزینہ کا طباق سامنے رکھے ہوئے بڑے شوق سے کھا رہا ہو اور پکار پکار کہتا ہو کہ اے لوگو خبردار اس لوزینہ کے پاس نہ پھٹکنا کیونکہ یہ زہر آلودہ ہے تو ایسی بات سن کر لوگ اس لوزینہ کے نہایت حریص ہوں گے اور اپنے جی میں کہیں گے کہ شاید وہ شخص اس واسطے منع کرتا ہے کہ سب خود ہی کھا جائے اور کوئی اس کے پاس نہ جائے لیکن اگر اس کا قول وفعل دونوں موافق شرع ہیں اور وہ قولاً اور فعلاً اگلے بزرگوں کے قدم بقدم ہے تو غافل لوگ اس کے کہنے کے سبب سے خواب غفلت سے بیدار ہوں گے بشرطیکہ وہ مقبول خلق ہو اور اگر اسے مقبولیت نہ حاصل ہو کچھ لوگ اس کی بات سنتے ہیں کچھ سننے نہیں آتے غفلت میں پڑے ہیں تو اس پر واجب ہے کہ جہاں تک ہو سکے ان لوگوں کے درپے ہو ان کے گھروں میں جائے اور ان کو خدا کی طرف دعوت کرے۔

پس اس تمام گفتگو سے معلوم ہوا کہ ہزار میں نوسو ننانوے آدمیوں پر غفلت کا پردہ پڑا ہے اور کار آخرت سے بے خبر ہیں غفلت ایسی بیماری ہے کہ اس کا علاج بیمار کے اختیار میں نہیں ہے جب کہ غافل کو اپنی غفلت کی خبر ہی نہ ہوگی اس کا علاج کیونکر ڈھونڈھ سکے گا تو غفلت کا علاج علماء کے ہاتھ ہے جیسا کہ لڑکے ماں باپ اور معلم کے کہنے سے خواب غفلت سے بیدار ہوتے ہیں اسی طرح جوان اور بوڑھے

واعظوں کے کہنے سے بیدار ہوتے ہیں چونکہ ایسے عالم اور واعظ مفقود ہیں تو خواہ نخواہ غفلت کی بیماری پھیل گئی اور خلق پر پردہ پڑ گیا اگر آخرت کی بات کہتے بھی ہیں تو رسم کے طور پر زبانی کہتے ہیں ان کا دل اس صفت کے درد سے اور اس ہراس کے خطر سے غافل اور بے خبر ہوتا ہے ایسے کے کہنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔

ضلالت اور گمراہی اور اس کے علاج کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ بعض لوگ آخرت سے غافل تو نہیں ہیں لیکن اعتقاد باطل کر کے راہ حق سے بھٹک گئے ہیں یہی گمراہی ان کے واسطے حجاب اور آڑ ہے اس کی پانچ مثالیں ہم بیان کرتے ہیں تا کہ بخوبی حال معلوم ہو جائے۔

پہلی مثال:

یہ ہے کہ کچھ لوگوں نے آخرت سے منکر ہو کر یہ اعتقاد کیا ہے کہ آدمی جب مر جاتا ہے تو نیست و نابود ہو جاتا ہے جیسے گھاس کہ خشک ہو جاتی ہے اور چراغ گل ہو جاتا ہے اسی سبب سے تقوی کی لگام اتار کر مطلق العنان ہو کر عیش و عشرت سے زندگی بسر کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام نے جو ہدایت اور نصیحت فرمائی ہے محض خلق کی صلاح دنیوی کے واسطے یا اپنی جاہ اور اپنے تابعین پیدا کرنے کے واسطے فرمائی ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ منکرین صاف کہہ بیٹھتے ہیں کہ دوزخ کی بات تو ایسی ہے جیسے لڑکے سے کہیں کہ تو اگر مکتب نہ جائے گا تو تجھے چوہوں کے بل میں ڈال دیں گے یہ کمبخت اگر اس مثال میں نظر کرے تو معلوم کر لے کہ مکتب میں نہ جانے کے سبب سے جس بدبختی میں لڑکا پڑے گا وہ چوہوں کے بل سے بدتر ہے جیسا کہ اہل بصیرت جان چکے ہیں کہ حق تعالی سے حجاب اور آڑ میں جو حجاب اور بدبختی ہے وہ دوزخ سے بدتر ہے اور شہوت پرستی اس کہنے کا سبب ہے لیکن اس کا

انکار طبیعت کے موافق ہے اور اخیر زمانہ میں بہتیری خلق کے دلوں پر یہ انکار غالب ہو گیا اگر چہ یہ لوگ زبان سے نہیں کہتے اور شاید کہ اپنے اوپر بھی پوشیدہ رکھتے ہیں لیکن ان کے معاملات اس انکار پر دلیل ہیں اس واسطے کہ ان کی عقل کا یہ حال ہے کہ دنیا میں جو رنج پیش آنے والا ہے اس کے خوف سے سر دست بہت رنج کھینچتے ہیں تو اگر عاقبت میں کسی خطر کا اعتقاد رکھتے ہوتے تو اسے آسان نہ جانتے اس کا علاج یہ ہے کہ حقیقت آخرت اس منکر کو معلوم ہو جائے اس کے تین طریقے ہیں ایک یہ کہ بہشت اور دوزخ اور پرہیز گار اور گناہگار مردوں کا حال مشاہدہ میں دیکھے یہ نظر انبیاء اولیاء کے واسطے خاص ہے کیونکہ یہ لوگ اگر چہ اس جہان میں ہوتے ہیں لیکن اس فناء اور بے خودی کی حالت میں جو ان پر طاری ہوتی ہے اس جہان کا احوال مشاہدہ سے حجاب اور آڑ ہے عنوان کتاب میں اس مضمون کا اشارہ ہم کر آئے ہیں اور یہ مشاہدہ بہت نادر امر ہے جو شخص آخرت ہی کا ایمان نہ رکھتا ہو گا وہ اس کا ایمان کب لائے گا اور اس کی طلب کہاں سے پائے گا اور اگر طلب کرے بھی تو اس مرتبہ کو کیوں پہنچے لگا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ دلیل اور برہان سے پہچانے کہ آدمی کی روح اور حقیقت کیا ہے تا کہ معلوم ہو کہ وہ ایک جوہر اپنی ذات سے قائم ہے اور اس قالب سے مستغنی اور بے پروا ہے یہ قالب اس کی سواری اور آلہ ہے اس کا قوام نہیں قالب کی نیستی سے حقیقت اور روح نہیں نیست ہو جاتی اس پہچاننے کا ایک طریقہ ہے لیکن وہ بھی نادر اور مشکل ہے جو علماء کہ علم میں راسخ ہیں یہ طریقہ ان کی راہ ہے عنوان کتاب میں اس کا بھی اشارہ ہو چکا ہے تیسرا طریقہ جو عام خلق کا ہے وہ یہ ہے کہ انبیاء اولیاء اور علماء راسخ سے اس معرفت کا نور ان لوگوں میں سرایت کرے جو ان کی زیارت کرتے ہیں اور ان کی صحبت سے حصول سعادت کرتے ہیں اسے ایمان کہتے ہیں پیر اور عالم پرہیز گار کی صحبت جس کسی کی مدد نہیں کرتی وہ شقاوت میں رہتا ہے پیر اور عالم جس قدر زیادہ بزرگ ہوتا ہے اسی قدر اس کے نور کی سرایت

سے آدمی کا ایمان بھی زیادہ قوی اور مضبوط ہوتا ہے اسی سبب سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی زیارت سراپا سعادت کی بدولت سب لوگوں سے زیادہ خوش نصیب اور قوی الایمان تھے پھر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کی برکت سے تابعین بہتر تھے اسی سبب سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ﴿خیر الناس قرنی ثم الذین یلونھم﴾(۴) ان لوگوں کی مثل ایسی ہے جیسے لڑکا اپنے باپ کو دیکھے کہ جہاں سانپ کو دیکھتا ہے وہاں سے بھاگتا ہے اور سانپ کے سبب سے اپنا گھر تک چھوڑ دیتا ہے اور لڑکے نے مکرر یہ دیکھا ہو تو اس بات کا ایمان اسے ضرور بالضرور حاصل ہو جائے گا کہ سانپ برا جانور ہے کہ اس سے بھاگنا ہی چاہیے حتیٰ کہ اس لڑکے کی طبیعت بھی ایسی ہی ہو جائے گی کہ جہاں سانپ دیکھے گا وہاں سے بے سانپ کی حقیقت دریافت کیے ہوئے فوراً بھاگ جائے گا اور شاید کہ فقط سنا ہی ہو کہ سانپ میں زہر ہوتا ہے اور زہر کا نام ہی نام جانے اس کی حقیقت نہ پہچانے لیکن کمال مرتبہ کا خوف اس سے پیدا ہو جائے گا انبیاء علیہم السلام کے مشاہدہ کی مثل ایسی ہے جیسے لوگ دیکھیں کہ سانپ نے کسی کو کاٹا وہ مر گیا پھر اور کسی کو کاٹا وہ بھی مر گیا اور اس مشاہدے سے سانپ کا ضرر معلوم ہو جائے اور یہ یقین کا منتہا ہے اور علماء راسخ کی دلیل کی مثل ایسی ہے کہ سانپ کے کاٹے سے آدمی کا مر جانا آنکھ سے تو نہ دیکھا ہو لیکن کسی طرح سے آدمی اور سانپ کے مزاج جان کر یہ سمجھ میں آیا ہو کہ ان دونوں میں ضد ہے تو اس سبب سے بھی یقین آ جاتا ہے لیکن ویسا یقین نہیں آتا جیسا کہ مشاہد سے آتا ہے علمائے راسخ کے سوا اور تمام خلق کا ایمان علماء بزرگوں کی صحبت کی تاثیر سے پیدا ہوتا ہے یہ علاج بیمار سے بہت ہی قریب ہے دوسری مثال یہ ہے کہ کچھ لوگ آخرت سے بالکل منکر تو نہیں ہیں اور آخرت کے نہ آنے کا اعتقاد کامل نہیں رکھتے مگر اس میں متحیر رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آخرت کی حقیقت نہیں معلوم ہو سکتی پس شیطان

موقع پا کر ایک دلیل پیش کر دیتا ہے حتیٰ کہ یہ کہنے لگے کہ دنیا تو یقینی ہے اور آخرت میں شک ہے اور یقینی چیز کو وہمی اور مشکوک چیز کے بدلے ہاتھ سے نہ کھونا چاہے ان کا یہ کہنا باطل ہے اس واسطے کہ یقین والوں کے نزدیک آخرت ہی یقینی ہے اس متحیر کا علاج یہ ہے کہ لوگ کہیں کہ دوا کی تلخی تو یقینی ہے اور شفا وہمی اور مشکوک ہے اور سفر دریا کا خطر تو یقینی ہے اور تجارت کا نفع مشکوک اگر پیاس کی حالت میں کوئی شخص تجھ سے یہ بات کہتا ہے کہ یہ پانی نہ پینا اس میں سانپ نے سر ڈالا تھا تو پانی پینے کی لذت تو یقینی ہے اور سانپ کا زہر وہمی اور مشکوک ہے پھر تو پانی کیوں ہاتھ سے رکھ دیتا ہے اگر تو کہے گا کہ یہ یقین جاتا رہے تو چنداں نقصان نہیں اور اگر زہر کی بات سچ ہے تو ہلاکت اس کا نتیجہ ہے پیاس کی تکلیف اٹھ سکتی ہے اور ہلاکت پر صبر نہیں آ سکتا تو ہم کہتے ہیں کہ دنیا کی لذت بھی سو برس سے زیادہ نہیں ہے جب گزر گئی تو خواب و خیال تھی اور آخرت تو ہمیشہ ہے اور ہمیشہ کی تکلیف اور مصیبت نہیں اٹھ سکتی اگر یہ بات جھوٹ ہے تو تو سمجھ لے کہ میں دنیا میں چند روز نہ تھا جیسا کہ ازل میں نہ تھا اور ابد میں نہ ہوں گا اور اگر سچ ہے تو ہمیشہ کے عذاب سے چھوٹا اسی سبب سے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ملحد سے فرمایا کہ جیسا تو کہتا ہے اگر واقع میں بھی ایسا ہی ہے تو سبھوں نے چھٹکارا پایا والا ہم چھوٹے اور تو عذاب میں پڑا تیسری مثال یہ ہے کہ کچھ لوگ آخرت کا ایمان تو رکھتے ہیں مگر کہتے ہیں کہ آخرت قرض ہے اور دنیا نقد اور نقد مال قرض سے بہتر ہوتا ہے اتنا نہیں جانتے کہ نقد قرض سے جب بہتر ہوتا ہے کہ قرض کے برابر ہو اور اگر قرض ہزار ہو اور نقد ایک تو قرض ہی بہتر ہے چنانچہ تمام خلق کے معاملات کی بنا اسی بات پر ہے یہ بھی منجملہ ضلال و گمراہی ہے چوتھی مثال کچھ لوگ ہیں کہ آخرت کا ایمان تو رکھتے ہیں لیکن چونکہ اس جہان میں ان کے حسب دلخواہ ان کے کام ہوتے ہیں اور اپنے واسطے دنیا کی نعمتیں مہیا دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ جس طرح یہاں ہم ناز و نعمت میں ہیں اس

طرح وہاں بھی رہیں گے کیونکہ حق سبحانہ تعالیٰ نے یہ نعمت ہمیں اس واسطے عنایت فرمائی ہے کہ ہمیں دوست رکھتا ہے اور فردائے قیامت کو بھی وہ ایسا ہی کرے گا جیسے وہ بھائی جن کا قصہ سورہ کہف میں ہے کہ اس ایک مالدار نے کہا ﴿ ولئن رددت الی ربی لاجدن خیرا منھا منقلبا ﴾ (۵) دوسرے نے کہا ﴿ ان لی عندہ للحسنی ﴾ (۶) اس کا علاج یہ ہے کہ یہ سمجھ لے کہ جو کوئی فرزند کو عزیز رکھتا ہے اور غلام کو ذلیل وہ فرزند کو تمام دن مکتب میں علم کی تختی کے نیچے رکھتا ہے اور غلام کو اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے وہ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے اور عیش و آرام سے زندگی بسر کرتا ہے کیونکہ وہ اس کی بدبختی کی کچھ پروا نہیں رکھتا تو غلام سمجھے کہ یہ میری دوستی کے سبب سے مجھ سے خبر نہیں ہوتا اور میں چین کرتا ہوں اور مجھے اپنے فرزند سے زیادہ چاہتا ہے تو یہ اس غلام کی حماقت ہے حق سبحانہ تعالیٰ کی عادت یہی ہے کہ اپنے دوستوں کے واسطے دنیا عنایت کرنے سے دریغ رکھتا ہے اور اپنے دشمنوں کو دنیا ریل پیل دیتا ہے اس کی آسائش اور راحت کی مثل ایسی ہے جیسے اس شخص کی راحت جو کاہلی اور سستی کر کے کھیت نہ بوئے تو وہ یقیناً کھیت کاٹے گا بھی نہیں۔ پانچویں مثال کچھ لوگ کہتے ہیں کہ خدا رحیم اور کریم ہے بہشت دینے میں کسی سے دریغ نہ رکھے گا یہ بیوقوف اتنا نہیں جانتا کہ اس سے زیادہ اور کیا کرم اور رحم ہوگا کہ تجھے اس کے اسباب مرحمت فرماتا ہے کہ تو ایک دانہ زمین میں ڈالے تا کہ سات سو دانے کاٹے اور تھوڑی مدت عبادت کرے اور ابدالآباد کے واسطے سلطنت بے نہایت کے مرتبہ کو پہنچ جائے اگر کرم اور رحم کے یہی معنی ہیں کہ تو بے بوئے کاٹ لے تو زراعت اور تجارت اور طلب معاش کیوں کرتا ہے صبر کر اور بیکار رہ کہ خدا کریم اور قادر ہے کہ بے جوتے بوئے گھاس پیدا کرتا ہے رزق کے معاملہ میں وہ خود ارشاد فرماتا ہے ﴿ ومامن دابتہ فی الارض الاعلی اللہ رزقھا ﴾ (۷) باوصف اس کے تو اس کے اس کرم اور رحم کا جب ایمان نہیں رکھتا اور آخرت کے باب میں

کہ وہ خود فرماتا ہے ﴿ وان لیس للانسان الاماسعی (۸) ﴾ باوصف اس کے تو وہ اعتقاد رکھتا ہے تو یہ نہایت گمراہی کی بات ہے جیسا رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے ﴿ الاحمق من اتبع نفسه هوها و تمنی علی الله ﴾ اور جس طرح کوئی شخص بے نکاح اور جماع کیے یا جماع کر کے انزال سے بچے ہوئے کی امید رکھے تو باوصف اس کے خدائے کریم بے صحبت اور نطفہ کے فرزند پیدا کرنے پر قادر ہے مگر امید رکھنے میں وہ امید رکھنے والا احمق اور بیوقوف ہے اور جو شخص جماع کر کے بیج جمائے اور امیدوار ہو رہے کہ حق تعالیٰ آفات سے محفوظ رکھے اور فرزند پیدا ہو وہ شخص عاقل ہے علیٰ ہذا القیاس جو شخص ایمان نہ لائے یا ایمان تو لائے مگر نیک عمل نہ کرے اور نجات کی امید رکھے وہ احمق ہے اور جو شخص ایمان بھی لائے اور نیک کام بھی کرے اور خدا کے فضل سے امیدوار رہے کہ وہی موت کے وقت آفتوں سے بچائے تا کہ یہ ایمان سلامت لے جائے تو یہ شخص عاقل ہے اور وہ مغرور اور جو لوگ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں اس جہان میں تو اچھے حال پر رکھا اس جہاں میں بھی اچھے ہی حال پر رکھے گا وہ خدا رحیم و کریم ہے وہ خدا پر غرہ کرتے ہیں اور جو لوگ کہتے ہیں کہ دنیا نقد اور یقینی ہے اور آخرت ادھار اور مشکوک وہ دنیا پر بھولے ہیں اور حق تعالیٰ نے ان دونوں باتوں سے حذر کرنے کا حکم فرمایا ہے ﴿ یاایها الناس ان وعد الله حق فلاتغرنکم الحیوة الدنیا ولایغرنکم بالله الغرور ﴾ یعنی اے لوگو میں نے جو وعدہ کیا ہے وہ حق ہے کہ جو نیک کام کرے گا نیک اجر پائے گا اور جو برے کام کرے گا بری سزا پائے گا یہ وعدہ کان لگا کر سنو تا کہ نہ دنیا پر بھولو نہ حق تعالیٰ پر غرہ کرو۔

پندار اور اس کے علاج کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ پندار والے لوگ دھوکے میں ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی طرف اور اپنے عملوں کی طرف نیک گمان رکھتے ہیں اور اس کی آفت سے غافل

رہتے ہیں اور کھوٹے کھرے میں اس سبب سے تمیز نہیں کرتے کہ انھوں نے صرافی کے علم کی تکمیل ہی نہیں کی فقط ظاہر رنگ وصورت پر دھوکا کھاتے ہیں اور جو لوگ علم و عمل میں مشغول ہیں اور غفلت وضلالت کے حجاب سے باہر نکل آئے ہیں ان میں سے سو میں ننانوے دھوکے میں ہیں اسی سبب سے جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ قیامت کے دن حق سبحانہ تعالیٰ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے ارشاد فرمائے گا کہ اپنی ذریت میں سے دوزخیوں کو چھانٹ وہ عرض کریں گے کہ بارخدایا کتنوں میں سے کتنوں کو چھانٹوں ارشاد ہوگا کہ ہزار میں سے نوسو ننانوے دوزخی نکال یہ لوگ اگرچہ دوزخ میں ہمیشہ نہ رہیں گے لیکن انھیں دوزخ میں جانا ضرور ہے کیونکہ بعضے اہل غفلت ہوں گے بعضے اہل ضلال بعضے اہل غرور بعضے اہل عجز کہ اپنی خواہشوں میں پھنسے رہے ہوں گے اگرچہ یہ جانتے ہوں کہ ہم مقصر ہیں اور اہل پندار بہت ہیں ان کے اقسام گنتی میں نہیں آتے مگر چار طبقوں سے باہر نہیں ہیں علماء، عباد، صوفی، مالدار پہلا طبقہ اہل پندار سے علماء ہیں بعضے ان میں سے اپنی تمام عمر علم حاصل کرنے میں گنواتے ہیں تاکہ بہت سے علم حاصل کریں لیکن معاملہ اور عمل میں قصور کرتے ہیں اور ہاتھ زبان آنکھ فرج کو گناہ سے نہیں بچاتے اور سمجھتے ہیں کہ ہم علم میں اس مرتبہ کو پہنچ گئے کہ ہم ایسوں کو عذاب ہووے ہی گا نہیں اور معاملہ میں ماخوذ ہی نہ ہوں گے اور ہماری ہی شفاعت سے تمام خلق نجات پائے گی ان علماء کی مثل اس بیمار کی سی ہے جو اپنی بیماری کا علم پڑھے اور رات بھر مباحثہ اور تکرار کرے نسخہ خوب لکھے دوا اور بیماری کا حقہ جانے اور خود ہرگز ٹھنڈائی نہ پیے اور دوا کی تلخی پر صبر نہ کرے تو اس میں ٹھنڈائی کی صفت بار بار پڑھنا اسے کیا فائدہ کرے گی اور حق تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ قد افلح من تزکی ﴾ یعنی نجات وہی پائے گا جو پاک صاف ہو جائے نہ وہ جو فقط پاکی اور صفائی کا علم سیکھ لے اور فرمایا ہے ﴿ ونھی النفس عن الھوی فان الجنتہ ھی الماوی ﴾ یعنی

بہشت میں وہی جائے گا جو اپنی خواہش نفسانی کے خلاف کرے نہ وہ جو فقط جانتا ہے کہ خواہش کے خلاف کرنا چاہیے اس سادہ دل کو اگر یہ پندار اور کج فہمی ان حدیثوں سے پیدا ہوئی ہے جو علم کی فضیلت میں آئی ہیں تو ان احادیث اور آیات کو کیوں نہیں پڑھتا جو علمائے بے عمل کے حق میں وارد ہوئی ہیں کیونکہ قرآن شریف میں حق تعالیٰ نے ایسے عالم کی مثال اس گدھے کے ساتھ دی ہے جس کی پیٹھ پر کتابیں لدی ہوں اور ایسا عالم پتھر کے مثل ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ عالم بے عمل کو اس طرح دوزخ میں ڈال دیں گے کہ اس کی گردن اور پیٹھ ٹوٹ جائے گی اور آگ اسے اس طرح گھمائے گی جیسے گدھا چکی گھوماتا ہے سب دوزخی اس کے گرد جمع ہو جائیں گے اور کہیں گے اے شخص تو کون ہے اور یہ کیا عذاب ہے وہ بولے گا بھائیو میں وہ ہوں کہ اوروں کو حکم فرمایا اور خود نہ کیا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اس عالم سے زیادہ کسی پر عذاب نہ ہوگا جو اپنے علم پر عمل نہ کرے حضرت ابولدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جو شخص جاہل ہو اس پر تو ایک ہی بار افسوس ہے اور عالم بے عمل پر سات بار افسوس ہے یعنی علم اس پر حجت اور دلیل پکڑا جائے گا کہ تو نے جان بوجھ کر گناہ کیا اور بعضے علماء نے علم و عمل دونوں میں قصور تو نہیں کیا لیکن سب ظاہری عمل کیے دل کی طہارت سے غافل رہے باطن سے برے اخلاق نہیں دور کیے جیسے تکبر حسد یا طلب جاہ لوگوں کی بدخواہی ان کے رنج پر خوش ہونا راحت پر رنجیدہ ہونا اور ان حدیثوں سے غافل رہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ذرا سی ریاء بھی شرک ہے اور جس کے دل میں ایک ذرہ بھی تکبر ہے وہ جنت میں نہ جائے گا اور ایمان کو حسد ایسا تباہ کرتا ہے جیسا لکڑی کو آگ اور یہ نہیں دیکھتے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ تمہاری صورت کو نہیں دیکھتا ہے تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے پس ان لوگوں کی مثل اس شخص کی سی ہے جس نے کھیتی کی ہو اور

وہاں کانٹے اگے اور گھانس نکل آئی تو اسے ضرور ہے کہ کانٹے گھاس کو جڑ سے کھود کر پھینکے تا کہ کھیت زور پکڑے وہ اوپر اوپر سے گھاس کاٹتا ہے اور اس کی جڑ زمین میں باقی رہنے دیتا ہے جس قدر زیادہ کاٹتا ہے اسی قدر زیادہ گھاس بڑھتی ہے برے اخلاق برے کاموں کی جڑ ہیں انہی کو اکھاڑنا دور کرنا چاہے بلکہ جو شخص ظاہر آراستہ اور باطن پلید اور گندہ رکھتا ہے اس کی مثل ایسی ہے جیسے سنڈاس کہ باہر سے تو گچ کی ہوئی سراپا نفاست ہے اور اندر سے بالکل نجاست اور گندگی ہے یا جیسے قبر کہ ظاہر میں آراستہ ہیں اور اس کے اندر مردار مردہ ہے یا جیسے اندھیر امکان ہے کہ اس کی دیوار کے پیچھے چراغاں ہے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام نے عالم بے عمل کی اس طرح مثال دے کر فرمایا ہے کہ تم لوگ چلنی کے مانند مت رہو کہ اس میں سے آٹا تو گر پڑتا ہے اور بھوسی رہے جاتی ہے تم بھی علم اور حکمت کی باتیں تو کر ڈالتے ہو جو بری بات ہے وہ تم میں رہ جاتی ہے اور بعضے علماء جانتے ہیں کہ یہ برے اخلاق ہیں ان سے حذر کرنا چاہیے دل پاک رکھنا چاہیے مگر جانتے ہیں کہ ہمارا دل تو خود ان اخلاق سے پاک ہے یہ لوگ ان سے بڑھ کر ہیں جن سے یہ امور سرزد ہوں کیونکہ یہ سب سے زیادہ اس کی برائی جانتے ہیں لیکن جب ان میں تکبر کا اثر پیدا ہوتا ہے تو شیطان ان سے کہہ دیتا ہے کہ یہ تکبر نہیں ہے دین کی عزت اور عظمت چاہتا ہے اگر تو ہی عزت دار نہ رہے گا تو اسلام بے عزت ہو جائے گا ایسا شخص اگر اچھے کپڑے پہنتا ہے اور گھوڑا اور ساز و سامان اور تجمل رکھتا ہے تو شیطان کہہ دیتا ہے کہ یہ رعونت اور سرکشی نہیں ہے بلکہ دشمنان دین کی شکست اور خفت ہے کیونکہ اہل بدعت علماء کے با شان وشوکت ہونے سے مغلوب ہوتے ہیں یہ علماء جناب سید المرسلین اور خلفاء راشدین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصحابہ اجمعین کی سیرت بھول کر سمجھتے ہیں کہ ان حضرات علیہم السلام والصلوٰۃ کے افعال واطوار معاذ اللہ اسلام کی خواری اور ذلت تھے اب ہماری شان وشوکت سے اسلام عزت پائے گا اور اگر ان میں حسد پیدا ہوتا ہے تو کہتے ہیں

کہ یہ دین کی سختی ہے اگر ریا پیدا ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ خلق کے ساتھ نیکی ہے کہ ہماری عبادت دیکھیں اور ہماری پیروی کریں اور جب بادشاہوں کے دربار میں جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ ظالم کے ساتھ فروتنی نہیں کہ یہ تو حرام ہے بلکہ دربار داری ہے مسلمانوں کی سعی اور سفارش کے واسطے اور ان کی خیر خواہی کے لیے اور اگر حرام کا مال لیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ حرام کا مال نہیں ہے لاوارث ہے اسے لے کر دین کے کاموں میں صرف کرنا چاہیے اور دین کے کام ہم سے متعلق ہیں یہ عالم اگر اپنے دل میں انصاف کرے اور حساب لگائے تو جان جائے کہ دین کے واسطے اس امر سے بہتر کوئی صلاح نہیں ہے کہ خلق دنیا سے منہ پھیر لے اور جو لوگ اس کے سبب سے دنیا کی رغبت کرتے ہیں وہ ان لوگوں سے زیادہ ہیں جو دنیا سے اعراض کرتے ہیں تو اسلام ایسے عالم کی نیست و نابود ہونے کے ساتھ وابستہ ہے اور اسلام کی بہبود اور مصلحت اسی میں ہے کہ ایسے علماء بد باطن ہوویں ہی نہیں اور ایسے پندار غلط اور خیالات خام بہت ہیں ان کا علاج اور ان کی حقیقت ان اصلوں میں ہم بیان کر چکے ہیں جو اوپر مذکور ہوئیں مکرر بیان کرنا تطویل لاطائل ہے اور بعضے علماء نے خود نفس علم میں غلطی کی ہے اور جو علم بہت ضروری ہے جیسے تفسیر حدیث تصوف علم اخلاق اور طریق ریاضت اور جو کچھ اس کتاب میں بیان ہے اور علم راہ آخرت اور راہ دین کی آفتیں اور مراقبہ دل کا طریقہ کہ یہ سب فرض عین ہے انھیں نہ حاصل کیا ہوا اور جانتے بھی نہیں کہ یہ منجملہ علوم ہے اور جدل و مناظرہ میں یا تعصب مذہب میں یا فتاوی خصومات خلق میں یا اور علموں میں جو اسے دنیا سے آخرت کی طرف اور حرص سے قناعت کی طرف اور ریا سے اخلاص کی جانب اور غفلت و ایمنی سے خوف اور پرہیز گاری کی جانب نہیں بلاتے تمام عمر ضائع کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ علم یہی ہیں اور جو کوئی علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوا سے کہتے ہیں کہ یہ علم سے منکر اور مہجور ہے ان پندار بے اعتبار کی تفصیل دراز ہے احیاء العلوم کی کتاب الغرور مین مذکور ہے یہ

کتاب اس کی تفصیل کی گنجائش نہیں رکھتی اور بعضے علما علم وعظ میں مشغول ہوتے ہیں ان کی باتیں مسجع اور نکات اور مضامین واہیات ہوتی ہیں اس کی عبارتیں ڈھونڈھ لیتے ہیں ان کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ خلق ان کا کلام سن کر نعرہ مارے اور تعریف کرے وہ اس قدر نہیں جانتے کہ اصل نصیحت یہ ہے کہ ایسی آتشی مصیبت دل میں پیدا ہو جائے کہ آدمی کار آخرت کے خطر دیکھنے لگے پھر اس مصیبت کی نوحہ گری میں مشغول ہو اور وعظ و نصیحت اس مصیبت کا نوحہ ہے مگر جو نوحہ کہ آتش مصیبت میں نہ سلگا ہو گا وہ جو بات کہے گا وہ مانگے کی ہو گی کسی کے دل میں کچھ بھی اثر نہ کرے گی ان لوگوں میں بھی بہت مغرور ہیں اس کی تفصیل بھی طولانی ہے اور بعضے علمائے ظاہری فقہ میں اوقات بسر کرتے ہیں اتنا نہیں سمجھتے کہ فقہ کی تعریف اس سے زیادہ نہیں ہے کہ جس قانون سے بادشاہ خلق کو سیاست کرے اسے یاد رکھنا اور جو چیز راہ آخرت سے علاقہ رکھتی ہے اس کا علم ہی اور ہے یہ فقیہ جانتا ہے کہ جو بات ظاہری فقہ میں راست اور درست ہوتی ہے اور وہ آخرت میں فائدہ دے گی اس کی مثال ایسی ہے کہ جو کوئی زکوٰۃ کا مال اخیر سال میں اپنی بیوی کے ہاتھ بیچ کر اس کا مال مول لے لے تو ظاہری فتویٰ یہ ہے کہ اس کے ذمہ سے زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی یعنی بادشاہ کی طرف سے جو شخص تحصیل کرتا ہے اسے نہیں پہنچتا کہ اس شخص سے زکوٰۃ طلب کرے کیونکہ اس کی نگاہ ظاہر ملک پر ہوتی ہے اور سال تمام ہونے سے پہلے ملک منقطع ہو گئی اور شاید فقیہ یہی فتویٰ دے اور اس قدر جانے بھی نہیں کہ جو شخص زکوٰۃ ساقط ہو جانے کے واسطے قصداً ایسا کرتا ہے وہ عالم الغیب کے غصہ میں گرفتار ہو گا اس طرح وہ بھی حق تعالیٰ کی ناخوشی میں مبتلا ہو گا جو زکوٰۃ دیوے ہی نہیں کیونکہ بخل مہلک ہے اور زکوٰۃ دینے میں پلیدی بخل سے طہارت ہوتی ہے اور وہ بخل مہلک ہوتا جس کی اطاعت کریں اور یہ حیلہ کرنا بخل کی اطاعت ہے پھر جب حیلہ کے سبب سے بخل کی اطاعت ہوئی تو ہلاکت پوری ہو چکی پھر وہ حیلہ کرنے والا کیونکر

نجات پائے گا علی ہذا القیاس جو شخص اپنی بیوی کے ساتھ بدخوئی کرے اور اسے ستائے حتیٰ کہ وہ خلع کر کے مہر پھرتا دے تو ظاہری فتویٰ کی رو سے یہ درست ہے کیونکہ دنیا کے قاضی کو زبان سے کام ہے دل کا راز وہ نہیں جانتا لیکن وہ شخص آخرت میں ماخوذ ہوگا کیونکہ یہ خلع اکراہ سے ہوگا علیٰ ہذا القیاس کوئی شخص کسی آدمی سے کوئی چیز برملا مانگے اور وہ آدمی شرم سے دے دے تو ظاہر فتویٰ میں مباح ہے لیکن حقیقت میں یہ مصادرہ یعنی زبردستی لینا ہے اس واسطے کہ ظاہراً لاٹھی مار کر زبردستی لینے میں اور شرم کا کوڑا مار کر لینے میں کچھ فرق نہیں اور ایسی بہت باتیں ہیں اور جو شخص ظاہری فقہ کے سوا اور کچھ نہیں جانتا وہی اس پندار میں رہتا ہے اور دین کے دقائق اسرار کو نہیں سمجھتا دوسرا فرقہ عابد زاہد لوگ ہیں ان میں بھی اہل پندار بہت ہیں بعضے تو مغرور ہیں کہ فضائل کے سبب سے فرائض سے باز رہے جیسے وہ شخص جسے طہارت میں ایسا وسوسہ رہے کہ نماز بے وقت پڑھتا ہے اور ماں باپ رفیق کو سخت سست کہتا ہے اور پانی کی نجاست کا گمان بعید اس کے نزدیک قریب ہو گیا اور جب کھانے پر بیٹھتا ہے تو سمجھتا ہے کہ سب چیزیں حلال ہیں اور شاید حرام محض سے بھی حذر نہیں کرتا بے کفش کے پاؤں زمین پر رکھتا ہی نہیں اور حرام محض کھا جاتا ہے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سیرت بھولا رہتا ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ حرام میں گرنے کے خوف سے ستر طرح کے حلال ہم نے چھوڑ دیے اور بایں احتیاط تر سا عورت کے برتن سے آپ نے طہارت کی بس جھوٹ موٹ کے عابد زاہد احتیاط لقمہ کے بدلے احتیاط طہارت عمل میں لاتے ہیں ایسا ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص دھوبی کا دھویا ہوا کپڑا پہن لے تو جانتے ہیں کہ اس نے بڑا ہی گناہ کیا حالانکہ جناب سلطان الانبیا علیہ الصلوٰۃ والثنا کے واسطے کفار جو کپڑا ہدیہ بھیجتے تھے آپ اسے پہن لیتے تھے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جو کپڑا کفار کی لوٹ میں پاتے بے تکلف پہن لیتے کسی نے یہ روایت نہیں کی کہ اسے دھو کر پہنتے تھے بلکہ کفار

کے ہتیار کمر میں باندھ باندھ کر نماز پڑھتے یہ کوئی نہ کہتا کہ جو پانی لوہے کو دیا ہو یا لاکھ جو قبضہ وغیرہ میں بھری ہو چمڑا جو اس پر منڈھا ہو شاید ناپاک ہو گا پس جو شخص پیٹ زبان ہاتھ پاؤں وغیرہ کے بارہ میں تو احتیاط نہ کرے اور احتیاط طہارت میں مبالغہ کرے وہ شیطان کا مسخرہ ہے بلکہ سب احتیاطیں اگر آدمی بجالائے اور پانی بہانے میں اسراف کرے یا نماز اول وقت نہ پڑھے تو بھی مغرور ہے اس احتیاط کی شرط طہارت کے بیان میں ہم ذکر کر چکے ہیں اور بعضے عابد ایسے ہیں کہ انھیں نماز کی نیت میں وسواس غالب ہوتا ہے حتیٰ کہ نیت کرتے وقت آواز نکالتے ہیں ہاتھ جھٹکتے ہیں اس سبب سے شاید پہلی رکعت فوت ہو جاتی ہو اس قدر نہیں جانتے کہ جیسے قرض ادا کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے اور زکوٰۃ دینے کی نیت ہے ویسی ہی نماز کی بھی نیت ہے اور ان لوگوں میں سے نیت میں وسواس کے سبب سے نہ کوئی دوبارہ فرض ادا کرتا ہے نہ زکوٰۃ دیتا ہے اور بعضوں کو سورۃ فاتحہ کے حروف ادا کرنے میں وسواس ہوتا ہے حتیٰ کہ حروف کا مخارج سے نکالتے ہیں اور نماز میں بالکل دل اسی میں لگائے رہتے ہیں کہ حروف مخرج سے نکلیں نمازی کو قرآن کے معنوں میں دل لگانا چاہیے تا کہ الحمد کہتے وقت ہمہ تن شکر ہو جائے اور ﴿ ایاک نعبدو ایاک نستعین ﴾ کہتے وقت بالکل توحید اور عجز ہو جائے اور ﴿ اھدنا ﴾ کہتے وقت تضرع اور زاری میں ڈوب جائے اور وہ دل سے بالکل متوجہ کا ہے کی طرف ہوا کہ ﴿ ایاک مخارج ﴾ سے ادا ہو یہ نمازی ایسا ہے جیسے کوئی شخص کسی بادشاہ سے اپنی جماعت عرض کیا چاہتا ہو اور کہے ﴿ یا ایھا الامیر ﴾ اور پھر یہی کہے تا کہ ﴿ ایھا ﴾ ٹھیک ٹھیک زبان سے نکلے اور لفظ امیر کا میم کما حقہ ادا ہو تو وہ شخص بے شک خفیف ہونے اور مورد عتاب سلطانی بننے کا مستحق ہے اور بعضے لوگ ہر روز ایک قرآن ختم کرتے ہیں اور بہت جلد جلد پڑھتے ہیں زبان کے بل دوڑتے ہیں اور دل غافل رہتا ہے ان کی ہمت یہی ہوتی ہے کہ ایک ختم ان کے واسطے گنتی میں آجائے تا کہ

کہتے پھر جائیں کہ ہم نے اتنے قرآن ختم کیے اور سات منزلوں میں سے آج اتنی منزلیں ہم نے پڑھیں یہ جلد باز اتنا نہیں جانتے کہ قرآن شریف کی ہر ہر آیت ایک ایک نامہ ہے کہ احکم الحاکمین نے اپنے بندوں کو لکھا ہے اس میں امر نہی وعدہ وعید مثال نصیحت خوف دلانا ڈرانا سب ہی کچھ ہے قرآن پڑھنے والے کو چاہیے کہ وعید کے محل پر ہمہ تن خوف ہو جائے اور وعدہ کے مقام پر سراپا خوشی بن جائے مثل کے محل پر بالکل اعتبار ہو جائے وعظ کے مقام پر ہمہ تن گوش بن جائے خوف دلانے کے وقت ہر اس میں ڈوب جائے یہ سب کیفیتیں دل کی حالتیں ہیں پھر زبان کی نوک ہلائے جانے سے کیا فائدہ ایسے شخص کی مثال اس آدمی کی سی ہے جسے بادشاہ نامہ لکھے اس نامہ میں احکام ہوں وہ مکتوب الیہ بیٹھ کر اس نامہ کو ازبر کر لے اور پڑھا کرے اور اس کے معنوں سے غافل ہو اور بعضے آدمی حج کو جا کر کعبہ شریف کے مجاور ہو کر بیٹھ رہتے ہیں روزے رکھتے ہیں اور نہ دل و زبان کی حفاظت کر کے روزے کا حق ادا کرتے ہیں نہ پاس حرمت کر کے مکہ معظمہ کا حق بجالاتے ہیں نہ زاد حلال تلاش کر کے راہ کا حق ادا کرتے ہیں اور ہمیشہ ان کا دل خلق ہی کے ساتھ متعلق رہتا ہے کہ خلق ہمیں کعبہ شریف کا مجاور جانے اور خود کہتے ہیں کہ ہم اتنی دفعہ عرفات پر کھڑے ہوئے ہیں اور اتنے برس بیت اللہ کے مجاور رہے یہ لوگ اتنا نہیں جانتے کہ اپنے گھر میں کعبہ شریف کا شائق رہنا اس سے بہتر ہے کہ آدمی کعبہ شریف میں ہو اور اپنے گھر کا شائق رہے اور اس امر کا مشتاق رہے کہ خلق اسے مجاور جانے اور یہ طمع رکھے کہ اسے کوئی کچھ دے اور جو لقمہ وہ اٹھاتا ہے اس میں بخل پیدا ہو جاتا ہے یہ خوف کھاتا ہے کہ کوئی اس سے لے لے یا مانگ بیٹھے اور بعضے لوگ زہد کا طریقہ اختیار کر کے موٹا جھوٹا کپڑا پہنتے ہیں تھوڑا سا کھانا کھاتے ہیں مال میں تو زاہد رہتے ہیں جاہ قبول میں زاہد نہیں رہتے خلق ان سے برکت لیتی ہے یہ اس امر سے خوش ہوتے ہیں خلق کی نظر میں اپنا حال آراستہ رکھتے ہیں اتنا نہیں جانتے کہ مال سے

زیادہ یہ جاہ نقصان کا باعث ہے اور جاہ کا ترک کرنا بہت دشوار ہے کیونکہ جاہ کی امید پر سب طرح کے رنج کھینچنا آسان ہیں زاہد وہ ہے جو ترک جاہ کر سکے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس کچے زاہد کو کوئی شخص کچھ دے تو نہیں لیتا کہ مبادا لوگ اپنے جی میں کہیں کہ زاہد نہیں ہے اگر اس سے کہیں کہ تو ظاہر میں لے لے چھپا کر مستحق فقیر کو دے دینا تو یہ کہنا مار ڈالنے سے بھی زیادہ اس پر شاق ہوتا ہے اگرچہ مال حلال ہو تو بھی اس خیال سے نہیں لیتا کہ میں لوں گا تو لوگ کہیں گے کہ یہ زاہد نہیں ہے اسی سبب سے ایسا زاہد فقیروں کی بہ نسبت امیروں کی عزت حرمت زیادہ کرتا ہے اور ان کی مراعات بہت کرتا ہے یہ سب باتیں غرور اور نادانی ہیں اور بعضے آدمی سب نیک عمل کرتے ہیں مثلاً ہر روز ہزار رکعت نماز کئی ہزار تسبیح پڑھتے ہیں شب بیدار رہتے ہیں ہر روز روزہ دار رہتے ہیں لیکن دل کی مراعات نہیں کرتے کہ برے اخلاق سے پاک ہو جائے ان کا باطن حسد یا کبر سے بھرا رہتا ہے ایسے آدمی اکثر بدخو اور ترشرو ہوتے ہیں بندگان خدا کے ساتھ غصہ سے بات کرتے ہیں گویا ہر ایک سے لڑے روٹھے رہتے ہیں اتنا نہیں جانتے کہ خوئے بد تمام عبادت کو حبط کر دیتی ہے اور خلق نیک سب عبادتوں کا افسر ہے یہ کمبخت گویا عبادت کر کے خلق خدا پر احسان کرتا ہے اور سبھوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے خود کو خلق اللہ سے کھینچے اور سمیٹے رہتا ہے کہ کوئی اسے چھو نہ جائے اتنا نہیں سمجھتا کہ جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات سب عابدوں زاہدوں کے سردار تھے اور تمام جہان سے زیادہ ہنس مکھ اور ملنسار تھے جو شخص نہایت میلا کچیلا ہوتا کہ اسے سب خود کو سمیٹتے اسے آپ اپنے پاس بٹھاتے اور مصافحہ کے واسطے دست مبارک دیتے اس کمبخت سے زیادہ کوئی شخص بیوقوف نہیں جو اپنے استاد سے بھی اونچی دوکان جمائے یعنی مرشد برحق سے بڑھ جانے کا خیال خام دل میں لائے یہ سیدھے سادے لوگ سلطان الانبیا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کی پیروی کا دم بھریں اور آپ کی عادت سراپا

سعادت کے خلاف کریں تو اس سے زیادہ اور کیا بیوقوفی ہوگی تیسرا طبقہ صوفی لوگ ہیں جتنا غرور اور پندار ان لوگوں میں ہوتا ہے اتنا کسی فرقے میں نہیں ہوتا کیونکہ جس قدر راہ باریک اور مقصود عزیز اور بہتر ہوتا ہے اسی قدر شبہے اور دھوکے زیادہ پڑتے ہیں راہ تصوف کا پہلا قدم یہ ہے کہ سالک نے تین درجے حاصل کر لیے ہیں ایک یہ کہ اس کا نفس مقہور اور مغلوب ہو گیا ہو نہ اس میں خواہش باقی رہی ہو نہ غصہ یہ نہیں کہ خواہش اور غصہ جڑ سے نیست و نابود ہو گیا مگر ایسا مغلوب ہو گیا ہو کہ بے حکم شرع اس میں کچھ تصرف نہ کر سکے جس طرح جو قلعہ فتح ہو جاتا ہے اس قلعہ کے لوگوں کو فتح کرنے والے مار نہیں ڈالتے مگر وہ لوگ مطیع ہو جاتے ہیں اسی طرح سالک کے سینہ کا قلعہ حاکم شرع کے ہاتھ فتح ہو گیا ہو دوسرا درجہ یہ ہے کہ دونوں جہان سالک کے سامنے گم ہو گئے ہوں اس کے یہ معنی ہیں کہ حس اور خیال کے عالم سے وہ گزر گیا ہو اس واسطے کہ جو چیز حس اور خیال میں آتی ہے اس میں بہائم بھی شریک ہیں اور وہ چیز آنکھ فرج پیٹ کی شہوت کا غصہ ہوتی ہے بہشت حس اور خیال کے عالم سے باہر نہیں ہے اور جو چیز جہت پذیر ہوتی ہے اور خیال کو اس سے سروکار ہوتا ہے وہ اس کے نزدیک ایسی ہو گئی ہو جیسے اس شخص کے نزدیک گھاس ہو جاتی ہے جس نے لوزینہ اور بھنا ہوا مرغ پایا ہو کیونکہ سالک جان چکا ہے کہ جو چیز خیال میں آئے وہ بے قدر اور بے حقیقت ہے اور بھولے نادانوں کو نصیب ہوگی ﴿واکثر اھل الجنتہ البلہ﴾ (۱۰) تیسرا درجہ یہ ہے کہ سالک کو جناب احدیت نے اور اسکے جلال اور جمال نے بالکل گھیر لیا ہو کہ جہت مکان حس خیال کو اس سے کچھ سروکار ہی نہ رہا ہو بلکہ حس اور خیال اور جو علم ان دونوں سے پیدا ہوتا ہے اس کا حال سالک کے ساتھ ایسا ہو جیسے آنکھ کا آواز کے ساتھ اور کان کا رنگوں کے ساتھ حال ہے یعنی اس سے بے خبر ہونا ضرور ہے جب سالک اس مقام پر پہنچا تو کوچہ تصوف کے سرے پر آیا سالک کو ان درجوں کے علاوہ بہت احوال حق سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ

ہوتے ہیں کہ ان کا بیان میں آنا دشوار ہے حتیٰ کہ بعضوں نے اسے یگانگی اور اتحاد کے ساتھ تعبیر کیا اور بعضوں نے حلول کے ساتھ جس شخص کا قدم علم میں راسخ نہ ہو اور یہ حال اس پر طاری ہو جائے تو وہ بخوبی بیان نہیں کر سکتا جو کچھ کہنے لگتا ہے صریح کفر نظر آتا ہے اور فی نفسہ حق ہوتا ہے مگر اسے بیان کرنے کی قدرت نہیں ہوتی یہ جو بیان کیا گیا راہ تصوف کا ایک شائبہ ہے اے عزیز اب تو دیکھ کہ نام کے صوفی کس الٹی سمجھ اور دھوکے میں گرفتار ہیں ان میں سے کچھ لوگوں نے تو سجادے اور گدڑی اور نقلی باتوں کے سوا نہ کچھ دیکھا نہ سنا اسے اختیار کر کے کچے صوفیوں کا لباس اختیار کر کے ان کی ظاہری وضع بنائی ان کی طرح سجادے پر بیٹھ کر گردن جھکاتے ہیں اور شاید کہ وسوسہ اور خیال انھیں پیش آتا ہے سر ہلاتے ہیں اور جانتے ہیں کہ یہی تصوف ہے ان لوگوں کی مثل ایسی ہے جیسے وہ عاجز بڑھیا جو سر پر ٹوپی رکھے چپکن پہنے ہتھیار لگائے اور صف جنگ میں بہادروں کی لڑائی اور رجز خوانی کا انداز سیکھ لے اور سپاہیوں کے سب ظاہری حرکات سکنات جان چکی ہو وہ جب فوج میں اپنا نام لکھوانے کے واسطے بادشاہ کے سامنے جائزے میں جائے اور بادشاہ ایسا ہو کہ صورت اور لباس پر نہ جائے بلکہ دلیل طلب فرمائے یا اسے ننگا کرنے کا حکم دے یا کسی جوانمرد کے ساتھ لڑنے کا اور یہ دیکھ کر کہ یہ ایک ضعیفہ بڑھیا ہے یہ حکم محکم فرمائے کہ اسے ہاتھی کے پاؤں کے تلے ڈال دو تا کہ کسی دوسرے کو بادشاہ کے حضور ایسی لچر حرکت کرنے کی جرات نہ پڑے اور ان میں سے بعضے ایسے ہوتے ہیں کہ وہ ان باتوں میں بھی قاصر ہیں کہ صوفیوں کی ظاہری وضع اختیار کریں اور پھٹے ہوئے کپڑے پہنیں بلکہ پاکیزہ گدڑیاں باریک سرمئی لنگیاں حاصل کر کے جانتے ہیں کہ جب کپڑے رنگ لئے قصہ تمام ہو گیا تصوف کا اختتام ہو گیا یہ نہیں جانتے کہ صوفیہ صافیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اگر لباس اس واسطے رنگتے تھے کہ ہر وقت دھونے کی حاجت نہ ہو اور نیلا اس واسطے رنگتے تھے کہ دین کی مصیبت میں تھے وہ رنگ ان

کے حال کے موافق تھا یہ کمبخت جب ایسا مستعرق نہیں ہے کہ کپڑے نہ دھوئے اور ایسا مصیبت زدہ نہیں ہے کہ ماتمی کپڑے پہنے اور ایسا عاجز نہیں ہے کہ جہاں کپڑا پھٹ جائے پیوند لگائے تا کہ گدڑی ہو جائے بلکہ نئے نئے کپڑے قصداً پھاڑتا ہے کہ گدڑی بن جائے تو اس کمبخت نے ظاہری صورت میں بھی صوفیہ صافیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی موافقت نہ کی کیونکہ پہلے گدڑی پوش جناب امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے کہ آپ کے لباس میں چودہ پیوند لگے تھے ان میں سے بعضے پیوند چمڑے کے تھے اور ان میں سے بعضے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جس طرح چھوٹا اور پھٹا ہوا کپڑا پہننے کے متحمل نہیں اسی طرح ادائے فرائض اور ترک معاصی کے بھی متحمل نہیں ہوتے اس پر طرہ یہ ہے کہ اپنے عجز و قصور کے معترف بھی نہیں ہوتے کہ شیطان اور خواہش نفسانی کے ہاتھ میں پھنسے ہیں بلکہ ان کا مقولہ یہ ہے کہ دل سے کام ہے ظاہر صورت کو دیکھنا کیا ہمارا دل ہمیشہ نماز میں ہے اور حق تعالیٰ کے ساتھ راز و نیاز میں ہے ہمیں ان ظاہری اعمال کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ اس مشقت کا حکم ان ہی لوگوں کو ہے جو اپنے نفس کے اسیر ہوں ہمارا نفس خود مردہ ہے ہمارا دین دہ دردہ حوض کے مانند ہو گیا ہے ایسی چیزوں سے خراب ہی نہیں ہوتا اور جب عابدوں کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ بیگاری ہیں جب علماء کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ لوگ باتوں میں پھنسے پڑے ہیں راہ حقیقت جانتے ہی نہیں ایسے گمراہ لوگ قتل کرنے کے لائق ہیں ان کا خون بالاجماع مباح ہے اور بعضے لوگ ہیں کہ صوفیوں کی خدمت کرنے پر مستعد ہوتے ہیں اور حق خدمت یہ ہے کہ آدمی اپنا جان و مال ان حضرات پر سے تصدق کر دے اور خود کو ان کے عشق میں بالکل بھول جائے پھر جب کوئی ان کے وسیلہ سے مال پیدا کرے اور انھیں اپنا مطیع کرے تا کہ خود خادم مشہور ہو اور لوگ اس کی عزت اور حرمت کریں اور جہاں سے پائے حرام حلال کا مال لے آئے اور انھیں دے تا کہ اس کی سر دبازاری نہ ہو اور یہ نہ کھلے کہ یہ فریبیا ہے اور بعضے

لوگ ہیں کہ انھوں نے ریاضت کی سب راہ طے کی اپنی خواہش کو مغلوب اور مقہور کر کے خود کو بالکل خدا ہی کے سپرد کر دیا اور گوشہ میں بیٹھے ہوئے ذکر کیا کرتے ہیں انھیں کشف ہونے لگتا ہے حتیٰ کہ جس چیز کی چاہتے ہیں خبر پاتے ہیں اگر کوئی قصور کرتے ہیں تو تنبیہہ ہو جاتی ہے اور ممکن ہے کہ پیغمبروں اور فرشتوں کو مثالوں میں اور اچھی اچھی صورتوں میں دیکھنے لگیں اور خود کو آسمان میں دیکھیں اور اس کی حقیقت اگر صحیح ہو تو سچے خواب کے مانند ہے لیکن وہ خواب سوتوں کے خیال میں آتا ہے اور یہ حال جاگتوں کے خیال میں آتا ہے اور وہ شخص اس سبب سے مغرور ہو کر کہتا ہے کہ جو کچھ ساتوں زمین و آسمان میں ہے بارہا میرے سامنے پیش کیا گیا ہے' اور سمجھا ہے کہ اولیاء کا اخیر کام یہی ہے حالانکہ آفرینش میں حق تعالیٰ کی جو عجیب عجیب صنعتیں ہیں ان میں سے ایک سر مو بھی نہیں جانا ہے اور جانتا ہے کہ جو کچھ موجود ہے وہ سب یہی ہے جو میں نے دیکھا جب یہ حال پیدا ہو جاتا ہے تو آدمی جانتا ہے کہ میں کمال کے درجہ کو پہنچ گیا اور اس بات کی خوشی میں مشغول ہو کر طلب میں قاصر ہو جاتا ہے اور شاید وہ نفس جو مقہور اور مغلوب ہو گیا تھا پھر ذرا ذرا زور پکڑنے لگے وہ سمجھے کہ میں ایسی ایسی چیزیں دیکھ چکا تو اپنے نفس سے مطمئن ہو گیا اور کمال کے درجہ کو پہنچ گیا یہ بڑا دھوکا ہوتا ہے اس پر کچھ اعتماد نہیں اعتماد اس پر ہوتا ہے کہ اس کی طبیعت بدل جائے خوشی سے شریعت کا ایسا متبع بن جائے کہ کسی طرح اس میں تصرف اور قصور باقی نہ رہے شیخ ابوالقاسم گرگانی قدس سرہ نے کہا ہے کہ پانی پر چلنا ہوا میں اڑنا غیب کی خبر دینا کچھ کرامت نہیں بلکہ کرامت یہ ہے کہ آدمی بالکل امر الٰہی ہو جائے یعنی دل و جان تن و مال سے حکم شرع کی اتباع کرنے لگے کہ حکم کے خلاف کوئی بات اس سے سرزد ہی نہ ہو یہ حالت البتہ قابل اعتماد ہے اور پانی پر چلنا ہوا پر اڑنا غیب کی باتوں کی خبر دینا ایسی باتیں ممکن ہیں کہ شیطان کی طرف سے ہوں کیونکہ شیطان کو بھی غیب کی خبر ہے اور کاہن لوگ بھی بہتری غیب کی باتوں کی

خبر دیتے ہیں اور عجیب وغریب کام ان سے وقوع میں آتے ہیں اعتماد اسی حالت پر ہے کہ تیری ہستی اور خواہش گم ہو جائے اور اس کے بدلے اتباع شریعت قرار پکڑ لے پھر اگر تو شیر پر نہ سوار ہو سکے گا تو کچھ پروا نہیں کیونکہ جب غیظ وغضب کے کتے کو جو تیرے سینہ میں ہے تو نے پامال کر ڈالا اور اپنا مغلوب اور مقہور کر لیا تو بہت بڑے شیر پر بیٹھ چکا اور اگر غیب کی خبر تو نہ دے سکے گا تو کچھ پروانہ کر اس واسطے کہ جب تو نے اپنے نفس کے عیب اور غرور کو پہچان لیا اور اس کی آفت اور مکاری سے آگاہ ہو گیا تو تیرا عیب ہی غیب ہے عیب جانا تو غیب دان ہو چکا اگر پانی پر تو نہ چل سکے گا ہوا میں نہ اڑ سکے گا تو کچھ پروانہ رکھ اس لئے کہ جب حس وخیال کے باہر تجھے کوئی مقام کھلا اور اس میں تو چل نکلا تو پانی پر چل چکا ہوا پر اڑ چکا اور اگر ایک شب میں تو جنگل اور صحرا طے نہ کرے تو کچھ باک نہ رکھ اس واسطے کہ جب دنیا کے جنگلوں اور میدانوں سے تو چھوٹ گیا اور دنیا کے شغل پیچھے چھوڑ آیا تو بڑا دشوار گزار جنگل اور بہت بڑا میدان طے کر آیا اور اگر کسی بڑے پہاڑ پر تو قدم نہ رکھ سکے تو کچھ پرواہ نہ رکھ کیونکہ تو نے جب شبہہ کے ایک درہم پر لات ماردی تو گھاٹی طے کر آیا اس واسطے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں اسے گھاٹی اور دشوار گزار مقام ارشاد فرمایا ﴿ فلا اقتحم العقبۃ ﴾ ان لوگوں کے غرور اور دھوکوں کے یہ چند اقسام ہیں سب بیان کرنا موجب طوالت ہوگا چوتھا طبقہ امیر اور مالدار لوگ ہیں ان میں بھی دھوکے اور الٹی سمجھ والے بہت ہیں اس واسطے کہ بعضے مال دار مسجد اور سرا اور پل وغیرہ بنوانے میں مال صرف کرتے ہیں اور شاید وہ مال وجہ حرام سے پیدا کیا ہو تو ان پر یہ فرض تھا کہ مالک کو مال واپس کر دیتے انھوں نے وہ یہ چیزیں تعمیر کرانے میں صرف کیا تا کہ گناہ اور زیادہ ہو جائے اور جانتے ہیں کہ ہم نے بڑے ثواب کا کام کیا اور بعضے امیر مال خرچ کرتے ہیں مگر لوگوں کو دکھانا انھیں مقصود ہوتا ہے کہا اگر ایک دینار صرف کرتے ہیں تو چاہتے ہیں کہ پتھر پر اپنا نام کھدوا کر وہاں لگا دیں اگر

ان سے کہئے کہ اپنے ناک پتھر نہ لگایا اور کسی کے نام سے لگا کیونکہ عالم الغیب تو بنوانے والے کو جانتا ہی ہے تو وہ یہ نہیں کر سکتے اس ریا کی علامت یہ ہے کہ اس کے عزیز قریب اور پڑوسی محتاج ہوتے ہیں اور ایک ایک ٹکڑے کو ترستے ہیں تو وہ مال انھیں دینا افضل ہے اور وہ انھیں نہیں دے سکتے کیونکہ پتھر پر یہ عبارت کھود کر ان کی پیشانی میں تھوڑے ہی لگا سکیں گے کہ ﴿بناہ الشیخ فلان طال بقاہ﴾ اور بعضے مال دار خالص نیت سے مال حلال تو خرچ کرتے ہیں مگر مسجد کے نقش و نگار میں صرف کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ یہ بہت نیک کام ہے اس سے دو برائیاں پیدا ہوتی ہیں ایک تو نماز میں لوگوں کا دل ان نقش و نگار میں مشغول رہتا ہے خشوع خضوع سے محروم رہتے ہیں دوسرے یہ کہ ویسے ہی نقش و نگار اپنے گھروں میں بنانے کی آرزو پیدا ہوتی ہے اور دنیا ان کی نگاہوں میں آراستہ پیراستہ معلوم ہوتی ہے اور جانتے ہیں کہ ہم نے بڑا کام کیا جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ تم لوگ جب مسجد میں نقش و نگار کرو اور قرآن شریف پر سونا چڑھاؤ تو تم پر افسوس ہے مسجد کی آبادی ان دلوں کے سبب سے ہوتی ہے جو حضور اور خشوع و خضوع سے آراستہ ہوں اور نفرت دنیا سے پیراستہ ہوں اور جو چیز لوگوں کے دلوں سے حضور اور خشوع دور کرے اور دنیا کو آراستہ دکھائے وہ مسجد کی ویرانی کا سبب ہے اس کمبخت نے نقش و نگار بنوا کر مسجد کو ویران کر دیا اور جانتا ہے کہ میں نے بہت اچھا کام کیا ہے اور بعضے امیر اپنے دروازے پر فقیروں کے جمع ہونے کو دوست رکھتے ہیں تا کہ شہر میں اس کا شہرہ ہو یا ایسے فقیروں کو صدقہ دیتے ہیں جو لستان اور نامور ہوں یا جو قافلے حج کو جاتے ہیں ان پر خرچ کرتے ہیں یا ان لوگوں کو دیتے ہیں جو خانقاہوں میں رہتے ہوں تا کہ سب لوگ جانیں اور احسان مانیں اگر ان سے کہیے کہ یہ چھپا کر یتیموں کو دو کہ یہ راہ حج میں خرچ کرنے سے افضل ہے تو نہیں دے سکتے کہ لوگوں سے اپنی تعریف اور اپنا شکر کرانے کا ان کو مزہ اور شوق ہے اور جانتے

ہیں کہ ہم بڑے خیر کا کام کرتے ہیں حضرت بشر حافی قدس سرہ سے ایک شخص نے مشورہ کیا کہ میرے پاس دو ہزار درہم ہیں میرا جی چاہتا ہے کہ حج کو جاؤں فرمایا کہ تو تماشا دیکھنے جائے گا یا حق تعالیٰ کی رضامندی ڈھونڈھنے عرض کی کہ خدا کی رضا مندی کے واسطے فرمایا کہ جا کر دس محتاجوں کا قرض ادا کر دے یا دس یتیموں کو دے دے یا کسی عیال دار کو دے کہ جو راحت مسلمان کے دل کو پہنچتی ہیں فرض حج کے بعد سو حج سے افضل ہے اس شخص نے عرض کی کہ میں اپنے دل میں حج کی بہت رغبت دیکھتا ہوں فرمایا اس کا سبب یہ ہے کہ یہ مال تو نے بے وجہ پیدا کیا ہے جب تک بے راہ نہ خرچ کر لے گا تیرے دل کو قرار نہ آئے گا اور بعضے مال دار ایسے ہوتے ہیں کہ زکوٰۃ کے سوا ایک کوڑی نہیں دیتے اور زکوٰۃ اور عشر بھی ایسے لوگوں کو دیتے ہیں جو ان کے کاروبار میں رہتے ہوں جیسے معلم اور شاگرد تا کہ ان لوگوں کے جمع رہنے سے ان امیروں کی جاہ و حشمت برقرار رہے جیسے وہ مدرس جو اپنے طالب علموں کو زکوٰۃ دے جب وہ اس سے پڑھنا موقوف کر دیں تو نہ دے یہ گویا تنخواہ ہوتی ہے اور خود جانتا ہے کہ شاگردی کے بدلے میں دیتا ہوں اور یہ جانتا ہے کہ زکوٰۃ دی اور کبھی ایسے لوگوں کو دیتا ہے جو بزرگوں کی خدمت میں رہتے ہیں اور ان کی سعی سے اور لوگوں کو دیتا ہے تا کہ ان پر احسان ہو اور اتنی سی زکوٰۃ دے کر کئی مطلب نکالا چاہتا ہے اور کبھی شکر و ثنا کی بھی امید رکھتا ہے پھر یہی جانتا ہے کہ میں نے زکوٰۃ دی اور بعضے مال دار ایسے بخیل ہوتے ہیں کہ زکوٰۃ بھی نہیں دیتے مال جمع کرتے ہیں اور پارسائی کا دعویٰ کرنے پر مرتے ہیں صائم الدہر اور قائم اللیل رہتے ہیں ان کی مثال اس شخص کی ایسی ہے جسے دردسر ہو اور ایڑی میں دوا لگائے یہ کمبخت نہیں جانتا کہ اسے بخل کے سبب سے بیماری ہے بہت کھانے سے نہیں تو بہت خرچ کرنا اس کا علاج ہے بھوکوں مرنا اس کی دوا نہیں ہے مال داروں کو ایسے دھوکے بہت ہوتے ہیں کسی قسم کا آدمی اس سے نہیں بچتا مگر جس نے وہ علم حاصل کیا ہو جو اس کتاب میں ہے تا کہ عبادت

کی آفتیں اور نفس کا فریب اور شیطان کا مکر پہچان لے پھر حق تعالیٰ جل جلالہ وجل شانہ کی محبت اس پر غالب ہوتی ہے اور دنیا کے سامنے سے گم ہو جاتی ہے مگر بقدر ضرورت رہ جاتی ہے اور ہر وقت موت کو پیش نظر رکھتا ہے اور مرنے ہی پر مستعد رہتا ہے یہ باتیں اسی پر آسان ہو جاتی ہیں جس پر خدا آسان کرے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والماب۔

حق تعالیٰ کی بڑی عنایت ہوئی کہ اکسیر ہدایت ترجمہ کیمیائے سعادت کے تیسرے رکن سے فراغت ہوئی یہ ربع مہلکات تھا اس میں بیان عقبات تھا انشا اللہ تعالیٰ اب چوتھے رکن کی ابتدا ہے در افادہ واستفادہ وا ہے وہ ربع منجیات ہے اس میں بیان طریقہ نجات ہے۔فقط

۱ گھیری گئی ہے جنت مکروہات میں اور گھیری گئی ہے دوزخ خواہشوں میں۔

۲ گاؤں والے قبروں والے ہیں۔

۳ نیک آدمی میرے زمانہ کے ہیں پھر وہ لوگ جو ان سے ملے ہوئے ہیں۔

۴ اور ہر آئینہ اگر چلا جاؤں میں طرف اپنے پروردگار کے تو بے شک پاؤں گا بہتر اس سے بازگشت۔

۵ بے شک میرے واسطے خدا کے نزدیک بہتری ہے۔

۶ اور نہیں ہے کوئی جنبش کرنے والا زمین پر مگر خدا ہی کے ذمہ ہے اس کی روزی۔

۷ اور نہیں آدمی کے واسطے مگر وہی جو اس نے کوشش کی۔

۸ احمق وہ شخص ہے کہ پیروی کرتا ہے اس کا نفس خواہش آرزو کی اور امید نیک رکھتا ہے خدا سے۔

۹ جو چیز راہ آخرت سے علاقہ رکھتی ہے اس کا علم اور ہی ہے۔

۱۰ اکثر جنتی بھولے ہوتے ہیں۔

۔۔۔۔صفحہ نمبر ۴۸۱ تک۔۔۔۔۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ضرور بالضرور توبہ اور جہاد کرنے کی حاجت ہوئی تا کہ اس قلعہ کو فتح کرے اور شیطان وشہوت کے قبضے سے چھڑا لے تو توبہ آدمیوں کو ضرور ہے اور سالکوں کا پہلا قدم ہے جب نور عقل اور نور شرع سے آدمی کی آنکھیں کھلیں اور راہ کراہ میں تمیز کرنے لگے تو توبہ کے سوا اور کچھ فرض نہیں پہلے توبہ ہی کرنا چاہیے توبہ کے یہی معنی ہیں کہ آدمی ضلالت کا بیہڑ راستہ چھوڑ کر ہدایت کے ڈھرے پر آ جائے۔

توبہ کی فضیلت اور ثواب کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ حق تعالیٰ نے سب خلق کو توبہ کرنے کا حکم کیا ہے اور فرمایا ہے ﴿توبوا الی اللہ جمیعا ایھا المومنون لعلکم تفلحون﴾ یعنی جو کوئی فلاح کی امید رکھتا ہے اسے توبہ کرنا چاہیے جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا ہے کہ جو شخص مغرب کی طرف سے آفتاب نکلنے کے پہلے توبہ کرے گا اس کی توبہ قبول ہوگی اور فرمایا ہے کہ پشیمانی توبہ ہے اور فرمایا ہے کہ راستے میں لاف زنی کی جگہ پر نہ کھڑے ہو کیونکہ کوئی آدمی ایسا ہوتا ہے کہ وہاں کھڑا ہوتا ہے اور جو شخص ادھر سے گزرے اس پر ہنستا ہے اور جو عورت وہاں پر آ پہنچتی ہے اس کے ساتھ بری بری باتیں کرتا ہے وہاں سے نہیں ہٹتا تاوقتیکہ اس پر دوزخ واجب نہ ہو جائے مگر یہ کہ توبہ کرلے اور فرمایا ہے کہ میں ہر روز ستر بار توبہ اور استغفار کرتا ہوں اور فرمایا ہے کہ جو شخص توبہ کرتا ہے حق تعالیٰ اس کے گناہ ان فرشتوں کو بھلا دیتا ہے جنھوں نے وہ گناہ لکھے تھے اور اس کے ہاتھ پاؤں کو بھلا دیتا ہے جن سے وہ گناہ کئے تھے اور اس جگہ کو بھلا دیتا ہے جہاں وہ گناہ سرزد ہوئے تھے تا کہ جب وہ شخص احکم الحاکمین کے سامنے حاضر ہو تو اسکے گناہ کا کوئی گواہ نہ نکلے اور فرمایا ہے کہ قبل اس کے کہ حلقوم میں جان آئے اور گھرا لگے جو بندہ توبہ کرتا ہے حق تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اور فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ اس شخص کے واسطے کرم کا ہاتھ پھیلائے ہوئے ہے جس دن کو گناہ کیا ہوتا کہ وہ رات کو توبہ کرے اور میں قبول کرلوں اور اس شخص

کے واسطے جس نے رات کو گناہ کیا ہوتا کہ وہ دن کو توبہ کرے اور میں قبول کرلوں یہ دست شفقت پھیلا رہے گا تاوقتیکہ مغرب کی طرف سے آفتاب طلوع ہو امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ جناب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد کیا کہ میں دن بھر میں سو بار توبہ کرتا ہوں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جو گناہ گار نہ ہو مگر جو توبہ کرے وہ سب گناہ گاروں سے بہتر ہے اور فرمایا ہے کہ جو شخص گناہ سے توبہ کرتا ہے وہ اس کے مثل ہے جس نے کبھی گناہ کیا ہی نہ ہو اور فرمایا ہے کہ گناہ سے توبہ کرنے کے یہ معنی ہیں کہ پھر اس گناہ کے قریب بھی نہ جائے اور فرمایا ہے کہ اے عائشہ جو حق تعالیٰ نے ارشاد کیا ہے ﴿ ان الذین فرقوا دینھم و کانو اشیعا ﴾ (۱) اس سے اہل بدعت مراد ہیں ہر گناہ گار کی توبہ قبول ہوتی ہے مگر اہل بدعت کی توبہ نہیں قبول ہوتی ہیں ان سے بے زار ہوں اور وہ مجھ سے اور فرمایا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمان پر لے گئے تو انھوں نے زمین پر دیکھا کہ مرد عورت کے ساتھ زنا کرتا ہے ان کے واسطے بد دعا کی حتیٰ کہ وہ ہلاک ہو گئے پھر دوسرے کو دیکھا گناہ کرتا ہے اس کے واسطے بھی بد دعا کی وحی نازل ہوئی کہ ابراہیم میرے بندوں سے درگزر کر کیونکہ ان تین امروں میں سے کوئی ایک امر تو ہوگا یا تو وہ توبہ کریں گے اور میں قبول کروں گا یا استغفار کریں گے اور میں بخش دوں گا یا ان کے کوئی اولاد ہوگی کہ وہ میری بندگی کرے گی اے ابراہیم تجھے نہیں معلوم کہ میرا نام صبور ہے ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب سرور کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ جس بندے کو گناہ پر پشیمان جانتا ہے اسے بخشش چاہنے کے پہلے بخش دیتا ہے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مغرب کی طرف ایک دروازہ ہے اس کی چوڑائی ستر برس کی راہ ہے یا چالیس برس کی جس دن سے زمین و آسمان پیدا ہوا اس دن سے وہ دروازہ توبہ کے واسطے

کھلا ہوا ہے اور جب مغرب کی طرف سے آفتاب نہ نکلے گا تب تک وہ دروازہ بند نہ ہوگا اور فرمایا ہے کہ دوشنبہ اور جمعرات کو بندوں کے اعمال عرض کیے جاتے ہیں جس نے توبہ کی ہوگی اس کی توبہ قبول ہوتی ہے اور جس نے بخشش چاہی ہوگی اس کی مغفرت ہو جاتی ہے اور جو لوگ دلوں میں کینہ بھرا رکھتے ہیں وہ اسی طرح گناہگار چھوڑ دیے جاتے ہیں اور فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ بندے کی توبہ سے اس اعرابی کی بہ نسبت بہت زیادہ خوش ہوتا ہے جو خونخوار جنگل میں اونگھ جائے اور اس کا ایک اونٹ زادراہ اور تمام پونجی سے لدا ہوا ہو جب چونکہ تو اس اونٹ کو نہ پائے اور گھبرا کر اٹھے اور سرگرم تلاش ہو اور ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے یہ حال ہو جائے کہ اب بھوک پیاس کے مارے مر جائے گا اپنی جان سے بیزار ہو کر دل میں کہے کہ اپنی جگہ پر چل کر پڑ مرے اسی مقام پر پھر آئے اور مرنے کے قصد سے ہاتھ پر سر رکھ کر سو جائے جب جاگ پڑے تو اونٹ کو دیکھے کہ اسی طرح لدا پھندا اس کے سرہانے کھڑا ہے تو خدا کا شکر کرنا چاہے اور کہنے لگے کہ اے خدا تو میرا خدا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور خوشی کے مارے زبان غلطی کرے اور کہہ بیٹھے کہ اے خدا تو میرا بندہ ہے میں تیرا خدا ہوں تو یہ اعرابی جس قدر اپنا کھانا پینا مال اسباب پانے سے خوش ہوتا ہے اس سے زیادہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کے توبہ کرنے سے خوش ہوتا ہے۔

توبہ کی حقیقت کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ ایمان اور معرفت کا نور جو پیدا ہوتا ہے وہ توبہ کی اصل ہے اس نور کے سبب سے آدمی دیکھتا ہے کہ گناہ زہر قاتل ہے جب دیکھتا ہے کہ اس زہر میں سے بہت کھا چکا ہوں اور قریب ہے کہ ہلاک ہو جاؤں تو خواہ مخواہ پشیمانی اور ہر اس اسے پیدا ہوتا ہے جیسے وہ آدمی جس نے زہر کھایا ہو پشیمان ہوتا ہے اور ڈرتا ہے اور اس پشیمانی کے سبب سے حلق میں انگلی ڈال کر قے کرتا ہے اور اس ہراس کی وجہ سے دوا کی تدبیر کرتا ہے کہ وہ زہر جس قدر اپنا اثر کر چکا ہے وہ جاتا رہے اسی طرح

گناہ گار جب دیکھتا ہے کہ میں نے جو شہوت پرستی کی وہ زہریلے میوے شہد کے مثل تھی کہ اس وقت تو میٹھا معلوم ہوتا ہے اور آخر کو سانپ کی طرح ڈستا ہے تو وہ گناہ زمانہ گذشتہ کے گناہوں پر پشیمان ہوتا ہے اور اس کی جان میں خوف کی آگ لگتی ہے کہ خود کو تباہ اور ہلاک دیکھتا ہے اور اس میں خواہش اور گناہ کی جو حرص ہے وہ اس خوف اور پشیمانی کی آگ میں جل بھجتی ہے اور وہ خواہش حسرت سے بدل جاتی ہے اور قصد کرتا ہے کہ گذشتہ کا تدارک اور تلافی کرے اور آئندہ کبھی اس گناہ کے قریب نہ جائے لباس جفا اتار کر بساط وفا بچھائے اپنے سب حرکات سکنات کو بدل ڈالے جس طرح قبل ازیں سراپا گھمنڈ اور خوشی اور غفلت تھا اب ہمہ تن گریہ اور حسرت واندوہ ہو جائے پہلے اہل غفلت کے ساتھ جلسہ رکھتا تھا اور اب اہل معرفت کے ساتھ صحبت رکھے تو توبہ فی نفسہ پشیمانی ہے اور اس کی معرفت اور ایمان کا نور ہے اور اس کی فرع حالات کا بدل ڈالنا اور معصیت ومخالفت سے طاعت اور موافقت کی طرف تمام اعضاء کو منتقل کرنا ہے۔

ہر شخص پر ہر وقت توبہ واجب ہونے کا بیان

اے عزیز جان! ہر شخص پر توبہ واجب ہونا تجھے یوں معلوم ہوگا کہ تو جان لے کہ جو شخص بالغ ہوا گر وہ کافر ہے تو اس پر واجب ہے کہ کفر سے توبہ کرے اور اگر مسلمان ہے اور اس کا اسلام محض اپنے ماں باپ کی تقلید اور پیروی سے ہے زبان سے کلمہ کہتا ہے اور دل سے غافل ہے تو اس پر واجب ہے کہ اس غفلت سے توبہ کرے اور دل سے وہ کچھ کرے کہ اس کا دل حقیقت ایمان سے آگاہ اور خبردار ہو جائے اس سے ہمارا یہ مقصود نہیں ہے کہ علم کلام میں جو دلیلیں ہیں وہ سیکھے کیونکہ وہ سیکھنا سب پر واجب نہیں ہے ہمارا مطلب یہ ہے کہ سلطان ایمان اس کے تخت گاہ دل پر قاہر اور غالب ہو جائے حتیٰ کہ فقط اس کی حکومت رہے اور اس کی حکومت اس وقت ہوگی کہ جو کچھ ملک تن میں ہوتا ہے سب سلطان ایمان ہی کے حکم سے ہو شیطان کے حکم سے

کچھ نہ ہونے پائے جبکہ گناہ سرزد ہوتا ہے تو ایمان کامل نہیں رہتا جیسا کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی زنا اور چوری کرتا ہے وہ زنا اور چوری کے وقت ایماندار نہیں رہتا اس سے آپ کا مقصود یہ ہے کہ اس وقت وہ کافر ہو جاتا ہے لیکن ایمان کی شاخیں اور ٹہنیاں بہت سی ہیں ان شاخوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آدمی یہ جان لے کہ زنا زہر قاتل ہے اور کوئی شخص زہر کو زہر جان کر نہیں کھاتا تو زنا کرتے وقت سلطان شہوت نے اس کے ایمان کو زنا مہلک ہے شکست دے دی ہوگی یا اس کی غفلت کے سبب سے ایمان غائب ہو گیا ہوگا یا نور ایمان ظلمت شہوت کے دھوئیں میں چھپ گیا ہوگا پس اے عزیز جان یہ تو تو نے جان لیا کہ پہلے کفر سے توبہ واجب ہوتی ہے اگر کافر نہ ہو تو ایمان عادتی تقلیدی سے توبہ واجب ہوتی ہے پھر اگر اس سے بھی توبہ کی تو غالب ہے کہ گناہ سے خالی نہ رہے گا تو گناہ سے توبہ واجب ہوتی ہے اگر اپنے ظاہر کو سب گناہوں سے پاک کیا تو اس کا باطن ان گناہوں کے تخم سے خالی نہ ہوگا جیسے کھانے کی حرص بات کی حرص جاہ و مال کی محبت اور جیسے کبر ریا وغیرہ کہ یہ سب خبیث چیزیں گناہوں کی جڑ ہیں ان سب سے توبہ کرنا واجب ہے تا کہ ان میں سے ہر ایک کو حد اعتدال پر رکھے اور ان خواہشوں کو عقل اور شرع کا مطیع کر لے یہ بات بڑے مجاہدے اور ریاضت سے حاصل ہوتی ہے اگر اس سے بھی آدمی خالی ہو تو وسواس اور نفس کی باتوں اور خیالات باطل سے خالی نہ ہوگا ان سب باتوں سے توبہ واجب ہے اگر ان امور سے خالی ہوا تو خدا کی یاد میں بعض اوقات غفلت کرنے سے نہ خالی ہوگا اس سے بھی توبہ کرنا واجب ہے اور حق سبحانہ تعالیٰ کو بھول جانا اگرچہ لحظہ ہی بھر ہو سب قصوروں اور نقصان کی جڑ ہے اس سے توبہ کرنا واجب ہے اگر بالفرض آدمی ایسا ہو گیا کہ ہمیشہ ذکر و فکر میں رہتا ہے کبھی ذکر و فکر سے غافل ہی نہیں ہوتا تو اس کے واسطے مختلف درجے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک درجہ اپنے سے عالی اور کامل اور اونچے درجے کی

بہ نسبت سافل اور ناقص اور نیچا ہوتا ہے پھر باوجودیکہ درجہ کامل پر پہنچنا ممکن ہے اگر آدمی درجہ ناقص پر قناعت کرکے ٹھہر جائے تو یہ بڑے نقصان کی بات ہے اس سے توبہ کرنا منجملہ واجبات ہے وہ جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں دن بھر میں ستر ستر بار توبہ استغفر کرتا ہوں وہ یہی مضمون ہوگا کہ چونکہ ہمیشہ ترقی اور زیادتی پکڑنا آپ کا کام تھا تو جس قدم گاہ پر آپ پہنچتے وہاں ایسا کمال دیکھتے کہ پہلا قدم اس کی بنسبت ناقص ہوجاتا ہے تو اس پہلے قدم سے آپ توبہ اور استغفار کرتے کیونکہ اگر کوئی شخص ایسا کام کرے جس سے ایک درہم حاصل کرسکتا ہے تو ایک درہم حاصل کرکے خوش ہوتا ہے اور اگر جانے کہ میں دینار حاصل کرسکتا تھا اور درہم پر قناعت کو تو اندوہگین ہوتا ہے اور اپنی تقصیر پر پشیمان ہوتا ہے حتیٰ کہ جب دینار حاصل کرلیتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے پھر جب جانتا ہے کہ میں ہزار دینار قیمت کا موتی حاصل کرسکتا تھا تو اپنی تقصیر سے نادم ہوکر توبہ کرتا ہے اسی واسطے بزرگوں نے کہا ہے کہ حسنات الابرار سیئات المقربین یعنی پارسا لوگوں کا کمال بزرگ لوگوں کے حق میں نقصان ہے کہ وہ اس سے استغفار کرتے ہیں۔

سوال:

اگر کوئی کہے کہ آدمی نے جب کفر اور گناہ سے توبہ کی تو غفلت اور درجات بزرگ حاصل کرنے میں قصور کرنے سے توبہ کرنا منجملہ فضائل ہے فرض نہیں پھر یہ کیوں کہا کہ اس سے توبہ کرنا واجب ہے۔

جواب:

ہم کہیں گے کہ واجب کی دو قسمیں ہیں ایک وہ ہے جسے ظاہر فتویٰ میں درجہ عوام خلق کے موافق ہم اس قدر کہتے ہیں کہ اگر خلق اس میں مشغول ہو تو عالم ویران نہ ہونے پائے اور معیشت دنیا میں خلق مصروف رہے یہ واجب خلق کو عذاب دوزخ

سے بچاتا ہے دوسرا واجب وہ ہے کہ عوام الناس اس کی طاقت نہیں رکھتے جو اس پر قائم نہ رہے گا وہ عذاب دوزخ سے تو چھوٹا رہے گا مرتبہ بلند نہ حاصل ہونے کی حسرت سے نہ بچے گا جب قیامت کے دن ایک گروہ ایک اپنے سے ایسا بالاتر دیکھے جیسے آسمان کے تاروں کو دیکھتا ہے تو وہ غبن (۲) اور حسرت بھی ایک عذاب ہوگی جو ناقص رہ جانے کے سبب سے اپنے میں پائے گا اس توبہ کو جو ہم نے واجب کہا تو اس حسرت کے عذاب سے چھٹنے کے واسطے کہا جس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں اگر کسی کے ہمسر کو جاہ اور مدراج میں زیادتی حاصل ہو تو دوسرے پر دنیا تنگ و تاریک ہو جاتی ہے اور غبن و حسرت کی آگ سے اس کی جان سلگتی ہے اگرچہ لاٹھیاں مارنے ہاتھ کاٹنے جرمانہ لینے کے عذاب سے چھوٹا ہے اسی سبب سے قیامت کے دن کو روز تغابن کہتے ہیں اس واسطے کہ کوئی شخص غبن سے خالی نہ ہوگا جس نے بالکل عبادت کی ہی نہیں وہ پچھتائے گا کہ ہائے کیوں نہ کی اور جس نے کی ہے وہ افسوس کرے گا کہ زیادہ کیوں نہ کی اسی سبب سے انبیاء اولیاء کا طریقہ یہ ہوتا آیا ہے کہ جو عبادت کر سکے اس سے باز نہیں رہے اور کہا کہ فردائے قیامت اپنی تقصیر کی حسرت نہ رہے۔ معترض یہاں پر کیا کہہ گا کہ جناب سلطان الانبیاء علیہ الصلوٰۃ و الثناء خود کو بھوکا رکھتے تھے حالانکہ آپ کو معلوم تھا کہ روٹی کھانا حرام نہیں ہے حتیٰ کہ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہے کہ میں نے آپ کے شکم مبارک پر ہاتھ پھیرا مجھے رحم آیا میں رونے لگی اور عرض کی کہ یا رسول اللہ میری جان آپ پر قربان اگر آپ دنیا میں سیر ہو کر کھانا تناول فرمائیے تو کیا ہو فرمایا کہ اے عائشہ میرے اولوالعزم بھائی پہلے سے جا چکے ہیں بزرگیاں اور سرفرازی کے خلعت پا چکے ہیں میں ڈرتا ہوں کہ اگر دنیا سے کچھ حصہ پاؤں تو ان کے درجوں سے میرا مرتبہ گھٹ جائے اپنے بھائیوں سے کم رہنے کی بہ نسبت چند روز صبر کرنے کو میں بہت دوست رکھتا ہوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سر کے نیچے پتھر رکھے لیٹے تھے ابلیس نے

کہا کہ آپ نے دنیا ترک کی تھی اب پچھتائے فرمایا میں نے کیا کیا کہنے لگا کہ سر کے نیچے پتھر رکھ کر استراحت کی آپ نے پتھر پھینک دیا اور فرمایا کہ لے دنیا کے ساتھ یہ بھی میں نے تیرے واسطے چھوڑا جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصحابہ اجمعین کی نعلین شریفین میں نیا تسمہ لگا تھا چونکہ آپ کی نگاہ میں خوشنما معلوم ہوا حکم فرمایا کہ وہی پرانا تسمہ لاؤ لوگوں نے حاضر کیا امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دودھ نوش کیا نوش کرنے کے بعد دودھ میں شبہ معلوم ہوا حلق میں انگلی ڈال ڈال کر اس قدر قے کی کہ دودھ کے ساتھ آپ کی جان نکلنے کا خوف تھا بھلا یہاں پر معترض کیا کہے گا انھیں معلوم نہ تھا کہ عوام الناس کے فتویٰ میں یہ قے کرنا واجب نہیں ہے عوام کا فتویٰ اور ہے صدیقوں کے کام کا کھٹکا اور ہے اسے بھلا اس سے کیا نسبت خلق خدا میں بڑے خدا شناس اور مکر پہچاننے والے اور راہ خدا کے خطر جاننے والے بھی حضرات تھے اے عزیز یہ گمان نہ کر ان حضرات نے یہ محنتیں بے فائدہ اپنے اوپر لادلی ہیں اور پیشواؤں کی اقتدا کر اور عوام کے فتوے میں نہ پڑ کہ وہ اور ہی کہانی ہے چون ندیدند حقیقت رہ افسانہ زوندی پس اس تمام تقریر سے یہ تو تو نے جان لیا کہ بندہ کسی حال میں توبہ سے بے پروا نہیں ہے اسی سے حضرت ابوسلیمان دارانی نے کہا ہے کہ بندہ اگر کسی چیز پر نہ روئے فقط اس زمانے ہی پر روئے جواب تک اس نے ضائع کیا ہے تو مرتے دم تک یہ رنج اس کے واسطے بہت ہے پس اس کا حال تو کیا پوچھتا ہے جو زمانہ گذشتہ کے مانند زمانہ آئندہ بھی رائیگاں کرتا ہے اے عزیز جان تو کہ جو شخص گوہر نایاب اپنے پاس رکھتا ہو اور وہ اس سے ضائع ہو جائے تو اسے رونے کا محل ہے اور اگر ضائع ہو جانے کے ساتھ بلا اور عذاب میں گرفتار ہونے کا بھی سبب ہو تو اس کا بڑا رونا ہے زندگی کا ہر دم ایک ایک دردانہ ہے کہ اس کے سبب سے ہمائے سعادت ابدی کو آدمی شکار کر سکتا ہے جو شخص اپنے گناہوں میں صرف کرے گا کہ اس کی ہلاکت اور تباہی کا سبب ہو اگر اسے اس

مصیبت کی خبر ہوتو اس کا کیا حال ہوگا مگر یہ مصیبت تو ایسی ہے کہ آدمی اس سے اس وقت مطلع ہوتا ہے کہ حسرت کچھ سودمند نہ ہو یہ حق سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ وانفقوا مما رزقنکم من قبل ان یاتی احد کم الموت فیقول رب لولا اخرتنی الی اجل قریب ﴾ لوگوں نے کہا ہے کہ اس کے یہ معنے ہیں کہ مرتے وقت بندہ ملک الموت کو دیکھتا ہے اور جانتا ہے کہ یہ کوچ کا وقت ہے تو اس کے دل میں بڑی ہی حسرت پیدا ہوتی ہے کہ اس کی کچھ نہایت ہی نہیں کہتا ہے کہ اے ملک الموت مجھے ایک دن کی مہلت دے کہ میں توبہ اور عذر خواہی تو کرلوں ملک الموت فرماتے ہیں کہ اے شخص تو بہت دنوں کی مہلت پا چکا ہے اب تیری زندگی کا کوئی دن باقی نہیں رہا وقت موعود آچکا ہے وہ کہتا ہے کہ اچھا ایک ساعت ہی کی مہلت دے دیجئے وہ فرماتے ہیں کہ بہت سی ساعتیں گذر گئیں اب کوئی ساعت بھی نہیں باقی جب بندہ ناامید ہوجاتا ہے تو اس کے اصل کو اضطراب ہوتا ہے اگر معاذ اللہ ازل میں اس کی شقاوت کا حکم ہوچکا ہوتا ہے تو وہ شک اور اضطراب میں اس جہان سے جاتا ہے اور بدبخت ہوتا ہے اور اگر ازل میں اس کی سعادت کا حکم ہوچکا ہوتا ہے تو اس کا اصل ایمان سلامت رہتا ہے اسی سے حق سبحانہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ﴿ ولیست التوبتہ للذین یعملون السیئات حتی اذا حضر احدھم الموت قال انی تبت الان (۳) ﴾ بزرگوں نے کہا ہے کہ ہر بندہ کے ساتھ حق سبحانہ تعالیٰ کے دو راز ہیں ایک اس وقت جب بندہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے تو حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے بندے میں نے تجھے پاک صاف اور آراستہ پیدا کیا ہے اور تیری عمر تجھے امانت کے طور پر سپرد کی خبردار دیکھوں موت کے وقت یہ امانت تو کیسی واپس دیتا ہے دوسرا راز موت کے وقت ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے بندے اس امانت میں تو نے کیا کیا اگر اس کی طرح حفاظت کی ہے تو جزائے خیر پائے گا اور اگر اسے رائیگاں کیا ہے تو دوزخ تیری منتظر ہے تو

مستعدرہ۔

قبول توبہ کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ توبہ جب اپنی شرطوں کے ساتھ ہوتی ہے تو ضرور بالضرور قبول ہوتی ہے جب تو توبہ کیا کرتو اس کے قبول ہونے میں شک نہ رکھا کر اس میں البتہ شک کیا کر کہ توبہ شرائط کے ساتھ ہے یا نہیں جس شخص نے آدمی کے دل کی حقیقت پہچان لی کہ کیا ہے اور اسے بدن کے ساتھ علاقہ کس طرح ہے اور جناب الٰہی کے ساتھ مناسبت کیونکر ہے اور جناب الٰہی سے حجاب کس چیز کے سبب سے ہو جاتا ہے اسے اس امر میں کچھ شک نہیں رہتا کہ گناہ تو سبب حجاب ہے اور توبہ حجاب اٹھ جانے کا سبب ہوتی ہے توبہ قبول ہونا اسی سے عبارت ہے کیونکہ دل اصل میں گوہر ملائیکہ کی جنس سے ایک پاک گوہر ہے اور آئینہ کے مانند ہے کہ اگر اس جہان سے بے زنگ لگے صاف شفاف جائے تو حضرت الٰہیت اس میں نظر آئے آدمی جو گناہ کرتا ہے اس کے سبب سے ایک ظلمت اس کے آئینہ دل پر چھا جاتی ہے اور ہر عبادت کے سبب سے ایک نور دل میں پیدا ہوتا ہے اور ظلمت گناہ کو دور کر دیتی ہے ہمیشہ انوار عبادت اور ظلمت معصیت کے آثار آئینہ دل پر پے در پے آیا کرتے ہیں جب ظلمت بہت ہو جاتی ہے اور آدمی توبہ کرتا ہے تو انوار اطاعت اس ظلمت کو دور کر دیتے ہیں دل اپنی پاکی اور صفائی کی طرف پھر آ جاتا ہے مگر یہ کہ آدمی نے گناہوں پر اس قدر اصرار کیا ہو کہ زنگ جو ہر دل میں پہنچ گیا ہو اور ایسا پیوست ہو گیا ہو کہ علاج قبول نہ کرے جیسے وہ آئینہ جس کے اندر زنگ سرایت کر گیا ہو ایسا دل توبہ کر ہی نہیں سکتا مگر آدمی زبان سے کہتا ہے کہ میں نے توبہ کی جس طرح میلا کپڑا صابون لگا کر دھونے سے صاف ہو جاتا ہے اسی طرح دل بھی انوار عبادت کے سبب سے ظلمت معاصی سے پاک ہو جاتا ہے اس واسطے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر بدی کے بعد نیکی کرتا کہ نیکی اس بدی کو محو کر دے اور

فرمایا ہے کہ اگر تم اتنے گناہ کرو کہ آسمان تک پہنچ جائیں پھر توبہ کرو تو بھی توبہ قبول ہی ہوتی ہے اور فرمایا ہے کہ کوئی بندہ ایسا ہوگا کہ گناہ کے سبب سے بہشت میں جائے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ کیونکر ہوگا فرمایا کہ اس طرح کہ وہ گناہ کرکے اس سے پشیمان ہو اور وہ بہشت تک اس کے پیش نظر رہے بزرگوں نے کہا ہے کہ ابلیس توبہ کرنے والے کے حق میں کہتا ہے کہ کاش میں اسے اس گناہ میں مبتلا نہ کرتا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نیکیاں برائیوں کو اس طرح مٹا دیتی ہیں جیسے پانی کپڑے کے میل کو اور فرمایا ہے کہ ابلیس جب ملعون ہوا تو عرض کرنے لگا کہ اے اللہ قسم ہے تیری عزت کی جب تک آدمی کی جان بدن سے نہ نکل جائے گی تب تک میں بھی اس کے دل سے نہ نکلوں گا حق سبحانہٗ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے بھی قسم ہے اپنی عزت کی کہ جب تک آدمی کی جان اس کے بدن میں رہے گی میں بھی توبہ کا دروازہ اس کے واسطے نہ بند کروں گا ایک حبشی جناب رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصحابہ اجمعین کی خدمت سراپا رحمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ میں نے بہت گناہ کیے ہیں بھلا میری بھی توبہ قبول ہوگی فرمایا ہاں قبول ہوگی جب چلا تو تھوڑی دور جا کر پھر آیا اور عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ میں جس وقت گناہ کرتا تھا تو کیا اس وقت حق تعالیٰ مجھے دیکھتا تھا فرمایا ہاں دیکھتا تھا حبشی ایک نعرہ مار کر گر پڑا اور مر گیا حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے ایک پیغمبر سے فرمایا کہ تو گناہ گاروں کو خوشخبری دے دے کہ اگر تم توبہ کرو گے تو میں قبول کرلوں گا اور صدیقوں کو ڈرا دے کہ اگر تمہارے ساتھ ازراہ انصاف معاملہ کروں گا تو سب کو عذاب میں مبتلا کروں گا طلق بن حبیب رحمتہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کے حقوق اس امر سے بڑھ کر ہیں کہ آدمی ان پر قائم رہ سکے لیکن صبح کو توبہ کے ساتھ اٹھنا چاہیے اور رات کو توبہ کے ساتھ سونا چاہیے حبیب بن ابی ثابت رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ گناہ بندے کے

سامنے پیش کئے جائیں گے ایک گناہ کو دیکھ کر کہے گا کہ آہ میں تو ہمیشہ تجھ سے ڈرتا تھا اس ڈر کے سبب سے وہ بخش دیا جائے گا حکایت بنی اسرائیل میں ایک شخص بڑا گناہ گار تھا اس نے چاہا کہ توبہ کرے یہ معلوم نہ تھا کہ توبہ قبول ہوگی یا نہیں لوگوں نے اسے ایک بڑے عابد کا پتا بتا دیا اس شخص نے وہاں جا کر اس عابد سے کہا کہ میں بڑا گناہگار ہوں ننانوے آدمیوں کو بلا خطا میں نے ناحق مار ڈالا ہے بھلا میری توبہ قبول ہوگی اس عابد نے کہا کہ نہیں اس شخص نے اس عابد کو بھی قتل کر کے سو پورے کر لئے پھر لوگوں نے اسے ایک بڑے عالم کا پتا بتایا اس نے اس عالم سے جا کر پوچھا کہ میری توبہ قبول ہوگی عالم نے کہا ہاں مگر تو اپنی سرزمین سے نکل جائے کہ وہ فساد کی جگہ ہے فلانے مقام پر جا وہاں صالح لوگ رہتے ہیں وہ چلا اور وسط راہ میں مر گیا عذاب اور رحمت کے فرشتوں میں اختلاف پڑا ہر ایک نے کہا کہ یہ ہماری ولایت میں ہے ارحم الراحمین کا حکم ہوا کہ اس زمین کو ناپو زمین ناپی تو وہ صالحوں کی سرزمین کی طرف بالشت بھر بڑھ چکا تھا پس رحمت کے فرشتے اس کی روح کو لے گئے اس سے معلوم ہوا کہ نجات پانے کے واسطے یہ شرط نہیں ہے کہ گناہوں کا پلہ گناہ سے بالکل خالی ہو وہ بلکہ اتنا چاہیے کہ نیکیوں کا پلہ بھاری ہو اگر تھوڑا ہی سا جھکے تو اس کے سبب سے نجات حاصل ہو جائے گی۔

گناہ صغیرہ اور کبیرہ کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ توبہ گناہ سے ہوتی ہے اور گناہ جتنا چھوٹا ہو اسی قدر آسانی ہے بشرطیکہ آدمی اس پر اصرار اور ہٹ نہ کرے حدیث شریف میں ہے کہ فرض نمازیں گناہ کبیرہ کے سوا اور سب گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہیں اور گناہ کبیرہ کے سوا اور گناہ جو ایک جمعے سے دوسرے جمعے تک ہوتے ہیں ان سب کا کفارہ جمعہ کی نماز ہو جاتی ہے ﴿ ان تجتنبوا کبائر ماتنھون عنه نکفر عنکم سیئاتکم ﴾ یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر گناہ کبیرہ سے تم دست بردار ہو تمہارے گناہ صغیرہ

میں معاف کردوں گا تو یہ جانن آدمی پر فرض ہے کہ گناہ کبیرہ کون کون گناہ ہیں اس میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا ہے کہ گناہ کبیرہ سات ہیں اور بعضوں نے زیادہ کہے ہیں بعضوں نے کم حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ فرماتے تھے کہ گناہ کبیرہ سات ہیں انھوں نے کہا کہ سات سے زیادہ ستر کے قریب ہیں ابو طالب مکی رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں نے احادیث اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال سے القلوب میں جمع کیا ہے ستر گناہ کبیرہ ہیں چار دل سے علاقہ رکھتے ہیں ایک کفر دوسرا گناہ پر اصرار کرنے کا قصد کرنا اگر وہ صغیرہ ہو مثلاً کوئی شخص برا کام کرتا ہے اور اس سے توبہ کرنے کا دل میں قصد نہیں رکھتا تیسرا خدا کی رحمت سے ناامید ہو جانا اور اسے قنوط کہتے ہیں چوتھا خدا کے غصے سے نڈر رہنا جیسے کہ خاطر جمع رکھنا کہ میں بخشا ہوا ہوں اور چار گناہ کبیرہ زبان سے ہوتے ہیں ایک جھوٹی گواہی کہ اس سے کسی کا حق باطل ہو جاتا ہے دوسرا محصن کو زنا کی تہمت لگانا کہ اس پر حد واجب آتی ہے تیسرا جھوٹی قسم کہ اس کے سبب سے کسی کا مال یا حق چھن جاتا ہے چوتھا جادو کہ کلمات سے ہوتا ہے کہ جو زبان سے کہے جاتے ہیں اور تین گناہ کبیرہ پیٹ سے علاقہ رکھتے ہیں ایک شراب پینا اور جو چیز نشہ لائے دوسرا یتیم کا مال کھا جانا تیسرا سود کھانا اور دو گناہ کبیرہ فرج سے تعلق رکھتے ہیں ایک زنا دوسرا لواطت اور دو گناہ کبیرہ ہاتھ سے سرزد ہوتے ہیں ایک قتل کرنا دوسرا چوری کرنا جس سے حد واجب ہو جائے ایک گناہ کبیرہ پاؤں سے ہوتا ہے وہ کافر کی صف جنگ سے بھاگنا ہے جیسا کہ ایک مسلمان دو کافروں سے بھاگ جائے یا دس مسلمان بیس کافروں سے بھاگ جائیں اگر کافر دونے سے زیادہ ہوں تو بھاگنا درست ہے اور ایک گناہ کبیرہ تمام بدن سے ہوتا ہے وہ ماں باپ کو رنج دینا ہے اے عزیز جان تو کہ یہ تفصیل اس سبب سے لوگوں کو معلوم ہوئی ہے کہ اس میں سے بعضے گناہوں پر حد واجب ہوتی ہے اور بعضوں پر

قرآن شریف میں بہت تہدید آئی ہے اور اس کی تفصیل میں پھیر ہے کہ احیاء العلوم میں ذکر کیا ہے یہ کتاب اس کی متحمل نہیں ہوسکتی اور اس کے جاننے سے مقصود یہ ہے کہ ان کبائر سے آدمی بہت احتیاط رکھے اے عزیز جان تو کہ گناہ صغیرہ پر اصرار کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے اگرچہ ہم یہ کہتے ہیں کہ فرض نمازیں گناہ صغیرہ کا کفارہ ہوجاتی ہیں مگر اس میں کچھ اختلاف نہیں ہے کہ آدمی اگر ایک وانگ مظلمہ اپنی گردن پر رکھتا ہے تو فرائض اس کا کفارہ نہیں ہے جب تک اسے ادا نہ کرے گا اس سے عہدہ برائی نہ ہوگی غرضیکہ جو گناہ حق تعالیٰ ہی سے علاقہ رکھتا ہے وہ اس گناہ کی بہ نسبت جو خلق کے مظلموں سے تعلق رکھتا ہے بخشش کے بہت قریب ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ اعمال نامے تین ہوتے ہیں ایک میں وہ گناہ لکھے جاتے ہیں جو بخشے نہ جائیں گے وہ گناہ شرک ہے ایک میں وہ گناہ لکھے جاتے ہیں جو بخش دے جائیں گے کہ وہ حق تعالیٰ اور بندے کے درمیان ہیں ایک میں وہ گناہ لکھے جاتے ہیں جن سے رہائی کی امید نہیں وہ بندوں کے مظلموں کا دفتر ہے۔

اے عزیز! جان تو کہ جس امر سے کسی مسلمان کو رنج پہنچے وہ بھی اسی قبیل سے ہے خواہ وہ مسلمان کی ذات کے ساتھ ہو خواہ مال کے ساتھ خواہ حشمت اور مروت میں خواہ دین کے بارہ میں جیسا کہ کوئی آدمی کسی شخص کو بدعت کی طرف بلائے تا کہ اس کا دین لے لے یا کوئی شخص مجلس کرکے ایسی باتیں کرے جس سے لوگ گناہ پر دلیر ہوجائیں۔

جن سببوں سے گناہ صغیرہ گناہ کبیرہ ہوجاتے ہیں ان کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ گناہ صغیرہ میں امید رہتی ہے کہ غفور الرحیم معاف کردے مگر بعضے سببوں سے صغیرہ کبیرہ ہوجاتا ہے اور اس کا بھی بڑا خطر ہوجاتا ہے وہ سبب

چھ ہیں پہلا سبب یہ ہے کہ آدمی گناہ صغیرہ پر اصرار کرے جیسے کہ ہمیشہ غیبت کیا کرے یا ہمیشہ ریشمی کپڑا پہنا کرے یا لہو ولعب سمجھ کر گانا سنا کرے اس واسطے کہ جو گناہ ہمیشہ سرزد ہوا کرتا ہے اسے دل تاریک کر دینے میں بڑا اثر ہوتا ہے اسی واسطے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ کار خیر سب کاموں سے بہتر ہے جو ہمیشہ ہوتا رہے گا کہ قلیل ہو کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے پانی کا قطرہ کہ متواتر کسی پتھر پر ٹپکا کرے تو خواہ مخواہ اس پتھر میں سوراخ کر دے گا اور اگر وہ پانی سب کا سب ایک ہی دفعہ اس پتھر پر بہا دیا جائے تو اس میں کچھ بھی اثر نہ کرے گا۔ پس جو شخص گناہ صغیرہ میں مبتلا ہوا سے چاہیے کہ استغفار سے اس کا علاج کرتا رہے نادم اور پشیمان رہا کرے اور عزم بالجزم رکھے کہ بار دیگر یہ گناہ نہ کروں گا شعر دردمندان گنہ را روز شب * شربتے بہتر ز استغفار نیست حتیٰ کہ بزرگوں نے کہا ہے کہ کبیرہ استغفار سے صغیرہ ہو جاتا ہے اور صغیرہ اصرار سے کبیرہ ہو جاتا ہے دوسرا سبب یہ ہے کہ آدمی اگر گناہ کو کم اور حقیر جانے گا تو بھی وہ گناہ صغیرہ کبیرہ ہو جائے گا اور جب گناہ کو بڑے جانے گا تو وہ کم ہو جائے گا کہ گناہ کو بڑا جاننا ایمان اور خوف کے سبب سے ہوتا ہے ظلمت گناہ سے یہ امر دل کی حمایت کرتا ہے کہ اس کا اثر نہیں ہونے پاتا اور گناہ کو چھوٹا جاننا غفلت اور گناہ کے ساتھ الفت کے سبب سے ہوتا ہے یہ بات اس امر کی دلیل ہوتی ہے کہ گناہ نے دل کے ساتھ مناسبت پیدا کر لی بہر حال کام دل ہی سے رہتا ہے جو بات دل میں بہت اثر کرے وہ بہت بڑی ہے حدیث شریف میں ہے کہ مسلمان اپنے گناہ کو اپنے اوپر پہاڑ سمجھتا ہے اور ہمیشہ ڈرتا رہتا ہے کہ ایسا نہ ہو مجھ پر پھٹ پڑے اور منافق اپنے گناہ کو مکھی جانتا ہے کہ اس کی ناک پر بیٹھتی ہے اور اڑ جاتی ہے بزرگوں نے کہا ہے کہ جو گناہ نہیں بخشا جاتا ہے وہ یہ کہ اپنے جی میں کہے کہ گناہ سہل اور ہلکا ہے کاش میرے سب گناہ ایسے ہی ہوتے ایک پیغمبر علیہ السلام پر وحی آئی کہ گناہ کی خردی کی طرف نہ دیکھ حق تعالیٰ کی بزرگی پر

نظر رکھ کہ تو نے اس کی عدول حکمی کی بندہ جس قدر حق تعالیٰ کا جلال زیادہ پہچانتا ہے اسی قدر چھوٹے گناہ کو بڑا جانتا ہے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ تم ایسے کام کرتے ہو جسے دل برابر جانتے ہو اور میں ان میں سے ہر ایک کام کو پہاڑ کے برابر سمجھتا ہوں غرضیکہ گناہوں میں حق تعالیٰ کا غصہ پوشیدہ ہے ممکن ہے کہ اسی گناہ میں ہو جسے تو بہت ہی آسان جانتا ہے جیسا کہ خود حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿ وتحسبونه هينا وهو عند الله عظيم ﴾ (۴) چھوٹا گناہ بڑا ہو جائے گا تیسرا سبب یہ ہے کہ آدمی گناہ کے سبب سے خوش ہو اور اسے غنیمت اور فتوح جانے اس کے سبب سے فخر کرے اور اپنی تعلّی کر کے کہے کہ میں نے فلانے آدمی کو فریب دے دیا اور خوب لتاڑا اور اس کا مال چھین لیا اور گالیاں دیں اور جھپا دیا اور مناظرے میں اسے ہرا دیا یا اور ایسی واہیات باتیں کہے جو شخص اپنی ہلاکی اور تباہی پر خوش ہو تو اس بات پر دلیل ہے کہ اس کا دل سیاہ ہو گیا ہے یہی اس کی ہلاکت اور خرابی کا سبب ہو گا چوتھا سبب یہ ہے کہ حق تعالیٰ تو اس کی پردہ پوشی کرے اور وہ یہ سمجھ کر کہ میرے اوپر عنایت ہے اس بات سے نہ ڈرے کہ شاید حق تعالیٰ نے مجھے مہلت دی ہو اور میرے واسطے آسانی کی ہو کہ میں بالکل تباہ اور ہلاک ہو جاؤں اور پانچواں سبب یہ ہے کہ اپنے گناہ کو ظاہر کر دے اور خدا کے پردے کو اپنے اوپر سے اٹھا دے کہ شاید اور لوگ بھی اس کے سبب سے اس گناہ کو رغبت کریں اور ان لوگوں کی معصیت اور رغبت کا وبال اسے حاصل ہو اور اگر کسی کو صریح ترغیب دے گا اور گناہ کے اسباب مہیا کرے گا کہ وہ سیکھ جائے تو وہ دونا وبال ہو گا بزرگان سلف نے کہا ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی خیانت نہیں ہے کہ مسلمان کی نظر میں گناہ کو آدمی آسان اور ہلکا کر دے چھٹا سبب یہ ہے کہ عالم اور پیشوا ہو کر گناہ کرے اور اس کے سبب سے اور لوگ گناہ پر دلیر ہو جائیں اور کہیں کہ اگر یہ بات نہ کرنے کے لائق ہوتی تو فلانا عالم اور پیشوا نہ کرتا مثلاً کوئی عالم ریشمی لباس پہنے اور بادشاہ کے پاس جایا کرے بادشاہوں کا مال

لیا کرے مناظرے میں سفاہت کی باتیں کیا کرے اپنے زمانے کے اور علماء پر طعن کرے کثرت مال وجاہ کے سبب سے فخر کرے تو اس کے سب شاگرد بھی ان باتوں میں اس کی پیروی کریں گے اور استاد ہی کے مثل ہو جائیں گے پھر شاگردوں کے شاگرد ان کی اقتداء کریں گے اور ہر ایک کے سبب سے ایک بستی کی بستی تباہ اور خراب ہو جائے گی اس واسطے کہ ہر ہر شہر کے لوگ ان میں سے ایک ایک کے معتقد ہوں گے تو خواہ نخواہ سبھوں کا وبال مقتدا کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا اسی واسطے بزرگوں نے کہا ہے کہ وہ شخص بڑا نیک بخت ہے جو مرے اور اس کے گناہ بھی اس کے ساتھ مر جائیں اور کوئی ایسا کمبخت ہوتا ہے کہ اس کے بعد ہزار برس تک اس کے گناہ باقی رہتے ہیں علماء بنی اسرائیل میں سے ایک عالم نے توبہ کی اس زمانے میں جو رسول تھے ان پر وحی نازل ہوئی کہ اس سے کہہ دو کہ اگر تیرے گناہ میرے ہی تیرے درمیان میں ہوتے تو میں بخش دیتا اب اکیلے تو نے توبہ کی جن لوگوں کی تو گمراہ کر چکا ہے اور وہ ویسے ہی گناہ گار ہیں تو انھیں کیا کرے گا اس واسطے علماء بڑے خطر میں ہیں کہ ان کا ایک ایک گناہ ہزار ہزار گناہوں کے برابر ہے اور ایک ایک عبادت ہزار ہزار عبادتوں کے برابر ہے اس واسطے کہ ان کو ان لوگوں کا ثواب حاصل ہوتا ہے جو ان کی پیروی کرتے ہیں اسی باعث سے عالم پر واجب ہے کہ گناہ کرے ہی نہیں اگر احیاناً کرے بھی تو پوشیدہ کرے بلکہ اگر کوئی مباح کام ایسا ہو جس کے سبب سے از راہ غفلت خلق گناہ پر دلیر ہو جائے گی تو اس سے بھی پرہیز کرے زہری رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ہم آگے ہنستے کھیلتے تھے چونکہ اب مقتدا ہو گئے ہیں تو ہمیں مسکرانا بھی ناروا ہے عالم کی لغزش اور چوک نقل کرنا بڑا گناہ ہے کیونکہ اس سبب سے اکثر خلق گمراہ اور گناہ پر دلیر ہو جاتی ہے تو تمام خلق کی خطاء چھپانا واجب ہے اور عالم کی خطاء چھپانا واجب تر ہے۔

سچی توبہ کی شرط اور علامت کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ توبہ کی اصل پشیمانی ہے اور توبہ کا ثمرہ وہ ارادہ ہے جو ظاہر ہو پشیمانی کی علامت تو یہ ہے کہ توبہ کرنے والا ہمیشہ اندوہ وحسرت میں رہے گریہ وزاری اور تضرع اس کا کام ہو جائے اس واسطے کہ جس نے خود کو مشرف بہ ہلاکت دیکھا وہ اندوہ سے کیونکر خالی ہوگا اگر کسی کا لڑکا بیمار ہو اور کوئی طبیب ترسا کہے دے کہ یہ بیماری پرخطر ہے اس سے ہلاکت کا ڈر ہے تو سبھوں کو معلوم ہے کہ باپ کے دل میں کس قدر اندوہ وبیم کی آگ لگے گی اور ظاہر ہے کہ آدمی کو اپنی جان فرزند سے زیادہ عزیز ہوتی ہے اور خدا اور رسول طبیب ترسا سے زیادہ سچے ہیں اور ہلاکت آخرت کا خوف خوف مرگ سے بڑھ کر ہے اور خدا کے غصے پر گناہ کی دلالت موت پر بیماری کی دلالت سے اظہر ہے پھر اگر آدمی کو ان امور سے خوف وحسرت نہ پیدا ہو تو یہ سبب ہے کہ گناہ کی آفت پر ابھی ایمان نہیں اور جس قدر یہ آگ تیز ہوتی ہے اس قدر گناہوں کو خاک سیاہ کرنے میں اس کا اثر بھی زیادہ ہوتا ہے کیونکہ گناہوں کے سبب سے آدمی کے آئینہ دل پر جو زنگ لگ جاتا ہے اور جو تاریکی چھا جاتی ہے حسرت وندامت کی آگ کے سوا اور کوئی چیز اسے دور نہیں کرتی اور اس کی سوزش سے آدمی کا دل صاف اور رقیق ہو جاتا ہے حدیث شریف میں حکم ہے کہ توبہ کرنے والوں کے ساتھ بیٹھو کہ ان کا دل بہت رقیق ہوتا ہے اور دل جتنا صاف ہوتا ہے اتنا ہی گناہوں سے نفرت کرتا ہے اور دل میں گناہ کی حلاوت تلخی سے بدل جاتی ہے ایک نبی علیہ السلام نے نبی اسرائیل کے ایک شخص کی توبہ قبول ہونے کے باب میں حق تعالیٰ کی جناب میں شفاعت اور سفارش کی وحی نازل ہوئی کہ مجھے قسم ہے اپنی عزت کی کہ اگر سب آسمانوں کے فرشتے اس کے حق میں شفاعت کریں تو بھی جب تک اس کے دل میں گناہ کی حلاوت باقی رہے گی اس کی توبہ نہ قبول کروں گا اے عزیز جان تو کہ گناہ اگرچہ مرغوب اور مطبوع ہوتا ہے لیکن توبہ کرنے والے کے حق میں اس کی مثال زہریلے شہد کی ایسی ہے جس نے یہ شہد ایک بار کھایا اور اس سے بڑا

رنج اور صدمہ اٹھایا وہ دوبارہ جب اسے دیکھنے کا بھی خیال کرے گا تو اس کی کراہت کے سبب سے تمام بدن کے روئیں کھڑے ہو جائیں گے اور اس کی حلاوت کی خواہش اس کے نقصان کے خوف میں دب رہے گی ایک گناہ پر موقوف نہیں بلکہ سب گناہوں میں یہ تلخی پائے گا اس واسطے کہ وہ جو گناہ اس نے کیا تھا اس سبب سے زہر تھا کہ اس میں حق تعالیٰ کی ناخوشی تھی اور سب گناہوں کا یہی حال ہے اور اس پشیمانی کے سبب سے جو ارادہ پیدا ہوتا ہے وہ تین زمانوں سے علاقہ رکھتا ہے حال ماضی مستقبل سے یہ علاقہ رکھتا ہے کہ یہ عزم بالجزم کرلے کہ تمام عمر گناہوں سے صبر کرے گا اور ظاہر و باطن میں حق سبحانہ تعالیٰ سے پکا عہد کرلے کہ پھر کبھی گناہ کے قریب بھی نہ جاؤں گا اور فرض چیزوں میں قصور نہ کروں گا جیسے جو بیمار یہ جانے کہ میوہ مجھے نقصان کرتا ہے اور یہ جان کر عزم بالجزم کرلے کہ میں میوہ ہرگز ہرگز نہ کھاؤں گا اور عزم کرتے وقت سستی اور تردد نہ کرے اگرچہ ممکن ہے کہ خواہش پھر غلبہ کرے اور ممکن نہیں کہ آدمی توبہ نباہ سکے مگر عزلت اور خاموشی اور لقمہ حلال سے جو پیدا کرلیا ہو اس کے حاصل کرنے پر قادر ہو جب تک شبہے کی چیزوں سے آدمی دست بردار نہیں ہوتا توبہ کامل نہیں ہوتی اور جب تک خواہشوں کو نہ توڑے گا شبہے کی چیزیں نہ چھوڑ سکے گا بزرگوں نے کہا ہے کہ جس پر کسی چیز کی خواہش غالب ہو وقت اٹھا کر تکلیف کر کے سات بار اس سے ہاتھ روکے پھر اس کے اوپر اس چیز کا ترک کر دینا آسان ہو جائے گا اور زمانہ ماضی سے ارادہ اس طرح پر علاقہ رکھتا ہے کہ گذشتہ گناہوں کا تدارک کرے اور غور کرے کہ حق سبحانہ تعالیٰ اور بندوں کے کن کن حقوق میں میں نے قصور کیا حق تعالیٰ کے حقوق دو قسم پر ہیں فرائض ادا کرنا اور گناہ سے بچا رہنا فرائض کے بارے میں چاہیے کہ آدمی جس دن سے بالغ ہوا ہے اس دن سے ایک ایک دن کا خیال کرے اگر نماز فوت ہوگئی ہے یا کپڑا پاک نہیں رکھا یا اس کی نیت درست نہ تھی کہ وہ لاعلم تھا یا اس کے اصل اعتقاد ہی میں کچھ خلل

اور شک تھا تو جتنی نمازیں نہیں ہوئی ہیں سب کی قضا کرے اور جس تاریخ سے مال دار ہوا ہو گو کہ لڑکا رہا ہو اس تاریخ سے جس قدر زکوٰۃ نہ دی ہو یا دی تو ہو مگر مستحق کو نہ حوالہ کی ہو یا چاندی سونے کے برتن ملک میں رکھ کر ان کی زکوٰۃ نہ دی ہو سب کا حساب کر کے زکوٰۃ دے دے یا اگر رمضان کے روزے میں قصور کیا یا نیت بھول گیا یا اس کی شرط نہیں ادا کی تو روزوں کی بھی قضا کرے ان میں سے جسے یقیناً جانتا ہے اسے قضا کرے جس میں شک رکھتا ہے اس میں جس طرف ظن غالب ہو اسے اختیار کرے اور غور و تامل کر کے جس قدر یقینی ہو اسے محسوب کر کے باقی کو قضا کرے اصل یہی ہے اور اگر جس میں ظن غالب ہے اسے بھی محسوب کر لے گا تو بھی درست ہے اور گناہوں کو ابتدائے بلوغ سے دیکھنا چاہیے کہ آنکھ کان ہاتھ زبان معدہ وغیرہ اعضاء سے کیا کیا گناہ کیے ہیں اگر گناہ کبیرہ کیے ہیں جیسے زنا' لواطت' چوری' شراب خوری اور جس گناہ پر خدا کی مقرر فرمائی ہوئی حد واجب آئی ہے اس سے توبہ کر لے یہ واجب نہیں ہے کہ حاکم کے سامنے جا کر اقرار کرے تا کہ وہ اس پر حد جاری کرے بلکہ پوشیدہ رکھے توبہ اور کثرت عبادت سے اس کی تلافی کرے اور صغائر ہوں تو بھی ایسا ہی کرے مثلاً اگر نامحرم کی طرف دیکھا ہے یا بے وضو قرآن شریف چھوا ہے یا مسجد میں ناپاک بیٹھا ہے یا سماع رود سنا ہے تو جو کام ان گناہوں کے ضد اور خلاف ہیں وہ کر کے ان گناہوں کا کفارہ کرے تا کہ وہ کام ان گناہوں کو مٹا دیں حق تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ ان الحسنات یذھبن السیئات ﴾(۵) مگر جو نیک کام گناہ کا ضد ہو اس کا اثر بھی زیادہ ہو سماع رود کا کفارہ قرآن شریف سن کر اور علم کی مجلس میں جا کر کرے اور مسجد میں ناپاک بیٹھنے کا کفارہ اعتکاف اور عبادت سے کرے اور قرآن شریف بے وضو چھونے کا کفارہ دیکھ کر کثرت تلاوت سے کرے اور شراب خوری کا کفارہ اسی طرح کرے جو پینے کی چیز بہت دوست رکھتا ہے اور وہ حلال ہے اسے نہ پیے اور صدقے میں دے تا کہ ان گناہوں سے جو

ظلمت حاصل ہوئی اس کے مقابلے میں ان نیک کاموں سے نور حاصل ہو کر ان ظلمتوں کو دل سے دور کردے بلکہ دنیا میں جو جو خوشی حاصل ہوتی ہے اس کنارہ یہ ہے کہ ہر ہر خوشی کے مقابلے میں دنیا سے ایک ایک رنج کھینچے کیونکہ دنیا کی خوشی اور راحت کے سبب دنیا میں دل اٹک جاتا ہے اور جو رنج کھینچتا ہے اس کے سبب سے دنیا سے دل نفرت کرتا ہے اور کھٹک جاتا ہے اسی واسطے حدیث شریف میں آیا کہ مسلمان کو جو رنج پہنچتا ہے اگر چہ کانٹا ہی اس کے بدن میں چبھ جائے تو وہ اس کے گناہوں کا کنارہ ہوتا ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بعضے گناہ ایسے ہیں کہ رنج کے سوا اور کوئی چیز اس کا کنارہ نہیں ہوتی اور ایک روایت میں یوں آیا کہ اندوہ عیال اور رنج معیشت کے سوا اور کوئی چیز کنارہ نہیں ہوتی ام المومنین حضرت بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جو بندہ بہت گناہ رکھتا ہے اور کوئی عبادت نہیں رکھتا کہ وہ اس گناہ کا کنارہ ہو جائے تو حق سبحانہ تعالیٰ اس بندے کے دل میں رنج پیدا کر دیتا ہے کہ اس گناہ کا کنارہ ہو جائے اے عزیز جان اگر تو کہے یہ اندوہ آدمی کے اختیار میں نہیں تو ایسا امر نہیں ہے کیونکہ شاید وہ خود دنیوی کاموں سے اندوہگین ہو پھر اگر تو کہے کہ یہ تو خود عطاء ہے خطاء کا کنارہ کیونکر ہوگا تو ایسا امر نہیں ہے بلکہ جو چیز تیرے دل میں دنیا سے نفرت پیدا کرے وہ تیری بھلائی ہے اگر چہ تیرے اختیار سے نہ ہو اس واسطے کہ اگر اس اندوہ کے بدلے مراد بر آنے کی خوشی ہوتی تو پھر تو دنیا کو بہشت ہی سمجھتا حضرت یوسف نے حضرت جبرئیل علی نبینا وعلیہا الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ تم نے ان اندوہگین بڑے میاں کو کیونکر چھوڑا یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کو کہا اتنے رنج میں چھوڑا ہے جتنا رنج اس سوگ مادر مشفقہ کو ہو جن کے لڑکے مارے گئے ہوں پوچھا کہ انھیں اس رنج کے عوض میں کیا ملے گا کہا سو شہیدوں کا ثواب اور بندوں کے مظالم کے باب میں آدمی کو چاہیے کہ ہر ایک کے ساتھ اپنے معاملے کا حساب کرے بلکہ پاس بیٹھنے اور بات کرنے کا بھی

حساب کرے تا کہ اس پر جس کسی کا مالی حق ہو یا اس قسم کا حق ہو کہ اس نے اسے رنج دیا ہو یا اس کی غیبت کی ہو تو اس سے عہدہ برائی ہو جائے جو کچھ اسے پھیر دینے کے قابل ہو پھیر وے اور جو معاف کرا لینے کے لائق ہو معاف کرائے اگر کسی کو قتل کر ڈالے تو خود کو اس کے وارث کے حوالے کر دے تا کہ وہ قصاص لے یا عفو کر دے اور اگر کسی کا دام و درہم اس کے ذمے قرض ہو تو اسے دنیا میں تلاش کر کے ادا کر دے اگر اسے نہ پائے تو اس کے وارث کو دے یہ امر عالموں اور سوداگروں کو بہت مشکل ہوتا ہے اس واسطے کہ ان کے معاملات بہت ہوتے ہیں اور سب لوگوں پر غیبت کرنے سے دشوار ہوتا ہے کیونکہ جن جن کی غیبت کی ہے ان سب کو نہیں تلاش کر سکتے کہ ان سے معاف کرائیں جب اس ادھر سے آدمی معذور (٦) ہو تو سوا اس کے عہدہ برائی کا اور کوئی طریقہ نہیں ہے کہ عبادت بہت کرے حتیٰ کہ اس قدر عبادت جمع ہو جائے کہ جب قیامت کے دن یہ حقوق اس کی عبادت میں ادا کئے جائیں تو کفایت کرنے کی قدر عبادت بچ رہے۔

فصل:

توبہ کی مداومت کے بیان میں جس سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے اسے چاہیے کہ اس گناہ کے تدارک اور کنارے میں جھٹ پٹ مشغول ہو جائے بزرگوں نے کہا ہے کہ آٹھ کام ہیں کہ جب گناہ کے بعد کیے جائیں تو گناہ کا کنارہ ہو جاتا ہے چار دل میں ہیں ایک توبہ یا توبہ کا قصد اور اس بات کی چاہ کہ پھر ایسا نہ کروں گا اور اس امر کا خوف کہ اس گناہ کے سبب سے مجھ پر عذاب ہو گا اور عفو کی امید اور چار بدن میں ہیں ایک یہ کہ دو رکعت نماز پڑھے بعد اس کے ستر بار ستر بار استغفار کرے سو بار کہے ﴿ سبحان الله العظيم و بحمده ﴾ اور صدقہ دے جس قدر ہو ایک دن روزہ رکھے اور بعضے بزرگوں کا قول ہے کہ خوب طہارت کر کے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھے حدیث شریف میں آیا کہ جب تو نے چھپا کر گناہ کیا تو چھپا کر عبادت کر

تا کہ اس گناہ کا کفارہ ہو جائے اگر آشکارا گناہ کیا ہے تو آشکار عبادت کر۔

اے عزیز! جان تو کہ زبانی استغفار جس میں دل کو دخل نہ ہو بہت مفید نہیں ہوتا اور دل کی شرکت اس طرح ہوتی ہے کہ استغفار کرتے وقت دل میں ہراس اور تضرع ہو خجلت اور ندامت سے خالی نہ ہو جب یہ حالت پیدا ہوئی تو گو کہ توبہ کرنے کا مصمم قصد نہ بھی ہو مگر آدمی بخش دیئے جانے کا امیدوار ہے بہر حال غفلت دل کے ساتھ زبانی استغفار بھی فائدہ سے خالی نہیں ہے کہ زبان کو بیہودہ باتوں ہی سے روکے گا اور چپ رہنے سے بھی بہتر ہوگا اس واسطے کہ زبان کو جب نیک عادت پڑی تو گالی اور بیہودہ بات وغیرہ کی بہ نسبت استغفار کی بہت رغبت ہوگی ابوعثمان مغربی رحمتہ اللہ تعالیٰ سے ان کے ایک مرید نے کہا کہ بعضے وقت بے دلی سے میری زبان پر ذکر خدا جاری ہوتا ہے فرمایا کہ شکر کہ کہ تیرے ایک عضو کو تو حق تعالیٰ نے اپنے کام میں لگایا اے عزیز اس امر میں شیطان بڑا دھوکا دیتا ہے تجھ سے کہتا ہے کہ زبان بند کر دل ہی حاضر نہیں تو فقط زبانی ذکر بے ادبی ہے شیطان کو جواب دینے میں لوگوں کے تین گروہ ہیں ایک گروہ سابق اور بہتر ہے شیطان کو جواب دیتا ہے کہ تو نے سچ کہا اچھا میں تیرے جلانے کے واسطے خواہ مخواہ دل ہی حاضر کرتا ہوں یہ شخص شیطان کے زخم پر نمک چھڑک دیتا ہے دوسرا گروہ ظالم ہے وہ شیطان سے کہتا ہے کہ تو نے سچ کہا واقعی زبان ہلانے میں کیا فائدہ اور چپ ہو رہتا ہے جانتا ہے کہ میں نے زیرکی کی اور حقیقت میں شیطان کے ساتھ محبت اور موافقت کرنے لگا تیسرا گروہ مقتصد ہے یہ کہتا ہے کہ اگرچہ میں دل نہیں حاضر کر سکتا مگر زبان کو ذکر میں مشغول رکھنا چپ رہنے سے تو بہتر ہے گو کہ دل سے ذکر کرنا فقط زبانی ذکر کرنے سے بہتر ہے جیسے کہ بادشاہی صرافی سے اور صرافی خاکروبی سے بہتر ہے یہ کچھ ضرور نہیں ہے گو کہ دل سے ذکر کرنا فقط زبانی ذکر کرنے سے بہتر ہے کہ جو کوئی بادشاہی سے عاجز ہو جائے وہ صرافی سے بھی دست بردار ہو کر خاکروبی کرنے لگے۔

توبہ کی تدبیر کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ جو لوگ توبہ نہیں کرتے ان کا علاج یہ ہے کہ جاننا چاہیے کہ کس سبب سے گناہ پر اصرار کرتے ہیں اور توبہ نہیں کرتے وہ پانچ سبب ہیں ہر ایک علاج جدا ہے پہلا سبب یہ ہے کہ آدمی آخرت کا ایمان ہی نہ رکھتا ہو یا آخرت میں اسے شک ہو اس کا علاج غرور کے ذکر میں جو آخر مہلکات میں تھا ہم بیان کر چکے ہیں دوسرا سبب یہ ہے کہ خواہش اس قدر غالب ہوگئی ہو کہ آدمی گناہ ترک کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور دنیا کی لذتوں نے ایسا گھیر لیا ہو کہ کار آخرت کے خطر سے اسے غافل رکھتی ہیں اکثر خلق کو خواہش حیات ہوتی ہے اس واسطے جناب رسالت مآب ﷺ نے فرمایا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے جب دوزخ کو پیدا کیا تو حضرت جبرئیل سے فرمایا کہ دیکھ انھوں نے دوزخ کو دیکھ کر عرض کیا کہ قسم تیری عزت کی کہ کوئی ایسا نہ ہوگا کہ اس کی کیفیت سن کر ادھر آئے پھر حق سبحانہ تعالیٰ نے دوزخ کے گرداگرد خواہشوں کو پیدا کیا اور فرمایا کہ اب دیکھ پھر حضرت جبرئیل نے دیکھ کر عرض کیا کہ کوئی نہ باقی رہے گا کہ دوزخ میں نہ رہے اور حق سبحانہ تعالیٰ نے بہشت کو پیدا کر کے فرمایا کہ دیکھ حضرت جبرئیل نے عرض کیا میں نے دیکھا جو شخص اس کی صفت سنے گا بے اختیار اس کی طرف دوڑ پڑے گا پھر حق تعالیٰ نے مکروہات کو اور ان تلخ کاموں کو جو راہ بہشت میں ہیں بہشت کے آس پاس پیدا کر کے فرمایا کہ اب تو دیکھ حضرت جبرئیل نے دیکھ کر عرض کیا کہ اب تو مجھے یہ خوف ہے کہ بہشت کی راہ میں چونکہ رنج و تکالیف بہت ہیں تو کوئی شخص بہشت میں نہ جائے گا تیسرا سبب یہ ہے کہ آخرت کا تو ابھی وعدہ ہی وعدہ ہے اور دنیا دام نقد موجود ہے اور آدمی کی طبیعت نقد مال کی طرف بہت مائل ہوتی ہے اور جو ادھار چیز اس کی آنکھ سے دور ہوتی ہے اس کے دل سے بھی دور ہوا کرتی ہے چوتھا سبب یہ ہے کہ جو مسلمان ہے وہ دن بھر توبہ کے قصد میں رہتا ہے لیکن پھر دوسرے دن پر اٹھا رکھتا ہے اور جو خواہش

سامنے آتی ہے کہتا ہے اسے تو کرلوں اور کچھ نہ کروں گا۔ شعر روز میگویم کہ فردا ترک این سودا کنم * باز چون فردا شود امروز را فردا کنم * پانچواں سبب یہ ہے کہ آدمی یہ خیال کرتا ہے کہ یہ کچھ واجب نہیں ہے کہ گناہ دوزخ میں لے جائے بلکہ عفو ممکن ہے اور آدمی کو اپنے نصیب کے حق میں نیک گمان ہوا کرتا ہے جب کوئی خواہش غالب ہوتی ہے کہتا ہے کہ حق تعالیٰ معاف کردے گا اور رحمت کی امید رکھتا ہے پہلے سبب یعنی آخرت پر ایمان نہ رکھنے کا علاج ہم بیان کر چکے ہیں لیکن جو شخص آخرت کو ادھار جانتا ہے اور دنیا جو نقد ہے اسے ترک نہیں کرتا اور آخرت جو آنکھ سے اوٹ ہے اسے دل سے بھی دور رکھتا ہے اس کا علاج یہ ہے کہ یہ بات سمجھ لے کہ جو چیز یقیناً آنے والی ہے اسے آئی ہوئی سمجھ لے اتنی بات ہے کہ جب آنکھ بند کی اور مر گیا آخرت نقد ہوگئی اور شاید یہ بات آج ہی ہو اور یہ ادھار اسی دم نقد ہو جائے اور وہ نقد یعنی دنیا گئی گذری ہو اور خواب وخیال ہو جائے۔ شعر وائے نادانی کہ وقت مرگ یہ ثابت ہوا * خواب تھا جو کچھ دیکھا جو سنا افسانہ تھا * اور وہ شخص جو ترک لذت نہیں کر سکتا اسے یہ جاننا چاہئے کہ جب اس لذت سے دم بھر صبر نہیں کر سکتا تو آتش دوزخ کا کیونکر متحمل ہوگا اور بہشت کی لذتوں سے کس طرح صبر کرے گا آدمی اگر بیمار ہوتا ہے تو ٹھنڈے پانی سے زیادہ کوئی چیز نہیں اچھی معلوم ہوتی اگر کوئی یہودی طبیب اس سے کہہ دیتا ہے کہ پانی تجھے نقصان کرے گا تو شفا کی امید پر کیسا اپنی خواہش کے خلاف کرتا ہے خدا رسول کے قول سے سلطنت ابد مدت کی جو امید ہے وہ اولیٰ تر ہے کہ ترک شہوت کے سبب ہو اور وہ شخص جو توبہ کرنے میں تاخیر کرتا ہے اس سے کہنا چاہیے کہ کس بھلائے بھولا ہے توبہ کرنے میں کل تک کی کیا دیر لگا رکھی ہے کل کا دن شاید تیرے ہاتھ ہی نہ آئے تو آج ہی ہلاک ہو جائے۔ شعر آئے نہ آئے دم کا کسے اعتبار ہے * ناپائدار زندگی مستعار ہے * اسی سبب سے حدیث شریف میں آیا ہے کہ دوزخی لوگ تاخیر کرنے کی وجہ سے اکثر واویلا کریں گے اور اس سے یہ کہنا

چاہیے کہ توبہ کرنے میں تو آج کیوں دیر کرتا ہے اگر اس سبب سے دیر کرتا ہے کہ آج ترک شہوت دشوار ہے کل آسان ہو جائے گا تو یہ خیال محال اپنے دل سے نکال جیسا آج دشوار ہے ویسا ہی کل بھی دشوار ہو گا اس واسطے کہ حق تعالیٰ نے ایسا کوئی دن پیدا ہی نہیں کیا جس میں ترک شہوت آسان ہو اور تیری مثل اس شخص کی ایسی ہے جسے حکم کریں کہ اس درخت کو جڑ سے اکھاڑ ڈال اور وہ کہے کہ یہ درخت مضبوط ہے اور میں ضعیف ہوں برس دن توفق کرو اگلے سال اکھاڑ ڈالوں گا تو اسے یہی جواب دیں گے کہ او احمق اگلے سال تو درخت اور بھی زیادہ مضبوط ہو جائے گا اور تو اور بھی ضعیف ہو جائے گا اسی طرح خواہشوں کا درخت بھی روز بروز مضبوط ہوتا جاتا ہے اس واسطے کہ تو اس کی تعمیل کرتا ہے اور تو روز بروز اس کی مخالفت سے زیادہ عاجز ہوتا جاتا ہے تو جتنا جلدی اسے اکھاڑے گا اتنی ہی تجھے آسانی ہو گی اور وہ شخص جو یہ بھروسا رکھتا ہے کہ میں مسلمان ہوں اور حق تعالیٰ مسلمانوں کو معاف فرمائے گا اس سے ہم کہتے ہیں کہ شاید حق تعالیٰ نہ معاف کرے اور تو عبادت نہ کرے تو شاید تیرے ایمان کا درخت کمزور ہو جائے اور مرتے وقت سکرات کے تھپیڑے میں اکھڑ جائے اس واسطے کہ ایمان ایسا درخت ہے کہ عبادت ہی کے پانی سے سنچتا ہے جب اس پانی کے سبب سے مضبوط نہ ہو رہا ہو تو اس کا خطر میں رہنا ممکن ہے بلکہ جس شخص نے بہت گناہ کیے ہوں اور عبادت نہ کی ہو اس کے ایمان کی مثل ایسی ہے جیسے وہ بیمار جس کی بیماری بڑھ گئی ہو تو ہر دم یہی ڈر رہتا ہے کہ کہیں ہلاک نہ ہو جائے پھر وہ شخص ایمان ساتھ بھی لے جائے تو دونوں امر ممکن ہیں حق سبحانہ تعالیٰ اپنی رحمت کاملہ سے چاہے اسے بخش دے چاہے نہ بخشے عذاب کرے تو اس امید پر بیٹھ رہنا حماقت ہے اس احمق کی مثل اس بیوقوف کی ایسی ہے جو اپنی تمام گرستی ضائع کر کے اپنے بچوں کو بھوکا چھوڑ دے اور کہے کہ شاید یہ کسی ویرانے میں جائیں اور وہاں خزانہ پائیں یا اس کی مثل اس نادان کی ایسی ہے کہ وہ جس شہر میں رہتا ہو اسے ظالم

لوگ لوٹنے آئیں وہ اپنا مال نہ چھپائے اسی طرح گھر میں چھوڑ کر بھاگ جائے اور کہے کہ شاید یہ ظالم میرے گھر میں پہنچ کر مر جائیں یا غافل رہیں یا اندھے ہو جائیں میرے گھر میں دیکھ ہی نہ سکیں حالانکہ یہ سب باتیں ممکن ہیں ایسا ہی حق تعالیٰ کا بخش دینا بھی ممکن ہے اگر اس ممکن پر اعتماد کر کے احتیاط سے دست بردار ہونا حماقت ہے۔

فصل:

اے عزیز! جان تو کہ اگر کوئی شخص اپنے بعضے گناہوں سے توبہ کرے سب گناہوں سے نہ کرے تو یہ درست ہے یا نہیں اس امر میں علماء کا اختلاف ہے بعضے کہتے ہیں کہ محال ہے کہ کوئی شخص زنا کرنے سے توبہ کرے اور شراب پینے سے نہ کرے ایک سے نہ کرے اس واسطے کہ اگر گناہ سمجھ کر زنا سے توبہ کرتا ہے تو شراب پینا بھی حرام ہے جیسے یہ امر محال ہے کہ ایک خم شراب سے تو آدمی توبہ کرے ایک سے نہ کرے اس واسطے حرمت میں دونوں خم برابر ہیں تو گناہ کا بھی یہی حال ہے اور صحیح یہ ہے کہ ایسا امر نہیں ہے اس واسطے کہ ممکن ہے کہ آدمی زنا کو شراب خوری سے بدتر جانتا ہو اور بدترین گناہ سے توبہ کرے یا یہ سمجھ کر شراب خوری سے توبہ کرے کہ شراب زنا سے بدتر ہے کیونکہ یہ زنا میں اور برے کاموں میں مبتلا کرتی ہے یا مثلاً غیبت سے توبہ کرے شراب سے نہ کرے اور کہے کہ غیبت خلق سے تعلق رکھتی ہے اور اس کا بڑا خطر ہے بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ اصل شراب خوری سے توبہ نہ کرے فقط کثرت شراب خوری سے توبہ کرے اور کہے کہ جس قدر میں زیادہ پیوں گا اس قدر عذاب بھی زیادہ ہوگا اور میں اپنی خواہش سے باز نہیں آتا کہ بالکل شراب پینا چھوڑ دوں بہت پینے سے برآ سکتا ہوں اور یہ کچھ ضرور نہیں ہے کہ شیطان جب ایک گناہ میں مجھے عاجز کر دے اور وہ کرنا ہی پڑے تو دوسرا گناہ جس میں عاجز نہیں ہوں وہ بھی کرنے لگوں یہ سب باتیں ممکن ہیں مگر یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے ﴿

التائب حبیب اللہ ﴾ (۷) اورحق تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ ان اللہ یحب التوابین ﴾ (۸) ظاہراً یہ محبت کامرتبہ اسی توبہ کرنے والے کوحاصل ہوگا جوسب گناہوں سے توبہ کرے جس نے یہ کہا ہے کہ بعضے گناہوں سے توبہ درست نہیں اس کا یہی مطلب ہے ورنہ جس گناہ صغیرہ سے آدمی توبہ کرتا ہے وہ توبہ اس کا کفارہ ہوجاتی ہے اوروہ گناہ نیست ونابود ہوجاتا ہے سب گناہوں سے ایک ہی دفعہ توبہ کرنا مشکل ہے اوراکثر توبہ بتدریج ہی ہوتی ہے اورجس قدر گناہوں سے توبہ نصیب ہوگی اسی قدر ثواب ملے گا واللہ اعلم فقط۔

۱ جن لوگوں نے تفریق مذہب کی اورگروہ گروہ ہوگئے۔

۲ رائے اورتدبیر میں خطا واقع ہونا غبن خرید وفروخت میں نقصان اٹھانا۔

۳ جولوگ گناہ کرتے رہتے ہیں ان سے قبول توبہ کا وعدہ نہیں ہے یہاں تک کہ جب موت آ پہونچتی ہے تو کہتے ہیں کہ اب توبہ کرتا ہوں۔

۴ سمجھتے ہوا سے آسان حالانکہ وہ خدا کے نزدیک بڑا ہے۔

۵ تحقیق نیکیاں برائیوں کومیٹ دیتی ہیں۔

۶ حضرات علماء کا بھی یہی قول ہے کہ جس کی غیبت کی ہو اس کے واسطے استغفار کرے اور اس کی جانب سے صدقہ دے تاکہ کچھ خفت اس عذاب میں ہوجائے۔

۷ توبہ کرنے والا خدا کا پیارا ہے۔

۸ خدا توبہ کرنے والوں کومحبوب رکھتا ہے۔

دوسری اصل صبر شکر کے بیان میں

اے برادر! یہ یقین کر کہ بغیر صبر کے ٹھیک توبہ نہیں ہوسکتی بلکہ کوئی فرض ٹھیک ٹھیک ادا کرنا اور کوئی گناہ ترک کرنا بھی بے صبر کیے ممکن نہیں لوگوں نے جب رسول ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ ایمان کیا چیز ہے تو اسی سبب سے آپ نے فرمایا کہ صبر اور ایک حدیث میں آپ نے فرمایا ہے کہ صبر نصف ایمان ہے اور صبر کی بزرگی اور فضلیت کا یہ سبب ہے کہ حق سبحانہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ستر جگہ سے زیادہ صبر کا ذکر کیا ہے اور جو بہت بڑا درجہ ہے اسے صبر پر موقوف رکھا ہے اور فرمایا ہے ﴿ وجعلنا منهم ائمته يهدون بامرنالماصبروا (۱)﴾ اور اجر بے نہایت و بے حساب کو صبر پر حوالہ فرمایا ہے اور ارشاد کیا﴿ انما يوفى الصابرون اجرهم بغير حساب ﴾ (۲)اور صابروں سے وعدہ کیا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اور فرمایا﴿ والله مع الصابرين ﴾ (۳)درود اور رحمت اور ہدایت تینوں نعمتیں اکٹھا کسی کو نہیں مرحمت کیں مگر صبر کرنے والوں کو اور فرمایا﴿ اولئک عليهم صلوات من ربهم ورحمته واولئک هم المهتدون ﴾ (۴)صبر کی ایک فضلیت اور بزرگی یہ ہے کہ حق تعالیٰ اسے عزیز رکھتا ہے اور ہر ایک کو صبر نہیں عنایت فرماتا مگر اپنے دوستوں کو تھوڑا سا مرحمت کرتا ہے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ﴿ان اقل ماااوتيتم اليقين وعزيمه الصبر ﴾ یعنی جو چیزیں حق تعالیٰ نے تمہیں عنایت فرمائیں ان میں یقین اور صبر بہت تھوڑا سا دیا ہے اور جس کو یہ دونوں نعمتیں مرحمت کی ہیں اس سے کہہ دو کہ تو کچھ پروا نہ رکھ گو کہ روزہ نماز کم رکھتا ہے اور اے میرے اصحاب جس امر پر آج تم قائم ہو اگر اس پر صبر کرو اور اس سے پھر نہ جاؤ تو اسے میں اس بات سے زیادہ دوست رکھتا ہوں کہ تم میں سے ہر ایک اتنی اتنی عبادت کرے جتنی سبھوں نے کی ہو مگر میں یہ ڈرتا ہوں کہ میرے بعد تم پر دنیا کی راہ کھلے حتیٰ کہ تم ایک دوسرے سے منکر ہو جاؤ اور اہل ایمان تم

سے منکر ہو جائیں اور جو شخص صبر کر کے ثواب کا امیدوار رہتا ہے وہ ثواب کامل پائے گا تم صبر کرو کہ دنیا نہ رہے گی اور حق تعالیٰ کے پاس ثواب باقی رہے گا یہ فرما کر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی ﴿ ماعندکم ینفدو ما عند اللہ باق ولنجزین الذین صبروا اجرھم بغیر حساب ﴾ (۵) اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ صبر بہشت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے اور فرمایا ہے کہ اگر صبر مرد ہوتا تو کریم ہوتا اور فرمایا ہے کہ صبر کرنے والوں کو حق تعالیٰ دوست رکھتا ہے حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی نازل ہوئی کہ اے داؤد تو میرے اخلاق کی پیروی کر اور میرے اخلاق میں سے ایک یہ ہے کہ صبور ہوں حضرت عیسیٰ السلام نے فرمایا ہے کہ اے لوگو جب تک تم اپنی نامرادی پر صبر نہ کرو گے تب تک اپنی مراد کو نہ پہونچو گے جناب سلطان الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ انصار کو دیکھا فرمایا تم مسلمان ہو انھوں نے عرض کیا کہ ہاں آپ نے فرمایا کہ اس پر دلیل کیا ہے انھوں نے عرض کیا کہ ہم نعمت پر شکر کرتے ہیں محنت پر صبر کرتے ہیں قضائے الٰہی سے خوش رہتے ہیں ﴿ مومنون ورب الکعبتہ ﴾ یعنی قسم ہے رب کعبہ کی تم پکے مسلمان ہو امیر المومنین شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ صبر کو ایمان کے ساتھ ایسی نسبت ہے جیسے سر کو بدن کے ساتھ جس شخص کا سر نہیں بدن بھی نہیں جسے صبر نہیں ایمان نہیں۔

صبر کی حقیقت کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ صبر آدمی ہی کے واسطے خاص ہے اس واسطے کہ نہ بہائم کو صبر ہے کیونکہ وہ نہایت ناقص ہیں اور نہ ملائیکہ کو صبر کی حاجت ہے اس لئے کہ وہ نہایت کامل ہیں اور خواہش سے پاک ہیں پس بہائم خواہش کے مطیع اور مسخر ہیں اور ان میں خواہش کے سوا اور کوئی متقاضی نہیں ہے اور ملائیکہ جناب الٰہی کے عشق میں ڈوبے ہوئے ہیں انھیں اس سے کوئی روکنے والا نہیں ہے کہ اسے دفع کرنے میں

صبر کریں مگر آدمی کو حق تعالیٰ نے پہلے تو بہائم کی صفت پر پیدا کیا اور کھانے کپڑے زیب و زینت لہو و لعب کی خواہش اس پر مسلط کی پھر جوانی کے وقت انوار ملائیکہ میں سے ایک نور اس میں پیدا ہوتا ہے کہ اس نور سے انجام کار دیکھنے لگتا ہے بلکہ حق تعالیٰ نے دو فرشتوں کو آدمی پر موکل کر دیا ہے بہائم ان سے محروم ہیں ایک فرشتہ تو اسے ہدایت فرماتا ہے اور راہ بتاتا ہے بایں طور کہ اس فرشتہ کے انوار میں سے ایک نور آدمی میں سرایت کرتا ہے اس نور سے آدمی انجام کار پہچاننے اور مصلحت کار جاننے لگتا ہے حتیٰ کہ اس نور سے خود کو اور حق تعالیٰ کو جان جاتا ہے اور یہ امر پہچان جاتا ہے کہ خواہشوں کا انجام ہلاکت اور تباہی ہے اگرچہ اپنے وقت پر اچھی معلوم ہوتی ہیں اور یہ بات جان لیتا ہے کہ خواہشوں کی خوشی اور راحت جھٹ پٹ گذر جاتی ہے اور اس کا رنج مدت تک رہتا ہے بہائم کو یہ ہدایت نہیں ہوتی مگر آدمی کو یہ ہدایت کفایت نہیں کرتی کیونکہ اگر وہ اسی قدر جانے گا کہ خواہشیں اس کے حق میں باعث نقصان ہیں اور اسے دفع کرنے کی قدرت نہ رکھے گا تو کیا فائدہ ہوگا اس واسطے کہ بیمار یہ تو جانتا ہے کہ بیماری اس کے حق میں باعث نقصان ہے مگر اسے دفع کرنے کی قدرت نہیں رکھتا پس حق تعالیٰ نے اس دوسرے فرشتے کو آدمی پر اس واسطے متعین کیا ہے کہ اسے قوت اور قدرت دے اور اس کی تائید کر کے سد باب کر دے حتیٰ کہ آدمی نے جس امر کو اپنے حق میں باعث نقصان جانا ہے اس سے دست بردار ہو جائے تو آدمی میں شہوت پرستی کی جیسی قوت ضروری تھی ویسی ایک اور قوت ضروری ہے تا کہ آدمی خواہشوں کے خلاف کر کے آئندہ ان کے ضرر سے رہائی پائے یہ مخالفت کرنے کی قوت ملائیکہ کے لشکر میں سے ہے اور وہ شہوت پرستی کو قوت شیطان کے لشکر میں سے اس مخالفت شہوت کی قوت کو ہم باعث دینی کہتے ہیں اور اس شہوتوں کی قوت کو باعث ہوا پس ان دونوں لشکروں میں ہمیشہ لڑائی اور مخالفت رہا کرتی ہے لشکر ملائیکہ تو آدمی سے کہتا ہے کہ شہوت پرستی نہ کر اور لشکر

شیطان کہتا ہے کہ کر بھی وہ بیچارہ اس دوعملہ میں حیران ہے کس کی مانے اور کس کی نہ مانے اگر باعث ہوا کے ساتھ جنگ و مقابلہ کرنے میں باعث دین ثابت قدم رہے اور جگہ نہ چھوڑے تو اس کے ثبات کو صبر کہتے ہیں اور اگر ثابت قدمی کر کے باعث ہوا کو مغلوب کر لے اور بھگا دے تو اس کے اس غلبہ کو ظفر کہتے ہیں اور جب تک باعث ہوا کے ساتھ کارزار میں رہے اسے جہاد نفس کہتے ہیں پس باعث ہوا کے مقابلے میں باعث دین کا قائم رہنا یہی صبر کے معنی ہیں جہاں یہ دونوں لشکر مخالف نہیں ہوتے وہاں صبر بھی نہیں ہوتا اسی سبب سے ملائیکہ کو صبر کی حاجت نہیں ہے اور بہائم اور بچوں کو صبر کی قوت نہیں ہے اے عزیز جان تو کہ یہ جو فرشتے ہم نے کہے ہیں کراماً کاتبین یہی ہیں اور جس کے واسطے حق تعالیٰ نے فکر و تامل اور استدلال کی راہ کھول دی ہے وہ جانتا ہے کہ جو چیز نئی پیدا ہوتی ہے اس کا کوئی سبب ہوتا ہے جب مختلف دو چیزیں ہوں گی تو ان کے واسطے دو مختلف سبب بھی ہوں گے آدمی دیکھتا ہے کہ بہائم کو اور ابتدا میں بچوں کو نہ ہدایت ہوتی ہے نہ معرفت کہ ان کے سبب سے انجام کار جانیں اور نہ صبر کرنے کی قوت ہوتی ہے جوانی کے قریب یہ دونوں چیزیں پیدا ہوتی ہیں اور ان کو دو سببوں کی حاجت ہوتی ہے پھر اس پر عمل کرنے کی قدرت اور ارادہ ہوتا ہے پس جس فرشتے کے سبب سے ہدایت ہوتی ہے وہ بہت معزز اور افضل ہے تو صدر کے داہنے ہاتھ کو اس کا مقام ہوتا ہے اور صدر تو ہے اس واسطے کہ یہ فرشتے تجھ پر موکل ہیں تو وہ داہنے ہاتھ کا فرشتہ چونکہ تیری ہدایت کے واسطے ہے اگر تو ہدایت اور معرفت حاصل کرنے کے واسطے اس کی طرف کان لگائے گا تو تیرا یہ کان لگانا ایسا ہے کہ گویا تو نے اس پر احسان کیا کہ اسے بیکار نہیں رکھا اور یہ بات تیرے نامہ اعمال میں ایک نیکی لکھی جائے گی اور اگر تو اس سے انکار کرے گا اور بیکار کر دے گا تا کہ بہائم اور لڑکوں کی طرح انجام کار کی ہدایت سے محروم رہے تو یہ ایک تقصیر ہے کہ تو نے اپنے اور اس کے حق میں کی یہ تقصیر تیرے نام لکھی جائے گی

اس طرح وہ قوت جو تو نے اس فرشتہ سے پائی ہے اگر خواہشوں کے خلاف کرنے میں صرف کرے گا اور کوشش کرتا رہے گا تو نیکی ہوگی ورنہ تقصیر ہوگی یہ دونوں حالتیں تیرے نام لکھی جائے گی نامہ اعمال میں بھی اور تیرے دل میں بھی مگر تیرے دل سے پوشیدہ رہیں گی یہ دونوں فرشتے اور ان کی کتابیں عالم شہادت سے نہیں ہیں انھیں ان آنکھوں سے آدمی نہیں دیکھ سکتا جب موت آئے گی اور یہ آنکھ گذر جائے گی اور دوسری آنکھ جس سے عالم ملکوت دیکھ سکتا ہے کھلے گی تب تو ان کتابوں کو اپنے ساتھ پائے گا اور دیکھ سکے گا اور قیامت صغریٰ سے آگاہی پائے گا مگر اس کی تفصیل قیامت کبریٰ یعنی حشر دن دیکھے گا قیامت صغریٰ تو موت ہی کے وقت ہو جاتی ہے جیسا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ﴿ من مات فقد قامت قیامته ﴾ (۶) جو کچھ قیامت کبریٰ میں ہے اس کا شائبہ اس قیامت صغریٰ میں بھی ہے اس کی تفصیل احیاالعلوم میں بیان کی ہے یہ کتاب اس کی متحمل نہیں لیکن غرض یہ ہے کہ تو یہ امر جان لے کہ صبر وہاں ہوتا ہے جہاں لڑائی ہو اور لڑائی وہاں ہوتی ہے جہاں دو مختلف لشکر ہوں اور ان دونوں لشکروں میں سے ایک تو ملائیکہ کا لشکر ہے ایک شیاطنی کا آدمی کے سینے میں یہ دونوں جمع ہیں تو اس لڑائی میں مشغول ہونا راہ دین کا پہلا کام ہے اس واسطے کہ بچپن سے سینے کے میدان پر شیاطین کے لشکر نے قبضہ کرلیا ہے اور ملائیکہ کا لشکر جوانی کے قریب پیدا ہوتا ہے پس جب تک شہوتوں کے لشکر کو مقہور نہ کرلے گا سعادت کو نہ پہنچے گا اور جب تک جنگ نہ کرے گا اور جنگ میں صبر نہ کرے گا تب تک اسے مقہور نہ کرسکے گا جو شخص اس جنگ میں مشغول نہیں اس نے اپنے سینہ کی ولایت شیطان کے سپرد کردی اور جس نے اپنی خواہشوں کو زیر دست کرلیا وہ خود شرع کا مطیع ہوگیا اور میدان مارلیا جیسا کہ جناب سلطان المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین نے فرمایا ہے ﴿ ولکن اللہ عاننی علی شیطانی فاسلم ﴾ (۷) اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی جب اپنے نفس پر جہاد کرتا

ہے تو کبھی فتح پاتا ہے کبھی شکست کھاتا ہے گاہے شہوت نفسانی قبضہ کر لیتی ہے گاہے باعث دین بغیر صبر اور ثابت قدمی کیے ہوئے یہ قلعہ فتح نہیں ہوتا۔

اس امر کا بیان کہ صبر نصف ایمان اور روزہ نصف صبر کیوں ہے

اے عزیز! جان تو کہ ایمان ایک چیز نہیں ہے بلکہ اس کی بہت سی شاخیں اور بہت سے اقسام ہیں چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایمان کے ستر اور کئی باب ہیں لا الہ الا اللہ سب سے بزرگ ہے اور راستہ پر سے تکا اٹھا لینا کہ کسی کو تکلیف نہ ہو سب سے کمتر ہے ہر چند کہ ایمان کے اقسام اور اس کی شاخیں بہت ہیں لیکن اصلیں تین ہی جنس سے ہیں معرفتیں احوال اعمال مقامات ایمان میں سے کوئی مقام ان تین جنسوں سے خالی نہیں مثلاً توبہ کی حقیقت ندامت ہے یہ دل کی حالت ہے اس کی اصل اس بات کی معرفت ہے کہ گناہ زہر قاتل ہے اور اس کی فرع یہ ہے کہ آدمی گناہ سے دست بردار ہو کر عبادت میں مصروف رہے پس یہ حالت اور معرفت اور عمل سب منجملہ ایمان ہے اور ایمان تینوں چیزوں سے عبارت ہے مگر کبھی معرفت کے ساتھ تخصیص کرتے ہیں کیونکہ وہ اصل ہے اس واسطے کہ معرفت ہی سے حالت پیدا ہوتی ہے اور حالت سے عمل ظاہر ہوتا ہے پس معرفتیں گویا تنہ درخت ہیں اور معرفت کے سبب دل کا حال متغیر ہونا درخت کی شاخیں اور حالت متغیر ہونے سے جو افعال سرزد ہوتے ہیں وہ گویا پھل ہیں تمام ایمان دو چیزیں ہیں دیدار اور کردار بے صبر کے ممکن نہیں و صبر نصف ایمان ہے اور صبر دو جنس سے کرنا چاہیے ایک جنس شہوت سے دوسری جنس خشم سے چونکہ روزے میں جنس شہوت سے صبر ہوتا ہے پس روزہ نصف صبر ہے دوسرے اس وجہ سے بھی صبر نصف ایمان ہے اور نصف ایمان شکر ہوا جیسا اور حدیث میں آیا اے عزیز اگر بات کا خیال کر لے کہ

صبر بہت مشکل اور نہایت دشوار ہے صبر ہی کو تو اصل ایمان ٹھہرائے تو صبر سے زیادہ کوئی امر مشکل نہیں اس وجہ سے صبر پورا ایمان ہے جیسا کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ایمان کیا چیز ہے آپ نے فرمایا صبر یعنی ایمان میں صبر بہت مشکل امر ہے یہ فرمانا ویسا ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ عرفہ حج ہے یعنی عرفے کے سبب سے خطر ہے کہ اگر عرفہ فوت ہوتا ہے تو حج بھی فوت ہو جاتا ہے اور ارکان کے سبب سے حج فوت نہیں ہوتا۔

ہر وقت صبر کی حاجت ہونے کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ بندہ کسی وقت ایسی چیز سے خالی نہیں رہتا جو اس کی خواہش کے مطابق یا مخالف ہو بہر حال صبر کا حاجت مند ہوتا ہے جو چیز آدمی کو خواہش کے موافق ہو جیسے مال نعمت جاہ تندرستی بیوی وغیرہ جو چیز حسب دلخواہ ہو ایسی چیز میں صبر کرنا اور سب چیزوں میں صبر کرنے سے بہت زیادہ ضرور ہے کیونکہ اگر خود کو نہ روکے بیٹھے گا اور ناز و نعمت میں کھیلے گا اور دل پھنسا کر اٹک رہے گا تو ان میں غرور اور سرکشی پیدا ہو جائے گی بزرگوں کا قول ہے کہ رنج و محنت پر تو سبھی صبر کرتے ہیں مگر خیر و عافیت پر صدیقوں کے سوا کوئی صبر نہیں کرتا صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے پاس جب مال بہت ہو جاتا نعمت بہت بڑھ جاتی تو فرماتے کہ ہم جب تک رنج و محنت میں رہے خوب صبر کر سکے اب کہ نعمت اور مقدرت حاصل ہے ویسا صبر نہیں کر سکتے اسی سبب سے حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ﴿ انما اموالکم و اولادکم فتنته ﴾ غرضیکہ قدرت کی حالت میں صبر کرنا دشوار ہوتا ہے بڑی پاک دامنی یہی ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نعمت دیوے ہی نہیں نعمت پر اس طرح سے صبر ہوتا ہے کہ آدمی اس کے ساتھ دل نہ لگائے اس کے سبب سے بہت خوشیاں

نہ منائے اسے عاریت جانے اور سمجھے رہے کہ نعمت بہت جلد مجھ سے لے لی جائے گی بلکہ اسے نعمت ہی نہ جانے کہ شاید قیامت کے دن وہ اس کے درجات میں نقصان کا سبب ہو پس اس کے شکر میں مشغول ہونا چاہیے تا کہ مال اور تندرستی یا اور جو کچھ رکھتا ہے اس میں سے حق تعالیٰ کا حق ادا ہو جائے اور ان میں سے ہر ایک میں صبر کی حاجت ہو گی اور وہ حال جو خواہش کے موافق نہ ہوں تین قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو آدمی کے اختیار میں ہو جیسے عبادت کرنا گناہ ترک کر دینا دوسری جو اس کے اختیار میں نہ ہو جیسے بلا اور مصیبت تیسرا وہ جس کی اصل تو اس کے اختیار میں نہ ہو مگر اسے دفع کرنا اور اس کا بدلہ لینا اس کے اختیار میں ہو جیسے لوگوں کا اسے رنج دینا پہلی قسم جو اس کے اختیار میں ہو جیسے عبادت کرنا اس میں صبر کرنے کی احتیاج ہے اس واسطے کہ بعضی عبادت کاہلی کی وجہ سے دشوار ہو جاتی ہے جیسے نماز اور بعضی بخل کے سبب سے مشکل ہو جاتی ہے جیسے زکوٰۃ بعضی کاہلی اور بخل دونوں کے سبب سے دشوار ہو جاتی ہے جیسے حج یہ عبادتیں بے صبر ممکن نہیں ہوتیں اور ہر عبادت میں صبر کی حاجت ہے، اول میں بھی درمیان میں بھی آخر میں بھی اول میں اس طرح صبر کی حاجت ہوتی ہے کہ نیت میں خلوص کامل پیدا کرے ریا کو دل سے نکال ڈالے یہ صبر بہت دشوار ہے درمیان میں یوں صبر کی حاجت ہوتی ہے کہ وہ عبادت شرط اور آداب کے ساتھ رہے کسی خلاف بات کا لوث نہ ہونے پائے مثلاً نماز ہے تو اس کے درمیان میں ادھر ادھر نہ دیکھے اور کسی چیز کا خیال نہ کرے اور آخر میں اس طرح صبر کی حاجت ہوتی ہے کہ عبادت کو ظاہر کرنے اور کہتے پھرنے سے اور اس پر غرور کرنے سے صبر کرے اور گناہ ترک کرنا تو بے صبر کے ہو نہیں سکتا جس قدر خواہش زیادہ اور گناہ آسان ہوتا ہے اس قدر اس سے صبر کرنا دشوار تر ہوتا ہے اسی سبب سے زبان کے گناہوں سے صبر کرنا مشکل ہے اس واسطے کہ زبان ہلا دینا بہت آسان بات ہے جب کوئی بری بات کہی جاتی ہے تو عادت اور سرشت ہو جاتی ہے بری بات

بھی شیطان کے لشکر میں سے ہوتی ہے اسی سبب سے عبث جھوٹ اپنی تعریف اوروں پر طعن وتشنیع وغیرہ میں زبان براق ہوتی ہے جب ایسی کوئی بات زبان پر آتی ہے جس سے لوگ متعجب ہوں گے اور جسے پسند کریں گے تو کہنے والے کو بڑا رنج کھینچ کر اس بات سے صبر آتا ہے اکثر یہ ہے کہ لوگوں کی صحبت میں بیٹھ کر اس سے صبر کرنا ممکن نہیں ہوگا مگر گوشہ نشینی کی بدولت البتہ آدمی سے بچ سکتا ہے دوسری (۸) دوسری قسم جسم میں آدمی بے اختیار ہے جیسے لوگوں کا اسے دست وزبان سے رنج دینا لیکن اس کا بدلا لینے میں اسے اختیار ہے اس میں صبر کامل کی حاجت ہے تاکہ رنج دینے والے سے بدلا لے یا بدلا لینے میں حد سے نہ بڑھ جائے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب تک ایمان کے ساتھ لوگوں کے دیے ہوئے رنج پر صبر کرنے کی ہمیں قدرت نہ ہو تب تک ہم ایمان کو ایمان نہیں جانتے اسی واسطے حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ﴿ ودع اذاھم وتوکل علی اللہ ﴾ یعنی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ارشاد ہوا کہ وہ لوگ جو تمہیں ستاتے ہیں تم اس سے درگذر کرکے توکل بخدا کرو اور فرمایا ﴿ واصبر علی مایقولون واھجرھم ھجرا جمیلا ﴾ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ لوگ جو کچھ تمہیں کہتے ہیں اس پر صبر کرو اور بھلائی کے ساتھ ان سے جدائی اختیار کرو اور فرمایا ہے ﴿ ولقدنعلم انک یضیق صدرک بمایقولون فسبح بحمدربک ﴾ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جانتا ہوں کہ دشمنوں کی باتوں سے تم دلگیر اور تنگ ہوتے ہو مگر تسبیح میں مشغول رہو ایک دن جناب سرور کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ مال تقسیم فرما رہے تھے ایک شخص نے کہا کہ یہ تقسیم خدا کے واسطے نہیں ہے یعنی معاذ اللہ بے انصافی سے آپ تقسیم کرتے ہیں یہ خبر آپ کو پہنچی چہرہ نورانی سرخ ہوگیا اور ملول ہوکر آپ فرمانے لگے کہ حق تعالیٰ میرے بھائی موسیٰ پر رحمت کرے انھیں اس سے زیادہ لوگوں نے رنج دیے اور انھوں نے صبر کیا اور حق تعالیٰ نے

ارشادفرمایا ہے ﴿وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ماعوقبتم ولئن صبرتم لھو خیر للصابرین ﴾ یعنی اگرتم کو کچھ اذیت پہنچے اورتم عوض لوتو اتنا ہی عوض لو جتنی تمہیں اذیت پہنچی ہے اوراگر صبر کروتو بہت اچھی بات ہے اورانجیل میں میں نے (یعنی امام صاحب) لکھا دیکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جوانبیاء میرے پہلے آئے انھوں نے کہا کہ ہاتھ کے بدلے ہاتھ کاٹ ڈالو آنکھ کے عوض آنکھ پھوڑ ڈالو دانت کے بدلے دانت توڑ ڈالو میں ان کے حکم کومنسوخ نہیں کرتا ہوں لیکن تمہیں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ برائی کے بدلے برائی نہ کرو بلکہ اگر کوئی شخص تمہارے داہنے گال میں تھپڑ مارے تو تم بایاں گال بھی اس کی طرف کردو کہ بھائی ادھر بھی طمانچہ مارلے اوراگر کوئی تمہاری پگڑی چھین لے تو تم اپنا پیراہن بھی اسے دے دواوراگر کوئی ایک میل تمہیں اپنے ساتھ بیگار لے جائے تو تم دو میل اس کے ساتھ جاؤ اور جناب سلطان الانبیا علیہ الصلوٰۃ والثنا نے فرمایا ہے کہ جوکوئی تمہیں محروم رکھے تم اسے عطیہ دواور جوشخص تمہارے ساتھ برائی کرے تم اس کے ساتھ بھلائی کرو ایسا صبر صدیقوں کا درجہ ہے تیسری قسم جس کا اول اورآخر اختیار سے علاقہ نہیں رکھتا وہ مصیبت ہے اور بلا پرصبر کرنے سے زیادہ کسی صبر میں ثواب اور فضلیت نہیں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں صبر تین طور پر ہے ایک تو عبادت میں صبر ہے اس کا ثواب تین سو درجے ہے دوسرا حرام چیز سے صبر اس کا ثواب چھ سو درجہ ہے' اسی سبب سے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا میں فرمایا کہ بارخدایا ہمیں اس قدر یقین نصیب کر کہ دنیا کی مصیبتیں ہم پرآسان ہو جائیں اور جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس بندے پر میں بیماری بھیجتا ہوں اگر وہ صبر کرتا ہے اورلوگوں سے میرا گلہ اورشکوہ نہیں کرتا تو اگر میں اسے صحت دیتا ہوں تو پہلے سے بہتر گوشت پوست عنایت کرتا ہوں اوراگر دنیا سے لے جاتا ہوں تو اپنی

رحمت کے ساتھ لے جاتا ہوں حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا کہ بارخدایا جو شخص مصیبت میں خاص تیرے ہی واسطے صبر کرے اس کی کیا جزا ہے ارشاد ہوا کہ اس کی جزا یہ ہے کہ میں اسے ایمان کا خلعت پہناؤں گا اور ہرگز پھیر نہ لوں گا جناب سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ والہ اصحابہ اجمعین نے فرمایا ہے کہ صبر کے ساتھ خوشحالی اور فراغ بالی کا انتظار کرنا عبادت ہے اور فرمایا ہے کہ جس شخص پر مصیبت پڑے اور وہ کہے ﴿ انا للہ وانا الیہ راجعون اللھم اجرنی فی مصیبتی واعقبنی خیرا منھا (۹)﴾ حق تعالیٰ اس کی یہ دعا قبول فرماتا ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ اے جبرئیل تو جانتا ہے کہ میں جس کی آنکھوں کی بینائی لے لیتا ہوں اس کی جزا کیا ہے اس کی جزا یہ ہے کہ میں اپنا دیدار اسے کرامت فرماؤں گا ایک بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ نے ایک کاغذ پر لکھ رکھا تھا (۱۰)﴿ واصبر لحکم ربک فانک باعیننا ﴾ جب ان بزرگ کو کوئی رنج پہنچتا اس کاغذ کو جیب سے نکال کر پڑھ لیا کرتے فتح موصلی کی زوجہ رحمہا اللہ تعالیٰ گر پڑیں اور ناخون ٹوٹ گیا ہنسنے لگیں پوچھا کہ بی بی کیا تیرا ناخن درد نہیں کرتا بولیں ثواب کی خوشی میں مجھے درد کی کچھ خبر نہیں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ کی بزرگ داشت میں سے ایک یہ ہے کہ بیماری میں تو شکوے نہ کرے اور مصیبت کو پوشیدہ رکھے ایک راوی کہتا ہے کہ سالم مولائے ابوحذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو میں نے دیکھا کہ راہ میں زخمی پڑا ہے میں نے پوچھا تجھے پانی چاہیے کہا میری ٹانگ پکڑ کر کھینچ اور مجھے دشمن کے قریب تر کردے اور پانی میرے سر میں بھر دے کہ میں روزدار ہوں اگر رات تک جیوں گا تو پیوں گا۔

اے عزیز! جان تو کہ لوگ روتے اور اندوہگین جو ہوتے ہیں اس کے سبب سے صبر کی فضیلت نہیں جاتی بلکہ چیخیں مارنے کپڑے پھاڑنے بہت شکایت کرنے سے

البتہ صبر کا ثواب جاتا رہتا ہے اس واسطے کہ جناب رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصحابہ اجمعین کے فرزند ارجمند حضرت ابراہیم نے جب انتقال فرمایا تو آپ رونے لگے صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ نے رونے کو منع فرمایا ہے ارشاد کیا نہیں یہ رونا رحمت ہے جو رحیم ہوتا ہے اسی پر حق تعالیٰ رحمت فرماتا ہے بزرگوں نے کہا ہے کہ صبر جمیل یہ ہے کہ جس پر مصیبت پڑے لوگ اوروں سے اسے تمیز نہ کریں پس کپڑے پھاڑنا منہ پیٹنا چیخیں مارنا سب حرام ہے بلکہ اپنی حالت بدل دینا چادر سے منہ لپیٹ لینا پگڑی چھوٹی کر دینا یہ کچھ نہ چاہیے بلکہ تجھے یہ جاننا چاہیے کہ حق تعالیٰ نے بے تیرے ایک بندہ پیدا کیا تھا اور بے تیرے لے لیا جیسا کہ رمیصا ام سلیم حضرت ابوطلحہ رضی کی بی بی نے کہا ہے کہ میرا شوہر کہیں گیا تھا قضائے الٰہی سے میرا بیٹا مر گیا میں نے اس پر ایک کپڑا اوڑھا دیا جب وہ آیا تو پوچھنے لگا کہ بیمار لڑکا کیسا ہے میں نے کہا کہ اور راتوں کی بہ نسبت آج کی رات بہت اچھا ہے پھر میں کھانا لائی میرے خاوند نے کھانا کھایا اور میں نے اور راتوں سے زیادہ بناؤ سنگار کیا حتیٰ کہ میرے شوہر نے مجھ سے اپنی حاجت روائی کی پھر میں بولی کہ فلانے پڑوسی کو میں نے ایک چیز رعایت دی تھی جب واپس مانگی تو اس نے بڑی آہ فریاد مچائی میرے شوہر نے کہا کہ بڑے تعجب کی بات ہے معلوم ہوا کہ وہ پڑوسی بڑا احمق آدمی ہے تب میں نے کہا کہ وہ تیرا چھوٹا سا بیٹا تیرے پاس حق تعالیٰ کا ایک ہدیہ اور عاریت تھا اب حق تعالیٰ نے اپنی وہ عاریت پھیر لی اس نے کہا ﴿ انا للہ وانا الیہ راجعون ﴾ صبح کو جناب سرور کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ سے عرض کیا کہ رات کو ماجرا گذرا فرمایا کہ حق تعالیٰ کل کی رات تمہیں مبارک کرے کیا اچھی رات تھی پھر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں بہشت میں گیا تو وہاں رمیصا ابوطلحہ کی بی بی کو دیکھا۔

اے عزیز یہ سب جو بیان ہوا اس سے تو نے یہ تو جان لیا کہ بندہ کسی وقت میں

صبر سے بے نیاز نہیں بلکہ آدمی اگر سب خواہشوں سے چھٹکارا پا جائے اور عزلت اختیار کرے تو بھی لاکھ وسوسے اور طرح طرح کے خیالات اس کے دل میں پیدا ہوں گے اور اسے یاد الٰہی سے باز رکھیں گے وہ خیال اگرچہ مباح چیزوں کے ہوں مگر چونکہ اس کے وقت اور اس کی عمر کو جو اس کی پونجی ہے ضائع کیا تو بڑا ہی نقصان ہوا اس سے بچنے کی یہ تدبیر ہے کہ آدمی خود کو اوراد میں مشغول رکھے اور نماز میں ایسا ہو تو اس کے واسطے کوشش بلیغ کرنا چاہیے ان وسوسوں اور خیالات سے آدمی جب ہی چھوٹے گا کہ کسی ایسے کام میں مشغول ہو جو اس کے دل کو چھین کر اپنی طرف لگائے حدیث شریف میں ہے کہ بے فکرے جوان کو حق تعالیٰ دشمن جانتا ہے یہ اس واسطے فرمایا ہے کہ جوان ظاہر میں فراغت سے بیٹھتا ہے وسوسے سے فارغ نہیں ہوتا شیطان اس کے قریب رہتا ہے اس کے دل میں وسواس اپنا گھر کر لیتے ہیں اگر یاد خدا سے اسے دفع نہ کر سکے تو کسی پیشے یا خدمت میں مشغول ہوتا کہ وہ اسے وسواس سے چھڑا لے ایسے آدمی کو خلوت میں بیٹھ رہنا نہ چاہیے بلکہ جو شخص دل کے کام سے عاجز ہو اسے اپنا بدن کام میں لگائے رہنا چاہیے۔

صبر کرنے کے علاج کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ صبر کا باب ایک ہی نہیں ہے بہت سے ہیں ہر ایک سے صبر کرنے میں ایک نئی دقت اور دشواری ہوتی ہے اور ہر ایک کا علاج بھی جدا جدا ہے ہر چند کہ معجون علم و عمل سب کا علاج ہے اور جو کچھ ربع مہلکات میں ہے بیان کیا ہے وہ سب صبر سے حاصل کرنے کی دوا ہے لیکن یہاں تمثیلاً ایک نسخہ ہم بیان کرتے ہیں کہ وہ نمونہ رہے اوروں کو اسی پر قیاس کر کے آدمی دریافت کر لیا کرے۔

اے عزیز! جان تو کہ ہم کہہ چکے ہیں کہ باعث شہوت کے مقابلے میں باعث دین کے ثابت قدم رہنے کو صبر کہتے ہیں اور یہ ان دونوں باعثوں میں لڑائی ہے جو شخص دو کو لڑا کر چاہتا ہے کہ ان میں سے ایک غالب آ جائے تو اس کی تدبیر یہ ہوتی

ہے کہ جس کا غلبہ چاہتا ہے اسے قوت اور مدد دیتا اور دوسرے کو ضعیف کرتا ہے اور اس کی مدد چھین لیتا ہے اب اگر کسی کو جماع کی شہوت اس قدر غالب ہوگئی کہ وہ فرج کا نہیں بچا سکتا اگر ہو سکے تو آنکھ کو نظر سے دل کو خیال سے باز رکھے اور باز نہیں رکھ سکتا اور صبر نہیں کر سکتا ہے تو یہ تدبیر ہے کہ پہلے باعث شہوت کو ضعیف کرے ضعیف کرنا تین طرح سے ہوتا ہے ایک تو یہ ہے کہ اگر یہ معلوم ہو کہ اچھے کھانے سے شہوت زور کرتی ہے تو اس کی مدد چھین لے اور روزے رکھے رات کو تھوڑی سی روکھی روٹی کھا لیا کرے گوشت اور مقوی کھانا ہرگز نہ کھائے دوسرے یہ کہ جن سببوں سے شہوت کی آگ بھڑکتی ہے ان کا سد باب کرے اگر اچھی صورت دیکھنے سے یہ آگ بھڑکتی ہے تو آدمی کو چاہیے کہ عزلت اختیار کرے اور آنکھ کو نگاہ رکھے اور جہاں رنڈیاں لونڈے آتے ہیں وہاں نہ ٹھہرے تیسرے یہ کہ فعل مباح سے تسکین دے تا کہ اس کے سبب سے شہوت حرام سے رہائی پائے یہ سکون شہوت نکاح کرنے سے حاصل ہوتا ہے اکثر لوگ بے نکاح کیے ہوئے شہوت حرام سے نہیں چھوٹتے نفس کی مثال سرکش چار پائے کی سی ہے وہ اسی طرح پر دھیرا کیا جاتا ہے کہ یا تو اس کا دانہ چارہ موقوف کرتے ہیں کہ وہ رام ہو جائے یا یہ کہ دانہ چارا اس کے سامنے سے دور کرتے ہیں تا کہ وہ دیکھے ہی نہیں یا جس قدر دانے چارے سے اس کی تسکین ہو اس قدر دیتے ہیں شہوت کے بھی یہی تین علاج ہیں یہ تو باعث شہوت کا ضعیف کرنا ہے اور باعث دین کا قوی کرنا دو طرح سے ہوتا ہے ایک یہ کہ اسے شہوت کے ساتھ کشتی لڑنے کے فائدے کا لالچ دے یا ان حدیثوں میں غور و تامل کرے جن میں شہوت سے صبر کرنے والوں کو ثواب مذکور ہے جب اس بات پر ایمان قوی ہو جائے گا کہ شہوت کا مزہ دم بھر کا ہے اور سلطنت ابد مدت صبر کرنے کا ثمرہ ہے تو باعث دین بھی اسی ایمان کی قوت کے قدر قوی ہو جائے گا دوسرے یہ کہ باعث دین کو مخالفت شہوات کا بتدریج عادی کر دے حتیٰ کہ وہ دلیر ہو جائے اس واسطے کہ

جب کوئی شخص چاہے کہ میں قوی ہو جاؤں تو اسے چاہیے کہ قوت آزمائی کرے اور تھوڑی تھوڑی زور آوری کا کام کرنا شروع کرے اور ذرا ذرا ہاتھ بڑھاتا جائے اور جو شخص کسی مرد قوی کے ساتھ کشتی لڑنے کا قصد رکھتا ہو اسے چاہیے کہ پہلے ان لوگوں سے کشتی لڑے جو بہت کمزور ہوں اور زور آزمائی کرے کہ اس تدبیر سے قوت زیادہ ہوتی ہے اس وجہ سے جو لوگ سخت کام کرتے ہیں ان کو قوت بڑی ہوتی ہے تو سب کاموں میں صبر حاصل کرنے کی یہی تدبیر ہے۔

شکر کی فضیلت اور حقیقت کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ شکر ایک بزرگ مقام ہے اور اس کا مرتبہ بلند ہے ہر ایک اس درجہ کو نہیں پہنچ سکتا اس واسطے حق سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ وقلیل من عبادی الشکور ﴾ (۱۱) اور ابلیس نے آدمی پر طعن کر کے کہا ﴿ لاتجد اکثرھم شاکرین ﴾ (۱۲) یعنی ان میں سے اکثر شاکر نہیں ہیں۔

اے عزیز! جان تو کہ ہم نے جن صفات کو منجیات کہا ہے ان کی دو قسمیں ہیں ایک قسم راہ دین کے مقدمات میں سے ہے فی نفسہ مقصود نہیں ہے اس واسطے کہ توبہ صبر خوف زہد فقر محاسبہ سب ایک بڑے کام کا وسیلہ ہیں جو ان کے علاوہ ہے دوسری قسم مقاصد اور نہایات ہیں یہ فی نفسہ مقصود ہیں دوسرے کام وسیلہ ہونے کے واسطے نہیں ہیں جیسے محبت شوق رضا توحید توکل شکر بھی ان ہی میں سے ہے اور جو چیز فی نفسہ مقصود ہوتی ہے وہی آخرت میں باقی رہے گی شکر بھی اسی میں داخل ہے جیسا کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ واخر دعوھم ان الحمدللہ رب العلمین ﴾ (۱۳) تو شکر کو آخر کتاب میں بیان کرنا واجب تھا لیکن چونکہ صبر کے ساتھ علاقہ رکھتا ہے اس واسطے یہاں بیان کیا گیا اور شکر کا درجہ بزرگ ہونے کی علامت یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اسے اپنے ذکر کے ساتھ ملا کر ذکر کیا اور فرمایا ﴿ فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولاتکفرون ﴾ (۱۴) رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا ہے کہ جو شخص کھانا کھائے اور شاکر رہے اس کا درجہ اس شخص کے درجہ کے برابر ہے جو روزہ رکھے اور صابر رہے اور فرمایا ہے کہ قیامت کے دن جب یہ ندا کی جائے گی کہ ﴿ لیقم الحامدون ﴾(۱۵) تو کوئی نہ اٹھے گا مگر وہ شخص جو ہر حال میں خدا کا شکر بجالایا ہو جب مال جمع کرنے کی ممانعت میں یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی ﴿ والذین یکنزون الذھب و الفضتہ الایتہ ﴾ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ پھر مال میں سے کیا جمع کریں فرمایا زبان ذاکر دل شاکر عورت مومنہ یعنی دنیا میں سے ان ہی تین چیزوں پر قناعت کر کہ خدا کے ذکر اور شکر کی فراغت حاصل کرنے میں نیک بیوی یا رومددگار اور بہترین ساتھی رہتی ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ شکر نصف ایمان ہے حضرت عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت سراپا عصمت میں میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا ام المومنین جناب رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والہ واصحابہ واہل بیتہ اجمعین کے عجائب حالات میں سے کچھ ارشاد کیجئے رو کر فرمایا کہ آپ کا وہ کون سا حال تھا جو عجیب نہ تھا پھر فرمانے لگیں کہ ایک رات آپ میرے ساتھ سونے کے واسطے میرے اوڑھنے بچھونے میں آ کر لیٹے حتیٰ کہ آپ کا جسم نورانی بحالت عریانی میرے بدن سے ملا تھا کہ آپ نے فرمایا اے عائشہ مجھے چھوڑ دے تا کہ میں جا کر اپنے خدا کی عبادت کروں میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگرچہ میں چاہتی ہوں کہ آپ کے پاس رہوں لیکن بسم اللہ آپ تشریف لے جائیں پس آپ نے اٹھ کر مشک سے پانی لیا اور وضو کیا اور تھوڑا سا پانی بہایا پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے نماز پڑھتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے یہاں تک کہ بلال آئے تا کہ آپ فجر کی نماز کے واسطے تشریف لے جائیں میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جب آپ کے تمام گناہ حق تعالیٰ بخش ہی چکا ہے تو پھر آپ کیوں روتے ہیں فرمایا کہ میں شکر گزار بندہ ہوں

میں کیونکر نہ روؤں کہ یہ آیت میرے اوپر نازل ہوئی ہے ﴿ ان فی خلق السموات والارض واختلاف الیل والنھار لایات لاولی الالباب الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم ﴾ یعنی عقل مند وہ لوگ ہیں جو کھڑے بیٹھے لیٹے خدا کی یاد میں مشغول رہتے ہیں اور زمین و آسمان کے عجائب ملکوت کو نظر فکر سے دیکھتے ہیں اور یہ درجہ پانے کی خوشی سے روتے ہیں خوف سے نہیں جیسا کہ لوگوں نے روایت کی ہے کہ ایک پیغمبر علیہ السلام ایک چھوٹے سے پتھر کی طرف گذرے اس میں سے بہت پانی بہہ رہا تھا انھیں تعجب آیا حق سبحانہ تعالیٰ نے اس پتھر کو گویا کیا وہ کہنے لگا کہ جب سے میں نے یہ خبر سنی ہے ﴿ وقودھا الناس والحجارۃ ﴾ یعنی آدمی اور پتھر دوزخ کا ایندھن ہوں گے تب سے میں اسی طرح رو رہا ہوں ان پیغمبر صاحب نے دعا کی اور عرض کیا کہ بارخدایا اس پتھر کو خوف سے بے خوف کردے ان کی دعا قبول ہوگئی پھر جو اس طرف گزرے تو پھر اسی طرح پانی بہتے دیکھا پوچھا کہ بھلا اب تو کیوں روتا ہے اس نے جواب دیا کہ وہ خوف کا رونا تھا یہ شکر کا رونا ہے یہی آدمی کے دل کی مثال ہے کیونکہ وہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہے آدمی کو چاہئے کہ روتا رہے کبھی تو رنج کے مارے کبھی خوشی کے سبب سے تاکہ اس کا دل نرم ہوجائے۔

شکر کی حقیقت کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ یہ تو کہہ ہی چکے ہیں کہ دین کے سب مدارج اور مقامات کی تین ہی اصلیں ہیں علم حال عمل علم اصل الاصول ہے اس سے حال پیدا ہوتا ہے اور حال سے عمل پیدا ہوتا ہے اسی طرح نعمت کو منعم حقیقی کی طرف سے پہچاننا شکر کا علم ہے اور اس نعمت کے سبب سے دل کی خوشی حال ہے اور اس نعمت سے منعم حقیقی کو جو کام مقصود ہے نعمت کو اس کام میں لانا عمل ہے یہ عمل دل سے بھی تعلق رکھتا ہے زبان سے بھی بدن سے بھی جب تک یہ سب نہ معلوم ہوگا تب تک شکر کی حقیقت بھی نہ

معلوم ہوگی علم یہ ہے کہ تو یہ پہچان لے کہ جو نعمت تجھے ملی ہے وہ حق تعالیٰ ہی نے دی ہے اس نعمت کے دینے میں خدا کا کوئی شریک نہیں جب تک تو کسی درمیانی سبب کو دیکھتا ہے اور اسی کی طرف ٹکٹکی باندھے ہے اور جانتا ہے کہ نعمت دینے میں اسے بھی کچھ دخل ہے تب تک یہ معرفت اور شکر ناقص اور اور ناتمام ہے اگر بادشاہ تجھے خلعت دے اور تو جانے کہ یہ وزیر کی عنایت سے ملا ہے تو تیرا شکر نرا بادشاہی کے واسطے نہ ہوگا بلکہ کچھ وزیر کے واسطے ہوگا اور تیری خوشی بالکل بادشاہی سے نہ ہوگی لیکن اگر تو یہ جانے گا کہ حکم سلطانی سے تجھے خلعت ملا اور حکم قلم اور کاغذ کے ذریعے سے ہوا تو یہ جاننا شکر میں کچھ نقصان نہیں لاتا اس واسطے کہ تو یہ جانتا ہے کہ قلم اور کاغذ مسخر ہیں خلعت دینے میں انھیں کچھ بھی دخل نہیں بلکہ اگر تو جانے گا کہ خزانچی نے تجھے خلعت پہنچایا ہے تو بھی شکر میں کچھ نقصان نہ ہوگا کیونکہ خزانچی کو کچھ اختیار نہیں ہوتا وہ مسخر ہوتا ہے بادشاہ جب اسے حکم دیتا ہے تو وہ خلاف نہیں کرسکتا اگر حکم نہیں دیتا ہے تو وہ کچھ دے بھی نہیں سکتا خزانچی بھی قلم کے مانند ہے علیٰ ہذا القیاس اگر روئے زمین کی نعمت کو تو مینھ کے سبب سے دیکھے اور مینھ کو بدلی کے باعث سے جانے اور کشتی میں نجات بادموافق کے سبب سے سمجھے تو ٹھیک اور درست شکر تجھ سے نہ ادا ہوگا لیکن اگر تو یہ سمجھے گا کہ ابر مینھ ہوا آفتاب ماہتاب ستارے اور جو کچھ ہے سب خداوند کریم کے قبضہ قدرت میں اسی طرح مسخر ہیں جیسے لکھنے والے کے ہاتھ میں قلم کیونکہ قلم خود کچھ نہیں کرسکتا تو یہ سمجھنا شکر میں کچھ نقصان نہیں لاتا اگر تجھے کوئی نعمت آدمی کے ہاتھوں پہنچے اور تو اسی آدمی کو خداوند کی نعمت جانے تو یہ حماقت ہے اور شکر کے مرتبے سے حجاب اور بعد کی علامت ہے بلکہ تجھے یہ جاننا چاہیے کہ اس آدمی نے اس سبب سے تجھے نعمت دی کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اس پر ایک سزاول بھیجا اس سزاول نے زبردستی اس سے وہ نعمت تجھے دلوائی اس نے ہر چند چاہا کہ اس سزاول کے خلاف کرے مگر نہ کرسکا اور اگر اس کے خلاف کرسکتا تو ایک حبہ تجھے نہ

زبان سے نکلتے ہیں بلکہ وہ معرفتیں ہیں جس نے یہ کلمات عبارت ہیں علم شکر کے یہی معنی ہیں اور حال شکر وہ فرحت ہے جو اس معرفت سے دل میں پیدا ہوا اس واسطے کہ جو شخص کسی سے نعمت پاتا ہے اس سے خوش ہوتا ہے یہ خوشی تین وجہ سے ہو سکتی ہے ایک یہ کہ نعمت پانے والا اس وجہ سے خوش ہو کہ اسے اس نعمت کو حاجت تھی اور نعمت پانے سے اسے اعانت ملی یہ شکر نہیں ہے کیونکہ اگر کوئی بادشاہ سفر کو جانے لگے اور اپنے نوکر کو گھوڑا عنایت کرے اگر یہ نوکر اس وجہ سے خوش ہو کہ اسے گھوڑے کی حاجت تھی اور گھوڑا پایا تو یہ خوشی بادشاہ کا شکر نہ ہوگی اس واسطے کہ اگر یہ گھوڑا صحرا میں پاتا جب بھی یہی خوشی حاصل ہوتی دوسرے کہ وہ اس وجہ سے خوش ہو کر بادشاہ نے یہ گھوڑا دے کر مجھ پر عنایت فرمائی یہ سمجھ کر اور نعمتوں کا امیدوار رہے اگر یہ گھوڑا صحرا میں پاتا تو یہ خوشی نہ ہوتی اس واسطے کہ یہ خوشی منعم کے سبب سے منعم کے واسطے نہیں بلکہ امید انعام کے لیے یہ منجملہ شکر تو ہے مگر ناقص ہے تیسرے یہ کہ وہ اس وجہ سے خوش ہو کہ گھوڑے پر سوار ہو کر بادشاہ کے حضور میں جا سکے گا تا کہ اس کی زیارت کرے اس کے سوا اور کچھ نہیں چاہتا تو یہ خوشی بادشاہ کے واسطے ہے اور یہ پورا شکر ہے اسی طرح جس شخص کو حق تعالیٰ نے کوئی نعمت عنایت فرمائی اور وہ اس نعمت ہی کے سبب سے خوش ہوا منعم کے سبب سے نہیں تو یہ شکر نہ ہوگا اور اگر منعم کے سبب سے تو خوش ہوا مگر اس واسطے کہ یہ نعمت دینا اس کی رضامندی اور عنایت کی دلیل ہے تو یہ شکر ہوگا مگر ناقص اور اگر اس سبب سے خوش ہو کہ یہ نعمت فراغت دین کا سبب ہوگی حتیٰ کہ وہ علم اور عبادت میں مشغول ہوگا اور منعم حقیقی کا قرب ڈھونڈے گا تو یہ کمال شکر ہے اس کی علامت یہ ہے کہ دنیا کی جو چیز اسے ان عبادتوں سے باز رکھے اس کے سبب سے اندوہگین رہے اسے نعمت ہی نہ جانے بلکہ اس چیز کے چھن جانے کو نعمت سمجھ کر اس پر شکر کرے پس جو چیز راہ دین میں اس کی یار و مددگار نہ ہو اس کے سبب سے خوش نہ ہو اسی واسطے حضرت شبلی قدس سرہ نے کہا کہ شکر کے یہ معنی ہیں کہ تو

نعمت کو دیکھے ہی نہ فقط منعم ہی کو دیکھے جس شخص کو محسوسات کے سوا اور کسی چیز میں مزہ ہی نہ ہو جیسے آنکھ فرج پیٹ ہی کی شہوت میں مزہ ہو اس سے یہ شکر ادا ہونا ممکن نہیں پس دوسرے درجے سے تو کم نہ رہے اس واسطے کہ پہلا درجہ تو شکر ہی نہیں ہے اور عمل شکر دل زبان بدن سے ہوتا ہے دل سے یوں ہوتا ہے کہ سبھوں کا بھلا چاہے کسی کی نعمت دیکھ کر حسد نہ کرے زبان سے یوں ہوتا ہے کہ بہر حال شکر کرے اور الحمدللہ کہے اور منعم کے سبب سے خوشی ظاہر کرے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص سے پوچھا کہ تیرا کیا حال ہے عرض کی بخیریت ہوں الحمدللہ فرمایا میں یہی بات ڈھونڈھتا تھا اگلے بزرگ جو ایک دوسرے سے احوال پرسی کرتے تھے ان کا مطلب یہی ہوتا تھا کہ جواب شکر کے ساتھ ہوتا کہ کہنے والا اور سننے والا دونوں ثواب میں شریک ہوں جو شخص شکایت کرے گا گناہ گار ہوگا گو کہ مصیبت اور بلا میں مبتلا ہو اس سے زیادہ اور کیا بری بات ہوگی کہ بندہ ناچیز خداوند عالم کا شکوہ دوسرے بندہ عاجز سے کرے جسے ذرا بھی اختیار نہیں بلکہ مصیبت اور بلا پر آدمی کو شکر کرنا چاہیے اس واسطے کہ شاید وہ اس کی سعادت کا سبب ہو اگر شکر نہ کر سکے تو صبر ہی کرے اور بدن سے یوں عمل ہوتا ہے کہ سب اعضا حق تعالیٰ کی طرف سے نعمت ہیں انھیں اس کام میں مصروف رکھ جس کے واسطے حق تعالیٰ نے انھیں پیدا کیا سب اعضا کو خداوند کریم نے آخرت کے واسطے پیدا کیا اور تجھ سے اس امر کو پسند کرتا ہے کہ تو آخرت کے کاموں میں مشغول رہ جب تو نے اس نعمت کو اس کے محبوب اور پسندیدہ کام میں صرف کیا تو باوصف اس کے کہ اسے اس کام میں کچھ حظ اور حصہ نہیں ہے کیونکہ وہ اس سے منزہ اور پاک ہے مگر تو نے اس کا شکر ادا کیا اس کی مثال یہ ہے کہ مثلاً کسی بادشاہ کو اپنے کسی غلام کے حال پر نظر عنایت ہو اور وہ غلام بادشاہ سے دور ہو بادشاہ اس کے واسطے گھوڑا اور زاد راہ بھیجے تا کہ وہ بادشاہ کی حضوری میں حاضر ہو اور مقرب ہو کر عزت و حشمت حاصل کرے اور بلند مرتبہ پائے بادشاہ کو اس غلام

سے پھیر دیں اور جس کام کے واسطے حق تعالیٰ نے اس نعمت کو پیدا کیا ہے اس کام میں اسے نہ صرف کریں۔

اے عزیز! جان تو کہ خدا کی نعمت کو خدا کے محبوب و مرغوب کام میں صرف کرنا شکر ہے اور جو کام خدا کو مکروہ معلوم ہوتا ہے اس میں صرف کرنا کفران ہے اور مرغوب کام کو مکروہ کام سے شرع کے سوا اور کسی چیز سے آدمی مفصل نہیں پہچان سکتا تو یہ امر ضرور ہے کہ خدا نعمت کو اس کی عبادت ہی میں صرف کرے جیسا کہ حکم ہے مگر جو لوگ اہل بصیرت ہیں ان کے واسطے ایک راہ ہے اس راہ سے بطریق نظر و استدلال اور بر سبیل الہام کاموں کی حکمت کو پہچانتے ہیں اس واسطے کہ ممکن ہے کہ کوئی شخص یہ جان لے کہ ابر پیدا کرنے میں یہ حکمت ہے کہ مینھ برسے اور مینھ برسنے میں یہ حکمت ہے کہ گھاس اگے اور گھاس اگنے میں یہ حکمت ہے کہ جانوروں کی غذا ہو اور آفتاب کے پیدا کرنے میں یہ حکمت ہے کہ دن رات ظاہر ہوں تا کہ رات سکون اور آرام کے واسطے رہے اور دن معیشت اور دنیا کے کام کے لیے رہے یہ باتیں یا اور جو ایسی باتیں ہیں ان کی حکمت تو ظاہر ہے کہ ہر ایک جانتا ہے مگر آفتاب میں اس کے سوا اور بھی بہت سی حکمتیں ہیں کہ انھیں ہر ایک نہیں پہچانتا اور آسمان پر بہت سے ستارے ہیں کہ ہر ایک نہیں جانتا کہ ان کے پیدا کرنے میں کیا حکمت الٰہی ہے جیسا کہ ہر ایک یہ تو جانتا ہے کہ ہمارے اعضاء میں سے ہاتھ پکڑنے کے واسطے ہے پاؤں چلنے کے لئے آنکھ دیکھنے کے واسطے اور ممکن ہے کہ یہ نہ جانے کہ جگر اور تلی کس واسطے ہے اور آنکھ میں دس پردے کیوں پیدا کیے ہیں پس ان حکمتوں میں سے بعضی باریک ہوتی ہیں بعضی باریک تر کہ خاص لوگوں کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور اس کی تفصیل دراز ہے مگر اس قدر جاننا ضرور ہے کہ آدمی کو آخرت ہی کے واسطے پیدا کیا ہے دنیا کے لئے نہیں اور آدمی کا حصہ دنیا اور اس واسطے پیدا کیا ہے تا کہ راہ آخرت میں اس کا توشہ ہو اور یہ گمان کرنا چاہیے کہ ہر چیز آدمی کے واسطے پیدا کی ہے تا کہ

جس چیز میں اپنا فائدہ نہ دیکھے کہہ بیٹھے خدا نے یہ چیز کیوں پیدا کی ہے مثلاً یوں کہہ بیٹھے کہ خدا نے مکھی اور چیونٹی کیوں پیدا کی اور سانپ کیوں پیدا کیا جاننا چاہیے کہ چیونٹی بھی تعجب کرتی ہے کہ حق تعالیٰ نے آدمی کو کیوں پیدا کیا ہے کہ بے سبب اسے پاؤں کے تلے دبا کر مار ڈالتا ہے جیسا آدمی کو تعجب ہے ویسا اسے بھی تعجب ہے' بلکہ حق سبحانہ تعالیٰ کے فیض اتم کو یہ لازم ہے کہ جس چیز کا پیدا ہونا ممکن ہے سب اجناس انواع حیوانات نباتات معدنیات وغیرہ میں سے وہ بہت اچھی صورت سے پیدا ہو پھر جسے جس قدر اپنی ضرورت کے موافق درجات وزنیت اور آرائش چاہیے ہو وہ پیدا کی جائے اس واسطے کہ اس کی سرکار ابد قرار مبدا فیوض ہے وہاں منع اور بخل کو گنجائش نہیں اور جو مال اور زینت و جمال پیدا نہیں ہوتا وہ اس وجہ سے نہیں ہوتا کہ محل اس کے قابل نہیں اس کے ضد اور خلاف کے ساتھ مشغول ہے اور شاید کہ وہ ضد کسی اور کام کے واسطے مقصود ہو کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ آگ پانی کی سردی اور لطافت کو قبول کرے کیونکہ گرم چیز سردی کو نہیں قبول کرتی اس لئے کہ سردی گرم چیز کی ضد ہے اور گرم چیز کی گرمی بھی مقصود ہے کہ اس سے اس کا زائل کر دینا بھی نقصان ہے حقیقت میں جس رطوبت سے خدا نے مکھی کو پیدا کیا ہے اس وجہ سے پیدا کیا کہ مکھی اس رطوبت سے کامل تر ہے جو رطوبت اس کمال کے قابل تھی اسے کمال سے باز نہیں رکھا کہ باز رکھنا منجملہ بخل ہوتا مکھی رطوبت سے بایں وجہ کامل تر ہے کہ اس میں حیات وقدرت اور حس حرکت اور اشکال عجیب اور اعضا غریب ہیں کہ اس رطوبت میں یہ کچھ نہ تھا اس رطوبت سے آدمی کو اس واسطے نہیں بنایا کہ اس رطوبت میں آدمی کو خلقت کی گنجائش اور قابلیت نہ تھی اس واسطے کہ اس رطوبت میں ایسی صفتیں تھیں جو ان صفات کی ضد ہیں جو خلقت آدمی کے واسطے ضرور ہیں اور مکھی کو جس جس چیز کی حاجت تھی ان چیزوں سے اسے باز نہیں رکھا وہ چیزیں یہ ہیں پر بال ہاتھ پاؤں آنکھ منہ سر پیٹ وہ جگہ جہاں غذا جائے وہ ٹھکانا جہاں غذا ٹھہر کر ہضم ہو وہ مقام

جہاں سے غذا باہر نکلے اور جو کچھ تنگی لطافت سب کی اس کے بدن کو چاہیے تھی وہ سب اسے عنایت فرمائی چونکہ اسے دیدار کی حاجت تھی اور اس کا سر چھوٹا سا تھا پلک دار آنکھ کی گنجائش نہ تھی تو بے پلک کے دو نگینے پیدا کیے تا کہ اس میں صورتیں دکھائی دیں اور چونکہ پلک اس واسطے ہوتی ہے کہ جو گرد آنکھ پر پڑے اسے صاف کرے اور مصقلہ آئینہ کے مانند رہے اور مکھی کے پلک نہ تھی تو اسکے عوض میں دو ہاتھ زیادہ پیدا کر دیے تا کہ ہر وقت ان دونوں ہاتھوں سے ان دونوں نگینوں کو صاف اور پاک کرتی رہتی ہے پھر دونوں ہاتھ مل ڈالتی ہے تا کہ ہاتھ سے گرد جھڑ جائے۔ اے عزیز اس کے بیان کرنے سے یہ مقصود ہے تا کہ تجھے معلوم ہو جائے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کی عنایت اور مہربانی عام ہے آدمی ہی کے ساتھ مخصوص نہیں اس واسطے کہ ہر کیڑے بھنگے کو بھی جو کچھ چاہیے تھا سب تمام و کمال عنایت فرمایا ہے حتیٰ کہ بھنگے کی بھی وہی صورت کی جو ہاتھی کی ہے یہ کیڑے مکوڑے آدمی کے واسطے نہیں پیدا کیے ہیں ہر ایک کو اسی کے واسطے پیدا کیا ہے جس طرح تجھے تیرے ہی واسطے پیدا کیا ہے اس واسطے کہ تو اپنی خلقت کے قبل کوئی وسیلہ اور قربت نہیں رکھتا تھا کہ اس کے سبب سے پیدا ہونے کا مستحق تھا کہ اور چیزیں وہ وسیلہ نہیں رکھتی تھیں بخشش الٰہی اور اس کے فیض نامتناہی کا دریا یہی ہے اس میں سبھی چیزیں ہیں ان میں ایک تو ہے ایک چیونٹی ہے ایک مکھی ہے ایک ہاتھی ہے ایک مرغ ہے اور علی ہذا القیاس ان میں سے جو ناقص ہے اسے کامل پر فدا کر دیا ہے جو کچھ روئے زمین پر ہے ان سب میں آدمی کامل تر ہے تو خواہ نخواہ اکثر چیزیں اس پر فدا ہیں لیکن زمین کے نیچے اور قعر دریا میں ایسی بہت چیزیں ہیں جن میں آدمی کا کچھ حصہ نہیں مگر ان کے ساتھ بھی خلقت ظاہری اور باطنی میں وہی عنایت اور مہربانی فرمائی ہے شاید ان کے ظاہر و باطن میں اتنے نقش و نگار بنائے ہوں کہ آدمی ان سے عاجز آ جائیں یہ جاننا ان علوم کے دریاؤں سے علاقہ رکھتا ہے جن میں اکثر علما بھی عاجز رہتے ہیں اس کی تفصیل بیان

کرنے میں طوالت ہے مقصود یہ ہے کہ تجھے خود کو ایسا برگزیدگان جناب الٰہی سے شمار کرنا نہ چاہیے کہ سب کو تو اپنے واسطے ٹھہرالے اور جس چیز میں تجھے فائدہ نہیں ہے اسے کہنے لگے کہ اسے کیوں پیدا کیا اس میں تو کچھ بھی حکمت نہیں ہے جب تو نے جان لیا کہ چیونٹی کو تیرے واسطے نہیں پیدا کیا ہے تو یہ بھی جان لے کہ آفتاب ماہتاب ستارے آسمان فرشتے ان سب کو بھی تیرے واسطے نہیں پیدا کیا ہے اگرچہ تجھے ان میں سے بعض کے سبب سے نفع ہے جس طرح مکھی کو تیرے واسطے نہیں پیدا کیا اگرچہ اس سے تیرا فائدہ ہے کیونکہ اسے اس واسطہ مقرر کیا ہے کہ جس چیز میں بدبو ہو اور جو چیز سڑنے والی ہو اسے کھالے تاکہ بدبو کم ہو جائے اور قصائی کو مکھیوں کے واسطے نہیں پیدا کیا ہے اگرچہ قصائی سے مکھیوں کا فائدہ ہے تیرا یہ گمان ہے کہ آفتاب روز میرے ہی واسطے نکلتا ہے یہ ایسا ہے جیسے مکھی کا یہ گمان کہ قصائی روز میرے واسطے دکان لگاتا ہے کہ وہ اس کی دکان میں خون اور نجاست خوب چھک کر کھاتی ہے جس طرح قصائی اور ہی کام کی طرف متوجہ رہتا ہے مکھی کے کام کا خیال بھی نہیں آتا اگرچہ قصائی کے کام کے فضلات مکھی کی غذا اور حیات ہیں اسی طرح آفتاب بھی اپنے طواف اور اپنی گردش میں جناب الٰہی کی فرمانبرداری کی طرف متوجہ ہے تجھے یاد بھی نہیں کرتا اگرچہ اس کے نور کے فضلات سے تیری آنکھ روشن ہو جاتی ہے اور اس کی گرمی کے فضلات سے زمین کا مزاج معتدل ہو جاتا ہے حتیٰ کہ روئیدگی جو تیری غذا ہے وہ اگتی ہے تو جو چیز تجھ سے علاقہ ہی نہیں رکھتی شکر کے معنی بیان کرنے میں اس کی خلقت بیان کرنا ہمارے کچھ کام نہ آئے گا اور جو چیزیں تجھ سے علاقہ رکھتی ہیں وہ بھی بہت ہیں ہم وہ سب نہیں بیان کر سکتے چند مثالیں بیان کرتے ہیں ایک یہ کہ تیری آنکھ دو کاموں کے واسطے پیدا کی ہے ایک تو یہ کہ تو اس جہان میں اپنی حاجتوں کی راہ جانے دوسرے یہ کہ تو حق تعالیٰ کی عجیب صنعتوں کا نظارہ کرے اور ان کے سبب سے اس کی عظمت پہچانے جب تو کسی نامحرم کو دیکھے گا تو آنکھ کی

نعمت کا کفران کیا بلکہ آنکھ کی نعمت آفتاب کے بغیر ناتمام ہے کیونکہ بے نور آفتاب کے تو نہیں دیکھتا اور زمین و آسمان بغیر آفتاب ممکن نہیں کیونکہ رات دن آفتاب کے سبب سے ظاہر ہوتے ہیں تو نامحرم کو دیکھنے سے آنکھ اور آفتاب کی نعمت کیا بلکہ آسمان زمین کی نعمت کا کفران ہے اسی سبب سے حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص گناہ کرتا ہے زمین و آسمان اس پر لعنت کرتے ہیں اور تجھے حق تعالیٰ نے ہاتھ اس واسطے عنایت کیے ہیں تاکہ تو ان کے ذریعے سے اپنا کام راست و درست کر کے کھانا کھائے طہارت وغیرہ بجالائے جب ہاتھوں سے تو گناہ کرے گا تو کفران نعمت کیا بلکہ مثلاً اگر داہنے ہاتھ سے استنجا کرے گا اور بائیں ہاتھ سے قرآن شریف لے گا تو بھی کفران نعمت کیا اس واسطے کہ حق تعالیٰ کے محبوب و مرغوب کام سے تو باہر ہو گیا اس لیے کہ حق تعالیٰ کو عدل پسند ہے اور عدل یہ ہے کہ شریف شریف کے واسطے ہو اور حقیر حقیر کے واسطے اور دونوں میں سے اکثر آدمیوں کا ایک ہاتھ زور آور پیدا کیا ہے وہی شریف ہے اور تیرے کام دو قسم پر ہیں بعضے حقیر ہیں بعضے شریف جو کام شریف ہے اسے داہنے ہاتھ سے کرنا چاہیے جو کام حقیر ہے اسے بائیں ہاتھ سے کرنا چاہیے تاکہ عدل عمل میں آئے ورنہ بہائم کی طرح حکمت اور دل کو تو اٹھا دے گا اور اگر قبلہ کی طرف منھ کر کے تھوکے گا تو قبلہ اور چاروں طرف کی نعمت کا کفران کرے گا کہ چاروں سمت برابر نہیں ہیں حق سبحانہ تعالیٰ نے تیری ہی صلاح کے واسطے ایک سمت کو بزرگ کیا ہے تاکہ عبادت میں تو اس طرف منھ کرے اور وہ تیری تسلی اور چین کا باعث ہو اس طرف جو گھر بنایا اسے اپنی طرف منسوب کیا اور تیرے واسطے حقیر کام بھی ہیں جیسے پاخانہ جانا تھوکنا اور شریف کام بھی ہیں جیسے وضو کرنا نماز پڑھنا اگر سب کاموں کو برابر جان کر کرے گا تو بہائم کے مانند زندگی ہو گی اور نعمت عقل جو عدل و حکمت ظاہر ہونے کی جگہ ہے اس کا حق اور نعمت قبلہ کا حق باطل کیا ہو گا اور اگر مثلاً کسی درخت کی شاخ یا کلی بے حاجت کے توڑے گا تو ہاتھ

اور درخت کی نعمت باطل کی ہوگی اس واسطے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اس شاخ کو تو پیدا کیا اور اس میں رگیں اور ریشے بنائے اور تا کہ وہ شاخ اپنی غذا لے اور اس میں غذا کھانے کی قوت اور اور قوتیں بھی کسی کام کو پیدا کی ہیں کہ جب وہ شاخ مال کو پہنچتی ہے تو اس کام کی ہوتی ہے جب تو نے اس کی راہزنی کی تو ناشکر گزاری کی مگر جب تجھے اپنا مال حاصل کرنے کو اس کی حاجت ہو تو اس کا مال تیرے مال پر صدقے ہے اس واسطے کہ ناقص کا کامل پر تصدق ہو جانا بھی عدل ہے اور اگر دوسرے کی ملک میں سے توڑ لے گا تو گو کہ تجھے حاجت بھی ہو مگر تو نے کفران نعمت کیا کیونکہ مالک کی حاجت تیری حاجت سے بہت مقدم اور اولیٰ ہے ہر چند کہ حقیقت میں کوئی چیز بندہ کی ملک نہیں ہے مگر دنیا کی مثل ایسی ہے جیسے دستر خوان بچھا ہوا ہے اور دنیا کی نعمتیں ایسی ہیں جیسے دستر خوان پر کھانا چنا ہوا ہے اور خدا کے بندے گویا اس دستر خوان پر مہمان بیٹھے ہیں کہ ان میں سے کوئی کچھ ملک نہیں رکھتا لیکن چونکہ ہر ایک لقمہ سب کو کفایت نہیں کرتا تو ایک مہمان نے جو کچھ ہاتھ میں اٹھا لیا یا منہ میں رکھ لیا تو دوسرے مہمان کو نہیں پہنچتا کہ اس سے چھین لے بندے بس اتنی ہی چیز کے مالک ہیں اور جس طرح مہمانوں کو نہیں پہنچتا کہ کھانا اٹھا کر ایسی جگہ رکھ دیں جہاں کسی کا ہاتھ نہ پہنچے اسی طرح یہ امر بھی کسی کو لائق نہیں ہے کہ دنیا کا مال اپنی حاجت سے زیادہ رکھ چھوڑے اور خزانے میں داخل کرے اور محتاجوں کو نہ دے مگر ظاہری فتویٰ میں یہ حکم نہیں ہے اس واسطے کسی کی حاجت معلوم نہیں ہوتی اگر ہم یہ راز کھول دیں تو ہر ایک دوسرے کا مال چھین لے اور کہے کہ اسے اس کی حاجت نہیں ہے تو یہ حکم بضرورت ہم نے چھوڑ دیا ہے لیکن حکمت کے برخلاف ہے اس واسطے مال جمع کرنے کے بارے میں نہی آئی ہے خصوصاً غلہ جمع کرنے کے باب میں کہ وہ خلق کی غذا ہے اور جو شخص اس نیت سے جمع کرے کہ غلہ گراں ہو لے تو مہنگا بیچوں وہ خدا کی لعنت میں گرفتار ہوگا بلکہ جو اس کی سوداگری کر کے غلہ کو غلہ کے بدلے سود کے طور پر

بیچے جیسے ڈیڑھی وغیرہ لینے کی رسم ہے وہ ملعون ہے اس واسطے کہ غلہ خلق کی غذا ہے جب اس کی تجارت کرے تو وہ قید میں پڑ جائے گا محتاجوں کو جلدی نہ پہنچے گا سونے چاندی میں بھی یہ امر حرام ہے اس واسطے کہ حق تعالیٰ نے دو حکمتوں کے واسطے سونا چاندی پیدا کیا ہے ایک یہ کہ مال کی قیمت اس سے ظاہر ہوتی ہے اس واسطے کہ یہ کوئی نہیں جانتا کہ ایک گھوڑا کے غلاموں کے عوض اور ایک غلام کے کپڑوں کے بدلے بکے گا اور یہ چیزیں ایک دوسرے کے ہاتھ بیچنا ضرور ہے تو ایسی چیز کی حاجت پڑی کہ سب چیزوں کو اس پر قیاس کر کے سمجھ لیں اس واسطے سونا چاندی پیدا کیا تا کہ اس حاکم کے مثل ہو جو ہر چیز کی مقدار ظاہر کر دیتا ہے جو شخص سونے چاندی کو خزانے میں رکھ چھوڑے گا وہ ایسا ہے کہ گویا مسلمانوں کے حاکم کو قید کیا اور جو شخص سونے چاندی کا لوٹا کٹورا بنائے وہ ایسا ہے کہ گویا مسلمانوں کے حاکم کو ڈولی اٹھانے اور جولاہا پن کرنے کا حکم کرے اس واسطے کہ لوٹا اس واسطے ہوتا ہے کہ پانی کو محفوظ رکھے یہ کام مٹی اور تانبے سے بھی ہو سکتا ہے دوسری حکمت یہ ہے کہ سونا چاندی دو گوہر عزیز الوجود ہیں ان کے سبب سے ہر چیز ہاتھ آتی ہے اور سب لوگ اس کی رغبت کرتے ہیں کیونکہ جو شخص سونا چاندی رکھتا ہے وہ سب کچھ رکھتا ہے شاید کسی کے پاس کپڑا ہو اور غلہ کی حاجت رکھتا ہو اور جس کے پاس غلہ ہو اسے کپڑے کی حاجت نہ ہو کپڑے کے بدلے غلہ نہ بیچے اس واسطے حق تعالیٰ نے سونے چاندی کو پیدا کیا اور ہر دلعزیز کر دیا تا کہ اس کے سبب سے دنیا کے معاملے جاری رہیں اور سونا چاندی جو فی الحقیقت محتاج الیہ نہیں ہے اس سے حاجت کی سب چیزیں حاصل ہوں تو جب سونے کے بدلے سونا چاندی کے عوض چاندی لوگ نفع سے بیچنے لگیں تو دونوں ایک دوسرے سے اٹک کر قید میں پڑ جائیں گے اور کام نکلنے کا وسیلہ نہ رہیں گے تو یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ شرع میں کوئی چیز حکمت اور عدل سے باہر ہے بلکہ جو چیز ہے وہ جیسی چاہیے ویسی ہی ہے لیکن بعضی حکمتیں ایسی باریک ہیں کہ پیغمبروں

کے سوا کوئی نہیں جانتا اور بعض حکمتیں ایسی ہیں کہ بڑے بڑے عالموں کے سوا کوئی نہیں پہچانتا جس عالم نے تقلیداً کام اختیار کیے ہوں وہ ناقص ہوتا ہے اور عوام الناس کے قریب قریب ہوتا ہے عالم جب یہ حکمتیں جان جاتا ہے تو جس چیز کو وہ مکروہ جانتے ہیں اسے یہ حرام جانتا ہے حتیٰ کہ ایک بزرگ نے دھوکے سے بایاں پاؤں پہلے جوتے میں ڈال دیا گیہوں کے کئی گٹھے اس خطا کے کفارے میں دیے کوئی عامی اگر کسی درخت کی شاخ توڑ لے یا قبلہ کی طرف تھوکے بائیں ہاتھ سے قرآن شریف لے تو اس پر اس قدر ہم اعتراض نہ کریں گے جس قدر خاص لوگوں پر کرتے ہیں عامی سے جو ایسی بے ادبی ہوتی ہے تو اس کے ناقص ہونے کے سبب سے ہوتی ہے کیونکہ وہ بہائم کے قریب قریب ہے ان باتوں کی تمیز نہیں رکھتا اس واسطے کہ اس کا احوال حکمت سے اتنی دور ہوتا ہے کہ ان دقائق کو وہ کچھ بھی نہیں جانتا کیونکہ اگر جاہل آدمی جمعہ کی اذان کے وقت کسی آزاد کو بیچے تو اس پر یہ عتاب نہ کریں گے کہ اس وقت بیع مکروہ ہے اس لیے کہ آزاد کو بیچنے کا گناہ اس کراہت کو چھپا لے گا اگر معاذ اللہ کوئی جاہل مسجد کی محراب میں قبلے کی طرف پیٹھ کر کے قضائے حاجت کرے تو قبلہ کی طرف پیٹھ جو کی اس سبب سے اس پر عتاب کرنے کا محل نہیں رہا اس واسطے کہ وہ گناہ ایسا بڑا ہے کہ یہ ذرا سی خطا اس میں پوشیدہ رہے گی اس واسطے عوام الناس کے ساتھ سہل انکاری کی جاتی ہے اور ظاہری فتویٰ عوام ہی کے واسطے ہے سالک راہ آخرت کو ظاہری فتویٰ کی طرف دیکھنا چاہیے آدمی ان دقائق کا لحاظ رکھے تاکہ عدل و حکمت میں ملائکہ کے قریب ہو جائے ورنہ سہل گری میں عوام الناس کی طرح بہائم کے قریب قریب ہو جائے گا۔

نعمت کی حقیقت کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ جو چیز حق سبحانہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے وہ آدمی کے حق میں چار قسم پر ہے پہلی قسم وہ چیز ہے جو دنیا اور آخرت دونوں میں مفید ہے جیسے علم اور

نیک خلق درحقیقت اس جہان میں بھی نعمت ہے دوسری قسم وہ چیز ہے جو دونوں میں نقصان کا سبب ہو جیسے نادانی اور بدخوئی حقیقت میں بلا یہی ہے۔ تیسری قسم وہ چیز ہے جس سے اس جہان میں راحت ہو اور اس جہان میں رنج جیسے نعمت دنیا کی کثرت اور آدمی کا اس سے بہرہ یاب ہونا یہ احمقوں کے نزدیک نعمت ہے اور عقل مندوں اور عارفوں کے نزدیک بلا اور مصیبت ہے اس کی مثل ایسی ہے جیسے کوئی بھوکا آدمی شہد پا جائے اور اس میں زہر ملا ہوا گر احمق ہے اور یہ نہیں جانتا کہ اس میں زہر ملا ہے تو اسے نعمت جانے گا اگر عقل مند ہوگا تو اسے بلا سمجھے گا چوتھی قسم وہ چیز ہے جس سے اس جہان میں رنج و اذیت ہے اور اس جہان میں عیش و راحت ہے وہ ریاضت ہے اور نفس و شہوت کی مخالفت ہے یہ عارفوں کے نزدیک نعمت ہے جیسے بیمار عاقل کے نزدیک کڑوی دوا اور احمقوں کے نزدیک بلا اور مصیبت ہے۔

فصل:

اے عزیز! جان تو کہ دنیا کے اکثر اسباب ملے جلے ہیں ان میں بعضے برے ہیں بعضے بھلے ہیں ضرر سے زیادہ جس کی منفعت ہے وہی نعمت ہے' یہ کیفیت لوگوں کے حال کے ساتھ بدلتی رہتی ہے اس واسطے کہ جو مال بقدر کفایت ہوتا ہے اکثر لوگوں کے حق میں اس کا نفع زائد از مضرت ہوتا ہے اور کوئی آدمی ایسا ہوتا ہے کہ ذرا سا مال بھی اسے نقصان کرتا ہے کہ اس کے سبب سے اس کی حرص زیادہ ہو جاتی ہے اگر کچھ بھی مال نہ رکھتا ہوتا تو طمع اور لالچ سے بچا رہتا اور کوئی آدمی آدمی ایسا کامل ہوتا ہے کہ بہت مال بھی اسے ضرر نہیں کرتا حاجت مندوں کو عند الحاجت دے سکتا ہے پس اس سبب سے جاننا چاہیے کہ ایک چیز کا ایک آدمی کے حق میں نعمت ہونا اور اسی چیز کا دوسرے کے حق میں بلا ہونا روا ہے۔

فصل:

اے عزیز! جان تو کہ جس چیز کو لوگ نیک جانتے ہیں وہ تین حال سے خالی نہیں

یا فی الحال خوش آتی ہے یا آئندہ مفید ہوگی یا فی نفسہ نیک ہے اور جس چیز کو بری جانتے ہیں وہ یا بافعل ناپسندیدہ ہے یا آئندہ مضر ہوگی یا فی نفسہ بری ہے پس وہ چیز نہایت نیک ہے جس میں یہ تینوں صفتیں پائی جائیں خوش بھی آئے نیک بھی ہو مفید بھی ہو وہ نہیں ہے مگر علم و حکمت اس کے مقابلے میں جہل کمال درجے بری چیز ہے کہ ناپسندیدہ بھی ہے مضر بھی ہے برا بھی ہے۔

اے عزیز! جان تو کہ علم سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے مگر اسی کے نزدیک جس کا دل بیمار نہ ہو اور جہل فی الحال دکھ دینے والا اور ناپسندیدہ ہے کیونکہ جو شخص ایک چیز نہ جانتا ہو اور چاہے کہ جانوں تو اس وقت اپنی جاہلی کے دکھ درد سے بے چین ہو جاتا ہے اور جہل برا ہے مگر کھلی ہوئی برائی اس میں نہیں ہے دل میں برائی پیدا کرتا ہے اس واسطے کہ دل کی صورت بگاڑ دیتا ہے یہ بات کھلی ہوئی برائی سے بھی بدتر ہے اور کوئی چیز نافع ہوتی ہے مگر ناگوار معلوم ہوتی ہے جیسے تمام ہاتھ ضائع ہو جانے کے خوف سے انگلی کاٹ ڈالنا اور کوئی چیز ایک وجہ سے مفید ہوتی ہے ایک وجہ سے مضر جیسے کوئی شخص کشتی ڈوبتے وقت اپنی جان بچانے کے واسطے مال نکال کر دریا میں پھینک دے۔

فصل:

لوگ کہتے ہیں کہ جو چیز معلوم ہوتی ہے وہی نعمت ہے' حالانکہ خوشی اور لذتوں کے تین درجے ہیں ایک وہ جو نہایت بدتر اور خسیس تر ہے وہ پیٹ اور فرج کی لذت ہے اکثر خلق اسی لذت کو جانتی ہے اور اسی میں مشغول رہتی ہے اور جو کچھ تلاش کرتی ہے اس واسطے تلاش کرتی ہے اس لذت کے برا ہونے پر دلیل یہ ہے کہ سب بہائم اس میں شریک ہیں اور اس بات میں آدمی سے بڑھے ہوئے ہیں اس واسطے کہ حیوانات کی خورش اور جفتی آدمی کی غذا اور مباشرت سے زیادہ ہے بلکہ مکھی چیونٹی کیڑے سبھی اس لذت میں آدمی کے شریک ہیں جب کوئی خود کو بالکل اس لذت

کے حوالہ کردے تو اس نے حشرات الارض کے مرتبہ پر قناعت کی دوسرا درجہ غلبہ اور ریاست اور دوسروں پر فوقیت پانے کی لذت ہے یہی غصہ غضب کی قوت ہے یہ اگرچہ پیٹ اور فرج کی لذت سے بہتر ہے مگر پھر بھی بری چیز ہے کیونکہ اس بات میں بعضے حیوانات آدمی کے شریک ہیں جیسے شیر چیتا انھیں غلبہ اور حملہ کرنے کی حرص ہے تیسرا درجہ علم وحکمت اور حق تعالیٰ کی معرفت اور عجیب عجیب صنعتوں کے پہچاننے کی لذت ہیں یہ لذت بہت بہتر ہے اس واسطے کہ کسی جانور کو نہیں ہوتی یہ ملائکہ کی صفت ہے بلکہ حق تعالیٰ کی صفتوں میں سے ہے جس شخص کو ان ہی چیزوں میں لذت ہے اس کے سوا اور کسی چیز میں لذت نہیں وہ کامل ہے اور جسے ان چیزوں میں کچھ بھی لذت نہیں وہ ناقص ہے بلکہ بیمار اور ہلاک ہونے والا ہے اکثر مسلمان ان ہی دو قسموں میں سے ہوتے ہیں بلکہ ان چیزوں کی لذت بھی پاتے ہیں اور چیزوں کی بھی جیسے ریاست اور شہوت کی لذت مگر جس شخص پر معرفت کی لذت غالب ہوتی ہے اور دوسری چیز کی لذت اس میں پوشیدہ اور مغلوب ہو جاتی ہے وہ شخص درجہ کمال سے نزدیک تر ہوتا ہے اور جس پر دوسری لذت غالب ہوتی ہے اور یہ تکلیف سے ہوتی ہے وہ اگر اس لذت کے غالب ہو جانے کی کوشش نہ کرے تو درجہ نقصان سے نزدیک تر ہوتا ہے نیکوں کا پلہ بھاری ہو جانے کے یہی معنی ہیں۔

نعمت کے سب اقسام اور درجات کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ نعمت حقیقی سعادت آخرت ہے اس واسطے کہ وہ بالذات مطلوب ہے اپنے سوا دوسری نعمت کا وسیلہ نہیں یہ چار چیزیں ہیں ایک وہ بقا جس میں فنا کو دخل ہی نہ ہو دوسری ایسی خوشی جسے رنج سے کچھ لوٹ نہ ہو تیسری وہ علم اور کشف جو جہل وظلمت کی کدورت سے پاک صاف ہو چوتھی وہ استغنا جس میں فقر اور محتاجی کی گنجائش ہی نہ ہو ان چاروں چیزوں کا خلاصہ یہ ہے کہ آدمی کو جناب الٰہی کے جمال بے مثال کی لذت اس طرح مدام حاصل رہے کہ ملال اور زوال اس میں دخل

ہی نہ پا سکے نعمت حقیقی بس یہی ہے اور جس چیز کو دنیا میں نعمت جانتے ہیں تو اس واسطے جانتے ہیں کہ وہ سعادت آخرت کا وسیلہ ہوتی ہے فی نفسہ مطلوب نہیں ہے اور پوری نعمت وہی ہے جس سے سعادت آخرت ڈھونڈھیں اور کچھ نہیں اس واسطے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ﴿ العیش عیش الاخرۃ ﴾ (۱۶) ایک بار نہایت رنج اور سختی کے وقت آپ نے یہ کلمہ فرمایا تا کہ رنج دنیا سے خود کو تسکین دیں اور ایک مرتبہ نہایت خوشی کے وقت حج وداع میں کہ دین کامل ہو چکا تھا اور تمام خلق آپ کی طرف متوجہ تھی آپ اونٹ پر سوار تھے لوگ آپ سے حج کے مسائل پوچھتے تھے جب آپ نے اس کمال دین کو ملاحظہ فرمایا تو یہ کلمہ زبان مبارک پر آیا آپ کا دل حق منزل لذت دنیا کی طرف نگاہ نہ کرے ایک شخص نے کہا ﴿ اللھم انی اسلک تمام النعمتہ ﴾ (۱۷) رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سن کر فرمایا اے شخص تو جانتا بھی ہے کہ پوری نعمت کیا ہے اس نے عرض کی نہیں فرمایا کہ پوری نعمت یہ ہے کہ تو بہشت میں جائے اور جو نعمتیں دنیا میں ہوتی ہیں ان میں سے جو وسیلہ آخرت نہیں ہے وہ حقیقت میں نعمت نہیں ہے اور جو وسیلہ آخرت ہیں وہ سولہ چیزیں ہیں چار دل میں چار بدن کے اندر چار بدن کے باہر چار ان بارہ کو جمع کرنے میں چار جو دل میں ہیں وہ علم مکاشفہ علم معاملہ عفت عدل ہے علم مکاشفہ تو یہ ہے کہ آدمی حق تعالیٰ کو اور اس کی صفتوں کو اور اس کے فرشتوں اور رسولوں کو پہچانے اور علم معاملہ وہ ہے جو اس کتاب میں ہم نے بیان کیا کہ راہ دین کی گھاٹیاں ہیں جیسا رکن مہلکات میں ہم نے بیان کیا اور زاد راہ ہے جیسا کہ رکن عبادات اور معاملات میں مذکورہ ہوا اور منازل راہ ہیں جو اس رکن منجیات میں بیان ہو رہا ہے آدمی ان سب کو بخوبی جان لے اور عفت یہ ہے کہ آدمی خواہش اور غصہ کی قوت کو توڑ کر پورا احسن خلق حاصل کرے اور عدل یہ ہے کہ خواہش اور غصہ کو درمیان سے بالکل اٹھا بھی نہ دے کیونکہ یہ نقصان اور خسران ہے اور بالکل مسلط بھی نہ

کرلے کہ حد سے گزر جائیں اس واسطے کہ یہ طوفان اور طغیان ہے بلکہ راستی اور اعتدال کی ترازو میں تولتا رہے جیسا تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿الاتطغوا فی المیزان واقیموا الوزن بالقسط ولاتخسروا المیزان﴾ یہ چاروں چیزیں تمام نہیں ہوئیں مگر ان نعمتوں کے سبب سے جو بدن میں ہیں وہ چار نعمتیں یہ ہیں تندرستی قوت جمال عمر دراز تندرستی اور قوت اور عمر دراز کے ساتھ سعادت آخرت کی حاجت کی چھپی نہیں اس واسطے کہ علم وعمل اور خلق نیک اور وہ فضائل جو آدمی کے دل میں ہم نے کہے ہیں بے ان کے تمام ومال حاصل نہیں ہوتے لیکن جمال کی حاجت کم پڑتی ہے مگر ایک تو یہ کہ خوبصورت آدمی کی غرض بہت نکلتی ہے اس لحاظ سے جمال بھی جاہ مال کے مثل ہے اور جو چیز دنیا کی حاجت اور ضرورت میں کام آتی ہے وہ آخرت کی ضرورتوں میں کام آ ہی چکی اس واسطے کہ دنیا کی ضرورتیں نکلتی رہنا امور آخرت میں خاطر جمعی کا سبب ہوتا ہے اور دنیا مزرع آخرت ہے دوسرے یہ کہ ظاہر کی خوبصورتی باطن کی نیک سیرتی کا عنوان ہے کیونکہ یہ ایک عنایتی نور ہے کہ پیدا ہونے کے ساتھ ہی آدمی میں چمکنے لگتا ہے اکثر یہی ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ نے جب آدمی کا ظاہر آراستہ کر دیا تو باطن بھی نیک اخلاق سے آراستہ کر دیتا ہے اسی سبب سے بزرگوں نے کہا ہے کہ برا آدمی ایسا نہیں ہوتا جو اپنی بری سیرت کی بہ نسبت خوبصورت ہو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خوبصورت لوگوں سے اپنی حاجت اور مراد چاہو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جب کہیں ایلچی بھیجو تو اچھے نام والا اور خوبصورت بھیجو فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے کہا ہے جب نماز میں امامت کرنے والے علم قرات قرآن اور پرہیز گاری کی صفت میں برابر ہوں تو ان میں جو سب سے خوبصورت ہو وہ امامت کے واسطے اولیٰ تر ہے۔

اے عزیز! جان تو کہ اس خوبصورتی سے وہ نہیں مراد ہے جو شہوت بھڑکائے اس واسطے کہ وہ عورتوں کی صفت ہے بلکہ آدمی ایسا کشیدہ قامت وجیہ متناسب الاعضاء

ہو کہ لوگوں کے دیدہ دل اس سے نفرت نہ کریں جو نعمتیں بدن کے باہر ہوتی ہیں اور بدن کو ان کی حاجت ہے، وہ یہ ہیں مال و جاہ زن و فرزند شرافت نسب آخرت کو مال کی حاجت اس وجہ سے ہے کہ جو شخص مالدار نہ ہوگا تمام دن روزی کی تلاش میں مشغول رہے گا علم و عمل میں بہت کم مصروف ہوگا پس مال بقدر کفایت دینی نعمت ہے اور جاہ کی اس واسطے حاجت ہے، کہ جو شخص جاہ و منزلت نہیں رکھتا وہ لوگوں کی نظروں میں ہمیشہ ذلیل اور بے قدر رہتا ہے دشمنوں سے ایمن نہیں رہتا مگر جاہ و مال کی زیادتی میں بہت سی آفتیں ہیں اسواسطے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو صبح کو اٹھے اور تندرست اور ایمن ہو اور اس کی قوت اس کے پاس ہو وہ ایسا ہے کہ گویا تمام دنیا اسی کو حاصل ہے اور یہ امور بے جاہ و مال کے مہیا نہیں ہو سکتے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ﴿ نعم العون علی تقوی اللہ المال ﴾ یعنی مال پرہیز گاری میں کیا اچھا مددگار ہے اور زن و فرزند اس وجہ سے دینی نعمت ہیں کہ جو رو بہت شغلوں سے فراغت حاصل ہونے کا سبب ہوتی ہے اور شر شہوت سے بے خوف کر دیتی ہے اسی سبب سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نیک عورت دین کے امور میں مرد کی بڑی مددگار ہوتی ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب عرض کی کہ مال دنیا میں سے ہم کیا جمع کریں تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا زبان ذاکر دل شاکر عورت مومنہ اور فرزند والدین کے مرنے کے بعد دعائے خیر کا باعث ہوتا ہے اور زندگی میں یار و مددگار رہتا ہے نیک اولاد مرد کے واسطے ہاتھ پاؤں پر و بال کے مثل ہوتی ہے کیونکہ اس سے بہت کام نکلتے ہیں یہ بات بڑی نعمت ہے بشرطیکہ آدمی ان کی آفت سے حذر کرتا رہے کہ ان کے سبب سے تمام ہمت دنیا ہی کی طرف نہ مصروف کر دے اور شرافت نسب بھی نعمت ہے کیونکہ امامت نسب قریش کے ساتھ مخصوص ہے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ﴿

تخیر والنطفکم الاکفاء وایاکم وخضراء الدمن ﴾ یعنی پاکیزہ جگہ میں بیج بو اور گھوڑے پر جو سبزہ ہو اس سے پرہیز کرو لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ گھوڑے کا سبز کیا چیز ہے فرمایا خوبصورت عورت جو کم ذات ہو۔ اے عزیز جان تو کہ اس نسب سے دنیا کی سرداری مقصود نہیں ہے بلکہ دینی نسب مراد ہے جو صالح اور عالم لوگوں سے ہوتا ہے اس واسطے کہ یہ بھی ایک نعمت ہے' آدمی میں اکثر اخلاق آبا اور اجداد سے سرایت کرتے ہیں جن کا اچھا ہونا شاخوں کے اچھے ہونے پر دلیل ہوتا ہے جیسا حق سبحانہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ﴿ وکان ابوھما صالحا ﴾ اور وہ چار نعمتیں جو ان بارہ نعمتوں کو جمع کرتی ہیں ہدایت رشید تائید تشدید ہے کہ ان سب کو توفیق کہتے ہیں بے توفیق کے کوئی نعمت نعمت نہیں توفیق کے یہ معنی ہیں کہ قضائے الٰہی اور ارادۂ عبد میں موافقت ہو جانا یہ بات خیر و شر دونوں میں ہوتی ہے مگر بمقتضائے عادت توفیق خاص اسی سے عبارت ہو گئی ہے کہ ارادہ بندہ قضائے الٰہی کے ساتھ کار خیر میں جمع ہو جائے اور توفیق کی تکمیل چار چیزوں سے ہوتی ہے ایک ہدایت کہ کوئی شخص اس سے مستغنی نہیں ہے کیونکہ اگر شخص سعادت آخرت کا طالب ہو اور اس کی راہ نہ بنائے بے راہی کو راہ سمجھے تو کیا فائدہ پس بغیر ہدایت کے اسباب پیدا کرنا کچھ کام نہیں آتا اس واسطے حق تعالیٰ نے دونوں چیزوں کے سبب سے احسان جتایا اور فرمایا ﴿ ربنا الذی اعطی کل شی خلقه ثم ھدی ﴾ (۱۸) اور فرمایا ﴿ والذی قدر فھدی ﴾ (۱۹)۔

اے عزیز! جان تو کہ اس ہدایت کے تین درجے ہیں۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ آدمی خیر و شر میں فرق کرے یہ درجہ سب عقل مندوں کو حق تعالیٰ نے عنایت فرمایا ہے بعضوں کو عقل کے سبب سے بعضوں کو پیغمبروں کی زبانی حق تعالیٰ نے یہ جو فرمایا ہے ﴿ وھدیناہ النجدین ﴾ (۲۰) اس سے یہی مراد ہے کہ ہم نے عقل کے ذریعے سے خیر و شر کی راہ آدمی کو بتائی اور یہ حق سبحانہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ﴿

واما ثمود فهدیناهم فاستحبو العمی علی الهدی ﴾ اس سے وہ ہدایت مراد ہے جو پیغمبر کی زبانی فرمائی جو شخص اس ہدایت سے محروم ہے وہ یا حسد اور تکبر کے سبب سے محروم ہے یا شغل دنیا کے سبب سے کہ انبیاء اور علماء کی بات نہیں سنتا ورنہ کوئی عقل مند یہ ہدایت پانے سے عاجز نہیں دوسرا درجہ خاص یہ ہدایت ہے جو مجاہدے اور معاملہ میں تھوڑی تھوڑی حاصل ہوتی ہے اور حکمت کی راہ کھلتی جاتی ہے یہ ہدایت مجاہدہ کا نتیجہ ہے جیسا حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ﴿ والذین جاهد و افینا لنهدینهم سبلنا ﴾ یعنی بندے جب ریاضت اور مجاہدہ کرتے ہیں تو ہم انھیں اپنی راہ ہدایت فرماتے ہیں یہ نہیں ارشاد فرمایا ہے کہ ہم خود بخود ہدایت کرتے ہیں اور یہ جو حق تعالیٰ جل شانہ نے ارشاد فرمایا ہے ﴿ والذین اهتدوا زادهم هدی ﴾ اس سے بھی ہدایت خاص مراد ہے تیسرا درجہ خاص الخاص ہدایت نبوت اور ولایت کے عالم میں یہ نور پیدا ہوتا ہے یہ ہدایت حق تعالیٰ کی ذات کی طرف ہوتی ہے اس کی راہ کی طرف نہیں ہوتی یہ ہدایت اس طرح پر ہوتی ہے کہ عقل کی یہ مجال نہیں کہ خود بخود یہ ہدایت پا جائے یہ جو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ﴿ قل ان هدی الله هو الهدی ﴾ (۲۱) اس سے بھی خاص الخاص ہدایت مقصود ہے کیونکہ ہدایت مطلق بھی ہے حق تعالیٰ نے اس ہدایت کا حیات نام رکھا ہے اور فرمایا ہے ﴿ اومن کان میتا فاحییناه وجعلنا له نورا یمشی به فی الناس ﴾ (۲۲) اور رشد کے یہ معنی ہیں کہ بندے کو ہدایت سے جو راہ معلوم ہوئی ہے اس پر چلنے کی خواہش پیدا ہو جیسا حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ﴿ ولقد اتینا ابراهیم رشده من قبل ﴾ (۲۳) جولڑکا جوان ہو اور جانے کہ اس طرح مال کی حفاظت کرتے ہیں اور نہ کرے اسے رشید نہیں کہتے گو کہ حفاظت مال کی ہدایت پا چکا ہے اور تشدید کے یہ معنی ہیں کہ بندے کی حرکتوں اور اعضاء کو بھلائی کی طرف آسانی سے جنبش دے تا کہ وہ جھٹ پٹ اپنے مقصود کو پہنچ جائے پس ہدایت کا ثمرہ معرفت میں اور رشد کا

نتیجہ خواہش اور ارادے میں اور تشدید کا مال قدرت اور آلات حرکت میں ہے اور تائید مدد غیبی سے عبارت ہے' جو باطن میں تیری بصیرت سے اور ظاہر میں قوت حرکت سے پہنچی جیسا حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ﴿ وایدناہ بروح القدس ﴾ (۲۴) اور عصمت اس سے بہت ہی قریب ہے عصمت یہ ہے کہ آدمی کے باطن میں گناہ اور شرک کی راہ سے باز رکھنے والا پیدا ہو جائے اور وہ اس باز رکھنے والے کو بخوبی جانے کہ کہاں آیا جیسا حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ ولقد ھمت بہ وھم بھا لولا ان رابرھان ربہ ﴾ (۲۵) دنیا کی یہ نعمتیں آخرت کی زاد راہ ہیں ان نعمتوں کو اور سببوں کی اور ان سببوں کو اور سببوں کی حاجت ہے حتیٰ کہ بندہ آخر کو اس تک پہنچ جاتا ہے جو حیرت زدوں کا رہنما اور رب الارباب اور مسبب الاسباب ہے' سلسلہ اسباب کی کڑیوں کی تفصیل بہت طولانی ہے یہاں اسی قدر بس ہے۔

شکر میں خلق کے قصور کرنے کا بیان

اے عزیز جان! تو جان تو کہ شکر میں دو سبب سے قصور ہوتا ہے ایک حق سبحانہ تعالیٰ کی نعمتوں کی کثرت جاننے کے سبب سے کیونکہ حق تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار اور اندازہ کوئی نہیں جانتا جیسا کہ خود اس نے ارشاد فرمایا ہے ﴿ وان تعدوا نعمتہ اللہ لاتحصوھا ﴾ (۲۶) حق تعالیٰ کی تھوڑی سی نعمتیں جو کھانا کھانے میں ہیں وہ احیاء العلوم میں بیان کی ہیں تا کہ آدمی اس پر قیاس کر کے سمجھ لے کہ اس کی سب نعمتوں کو پہچاننا ناممکن ہی نہیں اس کتاب میں تفصیل کی گنجائش نہیں دوسرا سبب یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی جو نعمت عام ہے آدمی اسے نعمت ہی نہیں جانتا اور ہرگز اس کا شکر نہیں کرتا چنانچہ یہ ہوائے لطیف جسے دم لینے میں آدمی کھینچتا ہے یہ ہوا اس روح حیوانی کی مدد کرتی ہے جس کا معدن دل ہے اور دل کی گرمی کو معتدل کر دیتی ہے اگر ایک دم موقوف ہو تو آدمی ہلاک ہو جائے آدمی اسے نعمت ہی نہیں جانتا ایسی لاکھوں نعمتیں ہیں جسے آدمی نعمت نہیں سمجھتا ہاں اگر دم بھر کسی کنویں میں جائے کہ اس کی ہوا غلیظ

ہوتی ہے اور دم بند کر دے یا گرم حمام میں اسے قید کریں کہ اس کی ہوا گرم ہوتی ہے اور گھڑی بھر وہاں مقید رہنے دیں تو آدمی اس نعمت کی قدر جانے بلکہ جب تک آشوب چشم نہیں ہوتا یا آنکھ پھوٹ نہیں جاتی تب تک بھلی چنگی آنکھ کا آدمی شکر نہیں کرتا ایسے بندے کی مثال اس غلام کی سی ہے جب تک مار نہ پڑے تب تک نہ مار پڑنے کی قدر نہیں جانتا اور اگر نہ پیٹیں تو اس میں سرکشی اور غفلت پیدا ہوتی ہے تو شکر کرنے کی تدبیر یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی نعمتوں کو آدمی اپنے دل میں یاد کرتا رہے چنانچہ بعضی نعمتوں کی تفصیل احیاء العلوم میں مذکور ہوئی ہے یہ تدبیر کامل آدمی کو چاہیے اور ناقص کم فہم کو یہ تدبیر کرنا چاہیے کہ ہر روز بادشاہی دار الشفا اور قید خانے میں اور قبرستان میں جایا کرے تا کہ مصیبت اور بلا دیکھ کر اپنی صحت و سلامتی کی قدر جانے اس وقت شاید شکر الٰہی میں مشغول ہو آدمی جب قبرستان میں جائے تو جان لے کہ یہ سب مردے ایک دن کے واسطے دوبارہ زندگی پانے کی آرزو ہیں تا کہ اپنے گناہوں کا تدارک کر لیں اور نہیں پاتے اور یہ عجب زندہ ہے کہ اس کی زندگی کے بہت سے دن باقی ہیں اور ان کی قدر نہیں جانتا اور جو عام نعمت ہے بندے اس کا شکر نہیں کرتے جیسے ہوا آفتاب چشم بینا اور مال کو اور جو نعمت اس کے ساتھ خاص ہو اسی کو نعمت جانتا ہے اسے جاننا چاہیے کہ یہ اس کی نادانی ہے کیونکہ عام ہونے کے سبب سے نعمت نعمت ہونے سے نکل نہیں جاتی پھر غور کرے تو خاص نعمتیں بھی بہت سی اسے حاصل ہیں اس واسطے کہ کوئی شخص ایسا نہیں جو یہ گمان نہ کرتا ہو کہ میری عقل کے برابر کسی کو عقل نہیں اور میرے خلق کا سا کسی میں خلق نہیں اسی گمان کے سبب اوروں کو احمق اور بدخو جانتا ہے اور خود کو نہیں جانتا تو یہ گمان کر کے اپنی عقل مندی اور خوش خلقی کا شکر کیا کرے اوروں کی عیب بینی میں نہ مشغول رہا کرے بلکہ کوئی ایسا نہیں جس میں عیب نہ ہوں کہ ان عیبوں کو وہی شخص جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا کیونکہ حق تعالیٰ نے ان عیبوں پر پردہ ڈال رکھا ہے بلکہ آدمی کو خطرے اور خیالات

آتے ہیں اگر وہی اور لوگوں کو معلوم ہو جائیں تو بڑی ندامت کا محل ہو یہ بات ہر ایک کے حق میں خاص نعمت ہے چاہیے کہ اسی کا شکر کیا کرے اور ہمیشہ اسی نعمت کا خیال نہ رکھا کرے جس سے محروم ہے کہ شکر سے بھی محروم رہے بلکہ ان نعمتوں کو دیکھا کرے جو حق تعالیٰ نے بلا استحقاق اسے عنایت فرمائی ہیں ایک شخص کسی بزرگ کے پاس جا کر اپنی مفلسی کی شکایت کرنے لگا ان بزرگ نے فرمایا تو یہ چاہتا ہے کہ تیری آنکھ پھوٹ جائے اور دس ہزار درہم ملیں اس نے کہا نہیں فرمایا کان اور ہاتھ پاؤں جا کر دس ہزار درہم ملیں اس نے کہا نہیں فرمایا بھلا عقل جا کر ملیں اس نے عرض کیا نہیں فرمایا پھر تیرے پاس پچاس ہزار درہم کا مال تو موجود ہے تو شکایت کیوں کرتا ہے ہے بلکہ اے عزیز جان اگر تو اکثر لوگوں سے پوچھے کہ تم اپنا حال فلانے آدمی کے حال سے بدلتے ہو تو نہ بدلیں گے تو جب حق تعالیٰ نے جو کچھ انھیں دیا ہے اکثر لوگوں کو نہیں عنایت کیا ہے تو شکر کرنے کا محل ہے۔

فصل:

اے عزیز جان! تو کہ مصیبت اور بلا میں بھی شکر کرنا چاہیے اس واسطے کہ کفر اور گناہ کے سوا کوئی مصیبت اور بلا ایسی نہیں جس میں کچھ بھلائی نہ ہو کہ تو اسے نہیں جانتا اور حق تعالیٰ تیری بھلائی کو بہتر جانتا ہے بلکہ ہر ایک بلا میں ان پانچوں قسم سے ایک قسم کا شکر واجب ہے۔ پہلی قسم یہ ہے کہ دنیا کے کام میں مصیبت ہو تو یہ شکر کرنا چاہیے کہ دین کے کام میں نہیں ہوئی ایک شخص نے حضرت سہل تستری رحمتہ اللہ تعالیٰ سے کہا کہ چور میرے گھر میں آ کر سب مال لے گئے فرمایا کہ اگر شیطان تیرے دل میں گھس کر تیرا ایمان لے جاتا تو تو کیا کرتا۔ دوسری قسم یہ ہے کہ کوئی بلا اور بیماری ایسی نہیں ہے جس سے سخت تر دوسری نہ ممکن ہو تو شکر کرنا چاہیے کہ اس سے سخت تر بلا نہیں آئی جو شخص ہزار لاٹھیاں مارنے کے قابل ہو اگر اسے سو لاٹھیاں ماریں تو شکر کرنے کی جگہ ہے ایک مشائخ رحمتہ اللہ تعالیٰ کے سر پر طشت بھر راکھ کسی نے دھوکے

سے ڈال دی انھوں نے شکر کیا اور کہنے لگے چونکہ میں آگ کا مستحق تھا اور میرے اوپر راکھ ہی ڈالی گئی تو یہ کمال نعمت ہے۔ تیسری قسم یہ ہے کہ دنیا کی کوئی مصیبت ایسی نہیں کہ آخرت پر اٹھ رہتی تو اس سے بدتر اور بہت بڑا عذاب ہوتا تو شکر کرنا چاہیے کہ دنیا ہی میں بیت گئی اور عذاب آخرت سے چھٹی ملنے کا سبب ہوئی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے جس پر دنیا میں سختی کر لی اس پر آخرت میں نہ کرے گا کیونکہ بلا گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے آدمی جب بے گناہ ہو گیا تو عذاب کجا پس جو طبیب تجھے کڑوی دوا پلائے اور تیری فصد کھلوائے تو اگر چہ اس میں رنج ہوتا ہے مگر شکر کرنے کا مقام ہے کہ یہ تھوڑا رنج سہے کر بیماری کے بڑے رنج وعذاب سے چھوٹا چوتھی قسم یہ ہے کہ یہ مصیبت تو لوح محفوظ میں تیرے واسطے لکھی تھی اور خواہ مخواہ پیش آنے والی تھی جب آ چکی تو محل شکر ہے شیخ ابو سعید قدس سرہ گدھے پر سے گر پڑے اور کہا الحمدللہ لوگوں نے عرض کیا کہ یا شیخ آپ نے یہ کیوں کہا فرمایا کہ گدھے پر سے گرنے کی آفت کو میں طے کر آیا یعنی اس بلا کا مجھ پر آنا واجب تھا کیونکہ ازل میں اس کا حکم ہو چکا تھا۔ پانچویں قسم یہ ہے کہ دنیا کی مصیبت کے سبب سے آخرت میں دو وجہ سے ثواب حاصل ہوتا ہے جیسا احادیث میں آیا ہے دوسرے کہ سب گناہوں کی سردار دنیا کی الفت ہے کہ دنیا تیری بہشت ہو جاتی ہے اور جناب الٰہی میں جانا گویا تیرے نزدیک قید خانے میں جانا ہو جاتا ہے جسے حق تعالیٰ دنیا میں مبتلائے بلا کرتا ہے اس کا دل دنیا سے نفرت کرنے لگتا ہے اور دنیا اس کے نزدیک قید خانہ ہو جاتی ہے اور موت اس قید خانے سے رہائی دیتی ہے اور کوئی بلا ایسی نہیں جو حق تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ اور تادیب نہ ہو اگر لڑکے کو عقل ہوتی تو جب اس کا باپ اسے ادب دیتا تو وہ شکر کرتا کہ اس کا بڑا فائدہ ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس طرح تم کھانے پینے کی چیز سے بیمار کی خبر گیری کرتے ہو اس طرح حق تعالیٰ مصیبت اور بلا سے اپنے دوستوں کی غم خواری کرتا ہے ایک شخص

نے جناب سرور کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ سے عرض کی کہ یا رسول اللہ چور میرا مال لے گئے آپ نے فرمایا کہ جس کا مال نہ چوری جائے اور بدن نہ بیمار ہو اس میں خیر نہیں ہے حق تعالیٰ جب بندے کو دوست رکھتا ہے تب ہی اس پر بلا نازل کرتا ہے اور فرمایا ہے کہ جنت میں بہت سے درجے اور مرتبے ایسے ہیں کہ بندہ اپنی محنت اور کوشش سے وہاں تک نہیں پہنچ سکتا اور حق تعالیٰ بلا میں گرفتار کر کے اسے وہاں پہنچا دیتا ہے ایک دن جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسمان کی طرف دیکھتے دیکھتے ہنسنے لگے اور فرمایا کہ تقدیر الٰہی جو مومن کے حق میں ہے اس سے میں تعجب میں ہوں اگر نعمت کا حکم فرماتا ہے تو خود بھی راضی ہوتا ہے اور اس کی بھلائی ہوتی ہے اور اگر بلا کا حکم کرتا ہے تو بھی خود راضی ہوتا ہے اور اس کی بھلائی ہوتی ہے یعنی بندہ بلا میں صبر کرے اور نعمت میں شکر دونوں میں اس کی بھلائی ہے اور فرمایا ہے کہ جو لوگ دنیا میں خیر و عافیت سے رہے وہ قیامت میں مصیبت زدوں کے بڑے بڑے درجے دیکھ کر چاہیں گے کہ کاش ہمارا گوشت دنیا میں نہرنی سے کترا گیا ہوتا ایک پیغمبر علیہ السلام نے عرض کی کہ بار خدایا تو کافروں کو ریل پیل نعمت دیتا ہے اور مومنوں پر بلا نازل کرتا ہے اس کا کیا سبب ہے؟ ارشاد ہوا کہ بندے اور نعمت اور بلا سب ہماری ملک ہیں مومن کے گناہ دیکھ کر میں چاہتا ہوں کہ مرتے وقت گناہوں سے پاک صاف ہو کر میری حضوری میں حاضر ہو اس جہاں کی بلا سے اس کے گناہوں کا کفارہ کر دیتا ہوں اور کافروں کی جو نیکیاں ہوتی ہیں دنیا میں نعمت دے کر ان کا بدلا کر دیتا ہوں کہ جب میرے دربار میں حاضر ہو تو اس کا کچھ حق باقی نہ ہوتا کہ بخوبی اس پر عذاب کر سکوں جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی ﴿ ومن یعمل سوء ایجز بہ ﴾ یعنی جو برائی کرے گا اس کی جزا دیکھے گا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ اس سے ہم کیونکر نجات پائیں گے آپ نے فرمایا کہ کیا تم بیمار اور غمگین نہیں ہوتے مومن کی یہی جزا ہے حضرت سلیمان علیہ السلام

کے ایک فرزند نے انتقال کیا آپ نہایت مغموم ہوئے دوفرشتے متخاصمین کی صورت پر ان کے پاس آئے ایک نے اظہار کیا کہ میں نے زمین میں بیج بویا تھا اس دوسرے نے روند ڈالا اور ضائع کر دیا دوسرے نے کہا تو نے شاہراہ میں بیج بویا تھا چونکہ داہنے بائیں راہ نہ تھی میں نے روند ڈالا حضرت سلیمان علیہ اسلام نے مدعی سے فرمایا کہ تو نے نہ جانا کہ راہ چلنے والوں سے راہ خالی نہیں رہتی شاہراہ میں کیوں بیج بویا تھا اس نے جواب دیا کہ آپ یہ نہ سمجھے کہ آدمی موت کی شاہراہ پر ہے اپنے بیٹے کے مرنے سے آپ نے ماتمی لباس کیوں پہنا ہے پس حضرت سلیمان علیہ اسلام نے توبہ کی اور استغفار کیا خلیفہ عمر ابن عبدالعزیز رحمتہ اللہ تعالی نے اپنے بیمار بیٹے کو مرنے کے قریب دیکھ کر کہا کہ بیٹا اگر تو پہلے جائے تا کہ میری ترازو میں ہو تو اسے میں اس امر سے بہت دوست رکھتا ہوں کہ میں تیری ترازو میں ہوں بیٹے نے عرض کی کہ بابا جان جو بات آپ بہت دوست ہیں وہی میں بھی چاہتا ہوں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کو لوگوں نے خبر دی کہ آپ کی بیٹی مر گئی کہا کہ ﴿ انا للہ وانا الیہ راجعون ﴾ ستر ڈھپ گئی خرچ کم ہو گیا ثواب نقد ہو گیا پھر کھڑے ہو کر دو رکعت پڑھی اور کہا حق تعالی نے یونہی فرمایا ہے ﴿ واستعینوا بالصبر و الصلوٰۃ ﴾ میں دونوں بجالایا حاتم اصم رحمتہ اللہ تعالی نے کہا ہے کہ قیامت کے دن چار شخصوں سے چار گروہ کو حق تعالی الزام دے گا حضرت سلیمان علیہ السلام سے تونگروں کو حضرت یوسف علیہ السلام سے غلاموں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دریشوں کو حضرت ایوب علیہ السلام سے ان لوگوں کو جو بلا پر صابر نہ رہے علم شکر کا اسی قدر بیان یہاں کافی ہے واللہ علم۔

۱ اور کیا ہم نے ان میں سے مقتدا کہ ہدایت پاتے ہیں ہمارے امر سے بوجہ صبر کے۔

۲ اور پورا پائیں گے صابرین اجر اپنا بغیر حساب کے۔

۳ اور اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔

۴ صابرین وہ ہیں کہ خدا کی طرف سے ان پر صلوۃ ہے اور رحمت ہے اور وہی ہدایت پانے

والے ہیں۔

۵ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ فانی ہے اور جو خدا کے پاس ہے وہ باقی ہے اور ہم جزا دیں گے ان لوگوں کو جنھوں نے صبر کیا بغیر حساب (یعنی بے نہایت)۔

۶ جو شخص مر گیا پس تحقیق کہ قائم ہوگئی قیامت اس کی۔

۷ مگر اللہ ہی نے مدد شیطان کی کے مقابلہ میں پس وہ مسلمان ہوا۔

۸ تحقیق کہ تمہارا مال اور اولاد فتنہ ہے یعنی مال و اولاد کی وجہ سے انسان اکثر فتنہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

۹ واضح ہو کہ اوپر والی تقسیم میں یہ تیسری قسم تھی مگر چونکہ اصل کتاب میں یہاں ترتیب کا لحاظ نہیں کیا ہے مترجم نے بھی اسی کی پیروی کی اور اوپر جو دوسری قسم تھی وہ یہاں تیسری قسم لکھی۔

۱۰ بے شک ہم خدا ہی کے واسطے ہیں اور تحقیق کہ ہم اسی کی طرف پھرنے والے ہیں اے اللہ تو اجر دے مجھے میری مصیبت میں اور بدلا دے تو مجھے بہتر اس سے۔

۱۱ اور صبر کر حکم رب پر اس لئے کہ تو ہمارے سامنے ہے۔

۱۲ اور شکر گزار بندے تھوڑے ہیں۔

۱۳ اور آخر دعا ان کی یہ ہے کہ سب تعریف خدا کے واسطے ہے جو پروردگار ہے سب عالموں کا۔

۱۴ پس یاد کرو تم مجھے یاد کروں گا میں تمہیں اور شکر کرو تم میرا اور نہ ناشکری کرو تم میری۔

۱۵ چاہیے کہ انھیں بڑے حمد کرنے والے۔

۱۶ آخرت ہی کی عیش عیش ہے۔

۱۷ اے اللہ مانگتا ہوں میں تجھ سے پوری نعمت۔

۱۸ پروردگار ہمارا وہ ہے جس نے بخشی ہر چیز کو صورت ان کی پھر ہدایت کی۔

۱۹ وہ خدا وہ ہے کہ اندازہ کیا اس نے پھر ہدایت کی۔

۲۰ لیکن قوم ثمود پس ہدایت کی ہم نے انھیں پھر دوست رکھا انھوں نے اندھے پن کو ہدایت پر۔

۲۱ کہہ دو تم اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ ہر آئینہ خدا ہی کی طرف وہ ہدایت ہے۔

۲۲ آیا تو کوئی تھا مردہ پھر زندہ کیا ہم نے اسے یعنی گمراہ تھا بس راہ بتائی ہم نے اسے اور پیدا

کیا ہم نے اس کے واسطے نور کہ چلتا ہے اس کے سبب سے لوگوں میں ۔

۲۳ ہر آئینہ دیا ہم نے ابراہیم کو رشد اس کا پہلے سے ۔

۲۴ اور مدد کی ہم نے اس کی روح القدس سے ۔

۲۵ اور تحقیق مائل ہوئیں زلیخا یوسف علیہ السلام کی طرف اور یوسف بھی مائل ہو جاتے اگر برہان حق نہ دیکھ لیتے ۔

۲۶ اگر انعام خداوندی کا شمار کرنا چاہو تو شمار نہ کر سکو گے ۔

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

تیسری اصل خوف ورجا کے بیان میں

اے عزیز جان! اس بات کو جان کہ خوف و رجا سالک کے واسطے دو بازوؤں کے مانند ہیں کہ جن بلند مقامات پر پہنچتا ہے ان ہی کے زور سے اڑ کر پہنچتا ہے اس واسطے کہ سالک کو بہت اونچے اونچے کرارے جناب الٰہی سے سدراہ ہوتے ہیں جب تک امید صادق نہ ہو اور جناب الٰہی کے جمال بے مثال کی لذت سے آنکھ نہ لڑی رہے تب تک ان کراروں کو سالک طے نہیں کرسکتا اور شہوت نفسانی جو دوزخ کی راہ پر ہیں بڑی غالب اور فریب دینے والی اور اپنی طرف کھینچنے والی ہیں اور ان کے پھندے بڑے پھانسنے والے اور پیچ در پیچ ہیں جب تک خوف و ہراس دل پر غالب نہیں ہوتا تب تک آدمی ان سے نہیں بچ سکتا اسی سبب سے خوف و رجا کی بڑی فضلیت ہے کیونکہ رجا تو مہار کے مانند ہے کہ اس کے سبب سے بندہ آگے کھینچتا ہے اور خوف کوڑے کے مثل ہے کہ اس کے باعث سے بندہ آگے بڑھتا ہے پہلے ہم رجا کو بیان کرتے ہیں پھر خوف کو۔

رجا کی فضلیت کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ خدا کی عبادت اس کے فضل و کرم کی امید پر اس عبادت سے بہتر ہے جو عذاب کے خوف و ہراس سے ہو اس واسطے کہ امید سے محبت پیدا ہوتی ہے اور محبت سے بالاتر کوئی درجہ نہیں ہے اور خوف و بیم سے نفرت پیدا ہی ہے اس واسطے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ﴿لا یموتن احدکم الا وھو یحسن الظن باللہ﴾ یعنی تم میں ہر ایک کو لازم ہے کہ خدا کے ساتھ نیک گمان ہو کر مرے اور فرمایا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے میں وہیں ہوں جہاں میرا بندہ میرا گمان کرے میرے بندے سے کہہ دے کہ تو جو گمان چاہ میرے ساتھ رکھ جناب رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین نے ایک شخص

سے اس کی جان کنی کے وقت پوچھا کہ تو خود کو کیسا پاتا ہے عرض کی کہ یا رسول اللہ اپنے گناہوں سے ڈرتا ہوں اس کی رحمت کا امیدوار ہوں فرمایا کہ ایسے وقت جس کے دل میں یہ دونوں باتیں جمع ہوتی ہیں حق تعالیٰ اسے ڈر کی بات سے بچاتا ہے اور اس کی امید بر لاتا ہے حق سبحانہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی بھیجی کہ اے یعقوب تو جانتا ہے کہ میں نے یوسف کو تجھ سے کیوں جدا کیا اس واسطے جدا کیا کہ تو نے اپنے اور بیٹوں سے کہا تھا ﴿واخاف ان یاکلہ الذئب وانتم عنہ غافلون﴾ یعنی میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ بھیڑیا اسے کھا جائے اور تم اس سے غافل ہو جاؤ تو بھیڑیے سے کیوں ڈرا مجھ سے کیوں نہ امید رکھی یوسف کے بھائیوں کی غفلت کا خیال کیا میری حفاظت کا دھیان نہ کیا شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اپنے گناہوں کی کثرت کے سبب سے نا امید ہے فرمایا ہے اے شخص نا امید نہ ہو ارحم الراحمین کی رحمت تیرے گناہوں سے بہت بڑی ہے جناب مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ بندے سے ارشاد کرے گا کہ اوروں کو گناہ کرتے دیکھ کر تو نے اجتناب کیوں نہ کیا اگر حق تعالیٰ اس کی زبان کو توفیق دے گا اور وہ یوں عرض کرے گا کہ اے اللہ میں خلق سے ڈرا اور تیری رحمت کا امیدوار رہا تو ارحم الراحمین اس پر رحم فرمائے گا جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات نے ایک دن فرمایا کہ اے لوگو جو کچھ میں جانتا ہوں وہ اگر تم بھی جان لو تو بہت روؤ تھوڑا ہنسو صحرا میں جا کر سینہ کوبی کر کے نالہ وزاری کیا کرو پھر حضرت جبرئیل امین علیہ السلام آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ آپ میرے بندوں کو کیوں نا امید کرتے ہیں پھر جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم باہر تشریف لائے اور لوگوں کو ارحم الراحمین کے فضل وکرم کی خوب خوب امیدیں دیں۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے داؤد تو بھی مجھے دوست رکھ اور میرے

بندوں کے دلوں میں بھی مجھے دوست کر دے عرض کیا کہ خلق کے دلوں میں تجھے کیونکر دوست کر دوں ارشاد ہوا کہ میرا فضل و کرم انھیں یاد دلا کہ انھوں نے نیکی کے سوا مجھ سے اور کچھ نہیں دیکھا ہے کسی نے یحییٰ ابن اکثم رحمتہ اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ خدا نے تیرے ساتھ کیا کیا کہا کہ مجھے موقف سوال میں ٹھہرا کر ارشاد ہوا کہ اے شیخ تو نے ایسے ایسے کام کیے حتیٰ کہ مجھ پر بڑا خوف و ہراس غالب ہوا پھر میں نے عرض کیا کہ بارخدایا مجھے تیری طرف سے ایسی خبر نہیں دی تھی ارشاد ہوا کہ پھر کیسی خبر دی تھی میں نے عرض کیا کہ عبدالرزاق نے مجھے خبر دی تھی معمر سے معمر نے زہری سے زہری نے انس سے انس نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے جبرئیل علیہ السلام نے تجھ سے کہ تو نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں بندہ کے ساتھ وہ معاملہ کرتا ہوں جو کچھ وہ مجھ سے گمان اور امید رکھتا ہے اور میں یہ امید رکھتا تھا کہ تو میرے اوپر رحم کرے گا ارشاد ہوا کہ جبرئیل نے بھی سچ کہا میرے رسول نے بھی سچ کہا انس نے بھی سچ کہا زہری نے بھی سچ کہا معمر نے بھی سچ کہا عبدالرزاق نے بھی سچ کہا لے میں نے تجھ پر رحمت کی پھر مجھے کرامت کا خلعت پہنایا اور لڑکے جنت کے خادم میرے آگے چلتے پھرتے ہیں ایسی خوشی حاصل ہے کبھی نہ دیکھی تھی حدیث شریف میں ہے کہ نبی اسرائیل میں ایک شخص لوگوں کو خدا کی رحمت سے ناامید کیا کرتا تھا اور ان کے ساتھ سخت گیری کرتا تھا قیامت کے دن حق تعالیٰ اس سے کہے گا کہ جس طرح تو میرے بندوں کو میری رحمت سے ناامید کیا کرتا تھا اس طرح آج میں اپنی رحمت سے تجھے نا امید کرتا ہوں اور حدیث شریف میں ہے کہ ایک مرد ہزار برس دوزخ میں رہے گا پھر کہے گا یا حنان یا منان حق سبحانہ تعالیٰ حضرت جبرئیل کو حکم فرمائے گا کہ جا میرے اس بندہ کو لے آ وہ لے آئے گا حق تعالیٰ اس سے استفسار فرمائے گا کہ دوزخ میں تو نے اپنی جگہ کیسی پائی وہ عرض کرے گا کہ سب جگہوں سے بدتر حکم ہوگا کہ اسے پھر

دوزخ میں لے جاؤ جب لے چلیں گے تو پھر پھر کر دیکھے گا حق تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ تو کیا دیکھتا ہے وہ عرض کرے گا کہ یا ارحم الراحمین میں نے یہ گمان کیا تھا کہ تو نے مجھے دوزخ سے باہر نکلوایا اب دوزخ میں نہ بھیجے گا پس ارشاد ہوا کہ اچھا اسے جنت میں لے جائیں وہ اس امید کے سبب سے نجات پائے گا۔

رجا کی حقیقت کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ زمانہ آئندہ میں بھلائی کی امید رکھنے کو رجا کہتے ہیں اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس امید رکھنے کو تمنا کہیں یا غرور اور حماقت کہیں احمق لوگ ان میں فرق نہیں کرتے اور سمجھے ہیں کہ یہ سب امید ہے اور جائے محمود ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ اگر شخص اچھا بیج ڈھونڈ کر نرم زمین میں بوئے اور اس زمین کو کانٹے گھاس سے صاف کر ڈالے اور وقت پر پانی دیا کرے اور اس بات کا امیدوار رہے کہ اگر حق تعالیٰ آفتوں سے بچائے گا تو جمع حاصل کروں گا اس آس کو امید اور رجا کہتے ہیں اور اگر سڑا گھنا بیج ہو یا سخت زمین میں تھرا دے اور زمین کو کانٹوں سے صاف نہ کرے یا سینچے نہیں اور جمع کی امید رکھے تو اسے غرور اور حماقت کہتے ہیں رجا نہیں کہتے اور اگر کھرا بیج صاف ستھری زمین میں بوئے لیکن سینچے نہیں اور مینھ برسنے کی آس رکھے اور وہ جگہ ایسی ہے کہ پانی اکثر نہیں برستا لیکن برسنا محال بھی نہیں تو اسے آرزو اور تمنا کہتے ہیں اس طرح جو شخص درست ایمان کا بیج سینے کے میدان میں بوئے اور سینہ کو اخلاق بد سے پاک صاف کرے اور ہمیشہ عبادت کر کے ایمان کے درخت کو سینچتا رہے اور خدا سے آس لگائے رہے کہ وہی آفتوں سے بچائے اور مرتے دم تک یہ شخص یوں ہی خبر گیر رہے اور ایمان سلامت لے جائے تو اسے امید اور رجا کہتے ہیں اس کی علامت یہ ہے کہ زمانہ آئندہ میں جو نیکی ممکن ہوا اس میں کچھ قصور نہ کرے اور خبر گیری نہ چھوڑ دے اس واسطے کہ کھیت کی خبر گیری چھوڑ دینا نا امیدی کی نشانی ہے امید کی نشانی نہیں ہے اور اگر ایمان کا بیج سڑا گھنا ہو یعنی یقین

کامل نہ ہو یا یقین کامل ہو مگر اخلاق بد سے سینے کو پاک نہ کرے اور عبادت سے پانی نہ دے تو رحمت کی آس لگانا حماقت ہے' امید و رجا نہیں جیسا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ﴿ الاحمق من اتبع نفسه هواها وتمنى على الله ﴾ یعنی وہ شخص احمق ہے جو اپنے نفس کی خواہش کے موافق جو چاہتا ہے سو کرتا ہے اور پھر خدا کی رحمت کا امیدوار رہتا ہے بلکہ خود سبحانہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿فخلف من بعد هم خلف ورثوا الكتب ياخذون عرض هذا الادنى ويقولون سيغفرلنا ﴾ یعنی حق سبحانہ تعالیٰ ان لوگوں کی مذمت کرتا ہے جنھیں انبیاء علیہم السلام کے بعد علم حاصل ہوا مگر دنیا کے ساتھ مشغول رہے اور کہا کیے کہ ہم امید رکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ ہم پر رحمت کرے گا پس جس چیز کے اسباب بندے کے اختیار سے علاقہ رکھتے ہیں جب وہ اسباب تمام و کمال مہیا کرے تو اس چیز کی چشم داشت رجا ہے اور جب اسباب ویران اور برباد ہوں تو چشم داشت حماقت اور غرور ہے اور اگر نہ ویران ہوں نہ آباد تو اس چیز کی چشم داشت آرزو ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ﴿لیس الدین بالتمنی ﴾ دین کا کام آرزو سے راست نہیں آتا تو جس نے توبہ کی اسے قبول ہو جانے کی امید رکھنا چاہیے اور جس نے توبہ نہ کی مگر اپنے گناہوں کے سبب سے ملول اور رنجیدہ رہا اور امیدوار رہے کہ خدا مجھے توبہ نصیب کرے گا تو یہ رجا ہے اس واسطے کہ اس کا ملول رہنا توبہ نصیب ہونے کا سبب ہے' اور اگر ملول بھی نہیں رہتا اور پھر توبہ کی امید رکھتا ہے تو یہ غرور اور حماقت ہے علی ہذا القیاس اگر بے توبہ کیے مغفرت کی امید رکھتا ہے تو یہ بھی غرور اور حماقت ہے اگرچہ احمق لوگوں نے اس کا بھی امید نام رکھا ہے حالانکہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿ان الذين امنو او الذين هاجروا وجاو جاهدوا فى سبيل الله اولئك يرجون رحمته الله والله غفور رحيم﴾ یعنی جو لوگ ایمان لائے اور اپنی آرزو اپنے وطن اور گھر میں چھوڑ کر مسافرت اختیار کی اور

کافروں کے ساتھ جہاد کیا انھیں ہماری رحمت کی امید رکھنا بجا ہے یحییٰ ابن معاذ رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ اس سے زیادہ کوئی حماقت نہیں کہ آدمی دوزخ کا تخم بھرائے اور جنت کی امید رکھے نیکوں کا مقام ڈھونڈھے اور گناہ گاروں کے کام کرے بغیر نیک کام کیے ہوئے ثواب ڈھونڈھے ایک شخص تھا لوگ اسے زاہد انجیل کہا کرتے تھے وہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ میں آپ سے یہ پوچھنے حاضر ہوا ہوں کہ اس کی کیا علامت ہے کہ حق تعالیٰ اس شخص کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے اور اس شخص کے ساتھ بھلائی نہیں چاہتا آپ نے فرمایا کہ ہر روز تو اٹھتا ہے تیرا کیا حال ہوتا ہے اس نے عرض کی کہ میرا حال یہ ہوتا ہے کہ نیک کاموں اور نیک لوگوں کو دوست رکھتا ہوں اگر کوئی نیک کام پیش آتا ہے جلدی سے کر لیتا ہوں اور اس کے ثواب کا یقین جانتا ہوں اگر نیکی فوت ہو جاتی ہے تو غمگین ہوتا ہوں اور اس کا آرزومند رہتا ہوں فرمایا کہ یہی اس بات کی علامت ہے کہ حق تعالیٰ نے تیرے ساتھ بھلائی چاہی اگر برائی چاہتا تو تجھے اسی میں مشغول کرتا پھر اس کی کچھ پروا نہ رکھتا کہ دوزخ کے کس وادی میں تجھے ہلاک کرے۔

رجا حاصل کرنے کی تدبیر کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ دو بیماروں کے سوا اور کسی کو اس دوا کی حاجت نہیں ایک وہ بیمار جو کثرت گناہ کے سبب سے ناامید ہو کر توبہ نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ میری توبہ قبول نہ ہوگی دوسرا وہ جو ریاضت اور عبادت کی کثرت سے خود کو ہلاک کیا چاہتا ہے اور اپنی طاقت سے زیادہ وہ رنج و محنت اٹھاتا ہے ان دلوں کے بیماروں کو البتہ اس دوا کی حاجت ہے غافلوں کے حق میں رجا دوا نہیں بلکہ زہر قاتل ہے اور دو سبب سے امید غالب ہو جاتی ہے ایک یہ کہ آدمی عبرت لے دنیا کے عجائبات اور نباتات حیوانات انواع نعمات کی خلقت میں غور و تامل کرے جیسا کہ شکر کے بیان میں ہم

کہہ آئے ہیں تا کہ حق تعالیٰ کی ایسی ایسی رحمت اور عنایت اور مہربانی نظر آئے کہ اس سے بڑھ کر ہو ہی نہیں سکتی اس واسطے کہ آدمی اپنی ذات میں نظر کرے کہ جو کچھ اسے چاہیے تھا اسے کس خوبصورتی سے حق تعالیٰ نے پیدا کیا جس چیز کی آدمی کو ضرورت تھی جیسے سر اور دل یا فقط حاجت تھی ضرورت نہ تھی جیسے ہاتھ پاؤں یا نہ ضرورت تھی نہ حاجت تھی ان چیزوں کے سبب سے آدمی کی فقط زیب و زینت تھی جیسے لبوں کی سرخی بھوؤں کا خم آنکھوں کی سیاہی پلکوں کا سیدھا پن یہ چیزیں کیا کیا خوب پیدا کی ہیں اور سب حیوانات پر رحمت فرمائی ہے حتیٰ کہ مکھی کی خلقت میں کیا پاکیزہ صنعت کی ہے نقش کیا خوب بنائی صورت کیسی مناسب دی ہے پھر یہ صنعت دکھائی کہ اسے اپنا گھر بنانے کی راہ بتائی کیا خوب گھر بناتی ہے کس انداز سے اس میں شہد جمع کرتی ہے اپنے بادشاہ کی کیسی اطاعت کرتی ہے اور بادشاہ انھیں کیا خوب سیاست کرتا ہے جو شخص ایسے عجائبات میں جو اس کے ظاہر و باطن میں اور تمام مخلوقات میں ہیں غور و تامل کرے تو صاف معلوم ہو جائے کہ ارحم الراحمین کی رحمت میں مایوسی اور غلبہ خوف کی گنجائش ہی نہیں بلکہ چاہیے کہ خوف و رجا دونوں برابر رہیں اگر رجا غالب ہو جائے تو بجا ہے پھر خدا کی رحمت اور مہربانی جو بندوں کے شامل حال ہے وہ بے نہایت ہے حتیٰ کہ ایک بزرگ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں آیت مدانیت سے زیادہ کوئی آیت امید دینے والی اور تسلی بخش نہیں ہے اس واسطے کہ حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک بڑی آیت بھیجی ہے تا کہ جب ہم کسی کو قرض دیں تو وہ ہمارا مال حفاظت سے رکھے ضائع نہ ہونے دے پھر ایسی عنایت بیغایت کے ساتھ ہم گناہ گاروں کی بخشش میں کیا کمی کرے گا کہ ہم سب دوزخ میں جائیں رجا خاص کرنے کے واسطے یہ ایک بہت بڑا درجہ ہے اس کی منفعت بے نہایت ہے، مگر ہر ایک اس درجہ کو نہیں پہنچتا دوسرا سبب یہ ہے کہ جو آیات اور احادیث رجا کے باب میں آئی ہیں ان میں آدمی غور و تامل کرے یہ آیتیں اور

حدیثیں حد سے زیادہ ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے قرآن شریف میں آیا ہے ﴿ لاتقنطوا من رحمته الله ﴾ یعنی تم میں کوئی رحمت سے نا امید نہ ہو اور فرمایا ہے ﴿ ویستغفرون لمن فی الارض ﴾ فرشتے تم لوگوں کی آمرزش چاہتے ہیں اور ارشاد کیا ہے ﴿ ذلک یخوف الله به عباده ﴾ یعنی دوزخ اس واسطے ہے کہ کفار کو اس میں ڈالے اور مسلمانوں کو اس سے ڈرائے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کی بخشش چاہنے سے کبھی آسودہ نہیں ہوے حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی ﴿ وان ربک لذو مغفرة للناس علی ظلمهم ﴾ اور جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿ ولسوف یعطیک ربک فترضی ﴾ تو جناب رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصحابہ اجمعین نے فرمایا کہ جب تک میری امت کا ایک گنہگار بھی دوزخ میں رہے گا تب تک میں راضی نہ ہوں گا اور اس طرح کی بہت سی آیتیں ہیں اور حدیثیں یہ ہیں کہ جناب شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت امت مرحومہ ہے اس کا عذاب دنیا ہی میں فتنہ اور زلزلہ ہے جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر ایک مسلمان کے ہاتھ میں ایک کافر کو دے کر کہیں گے کہ یہ دوزخ سے تیرا فدیہ ہے اور فرمایا ہے کہ تپ دوزخ کی آنچ ہے دوزخ سے مسلمان کا یہی حصہ ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی کہ بارخدایا میری امت کا حساب میرے ساتھ کرتا کہ کوئی امت اس کے برابر نہ دکھائی دے ارشاد ہوا کہ اے محمد یہ لوگ تمہاری امت ہیں اور میرے بندے ہیں میں ان پر سب سے زیادہ رحیم ہوں نہیں چاہتا کہ کوئی کسی امت کو ان کے برابر دیکھے نہ تم نہ اور کوئی اور فرمایا ہے کہ میری زندگی بھی تمہاری بھلائی ہے اور میری موت بھی تمہاری بھلائی ہے میں اگر زندہ ہوں تو تمہیں شریعت سکھاتا ہوں اگر مر جاؤں گا تو تمہارے اعمال مجھ پر عرض کیے جائیں گے ان میں جو نیک عمل ہوں گے ان پر حمد و شکر کروں گا جو برے ہوں گے ان کی

آمرزش چاہوں گا ایک دن جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کریم العفو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی کہ آپ جانتے ہیں اس کے کیا معنی ہیں یہ معنی ہیں کہ خداوند کریم برائی کو عفو کرتا ہے اور نیکی کے ساتھ بدل دیتا ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بندہ جب گناہ کر کے استغفار کرتا ہے تو حق سبحانہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے فرشتو دیکھو میرے بندے نے ایک گناہ کیا اور سمجھا کہ اس کا کوئی مالک ہے' کہ گناہ کے سبب سے پکڑے گا اور بخش دے گا تمھیں میں نے گواہ کیا کہ میں نے اسے بخش دیا اور فرمایا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ ارشاد کرتا ہے کہ اگر میرا بندہ گناہ کرتا ہے حتیٰ کہ آسمان بھر جائے اور پھر امیدوار ہو کر استغفار کرتا ہے تو میں بھی اسے بخش دیتا ہوں اگر بندہ زمین بھر گناہ کرتا ہے تو میں بھی اس کے واسطے زمین بھر رحمت رکھتا ہوں اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فرشتہ بندے کے نام پر گناہ نہیں لکھتا جب تک چھ ساعت نہ گزر جائیں اس عرصہ میں اگر بندہ توبہ اور استغفار کرے تو فرشتہ ہرگز لکھتا ہی نہیں اور اگر توبہ نہ کرے کوئی اطاعت کرے تو داہنے ہاتھ کا فرشتہ دوسرے فرشتہ سے کہتا ہے کہ تو اس گناہ کو اس کے نامہ اعمال سے حذف کر دے تا کہ میں بھی اس کے عوض ایک نیکی نہ لکھوں اور ہر نیکی دہ چند ہوتی ہے نو حصے نیکی اس گناہ گار کے واسطے باقی رہ جاتی ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے نام لکھ لیتے ہیں ایک اعرابی نے عرض کی کہ اگر بندہ توبہ کرے آپ نے فرمایا تو محو کر دیتے ہیں عرض کی کہ اگر پھر گناہ کرے فرمایا اسے لکھ لیں گے عرض کی کہ اگر توبہ کرے فرمایا تو مٹا دیں گے عرض کی کب تک یہ صورت رہے گی فرمایا جب تک بندہ استغفار کئے جائے جب تک بندہ استغفار سے ملول نہیں ہوتا تب تک غفور رحیم بھی آمرزش سے ملول نہیں ہوتا اور جب بندہ نیکی کا قصد کرتا ہے تو قبل ازیں کہ بندہ نیکی کرے فرشتہ نیکی لکھ لیتا ہے اگر بندہ وہ نیکی کرتا ہے تو فرشتہ دس نیکیاں لکھتا ہے پھر سات سو تک

بڑھاتا ہے اور جب بندہ گناہ کا قصد کرتا ہے تو فرشتہ نہیں لکھتا اگر بندہ گناہ کرتا ہے تو فرشتہ ایک ہی گناہ لکھتا ہے اور عفو خدا اس کے علاوہ ہے ایک شخص نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت سراپا رحمت میں عرض کی کہ میں رمضان کے روزے رکھتا ہوں اور پانچوں وقت کی نماز پڑھتا ہوں اس سے زیادہ عبادت نہیں کرتا زکوۃ اور حج میرے اوپر فرض ہی نہیں اس واسطے کہ میں مال دار نہیں ہوں یا رسول اللہ فرمائے قیامت کو کہاں ہوں گا آپ نے ہنس کر فرمایا کہ تو میرے ساتھ ہو گا بشرطیکہ کپٹ اور حسد سے دل کو محفوظ رکھا اور غیبت اور جھوٹ سے زبان کو بچائے رکھ اور نامحرم کی طرف دیکھنے سے اور خلق کی طرف نظر حقارت کرنے سے آنکھ نگاہ رکھ تو تو میرے ساتھ بہشت میں داخل ہو گا میں اپنی اس ہتھیلی پر تجھے عزیز رکھوں گا ایک اعرابی نے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ یا رسول اللہ فرمائے قیامت کو خلق کا حساب کون کرے گا آپ نے فرمایا حق تعالی اس نے عرض کی کہ حق تعالی خود حساب کرے گا آپ نے فرمایا ہاں اعرابی ہنس پڑا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے اعرابی تو ہنستا ہے اس نے عرض کی کہ ہاں میں اس واسطے ہنستا ہوں کہ کریم جب قابو پاتا ہے تو قصور معاف فرماتا ہے اور جب حساب لیتا ہے تو آسانی کر دیتا ہے پس رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اعرابی نے سچ کہا کہ کوئی کریم حق تعالی سے زیادہ کریم نہیں پھر فرمایا کہ اعرابی فقیہ اور فہمیدہ ہے پھر فرمایا کہ حق تعالی نے کریم کو بزرگ اور شریف کیا ہے اگر بندہ اسے مسمار کر ڈالے اور پتھر سے جدا کر کے جلا دے تو اس کا گناہ اتنا بڑا نہیں ہوتا جتنا خدا کے کسی ولی کی حقارت کرنے سے ہوتا ہے اعرابی نے عرض کی کہ یا رسول اللہ خدا کے ولی کون لوگ ہیں فرمایا کہ سب مسلمان خدا کے ولی ہیں اے اعرابی تو نے نہیں سنا کہ حق تعالی فرماتا ہے ﴿اللہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمات الی النور﴾ اور فرمایا ہے کہ حق تعالی ارشاد کرتا ہے کہ میں نے بندوں کو اس واسطے

پیدا کیا ہے تا کہ وہ مجھ سے فائدہ اٹھائیں اس واسطے نہیں پیدا کیا کہ میں ان سے فائدہ لوں اور فرمایا کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے خلق کو پیدا کرنے کے قبل اپنے اوپر لکھ لیا ہے کہ میری رحمت میرے غصہ پر غالب رہے اور فرمایا ہے کہ جس نے لا الہ الا اللہ کہا وہ جنت میں جائے گا اور جس کا آخر کلمہ یہ ہوگا' آتش دوزخ اسے دیکھے گی بھی نہیں اور جو شخص بے شرک اس جہان میں جائے گا وہ دوزخ میں نہ داخل ہوگا اور فرمایا ہے کہ اگر تم لوگ گناہ نہ کرو تو حق تعالیٰ اور خلق پیدا فرمائے کہ وہ گناہ کرے تا کہ حق تعالیٰ انھیں بخش دے اس واسطے کہ وہ غفور رحیم ہے اور فرمایا کہ مادر مشفقہ جس قدر اپنے فرزند پر رحیم ہوتی ہے اس سے زیادہ ارحم الراحمین اپنے بندے پر رحیم ہے اور فرمایا ہے کہ قیامت کے دن غفور رحیم اپنی رحمت ظاہر کرے گا کہ ہرگز کسی کے دل پر بھی نہ گزری ہوگی کہ ابلیس رحمت کی امید پر گردن اٹھائے گا اور فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ کی سو رحمتیں ہیں ننانوے قیامت کے واسطے رکھ چھوڑی ہیں اور اس جہاں میں ایک رحمت سے زیادہ نہیں ظاہر کی اسی ایک رحمت کی بدولت سب دل رحیم ہیں حتیٰ کہ ماں کی رحمت فرزند پر اور جانور کی رحمت بچے پر اسی ایک رحمت سے ہے اور قیامت کے دن اس ایک رحمت کو بھی ان ننانوے رحمتوں کے ساتھ اکٹھا کر کے خلق پر پھیلائے گا ہر رحمت آسمان وزمین کے کئی کئی طبقوں کے برابر ہوگی اس دن کوئی ہلاک اور تباہ نہ ہوگا مگر وہ شخص جو ازل میں ہلاک اور تباہ ہو چکا ہو اور فرمایا ہے کہ میری امت میں جو اہل کبائر ہیں ان کے واسطے میں نے اپنی شفاعت رکھ چھوڑی ہے تم سمجھے ہوگے کہ مطیع اور پرہیز گاروں کے لئے شفاعت ہے' ایسا نہیں بلکہ گناہ گاروں اور بدکاروں کے واسطے ہے حضرت سعید ابن بلال رحمتہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ دو شخصوں کو دوزخ سے نکالیں گے حق تعالیٰ ان سے فرمائے گا تم نے جو عذاب دیکھا اپنے فعل کے سبب سے دیکھا کیونکہ میں بندوں پر ظلم نہیں کرتا اور فرمائے گا کہ انہیں پھر دوزخ میں لے جاؤ ایک زنجیریں پہنے ہوئے جلدی جلدی

چلے گا اور دوسرا ٹھہر ٹھہر کر حق تعالیٰ دونوں کو پھر بلا کر پوچھے گا کہ تم نے کیوں ایسا کیا جو جلدی چلا تھا وہ عرض کرے گا کہ بار خدایا اپنے گناہوں کے وبال سے میں اس قدر ڈرا ہوں کہ اب تعمیل حکم میں قصور کر ہی نہیں سکتا اور دوسرا عرض کرے گا کہ یا ارحم الراحمین میں تیری جناب میں نیک گمان رکھتا ہوں کہ جب دوزخ سے تو باہر نکال چکا تو اب پھر نہ بھیجے گا بس دریائے رحمت موجزن ہو گا اور ارحم الراحمین دونوں کو بہشت میں بھیج دے گا اور جناب رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصحابہ اجمعین نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن منادی ندا کرے گا کہ اے امت محمد میں نے اپنا حق تمہیں چھوڑ دیا تمہارے حقوق ایک دوسرے پر باقی رہ گئے تم انھیں آپس میں معاف کر کے سب بہشت میں چلے جاؤ اور فرمایا ہے کہ میری امت میں سے ایک شخص کو قیامت کے دن خلائق کے سامنے حاضر کر کے گناہوں کے ننانوے مکتوب اس کے سامنے پیش کریں گے ہر ایک مکتوب اتنا بڑا ہو گا کہ جہاں تک نگاہ کام کرے وہی مکتوب نظر آئے پھر حق تعالیٰ فرمائے گا کہ اے شخص ان گناہوں میں سے تو کسی گناہ کا انکار کرتا ہے یہ گناہ لکھنے میں فرشتوں نے کچھ ظلم اور زیادتی کی ہے وہ عرض کرے گا کہ اے پروردگار کچھ نہیں پھر ارشاد ہو گا کہ تو کچھ عذر رکھتا ہے عرض کرے گا کہ اے پروردگار کچھ نہیں اور یقین کرے گا کہ اب دوزخ میں جانا پڑا پھر ارشاد ہو گا کہ اے بندے میرے پاس تیری ایک نیکی ہے میں تجھ پر ظلم نہ کروں گا پھر ایک پرچہ لائیں گے اس میں لکھا ہو گا ﴿اشهدان لااله الا الله و اشهدان محمدا رسول الله﴾ بندہ عرض کرے گا کہ بھلا اتنا سا ایک پرچہ اتنے اتنے بڑے ننانوے مکتوبوں کے مقابلے میں کب کفایت کرے گا ارشاد ہو گا کہ اے بندے میں تجھ پر ظلم نہیں کرتا ان سب مکتوبوں کو ایک پلے میں رکھیں گے اور اس پرچے کو دوسرے پلے میں وہ پرچہ سب کو سبک کر کے خود سب سے گراں ہو جائے گا اس واسطے کہ حق تعالیٰ کی توحید کے مقابلے میں کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی اور رسول مقبول صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا کہ جس کے دل میں ایک مثقال خیر ہے اسے دوزخ سے نکال لاؤ بہت مخلوقات کو نکال لائیں گے اور عرض کریں گے کہ اس قسم کے لوگوں میں سے کوئی دوزخ میں نہیں باقی رہا ارشاد ہوگا کہ جس کے دل میں نصف مثقال خیر ہو اسے بھی نکال لاؤ یہ بہترین خلق کا نکال لائیں گے اور عرض کرے گے اس قسم کے لوگوں میں سے کوئی شخص دوزخ میں نہیں باقی رہا پھر ارشاد ہوگا کہ جس کے دل میں ایک ذرہ خیر ہو اسے بھی نکال لاؤ بہت سی خلق کو نکال لائیں گے اور عرض کریں گے کہ اب دوزخ میں ایسا کوئی نہیں باقی رہا جس کے دل میں ذرہ برابر خیر ہو ارشاد ہوگا کہ پیغمبروں کی شفاعت فرشتوں کی شفاعت مسلمانوں کی شفاعت سب ہو چکی اور مقبول بھی ہوئی اب میری رحمت کاملہ کے سوا کچھ باقی نہیں بس دست رحمت بڑھا کر ایسے لوگوں کو مٹھی بھر نکال لے گا جنھوں نے ہرگز ذرا برابر بھی نیکی نہ کی وہ وہ سب جل کر کوئلے کی طرح سیاہ ہو گئے ہوں گے انھیں جنت کی نہروں میں سے ایک نہر میں ڈال دیں گے جسے نہر الحیوۃ کہتے ہیں پھر وہ وہاں سے اس طرح پاک صاف ہو کر باہر نکلیں گے جس طرح سیلاب سے سبزہ نکلتا ہے اور گوہر تابان کے سے مالے ان کے گلے میں ہوں گے اہل بہشت ان سبھوں کو پہچانیں گے اور کہیں گے کہ یہ سب حق تعالیٰ کے آزاد کیے ہوئے ہیں کہ انھوں نے ہرگز کچھ نیکی نہیں کی پھر ارشاد کرے گا کہ تم بہشت میں جاؤ جو کچھ تم دیکھو سب تمہارے ہی واسطے ہے وہ عرض کریں گے کہ بارخدایا تو نے خود وہ سب کچھ عنایت فرمایا جو عالم بھر میں کسی کو نہیں مرحمت کیا ارشاد ہوگا میری رضامندی کہ میں تم سے ایسا خوش رہوں کہ کبھی ناخوش نہ ہوں یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں مذکور ہے حضرت عمر ابن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ جناب رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصحابہ اجمعین تین دن غائب رہے نماز فرض کے سوا اور کسی واسطے باہر نہ تشریف لائے چوتھے دن باہر رونق افروز ہوئے اور فرمایا کہ حق

کے حق میں یہ حدیثیں شفا ہیں اور جس شخص پر غفلت غالب ہوا سے یہ جاننا چاہیے کہ ان حدیثوں کے ساتھ یہ بات بھی معلوم ہے کہ بعض مسلمان دوزخ میں جائیں گے اور سب سے پچھلا وہ ہوگا جو سات ہزار برس کے بعد باہر نکلے گا اور اگر بالفرض ایک ہی آدمی دوزخ میں جائے جب بھی ہر ایک کے حق میں ممکن ہے کہ شاید یہی دوزخی ہو تو ہر ایک کو چاہیے کہ پرہیز اور احتیاط کی راہ اختیار کرے اور جو نیکی ہو سکے کوشش کر کے کرے تا کہ وہ شخص دوزخی نہ ہو جائے اس واسطے کہ سات ہزار برس تو بڑی مدت ہے اگر دنیا کی سب لذتیں ایک شب دوزخ میں رہنے کے خوف سے آدمی ترک کر دے تو بجا ہے غرضیکہ خوف اور رجا برابر ہونا چاہیے جیسا کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ اگر فرداے قیامت کو ندا کریں گے کہ جنت میں ایک آدمی کے سوا دوسرا نہ جائے گا تو میں یہی گمان کرتا ہوں کہ وہ میں ہی ہوں اور اگر ندا کریں گے کہ دوزخ میں ایک آدمی کے سوا اور کوئی نہ جائے گا تو میں ڈرتا ہوں کہ وہ میں ہی ہوں۔

ــــــــ اختتام ــــــ حصہ سوئم ــــــــ

فہرست

خوف کی فضیلت اور حقیقت اور اقسام

خوف کی حقیقت

جو شخص جتنا بڑا عارف ہوگا وہ اسی قدر ڈرے گا

خوف کے درجات

خوف کی اقسام

سوء خاتمہ کا بیان

خوف حاصل کرنے کی تدابیر

جو بڑا عارف ہے وہی زیادہ خائف بھی ہے

انبیاء اور ملائیکہ کی حکایات

صحابہ اور اگلے بزرگوں کی حکایت

اصل نمبر ۴ :فقر و زہد

فقر و زہد کی حقیقت

محتاجی کی فضیلت

قانع درویش کی فضیلت

حریص فقیر کو بھی ثواب ملے گا

درویش صابر بہتر ہے یا تونگر شاکر؟

حالت محتاجی میں درویشی کے آداب

کسی کا عطیہ لینے کے آداب

بلاضرورت سوال حرام ہونے کا بیان

فقیروں کے مختلف درجے

زہد کی حقیقت اور فضیلت کا بیان

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved
©2002-2008

زہد کی فضیلت کا بیان
زہد کے درجوں کا بیان
زاہد کو دنیا میں جن چیزوں پر قناعت کرنا چاہئے
اصل نمبر ۵ :نیت، صدق و اخلاص
پہلا باب: نیت کا بیان
نیت کی حقیقت
مومن کی نیت اس کے عمل و کردار سے بہتر ہے
نفسانی خیالات اور وسواس کون سے معاف ہیں کون سے نہیں
نیت کی وجہ سے عمل بدل جاتے ہیں
اس کا بیان کہ نیت اختیار میں نہیں
جس سبب سے عمل ہوتا ہے اسے نیت کہتے ہیں
دوسرا باب: اخلاص کی فضیلت
حقیقت اخلاص
عالم کی دو رکعت نماز جاہل کی ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے
نیت میں آمیزش کا اثر
تیسرا باب: صدق کا بیان
اصل نمبر ۶ :محاسبہ و مراقبہ
حکایت
مراقبہ کے دو درجے
اصل نمبر ۷ :تفکر کا بیان
تفکر کی فضیلت
تفکر کی حقیقت

تفکر کس لئے کرنی چاہئے

فکر کا میدان یعنی فکر کس چیز میں ہوتی ہے اور کہاں جاتی ہے

اصل نمبر ۸ :توکل

توکل کی فضیلت

توحید کی حقیقت جو توکل کی بنیاد ہے

توحید کے چار درجے ہیں

فنا فی التوحید کسے کہتے ہیں؟

توحید کے درجوں کی تفصیل

توحید در شرع، شرع در توحید کے معنی ایمان جو بنائے توکل ہے

توکل کی حقیقت

توکل کے درجوں کا بیان

توکل کے اعمال

توکل کی ایک خاص حالت پیدا کرنے کی تدبیر

عیال دار کے توکل کا بیان

توکل میں ذخیرہ جمع کرنا

اگر سامان جمع نہ ہونے سے جمع خاطر نہ ہو تو ذخیرہ کرنا بہتر ہے

وہ اسباب جن سے نقصان رفع ہو

متوکل چور کے ڈر سے دروازہ بند کرے یا نہیں؟

متوکل کے آداب

متوکل بیماری کا علاج کرے یا نہیں؟

دفع مرض کے لئے داغ دینا توکل کے خلاف ہے

بعض احوال میں دوا نہ کھانا بہتر ہے

بیماری کا اخفاء شرط توکل ہے

اصل نمبر ۹ :محبت، شوق، رضا

محبت الٰہی کی فضیلت

محبت الٰہی کی حقیقت

محبت کے اسباب

حسن وخوبی کی حقیقت کا بیان

فقط خدا ہی محبت کے قابل ہے

معرفت میں دل کی راحت ولذت ہے

معرفت علم کی لذت تمام لذات سے بہتر ہے

حق تعالیٰ کی معرفت تمام معرفتوں سے افضل ہے

نظر کی لذت معرفت کی لذت سے بہتر ہے

دیدار کی لذت معرفت کی جنس سے ہے یا نہیں؟

دیدار کی لذت معرفت کی لذت سے کس طرح زیادہ ہے

وہ تدابیر جن سے آدمی بہشت کی لذتوں کو بھی بھول جائے

معرفت الٰہی کی پوشیدگی کے اسباب

محبت پیدا کرنے کی تدبیر

محبت الٰہی کی علامات

خدا طلبی کا شوق

رضا کی فضیلت

رضا کی حقیقت

رضا کے شرائط

اصل نمبر ۱۰: موت کی یاد

موت کی یاد کے تین طریقے

وہ تدابیر جن سے موت کا ذکر دل میں اثر کرے

امید کوتاہ کی فضیلت

طول امل کے اسباب

طول امل کا علاج

طول امل کے درجات

سکرات موت اور جان کنی

جان کنی کی ہیبتیں

مردے کے ساتھ قبر میں پیش آنے والی باتیں

منکر نکیر کے سوالات

مردوں کے احوال جو خواب میں معلوم ہوئے

خوف کی فضلیت اور حقیقت اور اقسام کا بیان

اے عزیز جان! تو کہ خوف بڑا مقام ہے اور اس کی فضلیت اس کے ثمروں اور سببوں کے موافق ہے اور علم اور معرفت اس کا سبب ہے جیسا کہ اس کے بعد بیان کیا جائے گا اس واسطے حق سبحانہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ﴿ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء ﴾ (۱) اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ﴿ راس الحکمتہ مخافتہ اللہ ﴾ (۲) اور پاک دامنی اور ورع وتقوی خوف کے ثمرات ہیں اور یہ سب سعادت کا تخم ہیں اسواسطے کہ بے ترک شہوات اور بغیر اس پر صبر کیے ہوئے آدمی آخرت کی راہ نہیں چل سکتا اور جیسا آتش خوف شہوات کو جلا کر کشتہ کر دیتی ہے ویسا کوئی چیز نہیں کرتی اس واسطے حق سبحانہ تعالیٰ نے ڈرنے والوں کے واسطے ہدایت رحمت علم رضوان کو تین آیتوں میں جمع کیا اور فرمایا ﴿ ھدی و رحمتہ للذین ھم لربھم یرھبون ﴾ (۳) اور ﴿ انمایخشی اللہ من عبادہ العلماء ﴾ اور ﴿ رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ ذلک لمن خشی ربہ ﴾ (۴) اور تقوی جو خوف کا ثمرہ ہے اسے حق تعالیٰ نے اپنی طرف اضافت کیا اور فرمایا ﴿ ولکن ینالہ التقوی منکم ﴾ (۵) اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خلق کو جس دن میدان قیامت میں جمع کریں گے تو منادی ایسی آواز سے انھیں حکم کرے گا کہ سب دور ونزدیک سن لیں گے اور فرمائیں گے کہ اے لوگو جس دن سے میں نے تمہیں پیدا کیا اس دن سے آج تک میں نے تمہاری باتیں سنیں اب آج تم میری بات کان لگا کر سنو کہ تمہارے اعمال تمہارے سامنے رکھوں گا۔ اے لوگو ایک نسب تم نے مقرر کیا ایک نسب میں نے تم کو دیا تم نے اپنے مقرر کیے ہوئے نسب کو بالا کیا اور میرے ٹھہرائے ہوئے نسب کو دبا رکھا میں نے کہا تھا ﴿ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم ﴾ یعنی تم میں سب سے وہ بزرگ تر ہے جو بہت پرہیز گار ہے اور تم نے کہا کہ بزرگ تر وہ ہے جو فلاں ابن فلاں ہے آج میں

اپنے مقرر کیے ہوئے نسب کو بالا کرتا ہوں اور تمہارے ٹھہرائے ہوئے نسب کو پست کیے دیتا ہوں ﴿ این المتقون ﴾ کہاں ہیں پرہیز گار لوگ پھر ایک جھنڈا استاد کر کے آگے آگے لے جائیں گے اور پرہیز گار لوگ اس کے پیچھے پیچھے چلیں گے حتیٰ کہ سب پرہیز گار بے حساب بہشت میں داخل ہو جائیں گے اسی سبب سے ڈرنے والوں کا ثواب دونا ہے حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ﴿ ولمن خاف مقام ربه جنتان ﴾ (٦) اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ ارشاد کرتا ہے کہ قسم ہے مجھے اپنی عزت کی کہ دو خوف اور دو امن ایک بندے میں، میں نہیں جمع کرتا اگر دنیا میں بندہ مجھ سے ڈرے گا تو آخرت میں اسے بے خوف رکھوں گا اور اگر دنیا میں بے خوف رہے گا تو آخرت میں اسے خوف میں رکھوں گا اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص خدا سے ڈرتا ہے اس سے سب چیزیں ڈرتی ہیں اور جو خدا سے نہیں ڈرتا اسے خدا سب چیزوں سے ڈراتا ہے اور فرمایا ہے تم میں پکا عقل مند وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ خدا سے ڈرتا ہے اور فرمایا ہے کہ جس مسلمان کی آنکھ سے آنسو بہے اگرچہ مکھی کے سر کے برابر ہوں اور بہہ کر اس کے منہ پر آ جائے اس کے منہ پر آتش دوزخ حرام ہو جاتی ہے اور فرمایا ہے کہ جب خدا کے خوف سے بندے کے بدن کے روئیں کھڑے ہو جاتے ہیں اور وہ اندیشہ کرتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت سے پتے اور فرمایا ہے کہ جو شخص خدا کے خوف سے رویا وہ آتش دوزخ میں نہ جلایا جائے گا جس طرح جو دودھ پستان سے نکل آیا ہو وہ پھر پستان میں نہیں جاتا ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ کی امت سے کوئی شخص بے حساب جنت میں جائے گا آپ نے فرمایا ہاں جو شخص اپنے گناہ یاد کر کے روئے گا وہ بے حساب جنت میں داخل ہو گا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو آنسو کا

قطرہ خوف خدا سے نکلے یا خون کا قطرہ راہ خدا میں گرے اس سے زیادہ کوئی قطرہ خدا کے نزدیک محبوب نہیں اور فرمایا ہے کہ سات آدمی خدا کے سایہ میں رہیں گے ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو تنہائی میں خدا کو یاد کرے اور اس کی آنکھ سے آنسو بہے حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت سراپا موعظت میں حاضر تھا آپ ہم لوگوں کو نصیحتیں فرما رہے تھے دلوں پر خوف غالب ہوا آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے پھر میں گھبرایا میری اہلیہ مجھ سے باتیں کرنے لگی میں دنیا کی باتوں میں پڑ گیا پھر مجھے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام اور اپنا وہ رونا یاد آیا میں باہر نکل آیا اور شور و فریاد کرنے لگا کہ آہ حنظلہ منافق ہو گیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے سامنے آئے اور کہنے لگے کہ منافق نہیں ہوا میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ حنظلہ منافق ہو گیا آپ نے فرمایا ﴿ کلا لم ینافق حنظلۃ ﴾ (۷) پھر میں نے یہ حال عرض کیا فرمایا کہ اے حنظلہ جس حال پر تم میرے سامنے رہتے ہو اگر اسی حال پر رہو تو فرشتے راہوں اور گھروں میں سے مصافحہ کیا کریں اے حنظلہ ایک ساعت یعنی وہ حالت تھوڑی دیر رہتی ہے۔ بزرگوں کے اقوال یہ ہیں حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ مجھ پر خوف غالب ہو اور اسی دن حکم اور عبرت کا دروازہ میرے دل پر نہ کھلا ہو حضرت یحییٰ ابن معاذ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بخوف عقوبت اور امید رحمت کے درمیان میں مسلمان کا گناہ اس طرح ہوتا ہے جیسے دو شیروں میں ایک روباہ اور ان ہی نے یہ بھی کہا کہ آدمی بے چارہ اگر دوزخ سے ایسا ڈرتا جیسا مفلسی سے ڈرتا ہے تو بے شک جنتی ہوتا لوگوں نے حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ فردائے قیامت کو کون شخص بہت ایمن رہے گا فرمایا وہ شخص جو آج بہت ڈرتا ہے ایک شخص نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا کہ ایسے لوگوں کی مجلس کے بارے میں

اوران تقصیروں کے ساتھ اپنے اوپر خدا کی نعمتوں کو دیکھے اس آدمی کی مثل اس شخص کی سی ہے جو کسی بادشاہ سے بہت خلعت اور نعمت پا رہا ہو پھر اس کی حرم سرا اور خزانے میں خیانت کرتا ہو اور ناگاہ جانے کہ بادشاہ اسے خیانت کی حالت میں دیکھا کرتا ہے اور سمجھے کہ بادشاہ غیور اور انتقام لینے والا اور بے باک ہے اور کسی کو بادشاہ پاس اپنا ساعی اور شفیع نہ جانے اور بادشاہ سے کوئی وسیلہ اور قربت نہ رکھتا ہو جب اپنے کام کا خطرہ دیکھے گا تو خواہ نخواہ اس شخص کے دل میں خوف کی آگ پیدا ہو جائے گی دوسری معرفت یہ ہے کہ اس شخص کے گناہ اور عیب کے سبب سے آتش خوف نہ پیدا ہو بلکہ اسی کی قدرت اور بے باکی کی وجہ سے پیدا ہو کہ یہ شخص اس سے ڈرتا ہے جیسا کہ کوئی شخص شیر کے چنگل میں پھنس جائے اور ڈرے تو اپنے گناہ کے سبب سے نہ ڈرے گا اس سبب سے ڈرے گا کہ شیر کی صفت جانتا ہے کہ اس شخص کا ہلاک کر ڈالنا شیر کا مقتضائے طبع ہے اور اس شخص کی ضعیفی سے شیر کچھ باک نہیں رکھتا یہ خوف تمام تر اور فاضل تر ہوتا ہے اور جس شخص نے حق تعالیٰ کی صفتوں کو پہچانا اور اس کے جلال اور بزرگی اور توانائی اور بے باکی کو جانا کہ اگر وہ تمام عالم کو ہلاک کر ڈالے اور ہمیشہ دوزخ میں رکھے تو اس کی مملکت میں ایک ذرہ بھی کمی نہ ہوگی اور جس صفت کو رقت اور شفقت کہتے ہیں اس کی حقیقت سے اس کی ذات منزہ ہے جب آدمی کو یہ معلوم ہو تو ڈرنے کا محل ہے یہ ڈر انبیا علیہم السلام کو بھی ہوتا ہے گو کہ وہ یہ جانتے کہ ہم گناہ سے معصوم ہیں جو شخص زیادہ عارف خدا ہوتا ہے وہ ڈرتا بھی بہت ہے، اس واسطے کہ جناب سلطان الانبیا علیہ افضل الصلوٰۃ والثناء نے فرمایا ہے کہ میں تم سب سے زیادہ عارف ہوں اور تم سب سے زیادہ خائف ہوں اور اس واسطے کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ﴿ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء ﴾ اور جو شخص جاہل تر ہوتا ہے وہ خدا سے بے خوف ہوتا ہے حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی نازل ہوئی کہ اے داؤد مجھ سے ایسا ڈر جیسا شیر خشمگین سے

ڈرتا ہے خوف کا سبب یہی ہے جو بیان ہوا اور خوف کا ثمرہ دل اور بدن اور جوارح میں ہوتا ہے دل میں یہ ہوتا ہے کہ دل میں دنیا کی خواہشیں بری معلوم ہوں اور خواہشوں کی کچھ پرواہ نہ رہے اس واسطے کہ اگر کسی کو نکاح یا طعام کی خواہش ہوتی ہے وہ جب شیر کے چنگل میں پھنس جاتا ہے یا بادشاہ قاہر کے قید خانے میں قید ہو جاتا ہے تو اسے اس خواہش کی کچھ پروا نہیں رہتی بلکہ خوف میں دل کا حال بالکل خشوع وخضوع اور خواری وخاکساری ہو جاتا ہے اور سراپا مراقبہ اور محاسبہ اور عاقبت اندیشی ہو جاتا ہے نہ تکبر رہتا ہے نہ حسد نہ دنیا کا لالچ نہ غفلت اور بدن میں خوف کا ثمرہ شکستگی اور لاغری اور زردی ہے اور جوارح میں خوف کا ثمرہ یہ ہے کہ جوارح کو گناہ سے پاک رکھنا اور عبادت میں با ادب رکھنا اور خوف کے درجے متفاوت ہوتے ہیں خوف اگر شہوت سے باز رکھے تو اس کا نام عفت ہے اگر حرام سے باز رکھے تو اس کا نام ورع ہے اگر شبہوں سے یا ایسے حلال سے جسمیں حرام کا شبہہ ہے باز رکھے تو اس کا نام تقویٰ ہے اگر زاد راہ کے سوا ہر چیز سے باز رکھے تو اس کا نام صدق ہے عفت اور ورع تقویٰ کے ماتحت ہیں اور یہ سب صدق کے نیچے ہیں اور یہ حالت جو آنسو نکال دیتی ہے اور آدمی آنسو پونچھ کر لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہہ کر پھر غفلت میں پڑ جاتا ہے اسے زبانی رقت کہتے ہیں یہ خوف نہیں اس واسطے کہ جو شخص جس چیز سے ڈرتا ہے اس سے بھاگتا اور پرہیز کرتا ہے جس کی آستین میں کوئی چیز ہے اور وہ دیکھے کہ سانپ ہے تو ممکن نہیں کہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہہ کر چپ ہو رہے بلکہ اسے اپنی آستین سے گرا دے گا حضرت ذوالنون مصری رحمتہ اللہ تعالیٰ سے لوگوں نے پوچھا کہ بندہ خائف کون ہے فرمایا ہے کہ وہ جو خود کو اس بیمار کی طرح رکھے جو موت کے خوف سے سب خواہشوں سے حذر کرتا ہے۔

درجات خوف

اے عزیز! جان تو کہ خوف کے تین درجے ہیں ضعیف قوی معتدل ان میں معتدل بہتر ہے ضعیف وہ ہے جو کام پر مستعد نہ رکھے جیسے عورتوں کی رقت قوی وہ ہے جس سے ناامیدی اور بے ہوشی اور موت کا خوف ہو یہ دونوں مذموم ہیں اس واسطے کہ خوف میں فی نفسہ کچھ کمال نہیں ہے خوف تو حید اور معرفت اور محبت کے مثل نہیں ہے اس واسطے حق سبحانہ تعالیٰ کی صفات میں خوف کا ہونا درست نہیں بلکہ بے جہل اور عجز کے خوف ہوتا ہی نہیں اس واسطے کہ جب تک عافیت نامعلوم نہ ہوگی اور خطرے سے حذر کرنے میں عجز نہ ہوگا تب تک خوف بھی نہ ہوگا مگر غافلوں کے حق میں البتہ خوف کمال ہے اس واسطے کہ خوف اس تازیانے کے مانند ہے جو لڑکوں کو پڑھنے میں لگائے اور جانور کو راہ چلائے جب تازیانہ ایسا کمزور ہو کہ چوٹ لگے تو نہ لڑکے کو پڑھنے میں لگائے گا نہ جانور کو راہ پر چلائے گا اور اگر تازیانہ ایسا سخت ہو کہ لڑکے یا جانور کا بدن پھٹ جائے یا منھ ہاتھ ٹوٹ جائے تو ناقص ہے بلکہ خوف معتدل ہونا چاہیے تا کہ گناہوں سے باز رکھے اور عبادت کی رغبت دلائے جو زیادہ عالم ہوتا ہے اس کا خوف بھی زیادہ معتدل ہوتا ہے اس واسطے کہ اس کا خوف جب حد سے بڑھ جاتا ہے تو وہ اسباب رجا کا خیال کرتا ہے اور جب گھٹ جاتا ہے تو کام کے خطر کا اندیشہ کرتا ہے اور جو شخص خائف ہو اور خود کو عالم کہے وہ عالم نہیں اس واسطے کہ اس نے جو کچھ سیکھا ہے وہ بے سود اور بیہودہ ہے علم نہیں ہے جیسے بازاری فال گو کہ خود کو حکیم کہتے ہیں حالانکہ حکمت سے کچھ بھی خبر نہیں رکھتے اس واسطے کہ اول معرفت یہ ہے کہ آدمی خود کو اور حق تعالیٰ کو پہچانے اور خود کو پہچانے عیب و تقصیر کے ساتھ اور حق تعالیٰ کو جلال و عظمت اور عالم کو ہلاک کر ڈالنے میں بے باک ہونے کے ساتھ ان دونوں معرفتوں سے خوف کے سوا اور کوئی صفت نہیں پیدا ہوتی اس واسطے تھا کہ جناب سرور کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ نے فرمایا ﴿ اول العلم

معرفتہ الجبار و اخر العلم تفویض الامر الیہ ﴾ یعنی اول علم یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو جباری اور قہاری کے ساتھ آدمی پہچانے اور آخر علم یہ ہے کہ اپنے کام بندہ دار اس پر چھوڑ دے اور جان لے کہ میں کوئی چیز نہیں ہوں اور میرے سبب سے کچھ نہیں ہے اور یہ کیونکر ممکن ہوگا کہ کوئی یہ جانے اور نہ ڈرے۔

انواع خوف کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ خطر پہچاننے سے خوف پیدا ہوتا ہے اور ہر شخص کو اور ہی خوف پیش آتا ہے کسی کو دوزخ کا خطرہ پیش آتا ہے اس سبب سے اسے خوف ہوتا ہے اور کسی کی راہ دوزخ میں سے کوئی چیز پیش آتی ہے مثلاً ڈرتا ہے کہ مبادا بے توبہ مر جائے یا ڈرتا ہے کہ توبہ کرکے پھر گناہ میں پڑ جائے یا اس کے دل میں سختی اور غفلت پیدا ہو جائے یا عادت اسے پھر گناہ کی طرف لے جائے یا نعمت کے سبب سے اس کے دل میں غرور غالب ہو جائے یا قیامت کے دن لوگوں کے مظلموں میں گرفتار ہو جائے یا اس کی فضیحتیاں اور برائیاں ظاہر ہو جائیں اور وہ رسوا اور ذلیل ہو یا ڈرتا ہے کہ اسے کچھ خیال آئے کہ خدا اسے دیکھتا اور جانتا ہے اور وہ خیال ناپسندیدہ ہے ہر ایک فائدہ یہ ہے کہ جس امر سے ڈرتا ہے اس سے باز رہے مثلاً جب عادت سے ڈرتا ہے کہ پھر اسے گناہ کی طرف لے جائے گی تو اس عادت کو چھوڑ دے اور جب خیالات ناپسندیدہ پر حق تعالیٰ کے واقف ہونے سے ڈرتا ہے تو دل پاک رکھے اور باتوں کو اسی پر قیاس کر لینا چاہیے اکثر بندے جو خائف ہوتے ہیں ان کے دلوں پر خاتمہ اور عاقبت کا خوف غالب ہوتا ہے کہ شاید کہ ایمان سلامت نہ لے جائیں اس سے سابق کا خوف کامل تر ہے کہ ازل میں اس کی سعادت اور شقاوت کے باب میں کیا حکم کیا ہو اس واسطے کہ خاتمہ فرع سابق ہے اصل اس مسئلہ میں یہ ہے کہ ایک دن جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر مبز فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ایک کتاب لکھی ہے اس میں جنتی لوگوں کے نام ہیں اور

داہنا ہاتھ پھیلا دیا اور فرمایا کہ دوسری کتاب لکھی ہے اس میں دوزخیوں کے نام و نشان ونسب ہیں اور بایاں ہاتھ پھیلا دیا اور فرمایا کہ اس میں نہ کچھ بڑھنا ہے نہ گھٹنا ہے اہل سعادت شاید اہل شقاوت کے کام کریں حتیٰ کہ سب کہیں کہ وہ شقیوں میں ہے پھر حق تعالیٰ ایک ہی ساعت موت کے پہلے اسے راہ شقاوت سے پھیر کر راہ سعادت کی طرف لے آئے سعید وہی ہے جس کی سعادت کا حکم ازل میں ہو چکا ہے اور شقی وہی ہے جس کی شقاوت کا حکم ازل میں ہو چکا ہے تو خاتمے کا اعتبار ہے انجام بخیر درکار ہے اس واسطے عارف لوگ ڈرتے ہیں یہ خوف کامل تر ہے جیسا کہ حق تعالیٰ کی صفت جلال سے بندے کا اس خوف سے جو اپنے گناہ کے سبب سے ہو کامل تر ہے اس واسطے کہ جلال الٰہی سے ہرگز خوف جاتا ہی نہیں اور آدمی جب گناہ ہی سے ڈرے گا تو شاید توبہ کر کے مغرور ہو جائے اور کہنے لگے کہ اب تو میں نے گناہ سے ہاتھ کھینچا اب میں کیوں ڈروں غرضیکہ جناب محبوب خدا علیہ الصلوٰۃ والثناء اعلیٰ علیین میں رہیں گے اور ابوجہل اسفل السافلین میں اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوجہل پیدا ہونے کے قبل کوئی وسیلہ اور قصور نہ رکھتے تھے حق تعالیٰ نے جب پیدا کیا تو بے کسی سبب کے کہ حضرت کی طرف سے ہو حضرت کو معرفت اور عبادت کی راہ بتا دی اور حق تعالیٰ نے یہ امر آپ کے واسطے لازم کر دیا کیونکہ آپ کے داعیہ کو اسی امر میں صرف کیا یہ ممکن ہی نہ تھا کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے آپ کو دکھایا اور آپ پر کشف فرمایا اسے آپ اپنے اوپر پوشیدہ کر لیتے اور یہ بھی محال تھا کہ جسے آپ زہر قاتل سمجھے اس سے دور نہ رہتے اور ابوجہل پر حق تعالیٰ نے راہ بصیرت بند کر دی اسے قدرت ہی نہ تھی کہ دیکھا اور جب دیکھا تو بے اس کے کہ خواہشوں کی آفتیں پہچانے خواہشوں سے دست بردار نہ ہو سکا تو جناب محبوب خدا علیہ الصلوٰۃ والثنا اور ابوجہل دونوں ازل میں مجبور تھے جیسا حق تعالیٰ نے چاہا ویسا کیا ابوجہل کو بے سبب شقاوت کا حکم کر کے دوزخ دوڑایا اور جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل

التحیات کو محض اپنے فضل و کرم سے سعادت کا حکم فرما کر زبردستی اعلیٰ علیین میں پہنچا دیا جو بے نیاز کچھ خیال نہیں کرتا جیسا خود چاہتا ہے ویسا حکم فرماتا ہے کسی کی کچھ پروا نہیں رکھتا اس سے ڈرنا ضرور ہے اسی سبب سے حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا کہ اے داؤد مجھ سے ایسا ڈر جیسا شیر غراں سے ڈرتا ہے اس واسطے کہ شیر ہلاک کر ڈالنے میں کچھ باک نہیں رکھتا یہ بے باکی تیری خطا کے سبب سے نہیں بلکہ اس کے شیر ہونے کا غلبہ ہلاک کر ڈالنے میں بے باکی کا حکم کرتا ہے اور اگر شیر تجھ سے دست بردار ہوتا ہے تو کچھ شفقت اور قرابت تیرے ساتھ نہیں رکھتا کہ اس کے سبب سے دست بردار ہوتا ہے بلکہ تجھے بے حقیقت سمجھ کر دست بردار ہوتا ہے جس نے خدا کی یہ صفتیں جان لیں ممکن نہیں کہ وہ بے خوف رہے۔

سوء خاتمہ کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ بہت ڈرنے والوں تو خاتمہ سے ڈرے ہیں اس واسطے کہ آدمی کا دل ایک حال پر نہیں رہتا اور موت کا وقت بہت کٹھن ہے اور یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ مرتے دم دل کس حال پر ٹھہر جائے چنانچہ ایک عارف نے کہا اگر کسی کو پچاس برس تک میں نے موحد جانا وہ اگر مجھ سے اس قدر غائب ہو کہ دیوار کی آڑ میں ہو جائے تو پھر اس کے موحد رہنے پر میں گواہی نہ دوں گا کیونکہ دل کا حال ہر آن بدلتا رہتا ہے میں نہیں جانتا کہ کس حال سے بدل گیا اور ایک بزرگ کہتے ہیں کہ اگر مجھ سے پوچھیں کہ گھر کے دروازے پر کسی با ایمان مرنے کی گواہی دینا تجھے پسند ہے یا حجرے کے دروازے پر تو میں کہوں گا کہ حجرے کے دروازے پر اس واسطے کہ میں نہیں جانتا کہ گھر کے دروازے تک ایمان رہے یا نہ رہے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قسم کھا کر کہا کرتے کہ موت کے وقت ایمان چھین جانے سے کوئی شخص بے خوف نہیں حضرت سہیل تستری رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ صدیق لوگ ہر دم برے خاتمے سے ڈرتے ہیں حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انتقال کے وقت بے قرار ہو ہو کر روتے لوگوں نے کہا رو نہیں خدا کی بخشش تمہارے گناہ سے بڑی ہے جواب دیا کہ اگر میں یہ جانوں کہ موحد مروں گا تو کچھ باک نہیں رکھتا گو کہ کئی پہاڑوں کے برابر گناہ رکھتا ہوں ایک بزرگ نے وصیت کی اور جو کچھ مال رکھتے تھے وہ ایک شخص کے سپرد کر کے کہا کہ میرے با ایمان مرنے کی فلانی علامت ہے اگر وہ علامت تم دیکھنا تو اس مال سے شکر اور مغز بادام مول لے کر شہر کے لڑکوں کو بانٹنا اور کہنا کہ فلانے شخص کا عرس ہے جو دنیا سے با ایمان گیا اگر وہ علامت نہ دیکھنا تو لوگوں سے کہہ دینا کہ مجھ پر نماز نہ پڑھیں اور میرے ساتھ دغا نہ کھائیں تا کہ مرنے کے بعد تو میں ریا کار نہ ہوں حضرت سہل تستری رحمتہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ مرید کو یہ خوف ہے کہ گناہ میں پڑ جائے اور مرشد عارف کو یہ ڈر ہے کہ کفر میں گرے حضرت ابو یزید بسطامی قدس سرہ نے کہا ہے کہ میں جب مسجد جانے لگتا ہوں تو اپنی کمر میں ایک زنار دیکھتا ہوں اس واسطے کہ میں ڈرتا ہوں کہ جب تک میں مسجد جاؤں جاوں ایسا نہ ہو کہ مجھے کلیسا لے جائیں ہر روز پانچ بار میری یہی حالت ہوتی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے فرمایا کہ تم لوگ گناہ سے ڈرتے ہو اور ہم پیغمبر کفر سے ڈرتے ہیں ایک پیغمبر علیہ السلام برسوں ننگے بھوکے پریشان حال رہے پھر حق سبحانہ تعالیٰ کی درگاہ میں روئے وحی آئی کہ میں تیرے مال کو کفر سے بچائے رکھتا ہوں تو اسبات سے کیا خوش نہیں ہے جو دنیا چاہتا ہے عرض کی بار خدایا میں نے توبہ کی اور خوش ہوا اور اس سوال کی ندامت سے اپنے سر پر خاک ڈالی خاتمہ برا ہونے کی علامتوں میں سے ایک نفاق ہے اسی واسطے صحابہ رضی اللہ عنہم ہمیشہ نفاق سے ڈرتے تھے حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ اگر میں جان لوں کہ مجھ میں نفاق نہیں ہے تو جو کچھ روئے زمین پر ہے اس سب سے میں اس امر کو زیادہ دوست رکھتا ہوں اور کہا ہے کہ ظاہر و باطن دل و زبان کا اختلاف بھی منجملہ نفاق ہے۔

فصل:

اے عزیز! جان تو کہ سوء خاتمہ جس سے سب بزرگ ڈرے ہیں اس سے عبارت ہے کہ موت کے وقت بندے کا ایمان چھین لے اس کے بہت سے سبب ہیں ان کا علم پوشیدہ ہے لیکن اکثر دو سبب سے ایمان میں خلل واقع ہوتا ہے ایک یہ کہ کوئی شخص کسی بدعت باطل کا اعتقاد کر کے تمام عمر اس میں بسر کرے اور خیال کرے کہ یہ عقیدہ بے جا ہے موت کے وقت شاید اس کی خطا اس پر حق تعالیٰ کھول دے اس وجہ سے اور اعتقادات جو رکھتا تھا ان میں بھی شک واقع ہو جائے اور ان عقائد کی مضبوطی جاتی رہے اور اسی شک میں مر جائے بدعتی کو بھی یہ خطر لگا ہوا ہے اور اسے بھی جو متکلم ہو اور عقائد میں بحث اور دلیل کی راہ چلے گو کہ باورع اور پارسا ہو لیکن وہ بھولے لوگ جن کا ایمان ظاہر قرآن وحدیث کے موافق ہے وہ اس سے بے خوف ہیں اسی سے جناب مخبر صادق صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے ﴿ علیکم بدین العجائز و اکثر اھل الجنتہ البلہ ﴾ (۸) اس واسطے اگلے بزرگ علم کلام اور بحث کر کے حقیقت امور دریافت کرنے کو منع کرتے تھے اس واسطے کہ جانتے تھے کہ ہر ایک اس کی طاقت نہیں رکھتا کسی نہ کسی بدعت میں گرفتار ہو جائے گا سوء خاتمہ کا دوسرا سبب اکثری یہ ہے کہ اصل میں ایمان ضعیف ہو اور دنیا کی محبت غالب ہو حق تعالیٰ کی محبت ضعیف ہو تو ایسا مرنے والا موت کے وقت جب دیکھتا ہے کہ خواہش کی سب چیزیں اس سے چھینے لیتے ہیں اور دنیا سے جبراً قہراً ایسی جگہ نکالے لیے جاتے ہیں جہاں جانا نہیں منظور اس سبب سے ایک کراہت پیدا ہوتی ہے اور خدا کے ساتھ وہ ضعیف سی دوستی جو تھی وہ بھی جاتی رہتی ہے مثلاً جیسے کوئی شخص اپنے فرزند کو کچھ دوست رکھتا ہے تو وہ شخص جس چیز کو معشوق رکھتا ہے اور فرزند سے زیادہ دوست رکھتا ہے اس چیز کو جب فرزند چھین لے تو وہ شخص فرزند کو دشمن ٹھہرا لیتا ہے، اور ذرا سی دوستی جو فرزند کے ساتھ تھی وہ بھی جاتی رہتی ہے اس واسطے شہادت

کا بڑا درجہ ہے کہ اس وقت دنیا کو سامنے سے دور کر دیتے ہیں اور خدا کی محبت دل میں غالب ہوتی ہے اور مرنے پر دل سے مستعد ہوتے ہیں ایسے وقت موت کا آنا بہت غنیمت ہے اس واسطے کہ یہ حال بہت جلد جاتا رہتا ہے اور دل اس صفت پر نہیں رہتا تو جس شخص کے دل میں خدا کی محبت سب چیزوں کی محبت سے زیادہ ہو تو اس بات سے حق تعالیٰ نے اسے ضرور باز رکھا ہوگا کہ وہ خود کو بالکل دنیا کے حوالے کر دے ایسا شخص اس خطرے سے بہت ایمن ہوتا ہے جب موت کا وقت آ پہونچتا ہے اور وہ شخص جانتا ہے کہ دوست کے دیدار کا وقت آ گیا تو موت سے کراہت نہیں کرتا اور خدا کی محبت اس کے دل میں غالب ہو جاتی ہے اور دنیا کی دوستی زائل اور معدوم ہو جاتی ہے خاتمہ بخیر ہونے کی یہی علامت ہے پس جو شخص اس خطر سے بہت دور رہنا چاہئے اسے چاہئے کہ بدعت سے بہت دور رہے اور جو کچھ قرآن و حدیث میں ہے اس کا ایمان لائے جو کچھ جانے اسے قبول کرے اور جو کچھ نہ جانے اسے مان لے اور سب کا ایمان لائے اور یہ کوشش کرتا رہے کہ حق تعالیٰ کی محبت اس کے دل پر غالب ہو جائے اور دنیا کی محبت ضعیف ہو جائے اور دنیا کی محبت بایں طور ضعیف ہوتی ہے کہ شرع کی حدین نگاہ رکھے تا کہ شرع اس پر دنیا کو تنگ کر دے اور وہ دنیا کی محبت بایں طور ضعیف ہوتی ہے کہ شرع کی حدیں نگاہ رکھے تا کہ شرع اس پر دنیا کو تنگ کر دے اور وہ دنیا سے متنفر ہو جائے اور اس سبب سے خدا کی دوستی قوی ہوتی ہے کہ آدمی ہمیشہ خدا ہی کا ذکر کرتا رہے اور ہمیشہ خدا کے دوستوں کے ساتھ صحبت رکھے دنیا کے دوستوں کے ساتھ صحبت نہ رکھے اگر دنیا کی دوستی غالب ہو تو ایمان محل خطر میں ہے جیسا قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ اگر باپ بیٹا مال نعمت اور جو کچھ تمہارے پاس ہے اسے تم حق تعالیٰ سے زیادہ دوست رکھتے ہو تو آمادہ رہو کہ حکم خدائے آ جائے ﴿ فتربصو حتی یاتی اللہ بامرہ ﴾ (۹) کے یہی معنی ہیں۔

خوف حاصل کرنے کی تدبیر کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ دین کے مقامات سے پہلا مقام یقین اور معرفت ہے پھر معرفت سے خوف پیدا ہوتا ہے اور خوف سے زہد اور صبر اور توبہ اور زہد اور توبہ سے اخلاص اور مداومت ذکر اور فکر پیدا ہوتی ہے اور اس سے انس محبت ہویدا ہوتی ہے محبت مقامات کی نہایت ہے اور تسلیم و رضا اور شوق متبع محبت ہے، پس یقین اور معرفت کے بعد خوف کیمیائے سعادت ہے اور جو صفتیں خوف کے بعد ہیں وہ بے خوف کے راست نہیں آتیں اور خوف تین طرح سے پیدا ہوتا ہے ایک تو علم و معرفت سے اس واسطے کہ آدمی نے جب خود کو اور خدا کو پہچان لیا تو خواہ مخواہ ڈرے گا اس واسطے کہ جو شخص شیر کے چنگل میں پھنستا ہے اور شیر کو پہچانتا ہے اسے شیر سے ڈرنے کے واسطے کسی تدبیر کی حاجت نہیں بلکہ وہ شخص خود بخود ہمہ تن خوف ہو جاتا ہے اور جس شخص نے حق تعالیٰ کو بکمال جلال قدرت بکمال بے نیازی کے ساتھ پہچانا اور خود کو نہایت بے چارگی اور عاجزی کے ساتھ جانا اس نے درحقیقت خود کو شیر کے چنگل میں دیکھا بلکہ جس شخص نے فقط حکم خدا کو پہچانا کہ جو کچھ قیامت تک ہوگا اس کا وہ حکم کر چکا ہے بعضوں کو بے وسیلہ حکم سعادت اور بعضوں کو بخطاء حکم شقاوت دیا ہے جیسا چاہا ویسا کیا ہے اور وہ حکم ہرگز بدل نہیں سکتا وہ شخص خواہ نخواہ ڈرے گا اس واسطے جناب سرور انبیا علیہ الصلوٰۃ والثنا نے فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰ نے حضرت آدم علیہما السلام سے اعتراض کیا اور حضرت آدمۃ علیہ السلام نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دلیل کی حضرت موسیٰ نے کہا کہ اے آدم حق تعالیٰ نے تمہیں بہشت میں اتارا اور تمہارے ساتھ ایسا ایسا سلوک کیا تم کیوں عاصی ہو گئے کہ خود کو اور ہم سب کو بلا میں مبتلا کیا حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے موسیٰ بھلا وہ معصیت ازل میں میرے نام لکھی تھی یا نہیں جواب دیا ہاں لکھی تھی حضرت آدم ؑ نے فرمایا کہ بھلا میں حکم خدا کے خلاف کر سکتا تھا حضرت موسیٰ نے کہا نہیں پس حضرت آدم

نے حضرت موسیٰ کے اعتراض کو اٹھا دیا اور حضرت موسیٰ لاجواب ہو گئے اور جس معرفت سے خوف پیدا ہوتا ہے اس کے بہت سے ابواب ہیں جو شخص بڑا عارف ہے وہ بہت خائف ہے حتیٰ کہ احادیث میں آیا ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت جبرئیل علیہ السلام دونوں روتے تھے ان پر وحی آئی کہ میں نے تمہیں بے خوف کیا ہے تم کیوں روتے ہو عرض کی کہ بارخدایا ہم تیرے مکر سے بے خوف نہیں ہیں ارشاد ہوا یوں ہی سمجھے رہو یہ ان کا کمال معرفت تھا کہ اپنے جی میں کہا کہ بے خوف رہنا نہ چاہیے اور خیال کیا کہ یہ جو ارشاد ہوا ہے کہ تم بے خوف نہ ہو شاید یہ آزمائش ہو اور اس میں کوئی بھید ہو کہ اس سے ہم بے خبر ہوں جنگ بدر کے دن پہلے مسلمانوں کا لشکر ضعیف ہو گیا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ڈر کر فرمایا کہ بارخدایا اگر یہ مسلمان ہلاک ہو جائیں گے تو روئے زمین پر تیری بندگی کرنے والا کوئی نہ رہے گا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ خدا کو آپ کیا سوگند دلاتے ہیں وہ تو آپ کی فتح کا وعدہ کر ہی چکا ہے اپنا وعدہ ضرور سچا کرے گا اس وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ مقام تھا کہ وعدہ کرم پر انھیں اعتماد تھا اور جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مقام تھا کہ آپ کو خیر الماکرین کے مکر سے خوف تھا اور یہ مقام کامل تر ہے اس واسطے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا کہ خدا کے کاموں کے بھید اور تدبیر مملکت میں اس کی مصلحت اور اس کی مقدر کی ہوئی باتیں کوئی بندہ نہیں جانتا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ آدمی اگر معرفت سے عاجز آئے تو اہل خوف کے ساتھ صحبت رکھے تا کہ ان لوگوں کا خوف اس میں سرایت کرے اور اہل غفلت سے دور رہے اس طریقے سے بھی خوف پیدا ہو جاتا ہے اگرچہ تقلیدی ہو اور ایسا ہو جیسے سانپ سے اس لڑکے کا خوف جس نے اپنے باپ کو سانپ سے بھاگتے دیکھا ہو تو وہ لڑکا بھی سانپ سے ڈرتا اور بھاگتا ہے گو کہ سانپ کا موذی ہونا نہ جانتا ہو جاننے والے کے خوف سے

یہ ڈر بہت ضعیف ہوتا ہے اس واسطے کہ اگر لڑکا چند بار سپیرے کو دیکھے کہ سانپ پر ہاتھ ڈالتا ہے تو جس طرح تقلید سے ڈرتا ہے اسی طرح تقلید سے نڈر بھی ہو جائے گا اور سانپ پر ہاتھ ڈالے گا اور جو شخص سانپ کا موذی پن جانتا ہے وہ اس تقلید سے بے خوف ہے یعنی تقلید نہ کرے گا تو عقلاء کو بے فکروں اور غافلوں کی صحبت سے حذر کرنا چاہیے خصوصا اس غافل سے جو بصورت عالم ہو تیسرا طریقہ یہ ہے کہ آدمی جب اہل خوف کو نہ پائے کہ ان کی صحبت اٹھائے کیونکہ اس زمانے میں یہ لوگ کمتر ہیں تو ان کا حال سنے اور ان کی کتابیں پڑھے اسی سبب سے بعض انبیاء اولیاء کے خوف کا حال ہم بیان کرتے ہیں تا کہ جو شخص ذرا بھی عقل رکھتا ہو وہ جان لے کہ یہ حضرت تمام خلق سے زیادہ عاقل اور عارف اور متقی تھے یہ جب اس قدر ڈرے ہیں تو اوروں کو بطریق اولی ڈرنا چاہیے۔

انبیاء اور ملائیکہ کی حکایتیں

روایت ہے کہ جب ابلیس ملعون ہوا تو حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل علیہما السلام ہمیشہ رویا کرتے حق تعالی نے ان پر وحی کی کہ تم کیوں روتے ہو عرض کی کہ بارخدایا تیرے غصے اور مکر سے ہم ایمن نہیں ہیں ارشاد ہوا کہ ایسا ہی چاہیے ایمن نہ رہنا۔ حضرت ابن المنکدر رحمتہ اللہ تعالی علیہ کہتے ہیں کہ حق سبحانہ تعالی نے جب دوزخ کو پیدا کیا تو تمام ملائیکہ رویا کرتے تھے جب حق تعالی نے آدمیوں کو پیدا کیا تو چپ ہوئے اس واسطے کہ جان گئے کہ دوزخ ہمارے واسطے نہیں پیدا ہوئی ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل امین جب میرے پاس آئے تو خوف خدا سے لرزاں اور سراپا ہراس آئے حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ میکائیل کو میں نے ہنستے نہیں دیکھا عرض کی کہ یا رسول اللہ حق تعالی نے جب سے آتش دوزخ پیدا کی تب سے میکائیل نہیں ہنسے حضرت ابراہیم خلیل اللہ

علیہ السلام جب نماز میں مشغول ہوتے تو ایک میل سے ان کے دل کا جوش سنائی دیتا حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام چالیس دن برابر سجدے میں پڑے رویا کیے حتیٰ کہ ان کے آنسوؤں سے گھاس اگ آئی ندا آئی کہ اے داؤد کیوں روتا ہے اگر ننگا بھوکا پیاسا ہو تو عرض کرتا کہ کھانا پانی کپڑا بھیج دوں پس ایسا ایک نالہ سوزان کیا کہ ان کی سانس کی گرمی سے لکڑی میں آگ لگ گئی بس حق تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی عرض کی بارخدایا میرا گناہ میری ہتھیلی پر نقش کر دے تا کہ میں بھولوں نہیں حق تعالیٰ نے ان کی عرض قبول فرمائی پھر جب وہ کھانے پانی کے واسطے ہاتھ بڑھاتے تو اس نقش کو دیکھتے اور روتے کبھی اس قدر روتے کہ لوگ پانی کا کاسہ انھیں دیتے وہ پر نہ ہوتا ان کے آنسوؤں سے پر ہو جاتا تھا روایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اس قدر روئے کہ ان کی طاقت زائل ہوگئی عرض کی کہ یا ارحم الراحمین میرے رونے پر تو رحم نہیں فرماتا وحی آئی کہ داؤد تو رونے کا ذکر کرتا ہے اور گناہ کو بھول گیا عرض کی کہ بارخدایا گناہ بھلا کیونکر بھولوں گا گناہ کرنے کے پہلے جب میں زبور پڑھتا تھا تو بہتا ہوا پانی نہر میں ٹھہر رہتا چلتی ہوئی ہوا رک رہتی اڑتے ہوئے جانور میرے سر پر جمع ہو جاتے وحشی جانور میرے محراب میں چلے آتے اب یہ کوئی بات نہیں ہے بارخدایا یہ کیا وحشت ہے کیسی نفرت ہے ارشاد ہوا کہ اے داؤد وہ انس طاعت تھا یہ وحشت معصیت ہے اے داؤد آدم علیہ السلام میرا بندہ تھا اسے میں نے اپنے دست لطف سے پیدا کیا اپنی روح سے اس میں روح پھونکی ملائیکہ کو اس کے سجدے کا حکم کیا خلعت کرامت اسے پہنایا تاج وقار اس کے سر پر رکھا اس نے اپنی تنہائی کا گلہ کیا حوا کو میں نے پیدا کیا اور دونوں کو بہشت میں رکھا اس نے ایک گناہ کیا میں نے ننگا اور ذلیل کر کے اسے اپنی درگاہ سے نکال دیا اے داؤد تو سن اور حق جان کہ تو ہماری طاعت کرتا تھا ہم تیری طاعت کرتے تھے جو کچھ تو نے سوال کیا وہ ہم نے تجھے دیا تو نے گناہ کیا ہم نے مہلت دی

اب بھی توبہ کرکے اگر تو ہماری طرف رجوع کرے گا تو ہم قبول کریں گے یحییٰ ابن ابی کثیر رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام جب اپنے گناہ پر نوحہ کیا چاہتے تو سات دن تک کچھ نہ کھاتے اور اپنی بیبیوں کے پاس نہ جاتے پھر صحرا میں تشریف لاتے اور حضرت سلیمان علیہ السلام سے فرماتے کہ ندا کرو وہ ندا کرتے کہ اے بندگان خدا جو داؤد کا نوحہ سنا چاہے وہ آئے بستیوں سے آدمی آشیانوں سے پرند بیابانوں اور پہاڑوں سے وحوش و درندو ہاں آتے حضرت داؤد پہلے حق تعالیٰ کی ثنا فرماتے تمام خلق آہ فریاد کرتی پھر جنت اور دوزخ کا حال بیان کرتے پھر اپنے گناہ پر نوحہ کرتے حتیٰ کہ بہتیری خلق خوف و ہراس سے مر جاتی تب حضرت سلیمان ان کے کان کے پاس آ کر عرض کرتے کہ بابا جان بس کیجئے کہ بہت سی خلق ہلاک ہوگئی اور ندا کرتے کہ اپنے اپنے مردے اٹھالے جاؤ لوگ اٹھالے جاتے حتیٰ کہ ایک دن چالیس ہزار خلق جو اس مجلس میں جمع تھی اس میں سے تیس ہزار مر گئے حضرت داؤد علیہ السلام کی دو لونڈیاں تھیں ان کا یہی کام تھا کہ خوف کے وقت حضرت داؤد کو پکڑے رہتیں اور بچائے رکھتیں تا کہ ان کے اعضاء جو کانپتے تھے وہ اکھڑ نہ جائیں حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام جب لڑکے تھے تو بیت المقدس میں عبادت کیا کرتے جب لڑکے انھیں کھیلنے کے واسطے بلاتے تو فرماتے کہ بھئی خدا نے مجھے کھیلنے کے واسطے نہیں پیدا کیا ہے جب پندرہ برس کا سن ہوا تو خلق سے نکل کر صحرا میں چلے گئے ایک دن ان کے والد حضرت زکریا علیہ السلام ان کے پیچھے پیچھے تشریف لے گئے دیکھا پانی میں پاؤں میں رکھے کھڑے ہیں اور پیاس کے مارے قریب بہ ہلاکت ہیں اور عرض کر رہے ہیں کہ اے رب العزت قسم ہے تیری عزت کی جب تک مجھے یہ نہ معلوم ہولے گا کہ تیرے نزدیک میرا کیا مرتبہ اور مقام ہے تب تک میں پانی نہ پیوں گا اور اس قدر روتے تھے کہ ان کے رخسار پر گوشت نہ باقی رہا تھا دانت نکل آئے تھے نمدے کے ٹکڑے ان کے رخسار پر رکھ دیے تھے تا کہ خلق

یہ صورت نہ دیکھے انبیا علیہم السلام کے احوال میں ایسی اور بہت حکایتیں ہیں۔

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اگلے بزرگوں کی حکایتیں

اے عزیز! جان تو کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکبر بایں ہمہ صدق و بزرگی جب کسی پرند کو دیکھتے تو فرماتے کاش میں بھی تجھ سا ہوتا اور حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے کہ کاش میں کوئی درخت ہوتا ام المومنین حضرت بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتیں کہ کاش میرا نام ونشان کچھ نہ ہوتا اور امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کبھی یہ حال ہوتا کہ قرآن شریف کی کوئی آیت سن کر گر پڑتے اور بے ہوش ہو جاتے اور چند روز تک لوگ ان کی عیادت کے واسطے آیا کرتے بہت رونے کے سبب ان کے رخسار پر کالی دو لکیریں پڑ گئی تھیں فرمایا کرتے کہ کاش عمر ہرگز ماں کے پیٹ سے پیدا ہی نہ ہوتا ایک دن کسی دروازے پر آپ کا گزر ہوا ایک شخص قرآن شریف پڑھتا تھا اس آیت پر پہنچا تو ﴿ ان عذاب ربک لواقع ﴾ (۱۰) آپ اونٹ پر سے اتر پڑے اور خود کو ایک دیوار پر ڈال دیا بے طاقتی کی وجہ سے آپ کو لوگ گھر میں اٹھا لے گئے مہینہ بھر تک آپ بیمار رہے کسی نے آپ کی اس بیماری کا کچھ سبب نہ جانا علی ابن الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب وضو کرتے تو ان کا چہرہ مبارک زرد ہو جاتا لوگ عرض کرتے یہ کیا ہے فرماتے تم نہیں جانتے ہو کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہوا چاہتا ہوں حضرت مسور ابن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن مجید سننے کی طاقت نہ رکھتے تھے ایک دن کسی مرد اجنبی نے لاعلمی میں یہ آیت پڑھی ﴿ یوم نحشر المتقین الی الرحمن وفدا ونسوق المجرمین الی جھنم وردا ﴾ (۱۱) انھوں نے کہا میں مجرموں میں سے ہو متقیوں میں سے نہیں ایک بار اور پڑھ اس ناواقف نے پھر یہ آیت پڑھی بس انھوں نے ایک چیخ ماری اور جان بحق تسلیم ہوئے حضرت حاتم اصم رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ بھائی اچھی جگہ کے سبب سے مغرور نہ ہو اس واسطے کہ بہشت سے بہتر کوئی جگہ نہیں دیکھی تو حضرت آدم

علیہ السلام نے وہاں کیا دیکھا اور کثرت عبادت کے سبب سے غرہ نہ کر کیونکہ تو جانتا ہے کہ ابلیس نے کئی ہزار برس عبادت کی اور بہت علم کے سبب سے گھمنڈ نہ کر اس لئے کہ لعم باعور اس مرتبہ کو پہنچا تھا کہ حق تعالیٰ کا اسم اعظم جان لیا اور اس کی ندمت میں یہ آیت نازل ہوئی ﴿ فمثله كمثل الكلب ان تحمل عليه يلهث او تتركه يلهث ﴾ (۱۲) اور نیک لوگوں کی زیارت کے سبب سے تکبر نہ کر اس واسطے کہ جناب سید الاولین والاخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصحابہ اجمعین کے عزیزوں کو آپ کی صحبت اور زیارت بہت نصیب ہوئی اور ایمان نہ لائے حضرت عطاء سلمی خائفوں میں سے تھے چالیس برس کامل نہ ہنسنے نہ آسمان کی طرف دیکھا ایک بار آسمان کی طرف دیکھا تو خوف کے مارے گر پڑے رات بھر میں کئی بار خود کو ہاتھ سے ٹٹول لیا کرتے کہ مسخ تو نہیں ہو گیا ہوں جب قحط یا کوئی بلا خلق پر آتی تو کہتے کہ یہ سب میری ہی شومی سے ہے اگر میں مر جاؤں تو خلق اس بلا سے نجات پائے حضرت سری سقطی قدس سرہ کہتے تھے کہ میں ہر روز اپنی ناک پر نظر کر کے اپنے جی میں کہتا ہوں کہ شاید میرا منھ کالا ہو گیا ہے حضرت امام احمد حنبل رحمتہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ میں نے دعا مانگی کہ خوف کا ایک دروازہ مجھ پر کھلے دعا قبول ہو گئی میں ڈرا کہ میری عقل جاتی رہے گی پھر میں نے عرض کی کہ بار خدایا میری طاقت کی قدر اپنا خوف مجھے عنایت کر پس میرا دل ٹھہر گیا ایک عابد کو لوگوں نے دیکھا کہ رو رہا ہے پوچھا کیوں روتا ہے کہا اس گھڑی کے خوف سے جب قیامت کے دن منادی ندا کرے گا کہ خلق کو ان کے اعمال کا بدلا دیا جائے گا حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ سے ایک شخص نے پوچھا آپ کا کیا حال ہے کہا اس کا کیا حال ہوتا ہے جو دریا میں ہو اور کشتی ٹوٹ جائے اور ہر شخص ایک ایک تختے پر رہ جائے اس شخص نے کہا سخت کٹھن ہو گا کہا میرا بھی ویسا ہی حال ہے حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی کہا ہے کہ حدیث میں ہے کہ ایک شخص کو ہزار برس کے بعد دوزخ سے نکالیں گے یہ

کہہ کر کہا کہ کاش وہ میں ہی ہوں یہ اس واسطے کہا کہ خاتمہ بخیر نہ ہونے کے ڈر سے ہمیشہ دوزخ میں رہنے سے ڈرتے تھے خلیفہ عمر ابن عبدالعزیز رحمتہ اللہ تعالیٰ کی ایک کنیز تھی ایک دن سو کر اٹھی اور عرض کرنے لگی کہ یا امیر المومنین میں ایک عجیب خواب دیکھا ہے کہا جلدی سے بیان کر کہنے لگی کہ میں نے دوزخ کو دیکھا کہ سلگائی گئی اور پل صراط اس پر رکھا گیا اور خلفاء کو فرشتے لائے پہلے خلیفہ عبدالملک بن مروان کو دیکھا کہ فرشتے لائے اور حکم کیا کہ اس پل پر چل تھوڑا سا چلا تھا کہ دوزخ میں گر پڑا کہا جلدی کہہ پھر کیا ہوا کہنے لگی کہ پھر اسکے بیٹے ولید ابن عبدالملک بن مروان کو لائے وہ بھی اس طرح دوزخ میں گر پڑا کہا جلدی کہہ پھر کیا دیکھا کہنے لگی کہ پھر سلیمان ابن الملک کو لائے وہ بھی اس طرح دوزخ میں گر گیا کہا جلدی بیان کر پھر کیا ہوا کہنے لگی کہ یا امیر المومنین پھر آپ کو لائے اس کنیز نے اتنا کہا تھا کہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ نے ایک نعرہ مارا اور بے ہوش ہو کر گر پڑے کنیز چیختی تھی کہ قسم خدا کی میں نے دیکھا کہ آپ سلامت گزر گئے اور بہت غل مچاتی رہی اور وہ پڑے لوٹتے تھے اور ہاتھ پاؤں دے دے مارتے تھے حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ سالہا سال نہیں ہنسے لوگوں نے ہمیشہ انھیں اس کیفیت پر دیکھا جس کیفیت میں وہ قیدی ہوتا ہے جسے گردن مارنے کی واسطے مقتل میں لائے ہوں لوگ کہتے کہ بایں عبادت و ریاضت آپ اس قدر کیوں روتے ہیں وہ جواب دیتے کہ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ حق تعالیٰ نے کوئی فعل مجھ سے ایسا دیکھا ہو کہ مجھے دشمن ٹھہرالیا ہو اور فرمائے کہ جو تیرا جی چاہے وہ کر کہ میں تجھ پر رحمت ہی نہ کروں گا اور میں بے فائدہ اپنی جان گنواتا ہوں اور ایسی بہت حکایتیں ہیں۔ اے عزیز جان! اب غور کر کہ یہ بزرگ لوگ کیسا ڈرتے تھے اور تو بے خوف ہے' ان کا خوف تیری بے خوفی یا اس وجہ سے ہے کہ ان کے گناہ بہت تھے اور تیرے گناہ نہیں ہیں یا اس سبب سے ہے کہ انھیں معرفت بہت تھی اور تجھے نہیں ہے سچ تو یہ ہے کہ باوجود کثرت گناہ تو

حماقت اور غفلت کی وجہ سے بے خوف ہے' اور باوصف کثرت طاعت وہ لوگ بصیرت اور معرفت کے سبب سے خائف اور ہراساں تھے۔

فصل:

شاید کوئی کہے کہ خوف و رجا دونوں کی فضلیت میں بہت بہت سی حدیثیں وار دہیں ان دونوں میں کون افضل ہے کہ اس کا طالب رہنا چاہیے اے عزیز جان تو کہ خوف و رجا دو دوائیں ہیں دوا کے حق میں فضلیت نہیں کہتے بلکہ منعفت کہتے ہیں اس واسطے کہ خوف و رجا صفات نقص سے ہے جیسا ہم نے بیان کیا اور آدمی کا کمال یہ ہے کہ خدا کی محبت میں ڈوبا رہے اور خدا کی یاد نے اسے بالکل گھیر لیا ہو اپنے آغاز وانجام کا کچھ خیال نہ کرے بلکہ وقت کو دیکھتا رہے اور وقت کو بھی نہ دیکھے بلکہ خداوند وقت کو دیکھتا رہے جب خوف و رجا کی طرف التفات کرے گا تو یہ التفات حجاب ہو جائے گا لیکن یہ استغراق کی حالت نادر ہوتی ہے تو جس شخص کا وقت موت نزدیک ہو اسے رجا غالب رکھنا چاہیے کیونکہ رجا محبت کو زیادہ کرتی ہے اور جو شخص اس جہان سے جائے چاہیے کہ خدا کی محبت کے ساتھ ہوتا کہ خدا کی ملاقات اس شخص کی سعادت ہو جائے اس واسطے کہ محبوب ہی کی ملاقات میں مزہ ہوتا ہے مگر اور اوقات میں اگر آدمی اہل غفلت ہو تو اس پر خوف غالب ہونا چاہیے اس واسطے کہ جو غافل ہے اس کے حق میں غلبہ رجا زہر قاتل ہے اور اگر اہل تقوی ہے اور اس کا حال مہذب ہے تو خوف و رجا معتدل اور برابر رہنا چاہیے اگر آدمی عبادت اور طاعت میں ہے تو رجا غالب ہونا چاہیے اس واسطے کہ مناجات میں محبت ہی سے دل صاف ہوتا ہے اور محبت رجا کے سبب سے حاصل ہوتی ہے اور گناہ کے وقت خوف غالب ہونا چاہیے اور آدمی اگر اہل عبادت سے ہو تو مباح کاموں کے وقت بھی خوف غالب ہونا چاہیے ورنہ گناہ میں مبتلا ہو جائے گا تو خوف و رجا ایسی دوا ہے کہ اس کی منفعت احوال اور اشخاص کے ساتھ بدلتی رہتی ہے اس کا جواب مطلق نہ ہو سکے گا

واللہ اعلم۔

۱ خدا سے حقیقتہً علماء ہی ڈرتے ہیں۔

۲ حکمت کا سر خدا کا خوف ہے۔

۳ ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کے واسطے جو خدا سے ڈرتے ہیں۔

۴ خدا ان سے راضی وہ خدا سے خوش یہ مرتبہ اس کا ہے جو اپنے خالق سے ڈرے۔

۵ لیکن تقوی خدا کی طرف سے تم کو پہنچتا ہے۔

۶ جو شخص خدا سے ڈرے اس کو دوہرا اجر ہے۔

۷ ہرگز نہیں منافق ہو لحظہ۔

۸ تم پر پڑھیوں کا دین اختیار کرنا لازم ہے اور جنتی لوگ بھولے ہیں۔

۹ انتظار کرو یہاں تک کہ خدا کا حکم آ جائے۔

۱۰ تحقیق کہ عذاب تیرے پروردگار کا ضرور ہونے والا ہے۔

۱۱ جس دن اکٹھا کریں گے پرہیز گاروں کو رحمان کے پاس مہمان کی طرح اور ہنکا دیں گے گناہ گاروں کو جہنم کی طرف پیاسا۔

۱۲ پس مثل اس کی کتے کی مثل ہے اگر لاد دے تو اسے تو ہانپے اور اگر چھوڑ دے تو اس کو تو ہانپے۔

دوسرے کے ہاتھ میں ہے تو مجھ سے زیادہ محتاج کون ہے بلکہ حق تعالیٰ نے بھی یہی معنی بیان فرمائے اور ارشاد کیا ﴿ وربک الغنی ذوالرحمته ان یشایذھبکم ویستخلف من بعدکم مایشاء ﴾ یعنی خدا ایسا غنی ہے کہ اگر چاہے تو سب کو ہلاک کر کے اور ہی مخلوق پیدا کر دے تو تمام خلق فقیر ہے لیکن اہل تصوف کے محاورے میں فقیر اس کو کہتے ہیں کہ جو خود کو اس محتاجی کی صفت پر دیکھے اور یہ حالت اس پر غالب رہے کہ وہ جانتا ہو کہ میں کچھ نہیں رکھتا اور دونوں جہاں میں کوئی چیز میرے اختیار میں نہیں نہ اصل آفرینش میں نہ دوام آفرینش میں اور احمق لوگ یہ جو کہتے ہیں کہ آدمی فقیر اس وقت ہوتا ہے کہ کچھ عبادت نہ کرے اس واسطے کہ جب عبادت کرے گا اور اس کا ثواب اپنے واسطے جمع رکھے گا تو اس وقت اس کے واسطے ایک چیز ہو جائے گی فقیر نہ رہے گا یہ کہنا ملحد پن اور زندیق پن کا تخم ہے کہ شیطان نے ان لوگوں کے دلوں میں بو دیا ہے اور جو احمق زیرکی کا دعویٰ کرتے ہیں انھیں اسی طرح شیطان راہ سے بہکا دیتا ہے کیونکہ نیک لفظ میں برے معنی پہنا دیتا ہے تا کہ احمق اس کے سبب سے دھوکا کھائیں کہ یہی معنی سمجھنا زیرکی ہے یہ کہنا ایسا ہے جیسا کوئی کہے کہ جو خدا رکھتا ہے وہ سب کچھ رکھتا ہے چاہیے کہ خدا سے بیزار ہوتا کہ فقیر ہو جائے بلکہ فقیر وہی ہے جو طاعت کرتا رہے جیسا حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ طاعت بھی میری ملک نہیں اور میرے اختیار میں نہیں مرہون اطاعت ہوں غرضیکہ جسے صوفی لوگ فقیر کہتے ہیں نہ اس کا بیان یہاں مقصود ہے نہ سب چیزوں میں آدمی کے فقیر کو بیان کرنے کا ارادہ ہے بلکہ مال کی رو سے جو فقیر ہوتا ہے اسے ہم بیان کریں گے اور لاکھ حاجتیں جو آدمی کو رہا کرتی ہیں اور وہ سب فقر ہیں ان میں سے ایک مال بھی ہے پس اے عزیز جان تو کہ مال یا اس سبب سے نہیں ہوتا کہ آدمی اس سے قصداً دست بردار ہو جائے یا مال ہاتھ ہی نہ آئے جو قصداً دست بردار ہو جائے اسے زاہد کہتے ہیں اور جس کے ہاتھ مال نہ آئے اسے فقیر کہتے ہیں اور فقیر کی تین حالتیں

ہیں ایک یہ کہ مال نہیں رکھتا مگر جہاں تک ہوسکتا ہے تلاش کرتا ہے اسے فقیر حریص کہتے ہیں دوسرا درجہ یہ ہے کہ تلاش نہ کرے اور اگر اسے دیں تو نہ لے اور مال سے کارہ رہے اسے زاہد کہتے ہیں تیسرا درجہ یہ ہے کہ نہ تلاش میں کد کرے نہ آتے ہوئے مال کو رد کرے اگر دیں تو لے لے نہ دیں تو بھی خوش رہے اسے فقر قانع کہتے ہیں ہم پہلے فقیر کی فضلیت بیان کرتے ہیں پھر زہد کی اس واسطے کہ اگر چہ آدمی مال کا حریص ہو مگر مال نہ ہونے میں بھی فضلیت ہے۔

محتاجی کی فضلیت

اے عزیز! جان تو کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرماتا ہے ﴿ للفقراء المهاجرين ﴾ محتاجی کو ہجرت پر مقدم رکھا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت کے محتاج لوگ تونگروں سے پانچ سو برس پہلے جنت میں جائیں گے اور ایک روایت میں ہے کہ امیروں سے چالیس برس پہلے فقیر جنت میں جائیں گے اس فقیر سے فقیر حریص مقصود ہوگا اور فقیر سے وہ فقیر جو فقیری میں خوش اور راضی ہو اور فرمایا ہے کہ میری امت میں فقیر لوگ سب سے بہتر ہیں اور ضعیف لوگ سب سے پہلے بہشت میں پھرنے لگیں گے اور فرمایا ہے کہ میرے دو پیشے ہیں جو ان دونوں پیشوں کو دوست رکھے گا اس نے مجھ سے دوست رکھا ایک درویشی دوسرا جہاد اور ایک روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جناب محبوب خدا علیہ افضل الصلوٰۃ والثنا سے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور پوچھتا ہے کہ تم یہ چاہتے ہو کہ روئے زمین کے پہاڑوں کو سونے کا کردوں تا کہ جہاں تم چاہو وہاں حاضر ہوں فرمایا کہ اے جبرئیل میں یہ نہیں چاہتا اس واسطے کہ دنیا بے گھروں کا گھر ہے اور مال مفلسوں کا مال ہے دنیا میں مال جمع کرنا بے عقلوں کا کام ہے حضرت جبرئیل نے کہا اے محمد ﴿ يثبت الله بالقول الثابت ﴾ (۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک سوتے آدمی کی طرف گذرے اور کہا اٹھ خدا کو یاد کر اس

نے عرض کی کہ اے عیسیٰ علیہ السلام آپ مجھے سے کیا چاہتے ہیں میں نے تو دنیا کو دنیا داروں کے واسطے چھوڑ دیا فرمایا پھر سوا اے دوست اور خوب سو حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک شخص کی طرف گذرے وہ سر کے نیچے اینٹ رکھے خاک پر سو رہا تھا اور ایک کملی کے سوا اور کچھ اس کے پاس نہ تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ بارخدایا تیرا یہ بندہ ضائع ہے کہ کچھ بھی نہیں رکھتا وحی آئی کہ اے موسیٰ تم نہیں جانتے کہ میں جس کی طرف خوب متوجہ ہوتا ہوں اسے دنیا سے باز رکھتا ہوں حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے پاس ایک مہمان آیا اس وقت آپ کے پاس کچھ نہ تھا مجھ سے فرمایا کہ فلانے یہودی کے پاس جا کر کہہ کہ تھوڑا سا آٹا مجھے قرض دے میں نے جا کر اس یہودی سے کہا اس نے قسم کھا کر جواب دیا کہ میں کچھ نہ دوں گا میں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آ کر عرض کر دیا آپ نے فرمایا کہ قسم خدا کی میں آسمان میں امین ہوں اور زمین میں امین ہوں وہ یہودی اگر قرض دیتا تو میں ادا کر دیتا اب میری یہ زرہ لے جا کر گرو کرا میں گرو کرا لایا تب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوش دلی کے واسطے یہ آیت نازل ہوئی ﴿ ولاتمدن عینیک الی مامتعنابہ ازواجا منھم زھرۃ الحیوۃ الدنیا لنفتنھم فیہ ورزق ربک خیر وابقی﴾ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ نہ چاہیے کہ دنیا اور دنیا داروں کو تم کنکھیوں سے دیکھو کہ یہ سب ان کے واسطے فتنہ ہے اور جو چیز تمہارے واسطے خدا کے پاس رکھی ہے وہ بہتر اور دیرپا ہے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی کہ جب تجھ پر درویشی آئے تو کہہ مرحبا اے شعار صالحین جناب سلطان الانبیا علیہ الصلوٰۃ والثنا نے فرمایا کہ بہشت مجھے دکھائی گئی اہل بہشت اکثر درویش تھے اور دوزخ مجھے دکھائی گئی اہل دوزخ اکثر تونگر تھے اور فرمایا کہ میں نے بہشت میں عورتوں کو بہت کم دیکھ کر پوچھا کہاں ہیں بولے ﴿ شغلھن الاحمران

الذھب والزعفران ﴾ یعنی زیوراور رنگین کپڑے انھیں قید کیے ہوئے ہیں
روایت ہے کہ دریا کے کنارے ایک پیغمبر علیہ السلام کا گذر ہوا دیکھا کہ ایک ماہی گیر
نے خدا کا نام لے کر جال پھینکا ایک مچھلی بھی نہ پھنسی دوسرے ماہی گیر نے شیطان کا
نام لے کر جال ڈالا بہت سی مچھلیاں پھنسیں ان پیغمبر نے عرض کی کہ بارخدایا یہ سب
تیرے ہی حکم سے ہے مگر اس میں کیا حکمت ہے حق تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم کیا کہ
دونوں ماہی گیروں کی جگہ بہشت اور دوزخ میں اس پیغمبر کو دکھا دو جب جگہ دیکھی تو
عرض کی کہ بارخدایا میں راضی ہوا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ پیغمبروں میں جو تونگری کے سبب سے سب کے بعد جنت میں جائیں گے وہ
سلیمان بن داؤد علیہما السلام ہیں اور اور میرے اصحاب میں جو تونگری کے سبب سے
سب کے بعد میں بہشت میں جائے گا وہ عبدالرحمٰن بن عوف ہے حضرت عیسیٰ علیہ
السلام نے کہا ہے کہ تونگر بہت دشواری سے جنت میں جائے گا اور حضرت سردار
انبیاء علیہ افضل الصلوٰۃ والثنا نے فرمایا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ جب بندے کو دوست
رکھتا ہے تو اسے مبتلائے آفات کرتا ہے اور اگر بڑی محبت کاملہ کرتا ہے تو اقتنا کرتا
ہے صحابہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ اقتنا کیا چیز ہے فرمایا کہ اقتنا یہ ہے کہ اس
بندے کا مال باقی رکھے نہ اہل وعیال حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ یا اللہ
خلق میں کون لوگ تیرے دوست ہیں کہ میں بھی انھیں دوست رکھوں ارشاد ہوا کہ
جہاں پور افقیر ہے جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والہ واصحابہ اجمعین نے
فرمایا ہے کہ جب قیامت کے دن درویش کو لائیں گے تو جس طرح آدمی ایک
دوسرے سے عذرخواہی کریں گے اسی طرح حق تعالیٰ اس درویش سے عذر بیان
فرمائیں گے اور ارشاد کریں گے کہ اے میرے بندے دنیا کو جو میں نے تجھ سے باز
رکھا یہ امر تیری ذلت وخواری کی وجہ سے نہ تھا اس سبب سے تھا کہ تو خلعت اور
بزرگیاں میری سرکار سے پائے خلائق کی ان صفوں میں جا اور جس نے تجھے میرے

واسطے کسی دن کو کھانا یا کپڑا دیا ہے اس کا ہاتھ پکڑ میں نے اسے تیرے سپرد کیا اس دن خلق پسینے میں غرق ہوگی وہ صفوں میں گھس جائے گا اور جس نے اس کے ساتھ دنیا میں نیکی ہوگی اس کا ہاتھ پکڑ کر نکال لائے گا اور فرمایا ہے کہ تم فقیروں کے ساتھ دوستی رکھو اور ان کے ساتھ احسان کرو اس واسطے کہ راہ میں ان کے واسطے دولت مہیا ہے صحابہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ وہ دولت کیا ہے فرمایا کہ وہ دولت یہ ہے کہ قیامت کے دن فقیروں سے حکم ہوگا کہ جس نے تمہیں ٹکڑا روٹی یا گھونٹ بھر پانی یا کپڑے کا ٹکڑا دیا ہو اس کا ہاتھ پکڑ کر بہشت میں لے جاؤ امیر المومنین حضرت علی کرم وجہہ روایت کرتے ہیں کہ جناب مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خلق جب دنیا جمع کرنے اور عمارت بنانے میں متوجہ ہوگی اور فقیروں کو دشمن جانے گی تب حق تعالیٰ اسے چار بلاؤں میں مبتلا کرے گا قحط زمان میں جور سلطان میں قاضیوں کی خیانت میں کافروں اور دشمنوں کی شوکت وقوت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ وہ شخص ملعون ہے جو محتاجی کے سبب سے کسی کو خوار و ذلیل جانے اور تونگری کی وجہ سے کسی کو معزز و ممتاز سمجھے بزرگوں نے کہا ہے کہ تونگر لوگ حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ تعالیٰ کی مجلس سے زیادہ کہیں خوار و ذلیل نہ ہوتے کیونکہ انھیں آگے نہ آنے دیتے پچھلی ہی صف میں بیٹھے رہتے اور محتاج کو اپنے قریب بٹھا لیتے لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے کہا کہ بیٹا یہ یاد رکھنا کہ جو کوئی پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہو اسے حقیر نہ جاننا اس واسطے کہ تیرا اور اس کا ایک ہی خدا ہے حضرت یحییٰ بن معاذ رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ آدمی بے چارہ اگر دوزخ سے ایسا ڈرتا جیسا محتاجی سے ڈرتا ہے تو دونوں سے بے خوف ہوتا اور اگر بہشت کو اس طرح ڈھونڈھتا جیسا دنیا کو ڈھونڈھتا ہے دونوں ملتیں اور اگر دل میں خدا سے ایسا ڈرتا جیسا ظاہر میں خلق سے ڈرتا ہے تو دونوں جہاں میں نیک بخت ہوتا حضرت ابراہیم ادہم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس ایک شخص دس ہزار درہم لایا آپ نے نہ

لیے اس نے بہت منت خوشامد کی کہا اے شخص تو یہ چاہتا ہے کہ اس قدر مال لے کر میں اپنا نام فقیروں کی فہرست سے نکلوا ڈالوں میں ہرگز نہ کروں گا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا اگر تم چاہتی ہو کہ قیامت میں میرے ساتھ رہو تو فقیرانہ زندگی بسر کرو اور امیروں کے ساتھ مل بیٹھنے سے دور رہو اور جب تک پیوند نہ لگا لو تب تک کوئی کپڑا نہ اتارو۔

درویش قانع کی فضیلت

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص نیک بخت ہے جسے حق تعالیٰ نے اسلام کی ہدایت فرمائی اور بقدر کفایت مال عنایت کیا اور اس نے اس پر قناعت کی اور فرمایا ہے کہ فقیر وہ تہ دل سے محتاجی پر راضی رہوتا کہ فقر کا ثواب پاؤ ورنہ ثواب نہ پاؤ گے یہ اس طرف اشارہ ہے کہ فقیر حریص کو ثواب نہ ملے گا مگر اور حدیثوں میں صراحتہً وارد ہوا ہے کہ فقیر حریص کو بھی ثواب ملے گا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر چیز کی ایک کنجی ہے فقراء صابر کی محبت کلید جنت ہے اس واسطے کہ قیامت کے دن یہ لوگ خدا کے ہمنشین ہوں گے اور فرمایا ہے کہ سب بندوں سے زیادہ وہ فقیر خدا کا دوست ہے جو اس قدر پر قانع ہو جس قدر اپنے پاس رکھتا ہے اور حق تعالیٰ جو روزی اسے عنایت فرماتا ہے اس میں خدا سے وہ خوش اور راضی رہے اور فرمایا ہے کہ قیامت کے دن کوئی امیر و فقیر ایسا نہ ہوگا جو آرزو نہ کرتا ہو کہ دنیا میں قوت کی قدر سے زیادہ ہم نہ پاتے حق تعالیٰ نے حضرت اسمعیل علی نبینا وعلیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے اسمعیل مجھے شکستہ دلوں کے پاس ڈھونڈ عرض کیا کہ بار خدایا وہ کون لوگ ہیں ارشاد ہوا کہ فقراء صادق جناب سلطان الانبیاء الصلوٰۃ والثناء نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ فرمائے گا کہ میرے خاص مقبول بندے کہاں ہیں فرشتے عرض کریں گے کہ بار خدایا وہ کون لوگ ہیں ارشاد ہوگا کہ وہ مسلمان فقیر جو میری عطاء پر راضی تھے سب کو بہشت میں لے جاؤ وہ سب بہشت

یکساں ہوا اس واسطے کہ فقیر حریص اور امیر حریص دونوں مال میں لٹک رہے ہیں اور ان کے دل مال میں اٹک رہے ہیں مگر فقیر کی صفات بشریت ٹوٹ جاتی ہیں اور جو رنج وہ دیکھتا ہے دنیا سے متنفر ہوتا جاتا ہے اور مسلمان کو جس قدر دنیا کی دوستی کم ہوتی ہے اس قدر خدا کی محبت بڑھتی ہے جب دنیا اس کا قید خانہ ہے تو گو کہ وہ اس بات سے کارہ ہے مگر مرتے دم اس کا دل دنیا کی طرف بہت کم التفات کرے گا اور امیر دنیا سے برخوداری حاصل کر کے اس سے انس و محبت پیدا کر لیتا ہے تو مرتے دم دنیا کا چھوٹنا اس پر بہت دشوار ہوتا ہے تو ان دونوں دلوں میں بڑا فرق ہوتا ہے بلکہ عبادت اور مناجات میں بھی ایسا ہی فرق ہے اس واسطے کہ مناجات اور عبادت میں فقیر جو لذت پاتا ہے امیر ہرگز نہیں پاتا امیر کا ذکر فقط زبان کی نوک اور ظاہر دل سے ہوتا ہے اور جب تک دل زخمی اور کوفتہ نہ ہو اور آتش رنج و اندوہ سے سوختہ نہ ہو تب تک لذت ذکر اس کے اندر نہیں آتی اسی طرح قناعت میں فقیر امیر دونوں برابر ہیں تو بھی فقیر امیر سے افضل ہے لیکن اگر فقیر حریص ہو اور امیر شاکر اور قانع ہو کہ اگر وہ مال اس سے چھوٹ جائے تو وہ چندان ملول نہیں ہوتا اور اس کے شکر میں قائم رہتا ہے اور اس کا دل شکر و قناعت کے سبب سے طہارت پاتا ہے اور دنیا کی راحت و محبت میں آلودہ نہیں ہوتا اور فقیر حریص کا دل حرص میں آلودہ رہتا ہے مگر صدمہ اور رنج و اندوہ کے باعث سے طہارت پاتا ہے یہ دونوں آپس میں قریب قریب ہیں اور حقیقت میں خدا سے ہر ایک کی دوری اور نزدیکی دنیا سے نفرت اور محبت کی قدر ہوتی ہے لیکن اگر امیر ایسا ہو کہ اس کے نزدیک مال کو ہونا نہ ہونا دونوں یکساں ہوں اور مال سے فارغ البال رہے جو کچھ رکھتا ہے حاجت خلق کے واسطے رکھتا ہے جیسا ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حال تھا کہ ایک دن لاکھ درہم خرچ کر ڈالے اور اپنے واسطے ایک درہم کو گوشت بھی نہ مول لیا کہ اس سے روزہ افطار کرتیں یہ درجہ فقیر کے درجے سے جس کا دل اس صفت پر نہ ہو بہت بلند

ہے، مگر جب دونوں کے احوال تو برابر فرض کرے تو فقیر افضل ہے اس واسطے کہ امیروں کا بہت بہتر کام یہی ہے کہ صدقہ دیں اور خیر کریں اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ فقیروں نے رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں گلہ کر بھیجا کہ یا رسول اللہ دین و دنیا کی نیکی تو امیروں ہی نے لوٹ لی کہ وہ صدقہ اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور حج اور جہاد کرتے ہیں اور ہم یہ نہیں کر سکتے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فقیروں کے ایلچی کو سرفراز فرمایا اور ارشاد کیا ﴿مرحبابک وبمن حبئت عندھم﴾ تو ایسے لوگوں کے پاس سے آیا ہے کہ میں انھیں دوست رکھتا ہوں تو ان سے کہہ دے کہ جس نے خدا کے واسطے فقیری پر صبر کیا اس کے واسطے تین درجے ہیں ایسے ہیں کہ امیروں کے لیے نہیں ایک یہ کہ بہشت میں قیام پذیر ہیں اہل بہشت کو وہ ایسے معلوم ہوں گے جیسے اہل دنیا کو ستارے اور وہ کسی جگہ نہیں مگر فقیر پیغمبر کی یا فقیر مسلمان کی یا فقیر شہید کی دوسرا یہ کہ فقیر پانچ سو برس پہلے امیروں سے جنت میں جائیں گے تیسرا یہ کہ جب کوئی فقیر ایک بار ﴿سبحان اللہ و الحمدللہ ولاالہ الا اللہ واللہ اکبر﴾ کہتا ہے اور امیر بھی کہتا ہے تو امیر فقیر کے درجے کو نہیں پہنچتا اگرچہ اس کہنے ساتھ دس ہزار درہم صدقہ بھی دے فقیروں نے کہا ﴿رضینا رضینا﴾ ہم راضی اور خوش ہوئے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اس سبب سے فرمایا کہ ذکر ایسا بیج ہے کہ بندہ کے دل کو جب دنیا سے فارغ اور اندوہگین اور شکستہ پاتا ہے تو اس میں بڑا اثر کرتا ہے اور امیر کا دل جو دنیا سے خوش ہوتا ہے اس سے اچھل جاتا ہے جیسا سخت پتھر پر سے پانی کی چھینٹیں اڑ جاتی ہیں پس جب ہر ایک کا درجہ حق تعالیٰ کی نزدیکی اور اس کے ذکر کے ساتھ محبت اور مشغولی کی قدر ہے اور وہ مشغولی اس قدر ہوتی ہو جس قدر اور چیز کی محبت سے فارغ البالی ہو اور امیر کا دل محبت دنیا سے فارغ نہیں ہوتا تو فقیر اور امیر کیونکر برابر ہوگا مگر شاید امیر اپنی طرف گمان کرے کہ میں درمیان مال ہوں اور مال سے فارغ البال ہوں

اور یہ دھوکا ہوتا ہے تو اس گمان کے سچ ہونے کی علامت وہی ہے جو ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کیا کہ لاکھ درہم مٹی کے برابر جان کر خرچ کر ڈالے اور اگر دنیا سے فارغ البال رہ کر مال جمع کر رکھنا ممکن ہوتا تو پیغمبر علیہم السلام اس سے اتنا حذر کیوں کرتے اور دوسروں کو حذر کرنے کا حکم کیوں فرماتے حتیٰ کہ جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصحابہ اجمعین کو جب دنیا نظر آئی تھی اور خود کو پیش کرنے لگی تھی تو آپ نے فرمایا میرے پاس سے دور رہو میرے پاس سے دور رہو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم دنیا داروں کے مال کی طرف نہ دیکھو کہ اس کا پرتو حلاوت ایمان کو تم سے لے لیتا ہے یہ اس واسطے فرمایا کہ وہ حلاوت دل میں پیدا ہوتی ہے اور حلاوت ذکر کو زحمت پہنچاتی ہے اس لیے کہ دو حلاوتیں ایک دل میں نہیں آتیں اور عالم وجود میں دو ہی چیزیں ہیں ایک حق ایک غیر حق غیر حق سے جس قدر تو دل اٹکائے گا اس قدر حق تعالیٰ سے دل ٹوٹ جائے گا اور جس قدر غیر حق سے دل ٹوٹ جائے گا اس قدر حق تعالیٰ کی قربت کے مزے لوٹے گا پس شعر غیر حق را میدہی راہ در حریم دل چرا میکشی بر صفحہ ہستی خط باطل چرا حضرت ابو سلیمان دارانی رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ فقیر ایسی چیز کی آرزو میں جس سے عاجز ہو ایک دم سرد جو بھرتا ہے وہ تو نگر کی اس عبادت سے بہتر ہے جو ہزار برس وہ کرتا ہے حضرت بشر حافی رحمتہ اللہ تعالیٰ سے ایک شخص نے کہا کہ میں عیال دار ہوں اور بالکل نادار ہوں آپ میرے واسطے دعا کیجئے جواب دیا جس وقت تیرے اہل وعیال کہیں کہ کھانا پانی نہیں ہے اور تو اسے مہیا کرنے سے عاجز رہے اور اہل وعیال کا درد تیرے دل میں ہو اس وقت تو میرے واسطے دعا کرنا اس واسطے کہ اس وقت کی تیری دعا میری دعا سے افضل ہے۔

حالت محتاجی میں درویشی کے آداب

اے عزیز! جان تو کہ باطن میں رضا آداب درویشی ہے اور ظاہر میں گلہ نہ کرنا اور درویش کو باطن میں تین حالتیں ہیں ایک یہ کہ درویشی کے ساتھ خوش اور شاکر رہے اس واسطے کہ جانتا ہے کہ درویشی حق تعالیٰ کی سچی عنایت ہے' کہ اپنے دوستوں کے حال پر مبذول فرماتا ہے دوسری حالت یہ ہے کہ خوش نہ ہو تو خدا کے فعل سے ناخوش بھی نہ ہو اگرچہ درویشی بری معلوم ہو جیسے کوئی شخص پچھنے لگواتا ہے تو اس کا درد برا معلوم ہوتا ہے مگر پچھنے لگانے والے سے ناخوش نہیں ہوتا ہے یہ بھی بری بات ہے تیسری حالت یہ ہے کہ معاذ اللہ حق تعالیٰ سے ناراض ہو یہ امر حرام ہے اور ثواب فقر کو کھو دیتا ہے بلکہ ہر وقت یہی اعتقاد رکھنا چاہیے کہ حق سبحانہ تعالیٰ وہی کرتا ہے جو ہونا چاہیے اور کسی کو اس کے فعل سے کراہت اور انکار کرنا نہیں پہنچتا اور ظاہر میں گلہ نہ کرنا چاہیے صبر و تحمل کا پردہ ڈالے رکھنا چاہیے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ درویشی کبھی عذاب کا سبب ہوتی ہے بدخوئی اور شکایت اور قضا الٰہی پر جھنجھلانا اور خفا ہونا اس کی علامت ہے اور کبھی سعادت کا سبب ہوتی ہے نیک خوئی اور گلہ نہ کرنا اور شکر بجالانا اس کی علامت ہے حدیث شریف میں ہے کہ اپنی محتاجی اور درویشی کو پوشیدہ رکھنا بھرا ہوا خزانہ ہے اور آداب یہ ہیں کہ تونگروں سے مخالطت اور فروتنی نہ کرے اور ان کے حق میں چکنی چکنی باتیں نہ بنائے' حضرت سفیان رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ فقیر جب امیر کے گر در ہے تو جان لینا چاہیے کہ ریاکار ہے اور جب بادشاہ کے گر در ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ چوٹھا ہے دوسرا آداب یہ ہے کہ بعض اوقات جو کچھ ہو سکے اپنا خرچ کر کے صدقہ دے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کبھی ایک درہم لاکھ درہم پر سبقت لے جاتا ہے لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایسا کس محل پر ہوتا ہے فرمایا کہ جو شخص دو درہم سے زیادہ نہ رکھتا ہو اور ایک دے دے تو یہ ایک اس سے افضل ہے کہ آدمی کثرت سے مال

رکھتا ہو اور لاکھ درہم دے۔

کسی کی عطا لینے کے آداب

یہ ہیں کہ جو چیز شبہ کی ہو اسے نہ لے اور جو کچھ حاجت سے زیادہ ہو وہ بھی نہ لے لیکن اگر درویشوں کی خدمت گزاری کیا کرتا ہے تو اگر بقدر حاجت سے زیادہ علانیہ لے کر فقیروں کو خفیہ دے گا تو یہ صدیقوں کا درجہ ہے اور اگر اس امر کی طاقت نہ رکھے تو نہ لے تا کہ مالک مال آپ ہی مستحقوں کو پہنچا دے مگر دینے والے کی نیت دریافت کر لینا بہت ضرور ہے یا ہدیہ نیت ہو گی یا صدقہ کی یا ریا کی جو چیز ہدیہ ہو اس کا قبول کرنا سنت ہے بشرطیکہ احسان سے خالی ہو اور اگر جانے کہ تھوڑی چیز میں احسان ہے اور تھوڑی میں نہیں تو جس قدر میں احسان نہ ہو اس قدر لے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص گھی اور پنیر اور ایک بکرا لایا آپ نے بکرا پھیر دیا اور گھی پنیر لے لیا حضرت فتح موصلی رحمتہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک شخص پچاس درہم لایا کہا کہ حدیث شریف میں ہے کہ بے سوال جسے کچھ دیں اور وہ رد کرے تو اس نے خدا پر رد کی یہ کہہ کر ایک درہم اٹھا لیا اور باقی پھیر دیے حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ نے بھی یہی حدیث روایت کی مگر ایک دن کوئی شخص سونا چاندی بھری ہوئی تھیلی اور بہت سے عمدہ عمدہ کپڑے ان کے پاس لایا اسے قبول نہ کیا اور کہا کہ جو شخص مجلس رکھتا ہے اور لوگوں سے کچھ لیتا ہے وہ قیامت کے دن خدا کو دیکھے گا اور خدا کے پاس اس کا کچھ حصہ نہ ہو گا یہ اس وجہ سے نہ قبول کیا ہو گا کہ مجلس سے ثواب آخرت انھیں مقصود ہو گا اور جانا ہو گا کہ اس کا یہ عطیہ مجلس کے سبب سے ہے یہ نہ چاہا کہ خلوص نیت باطل ہو جائے ایک شخص نے اپنے ایک دوست کو کوئی چیز دی اس نے کہا کہ ٹھہر جا دیکھ تو اگر قبول کرنے سے میری قدر تیرے دل میں زیادہ ہو تو میں قبول کروں حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ تعالیٰ کسی سے کچھ نہ لیتے اور فرماتے کہ اگر میں جانتا کہ زبان پر نہ لائے گا تو لے لیا کرتا یعنی اگر میں لے لوں

گا تو یہ ڈینگ ہانکے گا اور احسان جتائے گا اور کوئی بزرگ تھے کہ وہ خاص دوستوں سے لیتے اوروں سے نہ لیتے اور سب بزرگ احسان سے حذر کرتے تھے حضرت بشر حافی رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں نے کسی سے سوال نہیں کیا مگر سری سقطی سے کہ ان کا زہد جانتا تھا کہ وہ اس بات سے خوش ہوتے ہیں کہ کوئی چیز ان کے ہاتھ سے نکل جائے لیکن اگر ریا کی نیت سے دے تو نہ لینا ضرور ہے ایک بزرگ نے کوئی چیز پھیر دی لوگوں نے ان پر غصہ کیا ان بزرگ نے کہا کہ دینے والوں پر میں نے بڑی مہربانی کی کہ وہ چیز پھیر دی اس واسطے کہ وہ کہتے پھرتے ان کا مال بھی جاتا ثواب بھی جاتا اور اگر صدقے کے قصد سے دے تو لینے والا اگر صدقہ لینے کے قابل نہ ہو تو نہ لے اگر محتاج ہو تو پھیرنا نہ چاہیے حدیث شریف میں ہے کہ جسے بے سوال کیے لوگوں نے کچھ دیا تو وہ خدا کا بھیجا ہوا رزق ہے بزرگوں نے کہا ہے کہ جسے کچھ دیں اور وہ نہ لے ایسا شخص اس بلا میں مبتلا ہوتا ہے کہ پھر وہ چاہتا ہے کہ لوگ مجھے دیں اور وہ نہیں دیتے حضرت سری سقطی حضرت امام حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے واسطے ہمیشہ کچھ بھیجا کرتے وہ نہ لیتے حضرت سری سقطی کہتے کہ اے احمد رد کرنے کی آفت سے حذر کرو ایک بار انھوں نے فرمایا کہ پھر تو کہو حضرت سری سقطی نے پھر کہا کہ رد کرنے کی آفت سے حذر کر پھر سوچ کر جواب دیا کہ اچھا اسے رکھ چھوڑو ایک مہینے کا خرچ میرے پاس ہے وہ ہو جائے تو میں لے لوں گا۔

بلاضرورت سوال حرام ہونے کا بیان

اے عزیز جان تو کہ سوال منجملہ فواحش ہے یعنی برا کام ہے اور فواحش بلا ضرورت حلال نہیں ہوتے سوال منجملہ فواحش اس سبب سے ہے کہ اس میں تین برائیاں ہیں ایک یہ کہ مفلسی بیان کرنا اخذ کی شکایت ہے اس واسطے کہ غلام اگر غیر سے کچھ مانگے تو اس نے گویا اپنے آقا پر طعن کی اس کا کنارہ یہ ہے کہ بلاضرورت اور بطور شکایت نہ کہے۔ دوسری برائی یہ ہے کہ خود کو ذلیل کرتا ہے اور مسلمان کو یہ

لازم نہیں کہ حق تعالیٰ کے سوا اور کسی کے سامنے خود کو ذلیل کرے ذلت سے بچنے کی یہی صورت ہے کہ جب تک ہو سکے کسی دوست اور عزیز اور فراخ دل اور ایسے شخص سے سوال کرے جو اسے چشم حقارت سے نہ دیکھے اور اس کے سامنے ذلیل نہ ہو اگر یہ نہ ہو سکے تو بلا ضرورت شدید کسی سے سوال نہ کرے۔ تیسری برائی یہ ہے کہ دوسرے کو رنج دینا ہے کہ شاید جس سے سوال کرے وہ جو کچھ دے بخوف ملامت شرم کے سبب سے اور ریا کے طور سے دے اگر یوں دے گا تو ملول رہے گا اور دل سے نہ دے گا اور اگر نہ دے گا تو شرم و ملامت کے رنج میں گرفتار ہو گا اس سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ صراحتہً نہ کہے کنایتہً کہے ایسا کہ جس سے کہتا ہے وہ اگر تجاہل عارفانہ کرنا چاہے تو کر سکے اور اگر صراحتہً کہے تو ایک شخص کا تعین نہ کرے بلکہ سبھوں سے کہے لیکن اگر ایک ہی امیر آدمی وہاں موجود ہو کہ سب اس سے امیدوار ہوں اور اگر وہ نہ دے گا تو اسے ملامت کریں گے تو یہ بھی یقین کے مانند ہے اور اگر مستحق زکوٰۃ کے واسطے اس شخص سے کہے گا جس پر زکوٰۃ واجب ہے تو درست ہے گو کہ اسے رنج پہنچے اور اگر خود مستحق زکوٰۃ ہے تو بھی درست ہے اور جو کچھ خوف ملامت یا شرم سے کوئی شخص دے اس کا لینا حرام ہے کہ وہ زبردستی لینے کے مانند ہے اور ظاہری فتویٰ دینے میں فقط زبان دیکھتے ہیں اور یہ فتویٰ اس جہاں میں کام آتا ہے اس واسطے کہ یہ دنیا کے بادشاہوں کا قانون ہے اور اس جہان میں دل کے فتویٰ پر اعتماد کریں گے جب دل یہ گواہی دیتا ہے کہ یہ شخص کراہت سے یہ چیز دیتا ہے تو اس کا لینا حرام ہے تو اس تمام گفتگو سے معلوم ہوا کہ یہ سوال حرام ہے گر ضرورت یا شدید حاجت کے واسطے درست ہے لیکن شان و شوکت بڑھانے کے واسطے یا اچھا کپڑا پہننے یا اچھا کھانا کھانے کے واسطے سوال نہ کرنا چاہیے اور ایسے شخص کو سوال کرنا چاہیے جو عاجز ہو کوئی چیز نہ رکھتا ہو کوئی کمائی نہ کر سکتا ہو یا کمائی کر سکتا ہو لیکن طلب علم مشغول ہو کہ کسب کرے گا تو طلب علم سے باز رہے گا لیکن اگر عبادت میں مشغول

ہوتو سوال کرنا نہ چاہیے بلکہ کسب کرنا واجب ہے' اور اگر قوت کا محتاج ہے اور ایسی کتاب میں ملک رکھتا ہے جس کی حاجت نہیں یا جانماز گدڑی لنگی وغیرہ ضرورت سے زیادہ رکھتا ہے تو اس پر سوال کرنا حرام ہے اسے چاہیے کہ پہلے ایسی چیزوں کو بیچ کھائے خودکو یا اپنے اہل وعیال کو مرفہ حال اور باشوکت وجلال رکھنے کے واسطے سوال کرنا حرام ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جوکوئی اپنے پاس کچھ رکھتا ہواور سوال کرے وہ قیامت کے دن اس صورت سے آئے گا کہ اسکے چہرے پر بالکل ہڈیاں ہی ہڈیاں ہوگی گوشت بالکل اتر گیا ہوگا اور فرمایا ہے کہ جو شخص مانگتا ہے اور اپنی ملک میں کچھ رکھتا ہوتو اسے سوال کرنا نہ چاہیے تو ایک حدیث میں ہے کہ شام صبح کا کھانا رکھتا ہو اور ایک حدیث میں ہے کہ پچاس درہم رکھتا ہو یہ جو آپ نے فرمایا ہے کہ پچاس درہم رکھتا ہو اس کے یہ معنی ہیں کہ ایک آدمی کے پاس چاندی کے پچاس درہم ہوں کیونکہ یہ ایک سال کے خرچ کو کافی ہوتے ہیں آدمی اگر اس قدر نہ رکھتا ہو اور سال بھر میں ایک ہی صدقہ اور خیرات کا موسم ہو اور وہ اگر نہ مانگے گا تو تمام سال محتاج رہے گا تو اس قدر سوال کرنا درست ہے اور صبح شام کا کھانا اس شخص کے حق میں آپ نے فرمایا ہوگا جو ہر روز سوال کرسکتا ہے تو ہر روز اس کے حق میں ایسا ہے جیسا اس کے حق میں سال یہ حکم مدت کی نسبت ہے لیکن جنس حاجت کی تین اصلیں ہیں روٹی کپڑا مسکن' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دنیا میں آدمی کا کچھ حق نہیں مگر تین چیزیں کھانا جو اس کی پیٹھ سیدھی رکھے کپڑا جس سے ستر عورت ہو جائے اور گرمی جاڑے سے بچائے رکھے مسکن جو اسے چھپائے رکھے اور ضروری اثاث البیت بھی اسی میں داخل ہے اگر کوئی شخص نمدہ اور رضائی رکھتا ہو تو کمبل اور شطرنجی کے واسطے سوال کرنا نہ چاہیے اور اگر مٹی کی بدھنی رکھتا ہو تو آفتابہ کے لیے سوال کرنا نہ چاہیے اور ضرورتیں متفاوت ہیں اندازے میں نہیں آسکتیں چاہیے کہ جب تک بڑی حاجت نہ ہو تب تک سوال نہ

دونوں طرف سے رسی بچائے رکھے میں اس امر سے بہت متعجب رہا پھر وہ سو درہم جو پھیر دیے تھے حضرت جنید کے پاس میں لے گیا اور یہ ماجرا بیان کیا فرمایا اللہ غنی جو درہم ان کے واسطے تھے وہی لیے اور جو میرے واسطے تھے وہی پھیر دیے میں نے عرض کیا کہ یہ کیا اسرار ہے فرمایا کہ یہ سو درہم ثواب آخرت کے واسطے تھے اور وہ جو زیادہ تھے خدا کے واسطے تھے جو خدا کے واسطے تھے وہ قبول کیے اور اپنے واسطے جو میں نے دے تھے وہ پھیر دیے اس زمانے میں ایسے ایسے فقیر کامل ہوتے تھے اور ان کے دل اس قدر ہوتے تھے کہ بے کہے ہوئے دوسرے کے دل کی بات سے خبر رکھتے تھے اگر کوئی شخص اس صفت پر نہ ہو تو بارے اس درجہ سے تو کم نہ ہو کہ اس صفت کی آرزو میں رہے اگر یہ بھی نہ ہو تو بھلا ان باتوں کا ایمان تو لائے۔

زہد کی حقیقت اور فضیلت کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ جو شخص گرمی کے وقت برف رکھتا ہے اور اس کا لالچی ہوتا ہے کہ جب پیاسا ہوں گا تو پانی اس میں ٹھنڈا کر کے پیوں گا اور دوسرا آدمی آ کر برابر سونا دے کر اس برف کو مول لینے کا ارادہ کرتا ہے تو اس شخص کو برف کا لالچ جاتا ہے اور اپنے جی میں کہتا ہے کہ اگر آج گرم پانی پی کر صبر کروں اور یہ سونا تمام عمر میرے پاس رہے تو برف رکھ چھوڑنے سے یہ بہتر ہے کیونکہ برف ٹھہرتی ہی نہیں رات کو پگھل جائے گی تو بہتر چیز یعنی سونے کے مقابلے میں برف کی خواہش نہ باقی رہنے کو زہد کہتے ہیں کہ برف کے باب میں زہد حاصل ہوا دنیا کے باب میں عارف کا بھی یہی حال ہوتا ہے کہ اس نے دنیا کو دیکھا کہ رواں ہے اور ہمیشہ گھٹتی ہی رہتی ہے اور موت کے وقت تمام ہو جاتی ہیں اور جب آخرت کو دیکھتا ہے تو صاف اور باقی پاتا ہے کہ ہرگز تمام ہی نہ ہوگی تو آخرت کے سامنے دنیا اس کی نظر میں حقیر معلوم ہوتی ہے دنیا کو آخرت کے عوض بیچ ڈالتا ہے اور دنیا ترک کر کے آخرت اختیار کرتا ہے کہ آخرت دنیا سے بہتر ہے اس حالت کو زہد کہتے ہیں بشرطیکہ دنیا کی

مباح چیزوں میں یہ زہد ہوا اس واسطے کہ ممنوعات شرعی سے حذر کرنا تو تمام خلق پر فرض ہی ہے اور شرط یہ ہے کہ قدرت کے ساتھ دنیا سے دستبردار ہونا چاہیے اگر کوئی شخص دنیا پر قادر ہی نہیں تو اس سے زہد ہو ہی نہ سکے گا مگر یہ کہ ایسا ہو کہ اگر اسے دنیا دیں تو لے یہ بات جب تک نہ آزمائیں تب تک نہیں معلوم ہو سکتی اس واسطے کہ آدمی کو جب قدرت حاصل ہوتی ہے تو نفس اور ہی صفت پر ہو جاتا ہے اور یہ جو اس نے فریب دے رکھا تھا جاتا رہتا ہے اور شرط یہ ہے کہ مال و جاہ کو ترک کر دے ان کی حفاظت نہ کرے اس واسطے کہ زاہد مطلق وہی ہے جو دنیا کی سب لذتوں کو بالائے طاق رکھے اور لذت آخرت کے ساتھ بدلا کرے یہ ایک معاملہ اور بیع ہے اور اس بیع میں بڑا نفع ہے جیسا حق تعالیٰ نے فرمایا ﴿ ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنتہ ﴾ پھر فرمایا ﴿ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ ﴾ یعنی حق تعالیٰ نے مسلمانوں کا جان و مال بہشت کے بدلے مول لیا اور فرمایا بیع تمہیں مبارک ہو اور تم خوش ہو کہ اس بیع سے تمہیں بڑا نفع ہوا۔

اے عزیز! جان تو کہ جو شخص اظہار سخاوت کے واسطے یا طلب اجرت کے سوا اور کسی سبب سے دنیا ترک کرے وہ زاہد نہیں ہوتا اور جان تو کہ دنیا کو آخرت کے عوض بیچنا یہ بھی عارفوں کے نزدیک ایک ضعیف سا زہد ہے بلکہ عارف وہی ہے جو دنیا کی طرح آخرت سے بھی سروکار نہ رکھے اس واسطے کہ بہشت بھی آنکھ فرج پیٹ کی شہوت کا حصہ ہے بلکہ ان سب کو چشم حقارت سے دیکھے اور جس چیز میں شہوات کی رو سے بہائم شریک ہیں ان کی طرف التفات نہ کرے اپنی بزرگی لیے رہے بلکہ دنیا اور آخرت سے خدا کے سوا اور کچھ نہ چاہے اسی کی معرفت اور مشاہدے پر قناعت کرے اس کے سوا اور جو کچھ ہے سب اس کی نظر میں حقیر ہو جائے یہ عارفوں کا زہد ہے اور یہ درست ہے کہ یہ عارف مال سے گریز اور عذر نہ کرے بلکہ لے کر بجا

صرف کرے اور مستحقوں کو دے جیسے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ تمام روئے زمین کا مال ان کے ہاتھ تھا اور وہ اس سے فارغ البال تھے بلکہ جیسے ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک دن لاکھ درہم صرف کر ڈالے اور اپنے واسطے ایک درہم کا گوشت نہ مول لیا پس عارف کے ہاتھ میں اگر لاکھ درہم ہوں تو بھی وہ زاہد ہوتا ہے اور کسی کے پاس ایک درہم بھی نہ ہوتا ہم وہ زاہد نہیں ہوتا بلکہ کمال اس بات میں ہے کہ دنیا سے دل ٹوٹ گیا ہو نہ دنیا کی تلاش ہو نہ اس سے بھاگے نہ اس کے ساتھ جنگ کرے نہ صلح نہ اسے دوست رکھے نہ دشمن اس واسطے کہ جو شخص جس چیز کو دشمن رکھتا ہے تو دوست رکھنے والے کی طرح وہ دشمن رکھنے والا بھی اس چیز کی طرف مشغول ہوتا ہے اور کمال اسی بات میں ہے کہ آدمی ماسوائے اللہ سے بالکل فارغ البال ہو دنیا کا مال اس کے نزدیک آب دریا کے مثل ہو اور اپنا ہاتھ خزانہ خدا کے مانند وہ زیادہ ہو یا کم آئے یا جائے اس سے فارغ البال رہے کمال یہی ہے مگر احمقوں کے دھوکا کھانے کا محل ہے اس واسطے کہ جو شخص مال کو نہیں چھوڑ سکتا وہ خود کو یہ دھوکا دینے لگتا ہے کہ میں اس مال سے فارغ البال ہوں اگر کوئی مستحق اس کا یا اور کسی کا مال یا دریا کا پانی لے اور وہ ان چیزوں میں فرق کرے تو وہ دھوکے میں ہے اور اس کے دل میں مال کی خواہش ہے پس اصل یہ ہے کہ آدمی قدرت رکھ کر مال سے دست بردار ہو اور بھاگے تاکہ اس کے جادو سے چھوٹے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ تعالیٰ کو ایک شخص نے کہا یا زاہد انھوں نے فرمایا کہ عمر بن عبدالعزیز زاہد ہے کہ دنیا کا مال اس کے ہاتھ میں ہے اور باوصف اس کے کہ اس مال پر قادر ہے اس مال میں زہد اختیار کیے ہوئے ہے اور میں تو کچھ رکھتا ہی نہیں مجھ سے کیا زہد ہو سکے گا ابن ابی لیلیٰ نے ابن شبرمہ سے کہا کہ تم دیکھتے ہو کہ ابو حنیفہ جولاہے کا لڑکا میرے فتویٰ کو رد کرتا ہے انھوں نے فرمایا کہ میں یہ نہیں جانتا کہ وہ جولاہے کا فرزند ہے یا کیا ہے مگر یہ جانتا ہوں کہ دنیا اس کی طرف

متوجہ ہے اور وہ اس سے بھاگتا ہے اور ہماری طرف سے دنیا منہ پھیرے ہوئے ہے اور ہم دنیا کو ڈھونڈھتے پھرتے ہیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تک یہ آیت نہیں نازل ہوئی ﴿ منکم من یرید الدنیا و منکم من یرید الاخرۃ ﴾ (۲) تب تک میں ہرگز نہ جانتا تھا کہ ہم لوگوں میں ایسا بھی کوئی ہے جو دنیا کو دوست رکھتا ہے اور جب مسلمانوں نے کہا کہ اگر ہم جانتے کہ کس کام میں خدا کی محبت ہے تو بس وہی کام کرتے تب یہ آیت نازل ہوئی ﴿ ولو انا کتبنا علیھم ان اقتلوا انفسکم او اخرجوا من دیارکم مافعلوہ الاقلیل منھم ﴾ (۳)۔

اے عزیز! جان تو کہ برف کو سونے سے بیچنا کچھ بڑی بات نہیں اس واسطے کہ ہر عقل مند یہ کرسکتا ہے اور دنیا کی نسبت آخرت کے ساتھ اس نسبت سے بہت ہی کم ہے جو برف کو سونے کے ساتھ ہے لیکن خلق تین سبب سے یہ بات نہیں جانتی ایک ضعف ایمان کے سبب سے دوسرے غلبہ شہوت کے سبب سے جو فی الحال ہے تیسرے سستی اور آج کل کرنے کے سبب سے اور خود کو وعدہ دینے کی وجہ سے کہ اس کے بعد کریں گے اکثر غلبہ شہوت اس کا سبب ہوتا ہے کیونکہ سر دست آدمی اس سے برنہیں آتا درہم نقد کو دیکھتا ہے قرض کو بھول جاتا ہے۔

زہد کی فضلیت کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ جو کچھ محبت دنیا کی مذمت میں ہم نے بیان کیا وہ فضلیت زہد کی دلیل ہے اور دنیا کی دوستی منجملہ مہلکات ہے اور اسکی دشمنی منجملہ منجیات ہے دنیا کے ساتھ دشمنی رکھنے کے باب میں آیات و احادیث وارد ہیں انھیں ہم یہاں بیان کرتے ہیں زہد کی بڑی تعریف یہی ہے کہ اسے حق تعالیٰ نے اہل علم کے ساتھ منسوب کیا اور قرآن شریف میں فرمایا کہ قارون جب جاہ و چشم فوج و خدم سے آراستہ ہو کر باہر نکلا تو ہر ایک تو یہ کہتا تھا کہ کاش یہ دولت اور جاہ و حشمت مجھے ملتی ﴿

وقال الذین و اتو العلم ویلکم ثواب اللہ خیر لمن امن و عمل صالحا ﴾ اور جو اہل علم تھے انھوں نے یہ کہا کہ ثواب اس سب سے بہتر ہے اس واسطے بزرگوں نے کہا کہ جو شخص دنیا میں چالیس دن زاہد رہتا ہے اس کے دل میں حکمت کی نہریں جاری ہو جاتی ہیں اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر تو یہ چاہتا ہے کہ خدا مجھے دوست رکھے تو دنیا میں زاہد رہ اور جب حضرت حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ الحق میں مومن ہوں آپ نے فرمایا کہ اس کی کیا دلیل ہے عرض کیا کہ میرا دل دنیا سے ایسا بھاگا ہوا ہے کہ میرے نزدیک پتھر اور سونا دونوں برابر ہیں گویا بہشت اور دوزخ کو میں دیکھ رہا ہوں فرمایا کہ جو کچھ تجھے پانا تھا وہ پا چکا اس کی حفاظت کر پھر فرمایا ﴿ عبدنور اللہ قلبہ ﴾ یعنی یہ بندہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کا دل روشن کر دیا ہے اور جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿ فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام ﴾ (۴) تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ شرح کیا چیز ہے فرمایا کہ ایک نور دل میں پیدا ہوتا ہے اور اس کے سبب سے سینہ کشادہ ہو جاتا ہے' عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس کی علامت کیا ہے فرمایا کہ اس سرائے فانی سے دل اچاٹ ہو عالم جاودانی کی طرف متوجہ ہو موت سے پہلے سامان موت مہیا کرنے لگے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شرم رکھنے کا حق ہے ویسی شرم خدا سے رکھو صحابہ نے عرض کی کیا کہ یا رسول اللہ ہم تو شرم رکھتے ہیں فرمایا کہ پھر اتنا مال کیوں جمع کرتے ہو جسے نہ کھا سکو گے اور ایسی جگہ گھر کیوں بناتے ہو جہاں نہ رہو گے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ جو شخص ﴿ لاالہ الااللہ ﴾ سلامتی سے لائے بے اس کے کہ اور کسی چیز سے ملائے اس کے واسطے بہشت ہے' پس حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو گئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس چیز کی تفسیر کر دیجئے کہ جسے نہ ملانا چاہیے فرمایا وہ دنیا کی محبت اور تلاش ہے

اس واسطے کہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ پیغمبروں کی سی باتیں کرتے ہیں ان کے افعال جباروں کے سے ہوتے ہیں جو شخص اس بات سے ﴿ لاالہ الا اللہ ﴾ سالم لائے گا اور یہ بات اس میں نہ ملائے گا بہشت اس کی جگہ ہوگی اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص دنیا میں زاہد ہوتا ہے اس کے دل پر حق تعالیٰ حکمت کا دروازہ کھول دیتا ہے اس کی زبان حکمت کے ساتھ گویا کرتا ہے اور دنیا کی علت اور بیماری اور دارو اور درمان اسے بتا دیتا ہے اور دنیا سے سلامتی کے ساتھ اسے جنت میں لے جاتا ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن صحابہ کے ساتھ اونٹوں کے گلے کی طرف گذرے سب اونٹنیاں اچھی اور گابھن تھیں اور یہ عرب کا بہت اچھا مال ہوتا ہے کہ مالیت بھی ہوتی ہے اور دودھ گوشت پشم یہ چیزیں بھی حاصل ہوتی ہیں آپ نے اس طرف سے منہ پھیر لیا صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ تو بہت اچھا مال ہے آپ کیوں نہیں ملاحظہ فرماتے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے اس کی طرف دیکھنے کو مجھے منع کیا ہے اور ارشاد فرمایا ہے ﴿ ولا تمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازاوجا منھم لایہ ﴾ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لوگوں نے عرض کیا کہ اگر آپ حکم دیں تو ہم آپ کے واسطے گھر بنائیں کہ آپ اس میں عبادت کیا کریں فرمایا کہ جا کر پانی پر گھر بناؤ عرض کیا کہ بھلا پانی پر کیونکر مکان بنا سکیں گے فرمایا کہ محبت دنیا کے ساتھ کوئی عبادت کس طرح کر سکے گا جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصحابہ اجمعین نے فرمایا ہے کہ اگر تو چاہتا ہے کہ خدا تجھے دوست رکھے تو دنیا سے دست بردار ہو جا اور اگر تو یہ چاہتا ہے کہ لوگ تجھے دوست رکھیں تو جو کچھ ان کے پاس ہے اس سے ہاتھ کھینچے رہ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے والد ماجد امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ غنیمت کا مال جب شہروں سے آیا کرے تو اس کپڑوں سے بہتر لباس اور اس کھانے سے خوشتر طعام پکوایا کیجئے اور اپنے رفقا کے ساتھ بیٹھ کر کھایا

کیجئے فرمایا کہ اے حفصہ شوہر کا حال بیوی سے زیادہ کوئی نہیں جانتا تم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حال خوب جانتی ہو تمہیں قسم ہے خدا کی بیان تو کرو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کئی برس نبوت میں گذرے کہ آپ اور آپ کے گھر والے جب صبح کو سیر ہو کر کھاتے تو رات کو بھوکے رہتے جب رات کو آسودہ ہو کر کھاتے تو صبح کو بھوکے رہتے اور تمہیں قسم ہے خدا کی فتح خیبر کے دن تک کئی برس آپ کو پیٹ بھر خرمے نہیں ملے اور تمہیں قسم خدا کی تم یہ جانتی ہو کہ ایک دن خوان میں آپ کے سامنے کھانا رکھا آپ کو یہ ایسا برا معلوم ہوا کہ چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا حتیٰ کہ آپ کے فرمانے کے بموجب زمین پر کھانا رکھ دیا گیا اور تمہیں قسم خدا کی کہ تم جانتی ہو کہ شب کو جب آپ سوتے تو کمبل کی دو تہیں کر کے اس پر سوتے ایک دن چار تہ کر کے کمبل بچھایا وہ زیادہ نرم ہو گیا دوسرے دن فرمایا کہ رات کو اس کی نرمی نے نماز شب سے مجھے باز رکھا جس طرح بچھایا کرتے تھے اس طرح دو تہیں کر کے بچھایا کرو دو سے زیادہ تہیں نہ بڑھایا کرو اور تمہیں قسم خدا کی تم جانتی ہو کہ آپ کپڑا دھوتے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان کہہ دیتا جب تک وہ کپڑا خشک نہ ہو جاتا تب تک آپ باہر نہ نکل سکتے اس واسطے کہ آپ دوسرا کپڑا نہ رکھتے تھے اور تمہیں قسم خدا کی تم جانتی ہو کہ قبیلہ بنی ظفر کی ایک عورت آپ کا تہبند اور چادر بنتی تھی دونوں کپڑے نہیں ہوئے تھے اس نے ایک ہی آپ کے پاس بھیج دیا آپ اس طرح اسے باندھے اور اوڑھے ہوئے باہر تشریف لائے کہ آگے کی طرف گرہ لگی تھی اور پشت مبارک پر بھی اسی کو ڈالے ہوئے تھے اس کے سوا دوسرا کپڑا حضرت پاس نہ تھا حضرت بی بی حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ہاں میں یہ سب حال جانتی ہوں سچ ہے پھر حضرت عمر اور حضرت بی بی حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں اتنا روئے کہ بے ہوش ہو گئے پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرے دوست یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ چل بسے

میں اگر ان کی راہ پر چلوں گا تو ان کے پاس پہنچوں گا ورنہ مجھے اور ہی راہ لے جائیں گے مجھے چاہیے کہ ان کی طرح میں بھی صعوبت کے ساتھ بسر کروں تا کہ ان کے ساتھ راحت جاوید پاؤں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی نے پہلے طبقہ کے تابعین سے کہا کہ تمہاری عبادت تو صحابہ کی عبادت سے زیادہ ہے مگر صحابہ تم سے بہتر تھے اس واسطے کہ دنیا کے بارہ میں وہ تم سے زیادہ زاہد تھے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ زہد دنیا میں راحت دل بھی ہے' اور راحت تن بھی حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص دنیا کے باب میں زاہد ہے اس کی دو رکعت نماز سب مجتہدوں کی تمام عمر کی عبادت سے افضل ہے حضرت سہل تستری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ عبادت خلوص کے ساتھ جب ہوتی ہے کہ آدمی چار چیزوں سے نہ ڈرے گرسنگی سے برہنگی سے درویشی سے خواری سے۔

زاہد کے درجوں کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ زاہد کے تین درجے ہیں ایک تو یہ کہ آدمی دنیا سے ہاتھ تو کھینچ لے مگر دل دنیا میں لگا رہے لیکن مجاہدہ اور صبر کرتا ہے ایسے آدمی کو متزہد کہتے ہیں زاہد نہیں کہتے مگر زاہد کی پہلی راہ یہی ہے دوسرا درجہ ہے کہ اس کا دل بھی دنیا میں نہ لگا ہو مگر اپنی زہد کا اسے خیال رہتا ہے اور اپنی زہد کو برا کام جانتا ہے ایسا آدمی زاہد تو ہے مگر نقصان سے خالی نہیں تیسرا درجہ یہ ہے کہ آدمی اپنے زہد میں بھی زاہد ہو یعنی اسے اپنے زہد کا بھی خیال نہیں آتا اور اسے بڑا کام نہیں جانتا اس زاہد کی مثال اس شخص کی سی ہے جو وزارت کا امیدوار ہو کر کسی بادشاہ کے در دولت پر جائے در دولت پر ایک کتا ہو کہ وہ اسے اندر نہ جانے دے اور وہ شخص اس کتے کو روٹی کا ٹکڑا ڈال دے تا کہ وہ کتا اس سے باز رہے اور وہ شخص کتے سے اپنا پیچھا چھڑا کر حضوری بادشاہ سے سرفراز ہو اور عہدہ نیابت سے ممتاز ہو تو یہ ممکن ہی نہیں کہ اس روٹی کے ٹکڑے کی

کچھ حقیقت سمجھے ۔اے عزیز! تمام دنیا ایک لقمہ ہے اور شیطان ایک کتا کہ در دولت پر بھونکتا ہے جب اس لقمے کو اس کتے کے سامنے پھینک دیا تو تجھ سے باز رہے گا اور تمام دنیا آخرت کے سامنے اس سے بھی زیادہ کم حقیقت ہے جتنا روٹی کا ٹکڑا عہدہ وزارت کے مقابلے میں کم حقیقت ہوتا ہے اس واسطے کہ آخرت کی کچھ نہایت نہیں اور دنیا کی نہایت ہے اور نہایت والی چیز کو بے نہایت شے سے کچھ نسبت نہیں ہوتی اس واسطے جب لوگوں نے حضرت ابو یزید بسطامی قدس سرہ سے عرض کیا کہ فلانا شخص زہد کی باتیں کرتا ہے پوچھا کس چیز میں زہد کی عرض کیا کہ دنیا میں زہد فرمایا کہ دنیا تو کوئی چیز ہی نہیں کہ آدمی اس میں زہد کر سکے پہلے تو کوئی چیز ہونا چاہیے تا کہ آدمی اس میں زہد کر سکے اور جس واسطے زہد ہوتا ہے اس کے لحاظ سے زہد کے تین درجے ہیں ایک تو یہ کہ آدمی اس واسطے زاہد ہو کہ عذاب آخرت سے فقط نجات پائے اور اپنے مرنے پر راضی ہو یہ خائفوں کا زہد ہے حضرت مالک دینار رحمتہ اللہ تعالیٰ نے ایک دن کہا رات کو میں نے حق تعالیٰ سے بڑی دلیری کی کہ اس سے بہشت مانگی دوسرا درجہ یہ ہے کہ ثواب آخرت کے واسطے زہد اختیار کرے یہ پورا زہد ہے اس واسطے کہ زہد رجا و محبت کے سبب سے ہوتا ہے یہ راجیوں یعنی امیدواروں کا زہد ہے تیسرا درجہ یہ ہے کہ زاہد کے دل میں نہ دوزخ کا خوف ہو نہ بہشت کی امید بلکہ خود محبت الٰہی نے دنیا و آخرت دونوں اس کے دل سے بھلا دی ہوں خدا کے سوا جو کچھ ہے اس کی طرف التفات کرنے سے ننگ و عار رکھتا ہو کمال کا درجہ ہے جیسا حضرت رابعہ بصری قدس سرہا سے لوگوں نے جنت کا ذکر کیا فرمایا ﴿الجار ثم الدار﴾ یعنی صاحب خانہ گھر سے بہتر ہے۔

شعر:

وعدہ دیدار چوں در جنت آمد لاجرم ** عاشقان جنت برائے دوست میدارند

دوست جسے خدا کی محبت پیدا ہوئی اسے بہشت کی لذت ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے

بادشاہی کرنے کی لذت کے مقابلے میں لڑکوں کو چڑیا سے کھیلنے کی لذت لڑکا اس کھیل کو بادشاہی سے زیادہ دوست رکھتا ہے اس واسطے کہ بادشاہی کی لذت سے بے خبر ہے اور بے خبر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ لڑکے کی عقل ابھی ناقص ہے اسی طرح جناب الٰہی کے مشاہدے کے سوا جس شخص کا اور کچھ مقصود ہے وہ بھی ناقص اور نابالغ ہے ابھی مردی کے درجے کو نہیں پہنچا اور جس چیز کو ترک کر کے زہد کرتے ہیں اس کے لحاظ سے بھی زہد کے مختلف درجے ہیں اس واسطے کہ کوئی تو دنیا میں سے کچھ ترک کرتا ہے مگر درجہ کامل یہ ہے کہ جس چیز میں آدمی کے نفس کو کچھ بھی حظ ہے اور اس چیز کی کچھ ضرورت نہیں اور راہ دین میں اس کی کچھ حاجت نہیں اسے ترک کرے کیونکہ مال جاہ کھانے پہننے کہنے سونے لوگوں کے پاس بیٹھنے درس دینے مجلس جمانے حدیث روایت کرنے سے نفس کو جو حظ حاصل ہوتے ہیں دنیا ان سے عبارت ہے اور جو کچھ شرف نفس کے واسطے ہو وہ سب دنیا میں داخل ہے لیکن اگر درس دینے مجلس جمانے حدیث روایت کرنے سے فقط یہی مقصود ہے کہ لوگ خدا کی طرف متوجہ ہوں تو یہ امور دنیا میں داخل نہیں حضرت ابوسلیمان دارانی رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ زہد کی تعریف میں میں نے بہت اقوال سنے ہیں مگر ہمارے نزدیک زہد یہ ہے کہ جو چیز تجھے خدا سے دور رکھے اسے ترک کرے اور کہا کہ جو شخص نکاح اور سفر کرنے اور حدیث لکھنے میں مشغول ہوا اور دنیا کی طرف متوجہ ہوا اور ان ہی سے لوگوں نے پوچھا کہ حق تعالیٰ جو فرماتا ہے ﴿ الا من اتی اللہ بقلب سلیم ﴾ (۵) کون سا دل سلیم وہ دل ہے جس میں خدا کے سوا اور کوئی چیز نہ ہو حضرت یحییٰ ابن زکریا علیہما السلام ٹاٹ پہنتے تھے تاکہ کپڑے کی نرمی سے آپ کے بدن کو آرام نہ پہنچے کہ یہ حظ نفس ہے حتیٰ کہ ٹاٹ کی سختی کے سبب سے آپ کے بدن میں سوراخ ہو گئے تھے آپ کی والدہ ماجدہ نے ازراہ شفقت مادری فرمایا کہ بیٹا پشمینہ کا لباس پہنا کرو آپ نے پہن لیا وحی نازل ہوئی کہ اے یحییٰ تو نے مجھے چھوڑ کر

دنیا کو اختیار کیا آپ بہت روئے اور پھر ٹاٹ پہن لیا۔ اے عزیز! جان تو کہ یہ نہایت درجے کا زہد ہے ہر ایک اس درجے کو نہیں پہنچتا مگر زہد میں ہر ایک کا درجہ اسی قدر ہوتا ہے جس قدر اس نے ترک لذات کیا اور جس طرح بعض گناہوں سے توبہ کرنا درست ہے اسی طرح بعض حظوظ نفس میں زہد بھی درست ہے' درست ہونے کے یہ معنی ہیں کہ بے ثواب اور بے فائدہ نہ ہوگا مگر تائب اور زاہد کے واسطے جن مقاموں کا آخرت میں وعدہ ہے وہ اسی زاہد اور تائب کے واسطے ہیں جو لذتوں سے دست بردار ہو اور سب گناہوں سے توبہ کرے۔

زاہد کو دنیا میں جن چیزوں پر قناعت کرنا چاہیے ان کا مفصل بیان

اے عزیز! جان تو کہ خلق قید خانہ دنیا میں آ پڑی اور اس قید خانہ کی بلاؤں کی نہایت نہیں مگر دنیا میں چھ چیزیں ضروریات اور مہمات سے ہیں خورد' پوش' گھر' اثاث البیت' جورو و جاہ و مال پہلی مہم طعام ہے اس کی جنس اور مقدار اور نان خورش مختلف ہوتی ہے جنس میں ادنیٰ درجہ وہ چیز ہے جو بدن کو غذا دے اگرچہ وہ بھوسی ہو اور متوسط درجہ جو اور باجرہ اور سائین کی روٹی ہے اور اعلیٰ درجہ گیہوں کے بے چھانے آٹے کی روٹی ہے اگر چھانا گیا تو اس کا کھانے والا زاہد کی حد سے نکل گیا اور تن پرور ہو گیا اور مقدار میں ادنیٰ درجہ دس سیر ہے اور متوسط آدھا من اور نہایت درجے ایک مد ہے شرع میں درویش کے واسطے یہی مقدار مقرر ہے اگر اس میں زیادتی کرے گا تو معدہ میں زہد نہ باقی رہے گا اور آئندہ کے واسطے طعام رکھ چھوڑنے میں اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ جس قدر سے ایک وقت بھوک جاتی رہے اس سے زیادہ نہ رکھے اس واسطے کہ کوتاہی امید اصل زہد ہے اور درازی امید اصل حرص ہے اور اوسط درجہ یہ ہے کہ ایک مہینے یا چالیس دن کھانے کی قدر چھوڑے اور کمترین درجہ یہ ہے کہ ایک برس کھانے کی قدر رکھ چھوڑے اگر قوت یکسالہ سے زیادہ رکھ چھوڑے گا تو زہد سے محروم رہے گا اس واسطے کہ جو سال بھر سے زیادہ کی امید رکھے

گا اس سے زہد راست نہ آئے گا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے عیال کے واسطے قوت یکسالہ رکھتے کیونکہ وہ بھوک پر صبر نہیں کر سکتے تھے مگر اپنے واسطے رات کے کھانے کو بھی کچھ نہ رکھتے اور نان خورش میں ادنیٰ درجہ سرکہ اور ساگ ہے اور متوسط درجہ روغن ہے اور جو کچھ روغن سے بنائیں اور اعلیٰ درجہ گوشت ہے اگر آدمی ہمیشہ گوشت کھایا کرے تو زہد گیا گذرا اگر ہفتہ بھر میں دو ایک بار سے زیادہ گوشت کھائے گا تو زہد کے درجے سے بالکل نکل جائے گا اور کھانے کے وقت میں یہ لحاظ رکھنا چاہیے کہ دن بھر میں ایک بار سے زیادہ نہ کھائے اگر دو دن میں ایک بار کھائے تو یہ پورا زہد ہے اگر ایک دن میں دو مرتبہ کھائے گا تو یہ زہد نہیں جو شخص زہد کو جاننا چاہے اسے چاہیے کہ جناب سرور کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا حال جان لے ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا کہ چالیس چالیس شب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں چراغ نہ جلتا اور خرمے اور پانی کے سوا کوئی غذا نہ ہوتی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو شخص جنت طلب کرتا ہے اس کے واسطے جو کی روٹی کھانا اور کتوں کے ساتھ گھورے پر سونا بس ہے اور حواریں سے فرمایا کہ جو کی روٹی اور ساگ کھایا کرو گیہوں کے گرد بھی نہ جایا کرو اس واسطے تم اس کے شکر پر قائم رہ سکو گے دوسری مہم لباس ہے زاہد کو ایک کپڑے سے زیادہ نہ رکھنا چاہیے حتیٰ کہ جب اس کپڑے کو دھووے تو ننگا ہو اگر آدمی پاس دو کپڑے ہوں گے تو زاہد نہیں ہے کمتر لباس ایک کرتا اور ٹوپی اور جوتا ہے اور اکثر لباس یہ ہے کہ ایک پگڑی اور ازار بھی ہو اور جنس لباس میں ٹاٹ ادنیٰ ہے اور موٹا پشمینہ متوسط اور روئی کا موٹا کپڑا اعلیٰ ہے اگر باریک اور نرم کپڑے کا لباس ہوگا تو پہننے والا زاہد نہ رہے گا جناب سلطان الانبیا علیہ افضل الصلوٰۃ والثنا نے جس وقت انتقال فرمایا تو ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک کملی اور ایک موٹا تہبند لائیں اور فرمایا کہ حضرت صلی

کہتے ہیں کہ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کپڑے جوتے سمیت میں اکو ایک درہم اور چار دانگ سے زیادہ قیمت نہ اٹھی حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص لباس فاخرہ پہننے کی قدرت رکھتا ہو اور فروتنی کی راہ سے للہ اس لباس سے دستبردار ہو تو حق تعالیٰ پر اس کا حق ہو جاتا ہے' کہ اس کے بدلے جنت کی عجیب وغریب پوشاک یاقوت کی کشتیوں میں رکھ کر اسے عنایت فرمائے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ائمہ ہدیٰ سے عہد لیا ہے کہ ان کا لباس ادنیٰ لوگوں کے لباس کا سا ہوتا کہ امیر لوگ ان کی پیروی کریں اور فقیر لوگ شکستہ دل نہ ہوں فضالہ ابن عبید رحمہ اللہ تعالیٰ امیر مصر تھے لوگوں نے انھیں دیکھا کہ مختصر لباس پہنے ہوئے ننگے پاؤں پھرتے ہیں کہا تم ایسا نہ کیا کرو اس واسطے کہ امیر شہر ہو انھوں نے جواب دیا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناز و تنعم سے ہمیں منع فرمایا ہے اور ارشاد کیا ہے کہ کبھی کبھی ننگے پاؤں بھی پھرا کرو محمد ابن واسع رحمتہ اللہ تعالیٰ جامہ صوف پہن کر قتیبہ ابن مسلم کے پاس گئے انھوں نے پوچھا کہ تم نے صوف کیوں پہنا ہے یہ چپ ہو رہے پھر کہا جواب کیوں نہیں دیتے بولے اگر یہ کہتا ہوں کہ زہد کے سبب سے پہنا ہے تو اس میں اپنی تعریف ہے اگر کہتا ہوں کہ مفلسی کے سبب سے پہنا ہے تو اس میں حق تعالیٰ کی شکایت ہوتی ہے سلمان رحمتہ اللہ تعالیٰ سے لوگوں نے پوچھا تم اچھے کپڑے کیوں نہیں پہنتے بولے کہ بندہ کو اچھے کپڑوں سے کیا کام اگر کل آزاد ہو جاؤں گا تو اچھے کپڑوں سے محروم نہ رہوں گا خلیفہ عمر ابن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس ٹاٹ تھا رات کو نماز پڑھتے وقت اسے پہن لیتے دن کو نہ پہنتے تا کہ خلق نہ دیکھے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرقد سنجی سے کہا کہ یہ کمبل جو تم اوڑھے ہو اس کے سبب سے سمجھتے ہو گے کہ تمہیں اوروں پر بزرگی ہے میں نے سنا ہے کہ اکثر کمبل پوش دوزخی ہوں گے تیسری مہم مسکن ہے اس کا ادنیٰ درجہ ہے کہ کوئی جگہ اپنے رہنے کے واسطے آدمی مقرر نہ کرے بلکہ مسجد یا مسافر خانہ

کے کونے پر قناعت کرے اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ ایک کوٹھڑی بطور ملک یا بطور کرایہ اپنے قبضہ میں رکھے اور وہ بقدر حاجت ہو نہ بہت اونچی ہو نہ اس پر نقش و نگار ہوں اور حاجت سے زیادہ وسیع بھی نہ ہو جب چھ گز سے زیادہ بلند چھت بنائے گا تو پایہ زہد سے گر پڑے گا غرضیکہ مسکن سے مقصود یہ ہے' کہ آدمی سردی گرمی سے خود کو بچائے اس کے سوا اور کچھ نہ تلاش کرے بزرگوں نے کہا ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد پہلا طول امل جو دنیا میں پھیلا وہ یہی تھا کہ لوگوں نے گچ کئے ہوئے مکان کی بنا ڈالی اور کپڑے میں متعدد چاک کر کے سیونیں بڑھائیں اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ایک چاک سے زیادہ کپڑے میں نہ تھا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دو منزلہ مکان بنایا تھا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے اسے منہدم کر دیا ایک دن کسی بلند گنبد کی طرف رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گذر ہوا پوچھا کہ یہ کس کا مکان ہے لوگوں نے عرض کیا کہ فلانے شخص کا وہ شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اس کی طرف نظر نہیں کی اس نے جب اس خفگی کا سبب پوچھا لوگوں نے بیان کیا تو اس نے اس گنبد کو مسمار کر ڈالا اب حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس سے خوش ہوئے اور اس کے حق میں دعائے خیر فرمائی حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام عمر نہ تو اینٹ پر اینٹ جمائی نہ لکڑی پر لکڑی باندھی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ جس کی خرابی چاہتا ہے اس کا مال پانی اور مٹی میں برباد کرتا ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور پوچھا یہ کیا کرتے ہو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ نرکل کا ایک مکان تھا وہ خراب ہو گیا ہم اسے درست کرتے ہیں فرمایا کہ کام اس سے بہت نزدیک ہے کہ مہلت ہو موت سر پر کھڑی ہے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص حاجت

سے زیادہ مکان بنائے گا قیامت کے دن اسے حکم کریں گے کہ اس گھر کو سر پر اٹھائے اور فرمایا ہے کہ آدمی جو کچھ خرچ کرتا ہے اس پر ثواب ملے گا مگر جو کچھ خاک پانی میں صرف کرتا ہے اس پر اجر نہ پائے گا حضرت نوح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ علیہ السلام نے نرکل کا گھر بنایا لوگوں نے عرض کیا کہ آپ اگر اینٹوں کا مکان بناتے تو کیا ہوتا فرمایا جسے مرنا ضرور ہے اسے یہ بھی بہت ہے حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والہ اصحابہ اجمعین نے فرمایا ہے کہ بندہ جو عمارت بنائے گا وہ قیامت میں اس پر وبال ہوگی مگر اتنا سا گھر جس میں گرمی سردی سے امن ہو وبال نہ ہوگا امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام کے راستے میں ایک اونچی عمارت پختہ اینٹوں کی بنی ہوئی دیکھ کر فرمایا کہ میں ہرگز نہ جانتا تھا کہ اس میں لوگ ایسی عمارت بنائیں گے جیسی ہامان نے فرعون کے واسطے بنائی تھی اس واسطے کہ پکی اینٹ کی خواہش فرعون نے کی تھی اور کہا تھا ﴿واوقدلی یاھامان علی الطین﴾ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے روایت ہے کہ بندہ جب چھ گز سے اونچا مکان بناتا ہے تو ایک فرشتہ آسمان سے ندا کرتا ہے کہ او گناہ گاروں کے سردار تو کہاں چلا آتا ہے یعنی تجھے زیر زمین جانا چاہیے آسمان کی طرف کیوں چلا آتا ہے حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب گھروں کی چھت میں ہاتھ لگ جاتا تھا فضیل رحمتہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ مجھے اس شخص سے تعجب نہیں کہ مکان بنا کر چھوڑ جائے اس شخص سے البتہ تعجب ہے جو یہ امر دیکھے اور عبرت نہ لے چوتھی مہم گھر کا اسباب ہے اس باب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جو طریقہ تھا وہ درجہ اعلیٰ ہے کہ وہ کنگھی اور پیالے کے سوا اور کچھ اسباب خانگی نہ رکھتے تھے کسی کو دیکھا کہ انگلیوں سے داڑھی کے بال سلجھاتا ہے تو کنگھی بھی پھینک دی ایک شخص کو دیکھا کہ چلو سے پانی پیتا ہے پیالہ بھی پھینک دیا اور اوسط درجہ یہ ہے کہ ضروری ایک ایک چیزیں رکھے مٹی کی ہوں خواہ لکڑی کی اگر تانبے پیتل کے برتن

رکھے گا تو زہد نہ رہے گا اگلے بزرگوں نے یہ کوشش کی ہے کہ ایک ایک چیز کو کئی کاموں میں استعمال کیا ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس درخت خرما کی چھال بھرا ہوا چمڑے کا ایک تکیہ تھا اور دوہرا کیا ہوا کمبل تھا جو آپ کے واسطے صرف اور صرف بچھونا ہوتا تھا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلوے مبارک میں کھجور کی چٹائی کا نشان پڑا ہوا دیکھ کر بہت روئے آپ نے فرمایا کیوں روتا ہے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں یہ روتا ہوں کہ قیصر وکسری وغیرہ دشمنان خدا ان نعمتوں میں رہیں اور خدا کا رسول اور دوست ان مصیبتوں میں فرمایا اے عمر تو اس بات سے خوش نہیں ہوتا کہ انھیں دولت دنیا نصیب ہوئی اور ہمیں نعمت آخرت ۔عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں خوش ہوں فرمایا کہ اے عمر تو جان لے کہ جیسا میں نے کہا ایسا ہی ہے ایک شخص حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر گیا ان کے گھر بھر میں کچھ نہ تھا اس شخص نے کہا کہ ابوذر تمہارے گھر میں کچھ نہیں جواب دیا کہ میرا ایک اور گھر ہے جو کچھ میرے ہاتھ لگتا ہے میں وہاں بھیج دیتا ہوں یعنی دار آخرت میں اس شخص نے کہا کہ جب تک اس گھر میں رہے گا تب تک کچھ اثاث البیت ضرور ہے بولے گھر کا مالک یعنی حق تعالیٰ مجھے یہاں نہ رہنے دے گا جب عمیر ابن سعد امیر حمص حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا کہ متاع دنیا سے تمہارے پاس کیا کیا ہے عرض کیا کہ ایک عصا ہے اس پر سہارا کرتا ہوں اور اس سے سانپ مارتا ہوں اور ایک انبان ہے اس میں کھانا رکھتا ہوں اور ایک کاسہ ہے اس میں کھانا کھاتا ہوں اور اسی سے سر اور کپڑا دھوتا ہوں اور ایک لوٹا ہے اسی میں پانی پیتا ہوں اور اسی سے طہارت کرتا ہوں یہ چیزیں تو اصل ہیں اور جو اسباب دنیوی میرے پاس ہے وہ ان کی فرع ہے جناب سلطان الانبیا علیہ الصلوٰۃ والثنا ایک بار سفر سے جناب سیدۃ النساء حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لائے دروازے پر پردہ

پڑا دیکھا اور جناب سیدہ کے دونوں ہاتھوں میں چاندی کا ایک ایک کڑا دیکھا یہ امر برا معلوم ہوا آپ پھر گئے جناب سیدہ کو جب یہ دریافت ہوا کہ آپ اس وجہ سے پھر گئے تو ان دونوں کڑوں کو ڈیڑھ درہم کے عوض بیچ کر پردہ سمیت خیرات دے دیا پس رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے خوش دل ہوئے اور فرمایا تم نے اچھا کام کیا ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں ایک پردہ تھا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری نظر جب اس پردہ پر پڑتی ہے تو مجھے دنیا یاد آتی ہے اس کو لے جا کر فلانے آدمی کو دیدو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شب کو دوہرا کمبل پر سویا کرتے تھے ایک رات میں نے نیا بچھونا بچھایا تمام شب آپ پیچ و تاب کھایا کیے دوسرے دن فرمایا کہ رات کو اس بچھونے نے میری نیند اچاٹ دی حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہی کمبل پھر بچھا دیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت فیض درجت میں ایک بار لوگ مال لائے آپ نے سب بانٹ دیا چھ دینار باقی رہ گئے تمام شب آپ کو نیند نہ آئی حتیٰ کہ آخر شب کو وہ بھی کسی اور کو دے دیا تب آرام سے نیند آئی اس وقت آپ نے یہ فرمایا کہ اگر میں مر جاتا اور چھ دینار میرے پاس ہوتے تو میرا حال کیا ہوتا حضرت بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ستر صحابہ کو میں نے اس حال پر پایا کہ جو کپڑا پہنے تھے اس کے سوا اور نہ رکھتے تھے اور اپنے بدن کو خاک سے نہ بچاتے تھے زمین پر پہلو رکھ کر سوتے اور اس کپڑے کو اوڑھ لیتے پانچویں مہم نکاح ہے حضرت سہل تستری اور سفیان بن عنیبہ اور علما کے ایک گروہ نے کہا ہے کہ نکاح میں زہد نہیں ہے اس واسطے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام خلق سے زیادہ زاہد تھے اور بیبیوں کو دوست رکھتے تھے اور آپ کے نو محل تھے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ باین زہد چار زن منکوحہ اور دس بارہ حرم رکھتے تھے۔

اے عزیز! جان تو کہ اس سے ان حضرات کا مقصود ہوگا کہ یہ امر درست نہیں کہ کوئی شخص بطریق اس واسطے نکاح سے دستبردار ہو جائے کہ اسے لذت مباشرت نہ حاصل ہونے پائے اس لیے کہ نکاح کے سبب سے اولاد ہونے کی راہ کھلتی ہے اور اس میں بقائے نسل کے ساتھ بہت سے فائدے ہیں نکاح نہ کرنا ایسا ہے جیسے کوئی شخص کھانا پینا چھوڑ دے تا کہ اسے کچھ لذت نہ حاصل ہو تو اس کے سبب سے آدمی ہلاک ہو جائے گا اور اس کے سبب سے نسل منقطع ہو جائے گی اگر نکاح کسی شخص کو خدا سے غافل کر دے گا تو نہ کرنا اولیٰ ہے اور اگر شہوت غالب ہو زاہد وہ ہے جو ایسی عورت کے ساتھ نکاح کی خواہش کرے جو حسینہ اور جمیلہ نہ ہو شہوت بھجانے والی ہو شہوت بھڑکانے والی نہ ہو حضرت امام احمد حنبل رحمتہ اللہ تعالیٰ کا نکاح خوبصورت عورت کے ساتھ لوگوں نے ٹھہرا کر کہا کہ اس کی ایک بہن اس سے زیادہ عقل مند ہے مگر کانی ہے انھوں نے اس عقل مند کی خواہش کی اور خوبصورت کو جواب دے دیا حضرت جنید قدس سرہ کہتے ہیں کہ میں اس بات کو بہت دوست رکھتا ہوں کہ مرید مبتدی اپنے دل کو تین چیزوں سے بچائے رکھے کسب اور نکاح اور حدیث لکھنے سے اور یہ بھی ان ہی کا قول ہے کہ میں اس بات کو نہیں دوست رکھتا کہ صوفی لکھے پڑھے اس واسطے کہ لکھنے پڑھنے سے خیال بٹ جاتا ہے اور دل جمعی نہیں ہوتی چھٹی مہم جاہ و مال ہے ربع مہلکات میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ یہ دونوں زہر ہیں مگر اس میں سے بقدر حاجت تریاق ہے منجملہ دنیا نہیں بلکہ جو چیزیں راہ دین میں ضرور ہیں یہ بھی ان میں سے ہے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے کسی دوست سے کچھ قرض مانگا وحی آئی کہ اے خلیل میں تیرا دوست برحق ہوں تو نے مجھ سے کیوں نہ قرض مانگا عرض کیا کہ بارخدایا میں نے جانا کہ دنیا کو تو دشمن رکھتا ہے تجھ سے دنیا مانگتے ڈرا حکم آیا کہ ابراہیم جس چیز کی حاجت ہو وہ دنیا میں سے نہیں غرضکہ آدمی نے خواہشوں اور بقدر حاجت سے زیادہ چیزوں کو جب خیال آخرت سے چھوڑ دیا اور جاہ و مال

سے بقدر ضرورت پر اکتفا کی تو اس کا دل جاہ و مال سے الگ رہتا ہے اور وہ دنیا کو بہت دوست نہیں رکھتا اس سے مقصود یہ ہے کہ آدمی جب اس جہاں میں جائے گا تو اس کا سر نیچے اور منہ پیچھے نہ ہوگا یعنی دنیا کی طرف پھر پھر کر نہ دیکھے گا دنیا کو وہی پھر پھر کر دیکھتا ہے جو دنیا کو اپنی آسائش و آرام کی جگہ جانتا ہے اور جس آدمی کے جی میں دنیا پاخانہ کے مثل ہوتی ہے یعنی وقت حاجت کے سوا کبھی اس کی خواہش نہیں کرتا وہ مر کر جب اس حاجت سے چھوٹا تو دنیا کی طرف کب التفات کرتا ہے اور جو شخص دنیا سے دل لگاتا ہے اس کی مثل ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی جگہ رہنے نہ پائے گا اور اس جگہ اپنی گردن زنجیروں سے مضبوط باندھے یا اپنے سر کے بالوں سے اس جگہ پر مضبوط گرہ لگائے حتیٰ کہ اسے جب اس جگہ سے اٹھائیں تو سر کے بالوں کے سبب سے لٹکا رہے جب تک سر کے سب بال نہ اکھڑ جائیں تب تک اس جگہ سے نہ چھوٹے جب اس جگہ سے بایں کشاکش چھوٹے تو سر کے بال اکھڑنے کا زخم اس کے ساتھ رہے حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں نے ایک قوم کو پایا وہ لوگ بلا اور مصیبت سے اتنا خوش ہوتے تھے جتنا تم نعمت سے خوش نہیں ہوتے ہو وہ اگر تمہیں دیکھتے تو کہتے یہ شیطان ہیں اور تم انھیں دیکھتے تو کہتے یہ دیوانے ہیں وہ لوگ اس وجہ سے بلا اور مصیبت کی رغبت کرتے تھے کہ دنیا سے برخاستہ خاطر رہیں اور مرتے وقت کسی چیز میں ان کا دل ہرگز نہ لگا رہے۔ ﴿ واللہ اعلم ﴾

۱ ثابت رکھے تمہیں اللہ قول ثابت پر۔

۲ یعنی بعض تم میں سے ارادہ رکھتے ہیں دنیا کا اور بعض تم میں سے ارادہ رکھتے ہیں آخرت کا۔

۳ اگر ہم ان پر یہ حکم لکھتے کہ تم خود کو مار ڈالو اور اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو یہ نہ کرتے مگر تھوڑے سے لوگ ان میں سے۔

۴ اور جب اللہ کو منظور ہوتا ہے کہ کوئی ہدایت پا جائے تو شرح صدر کر دیتا ہے یعنی اس کے دل کو اسلام کی جانب متوجہ فرما دیتا ہے۔

۵ لیکن وہ شخص کہ حضوری خدا میں حاضر ہو سلیم دل لے کر۔

پانچویں اصل نیت اور صدق اور اخلاص کے بیان میں

اے عزیز از جان اس بات کو جان کہ اہل بصیرت پر یہ بات ظاہر ہوئی ہے کہ تمام خلق ہلاک اور تباہ ہے مگر عابد لوگ اور سب عابد ہلاک اور تباہ ہیں مگر عالم اور سب عالم ہلاک ہیں مگر مخلص اور مخلص لوگ بڑے خطر میں ہیں تو بغیر اخلاص کے تمام رنج و محنت ضائع ہے اور صدق و اخلاص نیت ہی میں ہوتا ہے جب کوئی شخص نیت ہی نہ جانے گا تو نیت میں اخلاص کا کیونکر لحاظ رکھے گا ہم ایک باب میں نیت کے معنی اور دوسرے باب میں اخلاص کی حقیقت تیسرے باب میں حقیقت صدق بیان کرتے ہیں۔

پہلا باب

نیت کے بیان میں

اے عزیز! پہلے تجھے نیت کی فضیلت جاننا چاہیے کہ سب اعمال کی روح نیت ہے اور نیت ہی پر حکم ہوگا حق تعالیٰ عمل میں نیت ہی کو دیکھتا ہے اس واسطے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ تمہارے اور اعمال کو نہیں دیکھتا تمہارے دل اور کردار کو دیکھتا ہے دل کو اس واسطے دیکھتا ہے کہ وہ محل نیت ہے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کام نیت کے ساتھ ہے اور ہر شخص کو اپنی عبادت سے وہی اجر ملے گا جس کی وہ نیت رکھتا ہے جو شخص ہجرت کرے یعنی لڑائی پر یا حج کو خدا کے واسطے جائے تو اس کی ہجرت خدا کے واسطے ہے اور جو شخص اس واسطے ہجرت کرے کہ مال ہاتھ آئے یا کسی عورت کے ساتھ نکاح کرے تو اس کی ہجرت خدا کے واسطے نہیں بلکہ جو اس کی نیت ہے اسی لیے اس کی ہجرت ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت کے بے شمار شہید تکیہ

بچھونے پر مرتے ہیں اور بہت لوگ دو صفوں کے بیچ میں مارے جاتے ہیں کہ ان کی نیت خدا خوب جانتا ہے اور فرمایا ہے کہ بندہ بہت نیک کام ایسے کرتا ہے کہ ملائیکہ ان کاموں کو بلند کرتے ہیں اور حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کاموں کو اس کے نامہ اعمال سے نکال ڈالو کیونکہ اس نے میرے واسطے نہیں کیے ہیں اور فلانا فلانا عمل اس کے نام لکھو فرشتے عرض کرتے ہیں کہ بارخدایا اس نے تو یہ عمل نہیں کیے ارشاد ہوتا ہے کہ ان عملوں کی نیت کی ہے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لوگ چار طرح کے ہیں ایک گروہ مال رکھتا ہے اور بمقتضائے علم خرچ کرتا ہے دوسرا گروہ کہتا ہے کہ اگر میں بھی مال دار ہوتا تو یوں ہی خرچ کرتا یہ دونوں گروہ گناہ میں برابر ہیں یعنی اکیلی نیت ایسی ہوتی ہے جیسی وہ نیت جس کے ساتھ عمل بھی ہو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جنگ تبوک کے دن جناب سرور کائنات علیہ والصلوٰۃ والسلام باہر نکلے اور فرمانے لگے کہ مدینہ میں بہت لوگ ایسے ہیں کہ سفر اور بھوک کے سبب سے جو رنج ہم کھینچ رہے ہیں اس میں وہ لوگ شریک ہیں ہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ وہ کیوں شریک ہیں وہ لوگ تو اس رنج سفر سے محروم ہیں فرمایا کہ عذر کے سبب سے ہمارے ساتھ نہ آسکے مگر ان کی نیت تو ایسی ہے جیسے ہماری نیت بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا بالو کے ٹیکرے پر اس کا گذر ہوا اس زمانے میں قحط تھا اپنے جی میں کہنے لگا کہ اگر اتنے گیہوں مجھے میسر ہوتے تو سب فقیروں کو دے دیتا اس وقت میں جو رسول تھے ان پر وحی آئی کہ فلانے شخص سے کہہ دو کہ خدا نے تیرا صدقہ قبول کیا اور تجھے اتنا ثواب دیا کہ اگر تو گیہوں رکھتا ہوا اور خیرات کرتا تو اتنا ہی ثواب دیتا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کی نیت اور ہمت دنیا ہوگی ہمیشہ اس کی آنکھوں کے سامنے فقر و افلاس پھرا کرے گا اور دنیا سے عشق دنیا میں گرفتار جائے گا اور جس کی نیت اور ہمت آخرت کی ہوگی حق تعالیٰ اس کا دل غنی رکھے گا اور وہ دنیا سے زاہد جائے گا اور فرمایا ہے کہ مسلمان جب معرکہ

جنگ میں کفار سے لڑنے کھڑے ہوتے ہیں تو فرشتے ان کے نام لکھنے لگتے ہیں کہ فلانا مسلمان تعصب سے لڑتا ہے فلانا حمیت سے لڑتا ہے اخیر کو کہتے ہیں کہ فلانا فلانا مسلمان راہ خدا میں شہید ہوا جو مسلمان کلمہ توحید بلند کرنے کے واسطے لڑتا ہے وہ راہ خدا میں ہے اور فرمایا ہے کہ جو شخص نکاح کرے اور مہر نہ دینے کی نیت رکھے وہ زانی ہے اور جو شخص اس نیت سے قرض لے کر ادا نہ کروں گا وہ چور ہے علماء نے کہا ہے کہ پہلے عمل کی نیت سیکھو پھر عمل کرو ایک شخص کہتا تھا کہ مجھے نیک عمل سکھاؤ تا کہ رات دن اس میں مشغول رہوں خیر سے کبھی خالی نہ رہا کروں لوگوں نے اسے جواب دیا کہ اگر تو خیر نہیں کر سکتا تو خیر کی نیت ہمیشہ کیا کرتا کہ اس خیر کا ثواب تجھے حاصل ہو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن خلق کو ان کی نیتوں پر حشر کریں گے حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ بہشت دائمی اس عمل سے چند روزہ سے ملے گی نیک نیت کی بدولت ملے گی اس واسطے کہ نیت کی انتہا نہیں۔

حقیقت نیت

اے عزیز! جان تو کہ آدمی سے کوئی حرکت صادر نہیں ہوتی تاوقتیکہ اس کے پہلے سے تین حاجتیں نہ ہوں علم، ارادہ، قدرت یعنی بوجھ، چاہ، سکت مثلاً آدمی جب کھانا نہیں دیکھتا نہیں کھاتا جب دیکھا تو اگر اس کی چاہ نہ ہوگی تو بھی نہ کھائے گا اور اگر اس کی چاہ تو ہو لیکن ہاتھ ایسا شل ہو کہ کام نہ کر سکے تو بھی نہ کھائے گا اس واسطے کہ سکت نہیں رکھتا تو یہ تین حاجتیں ہر حرکت کے آگے آگے چلتی ہیں مگر حرکت قدرت کی تابع ہے اور قدرت ارادہ کی تابع ہے اس واسطے کہ ارادہ قدرت کو کام میں رکھتا ہے اور ارادہ علم کا تابع نہیں ہے اس واسطے کہ آدمی بہت چیزیں دیکھتا ہے اور اس کا ارادہ اور خواہش نہیں کرتا مگر علم کے بغیر ارادہ اور خواہش کرنا محال ہے اس واسطے کہ جو چیز آدمی کو نہ معلوم ہوگی اس کا ارادہ اور خواہش کیونکر کرے گا اور ان تینوں

حاجتوں میں سے ارادے کا نام نیت ہے' نیت علم وقدرت سے نہیں عبارت ہے اور ارادہ وہ ہے جو آدمی کو کسی کام پر قائم کرے اور اس کام میں لگائے رکھے اسے غرض اور قصد اور نیت بھی کہتے ہیں تو ان تینوں لفظوں کے ایک ہی معنی ہیں تو غرض جو آدمی کو مستعد کرتی ہے اور کام میں لگائے رکھتی ہے وہ کبھی ایک ہوتی ہے کبھی دو غرضیں ایک چیز میں جمع ہو جاتی ہیں اگر ایک ہی غرض ہو تو اسے خالص کہتے ہیں اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص بیٹھا ہے اور شیر اس کے مار ڈالنے کا قصد کرے اور وہ شخص اٹھ بھاگے تو اس شخص کی ایک ہی غرض اور ایک ہی قصد ہے یعنی بھاگ جانا اسی طرح جو شخص کسی معزز اور محتشم آدمی کے آنے سے سروقد کھڑا ہو جائے تو اعزاز واکرام کے سوا اس کی اور کچھ غرض نہیں تو یہ غرض خالص ہے اور ایک کام میں دو غرضیں تین قسم پر ہوتی ہیں ایک یہ کہ ہر ایک غرض ایسی ہو کہ اگر اکیلی وہی غرض ہوتی تو بھی اس کام میں مصروف رکھتی جیسا کہ قرابت دار محتاج ایک درہم مانگے اور اسے اپنا عزیز اور محتاج سمجھ کر آدمی درہم دے دے اور اپنے جی میں جانتا ہے کہ اگر یہ محتاج نہ ہوتا تو بھی میں اسے درہم دیتا اور اگر محتاج ہوتا عزیز نہ ہوتا تو بھی میں درہم دیتا تو یہ دو غرضیں ہیں اور نیت بشرکت ہے دوسری قسم یہ ہے کہ درہم دینے والا اپنے جی میں جانتا ہے کہ یہ مانگنے والا اگر عزیز ہوتا محتاج نہ ہوتا یا محتاج ہوتا عزیز نہ ہوتا تو میں درہم نہ دیتا جب یہ دونوں باتیں جمع ہوئیں تو مجھے درہم دینا پڑے پہلی قسم کی مثال یہ ہے کہ دو آدمی مل کر پتھر اٹھائیں اور ہر ایک تنہا پتھر اٹھانے پر قادر ہے اور دوسری قسم کی مثال ایسی ہے کہ ایک دوسرے کی مدد سے دو ضعیف آدمی ایک پتھر اٹھاتے ہیں ہر ایک تنہا وہ پتھر اٹھانے سے عاجز ہے تیسری قسم یہ ہے کہ دو غرضوں میں سے ایک غرض خفیف ہو کہ اکیلی وہ غرض آدمی کو کام میں نہ لگائے اور دوسری غرض شدید ہو کہ اکیلی کام میں مشغول کرے مگر اس غرض سے کام بہت آسان ہو جائے جیسا کہ کوئی شخص تہجد کی نماز اکیلا پڑھتا ہے مگر جب لوگ جمع ہوتے ہیں تو نماز

پڑھنا اس پر بہت آسان ہو جاتا ہے اور بہت خوشی سے نماز پڑھتا ہے لیکن اگر ثواب کی امید نہ ہوتی تو ان لوگوں کے دکھانے کے واسطے نہ پڑھتا اس کی مثل ایسی ہے جیسے کوئی زور آور آدمی ایک پتھر اٹھا سکتا ہے اور کوئی کمزور بھی اس کی مدد کر دے تا کہ پتھر اٹھانا اس زور آور پر بہت آسان ہو جائے ان اقسام میں سے ہر ایک کا حکم جدا ہے جیسا کہ اخلاص میں بیان ہو گا یہاں اتنا ہی مقصود ہے کہ تجھے یہ معلوم ہو جائے کہ غرض اور باعث اور محرک نیت کے معنی میں ہیں اور کبھی خالص ہوتے ہیں کبھی ملے جلے۔

فصل:

اے عزیز! جان تو کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ﴿نیتہ المومن خیر من علمہ﴾ یعنی مومن کی نیت اس کے عمل اور کردار سے بہتر ہے اس سے آپ کا یہ مقصود نہیں کہ نیت کردار بے نیت سے بہتر ہے اس واسطے کہ یہ امر ظاہر ہے کہ عمل بے نیت کے عبادت نہیں اور نیت بے عمل کے عبادت ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ عبادت بدن سے ہوتی ہے اور نیت دل سے اور دو چیزیں ہیں ان دونوں میں سے جو دل سے علاقہ رکھتی ہے وہ بہتر ہے اور اس کے بہتر ہونے کا سبب یہ ہے کہ عبادت بدنی سے مقصود یہ ہے کہ دل کی صفت بدل جائے اور نیت عمل دل سے یہ مقصود نہیں کہ بدن کی صفت بدل جائے لوگ جانتے ہیں کہ عمل کے واسطے نیت چاہیے اور حقیقت یہ ہے کہ نیت کے لیے عمل چاہیے کیونکہ سب کاموں سے دل کا پھرنا مقصود ہے اس واسطے کہ اس جہان میں دل ہی سفر کرے گا اور دل ہی کے واسطے سعادت اور شقاوت ہے اور بدن اگر چہ درمیان میں ہو گا مگر دل کا تابع ہے جیسے اونٹ کہ بے اس کے حج نہیں ہوتا مگر وہ حاجی نہیں ہو جاتا اور دل کا پھرنا ایک ہی بات ہے اور یہ ہے کہ دنیا کی طرف سے منہ پھیر کر آخرت کی جانب متوجہ ہو جائے بلکہ دنیا اور آخرت دونوں سے منہ پھیر کر حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے اور دل کی

خواہش اور ارادہ یہی روئے دل ہے جب دنیا کی خواہش آدمی کے دل پر غالب ہوتی ہے تو دل کا منھ دنیا کی طرف ہوتا ہے دنیا کے ساتھ علاقہ رکھنا دل کی خواہش ہے ابتدائے خلقت میں دل کا یہی حال ہوتا ہے جب جناب احدیت اور دیدار آخرت کی خواہش غالب ہوئی تو دل کی صفت بدلی اور دوسری طرف متوجہ ہوا تو سب اعمال سے دل کا پھرنا مقصود ہے سجدہ کرنے سے یہ مقصود نہیں ہے کہ پیشانی پھر جائے تاکہ ہوا سے زمین میں لگ جائے بلکہ یہ مقصود ہے کہ دل کی صفت بدل جائے تکبر سے فروتنی کی طرف دل پھر جائے اور اللہ اکبر کہنے سے یہ مقصود نہیں کہ زبان پھرے اور ہلنے لگے بلکہ یہ مقصود ہے کہ دل اپنی تعظیم سے پھر جائے اور دل پر حق تعالیٰ ہی کی عظمت طاری ہو جائے اور حج میں کنکریاں پھینکنے سے یہ مقصود نہیں کہ ایک جگہ بہت سے سنگریزے جمع ہو جائیں یا ہاتھ ہلنے لگے بلکہ یہ مقصود ہے کہ دل اطاعت اور بندگی پر راست ہو کر ٹھہر جائے اور خواہش نفسانی کی متابعت اور اپنی عقل کے تصرف کو بالائے طاق رکھے مطیع حکم الٰہی ہو جائے اپنی باگ اپنے ہاتھ سے چھوڑ کر فرمان الٰہی کے ہاتھ میں دے دے جیسا کہ کہا ہے ﴿ لبیک بحجته حقاتعبد اورقا ﴾ (۱) اور قربانی کرنے سے یہ مقصود نہیں کہ بکرے کی جان جائے بلکہ یہ مقصود ہے کہ تیرے سینے سے نجاست بخل جاتی رہے اور جانوروں پر بمقتضائے طبع تو شفقت نہ رکھے حکم الٰہی سے شفقت رکھے جب حکم ہو کہ ذبح کر تو یہ نہ کہے کہ اس بیچارے نے کیا قصور کیا ہے اسے مصیبت اور ہلاکت میں کیوں مبتلا کروں بلکہ اپنا تمام اختیار چھوڑ دے اور حقیقت میں نیست ہو جا کیونکہ تو خود نیست ہے اس واسطے کہ بندہ اپنے حق میں نیست ہے اور حقیقت میں خداوند عالم ہست ہے اور سب عبادتوں کا یہی حال ہے مگر حق تعالیٰ نے دل کو ایسا پیدا کیا ہے کہ جب کوئی ارادہ اور خواہش اس میں پیدا ہوتی ہے اور بدن اس کے موافق حرکت کرتا ہے تو وہ صفت دل میں بہت مضبوط ہو کر جم جاتی ہے مثلاً جب دل میں یتیم پر رحم آتا ہے

تو اگر اس کے سر پر آدمی ہاتھ پھیرنے لگے تو وہ رحم بہت قوی اور مضبوط ہو جاتا ہے اور دل کی آگاہی زیادہ ہو جاتی ہے اور جب فروتنی کی صفت دل میں پیدا ہوتی ہے تو اگر آدمی اپنا سر جھکا کر زمین سے لگا دے تو وہ فروتنی دل میں جم جاتی ہے طلب خیر سب عبادتوں کی نیت ہے یعنی آدمی دنیا کی طرف نہ متوجہ رہے آخرت کی طرف متوجہ ہو جائے اور اس نیت پر عمل کرنا اس خواہش کو قائم اور مضبوط کر دیتا ہے تو خواہش اور نیت کی مضبوطی کے واسطے عمل ہے گو کہ نیت ہی کے سبب سے عمل سرزد ہوتا ہے جب یہ حال ہے تو اس نیت کا عمل سے بہتر ہونا ظاہر ہے اس واسطے کہ نیت کا محل دل ہے اور عمل دوسری جگہ سے دل میں سرایت کرے گا اگر دل میں عمل سرایت کرتا ہے تو کام آتا ہے اور اگر نہیں سرایتا ہے اور غفلت کے ساتھ سرزد ہوتا ہے تو حبط اور اکارت ہو جاتا ہے اسی سبب سے نیت بے عمل حبط اور اکارت ہو جاتا ہے اسی سبب سے نیت بے عمل حبط نہیں ہوتی کہ وہ نفس دل میں ہوتی غفلت کو اس میں دخل ہی نہیں یہ بات ایسی ہے جیسے معدہ میں درد ہو تو جب آدمی دوا کھاتا ہے تو وہاں پہنچتی ہے اور اگر سینے پر لیپ کرے تا کہ معدہ میں اثر پہنچے تو بھی فائدہ کرے گی مگر جو دوا معدے کے اندر پہنچتی ہے وہ خواہ نخواہ اس دوا کی بہ نسبت فائدے میں بہتر ہوتی ہے اور دوا سے سینہ مقصود نہیں بلکہ معدہ مقصود ہے تو جب سینے سے معدہ میں دوا سرایت نہ کرے تو رائیگاں ہے اور جو دوا معدے میں پہنچ جائے وہ اگر سینے میں نہ پہنچے گی تو رائیگاں نہیں۔

جو خیالات نفسانی اور وسواس معاف ہیں اور جو معاف نہیں ان کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے میری امت کے واسطے خیالات نفسانی معاف کیے ہیں اور حدیث صحیح

بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں ہے کہ جو شخص گناہ کا قصد کرے اور گناہ نہ کرے تو فرشتوں کو حکم ہوتا ہے کہ یہ گناہ اس کے نامہ اعمال میں نہ لکھو اور اگر وہ گناہ کرے تو ایک ہی گناہ لکھو اور اگر نیکی کا قصد بھی کرے تو نیکی لکھ لوگوں کہ وہ شخص پھر وہ نیکی کرے اور اگر وہ نیکی کرے تو دس نیکیاں لکھو اور بعض حدیثوں میں ہے کہ سات سو نیکیوں تک فرشتے بڑھاتے جاتے ہیں اس جگہ سے ایک گروہ یہ بات سمجھا ہے کہ قصداً اور سوچ سے جو کچھ دل میں آئے اس پر آدمی ماخوذ نہ ہوگا حالانکہ یہ سمجھنا خطا ہے اس واسطے کہ ہم بیان کر چکے ہیں دل اصل ہے اور بدن اس کا تابع اور حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿وان تبدوا مافی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ﴾ یعنی جو تمہارے دلوں میں ہے اسے ظاہر کرو یا چھپاؤ حق تعالیٰ تم سے اس کا حساب کرے اور فرمایا ہے ﴿ان السمع و البصر الفواد کل اولئک کان عنہ مسئولا﴾ یعنی کان آنکھ دل تینوں سے سوال کیا جائے گا اور فرمایا ہے ﴿لایواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولکن یواخذکم بما عقدتم الایمان﴾ یعنی لغو قسم میں زبان نہ پکڑی جائے گی بلکہ قصد کے سبب سے دل ماخوذ ہوگا اور اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ کبر نفاق عجب ریا حسد کے سبب سے آدمی ماخوذ ہوگا اور یہ دل کے کام ہیں پس اس مسئلہ کی تحقیق یہ ہے کہ جو کچھ دل میں گذرتا ہے وہ چار طور پر ہے دو میں آدمی کا اختیار نہیں ان کے سبب سے ماخوذ نہ ہوگا اس کی مثال یہ ہے کہ تو راہ جاتا ہے کوئی عورت تیرے پیچھے پیچھے آتی ہے اور دل میں آئے کہ میں اگر پھر کر دیکھوں تو یہ عورت مجھے دکھائی دے تو اس خطرہ کو حدیث نفس کہتے ہیں دوسری صورت یہ ہے کہ تیری طبیعت میں پھر کر دیکھنے کی رغبت پیدا ہوا سے میل طبع کہتے ہیں اور یہ رغبت پیدا ہونا شہوت ہے تیسری صورت یہ ہے کہ دل حکم کرے کہ پھر کر دیکھنا چاہیے یہ حکم ایسی جگہ ہوتا ہے جہاں کوئی ڈر اور شرم مانع نہ ہو اس واسطے کہ یہ ضرور نہیں کہ شہوت جس بات کی متقاضی ہو دل بھی حکم کرے کہ یہ

بات کرنا چاہیے بلکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دل حکم کرتا ہے کہ بات نہ کرنا چاہیے اس کا نام حکم دل ہے چوتھی صورت یہ ہے کہ پھر کر دیکھنے کا قصد کرے تو اگر خدا سے یا بندوں سے ڈر کر اس حکم دل کو رد نہ کرے گا یا اس حکم کو باطل نہ کرے گا تو وہ قصد جھٹ پٹ مصمم ہو جائے گا تو پہلی دو حالتوں یعنی حدیث نفس اور میل طبع کے سبب سے بندہ ماخوذ نہیں ہوتا اس واسطے کہ وہ بندے کے اختیار میں نہیں اور حق تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا ﴾ اور یہ حدیث نفس ایسی ہوتی ہے جیسے عثمان ابن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرا نفس مجھ سے یہ کہتا ہے کہ خود کو خصی کر ڈال تا کہ شہوت نکاح سے چھوٹ جا آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرنا کیونکہ میری امت میں روزہ رکھنا خود خصی کرنے کا حکم رکھتا ہے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرا نفس کہتا ہے کہ بیوی کو طلاق دے دے فرمایا تیزی نہ کر اس واسطے کہ نکاح میری سنت ہے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرا نفس کہتا ہے کہ راہبوں کی طرح پہاڑ پر جا بیٹھ فرمایا یہ نہ کرنا اس لیے کہ حج اور جہاد کرنا میری امت کی رہبانیت ہے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرا نفس کہتا ہے کہ گوشت نہ کھا فرمایا نہ اس واسطے کہ میں گوشت کو دوست رکھتا ہوں اگر میں گوشت پاتا تو کھاتا اگر خدا سے مانگتا تو وہ عنایت فرماتا پس انھیں یہ یہ خطرے جو آئے تھے سب حدیث نفس ہیں اور معاف ہیں اس واسطے کہ یہ کام کرنے کا قصد نہیں کیا تھا فقط اپنے دل سے مشورہ تھا اور وہ دو حالتیں جو آدمی کے اختیار سے دل میں پیدا ہوتی ہیں ایک حکم دل ہے دوسرے اس طرف طبعیت کا میل کہ یہ کام کرنے کے لائق ہے اور وہ کام کرنے کی طرف دل کا قصد ان دونوں حالتوں کے سبب سے آدمی ماخوذ ہوا اگرچہ شرم و خوف یا اور کسی مانع کے سبب سے اس کام کو نہ کرے خدا کے واسطے اس میل کو ترک نہ کیا ہو اور بندہ ماخوذ ہوگا اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ کسی کو اس پر غصہ آئے اور اب اس گناہ کے عوض اس شخص پر سختی کرے اس واسطے کہ جناب الٰہی غصہ کرنے اور بدلا

لینے سے منزہ ہے مگر اس کے یہ معنی ہیں کہ اس نے یہ جو قصد کیا اس کے سبب سے اس کے دل نے ایسی صفت پیدا کی کہ جناب الٰہی سے دور ہو گیا یہی اس کی شقاوت ہے اس واسطے کہ ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں کہ آدمی کی سعادت اسی میں ہے کہ اپنی طرف سے اور دنیا کی جانب سے منہ پھیر کر حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے خواہش اور علاقہ یہی اس کا منہ ہے اس واسطے کہ وہ جو ایسی خواہش اور ایسا قصد کرتا ہے کہ دنیا سے تعلق رکھے تو دنیا کے ساتھ اس کا علاقہ بہت مستحکم ہو جاتا ہے اور جو چیز اسے حاصل ہونا چاہیے اس سے بہت دور ہو جاتا ہے اور آدمی ماخوذ اور ملعون ہوا اس کے یہ معنی ہیں کہ دنیا میں بہت گرفتار ہوا اور جناب الٰہی سے بہت دور ہو گیا یہ کام اسی سے ہے اور کسی کے ساتھ ہے اور اسی میں ہے نہ کسی کو اس کی عبادت سے خوشی ہوتی ہے نہ اس کے گناہ سے غصہ ہوتا ہے کہ اس سے انتقام لے مگر خلق کی عقل کے موافق ایسا کہا کرتے ہیں اور جو شخص یہ اسرار سمجھا اسے اس بات میں کچھ شک و شبہہ نہیں رہتا کہ ان احوال دل کے سبب سے آدمی ماخوذ ہوتا ہے اس پر بڑی دلیل یہ ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جب دو آدمی آپس میں تلوار کھینچیں اور ایک مار ڈالا جائے تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہیں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مقتول کیوں دوزخ میں ہے فرمایا اس واسطے کہ وہ دوسرے کو قتل کرنا چاہتا تھا اگر قتل کر سکتا تھا تو قتل کر ڈالتا دوسری دلیل یہ ہے ایک شخص کے پاس مال ہے اور وہ موافق شرع بجا نہیں خرچ کرتا اور دوسرا شخص اپنے دل میں کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں بھی یوں ہی بے جا خرچ کرتا تو دونوں شخص گناہ میں برابر ہیں اور یہ دونوں باتیں قصد دلی ہیں اور اس میں کچھ شک نہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے بچھونے پر عورت کو پائے اور یہ خیال کرے کہ یہ میری بیوی نہیں ہے اس کے ساتھ جماع کرے تو گناہ گار ہو گا اگرچہ وہ اس کی بیوی ہو بلکہ آدمی اگرچہ جانے کہ میں باوضو ہوں اور نماز پڑھے اور حقیقت میں بے وضو ہو تو

اسے ثواب ہوگا اور اگر سمجھے کہ میں بے وضو ہوں اور نماز پڑھے تو گناہ گار ہوگا اگر چہ پھر اسے یاد آئے کہ میں باوضو تھا اور یہ سب باتیں دل کی حالتیں ہیں لیکن اگر گناہ کا قصد کرے اور خوف خدا سے گناہ کا مرتکب نہ ہو تو اس کے واسطے نیکی لکھتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آدمی کا قصد طبعیت کے موافق ہوتا ہے اور طبعیت کے برخلاف کسی کام سے دست بردار ہونا مجاہدہ ہے کہ اس قصد کو دل تاریک کرنے میں جتنا اثر ہے اس مجاہدہ کو دل روشن کرنے میں اس سے زیادہ اثر ہے نیکی لکھنے کے یہی معنی ہیں اور حدیث کا یہی مطلب ہے اور اگر کوئی شخص قصد گناہ کر کے عاجزی کے سبب سے اس گناہ سے باز رہا تو یہ باز رہنا اس قصد کا کچھ کفارہ نہ ہوگا اور وہ تاریکی نہ دور ہوگی اور اس قصد کے سبب سے ماخوذ ہوگا جیسے وہ مقتول جو عاجزی کے سبب سے اپنے قاتل کو قتل کرنے سے باز رہے اور قتل ہو جائے۔

جو عمل نیت کے سبب سے بدل جاتے ہیں ان کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ اعمال تین قسم پر ہیں طاعات، مباحات، معاصی، یہ جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ﴿ انما الاعمال بالنیات ﴾ اس سے شاید لوگ سمجھیں کہ معصیت بھی اچھی نیت کے سبب سے طاعت ہو جاتی ہے یہ سمجھنا خطا ہے معصیت جو ایک قسم عمل ہے اس میں اچھی نیت کچھ اثر نہیں کرتی مگر بری نیت اسے اور بھی بدتر کر دیتی ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی کا دل خوش کرنے کو کسی کی غیبت کرے یا حرام کے مال سے مسجد پل مدرسہ بنائے اور کہے میری نیت بخیر ہے اور اس قدر نہ جانتا ہو کہ برائی میں اچھی نیت کرنا دوسری برائی ہے اور اگر اس برائی کو برائی جانتا ہے تو فاسق ہی ہے اور اگر سمجھتا ہے کہ یہ کار خیر ہے تو بھی فاسق ہے اس واسطے کہ طلب علم فرض ہے اور خلق اکثر جہل کے سبب سے ہلاک اور تباہ ہوتی ہے اس واسطے حضرت سہل تستری رحمتہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ جہل سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں ہے اور اپنے جہل کو نہ جاننا جہل سے بھی زیادہ گناہ ہے اس لیے

کہ آدمی جب یہ نہ جانے گا کہ میں جاہل ہوں تو ہرگز نہ سیکھے گا اور یہ جہل اس کے حق میں حجاب اور آڑ ہو جائے گا اس طرح ایسے شاگرد کو تعلیم کرنا بھی حرام ہے جیسے عہدہ قضا اور وقف چیزوں اور یتیموں کے اموال اور پادشاہ کے مال سے دنیا حاصل کرنا مقصود ہو اور اپنی بڑائی جتانے مباحثہ اور مناقشہ کرنے میں مشغول ہو اگر مدرس کہے کہ میری نیت یہی ہے کہ علم شرع پھیلے شاگرد اگر برائی میں علم صرف کرے گا تو کرے میں تو اپنی نیت پر اجر پاؤں گا تو مدرس کا یہ کہنا محض نادانی ہے اس مدرس کی مثل ایسی ہے جیسے کوئی شخص ایسے آدمی کو تلوار دے ڈالے جو رہزنی کرے گا یا ایسے کو انگور دے دے جو شراب بنائے گا اور کہے کہ مجھے سخاوت مقصود ہے اس واسطے کہ حق تعالیٰ سخی سے زیادہ کسی کو دوست نہیں رکھتا یہ اس کی نادانی ہے بلکہ جب جانے کہ یہ شخص رہزنی کرے گا تو اس کے ہاتھ سے تلوار چھین لینا چاہیے دوسری تلوار اسے دنیا کیونکر درست ہوگا بلکہ اگلے بزرگوں نے عالم فاجر سے خدا کی پناہ مانگی ہے اور جس شاگرد میں گناہ کا اثر دیکھا اسے دور کیا حتیٰ کہ حضرت امام احمد حنبل رحمتہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک قدیم شاگرد کو اتنی بات پر نکال دیا کہ اس نے اپنے گھر کی دیوار میں باہر سے کہگل کی تھی اور فرمایا کہ تو نے کہگل کر کے مسلمانوں کی شاہراہ میں سے ناخن بھر زمین دبالی جا تجھے علم سکھانا نہ چاہیے پس گناہ نیت خیر سے خیر نہیں ہو جاتے بلکہ خیر وہی ہے جس کا حکم ہوا ہو اعمال کی دوسری قسم طاعت ہے اس میں دو وجہ سے نیت اثر کرتی ہے ایک جو کہ اصل عمل نیت سے درست ہوتا ہے دوسری یہ کہ نیت جتنی زیادہ ہوتی ہے اتنا ہی ثواب المضاعف ہوتا ہے اور جو شخص علم نیت سیکھتا ہے ایک طاعت میں دس نیک نیتیں کر سکتا ہے تا کہ وہ ایک طاعت دس طاعتوں کے برابر ہو جائے مثلاً جب کوئی شخص مسجد میں اعتکاف بیٹھے ایک تو یہ نیت کرے کہ مسجد خانہ خدا ہے جو مسجد میں جاتا ہے وہ حق تعالیٰ کی زیارت کو جاتا ہے اس واسطے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص مسجد گیا وہ خدا کی زیارت کو گیا اور جس کی

زیارت کو کوئی جاتا ہے اس پر لازم ہو جاتا ہیکہ زائر کی تکریم کرے دوسری نیت یہ ہے کہ دوسری نماز کا انتظار کرتا ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص نماز کا منتظر ہے وہ نماز میں ہے تیسری نیت یہ ہے کہ اس اعتکاف کے سبب سے آنکھ کان زبان ہاتھ پاؤں کو بے جا حرکتوں سے باز رکھوں گا یہ ایک قسم کا روزہ ہے اس واسطے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مسجد میں بیٹھنا میری امت کی رہبانیت ہے چوتھی نیت یہ ہے کہ دنیا کے شغلوں کو اپنے سے دور کرے حتیٰ کہ خود کو بالکل خدا کے حوالے کر دے اور ذکر اور فکر اور مناجات میں مشغول رہے پانچویں یہ نیت ہے کہ لوگوں کی مخالطت اور خلق کے شر سے بچوں گا چھٹی نیت یہ ہے کہ اگر مسجد میں کوئی بری بات دیکھوں گا تو منع کروں گا اور اگر اچھی بات دیکھوں گا تو حکم کروں گا اگر کوئی شخص بری طرح نماز پڑھے گا تو اسے سکھادوں گا ساتویں نیت یہ ہے کہ سآید کسی ایسے دین دار سے وہاں ملاقات ہو جائے کہ اس کے ساتھ دین میں برادری کرے اس واسطے کہ مسجد دین داروں کے آرام لینے کی جگہ ہے آٹھویں نیت یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے گھر میں گناہ کرتے ہوئے یا گناہ کا خیال کرتے ہوئے اس سے شرم رکھے۔

اے عزیز جان! اسی پر ہر طاعت کو قیاس کرلے کہ ہر ایک میں بہت سی نیتیں آدمی کرسکتا ہے تا کہ ثواب المضاعف ہو جائے اعمال کی تیسری قسم مباحات ہے کوئی آدمی ایسا نہ ہو کہ بہائم کی طرح مباحات میں غفلت کی چال چلے اور نیک نیت سے غافل رہے کہ یہ بڑے نقصان کی بات ہے' اس واسطے کہ سب حرکات سکنات کا سوال کیا جائے گا اور سب مباحات کا حساب لیا جائے گا اگر بری نیت ہوگی تو اسی پر عذاب ہوگا اگر اچھی نیت ہوگی تو اسی کو ثواب ہوگا اگر کچھ نیت نہ ہوگی تو سراسر نقصان ہے کہ اپنی اوقات ضائع کی کہ بے نیت بخیر کیے ہوئے اس کام میں وقت صرف کیا اور اس سے کچھ فائدہ نہ لیا اور اس آیہ کریمہ کے خلاف عمل میں لایا ﴿ولا تنس نصیبک من الدنیا﴾ یعنی دنیا گزرنے والی ہے تو اپنا حصہ اس لے لے تا کہ وہ

تیرے ساتھ رہے اور رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ بندے سے ہر کام پر سوال ہوگا جو اس نے دنیا میں کیا ہو حتیٰ کہ سرمہ جو آنکھ میں لگایا ہو یا مٹی کا ایک ڈھیلا جو ہاتھ میں ملا ہو یا ہاتھ جو کسی بھائی کے کپڑے میں لگایا ہو مباحات کی نیت کا علم بھی بہت بڑا علم ہے اسے سیکھنا چاہیے اس کی مثال ایسی ہے کہ خوشبو استعمال کرنا مباح ہے ممکن ہے کہ کوئی شخص جمعہ کے دن خوشبو استعمال کرے اور تونگری ظاہر کرکے تفاخر کرنا یا لوگوں کو اپنی نفاست دکھانا یا برے خیال سے عورتوں کے دل میں جگہ کرنا اسے مقصود ہو اور خوشبو استعمال کرنے میں اچھی نیتیں یہ ہوتی ہیں کہ خانہ خدا کی تعظیم و تکریم کا خیال کرے اور یہ ارادہ کرے کہ میری خوشبو کے سبب سے پاس بیٹھنے والوں کو راحت پہنچے اور وہ محفوظ اور آسودہ ہوں اور یہ خیال کرے اور یہ ارادہ کرے کہ خوشبو استعمال کرکے اپنے بدن سے بدبو دور کرتا ہوں تاکہ لوگوں کو تکلیف نہ پہنچے اور میری غیبت کرکے مرتکب گناہ نہ ہو جائیں اور یہ نیت کرے کہ اپنے دماغ کو قوت دیتا ہوں کہ صاف ہو کر ذکر و فکر پر زیادہ قادر ہوں اور ایسی نیک نیتیں اسی شخص سے ہوتی ہیں جس پر نیکیوں کا قصد غالب ہو اور ان میں سے ہر ایک نیت ذریعہ قربت جناب احدیت ہوتی ہے اگلے بزرگوں کا یہی حال تھا حتیٰ کہ وہ کھانا کھانے پاخانے جانے بیوی سے صحبت کرنے میں ایسی نیت کرتے تھے جو سبب خیر ہو آدمی جب کار خیر کا قصد کرتا ہے تو اسے ثواب حاصل ہوتا ہے مثلاً بیوی کے ساتھ جماع کرنے سے یہ نیت کرے کہ اولاد پیدا ہوتا کہ سید الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی امت زیادہ ہو اور اپنی بیوی کو راحت پہنچانے میں اور اسے اور خود کو گناہ سے بچانے کی نیت کرے حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ تعالیٰ نے ایک دن الٹا کپڑا پہنا لوگوں نے کہا کہ ہاتھ پھیلائیے تو ہم کپڑے کو سیدھا کر دیں انھوں نے ہاتھ سمیٹ لیا اور کہا میں نے یہ الٹا کپڑا خدا کے واسطے پہنا ہے اسی کے لیے سیدھا کر لوں گا حضرت زکریا علیہ السلام کہیں مزدوری کو تشریف لے گئے تھے لوگ ان کے پاس

حاضر ہوے وہ کھانا کھا رہے تھے ان لوگوں سے نہ فرمایا کہ تم بھی کھاؤ جب کھانے سے فراغت ہوئی تو فرمایا کہ اگر میں یہ سب کھانا نہ کھاتا تو مجھ سے پوری محنت نہ ہوسکتی کام کرنے میں تھک جاتا اور ہمت و سخاوت کے سبب سے ادائے فرض خدمت سے محروم رہتا حضرت سفیان رحمتہ اللہ تعالیٰ کھانا کھاتے تھے ایک شخص ان کے سامنے سے گذرا اس سے یہ نہ کہا کہ تو بھی کھانا کھالے جب کھا چکے تو کہنے لگے کہ اگر یہ کھانا قرض لیا ہوا نہ ہوتا تو میں بے شک تجھ سے کھانے کو کہتا پھر فرمایا جب کوئی شخص کسی آدمی کو کھانے کا حکم کرے اور دل میں اس کے کھانے سے راضی نہ ہو تو اگر اس نے نہ کھایا تو بلانے والے سے ایک ہی گناہ ہوا یعنی نفاق اور اگر اس نے کھانا کھالیا تو بلانے والے نے دو گناہ کیے ایک نفاق دوسرا خیانت کیونکہ اسے ایسی چیز کھلائی کہ اگر وہ جانتا ہوتا تو نہ کھاتا۔

اس کا بیان کہ نیت اختیار میں نہیں ہے

اے عزیز! جان تو کہ جب مرد سلیم دل سے سنے گا کہ ہر مباح میں نیت ممکن ہے تو شاید دل یا زبان سے کہے کہ خدا کے واسطے میں نکاح کرتا ہوں یا خدا کے لیے روٹی کھاتا ہوں یا خدا کے واسطے جلسہ درس کرتا ہوں اور سمجھے کہ یہ دل یا زبان سے کہنا نیت ہے حالانکہ یہ حدیث نفس ہے یا زبانی بات ہے اس واسطے کہ نیت ایک کشش اور رغبت ہے جو دل میں پیدا ہوتی ہے تا کہ آدمی کو کام میں لگائے جیسا کوئی متقاضی الحاح کرے تا کہ بدن اس کا کہا مان کر وہ کام کرنے لگے یہ بات اس وقت پیدا ہوتی ہے کہ غرض ظاہر ہو اور غالب ہو جائے جب یہ متقاضی نہ ہوگا تو زبانی نیت ایسی ہے جیسے کوئی پیٹ بھرا آدمی کہے کہ میں نے نیت کی ہے کہ میں بھوکا رہوں یا بے پروا آدمی کہے کہ میں نے نیت کی ہے کہ فلانے آدمی کو دوست رکھوں حالانکہ یہ محال ہے علی ہذا القیاس جو شخص شہوت کے مارے جماع کرے اور کہے کہ میں نے اولاد پیدا ہونے کے واسطے جماع کرنے کی نیت کی ہے یہ بے ہودہ بات ہے اسی طرح جب

شہوت پرستی کے باعث نکاح کرے اور کہے کہ میں نے ادائے سنت کے واسطے نکاح کیا ہے' تو یہ بھی بے ہودہ بات ہے بلکہ پہلے شرع کے ساتھ ایمان قوی ہونا چاہیے پھر اولاد پیدا ہونے کے واسطے نکاح کرنے کے ثواب کے باب میں جو حدیثیں وارد ہیں ان میں آدمی غور و تامل کرے تا کہ اس کے دل میں اس ثواب کا لالچ پیدا ہو اور اس سے نکاح کرائے اس وقت بغیر اس کے کہ وہ زبان سے کہے خود ادائے سنت کی نیت ہوگی اور جس شخص کو حرص فرمانبرداری نے آمادہ کر کے نماز کے واسطے قائم کیا تو تعمیل حکم الٰہی خود اس کی نیت ہے' اور زبان سے کہنا میں نے نیت کی بے سود ہے جیسا کہ بھوکے آدمی کا یہ کہنا کہ بھوک کے واسطے میں نے روٹی کھانے کی نیت کی بے فائدہ ہے اس واسطے کہ وہ جب بھوکا ہے تو روٹی کھانا چارنا چار خود بھوک ہی کے واسطے ہے اور جہاں حظ نفس پیدا ہو وہاں نیت آخرت مشکل سے ہوتی ہے مگر یہ کہ کار آخرت فی الجملہ غالب پڑا ہو پس مقصود یہ ہے کہ اے عزیز جان! تو جان لے کہ نیت وہ چیز ہے جو تیرے اختیار میں نہیں کیونکہ نیت اس خواہش سے عبارت ہے' جو تجھے کام میں رکھے اور تیرا کام تیری قدرت سے ہوتا ہے اگر تو چاہے کرے اگر نہ چاہے نہ کرے مگر تیری خواہش تیرے اختیار میں نہیں کہ اگر تو چاہے خواہش کرے اگر نہ چاہے نہ خواہش کرے بلکہ خواہش کبھی پیدا ہوتی ہے کبھی نہیں پیدا ہوتی ہے اور خواہش پیدا ہونے کا سبب یہ ہوتا ہے کہ تجھے اس کا اعتقاد ہو جائے کہ تیری غرض اس جہاں میں یا اس جہان میں کسی کام سے متعلق ہے تا کہ اس کا خواہاں رہے اور جو شخص یہ بھید جانتا ہے بہت عبادتوں سے دست بردار ہو جاتا ہے اس واسطے کہ اس کی نیت حاضر نہیں ہوتی ابن سیرین نے حضرت حسن حسن بصری رحمہما اللہ تعالیٰ کے جنازے کی نماز نہ پڑھی اور کہا کہ میں نیت نہیں پاتا حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ تعالیٰ سے لوگوں نے کہا کہ آپ حماد ابن سلیمان کے جنازے کی نماز کیوں نہیں پڑھتے وہ علمائے کوفہ میں سے تھے فرمایا کہ اگر نیت ہوتی تو نماز پڑھتا حضرت

طاؤس رحمتہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے دعا کی خواہش کی انھوں نے کہا کہ جب تک نیت پیدا ہو تب تک توقف کر لوگ جب ان سے روایت حدیث چاہتے تو ایسا ہوتا کہ روایت نہ کرتے اور کبھی ایسا ہوتا کہ خود بخود روایت کرنے لگتے اور کہتے کہ میں نیت کا منتظر رہتا ہوں ایک بزرگ نے کہا کہ مہینا بھر ہوا فلانے مریض کی عیادت کو جانے کے واسطے نیت درست کرنے پر آمادہ ہوں اور ہنوز نیت درست نہیں ہوئی غرضیکہ آدمی پر جب تک حرص دنیا غالب رہتی ہے تب تک کسی عبادت میں اس کی نیت درست نہیں ہوتی بلکہ فرائض میں بھی مشکل سے درست ہوتی ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جب آتش دوزخ کا اندیشہ نہ کرے اور خود کو اس سے نہ ڈرائے تب تک نیت درست نہیں ہوتی بلکہ فرائض میں بھی مشکل سے درست ہوتی ہے جب کوئی شخص ان حقائق کو پہچان لیتا ہے تو ایسا ہوتا ہے کہ فضائل کو چھوڑ کر مباحات میں مشغول ہو جاتا ہے کیونکہ مباحات میں نیت پاتا ہے مثلاً کوئی شخص قصاص میں نیت پائے اور معاف کر دینے میں نہ پائے تو اس کے حق میں قصاص لینا افضل ہے اور ایسا ہوتا ہے کہ نماز تہجد کی نیت نہ پائے اور سو رہنے میں نیت پائے اور معاف کر دینے میں نہ پائے تو اس کے حق میں قصاص لینا افضل ہے اور ایسا ہوتا ہے کہ نماز تہجد کی نیت نہ پائے اور سو رہنے میں نیت پائے کہ سو رہوں تا کہ صبح کی نماز کے واسطے سویرے اٹھوں تو اس کے حق میں سو رہنا افضل ہے بلکہ اگر عبادت سے ملول اور پریشان ہو اور جانے کہ اگر ساعت بھر اپنی بیوی سے دل لگی کرے گا یا کسی سے باتیں اور خوش طبعی کرے گا تو فرحت و انبساط اسے پھر حاصل ہو گا اور عبادت میں دل لگے گا تو اس نیت سے یہ دل لگی اور خوش طبعی اس بے دلی کی عبادت سے اس کے حق میں افضل ہے حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ کبھی کبھی خود کو لہو و لعب سے آرام دیتا ہوں تا کہ عبادت میں حق میں نشاط اور فرحت حاصل ہو امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ اگر ہمیشہ ایک کام میں تو جبراً دل لگائے گا تو

دل اندھا ہو جائے یہ امر ایسا ہے جیسے بیمار کو طبیب گوشت کھلاوے گو کہ اس بیمار کو حرارت ہو اور گوشت کھلانے سے طبیب کی یہ غرض ہو کہ اس بیمار کی قوت اصلی پھر آئے اور دوا کھانے کی طاقت پائے کوئی شخص ایسا ہوتا ہے کہ صف جنگ سے بھاگ جائے تا کہ دشمن کی پشت مارے اور ناگاہ اس پر حملہ کرے استادوں نے ایسے بہت حیلے کیے ہیں اور راہ دین بھی بالکل نفس اور شیطان کے ساتھ جنگ ومناظرہ ہے اور اس میں ترقی اور حیلے کی حاجتیں ہیں اور ترقی وحیلہ بزرگان دین کے نزدیک پسندیدہ بات ہے اگر چہ علماء ناقص کو اس بات کی راہ نہیں معلوم۔

فصل:

اے عزیز جان! جب تو یہ جان چکا ہے کہ جس باعث سے عمل ہوتا ہے اسے نیت کہتے ہیں تو اب یہ جان کہ کوئی شخص خوف دوزخ کے باعث سے عبادت کرتا ہے اور کوئی نعمت بہشت کے باعث سے جو شخص بہشت کے واسطے عبادت کرے وہ پیٹ اور فرج کا بندہ ہے اس واسطے کوشش کرتا ہے کہ ایسے مقام میں جا پہنچے جہاں اس کے پیٹ اور فرج کا مراد حاصل ہو اور جو خوف دوزخ سے عبادت کرتا ہے وہ بدذات غلام کے مانند ہے کہ بے لاٹھی سے دھمکائے کام نہیں کرتا ان دونوں کو حق تعالی سے کچھ کام ہی نہیں بلکہ خاص بندہ وہی ہے کہ جو کچھ کرے خدا ہی کے واسطے کرے نہ بہشت میں جانے کے واسطے کرے نہ دوزخ سے بچنے کے لیے اس بندے کی مثل ایسی ہے جیسے جو کوئی اپنے معشوق کی طرف دیکھتا ہے وہ معشوق کے واسطے دیکھتا ہے اس واسطے نہیں دیکھتا کہ معشوق اسے سونا چاندی دے اور جو شخص سیم وزر کے واسطے دیکھتا ہے تو سیم وزر ہی اس کا معشوق ہے پس جمال وجلال جناب الٰہی جس کا محبوب ومعشوق نہیں ہے اس سے ایسی نیت نہ ہو سکے گی اور جسے یہ نیت حاصل ہوگئی اس کی عبادت بالکل خیال الٰہی میں تفکر اور اس کے ساتھ مناجات ہوتی ہے اگر بدن سے عبادت کرتا ہے تو اس واسطے کرتا ہے کہ محبوب کی فرمانبرداری کو بھی

دوست رکھتا ہے اور چاہتا ہے کہ بدن کو بھی ریاضت دے اور حق المقدور درگاہ محبوب کی بندگی اور خادمی کی طرف کھینچتے تا کہ اس جمال بے مثال کے نظارے سے اپنے دل کو باز نہ رکھے اور اگر گناہ سے دست بردار ہوتا ہے تو اس واسطے ہوتا ہے کہ مشاہدہ اور مناجات کی لذت میں شہوت پرستی خلل ڈالتی ہے اور آڑ ہوتی ہے حقیقت میں ایسا ہی بندہ عارف ہوتا ہے احمد ابن خضرویہ رحمتہ اللہ تعالیٰ نے حق سبحانہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتا ہے کہ سب لوگ مجھ سے مانگتے ہیں مگر ابو یزید مجھے طلب کرتا ہے حضرت شبلی قدس سرہ کو لوگوں نے خواب میں دیکھا پوچھا کہ حق تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا جواب دیا کہ حق تعالیٰ نے مجھ پر عتاب کیا اس واسطے کہ ایک بار میری زبان سے نکل گیا تھا کہ بہشت فوت ہو جانے سے زیادہ اور کیا نقصان ہے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ نہیں بلکہ میرا دیدار فوت ہونے سے زیادہ اور کیا نقصان ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ اسی دوستی اور لذت کی حقیقت اصل محبت میں بیان کی جائے گی۔

دوسرا باب:

اخلاص اور اس کی فضلیت اور حقیقت اور درجات کے بیان میں۔

فضلیت اخلاص

اے عزیز جان! تو کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وما امروا الا لیعبدو اللہ مخلصین لہ الدین﴾ یعنی خلق مامور ہے کہ اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کرے اور فرمایا ہے ﴿الا للہ الدین الخالص﴾ یعنی خالص دین خدا ہی کے واسطے ہے اور رسول اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اخلاص میرے بھیدوں میں سے ایک بھید ہے جس بندے کو میں دوست رکھتا ہوں اسی کے دل میں نے یہ بھید رکھا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ والہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اے معاذ اخلاص کے ساتھ عمل کیا کرتا کہ تھوڑا ہی عمل تجھے کافی ہو اور جو کچھ ریا کی مذمت میں ہم بیان کر چکے ہیں وہ سب اخلاص کی تعریف ہے کیونکہ نظر خلق بھی ان سببوں میں سے ایک سبب ہے، جن کے باعث سے اخلاص جاتا رہتا ہے اور اس کے سوا اور سبب بھی ہیں حضرت معروف کرخی رحمتہ اللہ تعالیٰ خود کو کوڑے سے مارتے اور کہتے یا ﴿ یانفس اخلصی تخلصی ﴾ اے نفس اخلاص کر کہ تو خلاصی پائے حضرت ابوسلیمان رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ وہ شخص نیک بخت ہے جس نے تمام عمر میں ایک قدم اخلاص سے چاہا ہو کہ خدا کے سوا اور کچھ اس میں نہ چاہا ہو ابو ایوب سجستانی رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ نیت میں اخلاص اصل نیت سے زیادہ دشوار ہے کسی نے ایک بزرگ کو خواب میں دیکھا پوچھا کہ حق تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا جواب دیا کہ جو کچھ میں نے خدا کے واسطے کیا تھا اسے نیکیوں کے پلے میں دیکھا حتیٰ کہ ایک انار کا دانہ جو راہ میں پڑا تھا اور میں نے اٹھالیا تھا اور ایک بلی جو میرے گھر میں مری تھی اور ریشم کا ایک تار جو میری ٹوپی میں تھا اسے برائیوں کے پلے میں پایا اور میں نے ایک گدھا سو دینار کو لیا تھا اسے نیکیوں کے پلے میں دیکھا میں نے کہا سبحان اللہ بلی تو حسنات کے پلے میں ہو اور گدھا نہ ہو جواب ملا کہ جہاں تو نے بھیجا وہاں پہنچا کیونکہ جب تو نے سنا تھا کہ گدھا مر گیا تو کہا تھا الی لعنت اللہ اگر فی سبیل اللہ کہتا تو گدھے کو حسنات کے پلے میں پاتا اور ایک بار میں نے خدا کے واسطے صدقہ دیا اس وقت لوگ دیکھ رہے تھے ان کا دیکھنا مجھے اچھا معلوم ہوا اس صدقے سے نہ مجھے نفع ہوا نہ ضرر حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ تعالیٰ نے یہ سن کر کہا کہ اس نے بڑی دولت پائی کہ اس صدقے نے اسے ضرر نہ پہنچایا ایک شخص نے کہا ہے کہ میں کشتی میں سوار جہاد کو جاتا تھا ہمارا ایک ساتھی تو بڑا بیچنے لگا میں نے اپنے جی میں کہا کہ میں مول لے کر کام میں لاؤں فلانے شہر میں بیچ ڈالوں گا تا کہ نفع ہو اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ دو شخص آسمان پر سے اترے ایک نے کہا غازیوں

کے نام لکھ اور یہ بھی لکھ فلانا تماشا دیکھنے آیا اور فلانا تجارت کو فلانا ریا کی نیت سے آیا پھر میری طرف دیکھ کر کہا کہ لکھ لے کہ فلان تجارت کو آیا ہے میں نے کہا خدا خدا کرو میرا حال دیکھو کہ میں کوئی چیز نہیں رکھتا سوداگری کو کیونکر آیا ہوں میں خدا کے واسطے آیا ہوں اس نے کہا اے شیخ تو نے وہ تو بڑا نفع کے واسطے نہیں مول لیا اس نے یہ جو کہا تو میں رونے لگا کہ واللہ میں سوداگر نہیں ہوں دوسرے نے کہا کہ یوں لکھ کہ فلانا شخص جہاد کو آیا تھا اور راہ میں نفع حاصل کرنے کو ایک تو بڑا مول لیا تا کہ جیسا خدا کو منظور ہوگا اس کی نسبت حکم فرمائے گا اس واسطے بزرگوں نے کہا ہے کہ ایک ساعت کے اخلاص میں بندے کی نجات ہے مگر اخلاص عزیز الوجود ہے اور کہا ہے علم تخم ہے اور عمل زراعت اور اخلاص پانی بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا لوگوں نے اس سے کہا کہ فلانی جگہ ایک درخت ہے لوگ اس کی پرستش کرتے ہیں اور خدا جانتے ہیں عابد غصے میں آیا اور ایک تبر اپنے کاندھے پر رکھ کر چلا کہ اس درخت کو کاٹ ڈالے راہ میں ایک بوڑھے آدمی کی صورت پر ابلیس ملا عابد سے پوچھا تو کہاں جاتا ہے کہا فلانا درخت کاٹنے جاتا ہوں ابلیس نے کہا جا خدا کی عبادت میں مشغول رہ کہ وہ تیرے واسطے اس کام سے بہتر ہے عابد نے کہا میں ہرگز نہ پلٹوں گا یہی میری عبادت ہے ابلیس نے کہا کہ میں ہرگز آگے نہ جانے دوں گا اور عابد سے لڑنے لگا عابد نے ابلیس کو دے مارا اور اس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھا تب ابلیس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دے میں ایک بات کہتا ہوں عابد نے اسے چھوڑ دیا ابلیس بولا اے عابد خدا کے ہزاروں پیغمبر ہیں اگر حق تعالیٰ کو یہ درخت کٹوانا منظور ہوتا تو ان میں سے کسی پیغمبر کو حکم فرماتا اور تجھے بھی کچھ حکم نہیں کیا ہے تو یہ کام نہ کر عابد نے کہا کہ میں خاہ نخواہ درخت کاٹ ڈالوں گا پھر اس نے کہا میں تجھے نہ جانے دوں گا پھر پکڑ ہونے لگی عابد نے پھر دے مارا ابلیس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دے میں اور ایک بات تجھ سے کہوں گا اگر یہ بات تجھے پسند نہ آئے جو تیرا جی چاہے وہ کرنا عابد نے اسے چھوڑ دیا ابلیس بولا اے عابد تو

مرد درویش ہے لوگ تیری خدمت گزاری کرتے ہیں اگر تیرے پاس کچھ اپنے خرچ کو ہو اور اور عابدوں کو دے دے تو درخت کاٹنے سے یہ تیرے حق میں بہتر ہے اس واسطے کہا گر تو اس درخت کو کاٹ ڈالے گا تو اس کی پرستش کرنے والوں کا کچھ نقصان نہ ہوگا وہ دوسرا درخت لگا لیں گے تو اس خیال سے باز آ میں ہر روز صبح کو تیرے تکیہ کے نیچے دو دینار رکھ دیا کروں گا عابد اپنے دل میں سوچ کر کہنے لگا کہ یہ سچ کہتا ہے ایک دنیار میں صدقہ دیا کروں گا اور ایک دینار اپنے کام میں خرچ کیا کروں گا اس درخت کو کاٹنے سے یہ امر بہتر ہے اور مجھے خدا نے حکم بھی نہیں کیا ہے اور میں کچھ پیغمبر بھی نہیں ہوں کہ یہ درخت کاٹنا مجھ پر واجب ہو غرضیکہ اسی خیال میں عابد اپنے گھر پھر آیا ایک دن دو دینار پائے اٹھا لیے دوسرے دن بھی دو دینار ملے اپنے جی میں کہا خوب ہوا جو میں نے وہ درخت نہ کاٹا تیسرے دن کچھ نہ پایا پھر غصے میں آ کر تبر اٹھایا اور چل نکلا ابلیس پھر سامنے آیا پھر پوچھنے لگا کہاں کا ارادہ ہے کہا وہی درخت کاٹنے جاتا ہوں ابلیس بولا تو جھوٹا ہے قسم خدا کی تو وہ درخت ہرگز نہ کاٹ سکے گا پھر پکڑ ہونے لگی اب ابلیس نے عابد کو دے مارا چنانچہ ابلیس کے ہاتھ میں عابد بیچارہ ایسا تھا جیسے باز کے پنجے میں چڑیا ابلیس نے کہا کہ پھر جا ورنہ بکری کی طرح ابھی تجھے حلال کر ڈالوں گا عابد نے کہا کہ اچھا مجھے چھوڑ دے میں پلٹ جاؤں لیکن اتنا تو بتا کہ پہلے دو بار میں کیوں غالب آیا اور اب کی مرتبہ تو کیوں غالب ہو ابلیس نے کہا کہ پہلے دو مرتبہ خدا کے واسطے تو غصے میں آیا تھا خدا نے مجھے تیرا مغلوب کر دیا اس واسطے کہ جو شخص خالصاً للہ کچھ کام کرتا ہے مجھے اس پر غلبہ نہیں ہوتا اور اب کی مرتبہ اپنے اور خدا کے واسطے تو غصے میں آیا اور جو شخص اپنی ہوا و ہوس کا تابع ہوتا ہے وہ مجھ سے سر پر نہیں ہوتا۔

حقیقت اخلاص

اے عزیز! جان تو کہ جب تو پہچان چکا کہ نیت باعث عمل اور متقاضی عمل ہے تو اگر وہ ایک متقاضی ہے تو اسے خالص کہتے ہیں اور اگر دو متقاضی ہیں تو اس میں شرکت ہوگئی اسے خالص نہیں کہتے شرکت کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص خدا کے واسطے روزہ رکھے مگر کھانے سے پرہیز کرنا بھی اسے اس واسطے مقصود ہو کہ تندرست رہے یا گھر کا خرچ کم ہو جائے کہ وہ کھانے پکانے کی محنت سے بچے اور کوئی کام ہے کہ اس میں مشغول ہو یا یہ کہ جاگتا رہے اور کچھ کام کر سکے یا غلام آزاد کرے تا کہ اس کے خرچ اور اس کی بدخوئی سے بچے یا حج کے واسطے جائے تا کہ تبدیل آب و ہوا سے قوت اور تندرستی حاصل ہو یا شہروں کی سیر کرے اور تماشا دیکھے یا زن و فرزند سے اور ان کے نان و نفقہ کی فکر سے چندے آرام پائے یا کسی دشمن کے رنج سے چھوٹ جائے یا رات کو نماز پڑھتا رہے تا کہ نیند نہ آئے اور اپنا مال بچائے یا علم سیکھے تا کہ اپنے واسطے روزی حاصل کر سکے یا مال و متاع اور اراضی و باغات کا انتظام رکھ سکے یا لوگوں کی نظروں میں معزز و ممتاز رہے یا جلسہ درس کرے تا کہ چپ رہنے کے رنج سے چھوٹے اور دل گیر نہ ہو یا مصحف لکھے تا کہ اس کا خط صاف اور پختہ ہو جائے یا پیادہ حج کرے تا کہ کرایہ کا فائدہ ہو یا وضو کرے تا کہ ٹھنڈا اور پاکیزہ رہے یا غسل کرے تا کہ بدن میں بدبو نہ آئے یا مسجد میں اعتکاف کرے تا کہ گھر کا کرایہ نہ دینا پڑے یا کسی سائل کو خیرات دے تا کہ اس کی خوشامد اور الحاح سے چھوٹے یا کسی فقیر کو اس واسطے کچھ دے کہ اسے ناکام پھیر دینے سے شرم آتی ہے یا کسی بیمار کو دیکھنے جائے تا کہ جب خود بیمار ہو تو اور لوگ اس کی عیادت کو آئیں یا اسے ملامت و عتاب نہ کریں اور دامنگیر ہوں یا اور کوئی نیک کام کرے تا کہ صالح اور نیک کار مشہور ہو یہ سب باتیں خود ریا ہیں اور ریا کا حکم ہم بیان کر چکے ہیں اور یہ سب خیالات تھوڑے ہوں خواہ بہت، اخلاص کو باطل کر دیتے ہیں بلکہ عمل خالص وہی ہے جس میں اپنی

ذات کا کچھ فائدہ اور حصہ نہ ہو بلکہ وہ کام فقط خدا ہی کے واسطے ہو جیسا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخلاص کیا چیز ہے فرمایا اخلاص یہ ہے کہ ﴿ ان تقول ربی اللہ ثم استقم کما امرت ﴾ یعنی تو یہ کہے کہ میرا پروردگار خدا ہے پھر راہ راست اختیار کر جیسا تجھے حکم کیا ہے کہ آدمی جب تک صفات بشری سے نہ چھوٹے گا تب تک یہ امر اس پر سخت دشوار ہوگا اس واسطے بزرگوں نے کہا ہے کہ اخلاص سے زیادہ کوئی چیز سخت اور دشوار نہیں ہے اگر تمام عمر میں ایک کام بھی اخلاص کے ساتھ ٹھیک ٹھیک ہو تو بھی نجات کی امید ہے فی الحقیقت بشریت کی صفتوں اور غرضوں سے ایک کام کا خالص اور صاف نکالنا ایسا مشکل ہے جیسے گوبر اور خون میں سے دودھ کو نکالنا جیسا کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ﴿ من بین فرث ودم لبنا خالصاسائغا للشاربین ﴾ پس اس کی تدبیر یہ ہے کہ آدمی کا دل دنیا سے ٹوٹ جائے تا کہ محبت الٰہی غالب ہو جائے اور آدمی عاشق کے مثل ہو جائے کہ جو کچھ خواہش کرے اپنے معشوق ہی کے واسطے کرے ایسا آدمی اگر کھانا کھاتا ہے یا پاخانہ پھرنے جاتا ہے تو ممکن ہے کہ اس میں بھی اخلاص کی نیت کر سکے اور جس شخص پر محبت دنیا غالب ہوتی ہے نماز روزہ میں بھی اس سے اخلاص ہونا دشوار ہے اس واسطے کہ آدمی کے اعمال دل کی صفت لیتے ہیں اور جدھر دل راغب ہوتا ہے اس طرف میل کرتے ہیں جس شخص پر محبت جاہ غالب ہوتی ہے اس کے سب کام خلق کو دکھانے کے واسطے ہوتے ہیں حتیٰ کہ صبح کو منہ دھونا اور کپڑے پہننا بھی خلق کے دکھانے کو ہوا کرتا ہے اور مجلس اور درست اور روایت حدیث اور جو کام خلق سے علاقہ رکھتے ہیں ان سے زیادہ کسی کام میں اخلاص مشکل نہیں اس واسطے اکثر ایسے کاموں کا باعث فقط خواہش قبول خلق ہوا کرتی ہے یا طلب تقرب خدا کے ساتھ ملی ہوتی ہے اس صورت میں قبول خلق کا قصد یا تقرب خدا کے قصد کے برابر ہوگا یا اس سے زیادہ یا کم یعنی آمیزش ضرور ہوگی اور نیت کو قصد قبول خلق سے

ثواب اقتدا اس وقت حاصل ہوتا ہے کہ اس کے خشوع کا نور اوروں میں سرایت کرے اور جب وہ خاشع نہ ہو اور مقتدی لوگ اسے خاشع جانیں تو انھیں ثواب ہوگا اور وہ نفاق کے سبب سے ماخوذ ہوگا تیسرا درجہ یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہو کہ خلوت میں برملا نماز پڑھنے کے برخلاف نماز پڑھنا نفاق ہے اور خلوت میں اچھی طرح نماز پڑھنے کی کوشش کرے تا کہ لوگوں کے سامنے بھی اس طرح پڑھ سکے یہ درجہ بہت پوشیدہ ہے اور ریا بھی ہے مگر یہ ریا اپنے ہی ساتھ کرتا ہے کیونکہ اپنے سے شرم رکھتا ہے کہ تنہائی میں جماعت کے برخلاف نماز پڑھے تو جماعت میں اچھی طرح نماز پڑھنے کے واسطے تنہائی میں بھی اچھی طرح پڑھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ برملا ریا کرنے سے چھوٹا اور درحقیقت تنہائی میں بھی خود ریا کار ہوتا ہے چوتھا درجہ یہ درجہ بہت ہی پوشیدہ ہے کہ وہ جانتا ہو کہ خلوت اور جلوت میں خلق کے واسطے خشوع کرنا کچھ کام نہیں آتا اور شیطان اس سے کہے کہ تو حق تعالیٰ کی عظمت کا خیال کر تو نہیں جانتا کہ کس کے سامنے حاضر ہے حتیٰ کہ وہ شخص یہ خیال کر کے خاشع ہو جائے اور لوگوں کی نظروں میں آراستہ ہو جائے اگر خلوت میں ایسا خطرہ اس کے دل میں نہیں آتا تو لوگوں کے سامنے ایسا خطرہ آنے کا سبب ریا ہے آدمی اس وقت کی عظمت کو یاد کرتا ہے جس وقت خلق کچھ کام نہ آئے گی تو یہ خطرہ جاتا رہتا ہے بلکہ چاہے کہ سب آدمیوں اور چارپایوں کی نظر اس کے نزدیک برابر ہو جائے جب تک کچھ بھی فرق پائے گا تب تک ریا سے خالی نہیں اور یہ مثالیں جو ریا میں ہم نے بیان کیں اسی طرح کے بہتیرے دھوکے ان غرضوں میں بھی ہوتے ہیں جو اوپر مذکور ہوئیں اور جو شخص یہ باریکیاں نہ پہچانے گا عبادت کا اجر نہ پائے گا مفت اپنی جان گنواتا ہے جو کچھ کرتا ہے وہ ضائع ہوتا جاتا ہے یہ جو حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ وبدا لهم من الله مالم يكونوا يحتسبون ﴾ (۲) یہ ایسے ہی آدمی کے حق میں ہے۔

فصل:

اے عزیز! جان تو کہ جب نیت میں آمیزش ہوگئی تو اگر ریا یا اور کوئی غرض نیت عبادت پر غالب ہوتو یہ امر عقوبت کا سبب ہوگا اور اگر برابر ہوتو نہ عذاب کا سبب ہوگا نہ ثواب کا اور اگر ریا کی نیت ضعیف ہے تو چاہیے کہ عمل ثواب سے خالی نہ ہو گو کہ احادیث سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ جب نیت میں شرکت ہو اور خلوص نہ رہے تو خدا کا حکم ہوگا کہ جا کر اس سے اجر مانگ لے جس کے واسطے تو نے یہ عمل کیا تھا مگر ہمارے نزدیک اس سے ظاہر وہ عمل مراد ہے جس میں دونوں قصد برابر ہوں اس میں اجر نہ ملے گا بندہ جب اس عمل کا اجر مانگے گا تو ارشاد ہوگا کہ جس کے واسطے تو نے یہ عمل کیا تھا اسی سے اجر مانگ اور جہاں حدیث دلیل عذاب ہے وہاں یہ مراد ہے کہ عمل میں بالکل ریا مقصود ہو یا غالب ہو لیکن اگر باعث اصلی قصد تقرب ہو اور ریا وغیرہ کی نیت ضعیف ہو تو چاہیے کہ ثواب ملے اگرچہ اس قدر ثواب نہ ملے جس قدر نیت خالص سے ملتا یہ امر دو دلیلوں سے ہم اختیار کرتے ہیں ایک یہ کہ ہمیں برہان سے معلوم ہوا ہے کہ شائستگی حضرت الٰہی سے دل کا دور رہنا یہی عقوبت کے معنی ہیں اور یہ دوری آتش حجاب میں جلنے کا سبب ہوتی ہے اور تقرب الٰہی کا قصد تخم سعادت ہے اور دنیا کا قصد موجب شقاوت ہے جب اس نے ان دونوں قصدوں کی مدد کی تو گویا انھیں قبول کرلیا ایک قصد درگاہ الٰہی سے اس کی دوری کا سبب دوسرا اس کی قربت کا موجب ہوتا ہے جب دونوں قصد برابر ہوں تو ایک قصد اسے بالشت بھر دور کر دیتا ہے اور دوسرا قصد بالشت بھر نزدیک کر دیتا ہے اس صورت میں یہ جہاں تھا وہیں پھر آ گیا اور اگر آدھے بالشت نزدیکی حاصل ہوئی تو کچھ دوری رہ جائے گی اور آدھے بالشت دوری حاصل ہوئی تو کچھ نزدیکی باقی رہے گی جیسے کوئی بیمار گرم دوا کھا کر اسی قدر سرد دوا کھائے تو دونوں مل کر برابر ہو جائیں گی اور اگر سرد دوا کم کھائے گا تو کچھ حرارت بڑھ جائے گی اور اگر سرد دوا زیادہ کھائے گا تو حرارت کچھ کم ہو جائے گی دل کی روشنی اور تاریکی میں گناہ اور اطاعت کا اثر ایسا ہے جیسے

بدن کو مزاج میں دواؤں کا اثر گناہ اور طاعت ایک ذرہ بھی ضائع نہ ہوں گے عدل کی ترازو میں کمی بیشی کھل جائے گی آیہ کریمہ ﴿ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ ﴾ کے یہی معنی ہیں مگر احتیاط کرنا ہوشیاری کی بات ہے کہ شاید قصد غرض قوی ہو اور آدمی اسے ضعیف سمجھے اور عمل کی سلامتی اس میں ہے کہ غرض نفسانی کا دخل ہی نہ ہونے پائے دوسری دلیل یہ ہے کہ بالاجماع یہ بات ثابت ہے کہ اگر کوئی شخص راہ حج میں قصد تجارت بھی کرے تو اس حج ضائع نہ ہوگا اگر چہ اس کا ثواب مخلص کے ثواب کے برابر نہ ہو مگر چونکہ اس کا اصلی قصد حج ہے اور ارادۂ تجارت اس کا تابع ہے تو اس کا ثواب بالکل حبط نہ ہوگا مگر ناقص ہو جائے گا اور اگر کوئی شخص خدا کے واسطے جہاد کیا چاہتا ہے اور دو طرف جہاد کو جا سکتا ہے ایک طرف کنار مالدار ہیں وہاں مال غنیمت بہت ملے گا دوسری طرف کافر محتاج ہیں اور وہ مجاہد کنار مالدار کی طرف جائے تو اس کے جہاد کا تمام ثواب نہ حبط ہوگا اس واسطے کہ غنیمت پانے اور نہ پانے میں آدمی فرق کرتا ہے ممکن ہی نہیں کہ اس فرق کو اپنے باطن میں آدمی نہ پائے اور اگر معاذ اللہ مال غنیمت شرط جہاد ہو ثواب پانے میں اندیشہ ہے اس واسطے کہ ایسی شرط سے کوئی عمل درست نہیں ہوتا خصوصاً مجلس درس تصنیف اور جو اعمال خلائق سے علاقہ رکھتے ہیں کیونکہ جب تک آدمی کو دفعتۂ خودی سے خدا نہ نکال لے تب تک وہ ایسے خیال سے خالی نہیں ہوتا مثلاً اس کی تصنیف کو دوسرے کی طرف اضافت کریں اور اس کے کلام کو اور کی جانب نسبت کریں اور وہ اس بات سے آگاہ ہو جائے تو اگر چہ یہ آگاہی اسے بری معلوم ہو لیکن اگر خودی اور نفسانیت اس میں باقی ہوگی تو اسے اس کا خیال ہوگا اور دوسرے کی طرف اضافت اور نسبت کرنے کا ملال ہوگا۔

تیسرا باب :

صدق کے بیان میں

اے عزیز! جان تو صدق اخلاص کے قریب قریب ہے اور صدق کا بڑا درجہ ہے جو شخص کمال صدق کو پہنچتا ہے اسے صدیق کہتے ہیں حق تعالیٰ نے قرآن شریف میں اس کی تعریف کی اور فرمایا ﴿رجال صدقوا ما عاهدو الله علیه﴾ اور ﴿لیسل الصادقین عن صدقهم﴾ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ آدمی کا کمال کس بات میں ہے فرمایا راستی قول اور صدق عمل میں پس صدق کے معنی پہچاننا آدمی کو ضرور ہے صدق راستی کو کہتے ہیں یہ راستی چھ چیزوں میں ہوتی ہے جو کوئی ان چھ چیزوں میں کمال کو پہنچ جائے وہ صدیق ہے پہلا صدق زبان میں ہے کہ آدمی کچھ جھوٹ نہ بولے گذشتہ کی خبر دینے میں نہ فی الحال نئی بات کہنے میں نہ آئندہ کے واسطے وعدہ کرنے میں اس واسطے کہ پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ زبان سے دل صفت حاصل کرتا ہے ٹیڑھی بات کہنے سے کج ہو جاتا ہے اور سچی بات کہنے سے راست ہوتا ہے دو چیزوں کے سبب سے صدق کا کمال ہوتا ہے ایک یہ کہ معاریض بھی نہ کہے یعنی کنایتہً ایسی مجمل بات نہ کہے کہ وہ فی الواقع تو سچ ہو لیکن دوسرا شخص اس سے اور کچھ سمجھے اگر ایسا محل ہے جہاں سچ بولنا مصلحت نہیں مثلاً بیوی خاوند کی لڑائی یا مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے میں جھوٹ بولنے کی اجازت ہے مگر کمال صدق یہ ہے کہ ایسے محل پر بھی جہاں تک ہو سکے تعریض کرے اور صراحتہً جھوٹ کہے گا تو اگر خدا کے واسطے مصلحت خلق کے خیال سے کہے گا تو درجہ اخلاق سے نہ گرے گا دوسرا کمال یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے مناجات کرنے میں سچا رہے جب ﴿وجهت وجهی﴾ کہے اور اس کا دل دنیا کی طرف متوجہ ہو تو وہ جھوٹ بولا خدا کی طرف نہیں متوجہ ہوا اور جب کہے ﴿ایاک نعبد﴾ یعنی میں تیرا بندہ ہوں اور تیری بندگی کرتا ہوں اور اس وقت دنیا میں یا خواہشوں میں پھنسا ہو اور خواہشیں اس کی زیر دست نہ ہوں بلکہ وہ خود خواہشوں کا زیر دست ہو

تو اس نے یہ جھوٹ کہا اس واسطے کہ وہ اسی چیز کا بندہ ہے جس کی قید میں پھنسا ہے اسی واسطے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ﴿ تعس عبد الدرھم وعبدالدینار ﴾ آپ نے آدمی کو درہم و دینار کا بندہ فرماتا بلکہ آدمی جب تک تمام دنیا سے آزاد نہ ہو جائے تب تک حق تعالیٰ کا بندہ نہیں ہوتا اور دنیا سے آزادی کا کمال یہ ہے کہ آدمی جس طرح خلق سے آزاد ہوا اسی طرح آپ سے بھی آزاد ہو جائے اور خودی باقی ہی نہ رہے حتیٰ کہ اسے کچھ ارادہ ہی نہ رہے بلکہ خدا کے سوا اور کسی چیز کی خواہش نہ کرے اور حق تعالیٰ جو کچھ اس کے ساتھ کرے اس پر راضی رہے بندگی میں کمال صدق یہی ہے جسے یہ درجہ نہیں حاصل ہے اسے صدیق نہیں کہتے بلکہ وہ صادق بھی نہیں ہوتا دوسرا صدق نیت میں ہوتا ہے کہ جس کام کے سبب سے آدمی تقرب خدا طلب کرے اس میں خدا کے سوا اور کچھ مقصود نہ ہو اس کے ساتھ اور کسی چیز کو شریک نہ کرے یہ اخلاص ہے اخلاص کو بھی صدق کہتے ہیں اس واسطے کہ اس کے دل میں تقرب الٰہی کے سوا جب اور کچھ خیال بھی ہوگا تو جو عبادت وہ کرتا ہے اس میں کاذب ہے تیسرا صدق عزم میں ہوتا ہے کوئی شخص عزم کرے کہ اگر میں حکومت پاؤں گا تو عدل کروں گا اگر مال پاؤں گا تو سب صدقہ میں دوں گا اور اگر دوسرا شخص پیدا ہوگا جو حکومت یا مجلس و تدریس میں مجھ سے اولیٰ ہوگا اسے حوالے کروں گا یہ عزم کبھی تو قوی اور بالجزم ہوتا ہے اور کبھی اس میں ضعف اور تردد ہوتا ہے وہ جو قوی اور بے تردد ہوتا ہے اسے صدق عزم کہتے ہیں جیسا کہتے ہیں کہ یہ اشتہا کاذب ہے یعنی بے اصل ہے اور یہ صادق ہے یعنی قوی ہے اور صدیق وہ شخص ہے جو اپنے دل میں عزم خیرات کو ہمیشہ نہایت قوی پائے جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی نے کہا تھا کہ لوگ اگر مجھے لے جا کر میری گردن ماریں تو اس بات کو میں اس امر سے زیادہ دوست رکھتا ہوں کہ جس قوم میں حضرت ابوبکر صدیق موجود ہوں اس کا میں امیر ہوں جناب فاروق نے یہ اس واسطے کہا کہ اپنے قتل پر صبر کرنے کا عزم قوی

اپنے دل میں پایا اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ اگر اسے اس کے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا اختیار دیں تو وہ اپنی زندگی کو دوست رکھے تو اس شخص میں اور حضرت عمر فاروق نصف میں جنہوں نے حضرت ابو بکر صدیق نصف پر امیری اور حکومت کرنے سے زیادہ اپنے قتل کو دوست رکھا کتنا فرق ہوگا چوتھا صدق عزم پورا کرنے میں ہوتا ہے کیونکہ ایسا ہوتا ہے کہ یہ قصد قوی ہو کہ جنگ میں جان فدا کروں گا اور جب کوئی پیشوا پیدا ہوگا تو حکومت اسے حوالے کردوں گا مگر جب وہ وقت آ پہنچتا ہے ایفائے عزم میں نفس تندہی نہیں کرتا اس واسطے حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ﴿رجال صدقوا ماعاهد والله عليه﴾ یعنی ان لوگوں نے اپنے عزم کو وفا کیا اور اپنی جان کو فدا کیا اور جن لوگوں نے مال خرچ کرنے کا عزم کر کے وفا نہ کیا ان کے حق میں حق تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا ﴿ومنهم من عاهد الله لئن اتانا من فضله لنصدقن ولنكونن من الصالحين وبما كانوا يكذبون﴾ تک یعنی ان لوگوں کے حق میں فرمایا کہ وعدے کے جھوٹے ہیں پانچواں صدق یہ ہے کہ آدمی کا باطن جس صفت سے موصوف ہو وہی اس کے عمل میں ظاہر ہو مثلاً آدمی کے باطن میں وقار نہ ہو اور ظاہر میں آہستہ آہستہ چلے تو صادق نہیں ظاہر و باطن کو یکساں ٹھیک رکھنے سے یہ صدق حاصل ہوتا ہے یہ بات اسی میں ہوتی ہے جس کا باطن ظاہر سے بہتر ہو یا ظاہر کے مثل ہو اس واسطے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی کہ بار خدایا میرے ظاہر کو بہتر کردے اور میرے باطن کو ظاہر سے بھی زیادہ نیک کردے جو شخص اس صفت پر نہ ہو اور کہے کہ میرا ظاہر باطن پر دلالت کرتا ہے وہ اس قول میں جھوٹا ہے اور درجہ صدق سے وہ گرا ہوا ہے گو کہ اسے ریاء مقصود نہ ہو۔ چھٹا صدق یہ ہے کہ آدمی مقامات دین کی حقیقتیں اپنے دل سے طلب کرے فقط ان کے اوائل اور ظواہر پر قناعت نہ کرے مثلاً زہد، توکل، خوف، رجا، شوق، کہ ہر مسلمان کو یہ حال تھوڑے تھوڑے ہوتے ہیں مگر ضعیف اور جو مسلمان ان

احوال پر قوی اور مضبوط ہو گیا وہ صادق ہے جیسا حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ﴿انما المومنون الذین امنو باللہ و رسولہ ثم لم یرتابوا وجاھدو ابامو الھم و انفسھم فی سبیل اللہ و اولئک ھم الصادقون﴾ پس حق تعالیٰ نے اس کو صادق فرمایا ہے جس کا ایمان کامل ہو اس کی مثال یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی چیز سے ڈرتا ہے تو اس اس کی علامت یہ ہے کہ وہ کانپے اور اس کا چہرہ زرد ہو کھانا پینا نہ کھا پی سکے بے قرار رہے اگر حق تعالیٰ سے کوئی اس طرح ڈرے تو کہیں گے کہ اس کا ڈر سچا ہے اور اگر کہے کہ میں گناہ سے ڈرتا ہوں اور گناہ سے باز نہ رہے تو اسے کہتے ہیں کہ جھوٹا ہے اسی طرح سب مقامات میں بڑا فرق ہے پس جو شخص ان چھ وجہوں سے سب مقامات میں جب صادق ہو تب اس کا صدق کامل ہوتا ہے اور اسے صدیق کہتے ہیں اور جو شخص بعض ہی میں صادق ہو اسے صدیق نہیں کہتے مگر جس قدر اس کا صدق ہے اس قدر اس کا درجہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

۱ حاضر ہوتا ہوں حجت کے ساتھ بندہ اور فرمانبردار ہو کر۔

۲ اور ظاہر ہو گا ان کے واسطے اس کی طرف سے جو کچھ وہ گمان نہیں کرتے تھے۔

۳ یعنی جو بندۂ درہم اور دینار ہے وہ ذلیل و خوار ہے۔

چھٹی اصل محاسبہ اور مراقبہ کے بیان میں

اے برادر! اس بات کو معلوم کر کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿ونضع الموازین القسط لیوم القیمتہ فلاتظلم نفس شیئا﴾ یعنی قیامت کے دن ہم ترازو کھڑی کریں گے اور کسی پر ظلم نہ کریں گے جس نے ایک دانہ کے برابر بھی نیکی بدی کی ہوگی اسے ترازو میں تولیں گے اور خلائق کا حساب کرنے کو ہم کافی ہیں جب یہ وعدہ کیا تو لوگوں کو حکم فرمایا ﴿ولتنظر نفس ماقدمت لغد﴾ یعنی اس جہان میں اپنے حساب کو دیکھتے رہیں اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ وہ شخص عاقل ہے جو چار ساعتیں رکھتا ہو ایک ساعت میں اپنا حساب ایک میں خدا سے مناجات ایک میں تدبیر معاش کیا کرے ایک میں ان چیزوں سے آرام لیا کرے جو دنیا میں اسکے واسطے مباح ہیں امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے ﴿حاسبوا انفسکم قبل ان تحاسبوا﴾ یعنی تم خود اپنا حساب کیا کرو قبل ازیں کہ تمہارا حساب کیا جائے اور حق سبحانہ تعالیٰ نے ارشاد کیا ﴿یایھا الذین امنوا اصبرو او صابروا و رابطوا اصبروا﴾ کے یہ معنی ہیں کہ تم صبر کرو اور اپنے نفس اور اپنی خواہش کے ساتھ خوب جہاد کرو تا کہ اچھے اور بہتر ہو جاؤ اور رابطوا کے یہ معنی ہیں کہ اس جہاد میں ثابت قدم رہو پس اہل بصیرت اور بزرگان دین سمجھے کہ اس جہان میں سوداگری کو آئے ہیں اور نفس کے ساتھ ان کا معاملہ ہے اس معاملے کا نفع اور نقصان بہشت اور دوزخ ہے بلکہ سعادت و شقاوت ابدی ہے تو ان حضرات نے اپنے نفس کو شریک تجارت ٹھہرایا اور جس طرح شریک سے پہلے شرط کرتے ہیں پھر اس کی باتوں سے خبردار رہتے ہیں پھر اس سے حساب کرتے ہیں اور اگر اس نے خیانت کی ہو تو اس پر عقوبت اور عتاب کرتے ہیں اسی طرح ان حضرات نے بھی اپنے نفس کے ساتھ چھ مقام مقرر کیے ہیں مشارطہ، مراقبہ، محاسبہ، معاقبہ، مجاہدہ، معاتبہ پہلا مقام مشارطہ ہے۔

اے عزیز! جان تو کہ جس شریک کو مال دیتے ہیں وہ نفع حاصل ہونے میں مددگار رہے مگر شاید رغبت خیانت سے دشمن ہو جائے اور جس طرح شریک سے پہلے شرط کر لینا چاہیے پھر اس کی باتوں سے ہمیشہ خبردار رہنا چاہیے پھر حساب لینے میں مبالغہ کرنا چاہیے اس طرح نفع کے ساتھ بھی یہ معاملات کرنا ضرور ہیں اس واسطے کہ ان معاملات کا نفع ابد تک باقی رہے گا اور معاملات دنیوی کا نفع چند روزہ ہے اور جو چیز باقی نہ رہے وہ عقل مند کے نزدیک بے حقیقت ہوتی ہے بلکہ عقل مندوں نے کہا ہے کہ جو شر باقی رہے وہ اس خیر سے بہتر ہے جو نہ باقی رہے اور چونکہ انفاس عمر میں سے ہر ایک نفس ایک گوہر نفیس ہے کہ اس گوہر کے سبب سے ایک خزانہ پس انداز کر سکتے ہیں تو اس گوہر میں جدوکد اور حساب کتاب کرنا اولیٰ ہے پس عقل مند وہی ہے جو فجر کی نماز کے بعد ساعت بھر اس کام میں دل لگائے اور اپنے نفس سے کہے کہ عمر کے سوا تیرے پاس اور کوئی پونجی نہیں اور جو دم گزر گیا اس کا بدلا نہیں اس واسطے کہ انفاس خدا کے علم میں معدود اور مقرر ہر گز زیادہ نہ ہوں گے اور جب عمر گزر گئی تو تجارت کرنا محال ہے جو کام کرنا ہے ابھی کر لے کہ عرصہ زندگی تنگ ہے' اور آخرت جو زمانہ وسیع ہے وہاں کچھ کام نہیں حق تعالیٰ نے آج نئے سرے سے زندگی عنایت فرمائی اگر رات کو سوتے میں مر جاتا تو یہی آرزو رہتی کہ کاش ایک ہی دن کی مہلت ملتی کہ کچھ تو اپنا کام درست کر لیتے اب خدا نے یہ نعمت دی ہے یعنی زندگی عنایت کی ہے اے نفس کہا مان اس سرمایہ زندگی کو غنیمت جان ضائع نہ کر فردا کے دن ایسا نہ ہو کہ کل کی مہلت نہ ملے اور حسرت ہی حسرت رہے اور آج یہی سمجھ لے کہ تو نے مر کر ایک ہی دن کی مہلت مانگی اور حق تعالیٰ نے مہلت دی اس سے بڑھ کر اور کیا نقصان ہوگا کہ تو تضیع اوقات کرے اور سعادت حاصل کرنے سے محروم رہے حدیث شریف میں ہے کہ فردائے قیامت کو ہر روز و شب کہ چوبیس ساعت کے ہوتے ہیں ان کے عوض چوبیس خزانے بندے کے سامنے رکھ کر ایک خزانے کا

دروازہ کھول لیں گے بندے نے اس ساعت میں جو نیکیاں کی ہیں ان کے سبب سے اس خزانے کو پر نور دیکھے گا' اس سبب سے اس قدر خوشی اور راحت نشاط اور فرحت اس کے دل کو حاصل ہوگی کہ اگر اس میں سے دوزخیوں کو بانٹ دیں تو وہ آتش دوزخ سے بے خبر ہو جائیں وہ خوشی اس سبب سے حاصل ہوگی کہ بندہ جانے گا کہ یہ انوار خدا کے نزدیک اس کی قبولیت کا وسیلہ ہوں گے پھر دوسرے خزانے کا دروازہ کھولیں گے وہ سیاہ اور تاریک ہوگا آمین سے ایسی بدبو آتی ہوگی کہ سب لوگ ناک بند کر لیں گے وہ خزانہ ساعت معصیت ہے اسے دیکھ کر ایسی ہیبت و محنت اس کے دل میں پیدا ہوگی کہ اگر جنتیوں پر تقسیم کی جائے تو سب کو بہشت تلخ ہو جائے ایک خزانہ کا اور دروازہ کھولیں گے وہ خالی ہوگا نہ اس میں نور ہوگا نہ ظلمت یہ خزانہ وہ ساعت ہے جس میں بندے نے نہ کچھ گناہ کیا ہے نہ عبادت اس وقت بندے کے دل میں حسرت و پشیمانی پیدا ہوگی کہ جیسے کوئی شخص بڑی مملکت اور بے انتہا خزانے پر قادر ہو اور اس کی قدر نہ جانے حتیٰ کہ وہ ضائع ہو جائے تمام عمر کی ایک ایک ساعت اسی طرح بندے کے سامنے پیش کریں گے تو آدمی کو کہنا چاہیے کہ اے نفس حق تعالیٰ نے ایسے چوبیس خزانے تیرے سامنے رکھے ہیں خبردار کسی کو خالی نہ چھوڑنا اس واسطے کہ تو اس کی حسرت کی تاب نہ لائے گا اے عزیز جان! بزرگوں نے کہا ہے کہ تو فرض کرے کہ حق تعالیٰ تجھے بخش دے گا لیکن صالحوں کا ثواب اور درجہ تو تجھے نہ ملے گا اور تو اس نقصان کے رنج میں رہے گا پس چاہیے کہ اپنے سب اعضاء کو اس کے سپرد کر کے کہے کہ خبردار زبان کو بچائے رکھنا آنکھ کو نگاہ رکھنا اسی طرح حفت اندام کے بارے میں تاکید کرے کہ ان کی حفاظت کر اس واسطے کہ یہ جو کہا ہے کہ دوزخ کے سات دروازے ہیں وہ دروازے بھی تیرے اعضاء ہیں کہ ہر ایک عضو کے گناہ کی پاداش میں دوزخ میں جانا پڑے گا پس ان اعضاء کے معاصی یاد کر کے اعضاء کو اس سے بچائے رکھے پھر جو اور وظائف اس دن کر سکتا ہے وہ یاد کر کے ان کی رغبت

دلائے اور عزم کرے اور نفس کو دھمکی دے کہ اگر تو میرے کہنے کے خلاف کرے گا تو میں تجھے سزا دوں گا تکلیف پہنچاؤں گا اس واسطے کہ نفس اگر چہ سرکش ہے مگر نصیحت پذیر بھی ہے اور ریاضت اس میں اثر کرتی ہے یہ سب محاسبہ ہے کہ عمل کے پہلے ہوتا ہے جیسا حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ واعلموا ان اللہ یعلم مافی انفسکم فاحذروہ ﴾ (۱) اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ زیرک وہی ہے جو اپنا حساب کرتا رہے اور وہ کام کرے جو موت کے بعد کام آئے اور فرمایا ہے کہ جو کام پیش آئے اس میں غور کر اگر راہ سے ہے تو کر اگر بے راہ ہے تو اس سے دور رہ پس ہر روز صبح کو نفس کو ایسی شرطوں کی حاجت ہے مگر وہ شخص جو ثابت قدم ہو گیا اسے بھی ہر روز ایک نہ ایک کام ایسا پیش آئے گا جس میں نفس کے ساتھ شرط کرنے کی حاجت پڑے دوسرا مقام مراقبہ ہے پاسبانی اور نگہبانی کرنا مراقبے کے معنی ہیں جس طرح کہ اپنی پونجی جب شریک کو سپرد کر کے اس سے شرط کر لیتے ہیں تو شریک سے غافل نہیں رہتے اس کی باتوں سے خبردار رہتے ہیں اسی طرح ہر دم نفس کی خبر رکھنا بھی آدمی کو ضرور ہے اگر اس سے غافل رہے گا تو وہ کاہلی یا شہوت پرستی کے سبب سے پھر اپنی طبیعت پر آ جائے گا اور سرکشی کرنے لگے گا اصل مراقبہ یہ ہے کہ آدمی یقین کر لے کہ حق تعالیٰ کو میرے افعال اور خیالات کی اطلاع ہے خلق تو فقط ظاہری دیکھتی ہے اور حق تعالیٰ ظاہر و باطن دونوں دیکھتا ہے جو یہ سمجھا اور یہ سمجھ اسکے دل پر غالب ہو گئی اس کا ظاہر و باطن دونوں ادب سے آراستہ ہو جائیں گے اس واسطے کہ اگر آدمی اس پر ایمان نہ رکھے گا تو کافر ہے اور اگر ایمان رکھے گا تو اس کے خلاف کرنا بڑی دلیری اور بڑا ڈھیٹ پن ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ الم یعلم بان اللہ یری ﴾ یعنی بندہ کیا یہ نہیں جانتا کہ حق تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حبشی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے بہت گناہ کئے ہیں میری توبہ قبول ہو گی یا نہیں فرمایا قبول ہو گی پھر عرض کیا

کہ یا رسول اللہ جب میں گناہ کرتا تھا اس وقت کیا حق تعالیٰ دیکھ رہا تھا فرمایا ہاں دیکھتا تھا یہ سنتے ہی اس حبشی نے ایک آہ کی اور چیخ مار کر جان بحق تسلیم ہوگیا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ کی بندگی اس طرح کر کہ تو اسے دیکھ رہا ہے اگر تو اسے نہیں دیکھتا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ اے عزیز! جب تک تو یہ جانے گا کہ حق تعالیٰ ہر وقت ساتھ ہے اور ہر حال میں دانا بینا ہے تب تک کام راست درست نہ ہوگا جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے ﴿ ان اللہ کان علیکم رقیبا ﴾ بلکہ کمال یہ ہے کہ ہمیشہ مشاہدے میں رہے اور حق تعالیٰ کو دیکھا کرے۔

حکایت:

ایک پیر صاحب کا کوئی شخص مرید تھا پیر صاحب کو اور مریدوں سے زیادہ اس کی مراعات تھی اور مریدوں کو غیرت آئی پیر صاحب نے ہر مرید کو ایک ایک چڑیا دے کر فرمایا اسے ایسی جگہ ذبح کر لاؤ جہاں کوئی نہ دیکھتا ہو ہر ایک مرید خالی جگہ جا کر اسے ذبح کرلایا مگر وہ مرید اس چڑیا کو زندہ پھیر لایا اور عرض کرنے لگا مجھے ایسی جگہ کہیں نہ ملی جہاں کوئی نہ دیکھتا ہو اس واسطے کہ حق تعالیٰ سب جگہ دیکھتا ہے تب پیر صاحب نے اور مریدوں سے فرمایا کہ اس بات سے تم لوگ اس شخص کا مرتبہ معلوم کرلو کہ یہ ہمیشہ مشاہدے میں رہتا ہے خدا کے سوا اور کسی کی طرف التفات ہی نہیں کرتا جب بی بی زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو خلوت میں اپنی طرف بلایا تو جس بت کی پرستش کرتی تھیں پہلے اس کے منہ پر پردہ ڈال دیا حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا اے زلیخا تو ایک پتھر سے شرم کرتی ہے میں کیا اس سے شرم نہیں رکھتا جو ساتوں آسمان وزمین کا خالق ہے اور دیکھ رہا ہے حضرت جنید قدس سرہ سے ایک شخص نے عرض کیا کہ میں نگاہ بد سے اپنی آنکھ نہیں بچا سکتا کیونکر بچاؤں فرمایا اس طرح کہ تو یہ یقین کرلے کہ جس قدر تو کسی کو دیکھتا ہے اس سے زیادہ حق تعالیٰ تیرے کو دیکھتا ہے حدیث شریف میں ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ بہشت عدن ان

سے لوگوں نے پوچھا کہ تم ایسے کسی شخص کو جانتے ہو جو خلق سے غافل ہو کر اپنے ہی حال میں مشغول ہو گیا ہو کہا ہاں ایک شخص کو جانتا ہوں کہ ابھی آتا ہے حضرت عتبہ الغلام رحمتہ اللہ آئے پوچھا کہ تم نے کسی کو راہ میں دیکھا کہا کسی کو بھی نہیں دیکھا حالانکہ شاہراہ سے ہو کر آئے تھے حضرت یحیی بن زکریا علیہما السلام ایک عورت کی طرف گذرے ہاتھ مار کر اس پر گر پڑے لوگوں نے کہا آپ نے یہ کیا کیا فرمایا کہ میں سمجھا دیوار ہے ایک بزرگ نے کہا ہے کہ میں ایک قوم کی طرف گزرا وہ لوگ تیرا اندازی کرتے تھے اور ایک شخص ان سے بہت دور بیٹھا تھا میں نے چاہا کہ اس سے بات کروں اس نے کہا کہ بات سے ذکر خدا بہتر ہے میں نے کہا اے شخص تو اکیلا ہے بولا نہیں حق تعالی اور دو فرشتے میرے ساتھ ہیں میں نے کہا کہ اس قوم پر کون شخص سبقت لے گیا بولا وہ شخص جسے خدا نے بخش دیا میں نے کہا راہ کدھر سے ہے پس آسمان کی طرف منہ کر کے اٹھ کھڑا ہوا اور چل دیا اور بولا کہ بار خدایا تیرے بہت سے مخلوق تجھ سے باز رکھنے والے ہیں حضرت شبلی حضرت ثوری رحمہما اللہ تعالی کے پاس گئے انھیں مراقبہ میں ایسا ساکن بیٹھے دیکھا کہ ان کے بدن کا رویاں' بھی نہیں ہلتا تھا پوچھا کہ یہ مراقبہ اس سکون کے ساتھ تم نے کس سے سیکھا بولے بلی سے کیونکہ میں نے اسے چوہے کے بل پر چوہے کے انتظار میں اس سے بھی زیادہ ساکن بیٹھے دیکھا عبداللہ ابن حنیف رحمتہ اللہ تعالی کہتے ہیں کہ لوگوں نے مجھ خبر دی کہ شہر صور میں ایک پیر اور ایک جوان ہمیشہ مراقبے میں بیٹھے رہتے ہیں میں وہاں گیا دو شخصوں کو دیکھا قبلے کی طرف منہ کیے بیٹھے تھے میں نے تین بار سلام کیا انھوں نے جواب نہ دیا میں نے کہا کہ تمہیں قسم خدا کی کہ سلام کا جواب تو دو جوان نے سر اٹھا کر کہا کہ اے ابن حنیف دنیا تھوڑی سی ہے اور اس تھوڑی میں سے تھوڑی ہی سی باقی ہے اس تھوڑی سے بہت سا حصہ لے لیا اے ابن حنیف تو بڑا غافل اور مانع ہے کہ ہمارے سلام میں لگا ہے یہ کہہ کر پھر گردن جھکا لی میں بھوکا پیاسا تھا سب بھوک

پیاس بھول گیا ان دونوں بزرگوں نے مجھے بالکل ازخود رفتہ کرلیا میں کھڑا رہا اور ان کے ساتھ ظہر اور عصر کی نماز پڑھی اور عرض کیا کہ مجھے کچھ نصیحت کیجئے کہا اے ابن حنیف ہم مصیبت زدہ ہیں وہ زبان ہی نہیں رکھتے جس سے نصیحت کرتے ہیں تین دن میں وہیں کھڑا رہا انھوں نے اور میں نے نہ کچھ کھایا اور نہ کوئی سویا پھر میں نے اپنے جی میں کہا کہ انھیں خدا کی قسم دلاؤں کہ مجھے کچھ نصیحت کریں اسی جوان نے پھر سر اٹھا کر کہا کہ ایسے شخص کو ڈھونڈھ جس کی زیارت سے تجھے خدا یاد آئے اور اس کی ہیبت تیرے دل میں سمائے اور وہ شخص زبان حال سے تجھے نصیحت کرے زبان قال سے نہیں صدیقوں کے مراقبہ کا یہی حال اور یہی درجہ ہے کہ وہ بالکل حق تعالیٰ میں مستغرق ہو جاتے ہیں دوسرا درجہ پارساؤں اور اصحاب الیمین کا مراقبہ کا یہی حال اور یہی درجہ ہے کہ وہ بالکل حق تعالیٰ میں مستغرق ہو جاتے ہیں دوسرا درجہ پارساؤں اور اصحاب الیمین کا مراقبہ ہے یہ لوگ جانتے ہیں کہ حق تعالیٰ ان کے احوال سے مطلع ہے اور حق تعالیٰ سے شرم کرتے ہیں مگر اس کی عظمت وجلال میں مدہوش اور مستغرق نہیں ہوتے بلکہ اپنے اور عالم کے احوال سے خبردار رہتے ہیں ان لوگوں کی مثل ایسی ہے جیسے کوئی شخص تنہا ایک کام کرتا ہے یا برہنہ ہے اور کوئی لڑکا آجائے وہ شخص اس لڑکے سے شرم کرکے اپنے اختیار سے اپنے آپ کو چھپائے اور اس دوسرے کی مثل ایسی ہے جیسے ناگاہ بادشاہ کسی کے سامنے آجائے اور وہ ہیبت سلطانی سے بےخود اور مدہوش ہو جائے پس جو شخص اس درجہ پر ہو اسے اپنے احوال اور خطروں اور حرکات وسکنات کا مراقبہ اور دھیان کرنا چاہیے اور وہ جو کام کیا چاہتا ہے اسے دو نظروں سے دیکھے پہلی نظر کام کرنے کے پہلے ہوتی ہے بلکہ پہلا خطرہ جو اس کے دل میں آئے اس کو دیکھے بلکہ ہمیشہ دل کا مراقبہ کرتا رہے کہ دل میں کیا خیال پیدا ہوتا ہے اور جو خیال آئے اسے دیکھے اگر خدا کے واسطے ہے تو اسے تمام کرے اور اگر خواہش نفسانی ہے تو باز رہے اور حق تعالیٰ سے شرم کرکے اور خود

ملامت کرے کہ یہ رغبت میرے دل میں کیوں پیدا ہوئی اس کا انجام اور رسوائی اپنے دل میں ٹھہرالے اور سب خیالات کے پہلے یہ مراقبہ فرض ہے اس واسطے کہ حدیث شریف میں ہے کہ جو حرکت وسکون بندہ اپنے اختیار سے کرتا ہے اس میں تین سوال بندہ سے ہوں گے ایک یہ کہ کیوں کیا دوسرا یہ کہ کیونکر کیا تیسرا یہ کہ کس کے واسطے کیا کیوں کیا کے یہ معنی ہیں کہ اس بندہ سے کہیں گے کہ تجھ پر لازم تھا کہ خدا کے واسطے کرتا شہوت نفسانی اور موافقت شیطانی کے واسطے کیوں کیا اگر اس مواخذے سے بندہ بچا اور وہ کام خدا ہی کے واسطے کیا تھا تو اس سے پوچھیں گے کہ تو نے یہ کام کیونکر کیا یعنی ہر کار خیر کے واسطے شرط اور ادب اور علم ہے یہ کام جو تو نے کیا آیا علم کے موافق کیا ہے یا جہل و نادانی سے اس کو آسان سمجھا اگر اس مواخذہ سے بھی بندہ بچا اور شرط کے موافق یہ کام کیا تھا تو پوچھیں گے کہ کس کے واسطے یہ کام کیا تھا یعنی تجھ پر واجب تھا کہ اخلاص کے ساتھ خدا کے واسطے تو کام کرے آیا خدا ہی کے واسطے تو نے یہ کام کیا ہے تا کہ اجر پائے یا ریاء کے واسطے کیا ہے تا کہ خلق سے اجر مانگنے کا تجھے حکم ہو یا دنیا کے واسطے کیا ہے تا کہ ثواب حبط ہو جائے اگر کسی مخلوق کے واسطے کیا ہے تو خالق کے غصے اور عذاب میں تو مبتلا ہوا اس واسطے کہ تجھ سے کہہ دیا تھا ﴿الا للہ الدین الخالص﴾ اور کہہ دیا تھا ﴿ان الذین تدعون من دون اللہ عبادا مثالکم﴾ جو شخص یہ مضمون سمجھے گا وہ اگر عاقل ہے تو مراقبہ دل سے غافل نہ رہے گا اصل یہ ہے کہ آدمی پہلے خطرہ کو دور نہ کرے گا تو اس سے رغبت پیدا ہو گی پھر وہ ہمت ہو جائے گی اس کے بعد قصد ہو کر اعضاء سے صادر ہو گا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ﴿اتق اللہ عند ھمک اذا ھممت﴾ یعنی جس وقت کسی تیرے کام کی ہمت پیدا ہو تو حق تعالیٰ سے ڈر اے عزیز جان تو کہ یہ پہچاننا بہت دشوار اور نایاب علم ہے کہ کون خطرہ خدا کے واسطے ہے اور کون خواہش نفسانی کے لیے ہے جسے اس شناخت کی قوت اور قدرت نہ ہو

اسے چاہئے کہ ہمیشہ کسی عالم باعمل کی صحبت میں بیٹھے تا کہ اس کی صحبت کا نور اس کے دل میں سرایت کرے اور علماء دنیا دار کی صحبت سے خدا کی پناہ مانگا کرے کیونکہ یہ عالم شیطان کے نائب ہیں حق تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے داؤد جس عالم کو محبت دنیا نے مست کر دیا ہو اس سے کچھ نہ پوچھ کہ وہ تجھے میری محبت سے محروم کر دے گا اس واسطے کہ ایسے عالم میرے بندوں کے حق میں راہزن ہیں اور جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ اس شخص کو دوست رکھتا ہے جو شبہہ کی چیز میں تیز اور دور اندیش ہو اور غلبہ شہوت کے وقت اس کی عقل کامل رہے ان ہی دو باتوں میں آدمی کا کمال ہے کہ حقیقت حال کو بصیرت نقاد سے پہچان کر شہوت کو عقل کامل سے دفع کرے یہ دونوں باتیں باہم ملی ہوئی ہیں جسے عقل دافع شہوات نہیں ہوتی اسے بصیرت ناقد شبہات بھی نہیں ہوتی اس واسطے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص گناہ کرتا ہے عقل اس سے ایسی جدا ہو جاتی ہے کہ ہرگز پھر نہیں آتی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا ہے کہ کام تین قسم پر ہیں ایک صاف حق ہے بجالا ایک صاف باطل اسے چھوڑ دے ایک مشتبہ اسے کسی عالم سے پوچھ دوسری نظر وہ مراقبہ ہے جو کام کرتے وقت ہو وہ تین حال سے خالی نہیں یا طاعت ہوگا' یا معصیت' یا مباح' طاعت میں مراقبہ کی یہ صورت ہے کہ اسے اخلاص کے ساتھ کرے اس میں حضور قلب ہو سب آداب نگاہ رکھے اور جو چیز موجب مزید فضلیت ہو اس سے باز نہ رہے اور معصیت میں مراقبہ کی یہ شکل ہے کہ خدا سے شرم رکھے اور توبہ کرے کنارہ دے مباح میں مراقبہ کا یہ انداز ہے کہ باادب رہے خدا کی نعمت میں منعم کو دیکھے اور جانے کہ ہر وقت اس کی درگاہ میں حاضر ہے مثلاً اگر بیٹھے تو ادب سے بیٹھے اگر سوئے تو داہنی کروٹ قبلہ رو سوئے اگر مثلاً کھانا کھائے تو تفکر سے دل غافل نہ ہو اس واسطے کہ تفکر سب اعمال سے افضل ہے کیونکہ ہر ایک طعام کی صورت اور رنگ و بو اور مزہ اور شکل میں کتنی عجیب عجیب صنعتیں ہیں

علی ہذا القیاس آدمی کے اعضاء میں جو اس طعام کو کام میں لاتے ہیں جیسے انگلیاں منہ دانت حلق معدہ جگر مثانہ اور جو اعضاء قبول طعام کے واسطے ہیں اور جو اعضاء اس کی حفاظت کے واسطے ہیں تا کہ ہضم ہو جائے اور جو عضو بھوک دور کرنے کے واسطے ہے یہ سب عجائب صنع الٰہی ہیں ایسی چیزوں میں تفکر کرنا بڑی عبادت ہے یہ درجہ علماء کا ہے بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جب یہ عجیب عجیب صنعتیں دیکھتے ہیں تو عظمت صانع کی طرف ترقی کرتے ہیں اور اس کے جلال و جمال اور کمال میں مستغرق ہو جاتے ہیں یہ موحدوں اور صدیقوں کا درجہ ہے اور بعض لوگ کھانے کو غصہ کی نظر سے دیکھ کر برخلاف خواہش مکروہ جانتے ہیں اور بقدر ضرورت کھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کاش ہمیں اس کی بھی حاجت نہ ہوتی اور یہ جو کھانے کی ضرورت ہے اس میں تفکر کرتے ہیں یہ زاہدوں کا درجہ ہے اور بعض لالچی لوگ نظر شوق سے کھانے کو دیکھتے ہیں اور اسی خیال میں رہتے ہیں کہ کیونکہ پکائیں کہ بہتر اور خوش مزہ پکے جو بہت سا چکھ جائیں پھر پکوان اور پکانے والے اور کھانے اور میوے کا عیب بھی کرتے ہیں اتنا نہیں جانتے کہ یہ سب چیزیں خدا کی صنعت ہیں اور صنعت کا عیب کرنا صانع کا عیب کرنا ہے یہ اہل غفلت کا درجہ ہے سب مباحات میں اس طرح کے درجے پیش آتے ہیں تیسرا مقام وہ محاسبہ جو عمل کے بعد کرتے ہیں چاہیے کہ شب کو سوتے وقت بندہ تمام دن کا حساب اپنے نفس کے ساتھ کرے تا کہ معلوم ہو کہ سرمایہ میں کس قدر نفع اور نقصان ہوا فرائض تو سرمایہ ہے اور نوافل اس کا نفع اور جس طرح شریک تجارت سے حساب لینے میں مبالغہ کرتے ہیں کہ نقصان نہ ہو جائے اس طرح اپنے نفس سے بھی بہت جانچ کرنا چاہیے کیونکہ وہ بڑا طرار اور مکار اور حیلہ انگیز ہے اور اپنی غرض کو تیرے سامنے طاعت کے حساب میں گنتا ہے تا کہ تو یہ سمجھے کہ یہ بھی نفع ہے اور وہ نقصان ہوتا ہے بلکہ سب مباحات میں نفس سے حساب لینا چاہیے کہ تو نے یہ کیوں کیا اور کس کے واسطے کیا اگر اپنے نفس سے کچھ

قصور دیکھے تو اس عمل کو اپنے نفس پر رکھے اور اس سے تاوان مانگے ابن الصمہ ایک بزرگ تھے انھوں نے اپنی عمر کا حساب کیا تو ساٹھ برس ہوئے دنوں کا حساب کیا تو اکیس ہزار چھ سو دن ہوے کہنے لگے کہ افسوس اگر ہر دن ایک گناہ ہوا ہے تو اکیس ہزار چھ سو گناہوں سے کیونکر میری رہائی ہوگی خصوصاً جب کوئی ایسا دن ہو جس میں ہزار گناہ سرزد ہوئے ہوں پس ایک چیخ مار کر گر پڑے لوگوں نے دیکھا وہ مردہ پڑے ہیں مگر آدمی اپنے نفس سے غافل ہے کہ اپنا حساب نہیں کرتا جو گناہ وہ کرتا ہے اس میں ہر گناہ پیچھے اگر ایک ایک پتھر کسی گھر میں ڈالے تو تھوڑے عرصے میں وہ گھر پتھروں سے بھر جائے اگر کراماً کاتبین اس سے گناہ لکھنے کی مزدوری مانگتے تو اس کا سب مال خرچ ہو جاتا اور اگر غفلت کے ساتھ چند بار سبحان اللہ کہا چاہتا ہے تو تسبیح ہاتھ میں لے کر گنتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے سو بار کہا اور تمام دن جو بے ہودہ بکواس کرتا ہے اس کی گنتی کے واسطے کوئی چیز ہاتھ میں نہیں رکھتا تا کہ معلوم ہو کہ بے ہودہ باتیں ہزار سے زیادہ بکیں پھر یہ جو امید رکھے کہ نیکی پلہ بھاری ہو گیا تو یہ اس کی حماقت ہے اس واسطے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ قبل اس کے کہ تمہارے اعمال تولے جائیں تم خود اپنے اعمال کو تولو امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب رات کو تشریف لاتے تو اپنے پاؤں پر درہ مارتے اور کہتے کہ آج تو نے کیا کیا ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی وفات کے وقت فرمایا کہ عمر سے زیادہ کوئی میرا دوست نہیں پھر فرمایا کہ اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نے کیا کہا میں نے کہا کہ اے صدیق آپ نے فرمایا کہ عمر سے زیادہ کوئی میرا دوست نہیں فرمایا نہ عمر سے زیادہ کوئی مجھے عزیز ہے تو جناب صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اتنی ہی بات کا حساب کیا چونکہ راست نہ تھی فوراً اس کا تدارک کر لیا ابن سلام رحمتہ اللہ تعالیٰ نے لکڑیوں کا گٹھا اپنی گردن پر رکھا لوگوں نے کہا کہ یہ کام

غلام کرتے ہیں فرمایا کہ میں اپنے نفس کو آزماتا تھا کہ اس کام میں کیسا رہتا ہے
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کو میں نے دیوار کی آڑ سے ایک باغ میں دیکھا اپنے نفس سے آپ کہتے تھے کہ واہ
واہ لوگ تجھے امیر المومنین کہتے ہیں واللہ تو خدا سے نہیں ڈرتا اس کے عذاب میں مبتلا
ہونے پر مہیا رہ حسن رحمتہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ نفس لوامہ وہ ہے جو خود کو کو ملامت
کرتا ہے کہ تو نے فلانا کام کیا اور فلانا کھانا کھایا کیوں کھایا اور خود کو اس بات پر
ملامت کرتا ہے تو گذشتہ کاموں کا حساب کرنا ضروریات سے ہے چوتھا مقام معاقبہ
نفس ہے اے عزیز جان تو کہ جب حساب نفس سے تو غافل رہے گا اور قصور کرے گا
اور اسے اپنے حال پر چھوڑ دے گا تو وہ دلیر اور ڈھیٹ اور تیز ہو جائے گا پھر اسے
روکنا مشکل ہوگا بلکہ جو برا کام اس نے کیا ہو اس پر اسے سزا دینا چاہیے اگر شبہہ کی
کوئی چیز اس نے کھائی ہو تو بھوکا رکھ کر اسے سزا دے اگر کسی نامحرم کو اس نے دیکھا
ہو تو نہ دیکھنے اور آنکھ بند رکھنے سے اسے سزا دے اسی طرح سب اعضاء کے حرکات
سکنات کو قیاس کر لے اگلے بزرگوں نے ایسا ہی کیا ہے ایک عابد نے کسی عورت پر
ہاتھ ڈالا تھا پھر اپنے ہاتھ کو آگ میں رکھ کر جلا دیا بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا مدت
تک صومعہ میں رہا ایک عورت نے خود کو اس عابد کے سامنے پیش کیا اس کے پاس
آنے کے واسطے عابد نے صومعہ کے باہر پاؤں رکھا پھر خدا سے ڈر کر توبہ کی اور چاہا
کہ صومعہ میں پھر جائے پھر اپنے جی میں کہا کہ نہیں یہ پاؤں جو گناہ کے واسطے باہر
نکلا یہ صومعہ کے اندر نہ آنے پائے اس پاؤں کو باہر رہنے دیا حتیٰ کہ جاڑے کی اوس
گرمی کی دھوپ سے وہ پاؤں خراب ہو گیا اور گل کر اس کے بدن سے گر گیا حضرت
جنید قدس سرہ کہتے ہیں کہ ابن الکرینی کہتے تھے کہ ایک رات مجھے احتلام ہو گیا میں
نے چاہا کہ اس وقت غسل کروں جاڑے کی رات تھی میرے نفس نے غسل کرنے
میں کاہلی کی اور کہا کہ خود کو ہلاک نہ کر ٹھہر جا صبح کو حمام میں جا کر نہا لینا میں نے قسم

ومباہات کرتا ہے پھر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اپنا توشہ اس شخص سے لے لو سب صحابہ جاتے تھے اور کہتے تھے کہ اے شخص ہمارے واسطے دعا کرو وہ ایک ایک کے واسطے دعا کرتا تھا پھر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی کہ بارخدایا تقوی کو ان کے واسطے زادراہ کر اور سبھوں کو راہ راست پر رکھ رسول مقبول ﷺ نے دعا کی کہ بارخدایا اسے روک یعنی جو دعا بہتر ہو وہ اس کی زبان پر جاری کر تب وہ شخص یہ دعا کرنے لگا کہ بارخدایا بہشت کو ان کا مقام کر مجمع نام ایک بزرگ تھے انھوں نے ایک مرتبہ کسی چھت کی طرف دیکھا ایک عورت نظر پڑی عہد کیا کہ اب کبھی آسمان کی طرف بھی نہ دیکھوں گا حضرت آصف ابن قیس رحمتہ اللہ تعالیٰ رات کو چراغ لیتے اور ہر گھڑی چراغ کی ٹیم پر انگلی رکھتے اور اپنے نفس سے کہتے کہ فلانے دن فلان کام تو نے کیوں کیا اور فلانی چیز کیوں کھائی غرضیکہ احتیاط والے لوگ ایسے تھے اس واسطے کہ جانتے تھے کہ نفس سرکش ہے اگر ہم عقوبت نہ کریں گے تو یہ غلبہ کرے گا اور ہم ہلاک اور تباہ ہو جائے گے نفس پر ہمیشہ سیاست کیا کرتے تھے پانچواں مقام مجاہدہ ہے۔

اے عزیز! جان تو کہ بعضے بزرگوں نے جب اپنے نفس کو بہت کاہلی کرتے دیکھا تو اس طرح اسے سزا دی کہ تنبیہ اور سیاست کے واسطے بہت سی عبادت اس پر لازم کر دی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ حال تھا کہ جماعت کے ساتھ جب ان کی ایک نماز فوت ہو جاتی تو ایک شب بھر نہ سوتے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک نماز جماعت فوت ہوگئی اس کے کنارے میں زمین صدقہ کی کہ دو لاکھ درہم اس کی قیمت تھی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مغرب کی نماز میں تاخیر ہوگئی حتی کہ دو تارے نکل آئے اس کے کنارے میں انھوں نے دو بندے آزاد کیے اور ایسی بہت سی حکایتیں ہیں جب عبادت میں نفس تندہی نہ کرے تو اس کا علاج یہ ہے کہ آدمی کسی صاحب ریاضت کی خدمت میں رہے تا کہ اس کی ریاضت

دیکھ دیکھ کر اسے بھی رغبت پیدا ہوا ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں جب ریاضت میں کاہل ہو جاتا ہوں تو حضرت ابن واسع کو دیکھتا ہوں انھیں دیکھنے سے میرے دل میں ہفتے بھر رغبت عبادت باقی رہتی ہے پس کوئی صاحب ریاضت نہ ملے تو ریاضت کرنے والوں کے حالات اور حکایات دیکھنا سننا چاہئے ہم بعضوں کا تھوڑا سا حال یہاں لکھتے ہیں حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ تعالیٰ روٹی نہ کھاتے تھے رات کو پانی میں آٹا گھول کر پی لیتے تھے اور کہتے تھے کہ آٹا گھول کر پی لینے میں روٹی کھانے کی بہ نسبت اتنی مہلت ملتی ہے کہ آدمی پچاس آیتیں پڑھ سکے پھر میں اتنا وقت کیوں ضائع کروں ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ تمہاری چھت میں یہ دھنی کب سے ٹوٹی ہے کہا تیس برس سے میں یہاں رہتا ہوں مگر چھت کی طرف نہیں دیکھا بے فائدہ کسی طرف دیکھنے کو بزرگوں نے مکروہ جانا ہے احمد ابن رزین رحمتہ اللہ تعالیٰ فجر کی نماز کے بعد سے عصر کی نماز تک بیٹھے رہتے اور کسی طرف نگاہ نہ اٹھاتے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کیوں بیٹھے رہتے ہیں کہا حق تعالیٰ نے آنکھیں اس واسطے دی ہیں کہ بندہ اس کی عجیب عجیب صنعتوں اور قدرتوں کو دیکھا کرے اور جو شخص ان چیزوں کو نظر عبرت سے نہ دیکھے گا اس کے نام ایک خط لکھی جائے گی حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ فقط تین چیزوں کے واسطے زندگی کو میں دوست رکھتا ہوں ایک یہ کہ بڑی بڑی راتوں میں سجدے کیا کروں دوسرے یہ کہ بڑے بڑے دنوں میں پیاسا رہا کروں تیسرے یہ کہ ایسے لوگوں کی صحبت میں حاضر رہا کروں جن کی سب باتیں پاکیزہ اور سراپا حکمت ہوں حضرت علقمہ ابن قیس رحمتہ اللہ تعالیٰ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ اپنے نفس کو اتنی تکلیف میں کیوں رکھتے ہیں کہا اس دوستی کے سبب سے جو نفس کے ساتھ رکھتا ہوں اسے عذاب دوزخ سے بچاتا ہوں لوگوں نے کہا کہ تکالیف آپ پر واجب نہیں ہیں کہا جو کچھ ہو سکتا ہے کرتا ہوں تا کہ فردائے قیامت کو کچھ حسرت نہ باقی رہے کہ یہ کام کیوں نہ کیا حضرت جنید قدس سرہ فرماتے

ہیں کہ سری سقطی رحمہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ کسی میں میں نے عجیب بات نہیں دیکھی کہ ان کی عمر اٹھانوے برس کی ہوئی کبھی کسی نے ان کا پہلو زمین پر نہیں دیکھا مگر مرتے وقت حضرت ابو محمد جریری سال بھر مکہ معظمہ میں رہے نہ بات کی نہ سوئے نہ پیٹھ لگائی نہ پاؤں پھیلائے حضرت ابو بکر کتانی قدس سرہ نے ان سے پوچھا کہ اتنی بڑی ریاضت تم کیونکر کر سکے کہا کہ اس سمجھ کی بدولت جو مجھے صدق باطن سے حاصل ہے اس نے میرے ظاہر کو اس ریاضت کی قوت دی ایک بزرگ کہتے ہیں کہ فتح موصلی رحمتہ اللہ تعالیٰ کو میں نے دیکھا کہ روتے ہیں اور آنکھوں سے اشک خون آمیز رواں ہوتے ہیں میں نے پوچھا یہ کیا حال ہے فرمایا کہ مدت تک اپنے گناہوں پر پانی رویا اب ان آنسو پر جو بے اخلاص نکلے ہوں خون روتا ہوں انتقال کے بعد لوگوں نے انھیں خواب میں دیکھا پوچھا کہ حق تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا فرمایا کہ اس گریہ وزاری کے سبب سے حق تعالیٰ نے مجھے عزت و بزرگی عنایت فرمائی اور ارشاد کیا کہ اپنی عزت کی قسم کہ چالیس برس گزرے کہ فرشتے جو تیرا نامہ اعمال لائے اس میں کوئی خطا نہ تھی حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ تعالیٰ سے لوگوں نے کہا کہ اگر آپ ڈاڑھی میں کنگھی کیجئے تو کیا ہو فرمایا کہ اگر کنگھی کرنے میں مشغول ہوں تو غافلوں میں داخل ہو جاؤں حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے راتوں کو عبادت کے واسطے تقسیم کیا تھا فرماتے کہ آج رکوع کی رات ہے اور ایک ہی رکوع میں صبح کر دیتے اور فرماتے کہ آج سجدے کی رات ہے اور ایک ہی سجدے میں صبح کر دیتے حضرت عتبتہ الغلام رحمتہ اللہ تعالیٰ کثرت ریاضت کی وجہ سے کوئی خوش مزہ کھانا پینا نہ کھاتے پیتے ان کی ماں نے براہ شفقت مادری کہا کہ بیٹا اپنے اوپر رحم کر عرض کیا کہ اے مادر مشفقہ خداوند کریم کا رحم چاہتا ہوں چند روز تھوڑا سا رنج کھینچ لوں اور ابد الاباد خدا کی رحمت و راحت میں رہوں حضرت ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھنے گیا صبح کو نماز میں

مشغول تھے جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے اپنے جی میں کہا کہ اگر میں بات کروں گا تو ان کی تسبیح میں خلل پڑے گا میں نے صبر کیا وہ اسی طرح بیٹھے رہے جگہ سے نہ اٹھے حتیٰ کہ وہیں ظہر کی اور عصر کی نماز پڑھی یہاں تک کہ دوسرے دن فجر کی نماز وہیں ادا کی اس وقت ان کی آنکھ ذرا جھپک گئی جب نیند سے چونکے تو کہنے لگے کہ بار خدایا میں بہت سونے والی آنکھ اور بہت کھانے والے پیٹ سے تیری پناہ مانگتا ہوں میں نے اپنے جی میں کہا کہ مجھے یہی کافی ہے پھر میں نے کچھ نہ کہا اور پھر آیا حضرت ابوبکر عباس نے چالیس برس زمین پر پہلو نہیں رکھا پھر ان کی آنکھوں میں سیاہ پانی اتر آیا بیس برس تک اپنے گھر والوں سے چھپایا پانچ سو رکعت نماز روز ان کا ورد تھا اور جوانی میں ہر روز تیس ہزار بار قل ہو اللہ احد پڑھا کرتے تھے کز رابن وبرہ رحمتہ اللہ تعالیٰ ایک ابدال تھے ان کی یہ ریاضت تھی کہ ہر دن میں تین ختم قرآن کرتے لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ نے بڑی تکلیف اپنے اوپر گوارا کی پوچھنے لگے کہ دنیا کی کتنی عمر ہے لوگوں نے کہا کہ سات ہزار برس پھر پوچھا کہ بھلا قیامت کا دن کتنا بڑا ہے لوگوں نے کہا کہ پچاس ہزار برس کہنے لگے کہ بھلا وہ کون آدمی ہوگا جو پچاس دن آسائش پانے کے واسطے سات دن رنج نہ کھینچے یعنی اگر میں سات ہزار برس جیوں اور فقط قیامت کے ایک دن کے واسطے محنت اور ریاضت کروں تو بھی کم ہے تو مدت ابد کا کیا ذکر جو نہایت ہی نہیں رکھتی خصوصاً میری اس تھوڑی سی عمر کی بہ نسبت۔ حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ایک رات میں بی بی رابعہ بصری قدس سرہا کے پاس گیا وہ عبادت گاہ میں گئیں اور صبح تک نماز پڑھتی رہیں اور میں اس گھر کے ایک گوشہ میں صبح تک نماز پڑھتا رہا پھر میں نے ان سے کہا کہ ہم خدا کا شکر کیونکر کریں کہ اس نے ہمیں تمام شب نماز پڑھنے کی توفیق دی کہا اس طرح شکر کرنا چاہیے کہ کل ہم روزہ رکھیں محنت و ریاضت کرنے والوں کے یہ حالات تھے اور ایسی بہت حکایتیں ہیں کہ انھیں نقل کرنا موجب طوالت ہے احیاء العلوم میں

بہت سی حکایتیں نقل کی ہیں کہ بندہ اگر چہ ریاضات نہ کر سکے بارے اگلے بزرگوں کے حال سن کر اپنا قصور تو پہچانے اور رغبت خیر اس میں پیدا ہو اور اپنے نفس کے ساتھ مقابلہ تو کر سکے چھٹا مقام نفس پر عتاب کرنا اور اسے جھڑکنا ہے۔

اے عزیز! جان تو کہ حق تعالیٰ نے نفس کو ایسا پیدا کیا ہے کہ خیر سے گریزاں اور شر سے آویزاں رہتا ہے شہوت رانی اور کاہلی کرنا اس کی طبیعت اور خاصیت ہے اور تجھے یہ حکم فرمایا ہے کہ نفس کی عادت چھڑا اور بے راہی سے اسے راہ پر لگا اور نفس کی درستی سختی سے ہوسکتی ہے کبھی نرمی سے کبھی کردار سے کبھی گفتار سے کیونکہ اس کی طبیعت میں یہ بات پیدا کی ہے کہ جب کسی کام میں اپنی بھلائی دیکھتا ہے تو اس کام کا قصد کرتا ہے اگر چہ اس کام میں رنج و تکلیف ہو مگر اس رنج و تکلیف پر صبر کرتا ہے لیکن اکثر جہل و غفلت اس کے واسطے آڑ ہوتی ہے آدمی جب اسے خواب غفلت سے بیدار کرتا ہے اور صاف آئینہ اس کے سامنے دھرتا ہے تو وہ قبول کر لیتا ہے اس واسطے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ وذکر فان الذکری تنفع المومنین ﴾ آدمی کا نفس بھی اوروں کے نفس کے مثل ہے کہ پند و نصیحت اس میں اثر کرتی ہے پس پہلے اسے نصیحت اور عتاب کرنا چاہیے بلکہ کسی وقت اس پر عتاب کرنا موقوف ہی نہ کرے اور اس سے کہتا رہے کہ اے نفس تو زیرکی کا دعوی کرتا ہے اگر کوئی تجھے احمق کہتا ہے تو تو برا مانتا ہے اور غصہ کرتا ہے اور تجھ سے زیادہ کوئی احمق نہیں اس واسطے کہ اگر کسی شخص کے انتظار میں کوئی لشکر در شہر پر ٹھہرا ہو اور اس شخص کو پکڑ لانے کے واسطے کوئی آدمی بھیجا ہو کہ اسے اپنے ساتھ لے جا کر ہلاک کریں اور ایسے وقت میں وہ شخص کھیل میں مشغول ہو تو اس سے زیادہ کوئی احمق نہیں اے نفس مردوں گا لشکر در شہر پر تیرا منتظر ہے اور اس نے عہد کر لیا ہے کہ جب تک تجھے ساتھ نہ لے گا تب تک کوچ نہ کرے گا اور جنت اور دوزخ تیرے واسطے پیدا ہوئی شاید کہ آج ہی وہ لشکر تجھے اپنے ساتھ لے لے اور بالفرض اگر آج تجھے ساتھ نہ لیا تو ایک نہ ایک دن ضرور

ساتھ لے گا تو جوامر ہونے والا ہے اسے ہوا سمجھ اس واسطے کہ موت نے کسی کے ساتھ کوئی وقت نہیں بدا ہے کہ میں رات کو آؤں گی یا دن کو جلدی آؤں گی یا دیر کو جاڑے میں آؤں گی یا گرمی میں سب کو اچانک موت لیتی ہے اور ایسے وقت موت آتی ہے جب آدمی نہایت مطمئن ہوتا ہے پس اگر تو مرنے پر مہیا نہ رہے گا تو اس سے زیادہ کیا حماقت ہے اے نفس افسوس کی بات ہے کہ تمام دن تو گناہ میں مشغول رہتا ہے اگر تو جانتا ہے کہ حق تعالیٰ تیرے گناہ نہیں دیکھتا تو کافر ہے اور اگر جانتا ہے کہ وہ تیرے گناہ دیکھتا ہے تو تو بڑا ڈھیٹ اور بے حیا ہے کہ اس کے مطلع ہونے سے کچھ باک نہیں رکھتا اے نفس ذرا غور تو کر کہ اگر تیرا کوئی غلام تیری نافرمانی کرتا ہے تو تجھے اس پر کس قدر غصہ آتا ہے پھر حق تعالیٰ کے غصے سے تو کس بات پر مطمئن اور ایمن ہے اگر تو اس بھلاوے میں بھولا ہے کہ میں عذاب الٰہی سہنے کی طاقت اور قدرت رکھتا ہوں تو ذرا اپنی انگلی چراغ پر رکھ کر یا ساعت بھر کڑی دھوپ میں بیٹھ کر یا گرم حمام میں ٹھہر کر دیکھ تا کہ تجھے اپنی بے چارگی اور عاجزی کا حال معلوم ہو جائے اور اگر تو یہ سمجھا ہے کہ جو کچھ میں کرتا ہوں اس کے موخذاہ میں نہ پکڑا جاؤں گا تو قرآن شریف اور ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کا منکر ہے اور سب کو جھوٹا جانتا ہے اس واسطے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ ومن یعمل سوء یجزبہ ﴾ یعنی جو برا کام کرے گا بری سزا پائے گا اے نفس شاید تو یہ کہے کہ خدا کریم و رحیم ہے مجھ پر عذاب نہ کرے گا تو اس کا جواب گوش ہوش سے سن کہ وہ کریم و رحیم دنیا میں لاکھوں آدمیوں کو بھوکوں کیوں مارتا ہے بیمار کیوں ڈالتا ہے خدا کریم و رحیم ہے تو آدمی بے بوئے کھیت کاٹ کیوں نہیں لیتا اے نفس خدا تو کریم و رحیم ہے پھر جب تجھے خواہش ہوتی ہے تو زر و مال پیدا کرنے کے واسطے تمام دنیا کے حیلے اور تدبیریں تو کیوں کرتا ہے اس وقت کیوں نہیں کہتا کہ خدا کریم و رحیم ہے میں تکلیف نہ کروں وہ خود میرے کام بنا دے گا اے نفس تھوک ہے تیری اوقات پر اب تو یہی کہے گا کہ ہاں میں ہارا تم جیتے

جیسا تم کہتے ہو واقعی ایسا ہی ہے مگر میں کیا کروں کہ تکلیف اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا ہوں اور بے وقوف تو اتنا نہیں جانتا ہے کہ جو بڑا رنج اور بڑی تکلیف نہیں اٹھا سکتا اس پر ذرا سا رنج اور ذرا سی تکلیف سہنا فرض ہے تا کہ فردائے قیامت کو دوزخ کے رنج و تکلیف سے چھوٹے اس واسطے کہ جو شخص رنج نہیں کھینچتا وہ رنج سے نہیں چھوٹتا جب آج تو اتنا سا رنج اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا تو فردائے قیامت کو عذاب دوزخ اور ذلت و خواری اور دوت و بک لعنت ملامت کے اتنے بڑے رنج کی تاب کیونکر لائے گا اور رومال کی تلاش میں تو اس کثرت سے رنج و مذلت کھینچتا ہے اور تندرست ہونے کے واسطے ایک یہودی طبیب کے کہنے سے سب خواہشوں کو چھوڑ دیتا ہے تو اتنا نہیں جانتا کہ دوزخ مفلسی اور بیماری سے زیادہ سخت ہے اور مدت آخرت عمر دنیا سے زیادہ دراز ہے بچہ شاید تم کہو کہ میں اس خیال میں ہوں کہ توبہ کرلوں گا اور ان کاموں سے بہتر کام کرنے لگوں تو ہم کہتے ہیں کہ شاید جب تک تو توبہ کرے تب تک ناگاہ موت آ جائے اور حسرت کے سوا اور کچھ تیرے ہاتھ نہ لگے اے نفس اگر تو جانتا ہے کہ آج کی بہ نسبت کل توبہ کرنا مجھ پر بہت آسان ہوگا تو تیری جہالت اور نادانی ہے تو جس قدر تاخیر کرے گا اس قدر توبہ کرنا تجھ پر دشوار ہوگا پھر جب موت قریب آ جائے گی تو اس وقت توبہ کرنا ایسا ہے جیسے چڑھائی پر چڑھتے وقت چارپایہ کو جو کھلانے سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا یعنی اگر پہلے سے اسے جو کھلائے جائے تو اسے طاقت ہوتی وقت پر کھلانے سے کیا طاقت ہوگی او نفس اس صورت میں تیری مثل اس شخص کی سی ہوگی جو طالب العلمی کو نکلے اور سستی کرے کہ جس دن اپنے وطن کو مراجعت کرنے لگوں گا محنت کر کے علم سیکھ لوں گا اور اتنا نہ سمجھے کہ علم سیکھنے کو بڑا زمانہ چاہیے اور نفس پر خباثت اس طرح تجھ کو بھی زمانہ دراز تک محنت اور ریاضت کی گھریا میں اوٹنا چاہیے تا کہ پاک صاف ہو کر انس و محبت اور معرفت الٰہی کے درجے کو پہنچے اور راہ خدا کی سب گھاٹیاں طے کر جائے جب تمام عمر گزر گئی اور

ضائع ہو چکی تو پھر بے مہلت یہ ریاضت کیونکر کر سکے گا پیری کے پہلے جوانی کو بیماری کے پہلے تندرستی کو شغل کے پہلے فارغ البالی کو موت کے پہلے زندگی کو تو کیوں نہیں غنیمت جانتا اونفس بھلا گرمی کے موسم میں جاڑے کے واسطے جڑاول تو کیوں بنا رکھتا ہے خدا کے فضل و کرم پر بھروسا کیوں نہیں کرتا آخر زمہریر دوزخ کی سردی چلہ کے جاڑوں سے اور دوزخ کی گرمی جیٹھ بیساکھ کی گرمی سے کچھ کم نہیں دنیا میں جاڑے گرمی کا سامان درست کرنے میں تو کچھ قصور نہیں کرتا اور آخرت کا کام بنانے میں تقصیر کرتا ہے ہو نہ ہو اس کا یہی سبب ہے' کہ تو آخرت اور روز قیامت کا ایمان ہی نہیں رکھتا اور یہ کفر و انکار اپنے باطن میں رکھتا ہے اور اپنے اوپر بھی پوشیدہ کرتا ہے او نادان یہ تیری ہلاکت اور خرابی کا سبب ہوگا اونفس سن جو تو یہ سمجھتا ہے کہ نور معرفت سے جو میں پناہ نہ لوں گا تو بھی مرنے کے بعد آتش شہوت میری جان میں نہ لگے گی اس کی مثل اس شخص کی سی ہے جو سمجھے کہ میں جبہ نہ پہنوں گا تو بھی خدا کے فضل سے چلے کے جاڑوں میں سردی میرے جسم تک نہ پہنچے گی یہ شخص اتنا بڑا بے وقوف ہے کہ اس قدر نہیں سمجھتا کہ خدا کا فضل یہی ہے کہ جب جاڑا پیدا کیا تو اسے جبہ بنانے کا طریقہ بھی بتا دیا اور جبے کا سامان بھی مہیا کر دیا اس کا نام فضل نہیں کہ جبے کے بغیر سردی نہ معلوم ہو اونفس خبردار یہ گمان نہ کرنا گناہ کے سبب سے تجھ پر اس واسطے عذاب ہوگا کہ حق تعالیٰ کو تیری نافرمانی سے غصہ آئے گا تا کہ تو یہ کہنے لگے کہ میرے گناہ سے حق تعالیٰ کا کیا نقصان ہے اس لیے کہ عذاب اس وجہ سے نہ ہوگا بلکہ تیری شہوت ہی سے تجھ میں آتش دوزخ پیدا ہوتی ہے جس طرح زہر یا بری چیزیں کھانے سے آدمی کے بدن میں بیماری۔ یہ بات نہیں ہے کہ تیری نافرمانی کے سبب سے طبیب تجھ سے خفا ہوتا ہے اس وجہ سے تجھ میں بیماری پیدا ہو جاتی ہے اونفس تف ہے تیری اوقات پر کہ دنیا کی نعمت اور لذت میں تو پھنس رہا اور اس پر دل سے عاشق ہو گیا اس واسطے کہ اس کے سوا تیری غفلت کا اور کوئی سبب نہیں معلوم ہوتا

زمین پر اور کوئی بھی آپ کے مثل ہے فرمایا ہاں ہے جس شخص کا کلام بالکل ذکر ہو اور خاموشی بالکل فکر ہو اور نظر بالکل عبرت ہو وہ میرے مثل ہے حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجمعین نے فرمایا کہ عبادت میں سے تم اپنی آنکھوں کو حصہ دو لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیونکر فرمایا اس طرح پر کہ مصحف میں دیکھ کر کلام اللہ پڑھا کرو اور اس کے معنی میں تفکر کیا کرو اور اس کے عجائبات سے عبرت لیا کرو حضرت ابوسلیمان دارانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ دنیا میں تفکر کرنا حجاب آخرت ہے اور آخرت میں تفکر کرنے کا ثمرہ حکم اور دلوں کی زندگی ہے حضرت داؤد طائی رحمتہ اللہ تعالیٰ ایک رات چھت پر چڑھے ہوئے ملکوت آسمان میں تفکر کر کر کے رو رہے تھے روتے روتے پڑوسی کے گھر میں گر پڑے پڑوسی نے اٹھ کر تلوار سنبھالی اور سمجھا کہ چور کو داجب دیکھا کہ حضرت داؤد طائی ہیں تو پوچھنے لگا کہ آپ کو کس نے گرا دیا فرمایا میں بے خبر تھا مجھے نہیں معلوم۔

حقیقت تفکر

اے عزیز! جان تو کہ طلب علم تفکر کے معنی ہیں اور جو علم فی البدیہہ نہ معلوم ہو اسے طلب کرنا چاہیے اور اسے جاننا اور دریافت کر لینا ممکن نہیں مگر اس طرح پر کہ اور دو معرفتوں کو جمع کریں اور ان دونوں میں تالیف کریں تا کہ جفت ہو جائیں اور ان دونوں معرفتوں میں سے تیسری معرفت پیدا ہو جس طرح نر مادہ سے بچہ پیدا ہوتا ہے وہ دونوں معرفتیں اس تیسری معرفت کی دو اصلوں کے مانند ہیں پھر اس تیسری معرفت کو اور کسی معرفت کے ساتھ جمع کریں تا کہ اس سے چوتھی معرفت پیدا ہو اسی طرح ایک معرفت کو دوسری معرفت میں ملاتے جانا نسل علوم کو بے نہایت بڑھانا ہے جو شخص اس طریقہ سے علوم نہیں حاصل کر سکتا اس کا سبب ہوتا ہے کہ جو علوم اصل ہیں ان کی طرف وہ راہ نہیں پاتا اس کی مثل ایسی ہوتی ہے جیسے کوئی شخص سرمایہ نہ رکھتا ہو تو وہ سوداگری کیونکر کرے گا اور اگر اصل علوم تو جانتا ہے مگر ایک علم کو دوسرے کے

ساتھ جمع کرنا نہیں جانتا اس کی مثل ایسی ہے جیسے کوئی سرمایہ تو رکھتا ہے مگر سوگرداری نہیں کرسکتا اس کی حقیقت کی تفصیل دراز ہے اس ایک مثال میں ہم بیان کرتے ہیں کہ مثلاً کوئی شخص جاننا چاہے کہ دنیا سے آخرت بہتر ہے تو وہ یہ نہیں جان سکتا تاوقتیکہ دو باتیں نہ جانے ایک یہ بات جان لے کہ باقی فانی سے بہتر ہے دوسری یہ بات جان لے کہ آخرت باقی ہے اور دنیا فانی ہے جب یہ دو اصلیں معلوم ہوگئیں تو یہ تیسرا علم کہ آخرت دنیا سے بہتر ہے خواہ نخواہ اس سے پیدا ہو جائے گا اس پیدا ہونے سے ہم وہ مضمون مراد نہیں لیتے جو معتزلہ کا مقصود ہے اس بات کی بھی تفصیل دراز ہے تو سب تفکرات کی حقیقت اس علم کی طلب ہے جو دو علموں کو دل میں حاضر کرنے سے پیدا ہوتا ہے مگر جس طرح گھوڑے کے جوڑے سے بکری نہیں پیدا ہوتی اسی طرح دو علموں سے جو علم تو چاہے گا وہ نہ پیدا ہو جائے گا بلکہ ہر نوع علم کی جدا جدا دو اصلیں ہیں ان دونوں اصلوں کو اپنے دل میں جب تک تو جمع نہ کرے گا تب تک وہ فرع نہ ظاہر ہوگی۔

اس بات کا بیان کہ کس واسطے تفکر کرنا چاہیں

اے عزیز! جان تو کہ حق تعالیٰ نے آدمی کو ظلمت اور جہل میں پیدا کیا ہے اسے ایک نور کی حاجت ہے تا کہ اس ظلمت سے نکل کر اپنی راہ لے اور یہ جانے کہ مجھے کیا کام کرنا چاہیے اور کس طرف سے چلنا چاہیے دنیا کی طرف سے یا آخرت کی طرف سے اور اپنے ساتھ مشغول ہونا چاہیے یا خدا کے ساتھ اور نہیں معلوم ہوتا مگر نور معرفت سے اور نور معرفت نہیں پیدا ہوتا مگر تفکر سے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے ﴿ خلق الخلق فی ظلمته ثم رش علیهم من نوره ﴾ (۲) جس طرح کوئی شخص تاریکی میں عاجز ہوتا ہے اور راہ نہیں چل سکتا تو پتھر کو لوہے پر مارتا ہے تا کہ اس سے آگ چمکے اور اس آگ سے یہ اپنا چراغ جلائے تو اس چراغ کے سبب سے اس کا حال بدل جاتا ہے حتیٰ کہ وہ دیکھنے لگتا ہے اور راہ کو بے راہی سے تمیز کر لیتا ہے اور

چل نکلتا ہے اس طرح ان دونوں علموں کی مثل ہے جو اصل ہیں ان دونوں علموں کو تیسرا علم پیدا ہونے کے واسطے جمع کرنا ایسا ہے جیسے پتھر اور لوہا اور تفکر کی مثل ایسی ہے جیسے پتھر کو لوہے پر مارنا اور معرفت کی مثل ایسی ہے جیسے وہ نور جو پتھر کو لوہے پر مارنے سے پیدا ہوتا ہے تا کہ اس کے دل کی حالت بدل جائے اور جب حال دل بدل جاتا ہے تو کام اور عمل بھی بدل جاتا ہے مثلاً جب یہ معلوم کیا کہ آخرت بہتر ہے تو دنیا سے منھ پھیر کر آخرت کی طرف متوجہ ہوگا پس تفکر سے تین چیزیں پیدا ہوتی ہیں، معرفت، حالت، عمل، مگر عمل حالت کا تابع ہے اور حالت معرفت کی تابع ہے اور معرفت تفکر کی تابع ہے پس تفکر سب نیکیوں کی اصل اور کنجی ہے اسی بات سے تفکر کی فضلیت ظاہر ہوتی ہے۔

میدان فکر کا بیان کہ فکر کس چیز میں ہوتی ہے اور کہاں جاتی ہے

اے عزیز! جان تو کہ فکر کی جولانگاہ اور میدان کی نہایت نہیں اس واسطے علم کی انتہا ہے اور سب چیزوں میں فکر جاری ہے مگر جو چیز راہ دین سے علاقہ نہیں رکھتی اس کی شرح کرنا ہمیں مقصود نہیں اور جو چیز راہ دین سے تعلق رکھتی ہے اگرچہ اس کی تفصیل بے نہایت ہے لیکن مجملاً اس کے اجناس کا بیان ہوسکتا ہے۔

اے عزیز جان! اب جان تو کہ راہ دین سے ہم وہ معاملہ مراد لیتے ہیں جو بندہ اور خدا کے درمیان ہے اس واسطے کہ وہی بندے کی راہ ہے کہ اسی کے سبب سے بندہ خدا کو پہچانتا ہے اور بندے کا تفکر اپنے میں ہوتا ہے یا حق تعالیٰ میں اگر حق تعالیٰ میں ہوتا ہے تو یا اس کی ذات میں ہوتا ہے یا صفات میں یا اس کے افعال میں اور عجائب مصنوعات میں اگر بندہ تفکر کرتا ہے تو وہ تفکر یا ان صفتوں میں ہوتا ہے جو حق تعالیٰ کو ناپسند ہیں اور وہ صفتیں بندے کو حق تعالیٰ سے دور کرتی ہیں وہ صفتیں معاصی

اور مہلکات ہیں یا وہ تفکر ان صفتوں میں ہوتا ہے جو حق تعالیٰ کو محبوب اور مرغوب ہیں اور بندے کو حق تعالیٰ سے نزدیک کر دیتی ہیں وہ صفتیں طاعت اور منجیات ہیں پس یہ چار میدان ہیں اور بندے کی مثال عاشق کی سی ہے کہ اسے معشوق کے سوا اور کسی کی طرف خیال جاتا ہی نہیں اور اگر اور کسی طرف خیال جائے تو اس کا عشق خام اور ناقص ہے اس واسطے کہ عشق کامل وہی ہے جس نے معشوق کے سوا دل عاشق میں اور کسی چیز کی گنجائش ہی نہیں رکھی ہو پس عاشق کو معشوق کے حسن و جمال کا خیال ہوتا ہے یا اس کے اخلاق و افعال کا شعر ہر چہ آید و رغیر تو نیست یا تو ئی یا بوئے تو یا خوئے تو اور اگر عاشق اپنے میں فکر کرتا ہے تو ایسی بات میں فکر کرتا ہے جو اس کی مقبولیت کو معشوق کے نزدیک زیادہ کرے تا کہ اس بات کو تلاش کرے یا ایسی بات میں فکر کرتا ہے جو معشوق کو بری معلوم ہوتا کہ اس بات سے حذر کرے اور جو خیال عشق کے سبب سے ہوتا ہے وہ ان چار خیالوں سے باہر نہیں ہوتا عشق دین اور محبت حق تعالیٰ کا خیال ایسا ہی ہوتا ہے پہلا میدان یہ ہے کہ بندہ اپنے میں فکر کرے کہ میری بری صفتیں اور اعمال بد کیا ہیں تا کہ ان سے خود کو پاک کروں یہ یا ظاہری گناہ ہوتے ہیں یا باطنی اخلاق خبیثہ اور یہ بہت ہیں اس واسطے کہ ظاہری گناہ بعض سفت اندام سے علاقہ رکھتے ہیں جیسے زبان آنکھ ہاتھ پاؤں وغیرہ اور بعض تمام بدن سے تعلق رکھتے ہیں اور خباثت باطنی کا یہی حال ہے اور ان میں سے ہر ایک تفکر کے تین طور ہوتے ہیں ایک یہ کہ فلانا کام اور فلانی صفت مکروہ ہے یا نہیں کیونکہ یہ بات ہر جگہ ظاہر نہیں ہوتی فکر سے معلوم ہو سکتیں ہے دوسرا یہ کہ یہ صفت جو مکروہ ہے میں اس صفت پر ہوں یا نہیں اس واسطے کہ صفات نفس بھی آسانی سے نہیں معلوم ہو سکتے مگر تفکر سے تیسرا یہ کہ اگر اس صفت ذمیمہ سے موصوف ہے تو اس سے چھوٹنے کی کیا تدبیر ہے پس ہر روز صبح کو آدمی خود کو ساعت بھر یہ تفکر سے تیسرا یہ کہ اس صفت ذمیمہ سے موصوف ہے تو اس سے چھوٹنے کی کیا تدبیر ہے پس ہر روز صبح کو آدمی خود کو

ساعت بھر تفکر کرنا چاہیے پہلے ان ظاہری گناہ میں فکر کرنا چاہیے جو زبان سے ہوتے ہیں کہ آج میں کس بات میں مبتلا ہوں گا شاید غیبت اور جھوٹ میں مبتلا ہو جاؤں اس کی تدبیر سوچے کہ اس سے کیونکر بچوں اسی طرح اگر خطرہ ہو کہ لقمہ حرام میں مبتلا ہو جاؤں گا تو اس سے بچنے کی تدبیریں سوچے علی ہذا القیاس اپنے اعضاء کے بارے میں تفحص کرے اور سب طاعات میں بھی فکر کرے جب طاعات سے فراغت ہو تو فضائل اعمال میں سوچ کرے تا کہ سب بجالائے مثلاً اپنے جی میں رکھے کہ یہ زبان ذکر خدا اور راحت مسلمین کے واسطے پیدا کی گئی ہے اور میں فلانا ذکر کرنے پر اور فلانے شخص کی آسائش کے واسطے فلانی اچھی بات کہنے پر قادر ہوں اور آنکھ اس واسطے پیدا کی گئی ہے کہ دین پھندا ہوتا کہ اس سے ہمائے سعادت کو شکار کروں اور فلانے عالم کو نظر تعظیم سے اور فاسق کو نظر تحقیر سے دیکھوں تا کہ آنکھ کا حق ادا ہو اور مال مسلمانوں کی راحت کے واسطے پیدا ہوا ہے تا کہ فلانا صدقہ دوں اور اپنے کام کا حرج کر کے اسے اوروں پر ایثار کروں ہر روز یہ اور اس کے مانند اور خیالات کیا کرے شاید کہ ساعت بھر کی فکر میں اسے ایسا خطرہ آئے جو تمام گناہ سے بچائے اس واسطے ساعت بھر کا تفکر سال بھر کی عبادت سے افضل ہے کیونکہ اس کا فائدہ تمام عمر باقی رہتا ہے' اور جب ظاہر طاعات و معاصی کے تفکر سے فارغ ہوا تو باطن کی طرف متوجہ ہو اور خیال کرے کہ مہلکات یعنی برے اخلاق میرے باطن میں کیا کیا ہیں اور منجیات یعنی نیک اخلاق میں سے میرے باطن میں کیا نہیں ہیں تا کہ انھیں حاصل کروں اس کی تفصیل بھی دراز ہے مگر اصل مہلکات دس ہیں بخل' تکبر' عجب' ریا' حسد' غصہ' حرص طعام' حرص سخن' دوستی مال' دوستی جاہ ان سے نجات پانا ہلاکت سے بچنے کے واسطے آدمی کو کفایت کرتا ہے اور اصل منجیات بھی دس ہیں توبہ' صبر' رضا بقضا' شکر نعمت' خوف رجا' زہد' یعنی ترک دنیا طاعت میں اخلاص خلائق کے ساتھ خلق نیک محبت الٰہی۔ ان صفات میں سے ہر ایک صفت میں تفکر کی بڑی گنجائش

ہے یہ راہ اسی شخص پر کھلتی ہے جو ان صفات کے علوم کو جیسا اس کتاب میں ہم نے ذکر کیا ہے پہچانے اور مرید کو چاہیے کہ ان صفات کی فہرست اپنے واسطے لکھ رکھے جب ایک صفت حاصل کر چکا کرے تو اس پر خط کھینچ دیا کرے اور دوسری صفت میں مشغول ہوا کرے اور ممکن ہے کہ ان تفکرات میں سے بعض تفکر کسی کو بہت ضرور ہو اس واسطے کہ وہ کسی بری صفت میں پھنسا ہو مثلاً کوئی عالم باورع جو اور سب برے اخلاق سے تو چھوٹا ہے مگر علم پر بہت اتراتا اور فخر کرتا ہے اور علم ظاہر کر کے بزرگی اور ناموری ڈھونڈھتا ہے خلق کی نگاہ میں اپنی عبادت اور صورت آراستہ رکھتا ہے قبول خلق سے خوش ہوتا ہے اگر کوئی شخص اس پر طعن کرتا ہے تو وہ اس شخص کے ساتھ اپنے دل میں کپٹ رکھتا ہے اور بدلا لینے کی تاک میں لگا رہتا ہے یہ سب باتیں بہت چھپی ہوئی خباثت ہیں اور دین میں خلل ڈالتی ہیں پس چاہیے کہ یہ عالم ہر روز فکر کیا کرے کہ اس بری بات سے کیونکر بھاگ بچوں اور خلق کا ہونا نہ ہونا میرے نزدیک کس طرح برابر ہو جائے تا کہ میری نظر بالکل خدا ہی پر رہے اس بات میں فکر بڑی گنجائش ہے اس سے معلوم ہوا کہ بندہ جو اپنی صفات مہلکات ومنجیات میں فکر کرتا ہے اس کی کچھ نہایت نہیں اور اس کی تفصیل بیان کرنا ممکن نہیں والسلام دوسرا میدان اس تفکر میں ہے جو حق تعالیٰ میں ہو یہ تفکر یا حق تعالیٰ کی ذات اور صفات میں ہوتا ہے یا اس کے افعال اور مصنوعات میں جو تفکر اس کی ذات اور صفات میں ہوتا ہے وہ بہت بڑا مقام ہے مگر چونکہ خلق اس تفکر کی طاقت نہیں رکھتی اور ذہانت تک عقل کی رسائی نہیں ہوتی لہٰذا شارع نے منع کیا ہے اور فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ میں تفکر نہ کرو ﴿فانکم لن تقدروا قدرہ﴾ یعنی تمہیں اس کی قدر جاننے کی قدرت نہیں اور یہ دشواری اس سبب سے نہیں کہ اس کا جلال پوشیدہ ہے بلکہ اس کی روشنی کی وجہ سے ہے کہ وہ نہایت روشن ہے اور آدمی کی بصیرت ضعیف ہے، اس کی طاقت نہیں رکھتی بلکہ اس میں مدہوش اور متحیر ہو جاتا ہے جس طرح چمگادڑ اس واسطے دن کو

نہیں اڑتا کہ اس کی بینائی ضعیف ہے نور آفتاب کی تاب نہیں لاسکتی آفتاب خود کو دن کو وہ نہیں دیکھتا شام کو جب تھوڑا سا نور آفتاب رہتا ہے تو دیکھتا ہے عوام الناس کی یہی مثال ہے اور ایسا ہی حال ہے مگر صدیق اور بزرگ لوگ اس نظر کی طاقت رکھتے ہیں لیکن ہمیشہ نہیں کیونکہ بے طاقت ہو جائیں جیسے آفتاب کو آدمی دیکھ سکتا ہے لیکن اگر ہمیشہ دیکھا کرے تو اندھے ہو جانے کا خوف ہے اس نظر میں دیوانہ اور بیہوش ہو جانے کا خوف ہے پس حقائق صفات حق تعالیٰ سے جو کچھ بزرگ لوگ جانتے ہیں وہ بھی خلق سے بیان کرنے کی اجازت نہیں مگر ان الفاظ سے جو صفات خلق سے قریب ہوں مثلاً تو یوں کہے کہ حق تعالیٰ عالم (۳) اور مرید (۴) اور متکلم (۵) ہے کہ خلق ان الفاظ سے اپنی ہی صفتوں کی جنس سے کچھ سمجھے یہ ایک تشبیہ ہے مگر اتنا اور بھی کہہ دینا چاہیے کہ اس کا کلام تمہارے کلام کا سا نہیں کہ حرف وصورت ہو اور اس میں پیوستگی ہو جب یہ کہے گا تو شاید خلق اس کے سمجھنے کی طاقت نہ رکھے اور انکار کر بیٹھے خدا کا کام بھلا بے حرف وصورت کیونکر ہوگا جیسا کہ تو خلق سے کہے کہ حق تعالیٰ کی ذات تیری ذات کی سی نہیں اس واسطے کہ وہ نہ جوہر ہے عرض نہ جگہ میں نہ جگہ پر نہ جہت میں نہ عالم سے متصل ہے نہ منفصل نہ عالم کے باہر ہے نہ عالم کے اندر تو شاید اس کا بھی انکار کرے اور کہے کہ یہ ممکن ہی نہیں اس سبب سے کہ حق تعالیٰ کی ذات کو وہ اپنی پر قیاس کرے اور اس سے کچھ عظمت نہ سمجھے کیونکہ خلق نے جو عظمت دیکھی ہوگی وہ عظمت سلطان ہے کہ وہ ایک تخت پر بیٹھا ہے اور اس کے سامنے غلام کھڑے رہتے ہیں پس اسی طرح حق تعالیٰ کے حق میں بھی خیال محال کرے حتیٰ کہ کہنے لگے کہ ضرور بالضرور حق تعالیٰ کے بھی ہاتھ پاؤں آنکھ منہ زبان ہوگی کیونکہ خلق نے اپنی ذاتوں میں جب یہ اعضاء دیکھے تو سمجھے گی کہ اگر حق تعالیٰ کی ذات میں یہ اعضاء نہ ہوں تو نقصان کی بات ہے اگر مکھی کو بھی ان عوام الناس کی سی عقل ہوتی تو وہ بھی کہتی کہ بے شک میرے خالق کے بھی پر و بال ہوں گے اس

واسطے کہ یہ محال ہے کہ جو میری قوت وتوانائی کی چیز میرے پاس ہو اور اس کے پاس نہ ہو پس اس طرح آدمی بھی سب کاموں کو اپنے اوپر قیاس کرتا ہے اسی سبب سے حق تعالیٰ کی ذات وصفات میں تفکر کرنے کی شرع ممانعت ہے' اور بزرگان سلف نے اس میں کلام کرنے سے منع کیا ہے اور صاف صاف یہ کہنا کہ وہ نہ عالم کے اندر رہے نہ عالم کے باہر ہے نہ متصل ہے نہ منفصل ہے روا نہیں رکھا ہے بلکہ اسی پر قناعت کی ہے کہ ﴿لیس کمثلہ شی﴾ یعنی نہ وہ کسی چیز کے مثل ہے نہ کوئی چیز اس کے مثل ہے یہ بات مجمل کہی اس کی تفصیل نہیں کی تفصیل کرنے کو بدعت سمجھے اس سبب سے اکثر خلق کی عقل میں اس کی تفصیل نہیں آسکتی اس واسطے بعض انبیاء علیہم السلام پر وحی نازل ہوئی کہ میرے بندوں سے میری صفتوں کا حال نہ کہو کہ وہ انکار کریں گے ان سے ایسی بات کہو جو ان کی عقل میں آئے پس اولیٰ یہ ہے کہ اس بات میں نہ گفتگو کریں نہ تفکر مگر جو کوئی کامل ہو پھر وہ بھی دہشت اور حیرت میں پڑ جاتا ہے پس چاہیے کہ اس کی عظمت' اس کی عجائب صنعت سے معلوم کریں اس واسطے کہ جو کچھ عالم وجود میں ہے وہ سب اس کے انوار عظمت وقدرت میں سے ایک نور ہے اگر کوئی شخص آفتاب کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا وہ اس کی طاقت تو رکھتا ہے کہ نور آفتاب جو زمین پر پھیلا ہے اسے دیکھے تیسرا میدان عجائب خلق خدا میں تفکر کا بیان اے عزیز! جان تو کہ جو کچھ عالم میں موجود ہے وہ سب اسی کی صنعت ہے' اور سب عجیب وغریب ہے اور زمین وآسمان کے ذروں میں ہر ایک ذرہ زبان حال سے اپنے خالق کی تسبیح وتقدیس اور قدرت کاملہ اور علم بے حد بیان کرتا ہے اور یہ عجائب اس کثرت سے ہیں کہ ان کی تفصیل نہیں ہوسکتی بلکہ اگر سب دریا سیاہی ہوں اور سب درخت قلم بنیں اور تمام مخلوقات کاتب ہوں اور مدت دراز تک لکھا کریں تو بھی جو کچھ حقیقت میں ہے اس میں سے تھوڑا ہی سا لکھیں جیسا کہ خود حق تعالیٰ فرماتا ہے ﴿قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل

ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثله مددا (۶) ﴾ مگر اے عزیز! اس قدر مجمل جان لے کہ مخلوقات دو قسم پر ہے ایک قسم کی تو ہمیں خبر ہی نہیں اس میں تفکر کیا کرسکیں گے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿سبحان الذی خلق الازواج کلهامماتنبت الارض ومن انفسهم ومما لایعلمون (۷)﴾ ایک قسم کی ہمیں خبر ہے جس کی ہمیں خبر ہے وہ بھی دو قسم پر ہے اور ایک وہ جنھیں آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے جیسے عرش، کرسی، فرشتے، دیو، پری ان میں تفکر کرنے کے اطوار اس مختصر کتاب میں بیان کرنا دشوار ہے پس جو چیزیں دیکھنے کی ہیں ان ہی پر ہم اکتفاء کرتے ہیں وہ آسمان آفتاب ماہتاب تارے زمین ہیں اور جو کچھ زمین پر ہے جیسے پہاڑ، جنگل، دریا، شہر اور جو جواہر و معاون پہاڑ میں ہیں اور جو انواع نباتات روئے زمین پر ہیں اور آدمی کے سوا جو انواع حیوانات بر و بحر میں ہیں حتیٰ کہ فکر کرتا ہوا آدمی ان تک پہنچے آدمی تو سب سے زیادہ عجیب ہے، اور جو کچھ زمین و آسمان کے بیچ میں ہے جیسے ابر باران اولا رعد برق قوس قزح اور جو علامات ہوا میں پیدا ہوتے ہیں پس یہ چیزیں سب کا خلاصہ ہیں اور ہر ایک میں تفکر کی گنجائش ہے اور سب عجائب صنع الٰہی ہیں پس ان میں سے بعضوں کا ہم مختصر بیان کریں گے یہ سب حق تعالیٰ کی نشانیاں ہیں کہ تجھے ان میں نظر و فکر کرنے کا حکم فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد کیا ہے ﴿ وکاین من ایته فی السموت والارض یمرون علیها وهم عنها معرضون (۸)﴾ اور فرمایا ہے ﴿ اولم ینظروا فی ملکوت السموات والارض وما خلق الله من شئی ﴾ (۹) اور فرمایا ہے ﴿ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنهار لایات لاولی الالباب ﴾ (۱۰) اور ایسی بہت سی نشانیاں ہیں۔

پس اے عزیز ان نشانیوں میں فکر کیا کر پہلی جو نشانی تجھ سے بہت ہی نزدیک ہے تو ہی ہے روئے زمین میں تجھ سے زیادہ کوئی چیز عجیب نہیں اور تو اپنے سے غافل

ہے اور حق تعالیٰ کی جناب سے ندا آتی ہے ﴿وفی انفسکم افلاتبصرون﴾ یعنی اے آدمی تو اپنی ذات میں تامل کرتا کہ ہماری قدرت وعظمت تجھ پر ظاہر ہو۔

اے عزیز پہلے اپنی ابتداء کا تو خیال کر تو کہاں سے آیا ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے تجھے ایک بوند پانی سے پیدا کیا اس سے پہلے باپ کی پیٹھ میں اور ماں کی چھاتی میں جگہ دی پھر اسے تیری پیدائش کا تخم کیا اور ماں باپ پر شہوت کو مسلط کیا عورتوں کے بچہ دان کو زمین بنایا مردوں کے آب پشت کو بیج ٹھہرایا شہوت کو مرد عورت پر تعینات کر دیا حتیٰ کہ زمین میں بیج پڑا پھر خون حیض سے اس تخم کو سینچا اور تجھے نطفہ اور خون حیض سے پیدا کیا پہلے اس خون کو تھکا کر دیا اسے علقہ کہتے ہیں پھر گوشت کو لوتھڑا کر دیا اسے مضغہ کہتے ہیں پھر اس میں جان ڈالی پھر اس ایک طرح کے لہو پانی سے تجھ میں مختلف چیزیں پیدا کیں جیسے گوشت پوست رگ و پے اور استخوان پھر ان سب سے تیرے اعضاء کی صورت بنائی سر گول کیا ہاتھ پاؤں لمبے لمبے بنائے ان کے سروں پر پانچ پانچ انگلیاں پیدا کیں پھر باہر آنکھ' کان' ناک' منھ' زبان' اور اعضاء پیدا کیے اور تیرے اندر معدہ جگر گردے تلی رحم مثانہ انتڑیاں پیدا کیں ہر ایک کو اور ہی شکل اور ہی صفت اور ہی مقدار پر پیدا کیا پھر ان میں سے ہر ایک عضو کے کئی کئی حصے کیے ہر ہر انگلی کی تین تین پوریں کیں ہر عضو کو گوشت و پوست رگ و پے اور ہڈیوں سے مرکب کیا اور تیری آنکھ جو مقدار جوز سے زیادہ نہیں اس کے سات طبقے بنائے ہر طبقہ اور ہی صفت پر ہے ان میں سے اگر ایک بھی خراب ہو جائے تو تمام جہاں تجھے نظر نہ آئے اگر فقط آنکھ کے عجائبات کی تفصیل بیان کروں تو بہت سے اوراق سیاہ ہوں پھر اپنی ہڈیوں کو دیکھ کہ رقیق اور لطیف پانی سے کیسا سخت اور مضبوط جسم بنایا ان میں سے ہر جوڑ اور ٹکڑا اور ہی شکل و مقدار پر ہے بعض ہڈی گول ہے بعضی لمبی بعضی چوڑی بعضی اندر سے خالی بعضی بھری ہے اور سب کو باہم مرکب کر دیا اور ہر ایک کی مقدار اور شکل وصورت میں ایک حکمت بلکہ بہت سی حکمتیں رکھیں پھر

ہڈیوں کو تیرے بدن کا ستون کر کے اسی پر سب اعضاء کی بنا کی اگر ایک لخت ہڈی ہوتی تو تو پیٹھ نہ جھکا سکتا اگر ہڈیاں جدا جدا ہوتیں تو پیٹھ سیدھی نہ رکھ سکتا اور پاؤں پر زور دے کر کھڑا نہ ہو سکتا تو اسے ٹکڑے ٹکڑے پیدا کیا تا کہ بدن جھک سکے پھر ایک ہڈی کو دوسری سے ملا کر رگ و پے لپیٹ کر اسے مضبوط کر دیا تا کہ آدمی سیدھا کھڑا رہ سکے اور ہر مہرے میں چار زائدے گولی کے مانند پیدا کیے اس کے نیچے چار سوراخ گڑھوں کے مثل بنائے تا کہ وہ زائد ان گڑھوں میں جم بیٹھیں اور مہروں کے کناروں کو بازوں کی طرح باہر نکلا رکھا تا کہ پٹھے جو مضبوطی کے واسطے ان پر لپٹے ہیں ان میں اڑے رہیں اور تیرے تمام سر کو پچپن ہڈیوں سے پیدا کیا اور باریک درزوں سے باہم جوڑ دیا تا کہ اگر ایک کونے کو کچھ آفت پہنچے تو دوسرا سلامت رہے اور سب نہ ٹوٹ جائے اور دانتوں کو پیدا کیا بعضوں کا سر چوڑا ہے تا کہ نوالہ چبائے اور بعض کا سر باریک اور تیز رکھا تا کہ کھانے کی چیز کو کاٹے اور چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے گویا چکی میں ڈال دے پھر تیری گردن سات مہروں سے بنائی اور رگ پٹھے لپیٹ کر اسے مضبوط کر دیا اور سر کو اس کے ساتھ ترکیب دی اور پیٹھ کو چوبیس مہروں سے پیدا کیا اور اس پر گردن رکھ دی پھر سینے کی ہڈیاں ان مہروں کی چوڑائی میں بنائیں اس طرح اور ہڈیاں پیدا کیں اس کی تفصیل دراز ہے غرض کہ تیرے بدن میں دو سو سینتالیس ہڈیاں پیدا کیں ہر ایک اور ہی حکمت کے واسطے ہے تا کہ تیرا کام بنا رہے اور ان سب کو ایک نحیف پانی سے پیدا کیا اگر ان ہڈیوں میں سے ایک بھی کم ہو جائے تو تو کام سے باز رہے اور ایک بھی زیادہ ہو جائے تو تیرے آرام میں خلل آئے اور چونکہ تجھے ان ہڈیوں اور اعضاء کے ہلانے کی حاجت تھی تیرے سب اعضاء میں پانچ سو ستائیس عضلے پیدا کیے ہر ایک عضلہ مچھلی کی صورت بیچ میں گندہ کنارے باریک ہیں بعض چھوٹے ہیں بعض بڑے ہر ایک گوشت اور پٹھے اور پردے سے مرکب ہے پردہ غلاف کی طرح ان پر چڑھا ہوتا ہے ان میں

چوبیس فقط اس واسطے ہوتے ہیں کہ ہر طرف سے تو آنکھ اور پلک ہلا سکے اوروں کو بھی اسی پر قیاس کرلے اس واسطے کہ اس کی بھی تفصیل دراز ہے پھر تیرے بدن میں تین حوض بنا کر ان سے تمام جسم میں نہریں جاری کیں ایک حوض دماغ ہے جس سے پٹھوں کی نہریں نکل کر تمام بدن میں پہنچتی ہیں تا کہ بدن میں حس وحرکت کی قدرت پیدا ہو اور اس سے ایک نہر پیٹھ کے مہروں کے اندر رکھی تا کہ پٹھے مغز سے دور نہ ہوں کہ اگر دور ہوتے تو خشک ہو جاتے دوسرا حوض جگر ہے اس سے سفت اندام میں رگیں پھیلائیں تا کہ ان میں غذا پہنچے تیسرا حوض دل ہے اس سے تمام بدن میں رگیں پہنچائیں تا کہ اس میں روح رواں رہے اور دل سے سفت اندام میں پہنچتی رہے پس اے عزیز جان اپنے ایک ایک عضو میں تفکر کر کہ حق تعالیٰ نے ہر ایک عضو کو کیونکر اور کس واسطے پیدا کیا آنکھ کو سات طبقوں سے ایسی ہیبت اور رنگت پیدا کیا کہ اس سے بہتر ہونا ممکن نہیں پلک کے پیوٹوں کو اس واسطے پیدا کیا تا کہ گرد وغبار سے آنکھ بچائے اور مژگان سیدھی اور سیاہ حسن صورت اور قوت بصارت کے واسطے پیدا کیں تا کہ جب غبار ہو تو انھیں بند کرلے تا کہ آنکھ میں گرد نہ پڑنے پائے اور ان کے درمیان سے تو دیکھ سکے اور جب خس وخاشاک اوپر سے گرے تو مژگان آنکھ کی نگہبان ہو جائیں اور ان سب صنعتوں سے زیادہ عجیب یہ قدرت ہے کہ آنکھ کی سیاہی جو دو تین مسور کے برابر ہے اس میں زمین وآسمان کی اتنی بڑی صورت نظر آتی ہے حتیٰ کہ جب تو آنکھ کھولتا ہے تو باوصف اس بعد کے فوراً آسمان نظر کے عجائب اور آئینہ دیکھنے کے عجائبات اور جو کچھ اس میں جھوٹ موٹ نظر آتا ہے اس کی کیفیت بیان کی جائے تو دفتر کے دفتر ہو جائیں پھر کان کو پیدا کر کے کڑوا میل اس میں پیدا کر دیا تا کہ کوئی کیڑا اس میں نہ گھس جائے پھر کان کا گھونگھا بنایا تا کہ آواز کو جمع کر کے کان کے چھید میں پہنچائے اور کان کے اندر پیچ در پیچ اس واسطے بنایا تا کہ جب تو سو جائے اور چیونٹی کان کے اندر جانا چاہے تو اس پر راہ دراز ہو اور بہت پھیر

کھائے حتیٰ کہ تو چونک پڑے اگر منھ اور ناک اور اعضاء کا مفصل حال بیان کروں تو طول ہو اور اس گفتگو سے مقصود یہ ہے تا کہ تجھے راہ معلوم ہو جائے اور ہر ایک عضو میں فکر کیا کر کہ یہ عضو کس واسطے ہے اور اس کے سبب سے خالق کی حکمت و عظمت لطف و رحمت علم و قدرت سے آگاہ ہوتا رہ کہ تیرے سر سے پاؤں تک سب عجائب ہیں اور باطن کے عجائبات اور دماغ کے خزانے اور حس کی قوتیں جو اس میں رکھی ہیں سب زیادہ عجیب ہیں بلکہ جو کچھ سینہ اور پیٹ میں ہے وہ بھی عجیب تر ہے اس واسطے کہ حق تعالیٰ نے معدہ کو دیگ کے مانند پیدا کیا کہ ہمیشہ جوش کھاتا رہتا ہے حتیٰ کہ کھانا اس میں پک جاتا ہے اور جگر اس کھانے کو خون کر دیتا ہے اور رگیں اس خون کو ہفت اندام میں پہنچا دیتی ہیں اور پتا اس خون کے پھین کو جسے صفرا کہتے ہیں لے لیتا ہے اور تلی اس خون کے تلچھٹ کو جو سودا ہوتا ہے لے لیتی ہے اور گردے اس خون سے پانی کو جدا کر کے مثانے کی طرف بہا دیتے ہیں علی ہذا القیاس بچہ دان اور آلات ولادت کے عجائب بھی ایسے ہی ہیں اور ظاہری باطنی قوتیں اور حواس جیسے بصارت سماعت عقل علم جو آدمی کو مرحمت فرمائے عجیب و غریب ہیں سبحان اللہ اے عزیز! اگر کوئی مصور کسی دیوار پر ایک اچھی سی صورت بناتا ہے تو اس کی استادی سے تو تعجب میں رہتا ہے اور اس کی بہت تعریف کرتا ہے اور خالق برحق صانع مطلق کی صنعت تو دیکھتا ہے کہ پانی کے ایک قطرہ پر یہ یہ نقش ظاہر و باطن میں پیدا کرتا ہے یہاں نہ قلم نظر آتا ہے نہ نقاش اور ایسے نقاش حقیقی کی عظمت سے تو تعجب اور حیرت میں نہیں رہتا اور ایسے صانع باکمال کی قدرت کاملہ اور علم اتم سے تو بے خود اور مدہوش نہیں ہو جاتا اور ایسے خالق برحق کی شفقت بے غایت اور رحمت بے نہایت سے تو تعجب نہیں کرتا کہ جب رحم میں غذا کا تو محتاج تھا تب وہاں اگر تو منھ پھیلاتا تو انداز سے زیادہ خون حیض تیرے معدہ میں چلا جاتا اور ہلاک ہوتا لہٰذا ناف کی راہ سے تیری غذا کا جانا مقرر کیا پھر جب تو بچہ دان سے باہر آیا تو ناف کا راستہ بند کر کے تیرا

منہ کھول دیا اس واسطے کہ اب ماں اپنے انداز کے موافق تجھے غذا دے سکتی ہے پھر چونکہ اس وقت تیرا بدن ضعیف اور نازک تھا ثقیل کھانوں کی قوت نہ رکھتا لہٰذا شیر مادر جو لطیف ہوتا ہے اس سے تیری غذا بنائی اور ماں کے سینے میں چھاتیاں پیدا کیں اس کی چھاتیوں کی بھٹنی تیرے منہ کے قدر بنائی تا کہ دودھ تیرے منہ میں زور سے نہ گرے اور ماں کے سینے میں ایک قدرتی دھوبی بٹھا دیا تا کہ خون سرخ جو سینے میں آتا ہے اسے دھو کر سفید دودھ کر دے اور پاک صاف کر کے تیرے پاس بھیجے اور تیری ماں پر شفقت مادری کو سزاوار کر دیا حتیٰ کہ اگر دم بھر تو بھوکا ہوتا ہے تو وہ بے قرار اور بے چین ہو جاتی ہے چونکہ دودھ پینے میں دانتوں کی حاجت نہ تھی لہٰذا پہلے دانت نہیں پیدا کیے تا کہ اپنی ماں کی چھاتیوں کو تو زخمی نہ کر ڈالے جب کھانا کھانے کی قوت پیدا ہوئی تو اپنے وقت پر دانت پیدا کیے تا کہ کھانے کی سخت چیز پر تو قادر ہو اندھا وہی شخص ہے جو یہ سب صنعتیں اور خلقتیں دیکھے اور ان کے صانع اور خالق کی عظمت سے دنگ اور مدہوش اور اس کے کمال لطف و شفقت سے متحیر اور اس جلال و جمال پر عاشق نہ ہو جائے اور وہ آدمی صورت بہائم سیرت بڑا غافل ہے جو ان عجائب میں تفکر نہ کرے اور اپنے بدن کا خیال نہ کرے اور جو عقل کہ اسے عنایت ہوئی اور بہترین اشیاء ہے اسے ضائع کرے اور اس سے زیادہ اور کچھ نہ جانے کہ جب بھوکا ہو کھانا کھائے جب غصہ آئے تو کسی سے بھڑ جائے اور بوستان معرفت الٰہی کی سیر سے بہائم کی طرح محروم رہے آدمی کی تنبیہ کے واسطے اتنا بیان یہاں کافی ہے تیری عجائب خلقت میں سے یہ تو لاکھ میں سے ایک بھی ہے اکثر یہ عجائب سب حیوانوں میں بھی مچھر سے لے کر ہاتھی تک موجود ہیں اس کی تفصیل دراز ہے دوسری نشانی زمین ہے اور کچھ زمین کے اوپر اور اندر ہے۔

اے عزیز جان اگر تو چاہتا ہے کہ اپنے بدن کے عجائبات معلوم کر کے آگے بڑھے تو زمین کا خیال کر کہ حق تعالیٰ نے کس طرح اس کو تیرا بچھونا بنایا اور ایسی

وسعت اسے دی کہ تو اس کے کنارے تک نہیں پہنچ سکتا اور اس پر پہاڑوں کی میخیں گاڑ دیں تا کہ تیرے قدم کے نیچے ٹھہرے جنبش نہ کرے اور سخت پتھروں کے نیچے سے پانی نکالا اور تا کہ بتدریج نکل کر روئے زمین پر جاری ہو اگر سخت پتھر اس پانی کو روکے نہ رہتا تو پانی دفعتہً نکل کر دنیا کو ڈبو دیتا تھوڑی تھوڑی ساعت سینچنے کے پہلے ہی پہنچ جاتا اور موسم بہار کا خیال کر کہ تمام روئے زمین جمی ہوئی خاک ہوتی ہے جب مینھ برستا ہے تو کیسی زندہ ہو کر گل بوٹوں کی بہار سے اطلس ہفت رنگ کیا بلکہ ہزار رنگ ہو جاتی ہے اور جو سبزہ اگتا ہے اس میں فکر کر کہ اس میں پھول بھی ہوتے ہیں کلیاں ہوتی ہیں ہر گل و شگوفہ کی رنگت جدا جدا صورت علیحدہ ہوتی ہے ایک دوسرے سے بہتر ہوتا ہے پھر میوے اور درختوں میں فکر کر ان کی خوبصورتی اور ذائقے اور ہو باس اور فائدے کو دیکھ ہزاروں بوٹیاں جن کا نام و نشان بھی تجھے نہیں معلوم اگا کر ان میں فوائد نادرہ رکھے کوئی تلخ ہے کوئی شیریں کوئی ترش کسی کی خاصیت یہ ہے کہ بیمار کر دیتی ہے کسی کی منفعت یہ ہے کہ شفا دیتی ہے ایک جان بچاتی ہے ایک زہر ہے کہ اس کے سبب سے جان جاتی ہے کوئی بعضی صفرا کو تحریک دیتی ہے بعضی اسے دور کرتی ہے ایک خلط سودا کو رگوں کے اندر سے نکالتی ہے ایک سودا کو ابھارتی ہے کوئی گرم ہے کوئی سرد کوئی خشک ہے کوئی تر کسی سے بہت نیند آتی ہے کسی سے نیند موقوف ہو جاتی ہے ایک ایسی ہے دل کو فرحت دے ایک ایسی کہ دل میں رنج و کلف پیدا کرے کوئی آدمیوں کی غذا ہے کوئی جانوروں کی چری ہے کوئی چڑیوں کا دانہ ہے۔

اے عزیز خیال تو کر کہ یہ ہزاروں ہی ہیں اور ان میں ہزاروں ہی عجائبات ہیں تا کہ تجھے ایسی قدرت کاملہ نظر آئے کہ تمام خلق کی عقلوں کا دنگ ہو جانا بجا ہے یہ چیزیں بھی بے نہایت ہیں تیسری نشانی وہ نفیس اور بے بہا امانتیں ہیں جنھیں حق تعالیٰ نے پہاڑوں میں پوشیدہ رکھا اسے کھاں کہتے ہیں بعض ان میں سے زنیت اور

آرائش کے واسطے درکار ہیں جیسے سونا چاندی لعل فیروزہ یاقوت ریشم بلور ہیرا وغیرہ اور بعض ان میں سے برتن بنانے کے واسطے ہیں جیسا لوہا تانبا کانسی قلعی اور بعض ان میں سے متفرق کاموں کے لئے ہیں جیسے نمک گندھک نقط قیران میں سب کمتر نمک ہے جس سے کھانا ہضم ہوتا ہے اگر کسی بستی میں نمک نہ میسر آئے تو وہاں کے سب کھانے خراب اور بدمزہ ہو جائیں لوگ بیمار پڑ جائیں ہلاکت کا خوف پیدا ہو پس خدا کے لطف و کرم کو دیکھ کہ تیرا کھانا اگر چہ تجھے خدا پہنچاتا ہے مگر چونکہ اس کے خوش مزہ ہونے کے واسطے ایک چیز اور درکار تھی وہ بھی بے دریغ عنایت فرمائی اور برسات کے پانی سے نمک کو بنایا کہ پانی زمین میں جمع ہو کر نمک بن جاتا ہے یہ عجائب بھی بے نہایت ہیں چوتھی نشانی حیوانات روئے زمین ہیں کہ بعض چلتے ہیں بعض اڑتے ہیں بعض دو پاؤں سے چلتے ہیں بعض چار پاؤں سے بعض پیٹ کے بل بعض بہت پاؤں سے پھر مرغان ہوا اور حشرات الارض کے اقسام میں فکر و تامل کر کہ ہر ایک کی شکل و صورت جدا ہے اور ایک دوسرے سے اچھا ہے ہر ایک جانور کو جو چیز درکار تھی رب العالمین نے مرحمت فرمائی ہر ایک کو حکمت اور ترکیب سکھائی کہ یوں اپنی غذا حاصل کرتے ہیں یوں اپنے بچوں کی پرورش کرتے ہیں تا کہ وہ بڑے ہوں اس طرح اپنا جھونج بناتے ہیں۔

اے عزیز چیونٹی کو دیکھ کہ وقت پر اپنی غذا کیونکر جمع کرتی ہے گیہوں پاتی ہے تو یہ سمجھ کر اگر ثابت رکھوں گی تو خراب ہو جائیں گے اس کے دو ٹکڑے کر ڈالتی ہے تا کہ کیڑا نہ لگے اور اگر دھنیا ثابت نہ رہے تو خراب ہو جاتا ہے یہ سمجھ کر دھنیا کو ثابت رکھ چھوڑتی ہے اور اے عزیز مکڑی کو تو دیکھ کہ وہ اپنا گھر کیسا بناتی ہے بنا میں جو اندازہ کام آتا ہے اسے کس طرح نگاہ رکھتی ہے اور اپنے لعاب سے ڈوری بناتی ہے دیوار کے دو کونے ڈھونڈھ کر ایک طرف نیو جماتی ہے اور دوسری طرف لے جاتی ہے جب اس حکمت سے تانا تن چکتی ہے تو بانا بننے لگتی ہے اور تاروں کا پیچ برابر رکھتی ہے

تا کہ کوئی تار دور اور کوئی نزدیک نہ ہو اور خوشنما معلوم ہو پھر خود دیوار کے گوشہ میں ایک تار میں لٹکی ہوئی مکھی کی منتظر رہتی ہے تا کہ اپنی غذا حاصل کرے پھر جب کوئی مکھی الجھتی ہے تو مکڑی حملہ کر کے اسے شکار کرتی ہے اور وہ تار اس کے ہاتھ پاؤں میں لپیٹ دیتی ہے تا کہ اس کے اڑ بھاگنے کا خوف نہ باقی رہے پھر اس مکھی کو رکھ چھوڑتی ہے اور دوسری کی تلاش میں رہتی ہے اور اے عزیز مما کھی کو دیکھ کہ اپنا گھر مسدس ہی بناتی ہے اس واسطے کہ اگر مربع بنائے اور اس کی شکل گول ہے تو گھر کے گوشے بیکار خالی رہیں اور اگر گول بنائے تو جب مدورات کو ملا کر رکھتے ہیں تو ان کے بیچ میں بیکار جگہ چھوٹتی ہے اور سب شکلوں میں مسدس سے زیادہ مدور کے قریب قریب کوئی شکل نہیں ہے یہ بات دلیل ہندسی سے ثابت ہے تو خداوند عالم اپنی رحمت و مہربانی سے اس چھوٹے سے جانور پر کتنی عنایت رکھتا ہے کہ اسے یہ ترکیب الہام فرماتا ہے اور مچھر کو الہام کرتا ہے کہ خون تیری غذا ہے اور اس کے واسطے ایک سونڈ تیز اور باریک اندر سے خالی پیدا کی تا کہ اسے آدمی یا جانوروں کے بدن میں چبھو کر خون کھینچے اور اسے ادراک عنایت فرمایا کہ جب اسے پکڑنے کو آدمی ہاتھ ہلاتا ہے تو وہ سمجھ کر اڑ جاتا ہے اور اسے ہلکے ہلکے دو پر دیے کہ ان کے زور سے اڑ سکے جھٹ پٹ بھاگ جائے اور فوراً پھر آئے اگر اس کی زبان اور عقل ہوتی تو اپنے خالق کا اتنا شکر بجالاتا کہ سب آدمی تعجب میں رہتے مگر زبان حال سے سراپا مشغول شکر و تسبیح ہے مگر لوگ نہیں سمجھتے جیسا حق تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ ولکن لاتفقھون تسبیحھم ﴾ (۱۱) اس قسم کے عجائب کی بھی نہایت نہیں بھلا یہ کس کی مجال ہے کہ لاکھ عجائب میں سے ایک بھی پہچانے اور بیان کرے اے عزیز اب تو کیا کہتا ہے کہ یہ حیوانات ان عجیب شکلوں طرفہ رنگوں عمدہ صورتوں سڈول اعضاء کے ساتھ کیونکر پیدا ہوئے ہیں آیا انھوں نے خود کو پیدا کیا یا تو نے انھیں پیدا کیا سبحان اللہ کیا اس کی شان ہے کہ اس روشنی اور بینائی کے ساتھ آنکھوں کو اندھا کر سکتا ہے تا کہ نہ دیکھیں

اور دلوں کو غافل رکھ سکتا ہے تا کہ نہ سوچیں بہت لوگ ظاہری آنکھ سے دیکھتے ہیں اور دل کی آنکھ سے دیکھ کر عبرت نہیں لیتے جو بات سننا چاہیے اس کے سننے سے ان کے کان بہرے ہیں حتیٰ کہ بہائم کی طرح آواز کے سوا اور کچھ نہیں سنتے چڑیوں کی بولی جس میں حرف اور صوت کو دخل نہیں نہیں سمجھتے اور جو چیز دیکھنا چاہیے اس کے دیکھنے سے ان کی آنکھیں اندھی ہیں حتیٰ کہ جو خط سیاہی سے سفیدی پر حروف و رقوم سے ہوا سی کو دیکھتے ہیں اور یہ خط الٰہی جو نہ حرف ہے نہ رقم تمام عالم کے ذروں پر قلم قدرت سے لکھا ہے اسے نہیں دیکھ سکتے اے عزیز چیونٹی کا انڈا جو ذرے کے سر کے برابر ہوتا ہے اس میں غور کر اور کان لگا کر سن کیا کہتا ہے زبان فصیح سے پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔ او سادہ دل اگر کوئی شخص ایک صورت کسی دیوار پر کھینچ دیتا ہے تو تو اس کی نقاشی اور استادی سے تعجب میں رہتا ہے آ مجھے دیکھ تا کہ خدا کی نقاشی اور مصوری تجھے نظر آئے کہ میں ایک ذرہ سے زیادہ نہیں ہوں اور نقاش ازل ابتدائے خلقت میں مجھ سے چیونٹی بنائے گا دیکھ تو میرے اجزاء کو کیونکر تقسیم کرے گا تا کہ مجھ سے دل سر ہاتھ پاؤں اور اعضاء بنائے اور میرے سر و دماغ میں کئی ایک خانے اور خزانے رکھے کہ ایک میں چکھنے کی قوت ایک میں سونگھنے کی قوت ایک میں سننے کی قوت رکھی اور میرے سر کے باہر کتنے پیالے رکھ کر ان پر نگینے بنائے ناک اور منہ جو کھانا اترنے کی راہ ہے بنائے اور ہاتھ پاؤں مجھ سے نکالے اور باطن میں ایسی جگہ رکھی جہاں کھانا پہنچ کر ہضم ہو اور ایسے مقام بنائے جہاں سے غذا نکل جائے اور اس کے سب آلات پیدا کرے پھر میری شکل تیز اور چالاک اور میرے بدن کے تین درجے بنا کر ایک کو دوسرے سے ملائے اور چوکی پہرے والوں کی طرح میری کمر پر خدمت کا ٹپکا باندھ کر کالی قبا پہنائی اور یہ عالم جسے تو جانتا ہے کہ بالکل میرے ہی واسطے خدا نے پیدا کیا ہے اس عالم میں ظاہر کرے تا کہ تیری نعمت میں تیری ہی طرح چلوں پھروں بلکہ تجھے میرا مسخر کر دے تا کہ رات دن تو کاشتکاری تخم ریزی، آب پاشی،

زمین کی درستی کرے اور جب گیہوں جو ناج مغزیات حاصل کر کے جہاں کہیں چھپا کر رکھتا ہے حق تعالیٰ مجھ ناچیز چیونٹی کو وہاں کی راہ بتاتا ہے حتیٰ کہ میں اپنے گھر کے اندر زمین کے نیچے اس کی بو سونگھ کر وہاں آ پہنچتی ہوں اور تو بایں ہمہ رنج و محنت شاید سال بھر کا کھانا بھی نہیں رکھتا اور میں سال بھر بلکہ زیادہ کا کھانا لے لیتی ہوں اور مضبوطی کے ساتھ احتیاط سے رکھتی ہوں اور اگر خشک کرنے کو اپنی غذائیں میدان میں لاتی ہوں تو مینھ برسنے کے قبل حق تعالیٰ مجھے الہام فرماتا ہے میں وہاں سے اٹھا کر ایسی جگہ لے جاتی ہوں جہاں مینھ کچھ نقصان نہ پہنچا سکے اور اگر تو نے میدان میں خرمن لگایا ہو اور سیل و باران آیا ہو تو تجھے اس کی خبر بھی نہیں ہوتی حتیٰ کہ تمام خرمن ضائع ہو جاتا ہے پس میں اس خدا کا شکر کیونکر بجالاؤں جس نے مجھے ایک ذرے سے اس زیبائی اور چستی اور چالاکی کے ساتھ پیدا کیا اور تجھ ایسے کو بایں بزرگی میرا خدمت گار بنایا حتیٰ کہ تو میری غذا جوتا بوتا اور کاٹتا پیٹتا ہے اور رنج و محنت کھینچتا ہے اور میں چین سے کھاتی ہوں اور کوئی چھوٹا بڑا جانور ایسا نہیں جو اپنی زبان حال سے خالق کے جلال کی یہ ثنا نہیں کرتا بلکہ ہر ایک بوٹی بھی اور ہر ایک ذرہ اگرچہ جماد ہے مگر ثنا خوان رب العباد ہے لیکن آدمی ان کی آواز اور ندا سننے سے غافل ہے جیسا حق تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ انهم عن السمع المعزولون ﴾ (۱۲) اور ﴿ وان من شی الا یسبح بحمده ولکن لاتفقهون تسبیحهم ﴾ (۱۳) اور اس عالم عجائبات کی بھی انتہا نہیں اسے تفصیل وار بیان کرنا محال ہے چوتھی نشانی دریا ہیں جو روئے زمین پر جاری ہیں دریائے محیط جو زمین کو گھیرے ہوئے ہے ہر ایک دریا اسی کا ٹکڑا ہے اور دریا میں زمین کے چند جزیروں سے زیادہ نہیں اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ زمین دریا میں ایسی ہے جیسے زمین میں چند اصطبل اے عزیز جب تو خشکی کے عجائب کی سیر سے فارغ ہوا تو اب دریا کے عجائب کی سیر میں مشغول ہو اس واسطے کہ دریا جس قدر زمین سے بڑا ہے اس قدر اس کے عجائب بھی زیادہ ہیں

کیونکہ جو جانور زمین میں رہتا ہے دریا میں بھی اس کا نظیر موجود ہے اور بہت سے جانور ایسے ہیں کہ زمین میں نہیں ہوتے لیکن دریا میں ہوتے ہیں ان جانوروں میں سے ہر ایک کی صورت سیرت جدا جدا ہے کوئی جانور ایسا چھوٹا ہے کہ دکھائی نہیں دیتا اور کوئی اتنا بڑا ہے کہ جہاز جب اس کی پیٹھ پر آ جاتا ہے تو لوگ جانتے ہیں کہ زمین پر آ گیا جب آگ سلگاتے ہیں تو شاید وہ جانور آگاہ ہو کر جنبش کرتا ہے تب لوگ جانتے ہیں کہ یہ زمین نہیں جانور کی پیٹھ ہے عجائب دریا کے بیان میں لوگوں نے کتابیں تصنیف کی ہیں اس مختصر میں کیونکر اس کی تفصیل ہو سکے۔ اے عزیز دیکھ تو سہی کہ حق تعالیٰ نے قعر دریا میں ایک ایسا جانور پیدا کیا ہے جس کا پوست سیپی ہے اور اسے الہام فرمایا کہ مینھ برستے وقت دریا کے کنارے آ کر منھ کھولتا ہے تا کہ مینھ کی جو بوندیں شیریں ہیں آپ دریا کے مانند شور نہیں وہ اس کے اندر پڑ جائیں اور منھ بند کر کے قعر دریا میں وہ پھر جاتا ہے اور ان قطروں کو اپنے اندر اس طرح رکھتا ہے جیسے رحم میں نطفہ اور ان میں پرورش کرتا ہے اور اس جوہر صدف کو حق تعالیٰ نے موتی کی صفت پر پیدا کیا ہے اور یہ قوت مدت دراز میں اسے حاصل ہوتی ہے کہ ہر قطرہ موتی کا دانہ ہو جائے کوئی چھوٹا کوئی بڑا تا کہ تو اس سے زیور بنائے اور آرائش کرے اور دریا کے اندر پتھر سے ایک سرخ درخت پیدا کیا کہ اس کی صورت درخت کی سی ہے اور اس کا جوہر پتھر کا جوہر ہے اس درخت کو مرجان یعنی مونگا کہتے اور اس کے کف سے ایک چیز ساحل پر پیدا ہوتی ہے اسے عنبر کہتے ہیں اور ان جواہر کے عجائب جسم حیوان کے باہر بھی بہت ہیں روئے دریا پر کشتی چلانا اور کشتی کو ایسی شکل پر بنانا کہ دریا میں غرق نہ ہو اور کشتی بانوں کو یہ ہدایت فرمانا کہ موافق اور مخالف ہوا کو پہچانیں اور ستارے کا پیدا کرنا تا کہ جہاں پانی ہی پانی ہو اور کچھ نشان نہ ہو وہاں راہ بتانی سب سے زیادہ عجیب بات ہے بلکہ پانی کی صورت اس لطافت اور صفائی اور اتصال اجزاء کے ساتھ بنانا اور پانی کی سب حیوانات اور نباتات بلکہ تمام مخلوقات

کے واسطے مایہ زندگی ٹھہرانا سب سے زیادہ عجیب ہے۔

اے عزیز اگر تو ایک چلو پانی کا محتاج ہو اور نہ پائے تو اس کے واسطے تمام روئے زمین کا مال دے ڈالتا ہے اور اگر وہ چلو بھر پانی تیرے مثانے میں رک جائے اور تو اسے باہر نہ نکال سکے تو بھی اس سے نجات پانے کے واسطے جو کچھ مال و دولت تیرے پاس ہو اسے خرچ کر ڈالتا ہے غرضیکہ پانی اور دریا کے عجائب بھی بے نہایت ہیں پانچویں نشانی ہوا ہے اور جو چیزیں ہوا میں ہیں ہوا بھی ایک دریائے موجزن ہے ہوا کا چلنا بھی موج مارتا ہے اے عزیز جان ایسا جسم لطیف جو نظر نہ آئے اور دیکھنے میں آڑ نہ ہو وہ ہمیشہ تیری جان کی غذا ہے کیونکہ کھانے پینے کی تو دن بھر میں ایک ہی بار حاجت ہوتی ہے اور اگر ساعت بھر تو سانس نہ لے اور غذا ہوا تیرے باطن میں نہ پہنچے تو تو ہلاک ہو جائے اور تو اس بات سے غافل ہے ہوا کی ایک خاصیت ہے کہ کشتیاں اس میں تھمی رہتی ہیں کیونکہ ہوا کشتی کو پانی میں ڈوبنے نہیں دیتی ہوا کی کیفیت کی تفصیل دراز ہے اے عزیز جان آسمان تو پہلا درجہ ہے پہلے تو ہوا کو دیکھ کہ اس میں حق تعالیٰ نے کیا کیا چیزیں بنائیں جیسے مینھ بدلی۔ رعد بجلی برف' ابر غلیظ کو دیکھ کہ دفعتہً ہوائے لطیف میں پیدا ہوتا جاتا ہے شاید دریا سے پانی پی کر اٹھتا ہے یا بخار کے طور پر پہاڑوں سے یا نفس ہوا سے پیدا ہوتا ہے اور جو مقام پہاڑ دریا چشموں سے دور رہیں وہاں قطرہ قطرہ بتدریج پانی برستا ہے' جو قطرہ آتا ہے ایک خط مستقیم پر آتا ہے اور تقدیر الٰہی میں جو جگہ اس کے واسطے مقرر ہے اسی جگہ گرتا ہے تا کہ فلانا کیڑا جو پیاسا ہے وہ سیراب ہو جائے اور فلانا سبزہ جو خشک ہوا جاتا ہے تر ہو جائے اور فلانا بیج جو پانی کا محتاج ہے اسے پانی پہنچے اور فلانا میوہ جو فلانے درخت کی چوٹی پر سوکھا جاتا ہے کہ پانی اس درخت کی جڑ میں پہنچ کر اس کے اندر سرایت کرے اور ان رگوں کی راہ جو بال سے زیادہ باریک ہیں جا کر اس میوے تک پہنچے تا کہ وہ میوہ تر و تازہ ہو جائے اور تو خدا کی رحمت اور مہربانی سے غافل ہو کر اسے

کھاتا ہے اور مینھ کے ہر ہر ایک قطرے پر لکھا ہے کہ فلانی جگہ گرے اور فلانے بندے کی روزی ہو اگر تمام مخلوقات متفق ہو کر چاہے کہ قطروں کا حساب معلوم کرلے تو یہ ناممکن ہے پھر اگر پانی دفعتہً آ کر برس جاتا ہے تو نباتات کو بتدریج پانی نہ پہنچتا اس واسطے حق تعالیٰ نے فصل سرما کو اس پر مسلط کیا تا کہ پانی کو برف کردے وہ برف دھنکی ہوئی روئی کی طرح ذرہ ذرہ گرتی ہے اور پہاڑوں کو برف خانہ مقرر کیا وہاں جمع ہوتی ہے چونکہ وہاں کی ہوا ٹھنڈی ہوتی ہے اس وجہ سے برف جلدی پگھل کر نہیں بہہ جاتی جب فصل بہار کی گرمی پیدا ہوتی ہے تو بتدریج پگھلتی ہے اس سے بقدر حاجت نہریں جاری ہوتی ہیں تا کہ گرمی بھر تھوڑا تھوڑا پانی کھیتوں میں صرف ہوا کرے اس واسطے کہ اگر ہمیشہ مینھ برسا کرتا تو خلق کو بڑی تکلیف ہوتی اور اگر ایک ہی بار برس جاتا تو سال بھر سبزہ خشک ہوا کرتا تو برف میں یہ لطف رحمت الٰہی ہیں اور برف پر کیا موقوف ہے ہر ایک چیز میں خدا کی رحمت ہے بلکہ زمین اسمان کے تمام اجزا کو حق تعالیٰ نے حق اور عدل اور حکمت کے ساتھ پیدا کیا اس واسطے فرمایا ہے﴿ وما خلقنا السموات والارض ومابینھما لاعبین ماخلقناھما الابالحق ولکن اکثرھم لایعلمون ﴾ یعنی زمین آسمان کو اور جو کچھ ان میں ہے اسے کھیل کے طور پر سے باطل و بیکار نہیں پیدا کیا بلکہ حق پیدا کیا ہے یعنی جیسا چاہیے تھا ویسا ہی پیدا کیا چھٹی نشانی آسمانوں اور تاروں کی مملکت ہے اور ان کے عجائب اس واسطے کہ زمین اور جو کچھ روئے زمین پر ہے ان کے مقابلے میں بہت کم اور مختصر ہے اور تمام آسمانوں اور تاروں کے عجائب میں تفکر کرنے کے واسطے تمام قرآن مجید تنبیہ ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ وجعلنا السماء سقفا محفوظا وھم عن اٰیاتھا معرضون ﴾ (۱۴) اور فرمایا ﴿ لخلق السموات والارض اکبر من خلق الناس ولکن اکثر الناس لایعلمون ﴾ (۱۵) پس اے عزیز حق تعالیٰ نے یہ جو حکم فرمایا ہے کہ ملکوت آسمان

اس کی حرکت میں کس قدر سرعت ہے جو آدھی ساعت میں آفتاب کا تمام گھیر از مین سے نکلتا ہے اور مسافت زمین کی ایک سو ساٹھ مسافتوں کے برابر اس ساعت میں قطع کر کے حرکت کر جاتا ہے یہی سبب تھا کہ جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ آفتاب کو زوال ہوا حضرت جبرئیل نے کہا لانعم یعنی نہیں ہاں آپ نے فرمایا یہ کیسی بات ہے حضرت جبرئیل نے کہا کہ لا کہنے سے نعم کہنے کے وقت تک آفتاب پانچ سو برس کی راہ طے کر گیا اور ایک ستارہ آسمان پر زمین کا صد گونہ ہے اور بلندی کے سبب سے اتنا سا نظر آتا ہے اے عزیز جان جب ایک ستارے کا یہ حال ہے تو تمام آسمان اسی پر قیاس کر لے کہ کتنا بڑا ہو گا اتنے بڑے آسمان کی شکل تیری چھوٹی سی آنکھ میں نظر آتی ہے تا کہ اس سے حق تعالیٰ کی قدرت اور عظمت تو پہچانے پس ہر ایک ستارے میں ایک حکمت ہے اور اس کے ثبات و سیر رجوع و استقامت طلوع و غروب میں حکمتیں ہیں آفتاب میں سب سے زیادہ کھلی ہوئی حکمت ہے' کہ حق تعالیٰ نے اس کے فلک کو فلک البروج کے ساتھ ایک میل عنایت فرمایا ہے حتیٰ کہ ایک فصل میں تیرے سر سے نزدیک ہے اور ایک فصل میں دور ہو جاتا ہے تا کہ اس کے سبب سے ہوا کی کیفیت بدلتی رہے کبھی سرد کبھی گرم کبھی معتدل ہو جائے اور اسی وجہ سے دن رات میں تفاوت اور اختلاف رہتا ہے کبھی بڑے ہو جاتے ہیں کبھی چھوٹے یہ حال تمام و مال لکھا جائے تو بڑی طوالت ہو اور حق تعالیٰ نے اس تھوڑی سی عمر میں جو علوم ہمیں عنایت فرمائے اگر انھیں ہم بیان کریں تو ایک مدت صرف ہو اور ہمارا علم انبیاء اولیاء کے علم کی بہ نسبت بہت ہی کم اور مختصر ہے اور اولیاء کا علم تفصیل خلقت کے باب میں انبیاء کے علم سے کمتر ہے اور انبیاء کا علم مقرب فرشتوں کے علم کے سامنے ایسا ناچیز ہے کہ ان کے علم کو علم کہنا نہیں سزاوار ہے سبحان اللہ اس کی کیا شان ہے کہ با وصف اس کے کہ بندوں کو علم سے بہرہ مند کر کے نادانی کا داغ ان میں لگا دیا اور فرمایا ﴿ وما اوتیتم

من العلم الا قلیلا ﴾ (۱۶) اے عزیز جان! تفکر کے اطوار کے باب میں جو بیان کیا گیا یہ ایک نمونہ ہے تا کہ اس کے سبب سے تو اپنی غفلت معلوم کرے اس واسطے کہ تو جب کسی امیر کے ایسے گھر میں جاتا ہے جو نقش و نگار اور گچ سے آراستہ ہو تو بہت دنوں تک تو اس کی تعریف کرتا ہے اور دنگ رہتا ہے اور خدا کے گھر ہمیشہ رہتا ہے مگر کچھ بھی تعجب نہیں کرتا یہ عالم اجسام خدا کا گھر ہے زمین اس کا فرش اور آسمان اس کی چھت ہے اتنی بڑی چھت کا بے ستون قائم رہنا بڑے تعجب کی بات ہے اس کا خزانہ پہاڑ ہیں اور گنجینہ دریا ہیں حیوانات اور نباتات اثاث البیت ہیں چاند اس گھر کا چراغ ہے اور آفتاب مشعل ستارے قندیلیں اور فرشتے مشعلچی مگر تو اس گھر کے عجائبات سے غافل ہے اس واسطے کہ یہ گھر بڑا ہے اور تیری آنکھ چھوٹی اس گھر کو نہیں دیکھ سکتی تیری مثال اس چیونٹی کے مانند ہے جو بادشاہ کے مکان عالیشان میں چھید کر کے رہتی ہے اپنے گھر اور غذا اور اپنے یاروں کے سوا اسے کچھ خبر نہیں ہوتی اور قصر شاہی کی رونق و زینت اور غلاموں کی کثرت اور تخت سلطنت سے بالکل بے خبر رہتی ہے اگر چیونٹی کے درجے پر تو رہنا چاہتا ہے تو رہ حالانکہ معرفت الٰہی کے باغ کا تماشا دیکھنے کی راہ تجھے بتائی ہے باہر نکل کر آنکھ تو کھول تا عجائب صنعت تجھے نظر آئیں اور تو مدہوش و متحیر ہو جائے واللہ اعلم بالصواب۔

۱ تحقیق آسمان و زمین کے پیدا کرنے اور رات دن کے ردوبدل میں کھلی نشانیاں ہیں اہل عقل کو۔

۲ پیدا کی گئی مخلوق ایک ظلمت میں پھر اس پر نور کا چھڑکاؤ کیا گیا۔

۳ جاننے والا۔

۴ ارادہ کرنے والا

۵ کلام کرنے والا۔

۶ کہہ دو تم اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ اگر دریا سیاہی واسطے لکھنے باتوں رب میرے کے ہر آئینہ خرچ ہو جائے دریا قبل اس کے کہ آخر ہوں باتیں رب میرے کی اگر جوڑ لائیں ہم مثل

اس دریا کے بطریق مدد۔

۷ پاک ہے وہ جس نے پیدا کیا جنسوں کو سب کا سب اس چیز سے کہ اگاتی ہے زمین اور آدمیوں کی ذاتوں اور اس چیز سے کہ نہیں جانتے ہیں۔

۸ اور بہت سے نشانات ہیں آسمان اور زمین میں کہ گزرتے ہیں ان پر حالانکہ وہ ان نشانیوں سے اعراض کرنے والے ہوتے ہیں۔

۹ کیا نہیں نظر کی انھوں نے حکمتوں آسمانوں اور زمین میں اور اس میں جو کہ پیدا کی ہے اللہ نے ہر چیز سے۔

۱۰ بے شک بیچ پیدائش آسمانوں اور زمین کے بدلنے رات دن کے نشانیاں ہیں واسطے عقل مندوں کے۔

۱۱ لیکن تم نہیں سمجھتے ہو تسبیح ان کی۔

۱۲ بلا شک وہ سننے سے معطل ہیں۔

۱۳ نہیں کوئی شے مگر تقدیس و تحمید کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔

۱۴ اور بنایا ہم نے آسمان کو چھت نگاہ رکھی گئی اور وہ لوگ اس کی نشانیوں سے انکار کرنے والے ہیں۔

۱۵ ہر آئینہ پیدائش آسمان اور زمین کی بہتر بڑی ہے پیدائش آدمیوں سے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں۔

۱۶ یعنی نہیں دیا گیا تمہیں علم میں مگر تھوڑا سا۔

---------- صفحہ نمبر ۶۰۷ ----

آٹھویں اصل توکل کے بیان میں

اے عزیز! جان اس بات کو جان کہ توکل جس کا نام ہے وہ مقربوں کے مقامات میں سے ایک مقام ہے اور اس کا بڑا درجہ ہے مگر توکل کا علم فی نفسہ باریک اور مشکل ہے اور اس پر عمل کرنا دشوار ہے اس میں اشکال اس وجہ سے ہے کہ جو شخص سمجھے کہ کاموں میں خدا کے سوا اور کسی چیز کو دخل ہے وہ پکا موحد نہیں اور اگر سب اسباب کو

درمیان سے اٹھادے گا تو شرع پر طعن کریں گے اور اگر اسباب ظاہری کا بھی کوئی سبب نہ دیکھے گا تو اپنی عقل کے خلاف کرے گا اور اگر دیکھے گا تو شاید اسباب ظاہری میں سے کسی سبب پر توکل کرے اور اس کے موحد ہونے میں نقصان آ جائے پس توکل کا ایسا بیان جیسا عقل اور شرع اور توحید کہتی ہے اور ایسا کہ ان سب کا جامع ہو بہت دقیق علم ہے اسے ہر ایک نہیں جان سکتا پہلے تو ہم توکل کی فضیلت بیان کرتے ہیں پھر اس کی حقیقت کا بیان کریں گے پھر اس کے احوال اور اعمال کہیں گے۔

توکل کی فضیلت کا بیان

اے عزیز جان! تو کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے ارشاد کیا ﴿ وعلی اللہ فتوکلو ان کنتم مومنین ﴾ یعنی حق تعالیٰ نے سب کو توکل کا حکم فرمایا اور اسے شرط ایمان ٹھہرایا اور ارشاد کیا ﴿ ان اللہ یحب المتوکلین ﴾ یعنی حق تعالیٰ متوکلوں کو دوست رکھتا ہے اور فرمایا ہے ﴿ ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ ﴾ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے اس کے واسطے اللہ بس ہے اور فرمایا ہے ﴿ الیس اللہ بکاف عبدہ ﴾ یعنی اپنے بندے کے واسطے اللہ کیا بس نہیں ہے اور توکل کی فضیلت میں ایسی بہت سی آیتیں ہیں اور جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ اجمعین نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے میرے سامنے امتیں پیش کیں میں نے اپنی امت کو دیکھا کہ کوہ و بیابان میں بھری ہے اس کی کثرت دیکھ کر میں متعجب رہا اور خوش ہوا حق تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا کہ تم خوش ہوئے میں نے عرض کیا کہ ہاں خوش ہوا پھر ارشاد کیا کہ بانیہمہ ستر ہزار آدمی بے حساب جنت میں جائیں گے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں فرمایا کہ جو منتر اور داغ اور فال پر کاربند نہیں ہوتے بلکہ خدا کے سوا کسی پر بھروسا نہیں کرتے تب حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اٹھ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ دعا کیجئے کہ حق تعالیٰ مجھے بھی ان ستر ہزار میں سے کرے آپ نے دعا فرمائی کہ بارخدایا اسے ان لوگوں میں سے کر

پھر اور ایک صحابی نے اٹھ کر اسی دعا کی درخواست کی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ﴿سبقت بھا عکاشہ﴾ یعنی عکاشہ اس امر میں سبقت لے گیا اور رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر تم لوگ حق تعالیٰ پر ایسا توکل کرو جیسا کرنے کا حق ہے تو حق تعالیٰ تمہیں اس طرح روزی پہنچائے جس طرح پرندوں کو پہنچاتا ہے جو صبح کو بھوکے ہیں اور شام کو شکم سیر آتے ہیں اور فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہے حق تعالیٰ اس کے سب کاموں کی سربراہی کرتا ہے اور کافی ہو جاتا ہے اور ایسی جگہ سے اسے روزی پہنچاتا ہے جو اس کے خیال میں بھی نہ آئے اور جو شخص دنیا کی پناہ لیتا ہے حق تعالیٰ اسے دنیا کے ساتھ چھوڑ دیتا ہے جناب خلیل اللہ یعنی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا ﴿حسبی اللہ ونعم الوکیل﴾ جب جب حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوا میں تھے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پوچھا کہ تمہیں کچھ حاجت ہے فرمایا تم سے کچھ حاجت نہیں یہ اس واسطے کہا کہ ﴿حسبی اللہ﴾ جو کہا تھا اسے وفا کریں اس واسطے حق تعالیٰ نے وفا کے ساتھ ان کی صفت کی اور فرمایا ﴿ابراھیم الذی وفی﴾ اور حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ اے داؤد جب سب کو چھوڑ کر کوئی میری ہی پناہ لیتا ہے تو گو کہ تمام آسمان و زمین مکر و فریب سے اس کی مخالفت کریں مگر میں اس کی مشکل آسان ہی کرتا ہوں حضرت سعید ابن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک بار مجھے بچھو نے کاٹا میری ماں نے قسم دے کر مجھ سے کہا کہ ہاتھ پھیلا تا کہ لوگ منتر پڑھیں دوسرا ہاتھ جو بھلا چنگا تھا میں نے پھیلا دیا اس واسطے کہ جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے میں نے سنا تھا کہ جو شخص منتر اور داغ پر بھروسا کرے متوکل نہیں اور حضرت ابراہیم ادھم رحمتہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ایک راہب سے میں نے پوچھا کہ تو روزی کہاں سے کھاتا ہے بولا مجھے نہیں معلوم روزی دینے والے سے پوچھو کہ وہ کہاں سے بھیجتا ہے لوگوں نے ایک شخص سے پوچھا جب تو ہمیشہ عبادت ہی میں

مشغول رہتا ہے تو روزی کہاں سے کھاتا ہے اس نے دانتوں کی طرف اشارہ کیا یعنی جس نے یہ چکی پیدا کی وہ اناج بھی بھیج دیتا ہے حضرت ہرم ابن حیان نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ میں کس ملک میں ٹھہروں کہا شام میں پوچھا وہاں روزی کیونکر ملے گی کہا ﴿ اف لھذہ القلوب قد خالطھا الشک و لاینفعھا الموعظتہ﴾ یعنی افسوس ہے ایسے دلوں پر کہ شک ان پر غالب ہے اور نصیحت انھیں سودمند نہیں ہوتی۔

حقیقت توحید کی جو بنائے توکل ہے

اے عزیز! جان تو کہ توکل دل کی حالتوں میں سے ایک حالت ہے اور وہ ایمان کا ثمرہ ہے اور ایمان کے ابواب بہت ہیں مگر دو باتوں پر ایمان لانا توکل کی بنا ہے ایک توحید پر ایمان لانا دوسرے کمال لطف و رحمت پر مگر توحید کی تفصیل دراز ہے اور اس کا علم سب علوم کا منتہا ہے مگر جس قدر پر بنائے توکل ہے اس قدر ہم بیان کرتے ہیں۔

اے عزیز جان! تو کہ توحید کے چار درجے ہیں اور توحید کا ایک مغز ہے اور اس مغز کا بھی ایک مغز ہے اور توحید کا ایک چھلکا ہے اور اس چھلکے کا بھی ایک چھلکا ہے تو توحید دو مغز اور دو چھلکے رکھتی ہے اس کی مثال کچے اخروٹ کی سی ہے کہ ایک مغز اور دو چھلکے اس کے ظاہر ہیں اور روغن مغز کا مغز ہے پہلا درجہ یہ ہے کہ آدمی زبان سے تو لا الہ الا اللہ کہے اور دل سے اعتقاد نہ رکھے یہ منافقوں کی توحید ہے دوسرا درجہ یہ ہے کہ اس کلمے کے معنے کا دل سے تقلیداً اعتقاد رکھے جیسے عوام الناس یا ایک نوع کی دلیل سے اعتقاد رکھے جیسے متکلم لوگ تیسرا درجہ یہ ہے کہ آدمی مشاہدے سے دیکھے کہ سب کی اصل ایک ہی ہے اور سب کاموں کا ایک ہی فاعل ہے اور کسی کو کوئی کچھ کر ہی نہیں سکتا یہ ایک نور ہے کہ دل میں پیدا ہوتا ہے اسی نور میں یہ مشاہدہ حاصل ہوتا ہے یہ مشاہدہ عوام الناس اور متکلمین کے اعتقاد کے مانند نہیں اس واسطے کہ ان کا اعتقاد

ایک گرہ ہے کہ تقلید یا دلیل کے حیلے سے دل پر لگا لے اور یہ مشاہدہ دل کا کھل جاتا ہے یہ سب گرہوں کو کھول اور قیدوں کو اٹھا دیتا ہے ایک شخص تو کسی کے کہنے سے اپنے دل میں یہ اعتقاد کرے کہ فلانا سردار گھر میں ہے تو عوام الناس کی تقلید کی مثال ہے کہ انھوں نے اپنے ماں باپ سے سنا اور دوسرا شخص دروازے پر گھوڑے اور غلام کو دیکھ کر اعتقاد کرے کہ فلانا سردار گھر میں ہے یہ متکلمین کے اعتقاد کی مثال ہے کہ انھوں نے دلیل سے جانا اور تیسرا شخص اس سردار کو گھر میں دیکھ لے یہ عارفوں کی توحید کی مثال یہ ہے کہ وہ مشاہدہ کرتے ہیں تو ان تینوں شخصوں میں بڑا فرق ہے اور اگرچہ اس توحید کا بڑا درجہ ہے مگر تاہم عارف اس درجے پر پہنچ کر خلق کو بھی دیکھتا ہے اور خالق کو بھی اور جانتا ہے کہ خلق خالق سے ہے تو اس درجے کی توحید میں کثرت کو دخل ہے اور عارف جب تک وہ دیکھتا ہے تب تک تفرقہ میں پڑا رہتا ہے جمع نہیں ہوتا یہ کمال توحید نہیں چوتھا درجہ یہ ہے کہ آدمی ایک کے سوا دوسرے کو دیکھے ہی نہیں اور سب کو ایک ہی دیکھے اور ایک ہی سمجھے اس مشاہدے میں تفرقہ کو کچھ دخل نہیں ہوتا صوفی لوگ اس درجے کو فنافی التوحید کہتے ہیں جیسا کہ حسین حلاج نے خواص رحمہما اللہ تعالیٰ کو دیکھا کہ بیابان میں پھرتے ہیں پوچھا کیا کرتے ہو کہا تو کل میں خود کو ثابت قدم کرتا ہوں کہا تم نے اپنی عمر تو آبادانی باطن میں گزاری بھلا نیستی سے توحید کے مقام کو کب پہنچو گے تو یہ چار مقام ہیں اول توحید منافق یہ چھلکے کا چھلکا ہے اے عزیز جان جس طرح اخروٹ کا اوپر والا چھلکا اگر تو کھائے تو برا معلوم ہوتا ہے اگرچہ ظاہر میں وہ سبز ہوتا ہے لیکن اگر اس کے اندر کی طرف تو دیکھے تو بڑا ہے اگر اسے تو جلائے تو دھواں ہوتا ہے اور آگ کو بجھا دیتا ہے اگر تو اسے رکھ چھوڑے تو کچھ کام نہیں آتا بلکہ جگہ رک جاتی ہے وہ اور تو کسی کام کا نہیں مگر یہ کہ چند روز اسے اخروٹ پر لگا رہنے دیں تا کہ اندر والے چھلکے کو تازہ رکھے اور آفتوں سے بچائے رکھے اسی طرح توحید منافق بھی اور کسی کام کی نہیں مگر یہ کہ منافق کے پوست کو تلوار

سے محفوظ رکھتی ہے اور منافق کا پوست اس کا بدن ہے اس نے توحید زبانی کے سبب سے تلوار سے نجات پائی یعنی دنیا میں منافق قتل نہ کیا گیا مگر جب بدن گیا گزرا اور جان رہ گئی یعنی وہ موا تو وہ توحید زبانی کچھ کام نہیں آئی اور جس طرح اخروٹ کا اندر والا چھلکا جلانے کے قابل نہیں ہوتا اسی کام کا ہوتا ہے کہ اسے مغز پر لگا رہنے دیں تا کہ مغز ہمیشہ اس کی حفاظت اور حمایت میں رہے خراب نہ ہونے پائے اور یہ چھلکا مغز کی بہ نسبت ناچیز اور حقیر ہوتا ہے اسی طرح عوام الناس اور متکلمین کی توحید بھی اسی کام کی ہے کہ اس کے مغز کو یعنی اس کی جان کو آتش دوزخ سے محفوظ رکھے یہ توحید اگر چہ اس کام کی ہے مگر مغز اور روغن کی لطافت اس میں کہاں پائیے اور جس طرح اخروٹ کا مغز مرغوب اور عزیز ہوتا ہے مگر جب روغن کے ساتھ تو اس کا مقابلہ کرے گا تو یہ ثقل اور پھوک سے خالی نہیں اور فی نفسہ کمال صفا کو نہیں پہنچے ہے پس توحید کا تیسرا درجہ بھی کثرت اور تفرقہ اور زیادتی سے خالی نہیں بلکہ چوتھے درجے کی توحید کمال مرتبہ صاف ہے اس واسطے کہ اس میں فقط حق ہی حق رہتا ہے اسی درجے کا موحد ایک کے سوا اور کسی کو نہیں دیکھتا خود کو بھی بھول جاتا ہے جس طرح اور چیزیں اس کے دیکھنے میں نیست ہوگئی ہیں اسی طرح وہ خود بھی اپنے دیکھنے میں نیست ہو جاتا ہے یعنی خدا کے سوا نہ خود کو دیکھتا ہے نہ اور کسی کو۔

فصل:

اے عزیز جان! کہے گا کہ توحید کے یہ درجے مجھے مشکل معلوم ہوتے ہیں اس کی تفصیل کرنا چاہیے کہ مجھے معلوم تو ہو کہ سب کو ایک ہی سے کیونکر دیکھوں میں تو بہت سے اسباب دیکھتا ہوں سب کو ایک کس طرح دیکھ سکوں اور آسمان اور زمین اور خلق کو دیکھتا ہوں حالانکہ یہ ایک نہیں اے عزیز جان تو کہ منافق کی توحید زبانی ہے اور عوام الناس کی توحید اعتقادی ہے اور متکلموں کی توحید دلیل لی ہے ان تینوں قسموں کی توحید کو تو سمجھ سکتا ہے مگر چوتھے درجے کی توحید سمجھنا تجھے مشکل ہے اور توکل کو

چوتھے درجے کی توحید کی حاجت نہیں تیسرے درجے کی توحید کافی ہے اور چوتھے درجے کی توحید کو اس سے مفصل بیان کرنا دشوار ہے جو اس درجے کو نہ پہنچا ہو لیکن اے عزیز اس قدر مجملاً تو جان لے کہ ممکن ہو کہ بہت سی چیزیں ہوں اور ان چیزوں میں ایک نوع کا ارتباط ہو کہ اس ارتباط کے سبب سے وہ سب ایک ہی ہو جائیں چونکہ عارف کو اسی طور سے نظر آتا ہے تو وہ ایک ہی دیکھتا ہوگا بہت نہ دیکھتا ہوگا جس طرح آدمی میں بہت سی چیزیں ہیں گوشت پوست سر پاؤں جگر معدہ وغیرہ مگر فی المعنی آدمی ایک ہی چیز ہے حتیٰ کہ ممکن ہے کہ کوئی شخص کسی آدمی کو ایک چیز کے مانند جانے اور اس کے اعضاء کی تفصیل اس کے خیال میں نہ ہو تو اگر اس سے پوچھیں گے کہ تو نے کیا دیکھا وہ یہی جواب دے گا کہ ایک چیز کے سوا میں نے اور کچھ نہیں دیکھا یعنی ایک آدمی کو دیکھا اور اگر اس سے پوچھیں گے کہ تو کیا سوچتا ہے یہی جواب دے گا کہ ایک ہی چیز سوچتا ہوں یعنی اپنے معشوق کے سوچ میں ہوں پس وہ بالکل معشوق ہی ہو گیا اور معشوق ایک ہی چیز ہے پس اے عزیز جان تو کہ معرفت میں ایک مقام ہے جو کوئی اس مقام پر پہنچتا ہے وہ حقیقت میں دیکھتا ہے کہ جو کچھ عالم وجود میں ہے وہ ایک دوسرے کے ساتھ مرتبط ہے اور سب ایک ہی حیوان کے مانند ہیں اور آسمان زمین وستارے وغیرہ اجزائے عالم کو باہم ایسی نسبت ہے جیسے ایک ہی حیوان کے اعضاء کو باہم نسبت ہوتی ہے اور تمام عالم کو اپنے تدبر کے ساتھ ایک وجہ سے ایسی نسبت ہے جیسی حیوان کے بدن کی مملکت کو روح اور عقل کے ساتھ کہ یہ مدبر بدن ہیں عالم تدبیر میں سب درجوں سے ایسی نسبت نہیں جیسی نسبت بدن میں اور عقل وروح میں ہے اور تاوقتیکہ آدمی ﴿ ان اللہ خلق ادم علی صورتہ ﴾ (۱) نہ جان لے گا یہ باریک مضمون بھی اس کی فہم میں نہ آئے گا عنوان کتاب میں ہم نے اسے اشارۃً کچھ بیان کیا ہے اس باب میں خاموش ہی رہنا اولیٰ ہے اس واسطے کہ یہ بات دیوانوں کی زنجیر ہلاتی ہے اور مستوں کو سر دیا دلاتی اور

ہر ایک کی سمجھ میں نہیں آتی ہے شعر دم بخود ہو رہیے کچھ کہیے نہ بات حق کہا جس نے وہی مارا گیا اور تیسری توحید جسے توحید فعلی کہتے ہیں اس کا بیان احیاء العلوم میں مفصل لکھا گیا ہے اگر استعداد رکھتا ہے تو اس میں دیکھ لے اور اس قدر شکر کی اصل میں ہم بیان کر چکے ہیں یہاں اس قدر جاننا کافی ہے یعنی آفتاب ماہتاب' ستارے ابر و باران اور ہوا وغیرہ جنھیں تو اسباب سمجھتا ہے یہ سب ایسے مسخر ہیں جیسے کاتب کے ہاتھ میں قلم اس واسطے کہ ان میں سے کوئی بھی آپ سے جنبش نہیں کرتا بلکہ انھیں وقت پر بقدر ضرورت جنبش دیتے ہیں پس ان پر کاموں کو حوالے کرنا خطا ہے جیسا کہ خلعت سرفرازی کو قلم اور کاغذ پر حوالہ کرنا خطا ہے مگر جو چیز محل نظر ہے وہ حیوانات کا اختیار ہے اس واسطے کہ تو سمجھتا ہے کہ آدمی بھی کچھ اختیار رکھتا ہے' حالانکہ یہ سمجھنا خطا ہے اس واسطے کہ آدمی فی نفسہ مجبور و مضطر ہے جیسا ہم بیان کر چکے ہیں کہ اس کا کام وابستہ قدرت ہے اور قدرت ارادہ کی مسخر ہے حتیٰ کہ جو ارادہ ہوتا ہے وہی کرتا ہے مگر جب حق تعالیٰ ارادہ کو پیدا کرتا ہے تب وہ خواہ نخواہ کوئی نہ کوئی بات چاہتا ہے پس جب قدرت ارادہ کی مسخر ہوئی اور ارادہ اس کے اختیار میں نہیں تو کچھ بھی اس کے اختیار میں نہیں اور وہ مجبور محض ہے اے عزیز یہ حال تجھے بخوبی جب معلوم ہوگا کہ تو یہ جان لے کہ آدمی کے افعال تین قسم پر ہیں ایک یہ کہ مثلاً جب پانی پر پاؤں رکھتا ہے تو پانی کے اندر چلا جاتا ہے اور کہتے ہیں کہ اس نے پانی چیر کر اس کے ایک جز کو دوسرے سے جدا کر دیا اسے فعل طبعی کہتے ہیں دوسرے یہ کہ کہتے ہیں کہ آدمی سانس لیتا ہے اسے فعل ارادی کہتے ہیں تیسرے یہ کہ کہتے ہیں کہ آدمی بات کہہ کر چل دیا اسے فعل اختیاری کہتے ہیں مگر وہ فعل طبعی ظاہر ہے کہ آدمی کے اختیار سے نہیں ہوا کیونکہ جب وہ پانی پر پاؤں رکھے گا خواہ نخواہ اس کی گرانی سے پانی پھٹ جائے گا یہ فعل اس کے اختیار سے نہیں' اس واسطے کہ پتھر کے بھاری پن سے ایسا ہونا ضرور ہے اور آدمی کا فعل ارادی جیسے سانس لینا اگر غور کیا جائے تو اس کا بھی یہی

حال ہے اس واسطے کہ آدمی سانس نہیں روک سکتا کیونکہ اسے ایسا ہی پیدا کیا ہے کہ سانس لینے کا ارادہ خواہ نخواہ اس میں پیدا ہوتا ہے اور جب کوئی شخص چاہتا ہے کہ دور سے کسی آدمی کی آنکھ میں سوئی پھینک مارے تو وہ آدمی ضرور بالضرور پلک جھپکا لیتا ہے اگر چاہے کہ پلک نہ جھپکاؤں تو یہ اس سے نہیں ہوسکتا کیونکہ آدمی کی خلقت ہی یوں ہوئی ہے کہ وہ ارادہ خواہ مخواہ اس میں پیدا ہو جائے جیسے کہ اس کی خلقت اس بات کو چاہتی ہے کہ پانی میں کھڑا ہو تو ڈوب جائے پس ان دونوں فعلوں میں آدمی کی مجبوری معلوم ہوگئی مگر فعل اختیاری جیسے چلنا اور کہنا اس میں اشکال ہے کہ اگر چاہے تو یہ فعل کرے اگر نہ چاہے نہ کرے مگر اے عزیز تو یہ جان لے کہ آدمی کسی کام کا ارادہ اس وقت کرتا ہے جب اس کی عقل حکم کرے کہ اس کام میں تیری بھلائی ہے کبھی اس میں غور و تامل کی حاجت بھی ہوتی ہے جب عقل نے حکم کر دیا کہ اس بات میں تیری بھلائی ہے تو اس کا ارادہ ضرور بالضرور پیدا ہوتا ہے اور آدمی اپنے اعضاء کو جنبش دیتا ہے جیسے دور سے سوئی پھینکتے وقت پلک جھپکا لینا مگر چونکہ اس بات کا علم ہمیشہ حاضر ہے اور بداہتہً معلوم ہے کہ سوئی کے سبب سے آنکھ کو نقصان ہوگا اور پلک بند کر لینے میں بھلائی ہے لہٰذا اس میں غور و تامل کی حاجت نہیں ہوتی اسی واسطے کہ وہ بے تامل سمجھتا ہے کہ آنکھ بند کر لینے میں بھلائی ہے اور بھلائی جاننے سے اس میں ارادہ پیدا ہوتا ہے اور ارادے کے سبب سے قدرت بالضرور کام میں آتی ہے اس جگہ جب تامل کر چکا تو اس صفت پر ہو گیا جس صفت پر اس جگہ تھا اور وہی ضرورت پیش آجاتی ہے' اس واسطے کہ اگر کوئی شخص کسی آدمی کے مارنے کو لاٹھی اٹھاتا ہے تو وہ آدمی بالطبع بھاگتا ہے حتیٰ کہ اگر کسی چھت کے کنارے پہنچتا ہے اور جانتا ہے کہ کود پڑنا لاٹھی کھانے سے آسان ہے تو کود پڑتا ہے اور اگر جانتا ہے کہ کود پڑنا لاٹھی کھانے سے بڑھ کر ہے تو خواہ نخواہ پاؤں ٹھہر جاتا ہے اور کود پڑنے کی طاقت نہیں رکھتا اس واسطے کہ پاؤں کی حرکت ارادے کے قید میں ہے اور ارادہ عقل

کے حکم کا تابع ہے کہ عقل کہے کہ یہ کام اچھا ہے اور کرنے کے لائق ہے اسی واسطے ہے کہ اگر کوئی شخص خود کو قتل کیا چاہے تو اگر چہ ہاتھ بھی رکھتا ہے اور چھری بھی مگر نہیں قتل کر سکتا اس واسطے کہ ہاتھ کی قدرت ارادے کی مقید ہے اور ارادہ اس بات کا مقید ہے کہ عقل حکم کرے کہ یہ کام تیرے حق میں بھلا اور کرنے کے قابل ہے اور عقل بھی مجبور و مضطر ہے اس واسطے کہ وہ آئینہ کے مثل صاف ہے کہ جو کچھ بہتر ہوتا ہے اس کی صورت عقل میں آتی ہے چونکہ اپنا قتل کرنا بہتر نہیں ہوتا اس کی صورت بھی آئینہ عقل میں نہیں ظاہر ہوتی مگر اس وقت کہ آدمی کسی ایسی بلا میں ہو جس کا متحمل نہیں اور خود کو قتل کر ڈالنا اس بلا سے بہتر جانتا ہے پس اسے فعل اختیاری اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کی بھلائی تمیز میں آتی ہے ورنہ جب یہ فعل بالضرور ظاہر ہوا تو سانس لینے اور آنکھ بند کر لینے کی ضرورت کے مثل ہو گیا اور ان دونوں فعلوں کی ضرورت پانی میں ڈوب جانے کی ضرورت کے مثل ہے اور یہ اسباب ایک دوسرے سے وابستہ ہیں اور سلسلہ اسباب کے حلقے بہت ہیں کتاب احیاء العلوم میں اس کی تفصیل مذکور ہے اور حق تعالیٰ نے قدرت جو آدمی میں پیدا کی ہے یہ اس سلسلہ کے حلقوں میں سے ایک حلقہ ہے یہیں سے آدمی گمان کرتا ہے کہ مجھے اختیار ہے یہ گمان کرنا خطائے محض ہے اس واسطے کہ آدمی کو اس سے فقط اتنا ہی علاقہ ہے کہ آدمی اس کی گزرگاہ ہے پس آدمی اختیار اور قدرت کا محل اور مر ہے کہ حق تعالیٰ اس میں پیدا کر دیتا ہے پس چونکہ درخت ہوا کے سبب سے ہلتا ہے اور اس میں حق تعالیٰ نے قدرت و ارادہ کچھ نہیں پیدا کیا لہٰذا درخت کوئی بھی محل قدرت و ارادہ نہ سمجھا پس اس ہلنے کا نام اضطرار محض رکھا اور چونکہ حق سبحانہ تعالیٰ جو کچھ کرتا ہے اس کی قدرت اس کے سوا اور کسی چیز کی مقید نہیں تو اسے اختراع کہتے ہیں اور چونکہ آدمی نہ ایسا ہے نہ ویسا اس واسطے کہ اس کی قدرت اور ارادہ اور ہی اسباب سے تعلق رکھتا ہے جو اس کے اختیار میں نہیں تو اس کا فعل نہ تو حق تعالیٰ کے فعل کے مانند ہوتا ہے تا کہ اسے

خلق و اختراع کہیں اور چونکہ آدمی محل قدرت و ارادہ ہوتا ہے کیونکہ حق تعالیٰ اس میں بالضرور قدرت و ارادہ پیدا کرتا ہے تو درخت کے مثل بھی نہ ہوگا کہ اس کے فعل کو اضطرار محض کہیں بلکہ ایک اور ہی قسم ہوتی ہے لہٰذا اس کے لئے اور نام تلاش کیا اسے کسب کہتے ہیں اس بیان سے معلوم ہوا کہ اگر چہ آدمی کا کام آدمی ہی کے اختیار میں ہے مگر چونکہ وہ اپنے نفس اختیار میں مجبور و مضطر ہے چاہے خواہ نہ چاہے تو فی الحقیقت اس کے اختیار میں کچھ نہیں۔

فصل:

اے عزیز غالباً تو کہے گا کہ اگر یہی بات ہے تو ثواب عذاب کیوں ہے اور شریعت کس واسطے ہے اس لئے کہ آدمی کا کچھ اختیار ہی نہیں اے عزیز جان تو کہ یہ وہ مقام ہے جسے توحید در شرع اور شرع توحید کہتے ہیں اس دریائے عمیق میں اکثر ضعیف الایمان غرق ہوتے ہیں اس بھنور سے اسی کا بیڑا پار ہوتا ہے جو پانی پر چل سکے کہ اگر پانی پر نہ چل سکے تو بھلا پیر ہی سکے بہت لوگ تو یوں ڈوبنے سے بچے کہ اس دریا میں پیر ہی نہ رکھا تا کہ غرق نہ ہو جائیں اور عوام الناس اسے جانتے ہی نہیں ان کے حال پر بھی مہربانی ہے کہ انھیں اس دریا کے کنارے آنے ہی نہ دیں کہ نا گاہ ڈوب جائیں اور جن لوگوں نے دریائے توحید میں پاؤں رکھا ان میں سے اکثر اس سبب سے ڈوبتے ہیں کہ پیرنا نہیں جانتے اور شاید کہ انھیں پیرنا سیکھنے کی سمجھ ہی نہیں ہوتی یا خود اپنے اوپر مغرور رہو کر اسے طلب نہیں کرتے اور اس دریا میں ڈوب جاتے ہیں اس واسطے کہ جانتے ہیں کہ ہمارے اختیار میں کچھ بھی نہیں خدا ہی سب کچھ کرتا ہے اور جانتے ہیں کہ ازل میں جس کی نسبت شقاوت کا حکم کر چکا وہ کوشش کر کے اس سے پھر نہیں سکتا اور جس کی نسبت سعادت کا حکم ہو چکا ہے جہد و جہد کوشش کرنے کی حاجت ہی نہیں یہ عقیدہ رکھنا بالکل جہل وضلالت ہے اور موجب ہلاکت ہے اور ہر چند کہ ان امور کی حقیقت کتاب میں لکھنا نہ چاہیے لیکن جب سلسلہ سخن

یہاں تک پہنچا تو کچھ شمہ بیان کیا جاتا ہے۔

اے عزیز یہ جو تو نے کہا کہ ثواب و عقاب کیوں ہے جان تو کہ عقاب اس وجہ سے نہیں کہ تو نے برا کام کیا اور حق تعالیٰ تجھ پر خفا ہو کر اس کے عوض میں عقوبت کرتا ہے اور ثواب اس وجہ سے نہیں ہے کہ تو نے اچھا کام کیا اور وہ تجھ سے خوش ہو کر اس کے صلے میں تجھے خلعت عنایت فرماتا ہے اس واسطے کہ یہ باتیں حق سبحانہ تعالیٰ کی شان عفت سے دور ہیں مگر خون یا صفرا یا اور کوئی خلط جب تیرے بدن میں غالب ہوتا ہے تو اس سے ایک کیفیت پیدا ہوتی ہے اسے بیماری کہتے ہیں اور جب دوا دارو کا اثر غالب ہوتا ہے تو اس سے ایک حالت پیدا ہوتی ہے اسے صحت کہتے ہیں اسی طرح جب خواہش اور غصہ تجھ پر غالب ہوتا ہے اور تو ان کا قیدی ہو جاتا ہے تو اس سے ایک آگ پیدا ہو کر جان میں لگتی ہے اس سے تیری ہلاکت ہے اس واسطے جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا ہے ﴿ الغضب قطعه من النار ﴾ یعنی جب غصے کو تو نے اپنے اوپر مسلط کر لیا وہ غصہ نہیں بلکہ آگ کا ایک ٹکڑا ہے اور جس طرح نور عقل کا قوی ہونا خواہش اور غصہ کی آگ بجھاتا ہے اسی طرح نور ایمان دوزخ کی آگ بجھا دیتا ہے اور دوزخ کہتی ہے ﴿ جزیا مومن فان نورک اطفاناری ﴾ (۲) تو یہاں دوزخ ایمان سے فریاد کرتی ہے بات چیت درمیان میں نہیں ہوتی بلکہ دوزخ کو یہ نور دیکھنے کی طاقت نہیں ہوتی اسی طرح بھاگنے لگتی ہے جیسے مچھر ہوا سے بھاگ جاتے ہیں تو خواہش کی آگ بھی نور عقل کے سامنے سے بھاگ جاتی ہے پس اے عزیز جان! تیرے عذاب کے واسطے دوسری جگہ سے کوئی چیز نہ لائیں گے تیری ہی چیز تجھے دیں گے ﴿ انما ھی اعمالکم ترد الیکم ﴾ (۳) پس تیری ہی شہوت اور تیرا ہی غصہ آتش دوزخ کی اصل ہے اور وہ تیرے ساتھ تیرے باطن میں موجود ہیں اگر تجھے علم الیقین ہوتا تو تو البتہ انھیں دیکھتا جیسا حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ﴿ کلالو تعلمون علم الیقین

لترون الجحیم﴾ پس اے عزیز جان! تو کہ جس طرح زہر کھانا آدمی کو بیمار کر دیتا ہے اور بیماری آدمی کو قبر میں لے جاتی ہے اس بات میں نہ کسی کا غصہ ہے نہ انتقام اسی طرح معصیت اور شہوت آدمی کے دل کو بیمار کر دیتی ہے اور وہ بیماری تیری آگ ہو جاتی ہے اور وہ آگ آتش دوزخ کی جنس سے ہے اس جہان کی آگ کی جنس سے نہیں اور جس طرح سنگ مقناطیس بمقتضائے مجانست لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے اس طرح دوزخ دوزخی کو اپنی طرف کھینچتی ہے اس میں کسی کے غصے کو دخل نہیں اور ثواب کا حال بھی اسی پر قیاس کر لے اس واسطے اس کا بیان موجب طوالت ہو گا یہ تو اس اعتراض کا جواب ہے جو تو نے کہا تھا کہ ثواب وعقاب کیوں ہے اور یہ جو تو نے اعتراض کیا تھا کہ شریعت کس واسطے مقرر ہوئی رسولوں کو کس کے لئے بھیجا اس کا جواب جان لے کہ یہ بھی ایک حکمت اور زبردستی ہے تا کہ خلق کو جبراً قہراً زنجیر میں باندھ کر بہشت میں لے جائے جیسا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا﴿ اتعجب من قوم یقادون الی الجنته بالسلاسل﴾ (۴) اور تا کہ کمند قہر میں اٹکا کر دوزخ میں نہ جانے دے جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا﴿ انتم تتهافتون علی النار وانا اخذ بحجزکم﴾ یعنی پروانے کی طرح تم خود کو آگ پر گراتے ہو اور میں تمہاری کمر پکڑ کر کھینچتا ہوں گرنے نہیں دیتا پس اے عزیز جان تو کہ پیغمبروں کی بات حق تعالیٰ کی جباری کی زنجیر کی ایک کڑی ہے کہ اس سے تجھ سے سمجھ پیدا ہوتا ہے کہ راہ کو بے راہی سے تو پہچان لے اور پیغمبروں کے ڈرانے سے ہراس پیدا ہو اور یہ معرفت وہراس آئینہ عقل پر سے غبار دور کر دے تا کہ یہ بات کہ راہ دنیا سے آخرت اختیار کرنا بہتر ہے آئینہ عقل میں نظر آنے سے راہ آخرت اختیار کرنے کا ارادہ تجھ میں پیدا ہو اور ارادے کے سبب سے خواہ نخواہ اعضا حرکت کریں اس واسطے کہ اعضاء ارادے کے تابع ہیں اور اس زنجیر میں تجھے باندھ کر جبراً قہراً دوزخ سے بچاتے ہیں اور بہشت میں لے جاتے ہیں

اور انبیاء علیہم السلام کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو بکریوں کا گلہ رکھتا ہو اس کے داہنے پر ایک ہری بھری چراگاہ ہو اور بائیں پر ایک غار ہو کہ اس میں بہت سے بھیڑیے ہیں پس یہ چرواہا غار کے کنارے کھڑا ہو کر لاٹھی ہلاتا ہے تا کہ بکریاں لاٹھی کے خوف سے پھر جائیں اس غار کی طرف نہ آئیں چراگاہ کی طرف چلی جائیں پیغمبروں کے بھیجنے کا یہی فائدہ ہے اور اے عزیز یہ جو تو نے اعتراض کیا تھا کہ اگر روز ازل میں بندے کی شقاوت کا حکم کیا ہے تو کوشش و محنت سے کیا فائدہ ایک وجہ سے یہ بات صحیح ہے اور ایک وجہ سے غلط یہ صحیح بات تیری ہلاکت کا سبب ہے اس واسطے کہ جس کسی کی نسبت شقاوت کا حکم ہو چکا ہے اس کی علامت یہ ہے کہ یہ بات اس کے دل میں ڈالے تا کہ وہ کوشش سے باز رہے نہ بیج بوئے نہ کھیت کاٹے اور حق تعالیٰ نے کسی کی موت کا یوں حکم فرمایا ہو کہ یہ بھوک کے مارے مر جائے اس کی علامت یہ ہے کہ یہ بات اس کے دل میں ڈال دے کہ ازل میں جب یہی حکم ہو چکا ہے کہ فاقوں کے مارے مر جاؤں گا تو مجھے روٹی کھانے سے کیا فائدہ تو وہ روٹی میں ہاتھ نہ لگائے گا اور روٹی نہ کھائے گا حتیٰ کہ بالضرور مر جائے گا اور کہے گا کہ اگر مقتاجی کا حکم کیا ہے تو بیج بونے سے کیا فائدہ ہوگا یہ سمجھ کر نہ بوئے گا حتیٰ کہ کھیت بھی نہ کاٹے گا اور حق تعالیٰ نے جس کی سعادت کا حکم کیا ہے اسے یہ سمجھا دیتا ہے کہ جس کی نسبت مالدار ہونے اور زندہ رہنے کا حکم کیا ہے اسے اسباب تونگری اور اسباب حیات کا حکم کیا ہے یعنی زراعت اور تجارت کرے اور روٹی کھائے پس یہ حکم بیہودہ نہیں بلکہ اسباب سے علاقہ رکھتا ہے اور حق تعالیٰ نے جسے جس کام کے واسطے پیدا کیا ہے اسے اس کام کے اسباب مہیا کر دیتا ہے یہ نہیں کہ بے سبب اسے اس کام تک پہنچائے اس واسطے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ﴿اعملو افکل میسر لما خلق له﴾ (۵) اے عزیز جو اعمال و احوال حق تعالیٰ تجھ سے جبراً قہراً سرزد کراتا ہے ان سے تو اپنی عاقبت کی بشارت معلوم کر جب علم پڑھنے میں

جہد و تکرار تجھ پر غالب ہو تو جان لے کہ یہ اس بات کی بشارت ہے کہ تجھ کو سعادت امامت و خلافت کا حکم کیا ہے بشرطیکہ تو پوری کوشش کرے اور بیکاری اور سستی چھوڑ دے اگر بیکاری اور سستی تجھ پر غالب ہو تو یہ بیہودہ بات تیرے دل میں ڈالی ہے کہ اگر روز ازل میں میری جہالت کا حکم کیا ہے تو تکرار سے کیا فائدہ تو یہاں سے اپنی جہالت کا حکم نامہ پڑھ لے اور جان لے کہ یہ اس بات کی علامت ہے کہ تو امامت کے درجے کو ہرگز نہ پہنچے گا غرضیکہ آخرت کے امور کو دنیا کے کاموں پر قیاس کر لے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ ماخلقکم و لا بعثکم الا نفس و احدة ﴾ اور فرمایا ﴿ سواء محیاهم و مماتهم ﴾ اے عزیز تو جب ان حقائق کو پہچان لے گا تو یہ تینوں اشکال اٹھ جائیں گی اور توحید ثابت ہو جائے گی اور معلوم ہو جائے گا کہ شرع اور عقل اور توحید میں اہل بصیرت کے نزدیک کچھ تناقص نہیں اس سے زیادہ ہم نہیں بیان کر سکتے اس کتاب میں ایسی باتوں کی گنجائش نہیں۔

دوسرا ایمان جو بنائے توکل ہے اس کا بیان

اے عزیز جان! تو کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ توکل دو ایمانوں کا ثمرہ ہے ایک ایمان توحید کا دوسرے یہ کہ تو ایمان لائے اور جان لے کہ خدا ہی پیدا کرنے والا ہے اور سب اس کے سبب سے ہے اور وہ سب کے ساتھ رحیم اور حکیم اور مہربان ہے اور اس کی شفقت اور عنایت ہر ایک چونٹی اور مچھر سے لے کر آدمی تک کے حق میں ماں کی شفقت و رحمت سے جو اپنے فرزند پر ہوتی ہے زیادہ ہے چنانچہ یہی مضمون حدیث شریف میں آیا ہے اور جان لے کہ عالم اور جو کچھ عالم میں ہے سب کو حق تعالیٰ نے کمال و جمال اور لطف اور حکم سے اس طور پر پیدا کیا ہے کہ اس سے بڑھ کر ہونا محال تھا اور سمجھ لے کہ حق تعالیٰ کسی چیز کو اپنی رحمت اور مہربانی سے محروم نہیں رکھتا اور جو چیز پیدا کی ہے وہ جیسی چاہیے تھی ویسی ہی پیدا کی ہے اگر تمام روئے زمین کے عقل مند جمع ہوں اور ان میں کمال عقل وزیر کی عنایت ہو اور غور

کریں کہ دنیا میں کوئی سر مو اور پریشہ اس انداز پر ہے کہ ایسا نہ ہونا چاہیے تھا چھوٹا یا بڑا یا بدتر یا بہتر ہونا چاہیے تھا تو ایسی کوئی چیز نہ پائیں گے اور جان لیں گے کہ سب کچھ ایسا ہی چاہیے تھا جیسا ہے جو چیز بہت بری ہے اس کا کمال اسی میں کہ بری ہو اگر بری نہ ہوتی تو ناقص ہوتی اور حکمت فوت ہو جاتی اس واسطے کہ مثلاً اگر کوئی چیز بری نہ ہوتی تو اچھی چیز کی قدر کوئی بھی نہ جانتا اس سے راحت نہ پاتا اور اگر ناقص چیز نہ ہوتی تو کامل بھی نہ ہوتی اور کامل کو اپنے کمال سے لذت نہ ہوتی اس واسطے کہ کامل و ناقص کو باہم نسبت دے کر پہچان سکتے ہیں مثلاً جب باپ ہوگا بیٹا ہوگا اور جب بیٹا نہ ہوگا باپ نہ ہوگا اس واسطے کہ یہ چیزیں ایک دوسرے کی مقابل ہیں اور مقابلہ دو چیزوں میں ہوتا ہے جب دوئی اٹھ جائے تو دو چیزیں ایک ہو جائیں مقابلہ اور جو چیز مقابلے پر موقوف ہے باطل ہو جائے اور معلوم کر لے کہ جائز ہے کہ کاموں کی حکمت کو حق تعالیٰ نے بندوں پر پوشیدہ رکھا ہو مگر اس بات پر ایمان لازم ہے کہ سب کاموں میں جو حق تعالیٰ نے حکم کیا ہے اسی میں خیریت ہے اور ایسا ہی ہونا چاہیے تھا پس دنیا میں بیماری اور عاجزی بلکہ کفر و معصیت اور ہلاکت اور نقصان اور درد و رنج اور جو کچھ ہے ہر ایک میں حق تعالیٰ نے ایک حکمت رکھی ہے اور جیسا ہے ویسا ہی چاہیے تھا کیونکہ جس نے محتاج بنایا اس سبب سے بنایا کہ محتاجی ہی میں اس کی بھلائی تھی وہ اگر مال دار ہوتا تو تباہ ہو جاتا اور جسے مال دار پیدا کیا اس کا بھی ایسا ہی حال ہے یہ مضمون بھی دریائے توحید کے مانند ایک بڑا دریا ہے بہت لوگ اس دریا میں ڈوب گئے ہیں اس میں قضا و قدر کا بھید ہے اسے ظاہر کرنے کی اجازت نہیں اگر اس دریا میں حوض کروں تو بات بڑھتی ہے مگر آدمی کے تمام ایمان کا بھید یہ ہے اور توکل کو بھی اس کی حاجت ہے۔

توکل کی حقیقت کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ توکل دل کی حالتوں میں سے ایک حالت ہے اور خالق کی

وحدانیت اور مہربانی پر ایمان لانے کا نتیجہ ہے اور اس حالت کے معنی یہ ہیں کہ وکیل یعنی کارساز پر دل سے اعتماد کو مضبوط رکھنا اور اس کے سبب سے آرام لینا تاکہ روزی میں دل نہ اٹکے اور اسباب ظاہر میں خلل پڑنے کی وجہ سے آدمی شکستہ دل نہ ہو بلکہ حق تعالیٰ پر بھروسہ رکھے کہ وہی مجھے روزی پہنچائے گا اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص کسی آدمی پر دغا اور فریب سے جھوٹا دعویٰ کرے اور یہ آدمی فریب دفع کرنے کو ایک وکیل پیش کرے تو اگر اس آدمی کو وکیل کی تین صفتوں پر ایمان ہوگا تو وکیل پر اس کا دل اعتماد کرے گا ایک یہ کہ وکیل دغا اور فریب کی صورتیں خوب جانتا ہے دوسرے یہ کہ وہ جانتا ہے کہ وکیل اس کے اظہار کی دو طور سے قدرت رکھتا ہے ایک دلیری کی وجہ سے دوسری لسانی کے سبب سے اس واسطے کہ کوئی ایسا ہوتا ہے کہ ایک بات جانتا ہے مگر بزدلی یا کند زبانی کی وجہ سے اظہار نہیں کرتا تیسرے یہ کہ وہ جانتا ہو کہ میرا وکیل پر اعتماد کرے گا اور اپنی طرف سے اس مقدمے میں حیلہ وتدبیر نہ کرے گا اسی طرح جو شخص نعم المولیٰ ونعم الوکیل کے معنی بخوبی سمجھا اور ایمان لایا کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے خدا ہی کے سبب سے ہوتا ہے اس کے سبب سے اس کے سوا اور کوئی فاعل نہیں اور بایں ہمہ اس کے علم اور اس کی قدرت میں کچھ نقصان نہیں اور اس کی رحمت وعنایت ایسی بے نہایت ہے کہ اس سے بڑھ کر ہونا محال ہے تب حق تعالیٰ کے فضل وکرم پر دل سے اعتماد کر کے حیلہ وتدبیر ترک کرے اور سمجھے گا کہ روزی مقدر ہے اپنے وقت پر مجھے پہنچے گی اور خدا کے فضل وکرم سے میرے سب کام بن جائیں گے اور ممکن ہے کہ ان صفات پر یقین ہو مگر وہ شخص باطبع دل کا کچا اور ڈرپوک ہو اس واسطے کہ یہ کچھ ضرور نہیں کہ آدمی جو کچھ بالیقین جانتا ہو طبیعت بھی اس کی تابع ہو بلکہ طبیعت کبھی وہم کی تابع ہوتی ہے حالانکہ یقیناً جانتا ہے کہ وہ وہم خطا ہے مثلاً کوئی شخص حلوا کھاتا ہو اور کوئی آدمی اسے نجاست کے ساتھ تشبیہ دے تو اس کھانے والے کی طبیعت میں ایسی کراہت آجاتی ہے کہ پھر وہ نہیں کھا سکتا حالانکہ وہ

جانتا ہے کہ یہ تشبیہ جھوٹ ہے اور اگر آدمی چاہے کہ مردے کے ساتھ گھر میں اکیلا سوئے تو نہیں سوسکتا اگر چہ یقیناً جانتا ہے کہ مردہ کنکر پتھر کے مثل ہے اٹھتا نہیں پس توکل کے واسطے یقین قوی ہونا چاہیے اور دل بھی تا کہ وہ اضطراب دل سے جاتا رہے اور جب تک اعتماد کامل اور آرام تمام حاصل نہ ہو تب تک آدمی متوکل نہیں ہوتا کیونکہ توکل کے معنی یہی ہیں کہ کاموں میں حق تعالیٰ پر دل کا اعتماد کرنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو یقین واثق اور ایمان کامل تھا مگر عرض کیا ﴿رب ارنی کیف تحیی الموتی قال اولم تو من قال بلی ولکن لیطمن قلبی﴾ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ مجھے یقین تو ہے مگر چاہتا ہوں کہ دل کو آرام اور اطمینان ہو جائے اس واسطے کہ ابتدائے حال میں دل کا آرام خیال اور وہم کا تابع ہوتا ہے پھر جب نہایت کو پہنچتا ہے تو دل بھی یقین کا تابع ہو جاتا ہے پھر مشاہدہ ظاہر کی اسے حاجت نہیں رہتی۔

توکل کے درجوں کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ توکل کے تین درجے ہیں ایک یہ کہ متوکل کا حال اس آدمی کے حال کے مانند ہو جو جھگڑے میں ایک وکیل چالاک رہنما فصیح دلیر مہربان مقرر کرتا ہے اور اس پر مطمئن رہتا ہے دوسرا درجہ یہ ہے کہ متوکل کا حال بچے کے مثل ہو جو ہر آفت میں اپنی ماں کے سوا کسی کو جانتا ہی نہیں جب بھوکا ہوتا ہے تو اپنی ماں کو ہی پکارتا ہے جب ڈرتا ہے تو اپنی ماں ہی کی پناہ لیتا ہے یہ بچے کی سرشت ہے تکلف کا اس میں دخل ہی نہیں یہ متوکل اپنے وکیل میں ایسا مستغرق ہوتا ہے کہ اسے خود اپنے توکل کی خبر نہیں ہوتی پہلے درجے والے کو اپنے توکل کی خبر تھی تکلف اور اختیار سے خود کو توکل کی صفت پر لایا تھا تیسرا درجہ یہ ہے کہ متوکل کا حال ایسا ہو جیسے مردہ شو کے سامنے مردہ کا حال ہوتا ہے اور خود کو مردہ سمجھے جائے کہ میں قدرت ازلی سے جنبش کرتا ہوں اپنے اختیار سے نہیں جیسے مردہ مردہ شو کے ہلانے سے ہلتا ہے اور

اگر کوئی کام اسے درپیش ہو تو اس لڑکے کے مانند دعا بھی نہیں کرتا جو کسی کام کے واسطے اپنی ماں کو پکارتا ہے بلکہ اس لڑکے کے مانند ہو جائے جو جانتا ہے کہ اگر چہ میں اپنی ماں کو نہ پکاروں ماں تو میرے حال سے خوب واقف ہے وہ خود میری تدبیر کرے گی پس تیسرے درجے میں متوکل کا کچھ اختیار نہیں ہوتا اور دوسرے درجے میں کچھ اختیار نہیں رہتا لیکن عاجزی اور دعا اور وکیل پر اعتماد کرنا باقی رہتا ہے اور پہلے درجے میں اختیار رہوتا ہے مگر ان ہی اسباب کی تدبیر میں جو وکیل کی وضع اور عادت سے معلوم ہوئے ہوں مثلاً جب جانے کہ وکیل کی یہ عادت ہے کہ جب تک موکل حاضر نہ ہو اور سجل حاضر نہ کرے وہ روبکاری نہیں کرتا تو لابد یہ سب بجالائے گا پھر ہمہ تن انتظار ہو جائے گا کہ وکیل کیا کرتا ہے اور جو کچھ ہوگا اسے وکیل ہی کی طرف جانے گا سجل حاضر کرنا بھی اسی کی طرف سے سمجھے گا اس واسطے کہ وکیل ہی کے اشارے سے اس نے مہیا کی پس جو شخص توکل میں اس مقام پر ہوتا ہے وہ تجارت اور زراعت اور اسباب ظاہری جس پر عادۃ اللہ جاری ہے اس سے دست بردار نہ ہوگا مگر باوصف اس دست بردار نہ ہونے کے وہ متوکل ہے اس واسطے کہ اپنی زراعت اور تجارت پر وہ بھروسا نہیں کرتا بلکہ حق تعالیٰ کے فضل وکرم پر اعتماد رکھتا ہے کہ اسنے جس طرح حرکات اور اسباب زراعت مجھ سے دوا دارو مہیا کروائے اور یہ کام کرنے کی ہدایت فرمائی اسی طرح تجارت اور زراعت سے وہ مقصود کو بھی پہنچائے گا اور جو بات آنکھوں کے سامنے آتی ہے اسے خدا ہی کی طرف سے دیکھتا ہے چنانچہ اس کی تفصیل آگے آئے گی اور لاحول ولاقوۃ الا باللہ کے یہی معنی ہیں اس واسطے کہ حول حرکت کو کہتے ہیں قوت قدرت ہے بندہ جب جانتا ہے کہ حرکت اور قدرت میرے سبب سے نہیں، بلکہ خدا ہی کے سبب سے ہے جو کچھ دیکھتا ہے اسی کی طرف سے دیکھتا ہے الحاصل جب کاموں کو اسباب کے سپرد کرنا آدمی کی نظر سے اٹھ گیا حتیٰ کہ سب کاموں کو خدا ہی کی طرف سے دیکھنے لگا غیر خدا سے کوئی کام دیکھتا

ہی نہیں تو وہ متوکل ہے مگر متوکل کا بہت بلند مقام ہے جو حضرت الا یزید بسطامی قدس سرہ نے کہا ہے حضرت ابوموسیٰ دہلی رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ حضرت ابو یزید بسطامی رحمتہ اللہ تعالیٰ سے میں نے پوچھا کہ توکل کیا ہے انھوں نے کہا کہ تم کسے توکل کہتے ہو کہا کہ مشائخ نے فرمایا ہے کہ توکل یہ ہے کہ اگر تیرے سامنے داہنے بائیں سانپ ہی سانپ اور اژدہے ہی اژدہے ہوں تو بھی تیرے دل میں سر مو جنبش اور گھبراہٹ نہ پیدا ہو حضرت ابو یزید رحمتہ اللہ علیہ نے کہا یہ سہل بات ہے مگر میرے نزدیک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اہل دوزخ کو بالکل عذاب میں اور اہل جنت کو نعمت میں دیکھے اور دل سے ان دونوں میں فرق کرے وہ متوکل نہیں مگر وہ جو حضرت ابوموسیٰ نے کہا وہی توکل کا بہت بلند مقام ہے اور یہ ضرور نہیں کہ متوکل حذر نہ کرے اس واسطے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی تعالیٰ عنہ جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غار میں تھے تو سانپ کے بل میں ایڑی اڑائی تھی حالانکہ وہ متوکل تھے انھیں سانپ سے ہراس نہ تھا بلکہ سانپ کے خالق سے ڈرتھا کہ سانپ کو قوت اور حرکت دے دے ایسا متوکل سب چیزوں میں لاحول ولاقوۃ الا باللہ کے معنی دیکھتا ہے اور حضرت ابو یزید رحمتہ اللہ تعالیٰ کے قول میں اس ایمان کی طرف اشارہ ہے جو اصل توکل ہے وہ ایمان بہت ہی عزیز الوجود ہے حق تعالیٰ کے حکمت وعدل رحمت و فضل پر وہ ایمان ہوتا ہے کہ بندہ جانتا ہے کہ حق تعالیٰ جو کچھ کرتا ہے وہ ایسا ہی کرتا ہے جیسا کرنا چاہیے اس لحاظ سے عذاب اور نعمت میں فرق نہیں کرتا۔

اعمال توکل کا بیان

اے عزیز جان تو کہ حق تعالیٰ نے تین اصلوں پر سب مقامات دین کا مدار رکھا علم پر حال پر عمل پر توکل کا علم اور حال تو بیان ہو چکا عمل باقی رہا شاید کوئی یہ خیال کرے کہ شرط توکل یہ ہے کہ بندہ سب کاموں کو خدا ہی پر چھوڑ دے اپنے اختیار سے ہرگز کچھ نہ کرے حتیٰ کہ کسب بھی نہ کرے اور کل کے واسطے کوئی چیز نہ رکھے اور

سانپ بچھو شیر سے نہ بھاگے اگر بیمار ہو تو دوا نہ پیے یہ سب باتیں خطا ہیں اس واسطے کہ خلاف شرع ہیں اور توکل کی بنا شرع پر کی ہے پس مخالف شرع متوکل کیونکر ہوگا بلکہ آدمی کا اختیار یا اس مال کے حاصل کرنے میں ہوگا جو اس کے پاس نہیں ہے یا اس مال کی حفاظت کرنے میں جو اس کے پاس ہے یا اس ضرر سے بچنے میں جو اسے نہ پہنچا ہو یا اس ضرر کے زائل کرنے میں جو اسے پہنچا ہو ان باتوں میں سے ہر ہر بات میں توکل کرنے کا جدا جدا ایک حکم ہے ان چاروں مقام کو ضرور مفصل بیان کرنا چاہیے پہلا مقام منفعت حاصل کرنے میں ہے یہ تین درجوں پر ہے پہلا درجہ یہ کہ عادۃ اللہ میں کوئی عادت معلوم ہے کہ اس کے بغیر کام نہ ہو یا یقین ہے اسے ترک کرنا دیوانہ پن ہے توکل نہیں مثلاً کوئی شخص کھانے میں ہاتھ نہ ڈالے اور نوالہ بنا کر منھ میں نہ رکھے کہ خدا خود اس کا پیٹ بھر دے یا کھانے کو بلائے کہ وہ خود بخود اس کے منھ میں چلا جائے یا کوئی شخص نکاح اور جماع نہ کرے کہ اس کے اولاد ہو اور سمجھے کہ یہ توکل ہے حقیقت میں یہ حماقت ہے بلکہ جو سبب یقینی ہے اس میں عمل اور کردار سے توکل نہیں ہے علم اور حالت سے ہے علم یہ ہے کہ آدمی جان لے کہ ہاتھ کھانا قدرت حرکت منھ دانت سب خدا ہی نے پیدا کیا ہے اور حال یہ ہے کہ اس کے دل کو خدا کے فضل پر بھروسا ہو کھانے اور ہاتھ پر نہیں اس واسطے کہ ممکن ہے کہ ہاتھ فی الحال شل ہو جائے اور کوئی کھانا چھین لے پس چاہیے کہ خدا کے فضل پر اور اس کے پیدا کرنے اور محفوظ رکھنے پر آدمی کی نظر رہے کہ اس نے کھانا پیدا کر کے محفوظ رکھا اپنے قوت بازو پر نظر نہ ہو دوسرا درجہ وہ اسباب ہیں جو یقینی نہ ہوں مگر اکثر تو ان کے بغیر مطلب نہ حاصل ہوتا ہو لیکن شاذ و نادر اور ان کے بغیر مطلب حاصل ہونا ممکن ہو جیسے سفر میں زاد راہ لینا اس سے دست بردار ہونا بھی شرط توکل نہیں اس واسطے کہ رسول اللہ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور اگلے بزرگوں کی عادت ہے مگر وہی شخص متوکل ہے جس کے دل کو زاد راہ پر بھروسا نہ ہو کیونکہ شاید زاد راہ چھن جائے

بلکہ اس زادراہ کے پیدا کرنے والے اور محفوظ رکھنے والے پر بھروسا ہو لیکن اگر بے زادہ راہ لیے ہوئے جنگل بیابان کو جانا درست ہے اور کمال توکل ہے یہ کھانا کھانے کے مانند نہیں اس واسطے کہ وہ توکل نہیں ہے مگر یہ اس مسافر کو درست ہے جس میں دو صفتیں ہوں ایک یہ کہ اتنی قوت حاصل کی ہو کہ اگر ہفتہ بھر کھانا نہ ملے تو بھوکا رہ سکے دوسرے گھاس پات کھا کر مدت تک زندگی بسر کر سکے جب مسافر اس صفت کا ہو تو غالب یہ ہے کہ جنگل بیابان میں وہاں سے کھانا پہنچے جہاں سے اس کے گمان میں بھی نہ ہو حضرت ابراہیم خواص قدس سرہ متوکل تھے اور ان میں یہ دونوں صفتیں بھی تھیں جنگل میں تنہا بے زاد راہ جاتے مگر سوئی اور نہرنی اور ڈول رسی ان کے ساتھ رہتا تھا اس واسطے کہ یہ اسباب یقینی ہیں کیونکہ ڈول رسی کے بغیر کنویں سے پانی نہیں نکلتا اور جنگل بیابان میں ڈول رسی کہاں اور جب کپڑا پھٹ جاتا ہے تو سوئی کے سوا اور کسی چیز سے نہیں سیا جا سکتا تھا پس ایسے اسباب کو ترک کرنا توکل نہیں بلکہ ان میں بایں طور توکل ہوتا ہے کہ فضل خدا پر بھروسا ہو ان اسباب پر نہیں پس اگر کوئی شخص کسی ایسے غار میں بیٹھ رہے کہ ادھر سے کوئی آتا جاتا نہ ہو اور وہاں کھانا بھی نہ ہو اور کہے کہ میں توکل کرتا ہوں تو یہ حرام ہے اس نے خود کو ہلاک کیا ہوگا اور عادۃ اللہ وہ نہ جانتا ہوگا اس کی مثل اس موکل کی سی ہے جو وکیل کے پاس سجل نہ لے جائے حالانکہ وکیل کی عادت جانتا ہو کہ وہ بے سجل بات تک نہیں کرتا اگلے زمانے میں ایک زاہد شہر سے باہر نکل کر ایک غار میں بیٹھ رہا اور توکل کیا تا کہ اس کا رزق اسے پہنچے ایک ہفتہ گزرا تھا کہ وہ مرنے کے قریب پہنچا اور کوئی چیز اسے نہ ملی اس زمانے کے رسول پر وحی نازل ہوئی کہ اس زاہد سے کہہ دو کہ مجھے قسم ہے اپنی عزت کی کہ جب تک تو شہر میں پھر نہ آئے گا اور خلق میں نہ بیٹھے گا تب تک میں تجھے روزی نہ دوں گا جب وہ شہر میں پھر آیا تو ہر جگہ سے چیزیں آنے لگیں اور اس کے دل میں کچھ خدشہ آیا پھر وحی نازل ہوئی کہ تو نے چاہا تھا کہ اپنے زہد و توکل سے میری حکمت کو باطل کر دے تو

یہ نہ سمجھا اپنے بندے کی روزی اور بندوں کے ہاتھ سے دنیا مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میں اپنے دست قدرت سے دوں اگر کوئی شخص شہر میں گھر کے اندر چھپ رہے اور دروازہ بند کرلے اور توکل کرے تو یہ حرام ہے کیونکہ اسباب یقینی سے کنارہ کرنا نہ چاہیے لیکن اگر دروازہ نہ بند کرے اور توکل کر کے بیٹھ رہے تو درست ہے بشرطیکہ دروازے کی طرف اس کی ٹکٹکی نہ بندھی رہے کہ کہیں کوئی کچھ لائے اور اس کا دل لوگوں میں نہ لگا رہے بلکہ خدا کے ساتھ دل لگائے ہوئے عبادت میں مشغول رہے اور اس بات کو تحقیق جانے کہ چونکہ اسباب سے اس نے بالکل کنارہ نہیں کیا تو روزی سے محروم نہ رہے گا اس جگہ وہ بات صادق آئے گی جو بزرگوں نے کہی ہے کہ اگر بندہ اپنی روزی سے بھاگتا ہے تو روزی اسے ڈھونڈھتی پھرتی ہے اور اگر حق تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ یا اللہ مجھے روزی نہ دینا تو حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے نادان میں نے روزی نہ دینے کے واسطے کیا تجھے پیدا کیا ہے یہ ہرگز نہ ہوگا پس توکل بایں طور ہوتا ہے کہ آدمی اسباب سے کنارہ نہ کرے اور اسباب کے سبب سے روزی کو نہ جانے بلکہ مسبب الاسباب کی طرف سے دیکھے کہ سب بندے خدا کی دی ہوئی روزی کھاتے ہیں مگر بعض سوال کی ذلت سے اور بعض انتظار کے رنج و محنت سے جیسے سوداگر اور بعض کوشش اور مشقت سے جیسے پیشہ ور اور بعض عزت کے ساتھ جیسے صوفی کہ خدا ہی کی طرف ٹکٹکی باندھے رہتے ہیں جو چیز انھیں پہنچتی ہے حق تعالیٰ ہی کی طرف سے سمجھتے ہیں خلق کو درمیان میں نہیں دیکھتے تیسرا درجہ وہ اسباب جو قطعی نہ ہوں اور ان کی حاجت بھی اکثر ہوتی ہو بلکہ انھیں منجملہ حیلہ و جستجو جانتے ہوں کسب کے ساتھ ان اسباب کی نسبت ایسی ہے جیسے بیماری کے ساتھ فال اور منتر اور داغ کی نسبت ہوتی ہے اس واسطے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متوکلوں کا وصف یہ فرمایا ہے کہ وہ منتر اور داغ نہیں کرتے یہ نہیں فرمایا کہ کسب نہیں کرتے اور شہر سے نکل نکل کر جنگل میں بیٹھ رہتے ہیں پس اس مقام میں توکل کے تین درجے

ہیں پہلا درجہ وہ ہے جو حضرت ابراہیم خواص قدس سرہ نے کیا تھا کہ جنگل بیابان میں بے زادراہ پھرا کرتے یہ درجہ سب سے بلند ہے یہ درجہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب آدمی بھوکا رہے یا گھاس پات کھالے اگر یہ ابھی نہ ملے تو موت کا خوف اس کے دل میں نہ ہو اور جانے کہ اسی میں میری بہتری ہے اس واسطے کہ جو شخص زادراہ لیتا ہے ممکن ہے کہ اسے چور چرا لے جائیں اور وہ شخص مرجائے راہ میں ہمیشہ احتمال نادر ہوا کرتے ہیں اس سے وہ حذر واجب نہیں دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ متوکل کسب بھی نہیں کرتا اور جنگل میں بھی نہیں جاتا بلکہ کسی شہر کی مسجد میں بیٹھ رہا تھا مگر لوگوں سے امیدوار نہیں رہتا بلکہ حق تعالیٰ کے فضل کی امید رکھتا ہے تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ آدمی کسب کرنے باہر نکلے مگر سبب اور آداب شرع جن کا بیان کسب کے باب میں ہو چکا ہے ان کے موافق کسب کرے اور حیلہ اور جستجو اور بری تدبیروں اور چالاکی کے ساتھ روزی پیدا کرنے سے حذر کرے لیکن اگر ایسے اسباب میں مشغول ہوگا تو اس شخص کے مانند ہو جائے گا جو منتر اور داغ کرتا ہے توکل نہیں کرتا اور کسب سے باز رہنا شرط توکل نہیں اس پر یہ دلیل ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو متوکل تھے اور توکل کا کوئی دقیقہ ان سے نہیں چھوٹا جب خلیفہ ہوئے کپڑوں کا بقچہ اٹھا کر تجارت کے واسطے بازار جایا کرتے لوگوں نے عرض کیا کہ یا خلیفہ عہد خلافت میں آپ تجارت کیوں کرتے ہیں فرمایا کہ اگر میں اپنے اہل عیال کو ضائع کروں تو اور لوگوں کو بہت جلدی ضائع کردوں گا پھر آپ کے واسطے لوگوں نے بیت المال سے کچھ معاش مقرر کردی تب سے آپ بہ دلجمعی تمام ہر وقت خلافت کے کاروبار میں مصروف رہا کرتے تو آپ کا توکل یہ تھا کہ مال و زر کی حرص نہ کرتے اور جو کچھ حاصل ہوتا اسے اپنی پونجی سے نہ جانتے بلکہ یہ سمجھتے کہ خدا کی بخشش ہے اور اپنے مال کو اور مسلمانوں کے مال سے زیادہ عزیز نہ رکھتے حاصل کلام یہ ہے کہ توکل بے زہد کے نہیں ہوسکتا کہ خدا بخشش ہے اور اپنے مال کو اور مسلمانوں کے مال سے زیادہ

عزیز نہ رکھتے حاصل کلام یہ ہے کہ توکل بے زہد کے نہیں ہوسکتا پس زہد شرط توکل ہے اگر چہ توکل شرط زہد نہیں حضرت ابو جعفر حدادخواجہ جنید رحمہما اللہ تعالیٰ کے پیر کہ مرد متوکل تھے انھوں نے فرمایا کہ کہ بیس برس تک میں نے اپنے توکل کو پوشیدہ رکھا بازار میں جا کر ہر روز ایک دینار کماتا اس میں سے ایک قیراط دے کر حمام نہ جاتا بلکہ سب خیرات کر دیتا حضرت جنید ان کے سامنے توکل کر ذکر نہ کرتے اور کہتے کہ مجھے شرم آتی ہے کہ پیر کے سامنے ایسے مقام کی گفتگو کروں جوان ہی کا مقام ہے اور وہ صوفی جو خانقاہ میں گوشہ نشین ہوئے ہیں اور ان کے خادم کسب کے واسطے باہر جاتے ہیں ان کا توکل ایسا ضعیف ہے جیسے کسب کرنے والے کا توکل اور توکل درست ہونے کی بہت سی شرطیں ہیں لیکن اگر کوئی شخص فتوح کی امید پر بیٹھ رہے تو یہ توکل کے قریب ہے لیکن جہاں وہ بیٹھا ہے اگر وہ جگہ مشہور رہے تو وہ شخص بازاری کے مانند ہے اور اس بات کا خوف ہے کہ شہرت کی وجہ سے دل کو سکون ہو لیکن اگر اس کی طرف دل ملتفت نہ ہو تو وہ توکل کسب کرنے والے کے توکل کے مانند ہوگا اسباب میں اصل یہ ہے کہ آدمی خلائق پر نظر نہ رکھے اور کسی سبب پر بھروسہ نہ کرے مسبب الاسباب ہی پر اعتماد رکھے حضرت ابراہیم خواص رحمتہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کو میں نے دیکھا کہ میرے ساتھ رہنے پر وہ راضی تھے مگر میں نے انھیں چھوڑ دیا کہ مبادا میرا دل ان پر بھروسا کر کے ان کے سبب سے آرام پائے اور میرا توکل ناقص ہو جائے حضرت امام احمد حنبل رحمتہ اللہ تعالیٰ نے ایک مزدور لگایا اور شاگرد سے فرمایا کہ اسے مزدوری سے کچھ زیادہ دو مزدور نے قبول نہ کیا جب وہ مزدور باہر گیا تو امام موصوف نے شاگرد سے کہا کہ اس کے پیچھے پیچھے لے جا شاید لے لے شاگرد نے کہا کیوں فرمایا کہ اس وقت اس نے اپنے دل میں اس کی طمع دیکھی ہوگی اس وجہ سے نہ لیا اب طمع جاتی رہی ہو تو شاید لے لے غرضیکہ کسب کرنے والے کا توکل یہی ہے کہ پونجی پر دل سے اعتماد نہ کرے اس کی شناخت یہ ہے کہ اگر

مال چوری جائے تو اس کا دل مکدر نہ ہو اور رزق سے نا امید نہ ہو جائے جب فضل الٰہی کا بھروسا رکھتا ہے تو سمجھ لے کہ خدا اس کی روزی ایسی جگہ سے پہنچائے گا جہاں سے اس کے خیال میں بھی نہیں اگر خدا نہ پہنچائے تو سمجھ لے کہ اسی میں میری بہتری ہے۔

یہ حالت پیدا کرنے کی تدبیر

اے عزیز! جان تو کہ یہ حالت بہت نادر ہے کہ کوئی شخص مال رکھتا ہو اور وہ مال چوری ہو جائے یا ضائع ہو جائے تو اس کا دل برقرار رہے پراگندہ نہ ہونے پائے اگرچہ یہ حالت نادر ہے مگر محال نہیں یہ حالت بایں طور پر حاصل ہوتی ہے کہ آدمی کو حق تعالیٰ کے کمال فضل و رحمت اور کمال قدرت پر ایمان اور یقین حاصل ہو یہاں تک کہ جان لے کہ وہ بہتوں کو بے پونجی کے روزی دیتا ہے اور بہت پونجی ایسی ہوتی ہیں جن کے سبب سے وہ شخص ہلاک ہو جائے پس اس پونجی کے ضائع ہو جانے میں خیر ہے جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ ایسا ہوتا ہے کہ بندہ رات کو ایسے کام کا خیال کرتا ہے جس میں اس کی ہلاکت ہو اور حق سبحانہ تعالیٰ عرش پر سے بنظر عنایت اس کی طرف دیکھتا ہے اور اس کا وہ کام نہیں ہوتا صبح کو وہ شخص غمگین اٹھتا ہے اور بدگمانی کرتا ہے کہ یہ کام کس نے بگاڑا اور کیوں بگاڑا اور اسے خیال ہوتا ہے کہ پڑوسی نے بگاڑا اور چچا زاد بھائی نے بگاڑا حالانکہ خود رحمت خدا اس کے شامل حال ہوتی ہے اسی سبب سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں اس سے کچھ باک نہیں رکھتا کہ صبح کو فقیر اٹھوں یا امیر اس واسطے کہ مجھے نہیں معلوم کہ خیر کس بات میں ہے اور آدمی کو یہ بھی جان لینا چاہیے کہ محتاجی کا خوف اور گمان بد شیطان تلقین کرتا ہے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ﴿الشیطان

یعدکم الفقر ﴾ (۶) اور خدا کی نظر عنایت پر اعتماد رکھنا کمال معرفت ہے خصوصاً یہ بات جان لے کہ جنھیں کوئی جانتا بھی نہیں ان پوشیدہ اسباب سے اکثر روزی پہنچتی ہے اور اسباب پوشیدہ پر بھی اعتماد نہ کرے بلکہ مسبب الاسباب کی ضمانت پر بھروسا کرے ایک عابد متوکل کسی مسجد میں تھا امام مسجد نے کئی بار اس سے کہا کہ تو بالکل نادار ہے اگر کچھ کسب کرتو بہتر ہے عابد نے کہا کہ پڑوس کا ایک یہودی روز دو روٹیاں پہنچانے کا کفیل ہوا ہے امام نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو کسب نہ کرنا روا ہے عابد بولا اے جوانمرد اولیٰ یہ ہے کہ تو امامت نہ کیا کر اس واسطے کہ تیرے نزدیک یہودی کی کفالت خدا کی ضمانت سے قوی تر ہے ایک مسجد کے امام نے کسی شخص سے پوچھا کہ تو روٹی کہاں سے کھاتا ہے اس نے کہا ٹھہر جاتا کہ جو نمازیں تیرے پیچھے پڑھی ہیں انھیں قضا کرلوں اس واسطے کہ تو خدا کی ضمانت پر ایمان نہیں رکھتا ہے جن لوگوں نے یہ بات آزمائی ہے انھوں نے ایسی جگہ سے فتوحیں دیکھیں ہیں جہاں سے امید نہ رکھتے تھے یہ جو حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ ومامن دابته فی الارض الاعلی الله رزقها ﴾ (۷) اس پر ان لوگوں کا ایمان مضبوط ہوگیا تھا حضرت حذیفہ مرعشی سے لوگوں نے پوچھا کہ حضرت ابراہیم ادہم رحمہما اللہ تعالیٰ سے تم نے کیا بات عجیب دیکھی اس واسطے کہ تم نے ان کی خدمت کی ہے انھوں کہا کہ مکہ معظّمہ کی راہ میں ہم دونوں آدمی بہت بھوکے رہے جب کوفے میں پہنچے تو اس کا اثر مجھ میں پیدا ہوا حضرت ابراہیم ادہم نے کہا کہ بھوک کے سبب سے تجھے ضعف ہوگیا میں نے کہا ہاں قلم دوات اور کاغذ لا میں لایا انھوں نے اس میں یہ لکھا بسم اللہ الرحم الرحیم اے وہ کہ ہر حال میں تو ہی مقصود ہے اور سب کا اشارہ تیری ہی طرف ہے میں تیرا ثنا خواں اور شاکر اور ذاکر ہوں مگر ننگا بھوکا پیاسا ہوں یہ تین چیزیں یعنی ثنا اور ذکر اور شکر جو میرا حق ہے ان کا میں ضامن ہوں اور وہ تین چیزیں یعنی کھانا پانی کپڑا دینا جو تیرا حق ہے تو اس کا ضامن رہ یہ لکھ کر رقعہ مجھے دیا اور کہا کہ باہر جا اور دل کسی سے نہ

لگا پہلے جسے دیکھنا اسے یہ رقعہ دے دینا میں باہر جو آیا تو ایک شخص کو اونٹ پر سوار دیکھا رقعہ دے دیا رقعہ پڑھ کر وہ رونے لگا اور پوچھا کہ اس رقعے کا لکھنے والا کہاں ہے میں نے کہا مسجد میں اس نے چھ سو دینار کی تھیلی مجھے دی میں نے لوگوں سے پوچھا کہ وہ کون شخص ہے' انھوں نے کہا کہ ایک نصرانی ہے حضرت ابراہیم ادہم کی خدمت میں جا کر میں نے سب ماجرا بیان کیا انھوں نے فرمایا کہ اس تھیلی میں ہاتھ نہ لگانا دم بھر میں اس تھیلی کا مالک آیا ہی چاہتا ہے فوراً وہ نصرانی آیا اور حضرت ابراہیم ادہم کے قدم کو بوسہ دے کر ایمان سے مشرف ہوا اور حضرت ابو یعقوب بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ مکہ معظمہ میں دس دن تک میں بھوکا رہا آخر بے تاب ہو کر باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ زمین پر ایک شلغم پڑا ہے میں نے اپنے جی میں کہا کہ اٹھا لوں میرے دل سے آواز آئی کہ دس دن سے تو بھوکا ہے آخر سڑا ہوا شلغم تجھے نصیب ہوا پس میں نے ہاتھ کھینچ لیا اور مسجد میں چلا آیا ایک شخص آ پہنچا اور پٹاری بھر روغنی ٹکیاں اور شکر اور مغز بادام لا کر میرے سامنے رکھا اور کہنے لگا میں دریا کے سفر میں تھا طوفان جو آیا تو میں نذر کی کہ اگر میں سلامت بچوں گا تو یہ چیزیں اس درویش کو دوں گا جس سے پہلے ملاقات ہو میں نے ہر ایک میں سے مٹھی مٹھی بھر لے کر کہا کہ باقی میں نے تجھے بخش دیا پھر میں نے اپنے دل سے کہا کہ دیکھ تو خدا کیا رزاق مطلق ہے کہ دریا میں ہوا کو تیری روزی کا بندوبست کرنے کا حکم فرمایا اور تو اور جگہ سے تلاش کرتا ہے پس ایسی نادر حکایتوں کا معلوم کرنا آدمی کے ایمان کو قوی کرتا ہے۔

عیال دار کے توکل کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ عیال دار آدمی کو کسب سے دست بردار ہو کر جنگل بیابان میں پھرنا لائق نہیں بلکہ عیال دار کا توکل وہی ہے جو تیسرے درجے میں مذکور ہوا وہ کسب کرنے والے کا توکل ہے جیسا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کرتے

تھے اس واسطے کہ توکل اسی کو لائق ہے جس میں وہ صفتیں پائی جائیں ایک یہ کہ بھوک پر صبر کر سکے اور جس قدر میسر ہو اس پر قناعت کر سکے اگر چہ وہ گھاس ہو دوسرے یہ کہ اس بات کا ایمان رکھتا ہو کہ شاید بھوک اور موت میری روزی ہے اور اسی میں میری بہتری ہے مگر عیال کو اس بات پر آدمی مستقل نہیں رکھ سکتا بلکہ حقیقت میں اس کا نفس بھی اس کے عیال کا حکم رکھتا ہے اور اگر بھوک پر صبر کی طاقت نہیں رکھتا اور مضطرب ہو جائے گا تو اس شخص کو کسب چھوڑ کر توکل نہ کرنا چاہیے اور اگر عیال بھی صبر کی طاقت رکھے اور توکل کی اجازت دے تو کسب نہ کرنا درست ہے پس فرق یہی ہے کہ خود کو جبراً قہراً بھوکا رکھنا درست ہے اور عیال کو بھوکا رکھنا درست نہیں اور جب آدمی کا ایمان کامل ہوتا ہے اور وہ تقوی اور پرہیز گاری میں مشغول ہوتا ہے تو اگر چہ وہ کسب نہ کرے مگر اس کے رزق کے اسباب ظاہر اور مہیا ہو جاتے ہیں جیسے وہ بچہ جو اپنی ماں کے پیٹ میں کسب سے عاجز ہے حق تعالیٰ اسے رزق ناف کی راہ سے پہنچاتا ہے جب بچہ پیٹ سے نکلتا ہے تو حق تعالیٰ ماں کی چھاتیوں سے رزق پہنچاتا ہے جب اور کھانا کھا سکتا ہے تو وہ وقت پر دانت پیدا کرتا ہے اور اگر ماں باپ مر جاتے ہیں اور بچہ یتیم رہ جاتا ہے تو جس طرح ماں پر شفقت کو مسلط کر دیا تھا کہ اسے اچھی طرح رکھتی تھی اسی طرح شفقت کو اوروں پر مسلط کر دیتا ہے حتیٰ کہ یتیم پر مہربانی کرنا خلق کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے پہلے تو ایک ہی مادر مشفقہ تھی اوروں نے بچہ کو اسی پر چھوڑ دیا تھا جب ماں گزر گئی تو ہزار آدمیوں کو اس پر شفقت کرنے کے واسطے اٹھا کھڑا کیا جب وہ لڑکا بہت بڑا ہوا اسے کسب کی قدرت مرحمت فرمائی اور کسب کی خواہش اس پر مسلط کر دی تا کہ جو شفقت اس پر تعینات کر دی ہے اس کے سبب سے وہ اسی طرح اپنی اب غم خواری کرے جس طرح مادر مشفقہ اپنی شفقت سے اس کی غم خواری کرتی تھی اگر اس خواہش کسب کو حق تعالیٰ اس سے لیتا ہے تا کہ اپنے کسب سے یتیم ہو کر زہد و تقوی کی طرف متوجہ ہو تمام مخلوقات کے دلوں کو اس پر

شفقت ومہربانی کرنے سے بھر دیتا ہے حتیٰ کہ سب کہتے ہیں کہ یہ مرد اللہ کی طرف مشغول ہے جو چیز بہتر اور بہت خوب ہو وہ اسے دینا چاہئے پہلے تو یہ اپنے اوپر اکیلا آپ ہی شفقت کرتا تھا اب تمام خلق اس پر یتیم کی طرح شفقت کرنے لگتی ہے لیکن اگر وہ کسب کرسکتا ہے اور سستی اور بیہودہ پن میں مشغول ہوتا ہے تو یہ شفقت کی حالت لوگوں کے دلوں میں نہیں پیدا ہوتی اسے توکل اور ترک کسب درست نہیں اس واسطے کہ جب وہ اپنے نفس کی طرف مشغول ہے تو اسے اپنی غم خواری بھی کرنا چاہیے پس آدمی اگر حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اپنے سے یتیم ہو جاتا ہے تو اس وقت حق تعالیٰ خلق کے دلوں کو اس پر مشفق ومہربان کر دیتا ہے اسی سبب سے ہے کہ کبھی کسی نے کوئی متقی ہرگز نہیں دیکھا کہ بھوک کے مارے مر گیا ہو پس جو کوئی اس بات میں خوب غور کرے کہ خداوند عالم نے ملک وملکوت کے کاموں کی کیسی تدبیر کی اور کیا خوب انتظام تام رکھا ہے تو ضرور بالضرور اسے اس آیہ کریمہ کے مضمون کا مشاہدہ ہو جائے گا ﴿ ومامن دابته فی الارض الاعلی الله رزقها ﴾ (۸) اور سمجھ لے گا کہ خداوند عالم نے مملکت کا ایسا اچھا انتظام کیا ہے کہ کوئی تباہ اور برباد نہ رہے مگر نادار اور وہ بھی اس سبب سے ہوتا ہے کہ اس کی بہتری اسی میں ہوتی ہے اس سبب سے نہیں کہ کسب سے وہ دست بردار ہو گیا اس واسطے کہ جس کسی نے بہت سامال کسب کیا ہوا اس کا بھی تباہ اور خراب رہنا نادر ہے حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ نے چونکہ یہ حال مشاہدے سے دیکھا تو کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ بصرے کے سب لوگ میرے اہل وعیال ہوں اور گیہوں کا ایک ایک دانہ ایک ایک دینار کو ہو جائے حضرت وہب ابن الورد رحمتہ اللہ نے کہا ہے کہ اگر آسمان لوہے کا زمین کانسہ کی ہو اور میں اپنے دل میں اپنی روزی کا رنج دیکھوں تو ڈرتا ہوں کہ مشرک ہو جاؤں اور حق تعالیٰ نے رزق کو آسمان پر حوالہ کیا ہے تا کہ لوگ جان لیں کہ کسی کو اس پر دسترس نہیں لوگوں کی ایک جماعت حضرت جنید قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا

کہ ہم اپنی روزی ڈھونڈھیں فرمایا کہ اگر جانتے ہو کہ کہاں ہے تو ڈھونڈھو کہا کہ خدا سے مانگیں فرمایا کہ اگر جانتے ہو کہ تمہیں بھول گیا ہے تو اسے یاد دلاؤ کہا تو کل کریں اور دیکھیں کہ کیا ہوتا ہے فرمایا کہ آزمائش کے طور پر توکل کرنا شک ہے کہا پھر کیا تدبیر ہے فرمایا تدبیر سے دست بردار ہونا پس درحقیقت رزق کے بارے میں رزاق مطلق کی ضمانت کافی ہے جسے رزق چاہیے ہو وہ اس کی طرف متوجہ ہو جائے۔

دوسرا مقام

توکل میں ذخیرہ جمع کرنا ہے۔ اے عزیز! جان تو کہ جس نے اپنا یکسالہ جمع کیا وہ درجہ توکل سے گر گیا اس واسطے کہ اس نے اسباب خفی چھوڑ کر اسباب ظاہری پر بھروسا کیا کیونکہ ہر سال مکرر ہوتا ہے مگر جس شخص نے وقت پر ضرورت کے قدر کھانے پر جس سے پیٹ بھر جائے اور ضرورت کے قدر کپڑے پر جس سے بدن ڈھپ جائے قناعت کی اس نے توکل پورا کیا لیکن اگر چالیس دن کی قدر ذخیرہ کر رکھے گا تو حضرت ابراہیم خواص قدس سرہ کہتے ہیں کہ اس کا توکل باطل نہ ہوگا اگر زیادہ جمع کر رکھے گا تو باطل ہو جائے گا اور حضرت سہل تستری رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ کسی قدر ہو ذخیرہ کر رکھنے سے بھی توکل باطل نہیں ہوتا بشرطیکہ ذخیرہ کر رکھنے پر آدمی بھروسا نہ کرے حسین معازنی رحمتہ اللہ تعالیٰ حضرت بشر حافی قدس سرہ کے مرید تھے انہوں نے کہا ہے کہ ایک دن ایک ادھیڑ آدمی حضرت بشر حافی کی خدمت میں آیا حضرت بشر حافی نے مٹھی بھر چاندی مجھے دے کر فرمایا کہ بہت اچھا اور خوش مزہ کھانا مول لا حالانکہ کبھی میں نے یہ بات ان سے نہ سنی تھی میں کھانا لایا انہوں نے اس آدمی کے ساتھ کھایا حالانکہ میں نے کبھی انہیں کسی کے ساتھ کھانا کھاتے نہ دیکھا تھا جب وہ کھا چکے تو اس میں سے بہت سا کھانا بچ رہا پس وہ ادھیڑ آدمی باقی

کھانا سمیٹ کر اٹھا لے گیا مجھے تعجب ہوا کہ بے اجازت اس نے ایسا امر کیا حضرت بشر حافی نے فرمایا کہ تجھے تعجب آیا میں نے کہا ہاں فرمایا یہ حضرت فتح موصلی تھے آج شہر موصل سے میری ملاقات کو آئے تھے اور کھانا اس واسطے اٹھا لے گئے تا کہ مجھے تعلیم کر دیں کہ جب توکل پورا اور درست ہو تو ذخیرہ کرے اور اپنے ہاتھ میں مال کو ایسا جانے جیسا خزانہ خدا میں اور اس پر بھروسا نہ کرے تو توکل باطل نہیں ہوتا یہ جو ہم نے کہا یہ مرد مجرد کا حکم ہے اور عیال دار اگر خرچ ایک سالہ ذخیرہ کر رکھے تو بھی اس کا توکل باطل نہ ہوگا لیکن اگر زیادہ جمع کر رکھے گ تو البتہ توکل جاتا رہے گا جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیال کے لئے ان کے ضعف دل کے سبب سے قوت یک سالہ رکھتے تھے اور اپنے واسطے صبح سے شام تک کا بھی قوت نہ چھوڑتے تھے حالانکہ اگر آپ رکھ چھوڑتے تو آپ کے توکل میں کچھ نقصان نہ کرتا اس واسطے کہ اس کا آپ کے ہاتھ میں ہونا اور غیر کے ہاتھ میں ہونا آپ کے نزدیک یکساں تھا مگر خلق کو اس کے درجے ضعف کے موافق آپ نے تعلیم فرما دیا حدیث شریف میں ہے کہ اصحاب صفہ میں ایک صحابی نے انتقال کیا ان کے کپڑے میں لوگوں نے دو دینار پائے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو داغ ہوں گے اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اس نے دغا سے خود کو مجرد ظاہر کیا اور عذاب کے طور پر آگ کے یہ دو داغ ہوں دوسری یہ کہ اس نے دغا نہ کی ہو مگر ذخیرہ کرنے سے اس کے درجے کو اس جہاں میں گھٹا دیا ہو جس طرح چہرے پر دو داغ ہونے سے جمال میں نقصان آ جاتا ہے جیسا کہ دوسرے درویش کے حق میں فرمایا تھا یعنی جب اس نے انتقال کیا تو آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کا سا ہوگا اور اگر ایک خصلت اس میں نہ ہوتی تو آفتاب کے مانند ہوتا وہ خصلت یہ تھی کہ ایک جڑاول دوسرے جاڑوں تک رکھتا تھا اور ایک گرمی کے کپڑے دوسری گرمی کی فصل تک رکھ چھوڑتا تھا اور فرمایا کہ یقین وصبر سب چیزوں سے کم تمہیں ملے ہیں

یعنی کپڑا رکھ چھوڑنا یقین کم ہونے کے سبب سے ہوتا ہے مگر اس بات پر اتفاق ہے کہ دسترخوان گھڑا لوٹا کٹورا اور جو چیزیں ہمیشہ کام آتی ہیں ان کا رکھ چھوڑنا درست ہے اس واسطے کہ عادۃ اللہ یوں جاری ہے کہ روٹی کپڑا ہر سال اور ہی وجہ سے پیدا ہوتا ہے مگر یہ برتن وغیرہ ہر گھڑی نہیں پیدا ہوتے اور عادۃ اللہ کے خلاف کرنا درست نہیں لیکن گرمی کے کپڑے جاڑوں میں کام نہیں آتے اور ان کا رکھ چھوڑنا ضعف یقین سے ہوتا ہے۔

فصل:

اے عزیز! جان تو کہ اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ اگر ذخیرہ نہ کر رکھے گا تو اس کا دل مضطر بن ہوگا اور خلق سے امیدوار رہے گا ایسے آدمی کو ذخیرہ کر رکھنا اولیٰ تر ہے بلکہ اگر ایسا ہو کہ اس کا دل مطمئن نہ رہے اور ذکر و فکر میں مشغول نہ ہو سکے مگر بقدر کفایت زمین رکھنے سے مطمئن اور مشغول ہو تو اسے یہی اولیٰ تر ہے کہ بقدر کفایت زمین رکھے اس واسطے کہ ان سب باتوں سے دل ہی مقصود ہے تا کہ حق تعالیٰ کے ذکر میں ڈوبا رہے اور بعض دل ایسے ہوتے ہیں کہ مال کو ہونا انہیں یاد خدا سے باز رکھتا ہے اور مفلسی میں تسکین حاصل ہوتی ہے ایسا دل بہت شریف ہوتا ہے اور بعض دل ایسا ہوتا ہے کہ قدر کفایت کے بغیر اسے تسکین نہیں ہوتی ایسے شخص کو زمین رکھنا اولیٰ تر ہے لیکن اگر تجمل اور شان و شوکت زیادہ ہونے کے بغیر دل کو تسکین نہ ہو تو ایسا دل دین داروں کے دلوں میں سے نہیں ہے اور اس کا کچھ حساب نہیں۔

تیسرا مقام

اس اسباب کا بیان جن سے رفع ضرر ہوا ے عزیز جان تو کہ جو سبب یقینی یا اکثر ہوتا ہے اس سے حذر کرنا شرط توکل نہیں ہے بلکہ متوکل اگر دروازہ بند کر کے قفل لگا دے تا کہ چور مال نہ لے جائے تو توکل باطل نہ ہوگا اور ہتھیار سنبھال کر دشمن سے

بچے تو بھی توکل نہ باطل ہوگا اور اگر لبادہ پہنے تا کہ سردی نہ معلوم ہو تو بھی توکل باطل نہ ہوگا لیکن اگر مثلاً سیر ہو کر کھانا کھائے تا کہ حرارت درونی غالب ہو جائے اور سردی نہ معلوم ہو تو ایسے باریک اسباب توکل کو توڑ ڈالتے ہیں جیسے داغ اور منتر مگر جو چیز اسباب ظاہر میں سے ہے اس سے دست بردار ہونا شرط توکل نہیں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک اعرابی حاضر ہوا آپ نے فرمایا تو نے اونٹ کیا کیا اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے اسے چھوڑ دیا اور توکل کیا فرمایا اسے باندھ اور توکل کر لیکن اگر آدمی سے کوئی رنج پہنچے اس کا متحمل ہونا اور اسے دفع نہ کرنا منجملہ توکل ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ﴿ ودع اذانهم و توكل على الله ﴾ (۹) اور فرمایا ﴿ ولنصبرن على ما اذيتمونا وعلى الله فليتوكل المتوكلون ﴾ (۱۰) لیکن اگر سانپ بچھو درندوں سے رنج پہنچے تو صبر کرنا نہ چاہیے دفع کرنا چاہیے پس جس نے دشمن سے بچنے کے واسطے ہتھیار سنبھالا اور بایں طور متوکل ہوتا ہے کہ اپنے قوت بازو اور ہتھیار پر بھروسا نہ کرے اور جب گھر کے دروازے میں قفل چڑھا دیا تو قفل پر بھروسا نہ کرے اس واسطے کہ بہت سے قفل چور کو دفع نہیں کرتے اور متوکل کی علامت یہ ہے کہ اگر گھر میں جائے اور چور مال لے گیا تو قضائے الٰہی پر راضی رہے رنجیدہ نہ ہو بلکہ جب باہر جانے لگے تو زبان سے کہے کہ اے اللہ میں اس واسطے قفل نہیں لگاتا ہوں کہ تیری مشیت اور قضا کو دفع کروں اس لیے لگاتا ہوں کہ تیری عادت کی موافقت کروں اگر اس مال پر تو کسی کو مسلط کر دے گا تو میں تیرے حکم سے راضی ہوں اس واسطے کہ مجھے نہیں معلوم کہ یہ مال اور کسی کی روزی کے واسطے تو نے پیدا کر کے عاریۃً مجھے سپرد کیا ہے یا میری ہی روزی کے لیے پیدا کیا ہے پس اگر گھر کا دروازہ بند کر جائے اور پھر آ کر مال کو گھر میں نہ دیکھے اور رنجیدہ ہو تو اس کا نتیجہ یہی ہے کہ جان لے کہ میرا توکل درست نہیں توکل کا جو خیال آیا تھا یہ نفس نے دھوکا دیا تھا لیکن اگر چپ رہے اور گلہ نہ کرے تو

بجالائے پہلا ادب یہ ہے کہ دروازہ بند کرنے میں بہت مبالغہ اور اصرار نہ کرے اور بہت سی زنجیریں اور قفل نہ لگائے اور پڑوسیوں سے نگہبانی نہ چاہے مگر آسانی کرے حضرت مالک ابن دینار رحمتہ اللہ تعالیٰ گھر کے دروازے پر تاگا باندھتے اور کہتے کہ اگر کتے کے آنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں تاگا بھی نہ باندھتا دوسرا ادب یہ ہے کہ جس مال کو یقین جانے اور سمجھے کہ چور اس کے لالچ میں آئے گا اسے گھر میں نہ رکھے اس واسطے کہ وہ گناہ کی طرف چور کی ترغیب کا سبب ہوگا مغیرہ نے حضرت مالک دینار قدس سرہ کو زکوٰۃ کا مال بھیجا انھوں نے تھوڑی دیر کے بعد وہ مال پھیر بھیجا کہ اپنا مال لے لو اس واسطے کہ شیطان میرے دل میں وسواس ڈالتا ہے کہ چور لے جائے گا انہوں نے یہ نہ چاہا کہ میرے دل میں وسواس رہے اور چور گناہ میں مبتلا ہو حضرت ابوسلیمان دارانی رحمتہ اللہ تعالیٰ نے جب یہ حال سنا تو فرمایا یہ صوفیوں کی بزدلی ہے مالک دینار دنیا کے باب میں زاہد ہیں انہیں اس سے کیا کہ چور لے جائے گا یہ خیال باطل ہے تیسرا ادب یہ ہے کہ جب باہر نکلے تو نیت کرلے کہ اگر میرا مال چور لے جائے گا تو اسے مبارک ہو اس کے واسطے بحل اور مباح ہے تاکہ شاید چور محتاج ہو اور اس کا کام نکلے اور اگر تونگر ہو تو شاید اس مال کے سبب سے اور کسی مسلمان بھائی کا مال نہ چرائے اور اس شخص کا مال اور مسلمان پر سے صدقہ ہو جائے یہ بات چور پر بھی مہربانی ہے اور مسلمان بھائیوں پر بھی اور یہ جان لے کہ اس نیت کے سبب سے خدا کی مشیت نہیں بدل جاتی چور چرا لے جائے خواہ نہ چرا لے جائے اس صدقے کا ثواب حاصل ہوگا ایک درہم کے عوض سات سو درہم اس واسطے کہ وہ تو اپنی نیت کر چکا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اپنی بیوی سے صحبت کرنے میں عزل نہ کرے گا اور نطفہ ڈال دے گا تو فرزند پیدا ہو خواہ نہ پیدا ہو اس کے واسطے ایک غلام کا ثواب لکھتے ہیں جو راہ خدا جنگ کرے حتیٰ کہ کفار اسے شہید کر ڈالیں یہ ثواب اس واسطے ہے کہ جو کام اس کے ذمے تھا اس نے تو ادا کیا اگر فرزند ہوتا تو اس

کا پیدا کرنا اور زندہ رکھنا اس شخص کے اختیار میں نہ تھا اس کا ثواب و عذاب اس کے افعال پر ہوتا چوتھا ادب یہ ہے کہ مال چوری جانے سے رنجیدہ نہ ہو اور جان لے کہ میری بہتری اسی میں تھی کہ چور لے جائیں اور اگر کہہ چکا ہو کہ یہ مال میں نے فی سبیل اللہ کیا تو اسے تلاش نہ کرے اور اگر اسے پھیر دیں تو نہ لے اور اگر لے لے گا تو اسی کا مال ہے فقط نیت کر لینے سے ملک سے نکل نہیں جاتا لیکن پھیر لینا مقام توکل میں خوب بات نہیں ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ایک اونٹ چور چرا لے گئے آپ نے اسے ڈھونڈھنا شروع کیا حتیٰ کہ ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے تھک گئے تو کہا فی سبیل اللہ اور مسجد میں آ کر نماز پڑھنے لگ گئے ایک شخص نے آ کر کہا کہ اونٹ فلانی جگہ ہے آپ نے ڈھونڈھنے کے واسطے جوتے میں پاؤں ڈالا اور استغفر اللہ کہہ کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ میں نے فی سبیل اللہ کہا تھا اب اس کے قریب بھی نہ جاؤں گا ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں ایک مسلمان بھائی کو بہشت میں غمگین دیکھا پوچھا تو کیوں دل گیر ہے بولا قیامت تک یہ غم میرے ساتھ رہے گا اس واسطے کہ علیین میں ایسے مقامات بلند مجھے دکھائے گئے کہ تمام بہشت میں ویسے نہ تھے میں نے خوش ہو کر ان مقامات کا قصد کیا ندا آئی کہ اس شخص کو نکال دو کیونکہ یہ مقامات ان لوگوں کے واسطے ہیں جنھوں نے سبیل جاری رکھی ہو میں نے پوچھا سبیل جاری رکھنا کیا ہے جواب ملا کہ تو نے کہا تھا کہ فلانی چیز فی سبیل اللہ ہے پھر اس کا نباہ نہ کیا اگر تو نے اپنا قول پورا کیا ہوتا تو یہ مقامات بھی سب تجھے دیئے جاتے ایک شخص مکہ معظمہ میں سوتے سوتے بیدار جو ہوا تو روپیہ بھری ہوئی ہمیانی کھو گئی تھی ایک عابد بزرگ وہاں تھا اسے اس کی تہمت لگائی عابد نے ہمیانی کے مالک کو اپنے گھر لے جا کر پوچھا کہ ہمیانی میں تیرا کتنا روپیہ تھا اس نے جس قدر بتایا عابد نے اس قدر اسے دیا وہ جب روپیہ لے کر باہر آیا تو سنا کہ اس کے کسی یار نے دل لگی سے اس کی ہمیانی لے لی ہے وہ پھرا اور عابد کے پاس روپیہ لے گیا ہر چند کہا کہ اپنا

روپیہ پھیر لو مگر عابد نے قبول نہ کیا اور کہا کہ میں نے اپنی نیت میں اس روپیہ کو فی سبیل اللہ کر دیا ہے آخر کو اس عابد نے کہا کہ اچھا یہ روپیہ درویشوں کو دے دیا جائے اور وہ روپیہ سب درویشوں کو دے دیا اسی طرح مثلاً اگر کوئی شخص روٹی فقیر کو دینے لے گیا اور فقیر چل دیا تو بزرگان سلف نے اس روٹی کو گھر پھیر لے جا کر کھانا مکروہ جانا ہے اور کسی دوسرے فقیر کو وہ روٹی دے دے پانچواں ادب یہ ہے کہ ظالم چور کے واسطے بد دعا نہ کرے کیونکہ اس سے توکل بھی باطل ہو جاتا ہے زہد بھی اس لئے کہ جو شخص گذشتہ پر تاسف کرے وہ زاہد نہیں حضرت ربیع ابن خثیم قدس سرہ کا ایک گھوڑا جو کئی ہزار درہم قیمت کا تھا چور لے گئے حضرت ربیع نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ لیے جاتے ہیں لوگوں نے کہا کہ پھر آپ نے کیوں لے جانے دیا فرمایا کہ میں جس کام میں تھا اسے گھوڑے سے زیادہ دوست رکھتا ہوں یعنی نماز میں تھا پھر چور کے واسطے لوگ بد دعا کرنے لگے فرمایا کہ بد دعا نہ کرو اس واسطے کہ میں نے اسے مباح اور بحل کر دیا اور اسے صدقے میں دے دیا ایک بزرگ سے لوگوں نے کہا کہ اپنے ظالم کے واسطے بد دعا کیجئے فرمایا کہ اس نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے مجھ پر نہیں اسے وہی شرمندگی کرتا ہے میں زیادہ بار شر اس پر نہیں رکھ سکتا حدیث شریف میں ہے کہ بندہ اپنے ظالم کے واسطے بد دعا کرتا ہے اور برا کہتا ہے حتیٰ کہ اپنے حق کا پورا قصاص لے لیتا ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ ظالم کا حق اس پر کچھ الٹا باقی رہ جائے چھٹا ادب یہ ہے کہ چور کے واسطے از راہ مہربانی رنجیدہ ہونا چاہیے کہ اس سے گناہ سرزد ہو گیا اور وہ اس کے عذاب میں گرفتار ہوگا اور شکر کرے کہ میں مظلوم ہوں ظالم نہیں اور وہ نقصان مال ہی میں ہوا دین میں نہیں ہوا اس واسطے کہ اگر کسی شخص کا دل ایسے آدمی کے واسطے رنجیدہ نہ ہو جو گناہ کو حلال سمجھا وہ شخص خلق کی نصیحت اور شفقت سے دست بردار ہو گیا حضرت فضیل نے اپنے بیٹے علی رحمہما اللہ تعالیٰ کو دیکھا کہ ان کا مال چور چرا لے گئے تھے اور وہ رو رہے ہیں پوچھا کہ تم اپنے مال کے

واسطے روتے ہو کہا نہیں میں اس غریب مسکین کے حال پر روتا ہوں جس نے ایسا برا کام کیا اور قیامت میں اسے عذر و حجت کا محل نہ ہوگا۔

چوتھا مقام

بیماری کے علاج میں اور جو ضرر حاصل ہوا ہو اس کے دفع کرنے کے بیان میں

اے عزیز! جان تو کہ علاج کے تین درجے ہیں ایک یقینی جیسے روٹی سے بھوک کا علاج اور پانی سے پیاس کا علاج اور جو آگ کہیں لگی ہو پانی ڈال دینے سے اس کا علاج ایسے علاجوں سے دست بردار ہونا منجملہ توکل نہیں بلکہ حرام ہے دوسرا درجہ یہ ہے کہ علاج نہ یقینی ہو نہ ظنی مگر احتمال ہے کہ اثر کرے جیسے منتر داغ فال اس علاج سے دست بردار ہونا توکل ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ ایسی چیزیں کرنا اسباب میں مبالغہ کرنے اور ان چیزوں پر بھروسا کرنے کی علامت ہے اور ان میں سب سے بڑھ کر داغ ہے پھر منتر اور سب سے کمتر فال ہے کہ اسے طیرہ کہتے ہیں تیسرا درجہ ان دونوں درجوں کے درمیان میں ہے وہ علاج ہے کہ یقینی وہ نہ ہو مگر ظن غالب ہو جیسے فصد کھلوانا پچھنے لگوانا مسہل پینا اور سردی سے گرمی کا علاج کرنا اور گرمی سے سردی کا علاج کرنے نہ ان سے دست بردار ہونا حرام ہے نہ یہ شرط توکل میں بعض اوقات ان کا کرنا نہ کرنے سے اولیٰ تر ہوتا ہے اور بعض اوقات نہ کرنا کرنے سے اولیٰ تر ہوتا ہے ان کا ترک شرط توکل نہیں اس پر یہ دلیل ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ قول و فعل ہیں قول یوں ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ اے بندگان خدا دوا کا استعمال رکھو اور فرمایا ہے کہ کوئی بیماری ایسی نہیں جس کی دوا نہ ہو مگر موت لیکن کبھی لوگ جانتے ہیں کبھی نہیں جانتے لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ دارو اور منتر کیا تقدیر الٰہی کو پھیر دیتے ہیں فرمایا کہ یہ بھی تقدیر الٰہی ہیں اور فرمایا ہے کہ میں ملائیکہ کی جس قوم کی طرف گذرا اس نے کہا کہ آپ اپنی امت کو پچھنے لگوانے کا حکم کیجئے اور فرمایا ہے کہ سترھویں اور انیسویں اور اکیسویں تاریخ پچھنے

لگوایا کرو کہ ایسا نہ ہو کہ غلبۂ خون تمہیں ہلاک کرے اور فرمایا ہے کہ خدا کے حکم سے خون ہلاکت کا سبب ہے اور بدن سے خون نکلوانے اور کپڑے سے سانپ نکالنے یا گھر میں آگ لگی ہوئی بجھانے میں کچھ فرق نہیں اس واسطے کہ یہ سب موجب ہلاکت ہیں اور ان کا ترک کرنا شرط توکل نہیں اور فرمایا ہے کہ منگل کے دن سترھویں تاریخ پچھنے لگوانا سال بھر کی بیماری کو دور کرتا ہے حدیث منقطع میں یہ روایت ہے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فصد کھلوانے کا حکم فرمایا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی آنکھ میں درد تھا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کھانا یعنی رطب اور یہ کھاؤ یعنی ورق چقندر کشک (۱۱) جو کے ساتھ پکا کر اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری آنکھ دکھتی ہے اور تم خرما کھاتے ہو انہوں نے مزاحاً عرض کیا کہ یا رسول اللہ جدھر کی آنکھ میں درد ہے ادھر کے کلے سے نہیں کھاتا دوسرے کلے سے کھاتا ہوں آپ ہنس دیے اور حضرت ﷺ کے فعل یہ ہیں کہ آپ ہر شب مبارک میں سرمہ لگاتے اور ہر مہینے میں پچھنے لگواتے اور ہر سال میں دارو نوش فرماتے اور جب وحی نازل ہوتی تو سر مبارک میں درد ہونے لگتا آپ مہندی لگاتے اور جب کسی مقام پر جسم مبارک میں زخم ہو جاتا تو آپ وہاں پر مہندی رکھ لیتے اور اکثر زخم پر مٹی ڈال لیتے اور طب النبی ایک کتاب علما نے جمع کی ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک بیماری ہوئی بنی اسرائیل نے کہا کہ فلانی چیز اس کی دوا ہے فرمایا کہ میں دوا نہ کروں گا تا کہ شافی مطلق خود شفا عطا فرمائے وہ بیماری بڑھی لوگوں نے کہا کہ اس کی دوا مشہور اور مجرب ہے اس کے استعمال سے آدمی فوراً اچھا ہو جاتا ہے فرمایا مجھے نہیں منظور بیماری باقی رہی وحی نازل ہوئی کہ اے موسیٰ مجھے قسم ہے اپنی عزت کی کہ جب تک تو دوا نہ کھائے گا صحت نہ دوں گا آپ نے دوا کھائی اور صحت پائی آپ کے دل میں کچھ خطرہ آیا وحی آئی کہ اے موسیٰ کیا تو نے یہ چاہا تھا کہ اپنے توکل سے میری

ملائیکہ مجھ سے سلام علیک کیا کرتے تھے جب سے میں نے یہ داغ کیا ہے وہ سب باتیں جاتی رہیں پھر توبہ اور استغفار کی پھر مطرف ابن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا کہ مدت کے بعد حق تعالیٰ نے وہ کرامت پھر مجھے عنایت فرمائی یہ بیان کہ بعض احوال میں دوا نہ کھانا اولیٰ ہے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل کے مخالف نہیں۔

اے عزیز! جان تو کہ اکثر بزرگوں نے علاج نہیں کیا شاید کوئی شخص اعتراض کرے کہ اگر علاج نہ کرنے میں کمال ہوتا تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی دوا نہ کھاتے اے عزیز یہ اعتراض بایں طور اٹھ جائے گا تو جان لے کہ دوا نہ کھانے کے چھ سبب ہوتے ہیں پہلا سبب یہ ہے کہ وہ شخص صاحب کشف ہو اور اسے معلوم ہو گیا ہو کہ موت آ پہنچی ہے اسی سبب سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگوں نے جب کہا کہ اگر طبیب کو بلائیے تو کیا مضائقہ ہے آپ نے فرمایا کہ طبیب مجھے دیکھ کر کہہ چکا ہے کہ ﴿انی افعل ما ارید﴾ یعنی جو چاہتا ہوں وہی کرتا ہوں دوسرا سبب یہ ہے کہ بیمار خوف آخرت میں مشغول ہو اور اس کے دل میں علاج کا خیال ہی نہ آئے جیسا کہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیماری کی حالت میں لوگوں نے پوچھا کہ تم کس سبب سے نالاں ہو کہا گناہوں کے سبب سے پوچھا کس چیز کی آرزو رکھتے ہو کہا رحمت خدا کی پوچھا طبیب کو بلائیں کہا مجھے طبیب ہی نے بیمار کیا ہے حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو درد چشم تھا لوگوں نے کہا کہ تم علاج کیوں نہیں کرتے جواب دیا کہ میں علاج سے بڑھ کر ایک شغل رکھتا ہوں اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کو بادشاہ کے پاس لیے جاتے ہیں تاکہ بادشاہ اسے سیاست کرے اور کوئی شخص اس سے کہے تو روٹی نہیں کھاتا اور وہ جواب دے کہ بھوک کی کیا پروا ہے تو اس کا یہ کہنا روٹی کھانے والے پر طعن نہیں ہوتا اور اس کہنے میں روٹی کھانے والے کی مخالفت نہیں ہوتی اور یہ مستغرق آدمی ایسا ہوتا ہے جیسا حضرت سہل

رحمتہ اللہ تعالیٰ سے لوگوں نے پوچھا کہ قوت کیا ہے کہا حی و قیوم کا ذکر کہا ہم قوام کو پوچھتے ہیں جواب دیا کہ قوام علم ہے کہا کہ ہم غذا پوچھتے ہیں جواب دیا کہ غذا ذکر ہے کہا کہ ہم طعام بدن کو پوچھتے ہیں فرمایا کہ بدن سے دست بردار ہو اور اسے صانع کے سپرد کرو تیسرا سبب یہ ہے کہ وہ بیماری دیرپا ہو اور بیمار کے نزدیک اس کا علاج افسوں کے مثل ہو یعنی اس کی منفعت نادر ہو جو شخص طب نہیں جانتا وہ اکثر دواؤں کو ایسا ہی سمجھتا ہے حضرت ربیع ابن خثیم رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں نے چاہا کہ اپنی بیماری کی دوا کروں پھر میں نے خیال کیا کہ عاد اور ثمود اور جو لوگ گذر گئے ہیں ان میں بہتر طبیب تھے بایں ہمہ وہ سب مر گئے اور طب سے کچھ فائدہ نہ ہوا ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ طب کو وہ اسباب ظاہر سے نہ سمجھے تھے چوتھا سبب یہ ہے کہ بیمار یہ نہ چاہے کہ میری بیماری جاتی رہے تاکہ اسے بیماری کا ثواب حاصل ہوا کرے اور اپنے صبر کی آزمائش کیا کرے اس واسطے کہ حدیث شریف میں ہے کہ حق تعالیٰ بندے کو بلا سے اس طرح آزماتا ہے جیسے سونے کو آگ سے آزماتے ہیں کوئی سونا تو خالص نکلتا ہے اور کوئی خراب حضرت سہل رحمتہ اللہ تعالیٰ اوروں کو دوا کا حکم کرتے اور خود ایک بیماری میں مبتلا تھے اس کی دوا نہ کرتے اور کہتے کہ بیماری پر راضی ہو کر بیٹھے بیٹھے نماز پڑھنا تندرستی کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے افضل ہے پانچواں سبب یہ ہے کہ بیمار بہت گناہ رکھتا ہو اور چاہے کہ بیماری ان گناہوں کا کفارہ ہو جائے اس واسطے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بندے کو تپ لاحق رہتی ہے تاکہ اسے گناہ سے پاک کر دے حتیٰ کہ اس پر کوئی گناہ نہیں باقی رہتا جس طرح اولیٰ پر کچھ گرد نہیں ہوتی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو شخص بدن کی بیماری اور ماندگی مصیبت میں کفارہ گناہ کی امید پر خوش نہ رہے وہ عالم نہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو شخص بدن کی بیماری اور ماندگی مصیبت میں کفارہ گناہ کی امید پر خوش نہ رہے وہ عالم نہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک بیمار کو دیکھ کر

جناب الٰہی میں عرض کیا کہ بار خدایا اس پر رحم کر ارشاد ہوا کہ اور کیونکر اس پر رحم کروں میں تو اسی بیماری کے سبب سے اس پر رحم کر رہا ہوں اس واسطے کہ اس کے گناہوں کا کفارہ اور اس کی ترقی مدارج بیماری کی وجہ سے کرتا ہوں چھٹا سبب یہ ہے کہ بیمار یہ جانے کہ تندرستی غفلت اور اترانے اور سرکشی کا سبب ہوتی ہے اور چاہے کہ بیماری باقی رہے تا کہ غفلت نہ آنے پائے اور حق تعالیٰ جس کی بھلائی چاہتا ہے اسے بلا بیماری کے سبب سے ہمیشہ متنبہ رکھتا ہے اسی سبب سے بزرگوں نے کہا کہ مسلمان تین چیزوں سے خالی نہیں رہتا محتاجی' بیماری' ذلت سے حدیث شریف میں ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بیماری میری قید ہے اور محتاجی میرا قید خانہ ہے اپنی قید اور اپنے قید خانے میں اسی کو رکھتا ہوں جسے دوست رکھتا ہوں پس چونکہ تندرستی گناہوں کی طرف کھینچتی ہے تو بیماری ہی میں خیریت ہے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ لوگوں کو آراستہ دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا ہے اور لوگوں نے کہا کہ آج ان کی عید کا دن ہے فرمایا کہ جس دن ہم گناہ نہ کریں وہی عید کا دن ہے ایک بزرگ نے کسی سے پوچھا کہ کیسے ہو اس نے جواب دیا بخیریت ہوں کہا جس دن تم گناہ نہیں کرتے اس دن بخیریت رہتے ہو اور اگر گناہ کرتے ہو تو اس سے زیادہ سخت اور کون بیماری ہے بزرگوں نے کہا ہے کہ فرعون نے اس سبب سے خدائی کا دعویٰ کیا کہ چار سو برس جیا اور اسے نہ سر درد ہوا نہ تپ آئی اگر اسے ساعت بھر آدھا سیسی کا درد ہوتا تو ہرگز ایسا دعویٰ باطل نہ کرتا بزرگوں نے کہا ہے کہ بندہ جب ایک دن بیمار ہوتا ہے اور توبہ نہیں کرتا تو ملک الموت حضرت عزرائیل علیہ السلام کہتے ہیں کہ او غافل کئی بار میں نے اپنا قاصد تیرے پاس بھیجا اور تجھے کچھ فائدہ نہ ہوا اور بزرگوں نے کہا ہے کہ یہ نہ چاہیے کہ بندہ مومن چالیس دن رنج یا بیماری یا خوف یا نقصان سے خالی رہے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کرنا چاہا لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے

کبھی بیماری نہیں ہوتی اور سمجھے کہ یہ تعریف ہے آپ نے فرمایا تو مجھے اس کی خواہش نہیں ہوئی آپ نے فرمایا کہ میرے پاس سے دور ہو جسے ایک دو زخمی دیکھنا منظور ہو اس سے کہہ دے کہ اس اعرابی کو دیکھ لے ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جناب سرور کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ کسی کو شہید کا درجہ بھی ہوتا ہے فرمایا ہاں اس شخص کو ہوتا ہے جو دن بھر میں بیس بار موت کو یاد کرے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ بیمار بیس بار سے زیادہ دن بھر میں موت کو یاد کرتا ہے پس ان ہی سببوں سے کچھ لوگوں نے علاج نہیں کیا اور جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصحابہ اجمعین ان باتوں کے محتاج نہ تھے اس سبب سے علاج کیا غرض کہ اسباب ظاہر سے حذر کرنا خلاف توکل نہیں ہے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملک شام کو جاتے تھے آپ کو خبر پہنچی کہ وہاں طاعون کی شدت ہے بعض لوگوں نے کہا کہ وہاں ہم نہ جائیں گے بعضوں نے کہا کہ قضا و قدر سے ہم حذر نہ کریں گے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم تقدیر الٰہی سے تقدیر الٰہی کی طرف بھاگیں گے اور فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی ایک شخص کے دو وادی ہوں ایک ہرا بھرا ایک خشک تو چرواہا بکریوں کو جس وادی میں لے جائے وہ تقدیر الٰہی سے ہے پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بلایا کہ وہ اس باب میں کیا کہتے ہیں انہوں نے کہا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ جب تم سنو کہ فلانی جگہ وبا ہے تو وہاں نہ جاؤ اور جب تم ایسی جگہ ہو جہاں وبا موجود ہو تو وہاں سے نہ بھاگو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ الحمدللہ میری رائے حدیث شریف کے مطابق ہوئی اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اس بات پر متفق ہوئے مگر جہاں وبا ہو وہاں سے نکل جانے کی جو ممانعت ہوئی اس کا سبب یہ ہے کہ اگر تندرست لوگ چلے جائیں گے تو بیمار خراب پڑے رہیں گے اور ہوا جب باطن میں

اثر کر گئی تو باہر نکل جانا بے فائدہ ہے اور بعض احادیث میں یوں آیا ہے کہ محل وبا سے بھاگ جانا ایسا ہے جیسا کوئی جہاد میں کافر سے بھاگ جائے اس مشابہت کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح جہاد سے بھاگنے میں بقیہ مجاہدین اور زخمیوں کا دل ٹوٹ جاتا ہے اسی طرح یہاں بیماروں کا جی چھوٹ جاتا ہے اور بھاگ جانے کی صورت میں ایسا کوئی نہ رہے گا کہ بیماروں کو کھانا پانی دے اور ان کی تیمارداری کرے تو وہ یقیناً ہلاک ہو جائیں گے اور بھاگنے والے کا بھاگ کر بچنا مشکوک ومشتبہ ہے۔

فصل:

اے عزیز! جان تو کہ بیماری کا چھپانا شرط توکل ہے بلکہ اظہار اور گلہ کرنا مکروہ ہے مگر بعذر مکروہ نہیں مثلاً بیمار طبیب سے بیماری کا حال کہے یا اپنا عجز ظاہر کیا چاہے اور رعونت اور تیزی اپنے نفس سے نکالنا منظور ہو جیسا کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار تھے آپ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ اچھے ہیں بخیریت ہیں فرمایا نہیں لوگوں نے تعجب کیا اور ایک دوسرے کو دیکھنے لگا جناب امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کیا حق تعالیٰ کے ساتھ بھی بہادری اور تیزی کروں۔ یہ بات ان ہی کو زیبا تھی کہ باوصف قوت و بزرگی کے اپنا عجز ظاہر کرتے تھے اسی سبب سے دعا مانگی کہ یارب مجھے صبر عطا کر اور جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ سے خیر و عافیت مانگ بلا اور مصیبت نہ مانگ پس جبکہ کوئی عذر ہو تو برسبیل شکایت بیماری کا اظہار کرنا حرام ہے اور اگر شکایت نہ ہو تو درست ہے مگر اظہار سے باز رہنا اولیٰ تر ہے اس واسطے کہ شاید کیفیت واقعی سے کچھ زیادہ اظہار ہو جائے اور لوگوں کو شکوے کا گمان ہو علماء نے کہا ہے کہ بیماری میں واویلا اور نالہ وزاری نہ کرنا چاہیے کہ اس میں اظہار ہے ابلیس نے حضرت ایوب علیہ السلام سے نالہ وفریاد کے سوا اور کوئی امر نہیں پایا حضرت فضیل عیاض اور بشر حافی اور وہب ابن الورد جب بیمار ہوتے تو گھر کے دروازہ بند کر لیتے تا کہ کسی کو بیماری کی اطلاع نہ ہو

اور کہتے تھے کہ ہم چاہتے ہیں کہ اس طرح بیمار رہوں کہ کوئی ہماری عیادت نہ کرے۔

۱ تحقیق اللہ نے پیدا کیا آدم کو اپنی صورت پر۔

۲ اے گزر جا اے مومن کہ تیرے ایمان کا نور میری آگ کو بجھائے دیتا ہے۔

۳ یہ تمہارے ہی اعمال ہیں جو تمہارے طرف لوٹائے جاتے ہیں۔

۴ کیا تعجب کرتا ہے ایسی قوم سے کہ کھینچی جاتی ہے جنت کی طرف زنجیروں سے۔

۵ عمل کیے جاؤ ہر شخص کو توفیق دی گئی ہے جس کے لیے وہ مخلوق ہوا ہے۔

۶ شیطان تم سے وعدہ کرتا ہے فقر کا۔

۷ نہیں کوئی ذی روح زمین میں مگر اللہ پر ہے رزق اس کا۔

۸ اور نہیں ہے کوئی چارپایہ زمین پر مگر اللہ ہی کے ذمے ہے رزق اس کا۔

۹ اور چھوڑ تکلیف ان کی اور توکل کر خدا پر۔

۱۰ ہر آئینہ صبر کیا ہم نے اس پر جو تکلیف دی تم نے ہمیں اور خدا ہی پر چاہیے کہ توکل کریں توکل کرنے والے۔

۱۱ ایک کھانا مشہور ہے کہ اسے گیہوں کے آٹے اور جو کے آٹے اور بکری کے دودھ سے تیار کرتے ہیں۔

نویں اصل محبت اور شوق و رضا کے بیان میں

اے برادر! اس بات کو معلوم کر کہ حق تعالیٰ کی محبت اعلیٰ ترین مقامات ہے بلکہ سب مقامات حاصل کرنے سے یہی مقصود ہے کیونکہ ربع مہلکات اس واسطے ہے کہ جو چیز محبت الٰہی سے باز رکھتی ہے اس سے آدمی کا دل پاک ہو اور تمام منجیات جو قبل ازیں ہم بیان کر چکے ہیں وہ اسی کے مقدمات ہیں جیسے توبہ صبر شکر زہد خوف و رجا وغیرہ اور جو بعد اس کے بیان ہے وہ اسی کا ثمرہ اور اسی کا تابع ہے جیسے شوق و رضا غرضیکہ بندے کا کمال اسی بات میں ہے کہ حق تعالیٰ کی محبت کی بہ نسبت غالب تر تو ہو اور محبت الٰہی کی حقیقت کو پہچاننا اور ایسا مشکل ہے کہ متکلمین کے ایک گروہ نے انکار کر کے کہا ہے کہ جو کوئی اپنی جنس سے نہ ہو آدمی اسے دوست نہیں رکھ سکتا اور محبت خدا فقط اس کی فرمانبرداری کا نام ہے جو یہ سمجھتا ہے وہ اصل دین سے خبر ہی نہیں رکھ سکتا اس کی شرح اور تفصیل کرنا ضرور ہے پہلے تو محبت الٰہی کا ثابت کرنے والی شرعی دلیلیں ہم بیان کرتے ہیں پھر محبت کی حقیقت اور احکام بیان کریں گے۔

محبت الٰہی کی فضیلت

اے عزیز! جان تو کہ سب مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ حق تعالیٰ کی محبت فرض ہے اور حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿ یحبهم ویحبونه ﴾(۱) اور جناب سرور انبیا علیہ الصلوٰۃ والثنا فرماتے ہیں کہ بندہ جب تک خدا اور رسول کو سب چیزوں سے زیادہ دوست نہ رکھے تب تک اس کا ایمان درست نہیں لوگوں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ایمان کیا چیز ہے فرمایا یہ کہ بندہ خدا و رسول اللہ کو اور سب چیزوں سے زیادہ دوست رکھے اور حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تک بندہ خدا اور رسول کو اہل عیال اور زر و مال اور تمام سے زیادہ دوست نہ رکھے تب تک وہ ایماندار نہیں اور حق تعالیٰ نے بھی تہدید کی ہے اور فرمایا ہے ﴿

قل ان کا ابائو کم و ابنائو کم و اخو انکم ﴾ یعنی اگر باپ بیٹا مال تجارت گھر اور جو چیز تم رکھتے ہو اسے خدا اور رسول سے زیادہ دوست رکھتے ہو تو مہیا رہو حتی کہ حکم آ پہنچے ایک شخص نے رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کو دوست رکھتا ہوں فرمایا محتاجی پر آمادہ رہ اس نے عرض کیا کہ خدا کو دست رکھتا ہوں فرمایا بلا پر مہیا رہ حدیث شریف میں ہے کہ جب ملک الموت حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہما السلام کی روح قبض کرنے لگے تو جناب خلیل اللہ نے فرمایا کہ کبھی تم نے دیکھا ہے کہ دوست دوست کی جان لے وحی آئی کہ کبھی تو نے دیکھا ہے کہ دوست دوست کے دیدار سے کراہت کرے پس حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ اے عزرائیل اب جان نکال لو میں نے اجازت دی اور جناب سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ واصحابہ اجمعین کی دعاؤں میں یہ دعا داخل ہے ﴿ اللھم ارزقنی حبک وحب من احبک وحب مایقربنی الی حبک واجعل حبک احب الی من الماء البارد ﴾ یعنی اے اللہ عطا کر مجھے اپنی محبت اور اپنے محبوں کی محبت اور اس چیز کی محبت جو مجھے تیری محبت سے قریب کر دے اور اپنی محبت کو مجھ پر اس سے زیادہ غالب کر جتنی پیاسے کو ٹھنڈے پانی کی محبت ہوتی ہے ایک اعرابی حاضر ہو کر رسول اللہ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ قیامت کب ہوگی آپ نے فرمایا اے اعرابی اس دن کے واسطے تو نے کیا رکھا ہے اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ نماز روزہ تو میں بہت نہیں رکھتا لیکن خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوست رکھتا ہوں فرمایا فردائے قیامت کو تو اس کے ساتھ ہوگا جسے دوست رکھتا ہے اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جس نے خدا کی محبت خالص کا مزہ چکھا وہ دنیا سے باز رہا اور خلق سے متنفر ہو گیا اور حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جس کسی نے خدا کو پہچانا وہ اسے دوست رکھتا ہے اور جس نے دنیا کو پہچانا وہ اسے

دشمن رکھتا ہے اور مسلمان جب تک غافل نہیں ہوتا تب خوش نہیں ہوتا اس واسطے کہ جب اندیشہ کرے گا تو غمگین ہوگا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک قوم کی طرف گزرے اسے نزار اور ضعیف دیکھا پوچھا تمہیں کیا آفت پہنچی ہے انہوں نے عرض کیا کہ عذاب الٰہی کے خوف سے ہم گل گئے ہیں فرمایا کہ خدا پر تمہارا حق ہے کہ تمہیں عذاب سے بے خوف کردے اور ایک قوم کی طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر ہوا وہ اس قوم سے بھی زیادہ نزار ضعیف تھی اس سے پوچھا کہ تم پر کیا بلا نازل ہوئی ہے عرض کیا کہ بہشت کی آرزو نے ہمیں گلا رکھا ہے فرمایا خدا پر حق تعالیٰ ہے کہ تمہاری آرزو بر لائے اور ایک قوم کی طرف گزر ہوا وہ دونوں قوموں سے زیادہ نزار اور ضعیف تھی اس کے چہرے آئینے کے مانند چمکتے تھے پوچھا تمہاری کیا حالت ہے عرض کیا کہ ہمیں خدا کی محبت نے گلا رکھا ہے آپ ان کے پاس بیٹھ گئے اور فرمانے لگے کہ تم مقرب لوگ ہو تمہارے پاس بیٹھنے کا مجھے حکم ہے حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ فردائے قیامت کو ہر ایک خود کو انبیاء کے نام کے ساتھ پکاریں گے اور کہیں گے یا امت موسیٰ یا امت عیسیٰ علیہ السلام یا امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مگر خدا کے دوستوں کو اس واسطے کہ انہیں یوں پکاریں گے کہ اے اولیاء اللہ تعالیٰ کے پاس آؤ پس ان کے دل خوشی سے بھر جائیں گے بعض کتب انبیاء علیہم السلام میں ہے کہ اے بندے میں تجھے دوست رکھتا ہوں اپنے اس حق کے سبب سے جو تجھ پر ہے کہ تو بھی مجھے دوست رکھتا ہے۔

محبت الٰہی کی حقیقت

اے عزیز! جان تو کہ محبت الٰہی ایسی مشکل چیز ہے کہ ایک گروہ نے انکار کر کے کہا کہ حق تعالیٰ کے ساتھ محبت ہو ہی نہیں سکتی پس اگرچہ یہ نازک بات ہے ہر ایک نہیں سمجھ سکتا مگر اس کی شرح اور تفصیل بیان کرنا ضرور ہے مثالوں میں اس کی تفصیل ہم ایسی صاف صاف ظاہر کرتے ہیں کہ جو کوئی توجہ کرے سمجھ لے اے عزیز جان تو

کہ پہلے اصل محبت کو پہچاننا چاہیے کہ کیا ہے جان تو کہ جو چیز اچھی معلوم ہو اس کی طرف طبیعت کی رغبت کو محبت کہتے ہیں اگر وہ رغبت قوی ہے تو اسے عشق کہتے ہیں اور جو چیز بری معلوم ہو اس سے طبیعت کی نفرت کو عداوت کہتے ہیں اور جہاں اچھائی اور برائی نہیں ہوتی وہاں محبت اور عداوت بھی نہیں ہوتی اے عزیز اب تجھے یہ جاننا چاہیے کہ اچھائی کیا ہوتی ہے جان تو کہ طبیعت کے حق میں سب چیزیں تین قسم پر ہیں بعضی چیزیں طبیعت کے موافق ہوتی ہیں اور طبیعت سے ساز رکھتی ہیں بلکہ طبیعت خود ان کی خواہش کرتی ہے اس موافق کو اچھی چیز کہتے ہیں اور بعضی چیزیں طبیعت کے ناموافق اور ناسازگار ہوتی ہیں اور خواہش طبیعت کے برخلاف ہوتی ہیں اس ناموافق کو بری چیز کہتے ہیں اور جو چیز نہ موافق طبع ہو نہ مخالف طبع اسے نہ اچھی کہتی ہیں نہ بری۔

اے عزیز اب تجھے یہ جاننا چاہیے کہ کوئی چیز تجھے اچھی اور بری نہیں معلوم ہوتی تاوقتیکہ تو اس سے پہلے آگاہ نہ ہو لے اور چیزوں سے آگاہی حواس اور عقل کے سبب سے ہوتی ہے اور حواس پانچ ہیں ہر ایک حواس کے واسطے ایک لذت ہے اس لذت کے سبب سے آدمی اس چیز کو دوست رکھتا ہے یعنی طبیعت اس کی طرف رغبت کرتی ہے باصرہ کی لذت اچھی صورتوں اور سبزہ اور آب رواں وغیرہ میں ہے تو آدمی ان چیزوں کو ضرور دوست رکھتا ہے اور سامعہ کی لذت اچھی اور موزوں آوازوں میں ہے اور شامہ کی لذت خوشبویوں میں ہے اور ذائقہ کی لذت خوش مزہ کھانوں میں ہے اور لامسہ کی لذت نرم اور ملائم چیزیں چھونے میں ہے یہ سب چیزیں آدمی کو محبوب و مرغوب ہیں یعنی طبیعت کو ان کی طرف رغبت ہے اور یہ سب لذتیں جانوروں کو بھی حاصل ہیں۔

اے عزیز جان! جان تو کہ دل میں ایک چھٹا حاسہ ہے اسے عقل اور بصیرت اور نور کہتے ہیں جس لفظ سے تو چاہ اسے تعبیر کر اسی کے سبب سے آدمی جانور سے ممتاز

ہے اس کے بھی مدرکات ہیں کہ وہ اسے اچھے معلوم ہوتے ہیں جس طرح وہ لذتیں ان حواس کی محبوب مرغوب ہوتی ہیں اسی طرح ان مدرکات کی لذت اسے محبوب و مرغوب ہوتی ہے اسی سبب سے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے دنیا سے تین چیزیں میری محبوب ومرغوب کر دی ہیں عورتیں اور خوشبو اور میری آنکھوں کی روشنی نماز میں ہے آپ نے نماز کا درجہ بڑھا دیا پس جو آدمی صورت بہائم سیرت دل سے بے خبر ہوتا ہے جو اس کے سوا اور کچھ نہیں جانتا وہ ہرگز باور نہیں کرتا کہ نماز اچھی معلوم ہوتی ہے اور آدمی نماز کو دوست رکھ سکتا ہے مگر جس شخص پر عقل غالب ہوتی ہے اور صفات بہائم سے دور تر ہوتا ہے وہ جناب الٰہی کے جمال اس کی عجائب مصنوعات اور اس کی ذات وصفات کے جلال و کمال میں چشم باطن سے نظارہ کرنے کو اچھی اچھی صورتوں اور سبزہ اور آب رواں میں چشم ظاہر سے نظارہ کرنے سے بہت دوست رکھتا ہے بلکہ جب جمال الٰہی اسے مکشوف ہوتا ہے تو یہ سب لذتیں اس کی نگاہ میں حقیر ہو جاتی ہیں۔

اسباب محبت کا بیان

تا کہ معلوم ہو جائے کہ حق تعالیٰ کے سوا اور کوئی قابل محبت نہیں۔ اے عزیز جان! تو کہ محبت کے پانچ سبب ہیں پہلا سبب یہ ہے کہ آدمی خود کو دوست رکھتا ہے اور اپنی زندگی کو دوست رکھتا ہے اور اپنی ہلاکت کو دشمن رکھتا ہے اگر چہ اس کا عدم بے رنج والم ہو اور کیونکر دوست نہ رکھے اس واسطے کہ جب موافقت طبیعت دوستی کی طلب ہے تو اپنی ہستی اور دوام ہستی اور اپنے کمال صفات سے زیادہ کیا چیز اسے موافق اور سازگار ہوگی اور اپنی نیستی اور اپنے کمال صفات کی نیستی سے زیادہ کیا چیز اس کے مخالف اور ناسازگار ہوگی پس اسی سبب سے آدمی اپنے فرزند کو بھی دوست رکھتا ہے اس واسطے کہ اس کی بقا کو اپنی بقا کے مثل جانتا ہے اور چونکہ آدمی اپنی بقا سے عاجز رکھتا ہے اور آدمی مال کو بھی دوست رکھتا ہے اس واسطے کہ بقائے صفات میں وہ

اس کا آلہ ہے اور اقارب کو بھی دوست رکھتا ہے اس واسطے کہ انہیں اپنے پر و بال اور قوت بازو جانتا ہے اور سمجھتا ہے کہ ان کے سبب سے مجھے کمال ہے دوسرا سبب نیکی ہے کہ جو شخص آدمی کے ساتھ نیکی کرتا ہے اسے آدمی بالطبع دوست رکھتا ہے اسی سبب سے بزرگوں نے کہا ہے ﴿ الانسان عبید الاحسان ﴾ (۲) اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی ہے کہ یارب کسی فاجر کو یہ قدرت نہ دے کہ مجھ پر احسان کرے اس واسطے کہ اس وقت میرا دل اسے دوست رکھے گا یعنی یہ بات آدمی کی طبیعت ہے تکلف سے نہیں پھرتی اس کی حقیقت بھی یہی ہے کہ اس نے خود کو دوست رکھا ہے اس واسطے کہ احسان اس کا نام ہے کہ کوئی شخص کسی آدمی کے ساتھ ایسا کام کرے جو اس آدمی کی زندگی یا اس کی صفات کے کمال کا سبب ہو مگر آدمی تندرستی کو جو دوست رکھتا ہے تو اور کسی وجہ سے نہیں دوست رکھتا اور طبیب کو تندرستی کی وجہ سے دوست رکھتا ہے اسی طرح خود کو اور کسی وجہ سے دوست نہیں رکھتا اور جس نے اس کے ساتھ احسان کیا اسے احسان کرنے کی وجہ سے دوست رکھتا ہے تیسرا سبب یہ ہے کہ آدمی نیک آدمی کو دوست رکھتا ہے اگرچہ اس نے اس کے ساتھ نیکی اور احسان نہ کیا اس واسطے کہ آدمی اگر سنتا ہے کہ مغرب میں ایک بادشاہ ایسا عالم اور عادل ہے کہ تمام خلق اس کے سبب سے راحت و آرام میں ہے تو اس کی طبیعت اس بادشاہ کی محبت کی طرف رغبت کرتی ہے اگرچہ جانتا ہو کہ نہ میں مغرب میں جاؤں گا نہ اس بادشاہ کا احسان اٹھاؤں گا چوتھا سبب یہ ہے کہ جو شخص خوبصورت ہوتا ہے آدمی اسے دوست رکھتا ہے تو اسے اس واسطے نہیں دوست رکھتا کہ اس سے کچھ حاصل کرے فقط اسی کی ذات کو دوست رکھتا ہے اس واسطے کہ حسن و جمال فی نفسہ طبیعت کو محبوب و مرغوب ہوتا ہے اور اچھی صورت کو بلا شہوت دوست رکھنا ممکن ہے جس طرح کہ آدمی سبزہ اور آب رواں کو دوست رکھتا ہے اس واسطے نہیں کہ اسے کھائے پیے مگر اس کے دیکھنے سے آنکھ کو ایک لذت اور راحت ہوتی ہے اور حسن و

جمال محبوب ہے تو اگر حق تعالیٰ کا جمال بے مثال آدمی کو معلوم ہو جائے تو ممکن ہے کہ اسے دوست رکھ سکے اور جمال کے معنی آگے بیان ہوں گے پانچواں سبب وہ مناسبت ہے جو طبیعتوں میں پائی جاتی ہے اس واسطے کہ کوئی شخص ایسا ہوتا ہے کہ اس کی طبیعت دوسرے کی طبیعت کے مناسب اور موافق ہو تو وہ اسے دوست رکھتا ہے اور یہ مناسبت کبھی تو ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ لڑکے کو لڑکے سے انس ہوتا ہے اور بازاری کو بازاری سے اور عالم کو عالم سے اور ہر ایک کو اپنے ہم جنس سے اور کبھی یہ مناسبت پوشیدہ ہوتی ہے اور اصل خلقت اور اسباب سماوی جو ولادت کے وقت غالب اور مستولی ہوتے ہیں ان میں مناسبت واقع ہوئی ہو کہ کسی کو اس کی طرف راہ نہ ہو جیسا کہ جناب سلطان الانبیا علیہ الصلوٰۃ والثناء نے اس سے تعبیر کر کے فرمایا ﴿الارواح جنود مجندة فماتعارف منها ایتلف وماتخالف منها اختلف﴾ یعنی ارواح کو ایک دوسری سے آشنائی بھی ہوتی ہے اور بیگانگی بھی جب اصل میں آشنائی واقع ہوئی ہو تو باہم الفت کرتی ہیں یہ آشنائی اسی مناسبت سے عبارت ہے جسے ہم کہہ چکے ہیں کہ اس کی تفصیل میں آدمی راہ نہیں پا سکتا۔

حسن وخوبی کی حقیقت کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ جو شخص مرتبہ میں بہائم کے قریب قریب ہو اور فقط بصارت رکھتا ہو بصیرت نہ رکھتا ہو وہ کہے گا کہ رخسار کی سرخی اور سفیدی اور تناسب اعضاء کے سوا حسن وخوبی کے اور کچھ معنی نہیں اور حسن اور خوبی صورت اور رنگ ہی میں حاصل ہوتی ہے اور جو صورت اور رنگ نہ رکھتا ہو اس میں حسن وخوبی کا ہونا محال ہے حالانکہ یہ غلط ہے اس واسطے کہ عقل مند لوگ کہا کرتے ہیں کہ یہ خط خوب ہے آواز خوب ہے کپڑا خوب ہے گھوڑا خوب ہے گھر خوب ہے باغ خوب ہے شہر خوب ہے، ہر چیز میں خوبی کے یہ معنی ہیں کہ جو کمال اس چیز کے لائق ہو وہ اس میں موجود ہو اور کسی بات کی کمی نہ ہو اور ہر چیز کا کمال اور ہی قسم کا ہوتا ہے اس واسطے خط کا کمال

یہ ہے کہ اس کے حروف وغیرہ متناسب ہوں اور اس میں کچھ شک نہیں کہ اچھا خط اور اچھا مکان دیکھنے میں ایک لذت ہے پس خوبی چہرہ کی صورت پر موقوف نہیں مگر یہ سب چیزیں چشم ظاہر سے محسوس ہیں شاید کوئی شخص اس بات کا تو مقر ہو جائے مگر کہے کہ جس چیز کو آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے وہ کیونکر خوب ہوگی حالانکہ یہ نادانی ہے اس واسطے کہ ہم کہتے ہیں کہ فلانا شخص خلق اچھے رکھتا ہے اور مروت خوب رکھتا ہے اور کہتے ہیں علم باورع بہت خوب ہوتا ہے اور شجاعت با سخاوت بہت ہی خوب صفت ہے اور پرہیز گاری اور بے طمعی اور قناعت سب چیزوں سے بہتر ہے اور یہ ایسی باتیں مشہور ومعروف ہیں اور ان میں کسی چیز کو بصارت چشم سے نہیں دیکھ سکتے ہیں بلکہ بصیرت عقل سے دریافت کر سکتے ہیں ریاضت نفس کے ذکر میں ہم نے بیان کیا ہے کہ صورتیں دو ہیں ایک ظاہر ایک باطن خلق نیک صورت باطن ہے اور بالطبع محبوب ہے اس پر یہ دلیل ہے کہ کوئی شخص امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کو بلکہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دوست رکھے تو کچھ محال نہیں اور کیونکر محال ہوگا اس واسطے کہ بعض آدمی اس محبت میں اپنا جان ودل نثار کرتے ہیں اور یہ دوستی شکل وصورت کے سبب نہیں ہوتی اس واسطے کہ انہوں نے ان حضرات کو خود دیکھا ہی نہیں اور ان حضرات کی صورت اب پیوند خاک ہوگئی لیکن بلکہ یہ دوستی ان حضرات کی صورت باطن کے جمال کے سبب سے ہے وہ علم اور پرہیز گاری اور سیاست وغیرہ ہے اسی طرح پیغمبروں کو بھی اسی سبب سے لوگ دوست رکھتے ہیں اور جو شخص حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوست رکھتا ہے تو جس صورت پر وہ تھے انہیں دوست رکھتا ہے کیونکہ وہ انہیں اس صفت کے سبب سے دوست رکھتا ہے جس صفت کے سبب سے وہ صدیق ہیں اور صدیق کی ذات سے ایک چیز کی صفت صدق وعلم ہے کہ اس چیز کو جزو لایتجزی کہتے ہیں کیونکہ وہ نہ شکل رکھتا ہے نہ رنگ اور وہ ایک گروہ یعنی حکماء کے نزدیک ثابت نہیں وہ کسی صفت

پر ہو بلکہ بے شکل اور بے رنگ ہے وہی صفت محبوب ہے ظاہر کا گوشت و پوست کچھ محبوب نہیں پس جس شخص کو عقل ہوگی وہ جمال باطن کا منکر نہ ہوگا اور ظاہری صورت سے زیادہ جمال باطن کو دوست رکھے گا اس واسطے کہ جو شخص دیوار پر نقش کی ہوئی صورت کو دوست رکھے اور جو شخص کسی پیغمبر کو دوست رکھے ان دونوں شخصوں میں زمین آسمان کا فرق ہے بلکہ جب چاہتے ہیں کہ چھوٹا لڑکا کسی کو دوست رکھے تو لڑکے کے سامنے مژگان وچشم وابرو سے اس کی تعریف نہیں کرتے سخاوت اور علم و قدرت سے اس کی صفت کرتے ہیں اور جب چاہتے ہیں کہ لڑکا کسی کو دشمن ٹھہرائے تو لڑکے کے سامنے اس کی بد باطنی کا ذکر کرتے ہیں بدصورتی کا ذکر نہیں کرتے اسی سبب سے مسلمان صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو دوست اور ابوجہل کو دشمن رکھتے ہیں پس یہ ظاہر ہوگیا کہ جمال دو ہیں ظاہری اور باطنی اور خوبصورتی کی طرح صورت باطن کا جمال بھی محبوب ہوتا ہے بلکہ جو شخص ذرا بھی عقل رکھتا ہے اسے وہ خوبصورتی سے زیادہ مرغوب ہوتا ہے۔

اس بات کا بیان کہ فقط خدا ہی محبت کے قابل ہے

اے عزیز! جان تو کہ حقیقت میں حق تعالیٰ کے سوا اور کوئی دوستی کے لائق نہیں جو کوئی ماسوے اللہ کو دوست رکھتا ہے وہ حق تعالیٰ کو نہیں پہچانتا مگر یہ کہ اس وجہ سے کسی کو دوست رکھے کہ وہ خدا کے ساتھ تعلق رکھتا ہے جیسا کہ جناب محبوب خدا سرور انبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوست رکھنا بھی خدا ہی کو دوست رکھنا ہے اس واسطے کہ جو شخص کسی کو دوست رکھتا ہے تو اس کے رسول اور محبوب کو دوست رکھتا ہے پس عالموں اور متقیوں کی دوستی منجملہ محبت خدا ہے یہ بات بایں طور معلوم ہوگی کہ آدمی اسباب محبت کو دیکھے پہلا سبب یہ ہے کہ آدمی خود کو اور اپنے کمال کو دوست رکھتا ہے اور اس دوستی کے واسطے لازم ہے کہ آدمی حق تعالیٰ کو بھی دوست رکھے اس لئے کہ آدمی کی ہستی اور اس کے کمال صفات کی ہستی سب خدا ہی کی بخشش سے ہے اگر اس

کا فضل و کرم نہ ہوتا تو یہ پردہ عدم سے عالم وجود میں نہ آتا اور اگر اس کا فضل نہ ہوتا تو یہ اس کی حفاظت میں نہ رہتا اور اگر اس کا کرم نہ ہوتا تو اس کے اعضاء اور اوصاف کمال کی خلقت میں اس سے ناقص تر کوئی نہ ہوتا پس یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ کوئی شخص دھوپ سے بھاگ کر درخت کے سائے کو دوست رکھے اور درخت کو دوست نہ رکھے جس کے سبب سے سائے کا قیام ہے اور آدمی جانتا ہے کہ جس طرح سائے کا قیام درخت کے سبب سے ہے اس کی ذات اور اس کی صفات کا قیام حق تعالیٰ کے سبب سے ہے پس کیونکر حق تعالیٰ کو دوست نہ رکھے گا مگر یہ کہ یہ امر جانتا ہی نہ ہو اور اس میں کچھ شک نہیں کہ جاہل حق تعالیٰ کو نہیں دوست رکھتا اس واسطے کہ اس کی محبت اس کی معرفت کا ثمرہ ہے اور جاہل کو معرفت کجا دوسرا سبب یہ ہے کہ آدمی ایسے شخص کو دوست رکھتا ہے جو اس کے ساتھ احسان کرے اس سبب سے اگر ماسوائے اللہ کو دوست رکھے گا تو بڑا نادان ہے اس واسطے کہ اس کے ساتھ کوئی کچھ احسان نہ کرسکتا ہے نہ کسی نے کچھ احسان کیا ہے مگر حق تعالیٰ نے۔ اور حق تعالیٰ کے احسانات جو بندوں کے شامل حال ہیں انہیں کوئی شمار نہیں کرسکتا جیسا کہ شکر اور تفکر کے بیان میں ہم نے ذکر کیا ہے مگر اے عزیز! وہ احسان جو کسی دوسرے سے تو دیکھتا ہے وہ تیری نادانی ہے اس واسطے کہ کوئی کچھ تجھے نہیں دیتا تاوقتیکہ حق تعالیٰ اس پر سزاول زبردست نہیں تعینات کرتا ہے کہ وہ اس سزاول کے خلاف نہیں کرسکتا ہے کیونکہ حق سبحانہ تعالیٰ اس کے دل میں ڈال دیتا ہے کہ اس کے واسطے دین میں ثواب اور دنیا میں منفعت اسی امر میں ہے کہ کچھ تجھے دے تا کہ وہ اپنی مراد کو پہنچے۔ پس اس نے وہ چیز خود کو دی کیونکہ اس نے تجھے اپنے ثواب آخرت یا نیک نامی دنیا وغیرہ کے واسطے سبب اور وسیلہ کرلیا مگر درحقیقت وہ چیز تجھے خدا ہی نے عنایت فرمائی کیونکہ بے غرض اس پر سزاول کیا اور اسے اس اعتقاد اور داعیہ کی طرف لایا کہ اس نے وہ چیز تجھے حوالے کردی یہ مضمون فصل شکر میں ہم نے بیان کیا ہے تیسرا

سبب یہ ہے کہ کوئی شخص نیکی کرنے والے کو دوست رکھتا ہے اگر چہ اس نے اس کے ساتھ نیکی نہ کی ہو جیسا کہ جو شخص سنتا ہے کہ مغرب میں ایک بادشاہ عادل اور خلق پر مہربان ہے اور اپنا خزانہ محتاجوں کے واسطے ہمیشہ کھلا رکھتا ہے اور اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ اس کی مملکت میں کوئی ظلم کرے تو ضرور بالضرور اس شخص کی طبیعت اس بادشاہ کو دوست رکھے گی اگر چہ جانتا ہو کہ میں اس بادشاہ کو ہرگز نہ دیکھوں گا اور اس سے مجھے بھلائی نہ پہنچے گی اس سبب سے ماسوئے اللہ کو دوست رکھنا نادانی کی بات ہے اس واسطے کہ احسان خود اس کے سوا کسی اور کی طرف سے نہیں اور دنیا میں جو کوئی احسان کرتا ہے اسی کے حکم محکم اور اسی کی تاکید اکید سے کرتا ہے اور خلق کے پاس نعمت کس قدر ہے احسان یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے تمام خلق کو پیدا کیا اور جو کچھ خلق کو چاہیے تھا وہ سب عنایت فرمایا حتیٰ کہ جس چیز کی خلق کو کچھ حاجت بھی نہ تھی مگر اس چیز کے سبب سے فقط زیب و زینت تھی وہ بھی مرحمت فرمائی یہ بات آدمی کو اس طرح معلوم ہوگی کہ ملکوت زمین و آسمان اور نباتات و حیوانات میں غور و تامل کرے تا عجائبات اور احسان و انعام بے نہایت نظر آئیں چوتھا سبب یہ ہے کہ آدمی کسی کو حسن و جمال کے سبب سے دوست رکھتا ہے یعنی جمال باطنی کے سبب سے جیسا کہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتا ہے اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوست رکھتا ہے اور کوئی امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دوست رکھتا ہے اور کوئی سب کو دوست رکھتا ہے بلکہ پیغمبروں کو دوست رکھتا ہے اور ان حضرات کا حسن و جمال باطنی اور ان کے صفات ذاتی اس محبت کا سبب ہیں اے عزیز! جب تو نگاہ کرے گا تو یہ معلوم ہو جائے گا کہ اس حسن و جمال باطنی کا حاصل تین چیزیں ہیں ایک علم کی خوبی اس واسطے کہ علم اور عالم اس وجہ سے محبوب ہے کہ نیک اور شریف ہے اور جس قدر علم زیادہ اور معلوم شریف تر ہوتا ہے وہ جمال بھی زیادہ ہوتا ہے اور

سب علموں سے زیادہ اشرف حق تعالیٰ کی معرفت ہے اور اس کی درگاہ کی معرفت جو فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور انبیا کی شریعتوں پر اور ملک وملکوت دنیا وآخرت کی تدبیروں پر شامل ہے اور صدیق لوگ اور انبیا علیہم السلام اسی سبب سے محبوب ہیں کہ ان کو ان علوم میں کمال ہے دوسری قدرت کی خوبی جیسے انسانوں کی قدرت اپنے نفس کی اصلاح پر اور بندگان خدا کی اصلاح پر اور ان کی سیاست پر اور مملکت ظاہر اور حقیقت دین میں انتظام رکھنے پر تیسری تنزیہ اور پاکی خوبی یعنی عیب و نقصان اور خباثت اخلاق باطن سے منزہ اور پاک رہنے کی خوبی آدمی سے یہی صفتیں محبوب ہوتی ہیں افعال نہیں محبوب ہوتے اس واسطے کہ جو فعل ان صفتوں کے سبب سے نہ ہو وہ محمود نہیں مثلاً وہ فعل جو اتفاقاً سرزد ہو یا غفلت کے ساتھ پس جو شخص ان صفات میں کامل تر ہوتا ہے اس کی محبت زیادہ تر ہوتی ہے اسی سبب سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مثلاً امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ سے زیادہ دوست رکھتے ہیں اور پیغمبروں کو حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکبر سے زیادہ رکھتے ہیں اے عزیز! اب تو ان تینوں صفتوں کو دیکھ تا کہ معلوم ہو جائے کہ حق تعالیٰ مستحق محبت ہے اور اس میں یہ صفتیں ہیں کیونکہ کوئی سادہ دل ایسا نہیں جو نہ جانتا ہو کہ فرشتوں اور آدمیوں میں سے اولین وآخرین کا علم حق تعالیٰ کے علم کے سامنے ناچیز ہے اور حق تعالیٰ نے سب کو فرمایا ہے ﴿ وما اوتیتم من العلم الاقلیلا ﴾ (۳) بلکہ اگر تمام عالم جمع ہو کر چاہے کہ چیونٹی اور مچھر کی خلقت جو عجائب علم الٰہی اور اس کی حکمت ہے اسے تمام وکمال وجان لے تو نہیں جان سکتا اور جس قدر کہ جانیں وہ بھی خدا ہی کی طرف سے جانیں گے اس واسطے کہ اس نے ان میں یہ علم پیدا کر دیا جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ﴿ خلق الانسان علمه البیان ﴾ (۴) پھر تمام خلق کے علوم متناہی ہیں اور جس چیز کی طرف نسبت ہو حق تعالیٰ کا علم بے نہایت ہے اور خلق کا علم اسی سے ہے پس سب اسی کا علم ہے اور اس کا علم خلق سے نہیں اور اے

عزیز! تو اگر قدرت کو دیکھے گا تو معلوم ہو جائے گا کہ قدرت بھی محبوب و مرغوب ہے اسی سبب سے شیر خدا حضرت علی مرتضی کی شجاعت و بسالت اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سیاست وصولت کو لوگ دوست رکھتے ہیں اس واسطے کہ یہ دونوں صفتیں ایک قسم کی قدرت ہیں اور حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے سامنے تمام خلق کی قدرت کیا چیز ہے بلکہ تمام مخلوق عاجز ہیں مگر اتنی ہی قدرت رکھتے ہیں جو قادر مطلق نے انہیں عنایت فرمائی مکھی جب ان کی کوئی چیز کھا جاتی ہے تو اس سے نہیں پھیر لے سکتے حق تعالیٰ نے انہیں کیسا عاجز کر دیا ہے پس خدا ہی کی قدرت کاملہ بے نہایت ہے اس واسطے کہ آسمان و زمین اور جو کچھ جن و بشر اور حیوانات اور نباتات اس میں ہے اسی کی قدرت کاملہ سے پیدا ہوئے اور ایسی چیزیں الی غیر النہایۃ پیدا کرنے پر وہ قادر ہے کیونکر درست ہوگا کہ قدرت کے سبب سے خدا کے سوا اور کسی کو لوگ دوست رکھیں اور عیوب سے منزہ اور پاک رہنے کی صفت کمال کے ساتھ آدمی میں نہیں ہو سکتی اس کا پہلا نقصان یہ ہے کہ وہ بندہ ہے اور اس کی ہستی خود اس کے سبب سے نہیں بلکہ وہ دوسرے کا پیدا کیا ہوا ہے اس سے زیادہ کیا نقصان ہوگا پھر آدمی اپنے باطن کے احوال سے بے خبر ہے تو اور چیز کو کب پہنچے گا اس واسطے کہ اگر اس کے دماغ میں ایک رگ ٹیڑھی ہو جائے تو دیوانہ اور مجنون ہو جاتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ اس کا کیا سبب ہے اور ایسا ہوتا ہے کہ اس کی دوا سامنے رکھی ہوتی ہے اور اسے معلوم بھی نہیں ہوتی۔ اے عزیز جان! اگر آدمی کی عاجزی اور نادانی کا تو حساب کرے تو ایک ذرا سی قدرت اور ذرا سا علم جو وہ رکھتا ہے وہ اس عجز و جہل میں نیست و نابود ہو جائے گا کہ وہ صدیق ہو یا پیغمبر پس وہی خالق عیبوں سے پاک ہے جس کے علم کی نہایت نہیں اور جس میں کدورت جہل کو مداخلت نہیں اور جس کی قدرت بدرجہ کمال ہے اس واسطے کہ ساتوں آسمان اور زمین اسی کے دست قدرت میں ہیں اگر تمام مخلوقات کو ہلاک کر ڈالے تو اس کی بزرگی اور بادشاہی میں کچھ کمی نہ

ہو جائے گی اور اگر لاکھ عالم اور لحظہ بھر میں پیدا کرے تو پیدا کر سکتا ہے اور اس سبب سے اس کی عظمت ایک ذرہ بھی بڑھ نہ جائے گی اس لئے کہ بڑھنے کو اس میں دخل نہیں اور سب عیبوں سے پاک ہے کیونکہ نیستی اس کی ذات اور صفات کی طرف راہ نہیں پا سکتی بلکہ نقصان خود اس کی ذات میں ممکن ہی نہیں پس جو شخص اسے دوست نہ رکھے اور دوسرے کو دوست رکھے یہ اس شخص کی کمال نادانی ہے اور یہ محبت اس محبت سے زیادہ کامل تر ہوتی ہے جو احسان کے سبب سے ہو اس واسطے کہ وہ محبت نعمت کی کمی اور زیادتی کے ساتھ گھٹتی بڑھتی رہتی ہے اور جب حق تعالیٰ کی بزرگی اور پاکی محبت کا سبب ہوتی ہے تو بہر حال اس کا عشق کامل ہوتا ہے اسی واسطے حق تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ میرے نزدیک وہ بندہ سب بندوں سے زیادہ پیارا ہے جو عذاب کے ڈر اور نعمت کی طمع سے میری بندگی نہ کرے بلکہ بندگی کر کے میری ربوبیت کا حق ادا کرے اور زبور میں لکھا ہے کہ اس سے بڑھ کو کون ظالم ہو گا جو بہشت کی آرزو اور دوزخ کے خوف سے میری عبادت کرے اگر جنت اور دوزخ میں نہ پیدا کرتا تو کیا اطاعت و بندگی کا مستحق نہ تھا محبت کا پانچواں سبب مناسبت ہے اور آدمی کو بھی حق تعالیٰ کے ساتھ ایک مناسبت خاص ہے کہ آیہ کریمہ ﴿ قل الروح من امر ربی ﴾ اور حدیث شریف ﴿ ان اللہ خلق ادم علی صورتہ ﴾ اسی نسبت کی طرف اشارہ ہے اور یہ جو حدیث قدسی میں آیا ہے یعنی حق تعالیٰ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی فرمایا ہے کہ میرا بندہ مجھ سے تقرب ڈھونڈھتا ہے تا کہ اسے میں اپنا دوست بناؤں جب اسے میں نے اپنا دوست بنالیا تو میں ہی اس کا کان ہوتا ہوں میں ہی اس کی آنکھ ہوتا ہوں میں ہی اس کی زبان ہوتا ہوں اور یہ جو فرمایا ہے ﴿ مرضت فلم تعدنی یاموسی ﴾ یعنی اے موسیٰ میں بیمار ہوا تو میری عبادت کو نہ آیا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ بار خدا تو تمام عالم کا مالک اور خداوند ہے تو کیونکر بیمار ہو گا ارشاد ہوا فلانا بندہ بیمار تھا اگر تو نے اس

کی عیادت کی ہوتی تو گویا میری ہی عیادت کی ہوتی اور جناب الٰہی کے ساتھ صورت آدم کی مناسبت کی حدیث کا تھوڑا سا بیان عنوان کتاب میں ہم نے کیا ہے اور ایسے بہت مضامین ہیں کہ کتابوں میں ان کا بیان کرنا مناسب نہیں عوام کے فہم ان کے سمجھنے سے قاصر ہیں بلکہ بہت سے زیرک لوگ اس مقام میں اوندھے منھ گرے بعض تشبیہ کے قائل ہو گئے ان کی سمجھ میں یوں آیا کہ ظاہری صورت کے سوا اور کوئی صورت ہی نہیں ہوتی اور بعض حلول اور اتحاد کے قائل ہو گئے تو اس بات کا سمجھنا مشکل ہے اے عزیز! یہاں ہمارا یہ مقصود ہے کہ جب اسباب محبت کو تو نے جان لیا تو یہ سمجھ لے کہ محبت الٰہی کے سوا اور جو محبت ہے وہ نادانی کی علامت ہے یعنی خدا کے سوا اور کسی کو دوست رکھنا حماقت ہے اور متکلم نے یہ جو کہا ہے کہ اپنے غیر جنس کو کیونکر دوست رکھ سکیں گے چونکہ خدا ہماری جنس سے نہیں تو اسے دوست رکھنا محال ہے پس محبت الٰہی سے اس کی فرمانبرداری مراد ہے۔

اے عزیز! اس بات سے تو متکلم کی سادہ لوحی پہچان لے یہ بے چارہ نادان دوستی سے اس شہوت کے سوا جس سے عورتوں کو پیار کرتے ہیں اور کچھ سمجھا ہی نہیں اور اس بات میں شک نہیں کہ یہ شہوت مجانست کو چاہتی ہے مگر یہ محبت جو ہم نے بیان کی جمال و کمال باطنی کو چاہتی ہے مجانست صوری کو نہیں چاہتی اس واسطے کہ جو شخص پیغمبر کو دوست رکھتا ہے تو اس سبب سے نہیں دوست رکھتا کہ پیغمبر بھی اس شخص کے مثل سر منھ ہاتھ پاؤں رکھتا ہے بلکہ اس سبب سے دوست رکھتا ہے کہ پیغمبر اس کے ساتھ مناسبت باطنی رکھتا ہے کیونکہ وہ بھی اس کے مانند زندہ عالم ارادہ کرنے والا بولنے والا سننے والا دیکھنے والا ہے مگر یہ صفتیں پیغمبر کی ذات میں کامل تر ہیں اور اس مناسبت کی اصل یہاں بھی ہے مگر کمال صفات میں بے نہایت فرق ہے اور زیادتی کمال کے سبب سے جو دوری پیدا ہوتی ہے وہ محبت کو بڑھاتی ہے اور جو محبت مناسبت پر موقوف ہے اس کی اصل کو منقطع نہیں کرتی اور سب لوگ اس قدر مناسبت

کے مقر ہیں اور اس قدر مناسبت کو سمجھتے ہیں اگر چہ مناسبت کے بھید اور مناسبت کی حقیقت کو نہیں پہچانتے چنانچہ ﴿ ان اللہ خلق ادم علی صورتہ ﴾ اسی کی خبر ہے یہ بیان کہ کسی چیز میں خدا کے دیدار کی سی لذت نہیں۔

اے عزیز! جان تو کہ یہ سب مسلمان کا مذہب زبانی ہے کہ کسی چیز میں خدا کے دیدار کی سی لذت نہیں لیکن اگر اپنے دل میں تحقیق کریں کہ ایسی چیز کا دیدار جو کسی جانب میں نہ ہو اور شکل اور رنگ نہ رکھتی ہو کیا لذت رکھتا ہے تو یہ انہیں نہ معلوم ہوگا مگر اس خوف سے کہ یہ مضمون شرع میں آیا ہے اس کا زبانی اقرار کریں گے لیکن ان کے دل میں کچھ شوق نہ ہوگا اس سبب سے کہ آدمی جو چیز جانتا ہی نہیں اس کا مشتاق کیونکر ہوگا ہر چند اس بھید کی تحقیق ایسی کتاب میں دشوار ہے لیکن ہم ذرا اشارہ اس کا بیان کرتے ہیں اے عزیز جان! تو کہ یہ بات چار اصلوں پر موقوف ہے ایک یہ کہ آدمی یہ بات جان لے کہ خدا کا دیدار خدا کی معرفت سے خوشتر ہے دوسری یہ کہ معرفت خدا معرفت غیر خدا سے خوشتر ہے تیسری یہ کہ دل کو علم معرفت میں راحت اور خوشی ہے بغیر اس بات کے آنکھ اور بدن کا اس میں حصہ ہو چوتھی یہ کہ جو خوشی دل کی خاصیت ہے وہ ان خوشیوں سے جو آنکھ کان اور دوسرے حواس کا حصہ ہیں خوشتر اور غالب تر اور قوی تر ہوتی ہے پس آدمی جب یہ چاروں اصلیں جان لے گا تو اسے ضرور بالضرور یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ حق تعالیٰ کے دیدار سے زیادہ کوئی چیز خوشتر نہیں ہے۔

پہلی اصل:

اس بیان میں کہ معرفت میں دل کو راحت ہے اور بے شرکت بدن اس میں دل کو لذت ہے۔

اے عزیز! جان تو کہ حق تعالیٰ نے آدمی میں بہت سی قوتیں پیدا کی ہیں اور ہر قوت کو ایک ایک کام کے واسطے بنایا ہے وہی کام اس کی طبعیت کا مقتضی ہے اور

اس کی طبعیت کے مقتضی میں اس کی لذت ہے جیسا کہ قوت غضب کو غلبہ اور انتقام کے واسطے پیدا کیا اسی لذت ہے اور قوت شہوت کو غذا حاصل کرنے کے لیے پیدا کیا اس کی لذت اسی میں ہے قوت سمع اور قوت بصر اور قوتوں کو بھی اسی پر قیاس کرلے اور ہر ایک قوت اور ہی لذت رکھتی ہے یہ لذتیں مختلف ہیں اس واسطے کہ جماع کی لذت غصہ کرنے کی لذت سے مخالف ہے ان لذتوں میں قوت کی رو سے فرق ہے بعضی قوی تر ہیں بعض ضعیف تر اس واسطے کہ لذت چشم جو اچھی صورتیں دیکھنے سے حاصل ہوتی ہے وہ ناک کی لذت جو خوشبو سونگھنے سے حاصل ہوتی غالب تر ہے اور حق تعالیٰ نے آدمی کے دل میں ایک قوت پیدا کی ہے جس کا نام عقل و نور ہے اور اسے ان چیزوں کی معرفت کے واسطے پیدا کیا ہے جو حس و خیال میں نہیں آتیں یہی معرفت عقل کی طبیعت کا مقتضی ہے اسے اسی میں لذت ہے کہ آدمی اس کے سبب سے معلوم کرے کہ یہ عالم جو پیدا ہوا ہے اسے ایک مدبر حکیم و قادر کی ہمیشہ حاجت ہے اور اسی طرح صانع کی صنعتوں اور مصنوعات میں اس کی حکمت پہچانے اور یہ باتیں خیال و حس میں نہیں آتیں اور اسی قوت سے نازک علوم و فنون کو جانے اور استنباط کرے جیسے وضع لغت اور تصنیف کتاب اور ہندسہ کا وضع کرنا اور دقیق علوم ایجاد کرنا اور اسے ان سب باتوں سے حلاوت حاصل ہوتی ہے حتیٰ کہ اگر ایک حقیر علم کی مہارت کے سبب سے اس کی تعریف کریں تو خوش ہوتا ہے اور اگر کہیں کہ نہیں جانتا ہے تو ناخوش ہوتا ہے اس واسطے کہ علم کو کمال جانتا ہے بلکہ اگر وہاں بیٹھے شطرنج کھیلی جاتی ہے اور اس سے کہہ دیں کہ چال نہ بتانا اور اس سے بہت سی شرطیں کرلیں تو بھی ہرگز چپ نہیں رہتا ایسے خسیس علم کی خوشی اور لذت سے بے تاب ہو کر چاہتا ہے کہ اس کے سبب سے تفاخر کرے اور کیونکر آدمی کو علم خوش نہ آئے اور اس کے سبب سے تفاخر نہ کرے اس واسطے کہ علم حق تعالیٰ کی صفت ہے اور آدمی کے نزدیک اس کے کمال سے زیادہ خوشتر اور کیا چیز ہوگی اور اس کمال سے بڑھ کر کون سا کمال ہوگا جو

حق تعالیٰ کی صفات سے حاصل ہو۔ پس اے عزیز! اس اصل سے تو نے یہ جانا کہ بہر حال دل کو معرفت سے لذت حاصل ہوتی ہے بغیر اس کے کہ آنکھ اور بدن کو اس میں دخل ہو۔

دوسری اصل:

اس بیان میں کہ دل کو علم معرفت کی جو لذت حاصل ہوتی ہے وہ لذت محسوسات اور لذت شہوت سے قوی تر ہے۔

اے عزیز! جان تو کہ جب کوئی شخص شطرنج کھیلتا ہے اور تمام دن کھانا نہیں کھاتا اگر اس سے کہیں کہ کھانا کھالے تو نہیں کھاتا اور کھیل میں ڈوبا رہتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ بازی جیتنے اور مات کرنے کی لذت کھانا کھانے کی لذت سے قوی تر ہے اس واسطے کہ اس نے شطرنج کھیلنے کو کھانا کھانے پر مقدم رکھا پس قوت لذت بایں طور پہچانی جاتی ہے کہ جب دو خواہشیں جمع ہوں تو ایک کو مقدر رکھے پس جو شخص بڑا عقل مند ہوگا باطن کی قوتوں کی لذت اسے بہت پسند آئے گی اس واسطے کہ اگر کسی عاقل کو ہم اختیار دیں کہ چاہے لوزینہ اور بھنا ہوا مرغ کھائے یا چاہے ایسا کام کرے کہ دشمن مغلوب ہو اور ایک ریاست اس کے ہاتھ آئے تو وہ ریاست اور فتح مندی کو اختیار کرے گا مگر یہ کہ اس کی عقل کامل نہ ہو جیسے لڑکا یا عقل زائل ہوگئی ہو جیسے معتوہ یعنی کچا سڑی تو ان کی بات ہی جدا ہے پس وہ شخص جس میں کھانے کا شوق اور جاہ و ریاست کی خواہش دونوں موجود ہوں وہ جاہ و ریاست ہی کی خواہش کو اختیار کرے گا اس بات سے بے شک معلوم ہوتا ہے کہ علم و معرفت کی لذت اور سب لذتوں سے بہتر ہے اسی طرح وہ عالم جو مثلاً علم حساب یا علم ہندسہ یا علم طب یا علم شریعت وغیرہ پڑھتا ہے تو اس میں اسے ایک لذت حاصل ہوتی ہے اگر وہ اس علم میں ناقص نہیں کامل ہے تو یہ لذت سب لذتوں پر فائق ہوتی ہے بلکہ ریاست و حکومت پر بھی وہ اسے ترجیح دیتا ہے اور اگر علم میں ناقص ہے اور اس کی لذتیں خوب

حاصل نہیں کیں تو اس کی بات ہی اور ہے پس اس تقریر سے معلوم ہوا کہ علم ومعرفت کی لذت اور سب لذتوں پر کہیں فائق ہے مگر اسی کے واسطے جو علم ومعرفت میں ناقص نہ ہو اور اس میں حق تعالیٰ نے دونوں خواہشیں بھی پیدا کی ہوں اس واسطے کہ لڑکا اگر پیپیہا بجانے کی لذت کو مباشرت اور ریاست کی لذت پر مقدم رکھے تو ہمیں اپنے دعویٰ میں کچھ شک نہ واقع ہوگا کیونکہ مقدم رکھنا اس کے نقصان کے سبب سے ہے اس واسطے کہ اسے مباشرت اور ریاست کی شہوت اور خواہش ہی نہیں اس دلیل سے کہ جب دونوں خواہشیں جمع ہوتی ہیں تو مباشرت اور سیاست ہی کی خواہش مقدم رہتی ہے۔

تیسری اصل:

اس بیان میں کہ حق تعالیٰ کی معرفت اور سب معرفتوں سے بہتر ہے۔

اے عزیز! جان جب تجھے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ علم ومعرفت خوشتر ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ ایک علم دوسرے علم سے بہتر ہوتا ہے اس واسطے کہ جس قدر معلوم شریف تر ہوتا ہے اس کا علم بھی اشرف ہوتا ہے کیونکہ شطرنج وضع کرنے کا علم شطرنج کھیلنے کے علم سے بہتر ہے اور ملک رانی کا علم زراعت اور خیاطی کے علم سے بہتر ہے اور حقائق شرع اور اس کے اسرار کا علم نجوم اور علم لغت سے افضل ہے اور وزارت میں وزارت کے اسرار بازیوں کے بھیدوں سے اور بادشاہ کا اسرار جاننا وزیر کے اسرار جاننے سے بہتر ہے پس معلوم جس قدر شریف تر ہوگا اسی قدر اس کا علم بھی لذیذ تر ہوگا۔ اے عزیز! اب ذرا غور کر کہ خداوند عالم جو ہر طرح کے کمال و جمال کا خالق ہے اس سے زیادہ دنیا میں کوئی چیز بھی شریف اور بزرگ اور کامل تر ہے؟ اور کسی بادشاہ کی تدبیر جو اس کی بادشاہت میں ہو خدا کی تدبیر کے مانند ہے؟ جو آسمان وزمین کی بادشاہت اور دنیا اور آخرت کے کاموں میں ہے اور کوئی بھی دربار اس کی درگاہ سے بہتر اور کامل تر ہے؟ جس کسی کو حضرت الٰہی کا نظارہ کرنے کی

آنکھ نصیب ہوئی اور اس مملکت کے اسرار کو اس مملکت کے اسرار سے بہتر سمجھا اس سے کیونکر ممکن ہے کہ حضرت کا نظارہ چھوڑ کر اور کسی چیز کا نظارہ کرے پس ان باتوں سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کی ذات وصفات اور اس کی بادشاہت اور اسرار خدائی کی معرفت سب معرفتوں سے بہتر ہے اس واسطے کہ یہ معلوم شریف تر ہے بلکہ شریف تر کہنا بھی خطا ہے اس واسطے کہ جب دوسری چیز کو تو اس کی طرف اضافت کرے گا تو اس چیز کو شریف کہنا لائق نہیں پھر اس حضرت کو شریف تر کیونکر کہہ سکے گا پس عارف اسی جہان کے اندر ایسی بہشت میں رہتا ہے جس کی یہ صفت ہے جو حق تعالیٰ نے فرمائی ﴿ عرضها كعرض السماء و الارض ﴾ (۵) بلکہ اس سے بھی زیادہ اس کی وسعت ہے اس واسطے کہ آسمان و زمین کی چوڑائی کی حد ہے اور میدان معرفت کی نہایت ہی نہیں اور وہ باغ جو عارف کا تماشا گاہ ہے اس کا کنارہ ہی نہیں اور آسمان و زمین کا کنارہ ہے اور اس باغ کے میوے نہ ٹوٹتے ہیں نہ کوئی ان سے مانع ہے بلکہ ہمیشہ رہتے ہیں جیسا حق تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ قطوفها دانيته ﴾ (۶) اس واسطے کہ جو چیز عارف کے دل میں ہو اس سے زیادہ نزدیک اور کیا چیز ہوگی اور اس بہشت میں مزاحمت ممانعت کینہ حسد کا دخل نہیں اس واسطے کہ جتنا زیادہ عارف ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ انس حاصل ہوتا ہے اور یہ بہشت ایسی ہے کہ رہنے والوں کی کثرت کے سبب سے تنگ نہیں ہوتی بلکہ اس کی وسعت زیادہ ہو جاتی ہے۔

چوتھی اصل:

اس بیان میں کہ نظر کی لذت معرفت کی لذت سے زیادہ ہے۔

اے عزیز! جان تو کہ جاننا دو قسم پر ہے ایک وہ جو خیال میں آئے جیسے رنگ اور اشکال اور ایک وہ جو عقل میں آئے خیال میں نہ آئے جیسے حق تعالیٰ اور اس کی صفتیں بلکہ تیری بھی بعض صفتیں خیال میں نہیں آتیں جیسے قدرت اور ارادہ اور حیات اس واسطے کہ ان کو چگونگی نہیں اور غصہ، عشق، شہوت، درد، راحت بھی چگونگی سے دور ہے ان

سب کو عقل ہی دریافت کرتی ہے اور جو چیز خیال میں آتی ہے اور اسے آدمی دو طرح ادراک کرتا ہے ایک یہ کہ وہ خیال کے روبرو ہے گویا کہ اسے آدمی دیکھ رہا ہے یہ ادراک ناقص ہے دوسرا یہ کہ وہ نظر آئے یہ پہلے سے کامل ہے اسی واسطے دیدار معشوق کی لذت اس کے خیال سے زیادہ ہوتی ہے اس کا سبب یہ نہیں ہے کہ دیدار میں اور صورت ہوتی ہے صورت خیالی کے مخالف یا صورت خیالی سے بہتر بلکہ وہی ایک صورت ہوتی ہے مگر دیدار میں روشن تر معلوم ہوتی ہے جیسا کہ اگر اپنے معشوق کو عاشق دن چڑھے دیکھتا ہے تو آفتاب نکلتے وقت دیکھنے سے زیادہ لذت پاتا ہے اس کا سبب یہ نہیں ہے کہ صورت بدل گئی بلکہ یہ باعث ہے کہ دن چڑھے صورت زیادہ روشن ہوگئی اسی طرح جو چیز خیال میں نہیں آتی اور عقل اسے ادراک کرتی ہے اس کی بھی صورتیں ہیں ایک معرفت دوسری معرفت سے بڑھ کر ایک درجہ ہے اسے روایت اور مشاہدہ کہتے ہیں اور کمال انکشاف میں اس کی نسبت معرفت کے ساتھ ایسی ہے جیسے دیدار کی نسبت خیال کے ساتھ اور جس طرح پلک بند کرنا آنکھ کے واسطے پردہ ہے اور خیال کو نہیں منع کرتا اور جب تک یہ حجاب نہ اٹھے یعنی آنکھ نہ کھلے تب تک دیدار نہیں حاصل ہوتا اسی طرح اس بدن کے ساتھ جو آب وگل سے بنا ہے آدمی کا علاقہ اور دنیا کی خواہشوں کے ساتھ اس کا مشغول رہنا مشاہدہ کے واسطے حجاب ہے' اور معرفت کو منع نہیں کرتا جب تک یہ علاقہ نہیں ٹوٹتا مشاہدہ غیر ممکن ہے اسی واسطے حق سبحانہ اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا ﴿ لن ترانی ﴾ (۷) پھر جب مشاہدہ روشن اور کامل تر ہو تو ضرور بالضرور اس کی لذت ہی زیادہ ہوتی ہے جیسا کہ خیال کی بہ نسبت دیدار میں زیادہ ہوتی ہے۔

اے عزیز! جان تو کہ حقیقت بات یہ ہے کہ جس طرح نطفہ آدمی ہو جاتا ہے اور خرمے کا بیج درخت ہو جاتا ہے اسی طرح یہ معرفت فردائے قیامت کو اور ہی صفت پر ہو جائے گی کہ پہلی حالت سے کچھ نسبت ہی نہ رہے گی اور درجہ کمال کو پہنچ جائے گی

اور اس گردش سے نہایت روشن ہو جائے گی اسے مشاہدہ اور نظر اور دیدار کہتے ہیں اس واسطے کہ دیدار کمال ادراک سے عبارت ہے۔ اور یہ مشاہدہ اس ادراک کا کمال درجہ ہے اس واسطے جس طرح اس جہان میں معرفت جہت نہیں چاہتی اس طرح یہ مشاہدہ بھی جہت نہ چاہے گا پس معرفت دیدار کا تخم ہے جسے معرفت حاصل نہیں وہ دیدار الٰہی سے ابدالاباد محروم رہے گا اس واسطے کہ جو شخص تخم ہی نہیں رکھتا اس سے زراعت بھی نہیں ہوسکتی اور جو بڑا عارف ہوگا اس کا دیکھنا بھی کامل تر ہوگا۔ اے عزیز! خیال نہ کرنا کہ دیدار اور لذت دیدار میں سب لوگ یکساں ہوں گے بلکہ ہر ایک کو اپنی اپنی معرفت کی قدر دیدار نصیب ہوگا جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے ﴿ ان اللہ یتجلے للناس عامتہ و لابی بکر خاصتہ ﴾ (۸) اس کے یہی معنی ہیں یہ مطلب نہیں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق حق سبحانہ تعالیٰ کو تنہا دیکھیں گے اور سب ساتھ دیکھیں گے بلکہ جو دیدار حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نصیب ہوگا اوروں کو نہ نصیب ہوگا اور وہ دیدار ان ہی کے ساتھ خاص ہے اس واسطے اس خصوصیت کا سبب کمال معرفت ہے کہ اس سے اور لوگ محروم ہیں اور یہ جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور سب اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نماز اور روزہ کے سبب سے فضلیت نہیں بلکہ ایک بھید کے سبب سے ہے جو اس کے دل میں قرار پکڑ گیا ہے یہ اسی معرفت کی طرف اشارہ ہے یہی معرفت اس دیدار الٰہی کا سبب ہوگی جو خاصتہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نصیب ہوگا پس باوصف اس کے کہ حق تعالیٰ ایک ہی ہے مگر دیدار میں خلق کا تفاوت ایسا ہے جیسے ایک ہی صورت کا تفاوت کہ کئی آئینوں میں مختلف نظر آتی ہے کوئی چھوٹی کوئی بڑی کوئی روشن کوئی تاریک کوئی ٹیڑھی کوئی سیدھی حتیٰ کہ ایسا ہوتا ہے کہ ٹیڑھے پن میں اس مرتبے کو پہنچ جاتی ہے کہ اچھی صورت کو بھی بری بناتی ہے جیسے اچھی صورت باوجود یکہ اچھی ہوتی ہے مگر تلوار کی چوڑائی میں دیکھنے سے بری

معلوم ہوتی ہے اور جو شخص اپنا آئینہ دل اس جہان میں تاریک لے جاتا ہے یا کج تو جو چیز اوروں کے واسطے سبب راحت ہوتی ہے وہ بعینہ اس کے واسطے موجب رنج و اذیت ہوتی ہے۔ پس اے عزیز! گمان نہ کرنا کہ دیدار الٰہی میں جو لذت پیغمبر علیہ السلام پائیں گے وہی اوروں کو بھی حاصل ہوگی یا جو لذت علماء پائیں گے وہی عوام بھی پائیں گے اور جو لذت متقی اور محبّ علماء پائیں گے وہی اور عالم لوگ بھی پائیں گے اور جس عارف پر کہ حق تعالیٰ کی محبت غالب ہو اور جس عارف پر کہ اس قدر محبت نہ غالب ہو ان دونوں میں لذت کی رو سے تفاوت ہوگا دیدار کی وجہ سے نہیں اس واسطے کہ دونوں عارف ایک ہی کو دیکھیں گے کیونکہ دیدار معرفت کے سبب سے حاصل ہوتا ہے اور معرفت دونوں کو ہے ان دونوں عارفوں کی مثال ایسی ہے جیسے دو شخص جن کی بینائی برابر ہو اور کسی خوبصورت کو دیکھیں اور ان دونوں میں سے ایک اس کا عاشق ہو اور ایک نہ عاشق ہو تو خواہ نخواہ عاشق کو زیادہ لذت حاصل ہوگی اور اگر ایک بہت عاشق ہوگا اور ایک کم تو بھی اسی کو بہت لذت حاصل ہوگی جو بہت عاشق ہے پس کمال سعادت کے واسطے فقط معرفت کافی نہیں ہوتی تاوقتیکہ اس کے ساتھ محبت نہ ہو اور محبت الٰہی اس طرح پر غالب ہو جاتی ہے کہ محبت دنیا سے آدمی کا دل پاک صاف ہو جائے اور یہ پاکی زہد و تقوٰی کے سوا اور کسی چیز سے حاصل نہیں ہوتی پس جو عارف زاہد اور محبّ ہوگا اسے لذت کامل حاصل ہوگی۔

فصل:

اے عزیز جان! شاید تو کہے کہ اگر دیدار کی لذت لذت معرفت کی جنس سے نہ ہو تو وہ لذت ہی نہیں یہ اس سبب سے تو کہے گا کہ لذت معرفت سے تجھے خبر ہی نہیں لیکن چند باتیں کسی کتاب میں اکٹھا لکھی دیکھ کر تو نے یاد کر لی ہیں یا کسی سے سیکھ لی ہیں اور اس کا نام معرفت رکھ لیا ہے تو اس سے لذت نہ پائے گا اگر کوئی شخص بھیجا کا نام لوزینہ رکھے اور اسے کھائے وہ لوزینہ کی لذت کبھی نہ پائے گا مگر جو شخص حقیقت

معرفت کی حلاوت چکھتا ہے وہ اس میں ایسا مزہ پاتا ہے کہ اگر اسی جہان میں اسے بہشت اس مزہ کے عوض ملے تو وہ معرفت ہی کو دوست رکھے جس طرح عقلمند آدمی لذت سلطنت کو لذت فرج وشکم سے زیادہ دوست رکھتا ہے لیکن اگر چہ معرفت کی لذت بہت بڑی لذت ہے مگر دیدار الٰہی کی لذت سے کچھ نسبت ہی نہیں رکھتی مثال کے بغیر یہ بات سمجھ میں نہیں آسکتی۔

اے عزیز جان! تو فرض کہ ایک عاشق ہے مگر ابھی اس کا عشق کچا ہے اور اس کی شہوت کم ہے اور اس کے کپڑوں میں زنبور اور بچھو بھرے ہوئے ہیں اور اسے کاٹ رہے ہیں اور ان مصیبتوں کے سوا اور کاموں میں بھی وہ مشغول ہے اور ہر چیز سے ڈرتا ہے اور صبح کے وقت کہ ابھی خوب روشنی نہیں ہوئی وہ اپنے معشوق کو دیکھے تو ایسے حال میں یقیناً لذت دیدار اسے کم حاصل ہوگی پس اگر ناگاہ آفتاب نکل آئے اور خوب روشنی پھیل جائے اور اس کی شہوت خوب تیز اور اس کا عشق نہایت قوی ہو جائے اور مشغلہ اور خوف اس کے دل سے جاتا رہے اور زنبور اور بچھو کے درد سے نجات پائے تو اس حالت اطمینان میں دیدار معشوق سے بڑی ہی لذت پائے گا کہ وہ لذت جو پہلے اسے حاصل ہوئی تھی اس کے ساتھ اسے کچھ مناسبت ہی نہیں دنیا میں عارف کا بھی یہی حال ہے اندھیرا دنیا میں ضعف معرفت کی مثال ہے گویا کہ پردے کے اندر سے باہر کی طرف دیکھتا ہے اور ضعف عشق آدمی کے نقصان کے سبب سے ہوتا ہے اس واسطے کہ آدمی جب اس جہاں میں رہتا ہے ناقص رہتا ہے اور یہ عشق کمال کو نہیں پہنچتا ہے اور زنبور اور بچھو دنیا کی خواہشوں اور غم اور غصہ اور انواع رنج کی مثال ہے اس واسطے کہ یہ سب لذت معرفت کو کم کر دیتے ہیں اور شغل اور خوف معاش اور قوت حاصل کرنے اور ایسی باتوں کی مثال ہے اور یہ سب باتیں موت سے جاتی رہتی ہے اور دیدار کی رغبت اور محبت کامل ہو جاتی ہے اور پوشیدہ گی احوال کشف کے ساتھ بدل جاتی ہے اور دنیا کا غم واندوہ اور مشغلہ منقطع ہو جاتا ہے

ست مرد آن رہ رانشان دیگر ست چونکہ یہ بات چھوٹی سی کتاب میں لکھنے کے لائق نہیں تو اس قدر پر کفایت کرنا اولی ہے۔

فصل:

اے عزیز! شاید تو کہے کہ ایسی لذت جس میں بہشت کی لذتیں آدمی بھول جائے کسی طرح میری عقل میں نہیں آتی ہر چند کہ اس باب میں علماء نے بہت گفتگو کی مگر اس کی تدبیر تو معلوم ہو کہ کیا ہے تا کہ اگر وہ لذت نہ حاصل ہو مگر اس پر ایمان تو نصیب ہو۔

اے عزیز! جان تو کہ چار چیزیں اس کی تدبیر ہیں ایک یہ کہ جو باتیں اوپر مذکور ہوئیں ان میں تو بہت غور کرتا کہ تجھے یہ بات معلوم ہو جائے اس واسطے کہ جو بات ایک ہی بار تیرے کان میں پڑتی ہے وہ دل میں نہیں آ جاتی دوسری یہ کہ تو یہ جان لے کہ آدمی کی صفت اس طور پر نہیں واقع ہوئی کہ لذت اور شہوت کی صفتیں یکبارگی اس میں پیدا کر دی ہوں کیونکہ بچے کو پہلے کھانے ہی کی خواہش اور لذت ہوتی ہے اس کے سوا اور کچھ وہ جانتا ہی نہیں جب سات برس کے قریب اس کا سن پہنچتا ہے تو کھیل کود کی خواہش اور لذت ہوتی ہے چنانچہ ایسا ہوتا ہے کہ کھانا چھوڑ کر کھیلنے دوڑا جاتا ہے اور جب دس برس کے قریب اس کی عمر ہوتی ہے تو زینت اور اچھی پوشاک کی خواہش اور لذت اسے پیدا ہوتی ہے حتیٰ کہ اس کی آرزو میں کھیلنا بھی چھوڑ دیتا ہے اور جب پندرہ برس کا ہوتا ہے تو عورتوں کی خواہش اور لذت اس میں پیدا ہوتی ہے حتیٰ کہ عورتوں کے پیچھے سب ترک کر دیتا ہے اور جب بیس برس کے قریب پہنچتا ہے تو ریاست تفاخر بڑھتی ہے اور طلب جاہ کی لذت اس میں پیدا ہوتی ہے اور یہ لذات دنیا کا آخری درجہ ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے ﴿ انما الحیوۃ الدنیا لعب ولھوو زینہ وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال والاولاد ﴾ (۹) پس جب بیس برس سے بڑھتا ہے تو اگر دنیا نے اس کے باطن کو

بالکل خراب نہیں کیا ہے اور اس کے دل کو بیمار نہیں کر دیا ہے تو عالم اور آفریدگار عالم اور اسرار ملک وملکوت کو پہچاننے کی لذت اس میں پیدا ہوتی ہے اور جس طرح بعد والی ہر لذت میں اس کی پہلی والی لذت ناچیز اور حقیر ہو جاتی ہے اسی طرح یہ لذت بھی اس معرفت میں حقیر اور ناچیز ہو جاتی ہے اور بہشت کی لذت پیٹ فرج آنکھ کی لذت سے زیادہ نہیں ہے کہ آدمی باغ میں سیر کر رہا ہے اور عمدہ عمدہ کھانے کھاتا ہے سبزہ اور آب رواں اور اونچے اونچے زرنگار مکانات کا نظارہ کرتا ہے اور یہ خواہش اس جہان میں بھی ریاست اور غلبہ اور حکومت کی خواہش کے مقابلہ میں حقیر اور ناچیز ہو جاتی ہے پھر معرفت کی لذت کے سامنے بطریق ادنیٰ ناچیز اور حقیر ہو جائے گی کیونکہ راہب کبھی صومعہ کو اس واسطے اپنا قید خانہ بناتا ہے اور ہر روز اس لیے بقدر جو سے زیادہ کھانا نہیں کھاتا ہے تاکہ خلائق میں مقبولیت کا درجہ حاصل کرے پس راہب جاہ وقبول کی لذت کو بہشت کی لذت سے زیادہ عزیز رکھتا ہے اس واسطے کہ بہشت کی یہی لذت ہے کہ پیٹ فرج آنکھ کو حظ حاصل ہو پھر لذت جاہ جس نے پہلے سب خواہشوں اور لذتوں کو حقیر اور ناچیز کر دیا ہے وہ لذت معرفت میں فنا ہو جاتی ہے۔

اے عزیز! جان تو اس بات کا ایمان رکھتا ہے اس واسطے کہ جاہ کی خواہش تک پہنچا ہے اور لڑکا جو ابھی جاہ کی خواہش تک نہیں پہنچا وہ اس بات کا ایمان نہیں رکھتا اگر تو اس لڑکے کو ریاست کا مزہ بتانے چاہے تو یہ مشکل ہے اسی طرح تجھ اندھے کو معرفت کی لذت سمجھانے میں عارف بھی عاجز ہے لیکن اگر تھوڑا سا سرمایہ عقل پیدا کر کے غور وتامل کرے گا تو یہ بات تجھ پر مخفی نہ رہے گی تیسری تدبیر یہ ہے کہ تو عارفوں کا حال دیکھا کر اور ان کی باتیں سنا کر اس واسطے کہ مخنث اور نامرد اگرچہ شہوت مباشرت اور اس کی لذت سے بے خبر ہوتے ہیں مگر جب مردوں کو دیکھتے ہیں کہ اپنی پونجی اس مزے کے پیچھے تباہ اور برباد کرتے ہیں تو انہیں خواہ نخواہ یہ بات

معلوم ہو جاتی ہے کہ انہیں ایک بڑی شہوت اور لذت حاصل ہے کہ ہمیں وہ نصیب نہیں حضرت رابعہ جو ایک پارسا بی بی تھیں ان کے سامنے لوگوں نے جنت کا ذکر کیا کہنے لگیں ﴿ الجار ثم الدار ﴾ پہلے صاحب خانہ ہے پھر گھر حضرت ابوسلیمان درانی نے کہا ہے کہ خدا کے تھوڑے بندے ایسے ہیں کہ انہیں دوزخ کا ڈر اور بہشت کی امید یاد الٰہی سے باز نہیں رکھتی پھر دنیا انھیں یاد الٰہی سے کیونکر باز رکھے گی حضرت معروف کرخی سے ان کے کسی دوست نے پوچھا کہ بتاؤ تو تمہیں دنیا سے بے زار کر کے عبادت اور خلوت میں کس چیز نے مشغول کیا کیا موت کے ڈر یا قبر کے خوف یا دوزخ کے اندیشے یا بہشت کی امید نے مشغول کیا ہے فرمایا ان کی کیا حقیقت ہے جس بادشاہ کے دست قدرت میں یہ سب ہیں اگر تو اس کے ساتھ محبت کرے تو ان سب کو بھول جائے اور اگر تجھے اس کے ساتھ معرفت اور آشنائی پیدا ہو جائے تو ان سب سے تو ننگ و عار رکھنے لگے حضرت بشر حافی رحمتہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے خواب میں پوچھا کہ ابونصر نمار اور عبدالوہاب وراق کا کیا حال ہے جواب دیا کہ اس وقت بہشت میں کھانا کھاتے چھوڑ آیا ہوں پوچھا تمہارا کیا حال ہے جواب دیا کہ حق تعالیٰ نے جانا کہ مجھے کھانے پینے کی طرف رغبت ہی نہیں ہے مجھے اپنا دیدار نصیب کیا حضرت علی ابن الموفق رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں نے بہشت کو خواب میں دیکھا بہت لوگ وہاں کھانا کھاتے تھے اور فرشتے اچھے اچھے کھانے ان کے منہ میں ڈالتے جاتے تھے ایک شخص کو میں نے دیکھا کہ حضرت قدوس میں آنکھیں نکالے ہوئے مبہوت کی طرح دیکھ رہا ہے اور میں نے رضوان سے پوچھا یہ کون شخص ہے کہا معروف کرخی اس نے نہ خوف دوزخ سے عبادت کی تھی نہ امید بہشت پر۔ اس کے واسطے حق تعالیٰ نے دیدار مباح کر دیا ہے حضرت ابوسلیمان دارانی قدس سرہ کہتے ہیں کہ جو شخص آج اپنے ساتھ مشغول ہے وہ فردائے قیامت کو بھی یوں ہی رہے گا اور جو شخص آج خدا کے ساتھ مشغول ہے وہ فردائے قیامت کو بھی یوں ہی

ہوگا حضرت یحیی ابن معاذ رحمتہ اللہ تعالی علیہ کہتے ہیں کہ ایک رات میں نے حضرت بایزید کو دیکھا عشاء کی نماز کے بعد سے صبح تک ایڑیاں اٹھائے ہوئے دونوں پاؤں کی انگلیوں پر مبہوت کی طرح بیٹھے رہے آخر کو سجدہ کر کے دیر تک کھڑے رہے اور سر اٹھا کر مناجات کی بار خدایا ایک گروہ نے تجھے طلب کیا اسے تو نے یہ کرامتیں عنایت فرمائیں کہ وہ لوگ پانی پر چلے اور اور ہوا پر اڑے اور میں ان باتوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور ایک گروہ کو تو نے زمین کے خزانے مرحمت کیے اور ایک گروہ کو تو نے یہ کرامت عطا کی کہ وہ لوگ رات بھر میں بہت سی مسافت طے کر جاتے تھے وہ لوگ ان کرامتوں سے خوش ہوئے اور میں ان سب باتوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں بعدہ پھر کر مجھے دیکھا اور فرمایا کہ اے یحیٰ تم یہاں ہو میں نے کہا ہاں اے میرے سید فرمایا کب سے ہو میں نے کہا دیر سے پھر میں نے کہا یہ حال مجھ سے تو ارشاد ہو فرمایا جو حال تجھ سے کہنے کے لائق ہے وہ کہتا ہوں حق تعالی نے مجھے ملکوت اعلی اور ملکوت اسفل میں پھرایا اور عرش و کرسی اور آسمانوں اور بہشتوں میں پھرا کر ارشاد فرمایا کہ ان سب چیزوں سے جو تیرا جی چاہے مانگ تا کہ میں تجھے عنایت فرماؤں میں نے عرض کیا ان سب میں سے میں کچھ نہیں چاہتا ارشاد ہوا حق ہے کہ تو میرا بندہ ہے حضرت ابوتراب بخشی رحمتہ اللہ تعالی کا ایک بڑا مرید تھا اپنے کام میں مستغرق رہا کرتا تھا حضرت ابوتراب نے ایک دن کہا کہ اگر تو حضرت بایزید کو دیکھے تو مناسب ہے' اس نے جواب دیا کہ میں بایزید سے بے پرواہوں حضرت ابوتراب نے پھر کئی بار یہی کہا مرید نے جواب دیا کہ میں بایزید کے خدا کو دیکھتا ہوں یا بایزید کو دیکھ کر کیا کروں حضرت ابوتراب نے کہا کہ حضرت بایزید کو اگر تو ایک بار دیکھے تو اس سے بہتر ہے کہ خدا کو ستر بار دیکھے تب اس مرید نے متحیر ہو کر پوچھا کہ کیا بات ہے حضرت ابوتراب نے کہا اے نادان تو اپنے نزدیک خدا کو دیکھتا ہے تیرے طرف کی قدر وہ ظاہر ہوتا ہے اور حضرت بایزید کو خدا کے پاس اس کی قدر کے موافق دیکھے گا

یہ باریک بات سمجھ کر مرید نے عرض کیا کہ آیئے چلیں حضرت ابوتراب کہتے ہیں کہ ہم دونوں آدمی حضرت بایزید کی خدمت میں گئے وہ جنگل میں بیٹھے تھے جب ان کے قریب پہنچے تو وہ الٹی پوستین پہنے ہوئے باہر تشریف لائے مرید نے ان کی طرف دیکھ کر ایک نعرہ مارا اور مر گیا اور میں نے کہا کہ اے بایزید جو ایک نظر آپ کو دیکھے تو کیا وہ واجب القتل ہے کہا نہیں یہ مرید صادق تھا اس میں ایک بھید تھا کہ وہ اس کی قوت سے کھلتا نہ تھا اس نے جب مجھے دیکھا تو وہ بھید کھل گیا چونکہ یہ ضعیف تھا اس کا متحمل نہ ہوا مر گیا اور حضرت بایزید قدس سرہ نے کہا ہے کہ اگر خلت ابراہیم علیہ السلام اور مناجات موسیٰ علیہ السلام اور روحانیت عیسیٰ علیہم السلام حق تعالیٰ تجھے عنایت کرے تو بھی اس کی طرف سے منہ نہ پھیر کہ اس کے علاوہ اور بہت سے کام رکھتا ہے حضرت بایزید قدس سرہ کا ایک دوست تھا مزکی ایک دن کہنے لگا کہ میں تیس برس سے رات کو نماز پڑھتا ہوں اور دن کو روزہ رکھتا ہوں اور یہ حالات جو آپ بیان کرتے ہیں ان میں سے کوئی حالت مجھ پر ظاہر نہیں ہوئی حضرت بایزید نے فرمایا کہ اگر تیس سو برس تو عبادت کرے گا تو بھی ظاہر نہ ہوگی اس نے پوچھا کہ اس کا کیا سبب فرمایا اس کا سبب یہ ہے کہ تو اپنی خودی کے سبب سے محجوب ہے' پوچھا پھر اس کا علاج کیا ہے فرمایا اس کا علاج تو نہ کر سکے گا اس دوست نے کہا کہیئے تو میں وہ علاج کروں گا فرمایا نہیں تو نہ کرے گا وہ نہایت بجد ہوا حضرت بایزید نے فرمایا کہ نائی کے پاس کا جا کر ابھی ڈاڑھی منڈوا ڈال اور ننگا رہا کر فقط ایک تہ بند کمر سے باندھ اور ایک توبڑہ بھر اخروٹ گلے میں لٹکا لے اور بازار میں جا کر منادی کر کہ جو لڑکا میری گدی میں گدا لگائے گا اسے ایک اخروٹ دوں گا اور اسی طرح قاضی اور متشرع لوگوں کے پاس جا اس شخص نے کہا سبحان اللہ یہ کیا بات ہے جو آپ نے فرمائی حضرت بایزید نے فرمایا کہ یہ جو تو نے سبحان اللہ کہا شرک کیا کہ یہ اپنی تعظیم کی راہ سے کہا وہ بولا اور کچھ علاج بتایئے یہ مجھ سے نہ ہو سکے گا فرمایا پہلا علاج یہی ہے جو

میں نے کہا اس شخص نے کہا یہ علاج تو میں نہیں کرسکتا فرمایا میں نے تو خود ہی کہا تھا تجھ سے علاج نہ ہو سکے گا حضرت بایزید قدس سرہ نے یہ علاج اس واسطے فرمایا کہ وہ شخص جاہ وتکبر کی طلب میں مشغول تھا ایسے مرض کا یہی علاج ہوتا ہے حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی کہ اے عیسیٰ میں جب اپنے بندے کے دل میں نگاہ کرتا ہوں اور اس میں دنیا آخرت کچھ نہیں دیکھتا تو اپنی محبت وہاں دیکھ کر اس کی حفاظت کرتا ہوں حضرت ابراہیم ادہم رحمتہ اللہ تعالیٰ نے مناجات کی کہ بارخدایا تو جانتا ہے کہ جو محبت تو نے مجھے عطا فرمائی اور اپنے ذکر کا جو انس تو نے مجھے مرحمت کیا اس کے سامنے بہشت میرے نزدیک پر پشہ کے برابر بھی نہیں حضرت رابعہ بصری قدس سرہا سے لوگوں نے پوچھا کہ رسول کو تم کیونکر دوست رکھتی ہو کہنے لگیں کہ یہ مشکل یہ بات ہے مگر خالق کی محبت نے مخلوق کی محبت سے مجھے باز رکھا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لوگوں نے پوچا کہ کون سا عمل سب اعمال سے افضل ہے فرمایا کہ خدا کی محبت اور جو کچھ اس نے کیا اس پر راضی رہنا غرضیکہ ایسی حدیثیں اور حکایتیں بہت ہیں اور بزرگوں کے احوال کے قرینہ سے خواہ مخواہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی معرفت اور اس کی محبت کی لذت بہشت کی لذت سے بہت زیادہ ہے۔اے عزیز! تجھے اس مقام میں غور وتامل کرنا چاہیے۔

معرفت الٰہی کی پوشیدگی کے سبب کا بیان

اے عزیز! جان جس چیز کا جاننا متعذر رہوتا ہے تو دو سبب سے ہوتا ہے ایک یہ کہ وہ چیز پوشیدہ رہے ظاہر نہ ہو دوسرا یہ کہ نہایت روشن ہو کہ آنکھ اسے نہ دیکھ سکے اسی واسطے چمگادڑ رات ہی کو دیکھتا ہے دن کو نہیں دیکھ سکتا اس کا سبب یہ نہیں کہ رات کو چیزیں ظاہر ہوتی ہیں بلکہ دن کو بہت ظاہر ہوتی ہیں مگر اس کی بینائی ضعیف ہے اسی طرح کمال روشنی کے سبب سے اور اس وجہ سے کہ دلوں کو اس کے دریافت کرنے کی قوت نہیں خدا کی معرفت دشوار ہوئی اور خدا کا نور اور ظہور یہ مثال قیاس کرنے سے

معلوم ہوگا کہ اگر تو لکھا ہوا ایک خط یا سیا ہوا کپڑا دیکھتا ہے تو کوئی چیز کاتب اور درزی کی قدرت اور علم و حیات اور ارادہ سے روشن تر نہیں ہوتی اس واسطے کہ ان کا یہ فعل ان صفتوں کو ان کے باطن سے ایسا ظاہر کرتا ہے کہ علم یقینی حاصل ہو جائے اگر حق تعالیٰ تمام عالم میں ایک پرندے ایک نبات سے زیادہ نہ پیدا کرتا تو جو اسے دیکھتا اسے صانع کے کمال علم اور کمال قدرت اور کمال عظمت اور کمال جلال کی معرفت ضرور بالضرور حاصل ہوتی اس واسطے کہ وجود صانع پر مصنوع کی دلالت کاتب پر خط کی دلالت سے زیادہ ظاہر ہے مگر آسمان و زمین اور حیوانات اور نباتات اور سنگ اور کلوخ اور جو کچھ موجود اور مخلوق وہم وخیال میں آتے ہیں سب یک زبان ہو کر صانع کی بزرگی پر گواہی دیتے ہیں۔

شعر ہر گیا ہے کہ از زمین روید و حدہ لاشریک لہ گوید دلائل کی کثرت اور روشنی کی وجہ سے معرفت پوشیدہ ہے اس واسطے کہ اگر کوئی صنعت اس کا فعل اور کوئی دوسرے کا فعل ہوتا تو معرفت ظاہر ہوتی چونکہ سب مصنوعات ایک صفت پر ہو گئے لہٰذا معرفت صانع پوشیدہ ہوگئی اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی چیز نور آفتاب سے زیادہ روشن نہیں اس واسطے کہ سب چیزیں اسی سے ظاہر ہوتی ہیں لیکن آفتاب اگر رات کو غروب نہ ہو جاتا یا سایہ کے سبب سے چھپ نہ جایا کرتا تو کسی کو نہ معلوم ہوتا کہ مثلاً روئے زمین پر ایک ہی نور ہے اس واسطے کہ سفیدی اور سیاہی اور رنگوں کے سوا کچھ نہ دیکھتے اور کہتے کہ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں پس جو معلوم ہوا کہ رنگوں کے علاوہ نور کوئی چیز ہے کہ رنگ اس کے سبب سے ظاہر ہوتے ہیں یہ اس سبب سے معلوم ہوا کہ رات کو رنگ چھپ جاتے ہیں اور اندھیرے میں اتنا پوشیدہ ہو جاتے ہیں جتنا نور آفتاب میں ظاہر نہیں ہوتے تو ضد آفتاب سے آفتاب کو پہچانا اسی طرح اگر خالق کا غائب اور معدوم ہو جانا ممکن ہوتا اور زمین و آسمان برہم اور ناچیز ہو جاتے تو خالق کو خواہ نخواہ لوگ پہچان لیتے مگر چونکہ سب مخلوق خالق کے

موجود ہونے پر گواہی دیتے ہیں ایک ہی صفت کے ہیں اور یہ گواہی ہمیشہ سے تو روشن ہے پس روشنی کی وجہ سے خالق کی معرفت پوشیدہ ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ بچپن سے یہ مصنوعات ومخلوقات نظر میں رہے وہ وقت ایسا تھا کہ اس بات کی عقل نہ تھی کہ مصنوعات کی گواہی کو وہ سمجھتے جب مصنوعات کے ساتھ خوگر ہو گیا تو الفت پیدا ہو گئی پھر جب سن تمیز کو پہنچا تو ان کی گواہی سے آگاہ نہیں ہوتا مگر یہ کہ جب کوئی نادر جانور یا عجیب نبات دیکھتا ہے تو اس وقت اس کی زبان سے بے اختیار کلمہ سبحان اللہ نکل جاتا ہے کیونکہ شاید اس کی گواہی سے دل میں آگاہ ہوتا ہے پس جن کی بینائی ضعیف نہیں وہ جو مصنوع دیکھتا ہے اس میں صانع کی صنعت دیکھتا ہے اس مصنوع کو نہیں دیکھتا کیونکہ آسمان وزمین اس نظر سے دیکھتا ہے کہ اسی کی صنعت ہے جس طرح کوئی شخص خط کو اس نظر سے نہ دیکھے کہ وہ سیاہی اور کاغذ ہے کیونکہ اس طرح وہی شخص دیکھتا ہے جو خط کو جانتا ہی نہ ہو بلکہ اس نظر سے دیکھے کہ خط آراستہ ہے حتیٰ کہ اس میں کاتب ہی کو دیکھے جس طرح کہ تصنیف میں آدمی مصنف ہی کو دیکھتا ہے خط کو نہیں دیکھتا آدمی جب اس صفت کا ہو جاتا ہے تو جس چیز میں نظر کرتا ہے خدا ہی کو دیکھتا ہے اس واسطے کہ کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی بنائی ہوئی نہ ہو بلکہ تمام عالم اس کی صنعت اور تصنیف ہے۔

اے عزیز! اگر ایسی چیز کو دیکھنا چاہے جو نہ اس کی مصنوع ہو نہ اس کی ذات ہو تو نہ دیکھ سکے گا اور سب مخلوق زبان فصیح سے جسے زبان حال کہتے ہیں اس کے کمال قدرت اور کمال جلال وعظمت پر گواہی دیتے ہیں عالم میں اس سے زیادہ روشن کوئی نہیں مگر خلق اپنے ضعف کے سبب سے اس معرفت سے عاجز رہتی ہے۔

محبت پیدا کرنے کی تدبیر

اے عزیز! جان تو کہ محبت بزرگ ترین مقامات ہے اس کی تدبیر پہچاننا ضرور ہے جو شخص چاہتا ہے کہ کسی خوبصورت پر عاشق ہو تو اسکی پہلی تدبیر یہ ہے کہ اس کے

سوا اور جو کچھ ہے سب کی طرف سے منھ پھیر کر ہمیشہ اسی کو دیکھا کرے جب اس کا چہرہ دیکھے اور اس کے ہاتھ پاؤں پوشیدہ ہوں اور خوبصورت بھی ہوں تو انہیں بھی دیکھنے کی کوشش کرے تا کہ جو جمال دیکھے اس کے سبب سے رغبت زیادہ ہوتی جائے جب اس نظارہ بازی کی مداومت کرے گا تو خواہ نخواہ اس کے دل میں تھوڑی بہت رغبت پیدا ہو جائے گی پس محبت الٰہی کا بھی یہی حال ہے محبت الٰہی کی پہلی شرط یہ ہے کہ آدمی دنیا کی طرف سے منھ پھیر لے اور اس نابکار کی محبت سے دل کو پاک کرے اس واسطے کہ غیر خدا کی محبت خدا کی محبت سے آدمی کو باز رکھتی ہے یہ دل کو پاک کرنا ایسا ہے جیسے کوڑے کرکٹ سے زمین کو پاک کرنا پھر حق تعالیٰ کی معرفت طلب کرے کیونکہ جو شخص اسے دوست نہیں رکھتا اس کا سبب یہ ہے کہ اسے جانتا ہی نہیں ورنہ جمال و کمال تو بالطبع محبوب ہیں حتیٰ کہ جو شخص حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو خوب پہچانتا ہے تو محال ہے کہ وہ انہیں دوست نہ رکھے اس واسطے کہ اوصاف حمیدہ بالطبع محبوب ہیں اور معرفت حاصل کرنا ایسا ہے جیسے زمین میں تخم ریزی کرنا پھر مداومت ذکر و فکر میں مشغول ہو یہ آب پاشی کے مثل ہے اس واسطے کہ جب کوئی شخص کسی کو بہت یاد کرتا ہے تو خواہ نخواہ یاد کرنے والے کو اس کے ساتھ ایک انس پیدا ہو جاتا ہے۔ اے عزیز جان! تو کہ کوئی مسلمان اصل محبت سے خالی نہیں مگر تفاوت تین سبب سے ہوتا ہے ایک یہ کہ آدمی دنیا کی محبت اور اس کے ساتھ مشغول رہنے میں تفاوت رکھتے ہیں اور ایک چیز کی محبت دوسری چیز کی محبت گھٹا دیتی ہے دوسرا سبب یہ ہے کہ معرفت میں تفاوت رکھتے ہوں اس واسطے کہ عامی حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ کو اس واسطے دوست رکھتا ہے کہ فی الجملہ جانتا ہے کہ وہ بڑے عالم تھے مگر جو فقیہ ان کے بعض علموں کی تفصیل سے خبر رکھتا ہے وہ انہیں زیادہ دوست رکھے گا اس واسطے کہ عامی کی بہ نسبت اس کی شناخت زیادہ ہے و رمزنی جو امام شافعی کے شاگرد تھے اور ان کے سب حالات اور علوم اور

اخلاق سے خبر رکھتے تھے وہ فقہاء سے زیادہ انہیں دوست رکھتے تھے پس جو شخص خدا کی معرفت زیادہ حاصل کرتا ہے وہ اسے بہت دوست رکھتا ہے تیسرا سبب یہ ہے کہ ذکر و عبادت جس کے سبب سے انس حاصل ہوتا ہے اس میں لوگ متفاوت ہوں پس ان ہی سببوں سے محبت کا تفاوت ہوتا ہے مگر جو شخص خدا کو بالکل دوست ہی نہیں رکھا اس کا سبب یہ ہے کہ وہ خدا کو ہرگز جانتا ہی نہیں اس واسطے کہ جس طرح ظاہر کی خوبصورتی بالطبع محبوب ہوتی ہے اسی طرح باطن کی خوبصورتی بھی مرغوب ہوتی ہے پس محبت معرفت کا نتیجہ ہے اور معرفت کا ملہ حاصل کرنے کے دو طریقے ہیں ایک صوفیہ صافیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا طریقہ ہے وہ مجاہدہ اور باطن کو دوام ذکر سے پاک کرنا ہے حتیٰ کہ خود کو اور ماسوی اللہ کو بھول جاتے ہیں تب ان کے باطن میں وہ معاملات ظاہر ہوتے ہیں جن سے عظمت الٰہی مشاہد کے مانند روشن ہو جاتی ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے دام بچھانا شاید اس میں شکار پھنسے یا نہ پھنسے اور شاید اس میں چوہا آ پھنسے یا باز آ پھنسے اس میں ہر ایک کی قسمت کے موافق بڑا تفاوت ہوتا ہے دوسرا طریقہ علم معرفت کا سیکھنا ہے علم کلام اور دوسرے علوم کو سیکھنا نہیں علم معرفت کی پہلی بسم اللہ یہ ہے کہ عجائب مصنوعات میں آدمی تفکر کرے چنانچہ ساتویں اصل میں اس کا بیان ہو چکا ہے پھر ترقی کر کے جمال اور جلال الٰہی میں فکر کرے تا کہ اسماء اور صفات کے حقائق اس پر منکشف ہوں اور یہ بڑا علم ہے مرید زیرک مرشد کامل کی مدد سے یہ علم حاصل کر سکتا ہے کودن اس مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا یہ علم دام بچھانے کے مانند نہیں ہے کہ اس میں شکار کے پھنسنے نہ پھنسنے کا شبہ ہو بلکہ تجارت اور زراعت اور کسب کے مانند ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے بکری بکرے کا جوڑ لگایا تو خواہ نخواہ نسل بڑھے گی مال زیادہ ہوگا لیکن اگر ان پر بجلی گرے اور وہ ناگاہ ہلاک ہو جائیں تو مجبوری ہے اور جو شخص معرفت کی راہ چھوڑ کر اور کسی طریقہ سے محبت ڈھونڈھے گا وہ محال طلبی کرے گا اور جو شخص معرفت کو ان دو طریقوں کے سوا جو

مذکور ہوا اور کسی طریقہ سے ڈھونڈھے گا وہ ناکام رہے گا اور جو شخص سمجھتا ہے کہ بے محبت الٰہی سعادت آخرت کو پہنچے گا اس کی سمجھ غلطی پر ہے اس واسطے کہ آخرت کے یہی معنی ہیں کہ تو خدا تک پہنچ جائے اور جب کوئی شخص ایک چیز تک پہنچا اگر پہلے سے دوست رکھتا تھا اور عوائق کے سبب سے اس سے محجوب تھا اور ایک زمانہ اس چیز کے شوق میں گزرا تھا تو جب وہ عوائق اور موانع رفع دفع ہو جاتے ہیں اور وہ شائق اس چیز تک پہنچتا ہے تو بڑے مزے میں ہو جاتا ہے یہی سعادت ہے' اور اگر پہلے سے اس چیز کو دوست نہ رکھتا تو اسے کچھ بھی لذت نہیں ملتی اگر اسے کم دوست رکھتا تھا تو کم لذت پاتا ہے تو عشق و محبت کی قدر سعادت ہوتی ہے اور اگر معاذ اللہ اپنے باطن میں اس چیز کے مخالف کے ساتھ الفت اور مناسبت پیدا کی ہوگی تو جو حالت آخرت میں ظاہر ہوگی وہ اس کے مخالف ہوگی اس کے سبب سے وہ ہلاک ہوگا اور رنج و مصیبت میں پڑے گا جس چیز کے سبب سے اور لوگ سعید ہوں گے وہ اسی کے سبب سے شقی ہو جائے گا اس کی مثال یہ ہے۔

حکایت:

ایک خاکروب عطر سازوں کے بازار میں گیا اور وہاں کی خوشبوئیں سونگھ کر بے ہوش ہو کر گر پڑا لوگ آ آ کر اس پر گلاب چھڑکنے لگے اور اسے مشک سنگھانے لگے اس کا حال اور بھی بدتر ہوتا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ ایک شخص وہاں آیا اس نے بھی کسی زمانہ میں خاکروبی کی تھی اس نے اس کا حال پہچانا اور ذرا سی آدمی کی نجاست لا کر بھگوئی اور اس کی ناک میں مل دی وہ فوراً ہوش میں آ گیا اور کہنے لگا کہ خوشبو یہ ہے پس جس نے لذت دنیا کے ساتھ انس پیدا کیا حتیٰ کہ وہ اس کی معشوقہ ہوگئی وہ اس خاکروب کے مثل ہے اور جس طرح اس خاکروب نے عطر سازوں کی بازار میں وہ نجاست بنائی تھی بلکہ جو خوشبودار چیزیں وہاں تھیں وہ اس کے مخالف تھیں اور اسے اس کے سبب سے رنج و اذیت زیادہ ہوئی اور جس نجاست سے اس نے الفت و محبت پیدا کی

تھی وہ وہاں نہ تھی اسی طرح بازار آخرت بھی دنیا کی شہوتوں میں سے کوئی چیز آدمی نہ پائے گا اور جو نعمتیں وہاں ہوں گی وہ سب اس کی طبعیت کے برخلاف ہوں گی پس وہی نعمتیں اس کے رنج و مصیبت اور اس کی شقاوت کا سبب ہوں گی آخرت عالم ارواح اور عالم جمال الٰہی ہے کیونکہ جمال الٰہی وہاں ظاہر ہوگا سعید وہی شخص ہے جس نے اپنی طبیعت کو دنیا میں اس کے ساتھ مناسبت دی ہو حتیٰ کہ وہ اس کے موافق ہو جائے اور سب ریاضتیں عبادتیں اور معرفتیں اسی مناسبت کے واسطے ہیں اور محبت خود یہی مناسبت ہے یہ جو حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿قد افلح من زکھا﴾ اس کے یہی معنی ہیں اور دنیا کی سب معصیتیں اور شہوتیں اور محبتیں اس مناسبت کی ضد ہیں آیہ کریمہ ﴿وقد خاب من دسھا﴾ سے یہی مراد ہے ارباب بصیرت اس مضمون کے مشاہدے میں حد تقلید سے گزر گئے ہیں اور صدق پیغمبر سے اس مضمون کو پہچانا ہے بلکہ اس کے سبب سے صدق پیغمبر کو بے معجزہ کے یقینی سمجھے ہیں اس واسطے کہ جو شخص علم طب جانتا ہے وہ جب کسی طبیب کی بات سنتا ہے پہچان جاتا ہے کہ یہ طبیب ہے' اور جب دوکاندار حکیم کی بات سنتا ہے تو سمجھتا ہے کہ یہ جاہل ہے پس اس طریقے سے سچے نبی کی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے سے یقیناً آدمی پہچان لیتا ہے پھر جو کچھ اپنی بصیرت کے زور سے پہچان سکتا ہے اسے اکثر میں سے پہچانتا ہے اور یہ علم یقینی ہے اس علم کے مثل نہیں جو عصا کے اژدہا ہونے سے حاصل ہوا اس واسطے کہ یہ علم اس خطر میں ہے کہ گوسالے کی آواز سے باطل ہو جائے کیونکہ سحر اور معجزہ میں تمیز کرنا علم یقینی کی طرح آسان ہیں ہے۔

محبت الٰہی کی علامتوں کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ محبت ایک گوہر عزیز ہے اور محبت کا دعویٰ کرنا آسان نہیں پس آدمی کو یہ گمان کرنا نہ چاہیے کہ میں محبوں میں سے ہوں اس واسطے کہ محبت کی علامت اور دلیل ہے اسے اپنی ذات سے طلب کرنا چاہیے وہ سات دلیلیں ہیں پہلی

یہ کہ موت سے ناراض نہ رہے اس واسطے کہ کوئی محبّ اپنے محبوب کے دیدار سے کراہت نہیں رکھتا جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص خدا کے دیدار کو دوست رکھتا ہے خدا بھی اس کے دیدار کو دوست رکھتا ہے بویطی قدس سرہ نے ایک زاہد سے پوچھا آیا تو موت کو دوست رکھتا ہے اس نے جواب میں توقف کیا بویطی نے کہا کہ اگر تو صادق ہوتا تو موت کو دوست رکھتا مگر یہ بات جائز ہے کہ آدمی کو محبت ہو اور موت کے جلدی آنے سے کراہت رکھتا ہو اصل موت سے کراہت نہ رکھتا ہو اس واسطے کہ ابھی آخرت کا توشہ تیار نہ کیا ہوگا تا کہ اب تیار کرلے اور اس کی علامت یہ ہے کہ ہمیشہ زاد آخرت کی فکر میں لگا رہے دوسری دلیل یہ ہے کہ اپنے محبوب کو خدا کے محبوب پر نثار کردے اور جس چیز کو اپنے حق میں قرب خدا کا سبب سمجھے اسے نہ چھوڑے اور جو چیز اس کی دوری کا سبب ہو اس سے دور رہے یہ اس شخص کا حال ہوتا ہے جو کہ اپنے دل سے خدا ہی کو دوست رکھے جیسا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جوئی اس شخص کو دیکھا چاہے جو خدا کو پورے دل سے دوست رکھتا ہو تو سالم کو جو حذیفہ کا غلام آزاد ہے دیکھ لے پس جو شخص گناہ کرے تو اس بات پر دلیل نہیں کہ اسے محبت ہی نہیں بلکہ اس بات پر دلیل ہے کہ اسے پورے دل سے محبت نہیں ہمارے اس دعویٰ پر یہ دلیل ہے کہ نعمان کو شراب خواری کی وجہ سے کئی بار جب حد ماری گئی تو ایک صحابی نے اس پر لعنت کی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لعنت نہ کر اس واسطے کہ وہ خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے حضرت فضیل رحمتہ اللہ تعالیٰ نے ایک شخص سے کہا کہ اگر لوگ تجھ سے پوچھیں کہ کیا تو خدا کو دوست رکھتا ہے تو خاموش رہ اس واسطے کہ اگر کہے گا کہ دوست نہیں رکھتا ہوں کافر ہو جائے گا اور اگر کہے گا کہ دوست رکھتا ہوں تو تیرے اعمال خدا کے دوستوں کے اعمال سے نہیں تیسری دلیل یہ ہے کہ ذکر الٰہی اس کے دل پر ہمیشہ تازہ رہے اور بے تکلف اس کا شائق رہے اس واسطے کہ جو شخص کسی

چیز کو دوست رکھتا ہے تو اکثر اس چیز کا ذکر کیا کرتا ہے اور اگر محبت کامل ہوتی ہے تو اسے کبھی نہیں بھولتا پس اگر تکلف سے دل کو ذکر پر لگاتا ہے تو اس بات کا خوف ہے کہ اس کا محبوب وہی ہے جس کا ذکر اس کے دل پر غالب ہے شاید اس کے دل پر خدا کی محبت غالب نہیں مگر اس کی محبت کی محبت غالب ہے کیونکہ چاہتا ہے کہ اسے دوست رکھوں اور محبت اور چیز ہے اور محبت کی محبت اور چیز ہے چوتھی دلیل یہ ہے کہ قرآن کو کہ اس کا کلام ہے اور رسول کو اور ہر چیز کو جو اس کی طرف منسوب ہو دوست رکھے جب یہ دوستی مضبوط ہوگئی تو تمام خلق کو دوست رکھے کہ سب خدا کے بندے ہیں بلکہ تمام موجودات کو دوست رکھے کہ سب اسی کے مخلوق ہیں مثلاً آدمی جب کسی کو دوست رکھتا ہے تو اس کی تصنیف اور اس کے خط کو بھی دوست رکھتا ہے پانچویں دلیل یہ ہے کہ خلوت اور مناجات پر حریص رہے اور رات ہونے کا آرزومند رہے تا کہ عوائق اور موانع کی زحمت دور ہو اور خلوت میں دوست کے ساتھ مناجات کرے جب رات دن نیند اور بات چیت کو خلوت سے زیادہ دوست رکھے گا تو اس کی محبت ناقص ہے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ اے داؤد خلق کے ساتھ انس و محبت نہ کر اس سے واسطے کہ دو آدمی میری مددگار سے محروم رہتے ہیں ایک وہ جو طلب ثواب میں جلدی کرے اور جب دیر کو اسے ملے تو کاہل ہو جائے دوسرا وہ جو مجھے بھول کر اپنے خیال میں مشغول رہے اس کی علامت یہ ہے کہ میں اسے اسی کے حال پر چھوڑ دیتا ہوں اور دنیا میں اسے حیران رکھتا ہوں پس جب خدا کی محبت کامل ہو جاتی ہے تو ماسوی اللہ کی محبت باقی ہی نہیں رہتی بنی اسرائیل میں ایک عابد رات کو نماز پڑھتا تھا ایک درخت پر کوئی مرغ خوش الحان بولا اس کے نیچے جا کر وہ عابد نماز پڑھنے لگا اس زمانہ میں جو رسول علیہ السلام تھے ان پر وحی آئی کہ اس عابد سے کہہ دو کہ تو نے ایک مرغ خوش آواز کے ساتھ محبت کی تیرا ایک درجہ کم ہو گیا پھر کسی عمل سے اس درجے کو تو نہ پائے گا اور کچھ لوگ خدا سے محبت اور مناجات

کر کے اس مرتبہ کو پہنچ گئے ہیں کہ ان کے گھر کے دوسرے کونے میں آگ لگی اور انھیں خبر بھی نہ ہوئی ایک بزرگ کو کوئی بیماری تھی اس سبب سے نماز پڑھنے میں ان کا پاؤں کاٹ ڈالا انھیں خبر تک نہ ہوئی اور حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی آئی کہ اے داؤد جس نے میری محبت کا دعویٰ کیا اور رات بھر سوتا رہا وہ جھوٹا ہے دوست کیا دوست کا دیدار نہیں چاہتا اور جو مجھے ڈھونڈھتا ہے میں اس کے ساتھ ہوں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ بارخدایا تو کہاں ہے کہ میں تجھے ڈھونڈھوں ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ جب تو نے مجھے ڈھونڈھنے کا قصد کیا مجھے پالیا چھٹی **دلیل** یہ ہے کہ اس پر عبادت آسان ہو گراں نہ گزرتی ہو کسی عابد نے کہا ہے کہ تیس برس تک جانکنی کے ساتھ میں نے خود کو نماز تہجد پر مستعد رکھا پھر اور تیس برس تک اس کے سبب سے میں نے مزہ اٹھایا جب محبت پکی ہو جاتی ہے تو کوئی لذت عبادت کی لذت کو نہیں پہنچتی عبادت دشوار کیونکر ہو گی ساتویں **دلیل** یہ ہے کہ خدا کے سب فرمانبردار بندوں کو دوست رکھے اور سب پر مہربان رہے کافروں اور عاصیوں سے عداوت رکھے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ اشدآء علے الکفار رحماء بینھم ﴾ کسی پیغمبر علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے پوچھا کہ بارخدایا تیرے محبّ کون لوگ ہیں ارشاد ہوا کہ وہ لوگ ہیں کہ جس طرح بچہ اپنی ماں کا دیوانہ رہتا ہے اس طرح وہ میرے شیفتہ رہیں اور جس طرح چڑیا اپنے گھونسلے میں پناہ لیتی ہے اس طرح وہ میرے ذکر سے پناہ لیں اور جس طرح شیر غصہ کی حالت میں کسی سے نہیں ڈرتا اس طرح وہ جب کسی بندے سے گناہ دیکھتے ہیں تو غصہ میں آتے ہیں اور اس قسم کی بہت سی دلیلیں اور علامتیں ہیں جسے محبت کا مادہ ہوتی ہے اس میں یہ سب علامتیں پائی جاتی ہیں اور جس میں بعض علامتیں ہوں اس کی محبت ناقص ہے۔

خدا طلبی کے شوق کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ جو شخص محبت الٰہی کا منکر ہے وہ اس کے شوق کا بھی منکر ہے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاؤں میں یہ دعا داخل ہے ﴿ اسئلک الشوق الی لقائک ولذۃ النظر الی وجھک الکریم ﴾ (۱۰) اور حق تعالیٰ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی فرماتا ہے ﴿ طال شوق الابرار الی لقائی وانا الی لقائھم لاشدشوقا ﴾ یعنی نیک بندے میری ملاقات کے بہت شائق ہیں اور میں ان سے بھی زیادہ ان کا مشتاق ہوں۔ پس اے عزیز! تجھے شوق کے معنی معلوم کرنا چاہیے لوگ جسے ہرگز جانتے ہی نہیں اسکا شائق ہونا محال ہے اور جسے جانتے ہیں اور وہ سامنے موجود ہے اور اسے دیکھ رہے ہیں تو بھی اس کا شوق نہ پایا جائے گا پس شوق ایسی چیز کا ہوتا ہے جو ایک وجہ سے حاضر ہو اور ایک وجہ سے غائب ہو جیسے معشوق کہ خیال میں حاضر نظر سے غائب ہوتا ہے اس کا شوق دل میں رہتا ہے شوق کے یہ معنی ہیں کہ آدمی اپنے محبوب کو ڈھونڈھتے تا کہ وہ آنکھوں کے سامنے آئے ادراک پورا ہو جائے پس اس بات سے تجھے معلوم ہوگا کہ دنیا میں شوق سے خدا رسی ممکن نہیں اس واسطے کہ حق تعالیٰ معرفت میں حاضر اور مشاہدہ میں غائب ہے' جس طرح دیدار کمال خیال ہے اس طرح مشاہدہ کمال معرفت ہے' اور یہ شوق موت کے سوا اور کسی چیز سے نہیں جاتا اور ایک قسم کا اور شوق باقی رہتا ہے جو آخرت میں بھی نہ جائے گا اس واسطے کہ اس جہان میں ادراک کا نقص دو وجہ سے ہے ایک یہ کہ معرفت اس دیدار کے مانند ایک ادراک ہے جو باریک پردے کی آڑ سے ہو یا اس دیدار کے مثل ہے جو اندھیرے منہ جھٹپٹے وقت آفتاب نکلنے کے پہلے ہو یہ ادراک آخرت میں خوب روشن ہو جائے گا اور یہ شوق جاتا رہے گا دوسری وجہ یہ ہے کہ کوئی شخص معشوق رکھتا ہے اور اس نے اس معشوق کا چہرہ دیکھا ہو مگر اس کے بال اور اعضاء نہ دیکھے ہوں اور جانے کہ وہ

سراپا خوبصورت ہے تو اس شخص کو اس کے دیدار کا شوق ہوتا ہے اسی طرح جناب الٰہی کے جمال باکمال کی نہایت اگرچہ کوئی کچھ جان لے مگر جو کچھ باقی رہ گیا ہے وہ زیادہ ہوگا اس واسطے کہ خدا کے معلومات کی نہایت نہیں اور جب تک سب کو نہ جان لے گا تب تک حضرت الٰہی کا جمال تمام و کمال نہ دریافت کیا ہوگا اور یہ بات آدمی کو نہ اس جہاں میں ممکن ہے نہ اس جہان میں اس واسطے کہ آدمی کا علم ہرگز بے نہایت نہیں ہوتا پس جس قدر آخرت میں دیدار زیادہ ہوگا اسی قدر لذت بھی زیادہ ہوگی اور وہ نہایت ہے جب دل کی نظر اس چیز پر ہوتی ہے جو حاضر ہے تو اس کے سبب سے اس کا یہ حال ہوتا ہے کہ بالکل فرحت اور مسرت ہو جاتا ہے اسے انس کہتے ہیں اور جب دل کی نظر اس کی طرف ہو جو باقی رہ گیا ہے تو طلب و تقاضا دل کا حال ہوتا ہے اسے شوق کہتے ہیں اس انس اور شوق کی انتہا نہیں نہ دنیا میں نہ آخرت میں وہ لوگ آخرت میں ہمیشہ یہی کہتے رہیں گے ﴿ ربنا اتمم لنا نورنا ﴾ (۱۱) اس واسطے کہ جمال الٰہی میں سے جو کچھ ظاہر ہوگا وہ نور ہی نور ہوگا اور ان لوگوں کو تمام و کمال کی طلب ہوتی ہے مگر اس کی انتہا کو نہیں پہنچ سکتے اس واسطے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی حق سبحانہ تعالیٰ کو بدرجہ کمال نہیں پہچانتا اور بدرجہ کمال پہچان نہیں سکتا تو بدرجہ کمال دیکھ بھی نہ سکے گا مگر مشتاقوں کے واسطے راہ کھلی رہے گی تاکہ ہمیشہ وہ کشف اور دیدار بڑھتا رہے اور لذت بے نہایت جو بہشت میں ہے اس کی حقیقت یہی ہے اور اگر یہ حقیقت نہ ہوتی تو شاید لذت پر آگاہی حاصل ہونے سے لذت کم ہو جاتی کیونکہ جو چیز ہمیشہ ملتی ہے اور دل اس کا خوگر ہو جاتا ہے اس سے حلاوت نہیں حاصل ہوتی تاوقتیکہ کوئی تازہ چیز اسے پہنچے اہل جنت کی لذتیں ہر لحظہ تازہ ہوتی رہیں گی حتیٰ کہ جو لذت دل میں آئے وہ ان نعمتوں کے سامنے حقیر اور ناچیز معلوم ہوگی اس واسطے کہ وہ نعمتیں روز بروز زیادہ ہوتی جائیں گی۔

اے عزیز جان! اس اصل سے بھی تو نے انس کے معنی پہچانے کہ جو کچھ حاضر

رضا کی فضیلت کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ قضائے الٰہی پر راضی رہنا بہت بلند مقام ہے اس سے بڑھ کر کوئی مقام نہیں اس واسطے کہ محبت بہت بزرگ مقام ہے اور جو کچھ خدا کرے اس پر راضی رہنا محبت ہی کا ثمرہ ہے اور ہر ایک محبت کا ثمرہ نہیں ہے بلکہ اسی محبت کا ثمرہ ہے جو بدرجہ کمال ہو اسی واسطے جناب سردار انبیا علیہ الصلوٰۃ والثناء نے فرمایا ہے ﴿ الرضاء بالقضاء باب الله الاعظم ﴾ یعنی قضائے الٰہی پر راضی رہنا خدا کی بڑی درگاہ ہے جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک قوم سے پوچھا کہ تمہارے ایمان کی کیا علامت ہے انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مصیبت میں ہم صبر کرتے ہیں اور نعمت پر شکر کرتے ہیں اور قضائے الٰہی پر راضی رہتے ہیں تب آپ نے فرمایا کہ اس قوم کے لوگ حکماء اور علماء ہیں کمال علم کی وجہ سے ان کا مرتبہ انبیا کے مرتبہ کے قریب ہے اور فرمایا ہے کہ جب قیامت آئے گی تو میری امت کے ایک گروہ کو حق تعالیٰ پر وبال عطا فرمائے گا وہ لوگ بہشت میں اڑ جائیں گے فرشتے ان سے پوچھیں گے کہ تم حساب اور میزان اور پل صراط سے فراغت کر چکے یہ لوگ کہیں گے کہ ہم نے تو ان چیزوں میں سے کچھ بھی دیکھا تک نہیں فرشتے پوچھیں گے کہ تم کون لوگ ہو یہ کہیں گے کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے ہیں فرشتے پوچھیں گے کہ تم نے کیا عمل کیا تھا کہ یہ سب بزرگیاں پائیں یہ کہیں گے کہ ہم میں دو خصلتیں تھیں ایک یہ کہ خلوت میں حق تعالیٰ سے شرما کر ہم گناہ نہ کرتے تھے دوسری یہ کہ تھوڑا سا رزق جو حق تعالیٰ ہمیں عنایت فرماتا تھا اس پر ہم راضی رہے ملائیکہ کہیں گے کیوں نہ ہو یہ درجہ تمہارا ہی حق ہے کچھ لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ حق تعالیٰ سے پوچھئے کہ وہ کیا بات

ہے جس میں تیری رضامندی حاصل ہوتا کہ ہم اس پر عمل کریں وحی آئی کہ تم میرے حکم پر راضی رہو میں تم سے راضی رہوں گا حضرت داؤد علیہ السلام پر حق تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ میرے دوستوں کو دنیا کے غم سے کیا کام غم دنیا ان کے دلوں سے لذت مناجات دور کردے گا اے داؤد میں اپنے دوستوں سے اسی بات کو دوست رکھتا ہوں کہ وہ روحانی رہیں کسی چیز کا غم نہ کھائیں اور دنیا سے کبھی دل نہ لگائیں جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصحابہ اجمعین نے فرمایا کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں وہ خدا ہوں کہ میرے سوا اور کوئی خدا نہیں جو کوئی میری بلا پر صبر اور میری نعمت پر شکر نہ کرے گا اور میری قضا پر راضی نہ رہے گا اس سے کہہ دو کہ دوسرا خدا ڈھونڈھ لے اور فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں نے تقدیر کی اور تدبیر کی اور اپنی صنعت کو مضبوط کر دیا اور جو کچھ ہوگا اسکا حکم کر چکا جو اس پر راضی ہے اس سے میں بھی راضی ہوں اور جو ناراض ہے میں اس پر غصہ میں ہوں حتیٰ کہ وہ مجھے دیکھے اور فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ ارشاد کرتا ہے کہ میں نے خیر و شر پیدا کیے نیک بخت وہ شخص ہے جسے خیر کے واسطے پیدا کیا اور خیر کو اس کے ہاتھ پر آسان کر دیا اور بد بخت وہ ہے جسے شر کے واسطے پیدا کیا اور شر کو اس کے ہاتھ پر آسان کر دیا اور افسوس ہے اس پر جو چون و چرا کرے ایک نبی علیہ السلام بیس برس تک گرسنگی اور برہنگی اور بڑی محنت و مصیبت میں گرفتار رہے اور ان کی دعا قبول نہ ہوتی تھی پھر وحی آئی کہ زمین و آسمان پیدا کرنے کے پہلے میں نے تیرے نصیب میں یہی تقدیر کیا تھا کیا تو چاہتا ہے کہ زمین و آسمان کی خلقت اور مملکت کو تیرے واسطے نئے سر سے پیدا کروں اور جو حکم کر چکا ہوں اسے بدل ڈالوں تا کہ جو تو چاہتا ہے وہ ہو جو میں چاہتا ہوں وہ نہ ہو اور تیرے ارادے کے موافق کام ہو میری مرضی کے موافق نہ ہو مجھے قسم ہے اپنی عزت کی کہ اگر پھر تیرے دل میں یہ خطرہ رہے گا تو انبیاء کے دفتر سے تیرا نام مٹا دوں گا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ بیس برس کامل میں

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی جو کچھ میں نے کیا کبھی آپ نے یہ نہ فرمایا کہ یہ تو نے کیوں کیا اور جو کچھ میں نے نہ کیا کبھی آپ نے یہ نہ فرمایا کہ تو نے کیوں نہ کیا مگر جب کوئی اور میرے ساتھ جھگڑتا تو آپ فرماتے کہ اگر تقدیر میں ہوتا تو یہ کام ہو جاتا حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ اے داؤد تو اور کچھ چاہتا ہے میں اور کچھ جو میں چاہتا ہوں وہی ہوگا اگر تو میرے ارادے پر راضی رہے گا تو جو تو چاہتا ہے وہ بھی دوں گا اور اگر ناراض ہوگا تو تیری خواہش میں تجھے غمگین کروں گا اور پھر وہی ہوگا جو میرا ارادہ ہو خلیفہ عمر ابن عبدالعزیز رحمتہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ میں اسی بات میں خوش ہوں جو مقدر میں ہے وہ جو کچھ ہو اور ان سے کسی نے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو بولے جو حکم الٰہی ہو چکا ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اگر میں آگ کھاؤں گا تو آگ کھانے کو اس بات سے زیادہ دوست رکھتا ہوں کہ جو چیز نہ ہوا سے کہوں کہ کاش کہ ہوتی اور جو ہوا سے کہوں کہ کاش کہ نہ ہوتی نبی اسرائیل کے ایک بڑے عابد نے عبادت میں مدت تک بڑی کوشش اور محنت کی پھر خواب میں دیکھا کہ اس سے کوئی کہتا ہے کہ فلانی عورت بہشت میں تیری رفیق ہے عابد نے اسے ڈھونڈھا تا کہ اس کی عبادت دیکھے اسے نہ رات کو نماز پڑھتے دیکھا نہ دن کو روزہ رکھتے مگر فرائض بجالاتی تھی عابد نے اس سے کہا کہ مجھے بتا تو کہ تیرا کردار کیا ہے اس نے کہا یہی جو تو نے دیکھا عابد نے جب بہت منت کی تو سوچ کر کہنے لگی کہ مجھ میں ایک خصلت ہے کہ اگر بلا بیماری میں مبتلا رہتی ہوں تو یہ نہیں چاہتی کہ آرام اور صحت میں رہوں اور اگر دھوپ میں رہتی ہوں تو یہ نہیں چاہتی کہ سایہ میں رہوں اور اگر سایہ میں رہتی ہوں تو یہ نہیں چاہتی کہ دھوپ میں رہوں خدا جس امر کا حکم کرتا ہے اس میں راضی رہتی ہوں عابد نے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ یہ چھوٹی خصلت نہیں بہت بڑی خصلت ہے۔

رضا کی حقیقت کا بیان

اے عزیز جان! تو کہ ایک گروہ نے کہا ہے کہ مصیبت اور بلا پر اور جو چیز خواہش کے برخلاف ہو اس پر راضی رہنا ممکن نہیں بلکہ غایت الامر یہ ہے کہ آدمی صبر کرے حالانکہ یہ کہنا خطا ہے بلکہ جب محبت غالب ہوئی تو جو امر خواہش کے برخلاف ہو اس پر بھی دو وجہ سے راضی رہنا ممکن ہے ایک یہ کہ آدمی عشق میں ایسا مدہوش اور مستغرق ہو جائے کہ اپنی تکلیف اور درد کی خبر بھی نہ ہو جیسے کہ کوئی آدمی ایسا ہوتا ہے کہ حرب اور جنگ میں اس پر غصہ ایسا غالب ہوتا ہے کہ اس کے بدن میں جو زخم لگتے ہیں ان کا درد اسے کچھ معلوم ہی نہیں ہوتا تاوقتیکہ خون آنکھ سے نہ دیکھے اور کوئی شخص ایسا ہوتا ہے کہ جب کسی چیز کے لالچ میں دوڑتا ہے اور اس کے پاؤں میں کانٹا گڑ جاتا ہے تو اسے خبر نہیں ہوتی اور جب دل کی طرف مشغول ہوتا ہے تو آدمی کو اپنی بھوک پیاس کی خبر نہیں ہوتی جب یہ باتیں مخلوق کے عشق اور دنیا کی حرص میں ممکن ہیں تو حق تعالیٰ کے عشق اور آخرت کی محبت میں کیوں نہ ممکن ہوں گی اور یہ امر تو معلوم ہی ہے کہ باطن کی خوبصورتی ظاہر کی خوبصورتی سے بہت بڑی ہے اس واسطے کہ صورت ظاہر تو ایک کھال لے کر گھورے پر تان دی ہے اور چشم بصیرت جس سے باطن کا جمال معلوم ہوتا ہے ظاہری آنکھ سے بمراتب روشن تر ہے اس واسطے کہ ظاہری آنکھ اکثر خطا کرتی ہے کبھی بڑی چیز کو چھوٹی اور دور کو نزدیک دیکھتی ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ درد تو معلوم ہو چونکہ سمجھتا ہے کہ میرے دوست کی رضامندی اسی میں ہے لہٰذا خود بھی راضی رہتا ہے مثلاً اگر کوئی دوست اسے حکم کرتا ہے کہ تو اپنے بدن سے خون نکال یا کوئی دوا کھا تو اس اذیت میں وہ راضی رہتا ہے تاکہ اس حیلہ سے اپنے دوست کی رضامندی حاصل ہو پس جو کوئی سمجھے گا کہ حق تعالیٰ کی رضامندی اسی میں ہے کہ بندہ اس کے حکم پر راضی رہے تو وہ محتاجی بیماری محنت بلا میں راضی رہے گا جس طرح لالچی دنیا دار سفر کی محنت دریا کے خطر اور بہت سی مشقتوں پر راضی رہتا ہے اور بہت سے خدا کے محبّ اس درجہ کو پہنچے ہیں حضرت موصلی کی بی بی رحمہا اللہ تعالیٰ کا

ناخن اکھڑ گیا وہ ہنسنے لگیں حضرت فتح موصلی نے ان سے پوچھا کہ کیا تمہیں درد نہیں معلوم ہوتا ہے انھوں نے جواب دیا کہ مجھے ثواب کی خوشی اس قدر ہے کہ درد نہیں معلوم ہوتا ہے حضرت سہل تستری رحمہ اللہ تعالی کے ایک درد تھا وہ اس کی دوا نہ کرتے تھے لوگوں نے کہا کہ آپ دوا کیوں نہیں کرتے جواب دیا کہ دوستو تم یہ نہیں جانتے کہ دوست کا لگایا ہوا زخم درد نہیں کرتا حضرت جنید نے کہا ہے کہ حضرت سری سقطی قدس سرہ سے میں نے پوچھا کہ جو محبّ خدا ہوتا ہے وہ بلا سے غمگین ہوتا ہے کہا نہیں میں نے پوچھا اگر اسے تلوار سے ماریں کہا تو بھی غمگین نہیں ہوتا گو کہ تلوار سے ستر زخم اسے لگائیں۔ ایک محبّ خدا کا قول ہے کہ جس چیز کو خدا دوست رکھتا ہے اسے میں بھی دوست رکھتا ہوں اگر وہ یہی چاہے کہ میں دوزخ میں جاؤں تو اس پر بھی میں راضی ہوں اور اسے بھی دوست رکھتا ہوں حضرت بشر حافی قدس سرہٗ کہتے ہیں کہ کسی نے ایک شخص کو بغداد میں ہزار لاٹھیاں ماریں اور اس نے اف بھی نہ کی میں نے پوچھا کہ اے شخص تو نے منھ سے آواز کیوں نہ نکالی کہنے لگا کہ اس واسطے کہ میرا معشوق سامنے تھا اور دیکھ رہا تھا میں نے کہا کہ بھلا اگر بڑے معشوق کو تو دیکھتا تو کیا کرتا بس اس نے ایک نعرہ مارا اور مر گیا وہی حضرت یہ بھی کہتے ہیں کہ ابتدائے ارادت میں شہر عباداں کو جاتا تھا ایک جذامی دیوانہ کو زمین پر پڑے دیکھا چیونٹیاں اس کا گوشت کھاتی تھیں میں نے ترس کھا کر اس کا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا جب وہ ہوش میں آیا تو کہنے لگا کہ یہ کون فضولی تھا جس نے میرے اور میرے مالک کے درمیان میں اپنا دخل دیا قرآن شریف میں مذکور ہے کہ جو عورتیں حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھنے گئی تھیں انھوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی عظمت جمال سے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور خبر بھی نہ ہوئی اور مصر میں قحط تھا لوگ جب بھوکے ہوتے تو حضرت یوسف علیہ السلام کے دیدار کو آتے اور اپنی بھوک بھول جاتے یہ بات مخلوق کے جمال کے اثر سے تھی تو اگر کسی پر خالق کا جمال مکشوف ہو تو کیا تعجب ہے جو وہ بلا

اور معیت سے بے خبر ہو جائے ایک مرد صحرا میں تھا خدا کے ہر حکم پر راضی ہو کر کہتا کہ اسی میں خیر ہے ایک کتا اس کے اسباب کی نگہبانی کے واسطے اور ایک گدھا برداری کے لیے تھا اور ایک مرغ اس کا جگانے کے واسطے تھا ایک بھیڑیے نے آ کر گدھے کا پیٹ پھاڑ ڈالا وہ مرد بولا اسی میں خیر ہے اور کتے نے مرغ کو مار ڈالا وہ بولا اسی میں خیر ہے اور وہ کتا بھی کسی سبب سے ہلاک ہوا پھر اس نے کہا اسی میں خیر ہے اس کے اہل و عیال رنجیدہ ہو کر کہنے لگے کہ جو کچھ حادثہ ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ اسی میں خیر ہے یہ کیا بات ہے اس واسطے کہ یہ جانور ہمارے ہاتھ پاؤں تھے وہ ہلاک ہو گئے اس نے کہا کہ چاہیے تو اسی میں خیر ہو دوسرے دن جو اٹھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان کے گرد و پیش اور جو لوگ تھے انھیں چوروں نے مار ڈالا اور سب اسباب لے گئے کتے اور مرغ کی آواز نہ ہونے کے سبب سے ان لوگوں کا جان و مال بچ گیا اس مرد نے اپنے اہل و عیال سے کہا کہ تم نے دیکھا کہ خدا کے کام کی بہتری اسی کو معلوم ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک مرد کی طرف گزرے کہ اندھا اور کوڑھی اور جذامی تھا اور اس کا بدن دونوں طرف سے شل تھا وہ بے دست و پا کہتا تھا کہ اس خدا کا شکر ہے جس نے مجھے اس بلا سے محفوظ رکھا جس میں بہت سی خلق مبتلا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ وہ کون سی بلا باقی ہے جس سے خدا نے تجھے محفوظ رکھا اس نے کہا کہ میں اس شخص کی بہ نسبت حفاظت اور خیر و عافیت میں ہوں جس کے دل میں خدا نے یہ معرفت نہیں پیدا کی جو میرے دل میں پیدا کی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تو نے سچ کہا پھر اس کا ہاتھ پکڑا حتیٰ کہ اس پر ہاتھ پھیرا وہ فوراً بھلا چنگا ہو گیا اور اٹھ کھڑا ہوا اور خوبصورت اور بینا ہو گیا حضرت عیسیٰ کے ساتھ عبادت کیا کرتا حضرت شبلی رحمہ اللہ تعالیٰ کو لوگوں نے دارالشفا میں رکھا تھا کہ یہ دیوانے ہیں کچھ لوگ ان کے پاس گئے پوچھا تم کون ہو انھوں نے کہا آپ کے دوست دار ہیں پس حضرت شبلی انھیں پتھر مارنے لگے وہ بھاگے پھر فرمایا کہ تم

واسطے کہ اگر کسی شخص کا ایک دشمن مر جائے کہ وہ اس کے دشمن کا بھی دشمن ہو تو وہ شخص غمگین بھی ہوگا اور خوش بھی ہوگا خوشی کا سبب اور ہے غم کا سبب اور ہے اور تناقض اس صورت میں ہوگا کہ خوشی اور غم دونوں ایک ہی سبب سے ہوں علی ہذا القیاس جہاں گناہ کی کثرت ہو وہاں سے بھاگ جانا ضرور ہے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ ربنا اخرجنا من هذه القريته الظالم اهلها ﴾ (۱۲) اور جس بستی میں گناہ کی کثرت ہوئی اس سے اگلے بزرگ نکل گئے کیونکہ معصیت سرایت کرتی ہے اگر معصیت سرایت نہیں کرتی تو اس کی بلا اور عقوبت سب کو لے مرتی ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ واتقوا فتنته لاتصيبن الذين ظلموا منكم خاصته ﴾ (۱۳) اور اگر کوئی شخص ایسی جگہ ہو جہاں اس کی نگاہ نامحرم پر پڑتی ہے تو وہاں سے بھاگ جانا رضا کے خلاف نہیں اسی طرح اگر کسی شہر میں تنگی اور قحط ہو تو وہاں سے نکل جانا درست ہے مگر جہاں طاعون ہو وہاں سے نکل جانے کی ممانعت ہے اس واسطے کہ اگر تندرست لوگ نکل جائیں گے تو بیمار خراب اور تباہ ہوں مگر اور بلاؤں اور آفتوں میں ایسا حکم نہیں بلکہ حکم کے موافق اس کی تدبیر کرنا چاہیے اور حکم کے موافق تدبیر کرنے کے بعد جو کچھ حکم الٰہی ہو اس پر راضی رہنا چاہیے اور سمجھنا چاہیے کہ اسی میں خیر ہے۔

۱ خدا انھیں محبوب رکھتا ہے اور وہ خدا کو محبوب رکھتے ہیں۔

۲ آدمی بندہ ہے احسان کا۔

۳ اور نہیں دیا گیا ہے تم سب کو علم میں سے مگر تھوڑا سا۔

۴ پیدا کیا خدا نے آدمی کو اور تعلیم کیا اسے بات کہنا۔

۵ چوڑائی ان کی اور آسمان کی چوڑائی کے مانند ہے۔

۶ اس کے میوے نزدیک ہیں۔

۷ ہرگز نہ دیکھے گا تو مجھے۔

۸ تحقیق اللہ تجلی فرمائے گا سب آدمیوں کے واسطے علی العموم اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

واسطے بالخصوص۔

۹ دنیا کی لذت کھیل ہے اور بیہودگی اور آرائش میں خودستائی اور مال اور اولاد میں زیادہ جلی۔

۱۰ مانگتا ہوں میں تیری ملاقات کا شوق اور تیرا بزرگ منہ دیکھنے کی لذت۔

۱۱ اے پروردگار ہمارے پورا کر دے واسطے ہمارے نور ہمارا۔

۱۲ اے رب ہمارے نکال تو ہمیں اس قریہ سے کہ ظالم ہیں باشندے اس کے۔

۱۳ پرہیز کرو تم فتنہ سے کہ نہیں پہنچتا ان ہی کو جنھوں نے ظلم کیا خاص کر کے۔

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

دسویں اصل موت کو یاد کرنے کے بیان میں

اے عزیز از جان! اس بات کو جان کہ جس نے یہ بات جان لی اور اپنے دل میں ٹھان لی کہ بہر حال میرا انجام کار موت ہے اور قبر ٹھکانا ہے منکر نکیر موکل ہیں قیامت برحق ہے جنت یا دوزخ میں مجھے جانا ہے وہ اگر عقل مند ہے تو موت سے زیادہ کسی چیز کا اندیشہ نہ کرے گا اور سب چیزوں سے زیادہ زاد آخرت حاصل کرنے کی تدبیر میں لگا رہے گا جیسا کہ جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا ہے ﴿ الکیس من ران نفسه و عمل لمابعد الموت ﴾(۱) اور جو شخص موت کو بہت یاد کرے گا وہ خواہ نخواہ اسی کا توشہ تیار کرنے میں مشغول رہے گا اور قبر کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہمیشہ بہار پائے گا اور جو موت کو بھولے گا وہ دنیا میں مشغول ہو کر زاد آخرت سے غافل رہے گا اور قبر کو دوزخ کے غاروں میں سے ایک غار پائے گا اسی سبب سے موت کو یاد کرنے کی بڑی فضلیت ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ﴿ اکثروا من ذکر هادم اللذات ﴾ یعنی اے وہ لوگو کہ لذت دنیا میں مشغول ہو اسے بہت یاد کرو جو لذتوں کو غارت کرتی ہے یعنی موت اور فرمایا ہے کہ اگر چرندے موت کا وہ حال جانتے جو تم جانتے ہو تو فربہ گوشت ہرگز کسی بشر کے کھانے میں نہ آتا یعنی موت کے ڈر سے جانور لاغر رہتے ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کوئی شہیدوں کے مرتبہ پر بھی ہوگا فرمایا ہاں وہ شخص ہوگا جو دن بھر میں بیس بار موت کو یاد کرتا ہے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک قوم کی طرف گزرے ان کے قہقہوں کی آواز بلند تھی آپ نے فرمایا کہ اے لوگو تم اپنی اس مجلس میں اس چیز کا ذکر کرو جو سب لذتوں کو منغص کر دیتی ہے ان لوگوں نے پوچھا کہ وہ کیا چیز ہے فرمایا موت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ﴿ کفی بالموت واعظا ﴾ یعنی خلق کو نصیحت

کرنے کے واسطے موت کافی ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے صحابہ ایک شخص کی تعریف کرنے لگے آپ نے فرمایا کہ بھلا موت کی بات اس کے دل پر کیسی ہے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ موت کا ذکر تو ہم نے اس سے نہیں سنا فرمایا تو جیسا تم جانتے ہو ویسا وہ نہیں ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ میں دس آدمیوں کے ساتھ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت سراپا برکت میں حاضر ہوا انصار میں سے ایک شخص نے پوچھا کہ سب آدمیوں سے زیادہ زیرک اور کریم کون شخص ہے آپ نے فرمایا کہ جو موت کو بہت یاد کرے اور زاد آخرت مہیا کرنے میں بہت حریص ہو وہی لوگ شرف دنیا اور کرامت آخرت لے جاتے ہیں حضرت ابراہیم تیمی قدس سرہ کہتے ہیں کہ دو چیزیں دنیا کی راحت میرے دل سے چھین لے جاتی ہیں ایک موت کی یاد دوسرے حق تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف خلیفہ عمر ابن عبدالعزیز رحمتہ اللہ تعالیٰ ہر شب علماء کو جمع کر کے موت اور قیامت کا ذکر کرتے حتیٰ کہ اس قدر روتے جس قدر ماتم زدہ لوگ روتے ہیں جن کے سامنے جنازہ ہو حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ جب بیٹھتے تو موت اور دوزخ اور آخرت ہی کی باتیں کیا کرتے ایک عورت نے ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے اپنی سخت دلی کا گلہ کیا فرمایا موت کو بہت یاد کیا کرتا کہ نرم دل ہو جا اس نے ایسا ہی کیا وہ سختی اس کے دل سے جاتی رہی پھر آئی اور اس بات کا شکر بجالائی حضرت ربیع خثیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر میں ایک قبر کھودی تھی دن بھر میں کئی مرتبہ اس میں جا کر لیٹتے تا کہ موت کو اپنے دل پر تازہ کر لیں اور کہتے کہ اگر ساعت بھر موت کو میں بھول جاتا ہوں تو میرا دل سیاہ ہو جاتا ہے خلیفہ عمر ابن عبدالعزیز رحمتہ اللہ تعالیٰ نے ایک شخص سے کہا کہ موت کو بہت یاد کیا کر کہ اس میں دو فائدے ہیں اگر تو محنت اور مصیبت میں ہو گا تو اس سے تیری تسلی ہو گی اور اگر تو نعمت اور راحت میں ہو گا تو اس سے وہ نعمت تلخ ہو

جائے گی حضرت ابوسلیمان دارانی رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ام ہارون سے میں نے پوچھا کہ موت تمہیں دوست ہے کہا نہیں میں نے کہا کیوں جواب دیا کہ اگر آدمی کا گناہ کرتی ہوں تو اسے دیکھنا نہیں منظور ہوتا بہت گناہ رکھتی ہوں دیدار الٰہی کی کیونکر خواہش مند ہوں۔

فصل:

اے عزیز جان! تو کہ موت کی یاد تین طور پر ہوتی ہے ایک غافلوں کا یاد کرنا جو دنیا میں مشغول ہیں کہ جو موت کو یاد کر کر کے اس سے کراہت کرتے ہیں انھیں یہ خوف ہوتا ہے کہ موت کے سبب سے دنیا کی شہوتیں اور لذتیں ہم سے چھوٹ جائیں گی پس موت کی شکایت کر کے کہتے ہیں کہ بڑی بلا سامنے آنے والی ہے افسوس یہ دنیا اس خوشی کے ساتھ ہم سے چھوٹ جائیں گی اس طور سے موت کی یاد انھیں اور بھی حق تعالیٰ سے دور کر دیتی ہے لیکن اگر کسی وجہ سے دنیا انھیں بری معلوم ہو اور دنیا سے دل نفرت کرے تو فائدے سے خالی نہیں دوسرا طور تائب کا یاد کرنا ہے کہ وہ اس واسطے موت کو یاد کرتا ہے کہ اس پر خوف بہت غالب ہو اور توبہ کرنے میں اکثر مشغول ہو اور گذشتہ کے تدارک میں بہت کوشش کرے اس طور سے موت کو یاد کرنے کا بڑا ثواب ہے اور توبہ کرنے والا موت سے کراہت نہیں کرتا مگر موت کے جلدی آنے سے کراہیت رکھتا ہے اس سبب سے کہ جلدی موت آنے میں بے زاد آخرت جانا پڑے گا اگر بایں وجہ کوئی شخص موت سے کراہیت رکھے تو کچھ قباحت نہیں تیسرا طور پر عارف کے یاد کرنے کا ہے عارف اس وجہ سے موت کو یاد کرتا ہے کہ دیدار کا وعدہ مرنے کے بعد ہے اور دوست کے وعدہ کا وقت کوئی نہیں بھولتا ہمیشہ اسی کا منتظر رہتا ہے بلکہ اس کی تمنا کیا کرتا ہے جیسا کہ حضرت حذیفہ نے مرتے وقت کہا ﴿حبیب جاء علی فاقه﴾ یعنی دوست آیا اور حاجت کے وقت آیا اور مناجات کی کہ یارخدایا اگر تو جانتا ہے کہ میں محتاجی کو تونگری سے اور بیماری کو تندرستی

سے اور موت کو زندگی سے زیادہ دوست رکھتا ہوں تو موت کو مجھ پر آسان کر دے تا کہ میں تیرے دیدار سے آسائش حاصل کروں اور اس درجہ کے علاوہ بھی ایک درجہ اس سے بہت بڑا ہے جس میں آدمی نہ موت سے بے زار رہتا ہے نہ اس کا خواہاں نہ موت کی تعجیل چاہتا ہے نہ تاخیر بلکہ حق تعالیٰ کے حکم پر راضی رہتا ہے اپنے تصرف اور اختیار کو بالائے طاق رکھتا ہے اور تسلیم و رضا کو پہنچ جاتا ہے یہ بات اس وقت ہوتی ہے کہ موت اسے یاد تو آئے مگر موت کا خیال اکثر نہ آئے اس واسطے کہ اسی جہان میں وہ مشاہدہ الٰہی میں رہتا ہے اور خدا کا ذکر اس کے دل پر غالب ہوتا ہے مرنا جینا اس کے نزدیک یکساں ہے اس واسطے بہر حال خدا کی یاد اور محبت میں مستغرق رہے گا۔

موت کا ذکر دل میں اثر کرے اس کی تدبیر کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ موت بڑا کام ہے اور اس کا خطر عظیم ہے لوگ اس سے غافل ہیں اگر یاد بھی کرتے ہیں تو ان کے دل میں اثر نہیں ہوتا اسی واسطے کہ دنیا کے شغلوں سے دل ایسا پر ہوتا ہے کہ اس میں اور کسی چیز کی گنجائش نہیں رہتی اس واسطے ان لوگوں کو خدا کی یاد اور تسبیح سے حلاوت اور لذت نہیں حاصل ہوتی پس اس کی تدبیر یہ ہے کہ آدمی گوشہ نشین ہو کر ساعت بھر اپنے دل کو خیالات دنیا سے باز رکھے جس طرح وہ شخص جسے ایک جنگل طے کرنا ہے تو اس کی تدبیر اور فکر اس کے دل کو اور چیزوں سے فارغ کر دیتی ہے اور گوشہ میں بیٹھ کر اپنے دل میں سوچے کہ موت قریب آ پہنچی ہے شاید میں آج ہی مر جاؤں اے دل اگر کوئی تجھ سے کہے کہ اندھیرے تہہ خانے میں جا اور تجھے نہیں معلوم کہ وہاں کوئی کنواں ہے یا راہ میں کوئی پتھر پڑا ہے یا کچھ اندیشہ نہیں تو تیرا زہرہ آب ہوتا ہے آخر موت کے بعد بھی تیرے کام کی پوشیدگی اور قبر میں تیرا خطر اس سے تو کم نہیں تو موت وغیرہ سے کس بھروسے پر غفلت کرتا ہے اور بہترین علاج یہ ہے کہ اپنے زمانے کے لوگوں کو یاد کرے جو

مر گئے ہیں اور ان کی صورت کا تصور کرے کہ دنیا میں وہ کس شان وشوکت سے رہتے تھے اور انھیں کس قدر خوشی حاصل تھی اور موت سے کس قدر غافل تھے پس عین غفلت اور بے سامانی آخرت میں دفعتہً موت آ گئی اور انھیں لے گئی اور خیال کرے کہ قبر میں اب ان کی صورت کیسی ہے اعضاء گل کر ایک دوسرے سے جدا ہو گئے گوشت پوست آنکھ زبان میں کیڑے پڑ گئے وہاں ان کا تو یہ حال ہوا یہاں ان کے وارثوں نے ان کا مال آپس میں تقسیم کرلیا چین سے کھاتے ہیں ان کی بیویاں انھیں بھول گئیں اوروں کے ساتھ نکاح کر لیے وہ ان سے مزے اڑاتے ہیں پس اپنے زمانے کے ایک ایک آدمی کو یاد کرے اور ان کی سیر اور ہنستی اور دل لگی اور غفلت ومشغولی کا خیال کرے کہ ایسے ایسے کاموں کی تدبیر پہلے سے کر رکھی کہ بیس برس تک ان کاموں کو نہ پہنچے اور اس تدبیر میں بڑے بڑے رنج کھینچتے تھے ان کا کفن بزاز کی دوکان میں موجود تھا اور انھیں اس کی خبر نہ تھی پس اپنے دل میں کہے کہ تو بھی انھیں کا سا ہے اور تیری غفلت اور حرص وحماقت انھیں کی سی ہے تجھے یہ دولت ملی کہ وہ لوگ تیرے سامنے گزر گئے تیری زندگی میں مر گئے تا کہ تو ان سے عبرت لے ﴿ فان السعید من وعظ بغیرہ ﴾ یعنی نیک بخت وہی ہے جو دوسرے کا حال دیکھ کر نصیحت اور عبرت لے پھر اپنے ہاتھ پاؤں آنکھ زبان انگلیوں کا خیال کرے کہ یہ سب اعضاء ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے اور چند دن میں تیرا بدن کیڑوں اور حشرات الارض کی غذا ہو جائے گا وہ اسے کھائیں گے اور قبر میں جو اس کی صورت ہوگی وہ اپنے خیال میں لائے کہ میں سڑا گلا گندہ مردار ہوں یہ باتیں اور ایسی اور باتیں ہر روز ساعت بھر اپنے دل سے کیا کرے تا کہ شاید اس کا دل موت سے آگاہ ہو اس واسطے کہ زبانی یاد کرنے سے دل میں کچھ اثر نہیں ہوتا آدمی نے ہمیشہ جنازہ لیے جاتے لوگوں کو دیکھا ہے اور خود کو ہمیشہ دیکھتے ہی دیکھتا ہے جانتا ہے کہ میں ہمیشہ موت کی سیر کیا کروں گا خود کو کبھی مردہ تو دیکھا ہی نہیں اور جو کچھ

آدمی نے نہیں دیکھا وہ اس کے وہم وخیال میں بھی نہیں آتا اس واسطے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا کہ سچ کہہ یہ موت کیا ہمارے واسطے نہیں لکھی ہے اور یہ جنازہ جو لوگ لے جاتے ہیں سچ کہہ یہ کیا مسافر ہیں کہ پھر آئیں گے انھیں خاک میں ملاتے ہیں اور ان کی میراث خود کھاتے ہیں اور اپنی موت سے غافل ہیں اور موت کو نہ یاد کرنا اکثر طول امل سے ہوتا ہے اور اسی سے سب فساد پیدا ہوتے ہیں۔

امید کوتاہ کی فضیلت کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ جس نے اپنے دل میں یہ قصور کیا کہ میں بڑی عمر پاؤں گا مدت دراز تک نہ مروں گا اس سے کوئی دینی کام نہیں ہوتا اس واسطے کہ وہ اپنے دل میں کہتا ہے کہ بہت زمانہ باقی ہے جب چاہوں گا دینی کام کرلوں گا اب تو چین و آرام کرلوں اور جو شخص اپنی موت کو قریب جانتا ہے وہ ہر وقت اسی کی تدبیر میں لگا رہتا ہے اور یہی بات سب سعادتوں کی اصل ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ صبح کو جب سو کر اٹھتا ہے تو اپنے جی میں یہ نہ سمجھا کر شام تک زندہ رہوں گا اور شام کو اپنے دل میں یہ نہ کہا کر صبح تک زندہ رہوں گا زندگی سے زاد مرگ لے لے اور تندرستی سے زاد بیماری پیدا کرلے اس واسطے کہ یہ نہیں جانتا کہ کل خدا کے نزدیک تیرا کیا نام ہوگا اور فرمایا ہے کہ تمہارے بارے میں دو خصلتوں سے جتنا میں ڈرتا ہوں اتنا کسی چیز سے نہیں ڈرتا ایک خواہش کی پیروی کرنے سے دوسرے بہت جینے کی امید رکھنے سے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوئی چیز مول لی کہ ایک مہینے تک کام آئے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اسامہ سے کچھ تعجب نہیں کہ اس نے مہینا بھر کے واسطے کوئی چیز مول لی ﴿ ان اسامته تطویل الامل ﴾ یعنی اسامہ زندگی کی بہت بڑی امید رکھتا ہے قسم ہے اس پروردگار کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کہ جب میں

پلک جھپکاتا ہوں تو جانتا ہوں کہ آنکھ کھولنے سے پہلے میری موت آئے گی اور جب میں آنکھ کھولتا ہوں تو جانتا ہوں کہ پلک جھپکانے سے قبل میری موت آئے گی اور جو لقمہ منہ میں رکھتا ہوں یہی جانتا ہوں کہ موت کے سبب سے میرے حلق میں رہ جائے گا یہ کہہ کر آپ نے فرمایا کہ اے لوگو تم اگر عقل رکھتے ہو تو خود کو مردہ جانو اس واسطے کہ قسم ہے اس خدا کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کہ اس نے تم سے جو کچھ وعدہ کیا ہے وہ آئے گا اور اس سے تم نہ بچو گے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب قضائے حاجت کرتے تو فوراً تیمم کر لیتے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے کہ یا رسول اللہ پانی قریب ہے آپ فرماتے شاید میں مر جاؤں اور پانی تک نہ پہنچے پاؤں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مربع خط کھینچا اور اس کے بیچ میں ایک سیدھا خط کھینچا اور اس سیدھے خط کے دونوں طرف چھوٹی چھوٹی لکیریں کھینچیں اور اس مربع کے باہر ایک خط کھینچ کر فرمایا یہ خط جو مربع کے اندر ہے گویا آدمی ہے اور وہ مربع اس کی موت ہے، جو چاروں طرف سے اسے گھیرے ہوئے ہے یہ اس سے بھاگ نہیں سکتا اور یہ چھوٹی چھوٹی لکیریں جو اس کے دونوں طرف ہیں بلائیں اور آفتیں ہیں جو اسے درپیش ہیں اگر بالفرض وہ ایک آفت سے نہ بچ گیا تو دوسری آفت سے بچے گا حتیٰ کہ مر جائے اور جو خط مربع کے باہر ہے اس کی آرزو اور امید ہے کہ ہمیشہ ایسے کام کا خیال کرتا ہے کہ وہ کام خدا کے علم میں اس کے مرنے کے بعد ہوگا اور فرمایا ہے کہ آدمی روز بروز بوڑھا ہوتا جاتا ہے اور دو چیزیں اس میں ہیں وہ جوان ہوتی جاتی ہیں مال کی حرص اور جینے کی آرزو حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا کہ بیلچہ ہاتھ میں لیے کام کر رہا ہے حضرت عیسیٰ نے دعا کی کہ بار خدایا اس کے دل سے آرزو نکال حق تعالیٰ نے اس کے دل سے آرزو نکال ڈالی پس وہ بڈھا بیلچہ رکھ کر سو رہا تھوڑی دیر کے بعد حضرت عیسیٰ نے پھر دعا کی کہ بار

برائی کی ہے اس کی گوشمالی کرلوں اسی طرح تاخیر کیا کرتا ہے تاکہ فارغ البال ہو جائے اور اس ایک ایک کام میں دس دس کام نکلتے آتے ہیں یہ بےوقوف اتنا نہیں جانتا کہ دنیا سے تو کبھی فراغت ملے ہی گی نہیں مگر اس وقت جب اسے ترک کردے اور یہ بےوقوف اتنا کہ دنیا سے تو کبھی فراغت ملے ہی گی نہیں مگر اس وقت جب اسے ترک کردے اور یہ بےوقوف جانتا ہے کہ کبھی تو اس سے فراغت پاؤں گا اسی طرح روز بروز تاخیر کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ ناگاہ موت آجاتی ہے اور حسرت ہی حسرت باقی رہتی ہے اسی سبب سے دوزخی لوگ پشیمانی کے سبب سے اکثر شوروفریاد کریں گے اور دنیا کی محبت ان سب باتوں کی اصل ہے اور اسی سبب سے غفلت ہوتی ہے کیونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جس چیز کو چاہو دوست رکھو مگر آخر کو تم سے چھین لیں گے اور نادانی یہ ہے کہ آدمی جوانی پر بھروسا رکھتا ہے اور اس قدر نہیں جانتا کہ بڑھاپے کے پہلے ہی مرجائے ہزاروں لڑکے اور جوان مر جاتے ہیں اور شہروں میں بوڑھے آدمی اسی سبب سے کم ہوتے ہیں کہ کم آدمی بوڑھے ہوتے ہیں دوسری بات یہ ہے کہ آدمی تندرستی میں مرگ مفاجات کو بہت بعید جانتا ہے اتنا نہیں جانتا کہ اگر دفعتہً مرجانا نادر ہے تو دفعتہً بیمار ہوجانا تو نادر نہیں اس واسطے کہ سب بیماریاں یکا یک آتی ہیں اور بیماری آ پہنچی تو بیمار کا مرجانا نادر بات نہیں ہے تو ہمیشہ یہی فرض کرنا چاہیے کہ موت ہمارے سامنے آفتاب کے مانند ہے کہ اس کی شعاع ہم پر پڑی ہوئی ہے سایہ کے مانند نہیں کہ ہمارے آگے آگے جاتا ہے اور ہم اسے نہیں پاسکتے۔

طول امل کا علاج

اے عزیز! جان تو کہ سبب کو دفع کرنا علاج ہے جب سبب تو نے جان لیے تو انھیں دفع کرنے میں مشغول ہو محبت دنیا جو سبب طول امل ہے اس کا علاج اسی طرح پر کرنا چاہیے جو محبت دنیا کے بیان میں ہم نے ذکر کیا غرضیکہ جو شخص دنیا کی حقیقت

جانتا ہے وہ اسے دوست نہیں رکھتا اس واسطے کہ دنیا کی لذت چند روزہ ہے خواہ نخواہ موت کے سبب سے زائل ہو جائے گی اور دنیا فی الحال بھی منغص اور مکدر ہے اور رنج سے خالی نہیں اور کبھی کسی کے واسطے صاف نہیں ہوئی اور جو شخص مدت آخرت کی درازی کا خیال کرے اور عمر دنیا کی کوتاہی کا تصور کرے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ نقد دنیا لے کر سرمایہ آخرت کا بیچنا ایسا ہے جیسے کوئی شخص خواب میں ایک دم جاگنے میں تمام دنیا سے زیادہ دوست رکھے اس واسطے کہ دنیا خواب کے مانند ہے ﴿الناس نیام فاذا ماتوا انتبھوا﴾ (۲) اور نادانی کا علاج صاف تفکر اور معرفت یقینی سے ہوتا ہے آدمی یہ سمجھ لے کہ موت اس کے اختیار میں نہیں ہے کہ جس وقت وہ چاہتا ہے اسی وقت آئے تاکہ وہ جوانی پر یا اور کسی کام پر اعتماد کرے۔

طول امل کے درجات

اے عزیز! جان تو کہ لوگ اس امر میں متفاوت ہیں کوئی ایسا ہے کہ ہمیشہ دنیا میں رہنا چاہتا ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ﴿یود احدھم لو یعمر الف سنتہ﴾ (۳) اور کوئی چاہتا ہے کہ میں بوڑھا ہوں اور کوئی سال بھر سے زیادہ کی امید نہیں رکھتا اگلے سال کی تدبیر نہیں کرتا جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ کل کے واسطے روزی نہ جمع کرو اس واسطے کہ اگر زندگی باقی ہے تو رزق بھی باقی ہے اور اگر زندگی نہیں باقی تو اوروں کی زندگی کے واسطے تم کیوں رنج کھینچو اور کوئی دم بھر کی بھی امید نہیں رکھتا جیسا کہ جناب سرور انبیا علیہ الصلوٰۃ والثناء تیمم کرتے ایسے وقت میں کہ پانی پانا ممکن ہوتا کہ مبادا پانی کے قریب پہنچنے کے پہلے ہی موت آ جائے اور کوئی ایسا ہوتا ہے کہ ہر وقت موت اس کی آنکھوں کے سامنے رہتی ہے کبھی غائب ہی نہیں ہوتی جیسا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایمان کی حقیقت کو پوچھا کہ کیا ہے انھوں نے عرض کیا کہ جس چیز سے میں بہرہ مند ہوا سمجھا کہ اس سے پھر کامیاب نہ ہوں گا اسود حبشی رحمتہ اللہ تعالیٰ

نماز پڑھتے تھے اور ہر طرف دیکھتے جاتے تھے لوگوں نے پوچھا کہ تم کیا دیکھتے ہو کہا میں ملک الموت کا انتظار کرتا ہوں کہ کس طرف سے آتے ہیں غرضکہ اسباب میں خلق کا حال متفاوت ہے جو ایک مہینے سے زیادہ جینے کی امید نہیں رکھتا اسے اس شخص پر فضلیت ہے جو چالیس دن جینے کی امید رکھتا ہے اور معاملہ میں اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے اس واسطے کہ جس کے دو بھائی پردیس میں ہوں ایک کے آنے کی امید مہینا بھر میں ہو دوسرے کے آنے کی امید سال بھر میں اس کے واسطے اسباب مہیا کرنے میں تاخیر کرتا ہے پس ہر ایک اپنے آپ یہی جانتا ہے کہ میں کوتاہ امل ہوں مگر کوتاہ امل ہونے کی علامت یہ ہے کہ نیک کام کرنے میں جلدی کرے اور ایک ایک دم کی جو اسے مہلت ملتی ہے اسے غنیمت جانے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو۔ جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، تندرستی کو بیماری سے پہلے، تونگری کو محتاجی سے پہلے فراغت کو شغل سے پہلے، زندگی کو موت سے پہلے اور فرمایا کہ دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے سبب سے اکثر خلق کا نقصان ہوتا ہے تندرستی اور فراغت۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے غفلت کا کوئی اثر دیکھتے تو ان کے بیچ میں ندا کرتے اور فرماتے کہ موت آئی ہے اسے سعادت لائی یا شقاوت لائی ہے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہر صبح کو منادی ندا کرتا ہے ﴿الرحیل الرحیل﴾ (۴) حضرت داؤد طائی لوگوں نے دیکھا کہ نماز کو دوڑے چلے جاتے ہیں پوچھا کیا جلدی ہے کہا کہ شہر کے دروازے پر لشکر میرا منتظر ہے یعنی قبرستان کے مردے جب تک مجھے ساتھ نہ لے لیں گے یہاں سے کوچ نہ کریں گے حضرت ابوموسیٰ اشعری رحمتہ اللہ تعالیٰ آخر عمر میں بڑی محنت اور ریاضت کرتے تھے لوگوں نے کہا کہ اگر نرمی کیجئے تو کیا ہو؟ کہنے لگے کہ گھوڑے کو جب دوڑاتے ہیں تو آخر میدان میں وہ اپنا تمام زور کر لیتا ہے اور یہ میری عمر کا آخری میدان ہے چونکہ

قریب پہنچی ہے تو محنت اور ریاضت میں سے کچھ اٹھائے نہیں رکھتا۔

سکرات موت اور جان کنی کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ اگر جان کنی اور اس کی شدت کے سوا اور کوئی خطر درپیش نہ ہوتا تو بھی لازم تھا کہ سکرات کا خوف دل میں رکھ کر عیش دنیا سے آدمی ناراض رہتا اس واسطے کہ اگر کبھی آدمی کو اس بات کا اندیشہ ہوتا ہے کہ ایک ترک سپاہی گھر میں گھس کر گرز سے مجھے مارے گا تو خواب وخوراسے خوش نہیں آتا حالانکہ ترک کا آنا مشتبہ ہے اور ملک الموت کا آنا اور روح قبض کرلے جانا یقینی ہے اور قبض روح کا صدمہ یقیناً ترک کے گرز سے زیادہ دردناک ہے مگر غفلت کے سبب سے لوگ اس سے نہیں ڈرتے اور سب بزرگ لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ جانکنی کی اذیت تلوار سے ٹکڑے ہونے کی اذیت سے سخت تر ہے اس واسطے کہ زخم کے درد کا سبب یہی ہے کہ جہاں زخم کا صدمہ پہنچتا ہے وہاں کی روح کو اذیت پہنچتی ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ محل زخم میں تلوار کس قدر روح کو دیکھتی ہے اور آگ سے جلنے کا درد اس واسطے زیادہ ہوتا ہے کہ آگ تمام اجزائے بدن میں سرایت کرتی ہے اور جان کنی کی اذیت عین روح میں جو آدمی کے تمام اجزائے بدن کو گھیرے ہوئے ہے ظاہر ہوتی ہے اور سکرات کے وقت آدمی بے طاقتی کے سبب سے اس واسطے چپ رہتا ہے کہ زبان اس کی سختی سے گنگ ہوجاتی ہے اور عقل بجا نہیں رہتی یہ سختی اسی کو معلوم ہو کہ جس نے اس کا مزہ چکھا ہے یا چکھنے کے پہلے نور نبوت سے اسے دریافت کیا ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے حواریین تم دعا مانگو کہ حق تعالیٰ مجھ پر جان کنی آسان کردے اس واسطے کہ مجھے موت کا خوف اس قدر ہے کہ اس کے خوف کے مارے مرتا ہوں اور جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین سکرات کے وقت یہ دعا مانگتے تھے ﴿ اللھم ھون علی محمد سکرات الموت ﴾ (۵) ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہے

کہ جس کی جان کنی میں آسانی ہو اس سے میں کچھ امید نہیں رکھتی اس واسطے کہ جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰات واکمل التحیات کی جان کنی کی سختی میں نے اپنی آنکھ سے دیکھی اس وقت آپ فرماتے تھے کہ یا اللہ ہڈیوں اور رگوں میں سے تو اس روح کو نکالتا ہے یہ سختی مجھ پر آسان کردے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جان کنی کے درد اور تکلیف کا حال یوں بیان کرتے تھے کہ سکرات کا حال تلوار کے تین سو زخموں کا سا ہے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو موت سب موتوں سے زیادہ آسان کردے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ جان کنی کا حال یوں بیان کرتے تھے کہ سکرات کا حال تلوار کے تین سو زخموں کا سا ہے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو موت سب موتوں سے زیادہ آسان ہوتی ہے اس کی مثال اس گوکھرو کی سی ہے جو پاؤں میں گڑ جائے کہ اس کا نکلنا ممکن ہی نہیں ایک بیمار نزع کی حالت میں تھا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمانے لگے کہ مجھے اس کی سختی کی اطلاع ہے اس کے بدن میں کوئی رگ ایسی نہیں جس میں جدا گانہ ایک درد نہیں امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے تھے کہ اے مسلمانو کافروں سے جنگ کرو تا کہ قتل ہو اس واسطے کہ تلوار کی ہزار ضربیں بستر پر پڑے پڑے جان کنی ہونے سے زیادہ مجھ پر آسان ہیں بنی اسرائیل کا ایک گروہ کسی قبرستان میں گزرا اور دعا کی کہ حق تعالیٰ ان مردوں میں سے ایک کو زندہ کردے حق تعالیٰ نے ایک کو زندہ کردیا وہ اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اے لوگو تم مجھ سے کیا چاہتے ہو مجھے مرے ہوئے پچاس برس گذرے اور ہنوز جان کنی کی تلخی مجھ میں باقی ہے ایک صحابی کا قول ہے کہ مسلمان کے واسطے درجات باقی رہ جاتے ہیں کہ عمل سے ان درجات کو وہ نہیں پہنچا ہے تو اس پر حق تعالیٰ جان کنی کو مشکل کردیتا ہے تا کہ وہ ان مرتبوں کو پہنچ جائے اور اگر کافر نے نیکی کی ہے حق تعالیٰ اس کے بدلے اس پر جان کنی آسان کردیتا ہے تا کہ اس کا کچھ حق نہ باقی رہے اور

حدیث شریف میں ہے کہ مرگ مفاجات مسلمانوں کے حق میں راحت اور کافر کے حق میں حسرت ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا وقت جب پہنچا تو حق تعالیٰ نے ان سے پوچھا کہ سکرات موت میں تم نے خود کو کیسا پایا عرض کیا کہ مرغ زندہ کے مثل کہ اسے بھونیں اور وہ نہ اڑ سکے نہ مر جائے کہ نجات پائے امیر المومنین حضرت عمر فاروق سے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پوچھا کہ جانکنی کا کیا حال ہے فرمایا ہے جیسے کانٹے دار شاخ کسی پیٹ کے اندر کریں اور ہر ہر کانٹا ایک ایک رگ میں الجھے اور زور آور آدمی اس شاخ کو کھینچے۔

جان کنی کی ہیبتوں کا بیان

اے عزیز! جان تو کہ نزع کے علاوہ ہولناک تین ہیبتیں آدمی کو اور درپیش ہیں ایک یہ کہ **ملک الموت** یعنی حضرت عزرائیل علیہ السلام کی صورت دیکھتا ہے حدیث شریف میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے **ملک الموت** علیہما السلام سے کہا میں چاہتا ہوں کہ تمہیں اس صورت پر دیکھوں جس صورت سے تم گناہ گاروں کی روح قبض کرتے ہو **ملک الموت** علیہ السلام نے کہا کہ آپ تاب نہ لائیے گا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اپنی وہ صورت ضرور دکھاؤ **ملک الموت** نے خود کو اس صورت پر دکھایا تو وہ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کالا موٹے موٹے بالوں والا کھڑا ہے کالے کپڑے پہنے ہے شعلہ اور دھواں اس کے منہ نکل رہا ہے پس حضرت ابراہیم علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے جب یہ ہوش میں آئے اور وہ اپنی صورت پر آ گئے تو انھوں نے کہا اے **ملک الموت** گناہ گار اگر فقط تمہاری صورت ہی دیکھے تو اسے کافی ہے۔

اے عزیز! جان تو کہ مطیع لوگ اس ہول سے بچے رہتے ہیں کیونکہ وہ **ملک الموت** کو بہت اچھی صورت پر دیکھتے ہیں چنانچہ اگر اور کوئی راحت نہ پائیں گے تو ان کا جمال صورت ہی کافی ہے حضرت سلیمان علیہ السلام نے **ملک الموت** علیہما

السلام سے کہا کہ تم لوگوں میں عدل کیوں نہیں کرتے ایک کی جان جھٹ پٹ نکال لیتے ہو ایک کو دیر تک تڑپایا کرتے ہو حضرت عزرائیل علیہ السلام نے کہا یہ بات میرے اختیار میں نہیں ہر ایک کے نام کا صحیفہ مجھے ملتا ہے جیسا حکم ہوتا ہے ویسا بجالاتا ہوں حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ ایک دن سوار ہوا چاہتا تھا پوشاک طلب کی کئی جوڑے حاضر کیے گئے کوئی پسند نہ پڑا حتیٰ کہ جو سب سے اچھا جوڑا تھا وہ پہنا اور گھوڑے سواری کو حاضر کیے وہ بھی نہ پسند پڑے پھر ان میں جو سب سے اچھا تھا اس پر بادشاہ سوار ہوا پھر لشکر باکروفر کے ساتھ باہر آیا تکبر سے کسی کی طرف دیکھتا ہی نہ تھا پھر حضرت الملک الموت علیہ السلام فقیر کی صورت بنائے میلے کچیلے کپڑے پہنے بادشاہ کے سامنے تشریف لائے اور سلام کیا بادشاہ نے جواب بھی نہ دیا ملک الموت علیہ السلام نے گھوڑے کی لگام پکڑی بادشاہ نے کہا کہ ہاتھ ہٹا دیکھ کیا بے ادبی کرتا ہے ملک الموت علیہ السلام نے کہا بادشاہ سلامت مجھے آپ سے کچھ حاجت ہے کہا ٹھہر میں گھوڑے پر سے اتر لوں ملک الموت علیہ السلام نے کہا نہیں میں ابھی کہوں گا بادشاہ نے کہا کہہ ملک الموت علیہ السلام نے اس کے کان میں منہ لگا کر کہا میں ملک الموت علیہ السلام ہوں اس واسطے آیا ہوں کہ اسی گھڑی تیری روح قبض کرلوں یہ سنتے ہی بادشاہ کے چہرے کا رنگ اڑ گیا اور زبان سے بات نہ نکل سکی پھر کہنے لگا کہ اتنی مہلت دیجیے کہ گھر جا کر بیوی اور اپنے بچوں کو الوداع کرلوں ملک الموت علیہ السلام نے کہا نہ اور فوراً اس کی روح قبض کرلی وہ گھوڑے پر سے گر پڑا ملک الموت وہاں سے چلے گئے ملک الموت علیہ السلام نے ایک مسلمان کو دیکھا کہا میں ایک بھید کی بات تجھ سے کہا چاہتا ہوں اس نے کہا وہ کیا بات ہے کہا میں ملک الموت ہوں اس مسلمان نے کہا مرحبا مدت سے انتظار میں ہوں آپ کا تشریف لانا بہت عزیز ہے ابھی میری جان نکال لیجیے ملک الموت نے کہا کہ جو کام اور حاجت تجھے ہو پہلے اس سے فراغت کرلے اس

مسلمان نے کہا کہ مجھے اس سے زیادہ ضروری کوئی کام نہیں ہے کہ اپنے خداوند کو دیکھوں **ملک** الموت علیہ السلام نے کہا کہ اب جس حال میں تجھے منظور ہو تیری روح قبض کروں اس مسلمان نے کہا اتنا ٹھہریے کہ میں وضو کر کے نماز شروع کروں جب سجدے میں جاؤں تو میری جان نکال لیجئے **ملک** الموت علیہ السلام نے ایسا ہی کیا وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بھی حکایت کرتے ہیں کہ ایک بادشاہ تھا کہ اس سے بڑھ کر تمام روئے زمین پر کوئی بادشاہ نہ تھا **ملک** الموت علیہ السلام نے اس کی روح قبض کر لی جب آسمان پر پہنچے تو فرشتوں نے پوچھا کہ اے **ملک** الموت علیہ السلام جان نکالتے وقت کبھی کسی پر تمہیں رحم بھی آیا ہے کہا ایک عورت حاملہ ایک بیابان میں تھی اس کا لڑکا پیدا ہوا مجھے حکم الٰہی ہوا کہ اس عورت کی روح قبض کر لے میں نے روح قبض کر لی اور اس لڑکے کو تباہ اور خراب چھوڑا غریبی کی وجہ سے اس عورت پر اور تنہائی اور خرابی کے سبب سے اس لڑکے پر مجھے بڑا رحم آیا فرشتوں نے کہا بادشاہ کو بھی تو نے دیکھا کہ تمام روئے زمین پر کوئی بادشاہ ہمسر نہ تھا **ملک** الموت نے کہا ہاں دیکھا فرشتے کہنے لگے کہ یہ وہی لڑکا ہے جسے بیابان میں تم نے تنہا چھوڑا تھا بس **ملک** الموت علیہ السلام نے کہا ﴿سبحان اللطیف لما یشاء﴾ (۲) کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہا کہ شعبان کی پندرھویں شب کو ایک صحیفہ **ملک** الموت علیہ السلام کو ملتا ہے اس سال میں جس جس کی جان نکالنا چاہیے ان کے نام اس میں لکھے ہوتے ہیں اور ان میں سے دنیا میں کوئی عمارت بناتا ہے کوئی شادی نکاح کرتا ہے کوئی جھگڑے جھگڑتا ہے حالانکہ اس کا نام مردوں کی اس فہرست میں لکھا ہوتا ہے اعمش رحمتہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ **ملک** الموت حضرت سلیمان علیہما السلام کے پاس گئے وہاں جا کر حضرت سلیمان کے ایک مصاحب کو گھور کر دیکھا جب باہر نکلے تو اس مصاحب نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون شخص تھا کہ اس طرح میری طرف دیکھا حضرت سلیمان نے فرمایا کہ **ملک** الموت۔ اس مصاحب نے کہا

کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ میری روح قبض کریں گے آپ ہوا کو حکم دیجئے کہ مجھے سر زمین ہندوستان پر پہنچا دے کہ پھر جو ملک الموت یہاں آئیں تو مجھے نہ پائیں حضرت سلیمان نے ہوا کو حکم کر دیا ہوا نے وہاں سے اٹھا کر اسے سر زمین ہندوستان پر دھر دیا پھر جو ملک الموت حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آئے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا کہ تم نے میرے فلانے مصاحب کی طرف گھور کر کیوں دیکھا تھا ملک الموت نے کہا کہ مجھے حکم الٰہی ہوا تھا کہ اسی گھڑی ہندوستان میں اس کی روح قبض کروں اور وہ یہاں تھا میں نے اپنے جی میں کہا کہ گھڑی بھر میں یہ ہندوستان کو کیونکر پہنچے گا جب میں وہاں گیا تو اسے وہیں پایا مجھے بڑا تعجب آیا۔ اے عزیز ان حکایتوں سے غرض یہ ہے کہ تجھے معلوم ہو جائے کہ ملک الموت کو دیکھنے سے چارہ نہیں دوسری ہیبت ان دونوں فرشتوں کو دیکھنے کی ہے جو ہر ایک آدمی پر مسلط ہیں اس واسطے کہ حدیث شریف مین ہے کہ موت کے وقت یہ دونوں فرشتے آدمی کو نظر آتے ہیں اگر وہ آدمی مطیع ہے تو کہتے ہیں ﴿ جزاک اللہ خیر (۷) ﴾ ہمارے سامنے تو نے بڑی اطاعت کی اور ہمیں خوب راحت دی اور اگر وہ آدمی گناہ گار ہوتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں ﴿ لاجزاک اللہ خیرا ﴾ (۸) بہت بری باتیں اور بہت گناہ تو نے ہمارے سامنے کیے اس وقت اس بے چارے کی آنکھیں ہوا میں کھلی ہوتی ہیں پھر نہیں بند ہوتیں تیسری ہیبت یہ ہے کہ موت کے وقت آدمی جنت یا دوزخ میں اپنی جگہ دیکھتا ہے اس واسطے کہ ملک الموت مطیع آدمی سے کہتے ہیں کہ اے خدا کے دوست تجھے بہشت کی بشارت ہو اور گنہگار سے کہتے ہیں کہ اے دشمن خدا تجھے دوزخ کی بشارت ہو پس ان ہولوں کا رنج جانکنی کے رنج پر دونا ہوتا ہے ﴿ نعوذ باللہ منھا ﴾ (۹) اور یہ ہولیں آدمی دنیا میں دیکھتا ہے اور جو ہولیں قبر میں جا کر اس کے بعد دیکھے گا اس کے سامنے یہ ہولیں حقیر اور ناچیز ہیں۔

مردے کے ساتھ قبر کی باتوں کا بیان

جناب مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس وقت مردے کو قبر میں رکھتے ہیں تو قبر کہتی ہے اے ابن آدم تو کس بات پر مجھے بھولا تھا تجھے نہیں معلوم کہ میں محبت کا گھر ظلمت کا گھر تنہائی کا گھر کیڑوں کا گھر ہوں تو کس بات پر بھولا تھا کہ متحیر دار ایک پاؤں آگے ایک پیچھے رکھتا ہو مجھ پر چلتا تھا پس اگر وہ مرد صالح ہوتا ہے تو کوئی اس کی طرف سے جواب دے دیتا ہے کہ اے قبر تو کیا کہتی ہے یہ صالح تھا اس نے امر معروف اور نہی منکر کیا ہے تو قبر کہتی ہے کہ اب خوانخواہ اس کے واسطے میں باغ ہو جاؤں گی پھر اس کا بدن نور ہو جاتا ہے اور اس کی روح آسمان کو چلی جاتی ہے اور حدیث میں ہے کہ مردے کو قبر میں رکھتے ہیں تو اس پر عذاب ہونے لگتا ہے پڑوسی مردے اسے آواز دیتے ہیں کہ اے پیچھے آنے والے بارے تو ہم سے پیچھے رہ گیا اور ہم تجھ سے پہلے آئے تو نے ہم سے کیوں نہ عبرت لی تو نے یہ نہ دیکھا کہ ہم اس عالم میں آئے اور ہمارے اعمال تمام ہو گئے اور تو نے مہلت پائی جو نیکیاں ہم سے چھوٹ گئی تھیں تو نے ان کا تدارک کیوں نہ کیا اسی طرح زمین کے سب گوشے ندا کرتے ہیں کہ اے ظاہر دنیا کے عاشق تو نے ان لوگوں سے کیوں نہ عبرت لی جو تجھ سے پہلے آئے تھے اور تیری طرح دنیا کے عاشق اور فریفتہ تھے اور حدیث شریف میں ہے کہ بندہ شائستہ کو جب قبر میں رکھتے ہیں تو اس کے نیک کام اسے گھیر لیتے ہیں اور اسے عذاب سے محفوظ رکھتے ہیں جب عذاب کے فرشتے بائیں سے آتے ہیں تو نماز سامنے آ کھڑی ہوتی ہے اور کہتی ہے کہ نہ خدا کے واسطے یہ بہت کھڑا رہا ہے اور جب سرہانے سے آتے ہیں تو روزہ کہتا ہے کہ نہ اس نے دنیا میں خدا کے واسطے بڑی بھوک پیاس کھینچی ہے اور جب بدن کی طرف سے آتے ہیں تو حج اور جہاد کہتے ہیں کہ نہ اس نے خدا کی راہ میں تمام بدن سے رنج کھینچا ہے جب ہاتھ کی طرف سے آتے ہیں تو صدقہ کہتا ہے کہ اے فرشتو تم اس سے دست

بردار ہو جاؤ کہ اس نے اس ہاتھ سے راہ خدا میں بہت صدقہ دیا ہے پس عذاب کے فرشتے اس مردے سے کہتے ہیں تو خوش رہ تجھے مبارک ہو اور رحمت کے فرشتے آتے ہیں قبر میں بہشت کا فرش بچھاتے ہیں اور قبر کو یہاں تک وسیع کر دیتے ہیں جہاں نظر کام کرے اور جنت کی ایک قندیل لا کر لٹکا دیتے ہیں تا کہ وہ مردہ قیامت تک اس کی روشنی میں رہے حضرت عبداللہ ابن عبید رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مردے کو قبر میں رکھ دیتے ہیں وہ لوگوں کی چاپ سنتا ہے جو اس کے جنازے کے ساتھ آئے تھے اور کوئی اس سے بات نہیں کرتا مگر قبر کہ قبر اس سے کہتی ہے کہ لوگوں نے میرے ہول اور تنگی کا حال کیا بارہا تجھ سے نہیں کہا تو نے میرے واسطے کیا تیاری کی۔

منکر نکیر علیہما السلام کے سوال کا بیان

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بندہ جب مرتا ہے تو دو فرشتے آتے ہیں ان کا چہرہ سیاہ ہوتا ہے آنکھیں نیلی ایک کا نام منکر ہے ایک کا نام نکیر مردے سے پوچھتے ہیں کہ تو پیغمبر کے باب میں کیا کہتا ہے اگر وہ مردہ مسلمان ہے تو کہتا ہے کہ پیغمبر خدا کا بندہ اور رسول تھا گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے رسول ہیں پس اس کی قبر ستر گز چوڑی ستر گز لمبی کر کے روشن اور پر نور کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو عروس کی طرح اب ایسا سو کہ کوئی تجھے نہ جگائے گا مگر وہ جسے تو دوست رکھتا ہے اور اگر وہ مردہ منافق ہے تو وہ جواب میں کہتا ہے کہ میں تو کچھ نہیں جانتا لوگوں سے سنتا تھا کہ وہ کچھ کہتے تھے وہی میں بھی کہتا تھا پس زمین کو حکم ہوتا ہے کہ تو مل جا اور اس مردے کو دبا۔ وہ مل جاتی ہے اور اسے دباتی ہے حتیٰ کہ اس کی پسلیاں باہم مل جاتی تھیں قیامت تک اسی طرح وہ عذاب میں مبتلا رہتا ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ اے عمر تو خود کو کیسا دیکھتا ہے کہ تو مر جائے اور تیرے لوگ تیرے واسطے چار

گز لمبی سوا گز چوڑی قبر کھودیں پھر تجھے نہلا کفنا کر اس قبر میں رکھیں اور تیرے اوپر مٹی ڈال کر پھر آئیں اور قبر کے فتنے والے یعنی منکر نکیر آئیں ان کی آواز رعد کی سی آنکھیں برق کے مانند ان کے بال زمین پر لوٹتے ہوئے اپنے دانتوں سے قبر کی مٹی درہم برہم کرتے ہوئے تجھے پکڑ کر ہلائیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میری عقل میرے ساتھ ہوگی آپ نے فرمایا ہاں ہوگی عرض کیا تو مجھے کچھ باک نہیں ان کا جواب دے لوں گا حدیث شریف میں ہے کہ کافر پر قبر میں دو جانور اندھے بہرے مسلط ہوتے ہیں ہر ایک کے ہاتھ میں لوہے کا ایک گرز ہوتا ہے اس گرز کا سر ایسا ہوتا ہے جیسے وہ ڈول جس سے اونٹوں کو پانی پلاتے ہیں ہو جانور اس کافر کو ان گرزوں سے قیامت تک مارا کرتے ہیں نہ آنکھ رکھتے ہیں کہ اس کا حال زار دیکھ کر اس پر رحم کریں نہ کان رکھتے ہیں کہ اس کی شور و فریاد سنیں ام المومنین حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قبر ہر ایک مردے کو دباتی ہے اگر کوئی اس کے فشار سے بچتا تو سعد ابن معاذ بچتا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی تھیں انھوں نے انتقال فرمایا آپ نے انھیں قبر میں رکھا تو آپ کا چہرہ مبارک نہایت زرد ہو گیا جب باہر تشریف لائے تو چہرہ نورانی بحال ہوا ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کس سبب سے آپ کا یہ حال ہوا تھا فرمایا کہ قبر کے فشار اور عذاب کو میں نے یاد کیا پھر مجھے آگاہی ہوگئی کہ حق تعالیٰ نے زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فشار و عرض کیا کہ یا رسول اللہ کس سبب سے آپ کا یہ حال ہوا تھا فرمایا کہ قبر کے فشار اور عذاب کو میں نے یاد کیا تھا پھر مجھے آگاہی ہوگئی کہ حق تعالیٰ نے زینب پر فشار و عذاب آسان کر دیا مگر بایں ہمہ قبر اس کو ایسا دباتی ہے کہ سب جانور اس کی آواز سنتے ہیں اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قبر میں کافر کو اس طرح پر عذاب ہوتا ہے کہ

ننانوے اژدہے اس پر مسلط کیے جاتے ہیں تم جانتے ہو کہ وہ اژدہے کیسے ہوتے ہیں ننانوے سانپ ہوتے ہیں کہ ایک کے نو نو سر ہوتے ہیں وہ اس کافر کو ڈستے ہیں اور اسے لپٹتے ہیں اور پھنکاریں مارتے ہیں قیامت تک یہی حال رہتا ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قبر آخرت کی پہلی منزل ہے اگر اس میں آسانی گذری تو جو کچھ اس کے بعد ہونے والا ہے وہ بہت ہی آسان ہوگا اور جو قبر ہی میں دشواری ہوئی تو جو کچھ بعد ہونے والا ہے وہ بہت ہی دشوار اور سخت ہوگا۔

اے عزیز! جان تو کہ قبر کی جو ہولیں پیش آنے والی ہیں ان میں پہلے نفخ صور کی ہیبت ہے پھر روز قیامت کی ہول اور درازی اور گرمی اور پسینا ہے پھر گناہوں کی پرسش کی ہیبت ہے پھر داہنے بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال ملنے کی ہیبت ہے پھر اس رسوائی اور فضیحتی کی ہیبت ہے جو نامہ اعمال ملنے کے سبب سے ہوگی پھر یہ ہول ہے کہ دیکھیے میزان میں نیکی کا پلہ بھاری ہوتا ہے یا بدی کا پھر مدعیوں اور حق داروں کے مظالم کی اور اس کے جواب کی ہیبت ہے پھر پل صراط کی ہیبت ہے پھر دوزخ کی اور اس کے فرشتوں اور طوق زنجیروں اور زقوم اور سانپ بچھو وغیرہ عذابوں کی ہیبت ہے اور یہ عذاب دو قسم پر ہیں جسمانی اور روحانی جسمانی عذاب کا حال احیاء العلوم کے آخر میں مفصل مذکور ہے اور جو دلیلیں اس پر وارد ہوئی ہیں وہ بھی مذکور ہیں علی ہذا القیاس موت کی حقیقت کہ موت کیا چیز ہے اور روح کی حقیقت اور اس کا حال جو مرنے کے بعد ہوتا ہے عنوان میں ذکر ہو چکا جو شخص عذاب جسمانی کی تفصیل دریافت کیا چاہے احیاء میں دیکھے اور جو عذاب روحانی کا حال معلوم کیا چاہے عنوان میں تلاش کر لے اس واسطے کہ اس کتاب میں عذاب جسمانی کا بیان کرنا اور عذاب روحانی جو عنوان میں مذکور ہو چکا اسے پھر ذکر کرنا موجب طوالت ہے اب مردوں کا حال جو بزرگوں کو خواب میں معلوم ہوا ہے اسے لکھ ہم کتاب کو ختم کرتے ہیں اس واسطے کہ زندوں کو مردوں کا حال کشف باطن سے معلوم ہوتا ہے یا خواب میں یا

بیداری میں مگر حواس سے مردوں کا حال نہیں معلوم ہوتا اس واسطے کہ مردے ایسے عالم میں گئے کہ یہ سب حواس ان کا حال دریافت کرنے میں بیکار ہیں جیسا کہ کان رنگ دریافت کرنے میں اور آنکھ آواز معلوم کرنے میں معزول اور بیکار رہے بلکہ آدمی میں ایک خاصیت ہے' اس خاصیت کے سبب سے اس عالم والوں دیکھ سکتا ہے مگر وہ خاصیت حواس اور دنیا کے مشغلوں کی بھیڑ میں پوشیدہ ہے چونکہ سونے میں ان مشغلوں سے آدمی کو نجات ملتی ہے تو اس کا حال مردوں کے حال سے قریب ہو جاتا ہے اور مردوں کا حال کھلنے لگتا ہے اور اسی خاصیت کے سبب سے مردوں کو بھی ہماری خبر ہوتی ہے حتیٰ کہ ہمارے نیک کاموں سے خوش اور ہمارے گناہوں سے رنجیدہ ہوتے ہیں چنانچہ یہ مضمون حدیثوں میں آیا ہے اور حقیقت حال یہ ہے کہ ہمیں ان کی خبر اور انھیں خبر ہماری لوح محفوظ کے وساطت کے بغیر نہیں ہوتی اس واسطے کہ ہمارا اور ان کا احوال محفوظ میں لکھا ہے چونکہ آدمی کے باطن کو سوتے میں لوح محفوظ کے ساتھ مناسبت پیدا ہو جاتی ہے تو خواب میں لوح محفوظ سے مردوں کا حال معلوم ہو جاتا ہے اور چونکہ مردوں کو لوح محفوظ سے مناسبت پیدا ہوتی ہے تو وہ اس میں ہمارا حال دریافت کر لیتے ہیں اور لوح محفوظ کی مثل اس آئینہ کی سی ہے جس میں سب چیزوں کی صورت موجود ہے اور آدمی کی روح بھی آئینہ کے مثل ہے اور مردے کی روح بھی پس جس طرح ایک آئینہ سے دوسرے آئینہ میں صورت پیدا ہو جاتی ہے اس طرح لوح محفوظ سے ہم میں اور مردوں مین بھی پیدا ہو جاتی ہے۔

اے عزیز جان! یہ گمان نہ کر کہ لوح محفوظ لکڑی یا بانس وغیرہ کی ایک چوکھونٹی تختی ہے کہ اس ظاہری آنکھ سے اسے دیکھ سکیں اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اسے پڑھ سکیں۔ اے عزیز اگر لوح محفوظ کی مثال تجھے دریافت کرنا منظور ہے تو اپنے ہی میں ڈھونڈھ اس واسطے کہ جو کچھ تمام عالم میں ہے اس کا نمونہ اور شائبہ حق تعالیٰ نے تجھ میں رکھ دیا ہے تا کہ اس کے سبب سے تجھے سب چیزوں کی پہچان حاصل ہو مگر تو

اپنے سے آپ غافل ہے اور کو کیا پہچانے گا اور لوح محفوظ کا نمونہ حافظ کا دماغ ہے کہ تمام قرآن یاد رکھتا ہے گویا کہ اس کے دماغ میں تمام قرآن لکھا ہے اور وہ اسے اور اس کے حرفوں اور اس کی سطروں کو دیکھتا ہے اگر کوئی شخص حافظ کے دماغ کو ریزہ ریزہ کر کے اس ظاہری آنکھ سے دیکھے تو اس میں نہ کہیں قرآن دکھائی دے گا نہ کچھ لکھا ہوا نظر آئے گا۔ پس اے عزیز جان جملہ امور کا لوح محفوظ میں لکھا ہونا تو اسی طرح سمجھ لے کیونکہ اس میں بے نہایت امور منقوش ہیں اور آنکھ متناہی ہے تو نا متناہی کا متناہی میں نقش محسوس سے آنا ممکن نہیں پس اس کا منھ اور اس کی لوح اور اس کا قلم اور اس کا ہاتھ کوئی تیری چیزوں کے مثل نہیں جس طرح وہ خود تیرے مانند نہیں بلکہ ایسا ہی مضمون ہے جیسا کسی نے کہا مصرع * از خانہ بکد خدائے ماند ہمہ چیز * اے عزیز اس بیان سے یہ مقصود ہے کہ مردوں کو ہماری خبر اور ہمیں مردوں کی خبر ہونا معلوم ہو جائے جیسا کہ تو خواب میں دیکھتا ہے اور خواب میں مردوں کو اچھے حال یا برے حال میں دیکھنا اس بات پر بڑی دلیل ہے کہ راحت و نعمت میں یا عذاب و مصیبت میں وہ زندہ ہیں اور بالکل نیست اور مردہ نہیں ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتابل احیاء عندربھم یرزقون فرحین بما اتھم اللہ من فضلہ﴾ (۱۰)۔

مردوں کے احوال کا بیان جو خواب میں معلوم ہوا ہے:

جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصحابہ اجمعین نے فرمایا ہے کہ جو شخص مجھے خواب میں دیکھے اس نے مجھے جاگتے میں دیکھا اس واسطے کہ شیطان میری صورت مین نہیں آ سکتا امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ میں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ مجھ سے خفا ہیں میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھ سے کیا خطا ہوئی ارشاد فرمایا کہ تجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ روزہ میں اپنی اہلیہ کو بوسہ نہ دے پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمر بھر

ایک شیشہ خون سے بھرا ہوا آپ کے پاس ہے آپ نے فرمایا کہ اے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو نے دیکھا میری امت نے میرے ساتھ کیا کیا میرے فرزند حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کر ڈالا یہ اس کا اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے داد خواہی کے واسطے حق تعالیٰ کے سامنے لیے جاتا ہوں چوبیس دن کے بعد خبر آئی کہ واقعی امام حسین علیہ السلام کو ظالموں نے شہید کر ڈالا امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی نے خواب میں دیکھا اور کہا کہ آپ ہمیشہ زبان سے اشارہ کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ بہت کام مجھے درپیش ہیں فرمایا ہاں اسی زبان سے میں نے پوچھا ﴿ لا الہ الا اللہ ﴾ کہا حق تعالیٰ نے میرے سامنے بہشت رکھ دی یوسف ابن الحسین رحمتہ اللہ تعالیٰ کو کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا کہ حق تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا کیا بولے مجھ پر رحمت کی پوچھا کس عمل کے سبب سے کہا اس سبب سے کہ حق بات کو ہزل سے میں نے کبھی نہیں ملایا منصور ابن اسمعیل رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ عبداللہ بزاز کو میں نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدا نے تیرے ساتھ کیا کیا کہا میں نے جس گناہ کا اقرار کیا حق تعالیٰ نے اسے بخش دیا مگر ایک گناہ کہ اس کے اقرار کرنے میں مجھے شرم آئی پس حق تعالیٰ نے مجھے پسینے میں کھڑا رکھا حتیٰ کہ میرے منہ کا گوشت بالکل گر پڑا میں نے پوچھا کہ وہ گناہ کیا تھا کہا کہ ایک دن میں نے ایک خوبصورت لڑکے کو دیکھا تھا وہ مجھے اچھا معلوم ہوا مجھے شرم آئی کہ حق تعالیٰ کے سامنے میں اس گناہ کا اقرار کروں ابوجعفر صید لانی رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ صوفیوں کا ایک گروہ حضرت کے ساتھ بیٹھا ہے دو فرشتے آسمان پر سے اترے ایک کے ہاتھ میں آفتابہ تھا ایک کے ہاتھ میں طشت پس رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دست مبارک دھویا اور ان صوفیوں نے اپنے ہاتھ دھوئے وہ فرشتے میرے سامنے طشت اور آفتابہ لائے کہ میں بھی ہاتھ دھوؤں کسی نے کہا کہ اس کے ہاتھ پر

پانی نہ ڈالو یہ ان لوگوں میں سے نہیں ہے میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ روایت ہے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ جو شخص جس قوم کو دوست رکھتا ہے وہ اسی قوم میں سے ہے اور میں اس قوم کو دوست رکھتا ہوں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرشتوں سے فرمایا اس کے ہاتھ دھولاؤ یہ بھی اسی قوم میں سے ہے مجمع نامی ایک بزرگ تھے انھیں کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا کہ تم نے کیا معاملہ دیکھا کہا کہ دنیا اور آخرت کی بھلائی زاہد لوگ لے گئے زراہ ابن ابی اوفی رحمتہ اللہ تعالیٰ کو کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ کس عمل کو تو نے افضل پایا کہا کہ خدا کے حکم پر راضی رہنے کو اور امید کوتاہ رکھنے کو یزید ابن مذعور کہتے ہیں کہ اوزاعی رحمتہ اللہ تعالیٰ کو میں نے خواب میں دیکھا اور کہا کہ جو عمل بہتر ہے مجھے اس کی خبر دو تا کہ میں اس کے سبب سے تقرب خدا کروں کہا کہ کوئی درجہ علماء کے درجہ سے بلند تر میں نے نہیں دیکھا اس کے بعد غمگینوں کا مرتبہ دیکھا یہ یزید پیر مرد تھے یہ خواب دیکھنے کے بعد ہمیشہ رویا کیے حتیٰ کہ روتے روتے اندھے ہو کر مرے ابن عینیہ رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ حق تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا کیا کہنے لگا کہ جس گناہ سے میں نے استغفار کیا تھا وہ تو بخش دیا اور جس سے استغفار نہیں کیا تھا اسے نہیں بخشا بی بی زبیدہ رحمہا اللہ تعالیٰ کو کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تمہارے ساتھ خدا نے کیا کیا بولیں کہ مجھ پر رحمت کی پوچھا کہ اس مال کے سبب سے رحمت کی جو تم نے مکہ معظمہ کی راہ میں صرف کیا تھا کہا نہیں اس مال کا اجر تو مالک مال کو ملا مجھے میری نیت کی بدولت بخش دیا حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ تعالیٰ کو کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا کہ حق تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا کیا بولے کہ میں نے ایک قدم تو پل صراط پر رکھا اور دوسرا جنت میں احمد ابن الحواری رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی بیوی کو خواب میں دیکھا کہ ایسی خوبصورت ہے کہ اس کا حسن و جمال کبھی کسی میں میں نے نہ دیکھا تھا روشنی اور نور کے سبب سے

اس کا چہرہ چمکتا تھا میں نے پوچھا کہ تیرا چہرہ کیوں نوارنی ہے کہنے لگی کہ تمہیں یاد ہے کہ فلانی رات کو تم خدا کے لیے اپنے آپ کو یاد کر کے روئے تھے میں نے کہا کہ ہاں مجھے یاد ہے کہنے لگی کہ تمہارے آنسو میں نے اپنے چہرے پر مل لیے تھے یہ تمام نور اسی کے سبب سے ہے کنانی رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ کو میں نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ حق تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا کہا کہ مجھ پر رحمت کی وہ سب عبارات اور اشارات تو برباد کیے ان کے سبب سے تو کچھ فائدہ نہ ہوا مگر وہ دو رکعت نماز جو رات کو میں پڑھا کرتا تھا کام آئیں بی بی زبیدہ رحمہا اللہ تعالیٰ کو کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ حق تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا کیا کہنے لگیں کہ ان چار کلموں کے سبب سے حق تعالیٰ نے مجھ پر رحمت فرمائی ﴿لا اله الا الله افنى بها عمرى لااله الا الله ادخل بها قبرى لا اله الا الله اخلو بها وحدى لا اله الا الله القى بها ربى﴾ (۱۱) حضرت بشر حافی رحمتہ اللہ تعالیٰ کو کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ حق تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا کیا کہنے لگے کہ مجھ پر رحمت کی اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تجھے مجھ سے شرم نہ تھی کہ اس سختی کے ساتھ مجھ سے ڈرتا تھا حضرت ابوسلیمان قدس سرہ کو کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ حق تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا کیا کہنے لگے کہ مجھ پر رحمت کی اور کسی چیز سے مجھے نقصان نہیں ہوا مگر دین داروں میں انگشت نما ہونے سے حضرت ابوسعید خراز قدس سرہ کہتے ہیں کہ میں نے ابلیس کو خواب میں دیکھا لاٹھی اٹھائی کہ اسے ماروں اس سے وہ کچھ بھی نہ ڈرا پس ہاتف نے ایک آواز دی کہ لاٹھی سے نہیں ڈرتا جو نور دل میں ہوتا ہے اس سے یہ ڈرتا ہوں مسوجی رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ابلیس کو میں نے خواب میں دیکھ کر کہا کہ آدمیوں سے تجھے شرم نہیں آتی کہنے لگا یہ آدمی نہیں ہیں اگر آدمی ہوتے تو جس طرح لڑکے گیند سے کھیلتے ہیں ان سے نہ کھیلتا آدمی وہ لوگ ہیں جنھوں نے مجھے بیمار اور نزار کر دیا یہ صوفیہ صافیہ رضوان اللہ

تعالیٰ علیہم اجمعین کی طرف اشارہ کیا ابو سعید خراز رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں دمشق میں تھا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کاندھے پر ہاتھ رکھے ہوئے تشریف لاتے ہیں اور میں اپنے سینہ پر انگلیاں مار مار کر ایک شعر پڑھتا تھا آپ نے فرمایا کہ اس فعل میں فائدے سے زیادہ نقصان ہے حضرت شبلی قدس سرہ کو مرنے کے تین دن کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا کہ حق تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا کہنے لگے کہ میرے حساب کو تنگ پکڑا حتیٰ کہ میں نا امید ہوا جب میری ناامیدی دیکھی تو مجھ پر رحمت کی حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ تعالیٰ کو کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا کہ حق تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا کیا کہا کہ مجھ پر رحمت کی پوچھا کہ عبداللہ بن مبارک کا کیا حال ہے کہا کہ انھیں دن بھر میں دو مرتبہ حق تعالیٰ کے دیدار کو بار ملتی ہے حضرت مالک ابن انس نضر کو کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا کہ حق تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا کیا کہا کہ اس کلمہ کے سبب سے مجھ پر رحمت کی جو میں نے حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ سے سنا تھا کہ وہ جب جنازہ دیکھتے تھے تو کہتے تھے ﴿ سبحان اللہ الحی الذی لایموت ﴾ (۱۲) حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ نے جس شب کو انتقال فرمایا اسی شب کو کسی شخص نے انھیں خواب میں دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھلے ہیں اور آواز آرہی ہے کہ حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے خدا کو دیکھا اور بہت خوشنود ہوا حضرت جنید بغدادی قدس سرہ کہتے ہیں کہ میں نے ابلیس کو خواب میں دیکھا اور کہا کہ اے ابلیس تو آدمیوں سے نہیں شرماتا کہنے لگا کہ یہ آدمی نہیں ہیں آدمی وہ ہیں جو شونیز یہ (۱۳) میں ہیں کہ انھوں نے مجھ نزار کر ڈالا حضرت جنید کہتے ہیں کہ میں صبح ہی شونیز یہ کی مسجد تک پہنچا جیسے ہی دروازہ کے اندر گیا تو دیکھتا کیا ہوں کہ لوگ زانو پر سر رکھے ہوئے تفکر میں بیٹھے ہیں مجھے دیکھ کر کہنے لگے کہ اے جنید اس ملعون پلید کے کہنے سے دھوکے میں نہ آنا عنقریب

الغلام رحمتہ اللہ تعالیٰ نے جنت کی ایک حور کو خواب میں دیکھا نہایت درجہ حسین ہے وہ کہنے لگی کہ اے عتبہ میں تجھ پر عاشق ہوں خبردار ایسا کام نہ کرنا کہ حق تعالیٰ تجھے باز رکھے عتبہ نے کہا میں نے دنیا کو تین طلاقیں دی ہیں ہرگز اس کے قریب بھی نہ جاؤں گا تا کہ تجھے پاؤں ابو ایوب سجستانی رحمتہ اللہ تعالیٰ ایک مفسد آدمی کا جنازہ دیکھ کر بالا خانہ پر چڑھ گئے کہ اس پر نماز نہ پڑھنا چاہیے اس مردے کو کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا کہ حق تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا کیا کہنے لگا کہ مجھ پر رحمت کی یہ کہہ کر کہا کہ ابو ایوب سے کہہ دینا ﴿ لو انتم تملکون خزائن رحمته ربی اذا لامسکتم خشیه الانفاق ﴾ یعنی خدا کی رحمت کے خزانے اگر تمہارے ہاتھ میں ہوتے تو تم بخل کے سبب سے کچھ بھی نہ خرچ کرتے جس رات کو حضرت داؤد طائی قدس سرہ نے انتقال فرمایا ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ آسمان کے فرشتے آتے جاتے ہیں اس شخص نے پوچھا کہ آج کون سی رات ہے فرشتوں نے کہا کہ آج داؤد طائی نے انتقال کیا ہے بہشت ان کے واسطے آراستہ ہے حضرت ابو سعید شحام قدس سرہ کہتے ہیں کہ سہل صعلوکی کو میں نے خواب میں دیکھ کر کہا اے خواجہ کہنے لگے کہ خواجگی سے ہاتھ اٹھا کہ وہ سب گئی گزری میں نے کہ تمہارے وہ سب کار اور کردار کہاں گئے کہنے لگے کچھ مفید نہ ہوا مگر ان مسائل کا جواب جو بڑھیاں پوچھا کرتی تھیں ربیع بن سلیمان کہتے ہیں کہ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ کو میں نے خواب میں دیکھا پوچھا کہ حق تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا فرمایا کہ مجھے سونے کی کرسی پر بٹھا کر آب دار موتی مجھ پر پھینکے حضرت امام رحمتہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ایک مشکل کام مجھے پیش آیا میں اس میں عاجز ہوا خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص نے آ کر کہا اے محمد ادریس کہہ ﴿ اللهم انی لا املک لنفسی ضرا ولا نفعا ولا موتا ولا حیوة ولا نشورا ولا استطیع ان اخذ الا ما اعطیتنی ولا ان اتقی الا ما وقینی اللهم وقفنی لما تحب وترضی من القول

والعمل فی عافیته﴾ (۱۴) صبح کو جب میں اٹھا تو میں نے یہ دعا پڑھی کچھ دن چڑھے وہ کام آسان ہوگیا اے عزیز تجھے چاہیے کہ اس دعا کو نہ بھول عتبۃ الغلام رحمۃ اللہ تعالیٰ کو کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا خدا نے تمہارے ساتھ کیا کیا کہا کہ اس دعا کے سبب سے بخش دیا جو دیوار پر لکھی ہے میں جب جاگا تو عتبۃ الغلام کے خط سے دیوار پر یہ دعا لکھی دیکھی ﴿یاھادی المضلین ویاراحم المذنبین ویامقیل عثرات العاثرین ارحم عبدک ذا الخطر العظیم والمسلمین کلھم اجمعین واجعلنا مع الاحیاء المرزوقین الذین انعمت علیھم من النبین و الصدیقین و الشھدآء و الصالحین امین رب العالمین﴾ (۱۵) ذکر موت میں اس قدر باتیں جو بیان کی گئیں یہی بس ہیں کتاب کیمیائے سعادت کو اسی پر ہم نے ختم کیا جو لوگ اس کتاب کا مطالعہ کریں اور اس سے فائدہ لیں ان سے یہ امید ہے کہ اس کتاب کے مصنف اور مترجم کو دعائے خیر نہ بھولیں اور حق تعالیٰ سے اس کی مغفرت چاہیں تا کہ اگر کوئی سہو اور قصور کلام میں ہوا ہو یا تکلف یا ریا کا میل نیت میں ہوگیا ہو تو اسے حق تعالیٰ اپنی دعا اور رحمت کی برکت سے معاف کرے اور اس کتاب کے ثواب سے محروم نہ رکھے اس واسطے کہ اس سے بڑھ کر کیا نقصان ہوگا کہ کوئی شخص خلق کو خدا کی طرف بلائے اور خود ریا کے سبب سے درگاہ الٰہی سے دور ہو جائے ﴿وتفول فی خاتمہ الکتاب اللھم انا نعوذ بعفوک من عقابک ونعوذ برضاک من سخطک ونعوذبک منک لااحصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک و الحمدللہ وحدہ﴾ (۱۶)۔

۱ دانا وہی ہے جس نے رام کیا اپنے نفس کو اور عمل کیا بعد موت کے واسطے۔

۲ آدمی سوتے ہیں پھر جب مریں گے تو جاگیں گے۔

۳ دوست رکھتا ہے ایک ان میں کا زندہ رہنا ہزار برس۔

۴ کوچ ہے کوچ ہے۔

۵ اے اللہ آسان کر تو محمد پر سکرات موت کی۔

۶ پاک ہے اللہ جو مہربان ہے جس پر چاہتا ہے۔

۷ جزا دے تجھے اللہ نیک۔ ۸ نہ جزا دے تجھے اللہ نیک۔

۹ پناہ مانگتا ہوں میں اللہ کی اس سے۔

۱۰ اور نہ گمان کر تو ان لوگوں کو جو قتل کیے گئے راہ خدا میں کہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے پاس روزی دے جاتے ہیں خوش ہیں اس چیز کے سبب سے جو عطا کی انھیں خدا نے اپنے فضل سے۔

۱۱ لا الہ الا اللہ فنا کروں میں اس کے ساتھ اپنی عمر کو لا الہ الا اللہ داخل ہوں میں اس کے ساتھ اپنی قبر میں لا الہ اللہ خالص ہو جاؤں اس کے ساتھ اکیلا میں لا الہ الا اللہ ملاقات کروں میں اس کے ساتھ اپنے پروردگار کی۔

۱۲ پاک ہے خداوند اور نہ مرے گا۔ ۱۳ ایک گاؤں کا نام ہے۔

۱۴ اے اللہ میں نہ مالک ہوں اپنی ذات کے واسطے نہ نقصان کا نہ نفع نہ موت کا نہ زندگی کا پراگندہ ہونے کا اور نہ طاقت رکھتا ہوں میں کچھ لوں مگر وہ جو عطا کرے تو مجھے اور نہ یہ کہ بچوں میں اس چیز سے کہ بچائے تو مجھے اللہ توفیق دے تو مجھے اس کی جسے تو محبوب رکھتا ہے اور جس سے تو راضی ہوتا ہے بات سے اور کام سے عافیت میں۔

۱۵ اے راہ دکھانے والے گمراہوں کے اور اے رحم کرنے گناہ گاروں کے اے محو کرنے والے لغزشوں چوکنے والوں کے رحم کر تو اپنے بندے پر کہ بڑے خطرے والا ہے اور سب مسلمانوں پر سب کے سب پر اور کر تو ہمیں ایسے زندوں کے ساتھ جو رزق دیئے گئے ایسے کہ انعام کیا تو نے ان نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحوں میں سے قبول کر تو اے پروردگار عالموں کے۔

۱۶ اے اللہ پناہ مانگتے ہیں بطفیل تیرے عفو کے تیرے عذاب سے پناہ مانگتے ہیں بطفیل تیری خوشنودی کے تیرے غصے سے اور پناہ مانگتے ہیں تیری تجھ سے احصاء حمد و ثنا نہیں کر سکتے ہیں ہم آپ اسی قابل ہیں جیسے اپنی تعریف آپ کرتے ہیں اور ہر حمد ہر حامد سے ازل سے ابد تک خاص آپ کی ذات مقدس کے واسطے ہے۔

ختم شد